

تفسیر مدارک

پا (اُردو)

مدارک التَّنْزِيلِ وَحَقَائِقُ التَّأْوِيلِ

جدراول

مؤلف

الشیخ ابوالبرکات عبدالعزیز احمد بن محمد الشافعی

مترجم

استاذ تفسیر الحدیث مولانا شمس الدین غلام

www.ahlehaq.org

مکتبۃ احیاء السنن

۱۸- ارو بازار لاہور، پاکستان
فون: 37231788 , 37211788

www.ahlehaq.org

جملہ حقوق ملکیت بحق ناشر محفوظ ہیں۔
کاپی رائٹ رجسٹریشن نمبر

نام کتاب تفسیر مدارک للنفسی اردو

تالیف: الشیخ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمد النفسی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم اُستاد تفسیر الحدیث مولانا شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ

ناشر خالد مقبول

مطبع لٹل سٹار پرنٹرز

www.ahlehaq.org

ملنے کے پتے

❖ مکتبہ رحمانیہ اقرء سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور۔ 7224228

❖ مکتبہ علوم اسلامیہ اقدس سنٹر غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور۔ 7221395

❖ مکتبہ جویریہ ۱۸- اردو بازار ۵ لاہور ۵ پاکستان۔ 7211788

استدعا

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کتابت،
طباعت، تصحیح اور جلد سازی میں پوری پوری احتیاط کی گئی ہے۔
بشری تقاضے سے اگر کوئی غلطی نظر آئے یا صفحات درست نہ ہوں تو ازراہ
کرم مطلع فرمادیں۔ ان شاء اللہ ازالہ کیا جائے گا۔ نشاندہی کے لئے ہم بے حد شکر
گزار ہوں گے۔
(ادارہ)

عرض ناشر

قرآن مجید و فرقان حمید سراپا معجزہ ہے، اس کے معانی کے ساتھ ساتھ اس کے الفاظ اور اس کی عبارتیں بھی معجزانہ ہیں، قرآن مجید اللہ کی آخری اور وہ عظیم المرتبت اور عالی شان کتاب ہے جسے اللہ رب العزت نے بقاء انسانی کے لیے بطور ضابطہ اور اساس نازل فرمایا۔

قرآن مجید سے پہلے کی کتب سماویہ جو سابقہ امم کو عطا ہوئیں وہ سب تحریف کا شکار ہو گئیں۔ حتیٰ کہ آج ان میں سے کوئی کتاب بھی اپنی اصلی حالت میں موجود نہیں۔ جبکہ یہ قرآن مجید کا اعجاز ہے کہ وہ اپنی اصلی حالت میں ہے اور کیوں نہ ہو کہ اس کے لیے خالق کائنات جل مجدہ نے فرمایا ہے۔

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾

”بے شک ہم نے ہی قرآن کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت فرمائیں گے۔“

قرآن مجید عربی میں نازل ہوا تھا۔ اس وقت جو لوگ (صحابہ رضی اللہ عنہم) موجود تھے، عربی ان کی مادری زبان تھی۔ اس لئے قرآن کے معانی و مطالب معلوم کرنے میں انہیں کوئی دقت پیش نہ آتی تھی۔ تاہم جہاں کہیں انہیں کوئی اشکال ہوتا تھا۔ وہ خود رسول پاک ﷺ سے دریافت کر لیا کرتے تھے۔ رسالت مآب ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جہاں دوسرے بہت سے مناصب پر فائز کیا تھا وہاں ایک منصب عالی قرآن عزیز کے مفسر و ترجمان ہونے کا بھی تھا۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ

﴿وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ﴾ (النمل: ۴۴)

”اور ہم نے آپ پر قرآن نازل کیا، تاکہ آپ اسے لوگوں پر واضح کریں۔“

چنانچہ تفسیر کا سب سے بیش قیمت سرمایہ تفسیری روایات ہیں جو کہ مختلف کتب حدیث میں منقول ہیں۔

حفاظت قرآن کے وعدہ خداوندی کی تکمیل یوں ہوئی کہ الفاظ کو تو حفاظ نے سینوں میں محفوظ کر لیا اور جہاں تک معانی قرآن کا تعلق ہے تو مفسر اعظم جناب رسول اللہ ﷺ سے لے کر آج تک مفسرین کرام نے ان کی حفاظت میں بھی کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ چنانچہ ہر دور میں مفسرین نے اپنے ذوق اور علم کے مطابق چھوٹی بڑی تفاسیر لکھیں۔ بہت سے علوم تفسیر میں گھل مل گئے۔ جیسا کہ نحوی علماء نے تفاسیر لکھیں۔ ان میں نحوی مسائل کو سامنے رکھا مثلاً ابو حیان کی تفسیر البحر المحیط۔ علوم عقلیہ کے علماء نے جو تفاسیر

لکھیں ان میں فلسفہ کو مد نظر رکھا مثلاً امام فخر الدین رازی کی تفسیر کبیر۔ صوفیاء نے علم تصوف پر مبنی تفاسیر لکھیں مثلاً ابن عربی کی تفسیر ابن عربی۔

زیر نظر تفسیر جناب ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی کی عظیم المرتبت تفسیر مدارک التنزیل وحقائق التاویل المعروف بہ تفسیر مدارک نسفی ہے۔ امام نسفی مسلک حنفی تھے۔ حدیث نبوی ﷺ اور اصول فقہ کے امام تھے اور کتاب اللہ کے بہترین مفسر تھے۔

مکتبہ العلم لاہور کو جو عرصہ دراز سے علوم دینیہ کی اشاعت و ترویج میں بڑی عرق ریزی سے کوشاں ہے اس سے پہلے کتب احادیث سنن ابوداؤد (مترجم)، سنن نسائی (مترجم)، سنن ابن ماجہ (مترجم)، جامع ترمذی (مترجم)، موطا امام محمد (مترجم) اور دلیل الفالحین اردو شرح ریاض الصالحین تفسیر انوار البیان اردو پہلی بار کمپیوٹر کمپوزنگ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل ہو چکی ہے۔ اسی طرح الحمد للہ پہلی بار تفسیر مدارک جو کہ فقہ حنفی کی بہترین تفسیر ہے کو اردو قالب میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں، اس تفسیر میں درج ذیل خصوصیات ہیں

① الفاظ قرآنی کی لغوی اور شرعی تشریح

② ہر آیت کے بارے میں قراء کے اقوال

③ عربی ضرب الامثال کا جا بجا ذکر۔

④ ملحدین کے اعتراضات کے مدلل جوابات۔

⑤ احکام قرآنی کا فقہی استنباط اور متقدمین کے اقوال سے استدلال۔

اس میں قرآنی عربی (کتابت شدہ) لگا کر مشہور مفسر قرآن حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الہی صاحب رحمہ اللہ کا ترجمہ لگا دیا گیا ہے جو کہ عام فہم اور آسان ترجمہ ہے۔

آخر میں استدعا ہے کہ اس کتاب کے مطالعہ کے ساتھ ساتھ بندہ کے والدین کو جنہوں نے مجھے قرآن و حدیث کے کام کی طرف نہ صرف رغبت دلائی بلکہ قدم قدم پر راہنمائی بھی فرمائی (جو الحمد للہ ہنوز جاری ہے) ان کو اپنی دعاؤں میں ضرور شامل کریں۔ اللہ جل جلالہ سے دعا ہے کہ اس کتاب کی تیاری میں دامے درمے سخنے شامل ہونے والے تمام احباب کو اللہ تعالیٰ قرآن و حدیث کے کام کی اور زیادہ توفیق و رغبت عطا فرمائے۔

طالب دعا

خادم العلم والعلماء

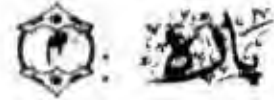
خالد مقبول

فہرست

- ۱۔ محمود و شکر میں فرق
۲۔ شکر و مدح کا فرق
۳۔ رب اور عالین کا معنی
۴۔ طریق استعمال
۵۔ قیامت کا دن کیا ہے؟
۶۔ عبادت کا معنی
۷۔ غائب سے خطاب
۸۔ خاص نکتہ
۹۔ نکتہ
۱۰۔ ہدایت و صراط کا مطلب
۱۱۔ فائدہ تاکید
۱۲۔ معروف اشکال
۱۳۔ مراد غضب اللہ
۱۴۔ معنی آمین..... قول ابن عباس
۱۵۔ تحقیق لفظ

سُورَةُ الْيَقِينَةِ : ۲

- ۱۶۔ حروف مقطعات کی بحث
۱۷۔ جمہور علماء کا قول
۱۸۔ بعض دوسروں کا قول
۱۹۔ دیگر بعض کا قول
۲۰۔ دلیل اعجاز کا دوسرا انداز
۲۱۔ تعداد حروف
۲۲۔ غرض تکرار
۲۳۔ طرز میں فرق کی وجہ



سُورَةُ الْكَافِرَاتِ : ۱

- ۲۴۔ اسمائے سورت اور ان کی وجہ
۲۵۔ تعداد آیات
۲۶۔ اختلاف قراء اور ان کے دلائل
۲۷۔ دلائل شوافع رحمہ اللہ نمبر ۱
۲۸۔ دلائل احناف رحمہ اللہ
۲۹۔ جواب روایت
۳۰۔ اصول
۳۱۔ عادت مشرکین
۳۲۔ ایک اعتراض اور اس کا جواب
۳۳۔ لفظ اسم کی تحقیق
۳۴۔ لفظ اللہ کی تحقیق
۳۵۔ علماء نحو کا اختلاف
۳۶۔ اشتقاق کا معنی
۳۷۔ دوسرا قول
۳۸۔ اختلاف قراءت
۳۹۔ لفظ رحمٰن و رحیم کی تحقیق
۴۰۔ رحمت کا مطلب
۴۱۔ مسیلمہ کذاب کے بارے میں شاعر کا قول
۴۲۔ نحوی اختلاف رحمان نمبر ۱
۴۳۔ حمد کی تشریح
۴۴۔ مرفوع کی وجہ

ختم طبع کا نتیجہ	۵۹	ابتداء میں طرز
معتزلہ کا مذہب	۶۰	دوسرا قول
سمیع کی مراد	۶۱	ایک اور قول
شیخ ابو منصورؒ کا قول	۶۲	اسم اشارہ کی تذکیر
عظیم و کبیر کا فرق	۶۳	المواسم اشارہ کو ملانے کی وجہ
نکمرہ لانے کی وجہ	۶۴	ریب کا مفہوم و معنی
تذکرۃ منافقین	۶۵	الریب کی حقیقت
قول مجاہد	۶۶	وقف کے متعلق مشہور قول
انسان کی وجہ تسمیہ	۶۷	تعریف ہدایت
وجہ ذکر ایمان باللہ والیوم الآخرۃ	۶۸	عنوان کا فرق
ایک نکتہ	۶۹	تراکیب
روکرامیہ	۷۰	انوکھا اندازِ بلاغت
يُخْدَعُونَ اللّٰهَ	۷۱	نکتہ عظیمہ
مخادعت کا معنی	۷۲	الَّذِينَ يَوْمِنُونَ کی تفسیر
صاحب الوقوف کا قول	۷۳	اقامت کا مطلب
نفس کی مراد	۷۴	معنی صلوٰۃ
نتیجہ	۷۵	انفاق سے مراد
معنی شعور	۷۶	قاعدہ
مریض	۷۷	نکتہ
نحویوں کا قول	۷۸	تذکرۃ قرآن و کتب سابقہ
دیگر قراء	۷۹	قراءت
اصلاح و فساد	۸۰	علی کی حکمت
ایک قاعدہ	۸۱	مقدر سوال کا جواب
ایک عبرت	۸۲	فلاح کیا ہے؟
ایک سوال	۸۳	عدم عطف کی وجہ
الف لام	۸۴	قاعدہ
فرق کی وجہ	۸۵	سبویہؒ کا قول
نحوی تحقیق	۸۶	حکمت اور انداز
شیاطین کون	۸۷	تفسیر ختم

سیبویہ کا قول	تعریف خلق
استہزاء کا مفہوم	دلیل تخلیق
الاستہزاء	لعل کا استعمال
امام زجاج	حکمت مدرج
ایک سوال	نحوی تحقیق
مسئلہ بیع تعاظمی	معنی ند
تجارت کیا ہے؟	فائدہ عطف
تجارت کا ریگری۔ تاجر کافن	عبد کی تعریف
مفہوم آیت	نزلنا کی حکمت
مثال کی غرض اور حقیقت	مقولہ کفار
مثال کا معنی	لفظ سورۃ کی تحقیق
نور وضوء کا معنی	فقہاء کی باریک بینی
وجہ ذکر	نحوی تحقیق
نحوی اشارے	شہداء کا مطلب
تفسیر اول	سابقہ آیات سے ربط
تفسیر دوم	دو دلائل
تشبیہ بلغ	کلمہ شک کی وجہ
لوٹنے کا مطلب	فائدہ ایجاز
دوسری تمثیل	ایک سوال
مراد	سابقہ آیات سے ربط
تشبیہ مرکب	بشارت
اولانے کی حکمت	نحوی تحقیق
رعد و برق کی حقیقت	تعریف بشارت
صاعقہ آسمانی	ایک اعتراض
کلمہ اور اذا کا فرق	مراد صالحات
سابقہ سے ربط	ایک اعتراض
خطاب عام	جنت کا معنی
یارب کا مطلب	تفسیر تجری
ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول	الانہار کی وجہ تعریف

۱۱۵	سبب قول	۱۰۳	ایک نکتہ
"	فائدہ و احوالہ	"	من ابتدائیہ
"	تقدیس کا معنی	"	مشابہت تامہ
۱۱۶	اہم تنبیہ	"	ہ کا مرجع
"	تعلیم اسماء کا مطلب	۱۰۴	مانوس رزق
۱۱۷	استخلاف میں علمی فوائد	"	طہارت کا مطلب
"	نکتہ عجیبہ	۱۰۵	تردید چیمہ
۱۱۸	سجدہ کی حقیقت	"	سابقہ آیات سے ربط
۱۱۹	کونسا مستثنیٰ ہے؟	۱۰۶	حیاء کی اصل تعریف
۱۲۰	جنت کی تحقیق	"	مفہوم ضرب مثل
"	معزلہ کا قول	"	فوقیت کا مطلب
"	نکتہ	۱۰۷	تفسیر فَاَمَّا الَّذِينَ
۱۲۱	لغزش کی وضاحت	"	تفسیر آیت
"	زلہ کے لفظ کی تفسیر	"	نحوی لطائف
۱۲۲	رابطہ کس طرح؟	۱۰۸	معزلہ کا عقیدہ
"	مخاطب کون؟	"	کثرت کا معنی
۱۲۳	محبوب کلام	۱۰۹	مقصد تمثیل
۱۲۴	اتیان کی مراد	"	مؤمن و کافر کے مزاج میں فرق
۱۲۵	تفسیر یعنی اسرائیل کی	"	مفہوم فسق
"	انعامات کی مراد	۱۱۱	قطع کی حقیقت
"	فائدہ اضافت	"	تعریف امر
"	اہل اشارہ کا قول	"	نوعیت نقصان
۱۲۶	نحوی تحقیق	"	مقصد استفہام
"	ایک تعریض	۱۱۲	فاء اور ثم کا فرق
۱۲۷	ثمن قلیل کی مراد	"	کفر انوکھا ہے
"	کتمان و لبس کا معنی	"	لام کی حکمت
۱۲۸	رکوع کی مراد	۱۱۳	مراد تسویہ
"	بڑ کا مفہوم	۱۱۴	سابقہ آیات سے ربط
۱۲۹	وعید یا تبلیکیت	"	خليفة کی تفسیر

صبر و استعانت	۱۳۸	سبت کی تشریح	۱۳۸
مرجع ضمیر	۱۳۹	مراد متقی	۱۳۹
اللقاء کی تفسیر	۱۴۰	ظروف کا حکم	۱۴۰
معتزلہ کا جواب	۱۴۱	حقیقت واقعہ	۱۴۱
جمع کی حکمت	۱۴۲	ایک سوال و جواب	۱۴۲
سوم کا مفہوم	۱۴۳	وجہ فارض	۱۴۳
سوء عذاب کی مراد	۱۴۴	استفہام و نحو	۱۴۴
فرقان کا معنی	۱۴۵	سرور کیا ہے؟	۱۴۵
قوم سے مراد	۱۴۶	ان شاء اللہ کی برکت	۱۴۶
قتل کا مفہوم	۱۴۷	ہیۃ کا مفہوم	۱۴۷
تین فاء	۱۴۸	تفسیر و ما کا دوا	۱۴۸
دلیل معتزلہ	۱۴۹	وجود فعل سے پہلے نسخ	۱۴۹
وجہ سزا	۱۵۰	ٹالنا کیا ہے؟	۱۵۰
آیت ۵۸	۱۵۱	صرف	۱۵۱
تفسیر طہ	۱۵۲	اضر بوہ کی ضمیر	۱۵۲
اضافہ کا مطلب	۱۵۳	تفسیر آیت ۷۳	۱۵۳
بدلنے کی تشریح	۱۵۴	انداز و دلیل	۱۵۴
تفسیر آیت ۶۰	۱۵۵	خصوصی نکات	۱۵۵
پتھر سے مراد کونسا	۱۵۶	تنبیہ عجیب	۱۵۶
طعام واحد کا مطلب	۱۵۷	عجیب نکتہ	۱۵۷
بقول کی تفسیر	۱۵۸	تفسیر آیت ۷۴	۱۵۸
تسلط و زلت	۱۵۹	نحوی لطائف	۱۵۹
معنی آیت	۱۶۰	سخنی کا بیان	۱۶۰
النبی کی تحقیق	۱۶۱	خشیت کی حقیقت	۱۶۱
حدود سے تجاوز	۱۶۲	تفسیر آیت ۷۵	۱۶۲
نصرانی کی وجہ	۱۶۳	تحریف ان کی عادت	۱۶۳
نحوی تفسیر	۱۶۴	امانی کی تفسیر	۱۶۴
رفع طور	۱۶۵	سابقہ آیات سے ربط	۱۶۵
فضل و رحمت	۱۶۶	ام کی اقسام	۱۶۶

۱۶۳	تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہما	۱۸۱	وجہ قراءت
"	ردِ خوارج	۱۸۳	کتب اللہ سے مراد
۱۶۴	تفسیر آیت ۸۲	"	اعراض کی تمثیل
"	تفسیر آیت ۸۳	"	عہدِ سلیمانی میں شیاطین کی حرکات
"	خبر بصورتِ نبی	۱۸۴	عطف کہاں ہے؟
"	یتیم کا معنی	"	شیخ ماتریدی کا قول
۱۶۵	قتل و اخراجِ نفس کی تفسیر	"	من گھڑت حکایت کا رد
۱۶۶	تفسیر شہادۃ	۱۸۵	نحوی حکایت
۱۶۷	ہو ضمیر کی وضاحت	"	اہلسنت
"	چار قول	۱۸۶	تفسیر آیت ۱۰۳
"	تفسیر آیت ۸۵	"	کنایتِ ثواب
۱۶۸	تفسیر آیت ۸۶	۱۸۷	راعنا کی وجہ ممانعت
۱۶۹	تفسیر آیت ۸۷	"	اقسامِ من
"	مراد بینات	۱۸۸	لغوی معنی
"	القدس کا معنی	"	شرعی تعریف
۱۷۰	ایک نکتہ	۱۸۹	محلِ نسخ
"	غلف کی تفسیر	"	شرطِ نسخ
۱۷۱	قلیل کا مفہوم	"	نسخ کی صورت
۱۷۲	معنی استفتاح	"	تفسیر آیت ۱۰۷
"	اسم ظاہر کا نکتہ	۱۹۰	تفسیر آیت ۱۰۸ بیجا سوالات کی ممانعت
"	ان کا معنی	۱۹۱	تفسیر آیت ۱۰۹
۱۷۳	پے در پے غضب		
"	تفسیر آیت ۸۱		
۱۷۴	مقولہ یہود کا رد		
۱۷۵	صورتِ مطابقت		
"	مجھڑے کی محبت کا رچنا		
"	اضافتِ تحکم		
۱۷۶	مشتاقانِ موت		
۱۷۷	تہدیدِ کفار		

سنن	تفسیر آیت ۱۱۰
سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول	ادعاء یہود و نصاریٰ
مسلمانوں کا مقتدی کا فر نہیں ہو سکتا	باطل تمنا
معتزلہ کا قول	ذمت اہل کتاب
ملہجی فی الحرم کی دلیل	تفسیر آیت ۱۱۳
مقام ابراہیم (علیہ السلام) کی مراد	توضیح اہل کتاب
طہارت کا معنی	نحوی تراکیب
بکدًا امنًا کا مطلب	ایک مسئلہ
تفسیر آیت ۱۲۹	جمع کی وجہ
مراد امت	عاجزانہ داخلہ کی اجازت
سوال کا مدلل جواب	اشتباہ قبلہ کا حکم
تفسیر آیت ۱۲۹	امام شافعی رحمہ اللہ اور جہت قبلہ
تفسیر آیت ۱۳۰	کل کی نحوی تحقیق
نحوی تراکیب	تفسیر آیت ۱۱۷
مفاہمت کا مفہوم	جلد وقوع کی تمثیل
ملت ابراہیم (علیہ السلام) کا حکم	قول فیصل
تفسیر آیت ۱۳۱	تفسیر آیت ۱۱۸
مرجع ضمائر	تفسیر آیت ۱۱۹
چنا ہوا دین	دو تفسیریں
ثابت قدمی کا حکم	تفسیر آیت ۱۲۰
تفسیر آیت ۱۳۳	یہود کے دخول اسلام سے مایوسی
ام کی اقسام	تفسیر آیت ۱۴۰
ما کی تفصیل	تفسیر آیت ۱۴۱
الہ کو دوبارہ لانے کی وجہ	حق تلاوت کا مطلب
نحوی لطائف	تفسیر آیت ۱۴۲
غیر کی کمائی کا منہ آئے	تفسیر آیت ۱۴۳
حنیف کا مفہوم	بار دیگر لانے کی وجہ
تعریض بر مشرکین	نتیجہ ابتلاء
سبط کی تفسیر	اکثر مفسرین کا قول

دیگر اقوال	۲۲۷
لکیرہ کی تفسیر	۲۲۷
ایمان سے مراد نماز ہے	۲۲۸
توقع رسول اللہ ﷺ	۲۲۸
شطر کا معنی	۲۲۸
واحدی کا قول	۲۲۸
اختلاف قراءت	۲۲۹
عنادی لوگ	۲۲۹
تمنائے یہود کا جواب	۲۳۰
ثبات پر ابھارنا	۲۳۰
خطاب بامت	۲۳۰
تفسیر آیت تفسیر	۲۳۰
الحق کی مراد	۲۳۱
تفسیر آیت ۱۲۸	۲۳۱
مرجع ضمیر	۲۳۱
سبقت کی تفسیر میں اقوال	۲۳۲
دوسرا قول	۲۳۲
تفسیر آیت ۱۳۹	۲۳۲
تفسیر آیت ۱۵۰ وجہ تاکید	۲۳۳
ترک بیت المقدس قوم کی رعایت ہے	۲۳۳
ظالم سے مراد کون؟	۲۳۳
طعن سے مت گھبراؤ	۲۳۳
نحوی تحقیق	۲۳۴
تفسیر آیت ۱۵۱	۲۳۴
کاف کا تعلق ماقبل سے ہے یا مابعد سے	۲۳۴
تفسیر آیت ۱۵۲ ذکر کی بابت چھ اقوال	۲۳۵
تفسیر آیت ۱۵۳	۲۳۵
تفسیر آیت ۱۵۴ شہدائے بدر	۲۳۶
عدم شعور کی تفسیر	۲۳۶

تفسیر آیت ۱۳۶	۲۱۸
مثل کے صحیح مفہوم کی وضاحت میں تین اقوال	۲۱۸
انحراف کا مطلب	۲۱۸
غلبہ اہل کتاب	۲۱۸
ممانعت و وعید	۲۱۹
صبغة اللہ مراد حقیقی	۲۱۹
عطف آمنا پر	۲۱۹
بعض کا قول	۲۲۰
تفسیر آیت ۱۳۹	۲۲۰
اُم کونسا ہے؟	۲۲۱
ملت منیٰ کا چھپانے والا ظالم	۲۲۱
ماکبت کا مقصد	۲۲۱



تفسیر آیت ۱۴۲	۲۲۲
سفید کی مراد	۲۲۲
قبلہ کا معنی	۲۲۲
درست قبلہ؟	۲۲۲
تفسیر آیت ۱۴۳	۲۲۲
امت وسط کا معنی	۲۲۲
سب سے بہتر قبلہ	۲۲۲
وسط کی تفسیر دوم	۲۲۲
علت امت وسط	۲۲۵
لفظ علی کا راز	۲۲۵
ایک اور تفسیر	۲۲۵
قول شیخ ابو منصور رحمہ اللہ	۲۲۶
القبلہ کی مراد	۲۲۶
نعم کی تفسیر	۲۲۶
قول شیخ ابو منصور رحمہ اللہ	۲۲۶

سوء و فحشاء کا فرق	معمولی مصائب سے آزمائش
تفسیر آیت ۱۷۰	صبر والے لوگ
تفسیر کا مرجع	کم کا مخاطب
سابقہ آیات سے ربط	تفسیر آیت ۱۵۶
تفسیر آیت ۱۷۱	تفسیر آیت ۱۵۷
مفہوم آیت	رحمت و صلوة کے جمع کی حکمت
نعت و نداء میں فرق	تفسیر آیت ۱۵۸
سابقہ آیات سے ربط تفسیر آیت ۱۷۲	لا جناح سے نفی گناہ
ما قبل سے ربط تفسیر آیت ۱۷۳	● نکتہ فقہیہ
میتہ کی تعریف	● نکتہ فقہیہ
دودم حلال	تفسیر آیت ۱۵۹
نحو و قراءت	مستحقین لعنت
باغی کا معنی	کیا الناس سے مؤمن و کافر دونوں مراد ہیں
اکل بطن کی تشریح	تفسیر آیت ۱۶۲
کلام سے مراد	تفسیر آیت ۱۶۳
تفسیر آیت ۱۷۵	توحید کے دلائل عقلیہ
استفہام تو نئی	ہواؤں کے پھرنے کا معنی
تفسیر آیت ۱۷۶	عظیم فائدہ
شعاق بعید کا مطلب	موجود و مشرک کا انداز محبت
تفسیر آیت ۱۷۷	اختلاف قراءت
اصلی بر کیا ہے؟	تا قابل بیان حسرت
اختلاف قراءت	تفسیر آیت ۱۶۶
ضمیر کے مراجع	اختلاف قراءت
مسکین کی تعریف	تعریف سبب
یہاں زکوٰۃ سے مراد	تفسیر آیت ۱۶۷
طرز جاہلیت	تفسیر آیت ۱۶۸
مقبوم قصاص	اختلاف قراءت
عقوب کی تحقیق	ظاہری تضاد کا ازالہ
حضرت امام زجاج رحمہ اللہ کا بیان	تفسیر آیت ۱۶۹

اجابت کے رخ	قول جمہور
لباس سے تشبیہ کی وجہ	الاخ لانے کی حکمت
تلاش کا مطلب	دوسرا قول
دھاگے کی مشابہت	دلالت آیت
مسئلہ عجیب	تعدی کی تفسیر
آیت سے ماخوذ مسائل	تفسیر آیت ۱۷۹
ناحق فیصلے کی مذمت	قصاص بڑی زندگی ہے
چاند ذریعہ وقت ہے	تفسیر آیت ۱۸۰
طریق انصار	مال کو خیر فرمایا
اختلاف قراءت	وصیت وارث
افعال الہی میں حکمت	تفسیر آیت ۱۸۱
مفہوم آیت میں چار اقوال	تفسیر آیت ۱۸۲
حد سے نہ بڑھنے کا مطلب	خوف کا مطلب
تفسیر آیت ۱۹۱	جنف و اثم کا فرق
وعدۃ الہی	ہر تبدیلی باطل نہیں
فتنہ سے مراد	تفسیر آیت ۱۸۴
اختلاف قراءت	فرضیت روزہ
تفسیر آیت ۱۹۲	روزہ ذریعہ تقویٰ
ظالم سے مراد	حکم مریض
تفسیر آیت ۱۹۴	اختلاف قراءت
تفسیر آیت ۱۹۵	تفسیر و تفسیر
ترک انفاق ممنوع ہے	رمضان کی وجہ تسمیہ
تکمیل کا حکم	قراءت القرآن کا لفظ
احصار کا مفہوم	افطار مہل و سفر میں مباح ہے
مقام ذبح کونسا ہے؟	حکم شکر
نفع اٹھانا کیا ہے؟	عجیب ترتیب
ہدی کے بدلے دس روزے	تفسیر آیت ۱۸۶
فائدہ توقیت	مراد قرب
فسوق کی وضاحت	اختلاف قراءت

- ایک سوال کا جواب ۲۸۳
- اختلاف قراءت ۲۸۴
- بہترین زادِ راہ ۲۸۵
- حج میں تجارت ممنوع نہیں ۲۸۶
- عرفات جمع ہے ۲۸۷
- دلیل فرضیت عرفات ۲۸۸
- مشعر حرام کو جمع کہنے کی وجہ ۲۸۹
- ان مخففہ ۲۹۰
- تفسیر آیت ۱۹۹ ۲۹۱
- افاضہ کا معنی ۲۹۲
- معانی مانگو ۲۹۳
- تفسیر آیت ۲۰۰ ۲۹۴
- طریقہ جاہلیت ۲۹۵
- طریقہ جاہلیت ۲۹۶
- دنیا کے طالب ۲۹۷
- آخرت کی بھلائی ۲۹۸
- نار سے مراد ۲۹۹
- دعا کمائی ہے ۳۰۰
- سرعت حساب ۳۰۱
- تفسیر آیت ۲۰۳ ۳۰۲
- مراد ذکر ۳۰۳
- نفی گناہ کی وجہ ۳۰۴
- دعویٰ محبت سے مقصود دنیا ۳۰۵
- نحوی لطائف ۳۰۶
- فسادی منافق ۳۰۷
- جاہلی غیرت کی مذمت ۳۰۸
- اختلاف قراءت ۳۰۹
- معجزات و دلائل ۳۱۰
- اسباب ہدایت کو گمراہی کے لئے استعمال کرنا ۳۱۱
- تفسیر آیت ۲۱۲ ۳۱۲
- دنیا کا پسندیدہ بنایا جانا ۳۱۳
- ہر توسع نعمت ہے ۳۱۴
- تفسیر آیت ۲۱۳ ۳۱۵
- امت سے مراد دین ہے ۳۱۶
- دوسرا قول ۳۱۷
- بے قراری انتہاء کو ۳۱۸
- اختلاف قراءت ۳۱۹
- صراحت مصارف میں حکمت ۳۲۰
- تفسیر آیت ۲۱۶ ۳۲۱
- صفت سے مقصود اظہارِ مبالغہ ۳۲۲
- اللہ جل شانہ جو فرمائیں کر ڈالو ۳۲۳
- تفسیر آیت ۲۱۷ ۳۲۴
- سریہ عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ ۳۲۵
- حد پیسہ میں روکنا ۳۲۶
- پیشینگوئی ۳۲۷
- آیت کا مطلب ۳۲۸
- کفر سے مراد ارتداد ہے ۳۲۹
- استدلال امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ۳۳۰
- تفسیر آیت ۲۱۸ ۳۳۱
- واقعہ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ ۳۳۲
- واقعہ عتبہ بن مالک رضی اللہ عنہ ۳۳۳
- ارشاد حضرت علی رضی اللہ عنہ ۳۳۴
- میسر کا مآخذ ۳۳۵
- جوئے کے تیر ۳۳۶
- لین دین کے متعلق سوال ۳۳۷
- تفسیر آیت ۲۲۰ ۳۳۸
- مداخلت برائے احتیاج ۳۳۹
- تفسیر آیت ۲۲۱ ۳۴۰

جامع العلوم	۳۱۰	تیسری طلاق اور خلع	"
ان سے رشتہ قطع کریں	"	حدود اللہ کی مخالفت	۳۲۲
ان سے موالات واجب ہے	"	نحو و قراءت	"
اعتزال عورت کا دائرہ	۳۱۱	تفسیر آیت ۲۳۰	"
امام شافعی <small>رحمہ اللہ</small> کے ہاں صورت جمع	۳۱۲	خلع طلاق بدل	"
مقصود جماع بقائے نسل ہے	"	تعبیری حکمت	۳۲۳
بلاغت	۳۱۳	تفسیر آیت ۲۳۱	"
تعلیم آداب	"	لفظ اجل کا معنی	۳۲۴
عجیب نکتہ	"	حسن معاشرت کا حکم	"
عرضہ کی تفسیر	۳۱۴	خاتمہ رواج	"
قسم سے متعلق قسم کو چھوڑنا	"	تاکید عمل	"
لام کی دو قسمیں	"	تفسیر آیت ۲۳۲	۳۲۵
تفسیر آیت ۲۲۵	۳۱۵	بلوغ کا معنی	"
یمین لغو	"	عجیب استنباط	"
یمین غموس اور مواخذہ آخرت	"	واقعہ معقل بن یسار <small>رضی اللہ عنہ</small>	۳۲۶
تفسیر آیت ۲۲۶	۳۱۶	تفسیر آیت ۲۳۳	۳۲۷
ایلاء کی تحقیق	"	باپ کی ذمہ داری	۳۲۸
تفسیر آیت ۲۲۷	"	مولود لہ کی تعبیر میں حکمت	"
قول شافعی <small>رحمہ اللہ</small>	"	نحو و قراءت	"
شاندار جواب	۳۱۷	ضرر کی صورتیں	۳۲۹
امر بصورت خبر	"	نسبت میں حکمت	"
قرء بمعنی حیض کی اشارۃ النص سے دلیل	۳۱۸	وارث کی تفسیر	"
اس معنی کے تین دلائل عقلیہ	"	مصنف کا ذوق سلیم	۳۳۰
کتمان کی مراد	۳۱۹	اضافت عدی کا فائدہ	"
لفظ زوج کی حکمت	"	انتظار کا مطلب	۳۳۱
طرفین کے حقوق و قرائض	"	تذکرہ میں لیاہی کا لحاظ	"
بالمعروف سے مماثلت فی الاصلاح مراد ہے	"	تفسیر آیت ۲۳۵	۳۳۲
تفسیر آیت ۲۲۹	۳۲۰	تعریض و کنایہ کا فرق	"
طلاق بدعت	۳۲۱	عزم فعل کی طرح ہے	۳۳۳

۲۳۸	تفسیر آیت ۲۳۸	۲۳۶	تفسیر آیت ۲۳۶
"	صندوق یکینہ	"	انتلاف آیت
"	فرشتے تابوت الہی	۲۳۵	غیر مومن کا مہر
۲۳۹	تعداد لشکر	"	مستقبل کا
۲۴۰	دریاے فلسطین	۲۳۶	سیخوں میں فرق
"	جابر جالوت	"	کمان کی گرہ والا
۲۴۱	تفسیر آیت ۲۴۱	"	ایک اہم سوال
"	تفسیر آیت ۲۴۱	"	مقام غنہ
۲۴۲	فیصلہ قضاء و قدر	۲۳۷	تفسیر آیت ۲۳۷
"	تذکرہ دوا و دوائیات	"	تماز عصر کی عظمت
"	ملک سے مراد	"	تفسیری اقوال
"	فساد کا مطلب	۲۳۸	قنوت قیام ہے
۲۴۳	آیات کا مفہوم	"	تفسیر آیت ۲۳۹
"	ویل حالت	۲۳۹	تفسیر آیت ۲۴۰

پارا

۲۴۴	تفسیر آیت ۲۴۴	۲۴۰	تفسیر آیت ۲۴۰
"	طاعات میں تفاوت	"	تفسیر آیت ۲۴۲
۲۴۵	بلند درجات سے مراد	۲۴۱	تفسیر آیت ۲۴۳
"	کفر کا مطلب	"	دیار سے مراد
۲۴۶	تردید معتزلہ	"	موت موت میں فرق
"	ثبوت ارادہ	۲۴۲	آبادگی بر جہاد
"	تفسیر آیت ۲۴۶	۲۴۳	قرض کہنے کی حکمت
"	عدم تدارک کا دن	۲۴۴	تفسیر آیت ۲۴۶
۲۴۷	دوقول	"	واقعہ بنی اسرائیل
"	تفسیر آیت ۲۴۷	۲۴۵	قصہ خروج بنی اسرائیل
"	نیند و انگھ کا فرق	۲۴۶	دنیا پرستوں کا مزاج
۲۴۸	سب تھانے	"	حکم پر اعتراض کی گنجائش نہیں
"	کے بیان بنی اسرائیل	"	بڑا ماہر

کری کے متعلق اقوال	۳۵۹
بلند اور عزت و جلال والا	۳۶۰
فضیلت آیت الکرسی	۳۶۱
وجہ فضیلت	۳۶۱
تفسیر آیت ۲۵۶	۳۶۱
ایک روایت	۳۶۱
شاید محسوس سے مثال	۳۶۱
تفسیر آیت ۲۵۷	۳۶۲
نور واحد اور ظلمات جمع لانے کی حکمت	۳۶۲
شبہات کی دلدل	۳۶۲
استفہام تعجب	۳۶۲
تفسیر آیت ۲۵۸	۳۶۲
رد معتزلہ	۳۶۲
تحقیق نحو و قراءت	۳۶۲
تلمیس کی قاطع دلیل	۳۶۲
ازالہ وہم	۳۶۲
تفسیر آیت ۲۵۹	۳۶۲
دوسرا قول	۳۶۲
قول حسن بیہ	۳۶۲
جمہور مفسرین بیہ کی رائے	۳۶۲
بیت المقدس کا اجڑنا	۳۶۲
جواز اجتہاد	۳۶۲
مشروب کی جنس	۳۶۲
دو طریق اشتقاق	۳۶۲
گدھے کی سواری کا جواز	۳۶۲
ثانی کا مطلب	۳۶۲
ہدایاں کس کی؟	۳۶۲
دلالت کی وجہ سے حذف	۳۶۲
تفسیر آیت ۲۶۰	۳۶۲
فائدہ سوال	۳۶۲
علم ضروری اور استدلالی کا فرق	۳۶۲
پہاڑ کتنے؟	۳۶۲
ربط آیت	۳۶۲
تفسیر آیت ۲۶۱	۳۶۲
انبات کی صورت	۳۶۲
جمع کی وجہ	۳۶۲
احوال پر فیصلہ	۳۶۲
تفسیر آیت ۲۶۲	۳۶۲
من و ایذا کی وضاحت	۳۶۲
خوف و غم کی نفی	۳۶۲
احسان جتانے کا نقصان	۳۶۲
شاندار مثال	۳۶۲
تفسیر آیت ۲۶۵	۳۶۲
مؤمن کے انفاق کی مثال	۳۶۲
مثال کے دور رخ	۳۶۲
تفسیر آیت ۲۶۶	۳۶۲
ثمرات کی مراد	۳۶۲
ریا کار کی مثال	۳۶۲
تفسیر آیت ۲۶۷	۳۶۲
مال تجارت میں زکوٰۃ	۳۶۲
غمض کا مطلب	۳۶۲
روایت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما	۳۶۲
تفسیر آیت ۲۶۸	۳۶۲
تفسیر آیت ۲۶۹	۳۶۲
فائدہ تنوین	۳۶۲
تفسیر آیت ۲۷۰	۳۶۲
خالم سے مراد کون؟	۳۶۲
تفسیر آیت ۲۷۱	۳۶۲
ارشاد مفسرین بیہ	۳۶۲

۳۸۲	اختلاف قراءت	۳۹۸	اظہار اعتماد
۳۸۳	تفسیر آیت ۲۷۲ ہدایت ذمہ نہ ہونے کا مطلب	۳۹۹	ایک سوال
۳۸۴	تفسیر آیت ۲۷۳ اصحاب صفہ کی جماعت	۴۰۰	نسبت کی تین وجوہ
۳۸۵	اصرار سوال کی مذمت	۴۰۱	تفسیر آیت ۲۸۲
۳۸۶	تفسیر آیت ۲۷۴ راہ الہی میں خرچ کے حریص	۴۰۲	مواخذہ کی حقیقت
۳۸۷	مجنون و خطی کی مثال	۴۰۳	عزم کا حکم
۳۸۸	نحوی نکات	۴۰۴	قول محققین
۳۸۹	رباء سے محبت کا حال	۴۰۵	صاحب کشاف کا قول
۳۹۰	باطل قیاس کا رد	۴۰۶	نحو قراءت
۳۹۱	حرام کو حلال ماننا کفر ہے	۴۰۷	تکلیف کا مطلب کفایت ہے
۳۹۲	تفسیر آیت ۲۷۶	۴۰۸	کسب و اکتساب کا فرق
۳۹۳	تفسیر آیت ۲۷۷	۴۰۹	اختلاف معقولہ
۳۹۴	ایک سوال	۴۱۰	اصر کی مراد
۳۹۵	تفسیر آیت ۲۸۰	۴۱۱	آیت کی فضیلت
۳۹۶	تفسیر آیت ۲۸۱		
۳۹۷	آخری آیت		
۳۹۸	تفسیر آیت دین		
۳۹۹	دو وجوہ		
۴۰۰	استنباطی مسائل		
۴۰۱	امین کا تب کی تعریف		
۴۰۲	مدیون کی املاء اقرار ہے		
۴۰۳	شروط گواہی		
۴۰۴	اختلاف قراءت		
۴۰۵	تفسیر		
۴۰۶	قراءت و نحو		
۴۰۷	نقد میں گواہی		
۴۰۸	دو قراءتیں اور مراد نہیں		
۴۰۹	تفسیر آیت ۲۸۳		
۴۱۰	ارشادی حکم		

سُورَةُ الْعَنْكَرَانِ ۴

۴۰۴	تفسیر تفسیر آیت ۲۱
۴۰۵	انتقال حرکت کا مسئلہ
۴۰۶	نزل اور انزل کا فرق
۴۰۷	تفسیر آیت ۴
۴۰۸	فرقان کی مراد
۴۰۹	اللہ تعالیٰ ہر ایک کی حالت سے واقف ہے
۴۱۰	وفد نجران کی آمد
۴۱۱	متشابہات کی توضیح
۴۱۲	اہل بدعت کا طرز عمل
۴۱۳	متشابہ کے نزول کا فائدہ
۴۱۴	ترتیب دعا
۴۱۵	اللہ ہونا اور وعدہ خلافی متشاد ہیں
۴۱۶	نحو قراءت

۴۳۲	بے وقت پھل کی تمنا	۴۱۱	سوالِ مقدّر کا جواب
۴۳۳	مصدق کلمۃ اللہ	۴۱۲	ذریعہ شہادت کو شہادت کہا
۴۳۴	انسانی گفتگو میں زبان کا اللہ کی قدرت سے رکنا	۴۱۳	لطیف نکتہ
۴۳۵	منفرد فضیلت	۴۱۴	وجہ تخصیص
۴۳۶	مرتبہ جماعت	۴۱۵	صفات صالحین
۴۳۷	اقلام کی مراد	۴۱۶	تخصیص سحر کی وجہ
۴۳۸	مست ایک عظیم لقب	۴۱۷	سب سے بڑی شہادت
۴۳۹	کلام مہد و سہولت	۴۱۸	نحوں تحقیق
۴۴۰	قرأت و نحوئی تحقیق	۴۱۹	نحوں تحقیق
۴۴۱	معجزات عیسوی	۴۲۰	آیت کی نشیت
۴۴۲	بعض حلال کردہ اشیاء	۴۲۱	اسل سبب اختلاف
۴۴۳	تکذیب کے وقت معاونت کی اپیل	۴۲۲	مجادلین کا سامنا
۴۴۴	مکر کا معنی اور اس کی اضافت کا حکم	۴۲۳	استنبہام تو نجی
۴۴۵	متوفیک کی تفسیر	۴۲۴	قتل انبیاء و زہاد
۴۴۶	پیروکار کی مراد مسلمان	۴۲۵	کتاب یا نبی فیصلہ کرے
۴۴۷	عجیب کی عجیب تر سے تشبیہ	۴۲۶	تفسیر آیت ۲۴
۴۴۸	عیسائیوں کے ساتھ دلچسپ مکالمہ	۴۲۷	اسم جلالی کی خصوصیت
۴۴۹	ایک نحوئی تحقیق	۴۲۸	یہود کے تعجب کا جواب
۴۵۰	دعوتِ مہابلہ	۴۲۹	لطیف تفسیر
۴۵۱	اہم سوالات کے جوابات	۴۳۰	دلائل قدرت
۴۵۲	ارباب کا معنی	۴۳۱	موالات کفار کی ممانعت
۴۵۳	رد انصاروں کا دیگر انداز	۴۳۲	یوم کا فائدہ
۴۵۴	نحوئی تحقیق	۴۳۳	ہر وف کی رافت
۴۵۵	ابراہیم علیہ السلام کے قریب ترین	۴۳۴	محبت کی حقیقت
۴۵۶	یہود کے طرزِ عمل کی مذمت	۴۳۵	آل عمران کی مراد
۴۵۷	مکرمین نبوت کو خطاب	۴۳۶	ذکر کا تذکرہ
۴۵۸	تفسیر آیت ۱۷	۴۳۷	حسرت پر تسلی
۴۵۹	یہود دیا نہ چال	۴۳۸	اعلیٰ قبولیت کا راز
۴۶۰	یہود کا جھوٹا زعم کہ تورات جیسی کتاب کسی کو نہیں مل سکتی	۴۳۹	محراب سے مراد

- تفسیر پہلا مطلب -----
- دوسرا معنی -----
- تفسیر معنی و مطلب -----
- شہابی اعلان ----- ۴۵۵
- یہود میں امین اور خائن طبقہ -----
- دعویٰ بے گناہی کی تردید ----- ۴۵۶
- تاریکین خیانت اللہ کو پسند ہیں -----
- ایک اور یہودی چال ----- ۴۵۸
- معبودیت مسیح کا رد -----
- ربانی کون ہیں؟ ----- ۴۵۹
- علم والے ہو تو عمل والے بنو -----
- تفسیر کوئی میں تاکید کے لئے لائے -----
- قرأت رفع کا معنی ----- ۴۶۰
- تذکرۃ میثاق النبیین اور دو تفسیریں -----
- تاکید برائے احتیاط مزید ----- ۴۶۱
- دین اسلام کے ہوتے اور دین کی طب نہیں ہو سکتی ----- ۴۶۲
- نحو و قرأت -----
- لطیف نکتہ ----- ۴۶۳
- ایک محل نظر قول -----
- مرتدین کا حکم ----- ۴۶۵
- بے ڈھنگے ہدایت سے محروم رہتے ہیں -----
- توبہ کا فائدہ ----- ۴۶۶
- کفر پر اصرار کرنے والے کی بوقت موت توبہ قابل قبول نہیں -----
- کفر پر موت قبولیت فدیہ سے مانع ہے -----
- پانچ
- محبوب ترین چیز کا صدقہ ----- ۴۶۸
- یہود کے اعتراض کا جواب ----- ۴۶۹
- حق ناشناس ظالم ہے ----- ۴۷۰
- کذب یہود پر تعریض -----
- پہلی عبادت گاہ کعبہ ہے -----
- مکہ کا نام مکہ ہے ----- ۴۷۱
- کعبہ خود نشانات میں سے بڑا نشان ہے -----
- نشان قدم مبارک ----- ۴۷۲
- حرم امن کی مراد -----
- ملت مسلمہ کا اقرار ----- ۴۷۳
- لطیف نکتہ -----
- تارک حج پر اللہ غضبناک ہے -----
- اللہ کی راہ سے روکنے پر وعید ----- ۴۷۴
- شاس بن قیس یہودی کی شرارت ----- ۴۷۶
- استغفار تم بھی ہے -----
- حق تقویٰ کامل اطاعت ہے -----
- اعتصام بحبل اللہ کا حکم ----- ۴۷۷
- اجماع امت کو مضبوطی سے پکڑو -----
- گرنے والے لڑھے کا کنارہ جہنم -----
- امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اہمیت ----- ۴۷۹
- تفرقہ تو یہود و نصاریٰ کی فصلت ہے -----
- ایمان کے بعد کفر کرنے والے مرتد منافق و اہل کتاب ----- ۴۸۰
- اللہ جل شانہ بلا جرم گرفتار نہیں کرتے -----
- اہم تنبیہ -----
- بہترین امت کا لقب ----- ۴۸۱
- اہل کتاب کا ریاست کو ترجیح دینا قابل افسوس ہے -----
- کفار کی معمولی ایذا کہیں تو رہیں گی ----- ۴۸۲
- اہل کتاب کی عدل والی جماعت ----- ۴۸۳
- مزید اعلیٰ خصائل کا تذکرہ -----
- مخصوص صفات کی وجہ ----- ۴۸۵
- خیر کے بدلے سے کبھی محرومی نہیں -----
- کفار کو مال و اولاد کچھ کام نہ آئیں گے ----- ۴۸۶

دنیوی زندگی میں کفار کے خرچ کرنے کی مثال ----- ۳۸۷

منافق کی دوستی سے ممانعت ----- ۳۸۸

النجبال ----- ۳۸۹

منافقین کے بغض کی شدت ----- ۳۹۰

توبیخ مؤمنین ----- ۳۹۱

منافقین سے مواصلات کی غلطی ----- ۳۹۲

کلمہ بدوعا ----- ۳۹۳

اللہ جل شانہ منافقین کے تمام افعال و اقوال سے واقف ہے ----- ۳۹۴

دشمن کی مکاریوں پر صبر و تقویٰ کا دامن تھام لو ----- ۳۹۵

غزوہ احد کو روانگی بُدھ کے روز ----- ۳۹۶

بنو حارثہ و بنو سلمہ کے ساتھ اللہ کی ولایت ----- ۳۹۷

بدر کی یاد دہانی ----- ۳۹۸

قلت کی کیفیت ----- ۳۹۹

دوسرا بدل ----- ۴۰۰

استفہام انکاری ----- ۴۰۱

فوری و کافی مدد ----- ۴۰۲

نشان دار گھوڑے ----- ۴۰۳

فرشتوں کی مدد صرف بشارت فتح ہے ----- ۴۰۴

قتل کفار کی بشارت ----- ۴۰۵

تمام اختیارات کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے ----- ۴۰۶

اللہ تعالیٰ کی مغفرت عامہ ----- ۴۰۷

سود کی مذمت ----- ۴۰۸

سب سے زیادہ خوف والی آیت ----- ۴۰۹

اللہ کی رضا میں وقار و بلندی ہے ----- ۴۱۰

مفسرینِ رسالہ کا ارشاد ----- ۴۱۱

مسارعتِ مغفرت و جنت ----- ۴۱۲

روایاتِ جنت کی عمدہ تطبیق ----- ۴۱۳

قرأت و نحو ----- ۴۱۴

ایک سوال کا جواب ----- ۴۱۵

غصہ پینے والے کا مرتبہ ----- ۵۰۰

معافی کی فضیلت ----- ۵۰۱

تائب پر شیطان کا نالہ ----- ۵۰۲

عدم اصرار کا فائدہ ----- ۵۰۳

بخشش کے مستحقین ----- ۵۰۴

سفن کی مراد و قانع ----- ۵۰۵

تکالیف اُحد پر تسلی ----- ۵۰۶

علو کی تفسیر ----- ۵۰۷

تسلی مؤمنین ----- ۵۰۸

تبادلہ کی حکمت اول ----- ۵۰۹

تبادلہ کی حکمت دوم ----- ۵۱۰

جنت میں داخلہ بلا جہاد و مجاہدہ نہیں ----- ۵۱۱

تمنائے موت پر توبیخ ----- ۵۱۲

خبر شہادتِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے تاثرات کا ازالہ ----- ۵۱۳

ہر ایک کی موت مشیت سے ہے ----- ۵۱۴

جہاد میں دشمن کے سامنے عجز و ذلت ظاہر نہ ہونے دو اور نہ ہی سستی کرو ----- ۵۱۵

میدانِ جنگ میں دُعا مستقل ہتھیار ہے ----- ۵۱۶

طالبینِ آخرت محسنین ہیں ----- ۵۱۷

کفار کی عدم موافقت تمام مسلمانوں پر لازم ہے ----- ۵۱۸

القائے رعب سے مکہ والے قوت کے باوجود بھاگ گئے ----- ۵۱۹

واقعہ اُحد اور روایات ----- ۵۲۰

مسلمان کیلئے ابتلاء و نصرت دونوں رحمت ہیں ----- ۵۲۱

غم بالائے غم دیا ----- ۵۲۲

مؤمنوں پر اونگھ کا نزول ----- ۵۲۳

مؤمن و منافق کے طرزِ عمل میں فرق ----- ۵۲۴

دلی روگ کا چا پلو سی سے اظہار ----- ۵۲۵

بہر حال فیصلہ تقدیر نافذ العمل ہے ----- ۵۲۶

تذکرۃ الغرض اور لطف و قرب میں اضافہ ----- ۵۲۷

- [illegible]

۵۶۷	تفسیر آیت ۸
"	دستور کی بات
"	تفسیر آیت ۹
۵۶۸	اوصیاء کو نصیحت
"	آگ کھانے کا مطلب
۵۶۹	تفسیر آیت ۱۱
"	لڑکے لڑکی کا حصہ
۵۷۰	دو لڑکیوں کا حصہ
"	دو لڑکوں کا حصہ
۵۷۱	فائدہ بدل
"	بطور فرض حصہ
"	ماں باپ کا حصہ
"	ایک صورت
"	ایک اور صورت
۵۷۲	فرض و وصیت مقدم
"	تقدیم دین کی حکمت
"	آیت کا مطلب
۵۷۳	جملہ معترضہ
"	تفسیر آیت ۱۲
"	میاں بیوی کی وراثت
۵۷۴	کالا کی میراث
"	ضمیر مفرد کی وجہ

ورثاء کی اقسام

۵۷۵	نمبر ۱۔ اصحاب فر الفضل
"	ماں کے بیٹے
۵۷۶	دادا
"	ماں
"	دادی
"	قاعدہ

"	تین تراکیب
۵۵۲	نحوی تحقیق
"	صبر و تقویٰ کا میابی کا راز ہے
۵۵۵	فضیلت سورت
سُورَةُ النِّسَاءِ ۴	
۵۵۶	صورت تخلیق
۵۵۷	ایک سوال کا جواب
"	کامل نعمت کا شکریہ
۵۵۸	نحوی تحقیق
"	تفسیر آیت ۲
"	یتیم کا معنی
"	آیت کا مطلب
"	خبث کی مراد
۵۵۹	نحو و صرف
"	تفسیر آیت ۳
"	طاب کا معنی حلال
۵۶۰	ایک سوال نکاح میں اعداد کے تکرار کی حکمت
"	ایک تفسیر عجیب
۵۶۱	حسن ادا بیگی مہر
"	طیب نفس لازم
۵۶۲	اباحت میں مبالغہ
۵۶۳	اموال کی حفاظت کرو
۵۶۴	معروف و منکر کا فرق
"	تفسیر آیت ۶
"	عاقل مجاز تجارت ہے
۵۶۵	آیت کا مطلب
"	حد اعتدال سے تجاوز نہ کرو
۵۶۶	تفسیر آیت ۷
"	واقعہ ام کی

زواج	تفسیر آیت ۲۳	بیان محرمات	۵۸۷
زوجہ	علمات سے مراد	۵۸۸	
العصبات	حرمت رضاعت	"	
ذوی الارحام	عقد کی محرمات	"	
تفسیر آیت نمبر ۱۳	جو رکی قید کا مطلب	"	
تفسیر آیت ۱۴	اصلاب کی قید سے متنبی کو خارج کیا	۵۸۹	
لفظ ومعنی کا لحاظ	رضاعی بیٹے کی بیوی بھی محرمات سے ہے	"	
تردید خوارج	امام محمدؒ کا قول	"	
تفسیر آیت ۱۵			
سبیل کی وضاحت			
تفسیر آیت ۱۶			
اولی حد زنا			
تین اقسام حد			
اعتراف ابن حجرؒ			
تفسیر آیت ۱۷			
جہالت کی قید کا فائدہ			
ترغیب توبہ			
تفسیر آیت ۱۸			
طریق جاہلیت کا خاتمہ			
فائدہ مہمہ			
بدسلوکی میں اجازت خلع			
مقبوم و مطلب			
تفسیر آیت ۲۰ ایک جاہلانہ روش			
تعریف بہتان			
تفسیر آیت ۲۱			
احناف کی دلیل			
پختہ وعدہ کی مراد			
باپ کی موطوءہ حرام ہے			
اللہ کی ناراضگی و ناپسندیدگی			
تفسیر آیت ۲۳			
لوٹنے والوں کی حالت			
لطیف استدلال			
تفسیر آیت ۲۵			
روایت ابن عباسؓ			
بلائال مثل مہر ادا کرو			
یہاں محصنات سے غیر شادی شدہ عورتیں مراد ہیں			
العنت کا معنی			
تفسیر آیت ۲۶			
تفسیر آیت ۲۷			
شہوت پرستوں کا مقصد			
تخصیص تجارت کی وجہ			
قتل نفس کیا ہے؟			
کبار تین ہیں			
سورہ نساء کی آٹھ آیات ساری دنیا سے بہتر			
معتزلہ کا استدلال			
شرک کی معافی اللہ کی مشیت میں ہے			
بیجا تمنا کی ممانعت			
تقسیم ربانی پر راضی رہو			

پانچواں باب

۶۱۲	شرط میں چار اشیاء	۶۰۰	حسد و رشک میں فرق
"	معنی صعید	"	درجہ بمطابق عمل
۶۱۳	تفسیر کے معنی کی وضاحت	"	اللہ سے سوال میں خجل
۶۱۴	تفسیر آیت ۴۵	۶۰۱	اہل عقود کو وصیت سے حصہ ملے گا
"	تحریف مواضع کی مثال	"	اسباب فضیلت
۶۱۵	کلمہ مدح و قدح	۶۰۲	عورتوں کی تقسیم
"	مراد راعنا	۶۰۳	کنایہ ترک جماع
"	حق کو باطل کی طرف موڑنا	"	اللہ کی عظمت کا خیال کرو
۶۱۶	طمس وجوہ کا معنی	"	تفسیر آیت ۳۵
۶۱۷	دو میں سے ایک عذاب	۶۰۴	ضمیر کا مرجع
"	شرک مغفور بالتوبہ	"	ضمائر کے مراجع اور اصلاح ذات البین
۶۱۸	محبوب ترین آیت	۶۰۶	خلاصہ عبودیت اور احکام شرعیہ
"	معتزلہ کا قول اور اس کا جواب	"	ہم مجلس کی مراد
۶۱۹	اللہ کا ترکیہ معتبر ہے	"	تفسیر آیت ۳۷
۶۲۰	یہود کی شدت بغل	"	نحو و قراءت
۶۲۱	یہود کو الزامی جواب	۶۰۷	مفہوم آیت
۶۲۲	دوسری تفسیر	"	الفاظ کا باہمی فرق
"	تفسیر آیت ۵۶	"	اظہار نعمت
۶۲۳	خوبصورت سایہ میں داخلہ	"	واقعات عجیبہ
"	تمام فرائض امانتیں	۶۰۸	تفسیر آیت ۳۹
"	عثمان رضی اللہ عنہ تو حدیبیہ کے بعد اسلام لائے تھے	"	ذرہ کی تحقیق
"	نحو و قراءت	"	نحو و قراءت
۶۲۴	آیت ربط	"	رد معتزلہ
۶۲۵	بشر منافق اور یہودی کا قصہ	۶۰۹	قیامت کی گواہی
"	طاغوت سے مراد کون ہے؟	"	قراءت و نحو
۶۲۶	ضلال بعید کیا ہے	۶۱۰	نشہ میں کلمہ کفر کا حکم
"	تفسیر آیت ۶۱	۶۱۱	سب کی تفصیل
۶۲۷	منافقین کو وعید	"	مسجد اور جنابت
"	اعراض کا مفہوم	"	پانی نہ پاتے کی حدود

- ۱۲۳۔ استنباط والے صحابہ رضی اللہ عنہم
- "۔ سابقہ آیات سے رابطہ
- ۱۲۴۔ تنہا جہاد کا امر
- "۔ شفاعت حسنة اور سینات
- ۱۲۵۔ سلام کی انتہاء و برکاتہ
- "۔ سلام کے مسائل
- ۱۲۶۔ یہود کے سلام کا حکم
- "۔ ایک اشکال اور اس کا حل
- ۱۲۷۔ اللہ سب سے زیادہ سچے
- "۔ منافقین کے لئے فیصلہ کن قول
- ۱۲۸۔ گمراہ کو ہدایت یافتہ مت کہو
- "۔ اشاعرہ کی دلیل
- "۔ اسلام سے پہلے موالات نہیں
- ۱۲۹۔ معاہدہ والوں کا قتل جائز نہیں
- ۱۳۰۔ تفسیر آیت ۹۱
- ۱۳۱۔ کافر کا خون مباح، مؤمن کا حرام
- "۔ حکمت تحریر
- "۔ آزادی میں زندگی
- ۱۳۲۔ دیت ترکہ کی طرح ہے
- "۔ دارالحرب میں مقتول مسلمان کا حکم
- ۱۳۳۔ خلود سے طول قیام مراد
- ۱۳۴۔ معاملہ کی تحقیق کرو
- ۱۳۵۔ واقعہ مرداس بن نہیک رضی اللہ عنہ
- "۔ تفسیر کا مفہوم
- ۱۳۶۔ قاعد و مجاہد برابر نہیں
- "۔ ایک سوال کا جواب
- ۱۳۷۔ آیت کا مطلب
- "۔ تفسیر آیت ۹۷
- ۱۳۸۔ تفسیر آیت ۹۸
- ۱۳۹۔ شفاعت کا اعلیٰ مرتبہ
- ۱۴۰۔ تفسیر آیت ۶۵
- ۱۴۱۔ تسلیم کا معنی
- "۔ تفسیر آیت ۶۶
- "۔ قتل نفس کا مطلب
- "۔ جواب سوال مقدر
- ۱۴۲۔ خوب رفاقت والے
- "۔ فضل کیا ہے
- ۱۴۳۔ صرف ولغت
- ۱۴۴۔ اکٹھے نکلنا
- "۔ تفسیر آیت ۷۲
- "۔ جان بوجھ کر سستی والے منافق ہیں
- ۱۴۵۔ مخلصین کو جہاد لازم ہے
- "۔ دوسری تفسیر
- "۔ مقبول کوشش برائے اعزاز دین
- ۱۴۶۔ مستضعفین کون لوگ ہیں؟
- ۱۴۷۔ کمزوروں کی دعا
- "۔ معاون کی مراد
- ۱۴۸۔ کید شیطانی
- ۱۴۹۔ تفسیر آیت ۷۸
- "۔ اچھائی و برائی آپ کے اختیار میں نہیں
- ۱۵۰۔ تردید معتزلہ
- "۔ تفسیر آیت ۸۰
- ۱۵۱۔ ملمع ساز منافق
- "۔ اللہ خود انتقام لے گا
- "۔ تقلید جامد کی تردید
- "۔ اختلاف کا مطلب
- ۱۵۲۔ تردید ملحدین
- "۔ نا تجربہ کار لوگ

- ۷۲۷۔ شکار کے متعلق ہدایات
- ۷۲۸۔ یہ قید استحبانی ہے
- ۷۳۰۔ ارادہ فعل فعل ہے
- ۷۳۱۔ جمہور کا قول
- ۷۳۲۔ مقدار مسح کا مسئلہ
- ۷۳۲۔ رازی کا قول
- ۷۳۳۔ میثاق سے مراد
- ۷۳۳۔ کفار سے بھی عدل کرو
- ۷۳۳۔ بنو قریظہ کی غداری
- ۷۳۷۔ نیک اعمال پر کفارہ سیئات کا وعدہ
- ۷۳۸۔ دلوں کی قساوت
- ۷۳۸۔ گناہ سے علم بھوتا ہے
- ۷۳۹۔ تفسیر آیت ۱۴
- ۷۴۱۔ نور کی مراد
- ۷۴۱۔ سبل سلام کیا ہے؟
- ۷۴۱۔ مذہب نصاریٰ
- ۷۴۱۔ حادث لقب ربوبیت کا مستحق نہیں
- ۷۴۳۔ فترت رسل کا زمانہ
- ۷۴۴۔ خوشحالی کی نعمت
- ۷۴۵۔ قدس و شام کی سرزمین میں داخلے کا حکم
- ۷۴۵۔ یزدلی کی انتہاء
- ۷۴۶۔ غلبے کا وعدہ
- ۷۴۶۔ جہاد سے پس و پیش
- ۷۴۷۔ غم و شکوہ کا اظہار
- ۷۴۷۔ ایک اعتراض
- ۷۴۸۔ فاسق قابل افسوس نہیں
- ۷۴۹۔ منہیل و قاتیل کا واقعہ
- ۷۵۰۔ ایک لطیفہ
- ۷۵۱۔ ہانبل کو بے خبری میں قتل کیا گیا
- ۷۵۲۔ بے وقت شرمندگی
- ۷۵۲۔ مرثیہ آدم علیہ السلام والی روایت من گھڑت ہے
- ۷۵۳۔ بنی اسرائیل کیلئے قانون قصاص
- ۷۵۳۔ ایک کی زندگی سبکی کی زندگی
- ۷۵۵۔ محاربین کی اقسام اربعہ
- ۷۵۵۔ قرب الہی کا ذریعہ
- ۷۵۶۔ قیامت کے دن فدیہ کی نفی
- ۷۵۶۔ چوری کی سزا
- ۷۵۷۔ تائبین کا ذکر
- ۷۵۷۔ بخشش مطیع
- ۷۵۹۔ منافقین کے منصوبوں کی پرواہ نہ کریں
- ۷۵۹۔ مقصد پرست یہود کا طرز عمل
- ۷۶۰۔ تردید معتزلہ
- ۷۶۰۔ فیصلہ کرنے میں اختیار یا لزوم
- ۷۶۱۔ آپ کی حکیم پران کی رضا مندی قابل تعجب ہے
- ۷۶۱۔ تورات ہدایت و نور ہے
- ۷۶۲۔ اعتقاد کے باوجود فیصلہ حق کے خلاف فسق ہے
- ۷۶۲۔ قول ابن عباس
- ۷۶۳۔ یہود میں قصاص کی اصل نوعیت
- ۷۶۳۔ انجیل میں بھی ہدایت و روشنی اتاری
- ۷۶۴۔ ظالم فاسق کا فرکی وضاحت
- ۷۶۴۔ بین ید یہ کا استعمال
- ۷۶۴۔ قرآن پر فیصلہ کے حکم کے بعد فاتح کا فائدہ
- ۷۶۴۔ شرائع فاسق کا حکم
- ۷۶۵۔ بھلائی فوت ہونے سے پہلے اپناؤ
- ۷۶۵۔ فتنہ پردازوں سے محتاط رہیں
- ۷۶۵۔ بعض گناہ شدید مہلک
- ۷۶۸۔ تمام کفر ایک ملت ہے
- ۷۶۹۔ قرآن فقط سننا کافی نہیں اس پر عمل لازم ہے

- ۷۸۸۔۔۔۔۔ صدیقہ کی وجہ۔۔۔۔۔
- بطان الوہیت مسیح کی عام عقلی دلیل۔۔۔۔۔
- ذرہ بھر نفع و نقصان پر قدرت نہ رکھنے والا قادر مطلق کیسے بن گیا۔۔۔۔۔
- ۷۸۹۔۔۔۔۔ اہل کتاب کو غلو کی ممانعت۔۔۔۔۔
- ۷۹۰۔۔۔۔۔ بنی اسرائیل کا مستحق لعنت ٹھہرنا۔۔۔۔۔
- منکر پر ترک ممانعت اعتداء ہے۔۔۔۔۔
- کفار کی دوستی غضب الہی کا سبب ہے۔۔۔۔۔
- ۷۹۱۔۔۔۔۔ موالات مشرکین علامت نفاق ہے۔۔۔۔۔
- علماء و رہبان کا وجود عداوت میں کمی کا باعث ہے۔۔۔۔۔

پانچواں باب

- ۷۹۳۔۔۔۔۔ رقت قلب میں حضرت نجاشیؓ اور وفد نجاشی کی تعریف۔۔۔۔۔
- ۷۹۳۔۔۔۔۔ اللہ کے انعام کی طمع موجبات ایمان سے ہے۔۔۔۔۔
- فرقہ کرامیہ کے قول کی تردید۔۔۔۔۔
- ۷۹۵۔۔۔۔۔ اہل معرفت کی علامات۔۔۔۔۔
- تردید حق کا اثر۔۔۔۔۔
- حلال سے حرام جیسا سلوک مت کرو۔۔۔۔۔
- ۷۹۶۔۔۔۔۔ حلال کا استعمال تقویٰ ہے۔۔۔۔۔
- بیمین لغو کی تعریف اور اس پر عدم مواخذہ۔۔۔۔۔
- ۷۹۷۔۔۔۔۔ قسم توڑنے کا کفارہ۔۔۔۔۔
- ۷۹۸۔۔۔۔۔ شراب و جوئے کی حرمت کو پختہ کرنے کے پانچ انداز۔۔۔۔۔
- ۷۹۹۔۔۔۔۔ شراب و جوئے کی بنیادی خرابیاں۔۔۔۔۔
- اللہ اور رسول کی اطاعت سے مت منہ موڑو۔۔۔۔۔
- تفسیر آیت ۹۳۔۔۔۔۔ تحریم قبل استعمال میں گناہ نہیں جبکہ اس وقت کے احکام پر عمل پیرا ہوں۔۔۔۔۔
- ۸۰۰۔۔۔۔۔ حدیبیہ والے سال شکار سے آزمائش۔۔۔۔۔
- حرام کی حالت کے شکار میں تعمید و خطا برابر ہے۔۔۔۔۔
- ۸۰۲۔۔۔۔۔ شکار والا مثل سے بدلہ دے۔۔۔۔۔

- ۷۷۰۔۔۔۔۔ منافق موالات کفار میں تیز ہیں۔۔۔۔۔
- منافقین کی بد حالی۔۔۔۔۔
- ۷۷۱۔۔۔۔۔ قتال مرتدین کی پیشینگوئی خلافت شیخین کی حقانیت۔۔۔۔۔
- ۷۷۲۔۔۔۔۔ ولایت کے حقدار لوگ۔۔۔۔۔
- ۷۷۳۔۔۔۔۔ موالات کفار سے ممانعت۔۔۔۔۔
- ۷۷۵۔۔۔۔۔ اذان دلالت النص سے ثابت ہے۔۔۔۔۔
- کیا اللہ پر ایمان باعث انتقام شے ہے۔۔۔۔۔
- سزا کا حقدار وہ جو ملعون ہے۔۔۔۔۔
- ۷۷۶۔۔۔۔۔ منافقانہ اسلام۔۔۔۔۔
- ۷۷۷۔۔۔۔۔ قبائح یہود۔۔۔۔۔
- سب سے سخت آیت۔۔۔۔۔
- ۷۷۹۔۔۔۔۔ بخیل کہہ کر اللہ کی توہین کا مرتکب یہودی۔۔۔۔۔
- دونوں ہاتھ کا ذکر تردید بلغ کیلئے۔۔۔۔۔
- یہود اسلام کو مٹانے کے لئے کوشاں ہیں۔۔۔۔۔
- ۷۸۰۔۔۔۔۔ ایمان و تقویٰ سے سب گناہ دھل سکتے ہیں۔۔۔۔۔
- ۷۸۱۔۔۔۔۔ بے خطر ہو کر اللہ کا پیغام پہنچائیں۔۔۔۔۔
- محدین کا قول۔۔۔۔۔
- پیغام پہنچانے کا مطلب۔۔۔۔۔
- ۷۸۳۔۔۔۔۔ یہود جب تک تورات پر نہ چلیں تو وہ کسی دین پر نہیں ہیں۔۔۔۔۔
- ۷۸۳۔۔۔۔۔ ایک سوال کا جواب۔۔۔۔۔
- ایک سوال کا جواب۔۔۔۔۔
- بنی اسرائیل کا شدید اندھا پن کہ قتل انبیاء جیسے جرم پر عذاب نہ ہونے کا یقین کر لیا۔۔۔۔۔
- عیسیٰ نے اپنے اور انکے مربوب ہونے میں فرق نہیں کیا۔۔۔۔۔
- الوہیت عیسیٰ کا عقیدہ بہر حال کفر ہے۔۔۔۔۔
- ۷۸۶۔۔۔۔۔ اشکال کا جواب۔۔۔۔۔
- اصرار کفر پر تعجب۔۔۔۔۔
- مسیح رسول ہیں ان کے معجزات اللہ جل شانہ کی طرف سے۔۔۔۔۔
- ۷۸۷۔۔۔۔۔ ہیں۔۔۔۔۔

- قرآنی خبریں حقیقت بن کر سامنے آ جائیں گی۔ ۸۲۴
- گزشتہ اقوام سے عبرت پکڑوان کی ہلاکت تکذیب کی وجہ سے ہوئی۔ ۸۲۵
- عدم مہلت زیادہ شدید ہے۔ ۸۲۶
- فرشتہ لباس انسانی میں اسی اشکال کا باعث ہے۔ ۸۲۷
- تسلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ۸۲۸
- نکتہ فاوشر نے کافریں سے کیا۔ ۸۲۹
- رحمت اپنے ذمہ رحمت سے کر لی۔ ۸۳۰
- دو تراکیب۔ ۸۳۱
- جب وہ مدبر کائنات سے توہر حرکت و سکون کا لکھنوی وہی ہے۔ ۸۳۲
- نحو و قراءت۔ میرا کارساز وہی ہے اور میں اس کا فرمانبردار۔ ۸۳۳
- اگر میں بھی نافرمانی کروں تو عذاب کا خطرہ تم سے۔ ۸۳۴
- نفع و ضرر پر اختیار اسی کو ہے۔ ۸۳۵
- نحوی ترکیب۔ ۸۳۶
- قرآن کے وحی ہونے پر اللہ کی شہادت کافی ہے۔ ۸۳۷
- اہل کتاب پر آپ کی صفات مخفی نہیں۔ ۸۳۸
- یہ ظالم دو باطل باتیں جمع کرنے والے ہیں۔ ۸۳۹
- تمام کا حشر۔ ۸۴۰
- کفر کا بے وقت انکار۔ ۸۴۱
- اپنے منہ اپنی تکذیب۔ ۸۴۲
- قرآن کو اساطیر الاولین کہنے والوں کے دلوں پر پردے ہیں۔ ۸۴۳
- دہرے گناہ کے مرتکب۔ ۸۴۴
- تکذیب پر قیامت میں افسوس۔ ۸۴۵
- دنیا کی رسوائیاں سامنے آ گئیں۔ ۸۴۶
- بعثت کے منکر اقراری بن جائیں گے۔ ۸۴۷
- منکرین قیامت کو اپنے گناہ کا بوجھ اٹھانا ہوگا۔ ۸۴۸
- متفقین کے اعمال کے علاوہ بقیہ دنیا سب کھیل تماشا ہیں۔ ۸۴۹

- ایک اعتراض اور اس کا جواب۔ ۸۵۰
- سمندری شکار کی حالت۔ ۸۵۱
- کعبہ لوگوں کی بقا کا سبب ہے۔ ۸۵۲
- تفسیر آیت ۹۸۔ ۸۵۳
- رسول کا فریضہ پیغام کو مکمل پہنچانا ہے۔ ۸۵۴
- اللہ نے خبیث و طیب کو ایک جیسا نہیں بنایا۔ ۸۵۵
- چچا سوالات کی مہارت۔ ۸۵۶
- ایسے مسائل انکار پر مبنی ہوتے ہیں۔ ۸۵۷
- محرمات جاہلیت کی تہذیب۔ ۸۵۸
- آہنی تہذیب میں وحی سے انکار۔ ۸۵۹
- میں خدا کے متعلق خوف و حلائے (عملگاہوں) کی ضرورت نہیں۔ ۸۶۰
- واقعہ تمیم و مدنی۔ ۸۶۱
- قسم مدعا علیہ بر فیصلہ۔ ۸۶۲
- ایک سوال کا جواب۔ ۸۶۳
- مشرکین کی توحید کیلئے انبیاء علیہم السلام۔ ۸۶۴
- تذکرہ انبیاء۔ ۸۶۵
- نوازیوں کا مطالبہ۔ ۸۶۶
- مشاہدہ معجزہ اضافہ علم کیلئے۔ ۸۶۷
- نزول ماندہ کی دعا اور قبولیت۔ ۸۶۸
- حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے خصوصی سوال۔ ۸۶۹
- جواب عیسوی۔ ۸۷۰
- مغفرت و برادریوں تیرے اختیار میں ہیں۔ ۸۷۱
- سچائی ہر دو جہان میں کام دینے والی ہے۔ ۸۷۲
- ملکیت عامہ سے ثبوت قدرت۔ ۸۷۳
- تمام تعریفوں کے لائق وہی ہے۔ ۸۷۴
- سماوات سے جمع اور ارش کے مفرد لانے کی وجہ۔ ۸۷۵
- نحوی تحقیق نمبر ۱۔ ۸۷۶
- خالق وہی چہرہ ہی شک میں پڑے ہیں۔ ۸۷۷
- معدنہ عالمی سوچ نہ ہونے سے ہے۔ ۸۷۸

۸۵۰۔۔۔۔۔ میں تمہاری خواہشات پر نہیں چل سکتا، وہ تو گمراہی ہے۔۔۔۔۔

۸۵۱۔۔۔۔۔ میری قدرت میں عذاب نہیں وہ جب چاہے اتارے۔۔۔۔۔

۸۵۲۔۔۔۔۔ وہ خود مغیبات کا علم رکھنے والا ہے۔۔۔۔۔

۸۵۳۔۔۔۔۔ تم ہر وقت اس کے احاطہ علم و قدرت میں ہو۔۔۔۔۔

۸۵۴۔۔۔۔۔ قوائے حواس کو قبض کر کے واپس کرنے والا ارواح کو قبض کے بعد واپس کرے گا۔۔۔۔۔

۸۵۵۔۔۔۔۔ صحائف کا لکھنا برائی سے بچنے میں معاون ہے۔۔۔۔۔

۸۵۶۔۔۔۔۔ تمام معاملات سچے مولا کے پاس۔۔۔۔۔

۸۵۷۔۔۔۔۔ اندھیروں میں پھنستے ہو تو اسی کو بلاتے ہو۔۔۔۔۔

۸۵۸۔۔۔۔۔ نجات وہ دے اور شریک بھی اسی کا بناؤ۔ تعجب ہے۔۔۔۔۔

۸۵۹۔۔۔۔۔ ہر طرح کی پکڑ پھرا سے ہر وقت کامل قدرت ہے۔۔۔۔۔

۸۶۰۔۔۔۔۔ سچے قرآن کو جھٹلایا عذاب کا انتظار کرو۔۔۔۔۔

۸۶۱۔۔۔۔۔ وہ اپنے وقت پر آئے گا پھر خبر ہوگی۔۔۔۔۔

۸۶۲۔۔۔۔۔ قرآن پر طعن والوں کے پاس مت بیٹھو۔۔۔۔۔

۸۶۳۔۔۔۔۔ ہر ایک اپنے محاسبہ سے دوچار ہوگا۔۔۔۔۔

۸۶۴۔۔۔۔۔ دین کا مذاق بنانے والے اپنے عمل سے پھنس کر عذاب کا شکار ہو گئے۔۔۔۔۔

۸۶۵۔۔۔۔۔ گمراہ کو غول شیطانی میں پھنسنے والے سے تشبیہ دی۔۔۔۔۔

۸۶۶۔۔۔۔۔ ہدایت صرف اسلام باقی سب گمراہی۔۔۔۔۔

۸۶۷۔۔۔۔۔ فرمانبرداروں کے طرق۔۔۔۔۔

۸۶۸۔۔۔۔۔ اللہ خالق اور کامل علم و قدرت والا ہے۔۔۔۔۔

۸۶۹۔۔۔۔۔ ابراہیم علیہ السلام کا باپ کو وعظ و نصیحت کرنا۔۔۔۔۔

۸۷۰۔۔۔۔۔ بصیرت روشن کر کے شرک کی قباحت ظاہر کر دی۔۔۔۔۔

۸۷۱۔۔۔۔۔ نظر و استدلال سے قوم کی راہنمائی۔۔۔۔۔

۸۷۲۔۔۔۔۔ غروب سے تغیر پذیری پر شاندار استدلال۔۔۔۔۔

۸۷۳۔۔۔۔۔ مخاصم سے انصاف کی اپیل کی تاکہ اعتراض دلیل بن جائے۔۔۔۔۔

۸۷۴۔۔۔۔۔ مثبت انداز میں تذکرہ توحید۔۔۔۔۔

۸۷۵۔۔۔۔۔ میرا رب نفع و نقصان پر قدرت رکھتا ہے جبکہ تمہارے معبود کچھ بھی نہیں اسلئے میں اُن سے نہیں ڈرتا۔۔۔۔۔

اس آیت سے تسلی دی گئی کہ وہ رسول کے نہیں بلکہ مرسل کے مکذب ہیں۔۔۔۔۔

۸۳۹۔۔۔۔۔ تسلی کا دوسرا انداز۔۔۔۔۔

۸۴۰۔۔۔۔۔ آپ کو ان کے ایمان کی اس قدر حرص ہے کہ اگر آپ ان کو ہر نشانی دکھا سکتے تو دکھا دیتے۔۔۔۔۔

۸۴۱۔۔۔۔۔ ان سے حرص ہدایت بے فائدہ ہے۔۔۔۔۔

۸۴۲۔۔۔۔۔ منہ مانگی نشانی کا مطالبہ۔۔۔۔۔

۸۴۳۔۔۔۔۔ عظمت قدرت کے کھلے دلائل۔۔۔۔۔

۸۴۴۔۔۔۔۔ قدرت تو ظاہر مگر یہ غافل و بے بہرے ہیں۔۔۔۔۔

۸۴۵۔۔۔۔۔ کیا مصیبت کے وقت غیر اللہ کو پکارو گے۔۔۔۔۔

۸۴۶۔۔۔۔۔ اس مصیبت میں تو اسی کو پکارتے ہو پھر کیوں بھاگتے ہو۔۔۔۔۔

۸۴۷۔۔۔۔۔ سختیاں جھکانے کے لئے اترتی ہیں۔۔۔۔۔

۸۴۸۔۔۔۔۔ ترک تصرف میں بھی عناد آ گیا۔۔۔۔۔

۸۴۹۔۔۔۔۔ اگر اللہ اندھا بہرہ کر دے اور عقل چھین لے تو کیا پھر بھی غیروں کی طرف بھاگو گے۔۔۔۔۔

۸۵۰۔۔۔۔۔ اگر اچانک کھلے بندوں عذاب آئے تو عذاب کا شکار تم ہی بنو گے۔۔۔۔۔

۸۵۱۔۔۔۔۔ انبیاء، پیغمبر و منذر ہیں منہ مانگی آیات کے لئے نہیں۔۔۔۔۔

۸۵۲۔۔۔۔۔ فسق و کفر سب عذاب ہے۔۔۔۔۔

۸۵۳۔۔۔۔۔ میں نے کسی ایسی چیز کا دعویٰ نہیں کیا جو انسانوں کے لائق نہ ہو اور وہ نبوت ہے۔۔۔۔۔

۸۵۴۔۔۔۔۔ میں تو آخر بلا ڈر والوں کے لئے منذر ہوں۔۔۔۔۔

۸۵۵۔۔۔۔۔ فقراء و صحابہ رضی اللہ عنہم کو اپنے پاس سے ہٹانے کی ممانعت۔۔۔۔۔

۸۵۶۔۔۔۔۔ یہ جواب نفی ہے۔۔۔۔۔

۸۵۷۔۔۔۔۔ کثرت دنیا علامت خیر نہیں بلکہ آزمائش ہے۔۔۔۔۔

۸۵۸۔۔۔۔۔ شان فقر، اول ان کی خوشدلی کیلئے فرمایا پھر رحمت کی بشارت دی۔۔۔۔۔

۸۵۹۔۔۔۔۔ قراءت و نحو۔۔۔۔۔

۸۶۰۔۔۔۔۔ نجر مومنوں کے راستہ کی وضاحت تاکہ ہر ایک دیکھ کر چلے۔۔۔۔۔

تم میرے امن پر تعجب کرتے ہو حالانکہ خود مقام خوف

میں ہو ----- ۸۶۴

شرک سے بچنے والا مومن ہے -----

ابراہیم علیہ السلام کے دلائل قاہرہ ہم نے دیئے ----- ۸۶۵

ایک استدلال ----- ۸۶۶

مذمت شرک کیا انوکھا انداز ----- ۸۶۷

ہولاء کی مراد -----

تمام انبیاء علیہم السلام کے اصول دین ایک ہیں -----

یہود کا ضد کی وجہ سے تمام وحیوں سے انکار ----- ۸۶۸

ام القریٰ کا لقب -----

تمام افتراء والے شامل ہیں مدعیان نبوت ہوں یا اور ----- ۸۷۰

روح کو بلا مہلت نکالنے کی تعبیر ----- ۸۷۱

منکرین بعث کے لئے مشاہداتی دلائل ----- ۸۷۳

مزید دلائل -----

مزید دلائل سورج و چاند ذریعہ حساب -----

رات کے اندھیرے اور سمندر کے اندھیروں میں ملاہست

ہے ----- ۸۷۴

مستقر و مستور کی تفسیر -----

آسمان سے پانی بھی اتارا اور اس سے نباتات بے شمار

اُگائیں -----

کفار کی حماقت کہ جنات کو اللہ جل شانہ کا شریک بنایا حالانکہ وہ

شرکت سے منزہ ہے ----- ۸۷۵

اجسام کو بلا نمود نہ وجود دینے والا ----- ۸۷۶

ان جامع صفات والا ہی معبود ہے -----

معجزہ کے بیجا استدلال اور اس کا جواب اور یہ کہ رویت برحق

ہے -----

بصائر سے بصیرت والے کو ہی فائدہ ہے ----- ۸۷۸

آیات سمجھانے کیلئے مختلف پہلوؤں سے لائے مگر یہ کہنے لگے کہ

انکوائیل کتاب سے پڑھ کر بیان کر دیتا ہے ----- ۸۷۹

وحی پر چلتے رہیں -----

اگر زبردستی ایمان دینا ہوتا تو یہ شرک نہ کرتے مگر -----

جواب کفار کا ڈھنگ سکھایا ----- ۸۸۰

معاندین نشانی کے باوجود ایمان نہ لائیں گے -----

یہ قبول حق سے عاری ہیں ----- ۸۸۱

پانچواں باب

ایمان والوں کے شاید کے جواب ----- ۸۸۲

وہ شیاطین کو روک سکتا ہے مگر یہ آزمائش ہے -----

وسوسہ اندازی کے نتیجے میں کافر ادھر جھکیں ----- ۸۸۳

قرآن کی حقانیت کے لئے اللہ کا فیصلہ کافی ہے ----- ۸۸۴

قرآن صدق و عدل میں کامل ہے ----- ۸۸۵

کفار گمان کے پیرو ہیں -----

اللہ سچے مومن اور کافر کو جانتا ہے -----

حلت تو حکم خدا اور نام خدا میں ہے ----- ۸۸۶

جو خواہشات سے حلال و حرام کرتے ہیں شریعت کا اس سے کوئی

تعلق نہیں ----- ۸۸۷

علانیہ و پوشیدہ ہر گناہ چھوڑ دو -----

حرمت متروک التسمیہ عمداً -----

مومن تو نور ایمان و حکمت سے تفسیر اور کافر اندھیروں میں ڈوبا

ہوا ہے ----- ۸۸۸

اقتدار و مالی وسعت والے زیادہ کفر کرتے ہیں -----

احتجاج کفار کہ ہمیں بھی نبوت ملنی چاہئے ----- ۸۹۰

ہر دل نور ایمان و نبوت کے قابل نہیں -----

قراءت و نحو -----

یہ سیدھی راہ ہے شرح صدر والا اس کو قبول کرتا ہے ----- ۸۹۱

ایسے لوگ دارالاسلام کے حقدار ہیں -----

قیامت کا ایک حسرتناک منظر اور اعتراف بحر میں ----- ۸۹۲

کند ہم جنس با ہم جنس پرواز -----

- ناخواندگی کے عذر کا خاتمہ ۹۱۲
- ک اُتار کر حجت تمام کر دی ۹۱۳
- واضح دلائل کے بعد یہ نہیں مانتے گویا قیامت کے منتظر ہیں ۹۱۴
- فرقہ بندی میں صحیح راہ ۹۱۵
- نیکی کا بدلہ کم از کم دس گنا ۹۱۶
- میں ملتِ ابراہیم علیہ السلام پر ہوں آؤ مان لو ۹۱۷
- خلاصہ ملتِ عبادت باری اور شرک سے بیزاری ۹۱۸
- میں تو حقیقی رب کو ماننے والا ہوں ۹۱۹
- زمین میں آمد و درجہ بندی آزمائش ہے آنے والے حساب کو آیا ہوا سمجھو ۹۲۰

سُورَةُ الْاَنْجُرِ

- تسلیہ رسول اللہ کفار کے انکار سے تنگ دل نہ ہوں ۹۲۱
- ایک سوال کا جواب ۹۲۲
- ایک اور سوال ۹۲۳
- مقدماتِ عذاب کے وقت اعترافِ جرم ۹۲۴
- قیامت کی مسئولیت برائے تو بیخ ۹۲۵
- وزن اعمال اظہارِ انصاف اور قطعِ معذرت کیلئے ہے ۹۲۶
- خفت و زن ۹۲۷
- انعاماتِ معیشت کا تذکرہ ۹۲۸
- تخلیقِ انسانی کا ذکر ۹۲۹
- سوال تو بیخ ۹۳۰
- شیطانی قیاس اور اس کی خلطی ۹۳۱
- ذلتِ لازمہ تکبر ہے ۹۳۲
- مطالبہِ مہلت ۹۳۳
- مہلت کا ملنا ۹۳۴
- مہلت کے بعد بڑا بول ۹۳۵
- آدم علیہ السلام کی جنت میں رہائش ۹۳۶
- شیطان کی وسوسہ اندازی ۹۳۷
- طریقِ وسوسہ ۹۳۸

- رسول فقط انسانوں میں سے ہیں یا جنات میں سے بھی ۸۹۴
- خبردار کئے بغیر عذاب نہیں آتا ۸۹۵
- ائمہ کا استدلال ۸۹۶
- وہ بے نیاز رحیم ہے ۸۹۷
- بعث ہوگا مگر چھوٹ نہیں سکتے ۸۹۸
- انذار کا لطیف انداز ۸۹۹
- کفار کی من مانی تحریمات کی مذمت ۹۰۰
- مشرکین کے قبائح میں ایک قبیح فعل کا اضافہ ۹۰۱
- افتراء پر دانی کے مزید نمونے ۹۰۲
- ایجاد کردہ مصنوعی شرائط ۹۰۳
- یہ تمام حماقت کے چکر ہیں ۹۰۴
- حلال نعمتیں کھاؤ اور ان کا حق دو اور اسراف سے بچو ۹۰۵
- پالتو جانوروں کی اقسام ثمانیہ اور رسمی تحریمات کی تردید ۹۰۶
- چوپاؤں کی حلت کی تاکید اور من گھڑت تحریم کی تردید ۹۰۷
- تحریم صرف وحی سے ہے ۹۰۸
- فسق کہنے کی وجہ ۹۰۹
- یہود کی مخصوص محرمات کا بیان اور اس کا سبب ۹۱۰
- ان کو تکذیب کی سزا ذرا ٹھہر کر ملے گی ۹۱۱
- جوازِ شرک کی مشرکانہ دلیل کہ یہ اللہ کی مشیت سے ہے ۹۱۲
- یہ جواب دیا کہ یہ عذر رنگ ہے ۹۱۳
- مشیت کا معنی ۹۱۴
- اللہ کی دلیلِ کامل ہے ۹۱۵
- کفار سے تحریمات پر ثبوت کا مطالبہ ۹۱۶
- نبوت کے بلند مقام پر کھڑے ہونے والے کا بنیادی تحریمات کا مسودہ آیت ۱۵۱ تا ۱۵۳ ۹۱۷
- ایک حکمت ۹۱۸
- لطیف نکتہ ۹۱۹
- حوالہ تورات سے ان احکامات کی تصدیق ۹۲۰
- کے مزید تصدیق ۹۲۱

- | | | | |
|-----|--|-----|--|
| ۹۲۵ | اہل اعراف کا کفار سے کلام | ۹۲۸ | اللہ کا نام لے کر دھوکے سے پھل کھلایا |
| ۹۲۶ | اہل جنت و اہل نار کا مکالمہ | " | اعضائے مستورہ کا ظہور |
| | بڑے اسباب دوزخ دین کا مذاق اڑانا اور طول بقاء کا | " | عتاب باری تعالیٰ |
| ۹۲۷ | دھوکا | ۹۲۹ | دعائے آدم علیہ السلام |
| " | موجودین کی طرف روئے سخن | ۹۳۰ | سبب لباس پانی آسمان سے اُتارا |
| " | یہ ضد کی وجہ سے آخری نتیجہ کے منتظر ہیں | " | نحو و قراءت |
| ۹۲۸ | اہل نار کی بیکار تمنائیں | ۹۳۱ | تخلیق لباس کا ذکر استطراداً ہے |
| " | تخلیق ارض و سماء | " | شیطان تمہارا لباس نہ چھین لے |
| ۹۲۹ | استواء کے متعلق فرمان اتم | " | مقولہ ذوالنون مصریؒ |
| ۹۵۰ | پکارنے کا حکم مگر حد سے تجاوز کی ممانعت | ۹۳۲ | بے حیائی کے کام اشارۂ شیطانی سے ہیں |
| " | شرک و معصیت فساد ہے | ۹۳۳ | مخلصانہ عبادت کرو وہ اعادہ کر کے بدلہ دے گا |
| ۹۵۱ | قدرت کے دلائل عقلیہ | " | ہدایت و اضلال اللہ کے پاس ہے |
| ۹۵۲ | مؤمن و کافر کی تمثیل | ۹۳۴ | زینت میں اسراف و تکبر سے بچو |
| ۹۵۳ | دعوت نوح علیہ السلام کا تذکرہ | ۹۳۵ | تمام حلال زینت مسلمان کیلئے ہے کافر کو تبعاً ملتی ہے |
| ۹۵۴ | نوح علیہ السلام کو سرداروں کا جواب | " | نحوی تراکیب |
| " | نوح علیہ السلام کی تقریر اول | ۹۳۶ | تمام محرمات کی جز شرک و فواحش |
| " | تقریر دوم | ۹۳۷ | کفار مکہ کو دعید |
| " | تقریر سوم | " | متقی اور اصلاح والے کو کوئی غم نہیں |
| ۹۵۵ | تکذیب اور نتیجہ | " | مکذب و متکبر کا انجام |
| ۹۵۶ | دعوت ہود علیہ السلام | ۹۳۸ | مفتری و مکذب دوزخ کا ایندھن بنے گا |
| ۹۵۷ | سرداروں کا جواب | ۹۳۹ | داخلہ جہنم کا ایک منظر |
| " | ہود علیہ السلام کی جوابی تقریر نمبر ۱ | " | کافروں کا جنت میں داخلہ اسی طرح ناممکن ہے جیسا سوئی کے |
| ۹۵۸ | تقریر نمبر ۲ | " | ناکے سے اونٹ کا گزرنا ناممکن ہے |
| " | قوم کا اعتراض | ۹۴۱ | جہنم کا حال |
| ۹۵۹ | جواب ہود علیہ السلام | " | ایمان والوں کا صلہ |
| " | نتیجتاً کفار کی جڑ کاٹ دی | ۹۴۲ | شیخ ابو منصورؒ کا فرمان |
| ۹۶۰ | علاقہ قوم عاد اور مختصر حالات | ۹۴۳ | اہل جنت و اہل نار کی گفتگو |
| ۹۶۱ | قوم صالح علیہ السلام کا تذکرہ | " | اسباب لعنت کا تذکرہ کر دیا |
| ۹۶۲ | تقریر صالح علیہ السلام انعامات کی یاد دہانی | ۹۴۴ | اہل اعراف کمزور مؤمن |

۹۶۴	متکبرین کا جوابی رویہ	۹۶۴	اکثریت عہد و پیمان کو توڑنے والے تھے
"	عذاب کی آمد	۹۶۵	واقعہ موسیٰ علیہ السلام و فرعون
"	تحسّر صالح علیہ السلام	"	تقریر موسیٰ علیہ السلام
۹۶۵	تذکرہ قوم لوط علیہ السلام	۹۶۸	بنی اسرائیل کی مصر آمد
۹۶۶	انوکھا جرم	"	فرعون کا جواب
"	شہوات میں اندھا پن	"	عصائے موسیٰ کا اعجاز
"	قوم کا جواب "خیر کو عیب کہا	۹۶۹	ید بیضاء کا معجزہ
"	نتیجہ آمد عذاب	۹۸۱	فرعون کا کلام
۹۶۷	خاص قسم کی پارش	"	سرداروں کا مشورہ
۹۶۸	قوم شعیب علیہ السلام کا تذکرہ	"	ساحروں کی آمد اور معرکہ
"	خطیب الانبیاء کی شاندار تقریر	"	ساحروں کا موسیٰ علیہ السلام سے کلام
"	قوم کا مزاج ڈاکہ زنی	۹۸۲	جواب موسیٰ علیہ السلام
۹۶۹	دونوں فریقوں کو خطاب	"	اثرات سحر
		"	وحی سے اظہار معجزہ کا حکم
		"	غلبہ حق
۹۷۰	سرداروں کا جواب	۹۸۳	مغلوبیت کے جادوگر موسیٰ علیہ السلام کا لشکر بن گئے
"	شعیب علیہ السلام کی جوابی تقریر	"	اعلان حق
۹۷۱	سرداروں کا قوم کو ان کے خلاف بھڑکانا	"	فرعون کی مکارانہ تقریر و دھمکی
۹۷۲	انکار کا نتیجہ دنیا میں زلزلہ اور آخرت میں تباہی	۹۸۴	ساحروں کا جواب
"	تحسّر کے کلمات	"	جو تیرے ہاں عیب ہے وہ ہمارے ہاں حسن ہے
۹۷۳	قوموں کا عمومی طرز عمل	۹۸۵	فرعونی سرداروں کا خطرناک مشورہ
"	استدراج الہی	۹۸۶	جواب فرعون
۹۷۴	اگر کفر و شرک سے بچتے تو ہمیں ان سے بیرہ تھا	"	موسیٰ علیہ السلام کی مسلمانوں کو تلقین صبر و تقویٰ
"	اہل قرئی کی بے خونی	"	وعدہ آخرت کے متعلق تاخیر کی شکایت
۹۷۵	اللہ کی خفیہ پکڑ سے بے خوف شخص مکمل خسارے والا ہے	"	موسیٰ علیہ السلام کا دلاسا
	ہم نے بعد میں آنے والوں کو بتلایا کہ گناہوں پر پکڑ ہو سکتی ہے	۹۸۷	فرعونیوں پر عذاب کی ابتداء
		"	فرعونیوں کا طرز عمل
۹۷۶	اہل قرئی نے انبیاء کی نصیحت کو پہلی مرتبہ جھٹلادیا، پھر کبھی تصدیق نہیں کی	۹۸۸	میں نہ مانوں کی رٹ
		۹۸۹	فرعونی عذابوں کے چکر میں

- عذاب کے وقت جھوٹا وعدہ ۹۹۰
- مہلت سے غلط فائدہ "
- کفر و تکذیب کا نتیجہ غرقابی ہوا ۹۹۱
- غلامی سے آزادی اور ایفائے عہد "
- بنی اسرائیل کے حالات پر نظر ۹۹۲
- بنی اسرائیل میدان صحرائے سیناء میں "
- بنی اسرائیل کی پہلی حماقت و جہالت ۹۹۳
- بت پرستی بے بنیاد چیز ہے "
- انعامات سے تذکیر "
- کتاب ملنے کا وعدہ ۹۹۴
- حضرت ہارون علیہ السلام کو ہدایت "
- موسیٰ علیہ السلام کا طور پر ہمکلامی سے مشرف ہوتا ۹۹۵
- غلبہ شوق میں خواہش دیدار "
- امکان رویت پر دلائل ۹۹۶
- اعتراض اور جواب "
- موسیٰ علیہ السلام پر بیہوشی ۹۹۷
- مشرف ہمکلامی اور تورات کی الواح "
- تورات بنی اسرائیل کا قانون ۹۹۸
- متکبر حکمت سے محروم رہتا ہے ۹۹۹
- آخرت کے منکروں کا ضبط اعمال "
- بنی اسرائیل کی دوسری حماقت ۱۰۰۰
- عبادت عمل پر شرمندگی ۱۰۰۱
- موسیٰ علیہ السلام کی طور سے واپسی اور ہارون علیہ السلام پر ناراضگی ۱۰۰۲
- غضب اللہ میں جلال موسیٰ علیہ السلام ۱۰۰۲
- ہارون علیہ السلام کا جواب "
- وہائے موسیٰ علیہ السلام ۱۰۰۳
- ارشاد موسیٰ علیہ السلام "
- زوال غصہ کے بعد حالات ۱۰۰۴
- بنی اسرائیل کے منتخب افراد کا بے تکا سوال ۱۰۰۵
- عرض موسوی "
- دوسری دعا ۱۰۰۶
- جواب باری تعالیٰ "
- روئے سخن امت محمدیہ کی طرف اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف ۱۰۰۷
- بنی اسرائیل میں حق پرست طبقہ ۱۰۱۰
- بنی اسرائیل کے بارہ قبائل اور ان پر انعامات ۱۰۱۱
- بیت المقدس میں داخلے کا حکم "
- ظالموں نے الٹ بات بنائی ۱۰۱۲
- بنی اسرائیل کا شکاری گروہ اور ان کی حرکات ۱۰۱۳
- ثابت قدم لوگوں کی فہمائش ۱۰۱۴
- ترک نصیحت پر عذاب "
- حد توڑنے پر سزائے مسخ ۱۰۱۵
- سزایافتہ یہود "
- زمین میں منتشر کر دیا ۱۰۱۶
- نالائقوں کی آمد ۱۰۱۷
- حاملین کتاب قابل بدلہ ہیں "
- بنی اسرائیل کی تیسری حماقت اور سزا ۱۰۱۸
- میشاق بنی آدم اور عہد الست ۱۰۱۹
- انقطاع اعذار "
- قول ابن عباس رضی اللہ عنہما ۱۰۲۰
- بنی اسرائیل کے ایک عالم کا قصہ ۱۰۲۱
- خواہش پرستی میں کتے کی مثال ۱۰۲۲
- جھٹلانے والوں کا برا انجام "
- طالبین ہدایت کو ہدایت ملتی ہے ۱۰۲۳
- دوزخی لوگوں کا مزاج دل آنکھ کان کو صحیح استعمال نہیں کرتے "
- انسان کی چار اقسام ۱۰۲۴
- داعیان حق ۱۰۲۵

- ۱۰۳۹۔۔۔۔۔ تقسیم غنائم فقط اللہ اور اس کے رسول کا حق ہے۔۔۔۔۔
- ۱۰۴۰۔۔۔۔۔ مؤمن کے سامنے ذکر اللہ سے اسکے ایمان میں اضافہ۔۔۔۔۔
- ۱۰۴۱۔۔۔۔۔ علاماتِ مؤمنین۔۔۔۔۔
- ۱۰۴۲۔۔۔۔۔ پختہ مؤمن۔۔۔۔۔
- ۱۰۴۳۔۔۔۔۔ اقوالِ ائمہؓ۔۔۔۔۔
- ۱۰۴۴۔۔۔۔۔ مسلمانوں کا مدینہ سے خروج۔۔۔۔۔
- ۱۰۴۵۔۔۔۔۔ صحابہؓ کے بیانات۔۔۔۔۔
- ۱۰۴۶۔۔۔۔۔ گھبراہٹ کی کیفیت۔۔۔۔۔
- ۱۰۴۷۔۔۔۔۔ وعدۃ الہی اور قافلہ سے عمر اؤ کی خواہش۔۔۔۔۔
- ۱۰۴۸۔۔۔۔۔ اللہ کی رضا۔۔۔۔۔
- ۱۰۴۹۔۔۔۔۔ اثباتِ اسلام اور ابطالِ باطل۔۔۔۔۔
- ۱۰۵۰۔۔۔۔۔ اللہ سے استغاثہ۔۔۔۔۔
- ۱۰۵۱۔۔۔۔۔ نصرتِ ملائکہ تو اطمینانِ قلبی کے لئے ہے۔۔۔۔۔
- ۱۰۵۲۔۔۔۔۔ کیا فرشتے براہِ راست لڑے؟۔۔۔۔۔
- ۱۰۵۳۔۔۔۔۔ غلبہ اور غلبہ۔۔۔۔۔
- ۱۰۵۴۔۔۔۔۔ نزول کی مطر۔۔۔۔۔
- ۱۰۵۵۔۔۔۔۔ فرشتوں کو ہمت بڑھانے کے حکم والا۔۔۔۔۔
- ۱۰۵۶۔۔۔۔۔ کفار کی گردنیں اڑادو۔۔۔۔۔
- ۱۰۵۷۔۔۔۔۔ یہ عز اللہ اور رسول (ﷺ) کی مخالفت کی وجہ سے ملی۔۔۔۔۔
- ۱۰۵۸۔۔۔۔۔ دودو جنگ کے احکامات۔۔۔۔۔
- ۱۰۵۹۔۔۔۔۔ بھاگنے والے کے جرم کی شدت۔۔۔۔۔
- ۱۰۶۰۔۔۔۔۔ ایک مشتِ خاک کا اعجاز۔۔۔۔۔
- ۱۰۶۱۔۔۔۔۔ کافروں کی تدبیر کمزور کر دی۔۔۔۔۔
- ۱۰۶۲۔۔۔۔۔ اطاعتِ رسول (ﷺ) کا دامن تھامے رکھو۔۔۔۔۔
- ۱۰۶۳۔۔۔۔۔ منافقین اور اہل کتاب کا طرزِ مت اپناؤ۔۔۔۔۔
- ۱۰۶۴۔۔۔۔۔ کافر بدترین جانور۔۔۔۔۔
- ۱۰۶۵۔۔۔۔۔ وہ خوبی سے خالی ہیں۔۔۔۔۔
- ۱۰۶۶۔۔۔۔۔ رسول اللہ (ﷺ) کے حکم کی فوراً تعمیل کرو۔۔۔۔۔
- ۱۰۶۷۔۔۔۔۔ اللہ کے حائل ہونے کا مطلب۔۔۔۔۔
- ۱۰۶۸۔۔۔۔۔ حجتِ اجماع۔۔۔۔۔
- ۱۰۶۹۔۔۔۔۔ مکذبین کو موقعہ بموقعہ پکڑیں گے۔۔۔۔۔
- ۱۰۷۰۔۔۔۔۔ امہالِ مجرمین۔۔۔۔۔
- ۱۰۷۱۔۔۔۔۔ کفار کے اعتراضِ جنون کا جواب۔۔۔۔۔
- ۱۰۷۲۔۔۔۔۔ غور کر کے انہیں حق کی تلاش اور اچانک عذاب سے بچاؤ تلاش کرنا چاہئے۔۔۔۔۔
- ۱۰۷۳۔۔۔۔۔ گمراہ راہ پر نہیں آ سکتا۔۔۔۔۔
- ۱۰۷۴۔۔۔۔۔ وقوعِ قیامت کا سوال۔۔۔۔۔
- ۱۰۷۵۔۔۔۔۔ وقوعِ قیامت کا علم فقط اللہ کو ہے۔۔۔۔۔
- ۱۰۷۶۔۔۔۔۔ علم و اختیار کی نفی کا اعلان۔۔۔۔۔
- ۱۰۷۷۔۔۔۔۔ آدم علیہ السلام وحواء علیہما السلام کی پیدائش۔۔۔۔۔
- ۱۰۷۸۔۔۔۔۔ فرد سے جنس کی طرف التفات۔۔۔۔۔
- ۱۰۷۹۔۔۔۔۔ خالق کے ساتھ مخلوق کو شریک کر لیا۔۔۔۔۔
- ۱۰۸۰۔۔۔۔۔ اپنا بچاؤ نہیں کر سکتے۔۔۔۔۔
- ۱۰۸۱۔۔۔۔۔ اگر بتوں کو پکارو وہ اُس پکار تک نہ نہ پہنچ سکیں۔۔۔۔۔
- ۱۰۸۲۔۔۔۔۔ جن کو پکارا جاتا ہے وہ مملوک ہیں۔۔۔۔۔
- ۱۰۸۳۔۔۔۔۔ بے بسوں کی عبادت کیوں؟۔۔۔۔۔
- ۱۰۸۴۔۔۔۔۔ میرے خلاف زور لگالو۔۔۔۔۔
- ۱۰۸۵۔۔۔۔۔ میرا کارساز اللہ ہے اُس کا یہ حکم نامہ ہے۔۔۔۔۔
- ۱۰۸۶۔۔۔۔۔ جو اپنی مدد نہ کر سکے تمہاری کیا مدد کرے گا۔۔۔۔۔
- ۱۰۸۷۔۔۔۔۔ عفو و درگزر سے کام لیں اور جاہلوں کو مٹ نہ لگائیں۔۔۔۔۔
- ۱۰۸۸۔۔۔۔۔ وسوسہ کے ازالہ کے لئے استعاذہ ضروری۔۔۔۔۔
- ۱۰۸۹۔۔۔۔۔ متیقن کا وسوسہ میں طریق۔۔۔۔۔
- ۱۰۹۰۔۔۔۔۔ اخوانِ شیاطین گمراہی کا شکار رہتے ہیں۔۔۔۔۔
- ۱۰۹۱۔۔۔۔۔ مٹ نہ مانگی نشانی طلب کرنے والوں کو جواب۔۔۔۔۔
- ۱۰۹۲۔۔۔۔۔ قراءتِ قرآن کے وقت استماع و انصات۔۔۔۔۔
- ۱۰۹۳۔۔۔۔۔ پست آواز اور عاجزی سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کا حکم۔۔۔۔۔
- ۱۰۹۴۔۔۔۔۔ مقررین بارگاہ نہ تو متکبر ہیں اور نہ عبادت میں کسی کو شریک بناتے ہیں۔۔۔۔۔

- منافقین کا ڈھنڈورا ۱۰۷۱
- منافقین کی حالت مرگ ۱۰۷۲
- ان کا حال آلِ فرعون جیسا ہے "
- نعمت، نعمت سے اعمال کے بدلے پر بدلتی ہے ۱۰۷۳
- ہلاکت میں آلِ فرعون کی طرح ہیں "
- یہ کفر پر مصر ہیں ۱۰۷۴
- معاہدہ توڑنے والوں کو عبرتناک سزا دو "
- خطرہ خیانت سے معاہدہ واپس کر دو ۱۰۷۵
- کافر ہم سے بھاگ نہیں سکتے "
- کفار کے مقابلہ کی پوری تیاری کرو ۱۰۷۶
- اوس و خزرج میں الفت کا امتنان ۱۰۷۷
- اللہ کی مدد اور مومنوں کا تعاون کافی ہے ۱۰۷۸
- ترغیب قتال کا حکم "
- تحفیف حکم ۱۰۷۹
- اسیرانِ بدر کا مسئلہ اور اختلافِ رائے ۱۰۸۰
- نوشتہ تقدیر میں فدیہ کی حلت ۱۰۸۱
- اموالِ غنائم کے استعمال کی اجازت "
- اگر دل میں ایمان ہوگا تو دو گنا ملے گا ۱۰۸۲
- بحرین کا مال "
- اگر فدیہ میں چا پلوسی مقصود تھی تو دوبارہ پکڑے جائیں گے - ۱۰۸۳
- مہاجرین و انصار کا تذکرہ ۱۰۸۴
- ہجرت فرض تھی "
- کفار کے خلاف ان کی مدد کرو "
- کفار میں باہمی مواصلات ۱۰۸۵
- مہاجرین و انصار سے عہد ہائے مغفرت "
- سابقین کے بعد والوں کا حکم "
- سورت کے نام ۱۰۸۷
- ابتداء میں ترکِ تسمیہ کی وجہ "
- مشرکین سے اعلانِ بیزاری ۱۰۸۸

- فتنے کا وبال عام ہے "
- سابقہ حالت کو یاد رکھو تا کہ شکریہ کی توفیق ہو ۱۰۵۵
- اللہ کے حقوق میں خلل مت ڈالو ۱۰۵۶
- مال و اولاد باعثِ آزمائش "
- تقویٰ سے حق و باطل کی پہچان رہے گی "
- کفارِ قریش کی تدابیر ۱۰۵۷
- دارالندوہ کا اجلاس "
- قرآن کے متعلق کفار کا تاثر ۱۰۵۸
- جو مانگا وہ مل گیا ۱۰۵۹
- ہجرت تک عذاب رکا رہا "
- قریش مستحقِ عذاب ہو چکے ۱۰۶۰
- مشرکین کی نماز "
- صنادیدِ قریش کی شہ خرچی اور اس پر ندامت ۱۰۶۱
- مؤمن و کافر میں امتیاز ہوگا ۱۰۶۲
- کفار کو عداوتِ رسول ترک کرنے کی دعوت "
- فسادِ اعتقاد تک لڑو ۱۰۶۳
- اگر وہ روگردانی کریں تو تم اللہ کی کارسازی پر اعتماد کرو "

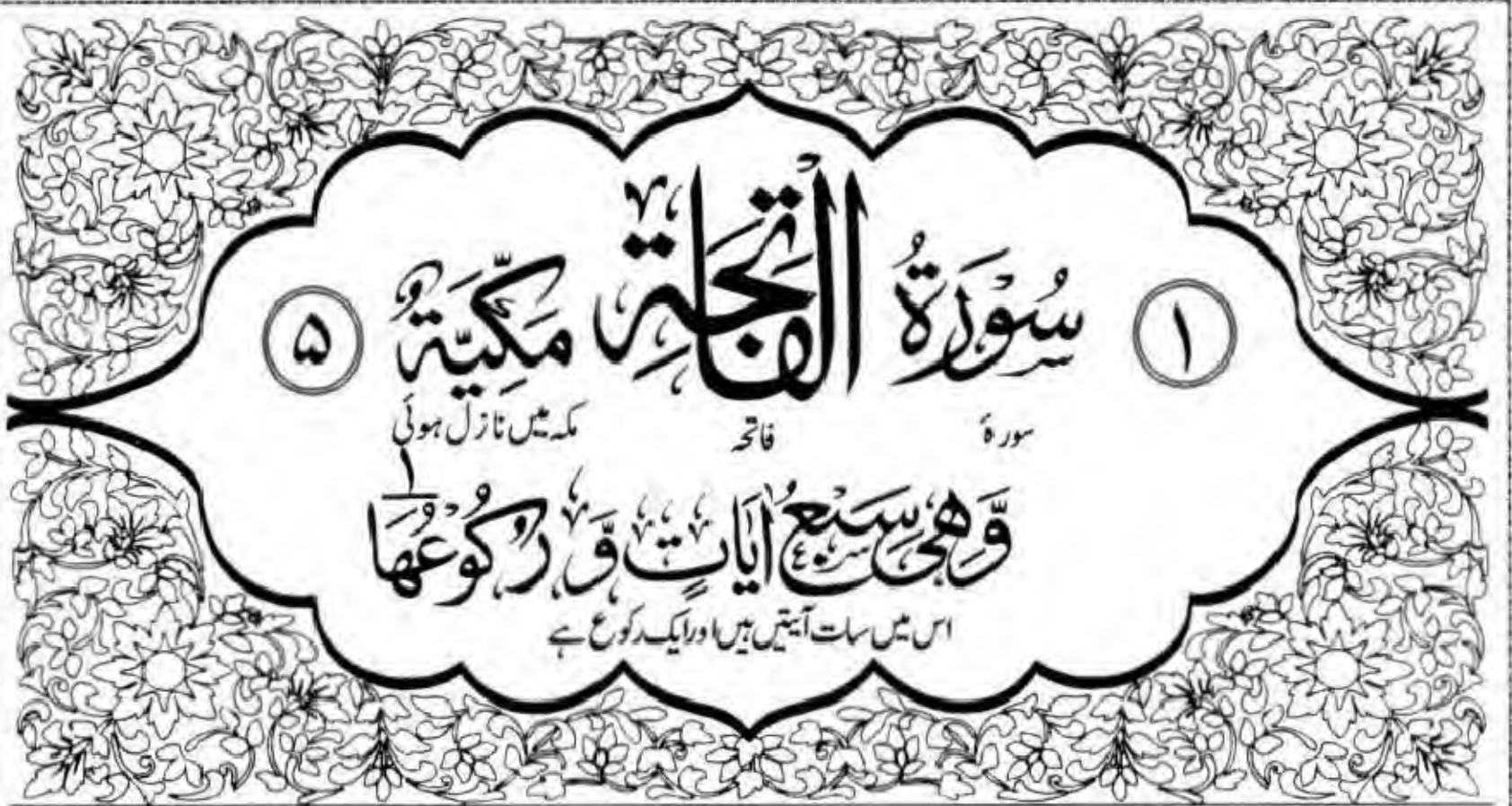
پانچواں باب

- تقسیمِ غنائم ۱۰۶۴
- لہو للرسول کا مطلب "
- غزوہ بدر کا ذکر ۱۰۶۶
- اعزازِ دین کا فیصلہ "
- خواب میں ان کی تعداد کم دکھائی گئی ۱۰۶۷
- کفار کو مسلمان قلیل اور کثیر دونوں طرح دکھلائے "
- مسلمانوں کو ثابت قدمی کا حکم ۱۰۶۸
- اللہ اور رسول کی اطاعت کرو اور جھگڑانہ کرو ۱۰۶۹
- لشکرِ ابوجہل کا حال "
- ترتیبِ شیطانی ۱۰۷۰

- چار ماہ کی مہلت ----- " ۱۰۸۹
- نزول آیت ----- " ۱۰۹۰
- مندرجات اعلان ----- " ۱۰۹۱
- مسلم جمہور ----- " ۱۰۹۲
- اعلان کا تعلق تمام سے ----- " ۱۰۹۳
- اہمیت تعلیم ----- " ۱۰۹۴
- استثناء معاندین ----- " ۱۰۹۵
- عہد توڑنے والوں کے خلاف کارروائی کا حکم ----- " ۱۰۹۶
- پناہ کی اجازت ----- " ۱۰۹۷
- مشرک عہد پر قائم نہیں رہ سکتا ----- " ۱۰۹۸
- کافروں کو کسی چیز کا پاس لحاظ نہیں ----- " ۱۰۹۹
- کسی مؤمن سے تو رشتہ کا بھی پاس نہیں ----- " ۱۱۰۰
- توبہ اور اس کی علامات ----- " ۱۱۰۱
- اگر معاہدہ توڑیں اور طعنہ زنی کریں تو قابل گردن زنی ----- " ۱۱۰۲
- ہیں ----- " ۱۱۰۳
- لڑائی پر آمادگی ----- " ۱۱۰۴
- کفار سے لڑو اللہ ان کو تمہارے ہاتھوں سزا دیں گے ----- " ۱۱۰۵
- مسلمانوں کی بے چینی کا ازالہ ----- " ۱۱۰۶
- مجاہدین کی پہچان کی جائیگی ----- " ۱۱۰۷
- مشرک اللہ کی مسجد کو آباد کرنے والا کیسے؟ ----- " ۱۱۰۸
- مؤمن مسجد کو آباد کرنے والا ہے ----- " ۱۱۰۹
- کفر کے ہوتے ہوئے تعمیر مسجد سقایہ حجاج بے وزن اعمال ----- " ۱۱۱۰
- ہیں ----- " ۱۱۱۱
- ایمان، ہجرت و جہاد مقبول ترین عمل ہیں جو جنت کا باعث ----- " ۱۱۱۲
- ہیں ----- " ۱۱۱۳
- کافر غیر ہے خواہ باپ ہو ----- " ۱۱۱۴
- رشتہ دار یاں اللہ اور رسول کے مقابلے میں بے حیثیت ----- " ۱۱۱۵
- ہیں ----- " ۱۱۱۶
- واقعہ نصرت ----- " ۱۱۱۷
- غزوہ حنین ----- " ۱۱۱۸
- آپ کی ثابت قدمی ----- " ۱۱۱۹
- کثرت نے فائدہ نہ دیا ----- " ۱۱۲۰
- نزول سکینہ ----- " ۱۱۲۱
- مشرکین نجس ہیں ان کا داخلہ مسجد حرام میں ممنوع ہے ----- " ۱۱۲۲
- خطرہ افلاس کی ممانعت ----- " ۱۱۲۳
- اہل کتاب اور دیگر کفار سے حکم قتال ----- " ۱۱۲۴
- یہود و نصاریٰ پہلے کفار کی طرح ہیں ----- " ۱۱۲۵
- انہوں نے حلال و حرام اپنے علماء و عابدوں کے حوالہ کر دیا ----- " ۱۱۲۶
- ہے ----- " ۱۱۲۷
- پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا ----- " ۱۱۲۸
- اللہ تعالیٰ نے دین کو بہر صورت تمام ادیان پر غلبہ دینا ہے ----- " ۱۱۲۹
- حرام خور و حارور رہبان ----- " ۱۱۳۰
- جس مال سے اللہ کا حق نہ دیا جائے وہ کنز ہے اس کی یہ سزا ----- " ۱۱۳۱
- ہے ----- " ۱۱۳۲
- قیامت کے دن یہی مال آلہ سزا ہوگا ----- " ۱۱۳۳
- تخلیق ارض و سماء کے وقت سے مہینے بارہ ہیں ----- " ۱۱۳۴
- رسم نسی کی تردید ----- " ۱۱۳۵
- ترغیب جہاد ----- " ۱۱۳۶
- بو جھل پن پر اظہار ناراضی ----- " ۱۱۳۷
- نصرت دین کرو ورنہ اللہ تمہاری نصرت کا محتاج نہیں ----- " ۱۱۳۸
- واقعہ ہجرت ----- " ۱۱۳۹
- علماء کا قول ----- " ۱۱۴۰
- نزول سکینہ ----- " ۱۱۴۱
- سامان (اسلحہ اسباب) خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ اللہ کی راہ میں ----- " ۱۱۴۲
- نکلو ----- " ۱۱۴۳
- تذکرہ تہوک اور بہانہ باز منافقین ----- " ۱۱۴۴
- لطیف عتاب ----- " ۱۱۴۵
- آپ ان کو اجازت نہ دیتے تاکہ ان کا بچ جھوٹ سامنے آتا ----- " ۱۱۴۶

اے منافقو! تمہارا حال پہلوں جیسا ہے جو دنیا کے مزے لوٹ کر
 عذاب کا شکار بنے، تم بھی بنو گے۔ ۱۱۳۲
 پہلی اقوام کی انکو خبریں ملیں مگر عبرت حاصل نہیں کی بلکہ اسی کفر و
 تکذیب کے سبب وہ ہلاک ہوئے۔ ۱۱۳۵
 مؤمن مردوں، عورتوں پر اللہ کی رحمتیں ہوں گی۔ ۱۱۳۶
 ان سے ہمیشہ کی جنت کا وعدہ۔ ۱۱۳۷
 کفار و منافقین سے سخت رویہ اختیار کریں۔ ۱۱۳۸
 منافقین کا کلمہ کفر۔ ۱۱۳۹
 جلاّس کی توبہ۔ ۱۱۴۰
 کیا یہ احسان کا بدلہ ہے۔ ۱۱۴۱
 دعوتِ توبہ۔ ۱۱۴۲
 مال ملا تو بخل کرنے لگے۔ ۱۱۴۳
 پھر جب مال سے نفاق دل میں گھر گیا۔ ۱۱۴۴
 اللہ تو ان کی سرکشیوں سے بھی واقف ہے۔ ۱۱۴۵
 نفلی صدقات والوں پر طعنہ زنی۔ ۱۱۴۶
 عبد اللہ بن ابی کے لئے استغفار کی ممانعت۔ ۱۱۴۷
 تخلف جہاد پر منافقین کی خوشی۔ ۱۱۴۸
 استہزائی جملے۔ ۱۱۴۹
 عادتِ طیبہ۔ ۱۱۵۰
 ان کا مال و اولاد ان کے حق میں سو پانچ سو ہیں۔ ۱۱۵۱
 جہاد کے حکم سے مالدار بھاگتے ہیں۔ ۱۱۵۲
 وہ خانشعشعی کے خواہاں ہیں۔ ۱۱۵۳
 رسول اور مؤمن جہاد کرنے والے ہیں۔ ۱۱۵۴
 جنت کے حقدار۔ ۱۱۵۵
 بہانہ باز دیہاتی۔ ۱۱۵۶
 ضعفاء و معذورین کا استثناء۔ ۱۱۵۷
 زادِ سفر سے معذور لوگ۔ ۱۱۵۸
 مالدار پیچھے رہنے کی وجہ سے گنہگار ہیں۔ ۱۱۵۹

مؤمن پیچھے رہنے کی اجازت نہیں مانگتے۔ ۱۱۶۰
 طالبینِ اجازت منکرِ آخرت ہیں۔ ۱۱۶۱
 اگر بول سچے ہیں تو کچھ تیاری کرتے۔ ۱۱۶۲
 منافقین کے نکتے میں نقصان ہے فتنہ پردازی کا۔ ۱۱۶۳
 منافقین کی ایک بڑی سازش۔ ۱۱۶۴
 بعض منافقین کا عذر برتر از گناہ۔ ۱۱۶۵
 منافقین بیدار مغزی کے چیمپین۔ ۱۱۶۶
 دو دو باتوں کے منتظر مؤمن مددِ الہی و شہادت کے اور کافر عذاب
 اور کفر پر قتل کے۔ ۱۱۶۷
 تمہاری کوئی بات قابلِ قبول نہیں۔ ۱۱۶۸
 صدقہ قبول نہ کرنے کی وجہ کفر ہے۔ ۱۱۶۹
 منافقین کے لئے ان کے اموال باعثِ عذاب ہیں۔ ۱۱۷۰
 منافقین کا دعویٰ مسلمانی ڈر کی وجہ سے۔ ۱۱۷۱
 وہ پناہ گاہ کے متلاشی ہیں۔ ۱۱۷۲
 صدقات میں طعنہ زنی۔ ۱۱۷۳
 ان کو تقسیمِ رسول دل سے پسند کرنی چاہئے۔ ۱۱۷۴
 مواقعِ صدقات کی تفصیل۔ ۱۱۷۵
 پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دینے والے کو یہ "کان" ہے۔ ۱۱۷۶
 مسلمانوں کو خوش کرنے کے لئے قسمیں کھانا، حالانکہ اللہ اور رسول
 کو راضی کرنا چاہئے۔ ۱۱۷۷
 اللہ و رسول کا مخالف جہنمی ہے۔ ۱۱۷۸
 منافقین کو اپنے متعلق سورت اترنے کا خطرہ۔ ۱۱۷۹
 امر تہدید۔ ۱۱۸۰
 استہزاء پر استفسار اور خوش طبعی کا بہانہ کر دیا۔ ۱۱۸۱
 کیا منافقین کو ہنسی مذاق کے لئے اللہ و رسول ہی ملا ہے۔ ۱۱۸۲
 جھوٹے بہانے نہ بناؤ تم تو کافر ہو گئے ہو توبہ کرو۔ ۱۱۸۳
 منافقین مرد و عورتیں کامل فاسق ہیں۔ ۱۱۸۴
 کفار و منافقین ہمیشہ کی جہنم کے حقدار اور ملعون ہیں۔ ۱۱۸۵



النزل ۱

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

یہ سورت مکی ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ مدنی ہے۔ مگر صحیح ترین قول یہ ہے کہ یہ مکی اور مدنی ہے۔ یہ مکہ شریف میں اس وقت اتاری گئی جبکہ نماز کا فریضہ لاگو ہوا۔ پھر دوبارہ نزول مدینہ میں اس وقت ہوا جب تحویل قبلہ کا معاملہ پیش آیا۔ اسمائے سورت اور انکی وجوہ:

نمبر ۱۔ ام القرآن: (۱) حدیث میں اس کا یہ نام وارد ہوا ہے۔ لا صلاة لمن لم يقرأ بام القرآن (مسلم) اس کی نماز کامل نہیں جس نے ام القرآن نہ پڑھی۔ (ب) یہ قرآن مجید کے مقاصد پر مشتمل ہے۔

نمبر ۲۔ وافیہ، کافیہ: یہ سورت مقاصد قرآن کو اپنے اندر سمیٹنے والی ہے۔

نمبر ۳۔ الكنز: حدیث قدسی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ فاتحۃ الكتاب كنز من كنوز عروشی (ابن راہویہ) فاتحۃ الكتاب میرے عرش کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔

نمبر ۴۔ الشفاء، الشافیہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے فاتحۃ الكتاب شفاء من كل داء الا السام (فیض القدیر) فاتحۃ موت کے علاوہ ہر بیماری کا علاج، (شفاء) ہے۔

نمبر ۵۔ المثنائی: کیونکہ یہ نماز میں بار بار دہرائی جاتی ہے۔

نمبر ۶۔ سورة الصلاة (۱): اس روایت کی بناء پر (لا صلاة لمن لم يقرأ بام القرآن) کہ نماز کی تکمیل کا دار و مدار اس پر ہے۔ (ب) اس لئے بھی کہ یہ نماز میں فرض ہے یا واجب (فقہاء کے اختلاف کے مطابق)

نمبر ۱: سورۃ الحمد والاساس : یہ قرآن کی اساس و بنیاد ہے۔ جیسا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے ارشاد میں ذکر فرمایا اذا اعتللت او اشتکیت فعلیک بالاساس : کہ جب تو بیمار پڑ جائے تو فاتحہ کو لازم پکڑ۔“
تعداد آیات :

اس سورت میں بالاتفاق سات آیات ہیں۔ واللہ اعلم

اختلاف قراء اور انکے دلائل :

نمبر ۱ : قراء مدینہ، بصرہ اور شام رحمہم اللہ کا کہنا یہ ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ فاتحہ کی آیت نہیں اور نہ ہی یہ کسی دوسری سورت کی ابتدائی آیت ہے (البتہ سورت نمل کی آیت کا حصہ ہے انہ بسم اللہ الرحمن الرحیم الایۃ) ابتداء میں اس کو تبرک کے طور پر اور دوسورتوں کے مابین فاصلہ ظاہر کرنے کیلئے لایا جاتا ہے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے متبعین کا یہی مسلک ہے۔ اسی بناء پر ان کے ہاں فاتحہ کے ساتھ اس کو جہراً نہیں پڑھا جاتا۔

نمبر ۲ : دوسرا مسلک قراء مکہ اور کوفہ رحمہم اللہ کا ہے۔ کہ یہ نہ صرف سورت فاتحہ کی ایک آیت ہے۔ بلکہ ہر سورت کی (ابتدائی) آیت ہے۔ اس قول کو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے احباب نے اختیار فرمایا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اس کو فاتحہ کے ساتھ جہراً پڑھتے ہیں۔

دلائل شوافع رحمہم اللہ : نمبر ۱:

سلف صالحین رحمہم اللہ اس کو قرآن مجید میں لکھتے چلے آ رہے ہیں حالانکہ غیر قرآن کو قرآن میں لکھنے کی شدت سے ممانعت تھی (پس اس سے ثابت ہوا کہ یہ سورت فاتحہ کی آیت ہے)

نمبر ۲ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ کہ جس نے بسم اللہ کو چھوڑ دیا۔ اس نے گویا کتاب اللہ کی ایک سوچو وہ ۱۱۴ آیات کو چھوڑ دیا۔ (اس سے ثابت ہوا کہ یہ ہر سورت کی آیت ہے)

دلائل احناف رحمہم اللہ :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے صلاۃ یعنی فاتحہ کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان دو حصوں میں تقسیم کر لیا ہے۔ میرے بندے کیلئے وہ ہے۔ جو اس نے سوال کیا۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندے نے میری حمد کی۔

جب بندہ کہتا ہے الحمد لله رب العالمین۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندے نے میری ثناء کی۔

جب بندہ کہتا ہے الرحمن الرحیم۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی۔

جب بندہ کہتا ہے مالک يوم الدين۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان

جب بندہ کہتا ہے ایاک نعبد و ایاک نستعین۔

ہے۔ میرے بندے نے جو طلب کیا میں نے اس کو دے دیا۔

جب بندہ کہتا ہے اهدنا الصراط المستقیم تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ میرے بندے کیلئے خاص ہے اور میرے صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب بندے نے جو مجھ سے سوال کیا وہ میں نے اسے دے دیا۔ علیہم ولا الضالین۔ (مسلم، ترمذی)

(پس اگر بسم اللہ فاتحہ کا جزو ہو تو الحمد کی بجائے اولاً بسم اللہ کہا جاتا۔ اس سے ثابت ہوا کہ فاتحہ بسم اللہ کا جزو نہیں)۔ پس، الحمد لله رب العالمین سے سورت فاتحہ کی ابتداء کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ بسم اللہ فاتحہ کا جزو نہیں ہے۔ جب فاتحہ کا جزو نہ بنا تو دوسری سورتوں کا جزو نہ ہونا تو بالاتفاق خود ثابت ہو گیا۔ اور یہ روایت تو صحاح ستہ میں مذکور ہے۔

جواب روایت:

ان کی پیش کردہ روایت ہمارے مخالف نہیں کیونکہ بسم اللہ ہمارے نزدیک بھی قرآن مجید کی ایک آیت ہے۔ دوسورتوں کے درمیان فاصلہ کرنے اور سورتوں کے ابتداء میں تبرک حاصل کرنے کی غرض سے اتاری گئی۔ علامہ فخر الاسلام بریلوی نے یہ بات ”المبسوط“ میں ذکر کی ہے۔ ہم پر اعتراض اس روایت سے تب آتا جب اس کو ہم قرآن مجید کی آیت تسلیم نہ کرتے۔ ”الکافی“ میں اسکی تفصیل موجود ہے من شاء فلیراجع۔ با۔ کا تعلق محذوف سے ہے۔ جس کی تقدیر عبارت یہ ہے۔ بسم اللہ اقرءوا وَاَتْلُوا کیونکہ جو شخص بسم اللہ کی تلاوت کرتا ہے۔ تو وہ اس کا قاری ہے۔ جیسا کہ مسافر جب کسی جگہ خیمہ زن ہو یا وہاں سے کوچ کرے تو کہتا ہے۔ باسم اللہ والبرکات یعنی (بسم اللہ احل وبسم اللہ ارتحل) کہ میں اللہ کے نام کی برکت سے اترتا اور اللہ کے نام کی برکت سے کوچ کرتا ہوں۔ اسی طرح ذبح کرنے والا (کہتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے نام سے ذبح کرتا ہوں)۔

اصول:

یہ فاعل جو بسم اللہ سے اپنے فعل کو شروع کرے گا تو وہی فعل مضمر ہوگا جس کی ابتداء بسم اللہ سے کی گئی ہے۔ البتہ: فعل محذوف آخر میں مانا جائے گا۔ کیونکہ فعل اور متعلق یہ سے زیادہ اہم متعلق یہ ہے (کیونکہ مقصود وہی ہوتا ہے) عادت مشرکین:

مشرکین اپنے معبودوں کے نام سے ابتداء کرتے ہوئے کہتے باسم اللات و باسم العزی۔ (اسلام نے شرک کی جڑ کو اکھیڑا ہے) اس لئے مؤمن موحّد کیلئے ضروری ٹھہرا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نام کو ابتداء میں لائے تاکہ ہر چیز کی ابتداء کیلئے اللہ تعالیٰ کے نام کا خاص ہونا ثابت ہو سکے اور یہ مقصد صرف اس صورت میں پورا ہو سکتا ہے جبکہ متعلق پہ کو پہلے لایا جائے اور فعل کو آخر میں ذکر کیا جائے۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب:

سوال: اقرأ باسم ربک: علق: ۱۔ میں فعل کو مقدم کیوں کیا گیا۔

جواب: ایک قول کے مطابق یہ سب سے پہلے اترنے والی سورت ہے۔ اس وقت قراءت کا حکم زیادہ اہمیت والا تھا۔ اسی لئے

فعل قراءت کو مقدم کر دیا گیا تاکہ حکم قراءت دلوں میں خوب پختہ و جاگزین ہو جائے۔

جواب: نمبر ۲ یہ بھی درست ہے کہ قراءت کو افعال القراءۃ و حقیقہا (کہ تم قراءت کرو اور خوب اچھی طرح کرو) کے معنی میں مان لیا جائے اور یہ اس محاورہ عرب کے مطابق ہوگا۔ فلان يعطی و يمنع پھر اس کا فعل الگ محذوف ہوگا۔ جس پر بسم اللہ پڑھا جائے گا۔ اسکی طرف متعدی نہ ہوگا۔

جواب نمبر ۳: یہ بھی ممکن ہے کہ بسم ربک اس اقرار کا مفعول ہو جو بعد میں محذوف ہے۔ اور ”اسم اللہ“ کا تعلق قراءت سے اسی طرح کا مانا جائے جو اس آیت میں ”تنبت بالدهن (المومنون: ۲۰) میں دهن (تیل) کا انبات (اگنے) سے ہے۔ پس معنی یہ ہوگا۔ متبرکاً باسم اللہ اقرء میں اللہ تعالیٰ کے نام سے تبرک حاصل کرتے ہوئے پڑھتا ہوں۔
نکتہ: اسمیں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو تعلیم دی کہ وہ اس کے نام سے کس طرح تبرک حاصل کریں اور اسکی کس طرح تعظیم بجالائیں۔

بسم اللہ کی باکسرہ پڑنی ہے کیونکہ وہ کسرہ حرفیت اور جر کا لازمہ ہے۔ اسی لئے باکو مسور رکھتا تاکہ اسکی حرکت اس کے عمل کے مشابہ ہو۔

لفظ اسم کی تحقیق:

اسم: یہ لفظ ان اسماء میں سے ہے۔ جنکا حرف اول مبنی بالسکون ہے۔ جیسا کہ ابن اور ابنة وغیرہ۔ جب ان سے ابتداء کر کے پڑھنا چاہیں تو ہمزہ لگا دیا جاتا ہے۔ کیونکہ ساکن سے ابتداء نہیں کی جاسکتی۔ البتہ درمیان کلام میں جب یہ الفاظ آجائیں گے تو پھر ہمزہ کی ضرورت سے مستغنی ہو جاتے ہیں۔

بعض علماء: ہمزہ کا اضافہ نہیں کرتے بلکہ صرف ساکن کو حرکت دینے پر اکتفاء کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ اس کو یسم اور سُم پڑھتے ہیں۔

یہ ان اسماء میں سے ہے۔ جس کا آخری حرف حذف کر دیا گیا جس طرح کہ ید اصل میں یدٰی اور دم اصل میں دمو ہے۔ اسی طرح اسکی اصل سِمو ہے۔ جس کی دلیل وہ تبدیلی ہے جو اسماء سمی، سُمیت میں نظر آرہی ہے۔ یہ سِمو بمعنی بلندی سے مشتق ہے۔ کیونکہ نام مُسَمٰی کی تعریف کو ظاہر کرتا ہے۔ اور اس کے تذکرے کو پھیلانے والا ہے۔

بسم اللہ: میں الف کتابت سے حذف کر دیا گیا۔ اور اقراراً بسم ربک: (العلق: ۱) میں ذکر کر دیا کیونکہ اسمیں بھی دونوں جمع ہو سکتے ہیں۔ مگر بسم اللہ میں تو کثرت استعمال کی وجہ سے تلفظ سے ساقط کر دیا گیا۔ (اور اقراراً بسم میں کثرت استعمال نہیں اس لئے کتابت حذف نہیں کیا گیا) بسم اللہ کی باکو حذف کے بدلے میں لمبا لکھا جائے گا۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کاتب کو حکم دیا کہ ب کو لمبا لکھو۔ س، کو ظاہر کرو اور م کو گول لکھا کرو۔ (اس میں کتاب اللہ کی تعظیم ہے)

لفظ اللہ کی تحقیق:

اللہ: اسکی اصل اِلٰہ ہے اسکی نظیر الناس کا لفظ ہے جس کی اصل اُناس ہے ہمزہ کو حذف کر کے ابتداء میں الف لام کا اضافہ کر دیا۔ اِلٰہ کا لفظ اسماء جنس میں سے ہے۔ ہر حق و باطل معبود پر بولا جاتا ہے۔ پھر معبود حقیقی کیلئے اس کا استعمال غالب آ گیا۔ جیسا کہ انجم کا لفظ ہر ستارے پر بولا جاتا ہے۔ پھر ثریا (کہکشاں) کیلئے اس کا استعمال غالب ہو گیا۔ اللہ کا لفظ حذف ہمزہ کے ساتھ فقط معبود برحق پر ہی بولا جاتا ہے۔ غیر پر اس کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ یہ اسم ہے۔ صفت نہیں۔

دلیل نمبر ۱: کیونکہ اس کو بطور موصوف لاتے ہیں، خود اس کو بطور صفت استعمال نہیں کرتے۔ اس طرح یہ نہیں کہا جاتا شئی ءِ اِلٰہ۔ جس طرح کہ شئیء و جل نہیں کہتے۔ بلکہ کہتے ہیں اِلٰہ واحد صمد۔ اِلٰہ جو اکیلا بے نیاز ہے۔

دلیل نمبر ۲: اللہ تعالیٰ کی صفت کیلئے ضروری ہے کہ کوئی ایسا موصوف ہو جس پر وہ صفات بولی جائیں۔ پھر اگر تمام کو صفات قرار دیا جائے تو کہنا پڑے گا۔ کہ یہ صفات تو ہیں مگر ان کا موصوف کوئی نہیں۔ اور یہ بات درست نہیں۔

علماء نحو کا اختلاف:

جلیل القدر علماء نحو خلیل، زجاج، محمد بن الحسن، حسین بن الفضل رحمہم اللہ نے اس کو مشتق نہیں مانا بلکہ اشتقاق کا انکار کیا۔

اشتقاق کا معنی:

بعض نے کہا اشتقاق کا معنی یہ ہے کہ ترکیب اور معنی میں دو یا زیادہ لفظ مشترک ہو جائیں۔ اس اسم کا لفظ اِلٰہ یا لَہ (حیران ہونا) ہو۔ یہ لفظ حیرانی اور دہشت کو اپنے اندر شامل کرنے والے ہیں۔ اور اسکی وجہ یہ ہے کہ معبود کی پہچان میں وہم و گمان حیران ہیں۔ اور بڑے تیز عقل والے دہشت زدہ ہیں۔ اسی وجہ سے گمراہی کثرت سے ہے۔ اور باطل پھیل رہا ہے۔ اور صحیح سوچ و فکر کی کمی ہے۔

دوسرا قول:

بعض نے کہا یہ اِلٰہ یا لَہ الاہا۔ اس نے عبادت کی۔ سے ماخوذ ہے یہ مصدر ہے جو ما لُوہ بمعنی معبود کے مستعمل ہے۔ جیسا کہ آیت: ”هَذَا خَلْقُ اللّٰهِ“ لقمان (۱) میں خلق کا لفظ بمعنی مخلوق استعمال ہوا ہے۔

اختلاف قراءت:

جب اس کے لام سے قبل ضمہ یافتہ ہو تو لام کو تنخیم سے پڑھا جائے گا۔ اور اگر لام سے پہلے کسرہ ہو تو ترقیق ہوگی۔ بعض قراء نے ہر حال میں ترقیق کی ہے جبکہ دوسروں نے ہر حال میں تنخیم مگر جمہور کا قول وہی ہے جو ہم نے پہلے نقل کر دیا۔

لفظ رحمٰن و رحیم کی تحقیق:

الرحمن: یہ رحم سے بروزن فعلان ہے۔ اس ذات کو کہتے ہیں جس کی رحمت ہر چیز پر حاوی ہو۔ اسکی نظیر غضبان کا لفظ ہے جو غضب سے ہے۔ غضبان اس شخص کو کہتے ہیں جو غصے سے بھرا ہوا ہو۔ اسی طرح الرحیم: رحم سے فعیل کا وزن ہے جیسا مرض سے مریض۔ لفظ رحمان میں مبالغہ رحیم کی بہ نسبت زیادہ ہے۔

وجہ اول: کیونکہ رحیم میں ایک لفظ زائد ہے۔ اور رحمان میں دو لفظ ہیں اور الفاظ کا اضافہ معنی کے اضافہ پر دلالت کرتا ہے۔ اسی لئے دعا میں یا رحمان الدنیا کے الفاظ آئے ہیں۔ کیونکہ رحمان کی رحمت سے مومن و کافر ہر دو فائدہ اٹھا رہے ہیں اور ”رحیم“ الآخرۃ کے لفظ آئے ہیں۔ کیونکہ وہ رحمت ایمان والوں کیلئے مخصوص ہے۔

وجہ دوم: علماء نے فرمایا رحمان اللہ تعالیٰ کا نام ہونے کی وجہ سے خاص ہے اس سے غیر اللہ کی صفت نہیں کی جاسکتی۔ اور معنی کے اعتبار سے عام ہے جیسا کہ ہم نے بیان کر دیا۔ الرحیم اس کے برعکس غیر کی صفت بن سکتا ہے اور اسکی رحمت ایمان والوں کیلئے خاص ہوگی۔ اسی لئے رحمان کو مقدم کیا گیا۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۝ مَلِكٌ يَوْمَ الدِّينِ ۝ اِيَّاكَ

سب تعریفیں اللہ ہی کیلئے ہیں جو پروردگار ہے سارے جہانوں کا جو سب سے بڑا مہربان بہت زیادہ رحم کرنے والا ہے مالک ہے روز جزا کا ہم تیری ہی

نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝

عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں چلا ہم کو سیدھے راستے پر

سوال: اگرچہ زیادہ بلیغ رحمان کا مقدم کرنا ہے۔ اور قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ اوئی سے اعلیٰ کی طرف ترقی ہو جیسے کہا جاتا ہے۔ ”فلان عالم نحویر“ فلاں زبردست عالم ہے۔

جواب: یہ غیر اللہ کی صفت نہیں بنتا اس لئے یہ بمنزلہ علم کے ہوا۔ (اور علم صفت سے مقدم لایا جاتا ہے)

رحمت کا مطلب:

اللہ کی رحمت سے مراد بندوں پر اس کا انعام و احسان کرنا ہے۔ اصل میں رحمت کا معنی شفقت ہے۔ (اللہ تعالیٰ کے اسماء صفات میں مبادی کا لحاظ نہیں بلکہ غایات کا لحاظ ہے۔ انسانوں کیلئے بعض صفات کا استعمال مبادی کے لحاظ سے ہے۔ فافہم و تدبر۔ مترجم)

مسلمہ کذاب کے بارے میں شاعر کا قول:

وانت غيث الوردى لا زلت رحمانا۔ اس میں مسلمہ کیلئے رحمان کا لفظ استعمال کیا گیا۔ درحقیقت یہ کفر پر محض ضد بازی کی وجہ سے ایسا کیا گیا۔ (حالانکہ محاورہ عرب اس کا ساتھ نہیں دیتا کیونکہ ان کے ہاں یہ لفظ استعمال میں ہی نہ تھا قالوا وما الرحمن)۔

نحوی اختلاف: رحمان: نمبر ۱:

غیر منصرف ہے ان علماء کے ہاں جو فعلا نہ مؤنث کا وزن نہ آنے کی وجہ سے فعلان کو غیر منصرف مانتے ہیں۔

نمبر ۲: یہ منصرف ہے۔ کیونکہ اسکی مؤنث فعلی کے وزن پر نہیں بنتی ان دونوں میں اول قول رائج ہے۔

حمد کی تشریح:

الْحَمْدُ: فضیلت کے انداز سے کسی خوبی پر تعریف کرنا۔ یہ مبتداء ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے۔ اصل میں یہ منصوب ہے۔ فعل مضمر کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے۔ اسکی تفصیل اسطرح ہے۔ فعل مضمر جو خبر کے معنی میں ہو اس کا منصوب مصدر اس کو مانا گیا۔ جیسا کہ عرب کا قول شکرًا و کفرًا ای شکر ت شکرًا۔

مرفوع کی وجہ:

منصوب سے مرفوع کی طرف عدول کرنے کی وجہ معنی میں پختگی و ثبوت ظاہر کرنا ہے۔

للہ: یہ مبتداء کی خبر ہے۔ لام کا تعلق محذوف واجب یا ثابت سے ہے۔

حمد و مدح و شکر میں فرق:

کسی اختیاری خوبی پر زبان سے تعریف کرنا خواہ مقابلہ میں نعمت ہو یا نہ حمد کہلاتا ہے۔ حمد و مدح دونوں ہم معنی ہیں۔ مثلاً تم کہو گے۔ حمدت الرجل علی انعامہ، حمدتہ علی شجاعته و حسبہ۔ پہلی مثال میں مقابلے میں نعمت ہے اور دوسری مثال میں نعمت وغیرہ کچھ نہیں۔ شکر خاص طور پر نعمت پر کیا جاتا ہے۔ البتہ شکر دل، زبان، اعضاء تمام سے ہی کیا جاتا ہے۔ جیسا شاعر کا یہ قول: افادتکم النعماء منی ثلاثہ۔ یدی ولسانی والضمیر المحجبا۔

نعمتوں کا فائدہ تمہیں میری طرف سے تین طرح پہنچا۔ میرے، ہاتھ، زبان اور مخفی ضمیر سے۔ (یہاں شکر کے بالمقابل زبان، ہاتھ اور ضمیر تینوں کا ذکر کیا)

حمد: صرف زبان سے ہوتی ہے۔ وہ شکر کا ایک شعبہ ہے۔ اور اس حدیث میں یہی معنی ہے: الحمد رأس الشکر ما شکر اللہ عبدہم یحمدہ: (حمد شکر کی چوٹی ہے۔ اور اس بندے نے شکر ادا نہیں کیا جس نے اللہ کی تعریف نہیں کی) اس ارشاد میں حمد کو شکر کی چوٹی قرار دیا گیا۔ کیونکہ زبان سے نعمت کا تذکرہ کرنے سے زیادہ پھیلتا ہے۔ بہ نسبت اعتقاد اور اعمال جو ارجح کے۔ کیونکہ دل کا عمل مخفی ہے اور اعضاء کے عمل میں احتمال ہے۔ حمد کی نقیض ذم ہے اور شکر کی نقیض کفران ہے۔

شکر و مدح کا فرق:

یہ بھی کہا گیا ہے کہ مدح: اوصاف کمال پر کسی کی تعریف کرنا مثلاً باقی رہنا، قادر، عالم، ابدی، ازلی ہونا۔

شکر: جس کی طرف سے قسمائتم کی مہربانیاں ہوں ان پر اسکی تعریف کرنا۔ اور حمد کا لفظ شکر و مدح دونوں کو شامل ہے۔

الحمد کا الف لام ہمارے نزدیک استغراق کیلئے ہے بخلاف معزلہ کے۔ اسی لئے اس کو اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ ملایا جو اسم ذات ہے۔ اور تمام صفات کمال کو جامع ہے۔ اور یہی بنیاد ہے مسئلہ خلق افعال کی جس کی تحقیق کئی مقام پر میں نے کر دی ہے۔

رب اور عالمین کا معنی:

رب العالمین: الرب۔ مالک، حضرت ابوسفیان کو صفوان نے جو بات کہی لان یربنی رجل من قریش احب الی من ان یربنی رجل من ہوازن، اگر میرا مالک قریش کا کوئی آدمی ہو وہ بہتر ہے اس بات سے کہ ہوازن کا کوئی آدمی میرا مالک ہو۔

اس طرح بولتے ہیں رَبِّ يَرْبُّهُ فَهُوَ رَبٌّ۔ یہ اسم فاعل کے معنی میں ہے۔
دوسرا قول: یہ بھی درست ہے کہ یہ مصدر ہو جو مبالغہ کیلئے لایا گیا ہو، جیسا کہ کسی عادل کو عدل کہتے ہیں۔
طریق استعمال:

مطلقاً لفظ رب اللہ وحدہ کیلئے بولا جاتا ہے۔ اور بندوں کیلئے اس کا استعمال قید و نسبت کے ساتھ ہوتا ہے جیسا ان آیات میں: اِنَّ رَبِّيْ اَحْسَنُ مِّثْوًى: یوسف: ۲۳۔ اَرْجِعْ اِلٰی رَبِّكَ: یوسف: ۵۰۔
واسطی نے کہا وہ ابتداء کرنے والا ہونے کے لحاظ سے خالق ہے اور غذاء دینے کے لحاظ سے مربی اور انتہاء کے لحاظ سے غافر ہے۔ یہ اللہ کا اسم اعظم ہے۔

العالم: نمبر ۱: جس چیز سے خالق کا علم ہو خواہ جو اہر کی قسم سے ہو یا اعراض یا اجسام میں سے ہو۔ نمبر ۲: ہر موجود ماسوی اللہ کو کہتے ہیں۔ اس کا یہ نام اس لئے رکھا گیا کیونکہ یہ اس کے وجود کی علامت ہے۔

سوال: اسکی جمع واؤنوں کے ساتھ لائی گئی ہے۔ حالانکہ واؤنوں والی جمع تو عقلاء کے ساتھ خاص ہے یا ان اعلام میں آتی ہے جو جمع عاقل کے حکم میں ہیں۔

جواب: اس میں وصفیت کے معنی ہیں جو کہ علم کے معنی کیلئے دلالت ہے (پس جمع لانا درست ثابت ہو گیا)
الرحمان الرحیم: انکی تفصیل بسم اللہ کے بیان میں گزری۔ انکا اعادہ اس بات کی دلیل ہے کہ تسمیہ فاتحہ کا حصہ نہیں۔ کیونکہ اعادہ فائدہ سے خالی ہوتا ہے۔

مَلِک: عاصم و علی (رحمہما اللہ) ان دونوں کے علاوہ ملک پڑھتے ہیں۔ بعض نے اسی کو اختیار کیا کیونکہ اس میں اضافت کی ضرورت نہیں اور قرآن مجید میں لَمَنْ الْمَلِکُ الْیَوْمَ۔ غافر: ۱۶ میں اس طرح ہے۔ اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ملک مالک ہوتا ہے مگر ہر مالک ملک نہیں ہوتا۔ اور دوسری وجہ یہ بھی ہے۔ ملک کا حکم مالک پر نافذ ہوتا ہے اس کا عکس نہیں۔
بعض نے کہا مالک کا ثواب زیادہ ہے۔ کیونکہ اسمیں حروف زیادہ ہیں۔ امام ابو حنیفہ اور امام حسن رحمہما اللہ نے ملک پڑھا ہے۔

قیامت کا دن کیا ہے؟

یَوْمِ الدِّیْنِ: بدلے کا دن۔ کہا جاتا ہے کما تدین تدان۔ جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔ یہاں اسم فاعل کو بطور توسع ظرف کی طرف مضاف کیا ہے۔ جیسا کہتے ہیں یا سارق اللیلة اهل الدار۔ (اے رات کو گھر میں چوری کرنے والے) اب معنی یہ ہوگا قیامت کے دن تمام اختیارات کا مالک۔

سوال: قیامت کے دن کے ساتھ ملکیت کی تخصیص کیوں کی گئی۔

جواب: کیونکہ اختیار اس دن فقط اللہ ہی کیلئے ہوگا۔

سوال: قیامت کے واقع ہونے کو معرفہ کی صفت کے طور پر ذکر کیا حالانکہ اسم فاعل کی اضافت تو غیر حقیقی ہے۔

جواب: کیونکہ اس سے مقصود استمرار ہے پس اضافت حقیقی بن گئی۔ اور اس کو اس طرح اسلئے لائے تاکہ معرفہ کی صفت بن سکے۔

سوال: یہ صفات جو اللہ تعالیٰ کی ذات کیلئے استعمال کی گئی ہیں۔ مثلاً رب ہونا یعنی تمام جہانوں کا مالک ہونا اور تمام انعامات دینے والا ہونا۔ اور ثواب و عذاب کے دن تمام اختیارات کا مالک ہونا وغیرہ حالانکہ الحمد للہ سے ہی ثابت ہو چکا کہ حمد کے ساتھ تو اللہ تعالیٰ کی ذات خاص ہے۔ کیا وجہ ہے؟

جواب: درحقیقت یہ بات ثابت کرنے کیلئے کہ جس ذات کی یہ صفات ہوں اس سے بڑھ کر حمد و ثناء کا کوئی مستحق نہیں۔
إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ:

ایّا: خلیل اور سیبویہ رحمہما اللہ کے نزدیک یہ اسم ضمیر ہے پھر سیبویہ کہتے ہیں کاف حرف خطاب ہے اور اس کا محل اعراب کوئی نہیں۔ مگر خلیل رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ کاف اسم ضمیر ہے۔ جس کی طرف "ایّا" کے لفظ کو مضاف کر دیا۔ کیونکہ فعل و فاعل سے مقدم آنے کی وجہ سے یہ اسم ظاہر کے مشابہ ہے۔

کوفی علماء: (رحمہم اللہ) ایّا ایک مکمل اسم ہے۔

آیت میں فعل سے پہلے مفعول کو اس لئے لائے تاکہ تخصیص ہو جائے۔ اب معنی یہ ہوگا۔ ہم تجھے ہی عبادت کے ساتھ خاص کرتے ہیں۔

عبادت کا معنی:

عبادت: خضوع و عاجزی کی آخری حد کو کہتے ہیں۔ (إِيَّاكَ نَسْتَعِينُ) ہم امداد کی طلب میں تجھے ہی خاص کرتے ہیں۔

غائب سے خطاب:

صنعت التفات کی وجہ سے غائب سے مخاطب کی طرف رجوع کیا۔ یہ التفات کبھی غائب سے خطاب، کبھی خطاب سے غائب اور کبھی غائب سے متکلم کی طرف ہوتا ہے جیسا قرآن مجید کی اس آیت میں حتیٰ اذا كنتم في الفلك وجرين بهم بریح طيبة۔ یونس: ۲۲ خطاب سے غائب کی طرف ہے اور آیت اللہ الذی یُرسل الریاح فتثیر سحابا فسقنة: فاطر ۹۰ میں غائب سے متکلم کی طرف ہے۔

اسی طرح امرء القیس کے ان اشعار میں تطاول لیلک بالاثمد۔ ونام الخلی ولّم ترقد۔ بات و بات له لیلہ۔ کليلة ذی العائر الارمد۔ وذلك من نبا جاء نی۔ وخبرته عن ابی الاسود۔ ان اشعار میں لیلی۔ بت۔ جاء ک۔ نہیں کہا بلکہ اسکی بجائے لیلک، بات، جاء فی کہا۔

کلام عرب میں صنعت التفات عام استعمال ہوتی ہے۔ اسکی وجہ ان کے خیال میں یہ ہے کہ جب کلام کا اسلوب بدل جائے تو سامع کے دل کو زیادہ متاثر کرتا ہے۔ اور یہ اسلوب مخاطب کیلئے نشاط طبع کے اضافہ کا باعث بنتا ہے۔ اور اسکی توجہ کو اور زیادہ مائل و مبذول کرتا ہے۔

اگرچہ بعض اوقات اس سے مزید خصوصی فوائد و لطائف بھی حاصل ہوتے ہیں۔ مگر ایسی باتیں مخصوص ماہرین کلام اور بڑے علماء کے سامنے ذکر کرنا مناسب ہیں۔ اور ایسے لوگوں کی تعداد اقل قلیل ہے۔

خاص نکتہ:

مگر اس جگہ مخصوص بات یہ ہے کہ جب حمد و ثناء کے لائق ذات کا تذکرہ کیا اور اس پر ان عظیم صفات کو جاری کیا۔ تو اب ہم ایک عظیم الشان ذات سے متعلق ہوا جو کہ تعریف کے لائق اور مہمات و مشکلات میں مدد کے قابل اور اس لائق ہے کہ اپنی انتہائی عاجزی اس کے سامنے پیش کی جائے۔ پس اسی معلوم اور جانی پہچانی ذات کو خطاب کر کے کہا جو ان صفات سے ممتاز ہے۔ اے وہ ذات جس کی یہ صفات ہیں ہم تیری ہی عبادت کرتے اور تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں تیرے سوا اور کسی سے نہیں۔

نکتہ:

عبادت کو استعانت پر اس وجہ سے مقدم کیا گیا۔ کیونکہ طلب حاجت سے پہلے ذریعہ طلب کو لانا قبولیت کے زیادہ قریب ہے۔ یا نظم عبادت کا لحاظ کرتے ہوئے عبادت کو استعانت پر اسی طرح مقدم کر دیا جیسا رحمان کو رحیم پر اگرچہ بلوغ تربعد میں لایا جاتا ہے۔

ع

صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ٥

جو ان لوگوں کا راستہ ہے جن پر تو نے انعام فرمایا جن پر غصہ نہیں کیا گیا اور جو گمراہ نہیں ہیں۔

استعانت کو بلا کسی قید کے ذکر کیا تا کہ ہر چیز جس میں استعانت کی ضرورت ہے ان سب کو شامل ہو۔ اور یہ بھی درست ہے۔ کہ یہ مراد لی جائے کہ ادائے عبادت میں اللہ تعالیٰ سے مدد اور توفیق مانگی گئی ہے۔ (اس طرح) اہدانا مطلوبہ معونت کا بیان بن جائے گا۔ گویا اس طرح کہا گیا (اے میرے بندو) میں کیسے تمہاری امداد کروں؟ تو بندوں نے عرض کیا (تو ہمیں سیدھے راستے پر ثابت قدم فرما)

ہدایت و صراط کا مطلب:

إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ: نمبر ۱: یعنی ہمیں واضح راستے پر قائم فرما۔ جیسا کھڑے کو کہا جاتا ہے۔ قم حتیٰ اعود الیک یعنی اپنی اسی حالت پر میرے لوٹنے تک ثابت وقائم رہو۔

نمبر ۲: تو ہمیں مستقبل میں بھی اسی طرح ہدایت دے جس طرح حال میں ہدایت دے رکھی ہے۔

ہدی: ایک مفعول کی طرف متعدی ہوتا ہے۔ دو مفعول کی طرف اس کا متعدی ہونا بھی بغیر صلہ کے اس آیت میں آیا ہے۔ اور الٰہی اور لام کے صلہ کے ساتھ بھی متعدی ہونا قرآن مجید کی ان آیات (هَذَا نَا لِهَذَا۔ الاعراف: ۴۳۔ هِدَانِي رَبِّي اِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ: الانعام: ۱۶) میں وارد ہے۔

الصراط: راستہ۔ یہ شرط الشئ سے لیا گیا۔ اس نے اس چیز کو نگل لیا۔ گویا چلنے والا اپنے پاؤں کو چلتے ہوئے نگلتا جاتا ہے۔ اختلاف قراءات: السراط کی سین کو صا د سے بدل دیا گیا۔ کیونکہ حروف اطباق ہونے میں یہ ط کا ہم جنس ہے۔ ص، ض، ط، ظ یہ حروف اطباق میں سے ہیں۔

کبھی ص کو ز کی آواز کا اشہام دیکر پڑھتے ہیں۔ کیونکہ ز، ط کے قریب تر ہے۔ کیونکہ وہ دونوں حروف مجہورہ میں سے ہیں۔ یہ

امام حمزہ کی قراءت ہے۔

امام ابن کثیر تمام قرآن میں س پڑھتے ہیں۔ اور کلمہ کی اصل یہی ہے۔

باقی قراء خالص ”ص“ پڑھتے ہیں اور لغت قریش یہی ہے اور مصحف امام میں ص ہی ثابت ہے۔

صراط کا لفظ مذکر و مؤنث استعمال ہوتا ہے۔ رلیق اور سبیل کا لفظ۔ صراط مستقیم سے مراد حق کا راستہ ہے اور وہ ملت اسلام ہے۔

فائدہ تاکید:

صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ: یہ صراط کا لفظ پہلے صراط سے بدل ہے۔ اور اس کو دوبارہ لانے کا حکم وہی ہے جو عامل کو دوبارہ لانے کا ہے۔ دوبارہ لانے میں تاکید کا فائدہ حاصل ہوا اور یہ بھی بتلادیا کہ صراط مستقیم کی تفسیر صراط المسلمین (مسلمانوں کا راستہ) ہے۔ تاکہ مسلمانوں کے راستہ پر استقامت اختیار کرنے کی انتہائی بلغ دلیل بن جائے۔ اور مؤکد شہادت ثابت ہو۔ (انعمت علیہم) وہ مؤمن ہیں یا انبیاء علیہم السلام یا تبدیلی سے پہلے بنی اسرائیل جو قوم موسیٰ علیہ السلام ہیں۔

غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ:

تفسیر اول: یہ الذین انعمت علیہم سے بدل ہے۔ یعنی انعام یافتہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے غضب اور گمراہی سے محفوظ رہے۔

تفسیر دوم: الذین کی صفت ہے۔ اب معنی یہ ہوگا کہ انہوں نے عمومی نعمت یعنی ایمان اور غضب الہی اور گمراہی میں سے سلامتی والی نعمتوں کو جمع کر لیا ہے۔

معروف اشکال:

اشکال: یہ الذین کی صفت کیسے بن سکتی ہے جبکہ وہ معرفہ ہے۔

جواب اول: یہ الذین کی صفت بن سکتی ہے۔ اگرچہ وہ معرفہ ہے اور غیر کا لفظ اضافت سے معرفہ بھی نہیں بنتا۔ اصل وجہ یہ ہے کہ یہاں وہ دو متضاد معرفوں کے درمیان واقع ہے۔ پس غیر کا لفظ اضافت سے معرفہ بن گیا۔ جیسا اس مثال میں عجب من الحركة غیر السكون (الحركة والسكون) تو متضاد معرفنے ہیں پس غیر اضافت کی وجہ سے معرفہ بن کر الحركة کی صفت ہوا (اسی طرح آیت میں منعم علیہم اور مغضوب علیہم دو متضاد معرفنے ہیں۔ (اس لئے غیر المغضوب معرفہ ہو کر صفت بن گیا)

جواب دوم: الذین نکرہ کے قریب ہے۔ اور اس سے مراد کوئی معین و مخصوص قوم نہیں اور غیر المغضوب علیہم یہ معرفہ کے قریب ہے۔ اس تخصیص کی وجہ سے جو اضافت کی وجہ سے اس کو حاصل ہوئی۔

پس حاصل یہ ہے کہ ایک ایک لحاظ سے دونوں میں ابہام ہے۔ اور ایک ایک وجہ سے تخصیص ہے۔ پس دونوں حیثیت میں برابر ہوئے (صفت بننے میں اشکال نہ رہا)

اَوَّلَ عَلَيْهِمْ : یہ مفعولیت کی وجہ سے محلاً منصوب ہے۔ دوسرا عَلَيْهِمْ : فاعلیت کی وجہ سے محلاً مرفوع ہے۔

مراد غضب اللہ:

غضب اللہ : سے مراد جھٹلانے والوں سے انتقام کا ارادہ کرنا اور ان پر سزا کا اتارنا اور ان کے ساتھ ایسا سلوک کرنا جو بادشاہ اپنے ماتحتوں سے کرتے ہیں جبکہ وہ ان پر غضبناک ہوں۔

بعض علماء نے کہا مغضوب علیہم سے مراد یہود ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا من لعنہ اللہ و غضب علیہ۔

المائدہ: ۶۰۔ اور الضالون سے مراد نصرانی ہیں کیونکہ ارشاد الہی ہے۔ قد ضلوا من قبل۔ المائدہ: ۷۷۔

لا : بصریین کے ہاں لا: زائدہ ہے جو تاکید کیلئے لایا گیا۔ کوفیین کے نزدیک یہ غیر کے معنی میں ہے۔

آمین : یہ اسم صوت ہے جو فعلِ اسْتَجَبْ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ جس طرح کہ روید اسم ہے: امھل: فعل کے معنی میں آتا ہے۔

معنی آمین قول ابن عباس رضی اللہ عنہما :

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آمین کا معنی دریافت کیا تو آپ نے فرمایا۔ اِفْعَلْ۔ (ایسا کر دے)

تحقیق لفظ:

یہی ہے۔ آمین دو لغتیں ہیں مد اور قصر۔ قصر اصل ہے۔ جبکہ مد اشباعِ ہمزہ کی وجہ سے ہے۔ جیسا کہ شاعر کا قول ویرحم اللہ عبداً قال آمینا۔

دوسرے شاعر کا قول: آمین، فراد اللہ ما بیننا بعدا۔

پہلے شعر میں مد ہے جبکہ دوسرے میں قصر ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبریل امین علیہ السلام نے مجھے قراءت فاتحہ کے وقت آمین کی تلقین فرمائی۔ اور کہا کہ یہ خط کے آخر میں مہر کی طرح ہے۔“

البتہ آمین قرآن میں سے نہیں اسی لئے اس کو مصاحف میں لکھا نہیں جاتا۔

۲۰۰۱-۱۱-۸

جمعرات ۲۱ شعبان المعظم

سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ مَدَنِيَّةٌ ۲

سورة بقرہ مدینہ میں نازل ہوئی

وَهُمْ يَلِئَانَا فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا

اس میں دو سو چھیالیس آیتیں اور چالیس رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

الَمْ ۱ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ شَيْخٌ فِيْهِ هُدًى

الَمْ: یہ کتاب ایسی ہے جس میں کوئی شک نہیں ہے۔ اِس میں ہدایت ہے

لِّلْمُتَّقِيْنَ ۲ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ

الْمُتَّقِيْنَ کے لئے۔ جو ایمان لاتے ہیں غیب پر اور قائم کرتے ہیں نماز کو

وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۳

اور ہمارے دیئے ہوئے میں سے خرچ کرتے ہیں۔

حروف مقطعات کی بحث:

الَمْ: اور اسکے ہم مثل حروف مقطعات حقیقت میں ایسے اسماء ہیں جن کے مصداق وہ حروف تہجی ہیں جن سے مل کر کلمات بنتے ہیں۔ پس الف قال کے درمیان والے حرف پر دلالت کرتا ہے۔ اور لام اسکے آخری حرف پر دلالت کر رہا ہے اور ان کے مشابہ حروف کا یہی حال ہے۔

اسمیت کے دلائل: پہلی دلیل یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک اپنے ذاتی معنی پر دلالت کرتا ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ امالہ، تفخیم، تعریف و تنکیر (معرفہ و نکرہ ہونا) اسی طرح جمع اور تصغیر سے ان میں تبدیلی کی جاتی ہے۔ تیسری دلیل یہ ہے کہ نحوی حیثیت میں یہ معرب ہیں، البتہ ان میں سکون زید وغیرہ اسماء کی طرح ہے۔ کہ اعراب کا مقتضی موجود نہ ہونے کی وجہ سے اعراب نہیں آسکتا۔

بعض نے ان کو مبنی کہا ہے۔ اس لئے کہ یہ اصوات کی طرح ہیں۔ مثلاً غاق۔ یہ کوئے کی آواز کی حکایت ہے۔

جمہور علماء کا قول:

یہ ہے کہ یہ سورتوں کے نام ہیں۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما: ان حروف سے اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی ہے۔

قول ابن مسعود رضی اللہ عنہ: یہ اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم ہیں۔

بعض کا قول: یہ ان متشابہات میں سے ہیں۔ جن کی تاویل سوائے خدا تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔ اور ان کو مجسم ان کے ابہام و اخفاء کی وجہ سے ہی کہا جاتا ہے۔

بعض دوسروں کا قول:

یہ اسماء ہیں جن کو شروع میں بطور تعدید کے لایا گیا ہے۔ گویا کہ قرآن مجید نے جن کو چیلنج کیا تھا ان کو قرآن بیدار کر رہا ہے۔ اور آمادہ کر رہا ہے کہ وہ اس نازل شدہ وحی پر غور کریں جس کا مقابلہ کرنے سے وہ اول سے آخر تک عاجز آچکے۔ جبکہ اس کلام کے موتی ان کلمات سے ہی پروئے گئے ہیں جن سے انکا اپنا کلام بنتا ہے۔ تاکہ یہ غور و فکر ان کو اس پر یقین لانے کی طرف آمادہ کرے۔ اگر اب تک انہوں نے اپنا سراکے سامنے سرنگوں نہیں کیا۔ اور بار بار رجوع کے باوجود ان کو اپنی عاجزی ظاہر نہیں ہوئی۔ حالانکہ وہ کلام کے ماہرین ہیں۔ (تاکہ اب بھی جاگ کر اپنی عاجزی مان لیں) کیونکہ یہ تمام باتیں ثابت کر رہی ہیں کہ یہ کلام بشر نہیں بلکہ خالق اور قادر مطلق کا کلام ہے۔

نصیب والوں کے لئے تو یہ بات بڑا مقام رکھتی ہے۔ (آؤ اور اپنا نصیب آزمائو)

دیگر بعض کا قول:

یہ ہے کہ ان سے سورتوں کو اس لئے شروع کیا گیا۔ تاکہ سب سے پہلے جو چیز سامع کے کانوں کو کھٹکھٹائے وہ ایک انوکھا انداز کلام ہو۔ جو دلائل اعجاز کیلئے ایک مقدمے کا کام دے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حروف کے ذریعہ عمدہ اور نفیس کلام کرنے میں تمام عرب برابر تھے۔ خواہ ان پڑھ طبقہ ہو یا پڑھا لکھا طبقہ ہو۔

البتہ: حروف کے اسماء کو وہ لوگ استعمال کرتے تھے۔ جنہوں نے خود پڑھنا لکھنا سیکھا یا اہل کتاب سے انکا میل جول تھا اور ان سے انہوں نے سیکھ لیا تھا۔ کسی امی کا ان اسماء حروف سے کلام کرنا اس طرح بعید تر تھا جس طرح کسی امی کا بغیر پڑھے لکھنا اور

تلاوت کرنا۔

پس آپ ﷺ کا ان اسماء کو اپنے کلام میں استعمال کرنا۔ باوجودیکہ یہ بات مشہور و معروف تھی کہ آپ ﷺ نے اہل کتاب کے کسی بھی فرد سے کوئی چیز بھی حاصل نہیں کی۔ (یہ استعمال) وہی حکم رکھتا ہے جو ان واقعات و قصص کے بیان کرنے کا تھا جن سے قریش وغیرہ پہلے سے ناواقف تھے۔ اس سے تو یہ بات خود ثابت ہو گئی کہ یہ سب آپ کو وحی الہی سے حاصل ہوا۔ جو آپ کی نبوت کی واضح شہادت ہے۔

دلیل اعجاز کا دوسرا انداز:

یہ بات معلوم ہے۔ کہ ابتداء میں جو حروف وارد ہوئے ہیں۔ ان میں نصف تو حروف مجملہ کے اسماء ہیں جو درج ذیل ہیں۔
الاف، اللام، المیم، الصاد، الراء، الکاف، الہاء، الیاء، العین، الطاء، السین، الحاء، القاف، النون۔

تعداد حروف:

حروف مجملہ کی تعداد انتیس ہے، اور مذکورہ بالا حروف انتیس سورتوں کے شروع میں آئے ہیں۔ پھر ایک اور لطیفہ یہ ہے کہ ان پائے جانے والے حروف میں حروف کی تمام اقسام پائی جاتی ہیں۔ جن کی تفصیل اس طرح ہے۔
نمبر ۱۔ مہموسہ: میں سے، الصاد، الکاف، الہاء، السین، الحاء! نصف تعداد موجود ہے۔

نمبر ۲۔ مجہورہ میں سے: الالف، اللام، المیم، الراء، العین، الطاء، القاف، الیاء، النون، نصف تعداد موجود ہے۔

نمبر ۳۔ شدیدہ میں سے: الالف، الکاف، الطاء، القاف، نصف تعداد میں موجود ہیں۔

نمبر ۴۔ رخوہ میں سے: اللام، المیم، الراء، الصاد، الہاء، العین، السین، الحاء، الیاء، النون نصف موجود ہیں

نمبر ۵۔ مطبقہ میں سے: الصاد، الطاء، آدھے موجود ہیں۔

نمبر ۶۔ منفثہ میں سے: الالف، اللام، المیم، الراء، الکاف، الہاء، العین، السین، الحاء، القاف، الیاء، النون، نصف پائے جاتے ہیں۔

نمبر ۷۔ مستعلیہ میں سے: القاف، الصاد، الطاء، نصف پائے جاتے ہیں۔

نمبر ۸۔ منخفضہ میں سے: الالف، اللام، المیم، الراء، الکاف، الہاء، الیاء، العین، السین، الحاء، النون، آدھے موجود ہیں۔

نمبر ۹۔ قلقلہ میں سے: القاف، الطاء، نصف تعداد موجود ہے۔

ان اجناس کی بقیہ اقسام میں ان حروف کی کثیر تعداد پائی جاتی ہے۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ کسی چیز کا اکثر اسکے کل کے قائم مقام شمار ہوتا ہے۔

گویا اللہ تعالیٰ نے اہل عرب پر ان حروف کو شمار کر دیا جن پر ان کا کلام مشتمل تھا (اور ان کو مقابلے کا چیلنج دیا مگر پھر بھی وہ مقابلے میں نہ آئے بلکہ عاجز ہو گئے) اور ان کو اس طرح لا جواب و مبہوت کر دیا اور ان پر حجت قائم کر دی (فہل من مبارز)

پھر ان اسماء حروف کو الگ الگ سورتوں میں لایا گیا تاکہ جن کو چیلنج کیا گیا۔ بار بار اس کا اعادہ ہوتا رہے۔ اور ان کو متنبہ کیا جاتا رہے۔ اور یہ بات مختلف سورتوں میں لانے سے ہی حاصل ہو سکتی تھی، اکٹھا ذکر کرنے سے یہ مقصد اس طرح حاصل نہ ہو سکتا۔

غرض تکرار:

جن الفاظ یا فقرے کو قرآن مجید میں دہرایا گیا ان کے دہرانے سے یہی غرض ہے کہ وہ بات دل میں اچھی طرح جم جائے اور خوب پختہ ہو جائے (اور چیلنج بھی تازہ رہے)

طرز میں فرق کی وجہ:

پھر ان حروف کو ایک طرز پر نہیں لایا گیا۔ بلکہ حروف کی تعداد میں فرق رکھا گیا۔ مثلاً ص، ق، ن، طہ، طس، یس، حم، الم، المر، طسم، المص، الر، کھلیعص، حم، عسق، گویا کبھی تو ایک حرف لائے، کبھی دو، دو کبھی تین، تین، کبھی چار، چار اور کبھی پانچ، پانچ۔ جس طرح کہ ان کے ہاں کلام کے مختلف انداز تھے۔ اور جیسا کہ کلمات کی پنائیں ایک حرف، دو حرف اور تین اور چار اور پانچ حروف سے آتی ہیں۔

ابتداء میں طرز:

شروع قرآن میں اس طرز کو اختیار کیا گیا کہ الم جہاں بھی قرآن مجید میں واقع ہوا ہے۔ وہاں پوری آیت کے طور پر اس کو لایا گیا۔ اسی طرح المص کو ایک آیت کے طور پر لائے۔ مگر المر کو آیت شمار نہیں کیا گیا، اسی طرح الر کو پانچ سورتوں میں آیت شمار نہیں کیا گیا۔ جبکہ طسم کو دونوں سورتوں میں پوری آیت کے طور پر شمار کیا۔ اسی طرح طہ یس دونوں سورتوں میں دو آیتیں شمار کی جاتی ہیں۔ دوسری طرف ص، ن، ق، ان تینوں کو مستقل آیت کے طور پر شمار نہیں کیا جاتا۔ یہ علماء کوفہ کا مسلک ہے، یہ تو قینی علم ہے، اکسیر قیاس کا دخل نہیں جیسا کہ سورتوں کے نام ہیں، اسی لئے اس صورت میں تمام پر مکمل وقف کیا جائے گا کیونکہ ان کو مستقل معنی پر محمول کیا جو مابعد کا محتاج نہ رہا، اور یہ سورتوں کا نام نہ ماننے کی صورت میں ہے، بلکہ ان کو اسی طرح قرار دیا جائے جیسا کہ آوازوں کی تعبیرات ہیں یا پھر ان کو خبر قرار دے کر مبتداء کو محذوف مانا جائے جیسا کہ الم (آل عمران) یعنی هذه الم۔ یہ الم ہے۔ پھر نیا کلام شروع کرتے ہوئے کہا اللہ لا الہ الا هو الحی القيوم: آل عمران ۲:

دوسرا قول:

جنہوں نے ان کو سورتوں کے اسماء قرار دیا بقول ان کے انکا محل اعراب ہے۔ اس لئے کہ ان کے ہاں یہ دیگر تمام اسماء اعلام کی طرح ہونگے۔ ابتداء کی صورت میں مرفوع ہونگے، یا منصوب و مجرور بنیں گے۔ کیونکہ ان سے قسم اٹھانی درست ہے۔ پس یہ الفاظ لفظ اللہ کے قائم مقام ہونگے اللہ کا لفظ دونوں لغات کے ساتھ ہے۔

ایک اور قول:

جنہوں نے ان کو سورتوں کے نام قرار نہیں دیا ان کے ہاں انکا کوئی محل اعراب نہیں۔ جیسا کہ جملہ ابتدائیہ اور مفردات عددیہ کا کوئی محل اعراب نہیں ہوتا۔

اسم اشارہ کی تذکیر:

ذَلِكَ الْكِتَابُ نمبر ۱: یعنی یہ وہی کتاب ہے جس کا وعدہ ان سے موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کی زبان سے کیا گیا، یا ذلک کا مشارالیہ الہ ہے۔

سوال: اسم اشارہ مذکر اور مشارالیہ مؤنث ہے اور وہ سورت ہے۔

جواب: کتاب اگرچہ خبر ہے مگر یہ اسی کے معنی میں ہے۔ اور دونوں کی مراد ایک ہے۔ اس لئے مذکر ہونے میں لفظ کتاب کا حکم سورت کے لفظ پر لگا دیا، اور اگر یہ صفت ہے تو پھر اس سے صراحت کتاب کی طرف اشارہ کر دیا۔ کیونکہ اسم اشارہ سے ایسی جنس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو اس کی صفت ہے۔ محاورہ میں اس طرح کہتے ہیں۔

هَذَا ذَلِكَ الْإِنْسَانُ او ذَلِكَ الشَّخْصُ فَعَلَ كَذَا

کہ ہندو انسان ہے ذلک کی صفت سے مراد انسان ہے اور ذلک کا اشارہ ہند کی طرف ہے۔ حالانکہ ہند مؤنث ہے۔

الہ و اسم اشارہ کو ملانے کی وجہ:

وجہ نمبر ۱: ذلک الكتاب کو الہ کے ساتھ ملانے کی وجہ یہ ہے کہ اگر الہ کو سورت کا نام قرار دیں تو الہ مبتدا ہوگا۔ اور ذلک مبتدا دوم ہوگا۔ اور الكتاب اس کی خبر بنے گی، پھر جملہ مبتداء اول کی خبر ہوگی اور اس کا معنی یہ ہے کہ یہ وہی کتاب کامل ہے۔ گویا اس کے مقابلہ میں دوسری کتابیں ناقص ہیں۔ جیسا کہ کہتے ہیں۔ ہوالرجل یعنی رجولیت میں کامل وہی ہے۔ مردوں میں جتنی پسندیدہ خصلتیں ہوتی ہیں وہ سب اس میں جمع ہیں۔

نمبر ۲: الہ مبتدا محذوف کی خبر ہو یعنی: الہ ایک جملہ ہے اور ذلک الكتاب دوسرا جملہ ہے۔

نمبر ۳: اگر تم الہ کو بمنزلہ اسم صوت کے قرار دو۔ تو پھر الہ مبتدا اور الكتاب اس کی خبر ہوگی۔ یعنی وہ اتاری ہوئی کتاب وہی کتاب کامل ہے۔

ریب کا مفہوم و معنی:

لَا رَيْبَ: (اس میں شک نہیں) **مُخْجَوٍ**: یہ مصدر ہے رَاب کا جب کسی چیز میں شک ہو۔

الریب کی حقیقت:

نفس کا قلق و اضطراب۔ آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد کا یہی مطلب ہے۔ ”دَعِ مَا يَرْيَبُكَ اِلَى مَا لَا يَرْيَبُكَ“ جو چیز تمہیں اضطراب میں ڈالے اس کو ایسی چیز کے لیے چھوڑ دے جو تمہیں اضطراب میں نہ ڈالے، پس شک اضطراب ہے۔ سچائی

اطمینان ہے۔ (احمد، ترمذی) کسی کام کا مشکوک ہونا یہی ہے کہ جس کے لیے نفس میں قلق ہو اور دل میں قرار نہ آئے۔ اور کسی کام کا سچا ہونا یہی ہے کہ اس میں دل مطمئن ہوتا اور سکون اختیار کرتا ہے۔ ”ریب زمان“ کا لفظ اسی سے ہے، اور اس سے مراد وہ چیزیں ہیں جو نفوس کو قلق میں مبتلا کر دیں۔ اور ان کے مصائب کی تشخیص دلوں سے ہو۔ اب آیت میں ریب کی نفی بطور استغراق کے ہے۔ بہت سے لوگوں نے اس میں شک کیا۔

قرآن کے متعلق اس بات کی نفی کی گئی ہے، کہ اس کا شک سے تعلق نہیں۔ اور نہ یہ شک کا مقام ہے۔ کیونکہ اس کی دلائل اور براہین اس طرح روشن ہیں کہ شک کرنے والے کو اس میں پڑنا مناسب نہیں۔ یہ مطلب نہیں کہ کوئی آدمی اس میں شک نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے لافیه ریب“ نہیں فرمایا، جیسا کہ فرمان“۔ لافیها غول الصافات آیت نمبر ۴۷ لفظ ریب کے ساتھ حرف نفی لایا گیا کہ ریب کی قرآن سے نفی کی اور یہ ثابت کیا کہ قرآن برحق ہے باطل نہیں۔ جیسا کہ کفار گمان کرتے تھے۔ اگر ظرف کے قریب لایا جاتا تو اس مقصد سے وہ دور ہو جاتا وہ اس طرح کہ کوئی اور کتاب ہے جس میں شک ہے۔ مگر اس میں شک نہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ”لا فیہا غول“ الصافات آیت نمبر ۴۷ جنت کی شراب دنیا کی شرابوں پر فضیلت رکھتی ہے۔ اس طرح کہ وہ عقول کو خراب نہیں کرے گی، جس طرح کہ دنیا کی شراب خراب کرتی ہے۔

وقف کے متعلق مشہور قول:

یہ ہے حضرت نافع وعاصم رحمہما اللہ نے لا ریب پر وقف کیا۔ اس صورت میں وقف کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ خبر کی نیت کرے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہوگی۔ ”لَا رَيْبَ فِيْهِ“ اس میں شک نہیں“
 فِيْهِ هُدًى : فیہ میں ابن کثیر کی پیروی کے نزدیک ہر ہا اشباع کی ہے۔
 حفص پیروی نے اس آیت فیہ مہانا (الفرقان آیت نمبر ۶۹) میں ان کی موافقت کی ہے اور یہی اصل ہے۔ جیسا کہ کہیں۔ ”مردت به ومن عنده ولفی داره“

سوال: جس طرح فی دارہ اور من عندہ نہیں کہا جاتا اس طرح ضروری ہے کہ ”فیہ“ بھی نہ کہا جائے۔

جواب: سیبویہ پیروی نے فرمایا۔ جو انہوں نے کہا ہے (اگر اس کو مان لیں تو) تو تین حروف ساکنہ کا جمع کرنا لازم آتا ہے۔ ہا سے قبل یا اور خود ہاء۔ کیونکہ اہل عرب کے ہاں ہا متحرک بھی بمنزلہ ساکن کے ہے۔ کیونکہ ہا حروف خفیہ میں سے ہے اور حرف خفی ساکن کے قریب ہے۔ اور یا اس کے بعد (دوسرے نمبر پر ہے) تو اشباع ساقط ہو جائیگا۔
 ہدی : یہ فعل کا مصدر ہے جیسا کہ بکسی کا لفظ۔

تعریف ہدایت:

مقصد تک پہنچانے والی دلالت۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کے مقابلے میں ضلالت کا لفظ آیا ہے۔ جیسا کہ اس آیت میں اُولَئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوْا الضَّلَالَۃَ بِالْهُدٰی (البقرہ آیت نمبر ۱۶) فرمایا گیا، ”ہدی للمتقین“ متقی۔ ہدایت یافتہ کو کہتے ہیں یہ اس طرح ہے جیسا کہ کہتے ہیں عزیز کو العزیز المکرم یعنی اللہ تعالیٰ آپ کو عزت دے اور مکرم بنائے۔ اصل مقصود اس سے جو چیز اس

میں پائی جاتی ہے یعنی عزت اس میں اس کا برقرار رہنا اور بیشکی طلب کی گئی ہے۔ جیسا کہ ”اهدنا الصراط المستقیم“ (الفاتحہ آیت نمبر ۶) میں ہے۔ (کہ تو ہمیں ہدایت سے ہمیشہ وابستہ رکھ) اللہ تعالیٰ نے عنقریب متقی بننے والے کو متقین کا لباس زیب تن کرنے کی وجہ سے متقی فرمادیا۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جس طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: من قتل قتیلاً فله سلبہ (بخاری و مسلم) اس ارشاد میں عنقریب قتل ہونے والے کو قتل فرمادیا بوجہ لباس قتل کے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ارشاد ہے اذا اراد احدکم الحج فلیعجل فانہ یمرض المریض عنقریب قتل ہونے والے کو اور بیمار ہونے والے کو قتل اور مریض فرمایا۔

عنوان کا فرق:

یہاں ہدی للضالین نہیں فرمایا۔ کیونکہ ان کے دو گروہ ہیں۔

نمبر ۱: جن کا گمراہی پر قائم رہنا معلوم ہے۔

نمبر ۲: جن کا انجام بالآخر ہدایت ہے۔

اور قرآن مجید اسی فریق ثانی کے لیے ہادی ہے۔ پس یہ عبارت کافی ہے۔ اگر اس سے زیادہ تفصیلی عبارت لائی جاتی تو یوں فرماتے، یہ ان لوگوں کے لیے ہدایت ہے جو گمراہی کے بعد ہدایت کی طرف جانے والے ہیں، پس کلام کو اس طریق سے مختصر لائے، جس کا ہم نے تذکرہ کر دیا۔ (عنقریب متقی بننے والے کو متقی کہہ دیا)

نمبر ۲: یہ بھی کہا گیا کہ ہدی للمتقین لائے حالانکہ یہ اس سورت کی ابتداء ہے۔ جو ہر اودین میں سے ایک ہے۔ اور قرآن مجید کی چوٹی اور کوہان ہے۔ گویا ابتداء سورت اپنے اولیاء متقی بندوں کے ذکر سے فرمائی۔

المتقی: یہ اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ اور عرب کا قول ہے وقاہ فاتقی۔ اس کا فاکلمہ واؤ ہے اور لام کلمہ یا ہے۔ جب اس سے باب افتعال بنایا تو واؤ کوتا کر کے تا میں ادغام کر دیا۔ اتقی بن گیا۔ الوقایہ۔ پیش بندی۔ حفاظت کرنا۔ شریعت میں اس کا معنی کسی ایسے کام میں اپنے آپ کو مبتلا کرنے سے بچانا۔ جس کے کرنے یا چھوڑنے سے سزا کا مستحق ہو۔

تراکیب:

ترکیب ۱: ہدی کا لفظ محلاً مرفوع ہے کیونکہ یہ مبتداء محذوف کی خبر ہے۔

ترکیب ۲: ذلک کی خبر ہے لا ریب فیہ کے ساتھ مل کر

ترکیب ۳: فیہ کی ہاذا والحال اور ہدی حال ہے۔

ترکیب ۴: بلاغت کے اعتبار سے زیادہ پختہ بات یہ ہے کہ الم بذات خود مکمل جملہ ہے یا حروف معجمہ کا مجموعہ ہے جو مستقل بنفسہ ہے۔ ذلک الکتاب یہ دوسرا جملہ ہے لا ریب فیہ تیسرا جملہ ہے۔ اور ہدی للمتقین چوتھا جملہ ہے۔

انوکھا اندازِ بلاغت:

پھر اپنی ترتیب میں اس نے بلاغت کا انوکھا انداز پیدا کیا کہ حروف عطف کے بغیر ان کو اس شاندار ترتیب سے لایا گیا کہ ایک کی گردن گویا دوسرے سے ملی ہوئی ہے، دوسرا پہلے کے ساتھ معافہ کرتے ہوئے مل رہا ہے اسی طرح تیسرا اور چوتھا۔ اس کی وضاحت اس طرح ہے اولاً متنبہ کیا کہ یہ وہ کلام ہے جس سے چیلنج دیا گیا پھر اشارہ فرمایا کہ یہ انتہائی کمال والی قابل تعریف کتاب ہے تو اس سے چیلنج والی جانب کو پختہ کر دیا۔ پھر نفی کی کہ شک کی کسی جانب بھی اس کے ساتھ ذرہ بھر بھی مشابہت نہیں پائی جاتی۔ پس یہ بات اس کے کمال کی شہادت و دستاویز بن گئی کیونکہ حق و یقین والا کمال سب سے بالاتر اور کامل ہے۔ جس طرح باطل و اشتباہ سے بڑھ کر کوئی نقص و عیب نہیں۔

ایک عالم کو کہا گیا کہ۔ تیری لذت کس بات میں ہے؟

اس نے کہا ایسی دلیل میں جو وضاحت میں نزاکت کی چال چلے۔ اور ایسے اشتباہ میں جو رسوائی سے نڈھال کر دے۔ پھر خبر دی کہ یہ متقین کے لیے ہدایت ہے۔ پھر اس کا یقین ہونا اس طرح پختہ کر دیا کہ شک اس کی گردن کو بھی نہیں پاسکتا۔ اور وہ ایسا حق ہے کہ باطل اس کے سامنے اور پیچھے کسی طرف سے نہیں آسکتا۔ پھر اس گہری ترتیب اور عمدہ تنسیق کے ساتھ ساتھ چاروں میں سے کوئی ایک جملہ بھی ایک عظیم الشان نکتہ سے خالی نہیں۔

نکتہ عظیمہ:

اول جملہ میں حذف اور مطلوب کی طرف لطیف انداز سے اشارہ ہے۔ جبکہ دوسرے جملہ کے معرفہ میں قابل دید عظمت ہے۔ اور تیسرے جملہ میں ریب کے لفظ کو ظرف پر مقدم کیا گیا ٹھاٹھ ہے (پیچھے ذکر ہوا) اور چوتھے جملہ میں حذف ہے۔ اور ہڈی مصدر کو اسم فاعل کے مقام پر لایا گیا۔ گویا ہادی بنفس نفیس ہدایت ہے۔ پھر اس کو نکرہ لائے۔ اس میں یہ بتلادیا کہ یہ ایسی ہدایت ہے جس کی حقیقت کو پہنچا نہیں جاسکتا۔ اور متقین کا تذکرہ مختصر انداز میں کر لیا جیسے پہلے گزرا۔

الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ کی تفسیر:

الذین۔ مخوف: نمبر ۱: یہ محلاً مرفوع ہے۔

نمبر ۲: صفت کی صورت میں محل نصب میں ہے یعنی هُمُ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ۔ وہی جو ایمان رکھتے ہیں یا میری مراد الذین یؤمنون وہ ایمان والے ہیں۔

نمبر ۳: الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ مبتداء اور اس کی خبر اُولَئِكَ عَلٰی هُدًى۔

نمبر ۴: یہ مجرور ہے اس طرح کہ متقین کی صفت ہے۔ یہ صفت متقین کی صفت کو کھولنے اور واضح کرنے کے لئے لائی گئی ہے۔ جیسے کہتے ہیں۔ زید الفقیہ المحقق۔ کیونکہ یہ اس چیز پر مشتمل ہے جس پر نیکیوں کی جڑ ہے۔ اور وہ نماز اور صدق ہے یہ دونوں بنیادی عبادات مالیہ اور بدنیہ کی جزء ہیں۔ (الصلوة عماد الدین) نماز کو دین کا ستون قرار دیا۔ (اور دوسری روایت

میں) کفر و اسلام کے درمیان فاصل نماز کا چھوڑ دینا قرار دیا گیا۔ اور زکوٰۃ کو اسلام کا پل فرمایا۔ (الزکوٰۃ فسطرة الاسلام) گویا ان کا مقام و مرتبہ ایسا ہے کہ تمام عبادات ان کے تابع ہیں۔ اسی لیے تو کلام کو مختصر فرمایا اور طاعات کے تذکرہ میں فقط عنوان پر اکتفا کیا اور اسکے ساتھ ساتھ ان دونوں عبادتوں کی فضیلت کو کھول دیا۔

نمبر ۵: یا یہ صفت ہے جو متقین کے ساتھ لائی گئی جو مزید فائدہ کے لیے لائی گئی ہے مثلاً زید الفقیہ المتکلم الطیب۔ اس صورت میں متقین سے مراد وہ لوگ ہونگے جو برائیوں سے گریزاں ہیں۔
یُؤْمِنُونَ: (تصدیق کرتے ہیں)

نحو: یہ امن مصدر سے باب افعال ہے۔ اور محاورہ ہے۔ امننت یعنی اس کی تصدیق کی اس کی حقیقت تکذیب و مخالفت سے امن میں ہونا ہے۔ باء سے یہ متعدی ہے۔ اس لیے کہ یہ اقرار و اعتراف کے معنی کو اپنے اندر شامل کرنے والا ہے۔
بالغیب: (جوان سے پوشیدہ ہیں) ان چیزوں میں سے جن کی خبر ان کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی۔

نمبر ۱: مثلاً بعث و نشر اور حساب وغیرہ کے معاملات (جو کہ غائب کے مفہوم میں ہیں) پس مصدر بمعنی اسم فاعل (غائب) لائے۔ جیسا کہ بتے ہیں۔ غاب اشیاء غیباً۔ یہ اس صورت میں ہے جب تم اس کو یؤمنون کا صلہ بناؤ۔

نمبر ۲: اور اگر تم اس کو حال قرار دو۔ تو پھر یہ پوشیدگی اور خفاء کے معنی میں ہوگا۔ یعنی وہ ایمان لاتے ہیں۔ اس حال میں کہ جس چیز پر ایمان لانا ہے۔ وہ ان سے غائب ہے۔ (مثلاً رسول اللہ و بعث و نشر کو دیکھا نہیں مگر ایمان لاتے ہیں) حقیقی طور پر یہ عبارت اس طرح ہے۔ متلبسین بالغیب یعنی غیب سے تلبس حاصل کرنے والے ہیں۔

صحیح ایمان یہ ہے کہ زبان سے اقرار کرے اور دل سے تصدیق کرے۔ عمل (حقیقت) ایمان میں داخل نہیں (البتہ ایمان کی علامت و ثمرہ ضرور ہے)

اقامت کا مطلب:

وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ: (یعنی اس کو ادا کرتے ہیں)

نمبر ۱: ادائیگی کو اقامت سے تعبیر کیا۔ حالانکہ قیام تو اس کا ایک رکن ہے۔ یہ اس طرح ہے جیسا کہ نماز کو قنوت سے تعبیر کیا۔ اور قنوت قیام ہی کو کہتے ہیں۔ رکوع اور سجود اور تسبیح سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ چیزیں نماز میں پائی جاتی ہیں۔
نمبر ۲: یا اقامت صلوٰۃ سے مراد تعدیل ارکان ہے۔ یہ "اقام العود" سے ہے جب لکڑی کو سیدھا کر دیں۔

نمبر ۳: یا نماز پر مداومت اور محافظت مراد ہے۔ پھر یہ "قامت السوق" سے بنا ہے۔ جب بازار پر رونق ہو جائے۔ کیونکہ جب کسی چیز کی حفاظت کی جاتی ہے تو پھر وہ چالو مال کی طرح بن جاتی ہے۔ جس کی طرف رغبتیں متوجہ ہوتی ہیں۔ اور جب کسی چیز کو ضائع کیا جائے تو وہ اس کھوئی اور نکمی چیز کی طرح ہے جس کی طرف طبیعت کی رغبت نہیں ہوتی۔

معنی صلوٰۃ:

الصَّلَاةُ۔ نحو: الصلوٰۃ کا لفظ فعلۃ کے وزن پر صلی سے بنا ہے جیسا کہ الزکوٰۃ کا لفظ زکی سے۔ اور داؤ کیساتھ اس

کی کتابت بطور تفخیم کے ہے۔ صلی کا حقیقی معنی چوڑوں کو حرکت دینا ہے۔ کیونکہ نمازی رکوع و سجود میں ان کو حرکت دیتا ہے۔ داعی (دعوت دینے والا) کو بھی مصل (بلانے والا) کہا جاتا ہے رکوع و سجدہ کرنے والے کے ساتھ خشوع میں مشابہت کی وجہ سے اس کو ”مصل“ کہا جاتا ہے۔

وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ: (جو ہم نے ان کو دے رکھا ہے) یہاں ما بمعنی الذمی ہے۔

انفاق سے مراد:

يُنْفِقُونَ: (وہ اس میں سے کچھ خرچ کرتے ہیں) صدقہ کرتے ہیں۔ من تبعضیہ داخل کر کے ممنوع فضول خرچی سے محفوظ کر دیا۔ مفعول کو اس کی اہمیت پر دلالت کرنے کیلئے مقدم کیا۔

نمبر ۱: مراد یہاں زکوٰۃ ہے، کیونکہ یہ اس صدقہ سے ملی ہوئی ہے جو کہ زکوٰۃ کی ہمد ہے۔

نمبر ۲: یا۔ زکوٰۃ سے مراد زکاۃ اور اسی طرح کے خرچہ جات ہوں جو بھلائی کے راستہ میں کئے ہیں کیونکہ یہاں زکوٰۃ کا لفظ بلا کسی قید کے آیا ہے۔ اور انفق اشیاء اور انفقہ یہ دونوں ایک ہی معنی رکھتے ہیں جیسا کہ نفق اشیاء اور نفقہ۔ چیز کا خرچ ہونا ختم ہونا کے معنی میں آتے ہیں۔

قاعدہ:

ہر وہ لفظ جس کا فاء کلمہ نون ہو اور عین کلمہ فاء ہو وہ نکلنے اور چلے جانے کے معنی میں آتا ہے۔

نکتہ:

اس آیت سے بطور دلالت یہ بات ثابت ہوگئی۔ کہ اعمال ایمان کا حصہ نہیں وہ اس لیے کہ یہاں صلوٰۃ و زکوٰۃ کو ایمان پر عطف کر کے ذکر کیا گیا۔ اور عطف مغایرت کو چاہتا ہے۔

وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ

اور وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں اس پر جو اتارا گیا آپ کی طرف اور جو اتارا گیا آپ سے پہلے

وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ

اور آخرت پر وہ یقین رکھتے ہیں۔

وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ: اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اہل کتاب میں سے ایمان لائے۔ جیسے عبداللہ بن سلام اور ان کے احباب اور ان جیسے دوسرے لوگ جو ہر اس وحی پر جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتاری گئی ایمان لائے۔ اور آخرت پر ایسے یقین کا اظہار کیا جس سے یہ بات زائل ہو گئی کہ جنت میں یہود و نصاریٰ کے علاوہ کوئی داخل نہ ہوگا۔ اور ان کو دوزخ کی آگ چند گنتی کے دنوں کے علاوہ نہیں چھوئے گی۔ نمبر ۱: پھر اگر تم اس کا عطف الذین یؤمنون بالغیب پر کرو تو یہ من جملہ متقین میں داخل ہو جائیں گے۔ نمبر ۲: اور اگر اس کا عطف متقین پر کرو تو پھر داخل نہ ہونگے۔ پس کلام اس طرح بنے گا۔

هدی للمتقین وهدی للذین یؤمنون بما انزل الیک

نمبر ۳: یا اس سے پہلے لوگوں کی صفت کرنا مقصود ہے۔ اور درمیان میں عطف کو اسی طرح لایا گیا۔ جیسا کہ صفت کے درمیان لاتے ہیں۔ جیسا اس محاورہ میں۔
هو الشجاع والحواد وہ بہادر اور سختی ہے۔
اور شاعر کا قول:

الی المملک القرم وابن الهمام ☆ لیث الکتیبة فی المزدحم

میں اس بادشاہ کی طرف جو توڑنے والا اور تلوار کے نیچے پلنے والا۔ لڑائی کے میدان میں لشکر کے دستے کا شیر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ تمام ان صفات کے جامع ہیں۔

تذکرہ قرآن حکیم و کتب سابقہ:

بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ: یعنی قرآن مراد اس سے مکمل قرآن ہے۔ فقط وہ مقدار مراد نہیں جو ان کے ایمان لانے تک اتاری جا چکی تھی کیونکہ ایمان تو سارے قرآن پر لانا ضروری ہے۔

سوال: یہاں انزل کو لفظ ماضی سے تعبیر کیا اگرچہ ابھی بعض کے نزول کا انتظار ہے۔

جواب: موجود کو غیر موجود پر تغلیب دے کر ذکر کر دیا۔

دوسری بات یہ ہے کہ جب بعض نازل شدہ اور بعض کے نزول کا ابھی انتظار ہے تو تمام کو گویا نازل شدہ شمار کر لیا گیا۔ (کیونکہ اس کا اتارا جانا یقینی تھا)

أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝

یہ لوگ ہدایت پر ہیں اپنے رب کی طرف سے اور یہ لوگ ہی کامیاب ہیں۔

وَمَا أُنزِلَ مِنْ قَبْلِكَ : یعنی انبیاء علیہم السلام پر اتاری جانے والی تمام کتابیں
وَبِالْآخِرَةِ خَيْرٌ : یہ آخر کی مومنٹ ہے جو کہ الاول کی ضد ہے۔ یہ صفت ہے اس کا موصوف محذوف ہے اور وہ لفظ دار ہے
اس کی دلیل قصص آیت نمبر ۸۳ تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ ہے اور یہ صفت غالبہ ہے۔ اسی طرح دنیا کا لفظ بھی (کہ اس کا موصوف
محذوف ہے اور یہ صفت غالبہ ہے کیونکہ قریب تر ہے)

قراءت:

حضرت نافع بیہ فرماتے ہیں کہ ہمزہ کو حذف کر کے اس میں تخفیف کر دی۔ اور اس کی حرکت لام کو دے دی۔
هُمْ يُوقِنُونَ : ایقان اصل میں شک و شبہ دور ہو کر کسی چیز کے متعلق پختہ علم ہو جانے کو کہتے ہیں۔
أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى : (یہی لوگ اپنے پروردگار کے سیدھے راستے پر ہیں) خَيْرٌ : اگر الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ کو
مبتدا بنائیں تو جملہ محل رفع میں واقع ہے اور اگر اس کو مبتدا نہ بنائیں تو پھر اس کا کوئی محل اعراب نہیں۔ (اسم اشارہ کو صفات کے
بعد لانا گویا موصوف کا صفات سمیت اعادہ ہے)

نمبر ۲: یہ بھی جائز ہے کہ پہلا موصول متقین پر جاری ہو اور دوسرا موصول ابتدا کی وجہ سے مرفوع ہو۔ اور اولشک اس کی خبر ہو۔
تَفْسِيرٌ : ہدایت و فلاح کے ساتھ ان کو خاص کرنے کی وجہ اہل کتاب پر تعریض کرنا ہے۔ جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان
نہ تھا۔ مگر اس کے باوجود وہ ہدایت پر ہونے کے دعویدار تھے۔ اور یہ طمع رکھتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں فلاح پانے والے ہیں۔

علی کی حکمت:

عَلَىٰ هُدًى : میں استعلاء کا مفہوم ایک تمثیل ہے جو ہدایت پر ان کے پورے قابو کو ظاہر کرنے اور اس پر پختگی سے قائم
رہنے کو ظاہر کرتا ہے اور ہدایت کو اس طرح انہوں نے تمام رکھا ہے کہ کوئی آدمی کسی چیز پر غالب اور سوار ہو۔ اس کی مثال ہو علی
الحق و علی الباطل ہے اور اہل عرب نے اپنے اس قول میں اس استعلاء کی وضاحت کر دی ہے۔ جعل الغواية مرگبا
(اس نے گمراہی کو سواری بنایا) امتطى الجهل (اس نے جہالت کو سواری بنایا) اقتعد غارب الهوى (وہ خواہشات کی کوہان
پر بیٹھا)۔

هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ : (یعنی ان کو ہدایت ان کے رب کی طرف سے ملی ہے) ہدی کا لفظ تکرہ لائے۔ تاکہ اس سے یہ فائدہ حاصل ہو
کہ ان کو ہدایت کی ایسی قسم حاصل ہے کہ جس کی حقیقت کو پہنچا نہیں جاسکتا۔

مقدّر سوال کا جواب:

گویا کلام اس طرح تھا۔ کہ وہ کوئی ہدایت پر ہیں۔ تو جواب دیا گیا۔ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ کہ وہ اپنے رب کی ہدایت پر ہیں (اس کی مثال ہے لقد وقعت علی لحم۔ یعنی عظیم گوشت پر واقع ہوا۔
وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ: (یہی لوگ آخرت کے گھر میں من مانی مراد پائیں گے) اور جس سے وہ خوف زدہ ہیں اس سے وہ نجات پانے والے ہیں۔

فلاح کیا ہے؟

فلاح: تمنا کو پالینا المفلح تمنا کو پانے میں کامیاب۔ گویا کہ وہ ایسا شخص ہے جس کے لیے کامیابی کے راستے کھل گئے ہیں۔ یہ مرکب خود شق اور فتح کے معنی پر دلالت کرتا ہے۔ اسی طرح وہ الفاظ جن کا فاء اور عین کلمہ اسی طرح ہو مثلاً۔ فلق، فلذ، قل (پھٹنا، ٹکڑا، کند) ان میں پھٹنے کا مفہوم موجود ہوتا ہے۔

سوال: یہاں عطف کے ساتھ لایا گیا مگر دوسری آیت نمبر ۹۷ سورۃ اعراف میں اُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ اُولَٰئِكَ هُمُ الْغٰفِلُونَ۔ میں بغیر عطف ذکر کیا۔ دونوں جملے مفہوم کے لحاظ سے مختلف ہیں۔

جواب: خبروں کا مختلف ہونا خود عطف کا مقتضی ہے اور اعراف والی آیت میں غفلت اور بہائم سے مشابہت ایک چیز ہے۔ پس دوسرا جملہ گویا پہلے کی تقریر و پختگی کے لیے لایا گیا ہے اور اگر عطف لایا جاتا تو یہ مقصد پورا نہ ہو سکتا۔

ہم: یہ فصل کے لیے لائے۔ اس کا فائدہ یہ ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ اس کے بعد خبر ہے۔ صفت نہیں۔

نمبر ۲: ہم تاکید ہے اور اس بات کو لازم کر رہی ہے کہ مسند کا فائدہ مسند الیہ کے لیے ثابت ہے کسی دوسرے کے لیے نہیں۔

نمبر ۳: یہ مبتدا ہے اور امفلحون اس کی خبر ہے۔

نکتہ: غور کریں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے متقین کا ان چیزوں کے ساتھ مخصوص ہونا بار بار ظاہر کیا۔ جس کو مختلف راستوں والے نہیں پاسکتے۔

اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ اسم اشارہ لائے۔ اور اسم اشارہ دوبار لایا گیا۔ اس میں متنبہ کر دیا کہ جس طرح انہوں نے ہدایت کو ترجیح دی ہے۔ اسی طرح وہ ہدایت انکی فلاح کی ضامن ہے۔ امفلحون کو معرفہ لا کر یہ بتلایا کہ متقین وہی لوگ ہیں، جن کے متعلق تمہیں اطلاع ملی ہے کہ وہ آخرت میں کامیاب ہونگے۔ اس کی مثال اسی طرح ہے کہ تمہیں اطلاع ملے کہ تیرے شہر کے کسی انسان نے توبہ کی۔ تو تم سے کسی نے پوچھا وہ توبہ کرنے والا کون ہے؟ تو اس کے جواب میں کہا گیا۔ کہ وہ زید تائب ہے یعنی وہ وہی ہے جس کی توبہ کی تم کو خبر دی گئی ہے۔ درمیان میں فاصلہ کیا تاکہ تم پر ان کے مراتب ظاہر کر دیئے جائیں۔ اور تمہیں اس چیز کی طلب کے لیے رغبت دلائی جائے جس چیز کی طرف انہوں نے رغبت کی۔ اور جس کی طرف انہوں نے قدم اٹھایا۔ تاکہ تو بھی پورے نشاط سے اس کی طرف قدم بڑھائے۔ اے اللہ لباس تقویٰ سے زینت عنایت فرما۔ اور ان لوگوں کے گروہ میں ہمارا حشر فرما جن کے تذکرہ سے تو نے سورۃ بقرہ شروع فرمائی۔ آمین

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَسَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أُنذِرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٦﴾

بے شک جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ہے۔ برابر ہے کہ آپ ان کو ڈرائیں یا نہ ڈرائیں، وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

خَتَمَ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ وَعَلَى سَمْعِهِمْ^ط وَعَلَى أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةً^ز وَلَهُمْ

اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی ان کے دلوں پر، اور ان کے سینے کی قوت پر، اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے، اور ان کے لئے

عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٧﴾

بڑا عذاب ہے۔

زبط: جب اللہ تعالیٰ نے اپنے پسندیدہ بندوں کا اپنے قرب والی صفات کے ساتھ تذکرہ فرمایا اور واضح کر دیا کہ کتاب مقدس ان کے لیے ہادی ہے تو اس کے پیچھے ان کے ضد و مخالف لوگوں کو ذکر کیا۔ اور وہ انتہائی سرکش و نافرمان لوگ جن کے متعلق ہدایت فائدہ مند نہیں۔ فرمایا: **إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا كُفَرُوا** انکار سے حق کو چھپانا۔ کفر کے حروف کی ترکیب چھپانے پر دلالت کرتی ہے اسی لیے کسان پر کافر کا لفظ بولا جاتا ہے۔ اسی طرح رات پر۔

عدم عطف کی وجہ:

سوال: یہاں حرف عطف نہیں لائے جیسا کہ سورۃ انفطار آیت ۱۳، ۱۴ (إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ) میں عطف کے ساتھ ذکر کیا۔

جواب: ان دونوں آیات میں پہلا جملہ اعمالِ نائے کے تذکرہ کی وضاحت کے لیے لایا گیا۔ المؤمنین کی خبر نہیں ہے۔ اور دوسرا جملہ کفار کے اعمالِ نائے کی وضاحت کے لیے آیا ہے پس دونوں جملوں کی مراد میں تفاوت پایا جاتا ہے اور یہ ایسی حد بندی ہے کہ اس میں عطف کی کوئی مجال نہیں۔

نمبر ۲: مقدر مان کر اس کو مبتداء بنائیں تو پھر مراد کفار سے وہ معینہ لوگ ہونگے۔ جن کا ایمان نہ لانا اللہ کے علم میں ہے۔ مثلاً ابو جہل، ابولہب وغیرہ۔ سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ ءَأَنْذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ۔ کوئی قراء کے ہاں دو ہمزہ کے ساتھ ہے سواء بمعنی استواء ہے اس سے صفت اسی طرح لائی جاتی ہے۔ جس طرح مصادر سے لائی جاتی ہے جیسا اللہ تعالیٰ کے ارشاد سورہ آل عمران آیت نمبر ۶۳ میں ہے۔ ”الٰی کلمۃٍ سواءٍ“ ای مستویہ (برابر) یہ خبر ہونے کی بنا پر مرفوع ہے کیونکہ۔ ”أَنْذَرْتَهُمْ“ اس کا فاعل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے گویا اس طرح کہا گیا۔ ان الذین کفروا مستو علیہم انذارک وعدمہ۔ بے شک کافروں پر آپ کا ڈرانا اور نہ ڈرانا برابر ہے۔

نمبر ۲: **نحو**: سواء خبر مقدم ہے اور اأ نذر تہم ام لم تنذرہم محل ابتدا میں ہے۔ یعنی سواء علیہم انذارک وعدمہ اور یہ تمام ان کی خبر ہے

قاعدہ:

فعل کو مبتدا بنانا درست ہے باوجود اس بات کے کہ فعل ہمیشہ خبر بنتا ہے۔ کیونکہ یہ اس کلام کی جنس میں سے ہے۔ جس میں معنی کا لحاظ کرتے ہوئے لفظ کا لحاظ چھوڑا گیا ہے۔ (یعنی مصدر کے معنی کو متضمن ہونے کی وجہ سے مبتدا بن گیا، مجازاً) ہمزہ اور آم دونوں معنی استواء کو خالص کر رہے ہیں، اور استفہام کے معنی سے بالکل خالی ہیں۔

سبب یہ عیب کا قول:

اس حرف استفہام کو اسی طرح لایا گیا ہے (یعنی تاکید و تقریر کے لیے) جیسا کہ اس قول میں حرف نداء لایا گیا۔ اللّٰہم اغفر لنا ایتھا العصابة۔ یعنی یہ صورت میں استفہام ہے مگر حقیقت میں استفہام نہیں۔ جیسا کہ صورت میں تو نداء ہے مگر واقعہ میں نداء نہیں۔

الانذار: گناہوں برڈانٹ ڈپٹ کے ذریعہ اللہ کے عذاب سے ڈرانا۔

لَا يُؤْمِنُونَ: نمبر ۱: یہ جملہ ماقبل جملے کی تاکید ہے۔

نمبر ۲: ان کی خبر ہے۔ اور اس سے قبل جملہ معترضہ ہے یا دوسری خبر ہے۔

حکمت اور انداز:

کفار کے اصرار کا علم ہونے کے باوجود انداز میں حکمت یہ ہے کہ ان پر حجت قائم ہو جائے اور رسالت کا پیغام عام ہو اور رسول اللہ ﷺ کو ثواب ملے۔

تفسیر ختم:

خَتَمَ اللّٰهُ عَلَىٰ قُلُوْبِهِمْ: (ان کے دلوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہے) زجاج بیس نے فرمایا۔ الختم۔ ڈھانپنے کو کہتے ہیں کیونکہ کسی چیز پر پختگی طلب کرنے کے لیے مہر لگا کر اس چیز کو ڈھانپا جاتا ہے۔ تاکہ اس کی کسی کو اطلاع نہ ہو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دلوں پر مہر لگا کر ان کو اس طرح کا بنا دیا کہ ان میں جو کفر گھسا ہوا ہے۔ وہ نکل نہیں سکتا۔ اور جو ایمان ان میں نہیں ہے وہ ان میں داخل نہیں ہو سکتا۔

ختم و طبع کا نتیجہ:

مہر کا مقصد اہل حق کے نزدیک دل میں ظلمت اور تنگی کا پیدا کرنا ہے جب تک وہ ظلمت اس کے دل میں رہتی ہے۔ وہ ایمان نہیں لاتا۔

معتزلہ کا مذہب:

دلوں کے متعلق فرشتوں کو اطلاع دینا ہے کہ جس سے یہ ظاہر ہو جائے کہ وہ کفار ہیں، تاکہ وہ ان کے لیے خیر کی دعا نہ کریں،

بلکہ ان پر لعنت بھیجیں۔ بعض نے کہا۔ کہ ختم کی اسناد اللہ تعالیٰ کی طرف مجازی ہے۔ اور خاتم حقیقت میں کافر ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے جب اس کو قدرت اور اختیار دیا۔ تو اس کی طرف ختم کا اسناد جس طرح فعل کی نسبت کی طرف کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ ”بسی الامیر المدینۃ“ امیر نے شہر بنایا۔ کیونکہ فعل کی کئی ملاسات ہیں۔

نمبر ۱: فاعل سے ملاست، مفعول بہ سے، مصدر، مکان، زمان اور مسبب لہ سے ملاست بس فعل کی نسبت فاعل کی طرف تو حقیقی ہے اور دوسروں کی طرف مجازی ہے۔ کیونکہ فعل کے ساتھ فاعل کی ملاست میں مشابہت رکھتے ہیں، جیسا کہ آدمی شیر کے ساتھ جرات میں مشابہت رکھتا ہے پس بطور استعارہ اس کو شیر کہہ دیتے ہیں یہ مسئلہ خلق افعال کی فرع ہے۔

سمع کی مراد:

وَعَلَى سَمْعِهِمْ: (اور ان کے کانوں پر) سَمْعٌ: سمع کو واحد لایا گیا۔ جس طرح عرب کے ہاں اس قول میں بطن واحد ہے۔ کلوا فی بعض بطنکم تعفوا: کیونکہ التباس کا خطرہ نہیں۔ سمع کا لفظ اصل کے لحاظ سے مصدر ہے کہا جاتا ہے کہ سمعت الشیء سمعاً وسماعاً۔ مصدر کی جمع نہیں آتی۔ کیونکہ وہ اسم جنس ہوتا ہے۔ تو قلیل وکثیر سب کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اس میں تشبیہ جمع کی محتاجی نہیں پس اصل کی جھلک رہتی ہے۔

نمبر ۲: یہ بھی کہا گیا کہ اس کا مضاف محذوف ہے۔ یعنی ان کے سننے کے مقامات پر۔

قراءت: ایک قراءت وَعَلَى أَسْمَاعِهِمْ ہے۔

وَعَلَى أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ: (اور ان کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہے) غِشَاوَةٌ: رفع کے ساتھ خبر اور مبتدا ہے۔

البصر: آنکھ کی روشنی۔ وہ چیز جس سے دیکھنے والا دیکھتا ہے جس طرح کہ بصیرت نور قلب کو کہتے ہیں اور وہ چیز ہے جس سے غور و فکر کی جاتی ہے۔ الغشاوہ۔ ڈھکنا، یہ غشاہ یعنی اس کو غشی کے لفظ کی ترتیب کسی چیز پر مشتمل ہونے کیلئے آتی ہے جیسے العصابہ (پٹی) العمامہ (پگڑی) القلاوہ (ہار) اسماع بھی مہر کے معنی میں داخل ہے۔ تغشیہ (ڈھانپنے کے حکم میں داخل نہیں ہے اسکی دلیل سورۃ جاثیہ آیت نمبر ۲۳۔ وَخَتَمَ عَلَى سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلَى بَصَرِهِ غِشَاوَةً ہے۔ کہ سمع پر ختم کا لفظ لایا گیا ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ سمعہم پر وقف ہے قلوبہم پر نہیں۔ جعل کو مضمر مان کر صرف غشاوہ اکیلے ہی کو نصب دیا ہے۔

علی سمعہم میں جار کو دوبارہ لائے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ دونوں جگہوں پر مضبوط مہر ہے۔

شیخ ابو منصور رحمہ اللہ کا قول:

شیخ ابو منصور نے کہا، جب کافر نے حق کی بات نہیں سنی۔ اور اپنی طرف اور دیگر مخلوق کی طرف بھی نگاہ نہیں ڈالی کہ اس مخلوق کے حادث ہونے کے آثار کو دیکھ کر وہ معلوم کر لیتا۔ کہ اس کا کوئی بنانے والا ہے پس اللہ تعالیٰ نے اس کو اس طرح قرار دیا۔ گویا اس کی آنکھوں اور کانوں پر پردہ پڑا ہے۔ اگرچہ حقیقت میں ایسا نہ ہو۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اسماع ان کے ہاں تغشیہ کے حکم میں داخل ہے۔ آیت ہمارے حق میں اور معتزلہ کے خلاف حجت ہے کہ اللہ تعالیٰ صلح کو بندوں کے لیے اختیار فرمانے والے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ میں نے انکے دلوں پر مہر لگا دی۔ اور اس میں شک نہیں کہ مہر کا چھوڑنا ان کے لیے زیادہ اصلح ہو۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ آمَنَّا بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ ۝۸

اور بعضے لوگ وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور آخری دن پر ایمان لائے۔ حالانکہ وہ ایمان والے نہیں ہیں

يُخٰدِعُونَ اللّٰهَ وَالَّذِينَ اٰمَنُوْا وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّا اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝۹

وہ دھوکہ دیتے ہیں اللہ کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے، اور نہیں دھوکہ دیتے مگر اپنی جانوں کو۔ اور وہ اس کا شعور نہیں رکھتے

وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ: (اور آخرت میں ان کو بڑا عذاب ہونے والا ہے) عذاب کا لفظ نکال کی طرح ہے بناوٹ و معنی ہر دو لحاظ سے کیونکہ تم کہو گے۔ اعذب عن الشیء یعنی جب وہ کسی چیز سے رک جائے جیسا کہتے ہیں نکل عنہ وہ اس سے باز آیا۔ عظیم و کبیر کا فرق:

یہ ہے کہ عظیم حقیر کے بالمقابل آتا ہے۔ کبیر صغیر کے مقابل آتا ہے گویا عظیم کبیر سے بڑھ کر ہے جیسا حقیر صغیر سے کمتر ہے۔ یہ دونوں اجسام و احداث کے بارے میں استعمال ہوتے ہیں۔ مثلاً کہو گے رجل عظیم و کبیر۔ مراد یہ ہوگی کہ اس کا جسم بڑا ہے یا رعب بڑا ہے۔

نکمرہ لانے کی وجہ:

غشاة کو نکمرہ لائے کہ ان کی آنکھوں پر ایک قسم کا پردہ ہے یہ وہ پردہ نہیں جس کو لوگ پردہ کہتے ہیں اور ان کے لیے بڑے دھوئیں میں سے ایک بڑی قسم سے عذاب دیا جائے گا۔ جس کی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔

تذکرہ منافقین:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ آمَنَّا بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ: (اور لوگوں میں سے بعض ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان لائے)۔

رابطہ: اللہ تعالیٰ نے سورت کو شروع فرمایا۔ ان لوگوں کے تذکرہ سے جو دین میں اخلاص اختیار کرنے والے ہیں۔ اور ان کی زبانیں اور دل حق کی موافقت کرنے والے ہیں پھر دوسرے نمبر پر ان لوگوں کا ذکر کیا جو دل و زبان سے کافر ہیں تیسرے نمبر پر منافقین کا ذکر کیا جو منہ سے ایمان لائے مگر دل ان کے مؤمن نہیں۔ یہ کفار کی خبیث ترین قسم ہے کیونکہ انہوں نے ایمان کے ساتھ کفر کو تمنا و استہزاء کی بناء پر ملا لیا۔ اس لیے ان کے بارے میں سورۃ نساء کی آیت نمبر ۱۴۵: ان المنفقین فی الدرك الاسفل من النار۔ اتری۔

قول مجاہد:

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سورۃ بقرہ کی شروع کی چار آیات میں ایمان والوں کی تعریف اور دو آیات میں کفار کا تذکرہ اور تیسرہ

آیات میں منافقین کا تذکرہ ہے ان میں ان کے مکر خباثت۔ حماقت بتلائی اور ان کی جہالت کا پردہ چاک کیا اور مثال کے طور پر ان کی مجنونانہ حرکات ظاہر کیں اور ان کی سرکشی اور اندھے پن پر مہر لگا دی اور ان کو بہرہ گونگا اندھا قرار دیا اور ان کیلئے بدترین مثالیں بیان فرمائیں منافقین کے واقعہ کو اول سے آخر تک کفر و کفر واقعہ پر عطف فرمایا۔ جیسا کہ جملہ کا عطف جملہ پر ہوتا ہے۔

الناس کا اصل اُناس ہے ہمزہ کو بطور تخفیف کے حذف کر لیا۔ اور ہمزہ کا حذف لام تعریف کی صورت میں لازم کی طرح ہے۔ کیونکہ الاناس نہیں بولا جاسکتا اور اس کا اصل انسان ”واناسی، انس“ اس پر استشہاد کے لیے کافی ہے۔

انسان کی وجہ تسمیہ:

انسان کو انسان کہنے کی وجہ ان کا ظاہر ہونا اور اس لیے بھی کہ ایک دوسرے سے مانوس ہوتے ہیں۔ یعنی دیکھتے ہیں۔ جبکہ جن کو جن ان کے چھپنے کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔ ناس کا وزن فعال ہے، کیونکہ وزن کی بنیاد اصل پر ہوتی ہے یہ اسم جمع ہے لام تعریف اس میں جنس کے لیے آیا ہے۔ مَنْ موصوفہ ہے یَقُولُ۔ اس کی صفت ہے گویا عبارت اس طرح ہے ناس یقولون کذا (لوگوں میں سے بعض لوگ اس طرح کہتے ہیں)

وجہ ذکر ایمان باللہ والیوم الآخرۃ:

یہاں ایمان باللہ اور یوم آخرت کو انہوں نے خاص طور پر ذکر کیا۔ حالانکہ وہ ایسا وقت ہے جو آکر رہے گا۔ اور وہ ایسا ہمیش ہے جس میں انقطاع نہیں اس کو یوم آخرت اس لیے فرمایا کیونکہ وہ ختم ہونے والے اوقات سے پیچھے آنے والا ہے۔ نمبر ۲: نشر کے اس محدود وقت کے بعد ہے۔ جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہو جائیں گے۔ کیونکہ منافقین کو وہم پیدا ہوا کہ انہوں نے ایمان کی دونوں جانبیں اول و آخر کا احاطہ کر لیا، اور یہ اس لئے کہ مسائل اعتقاد یہ کا مرجع مبدا ہے اور مبدا کی حقیقت صانع کا علم اور اس کی صفات و اسماء کا معلوم کرنا ہے اور معاد کے اٹھائے جانے کا علم، قبور سے اٹھانا، پل صراط، میزان اور آخرت کے دیگر تمام احوال ہیں۔ باء کی وجہ: باء کو دوبارہ لا کر اشارہ کر دیا انہوں نے دونوں پر اپنے ایمان کے صحیح اور مستحکم ہونے کا دعویٰ کیا اور یہ اس ارشاد الہی کے مطابق ہے۔ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ، (حالانکہ وہ مؤمن نہیں) گویا باء کو لا کر ان کے دعویٰ کی مکمل تردید کر دی)

مَخْرُجًا: وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ میں فاعل کی حالت کو ذکر کیا نہ کہ فعل کی اَمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ میں فعل کی حالت کو ذکر کیا نہ کہ فاعل کی۔ کیونکہ مقصود ان کے دعوے کا انکار ہے اور انتہائی بلیغ و مؤکد انداز سے اس کی نفی ہے کہ ان کا گروہ مؤمنوں کی جماعت سے خارج ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد المائدہ آیت نمبر ۳: یُرِيدُونَ اَنْ يُخْرِجُوا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخَارِجِينَ مِنْهَا۔ میں اس طرح ہے۔ اور یہ انداز کلام۔ ”ما یخرجون منها“ کہنے کی نسبت زیادہ بلیغ ہے۔

ایک نکتہ:

ایمان کو دوسری آیت میں مطلقاً ذکر کیا۔ جبکہ پہلی میں مقید۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دونوں احتمال ہیں۔

نمبر ۱: تقید مراد لیں اور اس پر دلالت آنے کی وجہ سے تقید کو چھوڑ دیں۔
نمبر ۲: یہ بھی احتمال ہے کہ اصل ایمان کی نفی مراد لیں اور اس کے ضمن میں وہ نفی آجائے جو پہلے مذکور ہوئی ہے۔

ردِ کرامیہ:

آیت میں فرقہ کرامیہ (کے باطل عقیدہ) کی تردید ہے کہ ایمان صرف زبانی اقرار کو کہتے ہیں کیونکہ آیت میں منافقین کے ایمان کی نفی کی گئی ہے۔ حالانکہ اقرار تو ان کا موجود تھا۔ یہ آیت اہل سنت کے قول کی تائید کرتی ہے۔ کہ ایمان اقرار زبانی اور تصدیق جنانی کا نام ہے۔ ماحول نفی کی تاکید کے لئے لایا گیا اس کی خبر پر باء داخل ہے تاکہ سامع جب اول کلام سے غافل ہو تو شدت انکار پر اسی سے استدلال کر سکے۔

مَنْ - لفظاً واحد ہے اسی لئے یقول کا فعل واحد لائے اور معنی کا لحاظ کر کے لائے۔

تفسیر یُخَدَعُونَ اللہ:

(اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دھوکے کا معاملہ کرتے ہیں)

نمبر ۱: یعنی رسول اللہ ﷺ کو دھوکہ دیتے ہیں اس مضاف کو اسی طرح حذف کر دیا جیسا فرمان خداوندی سورۃ یوسف آیت نمبر ۸ وَسُئِلَ الْقُرَيْشَ (اے اہل قریش) ابوعلی وغیرہ نے اسی طرح کہا۔ مطلب یہ ہوا کہ ایسی چیز ظاہر کرتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے۔

مخادعت کا معنی:

الخداع: نفس کے اندر جو کچھ ہو اس کے الٹ ظاہر کرنا۔

نکتہ نمبر ۱: اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کے مرتبہ کو معظم و بلند کیا۔ کہ آپ کے دھوکہ دیئے جانے کو اپنا خداع قرار دیا جیسا کہ سورۃ فتح آیت نمبر ۱۔ ”مِنْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يَبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ“ حضور ﷺ کے دست اقدس کو اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ قرار دیا۔

نمبر ۲: یہ بھی کہا گیا وہ اپنے زعم کے مطابق اللہ کو دھوکہ دیتے ہیں کیونکہ ان کے خیال میں اللہ تعالیٰ کی ذات ان میں سے ہے۔ جن کو دھوکہ دینا صحیح ہے یہ تمثیل اکثر دو سے زیادہ کے لیے استعمال ہوتی ہے مثلاً تم کہو گے۔ عاقبت اللص۔ میں نے چور کو سزا دی۔ یہ یخدعون بھی پڑھا گیا ہے۔

نحوی تحقیق:

نمبر ۱: یہ یقول کا بیان ہے۔ نمبر ۲ یا جملہ مستانفہ ہے۔ گویا کہا گیا کہ وہ جھوٹے ایمان کا کیوں دعویٰ کرتے ہیں اس میں

ان کا کیا فائدہ ہے۔

جواباً کہا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دھوکہ کرتے ہیں اور اس میں ان کی منفعت یہ ہے۔ کہ کفار کی طرح ان سے لڑائی نہیں کی جاتی۔ اور مؤمنین کے احکامات ان پر لاگو ہیں۔ اور وہ غنائم سے حصہ پاتے ہیں۔ وغیرہ

صاحب الوقوف کا قول:

صاحب الوقوف نامی کتاب کے مصنف نے کہا کہ ”مؤمنین“ پر وقف لازم ہے کیونکہ وصل کرنے میں تقدیر عبارت یہ بن جائے گی۔ وما ہم بمؤمنین مخادعین خداع کے وصف کی نفی ہو جائے گی جیسے کہ تم کہو۔ ماہو برجل کا ذب وہ جھوٹا آدمی نہیں۔ حالانکہ یہاں تو مقصد ان کے ایمان کی نفی اور خداع کا ان کے لیے ثابت کرنا ہے۔

نمبر ۲: جنہوں نے یخادعون کو یقول کی خبر سے حال قرار دیا اور یقول کو اس میں عامل قرار دیا تو ان کے مطابق تقدیر عبارت اس طرح ہوگی۔ یقول امنا باللہ مخادعین۔ وہ کہتے ہیں ہم تو اللہ پر ایمان لائے حالانکہ وہ دھوکہ دینے والے ہیں۔

نمبر ۳: بمؤمنین: مخدوع: یہ یقول کی ضمیر سے عال ہے اور اس کا عامل اسم فاعل ہے اس صورت میں تقدیر عبارت یہ ہوگی۔ وما ہم بمؤمنین فی حال خداعهم: (وہ اپنے دھوکہ کی حالت میں مؤمن نہیں ہو سکتے) اس صورت میں مؤمنین پر وقف بھی نہ ہوگا۔ پہلی ترکیب۔ سب سے بہتر ہے۔

”وَالَّذِينَ آمَنُوا“ (اور ایمان والوں کو دھوکہ دیتے ہیں) وہ رسول اللہ ﷺ اور مؤمنین کو ایمان ظاہر کر کے اور کفر چھپا کر دھوکہ دیتے ہیں۔

وَمَا يَخْدَعُونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ (حالانکہ وہ دھوکہ نہیں دیتے مگر اپنے آپ کو) وہ یہ دھوکہ بازوں کے ساتھ ملا جلا معاملہ اپنی جانوں کے ساتھ کرتے تھے۔ کیونکہ اس کا نقصان انہی کو پہنچے گا۔ اور ان کے دھوکے کا نچوڑ آخرت کا عذاب ہے جو ان کی طرف لوٹ آیا۔ پس گویا انہوں نے اپنے آپ کو دھوکہ دیا۔ ابو عمرو۔ نافع اور ابن کثیر ملی نے۔ مطابقت کے لیے۔ ”ما یخادعون“ پڑھا ہے مگر پہلے لوگوں کو عذر یہ ہے کہ خدع اور خادع۔ اس جگہ ایک معنی دیتے ہیں (اس لیے اسی طرح پڑھیں گے)۔

نفس کی مراد:

النفس: کسی چیز کی ذات و حقیقت کو کہتے ہیں۔ پھر یہ دل اور روح کے لیے بھی کہا جانے لگا۔ کیونکہ نفس کا قیام انہی دو پر ہے۔ اسی طرح خون کو بھی نفس کہتے ہیں۔ کیونکہ نفس کا قوام خون سے ہے۔ اور پانی کو بھی نفس کہتے ہیں۔ کیونکہ نفس کو اس کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ ”نفس“ سے یہاں مراد انکی ذاتیں ہیں۔ معنی یہ ہوگا۔ اپنی ذاتوں کو دھوکہ دینے کے سبب دھوکہ ان کو چمٹنے والا ہے۔ ان سے آگے تجاوز نہیں کرتا۔

فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللَّهُ مَرَضًا وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۖ إِمَّا كَانُوا يَكْذِبُونَ ﴿١٠﴾

ان کے دلوں میں بڑا روگ ہے سو اللہ نے ان کا روگ بڑھا دیا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے اس وجہ سے کہ وہ جھوٹ بولا کرتے تھے۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ ﴿١١﴾

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد مت کرو تو کہتے ہیں کہ ہم تو صرف اصلاح ہی کرتے والے ہیں

أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَكِنْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿١٢﴾

خبردار بلا شبہ میں لوگ مفسد ہیں لیکن نہیں سمجھتے ہیں۔

وَمَا يَشْعُرُونَ: (اور وہ محسوس نہیں کرتے)۔

نتیجہ:

ان کے دھوکے کا نتیجہ دوسروں کی طرف سے ان کی طرف ہی لوٹنے والا ہے۔

معنی شعور:

الشعور: کسی چیز کا حس سے معلوم کرنا۔ یہ شعار سے لیا گیا ہے۔ شعار وہ کپڑا ہے جو جسم کے قریب ہوتا ہے (بنیان وغیرہ) مشاعر الانسان: انسانی حواس کو کہتے ہیں کیونکہ شعور کے آلات یہی ہیں۔ اب معنی یہ ہوگا۔ ان کو اس کا ضرر حسی چیز کی طرح پہنچ رہا ہے۔ اور وہ اپنی طویل غفلت کی وجہ سے اس شخص کی طرح ہو گئے ہیں جس میں حس ہی نہ ہو۔

فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ: (ان کے دلوں میں بیماری ہے) یعنی شک و نفاق، شک، دو معاملوں میں تردد کو کہتے ہیں۔ اور منافق متردد ہوتا ہے۔

حدیث میں فرمایا: مثل المنافق كمثل الشاة العائرة بين الغنمين۔ (احمد، مسلم، نسائی) منافق کی مثال اس بکری جیسی ہے جو دونوں گلوں سے الگ ہو۔

مریض:

موت و زندگی کے درمیان متردد ہوتا ہے۔ کیونکہ مرض صحت کی ضد ہے۔ اور فساد صحت کے مقابل ہے۔ اسی وجہ سے ہر بگاڑ کا نام مرض بن گیا۔ شک اور نفاق یہ دل کے فساد ہیں۔

فَزَادَهُمُ اللَّهُ مَرَضًا: (پس اللہ تعالیٰ نے ان کی بیماری بڑھا دی) یعنی غلبہ سے کمزوری اور اقتدار سے عاجزی اور بڑھ گئی یہ بھی کہا گیا۔ کہ اس سے مراد نفاق کا پیدا کرنا ہے جبکہ اس جیسا نفاق ان کے دلوں میں پہلے ہی تھا جیسا کہ زیادتی ایمان میں معلوم ہو چکا۔

وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ: (اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے)۔

نحویوں کا قول:

نَحْوٌ: الیم فعل کے وزن پر بمعنی مفعول ہے یعنی موم (دردناک)

بِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ: (اس سبب سے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے) یعنی اٰمنا باللہ وبالیوم الآخر کے قول میں جھوٹ کے سبب۔ ما فعل کے ساتھ مل کر مصدر کا معنی دے رہا ہے۔ کسی چیز میں پائی جانے والی حقیقت کے خلاف اس چیز کے متعلق خبر دینا۔ دیگر قراء:

يُكْذِبُونَ پڑھتے ہیں۔ یعنی ان چیزوں کی تکذیب کر کے جن کو آپ لے کر آئے ہیں۔ بعض نے کہا۔ یہ کذب میں مبالغہ کے لیے لایا گیا۔ شدید سے لائے، جیسا کہ صدق میں مبالغہ کے لیے کہتے ہیں۔ صدق۔ ان دونوں کی نظیر بان اور بین کا لفظ ہے۔ وَ اِذَا قِيلَ لَهُمْ: (جب ان سے کہا گیا) اس کا عطف یقول اٰمنا پر ہے کیونکہ جب تم اس طرح کہو گے۔ کہ لوگوں میں سے بعض ایسے ہیں کہ جب ان سے کہا جاتا ہے۔ (لَا تُفْسِدُوا فِي الْاَرْضِ) (کہ زمین میں فساد مت مچاؤ) تو یہ تعبیر صحیح ہے۔

اصلاح و فساد:

الفساد: کسی چیز کا اس کی درست حالت اور فائدہ مند حالت سے نکل جانا اس کی ضد الصلاح ہے۔

الصلاح: صلاح کسی چیز کو اس کی درست و نفع بخش حالت میں پالینا۔

فساد فی الارض: سے مراد لڑائی اور فتنے کا بھڑکانا۔ کیونکہ اس کی وجہ سے زمین میں جو چیزیں ہیں۔ ان کو بگاڑنا۔ اور لوگوں کے حالات اور رکھیتوں اور منافع دینی و دنیوی کو میانہ روی سے ہٹانا ہے۔ منافقین کا زمین میں فساد یہ تھا۔ کہ وہ کفار کو مائل کرتے اور مسلمانوں کے راز کھول کر کفار کو مسلمانوں کے خلاف آمادہ بر شرارت کرتے اور ابھارتے۔ اور یہ امر فتنوں کے بھڑکانے کا باعث بنتا تھا۔

قَالُوا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ: (وہ کہتے ہیں بے شک ہم اصلاح کرنے والے ہیں) ہم مومنوں اور کافروں میں حسن سلوک سے درستگی و اصلاح کرنے والے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اصلاح کی صفت خاص ہم میں پائی جاتی ہے اور ہمارے ساتھ مخصوص ہے اس میں ممانعت کا کوئی شائبہ اور فساد کی کوئی صورت ملی ہوئی نہیں ہے۔

قَالَ لَا: اِنَّمَا کا کلمہ کسی چیز میں حکم کو بند کرنے کے لیے آتا ہے۔ یا کسی چیز کو حکم میں بند کرنے کیلئے آتا ہے۔ جیسے کہتے ہیں۔ اِنَّمَا يَنْتَلِقُ زَيْدٌ۔ بے شک زید جانے والا ہے اور کوئی نہیں بے شک زید ہی کا تب ہے اور کچھ نہیں۔ ما۔ کافہ ہے کیونکہ یہ ان کو عمل سے روک دیتا ہے۔

اَلَا اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلٰكِنْ لَا يَشْعُرُونَ: (سنو یہی لوگ فساد ہی ہیں لیکن وہ سمجھتے نہیں) بے شک وہی فساد ہی ہیں۔ مفعول کے معلوم ہونے پر حذف کر دیا۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا كَمَا آمَنَ النَّاسُ قَالُوا أَنُؤْمِنُ كَمَا آمَنَ السُّفَهَاءُ ۚ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ

اور جب کہا جاتا ہے کہ ایمان لاؤ جیسا کہ اور لوگ ایمان لائے تو کہتے ہیں کہ کیا ہم ایمان لائیں جیسے یہ بیوقوف ایمان لے آئے خبردار بلاشبہ یہی

السُّفَهَاءُ وَلَكِنْ لَا يَعْلَمُونَ ۚ وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا بِحَسْبِ

بیوقوف ہیں لیکن نہیں جانتے۔ اور جب یہ لوگ ان سے ملتے ہیں جو ایمان لائے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے

وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شُيَاطِينِهِمْ قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُونَ ۚ

اور جب تنہائیوں میں اپنے شیطانوں کے پاس ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ بے شک ہم تو تمہارے ساتھ ہیں۔ ہم تو صرف مذاق بنانے والے ہیں

اللَّهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ۚ

اللہ ان کا مذاق بناتا ہے اور ان کو ڈھیل دے رہا ہے وہ اپنی سرکشی میں اندھے ہو کر بھٹک رہے ہیں

نحو: لا۔ یہ ہمزہ استفہام اور حرف نفی سے مرکب ہے۔ تاکہ مابعد کے ثبوت پر تنبیہ ہو جائے۔

ایک قاعدہ:

استفہام جب نفی پر آ جائے۔ تو ثبوت کا فائدہ دیتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سورہ قیامہ آیت نمبر ۴ میں ہے اَلَيْسَ

ذَٰلِكَ بِقَدِيرٍ (یقیناً وہ قادر ہے) تحقیق کے اس مقام پر ہونے کی وجہ سے اس کے بعد آنے والا جملہ اسی انداز سے شروع ہوگا۔ جس

سے قسم ملی ہو۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے ان کے مصلحین کی صف میں شامل ہونے کے دعویٰ کو بلیغ انداز سے رد کر دیا۔

نمبر ۱: سخت ناراضگی کے مقام پر رکھا۔

نمبر ۲: جملہ مستانفہ لاکر اس میں مبالغہ کر دیا۔

نمبر ۳: پھر تاکید کے لیے آلا اور ان لائے۔

نمبر ۴: خبر معرفہ لائے۔

نمبر ۵: لا يشعرون اور اس کے درمیان میں ضمیر فصل لائے۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا كَمَا آمَنَ النَّاسُ قَالُوا أَنُؤْمِنُ كَمَا آمَنَ السُّفَهَاءُ ۚ (جب ان سے کہا جاتا ایمان لاؤ جس

طرح ایمان لائے لوگ تو وہ کہتے ہیں کیا ہم ایمان لائیں جیسے ایمان لائے بے وقوف) ان کو دو طریقوں سے نصیحت کی گئی۔ نمبر ۱۔

اس چیز کی قباحت بیان فرمائی۔ جس پر چل رہے تھے۔ کیونکہ وہ چیز صواب سے دور اور فساد سے قریب تھی۔

نمبر ۲: عقل مندوں کی اتباع سے جو رستہ رکاوٹ تھا۔ وہ ان کو واضح دکھا دیا۔ ان کا جواب یہی تھا کہ وہ اپنی طویل جہالت کی وجہ

سے ان کو بے وقوف قرار دیتے تھے۔

ایک عبرت:

اس میں اس عالم کے لیے تسلی ہے کہ جس کو جہلاء کی طرف سے اس قسم کی باتیں پہنچتی ہیں۔

ایک سوال:

سوال: قیل: کی اشاد لا تفسد وا اور ا منوادونوں کی طرف درست ہے باوجودیکہ فعل کی اشاد فعل کی طرف صحیح نہیں ہوتی۔

جواب: یہاں فعل کی فعل کی طرف اشاد ہے جو کہ جائز ہے۔ اور فعل کی اشاد معنی فعل کی طرف ممنوع ہے گویا کہ اس طرح کہا گیا۔ جب ان کو یہ بات کہی گئی۔ تو اسی سے یعنی دماغ پر جھوٹا گمان سوار کر لیا۔

کما: نَحْنُ: کما میں ما کافہ ہے جیسا کہ رہما میں ما مصدریہ ہے جیسا کہ: بِمَا رَحَّبْتُ سورۃ التوبہ آیت نمبر ۲۵ میں۔
الناس۔ نمبر ۱۔ الناس میں لام عہد خارجی کا ہے یعنی جس طرح ایمان لائے رسول اللہ اور جوان کے ساتھ ہیں۔ اور وہ معین لوگ ہیں۔ عبد اللہ بن سلام اور ان کے ساتھ والی جماعت یعنی جس طرح ایمان لائے تمہارے ساتھی اور بھائی

الف لام:

نمبر ۲: (ل) لام جنس کا ہو یعنی جس طرح انسانیت میں کامل لوگ ایمان لائے۔

(ب): ایمان والوں کو گویا حقیقی انسان قرار دیا اور ان کے علاوہ لوگوں کو حیوان کہا۔

کَمَا أَمَنَ: میں کاف محل نصب میں ہے کیونکہ یہ مصدر محذوف کی صفت ہے۔ یعنی (ایمانا مثل ایمان الناس)۔ یعنی ایسا ایمان جو لوگوں کے ایمان کی طرح ہو۔ اور کَمَا أَمَنَ السُّفَهَاءُ بھی اسی طرح ہے۔ اَفْوَمن میں استفہام انکاری ہے (یعنی ہم ایمان نہیں لائے) السُّفَهَاءُ میں لام سے الناس کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے جن کو انہوں نے بے وقوف قرار دیا تھا۔ حالانکہ وہ لوگ عقل مند اور حلیم ہیں۔ کیونکہ انہوں نے اپنے جہل سے یہ اعتقاد کر لیا کہ جس راستے پر وہ ہیں۔ وہ برحق ہے اور اس کے علاوہ سب باطل ہے۔ جو آدمی باطل پرست بن جائے تو بے وقوف ہے۔

السُّفَهَاءُ کم عقلی، بے حوصلہ ہونا

أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ وَلَكِنْ لَا يَعْلَمُونَ: (بے شک وہ وہی بے وقوف ہیں)

فرق کی وجہ:

یہاں لا يعلمون فرمایا۔ اور پہلے لا يشعرون کہا گیا۔

نمبر ۱: کیونکہ یہاں السفہ کا ذکر کیا اور وہ جہالت کو کہتے ہیں۔ پس اس کے ساتھ علم کا تذکرہ بہترین مطابقت رکھتا ہے

نمبر ۲: ایمان میں غور و فکر اور دلیل کی ضرورت ہے تاکہ دیکھنے والا معرفت حاصل کرے۔ باقی فساد فی الارض ایک ایسا معاملہ ہے جس کی بنیاد عادات پر ہے پس وہ حسی معاملے کی طرح بن گیا۔ (اس لیے وہاں شعور و حس کی نفی کی ہے)

نحوی تحقیق :

نَحْوُ: السفہاء یہ ان کی خبر ہے۔ ہم ضمیر فصل ہے یا مبتدا ہے لہذا السفہاء اس کی خبر ہے۔ اور یہ مل کر ان کی خبر ہے۔
وَإِذْ أَلْقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا: (جب وہ ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے)
قرأت: ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اذا لاقوا پڑھا ہے۔ اہل عرب لقیۃ، لاقیتہ، دونوں بولتے ہیں۔ جبکہ قریب سے اس کا سامنا ہو۔
رابط: پہلی آیت میں منافقین کے طریقے اور ان کے نفاق کی ترجمانی کی۔ اور اس آیت میں ایمان والوں کے ساتھ جو ان کا سلوک تھا۔ یعنی استہزاء اور بچوں کے روپ میں ملنا۔ اور ان کو وہم دلانا کہ وہ ان کے ساتھ ہیں۔ وغیرہ کا ذکر کیا گیا۔
وَإِذَا خَلَوْا إِلَى شَیْطَانِهِمْ: (اور جب وہ تنہائی میں اپنے شیطانوں سے ملتے ہیں) خلوت بھلان والیہ بولتے ہیں جب اس کے ساتھ علیحدگی اختیار کرے۔ الی کے صلہ سے استعمال زیادہ بلغ ہے۔ کیونکہ اس میں ابتدا و انتہا کی دلالت پائی جاتی ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ جب ایمان والوں سے الگ ہو کر اپنے شیاطین کے ہاں علیحدگی میں جاتے ہیں اور یہ بھی درست ہے کہ خلا۔ ”مضی“ کے معنی میں ہو۔

شیاطین کون:

شیاطین: سے مراد وہ لوگ ہیں جو سرکشی میں شیاطین کے مماثل ہیں۔ اور وہ یہودی ہیں۔

سیبویہ کا قول:

نمبر ۱: نَحْوُ: شیاطین کا نون اصلی ہے اس کی دلیل تشیطن ہے۔
نمبر ۲: یہ نون زائدہ ہے یہ شطن سے نکلا ہے جو بَعْدَ کے معنی میں ہے۔ اس لیے کہ شیطان بھلائی اور خیر سے دور ہے۔ یا شاط سے ہے یعنی جب باطل و بیکار ہوا۔ شیطان کا نام الباطل ہے۔
قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ: (تو ان کو کہتے ہیں بے شک ہم تمہارے ساتھ ہیں) ہم تمہارے ساتھی اور دین میں موافقت کرنے والے ہیں۔ منافقین نے مسلمانوں کو جملہ فعلیہ بول کر خطاب کیا۔ اور شیاطین کو ان تحقیقیہ والے جملہ اسمیہ سے مخاطب کیا۔ کیونکہ ایمان والوں کو مخاطب کرتے ہوئے منافقین کا دعویٰ یہ تھا۔ کہ ایمان ایک نو ساختہ چیز ہے۔ اس بات کے دعوے دار نہ تھے۔ کہ وہ ایمان میں منفرد ہیں۔ خواہ اس کی وجہ یہ ہو۔

نمبر ۳: کہ ان کے اپنے نفس اس پر ان کی معاونت کرنے والے نہ تھے۔ کیونکہ ان کے عقائد اس کا باعث اور محرک نہیں تھے۔ خواہ اس کی وجہ یہ ہو۔ کہ اگر وہ اپنی بات مبالغے اور تاکید سے کرتے تو چل نہ سکتی۔ البتہ اپنے ہم جنسوں سے خطاب رغبت سے تھا۔ اور مقبول اور مروج بھی تھا۔ اس لیے وہ تحقیق و تاکید کے موقع محل میں تھا۔ تاکہ کافروں کو ان کے کفر پر قائم رہنے کا یقین ہو جائے۔

استہزاء کا مفہوم:

إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزَءُونَ۔ (ہم ان کے ساتھ استہزاء کرنے والے ہیں) یہ انا معکم کی تاکید ہے۔ کیونکہ اس کا مقصد یہودیت پر ثابت قدمی ہے۔ اور إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزَءُونَ کہہ کر اسلام کی تردید کی ہے۔ اور اپنے سے اسلام کا دور کرنا مقصود ہے کیونکہ کسی چیز کا استہزاء کرنے والا اور اس کی تحقیر کرنے والا اس کا منکر ہوتا ہے۔

قاعدہ: کسی چیز کی نفی کا دور کرنا اس کے ثبوت کی تاکید ہوتی ہے۔ یا یہ جملہ مستانفہ ہے پھر کلام اس طرح بنے گا۔ کہ جب منافقین نے اپنے شیاطین کو اِنَّا مَعَكُمْ کہا۔ تو جواب میں شیاطین اللہ نے کہا۔ اگر تم ہمارے ساتھ ہو تو پھر منافقین کی موافقت کیوں کرتے ہو؟ تو منافقین نے جواباً کہا۔ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزَءُونَ (کہ تم شک میں مت رہو ہم تو ان سے موافقت ان کا مذاق اڑانے کے لیے کرتے ہیں)

الاستہزاء:

مذاق اڑانا، مسخری کرنا، حقیر قرار دینا۔ اصل باب کا معنی خفت یعنی ہلکا سمجھنا استہزاء یہ ہزاء سے بنا ہے جس کا معنی ہے جو جلدی قتل کرتا ہے۔ اور ہزاء یہزاء کا معنی موقع پر ہلاک ہونا مر جانا ہے۔

اللَّهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ: (اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ استہزاء کا معاملہ کرے گا)۔ یعنی ان کو استہزاء کا بدلہ دے گا۔ جزاء استہزاء کا نام استہزاء رکھ لیا گیا۔ جیسا کہ سورہ شوریٰ آیت نمبر ۴۵ میں وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا اور سورہ بقرہ آیت نمبر ۹۴ اَفَمَنْ اَعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ فَاَعْتَدُوا عَلَيْهِ۔ میں جزاء سیئہ کو سیئہ اور جزاء اعتداء کو اعتداء قرار دیا گیا۔ اگرچہ جزاء سیئہ واعتداء سیئہ اور اعتداء نہیں ہوتی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ استہزاء اللہ تعالیٰ کی ذات کے لائق و مناسب نہیں۔ کیونکہ عبث اور عیب ہے۔ جس سے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے۔

امام زجاج:

کہتے ہیں۔ پسندیدہ قول یہ ہے۔ اللَّهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ۔ کو بغیر عطف کے جملہ مستانفہ لانا بڑی شان عظمت رکھتا ہے۔ اس میں یہ بات بتلائی کہ اللہ تعالیٰ ہی ان سے انتہائی شدید استہزاء فرمانے والے ہیں۔ جس کے مقابلے میں ان کا استہزاء کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ اس لیے کہ ان پر اس کی وجہ سے ذلت، عذاب اور رسوائی اترے گی اور اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی سزائیں اور بلائیں لمحہ بہ لمحہ اترتی رہیں گی۔

سوال: اللَّهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ فرمایا۔ اللہ مستہزی بہم نہیں فرمایا۔ ایسا کیوں؟

جواب: تاکہ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزَءُونَ کے ساتھ لفظاً مطابق ہو جائے اور تو اتر سزا پر بھی دلالت ہو۔

وَيَمْدُهُمْ: (اور انہیں مہلت دے گا) یعنی ان کو مہلت دے گا۔ یہ زجاج کا قول ہے۔

فِي طُعْيَانِهِمْ: (ان کی سرکشی میں) کفر میں حد سے بڑھنا يَغْمَهُونَ (وہ حیران ہیں) یہ حال واقع ہے یعنی حیران اور متردد ہیں۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرُوا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ ۖ فَمَا رَبَحَتِ تِجَارَتُهُمْ وَمَا

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلہ گمراہی خرید لی۔ سو ان کو تجارت نفع مند نہ ہوئی۔ اور نہ

كَانُوا مُهْتَدِينَ ﴿۱۶﴾

وہ ہدایت پر چلنے والے بنے۔

یہ اس صلح للعبد کے سلسلہ میں معتزلہ کے خلاف دلیل ہے۔

عُمَّة: بصیرت و دانائی کے ضائع ہونے کہتے ہیں۔

أُولَٰئِكَ: (یہ لوگ) نَحْوُ: یہ مبتدا ہے اس کی خبر الَّذِينَ اشْتَرُوا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ یعنی اس کے بدلہ میں لے لیا اور ہدایت پر اس کو ترجیح دی۔

ایک سوال:

سوال: اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ (اشْتَرُوا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ) خرید لیا گمراہی کو ہدایت کے بدلہ میں۔ کہ انہوں نے ہدایت کے بدلہ میں گمراہی کو لے لیا۔ حالانکہ وہ تو ہدایت پر نہیں تھے۔

جواب: اس لیے کہ منافقین ایسی قوم میں سے تھے جو ایمان لانے کے بعد پھر کافر ہو گئے (پس اشتراء ضلالت کا مصداق بن گئے) لفظ تجارت ربح کے فاعل سے متصل ہے یا تجارت ربح کا سبب ہے۔

نمبر ۲: ان کو ہدایت پر قدرت دی گئی تھی۔ گویا ہدایت ان میں قائم تھی پس اس کو قدرت کے باوجود اختیار نہ کیا تو گویا ہدایت کو ضلالت کے بدلے ترک کر دیا۔

مسئلہ بیع تعاظمی:

بیع تعاظمی جائز ہے کیونکہ منافقین نے لفظ اشتراء کا نہیں بولا۔ لیکن ہدایت کو گمراہی کے بدلے میں اپنے اختیار سے چھوڑا ہے۔ اسی کو اللہ تعالیٰ نے ثراء کا نام دیا ہے۔ پس یہ ہمارے لیے ثبوت بن گیا۔ کہ جس نے کسی دوسرے سے چیزی اور اس کا عوض اس کے لیے اس کی رضا مندی سے چھوڑ دیا تو گویا اس نے اس چیز کو خرید لیا خواہ لفظ ثراء کا استعمال نہیں کیا۔ یہی بیع تعاظمی کہلاتی ہے۔

الضَّلَالَةُ: میانہ روی سے مائل ہونا۔ ہٹنا اور راہ کو گم پانا کہا جاتا ہے۔

ضل منزلہ: وہ اپنا مرتبہ بھول گیا۔ یہ دین میں سیدھے راستے سے ہٹ جانے کے لیے بطور استعارہ استعمال ہوتا ہے۔

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا ۖ فَلَمَّا اَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ

ان کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے آگ جلائی پھر جب اس آگ نے اس شخص کے آس پاس کو روشن کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے

اللَّهُ يُنَوِّرُهُمْ وَيُزَكِّيهِمْ ۖ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۚ ۱۷ صُمُّوا بِكُمْ عُمَىٰ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ۚ ۱۸

ان کی روشنی کو ختم کر دیا۔ اور ان کو اندھیروں میں چھوڑ دیا کہ وہ دیکھ نہیں رہے ہیں۔ یہ لوگ بہرے میں گونگے ہیں اندھے ہیں پس یہ لوگ رجوع نہ ہوں گے

تجارت کیا ہے؟

فَمَا رِبْحُ تِجَارَتِهِمْ: (پس ان کی تجارت نے انہیں نفع نہ دیا)

تعریف ربح: اصل مال میں اضافہ کو کہا جاتا ہے۔

تجارت: کاریگری۔ تاجر کافن:

تاجر: نفع کی خاطر خرید و فروخت کرنے والا۔ نفع کی نسبت تجارت کی طرف اسناد مجازی ہے اس کا معنی انہیں اپنی اصل تجارت میں نفع نہ ہوا اور ضائع کر دی۔ جب تجارت فائدہ مند نہ رہی اور مجازاً گمراہی کا ہدایت کے بدلے خریدنا ثابت ہو گیا۔ تو اس کے بعد بطور استعارہ ترشیحہ کے ربح اور تجارة کا ذکر کر دیا جیسا کہ شاعر نے اپنے اس شعر میں۔

لَمَّا رَايَتِ النَّسْرَ عَزَّابِنَ دَابَّةً وَعَشَّشَ فِي وَكْرِهِ جَاشَ لَهُ صَدْرِي ۖ مِثْلَ بَرْهَانٍ كُنَّ سِرَّاهُ بَالُوں كُو كُو كُو
سے تشبیہ دی۔ اس کے بعد گھونسلہ بنانے اور گھونسلے کا ذکر کر دیا۔

وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ: (اور وہ ہدایت پانے والے نہ تھے) وہ طریق تجارت کی طرف راہ پانے والے نہیں۔ جس طرح تجارت اپنی مرضی استعمال کرنے والے اور اپنے نفع و نقصان کی اشیاء کو جاننے والے ہوتے ہیں۔

مفہوم آیت:

اب مطلب یہ ہوا کہ تجارت کا مقصد اصل مال اور نفع کا محفوظ رکھنا ہوتا ہے۔ اور ان لوگوں نے ان دونوں چیزوں کو ضائع کر دیا۔ پس ان کا اصل مال ہدایت تھی۔ اور وہ گمراہی کے ہوتے ہوئے باقی نہیں رہی۔ جب فقط گمراہی رہ گئی تو اسی لیے ان کو نفع سے محروم ہونے والے فرمایا۔ اگرچہ دنیاوی اغراض ان کو میسر آ گئیں۔ (اور وہ ہدایت کے مقابلہ میں بیچ در بیچ ہیں)

کیونکہ گمراہ نقصان اٹھانے والا ہے اور جس آدمی کا اس المال سلامت نہ رہے۔ اس کو نفع پانے والا نہیں کہا جاتا۔

مَحْمُودٌ: کہا گیا ہے الذی، اولئک کی صفت ہے۔ اور فمار بحت سے آخر آیت تک محل رفع میں اولئک کی خبر ہے۔

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا: (ان کی مثال اس جیسی ہے جس نے آگ جلائی) جب منافقین کی صفت حقیقت ذکر کر دی تو اس کے بعد مزید انکشاف حقیقت اور تکمیل بیان کے لیے مثالیں بیان فرمائیں۔

مثال کی غرض اور حقیقت:

مخفی معانی اور حقائق سے پردہ اٹھانے کے لیے مثال بیان کرنا بڑا اثر رکھتا ہے گذشتہ آسمانی کتابوں میں کثرت سے مثالیں ذکر کی گئیں۔ انجیل کی سورتوں میں ایک سورت کا نام سورۃ الامثال ہے۔

مثل کا معنی:

کلام عرب میں مثل کو کہتے ہیں نظیر کا یہی معنی ہے کہا جاتا ہے مثل۔ مثل، مثیل جیسے شبہ، شبہ اور شبیہ۔ پھر مشہور قول کے لیے بولا جانے لگا۔ جس سے موقع کی مثال بیان کی جائے مثل کہنے لگے اور مثال اسی بات کی بیان کی جاتی ہے جس میں انوکھا پن ہو۔ اسی لیے اس کی حفاظت کی جاتی ہے پس وہ بدلتی نہیں۔ کبھی استعارہ کے طور پر مثل کو حال یا صفت یا قصہ کے معنی میں استعمال کرتے ہیں جبکہ اس کی کوئی حالت اور انوکھی بات ہو۔ گویا یہاں کہا گیا۔ ”حالہم العجیبة الشان“ ان کی عجیب حالت اس آدمی کے حال کی طرح ہے جس نے آگ روشن کی۔ اور یہی معنی مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعدَ الْمُتَّقُونَ۔ سورہ رعد آیت نمبر ۳۵ میں ہے کہ جو عجائب ہم نے بیان کیے۔ ان میں جنت کا عجیب حالت والا واقعہ ہے۔ پھر اس کے عجائبات بیان فرمائے۔ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی۔ سورۃ النحل آیت نمبر ۶۰ میں یہی معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے ایسی صفات ہیں جن کا عظمت و جلال میں بڑا مقام ہے۔ یا الذی کو الذین کی جگہ لائے۔ جیسا کہ سورۃ توبہ آیت نمبر ۶۵ و خضتم كالذی خاضوا۔ میں ہے کیونکہ جماعت کی تمثیل اکیلے کے ساتھ نہیں ہو سکتی۔ یا آگ جلانے والوں کی جنس بیان کرنا مقصود ہے یا وہ گروہ مراد ہے جس نے آگ جلائی۔ اس طرح کہ منافقین کی ذاتوں کو آگ روشن کرنے والے سے تشبیہ نہیں دی ہے۔ کہ جس سے جماعت کی واحد سے تشبیہ والا اعتراض آئے۔ بلکہ ان کے واقعہ کو آگ جلانے والے کے واقعہ سے تشبیہ دی ہے۔ استوقد کا معنی اوقد (جلانا) ہے۔ وقود النار۔ آگ کی چمک۔ النار (آگ) ایک لطیف روشنی کرنے والا گرمی دینے والا جلانے والا جوھر ہے یہ نار، یمنار سے مشتق ہے جب وہ بھاگے اور کوچ کرے۔ کیونکہ اس میں حرکت واضطراب پایا جاتا ہے۔

نور وضوء کا معنی:

فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ: (جب اس آگ نے اس کا ماحول روشن کر دیا) اضاءت۔ خوب روشن کرنے کو کہتے ہیں۔ اور اس کا مصداق سورۃ یونس کی آیت نمبر ۵ هو الذی جعل الشمس ضیاء والقمر نوراً آیت میں اضاءت کا لفظ متعدی ہے اور ماحولہ کی طرف اس کی نسبت ہے۔ اور غیر متعدی بھی ہو سکتا ہے، مؤنث معنی کے لحاظ سے لائی گئی۔ کیونکہ آگ جلانے والے کے ارد گرد جگہیں اور اشیاء ہیں۔ اور فَلَمَّا أَضَاءَتْ کا جواب۔ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُورِهِمْ ہے۔

نحوی تحقیق:

نَحْوٌ: لَمَّا ظرف زمان ہے اور اس میں اس کا جواب اذا کی طرح عامل بن رہا ہے اور ماحولہ کا موصولہ ہے اور حَوْلَهُ ظرف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ یا نکرہ موصوفہ ہے۔ اور تقدیر عبارت یہ ہے۔ فلما اضاءت شیئاً ثابتاً حولہ: جب اس

روشن ثابت ہونے والی چیز نے اپنے ارد گرد۔

نُورُهُمْ میں ہُمْ ضمیر کو جمع لائے اور حَوْلَہ میں ضمیر واحد لائی گئی۔ کیونکہ کبھی تو اس کو لفظ پر محمول کیا اور کبھی معنی پر (اور دونوں کا لحاظ کر کے ضمیریں لائی گئیں)

النور : آگ کی روشنی کو کہتے ہیں۔ اور ہر روشن چیز کی روشنی کو کہتے ہیں۔

ذہب : کا معنی اذہب ہے یعنی اس کو زائل کر دیا۔ اور اس کو زائل ہونے والا بنا دیا۔ ذہب بہ۔ کا معنی ساتھ لے جانا اور لے جانا۔ اب مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی روشنی لے لی۔ اور اس کو روک دیا اور جس چیز کو اللہ تعالیٰ روک دے۔ اس کو کوئی چھوڑا سکتا نہیں۔ فَلَا مُرْسَل لَّہٗ سُوْرَةُ فَاطِرِ آیت نمبر ۲ یہ اذہاب کے لفظ سے زیادہ بلیغ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ذہب اللہ بضوء ہم نہیں فرمایا۔

وجہ ذکر:

فَلَمَّا اَصْنَاءَتْ کا لحاظ کر کے۔ اس لیے کہ نور کا تذکرہ زیادہ بلیغ ہے ضوء میں اضافہ پر دلالت موجود ہے اور مقصود یہاں روشنی کا ان سے مکمل طور پر دور کرنا ہے۔ اگر ذہب اللہ بضوء ہم کہا جاتا۔ تو زائد روشنی کے چلے جانے کا اور جن کو نور کہا جاتا ہے ان کے باقی رہنے کا وہم رہتا۔ کیا تم سیاق کلام پر غور نہیں کرتے۔ کہ اس کے بعد وَتَرَ کَہُمْ فِی ظُلُمٰتٍ لَّیْلَیًّا۔ الظلمہ : وہ عرض ہے جو نور کے منافی ہے۔ اس کو جمع اور نکرہ لائے۔ اور اس کے بعد وہ چیز لائے جو دلالت کرتی ہے کہ وہ اندھیرا ہے جس میں کوئی کڑی نظر نہیں آتی۔ اور وہ ارشاد الہی : لَا یُبْصِرُوْنَ ہے (کہ وہ اس میں کچھ نہیں دیکھتے)۔

نحوی اشارے:

ترکھم : مخجور : ترک بمعنی طرح اور خلی (پھینکنا اور چھوڑنا) کے معنی میں ہوتا ہے۔ جب ایک چیز سے معلق ہو۔ اور اگر دو چیزوں سے معلق کریں۔ تو صیر کے معنی کو متضمن ہوتا ہے اس وقت یہ افعال قلوب کی جگہ آ جاتا ہے یہاں اسی معنی میں ہے۔ اصل اس طرح بنے گا۔ ہُمْ فِی ظُلُمٰتٍ۔ پھر تَرَکَ کو داخل کر کے دونوں جزوں کو منصوب کر دیا۔ لَا یُبْصِرُوْنَ کے مفعول کو ساقط کرنا اس قسم میں سے ہے جس کو متروک مطروح کہتے ہیں۔ (جس کو پھینکنے کے لیے چھوڑا) یہ تَرَکَ مفعول مقدر منوی کی قسم سے نہیں۔ گویا فعل اصل کے لحاظ سے غیر متعدی ہے (یعنی متروک مطروح) ان کی حالت کو آگ جلانے والے کی حالت سے مشابہت دی۔ کیونکہ آگ روشن کرنے کے نتیجہ میں وہ اندھیرے اور حیرانی میں پڑ گئے ہاں منافق تو ہمیشہ کفر کے اندھیروں میں ٹامک ٹوئیاں مارتا پھرتا ہے۔

تفسیر اول:

لیکن مراد یہاں یہ ہے کہ وہ کلمہ جو ان کی زبان پر جاری ہے اس سے انہوں نے فائدہ کی ذرا سی روشنی حاصل کی حالانکہ اس

کلمہ کی روشنی کے پیچھے تو منافقت کا اندھیرا پایا جاتا ہے جو ان کو اندھیرے کی سردی سزا تک پہنچانے والا ہے۔
تفسیر دوم:

آیت کی ایک اور بھی تفسیر ہے کہ جب ان کے متعلق بتلایا گیا۔ کہ انہوں نے گمراہی کو ہدایت کے بدلہ میں خرید لیا ہے پھر یہ تمثیل ذکر کی تاکہ ان کی اس ہدایت کو جس کو انہوں نے فروخت کیا۔ اس آگ سے تشبیہ دی جس نے اپنے جلانے کے ماحول کو روشن کر رکھا ہے۔ اور اس گمراہی کو جس کو انہوں نے خرید لیا اس حالت میں کہ اللہ تعالیٰ نے انکی روشنی کو دور کر دیا۔ اور ان کو اندھیروں میں چھوڑ دیا ہے سے تشبیہ دی۔ تاکہ تمثیل سامنے آجائے استوقد نار میں نار کو نکرہ تعظیم کے لیے لائے۔
صُمُّ بَكْمُ عُمَى: (وہ گونگے بہرے اندھے ہیں) وہ بہرے ہیں حالانکہ ان کے حواس صحیح سالم تھے مگر جب انہوں نے حق کی طرف کان لگانے سے اپنے آپ کو روک دیا۔ اور زبانوں پر حق لانے سے انکار کر دیا اور آنکھوں سے طریق حق کو دیکھنے سے انکار کر دیا تو ان کو اس طرح قرار دیا گویا ان کے حواس آفت زدہ ہو گئے اور علماء بیان کے ہاں یہ اسی طرح ہے جیسے ہم لیوٹ للشجعان و بحور للاسخياء کہ وہ ایسے بہادروں کے لیے شیر اور نخیوں کے لیے سمندر ہیں۔ مگر یہ طریق صفات میں ہے۔ اور آیت میں وہ اسماء ہیں اور ان میں جاری ہے۔

تشبیہ بلیغ:

آیت میں صحیح بات یہ ہے کہ تشبیہ بلیغ ہے۔ استعارہ نہیں کیونکہ جب مستعار لہ کا تذکرہ سمیٹ لیا گیا ہو اور کلام کو اس سے خالی رکھا جائے۔ مناسب یہ ہے کہ اس سے منقول عنہ اور منقول الیہ مراد لیا جائے۔ اگر دلالت حال یا انداز کلام نہ پایا جائے۔

لوٹنے کا مطلب:

فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ: (پس وہ نہ لوٹیں گے) نمبر ۱: وہ ہدایت کی طرف نہیں لوٹیں گے۔ اس کے بعد کہ انہوں نے ہدایت کو بچ ڈالا۔

نمبر ۲: وہ گمراہی سے باز نہیں آئے اس کے بعد کہ انہوں نے گمراہی کو خرید لیا۔ کیونکہ کسی چیز کی طرف لوٹنا اور یہ دونوں الگ الگ چیزیں ہیں۔

نمبر ۳: مراد یہ ہے کہ وہ حیران و پریشان اپنی جگہ پر جمے بیٹھے ہیں۔ نہ وہ لوٹتے ہیں اور نہ وہ جانتے ہیں کہ انہوں نے آگے بڑھنا ہے یا پیچھے ہٹنا ہے۔

أَوْ كَصَيْبٍ مِّنَ السَّمَاءِ فِيهِ ظُلُمَاتٌ وَرَعْدٌ وَبَرْقٌ يَّجْعَلُونَ أَصَابِعَهُمْ

یا ان کی ایسی مثال ہے جیسے آسمان سے تیز بارش جو رہی ہو اس میں اندھیریاں ہوں اور گرج ہو اور بجلی ہو یہ لوگ موت کے اندیشے کے سبب

فِي أَذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ۖ وَاللَّهُ مُحِيطٌ بِالْكَافِرِينَ ۝۱۹

اپنے کانوں میں انگلیاں دے رہے ہیں کڑک کی وجہ سے ، اور اللہ تعالیٰ احاطہ کئے ہوئے ہے کافروں کو،

دوسری تمثیل:

أَوْ كَصَيْبٍ مِّنَ السَّمَاءِ فِيهِ ظُلُمَاتٌ وَرَعْدٌ وَبَرْقٌ : (یا جیسے بادل آسمان میں اس میں اندھیرے اور گرج اور بجلی ہے) ان کے متعلق بات کو اور زیادہ واضح کرنے کے لیے ایک دوسری تمثیل ذکر کی پہلی تمثیل میں منافقین کو آگ جلانے والے سے اور اظہار ایمان کو آگ روشن کرنے سے اور اس سے فائدہ کے منقطع ہونے کو آگ کے بجھنے سے تشبیہ دی۔ اور اس تمثیل دین کو بادل سے تشبیہ دی۔ کیونکہ دل دین سے اسی طرح زندہ ہوتے ہیں جیسے بارش سے زمین۔ اور کفار کو دین کے سلسلہ میں شبہات کو ظلمات سے تشبیہ دی۔ اور قرآن میں جو وعدے اور وعیدیں ہیں۔ ان کو وعدہ و برق سے تشبیہ دی اور منافقین کو گھبراہٹیں اور مصائب اہل اسلام کی طرف سے پہنچتے ہیں ان کو صواعق (گرج) سے تشبیہ دی پس معنی اس طرح ہوگا۔ یا ان کی مثال بادل والے جیسی ہے۔ مثل کا لفظ حذف کر دیا۔ کیونکہ عطف کی دلالت اس کے لیے موجود ہے اور ذوی کا لفظ حذف کیا کیونکہ یجعلون اس پر دلالت کرتا ہے۔

مراد:

یہ کہ ان کی مثال اس قوم جیسی ہے جن کو اس طرح کی بارش نے گھیر لیا ہو۔ پھر ان کو اس بارش سے وہ پہنچا ہو جو ان کو پہنچا۔ یہ تشبیہ اشیاء کی اشیاء کے ساتھ ہے البتہ صراحت کے ساتھ مشبہات کا ذکر نہیں کیا۔ جیسا کہ سورہ غافر آیت نمبر ۵۸ وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَلَا الْمُسِيءُ میں ہے۔ اور امرء القیس کے اس قول میں بھی اسی طرح ہے۔

كَأَنَّ قُلُوبَ الطَّيْرِ رَطْبًا وَيَابَسًا لَدَىٰ وَكْرَهَا الْعُنَابُ وَالْحَشَفُ الْبَالِي (ردی کھجور)

(گو یا پرندوں کے دل گھونسلوں کے قریب اس طرح رطب و یابس ہیں جیسے عناب اور ردی کھجور)

بلکہ آیت میں استعارہ کے انداز میں تذکرہ کو سمیٹ دیا۔

تشبیہ مرکب:

قول فیصل: صحیح بات یہ ہے کہ دونوں تمثیلیں ان تمثیلات میں سے ہیں۔ جو مرکب ہوتی ہیں، مفرق نہیں ہوتیں۔ کیونکہ اس میں

ایک ایک چیز کو دوسری ایک ایک چیز کے ساتھ مشابہت کی مقدار سے تشبیہ دینی پڑتی ہے وضاحت اس کی اس طرح ہے کہ اہل عرب چیزوں کو ایک ایک کر کے لیتے ہیں جبکہ وہ الگ الگ ہوں۔ اور اس سے جوڑ نہ رکھتی ہوں۔ ان اشیاء کی تشبیہات ان کے نظائر سے ہوتی ہے جیسا کہ امرؤ القیس نے کہا۔ کہ کیفیت حاصلہ کو ان اشیاء کے مجموعہ سے تشبیہ دی۔ جو آپس میں اس طرح ملی جلی اور منسلک ہیں۔ کہ دوسری سے مل کر وہ ایک چیز بنتی نظر آتی ہے۔ جیسا کہ سورۃ الجمعہ کی آیت نمبر ۵ مَثَلُ الَّذِينَ حُمِلُوا التَّوْرَةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا فِي تَوْرَاتٍ کے ہوتے ہوئے۔ یہودیوں کی جہالت والی حالت کو جو کہ حکمت کی کتابیں۔ اٹھانے والے گدھے کی جہالت والی حالت سے تشبیہ دی۔ کیونکہ اس کے لیے کتابیں اٹھانا یا دیگر بھاری بوجھ میں دونوں برابر ہیں۔ اور اس کو اس کا کچھ شعور نہیں۔ سوائے اس تھکاوٹ اور مشقت کے جو ان دونوں بوجھوں کے نیچے اسے حاصل ہوتا ہے۔ جیسا کہ سورۃ کہف آیت نمبر ۵۵ وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلًا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَآءِ مَرَدُّهُ نَارٌ يَّسْرٰى سَرٰى کے زیادہ باقی نہ رہنے کی طرح ہے۔ پس یہ کیفیت کو کیفیت کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ خواہ اس سے مراد افراد کی افراد کے ساتھ تشبیہ ہو جو ایک دوسرے سے جڑے ہوئے نہ ہوں۔ (ایک چیز بننے والی نہ ہو) اسی طرح جب منافقین کا گمراہی میں پڑنا بیان کیا۔ اور ان کی حیرت و دہشت جس میں وہ ٹامک ٹوئیاں مارنے والے تھے۔ اس کو بیان کیا۔ تو ان کی حیرت اور معاملے کی شدت کو اس شخص کی تکلیف سے تشبیہ دی جو رات کے اندھیرے میں اپنی آگ کے بجھ جانے سے تکلیف اٹھا رہا ہو۔ اسی طرح کہ وہ آدمی کہ جس کو بارش گھیر لے جس میں رعد و برق اور کڑک کا خوف بھی ہو۔ دوسری تمثیل پہلی کے مقابلے میں زیادہ بلغ ہے۔ کیونکہ سخت حیرت اور معاملے کی شدت پر یہ زیادہ دلالت کرنے والی ہے۔ اسی وجہ سے اس کو بعد میں لائے۔

اولانے کی حکمت:

اہل عرب کی عادت تھی کہ آسمان سے مشکل کی طرف درجہ بدرجہ چلتے۔ دونوں تمثیلوں کو ”او“ سے عطف کیا یہ اصل کے لحاظ سے دو یا زیادہ چیزیں جن میں شک ہو۔ برابری ثابت کرنے کے لیے آتا ہے پھر یہ صرف برابری کے لیے استعارۃ استعمال کیا جانے لگا۔ جیسا کہ ہے۔ جالس الحسن او ابن سیرین۔ مراد یہ ہے کہ ان دونوں کے پاس بیٹھنا برابر ہے اور ارشاد الہی آیت ۲۴ سورۃ الانسان (وَلَا تَطْعُمْنٰهُمْ اِنَّهُمْ اَوْ كَفُّرًا۔ ناشکری اور گناہ دونوں نافرمانی کے لازم ہونے میں برابر ہیں۔ اسی طرح یہاں مطلب یہ ہے کہ منافقین کے واقعہ کی کیفیت ان دو قصوں کی کیفیت کے مشابہ ہے دونوں قصے صورت تمثیل کے مستقل ہونے میں برابر ہیں۔ تم جس سے بھی تمثیل پیش کرو درست ہے اور اگر تم دونوں سے اکٹھی مثال بیان کرو۔ تب بھی تم درست روی اختیار کرنے والے ہو۔

الصیب: اترنے والی بارش۔ پڑنے والی بارش۔ بادل کو بھی صیب کہا جاتا ہے۔ صیب کو تنگیر کے ساتھ ذکر کیا کیونکہ یہ بارش کی ایک قسم ہے جو سخت موسلا دھار ہوتی ہے جیسا کہ تمثیل اول میں نار کا لفظ نکرہ ہے۔

السَّمَآءُ: (ساہبان) نمبر ۱: حضرت حسن کہتے ہیں کہ یہ رکی ہوئی موج ہے سماء کے تذکرہ کا فائدہ یہ ہے کہ بادل آسمان میں ہی ہوتا ہے السَّمَآءُ معارفہ لائے اس نے یہ فائدہ دیا کہ وہ بادل ہے جس نے آسمان کے اطراف کو گھیرے میں لے رکھا ہے اور سماء کے حصہ

ہونے کی نفی کر دی۔ یعنی یہ کہ اس کے اطراف میں سے ایک افق کو اس لیے آسمان کے ہر افق کو آسمان ہی کہتے ہیں۔ پس معرفہ لانے سے مبالغہ مقصود ہے جیسا کہ صیب کو نکرہ لانے اور اس کی ترکیب و بناء میں (مبالغہ مقصود ہے) اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ بادل آسمان سے اترتا اور اسی سے اپنا پانی لیتا ہے۔

نمبر ۲: اور یہ بھی کہا گیا کہ یہ سمندر سے پانی لے کر اوپر چڑھتا ہے۔

نَجْوٰی: ظلمات مرفوع ہے جار مجرور کے ساتھ کیونکہ وہ صیب کی صفت بن کر قوی ہو گیا۔ بخلاف اس صورت کے کہ اگر تم کہو فیہ ظلمت مبتدا ہے تو اس میں انخس و سیبویہ کا اختلاف ہے۔

رعد و برق کی حقیقت:

الرعد: بادلوں سے سنی جانے والی آواز جو بادلوں کے آپس میں رگڑنے سے پیدا ہوتی ہے۔ یا رعد فرشتہ ہے جو بادلوں کو ہانکتا ہے۔

البرق: بادلوں سے پیدا ہونے والی چمک۔ یہ برق الٹنی بریقا۔ جب وہ چمکے اس سے بنا ہے۔ اور اس کی ضمیر صیب کی طرف لوٹنے والی ہے۔ صیب کو ظلمات کا مکان قرار دیا گیا۔ اگر اس سے مراد بادل لیا جائے تو اس کے اندھیرے سے مراد اس کا تہ بہ تہ اور سیاہ ہو جانا ہے۔ ظلمات گویا بادل کی سیاہی اور ایسا تہ بہ تہ ہونا جس کے ساتھ رات کا اندھیرا مل جائے۔ البتہ بارش کے اندھیروں سے مراد پے در پے قطرات سے اس کے کثیف ہونے کا اندھیرا اور بارش کے بادلوں کا سایہ جس میں رات کا اندھیرا مل جائے۔ مراد ہے۔

رعد و برق کی جگہ الصیب کا لفظ لا کر اس کی مراد سحاب ظاہر کر دی۔ اسی طرح اگر مطر مراد ہو تو تب بھی کیونکہ وہ دونوں فی الجملہ آپس میں ملے جلتے ہیں۔

رعد و برق: کو جمع نہیں لائے۔ کیونکہ وہ دونوں اصل میں مصدر ہیں۔ کہا جاتا ہے۔ رعدت السماء رعدا و برقت برقا۔ آسمان گرجا اور چمکا۔ پس اصل کی رعایت کرتے ہوئے دونوں کی جمع چھوڑ دی گئی۔

ان کو نکرہ لا کر اس کی انواع و اقسام کی طرف اشارہ کر دیا۔ گویا کہ فیہ ظلمت داجیہ۔ گویا اس میں چھا جانے والے اندھیرے ہیں۔ اور رعد قاصف ہلاک کن گرج اور اچک لینے والی بجلی ہے۔

يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِيْ اُذَانِهِمْ: (وہ اپنی انگلیاں کانوں میں رکھتے ہیں)

نَجْوٰی: اس میں ضمیر بادل والوں کی طرف لوٹ رہی ہے اگرچہ وہ محذوف ہے جیسا کہ سورت اعراف آیت: ۴۔ اوہم قائلون میں ہے کیونکہ محذوف کا معنی باقی ہے خواہ وہ لفظوں میں ساقط ہو چکا ہو یجعلنون جملہ مستاتفہ ہے اس لیے اس کا کوئی محل اعراب نہیں۔ اس لئے دلیل یہ ہے کہ جب رعد برق کا ذکر ہوا جو شدت ہول ناکی کا اعلان کر رہے تھے۔ تو کہنے والا گویا کہہ رہا تھا کہ ایسی گرج میں ان کا کیا حال ہوگا؟ تو جواب دیا۔ يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِيْ اُذَانِهِمْ۔ پھر کہا اس بجلی میں انکی حالت کیا ہوگی۔ تو فرمایا يَكَادُ الْبَرْقُ يُخْطَفُ ابْصَارَهُمْ سورة البقرہ آیت نمبر ۲۰۔

يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطِفُ أَبْصَارَهُمْ كُلَّمَا أَضَاءَ لَهُمْ مَشَوْا فِيهِ وَإِذَا أَظْلَمَ

قریب ہے کہ بجلی ان کی بینائی کو اچک لے جب کبھی ان کے لئے روشنی ہوئی تو اس میں چلنا شروع کر دیا اور جب اندھیرا ہو گیا

عَلَيْهِمْ قَامُوا ۖ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَأَبْصَارِهِمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ

تو کھڑے کے کھڑے رہ گئے اور اللہ تعالیٰ چاہے تو ان کی سننے اور دیکھنے کی قوتوں کو ختم فرما دے۔ بیشک اللہ تعالیٰ

عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

ہر چیز پر قادر ہے۔

سوال: اصابعہم فرمایا انا مل نہیں فرمایا۔ حالانکہ یہ پورے ہی کانوں میں رکھے جاتے ہیں۔

جواب: مبالغہ کے لیے بطور وسعت فرمادیا۔ جیسا کہ سورہ مائدہ آیت نمبر ۳۸ فَاَقْطَعُوهَا اَيْدِيَهُمَا۔ میں یذبولا گیا اگرچہ مراد پنجہ ہے گئے تک۔ اصابع فرمانے میں جو مبالغہ ہے وہ انا مل کہنے میں نہیں اور دو انگلیوں کا بھی ذکر نہیں کیا۔ جن سے عموماً کان بند کیے جاتے ہیں۔ کیونکہ السبابہ یہ السب سے فعالة کا وزن ہے (جس کا معنی گالی والی) تو آداب قرآن کا تقاضا یہ ہے کہ اس سے بچا جائے۔ اور مسبحة نہیں فرمایا کیونکہ یہ نوا ایجاد غیر مشہور لفظ ہے۔
مِّنَ الصَّوَاعِقِ: (کڑک کے سبب) یہ تبجعلون کے متعلق ہے یعنی صواعق کی وجہ سے وہ اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں رکھتے ہیں۔
صاعقه آسمانی:

الصاعقه: گرج کا وہ حصہ جس کے ساتھ آگ کا ٹکڑا بھی ہو۔

علماء نے کہا کہ یہ بادلوں سے ٹوٹتا ہے۔ جب بادلوں کے اجسام آپس میں ٹکراتے ہیں۔ وہ لطیف تیز آگ ہے۔ جس چیز پر اس کا گزر ہو اس کا خاتمہ کر دیتی ہے۔ مگر تیزی کے باوجود بہت جلد وہ بجھنے والی ہے حکایت ہے کہ وہ کھجور پر گری تو کھجور کا آدھا حصہ جل گیا۔ پھر وہ بجھ گئی۔ اور محاورہ میں کہا جاتا ہے صعقته الصاعقه۔ جب وہ اس کو ہلاک کر دے۔ جس سے وہ مر جائے۔ خواہ شدت آواز کی وجہ سے یا جلنے کی وجہ سے۔

حَذَرَ الْمَوْتِ: (موت کے ڈر سے) **نَحْوَ:** یہ مفعول لہ ہے۔ موت: تعمیر انسانی کا بگڑنا یا ایک ایسی عارض جس سے زندگی کے پیچھے پھر آنے والا کوئی احساس درست نہ رہے۔

وَاللَّهُ مُحِيطٌ بِالْكَافِرِينَ: (اور اللہ کافروں کا احاطہ کرنے والے ہیں) یعنی وہ اس کے قبضہ سے نکل نہیں سکتے جس طرح احاطہ میں آیا ہوا محیط بہ سے نکل نہیں سکتا۔ یہ مجاز ہے اور یہ جملہ معترضہ ہے اس کا کوئی محل اعراب نہیں۔

يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطِفُ أَبْصَارَهُمْ: (قریب ہے بجلی اچک لے ان کی آنکھوں کو)

الخطف: اچکنا۔ جلدی سے کسی چیز کو لے لینا۔

مَنْحُورٌ: نکاذ کا لفظ فعل کے بہت قریب کرنے کے لیے آتا ہے۔ یخطف موضع نصب میں ہے کیونکہ نکاذ کی خبر ہے۔
كُلَّمَا أَضَاءَ لَهُمْ: (جب بھی روشنی ہوتی ان کے لیے)

مَنْحُورٌ: کُلَّ یہ ظرف ہے ماکرہ موصوفہ ہے اس کا معنی وقت ہے اور ضمیر محذوف ہے یعنی جس وقت بھی ان کے لیے روشنی ہوتی ہے اس میں عامل اس کا جواب ہے اور وہ مَشَوْا فِيهِ ہے فیہ یعنی فی ضوءہ اس کی روشنی میں یہ تیسرا جملہ مستانفہ سے گویا یہ اس شخص کا جواب ہے جو کہ وہ بجلی کی چمک اور بجھنے کے دوران کیا کرتے ہیں؟ اور یہ منافقین کے معاملے کی شدت کی تمثیل بیان کی۔ بادل والوں کی شدت کو ذکر کر کے اور اس تنہائی حیرانی اور نادانی کو ذکر کر کے جو کچھ وہ کرتے اور چھوڑتے ہیں۔ جبکہ ان کا سامنا بجلی کی چمک سے ہوتا ہے۔ اس حالت میں کہ ان کو اپنی آنکھوں کے اچک لئے جانے کا خدشہ ہو۔ تو وہ اس چمک کو فرصت شمار کرتے ہیں۔ پس چند قدم چلتے ہیں۔ جب وہ چمک چھپ جاتی ہے اور دھیمی پڑ جاتی ہے تو کھڑے رہ جاتے ہیں۔

اضاء: اضاء کا لفظ متعدی ہے جب بھی راستہ اور چلنے کی جگہ روشن ہوتی ہے تو وہ اس پر چلتے ہیں اور مفعول محذوف ہے یا غیر متعدی ہے جب بھی بجلی ان کے لیے چمکتی ہے تو اس کے ڈالے ہوئے نور میں چلتے ہیں امشی۔ خاص حرکت کی ایک جنس ہے اگر وہ حرکت تیز ہو جائے تو سعی اور بڑھ جائے یعنی تیزی سے دوڑنا کہلاتا ہے۔

وَإِذَا أَظْلَمَ عَلَيْهِمْ: (جب اس پر اندھیرا چھا جاتا ہے) اظلم غیر متعدی ہے

کَلِمًا اور اذا کا فرق:

سوال: اضاء کے ساتھ تو کَلِمًا لائے اور اظلم کے ساتھ اذا لایا گیا؟

جواب: جس چیز سے ان کا مقصد مسلک ہے یعنی امکان مشی۔ اس کے لیے وہ انتہائی حریص ہیں۔ جب بھی فرصت پاتے ہیں۔ تو چند قدم اٹھا لیتے ہیں۔ مگر کھڑا ہونا ایسا نہیں (کہ اس کے خواہش مند ہوں۔ بلکہ وہ تو مجبوری کا کھڑا ہونا ہے۔ پس لفظ اذا لائے) قَامُوا: (وہ کھڑے ہو جاتے ہیں) قاموا۔ کھڑے اور اپنے مقام میں رک جاتے ہیں۔ اسی سے قام الماء کہتے ہیں جبکہ وہ پانی جم جائے۔

وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَأَبْصَارِهِمْ: (اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو ان کے کانوں اور آنکھوں کو ضائع کر دے) اگر اللہ چاہے تو ان کے کانوں کو لے جائیں۔ بجلی کی کڑک سے۔

وَأَبْصَارِهِمْ: اور آنکھوں کو بجلی کی چمک سے۔

مَنْحُورٌ: شاء کا مفعول محذوف ہے۔ کیونکہ جواب اس پر دلالت کرتا ہے۔ یعنی اگر اللہ تعالیٰ چاہیں۔ ان کے کانوں اور آنکھوں کو لے جانا تو لے جائیں۔

قاعدہ: شاء کے لفظ میں حذف مفعول کثرت سے آیا ہے۔ مگر کسی انوکھے مقام پر مفعول کو ظاہر کرتے ہیں۔ جیسا اس شعر

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ

اے لوگو! عبادت کرو اپنے رب کی جس نے تم کو پیدا فرمایا اور ان لوگوں کو بھی پیدا فرمایا جو تم سے پہلے تھے تاکہ

تَتَّقُونَ ﴿۲۱﴾ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً ۖ وَأَنْزَلَ مِنَ

تم پر ہیز گار بن جاؤ، جس نے بنایا تمہارے لئے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت، اور اتارا

السَّمَاءَ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَكُمْ ۖ فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَنْدَادًا

آسمان سے پانی، پھر نکال دیا اس کے ذریعہ پھلوں سے تمہارے لئے رزق، لہذا مت بناؤ اللہ کے لئے مقابل،

وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۲۲﴾

حالانکہ تم جانتے ہو۔

میں ہے۔

فلوشتت ان ایکی دما لبکیته ☆ علیہ ولكن ساحة الصبر اوسع

ترجمہ: (اگر میں اس پر خون کے آنسو رونا چاہتا تو روتا۔ لیکن صبر کا میدان وسیع ہے) اسی طرح اس ارشاد میں جو سورۃ الانبیاء آیت نمبر ۷۱ میں لَوْ اَرَدْنَا اَنْ نَّتَّخِذَ لَهٗوًا میں اور سورۃ الزمر لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا میں (لہو! اور ولد! ظاہر فرمائے گئے ہیں) اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ: (اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے)

سابقہ سے ربط:

ربط: جب اللہ تعالیٰ نے مکلفین کی تین جماعتوں مؤمن، کفار اور منافقین کا ذکر اور ان کی صفات حالات خصوصیات جن سے وہ سعادت مند و بد بخت اور مردود، مقبول ہوتے ہیں بیان کر دیں۔ تو یہاں سے ان کو مخاطب فرمایا۔ یہ التفات کی قسم میں ہے۔ پس فرمایا۔

خطاب عام:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ: (اے لوگو) حضرت علقمہ نے فرمایا قرآن میں یا ایہا الناس سے خطاب اہل مکہ کو ہے اور یا ایہا الذین امنوا سے اہل مدینہ کو خطاب کیا۔ یہ خطاب مشرکین مکہ کو ہے۔

نحو: یا حرف ندا بعید ہے اے اور ہمزہ قریب کے لئے۔ پھر بھولنے والے اور غافل کو آواز دینے کے لئے استعمال ہونے لگا۔ خواہ وہ بالکل قریب ہو۔ اس کو دور شمار کر کے۔ جب اس سے قریب رہنے والوں کو خطاب کریں۔ تو تاکید کے لئے ہوگا۔ اور

اس سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہوگا۔ کہ یہ خطاب بہت قابل توجہ ہے۔

یارب کا مطلب:

سوال: دعا کرنے والے کا کہنا۔ یارب حالانکہ وہ توشہ رگ سے قریب تر ہے۔

جواب: یہ کسر نفسی ہے اور نفس مقام قرب سے بہت دور ہے نفس کو مٹاتے ہوئے اپنی کوتاہی کا اقرار ہے اس کے ساتھ ساتھ، کہ اس کی دعا کو قبول کر لینے میں بہت جلدی اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔

اتی: الف لام والے منادای کے ساتھ لگاتے ہیں۔ جیسا کہ ذو اور الذی کو اسم جنس کی صفت بنانے کے لیے لایا جاتا ہے اور معرفہ کی صفت کیلئے جبکہ اس کو جملہ لائیں۔ یہ اسم مبہم ہے۔ اس کے ابہام کو دور کرنا ضروری ہے اس لیے اس کے بعد اسم جنس لانا پڑے گا۔ یا جو صفت کیلئے اس کے قائم مقام بن سکے۔ تاکہ اس نداء کا مقصود واضح ہو جو کہ یا کا معمول ہے۔ صفت منادی کے تابع ہوتی ہے۔ البتہ اتی کا لفظ بذات خود مستقل نہیں جیسا اس مثال میں زید یا زید الظریف۔ اس لیے اتی اپنی صفت سے الگ نہیں رہا۔ صفت موصوف کے درمیان کلمہ تنبیہ لایا گیا۔ تاکہ نداء کا معنی مؤکد ہو جائے اور اضافت کا بدل بن جائے۔

قرآن مجید میں اضافت کا طریقہ بہت استعمال ہوا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے جو اپنے بندوں کو نداء دی یعنی اوامر و نواہی وعدے، وعیدیں، عظیم کام بڑے مصائب بتلائے، ضروری تھا بندے ان کی طرف دلوں سے مائل اور متوجہ ہوں۔ جبکہ بندے اس سے غفلت کا شکار ہیں۔ تو پھر مؤکد تبلیغ سے ان کو خطاب کرنا چاہئے تھا۔ اس لیے اس طرح خطاب کیا گیا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول:

اعْبُدُوا رَبَّكُمْ: (اس کو اکیلا جانو) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں عبادت کا لفظ جہاں بھی قرآن میں ہے اس سے مراد توحید ہے۔

الَّذِي خَلَقَكُمْ: یہ وضاحت و امتیاز کرنے والی صفت ہے۔ کیونکہ کفار مکہ اپنے الہہ کو رب کہتے تھے۔

تعریف خلق:

الخلق۔ معدوم کو ایک اندازے اور درستگی سے ایجاد کرنا۔ معتزلہ کے نزدیک کسی چیز کو اندازے اور درستگی سے بنانا۔ اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ معتزلہ معدوم کو شئی مانتے ہیں۔

شئی کی تعریف ان کے ہاں جس کو جانا جائے اور اس کے متعلق خبر دی جائے۔

اہلسنت کے نزدیک شئی موجود کو کہتے ہیں۔

خلقکم: ابو عمرو کے ہاں ادغام کے ساتھ

دلیل تخلیق:

وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ: (اور ان لوگوں کو جو تم سے پہلے ہوئے) اس سے دلیل بیان فرمائی۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کا خالق ہے اور ان سے پہلوں کا بھی خالق ہے۔ سو اس لیے کہ وہ اس کے اقراری تھے۔ پس انہیں کہا گیا۔ کہ اگر تم اس کو خالق مانتے ہو تو اسی ہی کی عبادت کرو۔ اور بتوں کی عبادت نہ کرو۔

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ: (تاکہ تم متقی بن جاؤ) یعنی اس امید پر عبادت کرو تاکہ تم متقی بن جاؤ۔ تاکہ اس کے سبب تم عذاب سے نجات پا جاؤ۔

لعل کا استعمال:

لعل: کالفظ ترجی اور طمع کیلئے ہے لیکن سب سے بڑی نخی ذات کی طرف سے طمع دلائی گئی۔ جو کہ حتمی وعدے کی طرح ہو گئی۔

یہ سیبویہ کا قول ہے۔ قطرب نحوی کہتے ہیں کہ لعل یہاں نگی کے ہم معنی ہے یعنی تاکہ تم متقی بن جاؤ۔

الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ: (وہ ذات جس نے بنایا تمہارے لیے زمین کو)

نحو: جعل، صیو کے معنی میں ہے اور الذی صفت کی بناء پر محلاً منصوب ہے یا هو کو مبتداء مانیں تو مرفوع ہے۔

فِرَاشًا (بچھونا) قالین کی طرح کہ اس پر بیٹھتے اور سوتے، آتے جاتے ہو، یہ جعل کا دوسرا مفعول ہے۔ اس میں کوئی دلیل نہیں کہ زمین سطح یا کروی ہے۔ کیونکہ دونوں صورتوں میں بورے کی طرح ہونا ممکن ہے۔

وَالسَّمَاءَ بَنَاءً: (اور آسمان کو چھت) چھت جیسا سورة الانبياء آیت نمبر ۳۲ میں وَجَعَلْنَا السَّمَاءَ سَقْفًا مَحْفُوظًا۔ بناء جو مصدر ہے مگر مراد اس سے عمارت ہے۔

وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً: (اور اس نے اتارا آسمان سے پانی) ماء سے مراد بارش ہے۔

حکمت تدریج:

فَأَخْرَجَ بِهِ: (پس اس نے نکالا) یعنی بالماء پانی کے ذریعہ۔ پھلوں کا نکلنا۔ اگرچہ قدرت الہی سے ہے مگر پانی کو اس کے نکلنے کا ظاہری سبب بنایا۔ جس طرح (ماء الفحل فی خلق الولد) نر کا پانی بچے کی پیدائش میں سبب ہے باقی قدرت باری تعالیٰ بلا سبب پیدا کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔ جیسا کہ اسباب، مواد کی ذاتیں (محض قدرت الہی کا نتیجہ ہیں) لیکن اللہ تعالیٰ نے اشیاء کی پیدائش میں ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف تدریج رکھی ہے۔ اور ایک مرتبہ سے دوسرے مرتبہ کی طرف انتقال رکھا۔ تاکہ بصیرت کی نگاہ سے دیکھنے والوں کے لیے عبرت و حکمت کا باعث ہو۔

مِنْ الشَّمَرَاتِ: (پھلوں سے رزق) مِنْ الشَّمَرَاتِ میں مِنْ کالفظ تبعیض یا بیان کے لیے ہے۔ (یعنی بعض پھل یا پھل نکالے)

نحوی تحقیق:

رِزْقًا لَّكُمْ: (تمہارے لیے) **مُخَوَّ**: اگر من تبعیض کے لیے ہو تو یہ مفعول لہ ہے اور اگر من بیانیہ ہو تو مفعول بہ ہے الثمرات فرمایا الثمر اور الثمرات نہیں فرمایا۔ اس لیے کہ پانی سے نکالے جانے والے پھل بے شمار ہیں کیونکہ مراد پھلوں کی جماعت سے کیونکہ جمع بعض کی جگہ بعض اکیلی آتی ہے کیونکہ جمعیت میں جا کر تمام مل جاتی ہیں۔

مُخَوَّ: لکم اگر اس سے مراد معین ہو تو پھر یہ جار مجرور رزق کی صفت ہے اور اگر اس کو معنی کے لحاظ سے اسم مانا جائے تو پھر یہ مفعول بہ ہے گویا اس طرح فرمایا رزقا ایاکم رزق دینا تمہیں کو رزق خاص تمہارا۔

فَلَا تَجْعَلُوا لِلّٰهِ اُنْدَادًا: (پس تم نہ بناؤ شریک اللہ کے لیے) یہ امر سے متعلق ہے یعنی تم اپنے رب کی عبادت کرو۔ اور اس کا شریک مت بناؤ۔ کیونکہ عبادت کی جڑ اور بنیاد تو حید ہے۔ اور یہ کہ اس کا کسی کو ساتھی و شریک نہ بنایا جائے۔

مُخَوَّ: الذی مبتداء فلا تجعلوا خبر ہے فلا تجعلوا پر فاء اس لیے لائے کہ کلام میں جزاء کا معنی پایا جاتا ہے یعنی وہ ذات جس کی بڑی بڑی نشانیاں تمہارے ارد گرد ہیں اور روشن دلائل اس کی وحدانیت پر گواہ ہیں پس تم اس کے شریک مت تجویز کرو۔

معنی ند:

اللہ: ایسا مثل جو مخالف و منافی ہو البتہ اس مشہور قول لیس للہ ند ولا مند اصل میں یہ جملے جن کو اس کے قائم مقام بنایا جاتا ہے یا جو اس کے منافی مانے جاتے ہیں ان سب کی نفی مراد ہے۔

وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ: (حالانکہ تم جانتے ہو) کہ وہ کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے۔ اور نہ ہی رزق دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ خالق و رازق ہیں یا تعلمون کا مفعول چھوڑ دیا گیا۔ یعنی تم اہل علم ہو اور بتوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنانا انتہائی جہالت ہے۔

مُخَوَّ: جملہ انتم تعلمون۔ فلا تجعلوا کی ضمیر سے حال ہے۔

رَبِّطَ: وحدانیت کے ثبوت اور ابطال شرک پر حجت قائم کر دی۔ کہ اس کو ان کے خلق و احیاء پر قدرت ہے اس نے زمین کو ان کی رہائش گاہ اور مستقر بنایا۔ اور آسمان کو لگے ہوئے خیمے اور قبة کی طرح مضبوط بنایا۔ اور اس طرح کر دیا۔ کہ جیسے زمین و آسمان میں پانی اتارنے سے مناکحت کا رشتہ ہوزمین کے پیٹ سے نسل کی طرح بنی آدم کے لیے پھل پیدا کر دیئے۔ یہ سارے دلائل تو حید کی طرف رہنمائی کرتے اور شرک کو باطل قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ مخلوقات کی کوئی چیز اپنے میں سے کسی چیز کے ایجاد کرنے کی قدرت نہیں رکھتی۔

وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّثْلِهِ مَادَّعُوا

اور اگر تم اس کتاب کی طرف سے شک میں ہو جو ہم نے اپنے بند پر نازل کی تو لے آؤ کوئی سورت جو اس جیسی ہو اور بلا لو

شَهِدَاءُكُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝۲۳

اپنے مددگاروں کو اللہ تعالیٰ کے سوا اگر تم سچے ہو۔

فائدہ عطف:

اب اس پر عطف کیلئے وہ چیز لائے جو نبوت محمد ﷺ پر دلیل و حجت بن سکے اور اعجاز قرآن کو بھی پختہ کر دیا جائے۔ پس فرمایا: وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا (الایہ) (اور اگر تم شک میں ہو اس چیز کے متعلق جو ہم نے اتاری) نَحْنُ: مِمَّا میں مائکرہ موصوفہ ہے یا الذی کے معنی میں ہے

عبد کی تعریف:

عَلَىٰ عَبْدِنَا: (اپنے بندے پر) العبد! عتلاء کی جنس میں مملوک کو کہا جاتا ہے۔

المملوك: ایسا موجود جس کو غلبہ سے تابع کیا جائے۔

نزلنا کی حکمت:

نزلنا: فرمایا۔ انزلنا کی بجائے۔ کیونکہ تدریج و تنجیم سے اتارنا مراد ہے۔ اور تحدی و چیلنج کے موقعہ پر یہی مقابل بنتا ہے۔

مقولہ کفار:

اگر قرآن اللہ کی طرف سے ہوتا تو سورۃ، سورۃ اور تھوڑا، تھوڑا، آیت کے بعد آیات اور حوادث کے مطابق نہ اترتا۔ بلکہ ایک مرتبہ اتار جاتا جیسا سورۃ فرقان آیت نمبر ۳۴ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ جُمْلَةً وَاحِدَةً۔

جواب: قرآن مجید میں وہ طریقہ اختیار کیا گیا۔ جو خطباء اور اہل شعر کا ہوتا ہے کہ تھوڑا تھوڑا موقعہ بموقعہ اپنا کلام لاتے ہیں کبھی نظم کرنے والا اپنا دیوان یک بارگی پیش نہیں کرتا۔ اور نہ نثر گواپنا خطبہ ایک بار کہہ ڈالتا ہے۔

اس پر کفار کو کہا گیا کہ اگر تمہیں اس میں شبہ ہے کہ اس کا اتارنا اس تدریج سے کیوں ہے؟ تَوَفَّاتُوا بِسُورَةٍ (تولاؤ ایک سورت) تو تم ایک بار کے مقابلہ میں ایک بار بنالاول اور ایک ٹکڑا کے مقابلہ میں ٹکڑا لاول۔ اور اس کی سورتوں میں سے کوئی انتخابی چھوٹی سورت بنالاول۔

لفظ سورۃ کی تحقیق:

جب سورۃ کا عین داؤ ہو۔ السورۃ نمبر ۱۔ قرآن کا ایک حصہ جس کی ترجمانی کم سے کم تین آیات سے کی گئی ہے۔ اس لفظ

میں اگر واو اصلی ہے تو یہ سُورہ مدینہ سے ہے۔ سورہ یوار محیط کو کہتے ہیں۔ اس لیے کہ یہ بھی قرآن مجید کا اپنے انداز میں ایک محدود مجموعہ ہے جیسا کہ وہ شہر جس کے ارد گرد یوار ہو۔

نمبر ۲: اس لیے کہ علم کے مختلف فنون کو یہ سمیٹنے والی ہے اور کئی قسم کے فوائد اس میں ہیں جیسا کہ شہر کی دیوار۔ شہر کے اندر جو کچھ بھی ہے اس کو سمیٹنے والی ہوتی ہے۔

نمبر ۳: سورہ بمعنی مرتبہ کیونکہ قرآن کی سورتیں مقامات و مراتب کی طرح ہیں جن پر پڑھنے والا فائز ہوتا ہے۔ یہ سورتیں ذاتی اعتبار سے طویل، اوساط، قصار کے مراتب رکھتی ہیں۔

نمبر ۴: سورہ کو سورہ شان کی بلندی کی وجہ سے کہا جاتا ہے اور دین میں اس کے مقام کے بڑے ہونے کی بناء پر کہا جاتا ہے۔

سورہ کا عین ہمزہ ہو: قرآن مجید کے ایک قطعہ یا مجموعہ کو کہتے ہیں۔ تو یہ بچی ہوئی چیز کی طرح بقایا ہے سوڑ کا معنی جوٹھا

فوائد السور: قرآن مجید کی جدا جدا آیات ہونے اور سُورہ کی صورت میں قطعات کا فائدہ بہت ہے

نمبر ۱: تمام کتب بمنزلہ تورات انجیل، زبور، اور تمام صحف سورہ کی صورت میں اتریں مصنفین علماء نے ہر فن میں کتابیں لکھ کر ان میں تراجم کی ترتین سے باب قائم کئے ہیں۔

نمبر ۲: جب ایک جنس کے ماتحت کئی انواع ہوں اور ہر نوع کئی اصناف پر مشتمل ہو۔ تو یہ بہتر ہے اس سے کہ وہ مسلسل ایک ہی بیان ہو۔

نمبر ۳: پڑھنے والا جب کتاب کا ایک باب یا سورہ ختم کر لیتا ہے، پھر دوسرا شروع کرتا ہے تو اس کے نشاط میں ترقی ہو جاتی ہے اور یہ چیز کو مزید پڑھنے کے لیے کام دیتی ہے۔ اور حاصل کرنے پر آمادہ کرتی ہے۔ اگر وہ کتاب کو علی الطول پڑھتا جائے تو اتنی نشاط پیدا نہیں ہوتی۔

اسی بات کے پیش نظر قراء نے قرآن مجید کو سات منازل میں تقسیم کیا۔ اور تیس ۳۰ اجزاء میں اور دس حصوں میں اور پانچ حصوں میں۔

نمبر ۴: جب حافظ ایک سورہ میں مہارت حاصل کر لیتا ہے (پالیتا ہے) تو اس کے دل میں یہ بات آتی ہے کہ اس نے کتاب اللہ کا ایک مستقل حصہ حاصل کر لیا ہے اور اس کی ایک ابتداء ہے ایک انتہا ہے تو جو حصہ اس نے حفظ کیا ہوا ہوتا ہے اس کے ہاں اس کا ایک عظیم مقام بن جاتا ہے اور اپنے آپ کو بلند قرار دیتا ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہی بات فرمائی گئی۔ ”کہ جب ہم میں کوئی سورہ بقرہ اور آل عمران پڑھ لیتا تو ہماری نگاہوں میں اس کا مرتبہ بڑھ جاتا“

فقہاء کی باریک بینی:

اس سے فقہاء نے فرمایا نماز میں مکمل سورہ کی قراءت مختلف جگہوں سے پڑھنے سے افضل ہے۔

نحوی تحقیق:

مَنْ قِثْلِهِ (اس کی مثل) سورۃ کے متعلق ہے اور اس کی صفت ہے۔

نمبر ۱: اورہ ضمیر نزلنا کی طرف لوٹی ہے، یعنی بسورۃ کائنۃ بمثلہ۔ اب مطلب یہ ہوا کہ تم ایک ایسی سورۃ بنا لاؤ۔ جو عجیب و غریب بیان میں اور حسن نظم کے بلند ہونے میں اس جیسی ہو۔

نمبر ۲: ضمیر عبدنا کی طرف لوٹے تو مطلب یہ ہوگا۔ تم ایسا شخص لاؤ جو اسی طرح کا امی ہو اور اس نے کسی سے لکھنا پڑھنا نہ سیکھا ہو۔ اور نہ ہی پڑھے لکھوں سے علم حاصل کیا ہو۔ اور نہ ہی مثل مماثل ہونے کا قصد کیا ہو۔

نمبر ۳: ضمیر کو پہلے نازل شدہ حصہ قرآن کی طرف لوٹنا سب سے بہتر ہے۔ اس کی تاکید سورۃ یونس آیت نمبر ۳۸ **فَاتُوا بِسُورَةٍ قِثْلِهِ** اور سورۃ ہود آیت نمبر ۱۳ **فَاتُوا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِثْلِهِ** اور سورۃ اسراء آیت۔ نمبر ۸۸ **عَلَىٰ أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هَذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ**۔ آیات سے ہوتی ہے منزل کی طرف ضمیر لوٹانے سے کلام کی ترتیب زیادہ خوش نما ہے اور اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ کلام تو منزل کے متعلق ہے منزل علیہ کے متعلق نہیں اور سیاق کا تقاضا یہی ہے پس مطلب یہ ہوا کہ اگر تم کو شک ہے قرآن کے منزل من عند اللہ ہونے میں تو تم تھوڑا سا اس کے مماثل بنا کر لاؤ۔

اگر ضمیر کو رسول اللہ ﷺ کی طرف لوٹایا جائے تو مطلب یہ بنے گا اگر تمہیں محمد ﷺ پر قرآن کے اتارے جانے میں شک ہے تو ان جیسا قرآن لے آؤ۔

وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ: (اور بلاؤ اپنے مددگاروں کو) یہ تفسیر **وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ** کے ساتھ زیادہ موافقت کرنے والی ہے

شہداء کا مطلب:

شہداء جمع شہید ہے۔ اس کا معنی حاضر ہے یا گواہی دینے والا۔ **مَنْ دُونِ اللَّهِ** (اللہ کے سوا) یعنی غیر اللہ یہ شہداء کم کے متعلق ہے یعنی تم ان کو پکارو۔ جن کو تم نے اللہ تعالیٰ کے سوا معبود بنا رکھا ہے اور جن کے متعلق تمہارا یہ خیال ہے کہ وہ قیامت کے دن گواہی دیں گے کہ تم حق پر ہو یا ان کو بلا لاؤ جو تمہارے حق میں گواہی دیں کہ وہ قرآن کی مثل ہے۔

إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ: (اگر تم سچے ہو) اگر تم سچے ہو کہ یہ من گھڑت ہے اور محمد ﷺ کا بنایا ہوا ہے۔

مَنْ قِثْلِهِ: شرط کا جواب محذوف ہے ماقبل اس پر دلالت کر رہا ہے یعنی اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو تم اس کی مثل بنا لاؤ۔ اور اس پر اپنے معبودوں سے امداد طلب کرو۔

فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۖ

سو اگر تم نہ کرو اور ہرگز نہیں کر سکو گے، سو ڈرو آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں

أَعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ ۚ

وہ تیار کی گئی ہے کافروں کے لئے۔

فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا: (اگر تم نہ کر سکو اور تم ہرگز نہ کر سکو گے)

سابقہ آیات سے ربط:

ربط: جب ان کی رہنمائی اس جہت کی طرف کردی، جس سے نبی اکرم ﷺ کی سچائی پہچان سکیں تو انہیں فرمایا، اگر تم مقابلہ نہ کر سکو، اور تمہاری عاجزی ظاہر ہو جائے تو پھر (اصولاً) اس کی تصدیق واجب ہو گئی۔ پس تم ایمان لاؤ۔ اور اس عذاب سے ڈر جاؤ۔ جو اس کے مکذبین اور معاندین کے لیے تیار کھڑا ہے۔

دو دلائل:

اس میں اثبات نبوت کی دو دلیلیں ہیں۔

نمبر ۱: جس سے چیلنج دیا جا رہا ہے وہ معجزہ ہے۔

نمبر ۲: یہ خبر دے دینا کہ وہ مقابلے کی تاب نہیں لاسکتے۔ یہ غیب ہے جس کا علم سوائے خدا کے کسی کو نہیں۔

کلمہ شک کی وجہ:

جب ان کا عجز تامل سے قبل ہی مشکوک کی طرح تھا اس لیے کہ ان کو اپنی فصاحت پر بھروسہ اور بلاغت پر اعتماد تھا۔ تو کلام ان کے ساتھ ان کے گمان کے مطابق کیا گیا۔ اور ”اِنْ“ لائے جو شک کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ”اِذَا“ نہیں لائے جو وجوب کے لیے آتا ہے اور الاتیان کو فعل سے تعبیر کیا۔ اس لیے کہ یہ من جملہ افعال میں سے ایک فعل ہے اور اس میں فائدہ یہ ہے کہ یہ کنایہ کے قائم مقام ہے جس سے عبارت میں اختصار حاصل ہوتا ہے اگر الاتیان کی بجائے فعل نہ لاتے تو کلام یوں طویل ہوتا۔ فان لم تا تو اب سورة من مثله ولن تا تو اب سورة من مثله۔ (دونوں کلاموں میں جو فرق ہے وہ صاحب عقل سے مخفی نہیں)۔

نحوی تحقیق:

نحو: لن تفعلا کا کوئی محل اعراب نہیں اس لیے کہ یہ معترضہ جملہ ہے اور جملہ معترضہ بھی خوب ہے کہ ان حرف تردد تھا تو

اس جملے سے لن تفعلا کہہ کر تردد کو ہباء منثورا کر دیا۔

تحقیق نحوی: لا، بن مستقبل میں ہم مثل ہیں البتہ لن میں تاکید زیادہ ہے۔

خلیل نحوی: کے ہاں اس کی اصل لا، ان ہے اور فراء کے ہاں لا کے الف کونون سے بدل دیا۔

سیبویہ: کے ہاں یہ حرف نفی مستقبل کی تاکید کیلئے اپنی اصل وضع کے ساتھ ہی ہے۔ حاصل کلام: اخبار غیب سے ہے اس ساری حقیقت کے ساتھ پھر یہ معجزہ بھی بن گیا۔ کیونکہ اگر انہوں نے اس کا کچھ بھی مقابلہ کیا ہوتا تو ضرور مشہور ہوتا۔ اور کیوں نہ مشہور ہوتا جبکہ منکرین اور طعنہ زنی کرنے والوں کی کثرت تھی۔

آیت میں آگ سے بچنے کے لیے اس جیسی سورۃ کے لانے کی نفی کرنا شرط قرار دیا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب وہ نہ لائے تو معارضہ سے انکی عاجزی خوب ظاہر ہوگئی۔ اور رسول اللہ ﷺ کی سچائی ثابت ہوگئی۔ پھر انہوں نے عناد کو لازم کر کے آپ کی اطاعت سے انکار کر دیا۔

فائدہ ایجاز:

جس کی بناء پر انہوں نے آگ کو اپنے لیے واجب کر لیا۔ پس انہیں کہا گیا۔ اگر تمہاری عاجزی ظاہر ہوگئی ہے تو عناد کو ترک کرو۔ اس کی بجائے۔

فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي: (پس تم بچو اس آگ سے) کہہ دیا۔ اسلئے کہ آگ سے بچنا عناد کو ترک کر دینے کے سبب ہی ہو سکتا ہے۔ اور یہ بات کنایہ میں سے ہے جو بلاغت کا حصہ ہے۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے ایجاز حاصل ہوا جو قرآن کا زیور ہے۔ الوقود: (ایندھن) جس سے آگ بھڑکتی ہے یعنی لکڑیاں۔ جب یہ مصدر ہو تو مضموم و مفتوح دونوں طرح آتا ہے۔

ایک سوال:

سوال: الذی، الی کا صلہ ضروری ہے کہ مخاطب کو معلوم ہو۔

جواب: ممکن ہے کہ انہوں نے اہل کتاب سے سنا ہو یا رسول اللہ ﷺ سے سنا ہو۔ یا اس سے پہلے یہ آیت: نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ۔ سورۃ التحریم آیت نمبر ۱۶ انہوں نے سنی ہو۔

نکتہ: تحریم میں نار کو نکرہ لائے اور فاتقوا النار میں معرفہ لائے کیونکہ پہلی آیت مکہ میں اتری پھر یہ آیت مدینہ منورہ میں اتری۔ اس سے اس طرف اشارہ کر دیا گیا۔ جس کو وہ پہلے پہچان چکے تھے۔

اب آیت: الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ کا معنی یہ ہے کہ وہ آگ دوسری آگوں سے ممتاز ہے۔ اس لیے کہ وہ لوگوں اور پتھروں سے جلتی ہے اور وہ پتھر گندہک کے جن کی آگ بہت تیز جلنے والی اور دیر سے بجھنے والی ہے اور شدید بدبوداری اور بدن کو زیادہ لپٹنے والی ہے یا پوجے ہوئے بت وہ حسرت کو بڑھانے کے لیے (ان سے آگ جلائی جائے گی) لوگوں کو پتھروں سے ملایا کیونکہ انہوں نے ان پتھروں سے دنیا میں اپنے آپ کو ملایا۔ اس طرح کہ انکی عبادت کی۔ اور ان کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنا دیا۔ اور اس کی مثل ہے اللہ تعالیٰ کا وہ ارشاد جو سورۃ الانبیاء آیت نمبر ۹۸ اِنْكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ میں

وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرَى مِنْ تَحْتِهَا

اور بشارت دیجئے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے کہ بلاشبہ ان کے لئے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری

الْأَنْهَارُ ۖ كُلَّمَا رُزِقُوا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِزْقًا ۖ قَالُوا هَذَا الَّذِي رُزِقْنَا

ہوں گی جب کبھی بھی ان کو ان باغوں میں سے کوئی پھل بطور غذا کے دیا جائے گا تو کہیں گے کہ یہ وہی ہے جو ہمیں اس سے

مِنْ قَبْلُ ۖ وَاتُّوا بِهِ مُتَشَابِهًا ۖ وَلَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۖ وَهُمْ

پہلے دیا گیا، اور ان کو ہم شکل پھل دیئے جائیں گے اور ان کے لئے ان باغوں میں بیویاں ہوں گی جو پاکیزہ بنائی ہوئی ہیں۔ اور وہ

فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٢٥﴾

ان باغوں میں ہمیشہ رہیں گے۔

ہے۔ یعنی اس کی لکڑی ان کو اس کے ساتھ ملایا۔ جہنم میں گرم کرنے کے لیے اور ان کے دکھ میں مبالغہ کے لیے۔
أَعَدَّتْ لِلْكَافِرِينَ: (وہ کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے) کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے اس میں دلیل ہے کہ آگ مخلوق ہے
اس کے برخلاف فرقہ جہمیہ کہتے ہیں (یہ جہم بن صفوان گمراہ آدمی تھا اس کو نصر بن سیار نے ۱۲۸ھ میں جہنم رسید کیا)

سابقہ آیات سے ربط:

رَبِّطَ: اللہ تعالیٰ کا طریقہ ہے کہ ترغیب کو ترہیب کے ساتھ ذکر کرتے ہیں تاکہ جو پیش کیا جاتا ہے۔ وہ خوش اسلوبی سے حاصل
ہو اور جو چیز ہلاک کرنے والی ہے اس کے ارتکاب سے بچا جائے۔

جب کفار اور ان کے اعمال کا ذکر کیا۔ اور ان کو عقاب سے ڈرایا۔ تو اس کے بعد اہل ایمان اور ان کے اعمال کا ذکر کیا اور ان
کو اپنے اس ارشاد سے خوش خبری دی۔

بشارت:

وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ: (اور خوش خبری دیں ایمان لانے والوں اور اچھے عمل کرنے والوں کو) بَشِّرُ کا حکم
رسول اللہ ﷺ کو دیا۔ یا پھر ہر ایک کو اور یہ زیادہ بہتر ہے۔ اس لیے کہ وہ اعلان کرتے ہیں۔ کہ یہ معاملہ اپنی عظمت و بڑائی کی وجہ
سے اس لائق ہے کہ اس کی بشارت ہر ایک کو دی جائے جو بشارت کے قابل ہو۔

نحوی تحقیق:

نحو: اس کا عطف فاتقوا پر ہے۔

نمبر ۱: یا بنی تمیم احذروا عقوبة ما جئتم وبشر یا فلان بنی اسد باحسانی الیہم
۱۔ بنی تمیم جو تم نے حرکت کی اس کی سزا کے لیے خبردار ہو جاؤ اور اے فلاں بنی اسد کو میرے احسانات کی خوش خبری دے۔
نمبر ۲: یا یہ جملہ ہے جس میں ایمان والوں کے ثواب کو بیان کیا ہے اس کا عطف اس جملے پر ہے جس میں کفار کا انجام بیان کیا گیا۔
جیسے زید یعاقب بالقیل والا زہاق وبشر عمر و ابا لعفو والا طلاق۔ زید کو قید اور دم گھٹنے کی سزا دی جائے اور عمر کو معافی اور آزادی کی خوش خبری سنا دو۔

تعریف بشارت:

البشارات: ایسی خبر جو بخبر بہ کے سرور کو ظاہر کرے اور اس بات کے پیش نظر علماء اصول نے کہا اگر ایک آدمی نے اپنے غلاموں کو کہا۔ کہ جس نے تم میں سے مجھے فلاں کے آنے کی بشارت دی پس وہ آزاد ہے پس انہوں نے الگ الگ خوشخبری دی۔ تو ان میں اول آزاد ہوگا۔ کیونکہ اس نے ہی اپنی خبر سے آقا کی خوشی کو ظاہر کیا باقی نے نہیں۔ اور اگر اس نے بشرنی کی جگہ خبرنی کہا تو پھر تمام آزاد ہو جائیں گے۔ کیونکہ خبر تو تمام نے دی۔

البشرہ: کالفظ اسی سے ہے ظاہری جلد کو کہتے ہیں۔ طباشیر الصبح۔ صبح کی اولین روشنیاں۔

ایک اعتراض:

اعتراض: فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ، آل عمران آیت نمبر ۲۱ سے تو بات غلط ہو جاتی ہے۔

جواب: وہ اس کلام کی قسم میں سے ہے جس میں مخاطب کے استہزاء میں زائد سختی ظاہر کرنا مقصود ہو جیسا کہ دشمن کو کہا جاتا ہے

ابشر بقتل ذریعتک ونهب مالک۔ گویا یہ تحکمانہ کلام ہے۔

الصالحہ: کالفظ اسم کی جگہ استعمال میں الحسنہ کی طرح ہے۔

مرادِ صالحات:

الصالحات: دلیل عقل و کتاب و سنت سے درست ثابت ہونے والے اعمال۔ اس میں لام جنس کا ہے اس آیت میں ان لوگوں کے خلاف دلیل ہے جنہوں نے اعمال کو ایمان میں داخل مانا ہے اس لیے کہ اعمال صالحہ کو ایمان پر عطف کیا گیا۔
معطوف معطوف علیہ دونوں غیر غیر ہوتے ہیں۔

ایک اعتراض:

تم کہتے ہو کہ مؤمن جنت میں بغیر اعمال صالحہ کے داخل ہو سکتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تو خوش خبری ان کو دی جو ایمان

اور اعمال صالحہ والے ہیں۔

جواب: مطلق جنت کی بشارت کے لیے شرط یہ ہے کہ ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ ملے ہوئے ہوں۔ کبیرہ گناہ والے کے لیے ہم بشارت کو مطلق قرار نہیں دیتے۔ بلکہ بشارت کو اللہ تعالیٰ کی مشیت سے مقید کرتے ہیں۔ خواہ وہ بخش دے خواہ گناہوں کی مقدار عذاب دے کر پھر جنت میں داخل کر دے۔

أَنَّ لَهُمْ جَنَّتٍ : (بے شک ان کے واسطے بہشتیں ہیں) یعنی بان لہم (اس لیے کہ ان کے لیے)۔

نَحْوُ: سیبویہ کے نزدیک بیشتر سے آن اور اس کا معمول منصوب ہے۔ خلیل کا اس میں اختلاف ہے۔ یہ قرآن مجید میں کثرت سے ہے۔

جنت کا معنی:

الْجَنَّةُ: کھجور اور گھنے درختوں کا باغ جن کی ترکیب میں ستر کا معنی پایا جاتا ہے۔ اسی سے جن، جنون، جنین، جنت، جان، جنان ہے ثواب کے مقام کو جنت کہتے ہیں۔ کیونکہ اس میں باغات ہیں جنت پیدا کی جا چکی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے البقرہ آیت نمبر ۳۵ اُسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ بعض معتزلہ کا اس میں اختلاف ہے جنت کو جمع اور نکرہ لانے کا مقصد یہ ہے کہ جنت تمام ہی دار الثواب کا نام ہے اور اس میں بے شمار باغات ہیں۔ جو اعمال کرنے والے لوگوں کے مراتب کے مطابق ترتیب دیئے گئے ہیں۔ ہر طبقہ کے لیے ان باغات میں سے باغات ہونگے۔

تفسیر تخری:

تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ۔ **نَحْوُ:** یہ جملہ جنات کی صفت ہونے کی وجہ سے موضع نصب میں ہے۔ اور مراد من تحت اشجارہا۔ یعنی اس کے درختوں کے نیچے جیسا کہ تم جاری رہنے والی نہروں کے کناروں پر درخت اگے ہوئے دیکھتے ہو۔ البتہ جنت کی نہریں گہری جگہوں میں چلنے والی نہ ہونگی۔ (بلکہ سطح زمین پر چلنے والی ہونگی) باغوں میں سب سے شاندار وہی ہوتا ہے جس کے درخت سایہ دار ہوں۔ اور اس کے درمیان پانی کی نالیاں پھیلی ہوئی ہوں۔

البحری : پھسلنا، جاری ہونا۔

النهـر : جو جدول سے بڑی پانی بہنے کی جگہ ہو۔ مگر سمندر سے کم ہو۔ دریائے نیل کو نہر نیل کہا جاتا ہے۔ لغت غالبہ کے لحاظ سے۔ نہر کی ترکیب وسعت پر دلالت کرتی ہے۔ جری کی نسبت نہر کی طرف مجازی ہے۔

الانہار کی وجہ تعریف:

الانہار : کو معرفہ لایا گیا۔

نمبر ۱: اس لیے کہ ممکن ہے کہ انہار جنت کی نہریں مراد لی جائیں۔ اضافت کی جگہ لام تعریف لائے۔ جیسا کہ سورۃ مریم آیت نمبر ۴ اَشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا میں الرأس میں الف لام مضاف الیہ کی جگہ لایا گیا۔

نمبر ۲: الف لام لا کران نہروں کی طرف اشارہ مقصود ہو جو سورۃ محمد آیت نمبر ۵ اِیْهَا اَنْهَرُ مِنْ مَّاءٍ غَیْرِ اِسْنٍ میں مذکور ہے۔
ایک نکتہ:

جاری پانی بڑی نعمت اور بڑی لذیذ چیز ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے جنات کے ساتھ انہار جاریہ کا ذکر فرمایا اور تمام صفات سے اس صفت کو مقدم کیا۔

کُلَّمَا رُزِقُوا: (جب کبھی دیئے جاویں گے وہ لوگ) **نَحْوُ**: یہ جنات کی دوسری صفت ہے۔
نمبر ۲: یا جملہ مستانہ ہے۔ اس لیے کہ جب یہ کہا گیا۔ اَنْ لَّهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا اَنْهَارٌ مِّنْ مَّاءٍ غَیْرِ اِسْنٍ کہ ان باغات کے پھل دنیا کے باغات کے پھلوں کی طرح ہونگے یا دوسری اجناس کے ہونگے۔ جو ان اجناس سے مشابہت نہ رکھیں تو جواب دیا۔ کہ ان کے پھل دنیا کے پھلوں کے مشابہ ہونگے۔ یعنی ان کی جنس ایک ہوگی۔ اگرچہ فرق ہوگا۔ جس کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔
مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا قَالُوا هَذَا الَّذِیْ: (یعنی جب بھی ان کو باغات سے رزق دیا جائے گا تو وہ کہیں گے یہ وہی ہے)۔

من ابتداءسۃ:

مِنْ: پہلا اور دوسرا ابتداء غایت کے لیے ہے کیونکہ ابتداء رزق جنات سے ہوگی۔ اور رزق باغات کے پھلوں سے ہوگا۔ اس کی نظیر یہ ہے رزقنی فلان۔ مجھے فلاں نے رزق دیا۔ تو تمہیں کہا جائے۔ مِنْ اَیْنِ کہاں سے؟ پس تم کہو من بستانہ۔ اس کے باغ سے پھر کہا جائے من اى ثمرة رزقك من بستانہ اس کے باغ کے کون سے پھل سے تو تم کہو۔ من الرمان۔ انار سے ثمرہ سے مراد ایک سیب نہیں یا الگ سیب مراد نہیں بلکہ مراد پھلوں کی قسموں میں سے ایک قسم ہے۔

رُزِقْنَا: (جو ہمیں دیا گیا) ضمیر حذف کر دی گئی۔

مِنْ قَبْلُ: (اس سے پہلے) یعنی اس سے قبل قَبْلُ کا مضاف الیہ منوی ہونے کی وجہ سے منی بالضم ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس کی مثل ہے جو ہمیں اس سے پہلے رزق دیا گیا۔ اور اس کے مشابہ ہے جیسا اس آیت میں

مشابہت تامہ:

وَأَتُوا بِهِ مُتَشَابِهًا: اور ان کو ایک دوسرے سے ملتے جلتے (میوے) دیئے جائیں گے اور یہ اسی طرح ہے جیسا کہا جاتا ہے ابو یوسف، ابو حنیفہ، ابو یوسف تو ابو حنیفہ ہے۔ مراد مشابہت کو مضبوط کرنا ہے گویا دونوں کی ذات ایک ہے

ہ کا مرجع:

نَحْوُ: یہ میں ضمیر دنیا اور آخرت میں دیئے جانے والے سارے رزق کی طرف ہے۔ کیونکہ ارشاد الہی: هَذَا الَّذِیْ۔

رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ۔ کے ماتحت دارین میں دیا جانے والا رزق سمیٹ دیا۔

مانوس رزق:

جنت کے پھل دنیا کے پھلوں کی طرح ہونگے۔ ان کی جنس الگ نہ ہوگی۔ اس لیے کہ انسان دیکھی بھالی چیز سے مانوس ہوتا ہے۔ اور جانی ہوئی چیز کی طرف طبیعت زیادہ مائل ہوتی ہے جب غیر مانوس کو دیکھتا ہے تو اس کی طبیعت نفرت کرتی اور برا سمجھتی ہے اس لیے کہ جب وہ دیکھی ہوئی چیز کا مشاہدہ کرتا ہے اور پھر اس میں ظاہری مرتبہ اور واضح فرق دیکھتا ہے تو اس کو تعجب و حیرانی زیادہ ہوتی ہے۔ (نسبت اس چیز کے کہ جس سے ناواقفیت ہو)۔ جنت والے یہ بات ہر پھل دیئے جانے پر کہیں گے۔ یہ دلیل ہے کہ امر کی انتہا ہے اور اس حالت کا برقرار رہنا مرتبے کے اظہار کے لیے اور یہ بتلانے کیلئے ہے کہ یہ عظیم فرق ہی تو ہر گھڑی ان کو تعجب سے پر رکھے گا۔

نمبر ۲: بہ کی ضمیر رزق کی طرف ہے گویا یہ اس کی طرف اشارہ ہے مطلب یہ ہے کہ ان کو جو جنت کے پھلوں سے رزق دیا جائے گا۔ وہ ذاتی لحاظ سے ان کے پاس ایک جیسا ان کو ملے گا۔

جیسا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جنتی کے پاس پیالہ لایا جائے گا اور وہ اس میں سے کھائے گا پھر دوسرا لایا جائے گا تو جنتی کہے گا۔ یہ تو ہمیں پہلے دیا گیا۔ فرشتہ کہے گا۔ کھالو۔ رنگ تو ایک ہے ذائقہ مختلف ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ والذی نفس محمد بیدہ (الحديث) مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے۔ جنتی جب پھل کھانے کے لیے لے گا۔ ابھی وہ اس کے منہ تک نہ پہنچے گا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کی جگہ اور بدل دے گا۔ (طبرانی فی الکبیر، البزار) جب جنتی اس کو دیکھیں گے جبکہ بیت پہلے والی ہوگی تو کہیں گے۔

وَأَتُوا بِهِ مُتَشَابِهًا: (اور ان کو ان کے مشابہ دیا جائے گا) یہ جملہ معترضہ ہے۔ پختگی ظاہر کرنے کے لیے لائے جیسے کہو۔ فلاں احسن بفلاں۔ ونعم مافعل۔ ورأى من الراى کذا وکان صواباً۔ فلاں نے فلاں سے احسان کیا اور اس نے بہت خوب کیا۔ اس نے یہ رائے اختیار کی۔ اور یہ درست تھی۔ اور ارشاد الہی میں

وَجَعَلُوا أَعِزَّةً أَهْلِهَا أَذِلَّةً وَكَذَلِكَ يَفْعَلُونَ (سورة النمل آیت نمبر ۳۴) كَذَلِكَ يَفْعَلُونَ تاکید کے لیے لائے۔ وَلَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ: (ان کیلئے اس میں بیویاں ہوں گی) **مُحْجَمٌ**: ازواج مبتدا اور لہم خبر ہے فیہا ظرف مستقر ہے۔

طہارت کا مطلب:

نمبر ۱: مُطَهَّرَةٌ۔ پاک ہوں گی برے اخلاق سے۔ نہ خاوندوں سے بغض رکھنے والی ہوں گی اور نہ غیروں کی طرف دیکھنے والی ہوں گی۔ نہ اکڑنے والی ہوں گی۔

نمبر ۲: حیض واستحاضہ سے پاک ہوں گی اور بول براز تمام گندگیاں جو ان کے ساتھ خاص ہیں ان سے پاک ہوں گی۔ موصوف جمع ہے صفت واحد ہے کیونکہ دونوں قصیح لغتیں ہیں۔ طاہرہ نہیں کہا اس لیے کہ مطہرہ زیادہ بلغ ہے اور تکثیر کو ظاہر کرتا ہے اور اس میں یہ بتلایا کہ کسی پاک کرنے والے نے ان کو پاک کیا ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کون ہے۔

وَهُمْ فِيهَا خَالِدُونَ: (اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے) الخلد ایسی دائمی بقاء جسمیں انقطاع نہ ہو۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحْيَ أَنْ يَضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوضَةً فَمَا فَوْقَهَا ۚ فَأَمَّا الَّذِينَ

بے شک اللہ تعالیٰ اس بات سے نہیں شرماتا کہ کوئی بھی مثال بیان فرمائے۔ مچھر ہو یا اس سے بھی بڑھی ہوئی کوئی چیز ہو، سو جو لوگ

أَمَنُوا فَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ ۚ وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَيَقُولُونَ مَاذَا أَرَادَ

ایمان لائے وہ جانتے ہیں کہ بلاشبہ یہ مثال حق ہے ان کے رب کی طرف سے اور رہے وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا سو وہ کہتے ہیں کیا ارادہ کیا

اللَّهُ بِهَذَا مَثَلًا ۖ يَضِلُّ بِهِ كَثِيرًا ۖ وَيَهْدِي بِهِ كَثِيرًا ۖ وَمَا يُضِلُّ بِهِ إِلَّا الْفَاسِقِينَ ۚ

اللہ نے اس کے ذریعہ مثال دینے کا۔ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ بہت سوں کو گمراہ کرتے ہیں اور اس کے ذریعہ بہت سوں کو ہدایت دیتے ہیں اور اس کے ذریعہ نہیں گمراہ کرتے مگر فاسقین کو۔

تردید جہمیہ:

اس میں جہمیہ فرقہ کی تردید ہے کیونکہ وہ جنت اور اہل جنت کے فناء کے قائل ہیں۔ دلیل جہمیہ۔ اللہ تعالیٰ ہی اول اور آخر ہیں اور اولیت کی حقیقت مخلوق سے پہلے ہونا تو بالاتفاق ہے پس ضروری ہے کہ آخریت کے وصف میں بھی وہ تمام سے آخر ہو اور یہ تبھی درست ہے جب سب کے سب فناء ہو جائیں پس ضرورتاً فناء کو ماننا پڑا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ باقی ہیں اور اسکی صفات بھی باقی ہیں اگر جنت بھی اپنے رہنے والوں کے ساتھ باقی رہنے والی ہو تو خالق و مخلوق میں مشابہت لازم آتی ہے اور یہ محال ہے

جواب: اولیت اللہ تعالیٰ کے حق میں اس طرح کہ اس کے وجود کی ابتداء نہیں اور آخریت اس کے حق میں اس طرح کہ اس کی کوئی انتہاء نہیں۔ اور مخلوق کے حق میں اول کا مطلب فرد سابق (پہلے والا فرد) ہے اور آخر فرد لاحق (پچھلا فرد) ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے لیے ان صفات کا ہونا صفت کمال کو ظاہر کرنے کے لیے ہے اور اس کی ذات سے نقص و زوال کی نفی کرنے کے لیے ہے اور یہ جنت اور اہل جنت کے متعلق بقاء مٹنے اور فناء ہونے کے احتمال سے ہونے کو ظاہر کرنے کیلئے ہے نہ وہ جو معتزلہ کہتے ہیں۔ پھر کہاں سے تشابہ فی البقاء لازم ہوا۔ اللہ تعالیٰ تو ذاتی لحاظ سے باقی رہنے والے ہیں۔ اور اس کی بقاء واجب الوجود ہونا ہے اور مخلوق کا بقاء اس کے باقی رکھنے سے ہے۔ اور وہ جائز الوجود ہے (بینہما بون بعید فلیتبصر)

سابقہ آیات سے ربط:

ربط: قرآن مجید نے جب ذباب و عنکبوت کا ذکر فرمایا۔ اور ان کی مثال بیان کی تو یہود نے ہنسنا شروع کر دیا۔ اور کہنے لگے یہ کلام اللہ تو نہیں لگتا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات اتا دیں۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحْيَ أَنْ يَضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوضَةً ۚ (تحقیق اللہ نہیں حیا کرتا کہ مثال بیان کرے مچھر کی)

یعنی اللہ تعالیٰ مچھر سے مثال بیان کرنا ترک نہیں فرماتے اسکی طرح جو حقارت کی وجہ سے ان سے مثال بیان کرنا چھوڑ دے۔

حیاء کی اصل تعریف:

وہ تبدیلی اور شرمندگی جو انسان کو عیب و مذمت کے خوف سے پیش آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات تو قدیم ہے وہ تغیر و خوف و مذمت سے پاک ہے لیکن ترک حیاء کے لوازم میں سے ہے اس لیے ترک کو حیاء سے تعبیر کیا گیا۔
 دوسرا قول: یہ بھی درست ہے کہ یہ عبارت کفار کے کلام میں پائی جاتی تھی۔ کہ انہوں نے کہا ما یستحی رب محمد ان یضرب مثلاً بالذباب والعنکبوت: محمد کا رب حیاء نہیں کرتا کہ مکھی و مکڑی کی مثال بیان کرے۔ تو مقابلے اور سوال کے مطابق (ترکی بہ ترکی) جواب دینے کے لیے اس طرح فرمایا اور یہ کلام بدیع میں سے ہے۔
 اس میں دو لغات ہیں۔ متعدی بنفسہ اور متعدی بحرف الجار کہا جاتا ہے استحییتہ واستحییت منہ یہاں دونوں کا احتمال ہے۔

مفہوم ضرب مثل:

یہ ضرب اللین اور ضرب الخاتم سے بنا ہے (اینٹ لگانا یا مہر لگانا) بیان کرنا۔

نحوی تحقیق:

نحو: ما نمبر ۱: یہ ابہامیہ ہے جب یہ نکرہ کے ساتھ آئے تو اس میں ابہام پیدا کر کے اس کے عموم میں اضافہ کرتا ہے مثلاً کہیں اعطنی کتا باما۔ مراد کوئی سی کتاب۔

نمبر ۲: یہ ماکید کے لیے لایا گیا۔ جیسا سورۃ النساء آیت نمبر ۱۵۵۔ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ میں ہے اب معنی اس طرح ہے کسی بھی مثال کا بیان کرنا نہیں چھوڑتا۔

نحو نمبر ۱: مَا بَعُوضَةً يَهْ مَثَلًا كَالْعُفْفِ بَيَان ہے اور اس نکرہ سے حال ہے جو اس سے مقدم ہے
 نمبر ۲: ضرب بمعنی جعل ہے اور یہ دونوں مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں۔

لغت بعوضة: یہ بعض سے بنا ہے اور وہ کاٹنے کو کہتے ہیں جیسے البضع والعضب (کاٹنا) کہا جاتا ہے بعضه البعض۔ اس کو مچھرنے کاٹنا۔ اور بعض اشی کہتے ہیں کیونکہ وہ اس کا حصہ و ٹکڑا ہوتا ہے بعض فِعُول کے وزن پر قَطُوع (کاٹنا) کی طرح صفت ہی ہے۔ پھر اسمیت غالب آگئی۔

فوقیت کا مطلب:

فَمَا فَوْقَهَا: (یا اس سے بڑھ کر) نمبر ۱: جو اس سے متجاوز ہے اور اس معنی میں بڑھ کر ہے جس میں وہ مثال بیان کی گئی ہے اور وہ معنی قلت و حقارت ہے۔

نمبر ۲: جو جم میں اس سے بڑھ کر ہے گویا اس سے اس بات کی تردید کر دی کہ جس چیز کو تم نے عجیب قرار دیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی

کتاب اور مکھی اور مکڑی کی مثال یہ کیسے ہو سکتا ہے تو جواب دیا کہ مکھی و مکڑی درکنار اللہ تعالیٰ تو مچھر کی مثال بیان کرنے کو نہیں چھوڑتا حالانکہ یہ ان سے چھوٹا ہے۔

اعتراف: مچھر سے کم کی مثال کیسے بیان کی جاسکتی ہے کیونکہ وہ انتہائی چھوٹا ہے۔

جواب: مچھر کا پر اس سے کئی درجہ قلیل اور چھوٹا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اس کو دنیا کی حقارت کے لیے بطور مثال بیان فرمایا۔ (لو كانت الدنيا تعدل عند الله جناح بعوضة ما سقى متها كافرا شربة ماء) (ترمذی) اگر دنیا اللہ تعالیٰ کے ہاں مچھر کے پر کے برابر مرتبہ رکھتی تو کافر کو پانی کا ایک گھونٹ بھی نہ دیتے۔

تفسیر فَاَمَّا الَّذِينَ:

فَاَمَّا الَّذِينَ اٰمَنُوا فَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ: (پس وہ لوگ جو ایمان لائے وہ جانتے ہیں کہ یہ مثال حق ہے) **نَحْوُ:** ہ کی ضمیر مثل کی طرف ہے یا لان یضرب کی طرف ہے۔

الحق: وہ ثابت شدہ چیز جس کا انکار نہ کیا جاسکے۔ کہا جاتا ہے حق الامر: جب کہ وہ معاملہ ثابت و واجب ہو جائے۔ **مِنْ رَبِّهِمْ:** (ان کے رب کی طرف سے) **نَحْوُ:** یہ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اور اس کا عامل حق کا معنی ہے اور ذوالحال اس کی مشترک ضمیر ہے۔

تفسیر آیت:

وَاَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَيَقُولُوْنَ مَاذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا: (اور جو منکر ہیں وہ کہتے ہیں اس مثال سے اللہ تعالیٰ کی کیا غرض تھی) اس پر وقف لازم ہے۔ اگر وقف نہ کریں۔ تو مابعد اس کی صفت بن جائیگا۔ اور اس طرح ہو نہیں سکتا۔ (مَاذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا) میں استحقار ہے جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے بارے میں یا عجبالا بن عمرو ہذا! یہ بات ابن عمرو سے انتہائی قابل تعجب ہے (بطور تحقیر فرمایا)

نحوی لطائف:

نَحْوُ: مَثَلًا تمیز کی وجہ سے منصوب ہے یا حال کی وجہ سے سورۃ الاعراف آیت نمبر ۳۷ ہِذِهِ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ آيَةٌ مِّنْ آيَاتِ اللّٰهِ کا لفظ۔ آما۔ یہ حرف ہے جس میں شرط کا معنی ہے اسی لیے جواب میں فالائے ہیں۔ اور کلام میں اس کا فائدہ زائد تاکید ہے۔ مثلاً تم کہو زید ذاہب۔ جب اس کی تاکید کرنا چاہو تو کہو گے۔ اما زید ذاہب اس لیے سیبویہ نے اس کی وضاحت میں فرمایا۔ مہما یکن من شیء فزید ذاہب۔ جو کچھ بھی ہو زید جانے والا ہے یہ وضاحت اس کی تاکید ہونے کے لیے فائدہ مند ہے اور یہ شرط کے معنی میں ہے دونوں جملوں کے شروع میں لائے۔ اور اس طرح نہیں کہا۔ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوا يَقُولُوْنَ بَلْکَ اَمَّا کے ساتھ شروع کیا۔ اس طرز میں ایمان والوں کیلئے بڑی تعریف ہے کہ ان کے علم کو برحق شمار کیا۔ اور کافروں کے بارے میں اپنے نصیب سے غفلت کی خبر دی اور ان پر حتماء کا کلمہ لا کر طنز کیا۔

الَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ ۖ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ

جو اللہ کے عہد کو توڑتے ہیں اس کی مضبوطی کے بعد، اور کاٹتے ہیں ان چیزوں کو جن کو جوڑے رکھنے کا اللہ تعالیٰ نے

يُوصِّلُ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ ۗ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ ﴿۲۷﴾

حکم دیا اور فساد کرتے ہیں زمین میں، یہ لوگ پورے خسارہ والے ہیں۔

مخبر: ماذا اس کی دو صورتیں ہیں۔ نمبر ۱: ذال اسم موصول ہو اور الذی کے معنی میں ہو

نمبر ۲: ما استفہامیہ ہو۔ پس دونوں کلمے مل کر اسم استفہام بن گئے اور ایک کلمہ ہوئے۔

پہلی صورت میں ما مبتدا اور ذال اس کی خبر ہے۔ اپنے جملہ صلہ یعنی اراد کے ساتھ مل کر اور ضمیر محذوف ہے۔ جب اسم استفہام مان لیں تو اراد کی وجہ سے محلاً منصوب ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے ائی شئی ء اراد اللہ۔ اللہ تعالیٰ نے کس چیز کا ارادہ کیا۔

الارادة۔ یہ مصدر ہے آرادت الشئی کہتے ہیں جب تیرا نفس اس کو طلب کرے اور اس کی طرف مائل ہو۔ متکلمین کے نزدیک ایک وجہ سے خاص کرتا ہے دوسری کی بجائے۔

معزلہ کا عقیدہ:

البتہ معزلہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صفت ارادہ کے ساتھ حقیقت نہیں کی جاسکتی جب اراد اللہ کذا کہیں گے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا فعل ہے تو ارادہ بمعنی فعل ہوگا کیونکہ وہ نہ بھولنے والا اور نہ مجبور ہے اور اگر غیر کا فعل ہے تو اس کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا۔

کثرت کا معنی:

يُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا وَيَهْدِي بِهِ كَثِيرًا: (وہ گمراہ کرتا ہے اس مثال سے بہت سوں کو اور ہدایت دیتا ہے بہت کو) انا سے شروع ہونے والے دونوں جملوں کی تفسیر اور بیان کے قائم مقام ہے کہ جاننے والا فریق تو اس کو برحق کہتا ہے اور جہلاء استہزاء کرنے والے ہیں۔ اور یہ دونوں کثرت سے موصوف ہیں۔ اور اس کے حق ہونے کا علم باب ہدایت سے ہے اور اسکے اچھے مورد سے ناواقفیت باب گمراہی سے ہے اور اہل ہدایت خواہ بذات خود کہتے ہوں مگر ان کو اہل ضلال کے بالمقابل بظاہر اقلیت سے تعبیر کیا جاتا ہے اس لیے بھی کہ تھوڑے سے ہدایت والے بھی حقیقت میں کثیر ہیں اگرچہ صورت وہ قلیل ہوں۔ جیسا کہ شاعر کے قول میں۔

ان الکرام کثیر فی البلاد وان ☆ قلو اکما غیر ہم قل وان کثروا

شرفاء شہروں میں بہت ہیں۔ اگرچہ صورۃ وہ قلیل ہوں۔ جیسا کہ ان کے علاوہ قلیل ہیں۔ حقیقت میں اگرچہ صورۃ گنتی میں کثیر ہیں۔

والاضلال: بندے میں ضلال کے فعل کا پیدا کرنا۔
الہدایہ: ہدایت پانے کے فعل کو بندے میں پیدا کرنا۔
مقصد تمثیل:

اہلسنت کے نزدیک یہ حقیقت ہے۔ آیت کا سیاق اس بات کی وضاحت کر رہا ہے کہ جس چیز کو جاہل کفار انوکھا اور عجیب خیال کرتے ہیں۔ کہ حقیر چیزوں کیساتھ مثال بیان کرنا اچھے کی بات ہے۔ حالانکہ یہ تو تعجب کی بات نہیں کیونکہ تمثیل کا مقصد معنی کو واضح کرنا اور وہم والے کو مشاہدے کے قریب کرنا ہوتا ہے۔ پس اگر تمثیل لہ عظیم ہو تو تمثیل بہ بھی عظیم اور اگر وہ حقیر ہو تو تمثیل بہ بھی حقیر ہوگا۔ ذرا غور تو کرو۔ جبکہ حق واضح اور جلی ہے تو اس کی مثال ضیاء اور نور سے دی۔ اور باطل غیر واضح ہے تو اس کو ظلمت اور اندھیرے سے تشبیہ دی۔ بس اسی طرح اس آیت میں وہ آلہ جن کو کفار نے اللہ کا شریک بنا رکھا ہے۔ وہ سب سے زیادہ ذلیل ترین اور حقیر ترین ہیں۔ اسی لیے مکڑی کے جالے کو ان کی کمزوری اور بودے پن کے لیے بطور تمثیل لائے۔ اور ان کو مکھی سے کم درجہ قرار دیا۔ اور مچھر کی مثال ان کے لیے بیان کی جو مثال میں مکھی سے بھی کم تر ہے یہ تو کوئی اوپری اور نواہیجاہل بات نہیں۔ اس تمثیل بیان کرنے والے کو نہ کہا جائے گا۔ کہ مچھر کے ساتھ ان کی تمثیل بیان کرنے سے بازر ہو۔ اس لیے کہ وہ اپنی تمثیل میں سچا ہے اور بات میں حقیقت پر چلنے والا ہے اور تمثیل کو اس کے مقام پر فٹ کر رکھا ہے۔

مؤمن و کافر کے مزاج میں فرق:

سیاق اور آیت میں یہ بات بھی بیان کر دی۔ کہ وہ مؤمن جن کی عادت انصاف اور امور میں صحیح عقل سے غور فکر کرنا ہے وہ جب اس تمثیل کو سنیں گے تو جان لیں گے۔ کہ یہ برحق ہے۔ کافر لوگ جن کی عقلوں پر جہل غالب ہے وہ سن کر بڑے بنیں گے۔ اور عناد و ضد پر اتر آئیں گے۔ اور اس کے باطل قرار دینے کی سوچیں گے اور انکار کر کے مقابلہ کریں گے اور یہ چیز مؤمنوں کی ہدایت کا سبب بن جائے گی۔ اور فاسقوں کی گمراہی کا ذریعہ ثابت ہوگی۔

ان کفار (مکہ) پر تعجب ہے کہ انہوں نے کس طرح انکار کر دیا حالانکہ لوگ مکھی، پرندوں اور حشرات الارض کی مثالیں بیان کرتے چلے آ رہے ہیں چنانچہ کہتے ہیں۔

اجمع من ذرۃ (چیونٹیوں سے زیادہ اکٹھے) اجر امن الذباب (مکھی سے زیادہ جرأت مند) اسمع من قراد (چچڑی سے زیادہ کانوں والا) اضعف من فراشة (پروانے سے زیادہ کمزور) اکل من السوس (دیمک سے زیادہ کھانے والا) اضعف من البعوضہ (مچھر سے زیادہ کمزور) اعز من مخ البعوض۔ (مچھر کے مغز سے زیادہ عزت والا) لیکن حجت باز اور مبہوت کے مزاج کا تقاضا ہے کہ زیادہ حسرت کی وجہ سے واضح کو مسترد کرے اور چمکتے ہوئے روشن حق کا انکار کر دے۔

وَمَا يُضِلُّ بِهِ إِلَّا الْفَاسِقِينَ : (اور وہ ہرگز گمراہ نہیں کرتا اس سے مگر فاسقوں کو)
 نحوی تحقیق :

مخبر: الفاسقین، ما یضل کا مفعول ہے استثناء کی وجہ سے منصوب نہیں کیونکہ یضل کا مفعول پورا نہیں ہوا۔
مفہوم فسق:

الفسق: میانہ روی سے نکلنا۔ شرع میں کبیرہ کا ارتکاب کر کے حکم شرع سے نکلنا یہ دو مرتبوں کے درمیان ہے یعنی مؤمن و کافر کے درمیان (نہ وہ مؤمن رہتا ہے اور نہ وہ کافر ہوتا ہے) یہ معتزلہ کے نزدیک ہے۔ عنقریب ہم اس کی تردید کریں گے۔ انشاء اللہ
الَّذِينَ يَتَّقُونَ عَهْدَ اللَّهِ۔ (وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے عہد کو توڑتے ہیں)
النقض: ترکیب کھولنا اور فتح کرنا العہد۔ پکا وعدہ۔ ان ناقضین سے ضدی قسم کے احبار یہود یا ان میں سے جو منافقین یا تمام کفار مراد ہیں۔ عہد اللہ: عہد سے مراد۔

نمبر ۱: توحید کے دلائل جو ان کی عقلوں میں موجود تھے۔ گویا وہ وصیت شدہ بات تھی۔ اور وثیقہ تھا۔ جو ان سے لیا گیا تھا۔
نمبر ۲: ان سے پختہ عہد لیا گیا۔ کہ جب رسول ان کی طرف بھیجا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ معجزات سے اس کی تصدیق فرمادیں گے۔ تو وہ اس کی تصدیق کریں گے۔ اور اس کی اتباع کریں گے۔ اور اس کا تذکرہ نہ چھپائیں گے۔
نمبر ۳: اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ لیا کہ وہ خون نہ بہائیں گے۔ اور ایک دوسرے پر سرکشی نہ کریں گے۔ اور قطع رحمی نہ کریں گے۔

نمبر ۴: (تین عہد) یہ بھی کہا گیا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق سے تین وعدے لئے۔ عہد اول جو تمام ذریت آدم سے اقرار ربوبیت کا لیا گیا۔ جو سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۷۲۔ **وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ** میں مذکور ہے دوسرا عہد جو خاص انبیاء علیہم السلام سے لیا گیا۔ کہ وہ رسالت کو پہنچائیں گے اور دین کو قائم کریں گے وہ سورۃ الاحزاب آیت نمبر ۷۱۔ **وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ** میں ذکر فرمایا ہے۔

اور تیسرا عہد جو علماء سے لیا گیا۔ جس کو سورۃ آل عمران آیت نمبر ۸۷ اور اِذَا اخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ اٰتَوْا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنَنَّ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ میں ذکر کیا گیا گویا یہ تینوں مراد ہیں۔

مِنْ بَعْدِ مِثَاقِهٖ : (اس کو پختہ کر دینے کے بعد) میثاق، الوثاقہ سے لیا گیا۔ یہ کسی چیز کو مضبوط کرنے کو کہا جاتا ہے۔ ہ کی ضمیر عہد کی طرف ہے وہ جس کو قبول کرنے کے لیے انہوں نے مضبوط باندھا۔ اور اپنے نفسوں پر لازم کیا نمبر: جائز ہے کہ میثاق تو وثقہ (وعدے کی توثیق کرنے کے بعد) کے معنی میں ہو جیسا میعاد بمعنی الوعد آتا ہے ہ کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹے تو معنی یہ بنے گا کہ اللہ تعالیٰ کے ان پر پختہ کر دینے کے بعد من یہ ابتداء غایت کے لیے ہے

وَيَقْطَعُونَ مَا اَمَرَ اللّٰهُ بِهِ اَنْ يُوْصَلَ : (اور وہ قطع کرتے ہیں اس کو جن کا اللہ تعالیٰ نے جوڑنے کا حکم دیا)

کَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمَيِّتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ

کیسے کفر کرتے ہو اللہ کے ساتھ، حالانکہ تم بے جان تھے سو اس نے تم کو زندہ کر دی۔ پھر تم کو موت دے گا، پھر زندہ فرمائے گا، پھر اس کی طرف

تُرْجَعُونَ ﴿٢٨﴾

لوٹائے جاؤ گے۔

قطع کی حقیقت:

نمبر ۱: قطع جمعی کرنا اور مسلمانوں سے دوستی منقطع کرنا۔

نمبر ۲: انبیاء علیہ السلام میں سے بعض پر ایمان اور بعض کا انکار کر کے ان کی اجتماعیت علی الحق کو ختم کیا۔ گویا ان یوصل سے مراد اجتماعیت علی الحق اور قطع سے مراد بعض کی تصدیق اور بعض کی تکذیب ہے۔

تعریف امر:

الامر۔ کسی چیز پر استعلاء کے طور پر مخصوص قول سے فعل کا مطالبہ کرنا۔

مَنْحُورٌ: مانکرہ موصوفہ ہے یا الذی کے معنی میں ہے ان یوصل نمبر ۱: موضع جر میں ہے ہا سے بدل ہے یعنی بوصلہ نمبر ۲: موضع رفع میں ہے ای ہوان یوصل

وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ: (وہ زمین میں فساد کرتے ہیں) ڈاکہ ڈال کر

أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ: (اور وہی نقصان اٹھانے والے ہیں) ایمان لانے پر تنگ کر کے۔

مَنْحُورٌ: أُولَٰئِكَ مبتدأ هم ضمیر فصل اور الخاسرون خبر ہے یعنی نقصان اٹھانے والے ہیں۔

نوعیت نقصان:

اس طرح کہ انہوں نے وفا کے بدلہ میں وعدہ توڑا اور وصل کو قطع سے اور اصلاح کو فساد سے ثواب کو عقاب سے بدل ڈالا۔
كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللّٰهِ: (تم کیسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرتے ہو) ہمزہ کا وہ معنی جو کیف میں ہے اس کی مثال یہ قول ہے
اتكفرون بالله ومعكم ما يصرف عن الكفر ويدعو الى الايمان۔ کیا تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرتے ہو۔ حالانکہ تمہارے پاس وہ چیز ہے جو کفر سے پھیرنے اور ایمان کی طرف راغب کرنے والی ہے۔

مقصد استفہام:

یہ استفہام انکار و تعجب کے لیے ہے۔ اس کی مثال اس قول میں ہے

أتطير بغیر جناح و کیف تطير بغیر جناح؟ کیا تو بغیر پروں کے اڑتا ہے اور تو بغیر پروں کے کیسے اڑے گا۔ یعنی تو

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ اسْتَوٰى اِلَى السَّمَاءِ فَسَوَّاهُنَّ

اللہ وہی ہے جس نے تمہارے لئے پیدا فرمایا جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب۔ پھر قصد فرمایا آسمان کی طرف سو ٹھیک طرح بنا دیا۔

سَبْعَ سَمُوٰتٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝۱۹

ان کو سات آسمان، اور وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے

بغیر پروں کے ہے اس لیے تو اڑ نہیں سکتا۔

وَكَنتُمْ اَمْوَاتًا : (حالانکہ تم مردہ تھے) داؤد حالیہ ہے یعنی تم اپنے باپوں کی اصلا ب میں نطفہ کی صورت میں تھے اور قد مضمر ہے الاموات جمع میت ہے جیسے اقوال جمع قیل۔ اسی لیے جسمیں زندگی نہ ہو اس کو بھی میت کہتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سورۃ الفرقان آیت نمبر ۴۹ میں ہے بَلَدَةٌ مَّيْتًا۔

فَاَحْيَاكُمْ : (پس اس نے تمہیں زندہ کیا) پس اس نے ماں کے رحموں میں زندہ کر دیا۔

ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ : (پھر وہ تمہیں موت دیں گے) وہ تمہیں موت دیں گے جب تمہاری مدت زندگی پوری ہو جائے گی۔

ثُمَّ يُحْيِيكُمْ : (پھر وہ تمہیں زندہ کریں گے) پھر وہ بعث کے لیے زندہ کریں گے۔

ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ : (پھر اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے) پھر تم جزا کی طرف لوٹو گے۔ یا پھر وہ قبور میں تمہیں زندہ کریں گے۔ پھر اس کی طرف نشور کے لیے لوٹائے جاؤ گے۔

فاء اور ثم کا فرق:

یہاں پہلا عطف فاء کے ساتھ ہے اور باقی ثم کے ساتھ ہے کیونکہ احیاء اول بلا تاخیر موت اول کے بعد ہوا۔ باقی موت وہ تو زندگی سے مؤخر ہے اور حیات ثانیہ بھی اسی طرح موت سے متاخر ہے اگر نشور مراد ہو اور اگر قبر کی زندگی مراد ہو تو اس کی تاخیر کا بھی اسی سے علم ہوتا ہے اور جزاء کی طرف لوٹنا وہ نشور سے متاخر ہے۔

کفر انوکھا ہے:

اس موت و حیات کے واقعہ کے ساتھ ساتھ ان کا کفر انوکھی چیز ہے کیونکہ اس واقعہ میں واضح دلائل ہیں جو کفر سے ان کو پھیر سکتے ہیں۔ اور اس لیے بھی ان کا انکار عجیب ہے کہ یہ واقعہ بڑی بڑی نعمتوں پر مشتمل ہے جن کا حق شکر یہ ہے نہ کہ ناشکری کرنا۔

لام کی حکمت:

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ : (وہ وہی ذات ہے جس نے تمہارے لیے سب کچھ بنایا)

نمبر ۱: لکم کی لام اجلینہ ہے تمہاری خاطر۔

نمبر ۲: اور تمہارے دین دنیا میں فائدہ پہنچانے کے لیے پیدا کیا۔ اول تو ظاہر ہے اور دوسرے قول میں غور کرو۔ اس میں جو عجائبات ہیں وہ صانع قادر حکیم علیم کی ہستی پر دلالت کرنے والے ہیں اور اس میں آخرت کی یاد ہے۔ کیونکہ زمین کی پناہ گاہ اس کے ثواب کو یاد دلانے والی ہے اور اس کی ناپسندیدہ چیزیں اس کے عقاب کو یاد دلانے والی ہیں۔ علامہ کرنی۔ ابو بکر رازی اور معز لہ کا استدلال ہے کہ خلق لکم بتلارہا ہے کہ تمام اشیاء صحیحہ مباح الاصل ہیں۔

جَمِيعًا (سب کچھ) : یہ ماسے حال ہونے کی بناء پر منصوب ہے۔

ثُمَّ اسْتَوٰی اِلٰی السَّمَاءِ : (پھر آسمان کا قصد کیا) الاستواء۔ اعتدال و درستی کو کہتے ہیں کہا جاتا ہے استوی العود یعنی قام و اعتدل۔ سیدھی لکڑی درست کھڑی ہوئی۔ پھر کہا گیا استوی الیہ کالسہم المرسل چھوڑے ہوئے تیر کی طرح سیدھا ہوا جبکہ وہ ٹھیک نشانے پر لگے۔ اور کسی طرف نہ مڑے۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا یہی مطلب ہے ثُمَّ اسْتَوٰی اِلٰی السَّمَاءِ۔ یعنی وہ متوجہ ہوا۔ اور آسمان کو بنانے کی طرف توجہ کی زمین کی تمام اشیاء بنانے کے بعد بغیر اس کے کہ اس دوران کسی اور چیز کے پیدا کرنے کی طرف توجہ کرے۔

فَسَوَّھُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ : (انہیں سات آسمان ہموار بنا دیا) یہ مبہم ہے اس کی تفسیر سبع سموات ہے جیسا کہ ان کے قول رَبُّہٗ رَجَلًا (بہت سے آدمیوں کو میں ملا ہوں) یہ بھی کہا گیا۔ کہ ضمیر السماء کی طرف لوٹ رہی ہے اگرچہ لفظ واحد ہے مگر معنی جمع کا ہے کیونکہ یہ جنس کے معنی میں ہے۔

مراد تسویہ:

تسویتھن: نمبر ۱: ان کا پیدائش میں برابر اور پختگی اور میڑھ اور پھٹنے سے محفوظ ہونا

دوسرا قول: ان کی خلقت کی تکمیل۔ ثم سے یہاں آسمان کی پیدائش کی فضیلت زمین کی پیدائش پر ظاہر کرنا مقصود ہے اور یہ والارض بعد ذلك دھوا۔ سورۃ النازعات آیت نمبر ۳۰ کے مخالف نہیں کیونکہ زمین کا وجود آسمان کی پیدائش سے مقدم ہے البتہ زمین کا بچھانا وہ زمین کی پیدائش سے متاخر ہے حضرت حسن برید کا قول ہے زمین کی پیدائش موضع بیت المقدس میں مہر (پتھر) کی طرح تھی اس پر چمٹا ہوا دھواں تھا پھر دھواں اٹھایا اور اس سے آسمانوں کو بنا دیا۔ اور سب کو اپنی جگہ رہنے دیا۔ اس سے زمین کو پھیلا دیا۔ سورۃ الانبیاء آیت نمبر ۳۰ اَوَلَمْ یَرَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰھُمَا وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ کُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ اَفْلَا یُؤْمِنُوْنَ کا یہی مطلب ہے وہ چمٹنا جس کو رتق فرمایا۔

وَهُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ : (وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے) پس اسی لیے ان کو برابر مضبوط بلا تفاوت و فرق کے بنایا۔ اور زمین میں جو کچھ بنایا وہ زمین والوں کی ضروریات و فوائد کے مطابق بنایا۔

قراءت: وَهُوَ اور اس کے ہم مثلوں کو ابو عمر و ورش برید کے علاوہ مدنی اور دوسرے قراء نے اس طرح پڑھا ہے۔ ورش اور ابو عمرو اور علی رحمہم اللہ نے وَهُوَ پڑھا۔ گویا و او کو نفس کلمہ سے قرار دیا۔

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ؕ قَالُوْۤا اَتَجْعَلُ فِیْهَا

اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ بے شک میں پیدا کرنے والا ہوں زمین میں خلیفہ فرشتوں نے عرض کیا۔ کیا آپ پیدا فرمائیں گے زمین میں

مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِكُ الدِّمَآءَ ؕ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ؕ

جو اس میں فساد کریگا اور خونوں کو بہائے گا اور ہم آپ کی تسبیح بیان کرتے ہیں جو حمد کے ساتھ ملی ہوئی ہوتی ہے۔ اور آپ کی پاکی بیان کرتے ہیں

قَالَ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۳۱

اللہ تعالیٰ نے فرمایا بے شک میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

پس یہ عَصْدُ کی طرح ہوا اور دیگر قراء کے ہاں عَصْدُ کی طرح ہوا۔

سابقہ آیات سے ربط:

ربط: جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا کیا اس میں جنات کو بسا دیا۔ اور آسمان میں فرشتوں کو ٹھہرایا جنات نے زمین میں فساد کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی ایک جماعت بھیج کر ان کو سمندروں کے جزائر اور پہاڑوں کی چوٹیوں کی طرف بھگا دیا۔ ان فرشتوں نے جنات کی جگہ اقامت اختیار کی، پس اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کو انکا واقعہ ذکر فرمانے کا حکم دیا۔

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ: (اور جب کہا آپ کے رب نے فرشتوں کو) اِذْ اذکر کی وجہ سے منصوب ہے الملائکۃ۔ جمع ملائک شامل جمع شامل تاۃ تانیث جمع کے لیے ہے۔

اِنِّیْ جَاعِلٌ: (بے شک میں بنانے والا ہوں) بنانے والا ہوں یہ جعل سے ہے جس کے دو مفعول ہیں۔

خلیفہ کی تفسیر:

فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً: (زمین میں خلیفہ) خلیفہ وہ ہے جو غیر کے بعد آئے یہ فعلیہ بمعنی فاعلہ ہے۔ ہا اس میں مبالغہ کی بڑھائی گئی ہے۔ اب معنی خلیفہ منکم تم میں سے نائب کیونکہ فرشتے زمین کے رہائشی تھے پس اس زمین میں ان کے بعد آدم اور ان کی اولاد کو نائب بنایا۔ خلائی اور خلفاء نہیں کہا کیونکہ خلیفہ سے آدم مراد لئے گئے۔ اور اولاد کے ذکر کی بجائے فقط آدم ﷺ کے تذکرہ پر اکتفا کیا۔ جیسا کہ اس قول میں مضر، ہاشم میں قبیلہ کے بڑے کو ذکر کر دیا۔

یا مراد وہ ہیں جو تمہارے بعد آئیں گے۔ یا وہ مخلوق جو تمہارے بعد آئے گی اسی لیے واحد لائے۔

یا خلیفۃ منی۔ میرا نائب کیونکہ آدم ﷺ اللہ تعالیٰ کے زمین میں خلیفہ تھے۔ اسی طرح ہر پیغمبر علیہ السلام اللہ کا خلیفہ ہے جیسا کہ سورۃ

ص آیت نمبر ۲۶ یَا دَاوُدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ میں ہے۔

فرشتوں کو خبر دی کہ وہ سوال کریں اور ان کو وہ جواب دیا جائے جو دیا گیا۔ تاکہ آدم کے وجود سے پہلے وہ ان کے استخلاف کی

حکمت پہچان لیں۔

نمبر ۲: تاکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو امور میں اقدام سے پہلے مشاورت سکھائیں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے علم کامل اور حکمت بالغہ کی وجہ سے مشاورت سے بے نیاز ہے۔

سبب قول:

قَالُوا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيْهَا : (انہوں نے کہا کہ آپ زمین میں اس کو نائب بناتے ہیں جو فساد کریگا) فرشتوں نے یہ تعجب سے کہا کہ اہل اطاعت کے نائب اہل معصیت کو بنایا جائے۔ اللہ تعالیٰ حکیم ہے اور جہل سے پاک ہے یہ بات انہوں نے اللہ تعالیٰ کے خبر دینے سے معلوم کی۔ یا لوح محفوظ سے معلوم کی۔ یا جنات پر قیاس کر لیا۔
وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ : (اور وہ خون بہائے گا) وہ بہائے گا۔

فائدہ واو حالیہ:

وَنَحْنُ نُسَبِّحُ : (ہم تیری تسبیح کرتے ہیں) ونحن نسبح میں واو حالیہ ہے، جیسا کہ تم کہتے ہو۔
أَتَحْسَنُ اِلٰی فَلَانٍ وَاَنَا اَحَقُّ مِنْهُ بِالْاِحْسَانِ؟ کیا تو فلاں پر احسان کرتا ہے حالانکہ احسان کا میں اس سے زیادہ حقدار ہوں۔

بِحَمْدِكَ : (تیری حمد کے ساتھ) یہ موضع حال میں ہے یعنی ہم تیری حمد کرتے ہوئے تسبیح کرتے ہیں۔ اور تیری حمد سے تلبس حاصل کرنے والے ہیں جیسا کہ اس سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۶۱ وقد دخلوا بالكفر کا معنی دخلوا کافرین ہے کہ وہ کفر ہی کی حالت میں داخل ہوئے۔

تقدیس کا معنی:

وَنُقَدِّسُ لَكَ : (اور آپ کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں) ہم اپنے آپ کو آپ کے لیے پاک کرتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا۔ کہ تسبیح و تقدیس۔ اللہ کو برائی سے دور قرار دینا۔ یہ سبوح فی الارض و قدس فیہا سے ہے جب وہ زمین میں سفر کرے اور بہت دور جائے۔

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ فَقَالَ أَنْبِئُونِي بِأَسْمَاءِ هَؤُلَاءِ

اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو سکھا دیئے سارے نام، پھر ان کو فرشتوں پر پیش فرمایا پھر فرمایا کہ مجھے بتا دو ان چیزوں کے نام

إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝۳

اگر تم سچے ہو۔

قَالَ إِنِّي أَنْبَأُكُمْ مَا لَا تَعْلَمُونَ: (کہا میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے) میں اس کی وہ حکمتیں جانتا ہوں جو تم سے مخفی ہیں۔ یعنی ان میں انبیاء اولیاء علماء ہونگے۔

نَحْوُ: مَا، الذی کے معنی میں ہے یہ علم کا مفعول ہے اور ضمیر عائد محذوف ہے ای مالا تعلمونہ وہ چیز جس کو تم نہیں جانتے ہو۔

قراءت: اِنِّی۔ حجازی اور ابو عمرو نے پڑھا۔

وَعَلَّمَ آدَمَ: (اور سکھائے آدم علیہ السلام کو) نمبر ۱: عجمی ناظم ہے قریب ترین بات یہ ہے کہ فاعل ازر کی طرح ہے۔

نمبر ۲: آدم کو ادریم الارض سے مشتق مانا جائے۔ یا اَدَمَہ جیسے کہ یعقوب العقب اور ادریس۔ درس سے اور المیس ابلاس سے مشتق ہے۔

الْأَسْمَاءُ كُلَّهَا: (نام تمام) یعنی مسمیات کے نام۔ مضاف الیہ کے معلوم ہونے اور اسماء کی دلالت موجود ہونے کی وجہ سے حذف کر دیا۔ کیونکہ اسم مستثنیٰ پر دلالت کرتا ہے اور مضاف الف لام کے عوض میں لائے۔ جیسے اشتعل الرأس شیباً۔ سورہ مریم آیت نمبر ۴ میں الرأس ہے۔

ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ: (پھر ان کو فرشتوں کے روبرو پیش فرمایا)۔

اہم تنبیہ:

یہ درست نہیں کہ مقدر مانا جائے اور کہا جائے عَلَّمَ آدَمَ مسمیات الاسماء کہ مضاف کو حذف کیا اور مضاف الیہ کو اس کے قائم مقام بنا دیا۔ اس لیے کہ تعلیم کا تعلق اسماء سے ہے مسمیات سے نہیں جیسا دوسری آیت انبؤنی باسماء هؤلاء (تو ان کو بتلا ان کے نام) اور انبہم باسماء ہم میں واضح طور پر اسماء موجود ہیں۔

انبؤنی بهؤلاء، انبہم بہم نہیں فرمایا۔

تعلیم اسماء کا مطلب:

اسمائے مسمیات کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وہ اجناس دکھائیں جن کو اس نے پیدا کیا۔ اور ان کا نام اس کو سکھایا۔ کہ اس کا نام فرس ہے اس کا بعیر اور اس کا فلاں نام ہے اور اس کا نام یہ ہے۔

قَالُوا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۳۲﴾

فرشتوں نے عرض کیا کہ ہم تیری پاکی بیان کرتے ہیں ہمیں اس کے سوا کچھ علم نہیں جو آپ نے ہمیں سکھایا، بے شک آپ جاننے والے ہیں حکمت والے ہیں

قَالَ يَا اٰدَمُ اَنْبِئْهُمْ بِاَسْمَائِهِمْ ۚ فَلَمَّا اَنْبَاَهُمْ بِاَسْمَائِهِمْ ۙ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم! ان کو ان چیزوں کے نام بتا دو۔ سو جب انہوں نے ان کو ان چیزوں کے نام بتادیئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے تم سے نہیں کہا

لَكُمْ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۙ وَاَعْلَمُ مَا تَبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ

کہ بے شک میں جانتا ہوں آسمانوں اور زمین کی غیب کی چیزوں کو اور میں جانتا ہوں جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم

تَكْتُمُوْنَ ﴿۳۳﴾

چھپاتے ہو

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہر چیز کا نام ان کو سکھایا حتیٰ کہ پیالہ اور کفگیر بھی۔

سوال: ان سے سوال کیا حالانکہ اللہ تعالیٰ کو ان کا بحر معلوم تھا۔

جواب: تنبیہت ولا جواب کرنے کے لیے۔

فَقَالَ اَلْبُوْنٰی، (تم مجھے خبر دو؟) بِاَسْمَاءٍ هٰۤؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ (ان چیزوں کے ناموں کی اگر تم اپنے گمان میں

سچے ہو)۔ کہ میں زمین میں مفسدین سفاکین دماء کو خلیفہ بنانے والا ہوں۔

استخلاف میں علمی فوائد:

اس میں فرشتوں کی تردید ہے اور اس بات کی وضاحت ہے کہ جس کو میں نے استخلاف دینا ہے اس میں علمی فوائد ہیں۔ جو تمام

فوائد کی جڑ اور بنیاد ہیں۔ جن کی وجہ سے وہ استخلاف کے اہل ہیں۔

قَالُوْا سُبْحٰنَكَ: (انہوں نے کہا تو پاک ہے) نمبر ۱: آپ اس سے پاک ہیں کہ آپ سے کوئی چیز مخفی رہے۔

نمبر ۲: آپ اس سے پاک ہیں کہ آپ کی تدبیر پر اعتراض کیا جائے۔

نکتہ عجیبہ:

اسماء کا علم حاصل کرنا عبادت کے لیے خلوت میں بیٹھنے سے بڑھ کر ہے۔ تو پھر علم شریعت کا تو کیا ہی کہنا ہے۔

سُبْحٰنَكَ یہ مصدر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ یعنی سُبْحَتِ اللّٰہ تَسْبِيْحًا۔

لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا: (نہیں ہے ہمیں علم اس کے سوا جو تو نے ہمیں بتا دیا)۔ اور ہمیں کوئی علم نہیں مگر جو تو نے ہمیں دیا۔ اور

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ أَبَىٰ وَاسْتَكْبَرَ ۖ وَكَانَ

اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ سجدہ کرو آدم کو، سو انہوں نے سجدہ کر لیا، لیکن ابلیس نے سجدہ نہ کیا، اس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور وہ

مِنَ الْكَافِرِينَ ۝۳۴

کافروں میں سے تھا۔

اس میں اسماء کا علم نہیں ہے۔

مَا بِمَعْنَى الذی ہے اور العلم بمعنی معلوم ہے یعنی ہمیں معلوم نہیں مگر وہ جو تو نے سکھایا۔

إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ: (بے شک تو ہر بات کو جاننے والا ہے) آپ بغیر سکھانے کے جاننے والے ہیں۔

الْحَكِيمُ: (حکمت والے ہیں) حکمت والے ہیں ان میں جن کا آپ نے فیصلہ کیا۔ اور اندازہ فرمایا۔

نحو نمبر ۱: یہ ان کا اسم ہے۔ انت مبتداء مابعد خبر ہے۔ تمام ان کی خبر ہے۔

نمبر ۲: انت ضمیر فصل اور العلم خبر اول اور الحکیم خبر دوم ہے۔

قَالَ يٰۤأَدَمُ ابْنُھُمْ بِأَسْمَآءِھُمْ فَلَمَّا أَتٰھُمْ بِأَسْمَآئِھُمْ: (فرمایا اے آدم تو ان کو خبر دے ان کے ناموں کی تو آدم علیہ السلام نے ہر چیز کا نام لیکر بتا دیا)۔

قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَّكُمْ إِنِّیْٓ أَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ: (اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا میں نے نہیں کہا کہ میں جانتا ہوں

جو آسمانوں و زمین میں تم سے چھپا ہوا ہے) جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ آئندہ ہوگا۔

وَأَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ: (اور میں جانتا ہوں جو تم ظاہر کرتے ہو)

وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ: (اور جو تم چھپاتے تھے)

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ: (اور جب ہم نے کہا فرشتوں کو کہ آدم کیلئے سجدہ کرو) یعنی اس کے سامنے جھک جاؤ اور اس

کی فضیلت کا اقرار کرو۔

سجدہ کی حقیقت:

حضرت ابی ابن کعب اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کمر سے جھکنا تھا۔ یہ ٹھوڑیوں کے بل گرنا نہ تھا۔ جمہور علماء کا قول یہ

ہے کہ ان کو زمین پر چہرہ رکھنے کا حکم تھا۔ اور یہ سجدہ آدم علیہ السلام کی تعظیم کے لیے تھا۔ صحیح کی روایت میں ہے کہ اگر یہ اللہ تعالیٰ کے لیے

ہوتا تو ابلیس اس سے باز نہ رہتا۔ اور یہ سجدہ تعظیم پہلی شراعت میں جائز تھا۔ پھر یہ منسوخ ہوا۔

آپ کے اس ارشاد سے جو آپ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو فرمایا جبکہ انہوں نے آپ کو سجدہ کرنے کا ارادہ کیا۔

لَا یَنْبَغِیْ لِلْمَخْلُوْقِ اَنْ یَّسْجُدَ لِاَحَدٍ اِلَّا لِلّٰہِ تَعَالٰی۔ (ترمذی) من ابی ہریرۃ واحمد من انس وعائشۃ

وَمَعَاذَ رَبِّهِمْ -

کونسا مستثنیٰ ہے؟

فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ: (پس انہوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس) یہ استثناء متصل ہے کیونکہ وہ فرشتوں میں سے تھا۔ اسی طرح حضرت علی و ابن عباس اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم نے فرمایا۔ اور اس لیے بھی کہ استثناء مستثنیٰ کی جنس سے ہونا چاہیے تھا۔ اسی لیے فرمایا۔ سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۲

قَالَ مَا مَنَعَكَ أَلَّا تَسْجُدَ إِذْ أَمَرْتُكَ -

رہا سورۃ کہف آیت نمبر ۵۰ كَانَ مِنَ الْجِنِّ - یہ کان، صار کے معنی میں ہے۔ جیسا کہ سورۃ ہود آیت نمبر ۴۳ میں فَكَانَ مِنَ الْمَغْرُقِيِّنَ - کہ وہ ڈوبنے والوں میں سے ہو گیا۔

یہ بھی کہا گیا کہ یہ استثناء منقطع ہے اس لیے کہ وہ ملائکہ سے نہ تھا۔

دلیل نمبر ۱: بلکہ نص کے مطابق وہ جنات میں سے تھا۔ اور یہی حضرت حسن و قتادہ کا قول ہے۔

نمبر ۲: اس لیے بھی کہ وہ آگ سے پیدا کیا گیا۔ اور ملائکہ نور سے پیدا کیے گئے۔

نمبر ۳: اور اس لیے بھی کہ اس نے انکار کیا اور نافرمانی اور تکبر کیا۔ اور ملائکہ اللہ تعالیٰ جو حکم دیں اس کی خلاف ورزی نہیں کرتے۔

نمبر ۴: اس لیے بھی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اَفَتَتَّخِذُونَهُ وَ ذُرِّيَّتَهُ اَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِي - [کہف: ۵۰]

کیا تم اس کو اور اس کی اولاد کو میرے سواء کار ساز بناتے ہو۔ حالانکہ وہ فرشتوں کی نسل نہیں۔

جاہظ معترزی کہتے ہیں۔ کہ جن اور ملائکہ ایک جنس ہے جو ان میں پاکیزہ ہیں وہ فرشتے اور جو خبیث و ناپاک ہیں وہ شیطان۔

اور جو بین بین ہیں وہ جن (مگر جاہظ کا یہ قول بلا ثبوت ہے)

ابھی: (اس نے انکار کیا) باز رہا اس سے جو اس کو حکم ملا تھا۔

وَاسْتَكْبَرَ: (اور اس نے بڑائی اختیار کی)

وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ: (اور کافروں میں سے ہو گیا)

نمبر ۱: اپنے انکار اور تکبر اور امر الہی کو رد کرنے کے سبب کافروں میں سے ہو گیا۔ اس وجہ سے نہیں کہ حکم پر عمل کرنا اس نے ترک کر

دیا۔ اس لیے کہ ترک جود ایمان سے خارج نہیں کرتا۔ اور نہ ہی اس سے اہلسنت کے ہاں کافر بنتا ہے۔

البتہ معترزلہ اور خوارج (کے ہاں ایمان سے خارج ہو جاتا ہے)

نمبر ۲: کافروں میں سے تھا۔ اللہ تعالیٰ کے علم میں یعنی اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ وہ اپنے ایمان لانے کے بعد کفر کرے گا۔ اس

طرح نہیں کہ وہ علم الہی میں ہمیشہ کافر تھا۔ یہ مسئلہ موافقات ہے۔

وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا

اور ہم نے کہا کہ اے آدم! تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہا کرو اور اس میں سے خوب اچھی طرح کھاؤ، جہاں سے چاہو۔ اور نہ

تَقْرَبَا هَذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ ﴿۳۵﴾

قریب جانا اس درخت کے ورنہ تم دونوں ظلم کرنے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔

وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ: (اور ہم نے کہا اے آدم رہ تو اور تیری بیوی جنت میں)

مَحْجُورٌ: یہ سکن الدار یسکنہا سکنی سے امر ہے۔ جب وہ مکان میں اقامت اختیار کرے۔ کہا جاتا ہے سکن المتحرك سکونا۔ حرکت والے نے سکون و ٹھہراؤ اختیار کیا۔ انت اسکن کی ضمیر سے تاکید ہے اس لیے لائے تاکہ عطف فعل کا وزوجک پر صحیح ہو جائے۔

جنت کی تحقیق:

الجنة: وہ جنت خلد ہی تھی جس کا وعدہ متقین سے کیا گیا۔ جیسا نقل مشہور میں ہے۔ الف لام تعریف کا ہے۔

معتزلہ کا قول:

یہ یمن کا ایک باغ تھا۔ کیونکہ جنت میں تکلیف نہیں اور نہ اس سے نکلنا ہے۔

جواب معتزلہ: جنت سے وہ نہیں نکلے گا جو جزاء کے طور پر داخل ہوا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیلۃ المعراج میں داخل ہوئے اور پھر نکلے اور اہل جنت کو معرفت الہی اور توحید کی تکلیف دی جائے گی۔

وَكُلَا مِنْهَا: (اور تم دونوں اس سے کھاؤ)۔ یعنی اس کے پھلوں میں سے کھاؤ مضاف محذوف ہے۔

رَغَدًا: با فراغت۔ رَغَدًا مصدر کی صفت ہے ای اکلا رَغَدًا واسعا (با فراغت وسیع کھانا)

حَيْثُ شِئْتُمَا: (جہاں سے تم دونوں چاہو) (شِئْتُمَا) اس کا باب بغیر ہمزہ سے ہے ابو عمرو کے نزدیک

حِث: یہ مکان مبہم کے لیے ہے یعنی جنت کے جس مکان میں تم دونوں چاہو۔

وَلَا تَقْرَبَا هَذِهِ الشَّجَرَةَ: (اور تم دونوں قریب نہ جاؤ اس درخت کے) (شجرہ یعنی گندم یا انگور کی نیل یا انجیر۔

نکتہ:

(کیف لا یعصى الانسان وقوته من شجرة العصیان) انسان نافرمانی کیوں نہ کرے جبکہ اس کی خوراک شجرۃ

عصیان سے ہے۔ انگور بھی ہر فتنے کی اصل ہے (اس سے شراب بنتی ہے)

فَتَكُونَا: (پس تم ہو جاؤ گے) لا تقربا پر عطف ہونے کی وجہ سے جزم ہے یا جواب نہی کی وجہ سے ان مقدرہ کے ساتھ

فَاَزَلَهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ

سو شیطان نے ان دونوں کو اس درخت کے ذریعہ سے لغزش دی، سو ان دونوں کو اس سے نکال دیا جس میں وہ تھے، اور ہم نے کہا کہ اتر جاؤ۔ تم میں سے

وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ اِلٰی حِيْنٍ ﴿۳۶﴾

بعض، بعض کے دشمن ہوں گے۔ اور تمہارے لئے زمین میں ٹھہرنا ہے اور ایک زمانہ تک نفع حاصل کرنا ہے۔

منصوب ہے۔

مِنَ الظَّالِمِيْنَ : (اپنا نقصان کرنے والوں سے) نمبر ۱: تم ان لوگوں میں سے ہو جاؤ گے جنہوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا۔

نمبر ۲: یا ان میں سے ہو جاؤ گے جنہوں نے اپنے کو نقصان پہنچایا۔

فَاَزَلَهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا : (پس ان دونوں کو پھسلا یا شیطان نے اس درخت کے متعلق)

لغزش کی وضاحت :

ہا ضمیر شجرہ کی طرف جارہی ہے یعنی اس درخت کے سبب ان دونوں کو شیطان نے لغزش پر آمادہ کیا۔

نمبر ۱: اور تحقیق اس کی یہ ہے کہ شیطان نے درخت کی وجہ سے ان سے لغزش صادر کروائی۔

نمبر ۲: یا ان دونوں کو جنت سے پھسلا دیا۔ بمعنی نکلوا دیا۔ اور دور کر دیا۔

قراءت: حمزہ نے فازا لھما پڑھا۔ تاویل میں آدم علیہ السلام کی لغزش خطا تھی۔ خواہ نہی کو تنزیہ پر محمول کرو۔ یا لام کو عہد خارجی

کا مانو۔ گویا اللہ تعالیٰ نے جس آدم کا ارادہ فرمایا۔

مُسْتَقَرٌّ: اس سے یہ ثابت ہوا کہ لغزش کے لفظ کا اطلاق انبیاء علیہم السلام کے لیے درست ہے جیسا کہ مشائخ بخاری نے کہا۔

زلہ کے لفظ کی تفسیر :

زلہ کا لفظ اسم فعل ہے مخالفت کا قصد کرنے کے بغیر کسی حکم کے خلاف کرنا۔ جیسے زلۃ الماشی فی الطین چلنے والے کا پاؤں کیچڑ

میں بلا قصد پڑتا ہے۔

سمرقند کے مشائخ نے فرمایا۔ انبیاء علیہم السلام کے افعال پر زلہ کا اطلاق نہیں کر سکتے۔ جیسا کہ معصیت کا اطلاق ان پر نہیں ہو سکتا۔

پس اس طرح کہا جائے گا۔ انہوں نے فاضل کو کیا اور افضل کو چھوڑا اس لیے ان پر عتاب کیا گیا۔

فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ : (پس وہ ان کو نکلوا کر رہا۔ اس جنت سے جس میں وہ دونوں تھے) یعنی جن نعمتوں اور تکریموں میں

وہ تھے۔ یا اگر عنہا کی ضمیر الشجرۃ کی طرف ہو تو مراد جنت سے نکلوانا ہے۔

رابطہ کس طرح؟

سوال: شیطان نے ان دونوں سے رابطہ کر لیا حالانکہ اس کو سورۃ الحجر آیت نمبر ۳۴ فَاَخْرَجُ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيمٌ کا حکم مل چکا یہ کس طرح؟

جواب: کیونکہ اس کا داخلہ احترام کے طور پر جیسے فرشتے داخل ہوتے ہیں۔ منع ہو چکا تھا۔ وسوسہ ابتلاء آدم و حوا کے لیے داخلہ ممنوع نہ ہوا تھا۔ روایت کیا گیا۔ کہ اس نے داخل ہونا چاہا۔ تو اس کو داروغہ جنت نے منع کیا۔ وہ سانپ کے منہ میں داخل ہو کر جنت میں داخل ہو گیا۔ یہ بھی کہا گیا کہ دروازہ جنت کے پاس کھڑے ہو کر اس نے آواز دی۔

مخاطب کون؟

وَقُلْنَا اهْبِطُوا: (ہم نے کہا تم اترو) الہبوط کا معنی زمین کی طرف اترنا ہے۔ خطاب آدم، حواء اور ابلیس سب کو ہے بعض نے کہا سانپ کو بھی۔ صحیح یہ ہے کہ آدم و حواء کو۔ مراد یہ دونوں اور ان کی اولاد کیونکہ وہ دونوں کل انسان تھے۔ تو گویا وہ ساری جنس انسان تھی۔ اس کی دلیل سورۃ طہ آیت نمبر ۲۳ اَقَالَ اهْبِطًا مِنْهَا جَمِيعًا میں ہے۔

بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ: (تم ایک دوسرے کے دشمن ہو) اس سے مراد لوگوں میں جو بغض و عداوت ہے اور ایک دوسرے کا گمراہ قرار دینا ہے پورا جملہ اہبوط کی واؤ سے حال کی جگہ میں ہے۔ تم اترو اس حال میں کہ ایک دوسرے پر تعدی کرنے والے ہو۔ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ: (اور تمہارے لیے زمین میں ٹھکانہ ہے) استقرار اور چھپنے کی جگہ کو مستقر کہتے ہیں۔ وَمَتَاعٌ: (نفع اٹھانا) زندگی سے نفع اٹھانا۔

إِلَىٰ حِينٍ: (ایک وقت تک) قیامت تک۔ یا موت تک۔ ابراہیم بن ادھم فرماتے ہیں اس ایک لقمے نے ہمیں طویل غم دیا۔

فَتَلَقَّىٰ آدَمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿۳۷﴾

اس کے بعد آدم نے اپنے رب سے چند کلمات حاصل کر لئے۔ سو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی، بے شک وہ خوب زیادہ توبہ قبول فرمانے والا ہے بڑا مہربان ہے

قُلْنَا اهْبِطْ وَمِنْهَا جَمِيعًا ۚ فَمَا يَأْتِيَنَّكُمْ مِنِّي هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا

ہم نے کہا تم سب یہاں سے اتر جاؤ۔ پس اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے سو جس نے میری ہدایت کا اتباع کیا

خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ

تو ان پر کوئی خوف نہ ہو گا اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے اور جن لوگوں نے کفر کیا اور میری آیتوں کو جھٹلایا، یہ لوگ دوزخ

النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿۳۹﴾

والے ہیں یہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے۔

فَتَلَقَّىٰ آدَمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَتٍ : (آدم علیہ السلام نے سیکھ لیے اپنے رب سے چند کلمے) ان کلمات کو قبول کیا حرزِ جان بنایا۔ اور ان پر عمل کیا۔

نَحْوُ: آدم منصوب کلمات مرفوع عند المکی، یعنی ان کلمات نے آدم علیہ السلام کا استقبال کیا۔ یعنی اس تک پہنچ گئے۔ اور اس سے مل گئے اور وہ کلمات سورۃ الاعراف آیت نمبر ۲۳ میں مذکور ہیں۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ۔ اس میں ان کی اولاد کو نصیحت کر دی کہ انہوں نے گناہوں سے بچنے کا راستہ معلوم کر لیا۔

محبوب کلام:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ کو محبوب کلام وہ ہے جو ہمارے باپ آدم علیہ السلام نے کہا۔ جب غلطی کا ارتکاب کیا۔

سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰی جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي اِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے کہا یا رب الم تخلقنی بیدک قال بلی قال یا رب الم تنفخ فی روحی من روحک۔ الم تسبق رحمتک غضبک؟ الم تسکنی جنتک وهو تعالیٰ یقول بلی بلی، قال فلم اخر جتنی من الجنة قال بشؤم معصیتک۔ قال فلو تبت۔ أراجعنی انت الیہا؟ قال نعم اے میرے رب کیا؟ آپ نے مجھے اپنے ہاتھ سے نہیں بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیوں نہیں۔

پھر عرض کیا اے میرے رب کیا آپ نے مجھ میں اپنی طرف سے روح نہیں پھونکی۔ کیا آپ کی رحمت غضب سے سبقت

کرنے والی نہیں؟ کیا تو نے مجھے اپنی جنت میں نہیں ٹھہرایا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کیوں نہیں؟ کیوں نہیں؟ پھر عرض کیا اے میرے اللہ تو نے مجھے جنت سے کیوں نکالا۔ تو فرمایا تیری معصیت کی نحوست سے۔ عرض کیا اگر میں توبہ کر لوں تو مجھے اس کی طرف واپس کر دے گا؟ فرمایا ہاں۔

فَتَابَ عَلَيْهِ: (تو اللہ تعالیٰ نے توجہ فرمائی) پس اللہ تعالیٰ نے رحمت و قبولیت سے ان کی طرف رجوع فرمایا۔ آدم علیہ السلام کی توبہ کا فقط ذکر کیا۔

کیونکہ حواء تو ان کے تابع تھیں۔ عموماً قرآن و سنت میں عورتوں کا تذکرہ مردوں کے تذکرہ کے ضمن میں سمودیا گیا ہے۔
إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ: (وہ بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا ہے)

الرَّحِيمُ: (نہایت مہربان ہے) اپنے بندوں پر
قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا: (ہم نے کہا تم سب کے سب یہاں سے اترو) جمیعاً حال ہے یعنی اکٹھے
نمبر ۱: اترنے کا حکم دوبارہ تاکید کے لیے لائے۔

نمبر ۲: پہلا جہنم جنت سے آسمان پر تھا اور دوسرا آسمان سے زمین پر
نمبر ۳: اس لیے اہبطوا دوبارہ لائے کیونکہ دوسرے اہبطوا کے ساتھ اَمَّا يَاتِيَنَّكُمْ ملا ہوا تھا۔

اتیان کی مراد:

فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِنِّي هُدًى: (پس جب بھی آئے تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت)۔ اتیان ہدایت سے مراد رسول جس کو تمہاری طرف بھیجوں گا۔ یا کتاب تمہاری طرف اتاروں گا اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔

وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كُفْرًا تَبِعَ هُدَايَ كُفْرًا تَبِعَ هُدَايَ کے مقابلے میں لائے یعنی اتباع ہدایت سے مراد قبول ہدایت اور اس پر ایمان لانا ہے۔

فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ: (پس نہ خوف ہوگا ان پر) ان پر مستقبل میں خوف نہ ہوگا۔
وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ: (وہ غمگین نہ ہونگے) اس پر جو انہوں نے پیچھے چھوڑا۔
نمبر ۱: دوسری شرط اپنے جواب سمیت اول کا جواب ہے۔ جیسا کہتے ہیں۔ ان جنتی فان قدرت احسن الی۔ اگر تو میرے پاس آئے پس اگر تو ایسا کر سکا تو تو نے مجھ پر احسان کیا۔

قرأت: یعقوب کہتے ہیں تمام قرآن میں خَوْفَ کا لفظ فتح کے ساتھ پڑھا جائے گا۔
وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ: (اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا وہ)
نمبر ۲: یہ مبتدا ہے اور اصْحَابُ النَّارِ (آگ والے) یہ خبر ہے اور اس کے حق واریہ جملہ موضع رفع میں مبتداء کی خبر ہے میری مراد الذین کفروا ہے

هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ: (وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے)

يٰۤاَيُّهَا اِسْرَآءِیْلُ اذْكُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْ اَنْعَمْتُ عَلَیْكُمْ وَاَوْفُوا بِعَهْدِیْ اَوْفٍ بِعَهْدِكُمْ

اے بنی اسرائیل تم میرے احسانوں کو یاد کرو جو میں نے تم پر کئے اور پورا کرو میرے عہد کو میں پورا کروں گا اپنے عہد کو

وَإِیَّایَ فَاَرْهَبُوْنَ ۝۴

اور صرف مجھ ہی سے ڈرو۔

تَفْسِیْرُ یٰۤاَيُّهَا اِسْرَآءِیْلُ کی:

یٰۤاَيُّهَا اِسْرَآءِیْلُ: (اے بنی اسرائیل) اسرائیل یعقوب علیہ السلام یہ ان کا لقب ہے ان کی زبان میں اس کا معنی صفوة اللہ یا عبد اللہ ہے۔ اسرائ کا معنی بندہ یا چنا ہوا۔ ایل۔ عبرانی زبان میں اللہ تعالیٰ کی ذات ہے یہ غیر منصرف ہے کیونکہ عجمہ اور علم ہے۔

انعامات کی مراد:

اذْكُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْ اَنْعَمْتُ عَلَیْكُمْ: (تم میری وہ نعمتیں یاد کرو جو میں نے تم پر کیں) ان کو نعمتیں یاد دلائیں تاکہ وہ ان کے شکر یہ سے خالی نہ رہیں۔ اور دینے والے کی اطاعت کریں۔ اس سے مراد وہ نعمتیں ہیں جو ان کے آباؤ اجداد پر کیں۔ جن کو شمار کیا وہ یہ ہیں۔ فرعون اور اس کے عذاب سے نجات دلانا۔ فرعون کا غرق۔ پچھڑا بنانے پر معافی۔ توبہ قبول کرنا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ نبوت کو پالنے کا انعام جن کی بشارت تورات و انجیل میں دی گئی ہے۔

وَاَوْفُوا: (اور تم میرا عہد پورا کرو) پورا پورا ادا کرو کہا جاتا ہے۔ وفیت له بالعہد، فانا وافی بہ و اوفیت له بالعہد فانا موفی بہ اوفیت۔ کو اختیار کیا اور اسی کے مطابق قرآن اترا۔

بِعَهْدِیْ: (میرا وعدہ) جو تم نے مجھ پر ایمان لانے کا عہد کیا اور میری اطاعت کا۔ یا تم نے نبی رحمت اور قرآن مجید پر ایمان لانے کا عہد کیا۔

اَوْفٍ بِعَهْدِكُمْ: (میں پورا کروں گا تمہارا وعدہ) جو وعدہ میں نے تمہارے ساتھ کر رکھا ہے۔ کہ تمہاری نیکیوں پر اچھا بدلہ دوں گا۔

فائدہ اضافت:

عہد کی اضافت معاہدہ کرنے والے اور جس سے معاہدہ کیا جائے ہر دو کی طرف ہوتی ہے۔ قتادہ کہتے ہیں کہ وہ دونوں عہد لئن اقمتم اور لا کفرن سورۃ المائدہ آیت نمبر ۱۲ میں ہے۔

اہل اشارہ کا قول:

تم میرے مشقت کے گھر میں وعدہ پورا کرو۔ میری خدمت کی قالین پر بیٹھ کر اور میری حرمت کی حفاظت کر کے۔ میں اپنی نعمتوں کے گھر میں اپنے اکرام کے قالین پر تمہیں پورا پورا دوں گا۔ اس حالت میں کہ میرے دیدار کا سرور بھی حاصل ہوگا۔

وَامِنُوْا بِمَا اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْا اَوَّلَ كٰفِرٍ بِهٖ وَلَا تَشْتَرُوْا

اور ایمان لاؤ اس کتاب پر جو میں نے نازل کی، حال یہ ہے کہ یہ کتاب اس کی تصدیق کرنے والی ہے جو تمہارے پاس ہے اور تم اس کتاب کے انکار کرنے والوں میں پہلے کرنے والے مت بنو۔ اور میری

بَايَتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا وَّ اَيَّايَ فَاتَّقُوْنَ ۴

آیات کے عوض حقیر معاوضہ مت حاصل کرو۔ اور صرف مجھ ہی سے ڈرو۔

وَاَيَّايَ فَارْهَبُوْنَ: (اور خاص مجھ ہی سے ڈرو) تم میرے وعدے کو نہ توڑو۔ جیسے تم کہو۔ زید اڑھبتہ۔ یہ خصوصیت کا فائدہ دینے میں ایاک بعد سورة الفاتحة سے بڑھ کر ہے

نحوی تحقیق:

مَحْجُوْر: ایا ی فعل مضمر کی وجہ سے منصوب ہے اس کا مابعد اس پر دلالت کرتا ہے تقدیر عبارت یہ ہے۔ فارھبو ایا ی فارھبون۔ اول کو حذف کر لیا کیونکہ دوسرا اس پر دلالت کرتا ہے۔ یہ فارھبون کی وجہ سے منصوب نہیں کیونکہ اس نے تو اپنا مفعول لے لیا ہے اور وہ یاء محذوفہ ہے نون کا مکسور ہونا یہ یاء کی دلیل ہے جس طرح کہ زید کا نصب اس مثال میں زید افاضرب۔ زید اضراب جو ظاہر ہے اس کی وجہ سے منصوب نہیں ہے بلکہ محذوف کی بناء پر منصوب ہے۔

وَامِنُوْا بِمَا اَنْزَلْتُ: (اور تم ایمان لاؤ جو میں نے اتارا) یعنی قرآن

مُصَدِّقًا: (تصدیق کرنے والا) ہا محذوفہ سے حال مؤکد ہے گویا عبارت اس طرح ہوئی انزلتہ مصدقاً

لِّمَا مَعَكُمْ: (اس چیز کے لیے جو تمہارے پاس ہے) یعنی تورات جو کہ عبادت اور توحید اور نبوت اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملے میں صدق ہے۔

ایک تعریض:

وَلَا تَكُوْنُوْا اَوَّلَ كٰفِرٍ بِهٖ: (اور مت بنو اس کے پہلے منکر) یعنی پہلے انکاری اس کے یا پہلا گروہ اس کا انکار کرنے والا یا پہلی جماعت اس کا انکار کرنے والی یا تم میں سے ہر ایک اس کا پہلا منکر نہ بنے۔ اس میں ان پر تعریض کی گئی کہ ان پر تو لازم تھا کہ وہ اس پر تو پہلے ایمان لانے والے بنتے کیونکہ وہ آپ کو آپ کی صفات کے ساتھ پہچاننے والے تھے۔ بہ میں ضمیر قرآن کی طرف لوٹتی ہے۔

وَلَا تَشْتَرُوْا: (اور نہ بدلے میں لو)

بَايَتِيْ: (میری آیات کے) یعنی میری آیات میں تبدیلی و تحریف کر کے

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۴۲﴾ وَأَقِمُوا الصَّلَاةَ

اور مت ملاؤ حق کو باطل کے ساتھ اور مت چھپاؤ حق کو حالانکہ تم جانتے ہو اور نماز قائم کرو

وَأَتُوا الزَّكَاةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرُّكْعَيْنِ ﴿۴۳﴾

اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرو، رکوع کرنے والوں کے ساتھ

شمن قلیل کی مراد:

ثَمَنًا قَلِيلًا: (تھوڑی قیمت)

نمبر ۱: حضرت حسن ؓ کہتے ہیں۔ وہ اپنے سامان سمیت پوری دنیا ہے۔ نمبر ۲: یہ بھی کہا گیا وہ سرداری مراد ہے جو انہیں اپنی قوم میں حاصل تھی۔ رسول اللہ ﷺ کی اتباع سے جس کے چلے جانے کا ان کو خطرہ ہوا۔

وَأَيَّاهُ فَاتَّقُوا: (مجھ ہی سے ڈرو)

قراءت: تمام قراء کے ہاں پس خافونی، فارہبونی، فاتقونی ہر دو حالتوں میں یا کے ساتھ ہیں قاری یعقوب ؒ کے نزدیک یہی حکم ہر یا کا ہے۔ جو لکھنے میں حذف ہو۔

کتمان و لبس کا معنی:

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ: (اور نہ لاحق کرو حق کو باطل کے ساتھ) لبس الحق بالباطل کا مطلب ان کا آپس میں ملانا ہے۔

نمبر ۱: اگر باء صلہ کی مانیں تو اس قول کی طرح ہے لبست الشيء بالشيء۔ میں نے دونوں چیزوں کو ملایا۔ اب مطلب یہ ہوا کہ تورات میں وہ چیزیں مت لکھو۔ جو اسمیں نہیں اسی طرح اتارا ہوا حق اس باطل سے مل جل جائے گا۔ جو تم نے لکھا ہے یہاں تک کہ اس کے حق و باطل میں تمہارے لیے تمیز نہ رہے گی۔

نمبر ۲: اگر یہ باء استعانت ہو تو اس قول کی طرح ہوگا۔ کتبت بالقلم۔ اب معنی یہ بنے گا ولا تجعلوا الحق ملتبسا مشتبها بباطلكم الذي تكتبونه۔ حق کو ملتبس اور مشتبہ مت کرو اپنے اس باطل کی مدد سے جو تم لکھتے ہو۔

نحوی تحقیق:

مَنْحَوْ: وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ (اور نہ چھپاؤ حق کو) یہ مجزوم ہے حکم نہی کے تحت داخل ہے ولا تکتُموا۔ یا اُن کو مضمر مان کر منصوب ہے۔ واؤ جمع کا معنی دے رہی ہے یعنی حق کو باطل کے التباس اور کتمان حق کو جمع نہ کرو۔ جیسے کہتے ہو۔ لا تاكل السمك وتشرب اللبن مچھلی کھانے کو دودھ پینے کے ساتھ جمع نہ کرو۔ یہ دونوں الگ معاملے ہیں لبس باطل یہ ہے کہ تورات میں وہ چیز لکھ دی جو اس میں نہ تھی اور حق کا کتمان یہ تھا۔ کہ وہ کہتے ہم تورات میں محمد ﷺ کی تعریف نہیں پاتے۔ یا تورات میں یہ حکم نہیں پاتے۔

أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ وَأَنْتُمْ تَتْلُونَ الْكِتَابَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝

کیا تم لوگوں کو بھلائی کا حکم کرتے ہو، اور اپنی جانوں کو بھول جاتے ہو۔ حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو تو کیا تم سمجھ نہیں رکھتے۔

وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ ۚ وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ ۝۴۵

اور مدد چاہو صبر اور نماز کے ساتھ، اور بلاشبہ نماز ضرور دشوار ہے مگر خشوع والوں پر جو

يُظُنُّونَ أَنَّهَمْ مُلْقَوْنَ إِلَيْهِمْ وَأَنْهَمْ إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۝۴۶

یقین رکھتے ہیں کہ بیشک وہ اپنے رب سے ملاقات کرنیوالے ہیں اور یہ کہ وہ اس کی طرف لوٹنے والے ہیں

وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ: (حالانکہ تم جانتے ہو) یہ جاننے کی حالت میں کہ تم التباس کرنے والے، چھپانے والے ہو اور یہ ان کے لیے قبیح ترین چیز تھی۔ کیونکہ قبیح سے ناواقفی بسا اوقات مرتکب قبیح کے لیے عذر بن جاتی ہے۔

وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ: (اور تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو) یعنی مسلمانوں والی نماز و زکوٰۃ

رکوع کی مراد:

وَأَرْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ: (اور رکوع کرو رکوع کرنے والوں کے ساتھ) جو ان میں سے رکوع کرنے والے ہیں کیونکہ یہودی نماز میں رکوع نہ تھا۔ (مگر اس کے لیے ثبوت درکار ہے جبکہ حضرت مریم کو فرمایا یا مریم اقمی لربک واسجدی وارکعی مع الرَّاكِعِينَ فرمایا گیا ہے فافہم) یعنی تم اسلام لا کر اہل اسلام کے اعمال کرو۔ اور یہ بھی درست ہے۔ کہ رکوع سے خود نماز مراد ہو جیسا کہ نماز کو سجود سے تعبیر کیا جاتا ہے اور نمازیوں کے ساتھ نماز کا حکم جماعت کے لیے ہے یعنی نمازیوں کے ساتھ نماز ادا کرو۔ الگ الگ نہیں۔

برکات مفہوم:

أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ: (کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو) ہمزہ تقریر یہاں تو بیخ کے لیے ہے اور ان کی حالت پر اظہار تعجب مقصود ہے۔

بالبر: بھلائی و نیکی پھیلانے کا اور اسی سے البر بمعنی جنگل ہے جو اس کی وسعت کی وجہ سے کہا جاتا ہے البر ہر خیر کو شامل ہے اور اسی سے انکا قول صدق و برت ہے۔ احبار یہود اپنے اقارب کو خفیہ نصیحت کرتے تو اتباع محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت کرتے مگر خود اتباع نہ کرتے تھے۔

یہ بھی کہا گیا کہ وہ صدقہ کا حکم دیتے مگر صدقہ نہ کرتے۔ جب ان کو صدقات تقسیم کے لیے دیئے جاتے وہ ان میں خیانت کرتے۔

وَتَنَسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ: (اور تم اپنے آپ کو بھلاتے ہو) تم اپنے نفوس سے نیکی چھوڑتے ہو جیسے کوئی بھولی بسری چیزیں ہوتی ہیں۔

وعید یا تبکیت:

وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ: (حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو) نمبر ۱: یہ ان کو بطور تبکیت کہا کہ تم تو رات پڑھتے ہو حالانکہ اس میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف موجود ہے۔

نمبر ۲: اس میں خیانت پر وعید موجود ہے۔ اور ترکِ بر اور قول و عمل کے تضاد پر وعید پائی جاتی ہے۔

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ: (کیا تم سمجھتے نہیں ہو) کیا تم اس کی قباحت نہیں سمجھتے جس کا تم اقدام کرتے ہو۔ تاکہ اس کی قباحت کی اپنے ہاتھوں تصدیق کرو۔ یہ بہت بڑی توبیخ ہے

وَاسْتَعِينُوْا: (اور تم مدد لو) تم مدد طلب کرو اپنی ضروریات میں اللہ تعالیٰ سے۔

صبر و استعانت:

بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ: (صبر و نماز کے ساتھ) ان دونوں کو جمع کر کے اور نماز کی تکالیف پر صبر کرتے ہوئے تم نماز پڑھو۔ اس طرح کہ اس کی مشقتیں برداشت کرنے والے ہو۔ اور جو چیزیں اس میں ضروری ہیں۔ جیسے اخلاصِ قلب۔ دفعِ وساوسِ شیطانیہ: و ہوا جس نفسانیہ اور مراعاةِ آداب۔ خشوع اور اس بات کا استحضار کہ تم جبار السموات والارض کے سامنے کھڑے ہو۔

یا مصائب و آفات میں صبر کر کے مدد طلب کرو۔ اور ان مصائب کے وقوع کے وقت نماز کی طرف جھکو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی گھبراہٹ والا معاملہ پیش آتا۔ تو نماز کی طرف جلدی کرتے۔ (رواہ الطبری فی تفسیرہ) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو فَشِمَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ مَوْتَہِ کی خبر دورانِ سفر ملی تو انہوں نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھی اور دو رکعت نماز ادا کی۔ پھر یہ آیت تلاوت کی۔ واستعینوا بالصبر و الصلوة۔ یہ بھی کہا گیا۔ کہ الصبر روزے کو کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ روزہ مفطرات سے اپنے آپ کو روک رکھنے کا نام ہے اور اسی طرح رمضان المبارک کو شہر الصبر فرمایا گیا ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ الصلوة سے دعا مراد ہے یعنی مصائب پر صبر اور دعا کی التجا سے اور اللہ کی بارگاہ میں گڑگڑا کر اس کے دور کرنے میں مدد حاصل کرو۔

مرجع ضمیر:

وَإِنَّهَا: (اور بے شک وہ) نحو نمبر ۱: ضمیر نماز کی طرف لوٹ رہی ہے۔

نمبر ۲: استعانت کی طرف لوٹ رہی ہے۔

لَکَبِیْرَةٌ: (البتہ بھاری ہے) شاق اور بھاری ہے جیسا کہ کہتے ہیں کبر علیٰ هذا الامر۔ یہ معاملہ مجھ پر گراں گذرا

يٰۤاَيُّهَا اِسْرَآءِیْلُ اذْكُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْ اَنْعَمْتُ عَلَیْكُمْ وَاَنْیُّ فَضَّلْتُكُمْ

اے بنی اسرائیل تم میرے احسانوں کو یاد کرو جو میں نے تم پر کئے۔ اور اس بات کو کہ میں نے تم کو فضیلت دی

عَلٰی الْعٰلَمِیْنَ ۴۷ وَاتَّقُوا یَوْمًا لَا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَیْئًا

جہانوں پر، اور ڈرو اس دن سے جس دن کوئی بھی شخص کسی کی طرف سے بھی کچھ ادائیگی نہیں کریگا

وَلَا یُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا یُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ

اور نہ کسی شخص کی طرف سے کوئی سفارش قبول کی جائے گی، اور نہ کسی شخص کی طرف سے کوئی معاوضہ لیا جائے گا، اور نہ ان لوگوں کی

یُنْصَرُوْنَ ۴۸

مدد کی جائے گی۔

اَلَا عَلٰی الْخٰشِعِیْنَ: (مگر خاشعین پر) کیونکہ وہ توقع رکھتے ہیں اس اجر کی جو صابرین کے لیے ان کی تھکاوٹوں پر ملے گا۔ پس جنت ان پر آسان ہو جائے گی۔ کیا تم اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر نگاہ نہیں ڈالتے؟

اَلَّذِیْنَ یُظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلْقُوْا رَبِّهِمْ: (وہ لوگ جو یقین رکھتے ہیں اپنے رب کی ملاقات کا) اپنے ثواب کو پانے کی توقع رکھتے ہیں۔ اور اس چیز کے پانے کی جو اللہ کے ہاں ہوگی۔

یظنون کی تفسیر عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت کی وجہ سے یعلمون ہے یعنی وہ جانتے ہیں جزاء کا ملنا یقینی ہے پس ان کے مطابق وہ عمل کرتے ہیں۔ باقی جن کو جزاء کا یقین نہیں۔ اور جزاء پر یقین نہیں رکھتے اور نہ ثواب کے امیدوار ہیں۔ ان پر یہ خالص مشقت ہے۔

الخشوع اخبات۔ التطامن۔ فروتنی و عاجزی۔ الخضوع نرمی۔ انقیاد۔ اطاعت

اللقاء کی تفسیر:

رؤیت و دیدار یعنی وہ اپنے رب سے ملاقات کرنے والے ہیں۔ کہ ان کو اس کا بلا کیف دیدار ہوگا۔

وَأَنَّهُمْ إِلَیْهِ رَاجِعُونَ: (اور بے شک وہ اس کی طرف لوٹنے والے ہیں) ان کے معاملات کا آخرت میں اس کے سواء اور کوئی بھی مختار نہ ہوگا۔

یٰۤاَيُّهَا اِسْرَآءِیْلُ اذْكُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْ اَنْعَمْتُ عَلَیْكُمْ: (اے بنی اسرائیل تم یاد کرو میری وہ نعمتیں جو میں نے تم پر کیں) دوبارہ تاکید کے لیے لائے۔

وَإِنِّي فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ: (اور میں نے تمہیں فضیلت دی لوگوں کے جم غفیر پر) یعنی نعمتوں اور فضیلت عنایت کرنے کو یاد کرو۔ عالم یعنی لوگوں کے جم غفیر پر۔ کہا جاتا ہے۔

رایت عالما من الناس۔ میں نے بہت سے لوگوں کو دیکھا۔ مراد کثرت ہے۔

وَاتَّقُوا يَوْمًا: (اور تم اس دن سے ڈرو) قیامت کے دن سے ڈرو۔

حَجَمَ: یومًا مفعول بہ ہے ظرف نہیں۔

لَا تَجْزِي نَفْسٌ: (نہ کام آئے گا کوئی نفس) مؤمن نفس۔

عَنْ نَفْسٍ: (کسی نفس کے) کافر نفس کے لیے۔

شَيْئًا: (کچھ بھی) یعنی کچھ بھی ادائیگی نہیں کرے گا۔ ان حقوق کی جو اس پر لازم ہیں۔

حَجَمَ: شینا مفعول بہ ہے یعنی تھوڑا سا بدلہ اور جملہ محلاً منصوب ہے۔ اور یومًا کی صفت ہے۔ اور ضمیر اس میں، موصوف

محذوف کی طرف جارہی ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ لا تجزی قیہ۔ اس میں کام نہیں آئے گا۔

وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ: (اور اس سے کوئی شفاعت قبول نہ کی جائے گی)

مکی و بصری قراءت میں تاء کے ساتھ ہے۔ اور ضمیر منها میں نفس مؤمنہ کی طرف لوٹ رہی ہے۔ ﴿۱﴾ مطلب یہ ہوا کہ کسی

نفس مؤمنہ کی کوئی شفاعت نفس کافرہ کے لیے مقبول نہ ہوگی۔ ﴿۲﴾ کہا گیا ہے کہ یہود کو یہ زعم تھا کہ ان کے آباء انبیاء علیہم السلام تھے وہ

شفاعت کریں گے۔ تو ان کو مایوس کر دیا گیا۔ وہ اس ارشاد الہی کی طرح ہے جو سورۃ المدثر آیت نمبر ۲۸ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ

الشَّافِعِينَ ہے۔

معتزلہ کا جواب:

قول معتزلہ: معتزلہ نے اس آیت سے گناہ گاروں کے لیے شفاعت کی نفی ثابت کی۔

جواب: ان کا قول مردود ہے کیونکہ نفی شفاعت کفار کی کی گئی۔

حضور علیہ السلام نے خود فرمایا۔ شفاعتی لا ھل الکبائر من امتی من کذب بہا لم یصلھا (احمد، ابو داؤد، ترمذی)

دوسرا جملہ صرف احمد نے نقل کیا۔

وَلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ: (نہ لیا جائے گا اس سے بدلہ) عدل، فدیہ، کیونکہ یہ فدیہ دینے والے کا معادل ہے۔

جمع کی حکمت:

وَلَا هُمْ يُنْصَرُونَ: (اور نہ ان کی مدد کی جائے گی) ان کی معاونت نہ کی جائے گی۔ ینصرون کو جمع لایا گیا تاکہ معلوم ہو جائے

کہ نفس جو نکرہ آیا ہے اس سے مراد نفوس کثیرہ ہیں۔ (عباد، اناسی) معنی کا لحاظ کر کے مذکر لائے۔

وَإِذْ نَجَّيْنَكُمْ مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَسُومُونَكُمْ سُوءَ الْعَذَابِ

اور جب ہم نے تم کو آل فرعون سے نجات دی وہ تم کو سخت ترین تکلیفیں پہنچاتے تھے

يَذَّبِحُونَ أَبْنَاءَكُمْ وَيَسْتَحْيُونَ نِسَاءَكُمْ ۖ وَفِي ذَلِكُمْ بَلَاءٌ

تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے اور اس میں تمہارے رب کی

مِّنْ رَبِّكُمْ عَظِيمٌ ۝۴۹

طرف سے بڑا امتحان تھا۔

وَإِذْ نَجَّيْنَكُمْ مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ: (جب ہم نے تم کو آل فرعون سے نجات دی) آل کا اصل اہل ہے اس لیے کہ تصغیر اہیل آتی ہے ہا کو الف سے بدل دیا۔ اس کا استعمال بڑے لوگوں کے لیے آتا ہے مثلاً بادشاہ اور ان کے ہم مثل۔ اور آل حجام نہیں کہتے۔ فرعون۔ عمالقہ کے ہر بادشاہ کا لقب تھا۔ جیسا قیصر، رومی بادشاہوں کا۔ کسریٰ، فارس کے بادشاہوں کا۔

سوم کا مفہوم:

يَسُومُونَكُمْ: (وہ تمہیں تکلیف دیتے) یسومونکم یہ آل سے حال ہے۔ تمہیں تکلیف دیتے یہ سامہ خسفا سے ہے جبکہ ظلم سے اس کا والی بنے۔ اور اس کا اصل سام السلعة سے ہے۔ جب اس کو طلب کرے۔ گویا یہ یبغونکم کے معنی ہیں یعنی تمہارے لیے طلب کرتے۔

سوء عذاب کی مراد:

سُوءَ الْعَذَابِ: (سخت عذاب) وہ برے عذاب کا تمہارے خلاف ارادہ رکھتے۔

مساومة البيع: زائد کرنا یا بڑھانا یا ایک دوسرے سے مطالبہ کرنا۔

يَذَّبِحُونَ: سوء مفعول ثانی ہے برا عذاب تاکہ تمہیں سزا دیں۔ یہ سٹی کا مصدر ہے کہا جاتا ہے۔ اعود باللہ من سوء الخلق وسوء الفعل۔ میں برے اخلاق اور برے فعل سے پناہ چاہتا ہوں۔ مراد اخلاق و فعل کی برائی ہے۔ اور معنی سوء العذاب۔ سخت رسوا کن عذاب ہے۔ کیونکہ عذاب تو سب ہی برے ہیں۔

يَذَّبِحُونَ أَبْنَاءَكُمْ: (وہ تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے) یہ یسومونکم کا بیان ہے۔ اسی لیے حرف عطف نہیں لائے۔

وَيَسْتَحْيُونَ نِسَاءَكُمْ: (وہ تمہاری بیٹیوں کو زندہ چھوڑتے تھے) تمہاری بیٹیوں کو خدمت کے لیے زندہ چھوڑتے۔

انہوں نے یہ اس لیے کیا کیونکہ کاہنوں نے فرعون کو ذرا یا۔ کہ ایک بچہ پیدا ہوگا۔ جس کے سبب تیرا ملک چلا جائیگا جیسا کہ نمرود کو انہوں نے ذرا یا۔ مگر ان کی تحفظ کی کوشش ناکام رہی۔ اور وہ ہو کر رہا۔ جو اللہ تعالیٰ نے چاہا۔

وَإِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَأَنْجَيْنَاكُمْ وَأَغْرَقْنَا آلَ فِرْعَوْنَ وَأَنْتُمْ

اور جب ہم نے تمہاری وجہ سے سمندر کو پھاڑ دیا پھر ہم نے تم کو نجات دے دی، اور آل فرعون کو ہم نے غرق کر دیا اس حال میں کہ

تَنْظُرُونَ ﴿۵﴾

تم دیکھ رہے تھے۔

وَفِي ذَلِكَ لَكُمْ بَلَاءٌ: (اور اس میں آزمائش تھی) مشقت۔ جبکہ مشارالیه فرعون کی حرکت ہو۔ اور مشارالیه انجاء ہو۔ تو بلاء کا معنی نعمت ہے۔

مِّن رَّبِّكُمْ: (تمہارے رب کی طرف سے) یہ بلاء کی صفت اول ہے۔

عَظِيمٌ! (بڑی) یہ صفت دوم ہے۔

وَإِذْ فَرَقْنَا: (جب ہم نے پھاڑ دیا تمہارے لئے سمندر کو) بعض کو بعض سے جدا کر دیا۔ یہاں تک کہ راستے بن گئے۔ فَرَقْنَا: یہ شد کے ساتھ پڑھا گیا۔ ہم نے جدا کیا کہا جاتا ہے اس نے دو چیزوں میں جدائی کر دی اور چیزوں میں تفریق کر دی۔ کیونکہ راستے بارہ تھے۔ جتنی قبائل بنی اسرائیل کی تعداد تھی۔

بِكُمُ الْبَحْرَ: (تم پر سمندر کو) وہ ان پر چل رہے تھے۔ اور تمہارے چلتے ہوئے پانی الگ الگ تھا۔ گویا ان کے ساتھ پھاڑا یا ہم نے تمہارے سبب سے پھاڑا۔ یا ہم نے پھاڑا اس حال میں کہ وہ تمہارے ساتھ متلبس تھا۔ اس صورت میں یہ حال بنے گا۔

روایت میں آیا ہے کہ بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کو کہا۔ ہمارے ساتھی کہاں ہیں؟ ہم جب تک ان کو دیکھ نہ لیں۔ راضی نہ ہونگے اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی۔ کہ اپنی لاشی کو اسی طرح کہو۔ آپ نے دیواروں پر مار کر یہ کہا۔ پس اس میں روشن دان بن گئے۔ پس وہ ایک دوسرے کو دیکھتے اور ایک دوسرے کی باتیں سنتے جا رہے تھے۔

فَأَنْجَيْنَاكُمْ وَأَغْرَقْنَا آلَ فِرْعَوْنَ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ: (پس ہم نے تمہیں نجات دی اور ڈبو دیا آل فرعون کو اس حال میں کہ تم دیکھ رہے تھے) اور مشاہدہ کر رہے تھے۔ اور اس میں شک نہیں کرتے تھے۔

وَإِذْ وَعَدْنَا مُوسَىٰ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْ

اور جب وعدہ کیا ہم نے موسیٰ سے چالیس رات کا پھر تم لوگوں نے ان کے بعد بچھڑے کو معبود

بَعْدِهِ وَأَنْتُمْ ظَالِمُونَ ﴿٥١﴾ ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ

بنا لیا اور تم ظلم کرنیوالے تھے، پھر ہم نے اس کے بعد تم سے درگزر کر دیا

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٥٢﴾ وَإِذْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿٥٣﴾

تاکہ تم شکر ادا کرو۔ اور جب ہم نے موسیٰ کو کتاب اور فیصلہ کرنے والی چیز دی تاکہ تم ہدایت پاؤ

وَإِذْ وَعَدْنَا مُوسَىٰ : (جب ہم نے موسیٰ علیہ السلام سے وعدہ کیا) کیونکہ وہ وعدہ وحی سے تھا۔ اور وہ طور پر آنے کا تھا۔
وَعَدْنَا : جہاں تک میری تحقیق ہے۔ بنی اسرائیل مصر میں ہلاکت فرعون کے بعد داخل نہ ہوئے اور اس وقت ان کے پاس کوئی کتاب نہ تھی۔ جس کی طرف رجوع کریں۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے وعدہ کیا۔ وہ ان پر تورات اتاریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے وقت مقرر کیا۔ ذوالقعدہ اور دس دن ذی الحجہ کے اور فرمایا۔ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً : کیونکہ مہینہ کی ابتداء راتوں سے ہوتی ہے۔ اور چالیس راتیں۔

نَحْوُ : أَرْبَعِينَ یہ وعدنا کا مفعول ثانی ہے ظرف نہیں ہے۔ اس لیے اس کا معنی چالیس راتوں میں نہیں ہے (فی اربعین لیلۃ)

ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ : (پھر بنا لیا تم نے بچھڑے کو) اتَّخَذْتُمْ کا مفعول ثانی حذف کر دیا۔ اس کے باب میں مکی اور حفص کے نزدیک اظہار ہے۔

مِنْ بَعْدِهِ : (موسیٰ علیہ السلام کے بعد) طور پر جانے کے بعد
وَأَنْتُمْ ظَالِمُونَ : (اور تم ظالم تھے) اور تم ظالم تھے اس لیے کہ تم نے عبادت کا مستحق اسکے سوا دوسرے کو قرار دیا۔

نَحْوُ : یہ جملہ حال ہے یعنی تم نے اس کی عبادت کی اس حال میں کہ تم ظلم کرنے والے تھے۔

ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ : (پھر ہم نے تم کو معاف کر دیا) ہم نے تمہارے گناہ تم سے مٹا دیئے۔

مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ : (اس کے بعد) یعنی تمہارے بچھڑا بنانے کے بعد

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ : (تاکہ تم نعمت کا شکر یہ ادا کرو) یعنی معاف کرنے کی نعمت کا شکر یہ ادا کرو۔

وَإِذْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَالْفُرْقَانَ : (اور جب ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب اور معجزات دیئے)

وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ يُقَوْمِ إِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ أَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ

اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم بے شک تم نے مجھڑے کو معبود بنا کر اپنی جانوں پر ظلم کیا

فَتَوْبُوا إِلَىٰ بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ ۖ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ ۖ

لہذا تم اپنے پیدا کرنے والے کی بارگاہ میں توبہ کرو۔ سو اپنی جانوں کو قتل کرو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے، تمہارے پیدا کرنے والے کے نزدیک

فَتَابَ عَلَيْكُمْ ۖ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝۵۲

پھر اس نے تمہاری توبہ قبول فرمائی، بے شک وہ بہت زیادہ توبہ قبول فرمانے والا ہے، اور نہایت رحم کرنے والا ہے

فرقان کا معنی :

نمبر ۱: یعنی وہ کتاب منزل اور فرقان ہونے میں جامع تھی۔ وہی تورات حق و باطل میں فرق کرنے والی تھی۔ اس کی نظیر یہ جملہ ہے رأیت الغیث والیث یعنی میں نے ایسے آدمی کو دیکھا جو سخاوت و جرأت کا جامع تھا۔

نمبر ۲: تورات اور دلیل مراد ہے جو کفر و ایمان میں فرق کرنے والی تھی عصا۔ ید بیضا و دیگر آیات۔
نمبر ۳: شریعت جو حلال و حرام میں فرق کرنے والی تھی۔ یہ بھی کہا گیا کہ الفرقان سمندر پھٹنے کو یا وہ مد جس نے ان کے اور ان کے دشمنوں میں جدائی کر دی۔

لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ : (تاکہ تم ہدایت پاؤ) یہاں لعل گئی کے معنی میں ہے۔

قوم سے مراد :

وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ : (جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو کہا) قوم سے مراد یہاں وہ لوگ ہیں جنہوں نے مجھڑے کی عبادت کی۔

يُقَوْمِ إِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ أَنْفُسَكُمْ : (اے میری قوم بے شک تم نے اپنے آپ پر ظلم کیا)

بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ : (بسبب تمہارے بنا لینے مجھڑے کو) معبود۔

فَتَوْبُوا إِلَىٰ بَارِئِكُمْ : (پس تم اپنے پیدا کرنے والے کی طرف رجوع کرو)

الباری : وہ ذات جس نے مخلوق کو فرق سے بری بنایا۔ جو ان کو مجھڑے کی عبادت کی طرف لے جاتے جو غباوت و بلادیت میں ضرب المثل ہے۔

(فیه لغاوة العابدین للعجل)

وَإِذْ قُلْتُمْ يَمُوسَى لَنْ نُؤْمِنَ بِكَ حَتَّىٰ نَرَىٰ اللَّهَ جَهْرَةً فَأَخَذَتْكُمُ الصَّيْقَةُ

اور جب تم نے کہا کہ اے موسیٰ ہم ہرگز تمہاری تصدیق نہ کریں گے، جب تک کہ ہم اللہ کو علانیہ طور پر نہ دیکھ لیں، سو پکڑ لیا تم کو کڑک نے

وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ ۝۵۵ ثُمَّ بَعَثْنَاكُمْ مِنْ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝۵۶

اور حال یہ تھا کہ تم آنکھوں سے دیکھ رہے تھے، پھر ہم نے تم کو زندہ اٹھا دیا تمہاری موت کے بعد، تاکہ تم شکر ادا کرو

وَضَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَأَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّٰنَ وَالسَّلٰوٰی ط کُلُوا مِنْ طَيِّبٰتِ

اور ہم نے تم پر بادلوں کا سایہ کیا، اور ہم نے تمہارے اوپر من اور سلوی نازل کیا، جو کچھ ہم نے تم کو دیا اس میں سے پاکیزہ

مَا رَزَقْنٰكُمْ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝۵۷

چیزیں کھاؤ، اور انہوں نے ہمارا کوئی نقصان نہیں کیا اپنی ہی جانوں کا نقصان کیا کرتے تھے

قتل کا مفہوم:

فَاقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْ: (تم اپنے نفسوں کو قتل کرو)

نمبر ۱: کہا گیا کہ یہ ظاہر پر ہے اور وہ غصہ اور غم سے قتل کرنا ہے۔

نمبر ۲: یہ بھی کہا گیا۔ جنہوں نے پچھڑے کی عبادت نہ کی تھی۔ ان کو حکم دیا۔ کہ پچھڑے کی عبادت کرنے والوں کو قتل کریں۔ پس ستر ہزار قتل ہوئے۔

ذٰلِكُمْ: (یہ) یعنی توبہ اور قتل

خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ: (تمہارے رب کے ہاں بہت بہتر ہے) گناہ پر اصرار کرنے سے

فَتَابَ عَلَيْكُمْ اِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ: (پس اس نے تم پر توبہ کی پس بے شک وہی ہے توبہ قبول کرنے والا) وہ قبول توبہ سے فضل فرمانے والا ہے خواہ یہ کثرت سے بار بار ہی ہو۔

الرَّحِيْمُ: (وہ نہایت مہربان ہے) گناہ معاف کرتا ہے خواہ کتنا بڑا ہو۔

تین فاء:

پہلا فاء سبب کے لیے ہے کیونکہ ظلم توبہ کا سبب ہے۔

اور دوسرا فاء تعقیب کے لیے ہے۔ اس لیے معنی یہ ہوگا۔ توبہ کا عزم کرو۔ پس اپنے نفسوں کو قتل کرو۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قتل النفس مقرر فرمائی۔

اور تیسرا فاء شرط محذوف سے متعلق ہے۔ گویا اس طرح فرمایا۔ فان فعلتم اگر تم نے ایسا کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول کر لی۔

وَ اِذْ قُلْتُمْ يٰمُوسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرٰى اللّٰهَ جَهْرَةً: (جب تم نے کہا اے موسیٰ ہم ہرگز تم پر یقین نہ کریں گے یہاں تک کہ ہم اللہ تعالیٰ دیکھ لیں سامنے) جہرۃ: آنکھوں سے دیکھیں۔ نمبر ۱: یہ مصدر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے جیسا قرصا کا لفظ جلوس کے فعل سے ای جلس قرصا۔

نمبر ۲: یا نری سے حال ہے یعنی ذوی جہرۃ۔ ایسا دیکھنا جو کہ ظہور والا ہو۔ فَ اَخَذْتُكُمْ الصُّعِقَةَ: (پس تمہیں کڑک نے پکڑ لیا) نمبر ۱: یعنی موت نمبر ۲: یہ کہا گیا کہ آگ آسمان کی طرف سے آئی اس نے ان کو جلایا۔ روایت کیا گیا کہ جبل طور کی طرف جاتے ہوئے جن ستر ۷۰ افراد نے یہ مطالبہ کیا اور ان کو کہنے لگے ہم نے ان کی طرح پچھڑے کی عبادت نہیں کی پس آپ اللہ کی ذات ہمیں آنکھوں سے دکھلائیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ میں نے خود یہ سوال کیا۔ اللہ تعالیٰ نے انکار فرمایا تھا۔ انہوں نے کہا تو نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے ہم ہرگز تم پر اعتماد نہ کریں گے۔ جب تک اللہ تعالیٰ کو ظاہر نہ دیکھ لیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان پر صاعقہ بھیج دیا۔ جس نے ان کو جلا دیا۔

دلیل معتر لہ:

معتر لہ نے اس آیت سے نفی رؤیت باری تعالیٰ ثابت کرنے کی کوشش کی دلیل یہ دی کہ اگر یہ جائز ہوتی تو جائز الثبوت پر ان کو سزا نہ دی جاتی؟

وجوہ سزا:

جواب نمبر ۱: ان کو سزا تو انکار کے سبب ملی۔ اس لیے کہ ان کا قول انک رأیت اللہ فلن نؤمن لك حتی نری اللہ جہرۃ۔ ان کی طرف سے کفر و انکار تھا۔

نمبر ۲: اس لیے بھی کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے ظہور معجزات کے بعد ایمان سے لوٹ رہے تھے۔ جب تک وہ اپنے رب کو سامنے نہ دیکھ لیں۔ حالانکہ انبیاء علیہم السلام پر ایمان ظہور معجزات کے بعد لازم ہے ان سے نئی نشانیاں طلب کرنا جائز نہیں۔

نمبر ۳: اور اس لیے بھی کہ انہوں نے رشد و ہدایت طلب کرنے کے لیے سوال نہ کیا تھا۔ بلکہ محض تعنت و عناد کی خاطر سوال کیا تھا۔ (جس پر سزا ملنی ضروری تھی)

وَ اَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ: (اور تم اس صاعقہ کو دیکھ رہے تھے) جب وہ اتری۔

ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ: (پھر ہم نے تمہیں اٹھایا) ہم نے تمہیں زندہ کیا۔ اس کا اصل اثار بشیرا ثارۃ سے ہے (اٹھانا)

مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ: (تمہاری موت کے بعد تم احسان مانو) موت کے بعد اٹھائے جانے کے انعام کا۔

وَإِذْ قُلْنَا ادْخُلُوا هَذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَادْخُلُوا

اور جب ہم نے کہا داخل ہو جاؤ اس بستی میں سو کھاؤ اس میں سے جہاں سے چاہو خوب اچھی طرح، اور داخل ہو جاؤ

الْبَابِ سُجَّدًا وَقُولُوا حِطَّةٌ نَغْفِرْ لَكُمْ خَطِيئَتَكُمْ ۖ وَسَنَزِيدُ الْمُحْسِنِينَ ﴿٥٨﴾

دروازہ میں جھکے ہوئے، اور یوں کہو کہ ہم گناہوں کی بخشش کا سوال کرتے ہیں، ہم تمہاری خطائیں بخش دیں گے۔ اور نیکو کاروں کو اور زیادہ دیں گے

فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ فَأَنزَلْنَا عَلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا

سو بدل دیا ان لوگوں نے جنہوں نے ظلم کیا بات کو اس بات کے علاوہ جو ان سے کہی گئی تھی سو ہم نے نازل کر دیا ان لوگوں پر آسمان سے عذاب

رِجْزًا مِّنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ﴿٥٩﴾

جنہوں نے ظلم کیا، اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے۔

وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ : (ہم نے تم پر بادلوں کا سایہ کر دیا) ہم نے بادلوں کو تمہیں سایہ کرنے والا بنا دیا یہ میدان تیرے کا واقعہ ہے
بادل کو ان کے کام میں لگا دیا۔ کہ ان کے چلنے پر ساتھ چلیں۔ اور دھوپ سے ان پر سایہ کریں۔ اور رات کو روشنی کے ستون اترتے
جن کی روشنی میں چلتے۔ ان کے کپڑے میلے نہ ہوتے۔ اور نہ پرانے ہوتے۔

وَأَنزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّاءَ وَالسَّلْوٰی : (اور اتار تم پر من و سلوی) ترنجبین وہ طلوع شمس کے وقت برف کی طرح ان پر اترتا۔ ہر
انسان کے لیے ایک جیسا ہوتا۔

السَّلْوٰی : جنوبی ہوا سے اللہ تعالیٰ ان پر سلوی پرندے بھیجتا۔ وہ بئیر ہے پھر آدمی اپنی ضرورت کے مطابق ذبح کر لیتا۔ اور ہم
نے کہا۔

كُلُوا مِّنْ طَيِّبَاتِ : (تم پاکیزہ چیزیں کھاؤ)۔ تم لذیذ یا حلال چیزیں کھاؤ۔

مَا رَزَقْنٰكُمْ : (جو ہم نے تمہیں دیں)

وَمَا ظَلَمُونَا : (انہوں نے ہم پر ظلم نہیں کیا)۔ پس ظلم کیا اس طرح کہ ان نعمتوں کی ناشکری کی۔

وَلَكُمْ كَانُوا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ : (لیکن وہ اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے تھے)

نَحْوِ : أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ کا مفعول ہے اور وہ کان کی خبر ہے۔

تَفْسِيرُ آیت: ۵۸:

وَإِذْ قُلْنَا : (اور جب ہم نے کہا) ہم نے میدان تیرے سے نکلنے کے بعد کہا۔

اَدْخُلُوا هَذِهِ الْقَرْيَةَ۔ (تم اس بستی میں داخل ہو جاؤ) یعنی تم بیت المقدس میں داخل ہو جاؤ۔ یا اریحا میں۔
القریہ۔ اس بات پر اتفاق ہے یہ قریت سے ہے اس لیے کہ بستی لوگوں کو جمع کرتی ہے تہ کے بعد ان کو داخلے کا حکم ملا۔
فَكُلُوا مِنْهَا: (تم اس میں سے کھاؤ) تم بستی کے غلہ جات اور پھل کھاؤ۔

حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا۔ (جہاں سے چاہو با فراغت)
وَاَدْخُلُوا الْبَابَ: (اور دروازے میں داخل ہو) باب القریہ: الباب سے مراد بستی کا دروازہ یا باب قہ مراد ہے جس کی طرف وہ نماز پڑھتے تھے۔ کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں بیت المقدس میں داخل نہیں ہوئے۔ البتہ باب قریہ میں ان کی زندگی میں داخل ہوئے۔

سُجَّدًا: (سر جھکائے) یہ حال ہے اور ساجد کی جمع ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ کا حکم شکر یہ کے طور پر دروازے تک پہنچنے کے وقت ہوا یعنی اس کی بارگاہ میں تواضع کرتے ہوئے۔

تَفْسِيرُ حِطَّةٍ:

وَقُولُوا حِطَّةً: (تم حطہ کہو) حِطَّةٌ: حِطَّةٌ یہ فعلتہ کا وزن ہے الحط سے جیسا جلستہ۔
نمبر ۱: یہ مبتدا محذوف کی خبر ہے یعنی مسنالتنا حطہ یا امرک حطہ۔ ہمارا سوال گناہ مٹانے کا ہے یا
نمبر ۲: آپ کا حکم بخشش کرنا ہے۔

اصل نصب ہے اور اس کو اس طرح بھی پڑھا گیا۔ حط عنا ذنوبنا حطہ۔ ہمارے گناہ ہم سے مٹا دے مٹانا یہ مرفوع اس لیے لائے تاکہ اثبات کا معنی دے۔ یہ بھی کہا گیا۔ اس کا معنی امرنا حطہ ہے یعنی یہ کہ ہم اس بستی میں اتریں اور اس میں قرار اختیار کریں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حطہ بِسْمِ اللّٰهِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ہے۔ عکرمہ رحمہ اللہ کہتے ہیں وہ لا الہ الا اللہ ہے۔
تَغْفِرْ لَكُمْ خَطِيئَتَكُمْ: (ہم تمہاری غلطیاں بخش دیں گے) خطایا کم جمع خطیئۃ وہ گناہ کو کہتے ہیں۔ (مدنی نے یُغْفَرُ) اور شامی نے (تُغْفَرُ) پڑھا۔

اضافہ کا مطلب:

وَأَسْزِدُ الْمُحْسِنِينَ: (عنقریب زیادہ دیں گے مخلصوں کو) یعنی جو تم میں سے مخلص ہو تو یہ کلمہ اس کے ثواب میں اضافہ کا سبب بنے گا۔ اور جو گناہ گار ہوگا اس کے لیے توبہ و بخشش کا ذریعہ ہوگا۔

بدلنے کی تشریح:

فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ: (پس بدل دیا ظالموں نے بات کو اور بات سے جو ان کو کہی گئی تھی) اس میں حذف ہے اور تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا بِالَّذِي قِيلَ لَهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ پس بدل دیا ظالموں نے اس کہی ہوئی بات کو اور بات سے جو کہی گئی تھی ان کو۔

وَإِذِ اسْتَسْقَىٰ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ

اور جب موسیٰ سے ان کی قوم نے پانی طلب کیا تو ہم نے کہا کہ اپنا عصا پتھر پر مارو سو اس میں سے بارہ چشمے پھوٹ

عَيْنًا ۚ قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ۖ كُلُوا وَاشْرَبُوا مِنْ رِّزْقِ اللَّهِ وَلَا تَعْتُوا فِي

لُكْهِ۔ ہر جماعت نے اپنے اپنے پینے کی جگہ جان لی، کھاؤ اور پیو، اللہ کے رزق سے اور مت خرابی کرو

الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ۝۶۰

زمین میں فساد کرتے ہوئے۔

پس بدل یہ ایک مفعول کی طرف متعدی بنفسہ ہے اور دوسرے مفعول کی طرف باء سے متعدی ہوگا جو باء کے ساتھ ہے وہ متروک ہے۔ اور جو باء کے بغیر ہے وہ موجود ہے یعنی حطۃ کی جگہ اور بات کو رکھا یعنی ان کو حکم تو اس بات کا تھا جس سے توبہ واستغفار ہو۔ مگر انہوں نے اس کی مخالفت ایسی بات سے کی جس کا معنی وہ نہ تھا جس کا ان کو حکم دیا گیا تھا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل نہ کی۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ حطۃ کی بجائے حنطۃ کہا۔

اور یہ بھی کہا گیا۔ کہ انہوں نے قبطنی زبان میں کہا۔ ہٹا سمقٹا یعنی سرخ گندم۔ انہوں نے اس ارشاد الہی کا مذاق اڑایا۔ جو ان سے کہا گیا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کے ہاں جو کچھ ہے اس سے منہ موڑ کر اپنا پسندیدہ سامان دنیا طلب کیا

فَأَنزَلْنَا عَلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا رِجْزًا ۖ (پس ہم نے ظالموں پر عذاب اتارا)۔ رجز یعنی عذاب۔ الذین ظلموا کا کلمہ دوبارہ لاکر ان کے معاملے کی شدید قباحت کا اظہار مقصود ہے۔ اور اسی بات کا اعلان ہے کہ ان پر عذاب ان کے ظلم و زیادتی کی وجہ سے اترے۔ مِّنَ السَّمَاءِ ۖ (آسمان سے) یہ رجز کی صفت ہے (رجز نازل من السماء)

بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ۖ (بسبب اس کے کہ وہ فسق کرتے تھے) یعنی ان کے فسق کے سبب روایت میں ہے۔ کہ ایک گھڑی میں ۲۴ ہزار آدمی طاعون کا شکار ہو گئے۔ بعض نے ستر ہزار کہا ہے۔

تفسیر آیت: ۶۰

وَإِذِ اسْتَسْقَىٰ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ ۖ (جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے لیے پانی مانگا) واذ موضع نصب میں ہے گویا اصل اس طرح ہے واذ کروا اذا استسقی یعنی انہوں نے استدعا کی کہ ان کی قوم کو سیراب کیا جائے۔

پتھر سے مراد کونسا:

فَقُلْنَا اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ ۖ (پس ہم نے کہا تم اپنا عصا پتھر پر مارو) ان کو تہ میں پیاس لگی۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان کے لیے پانی کی درخواست کی۔ جس پر انہیں حکم ملا کہ پتھر پر اپنی لاٹھی ماریں۔ اس میں لام عہد کا ہے اس سے مقررہ پتھر مراد ہے۔ روایت

میں آیا یہ طور کا پتھر تھا۔ جس کو اپنے ساتھ لائے تھے۔ اور مربع پتھر تھا۔ جس کی چار طرفیں تھیں۔ ہر طرف سے تین چشمے چلتے تھے ہر قبیلے کیلئے ایک چشمہ تھا۔ ان کی تعداد چھ لاکھ تھی۔ اور لشکر گاہ کی وسعت بارہ میل تھی یا الف لام جنس کا ہے یعنی اس شئی کو مارو جس کو پتھر کہتے ہیں۔ یہ دلیل میں ظاہر اور قدرت میں واضح تر ہے۔

فَإِنْفَجَرَتْ: (پس پھوٹ پڑے بارہ چشمے) یہ محذوف سے متعلق ہے یعنی فضر ب فانفجرت یعنی کثرت سے بہنے لگا۔ یا فان ضربت فقد انفجرت۔ پس اگر تو مارے گا۔ پس اس سے جاری ہو جائیں گے۔ اس صورت میں فاء فصیحہ ہے جو کلام بلغ میں ہوتی ہے۔

مِنْهُ اثْنَا عَشْرَةَ عَيْنًا: (اس سے بارہ چشمے) قبیلوں کی تعداد کے مطابق۔ عَشْرَةَ کی شین پر کسرہ اور فتح پڑھا گیا ہے۔ یہ دو لغتیں ہیں۔ عیناً یہ تیز ہے۔

قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ: (تحقیق جان لیا ہر قبیلے نے) اناس سے مراد قبیلہ ہے۔

مَشْرَبَهُمْ: (اپنا اپنا گھاٹ) انکا وہ چشمہ جس سے وہ پیتے ہیں۔

كُلُوا: (کھاؤ) اور ہم نے ان کو کہا تم من و سلوئی کھاؤ۔

وَأَشْرَبُوا: (اور پیو)۔ چشموں کا پانی پیو۔

مِنْ رِزْقِ اللَّهِ: (اللہ تعالیٰ کے رزق سے) یعنی وہ تمام رزق جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں دیا۔

وَلَا تَعْتُوا فِي الْأَرْضِ: (اور تم زمین میں فساد مت مچاؤ) یعنی تم اس میں فساد نہ کرو۔ العیث: سخت فساد۔

مُفْسِدِينَ: (فساد کرنے والے) یہ مؤکد حال ہے یعنی تم اپنے فساد میں درازی مت اختیار کرو۔ وہ اپنے فساد میں درازی اختیار کرنے والے تھے۔

وَ اِذْ قُلْتُمْ يٰمُوسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَاذْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ

اور جب تم نے کہا کہ اے موسیٰ ہم ہرگز صبر نہیں کریں گے ایک کھانے پر لہذا ہمارے لئے اپنے رب سے دعاء کیجئے وہ ہمارے لئے ان چیزوں میں سے نکال

لَنَا مِمَّا تُنْبِتُ الْاَرْضُ مِنْ بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُومِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصِلِهَا

دے جن کو زمین اگاتی ہے۔ اس کی سبزی اور کھیرا اور پیوں اور مسور اور پیاز۔

قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِیْ هُوَ اَدْنٰی بِالَّذِیْ هُوَ خَيْرٌ اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ

موسیٰ نے کہا کہ تم بدلتے ہو اس چیز کو جو گھٹیا ہے اس چیز کے بدلہ میں جو خیر ہے؟ اتر جاؤ کسی شہر میں۔

مَّا سَاَلْتُمْ وَضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَاءُ وُ بَغَضٍ مِّنَ اللّٰهِ ذٰلِكَ

سو بے شک تمہارے لئے وہ ہے جو تم نے سوال کیا۔ اور مار دی گئی ان لوگوں پر ذلت اور مسکنت اور مستحق ہو گئے غصہ کے

بِاَنَّهُمْ كَانُوْا یَكْفُرُوْنَ بِآیٰتِ اللّٰهِ وَ یَقْتُلُوْنَ الذِّیْنَ بِغَیْرِ الْحَقِّ ذٰلِكَ بِمَا

جو اللہ کی طرف سے تھا، یہ اس لئے کہ وہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے تھے اور نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے،

عَصَوْا وَكَانُوْا یَعْتَدُوْنَ ۝۶

یہ اس لئے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے آگے بڑھتے تھے۔

طعام واحد کا مطلب:

وَ اِذْ قُلْتُمْ یٰمُوسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ: (اور جب تم نے کہا اے موسیٰ ہم ہرگز ایک کھانے پر صبر نہیں کریں گے) تیرے میں ان کو من و سلوی کا رزق دیا گیا۔ مگر انہوں نے کہا طعام واحد ایک کھانے پر حالانکہ وہ دو کھانے تھے۔ کیونکہ انہوں نے واحد سے مراد ایسا کھانا لیا۔ جو نہ بدلے بلکہ ایک ہی رہے۔ اگر کسی آدمی کے دسترخوان پر قسم قسم کے کھانے ہوں اور ہر روز ان پر وہ مداومت کرے۔ تو کہا جاتا ہے۔ لا یا کل فلان الا طعاماً واحداً۔ فلاں تو ایک ہی کھانا کھاتا ہے واحد سے مراد وحدت ہے کہ ایک جیسا کھانا مختلف اور تبدیل نہیں کرتا۔ یا مراد ایک قسم کے مانوس کھانے یعنی ساگ دالیں وغیرہ تھیں۔

فَاذْعُ لَنَا رَبَّكَ: (تو دعا کر ہمارے لئے اپنے رب سے) یعنی تم اس سے سوال کرو۔ اور کہو وہ ہمارے لئے نکال دے۔

یُخْرِجْ لَنَا: (وہ نکال دے ہمارے لئے) یعنی ہمارے لئے ظاہر کر دے۔ ایجاد کر دے۔

بقل کی تفسیر:

مِمَّا تُنْبِتُ الْاَرْضُ مِنْ بَقْلِهَا: (ان چیزوں سے جن کو زمین اگاتی ہے جیسے سبزیاں) وہ سبزیاں جو زمین سے اگتی تھیں۔ مراد

اس سے عمدہ ساگ، پودینہ، ککڑی پیاز وغیرہ ہیں۔ ایسی چیزیں جو عموماً لوگ کھاتے ہیں۔
وَقَفَّاهَا: (کھیرا) یعنی کھیرا۔

وَقَوْمِهَا: (گندم) وہ گندم یا ہن ہے۔ قراءت عبد اللہ بن مسعود میں ثومہا آیا ہے۔
وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا قَالَ أَتَسْتَبْدِلُونَ الَّذِي هُوَ أَدْنَىٰ: (اور دالیں اور پیاز کہا کیا تم بدلے میں وہ مانگتے ہو جو کہ حقیر ہے) جو مرتبہ میں نزدیک تر اور مقدار میں حقیر تر ہے۔ دنو اور قرب کے الفاظ سے قلت مقدار کی تعبیر کی جاتی ہے۔
بِالَّذِي هُوَ خَيْرٌ: (اس کے بدلے جو کہ بہت بلند ہے) اعلیٰ مرتبے والی۔

أَهْبَطُوا مِصْرًا: (کسی بھی شہر میں اتر جاؤ) تہ سے اتر جاؤ۔ تہ کا علاقہ بیت المقدس سے قنسرین تک ہے اور یہ $۸۶۴ = ۲۴ \times ۳۶$ مربع میل کا علاقہ ہے۔

نمبر ۲: فرعون کے مصر میں چلے جاؤ۔

نَحْوُ: مصرًا کا لفظ منصرف لائے حالانکہ دو سبب موجود ہیں۔ یعنی تانیث و علمیت اس لیے کہ مراد شہر ہے یا درمیانہ حرف نوح، لوط کی طرح ساکن ہے حالانکہ ان دونوں میں بھی علم، عجمیت پائی جاتی ہے۔

فَإِنَّ لَكُمْ: (پس بے شک تمہارے لیے) یعنی اس میں۔

مَا سَأَلْتُمْ: (جو تم نے مانگا) پس جو تم نے مانگا وہ تو شہروں میں پایا جاتا ہے۔ تہ میں نہیں۔

تسلط ذلت:

وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ: (ان پر ذلت و مسکنت ثبت کر دی گئی) ذلت و فقر یعنی ذلت کو۔ نمبر ۱: ان پر طاری کیا گیا۔ وہ ذلت کے تحت اسی طرح ہو گئے جیسے کوئی لگے ہوئے خیمے کے نیچے ہوتا ہے۔ نمبر ۲: یا چمنا دی گئی ان پر ذلت یہاں تک کہ اس نے ان کو لازم پکڑ لیا جیسے چپکنے والی چیز ہوتی ہے۔ جیسے دیوار پر مٹی ماریں تو چمٹ، چپک جاتی ہے۔ یہود ذلیل، خوار اور مسکینی اور فقر والے ہیں۔ خواہ حقیقتہ ہوں یا وہ بتکلف فقر اور حقارت ظاہر کرنے والے ہیں۔ کہ کہیں ان پر جزیہ دو گنا نہ کر دیا جائے۔

قراءت: عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ۔ نمبر ۱۔ حمزہ و علی نے اسی طرح دونوں پر ضمہ پڑھا ہے۔ اور ہر وہ لفظ جس میں ہا سے قبل یا ساکنہ ہو وہ اسی طرح پڑھا جائے گا۔

نمبر ۲: ابو عمرو نے ہا اور میم کے کسرہ سے پڑھا عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ۔

نمبر ۳: بقیہ قراء نے ہا کے کسرہ اور ضمہ میم سے پڑھا۔ عَلَيْهِمُ

وَبَاءٌ وَبَغْضَبٍ مِّنَ اللَّهِ: (اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کا غضب کمایا) نمبر ۱۔ باء کا لفظ اسی طرح ہے جیسے کہتے ہیں باء فلان بفلان جبکہ وہ اس لائق ہو کہ اس کو اس کے برابر ہونے کی وجہ سے قتل کیا جائے۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارَى وَالصَّبِيَّانَ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے یہودیت اختیار کی، اور نصاریٰ اور صابین، ان میں سے جو بھی اللہ پر اور یوم آخرت

وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ

پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے سو ان کے لئے اجر ہے ان کے رب کے پاس اور ان لوگوں پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ

يَحْزَنُونَ ﴿٦٢﴾

رنجیدہ ہوں گے۔

معنی آیت:

اب معنی آیت یہ ہوا۔ وہ اس کے غضب کے حق دار بن گئے۔

نمبر ۲: کسائی کہتے ہیں باء کا معنی رجع ہے وہ اس کا غصہ لیکر لوٹے۔

ذَلِكَ: (یہ) اس کا مشارالیه۔ ضرب، ذلت مسکنت اور غضب کا حقدار ہونا۔

بِأَنَّهُمْ كَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ: (یہ اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے اور انبیاء کو قتل کرتے رہے) قراءت۔ نافع نے النبیین کو ہمزہ سے پڑھا۔ اسی طرح اس کے تمام باب میں پڑھا جائے گا یعنی یہ نتائج بسبب کفر اور قتل انبیاء علیہم السلام کے تھے۔ یہود نے حضرت شعیا، زکریا، یحییٰ صلوٰۃ اللہ علیہم کو قتل کیا۔

النبی کی تحقیق:

النبی کا لفظ النبأ سے ہے اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر دیتا ہے۔ یہ فعل بمعنی مُفْعِل یا مُفْعَل ہے یا نبأ یعنی بلند

النبوة بلند مکان کو کہتے ہیں۔

بِغَيْرِ الْحَقِّ: (ناحق) یعنی یہ ناحق تھا ان کے ہاں بھی اس لیے کہ اگر وہ انصاف کرتے تو وہ کوئی ایسی چیز ذکر کر سکتے تھے۔ جس سے ان کو قتل کا حقدار قرار دے سکیں۔

يَحْجُوهُمْ: یہ یقتلون کی ضمیر فاعلی سے حال ہونے کی بناء پر منصوب ہے یعنی یقتلو نہم مبطلین وہ ان کو قتل کرتے اس حال میں کہ وہ باطل حرکت کرنے والے تھے۔

نمبر ۱۔ ذَلِكَ: (اس میں) اشارہ تکرار سے لائے۔

حدود سے تجاوز:

بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ: (اس سبب سے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ تھے حد سے بڑھنے والے) اس سبب سے کہ وہ قسم

قسم کے گناہوں میں مبتلا تھے۔ اور ہر چیز میں حدود اللہ سے تجاوز کرنے والے اور اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرنے والے اور انبیاء کو قتل کرنے والے تھے۔

دوسرا قول: یہ بھی کہا گیا کہ مراد اس سے ہفتے کے بارے میں ان کا حد سے گذرنا تھا۔

تیسرا قول: اور یہ بھی درست ہے کہ ذلک کا مشارالیه کفر، قتل انبیاء کو قرار دیا جائے۔ اس طرح کہ یہ جرأت ان میں نافرمانی اور حد سے گذرنے کی بناء پر پیدا ہوئی۔ اس لیے کہ وہ ان دونوں باتوں میں منہمک ہو گئے اور انہوں نے ان میں غلو کیا یہاں تک کہ ان کے دل سخت ہو گئے جس پر انہوں نے انکار آیات اور قتل انبیاء کی جسارت کی۔

چوتھا قول: ذلک کا مشارالیه کفر اور قتل ہے جن کے ساتھ مسلسل نافرمانی ان میں پائی جاتی تھی۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا: (بے شک جو لوگ ایمان لائے) یعنی دلوں کی موافقت کے بغیر صرف زبانوں سے ایمان لائے اور وہ منافقین ہیں۔

وَالَّذِينَ هَادُوا: (اور وہ لوگ جو یہودی ہوئے) یعنی یہودیت اختیار کی۔ کہا جاتا ہے ہاد، یہود، تہود، ہاند جب کوئی یہودیت میں داخل ہو جائے۔ ہاند کی جمع ہود ہے۔

نصرانی کی وجہ:

وَالنَّصْرَانِي: (اور نصاریٰ ہوئے) نصاریٰ جمع نصران جیسے ندمان و ندائی کہا جاتا ہے رجل نصران وامرأة نصرانة۔ نصرانی مرد، نصرانی عورت۔ نصرانی میں یا مبالغہ کے لیے ہے۔ جیسے احمری میں ان کو نصاریٰ اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ انہوں نے مسیح علیہ السلام کی مدد کی۔

وَالصَّابِئِينَ: (اور صابی ہوئے) جو کسی مشہور دین سے نکل کر کسی غیر معروف دین میں چلے جائیں۔ جب کوئی دین سے نکلے تو کہتے صابفان۔

نمبر ۱: یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے یہودیت و نصرانیت سے رخ موڑا اور فرشتوں کی عبادت شروع کر دی۔

نمبر ۲: یہ کہا گیا کہ یہ زبور پڑھتے تھے۔

مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ: (جو ان میں اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان لایا) ان کفار میں سے جو خالص ایمان لایا۔

وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ: (اور اس نے نیک عمل کیا پس ان کا بدلہ) اجر ہم کا معنی ان کا ثواب

عِنْدَ رَبِّهِمْ: (ان کے رب کے ہاں) یعنی آخرت میں

وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ: (اور نہ ان پر خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے)

نحوی لطائف:

نمبر ۱: اگر من امن کو مبتداء اور فلهم اجر ہم خبر بناؤ تو من امن محل رفع میں ہوگا۔

وَإِذَا أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ ۖ خُذُوا مَا آتَيْنَاكُمْ بِقُوَّةٍ وَاذْكُرُوا

اور جب ہم نے لے لیا تمہارا عہد اور اٹھا دیا تمہارے اوپر طور کو، لے لو قوت کے ساتھ جو کچھ ہم نے تم کو دیا اور یاد کرو

مَا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿۶۳﴾ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ بَعْدِ ذَلِكَ ۚ فَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ

جو کچھ اس میں ہے تاکہ تم متقی بن جاؤ۔ پھر اس کے بعد تم نے روگردانی کی، سو اگر نہ ہوتا تم پر اللہ کا فضل

وَرَحْمَتُهُ لَكُنْتُمْ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿۶۴﴾

اور اس کی رحمت تو ضرور تم تباہ کاروں میں سے ہو جاتے۔

نمبر ۲: اور اگر اس کو اسم ان و معطوف علیہ کا بدل مانیں تو منصوب ہے۔ پہلی صورت میں ان کی خبر اسی طرح جملہ ہوگا۔ دوسری صورت میں فلہم اس کی خبر ہے اور فاء اس لیے لائی گئی کیونکہ من شرط کے معنی کو شامل ہے۔
وَإِذَا أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ: (جب ہم نے تم سے میثاق لیا) یعنی تورات کی تمام باتیں قبول کرنا۔
رفع طور:

وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ: (اور طور کو تم پر بلند کیا) جبل طور۔ یہاں تک کہ تم نے قبول کر کے پختہ وعدہ دے دیا۔
واقعہ: اس کا واقعہ اس طرح ہے کہ موسیٰ علیہ السلام الواح لیکر آئے تو اس میں بنی اسرائیل نے پابندیاں اور مشکل اعمال پائے۔ جو ان پر گراں گزرے۔ پس انہوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا۔ انہوں نے طور کو جڑ سے اکھاڑا اور اٹھا کر ان کے اوپر سائبان کی طرح کر دیا۔ ان کو موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ اگر تم قبول کرتے ہو (تو ٹھیک) ورنہ طور کو تم پر پھینکا جائے گا۔ پس انہوں نے قبول کر لیا۔ تو ہم نے انہیں حکم دیا۔
خُذُوا مَا آتَيْنَاكُمْ بِقُوَّةٍ: (جو ہم نے دیا اس کو مضبوط پکڑو) یعنی کتاب تورات۔
بِقُوَّةٍ: (مضبوطی کے ساتھ) کوشش و پختہ ارادے سے
وَاذْكُرُوا مَا فِيهِ: (اور یاد کرو جو اس میں ہے) یعنی یاد کرو جو کچھ کتاب میں ہے اور کتاب کو پڑھو اور نہ بھلاؤ اور نہ غفلت اختیار کرو۔

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ: (تاکہ تم متقی ہو جاؤ) اس امید سے کہ تم متقی بن جاؤ۔

ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ: (پھر تم نے منہ موڑا) یعنی پھر تم نے میثاق اور وفاداری سے منہ موڑا۔

مِّنْ بَعْدِ ذَلِكَ: (اس کے بعد) قبول کر لینے کے بعد

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِينَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً

اور البتہ تحقیق تم نے ان لوگوں کو جان لیا جنہوں نے سبّ کے دن میں زیادتی کی، سو ہم نے کہا ہو جاؤ بندر

خَسِیْنٌ ﴿۶۵﴾ فَجَعَلْنَاهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً

ذلیل! پھر ہم نے اس کو عبرت بنا دیا ان لوگوں کے لئے جو اس وقت موجود تھے۔ اور جو بعد میں آئیوالے تھے۔ اور نصیحت بنا دیا

لِّلْمُتَّقِينَ ﴿۶۶﴾

ڈرنے والوں کے لئے۔

فضل و رحمت:

فَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ: (اگر اللہ تعالیٰ کا فضل و رحمت نہ ہوتی) نمبر ۱۔ یعنی عذاب کو موقوف کر کے
نمبر ۲: یا تمہیں توبہ کی توفیق دے کر اللہ تعالیٰ کا فضل و رحمت نہ ہوتا۔

لَكُنْتُمْ مِنَ الْخَاسِرِينَ: (تو تم نقصان میں پڑ جاتے) یعنی تم عذاب سے ہلاک ہو جاتے۔
وَلَقَدْ عَلِمْتُمْ: (تحقیق تم نے جانا) یعنی تم نے پہچانا۔ عَلِمَ ایک مفعول کی طرف متعدی ہے۔
الَّذِينَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ: (ان کو جنہوں نے ہفتے کے سلسلہ میں حد سے زیادتی کی)

سبت کی تشریح:

السبت یہ مصدر ہے سبت الیہود کا جبکہ وہ ہفتے کی تعظیم کریں۔ یہود اس میں حد سے گزر گئے اور تجاوز کر گئے وہ اس طرح کہ
ان کو عبادت کے لیے ہفتے کو خالی رکھنے کا حکم کیا۔ اور اس کی تعظیم کرنے کا حکم دیا تھا۔ وہ اس دن شکار میں مشغول ہو گئے حالانکہ ان
کو اس دن شکار سے منع کیا گیا تھا۔ پھر ان کی آزمائش مزید اس طرح کی کہ سمندر میں کوئی ایسی مچھلی نہ تھی جو ہفتے کے دن اپنا منہ
پانی سے نہ نکالتی ہو۔ جب ہفتہ گزر جاتا تو منتشر ہو جاتیں۔ انہوں نے سمندر کے کنارے حوض بنا لیے اور ان کی طرف نالیاں چلا
دیں۔ مچھلیاں ہفتے والے دن ان میں داخل ہوتیں کیونکہ وہ شکار سے محفوظ تھیں۔ پس وہ سمندر سے نکلنے والی نالیوں میں بند لگا
دیتے اور اتوار کو شکار کر لیتے۔ یہ حوضوں میں روکنا ہی ان کا حد سے گزرنا تھا۔

فَقُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِیْنٌ: (پس ہم نے انہیں کہا تم ذلیل بندر بن جاؤ) پس ہو جاؤ یعنی ہماری تکوین سے

مُخْجَمٌ: قردۃ خاسنین۔ یہ کان کی خبر ہے یعنی تم بندر اور ذلت برد کو جمع کرنے والے بنو۔

فَجَعَلْنَاهَا: (پس ہم نے کر دیا اس واقعہ کو عبرت) مسخ کو

نَكَالًا: (عبرت) اس کے لیے جو عبرت حاصل کرے۔ اس کو روکے۔

وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَذْبَحُوا بَقَرَةً ۖ قَالُوا أَتَتَّخِذُنَا

اور جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم سے بیشک اللہ تم کو حکم فرماتا ہے کہ تم ایک بیل ذبح کرو، وہ کہنے لگے کیا تو ہمارا

هُزُؤًا ۖ قَالَ أَعُوذُ بِاللَّهِ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِينَ ﴿۶۷﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ

مذاق بناتا ہے؟ موسیٰ نے کہا کہ میں اس بات سے اللہ کی پناہ لیتا ہوں کہ جاہلوں میں سے ہو جاؤں، وہ کہنے لگے کہ تو اپنے رب سے دعا کر ہمارے لئے بیان

لَنَا مَا هِيَ ۖ قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَا فَارِضٌ وَلَا بِكْرٌ ۖ عَوَانٌ بَيْنَ

کردے کہ وہ بیل کیسا ہو، موسیٰ نے کہا بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ ایسا بیل ہو جو بوڑھا نہ ہو اور بالکل جوان بھی نہ ہو ان دونوں کے

ذَلِكَ ۖ فَافْعَلُوا مَا تُؤْمَرُونَ ﴿۶۸﴾

درمیان ہو، سو تم اس پر عمل کر لو جس کا تم کو حکم دیا جا رہا ہے

لَمَّا بَيَّنَّ يَدِّيَهَا : (موجودہ لوگوں کے لیے) پہلوں کے لیے

وَمَا خَلَفَهَا : (اور آئندہ لوگوں کے لیے) بعد والی امتوں اور بستیوں کے لیے کیونکہ ان کا مسخ پہلی کتابوں میں ذکر کر دیا گیا۔ پس انہوں نے اس سے عبرت حاصل کی اور جن پچھلوں کو یہ پہنچی انہوں نے عبرت حاصل کی۔

مراد متقی:

وَمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ : (اور متقین کے لیے نصیحت) متقین سے مراد قوم کے وہ صالح لوگ جنہوں نے حد توڑنے سے روکا۔ یا ہر متقی کے لیے جو ان کو سنے۔

ظروف کا حکم:

وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ : (جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو کہا) یعنی تم یاد کرو جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو فرمایا۔ یہ نعمتی پر معطوف ہے۔ (اَذْكُرُوا نِعْمَتِيَ الَّتِي أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ) [سورة البقرة آیت: ۴۰] گویا اس طرح ہوگا۔ ان ظروف میں جو گزرے۔ اذکروا نعمتی، اذکروا وقت انجینا ایاکم، اذکروا وقت فرقنا، اذکروا نعمتی، اذکروا وقت استسقاء موسیٰ ربہ لقومہ اور یہی حکم ان ظروف کا بھی ہے جو یہاں سے لیکر اِذْ ابْتَلَىٰ اِبْرَاهِيْمَ رَبُّهُ (البقرة آیت نمبر ۱۲۴) تک آئیں گے کہ ان تمام میں اذکروا محذوف ہوگا۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ : (بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتے ہیں یہ کہ)

تَذْبَحُوا بَقَرَةً : (کہ تم گائے ذبح کرو۔) تم ذبح کرو کوئی گائے۔

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَنَا مَا لَوْ هُنَّ قَالَتْ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفَرَاءُ فَاقْعُ لَوْ هُنَّ تَسُرُّ النَّظِيرِينَ ۖ قَالُوا

وہ کہنے لگے کہ تو اپنے رب سے دعا کر ہمارے لئے بیان فرما دے کہ اس بیل کا رنگ کیسا ہو موسیٰ نے کہا کہ بیشک وہ فرماتا ہے کہ وہ تیز رنگ کا پیلا نل موجود ہو جو دیکھنے والوں کو خوش کرتا ہو وہ کہنے لگے

ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَنَا مَا هِيَ ۖ إِنَّ الْبَقَرَتِ شَبَهَ عَلَيْنَا ۖ وَ إِنَّا إِن شَاءَ اللَّهُ

کہ تو اپنے رب سے ہمارے لئے دعا کر ہمارے لئے بیان فرما دے کہ اس بیل کی پوری کیا حقیقت ہے؟ بیشک بیلوں کے بارے میں ہم کو اشتباہ ہو رہا ہے اور اللہ نے چاہا تو ہم ضرور راہ

لَمْ هَتَدُونَ ۖ قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَا ذَلُولٌ تُثِيرُ الْأَرْضَ وَلَا تَسْقِي

پالیں گے موسیٰ نے کہا بیشک وہ فرماتا ہے کہ وہ ایسا بیل ہو جو صحیح سالم نکم نہ ہو گیا ہو۔ وہ نہ زمین کو پھاڑتا ہو اور نہ کھیتی کو سیراب

الْحَرْثَ ۖ مُسَلَّمَةٌ لَا شِيَةَ فِيهَا ۖ قَالُوا الْكُنْ جِئْتَ بِالْحَقِّ ۖ فَذَبَحُوهَا

کرتا ہو اس میں ذرا کوئی دھبہ نہ ہو وہ کہنے لگے کہ اب تم نے ٹھیک طرح بیان کیا ہے۔ لہذا انہوں نے وہ بیل ذبح کر دیا

وَمَا كَادُوا يَفْعَلُونَ ۖ

اور حال یہ ہے کہ وہ ایسا کر نیا لے نہ تھے۔

علماء مفسرین نے فرمایا۔ قصہ کا اول حصہ تلاوت میں مؤخر ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔ وَادْفَعْتُم نَفْسًا فَادَرَأُ تُم

فِيهَا۔ سورۃ البقرہ آیت نمبر: ۷۲۔

حقیقت واقعہ:

واقعہ اس طرح تھا کہ ایک خوش حال آدمی جس کا نام عامیل تھا۔ اس کو اس کے چچا زاد بھائیوں نے جائیداد کی خاطر قتل کر دیا

تھا۔ اور شہر کے دروازے پر اس کی لاش پھینک دی۔ پھر اس کے خون کا مطالبہ لیکر آگئے اللہ تعالیٰ نے ان کو گائے ذبح کرنے کا حکم دیا اور میت کو گائے کے گوشت کا کوئی حصہ لگانے کا حکم دیا۔ اس سے وہ زندہ ہو کر اپنے قاتل کی خبر دے گا۔

قَالُوا اتَّخَذْنَا هُزُؤًا: (انہوں نے کہا کیا تو ہم سے مذاق کر رہا ہے؟) یعنی کیا تو ہمیں مذاق کی جگہ سمجھتا ہے یا مذاق والے سمجھتا ہے۔ یا تو ہمیں زیادہ استہزاء کی وجہ سے مجسمہ مذاق سمجھتا ہے۔

قراءت: هُزُؤٌ ہمزہ اور زاء کے سکون کے ساتھ۔ حمزہ کے ہاں اور دونوں ضمہ اور واؤ کے ساتھ حفص کے ہاں هُزُؤٌ بقیہ قراء نے تشقیل اور ہمزہ کے ساتھ پڑھا۔

قَالَ اَعُوذُ بِاللَّهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجَاهِلِيْنَ: (میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں اس سے کہ میں نادان بنوں) عیاذ اور لیاذ کے لفظ ہم معنی ہیں۔ ان اکون من الجاہلین۔ کیونکہ ایسے موقع پر مذاق یہ جہالت و حماقت ہے۔ اس میں ان پر تعریض کی کہ تم نے میری

طرف استہزاء کی نسبت کر کے جہالت کا ارتکاب کیا ہے۔

قَالُوا اِذْ عُلِّمْنَا رَبَّكَ يَسِيْنُ لَنَا مَا هِيَ: (انہوں نے کہا تو پوچھ ہمارے لیے اپنے رب سے کہ وہ بیان فرمادے کہ وہ کیسی ہو) اس میں گائے کی حالت اور صفت کے متعلق سوال ہے۔

ایک سوال و جواب:

سوال ما سے سوال تو جنس کے متعلق ہوتا ہے پھر اس سے وصف کے متعلق سوال کیونکر؟

جواب: کبھی کبھی ما کیف کی جگہ آتا ہے۔ اور وہ اس طرح کہ انہوں نے مردہ گائے کے بارے میں تعجب کیا کہ جس کا بعض حصہ مردہ کو لگانے سے مردہ زندہ ہو جائے گا۔ پس انہوں نے اس عجیب حالت والی گائے کے متعلق سوال کیا۔ گویا انہوں نے یہ سمجھا کہ وہ نام گائے کا ہوگا جس کوئی اور ہوگی اس لیے ماہی سے سوال کیا۔ ترکیب: بھی مبتداء ما اس کی خبر ہے۔

وجہ فارض:

قَالَ اِنَّهُ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقْرَةٌ لَا فَارِضٌ: (حضرت موسیٰ نے کہا وہ فرماتے ہیں کہ وہ ایک گائے ہے نہ بوڑھی) فارض کا معنی۔ بوڑھی۔ اس کو فارض کہنے کی وجہ یہ بھی ہے کہ اس نے عمر کو کاٹا ہے۔ اور اس کی انتہاء کو پہنچ چکی ہے۔

مُخَوَّرٌ: فارض مرفوع ہے اس لیے کہ یہ بقرہ کی صفت ہے۔

وَلَا بُكْرٌ: (نہ بن بیاہی) جوان۔ اس پر عطف ہے

عَوَانٌ: (درمیان کی)۔ نصف عمر والی۔

بَيْنَ ذَلِكَ: (ان کے درمیان) جوان اور بوڑھی کے درمیان۔

سوال: لا فارض ولا بکر فرمایا بین ذیک نہیں فرمایا اس کے باوجود کہ بین دو یا دو سے زیادہ کا تقاضا کرتا ہے۔

جواب: کیونکہ مراد بین هذا المذکور ہے۔ اور وہ اسی عنوان سے یعنی ذلک کا مشارالیه فارض و بکر ہے عمرین متعدد کا تقاضا کرتا ہے۔

قاعدہ: کبھی ضمیر اس میں اسم اشارہ کی جگہ استعمال ہوتی ہے ابو عبیدہ کہتے ہیں میں نے رؤبہ شاعر سے اس قول کے متعلق پوچھا۔

فِيهَا خَطُوطٌ مِنْ سَوَادٍ وَبَلَقَ ☆ كَانَهُ فِي الْجِلْدِ تَوَلُّعَ الْبَهَقِ

اس میں سیاہ و سفید خطوط ہیں۔ گویا کہ چمڑے پر برص کے داغ ہیں۔

ضمیر سے مراد خطوط ہو تو کانہا اور اگر سواد بلاق ہو تو کانہما۔ تو اس نے کہا میں نے کانہ سے کان ذاک مراد لیا۔

فَفَعَلُوا مَا تَأْمُرُونَ: (پس تم کرو جس کا تمہیں حکم دیا گیا) یہ اصل میں تو مرون تھا۔ یا مرکب بمعنی مامور ہے مفعول کو مصدر کا نام دے دیا۔ جیسے ضرب الامیر۔ اے مضروبہ

قَالُوا اِذْ عَلَّمْنَا رَبَّكَ يَسِيْرًا لِّمَا مَالُوْنَهَا : (وہ کہنے لگے ہمارے لیے اپنے رب سے دریافت کرو کہ وہ اچھی طرح سمجھا دے اس کا رنگ)

استفہام ونحو:

ما مرفوع ہے کیونکہ اس کا معنی استفہام کا ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے اِذْ عَلَّمْنَا رَبَّكَ يَسِيْرًا لِّمَا مَالُوْنَهَا یعنی اپنے رب سے دریافت کرو کہ وہ اچھی طرح بتا دے کہ کیا حقیقت ہے اس کے رنگ کی۔

قَالَ اِنَّهُ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقْرَةٌ صَفْرَاءُ فَاقْعُ لَوْنُهَا : (حضرت موسیٰ نے فرمایا وہ فرماتے ہیں بے شک وہ گہرے زرد رنگ کی ہو) الفقوع۔ انتہائی زرد۔ فاقع کا لفظ صفراء کی تاکید ہے یہ لونہا کی خبر نہیں۔ مگر اس میں رنگ اتنا ہی بلند ہوا جتنا فاعل بلند ہوا۔ یعنی خوب زرد گائے۔ البتہ اس میں تذکیر و تانیث کا فرق نہیں۔ صیغہ فاقع اور صفراء فاقع دونوں درست ہیں۔ لونہا کا لفظ لا کر تاکید کا فائدہ مقصود ہے کیونکہ لون ایک عارضی ہیئت کا نام ہے اور وہ زردی ہے گویا اس طرح فرمایا شدید الصفرة صفر تھا کہ بہت زیادہ زرد ہے اس کی زردی اور یہ اس قول کی طرح ہے۔ جدہ جدہ اس نے خوب در خوب کوشش کی۔

سرور کیا ہے؟

تَسْرُّ النَّظِيْرِيْنَ : (دیکھنے والوں کو بھلی لگتی ہو) اپنے رنگ کی خوبصورتی کی وجہ سے۔ السرور۔ نفع یا اس کی توقع کے موقع پر دل میں حاصل ہونے والی لذت کو کہتے ہیں۔

نکتہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ من لبس نعلًا صفرًا قُلْ هَمْدٌ

جس نے زرد جوتا پہنا اس کا غم کم ہو گیا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تسر الناظرین وہ دیکھنے والے کو خوش کر دے۔ گویا یہ سرور کی علامت ہے۔

قَالُوا اِذْ عَلَّمْنَا رَبَّكَ يَسِيْرًا لِّمَا مَالُوْنَهَا : (وہ کہنے لگے ہمارے لیے اپنے رب سے پوچھو کہ ہمیں اچھی طرح سمجھا دے کہ وہ کس قسم میں ہے) یہ پہلے سوال کا تکرار ہے جو گائے کی حالت اور صفت کے متعلق مزید انکشاف کیلئے کیا گیا تا کہ اچھی طرح وضاحت ہو جائے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ اگر وہ کسی بھی گائے کو لے کر ذبح کر دیتے تو وہ ان کے لیے کافی ہو جاتی۔ لیکن انہوں نے سختی کی پس اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر سختی کر دی۔ (رواہ البزار، وابن ابی حاتم) اور کسی چیز کے پیچھے پڑ جانا نحوست ہے۔

اِنَّ الْبَقْرَةَ تَشْبَهُ عَلَيْنَا : (بے شک گائے ہم پر مل جل گئی ہے) بلاشبہ درمیانی عمر اور زرد رنگ گائیں تو بہت ہیں پس ہمیں شبہ پڑ گیا ہے۔ (کہ کوئی گائے سے ہمارا مقصد پورا ہوگا)

وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ : (اور اگر اللہ نے چاہا تو ہم راہ پانے والے ہونگے) اللہ نے چاہا تو ہم گائے ذبح کرنے کی طرف راہ پانے والے ہیں۔ یا یہ مطلب ہے کہ ہم قاتل کے سلسلہ میں راہنمائی پالیں گے

منجور: ان شاء اللہ جملہ معترضہ ہے۔ جو ان کے اسم و خبر کے درمیان واقع ہے

ان شاء اللہ کی برکت:

حدیث میں ہے اگر وہ انشاء اللہ نہ کہتے ابد الابد تک اس گائے کا پتہ نہ پاتے۔ (ابن جریر بسند معصل)
 قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَا ذَلُولَ تُثِيرُ الْأَرْضَ: (کہا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وہ ایک گائے ہے نہ محنت والی نہ زمین) ذلول یہ
 بقرہ کی صفت ہے مطلب یہ ہے کہ بقرہ غیر ذلول یعنی محنت اور زمین میں جوتنے کا اسے عادی نہ بنایا ہو۔
 وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ: (اور نہ کھیتی کو پانی دیتی ہو) اور نہ وہ ان پانی کھینچنے والیوں میں سے ہو۔ جن سے کھیتوں کو پانی پلانے کا
 کام لیا جاتا ہے۔

نَحْوُ: پہلا لانا فیه اور دوسرا پہلے کی تاکید کے لیے لایا گیا۔ اس کا مطلب یہ ہوگا۔ کہ نہ اس سے زراعت کا کام لیا جاتا ہو اور نہ
 کھیتی کو پانی پلایا جاتا ہو۔ اس طرح دونوں فعل ذلول کی صفت ہیں۔ پس مطلب یہ ہوا وہ ہل چلانے اور پانی پلانے کی عادی نہ ہو۔
 مُسَلَّمَةٌ: (بے عیب ہو) وہ عمل کے اثرات اور عیوب سے پاک ہو۔

شیۃ کا مفہوم:

لَا شِیْئَةً فِيْهَا: (نہ ہوداغ اس میں) دوسرے رنگ کا۔ یعنی اس کے رنگ میں زردی کے سواء دوسرے رنگ کا ایک دھبہ بھی نہ ہو
 وہ مکمل زرد ہو یہاں تک کہ اس کے سینک اور کھر بھی۔

یہ اصل میں و شاہ و شیاً و و شیۃ کہتے ہیں۔ جب اس کے رنگ کے ساتھ دوسرا رنگ ملا ہو۔
 قَالُوا الثَّنِ جُنْتُ بِالْحَقِّ: (وہ بولے ہاں اب تو لایا ٹھیک بات) وہ کہنے لگے اب تم نے گائے کی پوری تعریف بیان کر دی۔ اور
 اس کے سلسلہ میں کوئی اشکال نہیں رہا۔

قراءت: ابو عمرو کہتے ہیں۔ جِئْتُ اور اس کا باب بلا ہمزہ ہے۔
 قَدْ بَحَّوْهَا: (پس انہوں نے اس کو ذبح کیا) پھر انہوں نے ایسی گائے حاصل کر لی جو ان تمام اوصاف کی جامع تھی۔ پھر اس کو
 ذبح کیا۔

تفسیر وما کا دوا:

وَمَا كَادُوا يَفْعَلُونَ: (اور وہ ایسا کرنے والے نہ تھے) نہ لگتے تھے کہ ایسا کریں گے۔ اس کی قیمت زیادہ ہونے کی وجہ سے یا
 قاتل کے ظاہر ہونے پر رسوائی کے خوف سے۔ روایت میں ہے کہ بنی اسرائیل کے ایک نیک آدمی کے ہاں ایک بچھڑی تھی۔ وہ
 اس کو درختوں کے جھنڈ میں لایا۔ اور چھوڑ کر کہنے لگا۔ اے اللہ اس کو میں تیری امان میں دیتا ہوں۔ اپنے بیٹے کے بڑا ہونے تک وہ
 اپنے والدین کے ساتھ احسان کرنے والا تھا۔ پس گائے سلامت رہی۔ وہ سب سے بہترین موٹی گائے تھی۔ پس انہوں نے اس
 یتیم اور بیوہ کے ساتھ سودا کیا۔ یہاں تک کہ اس کی کھال میں سونا بھر کر دینے کے بدلے میں خریدا۔ حالانکہ اس وقت گائے کی
 قیمت تین دینار ہوتی تھی۔ انہوں نے ان صفات والی گائے کو چالیس سال ڈھونڈا۔

وَإِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادَرَأْتُمُ فِيهَا ۖ وَاللَّهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُونَ ﴿۷۲﴾

اور جب تم نے ایک جان کو قتل کر دیا پھر اس کے بارے میں ایک دوسرے پر ڈالنے لگے اور اللہ تعالیٰ کو منظور تھا کہ اس کو ظاہر فرمائے جس کو تم چھپا رہے ہو،

فَقُلْنَا اضْرِبُوهُ بَعْضَهَا ۖ كَذَلِكَ يُخَيِّ اللَّهُ الْمَوْتَى ۚ وَيُرِيكُمُ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ

پس ہم نے حکم دیا کہ اس کا ایک حصہ اس میں مارو، ایسا ہی اللہ تعالیٰ زندہ فرماتا ہے مردوں کو، اور دکھاتا ہے تم کو اپنی نشانیاں تاکہ تم

تَعْقِلُونَ ﴿۷۳﴾

عقل سے کام لو۔

وجود فعل سے پہلے نسخ:

اصل یہ وضاحت مطلق کو مقید کرنے کی قسم سے ہے۔ پس نسخ ہوا اور فعل کے وجود سے قبل نسخ جائز ہے بلکہ اس پر اختیار سے قبل بھی ہمارے ہاں جائز ہے البتہ معتزلہ کا اس میں اختلاف ہے۔

وَإِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا : (جب تم نے ایک نفس کو قتل کیا) یہاں بھی اذکر و امقدر ہے۔ جماعت کو مخاطب کیا۔ کیونکہ واقعہ قتل ان میں پیش آیا تھا۔

ٹالنا کیا ہے؟

فَادَرَأْتُمُ فِيهَا : (پھر ایک دوسرے پر ٹالنے لگے) پس تم نے اختلاف کیا۔ اور اس کے معاملے میں ایک دوسرے سے جھگڑنے لگے۔ اس لیے کہ دونوں جھگڑنے والے اپنے سے بات کو ہٹا کر دوسرے پر دھرتے ہیں۔ یا تم نے اس کا قتل ایک دوسرے پر ڈالا پس جس پر ڈالا جاتا وہ ڈالنے والے پر ٹالتا یا پھینکنا بذات خود دھکیلنا ہے۔

صرف:

اور اس کا اصل تدارا تم ہے پھر تخفیف کے لیے تاء کو دال سے بدل کر اس کی جنس سے کر دیا۔ جو کہ فاء کلمہ ہے تاکہ ادغام ہو سکے۔ دال کو ساکن کیا۔ اس لیے کہ شرط ادغام پہلے کا ساکن ہونا ہے۔ پھر ہمزہ وصل بڑھایا۔ اس لیے کہ ساکن سے ابتداء ممکن نہیں۔

قراءت: ابو عمرو نے فَاذَرَأْتُمْ بغیر ہمزہ پڑھا ہے

وَاللَّهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُونَ : (اور اللہ تعالیٰ اس کو ظاہر کرنے والے تھے جو تم چھپاتے تھے)

یعنی ہر صورت ظاہر کرنے والے تھے۔ جو تم قتل کے معاملے میں چھپاتے تھے۔ کہ وہ اس کو چھپانہ رہنے دیں گے۔

مُخْرِجٌ : صیغہ اسم فاعل مخرج بمعنی مستقبل ہے۔ کیونکہ کلام کے وقت زمانہ مستقبل کی حکایت کر رہا ہے۔ اس لیے اسے عمل دیا

گیا۔ یہ جملہ معترضہ ہے جو معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان واقع ہوا ہے۔ اور وہ فادار اتم اور فقلنا ہے۔

اضربوہ کی ضمیر:

فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ: (ہم نے کہا تم مارو اس کو) اضربوہ میں ضمیر نفس کی طرف لوٹتی ہے اور مذکر لائی گئی ہے بتاویل شخص و انسان یا مقتول کی طرف لوٹتی ہے اس لیے کہ آیت ما کنتم تکنمون اسی پر دلالت کرتی ہے۔

بِبَعْضِهَا: (اس کے کسی حصے کے ساتھ) گائے کے ایک ٹکڑے سے اور وہ اس کی زبان تھی یا دائیں ران یا دم کی پڈی اور مطلب یہ ہوا کہ انہوں نے لیکر لگایا تو وہ زندہ ہو گیا۔

كَذٰلِكَ يُحْيِي اللّٰهُ الْمَوْتٰى: (اسی طرح اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کرتا ہے)

تفسیر آیت ۷۳:

كَذٰلِكَ يُحْيِي اللّٰهُ الْمَوْتٰى کی اس پر دلالت ہونے کی وجہ سے اس کو حذف کر دیا گیا۔ روایت میں ہے کہ جب انہوں نے اس کا ٹکڑا مردہ کو لگایا تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اور کہا کہ مجھے میرے فلاں فلاں چچا زاد بھائیوں نے قتل کیا ہے۔ یہ کہہ کر مردہ ہو کر گر پڑا۔ پس اس کے قاتل کو پکڑ لیا گیا۔ اور اس کے بدلے میں قتل کر دیا گیا۔ (اور اس کا قاتل میراث سے محروم رہا) اور اس کے بعد کوئی قاتل مقتول کا وارث نہیں ہوا (كَذٰلِكَ يُحْيِي اللّٰهُ الْمَوْتٰى)۔ نمبر ۱۔ خواہ یہ ان لوگوں کو خطاب ہو جو منکرین زمانہ نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں تھے۔

نمبر ۲: یا ان لوگوں کو خطاب ہو جو اس مقتول کے زندہ ہونے کے وقت موجود تھے۔

اس صورت میں معنی یہ ہے کہ ہم نے ان کو کہا اسی طرح اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کریں گے قیامت کے دن۔

وَيُؤَيِّنُكُمْ اِيَّاهُ: (اور تمہیں اپنی قدرت کی نشانیاں دکھاتا ہے) آیات سے مراد قدرت باری تعالیٰ کے دلائل ہیں

اندازِ دلیل:

لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ: (شاید کہ تم سمجھ جاؤ) پھر اپنی عقلوں کے مطابق عمل کرو۔ اور وہ یہ ہے جو ایک نفس کو زندہ کرنے کی قدرت رکھتا ہے وہ اسی طرح تمام مردوں کو بھی زندہ کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ اس میں کسی کی تخصیص نہیں۔

خصوصی نکات:

گائے کو ذبح کر کے مقتول کے جسم سے لگانے میں حکمت۔ نمبر ۱: یہ ہے کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ بلا واسطہ اس سبب کے بھی زندہ کر سکتے ہیں۔ مگر بتلایا کہ طلب کرنے پر عبادت کو عمدہ طریق سے پیش کرنا چاہیے۔

نمبر ۲: اور بندوں کو تعلیم دی کہ معاملات میں شدت نہ اختیار کریں۔ اور

نمبر ۳: جلدی سے بلا تفتیش اللہ تعالیٰ کے اوامر کی تعمیل کریں۔

نمبر ۴: کثرت سوال سے گریز کریں وغیرہ۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ دوسرے جانوروں کی بجائے خصوصیت سے گائے کے ذبح کرنے

کا حکم دیا۔ اس کی وجہ یہ ہے۔

نمبر ۱: اس لیے کہ وہ ان کے ہاں اونچی قسم کی قربانی شمار ہوتی ہے۔

نمبر ۲: اس لیے بھی کہ انہوں نے پچھڑے کی پوجا کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ ان کے معبود کی ان کے ہاتھوں ہی تذلیل ہو جائے

تنبیہ عجیب:

سوال: مناسب یہ تھا کہ مقتول کا تذکرہ اور اس کو گائے کا ٹکڑا لگانے کا حکم ذبح کے حکم سے مقدم ہوتا اور اس طرح کہا گیا (وَإِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادَرَأْتُمُ فِيهَا) فَقُلْنَا اذْبَحُوا بِقَرَّةٍ وَاصْرَبُوهُ بِبَعْضِهَا۔ کہ جب تم نے ایک نفس کو قتل کر کے اس کے معاملے کو ایک دوسرے پر ٹالا ہے۔ تو ہم نے کہا تم ایک گائے ذبح کرو۔ اور اس مقتول کو گائے کا کوئی ٹکڑا لگاؤ۔

جواب: لیکن اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے واقعات کو بیان کیا۔ اور ان سے سرزد ہونے والے گناہوں کو شمار کرنا کر موجودہ لوگوں کو ان پر خبردار کیا۔ یہ دونوں واقعات اگرچہ مستقل ہیں مگر ان میں سے ہر ایک ایک قسم کی تنبیہ اپنے اندر لئے ہوئے ہے پس پہلا واقعہ استہزاء پر تنبیہ کے لیے ہے اور اطاعت حکم میں فوری اطاعت نہ کرنے اور اس کے متعلقات پر تنبیہ ہے جبکہ دوسرا واقعہ حرمت والے نفس کو قتل کرنے اور اس کے پیچھے جو بڑی نشانی ظاہر ہوئی اس پر خبردار کرنے کے لیے ہے گائے کو ذبح کرنے والے واقعہ کو مقتول کے تذکرہ سے مقدم کیا کیونکہ اگر اس کا الٹ ہوتا۔ تو پھر یہ ایک ہی واقعہ بن جاتا۔ اور بار بار تنبیہ والا مقصد فوت ہو جاتا۔

عجیب نکتہ:

میرے دل میں دوسرے پورے واقعہ کو دیکھنے اور شروع سے قصہ دہرانے کے بعد ایک عجیب نکتہ پیدا ہوا کہ پہلے واقعہ کے ساتھ دوسرے واقعہ کو ضمیر سے ملایا۔ جو گائے کی طرف لوٹ رہی ہے گائے کا نام نہیں لیا۔ اس آیت میں فرمایا: اَصْرَبُوهُ بِبَعْضِهَا تاکہ دونوں کا الگ واقعہ ہونا معلوم ہو کر تنبیہ کا مقصد حاصل ہو۔ اور ادھر ضمیر گائے کی طرف لوٹتی ہے۔ اس لیے ایک ہی واقعہ ہونا معلوم ہوا۔

نکتہ: اس واقعہ سے اشارہ ملتا ہے کہ جو شخص یہ ارادہ رکھتا ہو۔ کہ وہ اپنے دل کو مشاہدات الہیہ سے زندہ کرے وہ اپنے نفس کو مختلف قسم کے مجاہدات سے مارے۔ پھر یہ مقصد حاصل ہوگا۔

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُمْ مِّنْ بَعْدِ ذَلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً وَإِنَّ

پھر اس کے بعد تمہارے دل سخت ہوئے، سو وہ ایسے ہو گئے جیسے پتھر ہوں یا ان سے بھی زیادہ سخت اور بلاشبہ

مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْأَنْهَارُ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَّا يَشَقُّ فَيَخْرُجُ

بعض پتھر ایسے ہیں جن سے نہریں جاری ہو جاتی ہیں اور بلاشبہ ان میں بعض ایسے ہیں جو پھٹ جاتے ہیں پھر

مِنْهُ الْمَاءُ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَّا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا

ان سے پانی نکلتا ہے۔ اور بلاشبہ ان میں بعض ایسے ہیں جو اللہ کے ڈر سے گر پڑتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ان کاموں سے بے خبر نہیں ہیں جن کو

تَعْمَلُونَ ﴿٧٤﴾

تم کرتے ہو۔

تَفْسِيْرُ آيَةِ ٤٢:

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُمْ (پھر سخت ہو گئے تمہارے دل) ثُمَّ یہاں استبعاد قسوت کیلئے ہے یعنی نرمی کے اتنے اسباب دیکھنے پر تمہاری قساوت بڑی بعید ہے۔

مِّنْ بَعْدِ: (اس کے بعد) ان مذکورہ اسباب کے بعد جو دلوں میں نرمی و رقت پیدا کرنے والے ہیں اور دلوں کی صفت قسوت سے کرنا درحقیقت وعظ و عبرت سے ان کے انکار کی تمثیل ہے

ذَلِكَ: (اس) اس احیاء مقتول کے بعد ذلک کا مشارالیه احیاء مقتول ہے۔ یا وہ تمام مقررہ نشانیاں جو پہلے گزریں۔

نَحْوِ لَطَافِ:

فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ: (پس وہ پتھر کی طرح) وہ اپنی سختی میں پتھر کی طرح ہیں۔

أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً: (یا اس سے زیادہ سخت) یا اس سے سختی میں زیادہ بڑھ کر ہیں۔ اشد کا عطف کاف پر ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔

او مثل اشد قسوة۔ مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کے قائم مقام کر دیا۔ یا وہ بذات خود اس سے زیادہ سخت ہیں۔

مطلب یہ ہوا کہ جو ان دلوں کا حال پہچانے تو وہ ان کو پتھر سے تشبیہ دے یا کسی اور جوہر سے جو پتھر سے زیادہ سخت ہو اور وہ لوہا ہے۔

یا پہچاننے والا ان کو پتھر سے تشبیہ دے یا وہ کہے کہ یہ پتھروں سے زیادہ سخت ہیں۔ اشد کے لفظ میں جو مبالغہ ہے وہ کسی کے لفظ میں

نہیں اور مفضل علیہ یعنی حجارہ کے لیے ضمیر نہیں لائی گئی کیونکہ وہ ظاہر تھا۔ اور اس میں کوئی التباس نہیں مثلاً کہتے ہیں زید کریم

و عمرو اکرم۔

تختی کا بیان:

وَإِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْأَنْهَارُ: (اور بے شک بعض پتھروں سے نہریں پھوٹ کر نکلتی ہیں) یہ پتھروں سے ان کے دلوں کی تختی کے زیادہ ہونے کا بیان ہے۔

صرف: مَا يَهْدِي الذِّی کے معنی میں ہے۔ موضع نصب میں اِنَّ کا اسم ہے اور لام تاکید کا ہے۔
التفجر: کسی چیز کا زیادہ اور کثرت سے کھلنا۔

وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقُّقُ: (اور بعض ان میں پھٹ جاتے ہیں) اس کا اصل یتشقق ہے اعمش نے اس طرح پڑھا ہے تاہم کوشین سے بدل کر اس میں ادغام کر دیا۔

فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَاءُ: (پس ان سے پانی نکلتا ہے) یعنی پتھروں میں ایسے پتھر بھی ہیں۔ جن میں بڑے بڑے سوراخ ہوتے ہیں۔ جن سے کثیر پانی ٹھاٹھیں مار کر ابلتا ہے اور بعض پتھر ایسے ہیں جو لمبائی یا چوڑائی میں پھٹ جاتے ہیں۔ پھر ان سے بھی پانی اُبلنے لگتا ہے۔ مگر ان کے دلوں میں تری بھی نہیں۔ (یعنی منفعت کا نام بھی نہیں)

وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ: (اور بعض ان میں سے گر پڑتے ہیں) پہاڑ کی بلندی سے گر پڑتے ہیں۔

خشیت کی حقیقت:

مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ: (اللہ کے خوف سے) نمبر ۱: بعض نے کہا کہ یہ مجاز ہے مراد اللہ تعالیٰ کے حکم کا مطیع ہونا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ ان میں ارادہ کرتے ہیں۔ اس سے باز نہیں رہتے مگر ان کفار کے دل نہ اطاعت اختیار کرتے ہیں اور نہ ہی وہ کرتے ہیں جس کا انہیں حکم ملتا ہے۔

نمبر ۲: یہ بھی کہا گیا کہ خشیت کا حقیقی معنی مراد ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ ان میں زندگی و تمیز پیدا کر دیتے ہیں۔ اور کسی جسم میں زندگی اور تمیز کے لیے کسی خاص معصیت کا ہونا ضروری نہیں۔ عند اهل السنة۔ اور قرآن مجید میں سورۃ حشر کی آیت نمبر ۲۱۔
لَوْ أَنزَلْنَا هَذَا الْقُرْآنَ عَلَى جَبَلٍ کی تفسیر بھی اسی طرح ہے۔ یعنی ان کے دل نہیں ڈرتے۔

وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ: (اور اللہ تعالیٰ اس سے بے خبر نہیں جو تم کرتے ہو) یہ کفار کو دھمکی ہے ابن کثیر مکی نے تعملون کو بے عملوں سے تعملون پڑھا۔

أَفَتَطْمَعُونَ أَنْ يُؤْمِنُوا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُونَ كَلِمَ اللَّهِ ثُمَّ

کیا تم لوگ یہ امید رکھتے ہو کہ یہودی تمہارے کہنے سے ایمان لے آئیں گے اور حال یہ ہے کہ ان میں سے کچھ لوگ ایسے تھے جو اللہ کا کلام سنتے رہے ہیں۔ پھر

يُحَرِّفُونَهُ مِن بَعْدِ مَا عَقَلُوهُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿۷۵﴾

اس میں تحریف کرتے رہے ہیں۔ اس کے بعد کہ وہ اس کو سمجھتے تھے اور جانتے تھے۔

تفسیر آیت ۷۵:

أَفَتَطْمَعُونَ: (کیا تم توقع رکھتے ہو) یہ خطاب رسول اللہ ﷺ اور مومنین کو فرمایا۔

أَنْ يُؤْمِنُوا لَكُمْ: (کہ وہ تم پر اعتماد کریں) کہ تمہاری دعوت کی وجہ سے ایمان لے آئیں گے۔ اور تمہاری بات قبول کر لیں گے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ العنکبوت آیت نمبر ۲۶ میں فرمایا فَاْمِنْ لَّهٗ لَوْطَ (ان کی دعوت پر لوط ایمان لائے) یعنی یہ یہود۔

وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ: (حالانکہ ان میں ایک جماعت ایسی ہے) یعنی ان میں سے جو گزرے ایک گروہ ہے

يَسْمَعُونَ كَلِمَ اللَّهِ: (جو اللہ تعالیٰ کا کلام سنتے ہیں) یعنی تورات

ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُ: (پھر اس کو بدل دیتے ہیں) جس طرح انہوں نے صفات رسول اللہ ﷺ اور آیت رحم کو بدل ڈالا۔

مِنْ بَعْدِ مَا عَقَلُوهُ: (اس کے بعد کہ انہوں نے اس کو سمجھا) اور عقلوں میں منضبط کر لیا۔ بٹھالیا

تحریف ان کی عادت:

وَهُمْ يَعْلَمُونَ: (اور وہ جانتے ہیں) کہ وہ جھوٹے مفتری ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ کفر اور تحریف ان کی پرانی عادت ہے۔

وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَا بِعَضُّهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ قَالُوا

اور جب ملاقات کرتے ہیں ان لوگوں سے جو ایمان لائے تو کہتے ہیں ہم ایمان لے آئے ہیں اور جب آپس میں ایک دوسرے کے پاس تنہائی میں ہوتے ہیں تو کہتے ہیں

أَتُحَدِّثُكَ نَحْنُ بِمَا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَاجُّوكُمْ بِهِ عِنْدَ رَبِّكُمْ ؕ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿٧٦﴾

کیا تم ان کو وہ چیزیں بتاتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے تم پر کھولی ہیں تاکہ یہ لوگ ان کے ذریعے اللہ کے پاس حجت میں تم کو مغلوب کر دیں۔ کیا تم سمجھ نہیں رکھتے ہو؟

أَوَلَا يَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ﴿٧٧﴾

کیا یہ لوگ نہیں جانتے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ چھپاتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں۔

وَإِذَا لَقُوا: (جب وہ ملتے ہیں) یعنی منافقین یا یہود

الَّذِينَ آمَنُوا: (ایمان والوں سے) یعنی اصحاب محمد ﷺ میں سے مخلص لوگوں سے۔

قَالُوا: (کہتے ہیں) منافقین۔

آمَنَّا: (ہم ایمان لائے) کہ تم حق پر ہو اور محمد ﷺ ہی رسول ہیں جن کے متعلق بشارت دی گئی ہے۔

وَإِذَا خَلَا بِعَضُّهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ: (جب وہ ایک دوسرے کے پاس اکیلے ہوتے ہیں) وہ لوگ جو منافق نہیں ان لوگوں کے پاس جو منافق ہیں۔

قَالُوا: (وہ کہتے ہیں) ان کو عتاب کرتے ہوئے۔

أَتُحَدِّثُكَ نَحْنُ بِمَا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ: (کیا تم کہتے ہو ان کو) یعنی کیا تم اصحاب محمد ﷺ کو اطلاع دیتے ہو۔

بِمَا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ: (جو اللہ تعالیٰ نے تم پر ظاہر کیا) جو اللہ تعالیٰ نے تم پر تورات میں محمد ﷺ کی حالت بیان کی ہے۔

لِيُحَاجُّوكُمْ بِهِ عِنْدَ رَبِّكُمْ: (تاکہ وہ تم سے جھگڑیں اس کے ذریعے تمہارے رب کے پاس)۔ تاکہ وہ تمہارے خلاف دلیل

بنائیں اس چیز کو جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں تمہارے اوپر اتاری ہے۔ انہوں نے اپنے خلاف تورات سے حجت کو اور ان کی

اس بات کو کہ یہ تمہاری کتاب میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں حجت قرار دیا۔ جیسے کہتے ہیں (ہو فی کتاب اللہ تعالیٰ

ہا کذا) وہ مضمون اللہ تعالیٰ کی کتاب میں اس طرح ہے وہم عند اللہ ہلکذا، اور وہ اللہ کے ہاں بھی اس طرح ہے۔ ان

دونوں باتوں کا ایک ہی مطلب ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہاں مضاف مضمّر ہے یعنی عند کتاب ربکم۔ تاکہ تمہارے رب کی کتاب میں جھگڑا کریں۔

تیسرا قول یہ ہے کہ تاکہ وہ تم سے مجادلہ اور اس کے ذریعہ مخاصمہ کریں۔ تمہارے رب کے ہاں جو تم نے ان کو کہا۔ وہ مسلمان

کہیں گے کہ تم نے کفر کیا اس کی سچائی کی اطلاع پانے کے باوجود۔

وَمِنْهُمْ أُمِّيُّونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ إِلَّا أَمَانِي وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ ۝۷۸

اور ان میں ایسے لوگ ہیں جو ان پڑھ ہیں کتاب کا علم نہیں رکھتے۔ سوائے آرزوؤں کے اور وہ لوگ صرف گمانوں میں پڑے ہوئے ہیں

قَوْلٌ لِلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَذَا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ

سو بڑی خرابی ہے ان لوگوں کیلئے جو کتاب کو لکھتے ہیں اپنے ہاتھوں سے پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے

لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا قَوْلٌ لَهُمْ مِمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَقَوْلٌ لَهُمْ

تاکہ اس کے ذریعہ خرید لیں تھوڑی سی قیمت، سو بڑی ہلاکت ہے ان کے لئے بھجاس کے جو ان کے ہاتھوں نے لکھا ہے۔ اور بڑی ہلاکت ہے ان کے لئے

مِمَّا يَكْسِبُونَ ۝۷۹

اس کی وجہ سے جسے وہ کسب کرتے ہیں۔

أَفَلَا تَعْقِلُونَ: (کیا تم سمجھتے نہیں) کہ یہ تمہارے خلاف دلیل ہے۔ اس طرح کہ تم اس کا اعتراف کرتے ہو پھر اس کی پیروی نہیں کرتے ہو۔

أَوْ لَا يَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ: (کیا وہ لوگ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے) تمام باتیں۔
مَا يُسْرُونَ وَمَا يُعْلِنُونَ: (جو وہ ظاہر کرتے ہیں اور جو وہ چھپاتے ہیں) ایک ان میں سے ان کا کفر چھپانا اور ایمان ظاہر کرنا بھی تھا۔

وَمِنْهُمْ أُمِّيُّونَ: (اور بعض ان میں ان پڑھ ہیں) یعنی یہود میں سے وہ اچھی طرح لکھنا نہیں جانتے کہ تورات کا مطالعہ کر لیتے اور ان کو یقین سے اس کے مضامین معلوم ہو جاتے۔

لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ: (وہ کتاب کو نہیں جانتے) کتاب سے مراد تورات ہے۔

امانی کی تفسیر:

إِلَّا أَمَانِي: (مگر تمنائیں) نمبر ۱: مگر وہ تمنائیں جن میں وہ مبتلا تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کو معاف کر دیں گے اور ان پر رحم فرمائیں گے۔ اور ان کو چند دنوں آگ میں جانا پڑے گا۔

نمبر ۲: دوسرا قول یہ ہے مگر وہ من گھڑت جھوٹی باتیں جو انہوں نے اپنے علماء سے سن کر ان کو تقلیدی طور پر تسلیم کر لیا تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اس قول میں تمنیٰ کا یہی معنی ہے۔ ما تمنیت منذ اسلمت۔ کہ میں نے اسلام لانے کے بعد آج تک جھوٹ نہیں بولا۔

تیسرا قول یہ ہے مگر وہ جو پڑھتے تھے۔ جیسا کہ شاعر کے اس قول میں تمنیٰ کا یہی معنی ہے۔

تمنیٰ کتاب اللہ اول لیلۃ و آخر ہا لاقی حمام المقادر

رات کے پہلے حصہ اور پچھلے میں وہ اللہ کی کتاب پڑھتا۔ اور اس کی مقدر موت اسی حالت میں آئی۔ اب آیت کا مطلب یہ ہوا۔ کہ یہ یہود کتاب منزل کی حقیقت کو نہیں پہچانتے البتہ یہ ایسی چیزیں پڑھتے ہیں۔ جو انہوں نے اپنے احبار سے حاصل کی ہیں۔ اس صورت میں استثناء منقطع ہے۔

وَأَن هُمْ: (نہیں ہیں وہ)

إِلَّا يَظُنُّونَ: (یہ ان کا خیال ہی خیال ہے) یعنی وہ نہیں جانتے اس میں کیا ہے؟ پس آپ کی نبوت کا انکار محض گمان سے کرتے ہیں۔

سابقہ آیات سے ربط:

رَبِّطْ: ان آیات میں ان علماء کا ذکر کیا۔ جنہوں نے علم کے باوجود محض عناد سے تحریف کی۔ پھر ان کے عوام کا ذکر کیا۔ جنہوں نے ان کی اندھا دھند تقلید کی۔

فَوَيْلٌ: (ہلاکت ہے) حدیث میں ہے کہ ویل جہنم کی ایک وادی کا نام ہے۔ (رواہ ابن المبارک فی الزوائد عن ابی سعید الخدری) لِلَّذِينَ يَكْتُمُونَ الْكِتَابَ: (ان پر جو لکھتے ہیں کتاب) تحریف شدہ بَايِدِيهِمْ: (اپنے ہاتھوں سے) اپنی طرف سے بغیر اس کے کہ ان پر اتاری گئی۔ یہاں ہاتھوں کا تذکرہ تاکید کے لیے ہے۔ اور یہ مجازی تاکید ہے۔

ثُمَّ يَقُولُونَ هَذَا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ لَيْسَ شَرُّوْا بِهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا: (پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے کہ اس کے ذریعے سے تھوڑا سا مال لیں) ثَمَنًا قَلِيْلًا کا معنی معمولی عوض

فَوَيْلٌ لَهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُونَ: (پس ان پر ہلاکت ہے جو ان کے ہاتھوں نے لکھا اور ہلاکت ہے ان کی کمائی سے)۔ یعنی رشوت

وَقَالُوا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّا اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً ۖ قُلْ اَتَّخَذْتُمْ

اور انہوں نے کہا کہ ہم کو ہرگز آگ نہ چھوئے گی مگر چند دن گنتی کے، آپ فرمائیے کیا تم نے

عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهُ اَمْ تَقُولُوْنَ عَلٰی اللّٰهِ مَا لَا

اللہ تعالیٰ سے کوئی عہد لے لیا ہے، سو اللہ تعالیٰ اپنے عہد کے خلاف نہ کرے گا یا اللہ کے ذمہ ایسی بات لگا رہے ہو جس کا تمہیں

تَعْلَمُوْنَ ۝۸۰

علم نہیں ہے۔

وَقَالُوا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّا اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً : (وہ کہتے ہیں کہ ہم کو نہیں چھوئے گی آگ مگر گنتی کے دن) چالیس دن جتنے دنوں پچھڑے کی عبادت کی تھی۔

حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ یہود کہتے تھے کہ دنیا کی عمر کل چھ ہزار سال ہے اور ہمیں ایک ہزار سال کے بدلے ایک دن عذاب دیا جائے گا۔ (اس طرح گویا چھ دن عذاب ہو کر ساتویں دن چھٹی)

قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا : (کہہ دیں کیا تم نے کوئی وعدہ) یعنی اس نے تم سے عہد کیا کہ وہ تمہیں اتنی ہی مقدار میں عذاب دے گا۔

فَلَنْ يُخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهُ : (کہ ہرگز اللہ تعالیٰ خلاف نہ کرے گا اپنے عہد کے) یہ محذوف سے تعلق رکھتا ہے اصل کلام اس طرح ہوا۔ ان اتخذتم عند الله عهدا فلن يخلف الله عهده۔ اگر تم نے اللہ سے عہد لیا ہے پھر تو ہرگز اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہ فرمائیں گے۔

اَمْ تَقُولُوْنَ عَلٰی اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ : (یا تم کہتے ہو اللہ تعالیٰ پر جو نہیں جانتے)

ام کی اقسام:

تفسیر اول: اَمْ معادلہ کے لیے ہے۔ کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کے متعلق وہ کہتے ہو جو تم جانتے ہو یا تم اس کے بارے میں وہ کہتے ہو جو نہیں جانتے۔

دوسری تفسیر: اَمْ منقطعہ۔ بل کے معنی میں ہے بلکہ تم اللہ تعالیٰ کے متعلق وہ بات کہتے ہو جو تم نہیں جانتے۔

بَلٰی مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّ اَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيئَتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۸۱﴾

ہاں جس نے گناہ کیا اور اس کے گناہ نے اس کو گھیر لیا تو ایسے لوگ دوزخ والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۸۲﴾

اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے یہ لوگ جنت والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

وَ اِذْ اَخَذْنَا مِثْقٰٓتِ بَنِيْ اِسْرَآءِیْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ قَفًّا وَاُولٰٓئِكَ اِلٰهِنَا

اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے مضبوط عہد لیا کہ تم صرف اللہ کی عبادت کرو گے اور والدین کے ساتھ اور

وَّذٰی الْقُرْبٰی وَالْيَتٰمٰی وَالْمَسٰكِيْنَ وَقَوْلُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ

قربت داروں اور یتیموں کے ساتھ اور مسکینوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو گے اور عام لوگوں سے اچھی بات کہنا اور نماز قائم کرنا

وَاَتُوا الزَّكٰوةَ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۸۳﴾

اور زکوٰۃ دینا، پھر تم نے روگردانی کی مگر تم میں سے تھوڑے سے لوگوں نے، اور تم اعراض کرنے والے ہو

بلی: (کیوں نہیں) نفی کے بعد اثبات کے لیے ہے وہ نفی یہ ہے لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ۔ یعنی کیوں نہیں تمہیں آگ ہمیشہ کے لیے چھوئے گی۔ اس کی دلیل یہ ارشاد الہی ہے هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ کہ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔
مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً: (جس نے برائی کی) سَیِّئَةً سے مراد شرک ہے۔

تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہما:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد رحمہ اللہ کی یہی تفسیر ہے۔

وَ اَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيئَتُهٗ: (اور گھیر لیا اس کو اس کے گناہوں نے) یعنی اس پر نجات کے راستے بند ہو گئے اس طرح کہ اس کی موت اس پر واقع ہوئی۔ پھر اگر ایمان کی حالت میں موت آئی تو سب سے بڑی طاعت یعنی ایمان اس کے پاس ہے اس لیے گناہ اس کا احاطہ کر ہی نہیں سکتا۔

ردِ خوارج:

گویا یہ نص اس کو شامل ہی نہیں۔ اس تعبیر سے معتزلہ اور خوارج کا اعتراض باطل ہو جاتا ہے احاطہ کی تفسیر ایک یہ بھی ہے کہ گناہ اس پر حاوی ہو گئے اور مسلط ہو گئے جیسا کہ دشمن حاوی ہو جاتا ہے اور اس نے توبہ کر کے ان سے چھٹکارہ حاصل نہیں کیا۔
قرأت: مدنی رحمہ اللہ نے خطباتہ، یا سے پڑھا ہے۔

فَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ: (وہ آگ والے ہیں اور اس میں ہمیشہ رہیں گے)

تَفْسِيرُ آیت ۸۲:

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ: (اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے وہ جنت والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے)

تَفْسِيرُ آیت ۸۳:

وَإِذَا أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَآءَ قِيلَ: (اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے پکا وعدہ لیا)
مِيثَاقَ۔ انتہائی پختہ و موکد عہد کو کہتے ہیں۔

خبر بصورتِ نبی:

لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ: (تم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا) یہ نبی کے انداز میں خبر ہے جیسا تم کہو۔ تذهب الی فلان تقول لہ کذا سے مقصود حکم دینا ہے کہ فلاں کے پاس جا اور اس کو اس طرح کہہ۔ یہ صراحتِ امر و نبی سے زیادہ بلغ ہے کیونکہ یہ اسی طرح ہے گویا کہ بات ماننے اور انتہاء تک پہنچنے میں جلدی کی گئی اور وہ اس کے متعلق خبر دے رہا ہے۔ اور اس معنی کی معاونت حضرت ابی بنی علیؓ کی قراءت لا تعبدوا اور ان کا قول و قولوا کر رہا ہے یہاں قول مضموم ہے۔

قراءت: مکی و حمزہ، علی نے لا یعبدون پڑھا۔ کیونکہ بنی اسرائیل اسم ظاہر ہے۔ اور تمام اسماء ظاہرہ غیب ہیں۔ اب معنی یہ ہے کہ وہ عبادت نہ کریں مگر اللہ کی جب اُن حذف ہوا تو آخر میں رفع آگیا۔

وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا: (اور والدین کے ساتھ احسان کرنا) یعنی تم احسان کرو۔ یہ امر مقدر مانا تا کہ امر پر عطف صحیح ہو جائے۔ اور وہ قولوا ہے۔

وَذِي الْقُرْبَى: (اور رشتہ داروں کے) رشتہ داری۔

یتیم کا معنی:

وَالْيَتَامَى: (اور یتیموں) جمع یتیم جس کا باپ بلوغت سے قبل یا بلوغت تک فوت ہو جائے اس لیے کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: لَا يَتَمُّ بَعْدَ الْبُلُوغِ۔ بلوغت کے بعد یتیمی نہیں (ابوداؤد)

وَالْمَسَاكِينِ: (اور مساکین کے ساتھ) جمع مسکین۔ وہ جس کو حاجت نے ٹھہرا دیا ہو۔

وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا: (اور تم کہو لوگوں کو اچھی بات) قول حسن اچھی بات جو فی نفسہ خوبی والی ہو۔

قراءت: حمزہ، علی نے حَسَنًا پڑھا ہے۔

وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ ثُمَّ تَوَكَّلْهُمْ: (اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو پھر تم نے منہ موڑا) ميثاق سے پھر گئے اور اس کا انکار کر دیا۔

وَإِذَا أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ لَ تَسْفِكُونَ دِمَاءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُونَ أَنْفُسَكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ أَقْرَرْتُمْ وَأَنْتُمْ تُشْهَدُونَ ﴿۸۵﴾

اور جب ہم نے تم سے عہد لیا کہ تم آپس میں خونریزی نہ کرو گے اور ایک دوسرے کو اپنے گھروں سے

نہ نکالو گے پھر تم نے اس کا اقرار کیا اور تم اس کی گواہی بھی دیتے ہو۔ پھر تم وہ لوگ ہو جو قتل کرتے ہو اپنی جانوں کو

وَتُخْرِجُونَ فَرِيقًا مِنْكُمْ مِنْ دِيَارِهِمْ تَظْهَرُونَ عَلَيْهِمْ بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ط

اور نکالتے ہو انہوں میں سے ایک جماعت کو ان کے گھروں سے، ان کے مقابلہ میں مدد کرتے ہو گناہ اور زیادتی کے ساتھ،

وَإِنْ يَأْتُوكُمْ أُسْرَىٰ تَفْدُوهُمْ وَهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ إِخْرَاجُهُمْ ط أَفْتُونُونَ

اور اگر وہ آجائیں تمہارے پاس قیدی ہونے کی حالت میں تو تم ان کی جان کا بدلہ دیکر چھڑا لیتے ہو حالانکہ ان کا نکالنا تم پر حرام تھا۔ کیا تم کتاب کے بعض حصہ پر ایمان

بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَاءُ مَنْ يَفْعَلُ ذَلِكَ مِنْكُمْ إِلَّا خِزْيٌ

لاتے ہو اور بعض کے منکر ہوتے ہو۔ سو کیا جزا ہے اس کی جو تم میں سے ایسا کام کرے سوائے اس کے کہ دنیاوی زندگی میں

فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ يُرَدُّونَ إِلَىٰ أَشَدِّ الْعَذَابِ ط وَمَا اللَّهُ

رسوا ہو، اور قیامت کے دن سخت ترین عذاب میں پہنچا دیئے جائیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ

بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿۸۶﴾

غافل نہیں ہے ان کاموں سے جو تم کرتے ہو۔

إِلَّا قَلِيلًا مِّنْكُمْ: (مگر تھوڑے تم میں سے) یہ کہا گیا ہے یہ وہ لوگ ہیں جو ان میں سے ایمان لے آئے

وَأَنْتُمْ مُّعْرِضُونَ: (اور تم اعراض کرنے والے تھے) تم ایسی قوم ہو کہ تمہاری عادت اعراض کرنا اور وعدوں سے پھرنا ہے۔

قتل و اخراج نفس کی تفسیر:

وَإِذَا أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ لَ تَسْفِكُونَ دِمَاءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُونَ أَنْفُسَكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ: (جب ہم نے تم سے پختہ وعدہ لیا

کہ تم ایک دوسرے کا خون نہ بہانا اور نہ نکالنا ایک دوسرے کو ان کے گھروں سے)

تفسیر نمبر ۱: یعنی تم ایک دوسرے کے ساتھ ایسا نہ کرو۔ دوسرے آدمی کو خود اس کا نفس قرار دیا۔ کیونکہ تمام اصل کے ایک ہونے کی

وجہ سے یا دین کے ایک ہونے کی وجہ سے متصل ہیں۔

تفسیر نمبر ۲: جب اس نے دوسرے کو قتل کر دیا تو گویا اس نے اپنے آپ کو قتل کیا اس لیے کہ اس سے قصاص لیا جائے گا۔ اور اس کے بدلے میں قتل کیا جائے گا۔

ثُمَّ أَقْرَرْتُمْ: (پھر تم نے اقرار کیا) یعنی میثاق کے ذریعہ اقرار کیا اور اس کو اپنے اوپر لازم کرنے کا اعتراف کیا

تفسیر شہادۃ:

وَأَنْتُمْ تَشْهَدُونَ: (اور تم گواہ ہو) نمبر ۱۔ گواہ ہو تم اس پر۔ جیسا کہتے ہیں فلان مَقْرَرٌ عَلَى نَفْسِهِ بِكَذَا، شاہد علیہا۔ جبکہ وہ اس کا پختہ وعدہ کرنے والا ہو۔

تفسیر نمبر ۲: اور تم آج بھی گواہی دیتے ہو کہ تمہارے اسلاف نے اس میثاق کا اقرار کیا تھا۔

ثُمَّ أَنْتُمْ هَؤُلَاءِ: (پھر تم وہی ہو) یہ ان کی طرف قتل و جلا وطنی دشمنی میں حد سے نکلنے کی نسبت سے کہا گیا۔ کہ میثاق لیے جانے اور اقرار و شہادت کے بعد یہ بات تم سے بہت ہی بعید ہے۔

نَحْمُ: انتم، مبتداء اور هَؤُلَاءِ بمعنی الذین ہے۔

تَقْتُلُونَ أَنْفُسَكُمْ: (قتل کرتے ہو ایک دوسرے کو) یہ هَؤُلَاءِ کا صلہ ہے۔ اور یہ صلہ موصول مل کر خبر ہے

وَتُخْرِجُونَ فَرِيقًا مِّنْكُمْ مِّن دِيَارِهِمْ: (اور نکالتے ہو ایک جماعت کو ان کے گھروں سے) اللہ تعالیٰ کے میثاق کا لحاظ و پاس کیے بغیر۔

تَظْهَرُونَ عَلَيْهِمْ: (ایک دوسرے کی مدد کرتے ہو ان کے مقابلے میں)

قراءت: کوئی کے ہاں تخفیف کے ساتھ ہے دیگر قراء تشدید سے پڑھتے ہیں۔ جنہوں نے تخفیف کی تو انہوں نے ایک تاء کو حذف کر دیا۔ پھر ایک قول میں وہ دوسری تاء ہے اس لیے کہ ثقل کا باعث وہی ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ پہلی تاء ہے جن قراء نے تشدید پڑھی۔ انہوں نے تائے دوم کو ظا سے بدل کر اس میں ادغام کر دیا۔

تَفْسِيرٌ: تم تعاون کرتے ہو۔

بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ: (گناہ اور دشمنی کے ساتھ) معصیت اور ظلم کے ساتھ۔

وَأَنْ يَأْتُواكُمُ اسْرَآئِ تَفْدُوهُمْ: (اگر وہی لوگ تمہارے پاس قید ہو کر آئیں تو ان کا فدیہ دیتے ہو)

قراءت: نمبر ۱: ابوعمر نے اساری تَفْدُوهُمْ

نمبر ۲: مکی و شامی قراء تَفْدُوهُمْ

نمبر ۳: حمزہ اساری تَفْدُوهُمْ

نمبر ۴: علی اساری تَفَادُوهُمْ

لغت میں فدی فادی کا ایک ہی معنی ہے۔

مُخَوِّرٌ: اساری جمع اسیر ہے اسی طرح اُسری بھی جمع اسیر ہے یہ حال ہے۔

ہو ضمیر کی وضاحت:

وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ: (حالانکہ وہ حرام ہے تم پر)

نمبر ۱: یہ ضمیر شان ہے۔

نمبر ۲: یہ ضمیر مبہم ہے جس کی تفسیر اخراجہم ہے۔

اِخْرَاجُهُمْ: (ان کا نکالنا)

اَقْتَوْ مِنْهُمْ بَعْضَ الْكِتَابِ: (کیا مانتے ہو کتاب کی بعض باتیں) بعض کتاب سے مراد قیدیوں کا فدیہ ادا کرنا۔

وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ: (اور نہیں مانتے بعض باتیں) قتال اور جلاوطن کر کے۔

چار قول:

سدی کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے چار عہد لیے۔

نمبر ۱: قتل نہ کرو۔ نمبر ۲: جلاوطن نہ کرو۔ نمبر ۳: برائی میں معاونت نہ کرو۔ نمبر ۴: قیدیوں کا فدیہ دو۔

انہوں نے قیدیوں کے فدیہ والے حکم کے علاوہ باقی تمام حکم چھوڑ دیئے۔

تفسیر آیت ۸۵:

فَمَا جَزَاءُ مَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ مِنْكُمْ إِلَّا خِزْيٌ: (پس کچھ سزا نہیں اس کی جو تم میں سے ایسا کرے مگر رسوائی) خیزی کا معنی رسوائی و ذلت ہے۔

فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرَدُّونَ إِلَىٰ أَشَدِّ الْعَذَابِ: (دنیا کی زندگی میں اور قیامت کے دن ان کو سخت عذاب کی طرف لوٹایا جائے گا) نمبر ۱: عذاب وہ جس میں نہ آرام ہو اور نہ خوشی۔

نمبر ۲: دنیا کے عذاب سے سخت تر عذاب کی طرف ان کو لوٹایا جائے گا)

وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ: (اور اللہ تعالیٰ بے خبر نہیں اس سے جو تم کر رہے ہو)

قرأت: نافع، ابوبکر، یحییٰ نے تعملون کو یعملون پڑھا ہے۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرُوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے دنیاوی زندگی کو آخرت کے بدلہ مول لے لیا ، سو نہ ہلکا کیا جائے گا ان سے عذاب

وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ﴿۸۶﴾

اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔

تفسیر آیت ۸۶:

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرُوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ :

(یہی لوگ ہیں جنہوں نے مول لے لی ہے دنیا کی زندگی آخرت کے بدلے) یعنی انہوں نے اس کو آخرت پر ترجیح دی۔

جیسا کہ خریدار بعض اشیاء کو چنتا ہے۔

فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ :

(پس ان سے کم نہ کیا جائے گا عذاب اور نہ ان کی مدد کی جائے گی) عذاب دور کرنے میں ان کی کوئی مدد نہ کرے گا۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَقَفَّيْنَا مِنْ بَعْدِهِ بِالرُّسُلِ ز وَآتَيْنَا عِيسَى

اور یہ بات واقعی ہے کہ ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور ان کے بعد پے در پے رسول بھیجے، اور دیئے ہم نے عیسیٰ بن مریم

ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ وَأَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ ط أَفَكُلَّمَا جَاءَكُمْ رَسُولٌ

کو واضح دلائل، اور ان کی تائید کی ہم نے روح القدس کے ذریعہ، کیا جب کبھی کوئی پیغمبر تمہارے پاس ایسے احکام لایا جو

بِمَا لَا تَهْوَى أَنْفُسُكُمْ اسْتَكْبَرْتُمْ ۚ فَفَرِيقًا كَذَّبْتُمْ ز وَفَرِيقًا تَقْتُلُونَ ﴿۸۷﴾

تمہارے نفسوں کو گوارا نہ تھے تو تم نے تکبر کیا، سو ایک جماعت کو تم نے جھٹلایا اور ایک جماعت کو قتل کرتے رہے ہو۔

تفسیر آیت ۸۷:

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ: (اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی) الكتاب سے مراد تورات ہے جو اکٹھی اتاری گئی
وَقَفَّيْنَا مِنْ بَعْدِهِ بِالرُّسُلِ: (اور ان کے بعد پے در پے رسول بھیجے) عرب کہتے ہیں قفاه جب کوئی گردن کے پیچھے سے
آئے۔ جیسے ذنب یہ ذنب سے ہے۔ اور قفاه بہ پیچھے چلنا چلانا مطلب یہ ہے کہ ہم نے ان کے پیچھے بہت سے رسول بھیجے۔ اور وہ
یوشع، اشمویل، شمعون، داؤد، سلیمان، شعیا، وارمیا، عزیر، حزقیل، الیاس، الیسع، یونس، زکریا،
یحییٰ وغیرہم۔

وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ: (اور عیسیٰ بن مریم کو کھلے معجزات دیئے) مریم کا معنی خادم ہے اس کا وزن علماء نحو کے ہاں
مفعل ہے کیونکہ فعیل کا وزن ثابت نہیں۔

مراد بینات:

الْبَيِّنَاتِ: واضح معجزات مثلاً مردوں کو زندہ کرنا مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو درست کرنا معجزات کی خبریں دینا۔

وَأَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ: (اور قوت دی جبرائیل امین سے) القدس کا معنی طہارت ہے

القدس کا معنی:

قراءت: الْقُدُس ابن کثیر مکی کے نزدیک جہاں بھی آئے گا دال کے سکون سے پڑھا جائے گا۔ روح القدس کا معنی پاکیزہ
روح۔ جیسا کہتے ہیں حاتم الجود۔ نخی حاتم۔ عیسیٰ علیہ السلام کی اس سے تعریف بیان کی جاتی ہے۔

نمبر ۱: ان کے ساتھ خصوصیت و قرب کی وجہ سے۔

نمبر ۲: جبرائیل علیہ السلام مراد ہیں۔ کیونکہ وہ ایسی چیز آسمانوں سے لاتے ہیں جس میں دلوں کی زندگی ہے اور خصوصی تائید اس وقت
فرمائی جب یہود نے ان کے قتل کا ارادہ کیا تھا۔

وَقَالُوا قُلُوبُنَا غُلْفٌ ۖ بَلْ لَعَنَهُمُ اللَّهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيلًا مَّا يُؤْمِنُونَ ﴿۸۸﴾

اور انہوں نے کہا کہ ہمارے دلوں پر غلاف ہیں۔ بلکہ ان کے کفر کی وجہ سے ان کو اللہ نے ملعون قرار دیدیا سو بہت کم ایمان لاتے ہیں۔

یا انجیل دے کر ان کی خصوصی تائید کی۔ جسما کہ سورۃ شوریٰ آیت نمبر ۵۲ روحاً من امر نامیں فرمایا یا اسم اعظم مراد ہے۔ جس سے وہ مردوں کو زندہ کرتے تھے۔

أَفَكَلَّمَا جَاءَكُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَىٰ : (کیا جب کبھی لائے تمہارے پاس کوئی رسول وہ حکم جو ناپسند کرتے تھے) تھوڑی کا معنی پسند کرنا۔

الْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ : (تمہارے نفس تم نے تکبر کیا) تم نے اس کو قبول کرنے سے اپنے آپ کو بڑا قرار دیا

فَقَرِيقًا كَذَّبْتُمْ : (پس ایک جماعت کو جھٹلایا) جیسے عیسیٰ اور محمد ﷺ

وَقَرِيقًا تَقْتُلُونَ : (اور ایک جماعت کو قتل کیا) جیسے زکریا اور یحییٰ علیہما السلام۔

ایک نکتہ:

فواصل کی موافقت کے لیے قلم کی بجائے تَقْتُلُونَ فرمایا۔ یا مراد یہ ہے کہ ان کی ایک جماعت کو قتل کرنے کے اب بھی درپے ہو۔ کیونکہ تم قتل محمد ﷺ کے لیے گردش کرتے ہو۔ اگر میں نے ان کی حفاظت نہ کی ہوتی۔ (تو تم قتل کر ڈالتے) اور اس لیے تم نے ان کو سحر کیا۔ اور ان کے لیے بکری کے گوشت کو زہر آلود کیا۔

تَفْسِيرًا : اب مطلب یہ ہوا کہ اے بنی اسرائیل ہم نے تمہارے انبیاء کو دیا جو کچھ دیا۔ پس جب بھی تمہارے پاس ان میں سے کوئی رسول حق لے کر آیا۔ تو تم نے اس پر ایمان لانے سے تکبر کیا۔ فاور جو اس سے متعلق تھا۔ ان کے درمیان ہمزہ تو نیچ یا تعجب کے لئے لایا گیا۔ تاکہ ان کی حالت پر تعجب کا اظہار ہو۔

غلف کی تفسیر:

وَقَالُوا قُلُوبُنَا غُلْفٌ : (اور کہا ہمارے دل غلافوں میں ہیں) غلف جمع اغلاف ہے وہ دل ایسے انداز سے پیدا کیے گئے ہیں کہ جن کو گئی پردوں نے ڈھانپ رکھا ہے۔ جو محمد ﷺ لے کر آئے۔ وہ ان تک نہیں پہنچتا ہے۔ اور نہ اس کو وہ سمجھتے ہیں یہ لفظ اغلف سے استعارہ کے طور پر استعمال ہوا ہے اغلف بے خشنہ کو کہتے ہیں۔

بَلْ لَعَنَهُمُ اللَّهُ بِكُفْرِهِمْ : (بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت کی ان کے کفر کے سبب) اللہ تعالیٰ نے تردید فرمائی کہ ان کے دل اس طرح نہیں بنے جس طرح وہ کہتے ہیں۔ بلکہ وہ تو فطرت پر پیدا کیے گئے۔ اور ان میں حق کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھی گئی۔ بے شک ان کو تو ان کے کفر و زیغ کی وجہ سے مسترد کیا گیا۔

وَلَمَّا جَاءَهُمْ كِتَابٌ مِّنْ عِندِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۖ وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ

اور جب ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتاب پہنچی وہ اس کی تصدیق کرتے والی ہے جو ان کے پاس ہے اور حال یہ تھا کہ اس سے پہلے

يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا ۖ فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ ۖ فَلَعْنَةُ اللَّهِ

وہ کافروں کے مقابلہ میں فتح یابی طلب کرتے تھے پس جب وہ چیز ان کے پاس آگئی جس کو پہچان لیا تو اس کے منکر ہو گئے۔ سو اللہ کی لعنت ہے

عَلَى الْكَافِرِينَ ۚ ۝۸۹ بِسْمَا شَرَوْا بِهِ أَنْفُسَهُمْ أَن يَكْفُرُوا بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ

کافروں پر، بری چیز ہے وہ جس کو اختیار کر کے اپنی جانوں کو خرید لیا یہ کہ کفر کریں اس چیز کے ساتھ جو اللہ نے اتارا

بَعِيًّا ۚ إِنَّ يَنْزِلَ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ عَلَى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۖ فَبَاءُ وَبِغَضَبٍ عَلَى

حسد کرتے ہوئے اس بات پر کہ اللہ اپنے فضل سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے نازل فرما، سو وہ لوگ غضب پر غضب کے

غَضَبٍ ۖ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ مُّهِينٌ ۝۹۰

مستحق ہو گئے اور کافروں کے لئے عذاب ہے ذلیل کرنیوالا۔

قلیل کا مفہوم:

فَقَلِيلًا مَّا يُوْمِنُونَ: (بہت تھوڑے ہیں جو ایمان لاتے ہیں) **مُخَوَّرٌ**: قَلِيلًا یہ مصدر محذوف کی صفت ہے یعنی ایماناً قلیلاً یؤمنون۔ وہ تھوڑا ایمان لاتے ہیں۔ مازاندہ ہے۔

نمبر ۱: اور قلیل ایمان سے مراد کتاب کے بعض حصے پر ایمان ہے۔

نمبر ۲: قلیل سے ان کے ایمان کی نفی مراد ہے۔

قراءت: غُلْفٌ یہ غُلْف کی تخفیف ہے اور اس طرح بھی پڑھا گیا ہے۔ یہ جمع غلاف ہے مطلب یہ ہوا کہ ہمارے دل علوم کے برتن ہیں۔ اس لیے ہم دوسروں کے علم سے بے نیاز ہیں۔

نمبر ۲: اگر تمہارا لایا ہوا صحیح ہوتا تو اسے ہم قبول کر لیتے۔

وَلَمَّا جَاءَهُمْ: (جب پہنچی ان کے پاس) هُمْ سے یہود مراد ہیں۔

كِتَابٌ مِّنْ عِندِ اللَّهِ: (کتاب اللہ کی طرف سے) کتاب سے مراد قرآن مجید ہے۔

مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ: (جو تصدیق کرتی ہے اس چیز کی جو ان کے پاس ہے) معهم سے مراد ان کی کتاب جو اس کے مخالف نہیں۔

وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ: (وہ اس سے پہلے)۔ یعنی قرآن (سے پہلے)

معنی استفتاح:

يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا: (فتح مانگتے تھے کافروں پر) مشرکین سے لڑائی کے وقت اس طرح دعاء نصرت مانگتے تھے۔
اللَّهُمَّ انصُرْنَا بِالنَّبِيِّ الْمَبْعُوثِ فِي آخِرِ الزَّمَانِ الَّذِي نَجِدُ نَعْتَهُ فِي التَّوْرَةِ۔ اے اللہ تو ہماری مدد فرما۔ اس آخر الزمان
نبی کے مبعوث ہونے کی برکت سے جس کی تعریف تورات میں ہم پاتے ہیں اور وہ اپنے مشرک دشمنوں کو کہا کرتے تھے۔ اس نبی کا
زمانہ قریب آنے لگا ہے۔ جس کی بعثت ہماری بات کی تصدیق بنے گی۔ ہم انکے ساتھ ہو کر تمہیں عاؤ، شموذ کی طرح قتل کریں گے۔
فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوا: (پس جب وہ آگئے جس کو انہوں نے پہچانا) جب وہ پیغمبران کے پاس آئے جن کو انہوں نے پہچانا۔
نَحْمُ: ناموصولہ ہے اور عرفوا اس کا صلہ ہے یہ جاء کا فاعل ہے۔

كَفَرُوا بِهِ: (تو ان کا انکار کر دیا) ضد اور حسد کی وجہ سے اور سرداری کی حرص میں انکار کر دیا۔
فَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ: (پس اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے کافروں پر) یعنی ان کافروں پر اللہ کی لعنت ہو۔

اسم ظاہر کا نکتہ:

یہاں ضمیر کی بجائے اسم ظاہر لایا گیا۔ اس بات کو بتلانے کے لیے کہ کفر کی وجہ سے وہ لعنت کے مستحق بن چکے۔

الکافرین پر الف لام عہد کا ہے یا جنس کا ہے اور وہ لوگ اس میں سب سے پہلے داخل ہیں۔

پہلے لما کا جواب مضمّر ہے، اور وہ اس طرح ہے کذبوا بہ۔ یا

نمبر ۲: انکر وہ یا نمبر ۳: کفروا پہلے دوسرے دونوں لما کا جواب ہے۔

اس لیے کہ دونوں کا مقتضی ایک ہے۔ اب مطلب یہ ہوا کہ جب ان کے پاس وہ پیغمبر آگئے جن کو انہوں نے پہچانا تو ان کو
اوپر اقرار دے کر انکار کر دیا۔ مان کا انکار کر دیا۔

بِسْمَا: (بری ہے وہ چیز) نَحْمُ: مانکرہ موصوفہ ہے اور ہنس کے فاعل کی تفسیر کر رہا ہے۔

قراءت: ابو عمرو اس کو بَسْمَا غیر مہموز پڑھتے ہیں تمام باب میں۔ مطلب یہ ہے بہت بری ہے وہ چیز۔

اشْتَرَوْا بِهِ أَنْفُسَهُمْ: (جس کے بدلے بیچا انہوں نے اپنی جانوں کو) یعنی فروخت کر دیا یہ ہنس کا مخصوص بالذم ہے۔

أَنْ يَكْفُرُوا بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ: (کہ انکار کرنے لگے اس کلام کا جو اللہ تعالیٰ نے اتارا) انزل اللہ سے مراد قرآن مجید ہے۔

بَغِيًّا: (ضد کی وجہ سے) یہ مفعول ہے یعنی حسد اور اس چیز کی طلب میں جو انکے مناسب نہیں۔ یہ اشتروا کی علت ہے بیچنے کا
سبب تھا۔

ان کا معنی:

أَنْ يُنْزَلَ اللَّهُ: (کہ اتارا اللہ نے) نمبر ۱: لام کے معنی ہیں۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اتارا یا علی کے معنی میں اس بناء پر کہ اللہ
تعالیٰ نے اتارا۔ انہوں نے حسد کیا اس بناء پر کہ اللہ تعالیٰ نے اتارا۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُوْمِنُ بِمَا اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَنَكْفُرُوْنَ

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس پر ایمان لاؤ جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا تو کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں جو اتارا گیا ہم پر، اور اس کے علاوہ جو کچھ ہے

بِمَا وَّرَاۤءَهُۥ وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ ۚ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْبِيَآءَ اللّٰهِ

وہ اس کے منکر ہوتے ہیں حالانکہ وہ حق ہے اس کی تصدیق کرنے والا جو ان کے پاس ہے، آپ فرمادیجئے سو تم کیوں اللہ کے نبیوں کو اس سے پہلے قتل

مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۙ ۙ وَلَقَدْ جَاءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ

کرتے رہے ہو اگر تم مومن ہو، اور بلاشبہ موسیٰ تمہارے پاس کھلی ہوئی دلیلیں لے کر آئے پھر تم نے ان کے بعد پتھر مارے تو

الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهَا وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ۙ ۙ

معبود بنالیا، حالانکہ تم ظالم تھے۔

قراءت: یُنْزِلُ مکی وبصری تخفیف سے پڑھتے ہیں۔

مِنْ فَضْلِهِ: (اپنے فضل سے) فضل سے مراد وحی ہے

عَلٰی مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهِ: (اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے) من عبادہ سے مراد حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

یہ درپے غضب:

فَبَآءُ وُ بِغَضَبٍ عَلٰی غَضَبٍ: (پس کمایا انہوں نے غصہ پر غصہ) پس وہ دہرے غضب کے حق دار بن گئے اس لیے کہ انہوں نے ایک برحق پیغمبر کا انکار کر دیا۔ اور اس کے خلاف سرکشی کی۔ یا انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیا۔ یا اس قول کے بعد عزیر اللہ کا بیٹا ہے جو سورۃ التوبہ آیت نمبر ۳۰ عزیر بن ابن اللہ اور اس قول کے بعد جو آیت نمبر ۶۴ سورۃ المائدہ میں ہے ید اللہ مغلولہ۔ کہ اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے۔ وغیرہ اقوال کے بعد وہ پے درپے غضب کے مستحق ہوئے۔

وَلِلْكَافِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ: (اور کافروں کے لیے ذلت والا عذاب ہے) مہین کا معنی ذلت آمیز۔

تفسیر آیت ۸۱:

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ: (جب ان سے کہا جاتا ہے) یعنی ان یہود کو۔

اٰمِنُوْا بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ: (تم ایمان لے آؤ اس پر جو اللہ تعالیٰ نے اتارا) نمبر ۱: اس سے مراد قرآن مجید ہے نمبر ۲: ما انزل اللہ سے مراد جو بھی اللہ تعالیٰ نے اتارا۔ اس طرح ہر کتاب کو شامل ہے۔

قَالُوْا نُوْمِنُ بِمَا اُنْزِلَ عَلَيْنَا: (وہ کہتے ہیں ہم تو ایمان لائیں گے اسی پر جو اتارا ہم پر) یعنی تورات

وَيَكْفُرُونَ بِمَا وَرَاءَهُ: (اور وہ کفر کرتے ہیں اس کے ساتھ جو اس کے بعد ہے) یعنی وہ کہتے تو یہ ہیں کہ ہم تورات پر ایمان رکھتے ہیں حالانکہ وہ تورات کے بعد اترنے والی کتاب کا انکار کرتے ہیں۔

مقولہ یہود کا رد:

وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ: (حالانکہ وہ برحق ہے تصدیق کرنے والا ہے اس کی جو ان کے پاس ہے) اس تورات کے مخالف نہیں۔ اس میں ان کے اسی مقولہ (کہ ہم اس تورات پر ایمان رکھتے ہیں) کی تردید ہے اس لیے کہ جب انہوں نے اس وحی کا انکار کر دیا جو تورات کے موافق ہے تو گویا انہوں نے تورات کا انکار کر دیا۔ خواہ زبان سے ایسا نہیں کہا۔

نَحْنُ: مصدقاً یہ حال ہے جو تاکید کے لیے لایا گیا۔

قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُونَ أَنْبِيَاءَ اللَّهِ: (کہہ دیں پس تم کیوں قتل کرتے رہے اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کو) یعنی تم نے کیوں (ان کو) قتل کیا۔ آیت میں یہ واقعہ ماضی کا ہے۔ اور مضارع اس کی جگہ لائے۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد اس پر دلالت کرتا ہے۔

مِنْ قَبْلُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ: (اس سے پہلے اگر تم مؤمن ہو) قبل سے مراد حضرت محمد ﷺ سے پہلے اس میں ان پر اعتراض کیا گیا۔ کہ تورات پر ایمان کا دعویٰ بھی کرتے ہو اور ادھر انبیاء ﷺ کو قتل بھی کرتے ہو حالانکہ تورات تو قتل انبیاء ﷺ کی گنجائش نہیں دیتی۔ کہا گیا ہے کہ انہوں نے ایک دن میں تین سو انبیاء ﷺ کو بیت المقدس میں قتل کیا۔

۹۱: وَلَقَدْ جَاءَكُمْ مُوسَىٰ بِالْبَيِّنَاتِ: (تحقیق آچکے تمہارے پاس موسیٰ علیہ السلام دلائل کے ساتھ) بیانات سے نو آیات مراد ہیں۔ قراءت: دال کو جیم میں ہمیشہ ادغام کر دیا جاتا ہے۔ جہاں بھی آئے یہ ابو عمرو، حمزہ اور علی کا قول ہے لقد جاء میں اسی طرح ہے۔

ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ: (پھر تم نے بنا لیا بچھڑا) یعنی معبود

مِنْ بَعْدِهِ: (ان کے بعد) موسیٰ علیہ السلام کے طور کی طرف جانے کے بعد

وَأَنْتُمْ ظَالِمُونَ: (اور تم ظالم تھے) نَحْنُ: یہ حال ہے یعنی تم نے بچھڑے کی عبادت کی اس حال میں کہ تم عبادت کو اس کے مقام سے ہٹانے والے تھے۔ یا یہ جملہ معترضہ ہے یعنی تم ایسی قوم ہو کہ تمہاری عادت ظلم کرنا ہے۔

وَإِذَا أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ خُذُوا مَا آتَيْنَكُم بِقُوَّةٍ وَاسْمَعُوا

اور جب ہم نے تم سے پختہ عہد لیا اور بلند کر دیا تمہارے اوپر طور کو، لے لو جو کچھ ہم نے تم کو دیا قوت کے ساتھ اور سن لو،

قَالُوا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَأَشْرَبُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ طَقُلْ

وہ کہنے لگے ہم نے سن لیا اور مانیں گے نہیں۔ اور پلا دیا گیا ان کے دلوں میں بھڑا ان کے کفر کے سبب، آپ فرما دیجئے

يٰۤأَيُّهَا مُرْكُمُ بِهِ إِيمَانُكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿٩٣﴾

کہ بری ہیں یہ باتیں جن کا تمہیں حکم دیتا ہے تمہارا ایمان اگر تم مؤمن ہو۔

۹۳: وَإِذَا أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ خُذُوا مَا آتَيْنَكُم بِقُوَّةٍ: (اور جب لیا ہم نے تم سے پختہ وعدہ اور تمہارے اوپر طور کو اٹھایا۔ پکڑو جو کچھ دیا ہم نے تم کو مضبوطی کے ساتھ) طور کے اٹھانے کا دوبارہ تذکرہ کیا۔ اس میں یہ اضافہ بھی ملا دیا۔ جو پہلے مقام کے تذکرے میں موجود نہیں۔

وَاسْمَعُوا: (اور سنو) جو حکم تمہیں تورات میں ملا۔
قَالُوا سَمِعْنَا: (انہوں نے کہا ہم نے سنا) تمہارا قول۔
وَعَصَيْنَا: (اور نافرمانی کی ہم نے) تیرے حکم کی

صورتِ مطابقت:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ان کے جواب کے ساتھ اس طرح مطابقت رکھتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا۔ اسمعوا۔ تم سنو۔ اور تمہارا سننا قبولیت اور اطاعت والا ہونا چاہیے۔ انہوں نے جواب میں کہا ہم نے سنا لیکن اطاعت والا سننا نہیں۔

پچھڑے کی محبت کا رچنا:

وَأَشْرَبُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْعِجْلَ: (رچ گیا انکے دلوں میں بھڑا) یعنی اسکی محبت ان کے دلوں میں داخل ہو گئی اور اس کی عبادت کی حرص ان میں رچ بس گئی۔ جیسا کہ کپڑے پر رنگ چڑھتا ہے۔ اور فی قلوبہم میں پائے جانے کی جگہ کا ذکر ہے۔ اور مضاف جو کہ محبت ہے وہ محذوف ہے ای اشرب حب العجل فی قلوبہم۔ پچھڑے کی محبت ان کے دلوں میں رچ بس گئی۔
بِكُفْرِهِمْ: (ان کے کفر کی وجہ سے) ان کے کفر کے سبب اور اعتقادِ تشبیہ کے سبب۔

اضافتِ تھکم:

قُلْ يٰۤأَيُّهَا مُرْكُمُ بِهِ إِيمَانُكُمْ: (کہہ دیں بہت بری بات سکھا ہے تم کو تمہارا ایمان) یعنی تورات کے متعلق یہ بہت برا ہے۔ اس لیے کہ توراۃ میں گاؤں سالہ پرستی نہیں ہے۔ امر کی اضافت ان کے ایمان کی طرف یہ تھکم کے لیے ہے اسی طرح ایمان

قُلْ إِنْ كَانَتْ لَكُمْ الدَّارُ الْآخِرَةُ عِنْدَ اللَّهِ خَالِصَةً مِّنْ دُونِ النَّاسِ

آپ فرما دیجئے اگر آخرت والا گھر اللہ کے نزدیک خالص تمہارے ہی لئے ہے دوسروں کے لئے نہیں

فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۹۴﴾ وَلَنْ يَتَمَنَّوَهُ أَبَدًا بِمَا قَدَّمْتُمْ

تو موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو اور وہ ہرگز کبھی موت کی تمنا نہ کریں گے بوجہ ان اعمال کے جو انہوں نے آگے

أَيَّدِيهِمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ﴿۹۵﴾ وَلَتَجِدَنَّ أَحْرَصَ النَّاسِ عَلَى

بھیجے ہیں۔ اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے اور یہ واقعی بات ہے کہ تم ان کو زندہ رہنے پر سب لوگوں سے زیادہ حرص

حَيَوةٍ ۖ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا يَوَدُّ أَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ أَلْفَ سَنَةٍ ۖ وَمَا هُوَ

پاؤ گے اور ان لوگوں سے بھی زیادہ جنہوں نے شرک کیا، ان کا ایک ایک فرد یہ آرزو رکھتا ہے کہ اس کو ہزار سال کی عمر دے دی جائے، اور حال یہ ہے

بِمُزْحِرْجِهِ مِنَ الْعَذَابِ أَنْ يُعَمَّرَ ۖ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ﴿۹۶﴾

کہ اسے یہ چیز عذاب سے بچانے والی نہیں ہے کہ اس کی عمر زیادہ ہو جائے اور اللہ دیکھنے والا ہے ان کاموں کو جن کو وہ کرتے ہیں

کی اضافت بھی ان کی طرف اسی لیے ہے۔

إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ: (اگر تم سچے مومن ہو) ان کے ایمان میں تشکیک کا اظہار اور ان کے دعویٰ کی صحت کا انکار و مذمت ہے۔

قُلْ إِنْ كَانَتْ لَكُمْ الدَّارُ الْآخِرَةُ: (کہہ دیں اگر تمہارے لیے آخرت کا گھر ہے) دار آخرت سے مراد جنت ہے۔

عِنْدَ اللَّهِ: (اللہ تعالیٰ کے ہاں) نَحْمُودُ: یہ ظرف ہے اور لکم کان کی خبر ہے۔

خَالِصَةً: (خالص) یہ الدار الاخرۃ سے حال ہے۔ مطلب یہ ہے مکمل تمہارے لیے ہے۔

اور تمہارے سوا اور کسی کا اس میں حق نہیں۔ یعنی اگر تمہارے قول لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ الْآمِنُونَ کاں ہو دا سورۃ بقرہ آیت

نمبر ۱۱۱ (کہ جنت میں ہمارے سوا کوئی داخل نہ ہوگا) صحیح ہے۔

مِنْ دُونِ النَّاسِ: (لوگوں کی بجائے) الناس میں الف لام جنس کا ہے۔

مُشَاقَاتِ الْمَوْتِ:

فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ: (تو تم موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو) اس بات میں جو تم کہتے ہو کیونکہ جس کو یقین ہو کہ وہ

اہل جنت میں سے ہے تو وہ اس کے لیے مشتاق ہوگا۔ ایسے گھر سے چھٹکارہ پانے کے لیے جو مصائب سے پر ہے جیسا کہ عشرہ

مبشرہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں منقول ہے کہ ان میں سے ہر ایک موت کو پسند کرتا اور اس کا شوق مند تھا۔

وَلَنْ يَتَمَنَّوْهُ أَبَدًا: (وہ ہرگز تمنا نہ کریں گے) ابدًا کو ظرفیت کی وجہ سے نصب دیا گیا ہے مطلب یہ ہے کہ وہ ہرگز (موت کی) تمنا نہ کریں گے۔ جب تک وہ زندہ ہیں۔

بِمَا قَدَّمْتُمْ آلِدِيهِمْ: (بسبب اس کے جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا) یعنی جو انہوں نے محمد ﷺ کے ساتھ گزشتہ زمانہ میں کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تحریف وغیرہ کی۔ یہ معجزات نبوت میں سے ہے کہ گزشتہ زمانے کی خبر بتلائی۔ اور جیسا آپ نے خبر دی۔ یہ اسی طرح واقع ہوا۔ جیسا کہ وَلَنْ تَفْعَلُوا البقرہ آیت نمبر ۲۴ میں (مستقبل میں نہ کر سکنے کی پیش گوئی ہے) اگر یہود موت کی تمنا کرتے۔ تو ضرور قرآن مجید نقل کر دیتا جس طرح دیگر حوادث نقل کیے۔

تہدید کفار:

وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ: (اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو جاننے والے ہیں) میں ان کو تہدید کی گئی (دھمکی دی گئی ہے) وَلَتَجِدَنَّهُمْ أَحْرَصَ النَّاسِ: (اور تم ضرور پاؤ گے ان لوگوں کو سب سے زیادہ حریص) **نحو:** ہم اور احرص الناس۔ یہ دونوں وجد کے مفعول ہیں۔

عَلَى حَيَوةٍ: (زندگی پر) حیات کی تنوین تنکیر پر دلالت کرتی ہے اور مراد مخصوص قسم کی زندگی ہے اور وہ مہلت والی زندگی ہے اسی وجہ سے تنوین والی قراءت زیادہ بہتر ہے۔ (علی الحیاء) الف لام والی قراءت سے۔ جو حضرت ابی بن کعبؓ کی قراءت ہے۔ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا: (اور ان لوگوں سے بھی زیادہ جو مشرک ہیں) یہ معنی پر محمول ہے کیونکہ احرص الناس کا معنی احرص من الناس۔ لوگوں میں زیادہ حریص۔

الگ تذکرہ کی وجہ:

سوال: مشرک جب الناس میں داخل ہیں تو ان کا الگ تذکرہ کیوں کیا؟

جواب: مشرکین کی حرص سب سے زیادہ ہے جیسا کہ الملائکہ کہیں تو تمام فرشتے داخل ہیں۔ مگر جبرائیل ومیکائیل کو خصوصاً ذکر کر دیا جاتا ہے۔ ان کی خصوصیت کی وجہ سے اسی طرح یہ حرص میں نمبر اول ہیں۔ یا یہ مراد ہے کہ یہ یہود مشرکوں سے بھی زیادہ حریص ہیں۔ سابقہ کلام کی دلالت کی وجہ سے۔

”احرص“ کو حذف کر دیا۔ اس میں یہود کو سخت ڈانٹ پلائی گئی اس لیے کہ مشرکوں کو تو آخرت پر بھی ایمان نہیں اور وہ فقط دنیا ہی کی زندگی جانتے ہیں۔ اگر وہ دنیا کے بارے میں حرص کریں تو بعید نہیں۔ کیونکہ یہی ان کی جنت ہے۔ پس اگر کوئی اہل کتاب ہوتے ہوئے زیادہ حرص کرے۔ جبکہ اس کو جزاء و سزا کا اقرار بھی ہے۔ تو وہ عظیم تو بیخ کا مستحق ہے۔ مشرکین سے ان کی حرص بڑھنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ جانتے ہیں۔ کہ وہ آگ میں جائیں گے۔ کیونکہ ان کو اپنی حالت معلوم ہے (جس کی سزا جہنم ہی ہے) اور مشرکین کو اس کے متعلق کچھ بھی علم نہیں۔

شدت حرص:

يُوَدُّ أَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ أَلْفَ سَنَةٍ: (ان میں سے ہر ایک چاہتا ہے کاش اسے عمر دی جائے ایک ہزار برس) جملہ مستاتفہ لاکران کی شدت حرص ذکر کی۔ دوسرا قول یہ ہے۔ الَّذِينَ أَشْرَكُوا سے مجوس مراد ہیں کیونکہ وہ اپنے بادشاہوں کے بارے میں کہا کرتے تھے۔ عیش الف نیروز۔! تو چھ ہزار سال۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہ عجمیوں کا قول ہے۔ ہزار سال جیو۔

تیسرا قول: وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا۔ یہ ابتدائی کلام ہے یعنی ومنہم ناس یودا حدہم اور ان میں سے بعض لوگ ایسے ہیں جن میں سے ہر ایک چاہتا ہے گویا موصوف محذوف ہے، اس صورت میں والذین اشركوا سے مراد یہود ہونگے۔ کیونکہ انہوں نے کہا۔ عزیر ابن اللہ کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے۔

وَمَا هُوَ بِمُزْحِرٍ حَزْجِهِ مِنَ الْعَذَابِ: (حالانکہ اس قدر جینا ان کو عذاب سے نجات دینے والا نہیں)

ضمیر کا مرجع:

نحو نمبر ۱: کی ضمیر احدہم کی طرف لوٹی ہے اور ان یعمرو یہ بمزحزحہ کا فاعل ہے۔

أَنْ يُعَمَّرَ: (یہ کہ اس کو عمر دی جائے) یہ بمزحزحہ کا فاعل ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں جس کو اس کی عمر آگ سے بچالے۔

نمبر ۲: ہو ضمیر مبہم اور ان یعمرو اس کی توتیع۔ مطلب یہ ہو اوہ عمر دیا جانا ان میں سے کسی کو بھی آگ سے نہ بچا سکے گا۔

الزحزحہ: دور ہونا۔ ایک جانب ہونا۔ کتاب جامع العلوم وغیرہ میں لکھا ہے کہ لو یعمرو کا معنی أَنْ یُعَمَّرَ ہے۔ یعنی عمر دیا جانا۔ یہاں لو۔ ان کا قائم مقام ہے۔ اور أَنْ فعل کو مصدر کے معنی میں کر دیتا ہے اور یہ یود کا مفعول ہے ای یودا حدہم تعمیر الف سنہ۔ ان میں سے ہر ایک ایک ہزار سال کی عمر چاہتا ہے۔

وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُونَ: (اور اللہ تعالیٰ دیکھتے ہیں جو وہ کرتے ہیں) یعنی ان کفار کا عمل (جانتا ہے) پس وہ اس پر ان کو سزا دے گا۔

قرأت: یعقوب بن ابی نعیم نے تعملون پڑھا ہے۔

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَى قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ مُصَدِّقًا لِمَا

آپ فرمادیجئے کہ جو شخص دشمن ہو جبریل کا سو اس نے اتارا ہے قرآن تمہارے قلب پر اللہ کے حکم سے جو تصدیق کرنیوالا ہے اس کتاب کی جو

بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَبُشْرَى لِلْمُؤْمِنِينَ ﴿٩٧﴾ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ

اس سے پہلے ہے اور ہدایت ہے اور بشارت ہے ایمان والوں کے لئے۔ جو شخص دشمن ہو اللہ کا اس کے فرشتوں کا

وَرُسُلِهِ وَجِبْرِيلَ وَمِيكَلَ فَإِنَّ اللَّهَ عَدُوٌّ لِلْكَافِرِينَ ﴿٩٨﴾

اور اس کے پیغمبروں کا اور جبریل کا اور میکائیل کا تو بے شک اللہ دشمن ہے کافروں کا۔

تفسیر آیت ۹۷:

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِجِبْرِيلَ: (اے محمد ﷺ آپ کہہ دیں جو کوئی دشمن ہو جبرائیل کا) قراءت۔ نمبر ۱: مکی نے جبریل بغیر ہمزہ پڑھا۔

نمبر ۲: حفص کے علاوہ باقی کوئی قراء نے جبرائیل۔ اشباع ہمزہ سے پڑھا۔

نمبر ۳: بقیہ تمام قراء نے، جبریل۔ بلا ہمزہ پڑھا۔

مخبر: جبریل۔ معرفہ و عجمہ کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔ اس کا معنی عبد اللہ ہے۔ کیونکہ سریانی میں جبر۔ عبد کو کہتے ہیں۔ اور ایل اللہ کا نام ہے۔

حجت بازیہودی:

روایت میں ہے کہ ابن صوری یا یہودی عالم نے نبی اکرم ﷺ سے حجت بازی کی۔ اور آپ سے سوال کیا۔ کہ آپ پر کون وحی لاتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا جبریل۔ ابن صوری نے کہا وہ تو ہمارا دشمن ہے۔ اگر اور کوئی فرشتہ ہوتا تو ہم ضرور آپ پر ایمان لے آتے۔ اس نے بارہا ہم سے دشمنی کی۔ ان میں سب سے شدید تر یہ تھی۔ کہ ہمارے پیغمبر پر یہ حکم اتارا۔ عنقریب بیت المقدس کو بخت نصر تباہ کر دے گا۔ پس ہم نے اس کو قتل کرنے کے لیے ایک آدمی بھیجا۔ اس نے بخت نصر کو بابل میں ایک مسکین لڑکے کی صورت میں پایا۔ پھر جبرائیل علیہ السلام نے اس کا دفاع کر کے قاتل سے بچالیا۔ اور کہا جبرائیل علیہ السلام نے۔ اگر تمہارے رب نے اس کو تمہارے ہلاک کرنے کا حکم دیا ہے تو تمہیں اس پر غلبہ نہ دیں گے۔ اور اگر اس کے ہلاک کا حکم نہیں دیا۔ تو پھر کس گناہ کی وجہ سے اسے قتل کرتے ہو۔ (الواحدی فی اسباب النزول)

فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ: (اس نے تو اتارا ہے یہ کلام) پس جبرائیل علیہ السلام نے قرآن اتارا۔

اصول: ایسا اضمار جس کا پہلے تذکرہ نہ ہو۔ اس کو کثرت، شہرت کی وجہ سے بطور عظمت شان کے ضمیر کی صورت میں لاتے ہیں۔ گویا وہ اپنی ذات پر خود دلالت کرتا ہے۔ اور اس لیے اس کے صریح نام کی بجائے اس کی کسی صفت کا ذکر کر دیا جاتا ہے۔

خصوصیتِ قلب کی وجہ:

عَلَى قَلْبِكَ : (آپ کے دل پر) یعنی آپ کو یاد کرایا۔ اور دل کو خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ حفظ کا مقام ہے جیسے سورۃ شعراء آیت نمبر ۱۹۳، ۱۹۴ میں فرمایا۔ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ۔ عَلَى قَلْبِكَ كَلَامٌ كَاتِبٌ لَا يَمَسُّهُ إِلَّا أَقْبَلُ۔ مگر کلام اللہ کی حکایت کے طور جس طرح آپ سے کلام کیا گیا تھا۔ اسی طرح ذکر کر دیا گیا۔ (یہ قرآن کے کلام اللہ ہونے کی ایک دلیل ہے)

جواب شرط بنائیں:

نمبر ۱: اس طرح بھی درست ہے کہ فَاِنَّهُ نَزَّلَهُ كَوْثَرٍ مِنْ لَدُنْكَ۔ تقدیر عبارت اس طرح ہو۔

ان عادی جبریل احد من اهل الكتب فلا وجه لمعاداته حيث نزل كتابا مصدقا للكتب بين يديه فلو انصفوا لاجبوه واشكروا له صنيعه في انزاله ما ينفعهم ويصحح المنزل عليهم اگر کوئی اہل کتاب میں سے جبرائیل سے دشمنی کرتا ہے تو اس کی دشمنی کی کوئی وجہ نہیں۔ اس لیے کہ اس نے ایک ایسی کتاب اتاری ہے جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اگر ان میں انصاف ہوتا تو وہ اس سے محبت کرتے اور اس کے شکر گزار ہوتے۔ ان کے اس احسان پر کہ اس نے ان کیلئے فائدہ مند کتاب اتاری۔ اور انکی کتاب منزل (جس کی انہوں نے تحریف کر دی) کی وہ تصحیح کرنے والی ہے۔

نمبر ۲: جواب شرط کو محذوف مان کر تقدیر عبارت اس طرح ہو۔ من كان عدو الجبريل فليمت غيضا فانه نزل الوحي على قلبك۔ جو جبرائیل کا دشمن ہے پس اسے غصے سے ڈوب مرنا چاہیے۔ اس لیے کہ اس نے آپ کے دل پر وحی کو اتارا ہے۔

بِإِذْنِ اللَّهِ : (اللہ تعالیٰ کے حکم سے) یہاں اذن کا معنی حکم ہے۔

مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَبُشْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ : (جو تصدیق کرتا ہے اس کلام کی جو اس سے پہلے ہے اور ہدایت و خوش خبری ہے ایمان والوں کے لیے) اس میں یہود کے اس قول کی تردید ہے کہ جبرائیل تو سختی اور لڑائی لے کر آتا ہے۔ تو ان کو جوابا کہا گیا۔ کہ وہ تو ہدایت و بشارت بھی لاتا ہے۔

نَحْوُ : باذن اللہ۔ نزل کی ضمیر فاعلی سے حال ہے یعنی اس حال میں کہ اس کو اجازت دی جاتی ہے۔ مصدقا یہ نزلہ کی ہضمیر سے حال ہے۔ اسی طرح ہدی و بشری بھی اسی ضمیر سے احوال ہیں۔ یعنی ہادی اور مبشر۔

فرقہ شیعہ باطنیہ کا ہدیہ:

قرآن مجید رسول اللہ ﷺ پر ان حروف میں نہیں اتر ا جن میں ہم پڑھتے ہیں بلکہ یہ الہام کے طور پر آپ کے دل پر اتر۔ آپ نے عربی الفاظ میں اس کو تعبیر کر دیا۔ ان حروف سے جن میں ہم پڑھتے ہیں۔ پس قرآن وہ باطنی معنی ہے یہ الفاظ قرآن نہیں اس کی دلیل نزلہ علی قلبک ہے۔

جواب: مگر ہم کہتے ہیں کہ یہ بات ان کی باطل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے نظم عجیب کو معجزہ بنایا۔ سورۃ بقرہ آیت نمبر ۲۳ میں فرمایا۔ فَاتُوا بِسُورَةٍ مِّثْلِهِ۔ اور سورۃ یوسف آیت نمبر ۲ میں فرمایا۔ قَرَأْنَا عَرَبِيًّا۔ اور ظاہر ہے کہ سورۃ اور عربی زبان دونوں مجموعہ الفاظ سے بننے والی چیزیں ہیں محض معنی کو عربی نہیں کہا جاتا۔

وَلَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ وَمَا يَكْفُرُ بِهَا إِلَّا الْفَاسِقُونَ ﴿٩٩﴾ أَوْ كُلَّمَا عَاهَدُوا

اور یہ واقعی بات ہے کہ ہم نے آپ کی طرف واضح دلیلیں نازل کی ہیں۔ اور ان کا انکار وہی لوگ کرتے ہیں جو حکمِ عدویٰ کرنے والے ہیں۔ کیا جب کبھی بھی انہوں نے کوئی عہد کیا

عَهْدًا نَبَذَهُ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ ط بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۱۰۰﴾

اس عہد کو ان میں سے ایک جماعت نے پھینک دیا بلکہ ان میں سے اکثر ایمان نہیں لائیں گے۔

۹۸: مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَجِبْرِيلَ وَمِيكَالَ: (جو دشمن ہے اللہ تعالیٰ کا اور اس کے فرشتوں اور رسولوں کا اور جبرائیل اور میکائیل کا۔)

وجہ قراءت:

نمبر ۱: بصری اور حفص نے میکال۔ نمبر ۲: مدنی نے میکال اختلاس ہمزہ کے ساتھ۔

نمبر ۳: بقیہ قراء نے میکائیل ہمزہ اور مد مشبعہ کو کسرہ دے کر۔

وجہ تخصیص: خصوصاً دو فرشتوں کو افضل ہونے کی وجہ سے نام کے ساتھ ذکر کر دیا۔ گویا کہ وہ اور جنس سے ہیں۔ اس لیے کہ وصف میں تغایر یہ ذات کے تغایر کے قائم مقام شمار ہوتا ہے۔

فَإِنَّ اللَّهَ عَدُوٌّ لِلْكَافِرِينَ: (بے شک اللہ تعالیٰ کافروں کا دشمن ہے) یہاں ضمیر کی بجائے اسم ظاہر ذکر کیا گیا۔ تاکہ ظاہر کر دیا جائے کہ ان سے عداوت کی وجہ ان کا کفر ہے اور فرشتوں کی عداوت بھی انبیاء علیہم السلام کی عداوت کی طرح کفر ہے۔ جو ان سے دشمنی کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے دشمنی کرتا ہے

تَفْسِيرُ آيَةِ: ۹۹: وَلَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ وَمَا يَكْفُرُ بِهَا إِلَّا الْفَاسِقُونَ: (یقیناً ہم نے اتار دیں آپ کی طرف کھلی نشانیاں اور نہیں انکار کرتے مگر نافرمان) فاسق سے مراد کفر میں آگے بڑھنے والے۔ الف لام جنس کا ہے بہتر یہ ہے کہ اس سے اہل کتاب کی طرف اشارہ مراد لیا جائے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ابنِ صوریٰ نے آپ کو کہا ہمارے پاس آپ کوئی ایسی چیز نہیں لائے جس کو ہم پہچانتے ہوں۔ اور آپ پر کوئی نشانی نہیں اتری۔ جس کی وجہ سے ہم آپ کی اتباع کریں۔ پس یہ آیت اتری۔ (طبری فی تفسیرہ) ۱۰۰: أَوْ كُلَّمَا: (کیا جب کبھی) اَوْ اس میں اَوْ مَحذُوف پر عطف کے لیے آیا ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ اُكْفَرُوا بِالْآيَاتِ الْبَيِّنَاتِ وَكَلَّمَا: کیا انہوں نے واضح آیات کا انکار کیا اور جب بھی۔

عَاهَدُوا عَهْدًا نَبَذَهُ: (وہ کوئی عہد کرتے ہیں توڑ دیا) اس عہد کو نبذ کا معنی اس کو توڑ دیا۔ اور اس کا انکار کر دیا۔

فَرِيقٌ مِّنْهُمْ: (ایک گروہ نے ان میں سے) فرمایا کیونکہ ان میں سے بعض ایسے بھی تھے جنہوں نے نہیں توڑا۔

بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ: (بلکہ اکثریت ان کی تو ایمان ہی نہیں رکھتی) یعنی تورات کے ساتھ۔ پس وہ دین میں کسی چیز پر نہیں اس لیے وعدہ توڑنے کو گناہ نہیں سمجھتے۔ اور نہ اس کی پرواہ کرتے ہیں۔

وَلَمَّا جَاءَهُمْ رَسُولٌ مِّنْ عِندِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيقٌ مِّنَ

اور جب ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول آیا جو تصدیق کرنے والا ہے اس کتاب کی جو ان کے پاس ہے تو جن کو کتاب وی گئی تھی

الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ ۖ كَتَبَ اللَّهُ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ كَاتِبُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝۱۱

ان میں سے ایک جماعت نے اللہ کی کتاب کو پس پشت ڈال دیا گویا کہ وہ جانتے ہی نہیں ہیں

وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُوا الشَّيْطَانُ عَلَىٰ مُلْكٍ سُلَيْمٍ ۖ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٌ وَلَٰكِنَ

اور انہوں نے اس چیز کا اتباع کیا جسے سلیمان کے عہد حکومت میں شیاطین پڑھتے تھے۔ اور نہیں کفر کیا سلیمان نے لیکن

الشَّيْطَانُ كَفَرٌ ۖ وَيُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ ۖ وَمَا أُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ

شیاطین نے کفر اختیار کیا۔ وہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے۔ اور انہوں نے اس کا بھی اتباع کیا جو نازل ہوا دو فرشتوں پر بابل میں

هَارُوتَ وَمَارُوتَ ۚ وَمَا يَعْلَمُ مِنْ أَحَدٍ حَتَّى يَقُولَا إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ

یہ دو فرشتے ہاروت اور ماروت تھے اور یہ دونوں نہیں سکھاتے تھے کسی کو جب تک یوں نہ کہہ دیتے کہ ہمارا وجود ایک فتنہ ہے

فَلَا تَكْفُرْ ۚ فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهِ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهِ ۚ وَمَا

لہذا تو کفر اختیار نہ کر، پس یہ لوگ ان سے وہ چیز سیکھ لیتے تھے جس کے ذریعہ مرد اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی کر دیتے تھے۔ اور وہ لوگ

هُمْ بِضَارِّينَ بِهِ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ ۚ

اس کے ذریعہ کسی کو کچھ بھی کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتے مگر اللہ کے حکم سے، اور وہ لوگ وہ چیز سیکھتے ہیں جو ان کو ضرر دینے والی ہے اور نفع دینے والی نہیں

وَلَقَدْ عَلِمُوا لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَقٍ ۚ وَلَبِئْسَ

اور البتہ تحقیق انہوں نے یہ بات جان لی کہ جس نے اس کو خریدا ہے اس کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں اور بے شک وہ بری چیز ہے

مَا شَرَوْا بِهِ أَنْفُسَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ۝۱۲ وَلَوْ أَنَّهُمْ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَمَثُوبَةٌ

جس کے ذریعہ انہوں نے اپنی جانوں کو بیچ دیا۔ اگر وہ جانتے ہوتے اور اگر وہ ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو اللہ تعالیٰ کی

مِّنْ عِندِ اللَّهِ خَيْرٌ لَّوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ۝۱۳

طرف سے اس کا ثواب بہتر تھا اگر وہ جانتے ہوتے۔

۱۰۱: وَلَمَّا جَاءَهُمْ رَسُولٌ مِّنْ عِندِ اللَّهِ: (جب آیا ان کے پاس اللہ کا رسول) یعنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔
مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيقٌ مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ: (جو ان کی کتاب کی تصدیق کرنے والا ہے تو پھینک دیا ایک گروہ نے ان میں سے جن کو کتاب دی گئی)۔ الکتب سے مراد تورات۔ اوتوا الکتب سے مراد یہود ہیں۔

کتاب اللہ سے مراد:

کِتَابَ اللَّهِ: (اللہ تعالیٰ کی کتاب کو) نمبر ۱: کتاب اللہ سے مراد تورات۔ کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے انکار کی وجہ سے جو کہ تورات کی تصدیق کرنے والے تھے۔ درحقیقت تورات کا انکار کرنے والے اور اس کو چھوڑنے والے شمار ہوتے تھے۔
نمبر ۲: یا کتاب اللہ سے مراد قرآن مجید ہے۔ اس کو چھوڑ دیا اس کے بعد کہ اس کا قبول کرنا ان پر لازم تھا۔

اعراض کی تمثیل:

وَرَأَوْا ظُهُورَهُمْ: (پس پشت ڈال دیا) یہ ان کے چھوڑ دینے اور اعراض کرنے کی تمثیل ہے ان کے اعراض کو اس چیز سے تمثیل دی۔ جس کو بے پروائی اور بے توجہی کی وجہ سے اور اعراض کرنے سے پیٹھ پیچھے پھینک دیا جاتا ہے۔
كَانَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ: (گویا کہ وہ کچھ جانتے ہی نہیں) کہ وہ اللہ کی کتاب ہے۔

۱۰۲: وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُو الشَّيَاطِينُ: (اور پیچھے پڑ گئے ان چیزوں کے جو پڑھتے تھے شیاطین) یعنی یہود نے کتاب اللہ کو پھینک دیا۔ اور سحر و سحر کی کتابوں کی اتباع کرنے لگے۔ جن کو وہ پڑھا کرتے تھے۔

عہد سلیمانی میں شیاطین کی حرکات:

عَلَىٰ مُلْكِ سُلَيْمَانَ: (سلطنت سلیمان علیہ السلام میں) سلیمان علیہ السلام کے عہد حکومت میں اور وہ اس طرح کہ شیاطین فرشتوں کی باتیں چوری چھپے سن لیتے پھر اس کے ساتھ اپنی طرف سے جھوٹ گھڑ کر ملاتے۔ پھر وہ کاہنوں کے دلوں میں لا ڈالتے۔ کاہنوں نے ان کو کتابوں کی صورت میں مرتب کر لیا تھا۔ جس کو وہ خود پڑھتے اور لوگوں کو سکھاتے تھے۔ یہ چیزیں سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں پھیل گئیں۔ یہاں تک کہ وہ کہنے لگے جنات غیب جانتے ہیں اور یہ بھی کہا کرتے تھے۔ کہ یہ سلیمان علیہ السلام کا علم ہے اور سلیمان علیہ السلام کی سلطنت بھی اس علم سے مکمل ہوئی۔ اور اسی کے ذریعہ انہوں نے جنات کو تابع کیا اور انسانوں اور ہوا کو ماتحت بنایا ہے۔
وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ: (اور نہیں کفر کیا سلیمان علیہ السلام نے) اس میں شیاطین کی تردید ہے اور سحر کے اعتقاد و عمل جس کا انہوں نے سلیمان علیہ السلام پر بہتان باندھا تھا اس کی تردید ہے

وَلَكِنَّ الشَّيَاطِينَ: (لیکن شیاطین نے) وہی ہیں۔

كَفَرُوا: (کفر کیا) یعنی سحر کو استعمال کر کے اور اس کو مدون کر کے۔

قراءت: وَلَكِنَّ الشَّيَاطِينَ۔ لیکن تخفیف کے ساتھ ہے اور حمزہ، شامی اور علی نے شیاطین کو رفع کے ساتھ پڑھا۔

يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ: (وہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے)

مُخَوَّرٌ: یہ جملہ حال کے مقام پر ہے یعنی انہوں نے کفر کیا اس حال میں کہ وہ لوگوں کو سحر سکھانے والے تھے۔ اس حال میں کہ وہ اس سے ان کی گمراہی و اغواء کا قصد کرنے والے تھے۔

وَمَا أُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ: (اس کی اتباع کی جو اتارا گیا دو فرشتوں پر)

عطف کہاں ہے؟

نمبر ۱: جمہور کہتے ہیں کہ مَا یہاں الذی کے معنی میں ہے۔ اور السحر پر عطف کی وجہ سے منصوب ہے۔ یعنی وہ ان کو تعلیم دیتے اس چیز کی جو دو فرشتوں پر اتاری گئی۔

نمبر ۲: اس کا عطف ماتتلوا پر ہے یعنی انہوں نے اتباع کی اس چیز کی جو دو فرشتوں پر اتاری گئی۔

بَابًا هَٰذَا وَتَ وَهَٰرُوتَ: (ہاروت ماروت پر بابل میں)۔ یہ دونوں ان کے نام ہیں۔

مُخَوَّرٌ: یہ ملکیں کا عطف بیان ہے: ان فرشتوں پر جو اتارا گیا تھا۔ وہ علم سحر تھا جو انسانوں کی آزمائش کیلئے اتارا گیا تھا۔ جس نے ان سے سیکھ کر عمل کیا وہ کافر ہو گیا اگر اس میں کوئی ایسی بات ہو جس سے ایمان کی تردید ہوتی تھی۔

اور جس شخص نے اس سے پرہیز کیا یا اس کو سیکھا تا کہ اس سے بچے اور اس کے دھوکے سے محفوظ رہ سکے۔ عمل کی خاطر نہیں سیکھا۔ تو ایسا شخص مؤمن ہے۔

شیخ ماتریدی کا قول:

شیخ ابو منصور ماتریدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سحر کے متعلق مطلقاً یہ کہہ دینا کہ یہ کفر ہے یہ غلط ہے۔ بلکہ اس کی حقیقت کو جانچنا ضروری ہے۔ اگر اس میں کسی شرط ایمان کی تردید ہوتی ہو۔ تو یہ کفر ہے ورنہ نہیں۔ وہ سحر جو کفر ہے اس کے قائل و عامل کو قتل کیا جائے گا۔

البتہ اگر عورت ہوگی تو اس کو قتل نہ کیا جائے گا۔ اور جو قسم سحر کی کفر نہیں مگر اس سے نفس کو ہلاک کرنا لازم آتا ہے اس کا حکم ڈاکوؤں والا ہے۔

(أَنْ يُقْتَلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ) (الایۃ) اس میں مؤنث و مذکر کا حکم ایک ہے اگر توبہ کر لیں تو توبہ قبول کی جائے گی۔ جنہوں نے توبہ کے قبول نہ کرنے کا قول کیا ہے انہوں نے غلط کہا۔ اس لیے کہ ساحرین فرعون کی توبہ قبول کر لی گئی۔

نمبر ۳: انزل کا معنی قذف فی قلوبہما مع النہی عن العمل۔ ان کے دلوں میں سحر ڈالا اس پر عمل کی ممانعت سمیت۔

من گھڑت حکایت کا رد:

نمبر ۴: یہ بھی کہا گیا کہ یہ دونوں فرشتے وہ تھے جن کا ملائکہ نے انتخاب کیا کہ ان میں شہوت پیدا کی جائے جب انہوں نے بنی آدم کو عار دلائی۔ یہ دن کو زمین میں فیصلہ کرتے اور رات کو آسمانوں پر چڑھ جاتے۔ دونوں نے زہرہ کی خواہش کی اس نے ان کو شراب پینے پر آمادہ کیا۔ پھر اس کے ساتھ وہ زنا میں مبتلا ہو گئے۔ ان کو ایک آدمی نے دیکھ لیا۔ ان دونوں نے اس کو قتل کر ڈالا۔ پھر دونوں

نے آخرت کے مقابلے میں دنیا کے عذاب کو ترجیح دی۔ اور وہ دونوں بابل کے کنوئیں میں اوندھے لٹکے ہوئے ہیں۔ یہ من گھڑت کہانی ہے جس کی کوئی اصل نہیں۔ معتبر مفسرین نے اس کی تردید کی ہے۔

وجہ تسمیہ: بابل کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ زبانیں اس میں وہاں مخلوط ہو جاتی تھیں۔

وَمَا يَعْلَمُونَ مِنْ أَحَدٍ: (وہ فرشتے کسی کو نہیں سکھاتے تھے)

حَتَّى يَقُولَ: (یہاں تک کہ وہ کہتے) یہاں تک کہ اس کو تنبیہ کرتے اور اس کو نصیحت کرتے اور اس کو کہہ دیتے۔

إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ: (بے شک ہم آزمائش ہیں) فتنہ کا معنی ابتلاء ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش ہے

فَلَا تَكْفُرْ: (تو کفر نہ کر) یعنی اس کو سیکھ کر اور اس پر عمل کر کے اس انداز میں کہ جو کفر بن جائے۔

نحوی حکایت:

فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا: (پس وہ ان دونوں سے سیکھتے) نمبر ۱: فاء کا عطف يعلمون الناس السحر پر ہے۔ یعنی وہ ان کو سکھاتے

پس وہ جادو اور کفر ان سے سیکھتے۔ جادو اور کفر سیکھنے پر کفر و اور يعلمون الناس السحر دلالت کرتے ہیں۔

نمبر ۲: فاء کا عطف مضمر پر ہے پس تقدیر عبارت یہ ہوگی۔ فیاتون فیتعلمون۔ پس وہ ان کے پاس آتے اور ان سے سیکھتے۔ اور

ضمیر اس کی طرف جاتی ہے جس پر من احد دلالت کرتا ہے۔ یعنی فیتعلم الناس من الملکین۔ پس لوگ ان دونوں فرشتوں

سے سیکھتے۔

مَا يُفَرِّقُونَ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهِ: (وہ باتیں جو جدائی ڈال دیں مرد و عورت کے درمیان) یعنی وہ علم سحر جو زوجین کے

درمیان تفریق کا سبب بنتا۔ اللہ تعالیٰ ابتلاء کے طور پر عورت میں نافرمانی اور مخالفت پیدا فرما دیتے

اہلسنت:

کے نزدیک سحر کی ایک حقیقت ہے اور معتزلہ کے ہاں یہ محض تخیل ہے اور ملمع سازی ہے۔

وَمَا هُمْ بِضَارِّينَ بِهِ: (حالانکہ وہ نقصان نہیں پہنچا سکتے) ہ سے مراد سحر ہے۔

مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ: (اس سے کسی کو بغیر حکم الہی کے) یعنی اللہ تعالیٰ کے علم و مشیت کے ساتھ۔

وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ: (اور وہ سیکھتے تھے جو ان کو نقصان نہ پہنچا دے اور نہ نفع) یعنی آخرت میں۔

مَنْ يَسْتَلِمْ: اس میں بتلا دیا کہ سحر سے بچنا ضروری ہے جیسا وہ فلسفہ جو گمراہی کی طرف لے جائے۔ اس سے بھی بچنا ضروری ہے۔

وَلَقَدْ عَلِمُوا: (تحقیق وہ جان چکے) یعنی یہود۔

لَمَنِ اشْتَرَاهُ: (جس نے اس کو خریدا) کتاب اللہ کے بدلہ میں اس کو لیا جو شیاطین پڑھتے تھے۔

مَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَقٍ: (اس کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں) خلاق کا معنی حصہ ہے۔

وَلَيْسَ مَا شَرَوْا بِهِ أَنْفُسَهُمْ: (بہت بری چیز کے بدلے انہوں نے اپنے نفسوں کو بیچا) یعنی اپنے نفسوں کو بیچا۔

لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ: (کاش وہ جان لیتے)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوا وَلِلْكَافِرِينَ

اے ایمان والو! تم لفظ راعنا نہ کہو اور لفظ انظرنا کہو اور سنو! اور کافروں کے لئے

عَذَابٌ أَلِيمٌ ۱۰۴

وردناک عذاب ہے۔

سوال: لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ سے علم کی نفی کی۔ اور وَلَقَدْ عَلِمُوا سے ان کے لیے علم کا اثبات و تاکید قسم کے ساتھ کیا۔

جواب: کاش لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ کا معنی ہے وہ اپنے علم سے جان لیتے جب انہوں نے اپنے علم کو نہ جانا تو ان کو اس طرح قرار دیا گویا وہ جانتے ہی نہیں۔

تَفْسِيرُ آيَةِ ۱۰۳:

۱۰۳: وَلَوْ أَنَّهُمْ آمَنُوا: (اگر وہ ایمان لے آئے) امنوا سے مراد رسول اللہ ﷺ اور قرآن پر ایمان لانا ہے۔
وَاتَّقُوا: (اور تقویٰ اختیار کرتے) اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تو کتاب اللہ کا پیچھے پیچھے پھینکنا اور شیاطین کی کتابوں کی اتباع چھوڑ دیتے۔

لَمْثُوبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ خَيْرٌ لَّوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ: (تو ضرور ثواب ہوتا اللہ تعالیٰ کے پاس سے بہتر اگر وہ جان لیتے) بے شک اللہ تعالیٰ کا ثواب بہت بہتر ہے ان غلط چیزوں سے جن میں وہ مبتلا تھے۔ اور وہ اس بات سے بخوبی واقف تھے۔ لیکن جب انہوں نے اپنے علم پر عمل ترک کیا۔ تو ان کو جاہل قرار دیا گیا۔

مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو بہتر بدلہ ملتا (اگر اپنے صحیح رخ پر قائم رہتے)

کنایت ثواب:

سوال: لَوْ کے جواب میں جملہ فعلیہ کی بجائے اسمیہ لائے؟

جواب: کیونکہ اس میں ثواب کے ثابت کرنے اور پختہ کرنے کی زیادہ دلالت ہے۔

سوال: لَمْثُوبَةُ اللَّهِ خَيْرٌ نِّمِیْسَ كَمَا بَلَّكَ لَمْثُوبَةُ مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ خَيْرٌ كَمَا بَلَّكَ۔

جواب: اس لیے کہ لَمْثُوبَةُ مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ خَيْرٌ کا مطلب یہ ہے کہ تھوڑا سا ثواب بھی ان کے لیے کافی تھا۔ لَوْ کو یہاں تمنی کے لیے بھی قرار دیا گیا۔ گویا انہیں یہ کہا گیا۔ کاش کہ وہ ایمان لاتے پھر نیا کلام شروع کر کے کہ لَمْثُوبَةُ مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ خَيْرٌ۔

۱۰۴: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انْظُرْنَا: (اے ایمان والو! تم راعنا نہ کہو بلکہ انظرنا کہو) جب مسلمانوں کو آپ کوئی بات فرماتے تو مسلمان کہتے راعنا یا رسول اللہ۔ یعنی ہمارا خیال و انتظار فرمائیں۔ یہاں تک کہ ہم اس کو سمجھ کر یاد کر لیں۔

مَا يُوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَلَا الْمُشْرِكِينَ أَنْ يُنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِنْ

اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اور مشرکین یہ پسند نہیں کرتے کہ نازل کی جائے تمہارے اوپر تمہارے رب کی

خَيْرٍ مِّنْ رَبِّكُمْ ۖ وَاللَّهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَّشَاءُ ۖ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ

طرف سے کوئی خیر۔ اور اللہ تعالیٰ مخصوص فرمائے اپنی رحمت سے جس کو چاہے اور اللہ تعالیٰ بڑے

الْعَظِيمِ ۝

فضل والا ہے۔

رَاعِنَا کی وجہ ممانعت:

اور ادھر یہود کے ہاں عبرانی یا سریانی زبان میں، راعینا ”کلمہ تھا جس سے وہ ایک دوسرے کو گالم گلوچ کرتے تھے۔ جب انہوں نے مسلمانوں سے راعنا کا لفظ سنا تو انہوں نے فرصت کو غنیمت جانا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے یہی کلمہ کہنا شروع کر دیا۔ اور مراد اس سے وہ اپنا گالی والا کلمہ لینے لگے۔ پس مسلمانوں کو اس کلمہ سے روک دیا گیا۔ اور اس کا ہم معنی کلمہ انظرنا کہنے کا حکم دیا۔ یہ انظر نظر سے انتظار کے معنی میں ہے۔

وَاسْمَعُوا: (اور غور سے سنو) نمبر ۱: غور سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور فرامین کو سنو۔ کہ تمہارے کان ان کو محفوظ کرنے والے اور دماغ حاضر ہوں۔ تاکہ اعادہ اور رعایت کرنے والے کے مطالبہ کی حاجت پیش نہ آئے۔

نمبر ۲: قبولیت و اطاعت کی غرض سے سنو۔ تمہارا سننا یہود کی طرح نہ ہونا چاہئے کہ انہوں نے کہا۔

سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا (کہ ہم نے سنا اور نافرمانی کی)

وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ: (اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے) یہود کے لیے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی ہے دردناک عذاب ہے۔

۱۰۵: مَا يُوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَلَا الْمُشْرِكِينَ أَنْ يُنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِنْ خَيْرٍ مِّنْ رَبِّكُمْ۔ (اہل کتاب میں

سے کافر اور مشرک یہ نہیں چاہتے کہ اتاری جائے تم پر بھلائی اللہ تعالیٰ کی طرف سے)

قراءت: يُنَزَّلُ کو ابو عمر و اور کی نے يُنَزَّلُ تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔

اقسام من:

مِنْ خَيْرٍ مِّنْ رَبِّكُمْ: (کوئی بھلائی تمہارے رب کی طرف سے)

نمبر ۱: پہلا من بیان ہے۔

مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا أَوْ مِثْلَهَا ۗ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ

ہم جس کسی آیت کو منسوخ کرتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں تو ہم اس سے بہتر یا اس جیسی آیت لے آتے ہیں۔ کیا تو نے نہیں جانا کہ بلاشبہ اللہ ہر چیز پر

شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝۱۶ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَٱلْأَرْضِ ۗ وَمَا لَكُم مِّنْ

قادر ہے۔ کیا تو نے نہیں جانا کہ بے شک اللہ کے لئے آسمان اور زمین کا ملک ہے اور تمہارے لئے اللہ کے

دُونِ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ۝۱۷

سوا کوئی ولی اور مددگار نہیں۔

نمبر ۲: اور دوسرا زائدہ ہے جو خیر میں استغراق کا معنی پیدا کرنے کے لیے لایا گیا ہے۔ یعنی کسی قسم کی کوئی بھلائی۔

نمبر ۳: تیسرا مِنْ ابتداء غایت کے لیے ہے۔ الخیر سے وحی اور اسی طرح رحمت مراد ہے۔

وَاللَّهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَن يَشَاءُ: (اور اللہ تعالیٰ خاص کرتے ہیں اپنی رحمت کے ساتھ جس کو چاہتے ہیں) یعنی وہ اپنے بارے میں خیال کرتے ہیں۔ کہ وہ وحی اتارے جانے کے زیادہ حقدار ہیں۔ پس اے مسلمانو! وہ تم سے حسد کرتے ہیں۔ اور پسند نہیں کرتے کہ تم پر کوئی چیز وحی میں سے اتاری جائے، اللہ تعالیٰ تو نبوت کے ساتھ جس کو چاہتا ہے خاص کر لیتا ہے۔

وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ: (اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والے ہیں) اس میں بتلایا کہ نبوت کا ملنا بہت بڑا فضل ہے۔

شأن نزول: کفار نے نسخ کے سلسلہ میں یہ اعتراض اٹھایا کہ محمد ﷺ کو دیکھو۔ کہ اپنے اصحاب کو ایک بات کا حکم دیتے ہیں پھر ان کو منع کر کے اس کے الٹ حکم دیتے ہیں آج ایک بات کہتا ہے اور کل اس سے رجوع کر لیتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات اتاریں۔

۱۰۶: مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنسِهَا: (جو کوئی آیت ہم منسوخ کر دیتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں)

لغوی معنی:

لغت میں نسخ تبدیل کرنے کو کہتے ہیں۔

شرعی تعریف:

کسی ایسے مطلق شرعی حکم کی انتہاء کو متاخر بیان کرنا کہ جس کا ہمیشہ رہنا ہمارے دماغوں میں پختہ ہو چکا ہو۔ یہ ہمارے حق میں تو بظاہر تبدیلی ہے مگر صاحب شرع کے لیے یہ بیان محض ہے۔

ہم نے ان لوگوں کا جواب یہ کہہ کر۔ ”یہ صاحب شرع کے حق میں محض بیان ہے“ ”دے دیا جو نسخ کے منکرین ہیں“ اور نسخ کو بداء قرار دیتے ہیں۔ میری مراد اس سے یہود ہیں۔ (یا اس طرح کے دیگر گروہ بھی)

محل نسخ:

ایسا حکم جس میں وجود و عدم کا ذاتی طور پر احتمال ہو۔ اور اس حکم کے ساتھ ایسی چیزیں جو نسخ کے خلاف ہوں وہ نہ پائی جائیں۔ مثلاً توقیت، تابید خواہ وہ توقیت وغیرہ نص سے ثابت ہو یا دلالت نص سے۔

شرط نسخ:

دل کے ارادے سے قدرت کافی ہے تمکن فعل سے قدرت ضروری نہیں۔ عندنا۔ البتہ معتزلہ فعل سے قدرت کو ضروری قرار دیتے ہیں۔

نسخ کی صورت:

نمبر ۱: تلاوت اور حکم سے نسخ بھی جائز ہے اور
نمبر ۲: یہ بھی جائز ہے۔ کہ حکم منسوخ ہو۔ اور تلاوت منسوخ نہ ہو۔
نمبر ۳: اور اس کا عکس ہو کہ تلاوت منسوخ ہو مگر حکم منسوخ نہ ہو۔
نمبر ۴: اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حکم کا کوئی وصف منسوخ ہو جیسے نص پر اضافہ قید یہ ہمارے نزدیک نسخ ہے امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک نہیں۔

الانساء: دلوں سے اس کی یادداشت کا مٹ جانا۔
قراءت: ابو عمر و اور کی نے نَسَا ہا ہمزہ سے پڑھا ہے۔ نَسَا کا معنی موخر کرنا ہے یہ نَسَا ت سے لیا گیا ہے جس کا معنی اخراج ہے۔ میں نے موخر کیا۔

نَاَتٍ بِخَيْرٍ مِّنْهَا: (تو نازل کر دیتے ہیں اس سے بہتر) یعنی ہم کوئی آیت لے آتے ہیں جو بندہ کے لیے اس سے زیادہ بہتر ہوتی ہے۔ عمل میں ثواب کے لحاظ سے
أَوْ مِثْلَهَا: (یا اس جیسی) اس میں اس کی مثل ہوتی ہے اس لیے کہ بعض آیات کو بعض پر (بحیثیت آیت کے) کوئی فضیلت نہیں۔
أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ: (کیا تجھے معلوم نہیں کہ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتے ہیں) یعنی وہ قادر ہے پس خیر اور اس کی مثل پر یکساں قدرت رکھتا ہے۔

تَفْسِيْرُ آيَةِ ۱۰۷:

۱۰۷: أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَٱلْأَرْضِ: (کیا تم کو معلوم نہیں کہ آسمان و زمین کی سلطنت اسی اللہ کی ہے۔) وہ تمہارے معاملات کا مالک اور مدبر ہے وہ خوب جانتا ہے کہ نسخ منسوخ میں سے کس کے ساتھ تم سے عبادت کروانی ہے۔
وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ: (اور تمہارے لیے اللہ کے مقابل کوئی مددگار دوست نہیں) ایسا جو تمہارے معاملے کا ذمہ دار ہو۔
وَلَا نَصِيرٌ: (اور نہ مددگار) اور نہ کوئی مددگار جو تمہیں عذاب سے بچائے۔

أَمْ تُرِيدُونَ أَنْ تَسْأَلُوا رَسُولَكُمْ كَمَا سَأَلَ مُوسَىٰ مِنْ قَبْلُ ۚ وَمَنْ يَتَّبِدَلِ

کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے رسول سے سوال کرو جیسا کہ اس سے پہلے موسیٰ سے سوال کئے گئے اور جو شخص ایمان کے بدلہ کفر کو

الْكُفْرَ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ ۝۱۰۸

اختیار کرے۔ سو وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا۔

تَفْسِيْرُ آيَةِ ۱۰۸..... بجا سوالات کی ممانعت:

أَمْ تُرِيدُونَ: (کیا تم یہ چاہتے ہو کہ) یہ اُمّ منقطعہ ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ اُتُریدون کیا تم ارادہ رکھتے ہو؟
أَنْ تَسْأَلُوا رَسُولَكُمْ كَمَا سَأَلَ مُوسَىٰ مِنْ قَبْلُ: (سوال کرو جس طرح سوال کئے گئے موسیٰ علیہ السلام سے اس سے قبل) روایت
میں آیا ہے کہ قریش نے کہا۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم صفا پہاڑ کو ہمارے لیے سونا بنادے۔ اور مکہ کی زمین سے پہاڑ ہٹا کر اس کو کھلا میدان کر
دے۔ پس اس آیت میں ان کو نشانیاں مانگنے کی ممانعت کر دی گئی۔ جس طرح موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے ان سے کہا۔

اجْعَلْ لَّنَا إِلَهًا۔ سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۳۸

وَمَنْ يَتَّبِدَلِ الْكُفْرَ بِالْإِيمَانِ: (جو بدلے کفر کو ایمان سے) جس نے آیات منزلہ پر یقین کو چھوڑ دیا۔ اور ان میں شک کیا اور
اپنی طرف سے اور کو ایجاد کیا

فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ: (پس وہ سیدھی راہ سے بھٹک گیا) سواء کا معنی سیدھا اور درمیانہ راستہ۔

وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُم مِّنْ بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا ۖ

اہل کتاب میں سے بہت سے لوگ دل سے یہ چاہتے ہیں کہ کاش تم کو تمہارے ایمان کے بعد پھر کفر کی طرف لوٹا لیں

حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ أَنْفُسِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۚ فَاعْفُوا

اپنے دلوں کے حسد کے باعث، بعد اس کے کہ ان کے لئے حق ظاہر ہو گیا ہے، سو تم معاف کرو

وَاصْفَحُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرٍ ۖ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝۱۰۹

اور درگزر کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم بھیج دے، بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے

وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ ۖ وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنْفُسِكُمْ مِنْ خَيْرٍ

اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور جو کچھ پہلے سے بھیج دو گے اپنی جانوں کے لئے کوئی خیر

تَجِدُوهُ عِنْدَ اللَّهِ ۖ إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝۱۱۰

اسے اللہ کے پاس پا لو گے، بے شک اللہ ان کاموں کو دیکھنے والا ہے جن کو تم کرتے ہو

تفسیر آیت ۱۰۹:

وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُم مِّنْ بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا ۖ (اہل کتاب میں سے بہت سے چاہتے ہیں کہ تم کو پھیر دیں) یہ کہ وہ تم کو لوٹا دیں۔
مِّنْ بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا ۖ (ایمان کے بعد کفر کی حالت میں) یہ تمہیں ضمیر سے حال ہے مطلب یہ ہوا۔ یعنی تم کو تمہارے دین سے کفر کی حالت کی طرف لوٹا دیں۔

شأن نزول: یہ آیت اس وقت اتری جب یہود نے واقعہ احد کے بعد کہا۔ کیا تم نے غور نہیں کیا۔ کہ جو تکلیف تمہیں پہنچی۔ اگر تم حق پر ہوتے تو تمہیں شکست نہ ہوتی۔ تم ہمارے دین میں واپس لوٹ آؤ۔ وہی تمہارے لیے بہتر ہے۔

حَسَدًا ۖ (حسد کی وجہ سے) یہ مفعول لہ ہے یعنی حسد کی وجہ سے۔ حسد دوسرے کے پاس نعمت کے ہونے پر افسوس کرنا (جلنا اور اس کے زوال کی تمنا کرنا)۔

مِّنْ عِنْدِ أَنْفُسِهِمْ ۖ (جوان کے دلوں میں ہے) یہ وڈ کے متعلق ہے یعنی وہ اپنے دلوں سے چاہتے ہیں اپنی شہوت کی بناء پر۔ دین داری اور حق کی طرف میلان کی وجہ سے نہیں۔ کیونکہ وہ اس کو پسند کرتے ہیں۔

مِّنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۚ (اس کے بعد کہ ان پر ظاہر ہو چکا حق) کہ ان کو معلوم ہے کہ تم حق پر ہو۔ یا حسد کی بناء پر یعنی ایسا حسد شدید جو ان کے دلوں کی گہرائی سے پھوٹنے والا ہے۔

فَاعْفُوا وَاصْفَحُوا ۖ (تم معاف کرو اور درگزر کرو) پس تم ان کے ساتھ درگزر اور معافی کا راستہ اختیار کرو اگر ان سے جہالت

وَقَالُوا لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَن كَانَ هُودًا أَوْ نَصْرًا ۚ تِلْكَ أَمَانِيُّهُمْ ۚ قُلْ

اور انہوں نے کہا کہ ہرگز کوئی شخص جنت میں داخل نہ ہوگا۔ سوائے اس کے جو یہودی ہو یا نصرانی ہو، یہ ان کی آرزوئیں ہیں، آپ فرمادیجئے

هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝ بَلَىٰ ۚ مَن أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ

کہ لے آؤ اپنی دلیل اگر تم سچے ہو ہاں جس نے اپنی ذات کو اللہ کی فرمانبرداری کے لئے جھکا دیا اور وہ محسن ہو

فَلَهُ أَجْرُهُ عِنْدَ رَبِّهِ ۖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝

تو اس کے لئے اس کا اجر ہے اس کے رب کے پاس، اور ان لوگوں پر کوئی خوف نہیں، اور نہ یہ لوگ رنجیدہ ہوں گے

و دشمنی ظاہر ہو۔

حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهَ بِأَمْرِهِ ۚ (یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ لے آئے اپنا حکم) یعنی لڑائی والا حکم۔

إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۚ (بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتے ہیں) وہ ان سے انتقام کی قدرت رکھتا ہے۔

تَفْسِيرُ آيَةِ ۱۱۰:

وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُمْ مِنْ خَيْرٍ ۚ (اور قائم کرو نماز اور دیتے رہو زکوٰۃ اور جو کچھ بھیج دو آگے اپنے لیے بھلائی) خیر سے مراد کوئی نیکی، نماز یا ان کے علاوہ دیگر عبادات۔

تَجِدُوهُ عِنْدَ اللَّهِ ۚ (وہ پاؤ گے اللہ تعالیٰ کے پاس) اس کا ثواب اس کے ہاں پالو گے۔

إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۚ (بے شک اللہ تعالیٰ جو تم کرتے ہو دیکھ رہا ہے) اس سے ہاں کسی عامل کا کوئی عمل ضائع نہیں ہوتا۔

ادعاء یہود و نصاریٰ:

۱۱۱: وَقَالُوا لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَن كَانَ هُودًا أَوْ نَصْرًا ۚ (وہ کہتے ہیں ہرگز نہ جائیں گے جنت میں مگر جو یہودی یا عیسائی ہو) قالوا کی ضمیر اہل کتاب یہود و نصاریٰ کی طرف لوٹ رہی ہے۔ یعنی یہود نے کہا جنت میں فقط یہودی جائیں گے۔ نصاریٰ نے کہا جنت صرف نصاریٰ کیلئے ہے ان دونوں قولوں میں صنعت لف کا لحاظ رکھا گیا۔ کہ ہر فریق دوسرے کی تسلیل کر رہا ہے۔ اور دوسرے کو یقینی طور پر گمراہ قرار دے رہا ہے۔ سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۱۳۔ قَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصَارَىٰ عَلَىٰ شَيْءٍ وَقَالَتِ النَّصَارَىٰ لَيْسَتِ الْيَهُودُ عَلَىٰ شَيْءٍ۔! میں یہ بات مذکور ہے ہود جمع ہائند کی جس طرح عائد جمع عوذ کی۔ من کے لفظ کا لحاظ کر کے کان کا اسم واحد لائے۔ اور معنی کی طرف نظر کر کے خبر جمع لائے۔

باطل تمنا:

تِلْكَ اَمَانِيْهُمْ: (یہ ان کی تمنا نہیں ہیں) اس سے ان کی مذکورہ تمناؤں کی طرف اشارہ کیا۔ اور وہ یہ کہ ایمان والوں پر رب کی طرف سے خیر نہ اترے گی، اور ایک تمنا یہ تھی۔ کہ وہ مسلمانوں کو کفر کی طرف لوٹا دیں۔ اور ایک تمنا یہ تھی کہ ان کے علاوہ کوئی جنت میں نہ جائے گا اس قسم کی باطل تمنا میں ان کی تمنائیں تھیں۔ الامنیۃ۔ یہ تمنی سے افعول کا وزن ہے۔ جیسے اضحوکہ۔

قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ: (کہہ دیں اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم اپنی دلیل لاؤ) تم اپنے جنت میں داخلے کی دلیل لاؤ۔ ہات کا لفظ بمنزلہ ہاء کے ہے۔ جس کا معنی اُحْضُر ہے یہ ان کے قول لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَتْ هُوْدًا اَوْ نَصْرٰی سے متصل ہے اور تِلْكَ اَمَانِيْهُمْ کا جملہ معترضہ ہے

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ: (اگر تم سچے ہو) اپنے دعویٰ میں۔

مذمت اہل کتاب:

۱۱۲: بَلٰی: (کیوں نہیں) دوسروں کے جنت میں داخلے کی یہود و نصاریٰ نے جوئی کی۔ یہ اس کا اثبات ہے۔

مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلّٰهِ: (جس نے حوالے کیا اپنے چہرے کو اللہ تعالیٰ کے) جس نے اپنے آپ کو اس کے لیے خالص کر لیا۔ اور وہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا۔

وَهُوَ مُحْسِنٌ: (اور وہ نیکو کار بھی ہے) وہ قرآن کی تصدیق کرنے والا ہے۔

فَلَهُ اَجْرُهُ: (اس کے لیے اس کا ثواب ہے) یہ من اسلم کا جواب ہے۔ من اسلم یہ ایسا کلام ہے جو معنی شرط کو متضمن ہے۔ اور بلی سے ان کی تردید ہے کہ جنت میں ہمارے سوا کوئی نہ جائے گا۔

عِنْدَ رَبِّهِ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ: (اس کے پروردگار کے ہاں نہ خوف ہوگا ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے)

وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصْرَىٰ عَلَىٰ شَيْءٍ ۖ وَقَالَتِ النَّصْرَىٰ لَيْسَتِ الْيَهُودُ

اور کہا یہود نے کہ نصاریٰ کسی چیز پر نہیں، اور نصاریٰ نے کہا کہ یہود کسی

عَلَىٰ شَيْءٍ ۚ وَهُمْ يَتْلُونَ الْكِتَابَ ۚ كَذَلِكَ قَالَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ مِثْلَ

چیز پر نہیں، حالانکہ وہ لوگ کتاب پڑھتے ہیں۔ ایسا ہی کہا ان لوگوں نے جو نہیں جانتے انہی کی

قَوْلِهِمْ ۚ فَاللَّهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿۱۱۳﴾

کی بات، پس اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمائے گا ان کے درمیان قیامت کے دن اس بات میں جس میں وہ آپس میں اختلاف رکھتے ہیں

تفسیر آیت ۱۱۳:

وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصْرَىٰ عَلَىٰ شَيْءٍ ۖ (یہود نے کہا کہ نصاریٰ کسی راہ پر نہیں) کسی صحیح شئی پر جو شمار کی جاسکے۔

وَقَالَتِ النَّصْرَىٰ لَيْسَتِ الْيَهُودُ عَلَىٰ شَيْءٍ ۖ (اور نصاریٰ نے کہا یہود کسی راہ پر نہیں)

وَهُمْ يَتْلُونَ الْكِتَابَ ۚ (حالانکہ وہ سب کتاب الہی پڑھتے ہیں) وہم يتلون الكتاب میں واو حالیہ ہے اور الكتاب کا الف لام

جنس کا ہے۔ یعنی انہوں نے ایسی بات کہی حالانکہ وہ اہل علم اور کتابیں پڑھنے والے ہیں۔ اور جو تورات و انجیل کو اٹھانے والا اور

ان پر ایمان لانے والا ہے اسے باقی کا انکار نہیں کرنا چاہیے کیونکہ دونوں کتابیں ایک دوسرے کی مصدق ہیں۔

كَذَلِكَ ۖ (اسی طرح) اس جیسی بات جو تو سن چکا۔

توضیح اہل کتاب:

قَالَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۖ (کہی ان لوگوں نے جو بے علم ہیں ان جیسی بات) یعنی وہ جاہل جن کو نہ کچھ علم ہے اور نہ

ان کے پاس کتاب ہے۔ جیسے بت پرست۔ دہریے وہ ہر دین والے کو کہتے ہیں۔ کہ وہ کسی ایسی چیز پر نہیں جو کسی شمار و قطار میں

آئے۔ اس آیت میں اہل کتاب کو سخت توبیخ کی گئی کہ انہوں نے علم کے باوجود اپنے آپ کو جاہلوں کی لڑی میں پرو دیا ہے۔

فَاللَّهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۖ (پس اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان میں فیصلہ کرے گا۔ جس

میں یہ جھگڑتے تھے) یعنی یہود و نصاریٰ کے درمیان اس سزا کا جو ہر فریق کے لیے اس کے مناسب تجویز کی جائیگی۔

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسْجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَىٰ فِي خَرَابِهَا

اور اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اس بات سے روکے کہ اللہ کی مسجدوں میں اللہ کا نام لیا جائے اور ان کی ویرانی کی کوشش کرے۔

أُولَٰئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ أَنْ يَدْخُلُوهَا إِلَّا خَائِفِينَ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَلَهُمْ

ان لوگوں کے لئے یہ جائز نہیں کہ ان میں داخل ہوں مگر ڈرتے ہوئے، ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لئے

فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿۱۱۴﴾

آخرت میں بڑا عذاب ہے۔

۱۱۴: وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسْجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ: (اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو منع کرے اللہ تعالیٰ کی مسجدوں سے کہ ان میں اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے) قراءت: من ابتداء کی وجہ سے موضع رفع میں ہے اور یہ استفہامیہ ہے۔ اظلم یہ اس کی خبر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کون بڑا ظالم ہے اس شخص سے۔

نحوی تراکیب:

نمبر ۱: ان یدکر یہ منع کا مفعول دوم ہے کیونکہ محاورہ ہے منعتہ کذا۔ اس کی مثال سورۃ اسراء کی آیت وما منعنا ان نرسل بالایات میں منع کا مفعول اول نا اور دوم ان نرسل بالایات ہے۔ اور اسی سورت کی آیت نمبر ۹۴ وما منع الناس ان يؤمنوا۔ میں الناس اور ان يؤمنوا دو مفعول ہیں۔

نمبر ۲: یہ بھی جائز ہے کہ ان کے ساتھ حرف جر کو حذف کر دیں۔ اصل اس طرح ہے۔ من ان یدکر اور تم اس کو نصب دو بطور مفعول لہ کے۔ نصب کا مطلب یہ ہے۔ منعہا کراہۃ ان یدکر (ان مساجد سے روکے ذکر سے نفرت کی بناء پر)

ایک مسئلہ:

اللہ تعالیٰ کی تمام مساجد کے لیے یہ حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے ان میں روکنے والا ظلم میں حد سے نکلنے والا ہے اس کی وجہ یہ ہوئی کہ عیسائیوں نے بیت المقدس میں گندگی ڈال دی۔ لوگوں نے ان کو اس میں نماز پڑھنے سے روک دیا۔ یا مشرکین مکہ نے رسول اللہ ﷺ کو حدیبیہ کے سال مسجد حرام میں داخلے سے منع کیا۔

جمع کی وجہ:

سوال: یہاں مساجد اللہ فرمایا گیا۔ حالانکہ روکا تو ایک مسجد سے تھا۔ مسجد بیت المقدس یا مسجد حرام سے۔

جواب: حکم عام ہے اگرچہ سبب خاص ہے اس کی مثال سورۃ ہمزہ کی آیت نمبر اوایل لکل ہمزہ ہے۔ جو اخنس بن شریق کے بارے میں اتری۔ حالانکہ مراد عام ہر طعنہ زن ہے۔

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ فَآيِنَمَا تُولُوْا فَوَجْهُ اللّٰهِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝۱۱۵

اور اللہ ہی کے لئے ہے مشرق اور مغرب، سو تم جس طرف بھی رخ کرو ادھر اللہ کا رخ ہے، بیشک اللہ واسع ہے، علیم ہے

وَسَعَىٰ فِي خَرَائِبِهَا: (اور کوشش کرے ان کے اجاڑنے کی) اللہ کی یاد کو منقطع کر کے۔ مَنْ سے عام مراد ہے جیسا کہ مَسْجِدَ اللّٰهِ سے مراد عام ہے یعنی ہر ایک مسجد مراد ہے۔

أُولَئِكَ: (یہ لوگ) اولئک کا مشار الیہ وہ رکاوٹ ڈالنے والے ہیں۔

مَا كَانَ لَهُمْ أَنْ يَدْخُلُوهَا: (اس لائق نہیں کہ ان میں داخل ہوں) یعنی ان کے لیے مناسب نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مساجد میں داخل ہوں۔

عاجزانہ داخلہ کی اجازت:

إِلَّا خَافِيْنَ: (مگر ڈرتے ڈرتے) یہ يدخلوہا کی ضمیر سے حال ہے۔ نمبر ۱: یعنی مؤمنوں سے ڈرنے کی اور کپکپی کی حالت میں کہ کہیں پکڑ نہ لیے جائیں۔ بجائے اس کے کہ وہ ناجائز تسلط جمائیں اور منہ موڑیں۔ اور ایمان والوں کو اس سے روکیں۔ مطلب یہ ہوا کہ ان کا یہی حق تھا۔ اگر کفار کا ظلم و سرکشی وغور نہ ہو۔

نمبر ۲: یہ بھی کہا گیا۔ کہ ماکان لہم فی حکم اللہ یعنی بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرمایا اور لوح محفوظ میں لکھ دیا کہ وہ مؤمنوں کی مدد فرمائے گا۔ اور ان کو مضبوط کرے گا۔ یہاں تک کہ وہ اکمیں داخل نہیں ہونگے۔ مگر اس حال میں کہ وہ ڈرنے والے ہونگے۔ روایت میں ہے کہ بیت المقدس میں کوئی عیسائی داخل نہیں ہوتا۔ مگر ناواقف بنکر اس خطرہ کے پیش نظر کہ قتل نہ کر دیا جائے۔ حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں۔ بیت المقدس میں جو عیسائی پایا جاتا ہے اس کی خوب پٹائی کی جاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اعلان فرمادیا۔ الا لا یحجن بعد هذا العام مشرک (بخاری و مسلم) خبردار اس سال کے بعد کوئی مشرک ہرگز حج بیت اللہ کو نہ آئے۔

بعض نے اس ارشاد کا معنی یہ کیا ہے۔ کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ مشرکین کو بطور صاحب اقتدار کے وہاں غالب نہ ہونے دو۔ کہ اس کے راستہ میں کوئی رکاوٹ نہ ہونے دو۔ جیسا کہ اس آیت میں ہے جو سورۃ احزاب آیت نمبر ۵۳ میں ہے۔ وما کان لکم ان تؤذوا رسول اللہ کہ رسول اللہ ﷺ کو ایذا مت دو۔

لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ: (ان کے لیے دنیا میں رسوائی) خیزی سے مراد حربی کافر کا قتل و قید کرنا ہے اور ذمی کا جزیہ کی ذلت اٹھانا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ: (اور ان کے لیے آخرت میں بہت بڑا عذاب ہے) عذاب سے مراد یہاں آگ ہے۔ ۱۱۵: وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ: (مشرق و مغرب اللہ تعالیٰ ہی کا ہے) یعنی مشرق و مغرب کے سارے ملک اس کے ہیں۔ اور وہی ان کا مالک ہے اور متولی ہے۔

فَإِنَّمَا تَوَلَّوْا: (جدھر تم اپنا منہ کر لو گے) یہ شرط ہے تو لو ایہ جزاء فعل اس کی وجہ سے مجزوم ہے یعنی جس جگہ میں ہو تم چہروں کا رخ قبلہ کی طرف پھيرو۔ اس مطلب کی دلیل سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۱۴۴۔ قَوْلٍ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهُ۔ کہ تم اے پیغمبر پھيرو اپنے چہرے کو مسجد حرام کی طرف اور جس جگہ بھی تم ہو (تم مسلمانو) پھيرو اپنے چہروں کو اسی کی طرف۔

فَقَسَمَ وَجْهَ اللَّهِ: (پس ادھر ہی اللہ کا سامنا ہے) یہ جواب شرط ہے۔ یعنی وہ جہت جس پر وہ راضی ہے اور جس کا اس نے حکم دے رکھا ہے۔ پس مطلب یہ ہے کہ جب تمہیں مسجد حرام یا مسجد بیت المقدس میں نماز سے روک دیا گیا۔ تو تمہارے لیے ساری زمین کو مسجد بنا دیا گیا۔ پس تم زمین کے جس ٹکڑے پر چاہو نماز ادا کرو۔ اور اس میں بیت اللہ کی طرف منہ کر لو کیونکہ جہت کی طرف منہ تو ہر جگہ ممکن ہے۔

إِنَّ اللَّهَ وَاسِعٌ عَلِيمٌ: (بے شک اللہ وسعت والے علم والے ہیں) یعنی وہ وسیع رحمت والے ہیں وہ بندوں پر اپنی رحمتوں کو وسیع کرنا چاہتے ہیں اور وہ بندوں کی مصلحتوں سے بخوبی واقف ہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مسافر کی نماز کے سلسلہ میں یہ آیت اتری۔ کہ جب وہ اپنی سواری پر ہو تو جدھر اس کی سواری رخ کر لے ادھر ہی مسافر منہ کر کے نماز پڑھ لے۔

اشتباہ قبلہ کا حکم:

یہ بھی کہا گیا۔ کہ کچھ لوگوں پر قبلہ مشتبہ ہو گیا۔ انہوں نے مختلف اطراف کی طرف رخ کر کے (اپنے اجتہاد کے مطابق) نماز پڑھ لی۔ جب صبح ہوئی تو ان کو اپنی خطا کا علم ہوا۔ پس ان کا عند قبول کر لیا گیا۔ یہ روایت امام شافعی رحمہ اللہ کے خلاف حجت ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ اور جہت قبلہ:

کیونکہ وہ قبلہ کے مشتبہ ہو جانے والوں میں سے قبلہ کی طرف پشت کر کے نماز پڑھنے والے کی نماز درست قرار نہیں دیتے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اینما تو لو ایہ ذکر و دعا کیلئے ہے۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا ۚ سُبْحَنَهُ ۚ بَلْ لَّهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ كُلُّ

اور انہوں نے کہا کہ اللہ نے بیٹا بنا لیا ہے وہ اس سے پاک ہے، بلکہ اسی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے سب

لَّهُ قٰنِتُوْنَ ۝۱۱۶ بَدِيعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاِذَا قَضٰی اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ

اسی کے لئے فرمانبردار ہیں۔ وہ بلا مثال کے پیدا فرمانے والا ہے، آسمانوں اور زمین کو اور جب فیصلہ فرمائے کسی امر کا تو بس یوں فرما دیتا

لَّهُ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝۱۱۷

ہے کہ ہو جا، پس ہو جاتا ہے۔

۱۱۶: وَقَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا: (وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بیٹا بنا لیا) ان کے قول سے مراد مسیح ابن اللہ اور عزیر ابن اللہ ہے۔
قراءت: شامی نے قالوا پڑھا ہے پس واو کو ثابت ماننے کی صورت میں یہ واقعہ ماقبل پر معطوف ہوگا اور اگر واو کا حذف مانیں تو یہ جملہ مستأنفہ اور الگ واقعہ ہے۔

سُبْحَنَهُ: (وہ سبحان ہے)۔ اللہ تعالیٰ اولاد سے پاک ہے اور منزہ ہے۔
بَلْ لَّهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: (بلکہ اسی کا ہے جو کچھ آسمان و زمین میں ہے) یعنی وہ اس کا خالق و مالک ہے۔ اور
مسیح و عزیر اس کے مملوک و مخلوق ہیں۔ اور ولادت بذات خود مالکیت کے منافی ہے۔

کل کی نحوی تحقیق:

كُلُّ لَّهُ قٰنِتُوْنَ: (سب اسی کے تابعدار ہیں) مطیع ہیں ان میں سے کوئی چیز بھی اس کی تکوین و تقدیر سے نکل نہیں سکتی۔ كُلُّ میں تنوین مضاف الیہ کے عوض میں آئی ہے۔ یعنی کل ما فی السموات والارض۔ (آسمان و زمین کی ہر چیز) یا تقدیر عبارت یہ ہے۔

کل من جعلوه لله ولداً له قانتون مطيعون عابدون مقرون بالربوبية منكرون لما اضافوا اليهم۔ کہ ہر وہ جس کو لوگوں نے اللہ کا بیٹا قرار دیا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے مطیع اور اس کے سامنے عاجزی کرنے والے عبادت کرنے والے اور اس کی ربوبیت کے اقراری ہیں۔ اور جس چیز کی نسبت لوگوں نے ان کی طرف کی ہے اس کا انکار کرنے والے ہیں۔

سوال: یہاں ما کا لفظ لایا گیا جو غیر ذوی العقول کے لیے ہے جبکہ قانتون جمع سالم عقلاء کے لیے ہے۔

جواب: یہ اسی طرح ہے جیسا کہا جاتا ہے سُبْحَنَ مَا سَخَّرَ لَنَا۔ اے بمعنی مَنْ ہے کہ پاک ہے وہ ذات جس نے ان کو ہمارے کام میں لگایا۔

تفسیر آیت ۱۱:

بَدِيعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: (وہ آسمان و زمین کا موجد ہے) ان کا مخترع اور بغیر مثال کے ان کو بنانے والا ہے۔ عرب ہر اس آدمی کو جو ایسا کام کرے جو اس سے پہلے کسی نے نہ کیا ہو کہتے ہیں۔ اُبدعت اس لیے اہل سنت و الجماعت کی مخالفت کرنے والوں کو مبتدع کہا جاتا ہے۔

اس لیے کہ وہ دین اسلام میں ایسی چیز رواج دے رہا ہے جو صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ نے نہیں کی۔
وَ اِذَا قَضٰی اَمْرًا: (جب وہ ارادہ کرتا ہے کسی کام کا) قضی کا معنی حکم دینا یا مقدر کرنا ہے۔
فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهُ كُنْ فَيَكُوْنُ: (تو بس فرما دیتا ہے کہ ہو وہ ہو جاتا ہے)

جلد وقوع کی تمثیل:

کن فیکون۔ یہ کان تامہ ہے یعنی وہ کہتا ہے پیدا ہو جاوہ وجود میں آ جاتا ہے۔ یہ حقیقتاً تو جلدی وقوع پذیر ہونے کو مجاز و تمثیل سے ذکر کیا گیا۔ ورنہ نہ وہاں قول ہے نہ حاجت قول مطلب یہ ہوا کہ جن معاملات کا وہ فیصلہ اور ارادہ کرتا ہے تو وہ بلا روک ٹوک وجود میں آ جاتے ہیں۔ جس طرح کہ فرمانبردار نوکر اطاعت کرتے ہوئے ذرا توقف نہیں کرتا۔ اور نہ اس سے انکار بن پڑتا ہے ولدیت کے استبعاد کو اس سے اور مؤکد و پختہ طور پر ثابت کر دیا۔ اس لیے کہ جو قدرت کی ایسی صفات کاملہ رکھتا ہو۔ جس کی یہ صفات جسمیت کے منافی ہیں پھر تو الد کا تصور کیوں کر ممکن ہو؟
قراءت: فیکون میں رفع ہی سب سے بہتر ہے اور عام قراءت کی قراءت یہی ہے۔ وہ اسے جملہ متانفہ جانتے ہیں۔ ای فہو یكون۔

یا یقول پر عطف کی وجہ سے ضمہ آئے گا۔

ابن عامر رحمہ اللہ نے اس کو کن کی وجہ سے منصوب پڑھا ہے کیونکہ اس صورت میں امر ہے اور امر کا جواب فاء کی صورت میں منصوب ہوتا ہے۔ (ان مقدرہ کی وجہ سے)

قول فیصل:

کن حقیقت میں امر نہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر کہا جائے اِذَا قَضٰی اَمْرًا فَاِنَّمَا یَكُوْنُ فِیْکُوْنُ یا اس طرح کہا جائے فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهُ کُنْ فِیْکُوْنُ۔ تو یہ دونوں برابر ہیں۔

جب اس کا امر ہونا ثابت نہ ہو تو نصب کا کوئی مطلب نہیں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے اگر وہ امر ہو تو دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو اس سے موجود کو خطاب ہوگا۔ تو موجود کن سے مخاطب کیا نہیں جاتا۔ یا معدوم کو مخاطب کریں۔ تو معدوم قابل خطاب ہی نہیں۔

وَقَالَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللَّهُ أَوْ تَأْتِينَا آيَةٌ كَذَلِكَ

اور کہا ان لوگوں نے جو نہیں جانتے، کیوں نہیں بات کرتا ہم سے اللہ، یا کیوں نہیں آتی ہمارے پاس کوئی دلیل، ایسا ہی

قَالَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِثْلَ قَوْلِهِمْ تَشَابَهَتْ قُلُوبُهُمْ قَدْ بَيَّنَّا الْآيَاتِ

کہا ان لوگوں نے جو ان سے پہلے تھے انہی جیسی بات، ان کے دل آپس میں ایک دوسرے کے مشابہ ہو گئے۔ بلاشبہ ہم نے ان لوگوں کے لئے دلیلیں بیان

لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ ﴿۱۱۸﴾

کروڑی میں جو یقین لاتے ہیں۔

تَفْسِيرُ آيَةِ ۱۱۸:

وَقَالَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ: (اور کہتے ہیں وہ لوگ جو نہیں جانتے) مشرکین میں سے یا اہل کتاب میں سے۔ ان سے علم کی نفی کی۔ کیونکہ انہوں نے اس پر عمل نہ کیا تو گویا ان کو علم ہی نہ تھا۔

لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللَّهُ: (کیوں نہیں باتیں کرتا ہم سے اللہ تعالیٰ) وہ ہم سے ہمکلامی کیوں نہیں کرتا۔ جیسا کہ ملائکہ سے کرتا ہے اور موسیٰ علیہ السلام سے ہمکلام ہوا یہ بات وہ تکبر و سرکشی کی بناء پر کہتے ہیں۔

أَوْ تَأْتِينَا آيَةٌ كَذَلِكَ قَالَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ: (یا کیوں نہیں آتی ہمارے پاس کوئی نشانی اسی طرح کہا ان لوگوں نے جو ان سے پہلے گزرے) شدید انکار کی وجہ سے۔ کیونکہ ان کو دی جانے والی آیات وہ آیات ہی تو تھیں۔ ان آیات کی تحقیر کرتے ہوئے (وہ انکار کرتے تھے)

مِثْلَ قَوْلِهِمْ: (ان جیسی بات)

تَشَابَهَتْ قُلُوبُهُمْ: (ملے جلے ہیں ان کے دل) ان کے دل اور ان سے پہلے والوں کے دل اندھے ہیں۔ گویا اندھے ہونے میں مشابہ ہیں۔

قَدْ بَيَّنَّا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ: (بے شک ہم نے بیان کر دیں نشانیاں ان لوگوں کے لیے جو یقین کرتے ہیں) یعنی اس قوم کے لیے جو انصاف پسند ہیں پس وہ ان آیات پر یقین کرتے ہیں۔ کہ یہ آیات ہیں جن پر یقین لانا اور اعتراف کرنا ضروری ہے۔ اور انہی پر وہ اکتفا کرتے ہیں۔ مزید کے متلاشی نہیں۔

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا ۖ وَلَا تُسْأَلُ عَنْ أَصْحَابِ الْجَحِيمِ ۝۱۱۹

بے شک ہم نے آپ کو بھیجا ہے حق کے ساتھ خوش خبری سنانے والا اور ڈرانے والا اور دوزخ والوں کے بارے میں آپ سے سوال نہیں کیا جائے گا

وَلَنْ تَرْضَىٰ عَنْكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصَارَىٰ حَتَّىٰ تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ۖ قُلْ إِنْ هُدَىٰ

اور ہرگز راضی نہ ہوں گے آپ سے یہود اور نصاریٰ یہاں تک کہ آپ ان کے دین کا اتباع کر لیں۔ آپ فرما دیجئے کہ بلاشبہ اللہ

اللَّهُ هُوَ الْهُدَىٰ ۖ وَلَئِنْ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ بَعْدَ الَّذِي جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ

کی ہدایت جو ہے وہی ہدایت ہے اور اگر آپ نے ان کی خواہشوں کا اتباع کیا بعد اس کے کہ آپ کے پاس علم آ چکا ہے تو نہ ہوگا

مِنَ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ۝۱۲۰

آپ کے لئے کوئی ولی اور مددگار جو اللہ سے بچا دے۔

تفسیر آیت ۱۱۹:

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا: (بے شک ہم نے آپ کو حق کے ساتھ خوش خبری سنانے والا بنا کر بھیجا) یعنی مؤمنوں کو ثواب کی خوش خبری اور کفار کو عقاب سے ڈرانے والے۔

وَلَا تُسْأَلُ عَنْ أَصْحَابِ الْجَحِيمِ: (تجھ سے پوچھ نہ ہوگی دوزخ والوں کے متعلق) ہم ان کے متعلق آپ سے پوچھ گچھ نہ کریں گے کہ وہ آپ کے پیغام پہنچانے اور دعوت میں پوری کوشش کرنے کے باوجود کیوں ایمان نہیں لائے۔

نَحْوَ: بِالْحَقِّ یہ بَشِيرًا وَنَذِيرًا کی طرح حال ہے۔ یعنی غیر مؤول ہے یہ جملہ مستانفہ ہے قراءت: نافع بروایت نے لَا تُسْأَلُ نہیں کے صیغہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

دو تفسیریں:

مطلب یہ ہے کہ کفار جس چیز میں مبتلا ہیں اس کا عذاب بہت ہی بڑا ہے اس کا کیا پوچھنا ہے جیسے کہتے ہیں۔ کیف فلان جبکہ وہ مصیبت میں مبتلا ہو تو جواباً یہی کہا جاتا ہے۔

لا قال اس کے بارے میں مت پوچھو۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو کفار کے احوال کے بارے میں سوال سے روک دیا۔ جب کہ کسی صحابی نے کہا کاش مجھے معلوم ہو جائے کہ میرے والد کا کیا حال ہے۔

الَّذِينَ اتَيْنَهُمُ الْكِتَابَ يَتْلُونَهُ حَقَّ تِلَاوَتِهِ ۖ أُولَٰئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ ۖ وَمَنْ

وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کی تلاوت کرتے ہیں، جیسا کہ اس کی تلاوت کا حق ہے۔ یہ لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں، اور جو شخص

يَكْفُرْ بِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ ﴿١٢١﴾

اس پر ایمان نہ لائے سو یہ لوگ پوری طرح خسارہ میں ہیں۔

تفسیر آیت ۱۲۰:

وَلَنْ تَرْضٰی عَنْكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصْرٰی حَتّٰی تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ: (ہرگز تم سے یہود و نصاریٰ خوش نہ ہونگے جب تک کہ تم اختیار نہ کرو ان کا دین) گویا انہوں نے اس طرح کہا۔ کہ ہم ہرگز تم سے راضی نہ ہونگے اگرچہ تم ہماری رضا مند یوں کی طلب میں انتہا کر دو۔

یہود کے دخول اسلام سے مایوسی:

یہاں تک کہ تو ہماری ملت کی اتباع کرے۔

اس میں رسول اللہ ﷺ کا یہود و نصاریٰ کے دخول اسلام سے مایوس ہونا ظاہر کیا گیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کا کلام ذکر کیا۔

تفسیر آیت ۱۲۰:

قُلْ اِنَّ هٰذِی الْاٰیٰةُ: (کہہ دیں کہ اللہ ہی کی ہدایت) وہی ہدایت جس کو وہ اپنے بندوں کے لیے پسند کرتے ہیں۔
هُوَ الْهُدٰی: (ہدایت ہے) یعنی اسلام جو کہ خالص ہدایت ہے اس سے بڑھ کر کوئی ہدایت نہیں اور جس کی طرف تم (اے یہود و نصاریٰ) دعوت دیتے ہو وہ ہدایت نہیں بلکہ ضلالت ہے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد۔
وَلٰیۤنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ: (اگر آپ چلے ان کی خواہشات پر) یعنی ان کے ان اقوال پر جو کہ خواہشات، بدعات پر مبنی ہیں۔
بَعْدَ الَّذِیْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ: (اس کے بعد کہ آپ کے پاس علم آچکا) یعنی العلم سے مراد یہ کہ جان لینا کہ وہ، وہ دین اسلام ہے یا جانا پہچانا ہوا دین۔ کہ جس کے دلائل واضح اور ثبوت روشن ہیں۔ وہ مراد ہے۔
مَالِكَ مِنَ اللّٰهِ: (آپ کے لیے کوئی حمایتی) یعنی اللہ کے عذاب سے
مِنْ وَلِیِّیْ وَلَا نَصِیْرٍ: (مددگار نہ ہوگا) نصیر بمعنی ناصر (مددگار) کے معنی میں ہے۔

تفسیر آیت ۱۲۱:

الَّذِیۡنَ: (وہ لوگ) نَحْمُودُ: الذین اسم موصول مبتدا
اتٰیۡنَهُمُ الْكِتٰبَ: (جن کو ہم نے کتاب دی) یہ صلہ ہے۔ نمبر ۱: ہم سے مراد اہل کتاب کے مؤمن۔ الکتاب سے مراد تورات و انجیل ہے۔

يٰۤاَيُّهَا اِسْرَآءِیْل اذْكُرُوا نِعْمَتِيَ الَّتِي اَنْعَمْتُ عَلَیْكُمْ وَاِنِّیْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَی الْعَالَمِیْنَ ﴿۱۲۲﴾

اے بنی اسرائیل میری ان نعمتوں کو یاد کرو جن کا میں نے تم پر انعام کیا اور اس بات کو بھی کہ میں نے تم کو جہانوں پر فضیلت دی۔

وَاتَّقُوا یَوْمًا لَا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَفْسٍ شَيْئًا وَلَا یُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَلَا تَنْفَعُهَا

اور وہ اس دن سے جس دن کوئی شخص کسی جان کی طرف سے کوئی مطالبہ ادا نہ کرے گا اور نہ کسی کی طرف سے جان کا کوئی بدلہ قبول کیا جائے گا اور نہ کوئی

شَفَاعَةٌ وَلَا هُمْ یُنصَرُونَ ﴿۱۲۳﴾

شفاعت نفع دے گی، اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔

نمبر ۲: یا اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کتاب سے مراد قرآن مجید۔

یَتْلُوْنَهٗ: (وہ اس کو پڑھتے ہیں) یہ ہم سے حالِ مقدرہ ہے کیونکہ کتاب دیئے جانے کے وقت وہ اس کی تلاوت کرنے والے نہ تھے۔ اور

حق تلاوت کا مطلب:

حَقَّ تِلَاوَتِهِ: (جیسے تلاوت کا حق ہے) مصدر کی وجہ سے منصوب ہے۔

ای یقرؤونہ حق قراءتہ فی الترتیل۔ یعنی وہ اس کو پڑھتے تھے۔ جیسے پڑھنے کا حق ہے یعنی ترتیل اور ادائیگی حروف تدبر و تفکر کے ساتھ۔

یا اس پر عمل کرتے ہیں۔ اور اس کے مضمون پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور اس میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کو نہیں بدلتے۔

اُولٰٓئِكَ: (یہی لوگ) مَحْجُوْرٌ: یہ مبتدا ہے۔ یَوْمُنُوْنِیْہ: یہ اس کی خبر ہے۔ اور یہ جملہ الذین کی خبر ہے۔ اور یہ بھی درست ہے کہ یَتْلُوْنَهٗ کو خبر مانیں۔ اور یہ جملہ دوسری خبر ہے

وَمَنْ یَّکْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ: (اور جو اس کا انکار کرتے ہیں۔ وہی لوگ نقصان پانے والے ہیں) اس لیے وہ خسارہ پانے والے ہیں کہ انہوں نے گمراہی کو ہدایت کے بدلہ میں لے لیا۔

تَفْسِیْرُ آیت ۱۲۲:

۱۲۲: یٰۤاَيُّهَا اِسْرَآءِیْل اذْكُرُوا نِعْمَتِيَ الَّتِي اَنْعَمْتُ عَلَیْكُمْ: (اے بنی اسرائیل تم یاد کرو میری ان نعمتوں کو جو میں نے تم پر کیں) یعنی انعمتھا علیکم۔ تم پر میں نے انعام کیا۔

وَاِنِّیْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَی الْعَالَمِیْنَ: (اور میں نے تمہیں فضیلت دی جہاں کے لوگوں پر) میں نے تمہیں تمہارے زمانے کے لوگوں پر فضیلت دی۔

وَإِذِ ابْتَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ ۖ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا ۖ

اور جب آزمایا ابراہیمؑ ان کے رب نے چند کلمات کے ذریعہ تو انہوں نے ان کو پورا کیا۔ ان کے رب نے فرمایا کہ میں تم کو لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں

قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي ۖ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ ﴿ ۱۲۴ ﴾

انہوں نے عرض کیا اور میری اولاد میں سے، ان کے رب نے فرمایا کہ میرا عہد ظلم کرنے والوں کو نہ ملے گا

تفسیر آیت ۱۲۳:

۱۲۳: وَاتَّقُوا يَوْمًا لَا تَجْزِي نَفْسٌ عَنْ نَفْسٍ شَيْئًا وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ (اور ڈرو اس دن سے جس دن کوئی کسی کے کام نہ آئے گا۔ اور نہ اس کی طرف سے معاوضہ قبول کیا جاوے گا اور نہ کسی کی سفارش اسے فائدہ دے گی اور نہ ان لوگوں کی مدد کی جائے گی)

مخبر: ہم مبتدا اور منصورین خبر ہے۔ اور چاروں جملے یوماً کی صفت ہیں۔ یعنی واتقوا یوماً لا تجزی فیہ۔ ولا یقبل فیہ۔ ولا تنفعها فیہ، ولا ہم ینصرون فیہ۔

بار دیگر لانے کی وجہ:

سوال: ان دونوں آیات کو دوبارہ کیوں لایا گیا؟

جواب: ان سے گناہ بار بار ہوئے گویا ہر دفعہ نیا گناہ ہوا۔ بنی اسرائیل کے واقعہ کو جس سے شروع فرمایا اسی پر ختم کیا۔

۱۲۴: وَإِذِ ابْتَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ: (جب آزمایا ابراہیمؑ کو ان کے رب نے چند کلمات کے ساتھ) واذا۔ اذکر محذوف ہے۔ ابتلاء کا معنی اوارو نواہی سے امتحان کرنا ہے اور بندوں کے اختبار کا مطلب اس چیز کا ظہور جس کو ہم نہیں جانتے۔ اللہ کی طرف سے اختبار کا مطلب جس کو اپنے علم سے جانتا ہے اس کا ظاہر فرمانا۔

نتیجہ ابتلاء:

شہاد و غائب میں کسی خفی امر کا ظاہر ہونا۔ اسی وجہ سے تو ابتلاء کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف کی جاسکتی ہے۔ دوسرا قول: یہ کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندہ کا امتحان کرنا یہ مجاز ہے۔ اس سے کہ بندے کو دو کاموں میں ایک کے کرنے کا اختیار دے دیا جائے۔ جن کاموں کا اللہ تعالیٰ ارادہ فرمائے اور بندہ چاہتا ہے۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ اس کا امتحان لے رہے ہیں۔ اس کام میں جو بندے سے سرزد ہوگا۔ تاکہ اس کے مطابق وہ بدلہ عنایت فرمائے۔

قراءت: ابو حنیفہؒ نے ابراہیمؑ ربُّہ ابراہیمؑ کو رفع دیا ہے۔ ابن عباسؓ کا یہی قول ہے یعنی دعا کے کلمات سے ابراہیمؑ نے اپنے رب کو پکارا۔ جیسے امتحان لینے والا کرتا ہے۔ کہ آیا مخاطب اس کو جواب دے گا یا نہیں۔

وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَأَمْنًا وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى ۖ

اور جب ہم نے بنایا خانہ کعبہ کو لوگوں کے جمع ہونے کی جگہ اور امن، اور بنا لو مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ

وَعَهْدُنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَنَّ طَهَّرَا بَيْتِي لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ

اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل کو حکم بھیجا کہ تم دونوں میرے گھر کو پاک کرو طواف کرنے والوں اور قیام کرنے والوں اور رکوع اور سجدہ کرنے

السُّجُودِ ۝۱۲۵

والوں کے لئے۔

اکثر مفسرین کا قول:

اکثر مفسرین نے کلمات کو عشر خصال قرار دیا۔ جن میں پانچ سر اور پانچ جسم میں ہیں۔ مضمضہ، سواک، ناک میں پانی ڈالنا، مونچھیں کٹوانا۔ مانگ نکالنا۔ استنجاء۔ زیر ناف بال لینا۔ بغل کے بال نوچنا، ناخن کاٹنا، ختنہ کرنا۔

فَاتَّمَّهُنَّ: (پس انہوں نے ان کو پورا کر دیا) یعنی ان کو صحیح طور پر ادا کر دیا۔ بغیر کسی سستی اور اضافے کے جیسا کہ سورۃ نجم آیت نمبر ۳۷ میں فرمایا۔ وَإِبْرَاهِيمَ الَّذِي وَفَّى۔

قرأت: ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مطابق مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ نے وہ دے دیا۔ جو ابراہیم علیہ السلام نے طلب کیا۔ اور ان چیزوں میں کمی نہ کی۔ اب اس کے مطابق کلمات سے مراد وہ ہے جو ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب سے مانگی نمبر: رَبِّ اجْعَلْ هَذَا بَلَدًا آمِنًا (البقرہ آیت نمبر ۱۲۶) نمبر ۲۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا (البقرہ آیت نمبر ۱۲۷) نمبر ۳) وَاجْعَلْنَا مُسْلِمِينَ لَكَ (بقرہ آیت نمبر ۱۲۸)

سنن:

وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ (البقرہ آیت نمبر ۱۲۹) اور قرأت مشہورہ کے مطابق کلمات پانچ سر میں ہیں۔ مانگ نکالنا۔ مونچھیں لینا۔ سواک کرنا۔ مضمضہ، استنجا پانچ بقیہ جسم میں ہیں۔ ختنہ۔ ناخن کاٹنا۔ بغل کے بال اکھاڑنا۔ زیر ناف بال۔ استنجاء۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ شرائع کے تمیز احکام ہیں جن میں سے دس سورۃ توبہ آیت نمبر ۱۱۲۔ التائبون، دس احزاب کی آیت ۳۵ میں إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ اور دس سورت مؤمنون کی آیت نمبر ۹ اور معارج کی آیت نمبر ۳۴ یخافون۔ تک میں مذکور ہیں۔

قول آخر: یہ ہے کہ یہ حج کے احکامات ہیں۔

قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا : (تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں تجھ کو لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں) امام اس کو کہتے ہیں جس کی اقتداء کی جائے۔ یعنی وہ اپنے دین میں تیری اقتداء کریں گے۔

قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي : (ابراہیم علیہ السلام نے کہا اور میری اولاد میں سے) یعنی تو میری اولاد میں سے مقتدا بنا جس کی لوگ اقتداء کریں، ذریۃ الرجل۔ مذکر و مؤنث ہر دو اولاد کے لیے آتا ہے۔ یہ ذرء سے فعلیۃ کا وزن ہے۔ ذرء کا معنی پیدا کرنا۔ ہمزہ کو یاء سے بدل دیا۔

مسلمانوں کا مقتدی کا فر نہیں ہو سکتا:

قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ : (کہا ہمارے اس عہد میں وہ داخل نہیں جو ظالم ہیں) قراءت: الظالمین، حمزہ اور حفص کے نزدیک سکون یاء کے ساتھ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ امامت تیری اولاد میں سے اہل ظلم کو نہ ملے گی۔ اہل ظلم سے اہل کفر مراد ہیں۔ اس سے بتلادیا گیا۔ کہ مسلمانوں کی امامت اہل کفر کے لیے ثابت نہیں ہو سکتی۔ اور ان کی اولاد میں مسلمان و کافر دونوں ہونگے۔ جیسا سورۃ الصافات آیت نمبر ۱۱۳ میں بارکنا علیہ تا محسن و ظالم لنفسہ مبین۔ محسن سے مراد مؤمن اور الظالم سے کافر مراد ہیں۔

معتزلہ کا قول:

فاسق امامت کا حقدار نہیں۔ ظالم کا امامت کے منصب پر مقرر کرنا جائز نہیں اس لیے کہ امام تو دفع ظلم کے لیے ہوتا ہے جب ظالم کو مقرر کر دیا جائیگا۔ تو وہ مشہور مثال کے مطابق بن جائے گا۔ من استرعی الذئب ظلم۔ جس نے بھیڑیے کو چرواہا بنایا اس نے ظلم کیا۔

جواب معتزلہ: یہ ظالم سے مطلق یعنی کافر مراد ہے کیونکہ مطلق ظالم وہی ہے۔ دوسرا قول: یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے سوال کیا کہ ان کا بیٹا نبی ہو۔ جس طرح ان کو نبوت ملی تو ارشاد ہوا کہ ظالم نبی نہیں ہوگا۔ ۱۲۵: وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ : (اور جب ٹھہرایا ہم نے گھر کو) بیت سے مراد کعبہ ہے یہ نام اس پر غالب آ گیا جیسا کہ ثریا کو نجم کہا جاتا ہے۔

ملتی فی الحرم کی دلیل:

مَثَابَةٌ لِّلنَّاسِ : (لوگوں کے لیے اجتماع کی جگہ) حجاج و عمار کے لیے مرجع ہے۔ کہ وہاں سے جدا ہو کر پھر اس کی طرف لوٹتے ہیں۔

وَأَمْنًا : (اور امن کا مقام) امن کی جگہ جنایت کرنے والا وہاں پناہ لے تو اس پر تعرض نہیں کیا جاتا۔ یہاں تک کہ وہ خود نکل جائے اور یہ ہمارے لیے مسئلہ ملتی فی الحرم کے متعلق دلیل ہے۔

مقام ابراہیم (علیہ السلام) کی مراد:

وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّی : (اور بنا لو ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو جائے نماز) ہم نے کہا وہاں نماز کی جگہ مقرر کرلو۔ جہاں نماز ادا کیا کرو۔ آپ ﷺ کے متعلق روایت ہے کہ آپ نے عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا یہ مقام ابراہیم ہے تو عمر نے کہا۔ اس کو نماز کی جگہ نہ بنالیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا مجھے اس کا حکم نہیں ہوا۔ ابھی سورج غروب نہ ہوا تھا کہ یہ آیت اتری۔ (ابو نعیم، ابن ابی داؤد فی الصحاح بحوالہ کنز العمال ج ۷/۳۸۱)

دوسرا قول: یہ ہے کہ مصلیٰ سے مراد مدعی اور وہ پتھر جس پر ابراہیم علیہ السلام کے قدم مبارک کا اثر موجود ہے یہ مقام ابراہیم ہے۔
تیسرا قول: سارا حرم مقام ابراہیم ہے۔

قراءت: شامی و نافع نے وَاَتَّخِذُوا۔ ماضی پڑھا۔ اور جعلنا پر عطف کیا۔ یعنی اتَّخَذَ النَّاسُ مِنْ مَّكَانِ اِبْرَاهِيْمَ الَّذِي وَرَسْمُ بَه لَا هَتْمًا مَه بَه وَاَمَّا مَكَانُ ذَرِيَّتِهِ عِنْدَهُ قَبْلَةً يَصْلُوْنَ اِلَيْهَا یعنی لوگوں نے ابراہیم کے اس نشان زدہ کھڑے ہونے کی جگہ کو مہتمم بالشان سمجھ کر اور ان کی اولاد کے وہاں ٹھہرنے کی وجہ سے قبلہ قرار دیا۔ کہ اس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔
وَعَهْدُنَا اِلَى اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْمَاعِيْلَ : (اور ہم نے کہہ دیا ابراہیم و اسماعیل کو) ان دونوں کو ہم نے حکم دیا۔

طہارت کا معنی:

اَنْ طَهَّرَا بَيْتِي : (کہ صاف رکھو میرے گھر کو) قراءت: بَيْتِي۔ یاء کے فتح کے ساتھ مدنی اور حفص نے پڑھا۔ مطلب یہ ہوا کہ تم دونوں پاک کرو۔ یا مطلب یہ ہے کہ بتوں سے اس کو پاک رکھو۔ اور تمام قسم کی انجاس و خبائثت سے صاف رکھو لِلطَّائِفِيْنَ : (طواف کرنے والوں) اس کے گرد طواف کرنے والوں کے لیے۔

وَالْعَاكِفِيْنَ : (اور اعتکاف کرنے والوں) نمبر ۱: جو اس کے پاس اعتکاف کرنے والے ہیں۔

نمبر ۲: وہ مجاور جو اس کے پاس اقامت اختیار کرنے والے ہیں۔ کہ اس کے پاس سے جدا نہیں ہوتے

دوسرا قول: طائفین کے متعلق یہ ہے کہ اپنے شہروں سے وہاں کھینچ کر آنے والے ہیں۔ اور عاکفین سے مراد اہل مکہ۔

۱۲۵۔ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ : (اور رکوع و سجدہ کرنے والوں کے لئے) نماز ادا کرنے والے۔ الرُّكَّعِ یہ راکع کی جمع ہے اور السُّجُودِ جمع ساجد ہے۔

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَذَا بَلَدًا آمِنًا وَارْزُقْ أَهْلَهُ مِنَ الثَّمَرَاتِ مَنْ

اور جب کہا ابراہیم نے اے میرے رب بنا دے اس شہر کو امن والا اور رزق دے یہاں کے رہنے والوں کو پھلوں سے جو

آمِنٌ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَأُمَتِّعُهُ قَلِيلًا ثُمَّ

ان میں سے ایمان لائے اللہ اور یوم آخرت پر۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور جو شخص کفر اختیار کرے گا سو میں اسے تھوڑا سا نفع پہنچاؤں گا۔ پھر

أَضْطَرُّهُ إِلَىٰ عَذَابِ النَّارِ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿۱۲۶﴾

اسے دوزخ کے عذاب کی طرف جبراً پہنچاؤں گا۔ اور وہ بری جگہ ہے۔

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَذَا: (جب ابراہیم نے کہا اے میرے رب بنا اس شہر کو امن والا) یعنی نمبر ۱: اس شہر کو کر دے۔ نمبر ۲: اس مکان کو کر دے۔

بَلَدًا آمِنًا کا مطلب:

بَلَدًا آمِنًا: (امن والا شہر) نمبر ۱۔ امن والا۔ یہ اس طرح ہے جیسے عیشۃ راضیہ۔

نمبر ۲۔ ان کے لئے امن والا بنا جو اس میں رہیں یہ اس طرح ہے جیسا کہتے ہیں۔ لیل نائم۔ گہری نیند والی رات۔

نحوہ اھذا۔ یہ مفعول اول ہے اور بلدا مفعول دوم ہے اور امنا اس کی صفت ہے۔

وَارْزُقْ أَهْلَهُ مِنَ الثَّمَرَاتِ: (اور عطا کر اس کے رہنے والوں کو پھل) کیونکہ اہل مکہ کے ہاں پھل نہ تھے۔ پھر اس کا بدل دے۔

مَنْ آمِنٌ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ: (ان لوگوں کو جو ان میں ایمان لائیں اللہ پر اور آخرت کے دن پر) اس کے رہنے والوں

میں سے۔ یہ بدل اکل سے بدل البعض ہے۔ یعنی رزق المؤمنین من اہلہ خاصہ۔ خاص کر اس کے رہنے والے مؤمنین کو رزق

عنایت فرما۔ رزق کو اپنی امامت پر قیاس کر کے ایمان والوں کے ساتھ خاص کر دیا۔

قَالَ: (فرمایا) اللہ تعالیٰ نے جواباً فرمایا۔

وَمَنْ كَفَرَ: (جو کفر کرے) یعنی میں ان کو بھی رزق دوں گا۔ جنہوں نے کفر کیا۔

فَأُمَتِّعُهُ قَلِيلًا: (پس اس کو فائدہ اٹھانے دوں گا تھوڑا)

نمبر ۱۔ تھوڑا فائدہ۔ نمبر ۲۔ تھوڑا زمانہ جو اس کی زندگی کا ہے۔

قراءت: شامی۔ فَأُمَتِّعُهُ

ثُمَّ أَضْطَرُّهُ: (پھر اس کو مجبور کروں گا) مجبور کروں گا۔

إِلَىٰ عَذَابِ النَّارِ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ: (آگ کے عذاب کی طرف اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے)

مصیر کا معنی وہ لوٹنے کی جگہ جس کی طرف پہنچتے ہیں وہ آگ ہے پس مخصوص بالذم یہاں محذوف ہے۔

وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ ۖ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۖ

اور جب اٹھا رہے تھے ابراہیم کعبہ کی بنیادیں اور اسماعیل بھی، اے ہمارے رب قبول فرما لے ہم سے

إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝۱۲۷ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً

بے شک تو ہی خوب سننے والا جاننے والا ہے۔ اے ہمارے رب اور بنادے ہم کو تو اپنا فرمانبردار، اور بنادے ہماری اولاد میں سے ایک امت

مُسْلِمَةً لَّكَ ۖ وَآرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝۱۲۸

جو تیری فرمانبردار ہو، اور ہمیں بتا دے ہمارے حج کے احکام، اور ہماری توبہ قبول فرما۔ بے شک تو ہی توبہ قبول فرمانے والا مہربان ہے۔

۱۲۷۔ وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ: (جب ابراہیم بلند کر رہے تھے) یہ زمانہ ماضی کی حکایت بیان کی۔

الْقَوَاعِدَ: (خانہ کعبہ کی بنیادیں) القواعد جمع قاعدہ کی ہے اور قاعدہ کہتے ہیں جو اوپر کے لئے بنیاد و جڑ کا کام دے۔ یہ صفت غالبہ ہے ورنہ اس کا معنی قائم ہونے والی اور رفع الاساس اس پر تعمیر کرنے کو کہتے ہیں۔ کیونکہ جب اس پر تعمیر کی جائے گی۔ تو وہ پستی سے بلندی میں منتقل ہو جائے گی اور قصیر ہونے کے بعد طویل ہو جائے گی۔

مِنَ الْبَيْتِ: (بیت اللہ کی) بیت سے مراد بیت اللہ وہ کعبہ شریف ہے۔

وَإِسْمَاعِيلُ: (اور اسماعیل) اس کا عطف ابراہیم پر ہے ابراہیم علیہ السلام معماری کر رہے تھے اور اسماعیل ان کو پتھر پکڑا رہے تھے۔ رَبَّنَا: (اے ہمارے رب) وہ دونوں رہنا کہتے تھے۔ یہ فعل حال ہونے کی وجہ سے محل نصب میں ہے اور عبد اللہ نے اپنی قرأت میں اس کو ظاہر بھی کیا ہے اور اب اس کا معنی یہ ہے وہ دونوں دیواروں کو رہنا کہتے ہوئے بلند کر رہے تھے۔

تَقَبَّلْ مِنَّا: (تو ہم سے قبول کر) اس گھر کی تعمیر کے سبب ہمارا قرب اپنی بارگاہ میں قبول کر۔

إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ: (بے شک تو ہر بات سننے والا ہے) ہماری دعاؤں کو سننے والے۔

الْعَلِيمُ: (اور ہر بات جاننے والا ہے) ہمارے بواطن اور نیات کو جاننے والے ہیں۔ آیت میں قواعد کو پہلے مبہم رکھا اور پھر اس ابہام کے بعد واضح کر دیا اس میں مسکن کی عظمت شان کو ظاہر کرنا مقصود ہے۔

تَفْسِيرُ آيَةِ ۱۲۹:

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ: (اے ہمارے رب تو بنا ہمیں اپنا فرمانبردار)

نمبر ۱۔ مسلمین کا معنی ہم اپنے چہروں کو تیرے لئے خالص کرنے والے ہیں اور یہ اسی طرح ہے جیسا البقرہ آیت نمبر ۱۱۲ میں من اسلم وجہہ للہ۔

دوسرا قول: عاجز و فرمانبرداری اختیار کرنے والے ہیں۔ یہ اس طرح ہے جیسے کہیں اسلم لہ واستسلم۔ یعنی عاجزی کی اور یقین کر لیا۔ مطلب یہ ہے کہ ہمارے اخلاص اور اپنے اوپر یقین میں اضافہ فرما۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ

اے ہمارے رب اور بھیج دے ان میں ایک رسول ان میں سے، جو تلاوت کرے ان پر تیری آیات، اور سکھائے ان کو کتاب

وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيَّهُمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝۱۲۹

اور حکمت، اور ان کا تزکیہ کرے، بے شک تو ہی عزیز ہے، حکیم ہے۔

وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا: (اور ہماری اولاد میں سے) خُجْرٌ: یہ اجل کے متعلق ہے تو ہماری اولاد میں سے کر دے۔
أُمَّةٌ مُّسْلِمَةٌ لَّكَ: (ایک فرمانبردار جماعت) نمبر ۱۔ من تبعیضیہ ہے نمبر ۲۔ بیان یہ ہے۔

مراد امت:

امت سے مراد ایک قول کے مطابق امت محمدی علیہ السلام ہے۔

سوال: اپنی اولاد کو دعائیں کیوں خاص کیا؟

سوال کا مدلل جواب:

جواب: اولاد و شفقت کی سب سے زیادہ حقدار ہے جیسا کہ سورۃ التحریم آیت نمبر ۶ میں قُواْ اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيكُمْ نَارًا فرمایا ہے۔
(کہ تم اپنے آپ اور اپنے اہل کو آگ سے بچاؤ)

وَاَرْنَا مَنَّا سِغْنًا: (اور ہماری عبادت کے طریقے ہمیں بتا) اِرْ کا لفظ رَأٰی سے بنا ہے اس کا معنی دکھانا یا بتلانا ہے۔ اس لئے اس کو دو مفعولوں کی ضرورت نہیں پڑی۔ یعنی تو ہمیں حج میں عبادت کے مقامات دکھا۔ یا بتلا۔ مناسک کا واحد منسک ہے۔ سین (س) کی زیر و زبردوں کے ساتھ استعمال ہوتا ہے اور اس کا معنی عبادت کے مقامات ہیں۔ اس لئے عبادت کرنے والے کو مناسک کہتے ہیں۔

قراءت: (مکی نے اُرْنَا پڑھا۔ اس کو فُخْدُ کے لفظ پر قیاس کیا۔ ابو عمرو نے رکو کسرہ کا اِشام دے کر پڑھا۔
وَتُبَّ عَلَيْنَا: (اور توبہ قبول کر) نمبر ۱۔ جو ہم سے کوتاہی پیش آگئی ہو۔

نمبر ۲۔ اپنی اولاد کے لئے دونوں نے توبہ طلب کی۔ یعنی ہماری اولاد کو معاف فرما۔
اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ: (بے شک تو توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے)

تفسیر آیت ۱۲۹:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ: (اے ہمارے رب تو بھیج ان میں سے مراد امت مسلمہ ہے۔

وَمَنْ يَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ اِبْرٰهِيْمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهُ ۚ وَلَقَدْ اصْطَفَيْنٰهُ

اور ملت ابراہیم سے وہی روگردانی کرے گا جس نے اپنے نفس کو حق بنایا، اور بے شک ہم نے ان کو منتخب کر لیا

فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝۱۳۰ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗ

دنیا میں، اور وہ آخرت میں صالحین میں سے ہیں، جب فرمایا ان کے رب نے کہ

اَسْلَمَ ۚ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۱۳۱

فرمانبردار ہو جا، تو انہوں نے عرض کیا کہ میں رب العالمین کا فرمانبردار ہوں۔

رَسُوْلًا مِّنْهُمْ : (رسول انہی میں سے) انہی میں سے پس اللہ تعالیٰ نے ان میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا۔ انا دعوة ابی ابراہیم و بشری عیسی و رؤیا اقی۔ (رواہ احمد۔ الحاکم البزار) میں اپنے والد ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور اپنی والدہ کا خواب ہوں) خواب یہ تھا۔ کہ آپ کی والدہ محترمہ نے ولادت سے قبل ایک روشنی اپنے سے نکلتی ہوئی دیکھی جس نے مکہ کو بھر دیا۔

يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰیٰتِكَ : (جوان پر تیری آیات پڑھے) ان پر پڑھتا ہے اور ان کو پہنچاتا ہے۔ جو اس کی طرف وحی کے ذریعہ تیری وحدانیت کے دلائل اور انبیاء اور رسل علیہم السلام کی صداقت کے دلائل بھیجے جاتے ہیں۔ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ : (اور ان کو تعلیم دے کتاب) کتاب سے مراد قرآن مجید ہے۔ وَالْحِكْمَةَ : (وحکمت کی) سنت اور فہم قرآن مراد ہے۔

وَيُزَكِّيْهِمْ : (اور ان کو پاک و صاف بنائے) وہ ان کو شرک اور تمام نجاستوں سے پاک کرتا ہے۔ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ : (بے شک تو زبردست) وہ غالب جو مغلوب نہ ہو۔ الْحَكِيْمُ : (مدبیر والا ہے) اس چیز میں جس کا اس نے تمہیں مالک بنایا۔

تَفْسِيْرُ آيَةِ ۱۳۰:

وَمَنْ يَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ اِبْرٰهِيْمَ : (نہیں اعراض کرتا ملت ابراہیم سے) یہ استفہام انکاری ہے اور اس بات کا شدت سے انکار کیا گیا۔ کہ واضح حق سے بے رغبتی اختیار کرنے والا عقل مند نہیں ہے۔ اور واضح حق ملت ابراہیم ہے۔ الملة۔ طریقہ، سنت۔ زجاج بیہ نے اسی طرح کہا ہے۔

الْاَمَنُ : (مگروہ)

نحوی تراکیب:

یہ یوغب کی ضمیر سے بدل ہے اور محل رفع میں واقع ہے اور بدل ہی صحیح ہے۔ کیونکہ جو منہ موڑنے والا ہے وہ لازم کرنے والا نہیں۔ جیسا کہتے ہیں۔ هل جاءك احدٌ الا زيدٌ تیرے پاس سوائے زید کے کوئی نہیں آیا۔ اب آیت کا معنی یہ بنے گا۔ نہیں اعراض کرتا ملت ابراہیم سے مگر وہ۔

مفاہمت کا مفہوم:

سَفِهَ نَفْسَهُ: (بے وقوف ہے جس کا نفس) یعنی جس کا نفس جاہل ہے۔
نمبر ۱۔ ای جھل نفسہ (یعنی وہ اپنے دل میں سوچتا نہیں)۔ یہاں سفہ کو جھل کی جگہ لائے اور اس کو اس کی طرح شمار کر لیا۔
نمبر ۲۔ دوسرا قول۔ یہ ہے کہ جس کے نفس میں حماقت ہے۔ پس فی کو حذف کر دیا جس طرح من کو اعراف آیت نمبر ۱۵ سے و اختار موسیٰ قومہ۔ اور علیٰ کو سورة بقرہ آیت نمبر ۲۳۵ ولا تعزموا عقدة النکاح ای علی عقدة النکاح۔ یہ دو صورتیں زجاج کے نزدیک ہیں مگر فرما بیس نے کہا کہ یہ تمیز کی وجہ سے منصوب ہے۔ مگر یہ قول ضعیف ہے۔ کیونکہ وہ معرف ہے۔
ملت ابراہیم (علیہ السلام) کا حکم:

وَلَقَدْ اصْطَفَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا وَ اِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ : اس میں اُس آدمی کی رائے کی غلطی بتلائی جو ملت ابراہیم سے منہ موڑنے والا ہے کیونکہ جو شخص دونوں جہاں کی عظمت کا جامع ہو تو اس کے طریقے کی طرف رغبت کرنے سے بڑھ کر کسی کا طریقہ نہیں۔

تفسیر آیت ۱۳۱:

اِذْ قَالَ: (جب کہا) نحو۔ نمبر ۱۔ یہ اصطفتیناہ کا ظرف ہے۔
نمبر ۲۔ یا اذ کر مضمرب کی وجہ سے منصوب ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا۔ اس وقت کو یاد کرو تا کہ تمہیں معلوم ہو جائے وہی منتخب و صالح ہیں۔ کہ جن کی ملت قابل اعراض نہیں۔

لَهُ رَبُّهُ اَسْلِمَ: (ان کو ان کے رب نے تو فرمانبردار ہو جا) یقین کر یا اطاعت کر یا اپنے دین کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کر۔
قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ: (کہا میں نے اپنے تمام کاموں کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کیا۔ میں خالص ہوا میں نے خالص کیا۔ یا میں مطیع ہوا۔

وَوَصَّى بِهَا اِبْرَاهِمُ بَنِيهِ وَيَعْقُوبُ ط يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمْ الدِّيْنَ

اور ملت ابراہیم کی وصیت کی ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو اور یعقوب نے بھی، اے میرے بیٹے شک اللہ نے منتخب فرمایا ہے تمہارے لئے اس دین کو،

فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝۱۳۲ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ

سو ہرگز مت مرنّا مگر اس حالت میں کہ تم دین اسلام پر ہو۔ کیا تم حاضر تھے جس وقت آنے لگی یعقوب کو

الْمَوْتِ اِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِي ط قَالُوْا نَعْبُدُ الْهٰكِ وَ

موت، جبکہ انہوں نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ کس کی عبادت کرو گے میرے بعد، انہوں نے کہا ہم عبادت کریں گے آپ کے معبود کی اور

اِلٰهَ اَبَائِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ الْهٰٓا وَاَحَدًا ۝۱۳۳ وَنَحْنُ لَهُ مُّسْلِمُوْنَ ۝۱۳۳

آپ کے باپ دادوں ابراہیم، اسمعیل اور اسحق کے معبود کی، جو ایک ہی معبود ہے اور ہم اس کے فرمانبردار ہیں

مرجع ضمائر:

وَوَصَّى بِهَا: (اور اس کی وصیت کی) قراءت مدنی و شامی نے اَوْ صٰی پڑھا۔

نمبر ۱۔ ہا کی ضمیر سے مراد ملت ہے یا نمبر ۲۔ کلمہ اسلمت لرب العالمین ہے۔

اِبْرٰهٖمَ بَنِيهِ وَيَعْقُوبُ: (ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو اور یعقوب نے کہا) یعقوب یہ ابراہیم پر معطوف ہے اور اس کے حکم میں

داخل ہے اور مطلب یہ ہے کہ یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو بھی وصیت کی۔

يٰبَنِيَّ: (اے میرے بیٹے) قال مضمّر ہے۔

چنا ہوا دین:

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمْ الدِّيْنَ: (بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہیں چن کر دین دیا) یعنی تمہیں وہ دین دیا جو دینوں میں منتخب شدہ

ہے۔ وہ دین اسلام ہے اس کو تھا منے کی تمہیں توفیق دی۔

ثابت قدمی کا حکم:

فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ: (پس تم مسلمان ہو کر ہی مرنّا) تمہاری موت اسلام پر ثابت قدمی کی حالت میں ہونی

چاہیے۔ حقیقت میں اس بات کی ممانعت کی گئی کہ موت کے وقت ان کی حالت اسلام کے خلاف نہ ہونی چاہیے۔ جیسا کہتے ہیں۔

لا تصل الا وانت خاشع یعنی تمہیں نماز خشوع کے ساتھ پڑھنی چاہیے۔ اس میں نماز کی ممانعت نہیں بلکہ نماز میں خشوع کے

ترک کرنے کی ممانعت کی گئی ہے۔

تفسیر آیت ۱۳۳:

اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ : (کیا تم موجود تھے جب یعقوب علیہ السلام کا آخری وقت آیا)
ام کی اقسام:

نمبر ۱۔ ”اَمْ“ منقطعہ ہے۔ ہمزہ انکار کے لئے ہے شہداء جمع شہید اس کا معنی حاضر ہے۔ یعنی یعقوب علیہ السلام کی موت کے وقت تم حاضر نہ تھے۔ یہاں خطاب ایمان والوں کو فرمایا۔ اب مطلب یہ ہوا۔ کہ تم اس وقت موجود نہ تھے۔ تمہیں ان کے متعلق وحی سے علم ہوا۔

نمبر ۲۔ دوسرا قول۔ ”اَمْ“ متصل ہے اس سے قبل مقدر محذوف ہے اور اس وقت خطاب یہود کو ہے۔ کیونکہ وہ کہا کرتے تھے۔ کہ جو پیغمبر بھی فوت ہوا۔ وہ یہودیت پر فوت ہوا۔ تو ان کو مخاطب کر کے گویا فرمایا کہ تم انبیاء علیہم السلام پر یہودیت کے دعویدار ہو؟ کیا تم حاضر تھے جبکہ یعقوب علیہ السلام کو موت آئی؟

اِذْ قَالَ : (جب انہوں نے اپنے) نمبر ۱۔ یہ پہلے اذ سے بدل ہے اور ان دونوں میں شہداء کا لفظ عامل ہے۔
یا نمبر ۲۔ حَضَرَ کا ظرف ہے۔

لَيْسَ مَاتَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِي : (بیٹوں کو کہا تم لوگ میرے بعد کس کی پوجا کرو گے)

ما کی تفصیل:

مَحْجُوْرٌ : ما استفہامیہ ہے اور تعبدون کی وجہ سے محل نصب میں واقع ہے مطلب یہ ہے۔ کس چیز کی تم عبادت کرتے ہو؟ ما عام ہے ہر چیز کے لئے آتا ہے یا ما معبود کی صفت کے متعلق سوال کے لئے ہے۔ جیسا تم کہو۔ مازید ترید اَفْقِیْہ ام طیب زید کے متعلق تم کیا جانتے ہو کہ وہ فقیہ ہے یا طیب من بعدی۔ میری موت کے بعد

الہ کو دوبارہ لانے کی وجہ:

قَالُوْا نَعْبُدُ الْهٰکَ وَالْهٰ اَبَآءَکَ : (انہوں نے کہا ہم اس کی عبادت کریں گے جو تیرا اور تیرے آباء کا ہے)۔ الہ کا ذکر دوبارہ کیا گیا تا کہ ضمیر مجرور پر عطف بغیر اعادہ حرف جار کے لازم نہ آئے۔

اِبْرٰہِمْ وَاسْمٰعِیْلَ وَاسْحٰقَ : (ابراہیم اسماعیل اسحاق کا معبود ہے) یہ آباء لک سے عطف بیان ہے۔

سوال: آباء میں اسماعیل علیہ السلام کا ذکر کیا حالانکہ وہ ان کے چچا ہیں۔

جواب: چچا بمنزلہ باپ کے ہوتا ہے۔ آپ علیہ السلام نے عباس رضی اللہ عنہ کے متعلق ارشاد فرمایا۔ ہذا بقیۃ آبائی (ابن ابی شیبہ)

نحوی لطائف:

اِلٰہًا وَّاحِدًا : (یعنی ایک معبود ہے) نمبر ۱۔ یہ الہ ابائک سے بدل ہے جس طرح العلق کی آیت ۱۵-۱۶ میں ناصیہ۔ بالناصیۃ ناصیۃ کا ذبہ۔

تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۖ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مِمَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْأَلُونَ

وہ ایک جماعت تھی جو گزر گئی، ان کے لئے وہ ہے جو انہوں نے عمل کیا، اور تمہارے لئے وہ ہے جو تم نے عمل کیا، اور تم سے اس چیز کا سوال نہ ہوگا

عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۳۴﴾

جو وہ کیا کرتے تھے۔

نمبر ۲ دوسرا قول: اختصاص کی وجہ سے منصوب ہے۔ یعنی ہم تیرے آباء کے معبود سے ایک ہی معبود مراد لیتے ہیں۔ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ (اور ہم اسی کی فرمانبرداری کرنے والے ہیں) نحو نمبر ۱: یہ نعبد کے فاعل سے حال ہے ہم اس کی عبادت کرنے والے ہیں۔ اس حال میں کہ ہم اس کے فرمانبردار ہیں۔

نمبر ۲ دوسرا قول: یہ نعبد پر جملے کا عطف ہے گویا یہ مقولہ ثانی ہے۔

تیسرا قول: جملہ معترضہ ہے جو تاکید کے لئے لایا گیا۔

۱۳۴۔ تِلْكَ: (وہ) یہ امت مذکورہ کی طرف اشارہ ہے یعنی ابراہیم اسماعیل و یعقوب اور ان کی موحد اولاد

أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ: (ایک جماعت تھی جو گزری) گزر چکی

غیر کی کمائی کام نہ آئے:

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مِمَّا كَسَبْتُمْ: (ان کے لئے جو انہوں نے کمایا اور تمہارے لئے جو تم نے کمایا) یعنی کسی کو غیر کی کمائی کام نہ دے گی۔ خواہ مکان کو مقدم مانیں یا مؤخر۔ کہ ان کو وہ چیز فائدہ دے گی جو انہوں نے کمائی۔ پس اسی طرح تمہیں وہ چیز کام نہ آئے گی جو تم نے کمائی۔ یہ بات فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے باپوں پر فخر کر کے (برائیوں پر ڈھٹائی اختیار کرنے والے تھے) اور اعمال کو کوئی حیثیت نہ دیتے تھے۔

وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ: (اور تم سے ان کے عملوں کی باز پرس نہ ہوگی) انکی برائیوں کا تمہیں مواخذہ بھگتنا نہ پڑے گا۔

وَقَالُوا كُونُوا هُودًا أَوْ نَصْرًا تَهْتَدُوا ۖ قُلْ بَلْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ

اور انہوں نے کہا کہ ہو جاؤ یہودی یا نصرانی تم ہدایت پا جاؤ گے، آپ فرمائیے بلکہ ابراہیم کی ملت کا اتباع کرو جو پوری طرح

حَنِيفًا ۖ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿۱۳۵﴾ قُولُوا آمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا أُنْزِلَ

حق ہی کی طرف تھے اور مشرکین میں سے نہ تھے، تم لوگ کہو ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس پر بھی جو اس نے نازل کیا

إِلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ

ہماری طرف، اور اس پر جو نازل کیا گیا ابراہیم اور اسمعیل اور اسحاق اور یعقوب پر، اور ان کی اولاد پر،

وَمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ وَمَا أُوتِيَ النَّبِيُّونَ مِنْ رَبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ

اور اس پر بھی جو عطا کیا گیا موسیٰ کو اور عیسیٰ کو اور جو کچھ عطا کیا گیا دیگر انبیاء کو ان کے رب کی طرف سے، ہم ان میں سے

بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ﴿۱۳۶﴾

کسی کے درمیان تفریق نہیں کرتے اور ہم اللہ کے فرمانبردار ہیں۔

۱۳۵۔ وَقَالُوا كُونُوا هُودًا أَوْ نَصْرًا: (اور کہتے ہیں کہ یہودی یا نصرانی ہو جاؤ) یعنی یہود نے کہا تم یہودی بن جاؤ۔ نصاریٰ نے کہا تم نصرانی بن جاؤ۔

تَهْتَدُوا: (تو ہدایت پا جاؤ گے) یہ مجزوم ہے کیونکہ یہ امر کا جواب ہے۔

قُلْ بَلْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ: (کہہ دیں بلکہ ہم تو ملت ابراہیم پر رہیں گے) بلکہ ہم تو ملت ابراہیم کی اتباع کریں گے۔

حنیف کا مفہوم:

حَنِيفًا: (جو تمام سے یکسو تھے) حنیف ابراہیم سے حال ہے جیسا کہ کہتے ہیں روایت وجہ ہند قائمہ میں نے ہندہ کا چہرہ دیکھا اس حال میں کہ وہ کھڑی ہے۔ الحنیف ہر دین باطل سے دین حق کی طرف جھکنے والا۔

تعریض بر مشرکین:

وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ: (اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے) یہ اہل کتاب پر تعریض ہے کیونکہ وہ سب ملت ابراہیم کی اتباع کے دعویدار تھے حالانکہ وہ شرک پر تھے۔

۱۳۶۔ قُولُوا: (تم کہو) نمبر ۱۔ یہ ایمان والوں کو خطاب ہے۔

نمبر ۲۔ یہ کفار کو خطاب ہے یعنی تم ان کو کہو کہ تم حق قبول کر لو ورنہ تم باطل پر ہو۔

فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهِ فَقَدْ اهْتَدَوْا ۖ وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِي

سو اگر وہ ایمان لے آئیں ان چیزوں پر جن پر تم ایمان لائے تو وہ ہدایت پا جائیں گے اور اگر وہ روگردانی کریں تو بس وہ مخالفت ہی میں

شِقَاقٍ ۚ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝۳۷

لگے ہوئے ہیں۔ پس مقرب اللہ آپ کی طرف سے ان کے لئے کافی ہوگا اور وہ سمیع ہے علیم ہے

اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْنَا: (ہم اللہ پر ایمان لائے اور جو ہماری طرف اتارا گیا) انزل الینا سے مراد قرآن مجید ہے۔

سبب کی تفسیر:

وَمَا اُنْزِلَ اِلَىٰ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَاٰلَ سَبَاطٍ: (اور جو ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل اسحاق و یعقوب اور ان کی اولاد کی طرف بھیجا گیا) السبط کا معنی پوتے، نواسے، حسن و حسین ؑ سبط رسول اللہ ﷺ ہیں۔ ای السباط خندہ یعقوب کے پوتے اور ان کے بارہ بیٹوں کی اولاد مراد ہے۔

نحوی تحقیق:

مَحْجُوْرٌ: انزل کا لفظ الی اور علی دونوں کے ساتھ متعدی بنتا ہے اس لئے یہاں الی کے ساتھ ہے۔ اور آل عمران میں علی کے ساتھ ہے۔

تفسیر آیت ۱۳۶:

وَمَا اُوْتِیَ مُوْسٰی وَعِیْسٰی وَمَا اُوْتِیَ النَّبِیُّوْنَ مِنْ رَّبِّہُمْ لَا نُفْرِقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْہُمْ: (اور اس پر جو دیئے گئے موسیٰ عیسیٰ اور جو انبیاء علیہم السلام کو ان کے رب کی طرف سے ملا ہم ان میں سے کسی ایک میں تفریق نہیں کرتے) جیسا کہ یہود و نصاریٰ نے کیا۔ احد۔ کا معنی یہاں جماعت ہے اس لئے بین کا لفظ اس پر داخل ہو سکتا ہے۔

وَنَحْنُ لَہٗ مُسْلِمُوْنَ: (اور ہم اللہ کے فرمانبردار ہیں) اللہ تعالیٰ کے ساتھ اخلاص اختیار کرنے والے ہیں۔

مثل کے صحیح مفہوم کی وضاحت میں تین اقوال:

۱۳۷۔ فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهِ فَقَدْ اهْتَدَوْا: (پس اگر وہ ایمان لائیں جس طرح تم ایمان لائے تو بے شک وہ ہدایت پا جائیں گے) آیت کا ظاہر مشکل ہے اس لئے کہ اس سے لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی مثل ہو حالانکہ وہ اس سے بلند و بالا ہے۔

نمبر ۱۔ پس کہا گیا ہے کہ بازاء اور مثل یہ مصدر محذوف کی صفت ہے اصل عبارت یہ ہے۔

فان امنوا ایمانا مثل ایمانکم۔ پس اگر وہ ایمان لائیں ایسا ایمان جو تمہارے ایمان کی طرح ہو ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹتی

ہے۔ اور بآء کا اضافہ نئی چیز نہیں ہے جیسا اللہ تعالیٰ نے سورۃ یونس آیت نمبر ۲۷ والذین کسبوا السيئات جزاء سيئة بمثلها۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ جزاء سیئۃ مثلها۔ برائی کی جزا اس کی مثل سے ہے۔ جیسا کہ دوسری آیت میں ہے جزاء سيئة سيئة مثلها۔ الشوریٰ آیت نمبر ۴۰ میں ہے۔ برائی کی جزا اس کی مثل برائی سے ہے۔

دوسرا قول: مثل کا لفظ زائد ہے تقدیر عبارت یہ ہے فان امنوا ما امنتم به (اگر وہ ایمان لائیں جس ذات پر تم ایمان لائے ہو۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت بما آمنتم به۔ اس کی تائید کرتی ہے۔

ما الذی کے معنی میں ہے اور اس کی دلیل حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ کی قراءت بالذی آمنتم به ہے۔

تیسرا قول: بآء استعانت کے لئے ہے جیسا کہتے ہیں۔ کتبت بالقلم۔ اب مطلب یہ ہوا فان دخلوا فی الایمان بشہادۃ مثل شہادتکم التی امنتم بها۔ پس اگر وہ داخل ہوں ایمان میں شہادت کے ساتھ جو تمہاری اس شہادت جیسی ہو جس کے ساتھ تم ایمان لائے ہو۔

انحراف کا مطلب:

وَانْ تَوَلَّوْا: (اور اگر وہ انحراف کریں) نمبر ۱۔ اس میں سے جو تم انہیں کہتے ہو تو انہوں نے انصاف نہ کیا۔

نمبر ۲۔ دوسرا قول: اگر تم شہادت اور ایمان میں شہادت کے ساتھ داخلے سے منہ موڑو۔

فَانْمَاهُمْ فِي شِقَاقٍ: (تو پس وہ ضد پر ہیں) یعنی پس وہ مخالفت اور دشمنی میں مبتلا ہیں۔ وہ طلب حق میں کسی چیز پر نہیں۔

غلبہ اہل کتاب:

فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ: (پس کافی ہے تمہاری طرف سے ان کو اللہ) اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل کتاب پر غلبہ کی ضمانت دی گئی

ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ان یہود میں سے بعض کے قتل اور بعض کی جلاوطنی سے پورا ہوا۔ سین کا معنی یہ ہے کہ وہ وعدہ ہر صورت میں پورا ہونے والا ہے۔ اگرچہ کچھ دیر سہی۔

وَهُوَ السَّمِيعُ: (اور وہ ہر بات کو سننے) جو کچھ وہ کہتے ہیں۔

ممانعت و وعید:

الْعَلِيمُ: (اور جاننے والا ہے) جو وہ حسد اور کینہ دلوں میں چھپائے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو خود سزا دیں گے۔ نمبر ۱۔ یہود کے لئے وعید ہے۔

نمبر ۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وعدہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ سنتے ہیں۔ جو آپ دعائیں کرتے ہیں۔ اور وہ آپ کی نیت سے واقف ہے اور آپ کے غلبہ دین کے ارادے کو جانتا ہے۔ وہ ان دعاؤں کو قبول فرمائے گا اور آپ کو منزل مقصود پر پہنچائے گا۔

صَبْغَةَ اللَّهِ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ صَبْغَةً ۚ وَنَحْنُ لَهُ عِبْدُونَ ﴿۱۳۸﴾

ہم کو اللہ تعالیٰ نے رنگ دیا ہے اور وہ کون ہے جس کا رنگ دینا اللہ تعالیٰ کے رنگ دینے سے اچھا ہو اور ہم اس کی عبادت کرنے والے ہیں

صَبْغَةَ اللَّهِ کی مراد حقیقی:

۱۳۸۔ صَبْغَةَ اللَّهِ: (ہم نے اللہ تعالیٰ کا رنگ لے لیا) نحو۔ صبغة اللہ سے مراد اللہ کا دین یہ مصدر مؤکد ہے اور امنا باللہ سورۃ البقرۃ آیت نمبر ۸۔ منصوب ہے۔ یہ فعلۃ کا وزن ہے جو صبغ سے ہے جیسے جلسۃ جلس سے۔ صبغة دراصل اس حالت کو کہتے ہیں۔ جس پر رنگنا واقع ہوتا ہے۔ مراد اللہ تعالیٰ کا پاک کرنا ہے کیونکہ ایمان دلوں کو پاک کرتا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ نصاریٰ اپنے بچوں کو زرد پانی میں ڈبو تے اور اس کو معمود یہ کہتے اور کہتے یہ بچوں کی تطہیر ہے جب ان میں سے کوئی یہ فعل کر لیتا تو کہتا اب وہ واقعۃً نصرانی بن گیا اس پر مسلمانوں کو حکم ملا کہ وہ ان کو کہیں۔

امنا باللہ وصبغنا اللہ بالايمان صبغة ولم نصبغ صبغتکم ہم اللہ پر ایمان لائے اور اللہ نے ہمیں ایمان سے خوب رنگ دیا۔ ہم تمہارے رنگ میں اپنے آپ کو نہیں رنگتے آیت میں لفظ صبغة مشاکلت کے لئے لایا گیا۔ جیسے کہتے ہیں جو درخت لگائے۔ اغرس کما یغرس فلان۔ مراد اس سے وہ آدمی ہے جو نیکی کا کام کر رہا ہو۔

وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ صَبْغَةً: (اور کس کا رنگ اللہ کے رنگ سے بہتر ہے) یہ صبغة تمیز ہے۔ مطلب یہ ہے کہ لا صبغة احسن من صبغته۔ کہ کوئی رنگ اس کے رنگ سے زیادہ خوب نہیں۔ مراد اس سے دین یا تطہیر ہے۔

عطف آمنا پر:

وَنَحْنُ لَهُ عِبْدُونَ: (اور ہم اس کی عبادت کرنے والے ہیں) یہ آمنا باللہ پر عطف ہے۔ یہ عطف اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ صبغة اللہ کا قول یہ قولوا آمنا کے مقول میں داخل ہے۔ ان قولوا هذا و هذا ونحن له عابدون۔ کہ تم یہ کہو اور یہ بھی کہو کہ ہم اسی کی عبادت کرنے والے ہیں۔

بعض کا قول:

یہ ترکیب ان لوگوں کی تردید کر رہی ہے جو صبغة اللہ ملتہ ابراہیم کا بدل مانتے ہیں۔ یا اغراء کی بناء پر منصوب قرار دیتے ہیں۔ یعنی علیکم صبغة اللہ تم صبغة اللہ کو لازم پکڑو۔ کیونکہ اس سے نظم قرآن ٹوٹتا ہے اور کلام کا اپنے باہمی جوڑ ربط سے نکالنا لازم آتا ہے۔ (جو مناسب نہیں) اور مصدر مؤکد کہہ کر منصوب قرار دینا یہ سیبویہ کا قول ہے اور بہتر قول وہی ہے جو حزام نے کہا اور ہم نے اولاً نقل کیا۔

قُلْ اَتُحَاجُّوْنَا فِي اللّٰهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ وَلَنَا اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ وَنَحْنُ لَهُ

آپ فرمائیے کیا تم ہم سے اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہو حالانکہ وہ ہمارا رب ہے اور تمہارا رب ہے اور ہمارے لئے ہیں عمل تمہارے لئے ہیں عمل تمہارے اور ہم اللہ تعالیٰ

مُخْلِصُوْنَ ۱۳۹ اَمْ تَقُولُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ وَاسْمٰعِيْلَ وَاسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ كَانُوْا

کے لئے اخلاص والے ہیں کیا تم کہتے ہو کہ بے شک ابراہیم و اسمعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کی اولاد

هُودًا اَوْ نَصٰرٰی ۱۴۰ قُلْ ؕ اَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ ۖ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ

یہودی تھے یا نصرانی تھے۔ آپ فرمادیجئے کیا تم زیادہ جانتے والے ہو یا اللہ زیادہ جانتے والا ہے۔ اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جس نے چھپایا

شَهَادَةً عِنْدَهُ مِنَ اللّٰهِ ۖ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۱۴۱

اس گواہی کو جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے پاس موجود ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کاموں سے بے خبر نہیں ہے جنہیں تم کرتے ہو

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۖ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْأَلُوْنَ

وہ ایک جماعت تھی جو گزر گئی، ان کے لئے وہ ہے جو انہوں نے عمل کیا اور تمہارے لئے وہ ہے جو تم نے عمل کیا، اور تم سے اس چیز کا سوال نہ ہوگا

عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۱۴۲

جو وہ کرتے تھے۔

تفسیر آیت ۱۳۹:

قُلْ اَتُحَاجُّوْنَا فِي اللّٰهِ : (کہہ تو کیا تم اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑتے ہو) یعنی کیا تم اللہ تعالیٰ کی شان میں ہم سے جھگڑا کرتے ہو اور اس پر جھگڑتے ہو کہ اس نے تمہاری بجائے عرب سے پیغمبر چنا۔ اور تم کہتے ہو کہ اگر اللہ تعالیٰ نے کسی پر کلام اتارنا ہوتا تو وہ ہم پر اتارتا۔ گویا تم اپنے کو نبوت کا بڑا حق دار قرار دیتے ہو۔

وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ : (حالانکہ وہ ہمارا رب ہے اور تمہارا رب) ہم اس کے بندے ہونے میں سب شریک ہیں اور وہ ہمارا رب ہے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور عظمت اپنے بندوں میں سے جن کو چاہتا ہے ان کو پہنچاتا ہے۔

وَلَنَا اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ : (اور ہمارے لئے اعمال اور تمہارے لئے تمہارے (اعمال) یعنی عمل امر کی بنیاد ہے جس طرح کے تمہارے لئے اعمال ہیں اور اسی طرح کے ہمارے لئے بھی ہوں گے۔

وَنَحْنُ لَكُمْ مُّخْلِصُوْنَ : (اور ہم اسی کو خالص ماننے والے ہیں) کہ ہم اس کی وحدانیت کو ماننے والے ہیں اس کو ایمان میں خالص کرتے ہیں اور تم شریک ٹھہراتے ہو اور مخلص عظمت کے زیادہ لائق ہے کہ اس کا احترام کیا جائے اور وہ دوسروں کی بہ نسبت

نبوت کا بھی حقدار ہے۔

۱۴۰۔ اَمْ تَقُولُوْنَ: (کیا تم کہتے ہو) قراءت۔ یہ شامی اور کوفی نے ابوبکر کے علاوہ تاء کے ساتھ پڑھا ہے۔

اَمْ کونسا ہے؟

نمبر ۱۔ اس صورت میں اَمْ ہمزہ کے معادل ہے جو اَتْحَاجُوْنَ نَاسِیْنِ ہے یعنی کونسا کام تم کرو گے؟ اللہ کے حکم میں حجت بازی یا دعویٰ یہودیت اور نصرانیت انبیاء علیہم السلام کے متعلق؟

نمبر ۲ دوسرا قول: اَمْ منقطعہ ہے یعنی بلکہ کیا تم کہتے ہو؟

یقولون دوسروں نے یا سے پڑھا ہے اس صورت میں ہمزہ منقطعہ ہی ہو سکتا ہے۔

اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَاٰلًا سَبَاطًا کَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصْرٰی: (کہ ابراہیم، اسماعیل، اسحاق و یعقوب اور ان کی اولاد یہودی یا نصرانی تھے) پھر اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا۔ کہ ان کو بطور استفہام کہے انہی کی بات کو ان پر لوٹاتے ہوئے۔

قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ: (کہہ دیں کیا تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ) یعنی بے شک اللہ نے ان کے لئے (مسلمانوں کیلئے) تولد اسلام کی گواہی دی ہے۔ اپنے اس قول میں۔ ما کان ابراہیم یهودیا ولا نصرانیا ولكن کان حنیفا مسلما۔ سورۃ آل عمران آیت نمبر ۶۷

ملت حنیفی کا چھپانے والا ظالم:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ کَتَمَ شَہَادَۃً عِنْدَہٗ مِنَ اللّٰہِ: (اور اس سے بڑا ظالم کون ہے جو اس گواہی کو چھپائے جو اس کے پاس ہو اللہ تعالیٰ کی طرف سے) جس نے اللہ تعالیٰ کی اس گواہی کو چھپایا جو اس کے پاس ہے۔ وہ شہادت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق حنفیت کی ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اہل کتاب سے بڑا ظالم کوئی نہیں۔ کیونکہ انہوں نے اس گواہی کو چھپا دیا۔ حالانکہ اس کو جانتے ہیں۔ یا اگر ہم اس گواہی کو چھپاتے تو ہم سے بڑا کوئی ظالم نہ ہوتا۔ پس ہم تو اس کو نہیں چھپاتے۔ اس میں ان پر تعریض کی۔ کہ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق نبوت کی گواہی کو جو ان کی کتابوں میں موجود ہے چھپا رہے ہیں۔ مِنَ اللّٰہِ میں اس طرح ہے جیسے کہتے ہیں

ہذہ شہادۃ منی لفلان اذا شہدت لہ گویا یہ اس کی صفت ہے

وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ: (اور اللہ تعالیٰ بے خبر نہیں ان عملوں سے جو تم کرتے ہو) یعنی تکذیب رسل اور کتمان شہادت۔

مَا کَسَبَتْ کا مقصد:

نِلْکَ اُمَّۃٍ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا کَسَبَتْ وَلَکُمْ مَا کَسَبْتُمْ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ: (یہ ایک جماعت تھی جو گزر چکی ان کے لئے ہے جو انہوں نے کیا اور تمہارے کام آئے گا جو تم کرتے ہو۔ تم سے ان کے متعلق پوچھ گچھ نہ ہوگی۔

نمبر ۱۔ یہ تاکید کے لئے لائے۔

نمبر ۲۔ پہلی مرتبہ لا کر انبیاء علیہم السلام مراد ہیں۔ اور دوسری مرتبہ لا کر اسلاف یہود و نصاریٰ مراد لیے ہیں۔

سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَّهُمْ عَن قِبَلَتِهِمُ الَّتِي

عنقریب کہیں گے بیوقوف لوگ کس چیز نے پھیر دیا ان کو ان کے اس قبلہ سے

كَانُوا عَلَيْهَا ۖ قُلْ لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۖ يَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ إِلَىٰ

جس پر وہ تھے۔ آپ فرما دیجئے اللہ ہی کے لئے مشرق اور مغرب ہے۔ وہ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہے

صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿۱۴۲﴾

سیدھے راستے کی طرف۔

تفسیر آیت ۱۴۲:

سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَّهُمْ عَن قِبَلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا قُلْ لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ يَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ: (عنقریب بے وقوف لوگ کہیں گے کہ ان کو کس بات نے پھیر دیا ہے ان کے اس قبلہ سے جس پر یہ تھے کہہ دیں کہ مشرق و مغرب خدا ہی کے ہیں وہ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف چلاتا ہے)

سفیہ کی مراد:

السُّفَهَاءُ۔ کم عقل اصل سفہ کی ہلکا پن ہے۔ اس سے مراد۔ نمبرا۔ یہود ہیں کیونکہ وہ کعبہ کی طرف رخ کرنا ناپسند کرتے تھے اور شریعت کے منسوخ ہونے کے قائل نہ تھے۔

نمبر ۲۔ منافقین ہیں۔ اس لئے کہ وہ مسلمانوں پر طعن و استہزاء کے بہت دلدادہ تھے۔

نمبر ۳۔ مشرکین ہیں کیونکہ وہ کہا کرتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آباؤ اجداد کے قبلہ سے اعراض کیا پھر اب اس کی طرف لوٹ آئے ہیں۔ قسم بخدا وہ اپنی قوم کے دین کی طرف بھی ضرور لوٹ آئیں گے۔

نکتہ: معاملے کے پیش آنے سے پہلے بتلانے کا فائدہ یہ ہے کہ اس عظیم انقلاب کا نفس عادی بن جائے دفعۃً خلاف طبع چیز سے زیادہ گرائی ہوتی ہے نیز مخالف کے اعتراض کا جواب دینے کے لئے طبیعت مستعد ہو جائے۔ جیسا کہ تیر اندازی سے پہلے تیر کو پر لگائے جاتے ہیں۔

قبلہ کا معنی:

مَا وَلَّهُمْ۔ کس چیز نے ان کو پھیر دیا۔ عن قبلتہم الّٰتی کانوا علیہا۔ اس سے مراد بیت المقدس لیتے تھے۔ القبلة وہ جہت جس کا نماز میں انسان رخ کرتا ہے کیونکہ نمازی اسی کا سامنا کرتا ہے۔ (اصل میں ہیئت قبلہ کو کہتے ہیں) قُلْ لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ۔ کہہ دیں کہ مشرق و مغرب خدا ہی کے ہیں۔ یعنی مشرق و مغرب کے علاقے اور تمام زمین اسی کی ملکیت ہے۔ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم۔ وہ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف چلاتا ہے۔

وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ

اور اسی طرح ہم نے تم کو ایک ایسی جماعت بنا دیا جو متدال وال ہے تاکہ تم ہو جاؤ لوگوں پر گواہ اور ہو جائے رسول تم پر

شَهِيدٌ أَوْ مَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ

گواہ اور جس قبلہ پر آپ تھے اسے ہم نے مقرر نہیں کیا مگر اس لئے کہ ہم جان لیں کون اتنا کرتا ہے رسول کا اس سے ممتاز ہو کر جو

يَنْقَلِبُ عَلَى عَقْبَيْهِ ۖ وَإِنْ كَانَتْ لَكَبِيرَةً إِلَّا عَلَى الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ ۚ

پہچھے پلٹ جاتا ہے اپنے الٹے پاؤں، اور بے شک یہ قبلہ بدلنا بھاری بات ہے مگر ان لوگوں پر جن کو اللہ نے ہدایت دی

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضَيِّعَ إِيمَانَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَحِيمٌ ﴿۱۴۳﴾

اور اللہ ایسا نہیں ہے کہ ضائع کرے تمہارے ایمان کو بے شک اللہ لوگوں کے ساتھ بڑا مشفق مہربان ہے۔

قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا ۚ فَوَلِّ

ہم دیکھ رہے ہیں آپ کا آسمان کی طرف بار بار منہ اٹھانا پس ہم آپ کو ضرور ضرور متوجہ کر دیں گے ایسے قبلہ کی طرف جس سے آپ راضی ہوں گے سو آپ پھیر دیجئے

وَجْهَكَ ۚ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ

اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف اور جہاں کہیں بھی تم لوگ ہو سو اپنے چہروں کو مسجد حرام کی طرف متوجہ کیا کرو

شَطْرَهُ ۚ وَإِنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ ۚ

اور بلاشبہ جن لوگوں کو کتاب دی گئی وہ ضرور جانتے ہیں کہ بلاشبہ یہ حکم حق ہے۔ ان کے رب کی طرف سے ہے۔

وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ ﴿۱۴۴﴾

اور اللہ غافل نہیں ہے ان کاموں سے جن کو وہ کرتے ہیں

درست قبلہ؟

مستقیم۔ برابر درست یعنی جس کو چاہتا ہے اس کی راہنمائی درست قبلہ کی طرف کر دیتا ہے۔

نمبر ۱۔ اور وہ کعبہ ہے جس کی طرف ہمیں رخ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

یا نمبر ۲۔ تمام مکان اللہ ہی کے ہیں۔ پس وہ جدھر چاہتا ہے ادھر رخ کرنے کا حکم دیتا ہے کبھی کعبہ کی طرف اور کبھی بیت المقدس کی طرف (اس میں خصوصیت مکانی کو دخل نہیں) اور نہ کسی کو اعتراض کا حق ہے۔ کیونکہ حقیقی اکیلا بادشاہ وہی ہے۔

تفسیر آیت ۱۴۳:

وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا: (اسی طرح ہم نے تم کو معتدل امت بنایا) كَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ اس عجیب بنانے کی طرح ہم نے تمہیں بنایا۔

نحوی تحقیق:

مَحْجُوْرٌ: كَذَلِكَ میں کاف تشبیہ کے لئے ہے اور ذَا اسم اشارہ ہے جو کاف کا مجرور ہے لَام اشارہ قریب (ذال) اور اشارہ بعید کے درمیان فرق کے لئے لایا گیا۔ لَکَ ضمیر خطاب ہے اس کا کوئی محل اعراب نہیں۔

امت وسط کا معنی:

امۃ وسطا نمبر ۱۔ افضل و بہتر۔ بہتر کو وسط بھی کہا جاتا ہے اس لئے کہ خرابی اطراف میں جلد اثر پذیر ہوتی ہے اور درمیان محفوظ رہتا ہے۔

سب سے بہتر قبلہ:

مطلب یہ ہے جس طرح میں نے تمہارا قبلہ سب قبلوں سے بہتر بنایا۔ اسی طرح میں نے تمہیں سب سے افضل امت بنایا اور بنانے کی وجہ یہ ہے تاکہ تم غور سے وہ دلائل جان لو جو تمہارے لئے مقرر کیے گئے۔ اور تم پر کتاب اتاری گئی تاکہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی پر بھی بخل نہیں کیا اور نہ ظلم بلکہ راستے واضح کر دیئے اور رسولوں کو روانہ فرمایا۔ جنہوں نے اس کے پیغامات کو پہنچا دیا اور امتوں کی کامل خیر خواہی کی مگر پھر بھی کفار کو ان کی بد بخمتی نے شہوات کی پیروی اور دلائل سے اعراض کی طرف موڑ دیا۔ پس اے امت محمدیہ تم اس بات کی گواہی اپنے ہم عصروں اور اپنے سے ماقبل اور مابعد کے متعلق دو گے۔

وسط کی تفسیر دوم:

وسط کا معنی معتدل۔ کیونکہ وسط اطراف کے درمیان میں ہوتا ہے وہ کسی بھی طرف کے قریب تر یا بعید نہیں ہوتا۔ معنی یہ ہوگا۔ جس طرح ہم نے تمہارے قبلہ کو مشرق و مغرب کے درمیان معتدل بنایا۔ اسی طرح تمہیں معتدل امت بنایا۔ جو غلو اور تقصیر کے درمیان ہے۔ پس تم نہ تو نصاریٰ جیسا غلو کرتے ہو کہ مسیح علیہ السلام کو الوہیت کے درجہ تک پہنچا دیا اور نہ کوتاہی کرنے والے ہو جس طرح یہود نے حضرت مریم سلام اللہ علیہا پر تہمت زنا لگائی اور عیسیٰ علیہ السلام کو (نعوذ باللہ) ولد الزنا قرار دیا۔

علت امت وسط:

لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ (تا کہ تم لوگوں پر گواہ بنو) **بَيِّنَاتٌ**: شہدائے غیر منصرف ہے اس میں الف ممدودہ برائے تانیث ہے۔
عَلَى النَّاسِ: یہ شہداء کا صلہ ہے یكون الرسول علیکم شہیدا اور رسول تم پر گواہ ہوں یہ لتکونوا پر عطف ہے (لام تعلیلیہ لا کرامت وسط کی علت بیان کر دی)

روایت میں ہے کہ امتیں قیامت کے دن انبیاء علیہم السلام کی تبلیغ کا انکار کر دیں گی۔ پس اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام سے ان کے پیغام پہنچانے کے گواہ طلب کرے گا۔ حالانکہ وہ تو خوب جانتا ہے پس امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہی کے لئے لایا جائے گا۔ وہ گواہی دیں گے تو اس وقت امتیں کہیں گی۔ تمہیں یہ کہاں سے معلوم ہوا ہے کہ انہوں نے پیغام پہنچایا۔ پس امت محمدیہ جواب دے گی۔ ہم نے اللہ تعالیٰ کی اطلاع دینے سے معلوم کیا جو اس نے اپنے پیغمبر صادق کی زبان پر اتاری۔ اس وقت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا جائے گا اور امت کا حال دریافت کیا جائے گا۔ پس آپ اپنی امت کی عدالت کی گواہی دیں گے اور تزکیہ کا شرف کیٹ عنایت کریں گے۔ باقی شہادت کبھی بلا مشاہدہ بھی ہوتی ہے۔ جیسا کہ مشہور اشیاء کے بارے میں سن کر شہادت۔

لفظ علی کا راز:

یہ حرف استعلاء ہے اور شہادت نگرانی کی طرح ہے اور شہید نگران کی طرح ہے اسی لئے کلمہ استعلاء لائے۔ جیسا ارشاد الہی ہے۔
کنت انت الرقیب علیہم مائدہ آیت نمبر ۱۱

ایک اور تفسیر:

یہ ہے تا کہ تم لوگوں پر دنیا میں گواہی دینے والے بنو یہ شہادت عدول و اختیار کی معتبر ہے۔
وَيَكُونُ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا: (اور رسول اللہ تم پر گواہ ہوں) یعنی رسول تمہارا تزکیہ کریں اور عدالت بیان کریں گے۔
قول شیخ ابو منصور رحمہ اللہ:

شیخ ابو منصور رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اجماع امت حجت ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کی صفت عدل سے بیان کی اور عادل ہی مستحق شہادت ہے اور اسی کی شہادت قابل قبول ہے۔ پس جب امت کے لوگ کسی بات پر جمع ہو جائیں اور اس کی گواہی دے دیں۔ تو اس بات کا قبول کرنا ضروری ہے۔
نکتہ: شہادت کے لفظ کا صلہ پہلی مرتبہ تو بعد میں لائے اور دوسری مرتبہ پہلے لائے۔ کیونکہ پہلی دفعہ میں امتوں کے خلاف ان کی شہادت کو ثابت کرنے کا ذکر ہے اور دوسرے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص امت کے حق میں گواہی دینا مذکور ہے۔ (علیکم کی تقدیم کیا لطف دے رہی ہے)

القبلة کی مراد:

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا: (اور نہیں بنایا تھا ہم نے وہ قبلہ جس پر آپ پہلے تھے) یعنی نہیں بنایا ہم نے اس قبلہ والی

جہت کو جس پر آپ تھے۔ اور وہ کعبہ ہے پس التی کنت علیہا یہ قبلہ کی صفت نہیں بلکہ یہ جعل کا مفعول دوم ہے۔ روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکہ میں کعبہ کی طرف نماز ادا کرتے تھے پھر ہجرت کے بعد بیت المقدس کی طرف نماز کا حکم ہوا۔ تاکہ یہود مانوس ہوں۔ (آپ کا نبی قبلتین ہونا تو رات میں ہے اس لئے صخرہ کی طرف نماز کا حکم ہوا۔

اصول: اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ سنت کا نسخ کتاب اللہ سے جائز ہے۔ (امام شافعی رحمہ اللہ کا اس میں اختلاف ہے) کیونکہ بیت المقدس کی طرف منہ کرنا وحی غیر مملو سے ثابت ہے اور اس کا نسخ قرآن مجید کی آیت سے ہوا۔
نعم کی تفسیر:

إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَى عَقْبَيْهِ: (مگر اس لئے کہ ہم ظاہر کر دیں ان لوگوں کو جو پیروی کریں رسول کی ان لوگوں سے جو پھر جائیں اٹے پاؤں) نمبر ۱۔ یعنی تبدیلی کعبہ والی جہت جو آپ کو پسند ہے۔ اس غرض سے ہوئی۔ تاکہ ہم اس شخص کو جان لیں جو اسلام پر پختگی سے قائم رہنے والا ہے اور کون اضطراب کی وجہ سے اٹے پاؤں پھرنے والا ہے۔ اس سے یہ بتلایا کہ تحویل قبلہ کے وقت کئی لوگ اسلام سے پھر جائیں گے۔

قول شیخ ابو منصور رحمہ اللہ:

شیخ ابو منصور رحمہ اللہ نے فرمایا: لنعلم کا معنی یہ ہے کہ جس شخص یا چیز کا ہم پہلے ہونا جانتے تھے۔ اس کا موجود ہونا جان لیں۔ یعنی ہمارا علم اس کے وجود سے متعلق ہو جائے کہ وہ پائی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ ازل سے اس شئی کو جانتا ہے جس کے وجود کا وہ ارادہ رکھتا ہے کہ وہ چیز اس وقت پائی جائے گی جس میں وہ اس کا وجود چاہے گا اور ازل میں یہ کہنا صحیح نہیں ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی فلاں شئی کو جواب تک موجود نہیں ہوئی۔ ازل میں موجود جانتا ہے۔ کیونکہ جوشی موجود نہیں ہوئی اس کو موجود کس طرح جان سکتا ہے۔ پس جب وہ وجود میں آجائے گی تو وہ علم ازل کے تحت داخل ہو جائے گا۔ پس وہ چیز اس کو معلوم ہو جائے گی اور وہ موجود ہو جائے گی۔ تو اس اعتبار سے تبدیلی معلوم میں آئی۔ علم میں تبدیلی لازم نہیں آئی۔

دیگر اقوال:

یاد دوسرا قول یہ ہے تاکہ ہم جدا کر دیں تابع کو نا فرمان سے جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

لَيَمِيزَ اللَّهُ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ (الانفال: ۳۷) پس اس قول میں علم کی جگہ تمیز کا لفظ لایا گیا۔ کیونکہ تمیز علم سے حاصل ہوتی ہے۔ یا تیسرا قول: تاکہ رسول اللہ ﷺ اور مؤمن جان لیں گویا ان کے علم کو اپنی ذات کی طرف منسوب کیا۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہیں۔

یا چوتھا قول: یہ ہے کہ جو نہیں جانتے ان کو ملاطفت کے طور پر خطاب کیا جس طرح کہتے ہیں۔ اس آدمی کو جو سونے کے پگھلنے کا منکر ہو۔ فلنلقہ فی النار لنعلم ایدوب۔ کہ ہم اس کو آگ میں ڈالتے ہیں۔ تاکہ ہم جان لیں کہ آیا وہ پگھلتا ہے۔ (تو یہاں منکر کو سمجھانے کے لئے اپنے آپ کو اس کے ساتھ شامل کر کے اس پر فعل کو ثابت کرنا مقصود ہے) آیت میں بھی نعم کا صیغہ خطاب ان سے ملاطفت کے لئے استعمال فرمایا گیا ہے۔

لکبیرہ کی تفسیر:

وَاِنْ كُنَّا لَكَبِيْرَةٌ: (بے شک یہ گراں گزرا ہے) یعنی تحویل یا جعل یعنی کرنا، بنانا یا قبلہ۔ نحو۔ کانت کی ضمیر ان تین میں سے کسی ایک کی طرف ہے۔

لکبیرہ بھاری اور گراں۔ یہ ان دراصل ان ہے اور لکبیرہ، کان کی خبر ہے اور لام ان شرطیہ اور مخففہ میں فرق کیلئے لایا گیا ہے۔
اِلَّا عَلٰی الَّذِيْنَ هَدٰى اللّٰهُ: (مگر ان پر جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی) یعنی اللہ تعالیٰ نے جن کو ہدایت و اتباع رسول پر صادق و ثابت قدم فرمایا۔

ایمان سے مراد نماز ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضَيِّعَ اِيْمَانَكُمْ: (اور اللہ ایسا نہیں کہ ضائع کر دے تمہارے ایمان) ایمان سے مراد بیت المقدس کی طرف پڑھی جانے والی نمازیں ہیں۔ نماز کو یہاں ایمان فرمایا۔ کیونکہ نماز اہل ایمان پر ہی واجب ہے اور وہی اس کو قبول کرنے والے ہیں اور جماعت کے ساتھ اس کی ادائیگی علامت ایمان ہے۔

شأن نزول: جب رسول اللہ ﷺ نے کعبہ کی طرف رخ کر لیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا۔ ان لوگوں کا کیا بنے گا؟ جو تحویل قبلہ سے پہلے فوت ہو گئے۔ تو یہ آیت اتری۔ (بخاری و مسلم)

اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَءَوْفٌ رَّحِيْمٌ: (بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر شفقت رکھنے والے بڑے مہربان ہیں) یہ ماقبل کی تعلیل ہے۔ (یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ان کی کی ہوئی عبادات جو اس کے حکم کے مطابق تھیں ضائع کر دے)

اختلاف قراءت: حجازی شامی حفص رحمہم اللہ نے لَءَوْفٌ کو فاعول کے وزن پر ضمہ کو خوب ظاہر کر کے پڑھا اور دیگر قراء نے فَعْلٌ کے وزن پر اختلاس حرکت کے ساتھ پڑھا ہے یہ دونوں مبالغہ کے صیغے ہیں۔ الرأفة بہت زیادہ رحمت و شفقت۔ رحیم مہربان جو ان کے اجر کو ضائع نہ کرے گا۔

نکتہ: (دونوں کو اسی طرح جمع کر دیا جیسا بسم اللہ میں الرحمن الرحیم کو) بہت زیادہ رحمت کو مقدم اور خصوصی کو مؤخر لایا گیا۔ نیز مقطع آیات کا بھی لحاظ ہو گیا)

توقع رسول اللہ ﷺ:

۱۴۴: قَدْ نَرٰی تَقَلَّبَ وَجْهَكَ فِی السَّمٰوٰتِ: (ہم دیکھ رہے ہیں آپ کے منہ کا آسمان کی طرف بار بار پھرنا) تقلب کا معنی بار بار چہرے کا لوٹنا۔ اور نگاہ کا آسمان کی طرف پھیرنا۔

رسول اللہ اپنے رب سے توقع رکھتے تھے۔ کہ وہ آپ کا رخ کعبہ کی طرف ابراہیمؑ کی موافقت اور یہود کی مخالفت میں پھیر دیں گے۔ اسلئے کہ آپ اہل عرب کو اسلام کی دعوت دے رہے تھے اور کعبہ اہل عرب کیلئے باعث فخر زیارت گاہ اور طواف کا مقام تھا۔
فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰہَا: (بس ضرور پھیر دیں گے آپ کو اس قبلہ کی طرف جس کو آپ پسند کرتے ہیں)

فلنولينك كامننى - نمبر ۱۔ ضرور ہم آپ کو اس کے استقبال پر قدرت عطا کر دیں گے۔ یہ اس طرح ہے جیسے کہتے ہیں۔ ولینک کذا۔ جب تم اس کو اس چیز کا والی بنادو۔

نمبر ۲۔ ہم آپ کو بیت المقدس کی سمت کی بجائے بیت اللہ کی سمت کے قریب کر دیں گے۔ تر ضہا۔ تو پسند کرتا ہے اور اس کی طرف صحیح اغراض کے پیش نظر میلان رکھتا ہے۔ مگر ان اغراض کو دل میں رکھے ہوئے اللہ تعالیٰ کی مشیت و حکمت کی موافقت کرنے والا ہے۔

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ : (تم اب پھیر لو اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف)

شطر کا معنی :

اصل میں ”الگ“ ہے پھر طرف کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ یہ طرف ہونے کی بنا پر منصوب ہے۔ یعنی اجعل تولیۃ الوجه تلقاء المسجد۔ یعنی اس کی طرف اس کی سمت میں۔

عین قبلہ کا استقبال دُور والے کے لئے مشکل تھا۔ اللہ تعالیٰ نے کعبہ کی بجائے مسجد حرام کا ذکر کر کے ثابت کر دیا۔ کہ جہت قبلہ کی رعایت ضروری ہے۔ عین کعبہ کی نہیں۔

روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ قدم رنجہ فرمانے کے بعد سولہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی۔ پھر کعبہ کی طرف رخ کر لیا۔

(تحويل صحیح قول کے مطابق ۱۵ رجب ۲ھ بدر سے دو ماہ قبل بوقت زوال ہوئی جبکہ ہجرت ۵ ربیع الاول بروز سوموار اور مدینہ میں ۱۲ ربیع الاول بروز سوموار تشریف آوری ہوئی اس سے سولہ ماہ اور چند دن بنتے ہیں)

وَ حَيْثُ مَا كُنْتُمْ : (اور تم جہاں کہیں ہو) یعنی جس زمین میں ہو اور نماز کا ارادہ کرو تو۔ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ ط وَإِنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ : (تم اپنے منہ اسی کی طرف کر لیا کرو اور وہ لوگ جن کو کتاب دی گئی وہ بخوبی جانتے ہیں کہ یہ برحق ہے ان کے رب کی طرف سے) یعنی تحويل قبلہ برحق ہے کیونکہ بشارات انبیاء میں موجود تھا کہ وہ رسول دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھیں گے۔

واحدی کا قول :

(بقول واحدی آپ نے مسجد بنی سلمہ میں ظہر کی نماز پڑھائی تو اسی میں تحويل ہوئی یہ مسجد قبلتین ہے۔ بخاری میں ہے کہ پہلی نماز کعبہ کی طرف پڑھی جانے والی عصر ہے قباء والوں نے دوسرے دن فجر میں تحويل کی خبر پر عمل کیا۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ کعبہ کے اندر آپ نے دوستوں بائیں ایک دائیں کے درمیان بیت اللہ کے اندر نماز پڑھی۔

وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ : (اور اللہ بے خبر نہیں ان کاموں سے جو وہ کرتے ہیں)

اختلاف قراءت :

کی۔ ابو عمرو نافع و عاصم رحمہم اللہ نے یعملون پڑھا ہے اور دیگر قراء نے تاء کے ساتھ پہلی قراءت کے مطابق یہ کفار کے

وَلَيْنَ آتَيْتَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ بِكُلِّ آيَةٍ مَا تَبِعُوا قِبْلَتَكَ وَمَا

اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی اگر آپ ان کے پاس تمام دلیلیں لے آئیں تب بھی آپ کے قبلہ کا اتباع نہ کریں گے۔ اور نہ

أَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ۖ وَلَيْنَ آتَيْتَ

آپ ان کے قبلہ کا اتباع کرنے والے ہیں، اور نہ وہ آپس میں ایک دوسرے کے قبلہ کا اتباع کرنے والے ہیں۔ اور البتہ اگر آپ نے اس کے بعد کہ آپ کے پاس

أَهْوَاءَهُمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۚ إِنَّكَ إِذَا لَمِنَ الظَّالِمِينَ ۝۱۴۵

علم آپکا ہے ان کی خواہشوں کا اتباع کیا تو بے شک آپ اس وقت یقیناً ظلم کرنے والوں میں سے ہوں گے

لئے وعید ہے ان کے انکار پر سزا سے اللہ تعالیٰ بے خبر نہیں ضرور تمہیں سزا دے گا۔

اور دوسری قراءت کے مطابق ایمان والوں سے قبول و اداء کا ثواب دینے کا وعدہ ہے۔

مطلب یہ ہوا کہ اے ایمان والو جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے بے خبر نہیں وہ ضرور ثواب دیں گے۔

تَفْسِيرُ آيَةِ ۱۴۵: وَلَيْنَ آتَيْتَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ بِكُلِّ آيَةٍ مَا تَبِعُوا قِبْلَتَكَ: (اگر آپ لے آئیں تمام دلائل ان لوگوں کے پاس جن کو کتاب دی گئی تو وہ آپ کے قبلہ کی پیروی نہ کریں گے)

عنادی لوگ:

اوتوا الكتب۔ وہ لوگ مراد ہیں جو حسد و عناد رکھتے ہیں آیت سے مراد قطعی دلیل کہ کعبہ کی طرف رخ نہ کرنا ہی برحق ہے۔ مَا تَبِعُوا قِبْلَتَكَ وہ آپ کے قبلہ کی اتباع نہیں کریں گے کیونکہ انکا آپ کی اتباع نہ کرنا۔ کسی شبہ کی وجہ سے نہیں کہ جس کو دلیل سے زائل کر دیا جائے۔ تو وہ ماننے لگیں بلکہ ترک اتباع محض حسد و عناد اور ضد کی وجہ سے ہے اسلئے کہ وہ آپ کی صفات اپنی کتابوں میں پاتے ہیں۔ جس سے آپ کا حق پر ہونا ان کو خوب معلوم ہے۔ مَا تَبِعُوا یہ جواب قسم ہے جو کہ جواب شرط کے قائم مقام آیا ہے۔

تمنائے یہود کا جواب:

وَمَا أَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ: (اور آپ بھی ان کے قبلہ کی پیروی کرنے والے نہیں ہیں) اس میں اہل کتاب کی رسول اللہ کے متعلق رجوع الی القبلة کی تمنا کو ختم کرنا مقصود ہے۔ اسلئے کہ اس سلسلہ میں وہ بڑے بے تاب تھے اور کہا کرتے تھے کہ اگر یہ ہمارے قبلہ پر قائم رہتے تو ممکن ہے ہم ان کو نبی منتظر مان لیتے اور یہ بات صرف اسی خاطر کہتے کہ آپ دوبارہ ان کے قبلہ کی طرف لوٹ جائیں اور قبلہ آپ کا اور انکا ایک ہو جائے حالانکہ یہود و نصاریٰ کا خود الگ الگ قبلہ ہے۔ مگر باطل پر اور حق کے خلاف ہونے میں دونوں یکساں ہیں۔ (اسلئے قبلتہم کو واحد لایا گیا) جب انکے قبلے موافق نہیں تو آپ سے قبلہ میں موافقت کا مطالبہ بیجا ہے۔

وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ۖ (اور نہ وہ آپس میں ایک دوسرے کے قبلہ کا اتباع کرنے والے ہیں)۔

وَلَيْنَ آتَيْتَ أَهْوَاءَهُمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ: (اگر آپ ان کی خواہشات کا اتباع کریں اس علم کے حاصل

الَّذِينَ اتَيْنَهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ آبْنَاءَهُمْ ۖ وَإِنَّ فَرِيقًا

جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی وہ رسول کو پہچانتے ہیں جیسا کہ وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ اور بلاشبہ ان میں سے ایک فریق

مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿١٤٦﴾ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ

ایسا ہے جو ضرور حق کو چھپاتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں، حق ہے آپ کے رب کی طرف سے سو آپ ہرگز شک کرنے والوں میں سے

مِنَ الْمُضْتَرِّينَ ﴿١٤٧﴾

نہ ہو جائیں۔

ہو جانے کے بعد) نمبر ۱۔ یعنی کعبہ کے قبلہ ہونے کے روشن دلائل آ جانے اور اسلام کے دین برحق ہونے کا علم ہو جانے پر۔

ثبات پر ابھارنا:

إِنَّكَ إِذَا لَمِنَ الظَّالِمِينَ: (تو بے شک ایسی حالت میں آپ بھی نافرمانوں میں سے ہوں گے) یعنی ظلم صریح کا ارتکاب کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ اس آیت میں سامعین کے ساتھ مہربانی کی گئی ہے اور حق پر ثبات کے لئے ان کو آمادہ کیا گیا ہے اور ایسے آدمی کو خبردار کیا گیا جو روشن دلیل کے بعد خواہشات کی اتباع کرنے لگے۔

خطاب بامت:

دوسرا قول: کہ ظاہر خطاب نبی اکرم ﷺ کو ہے مگر مراد امت ہے۔ الظالمین پر وقف لازم ہے ورنہ معنی بگڑ جاتا ہے۔ (یہ آیت مخالف عصمت نہیں کیونکہ یہ قضیہ شرطیہ ہے جس کے طرفین کا صدق لازم نہیں۔ یہ اسی طرح ہے جیسے دوسری آیت ان كَانَ لِلرَّحْمَنِ وَلَدٌ فَاَنَا أَوَّلُ الْعَابِدِينَ)

تَفْسِيرُ آيَةِ: يَعْرِفُونَ آبْنَاءَهُمْ ۖ

۱۴۶: الَّذِينَ اتَيْنَهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ آبْنَاءَهُمْ: (جن کو ہم نے کتاب دی وہ محمد کو پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں) نحو۔ الذین یہ کلام مبتدا اور یعرفونہ اس کی خبر ہے ہ کی ضمیر سے مراد محمد ہیں۔ یہی راجح ہے۔ بعض نے قرآن اور تحویل قبلہ بھی کہا مگر وہ مرجوح ہے۔ کیونکہ کما یعرفون ابناءہم فرمایا۔ اگر ضمیر قرآن کی طرف لوٹی تو ابناء کی بجائے تورات لاتے۔ عبد اللہ بن سلام نے فرمایا میں آپ کو اپنے بیٹے سے بھی زیادہ پہچانتا ہوں۔ عمرؓ نے کہا وہ کیسے؟ تو انہوں نے جواب دیا مجھے محمدؐ کے نبی ہونے میں کوئی شک نہیں۔ باقی میرا بیٹا (تو اسکے متعلق گمان ہے) شاید اسکی والدہ نے خیانت کی ہو۔ اس پر عمرؓ نے انکے سر کو چوما۔ وَإِنَّ فَرِيقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ: (کچھ لوگ ان میں سے حق کو چھپاتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں) فریق سے مراد وہ لوگ ہیں جو اسلام نہیں لائے اور ان کی حق پوشی کی بنیاد حسد و عناد ہے۔ حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ان کی کتاب میں واضح کر دیا۔

وَلِكُلِّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيُّهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ ۚ أَيْنَ مَا تَكُونُوا يَأْتِ بِكُمُ اللَّهُ

اور ہر جماعت کے لئے ایک جہت ہے جس کی طرف وہ اپنا رخ کرنے والے ہیں۔ لہذا تم نیک کاموں کی طرف آگے بڑھو جہاں کہیں بھی تم ہو گے اللہ تعالیٰ تم سب کو لے

جَمِيعًا ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۱۴۸﴾

آئے گا۔ بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

الحق کی مراد:

۱۴۷۔ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ (حق وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے پس آپ شک کرنے والوں میں سے نہ ہوں) الحق۔ نمبر ۱۔ الف لام جنس کا ہے یعنی حق وہی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ نہ کہ کسی غیر کی طرف سے۔

مطلب یہ ہے کہ حق وہی ہے جس کا برحق ہونا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ثابت ہو۔ جیسا کہ وہ جس پر آپ ہیں اور جس کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق ہونا ثابت نہ ہو وہ باطل ہے۔ جیسا کہ اہل کتاب جس کو لیے پھرتے ہیں۔

نمبر ۲: یا الف لام عہد کا ہے اس سے خاص وہ حق مراد ہے۔ جس پر رسول اللہ ﷺ تھے۔

نَحْوُ: الحق مبتداء من ربك خبر ہے۔ یا مبتداء محذوف ہو اور یہ خبر اور من ربك دوسری خبر یا حال۔ الممترین کا معنی رب تعالیٰ کی طرف سے ہونے میں شک کرنے والے۔

تفسیر آیت ۱۴۸:

وَلِكُلِّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيُّهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ ۚ أَيْنَ مَا تَكُونُوا يَأْتِ بِكُمُ اللَّهُ جَمِيعًا ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (ہر ایک کے لئے ایک سمت ہے جس کی طرف وہ منہ کرنے والا ہے پس تم نیکوں کی طرف سبقت کرو۔ تم جہاں کہیں ہو گے اللہ تعالیٰ تمہیں اکٹھا لائے گا۔ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے) یعنی ادیان مختلفہ میں سے ہر گروہ کا ایک قبلہ ہے۔

مرجع ضمیر:

حضرت ابی جہلؓ کی قراءت میں وجہہ کو وجہہ پڑھا۔ هُوَ۔ یہ کل کی طرف لوٹنے والی ضمیر ہے۔ مولىہا۔ نمبر ۱۔ ہا ضمیر وجہہ کی طرف لوٹتی ہے۔ یعنی ہو مولىہا وجہہ۔ وہ پھیرنے والا ہے اس کی طرف اپنا منہ۔ پس ایک مفعول حذف کر دیا۔

دوسرا قول: هُوَ ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے یعنی اللہ تعالیٰ خاص اس کو اس کی طرف پھیرنے والے ہیں۔

قراءت: شامیؒ نے مولاھا پڑھا یعنی وہ حقیقی مولیٰ ہے اس جہت کا جس کا یہ والی بنایا گیا۔ آیت کا مطلب یہ ہوا کہ ہر امت خواہ تم میں سے ہو یا تمہارے غیروں میں سے اس کے لئے ایک قبلہ ہے جس کی طرف وہ متوجہ ہوتی ہے۔

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ قَوْلٍ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۖ وَإِنَّهُ لَلْحَقُّ

اور جس جگہ سے بھی آپ باہر جائیں تو اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر دیں۔ اور بلاشبہ یہ ضرور حق ہے

مِنْ رَبِّكَ ۖ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿۱۴۹﴾ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ قَوْلٍ

آپ کے رب کی طرف سے، اور اللہ غافل نہیں ان کاموں سے جو تم کرتے ہو، اور جس جگہ سے بھی آپ باہر جائیں اپنا چہرہ مسجد حرام کی

وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۖ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ ۚ

طرف پھیر دیجئے اور جہاں کہیں بھی تم ہو سو اپنے چہرے اس کی طرف پھیر لو،

لِيَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ ۖ إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ ۖ فَلَا تَخْشَوْهُمْ

تاکہ لوگوں کو تمہارے مقابلہ میں کوئی حجت نہ رہے۔ سوائے ان کے جنہوں نے ان میں سے ظلم کیا۔ لہذا تم ان سے نہ ڈرو

وَأَخْشَوْنِي ۚ وَلَا تَمْرِعْمَتِي عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿۱۵۰﴾

اور مجھ سے ڈرو تاکہ میں پوری کردوں تم پر اپنی نعمت اور تاکہ تم ہدایت پر رہو۔

سبقت کی تفسیر میں اقوال:

فاستبقوا الخیرات۔ تم بھلائیوں کی طرف دوسروں سے آگے بڑھو۔ خواہ وہ قبلہ کا معاملہ ہو یا دیگر این ماتکونوا۔ یعنی جہاں بھی تم ہو اور تمہارے دشمن ہوں گے۔ یاتِ بکم اللہ جمیعاً۔ اللہ عزوجل تم کو لے آئے گا قیامت کے دن پس حق پرست اور باطل پرست کے درمیان فیصلہ کرے گا۔

دوسرا قول:

(اے امت محمد! تم میں سے ہر ایک کیلئے ایک طرف ہے جنوبی یا شمالی یا شرقی یا غربی جس کی طرف منہ کر کے وہ نماز پڑھتا ہے۔ تم اطراف کے فاصلوں کی طرف سبقت کرو۔ وہی اطراف کعبہ کی چوکھٹ ہے۔ اگرچہ وہ مختلف ہیں۔ این ماتکونوا۔ تم مختلف جہات میں سے جس طرف ہو گے۔ یاتِ بکم اللہ یعنی اللہ تم کو جمع کر دیں گے اور تمہاری نماز کو اس طرح قرار دیں گے۔ گویا وہ ایک طرف ہی پڑھی گئی اور گویا تم سب مسجد حرام میں حاضر ہو کر نماز پڑھ رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر قدرت حاصل ہے۔

تفسیر آیت ۱۴۹:

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ قَوْلٍ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔ وَإِنَّهُ لَلْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ (جس جگہ سے آپ نکلیں تو اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کر لیں اور وہی حق ہے تیرے رب کی طرف سے اور اللہ ان کاموں سے جو تم کرتے ہو بے خبر نہیں) وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ قَوْلٍ لَنْ نَكُو تُوَ اِنَّا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر لو۔ جب نماز پڑھو۔

وانہ۔ بے شک یہ حکم تیرے رب کی طرف سے برحق ہے اور اللہ تعالیٰ بے خبر نہیں ان کاموں سے جو تم کرتے ہو۔
قراءت: (ابو عمرو نے یاء کے ساتھ پڑھا۔ یعملون۔

تفسیر آیت ۱۵۰..... وجہ تاکید:

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ: (اور اے محمد ﷺ جہاں کہیں سے آپ نکلیں تو اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کر لیجئے۔ اور اے مسلمانو! تم جہاں کہیں ہو تو اپنا منہ اس طرف کر لیا کرو۔) ومن حیث سے حکم کو دوبارہ بیان کر کے تاکید کر دی اور حکم کو پختہ کر دیا۔ کیونکہ نسخ کا حکم محل فتنہ اور شبہ کا باعث ہے پس مناسب ہوا کہ مسئلہ دوبارہ لائے تاکہ وہ ثابت قدم ہو جائیں اور ہر ایک موقعہ سے وہ چیزیں معلق کیں جو دوسرے مقام میں معلق نہ کیں۔ جس سے دوبارہ لانے سے فوائد مختلف ہو گئے۔ پہلی مرتبہ شرف نبوی کو اول مرتبہ ذکر کیا۔ پھر علت ذکر کی۔ کہ ہر نبی کا قبلہ الگ ہوتا ہے اس آیت میں شرف نبوی اور علت دونوں کو ذکر کر دیا۔

لَنَلَّا يَكُونَنَّ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ: (تاکہ لوگوں کا تم پر الزام نہ رہے) یعنی تمہیں اللہ تعالیٰ نے قبلہ کے سلسلہ میں حجت کا طریقہ بتلایا۔ جو کہ ولکل وجہۃ میں ذکر کیا گیا۔ الناس سے مراد یہود ہیں۔ علیکم حجة تورات میں جو تحویل قبلہ مذکور ہے اس کے خلاف کوئی دلیل نہ رہے۔ یہاں معاندین کی بات کو حجت کہا۔ کیونکہ وہ اپنی بات بطور حجت ہی کرتے تھے۔

ترک بیت المقدس قوم کی رعایت ہے:

إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ: (سوائے ان لوگوں کے جو ان میں ظالم ہیں) نمبر ۱۔ یہ الناس سے استثناء ہے یعنی تاکہ لوگوں کے پاس کوئی حجت جس سے وہ تم پر اعتراض کر سکیں نہ رہے۔ مگر ظالم کہ ان کے پاس تو سرے سے حجت ہوتی ہی نہیں۔ یہود اس طرح کہتے ہیں۔ کہ اس نے بیت المقدس کا قبلہ اپنی قوم کی رعایت کی خاطر ترک کیا ہے اور اپنے وطن کی محبت کی خاطر چھوڑا ہے۔ اگر یہ حق پر ہوتے تو انبیاء علیہم السلام کے قبلہ کو لازم پکڑتے۔

ظالم سے مراد کون؟

نمبر ۲۔ دوسرا قول: یہ ہے تاکہ عرب کے پاس تمہارے خلاف الزام اعتراض نہ رہے۔ کہ تم نے کعبہ کی طرف منہ کرنا ترک کر دیا۔ جو کہ ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کا قبلہ ہے جو کہ تمام عرب کے جد امجد ہیں۔ مگر وہ لوگ جو ان میں سے ظالم ہیں اور وہ اہل مکہ ہیں کہ جواب اس طرح کہنے لگے ہیں کہ اب اپنے آباؤ اجداد کے قبلہ کی طرف لوٹنا شروع ہوئے ہیں۔ عنقریب انکے دین کی طرف بھی لوٹ آئیں گے۔

طعن سے مت گھبراؤ:

فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِي وَلَا تَمْنَعُوا نِعْمَتِي عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ: (پس تم ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ہی ڈرو۔ تاکہ میں اپنا فضل تم پر پورا کروں اور تم ہدایت پاؤ) فلا تخشوہم یہ جملہ مستانفہ بطور تنبیہ لایا گیا۔ کہ تم اے مسلمانو! کفار کے قبلہ کے سلسلہ میں طعن و تشنیع سے مت گھبراؤ۔ انکے طعن تمہارا کچھ بھی نقصان نہ کر سکیں گے اور مجھ سے ڈرو اور میرے حکموں کی مخالفت نہ کرو۔

کَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنْكُمْ يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ

جیسا کہ ہم نے بھیجا تمہارے اندر ایک رسول جو تم میں سے ہے وہ تلاوت کرتا ہے تم پر ہماری آیات اور تمہیں پاکیزہ بناتا ہے اور تم کو کتاب اور حکمت کی

وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ﴿۵﴾ فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي

تعلیم دیتا ہے اور تم کو وہ چیزیں سکھاتا ہے جنہیں تم نہیں جانتے تھے۔ سو تم مجھ کو یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا، اور میرا شکر کرو،

وَلَا تَكْفُرُونِ ﴿۵﴾

اور میری ناشکری نہ کرو۔

نحوی تحقیق:

ولا تم۔ نمبر ۱۔ یہ لئلا پر عطف ہے یعنی عرفتکم لئلا یكون حجة ولا تم نعمتی علیکم بھدایتی ایا کم الی الکعبة۔ میں نے تمہیں بتلادیا تاکہ تمہارے خلاف ان کے پاس کوئی حجت نہ رہے اور تاکہ میں اپنی نعمت تم پر پوری کروں تمہاری کعبہ کی طرف راہنمائی کروں تاکہ تم قبلہ ابراہیم کی طرف راہ پاؤ۔

تفسیر آیت ۱۵:

کَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنْكُمْ يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ۔

(جیسا کہ بھیجا ہم نے تم میں ایک رسول تم ہی میں سے جو پڑھتے ہیں تم پر ہماری آیات اور تم کو پاک و صاف کرتے ہیں اور کتاب و حکمت تم کو سکھاتے ہیں اور جو باتیں تم نہ جانتے تھے وہ تم کو بتاتے ہیں)

کاف کا تعلق ما قبل سے ہے یا ما بعد سے:

قول اول: (کما ارسلنا۔ کاف کا تعلق ما قبل سے مانیں تو عبارت اس طرح ہوگی۔ ولا تم نعمتی علیکم فی الاخرة بالشواب کما اتممتها علیکم فی الدنيا بارسال الرسول۔

اور تاکہ میں اپنی نعمت تم پر آخرت میں ثواب دے کر پوری کروں کہ جس طرح کہ میں نے اس نعمت کو دنیا میں رسول بھیج کر پورا کیا۔ اس صورت میں تہتدون پروقف نہیں۔

دوسرا قول: (کاف کا تعلق ما بعد سے ہو۔ ای کما ذکرتم بارسال الرسول فاذکرونی بالطاعة اذکرکم بالشواب یعنی جس طرح میں نے تمہیں رسول بھیج کر یاد رکھا۔ تو تم اطاعت سے مجھے یاد رکھو۔ میں ثواب سے تمہیں یاد رکھوں گا۔ اس صورت میں تہتدون پروقف لازم ہے۔ منکم سے عرب مراد ہیں۔ یتلوا کا معنی پڑھتا ہے۔ آیاتنا سے قرآن مجید اور الکتاب سے بھی

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿٥٣﴾

اے ایمان والو! صبر اور نماز کے ذریعہ مدد حاصل کرو، بے شک اللہ صابروں کے ساتھ ہے۔

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِن لَّا

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے جاتے ہیں ان کے بارے میں یوں نہ کہو کہ وہ مردہ ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم اس کا ادراک

تَشْعُرُونَ ﴿٥٤﴾

نہیں کرتے۔

قرآن مجید مراد ہے الحکمة سے سنت و فقہ مالک تکونوا تعلمون سے مراد وہ باتیں ہیں کہ جن کی پہچان کا سوائے وحی کے کوئی راستہ نہ تھا۔

تَفْسِيرُ آيَةِ ١٥٢..... ذکر کی بابت چھ اقوال:

فَاذْكُرُونِي اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ (تم مجھے یاد رکھو میں تم کو یاد رکھوں گا۔ اور میرا احسان مانو اور میری ناشکری نہ کرو) نمبر ۱۔ فاذا كروني پس تم مجھے مقدور بھریا کرو۔ اذكروكم میں تمہیں مغفرت سے یاد کروں گا۔

دوسرا قول: تم مجھے ثناء سے یاد کرو۔ میں عطاء سے یاد کروں گا۔

تیسرا قول: تم سوال سے یاد کرو۔ میں نوال سے یاد کروں گا۔

چوتھا قول: تم توبہ سے یاد کرو۔ میں معافی سے یاد کروں گا۔

پانچواں قول: تم اخلاص سے یاد کرو۔ میں چھٹکارے سے یاد کروں گا۔

چھٹا قول: تم مناجات سے یاد کرو۔ میں نجات سے یاد کروں گا۔

واشکروالی۔ تم میرا ان نعمتوں پر شکریہ ادا کرو۔ جو میں نے تمہیں دیں۔ ولا تکفرون۔ تم میری نعمتوں کا انکار نہ کرو۔

تَفْسِيرُ آيَةِ ١٥٣:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ (اے ایمان والو! مدد حاصل کرو صبر اور نماز سے بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں) صبر سے ہر فضیلت حاصل کی جاتی ہے۔ الصلوة، نماز ہر ذیلہ سے روکنے والی ہے۔

مع الصابرين۔ اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت اور قبول دعا صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

تَفْسِيرُ آيَةِ ١٥٢: شہدائے بدر:

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ (اور تم نہ کہو ان کو جو لوگ بارے جا میں اللہ

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ

اور ضرور ضرور ہم تم کو آزمائیں گے کچھ خوف سے اور کچھ بھوک سے اور کچھ مالوں میں اور جانوں اور پھلوں

وَالثَّمَرَاتِ ۚ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ﴿۱۵۵﴾ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمُ مُصِيبَةٌ قَالُوا

میں کمی کر کے، اور خوشخبری سنا دیجئے صبر کرنے والوں کو جن کی صفت یہ ہے کہ جب پہنچے ان کو کوئی مصیبت تو وہ کہتے ہیں

إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ﴿۱۵۶﴾ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّنْ رَبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ قَفْ وَ

کہ بے شک ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور بے شک ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے عام رحمتیں ہیں اور خاص رحمت بھی ہے اور

أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَذَكَّرُونَ ﴿۱۵۷﴾

یہ وہ لوگ ہیں جو ہدایت پانے والے ہیں۔

کی راہ میں کہ وہ مردہ ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم سمجھ نہیں سکتے (ولا تقولوا یہ شہدائے بدر کے متعلق نازل ہوئی ان کی تعداد چودہ تھی۔ اموات یہ مبتدا محذوف ہم کی خبر ہے کہ وہ مردہ ہیں۔ بل احياء یعنی وہ زندہ ہیں۔

عدم شعور کی تفسیر:

لا تشعرون۔ یعنی تم اس کو نہیں جانتے۔ کیونکہ شہید کی زندگی حساً معلوم نہیں ہو سکتی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ شہداء اللہ کے ہاں زندہ ہیں۔ ان کا رزق ان کی ارواح کو پہنچایا جاتا ہے پس ان کو راحت و خوشی پہنچتی ہے جیسا کہ آگ ال فرعون کی ارواح پر صبح و شام پیش کی جاتی ہے۔ پس ان کو اس سے تکلیف پہنچتی ہے حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ان کو جنت کے پھلوں سے رزق ملتا ہے اور اس کی ہوائیں ان کو پہنچتی ہیں۔ مگر وہ جنت میں نہیں۔

معمولی مصائب سے آزمائش:

۱۵۵۔ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ (اور ضرور ہم تمہیں آزمائیں گے کسی قدر ڈر اور بھوک اور اموال و نفس اور پھلوں کی کمی سے اور اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم خوش خبری سنا دیں صبر کرنے والوں کو) وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ یعنی ہم کسی قدر مصائب پہنچا کر برکات سماویہ سے مستفید کریں گے جیسے کوئی کسی قوم کو آزمائے آیا وہ بلاء پر صبر کرتے ہیں یا نہیں اور اطاعت پر باقی رہتے ہیں یا نہیں۔ بشیء۔ یعنی تھوڑے سے ان مصائب میں سے اور معمولی سے۔ تنوین تنکیر شئیء پر لا کر انتہائی قلت بیان کر دی۔ تاکہ بتلادیا جائے کہ ہر مصیبت جو انسان کو پہنچتی ہے خواہ وہ کتنی بڑی ہو مگر وہ ان مصائب کے مقابلہ میں قلیل ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے بچایا ہوا ہے۔ تاکہ ان بندوں کو دکھلادیا جائے کہ اللہ کی رحمت کسی حال میں بھی بندے سے جدا نہیں اور مصیبت کے وقوع سے پہلے یہ پیشینگوئی اس لئے دی تاکہ نزول مصائب کے وقت نفس مطمئن رہے

اور وہ پریشانی کے وقت اس کو برداشت کرنے کا خوگر بنالے۔ من الخوف۔ خوف سے دشمن کا خوف یا اللہ کا خوف مراد ہے۔ والجوع سے قحط یا بقول امام شافعی رحمہ اللہ صوم رمضان مراد ہے۔ ونقص من الاموال والانفس۔ کبھی مویشیوں کی موت یا زکوٰۃ سے (ظاہر ہوگی)

نَحْوُ: اس کا عطف شئی پر یا خوف پر ہے یعنی شئی من نقص الاموال۔ تھوڑی سی اموال کی کمی سے والا نفس۔ نفوس کی کمی قتل یا موت یا مرض یا بڑھاپے سے۔ والثمرات۔ ثمرات کی کمی سے۔ کھیتی کے ثمرات (غلہ و پھل) یا اولاد کی موت (بمنزلہ ثمرہ ہے) اولاد بمنزلہ ثمرہ قلب ہے۔

صبر والے لوگ:

بشر الصابرين۔ تم انکو خوش خبری دو۔ جو ان مصائب پر صبر کرنے والے ہیں۔ یا مصائب کے وقت انا للہ کہنے والے ہیں۔ کیونکہ استرجاع اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا اور اسکے حکموں پر یقین کرنا ہے حدیث میں آتا ہے جس نے مصیبت کے وقت استرجاع کیا اللہ تعالیٰ اسکی مصیبت کو درست کر دیتے ہیں اور اسکا انجام اچھا کر دیتے ہیں اور اچھا پسندیدہ بدلہ عنایت فرماتے ہیں۔ (بیہقی۔ طبرانی) روایت ابوداؤد میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چراغ بجھ گیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انا للہ پڑھا تو صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کیا یہ مصیبت ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جی ہاں! ہر وہ چیز جس سے مؤمن کو ایذا پہنچے۔ (ابوداؤد)

کم کا مخاطب:

کم نمبرا۔ کا خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا گیا۔

نمبر ۲۔ دوسرا قول: ہر وہ شخص مراد ہے جو بشارت کے لائق ہو۔

تفسیر آیت ۱۵۶:

الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ: (جب انہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں ہم اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں)

نحوی تحقیق:

نمبر ۱۔ الذین۔ صابریں کی صفت ہونے کی بناء پر منصوب ہے اس صورت میں اس پر وقف نہیں۔ بلکہ راجعون پر وقف ہے۔
نمبر ۲۔ صابریں پر وقف کریں تو الذین مبتدا ہے اور اولئک خبر ہے۔ مگر پہلی صورت زیادہ بہتر ہے کیونکہ الذین اور اس کا صلہ وغیرہ صبر کا بیان ہے۔ اذا اصابتهم مصیبة سے مراد نا پسندیدہ بات یہ اسم فاعل کا صیغہ ہے اور اصابت کا معنی لحقت بمعنی پہنچنا۔ ملنا ہے۔ مصیبة پر وقف نہیں کیونکہ قالوا یہ اذا کا جواب ہے اور یہ شرط جزاء مل کر الذین کا صلہ ہے۔ انا للہ۔ یہ اللہ کی مالکیت کا اقرار و اعتراف ہے اور انا الیہ راجعون اپنے نفوس کے متعلق فناء کا اقرار ہے۔

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ

بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانوں میں سے ہیں۔ سو جو شخص بیت اللہ کا حج کرے یا عمرہ کرے

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا ۚ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا ۖ فَإِنَّ اللَّهَ

اس پر اس بات میں ذرا بھی گناہ نہیں کہ ان دونوں کے درمیان آنا کرے اور جو شخص خوشی سے کوئی نیک کام کرے تو اللہ تعالیٰ

شَاكِرٌ عَلِيمٌ ﴿۱۵۸﴾

قدر دان ہے جاننے والا ہے۔

تفسیر آیت ۱۵۷:

أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ: (یہ وہی لوگ ہیں جن پر رحمتیں ہیں اور یہی لوگ ہدایت پر ہیں)

رحمت و صلوة کے جمع کی حکمت:

الصلوات جمع صلوة شفقت و مہربانی۔ اس کو رافۃ بمعنی مہربانی کی جگہ لائے اور رحمت اور صلوة کو جمع کر دیا۔ جیسا سورۃ التوبۃ آیت نمبر ۱۱ میں رؤف رحیم۔ اور سورۃ الحديد میں رافۃ و رحمة۔ اب مطلب یہ ہوا ان پر مہربانی کے بعد مہربانی اور رحمت کے بعد رحمت ہے۔ (صلوات کو جمع لانے میں انواع کی طرف اشارہ ہے) و اولئک ہم المہتدون۔ وہ وہی راہ پانے والے ہیں۔ سیدھے راستے کی طرف اس لئے کہ انہوں نے استرجاع کیا اور اللہ تعالیٰ کے حکم پر یقین کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ دو چیزیں بہترین ساتھی ہیں اور ان پر ایک شاندار اضافہ ہے اور وہ صلوة اور رحمت ہیں اور اضافہ زیادتی ہدایت ہے۔

تفسیر آیت ۱۵۸:

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا ۚ وَمَنْ تَطَوَّعَ

خَيْرًا فَإِنَّ اللَّهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ: (بے شک صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کے شعائر میں سے ہے جو بیت اللہ کا حج کرے یا عمرہ کرے۔ تو

اس پر کچھ گناہ نہیں کہ دونوں کا طواف کرے اور جو شوق سے کوئی نیکی کرے۔ پس بے شک اللہ تعالیٰ قدر دان و واقف کار ہیں)

ان الصفا و المروة۔ صفا و مروہ مکہ میں دو پہاڑ ہیں۔ من شعائر اللہ۔ شعائر جمع شعيرة علامت کو کہتے ہیں۔ شعائر اللہ سے

مراد عبادت کے مقام اور حج کے مقامات ہیں حج البیت کا معنی کعبہ کا قصد کرنا۔ اعتمر زیارت کعبہ کرنا حج لغت میں قصد کرنے اور

اعتما زیارت کرنے کو کہتے ہیں پھر شرعی معنی غالب آ گیا۔ اب دو عبادتوں کے نام ہیں۔ اس کی مثال اعیان میں النجم البیت ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ مِنْ بَعْدِ

بے شک جو لوگ چھپاتے ہیں ان چیزوں کو جو ہم نے نازل کیں جو واضح چیزیں ہیں اور ہدایت کی باتیں ہیں بعد اس کے

مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ ۖ أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّعْنُونَ ۝۱۵۹

کہ ہم نے اس کو لوگوں کے لئے کتاب میں بیان کیا یہ چھپانے والے وہ لوگ ہیں جن پر اللہ لعنت فرماتا ہے۔ اور ان پر لعنت بھیجتے ہیں لعنت کرنے والے۔

إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَبَيَّنَّوْا فَأُولَٰئِكَ أَثُوبٌ عَلَيْهِمْ ۖ وَأَنَا

سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے توبہ کی اور اصلاح کی اور بیان کیا سو یہ وہ لوگ ہیں جن کی توبہ قبول کروں گا۔ اور میں

التَّوَابُ الرَّحِيمُ ۝۱۶۰

بہت توبہ قبول کرنے والا ہوں رحیم ہوں۔

لا جناح سے نفی گناہ:

فلا جناح علیہ یعنی اس پر گناہ نہیں۔ نَحْوُ: ان يطوف بهما تاء کو طام میں ادغام کیا يتطوف سے يطوف بن گیا۔ الطوف۔ کسی چیز کے گرد چلنا۔ یہاں مراد دونوں کے درمیان سعی کرنا ہے جاہلیت میں صفا پر اساف اور مروہ پر ناکہ دو بت نصب کیے گئے تھے۔ روایت میں ہے کہ یہ دو مرد عورت تھے جنہوں نے کعبہ میں زنا کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں مسخ کر کے پتھر بنا دیا۔ عبرت کے لئے ان کو پہاڑوں پر رکھ دیا گیا۔ جب طویل عرصہ گزر گیا۔ تو ان کی پوجا شروع ہو گئی۔ اہل جاہلیت سعی میں ان کو ہاتھ لگاتے تھے۔ اسلام نے آکر بت تڑوا دیئے۔ مسلمانوں نے جاہلیت کا فعل سمجھ کر ان کے درمیان طواف کو ناپسند کیا۔ لا جناح کہہ کر گناہ کی نفی کی گئی ہے۔

۱ نکتہ فقہیہ:

معلوم ہوا کہ ان کے درمیان سعی رکن نہیں جیسا کہ امام مالک و شافعی رحمہما اللہ کا قول ہے۔ ومن تطوع خیرا۔ جو کوئی شوق سے کوئی نیکی ان کا طواف کر کے کرے۔

۲ نکتہ فقہیہ:

یہاں بھی تطوع کا لفظ رکن نہ ہونے کا اشارہ کر رہا ہے۔

قراءت: حمزہ اور علی نے يتطوع یا سے پڑھا اصل میں يتطوع ہے تاء کو طام میں ادغام کیا۔ فان الله شاكر عليم۔ بے شک اللہ قدردان ہیں قلیل پر کثیر بدلہ دیتے ہیں۔ عليم۔ جاننے والے ہیں اشیاء کو خواہ چھوٹی ہوں یا بڑی۔

تفسیر آیت ۱۵۹:

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارًا أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللَّهِ

بے شک جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اور وہ اس حال میں مر گئے کہ وہ کافر تھے سو یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کی لعنت ہے

وَالْمَلَائِكَةُ وَالنَّاسُ أَجْمَعِينَ ﴿ ۱۶۱ ﴾ خَالِدِينَ فِيهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ الْعَذَابُ

اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ان سے عذاب ہلکا نہ کیا جائے گا،

وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ ﴿ ۱۶۲ ﴾ وَالْهُكْمُ لِلَّهِ وَاحِدٌ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ ﴿ ۱۶۳ ﴾

اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی۔ اور تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ رحمن ہے رحیم ہے۔

وَيَلْعَنُهُمُ اللَّعْنُونَ: (بے شک جو لوگ چھپاتے ہیں وہ کھلی نشانیاں جو ہم نے فیصلہ اور ہدایت کی اتاریں۔ اسکے بعد کہ ہم نے ان کو کتاب میں لوگوں کیلئے بیان کر دیا۔ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ لعنت کرتا ہے اور لعنت کرنے والے ان پر لعنت کرتے ہیں) الذین یکتُمون یہ چھپانے والے علمائے یہود ہیں۔ ما انزلنا جو اتاری یعنی تورات۔ البینات سے وہ نشانیاں مراد ہیں جو حضرت محمدؐ کے متعلق شاہد عدل تھیں۔ الہدیٰ۔ ہدایت سے مراد آپؐ کے وصف کے سبب اسلام کی طرف راہ پانا ہے بیسناہ جس کو ہم نے واضح کر دیا۔

للناس فی الكتاب۔ لوگوں کے لئے تورات میں کہ اس میں کوئی اشکال کی جگہ نہیں چھوڑی مگر انہوں نے اس واضح کا قصد کر کے اس کو چھپا دیا۔ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ لعنت کرتے ہیں اور ان پر ملائکہ اور مومن لعنت کرتے ہیں۔

تَفْسِيرُ آيَةِ ۱۶۰:

إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَبَيَّنُّوا فَأُولَٰئِكَ أَتُوبُ عَلَيْهِمْ وَأَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيمُ: (مگر جن لوگوں نے توبہ کی اور اصلاح کی اور صاف صاف بیان کر دیا۔ پس یہ لوگ ہیں جن کی توبہ میں قبول کروں گا اور میں توبہ کا بڑا قبول کرنے والا مہربان ہوں) تَابُوا مگر جن لوگوں نے کتمان حق اور ترک ایمان سے توبہ کی۔ اور اصلحوا اور اصلاح کر لی اس خرابی کی جو کر بیٹھے تھے اور جوز پادتی ہوئی تھی اس کا تدارک کر لیا۔ اُولَٰئِكَ اتوب علیہم۔ ان کی توبہ میں قبول کروں گا اور میں توبہ قبول کرنے والا مہربان ہوں۔

مستحقین لعنت:

۱۶۱: إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارًا أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ: (بے شک جنہوں نے کفر کیا اور کفر پر مر گئے انہی لوگوں پر اللہ تعالیٰ اور ملائکہ اور تمام آدمیوں کی پھٹکار ہے) ان الذین کفروا وماتوا وهم کفار۔ یعنی ان حق چھپانے والوں میں سے جو مر گئے اور توبہ نہ کی۔

کیا الناس سے مومن و کافر دونوں مراد ہیں:

أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ۔ ان پر اللہ ملائکہ و تمام لوگوں کی زندگی اور موت کے بعد لعنت

ہوگی۔ الناس سے مؤمن مراد ہیں۔ یا مؤمن و کافروں مراد ہیں۔ اس لئے کہ قیامت کے دن وہ ایک دوسرے کو لعنت کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاعراف آیت نمبر ۳۸ میں فرمایا: کُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَعْنَتْ اُخْتَهَا کہ جب ان میں سے ایک جماعت جہنم میں داخل ہو چکے گی۔ تو اپنے بعد میں آنے والی جماعت کو لعنت کرے گی۔

تفسیر آیت ۱۶۲..... یَنْظُرُونَ کا معنی:

خَالِدِينَ فِيهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يَنْظُرُونَ: (ان سے عذاب کو ہلکا نہ کیا جائے گا اور نہ ان کو مہلت ملے گی) خالدین یہ علیہم کی ہُم ضمیر سے حال ہے فیہا اس لعنت میں یا آگ میں ضمیر لائی گئی اس چیز کی بڑائی بیان کرنے اور ڈرانے کے لئے۔ ان سے عذاب کو ہلکا نہ کیا جائے گا اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی۔ نمبر ۱۔ یَنْظُرُونَ۔ انظار سے ہے جس کا معنی مہلت دینا ہے۔ یعنی معذرت کرنے کے لئے مہلت نہ دی جائے گی۔

یا دوسرا قول: یہ ہے کہ یہ نظر سے ہے کہ ان کو نظر رحمت سے نہ دیکھا جائے گا۔ جیسا فرمایا۔ وَلَا يَنْظُرُوا لِيَوْمِ الْقِيَمَةِ (الایۃ)

تفسیر آیت ۱۶۳:

وَالْهُكْمُ لِلَّهِ وَاحِدٌ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ: (تمہارا معبود وہ ایک ہی معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ بڑا رحم کرنے والا مہربان ہے)۔

اللہ واحد۔ الوہیت میں یکتا ہے۔ الوہیت میں اس کا کوئی شریک نہیں اور نہ دوسرے کو اللہ کا نام دینا درست ہے۔ لا الہ الا ہو۔ اس میں وحدانیت کی تقریر اور غیر کی نفی اور اس کے لئے اثبات ہے۔

نحوی تحقیق:

ہو مرفوع ہے۔ کیونکہ یہ موضع لا الہ کا بدل ہے یہاں نصب جائز نہیں۔ کیونکہ بدل دلالت کرتا ہے کہ اعتماد دوسرے پر ہے اور آیت میں مقصود یہی ہے۔ اگر نصب مانیں تو اس میں اول پر اعتماد ماننا پڑتا ہے (جو کہ درست نہیں) **نحو:** الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ۔ مرفوع ہے یہ مبتدا کی خبر ہے یعنی وہ تمام نعمتیں۔ وہ اصول ہوں یا فروغ ان کا والی ہے۔ کوئی چیز اس کے سوا یہ صفت نہیں رکھتی۔ جو اس کے سوا ہے وہ یا تو خود نعمت ہے بلکہ بدل ہیں کیونکہ ضمیر کی صفت نہیں آتی۔ اب مطلب یہ ہوا کوئی معبود نہیں۔ مگر وہی یعنی بڑا مہربان نہایت رحم والا۔

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَ

بلاشبہ آسمان اور زمین کے پیدا فرمانے میں اور رات و دن کے الٹ پھیر میں اور

الْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنْ

کشتیوں میں جو کہ چلتی ہیں سمندر میں وہ سامان لے کر جو لوگوں کو نفع دیتا ہے اور جو کچھ نازل فرمایا اللہ نے

السَّمَاءِ مِنْ مَّاءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَتْ فِيهَا مِنْ كُلِّ

آسمان سے یعنی پانی پھر زندہ فرمایا اس کے ذریعہ زمین کو اس کے مردہ ہو جانے کے بعد اور پھیلا دیئے زمین میں ہر قسم کے

دَابَّةٍ ۖ وَتَصْرِيفِ الرِّيْحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِينَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ

چلنے پھرنے والے جانور اور ہواؤں کے گردش کرنے میں اور بادلوں میں جو آسمان و زمین کے درمیان مسخر ہیں

لَايَةِ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿١٦٤﴾

ضرور نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو سمجھ رکھتے ہیں۔

توحید کے دلائل عقلیہ:

۱۶۴۔ شَآنِ نَزْوَل: مشرکین کو اکیلے معبود پر تعجب ہوا تو انہوں نے اس پر نشانی کا مطالبہ کیا تو یہ آیت اتری۔

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَّاءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَتْ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ وَتَصْرِيفِ الرِّيْحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِينَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَايَةِ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ: (بے شک زمین و آسمان کے پیدا کرنے اور دن رات کی آمد و رفت

میں اور جہازوں میں جو سمندر میں چلتے ہیں وہ چیزیں لے کر جس سے لوگوں کو نفع ہوتا ہے اور پانی میں جو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے اتارا پھر اس سے زمین کو زندہ کر دیا۔ اس کی موت کے بعد اور اس میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیئے اور ہواؤں کے پھیرنے میں اور

بادل میں جو آسمان و زمین کے درمیان تابع کیے ہوئے ہیں۔ ان سب میں سمجھدار لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں) اختلاف الیل والنہار۔ دن و رات۔ رنگ میں۔ طول و قصر میں اور آنے جانے میں ایک دوسرے کے پیچھے آنے میں مختلف ہیں۔ یتفع الناس۔ کشتی میں جو چیزیں لا کر لائی جاتی ہیں۔ اس سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں۔ یا کشتیاں لوگوں کے نفع کے ساتھ چلتی ہیں۔

یعنی چلنے میں فائدہ ہے۔ من السماء۔ یہ من ابتدائیہ ہے من ماء سے بارش مراد ہے یہ من بیانیہ ہے کیونکہ آسمان سے اترنے والی بارش اور دوسری چیزیں ہیں۔ فاحیابہ۔ اس کو انزال پر عطف کیا۔ بہ یعنی پانی کے ساتھ۔ الارض بعد موتھا۔ موت سے

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَنْدَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ ط

اور بعض لوگ ایسے ہیں جنہوں نے خدا تعالیٰ کے علاوہ اس کے شریک تجویز کر رکھے ہیں وہ ان سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی اللہ سے محبت ہونی واجب ہے

وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ وَلَوْ يَرَى الَّذِينَ ظَلَمُوا إِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ

اور جو لوگ ایمان لائے ان کا اللہ سے محبت کرنا بہت ہی زیادہ قوی ہے، اور اگر جان لیں وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا جس وقت دیکھیں عذاب کو

أَنَّ الْقُوَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا ۚ وَأَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعَذَابِ ۝۱۶۵

کہ بلاشبہ ساری قوت اللہ ہی کے لئے ہے۔ اور بیشک اللہ تعالیٰ سخت عذاب والا ہے۔

مراد خشک ہونا ہے و بٹ کو فاحیا پر عطف کیا۔ بٹ کا معنی بکھرتا ہے فیہا یعنی زمین میں من کل دابة۔ دابة وہ ہے جو رینگ کر چلے۔

ہواؤں کے پھرنے کا معنی:

و تصریف الرياح۔ نمبر ۱۔ ہواؤں کا پھیرنا ان کا مشرق و مغرب اور جنوب و شمال سے چلنا اور گرم و ٹھنڈا اور تند، ہلکا اور فائدہ مند اور مضر ہونا ہے۔

نمبر ۲۔ دوسرا قول کبھی رحمت کی اور کبھی عذاب کی۔ السحاب المسخر اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطیع ہیں۔ جہاں چاہتا ہے وہاں برستے ہیں۔ بین السماء والارض آسمان و زمین کے درمیان یعنی فضا میں لقوم یعقلون۔ عقل مندوں کے لئے جو عقل کی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور عبرت حاصل کرتے ہیں۔

پس ان اشیاء سے ان کے ایجاد کرنے والے کی عظیم قدرت اور نو ایجاد کرنے والے کی حکمت اور پیدا کرنے والے کی وحدانیت پر استدلال کرنے والے ہیں۔

عظیم فائدہ:

حدیث شریف میں فرمایا جس نے یہ آیت پڑھی اور اس میں سوچ و بچار کر کے اس سے عبرت حاصل نہ کی اس کے لئے ہلاکت ہے (دیلمی)

موحد و مشرک کا انداز محبت:

۱۶۵۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَنْدَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ وَلَوْ يَرَى الَّذِينَ ظَلَمُوا إِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ أَنَّ الْقُوَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا وَأَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعَذَابِ: (بعض لوگ اللہ کے سوا اوروں کو شریک بناتے ہیں اور جو ایمان والے ہیں ان کو ان سے زیادہ اللہ کی محبت ہے اگر کوئی ان ظالموں کو دیکھے جبکہ یہ عذاب دیکھیں گے) تو یہ بڑے

خوف کا وقت ہوگا) اس لئے کہ ہر طرح کی قوت اللہ ہی کے لئے ہے بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے (ومن الناس۔ یعنی اس واضح دلیل کے بعد بھی لوگ من دون اللہ انداداً۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بتوں کو شریک بناتے ہیں۔ یعجبونہم۔ یعنی بتوں کی ایسی تعظیم کرتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کی تعظیم کی جاتی ہے اور ان کے سامنے عاجزی کرتے ہیں یعنی بتوں سے اس طرح محبت کرتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ سے محبت کی جاتی ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور ان کی محبت میں برابری کرتے ہیں کیونکہ وہ ذات باری تعالیٰ کا اقرار کرتے اور اس کا قرب ان کے ذریعے حاصل کرتے ہیں۔

دوسرا قول: ان سے وہ محبت کرتے ہیں جس طرح مؤمن اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں والذین امنوا اشد حبا للہ۔ اور ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ سے زیادہ محبت ہے۔ مشرکین کی اس محبت کے مقابلے میں جو ان کو اپنے معبودوں سے ہے۔ کیونکہ مؤمن کسی حال میں بھی اپنے رب سے منہ موڑنے والا نہیں۔ بخلاف مشرکین کے کہ وہ سخت مصائب میں اپنے معبودوں کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اس کے سامنے گڑ گڑاتے اور عاجزی کرتے ہیں۔

اختلاف قراءات:

ولو یروی۔ کو نافع اور شامی نے قرآنی پڑھا ہے اس صورت میں خطاب رسول اللہ ﷺ کو ہوگا۔ یا ہر مخاطب کو۔ مطلب یہ ہوگا کہ اے مخاطب اگر تو وہ منظر دیکھے تو بہت سخت معاملہ دیکھے گا۔ الذین ظلموا۔ سے مراد شریک بنانے والے لوگ ہیں۔ اذ یروُن کو یا کے ضمہ کے ساتھ یروُن شامی نے پڑھا ہے اول صورت میں جب وہ دیکھیں گے اور دوسری صورت میں جب وہ دکھائے جائیں گے۔

نا قابل بیان حسرت:

العذاب ان القوة للہ جمیعاً۔ جمیعاً یہ حال ہے۔ وان اللہ شدید العذاب۔ یعنی سخت ہے اس کا عذاب۔ اب مطلب آیت کا یہ ہوا۔ اگر یہ لوگ جو اپنے شرک کے سبب ظلم عظیم کا ارتکاب کرنے والے ہیں جان لیں کہ ہر چیز پر ثواب۔ عقاب کی قدرت اللہ تعالیٰ ہی کو ہے ان کے معبودوں کو نہیں اور وہ ظالموں کو دیئے جانے والے سخت عذاب کو بھی جان لیں۔ جبکہ قیامت کے دن اس عذاب کو آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔ تو ان کو نا قابل بیان حسرت و افسوس کا سامنا کرنا پڑے گا۔ یہاں لَوْ کا جواب حذف کیا گیا ہے کیونکہ لَوْ جب کسی شوق مند چیز یا خطرناک چیز پر داخل کریں۔ تو اس کا جواب بہت کم ساتھ لایا جاتا ہے۔ تاکہ دل اس میں ہر راستہ پر جائے۔ جبکہ یہ ماضی پر داخل ہو۔ اسی طرح اذ کی وضع بھی ماضی پر دلالت کرنے کے لئے ہے۔

سوال: مگر یہاں دونوں۔ لو اور اذ مضارع پر داخل ہوئے ہیں۔

جواب: اللہ تعالیٰ کے کلام میں مستقبل بھی ماضی کی طرح قطعی اور سچا ہے۔

إِذْ تَبَرَّأَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا مِنَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا وَرَأَوْا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ

جب کہ بیزار ہو جائیں گے وہ لوگ جن کی پیروی کی گئی ان لوگوں سے جنہوں نے پیروی کی تھی۔ اور دیکھ لیں گے عذاب کو اور کٹ جائیں گے

بِهِمُ الْأَسْبَابُ ۝۱۶۶ وَقَالَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا لَوْ أَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّأَ مِنْهُمْ كَمَا

ان کے آپس کے تعلقات اور کہیں گے وہ لوگ جنہوں نے پیروی کی کاش ہم کو واپس جانا نصیب ہو جاتا تو ہم ان سے بیزار ہو جاتے، جیسا کہ

تَبَرَّأُوا مِنَّا ۚ كَذَلِكَ يُرِيهِمُ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ حَسَرَاتٍ عَلَيْهِمْ ۖ وَمَا هُمْ

وہ ہم سے بیزار ہو گئے۔ اللہ اسی طرح دکھائے گا ان کو ان کے اعمال حسرتیں بنا کر اور وہ

يُخْرِجِينَ مِنَ النَّارِ ۝۱۶۷

آگ سے نکلنے والے نہ ہوں گے۔

تَفْسِيرُ آيَةِ ۱۶۶:

إِذْ تَبَرَّأَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا مِنَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا وَرَأَوْا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْأَسْبَابُ۔ (یاد کرو اس وقت کو جب الگ ہو جائیں گے وہ سردار جنگی پیروی کی گئی ان لوگوں سے جنہوں نے پیروی کی تھی اور وہ عذاب دیکھیں گے اور ان کے سب تعلقات ٹوٹ جائیں گے)

اختلاف قراءت:

إِذْ تَبَرَّأَ۔ عاصم کے علاوہ قرائے عراق نے سارے قرآن میں جہاں ذال اور تاء جمع ہوں تو وہاں ادغام کر کے پڑھا ہے۔
نحوی تحقیق:

یہ اذ یرون سے بدل ہے الذین اتبعوا سے مراد وہ سائیں جن کی پیروی کی گئی۔

من الذین اتبعوا سے مراد تبع و پیروکار۔ وَرَأَوْا الْعَذَابَ۔ وادھالیہ ہے ای تبرء وافی حال رؤیتهم العذاب۔ یعنی وہ عذاب دیکھنے کی حالت میں بیزاری کا اظہار کریں گے۔ وَتَقَطَّعَتْ۔ اس کا عطف تبرأ پر ہے ای تبرأ و تقطعت۔

تعریف سبب:

بہم الاسباب۔ اسباب سبب کی جمع ہے وہ تعلق مراد ہے جو ایک دین پر ہونے کی وجہ سے ان کے مابین تھا۔ اسی طرح نسب و محبت کا تعلق بھی اس میں شامل ہے اصل سبب ملانے والے ذریعہ کو کہتے ہیں۔

تَفْسِيرُ آيَةِ ۱۶۷:..... اَعْمَالُ پر حسرتیں:

وَقَالَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا لَوْ أَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّأَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّأُوا مِنَّا۔ كَذَلِكَ يُرِيهِمُ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ حَسَرَاتٍ عَلَيْهِمْ

يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ ط

اے لوگو! کھاؤ ان چیزوں میں سے جو زمین میں حلال پاکیزہ ہیں اور مت پیچھے چلو شیطان کے قدموں کے

إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ۝۱۶۸ إِنَّمَا يَأْمُرُكُمْ بِالسُّوءِ وَالْفَحْشَاءِ وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى

بے شک وہ تمہارے لئے کھلا ہوا دشمن ہے۔ وہ تم کو صرف برائی کا اور بے حیائی کا حکم کرتا ہے اور یہ کہ تم اللہ کے ذمہ وہ باتیں لگاؤ

اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝۱۶۹

جن کو تم نہیں جانتے۔

وَمَا هُمْ بِخَارِجِينَ مِنَ النَّارِ: (جنہوں نے اتباع کیا تھا وہ کہیں گے ہائے کاش ہمیں ایک بار لوٹ جانا میسر ہو تو ہم بھی ان سے الگ ہو جائیں جیسے یہ ہم سے آج الگ ہو گئے اسی طرح اللہ تعالیٰ افسوس کرنے والوں کے لئے ان کے عمل ان کو دکھائے گا۔ اور انہوں نے آگ سے نکلنا نہیں)۔

وقال الذين اتبعوا سے مراد تبعین ہیں۔ کثرۃ واپس لوٹنا دنیا کی طرف فتنہ آ۔ لو جو تبتی کیلئے ہے یہ اس کا جواب ہے۔ مطلب یہ ہوگا کاش ہمارے لئے واپسی ہو تو ہم ان سے بیزار ہو جائیں۔ کما تبرء واما جیسا یہ اب ہم سے بیزار ہو گئے۔ كذلك سے مراد اس رسوا کن دکھاوے کی طرح۔ اعمالہم یعنی بت پرستی۔ حسرات علیہم۔ حسرات یہ حسرت کی جمع ہے اس کا معنی شرمندگیاں۔ یوہم۔ یہ افعال قلوب سے ہے اور حسرات اس کا تیسرا مفعول ہے مطلب یہ ہے کہ ان کے اعمال ان پر حسرتوں میں بدل جائیں گے۔ اور وہ اپنے اعمال کی جگہ حسرتوں کے سوا کچھ نہ دیکھیں گے۔ وما ہم بخارجین من النار۔ انہوں نے آگ سے نکلنا نہیں۔ بلکہ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

تَفْسِيرُ آيَةِ ۱۶۸:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ: (اے لوگو۔

کھاؤ ان چیزوں میں سے جو زمین میں ہیں حلال اور ستھری اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے) شَانِ بَرْوَل: یہ ان لوگوں کے متعلق اتری جنہوں نے بحیرہ و سائبہ وغیرہ تحریمات بنا رکھی تھیں یا ایہا الناس کلوا۔ کلوا کا امر اباحت کے لئے ہے۔ ان لوگوں کو مخاطب کیا جنہوں نے بحیرہ وغیرہ بنا رکھے تھے۔

نحوی تحقیق:

مما فی الارض میں من تبغیضہ ہے یعنی زمین کی بعض اشیاء کیونکہ تمام اشیاء زمین سے کھانے والی نہیں۔ حلالاً۔ نمبرا۔ یہ کلوا کا مفعول ہے یعنی تم حلال چیزیں کھاؤ۔

دوسرا قول: یہ مما فی الارض سے حال ہے یعنی تم کھاؤ زمین کی چیزیں اس حال میں کہ وہ حلال ہوں۔ طیباً۔ ستھری یعنی ہر شے سے پاک۔ وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ۔ خطوات سے وہ راستے مراد ہیں جن کی طرف وہ دعوت دیتا ہے۔ یہ خطوۃ کی جمع ہے قدموں کی درمیانی مسافت کو کہتے ہیں۔ عرب کہتے ہیں اتبع خطوتہ یعنی اس نے اقتداء کی یا اس کے طریقے پر چلا۔

اختلاف قراءت:

خطوات کو ابو عمرو نے طاء کے سکون سے خُطُوَات پڑھا ہے۔ عیاش نافع و حمزہ ابو بکر نے طاء کے ضمہ کے ساتھ پڑھا خُطُوَات۔

انہ لکم عدو مبین۔ بے شک وہ تمہارا ایسا دشمن ہے جس کی عداوت ظاہر ہے اس میں ذرہ بھرا خفاء نہیں۔ مبین کا لفظ ابان سے ہے یہ متعدی و لازم دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔

ظاہری تضاد کا ازالہ:

سوال: والذین کفروا اولیاءوہم الطاغوت سورۃ البقرہ آیت نمبر ۲۵۷ اس آیت کے خلاف معلوم ہوتی ہے۔

جواب: وہ آیت اس کے خلاف نہیں کیونکہ طاغوت سے مراد شیطان ہے اور اس کی دوستی فقط ظاہر میں ہوتی ہے اس ظاہری دوستی جتانے کی وجہ سے اولیاءوہم الطاغوت فرمایا گیا۔ ورنہ باطن میں تو وہ دشمن ہے۔ وہ دوستی اعمال کو مزین کرنے کے لئے کرتا ہے ورنہ دشمن کی بات کون مانتا ہے اور اس کا اصل مقصد ہلاکت میں ڈالنا ہے۔

تفسیر آیت ۱۶۹:

انَّمَا يَأْمُرُكُمْ بِالسُّوءِ وَالْفَحْشَاءِ وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ (بے شک وہ تمہیں بے حیائی اور برائی کا حکم دیتا ہے اور اس بات کا کہ اللہ تعالیٰ پر تم وہ بات کہو جو تم نہیں جانتے) انمایا مرکم۔ اس میں بیان کیا کہ اس کی اتباع سے باز آنا ضروری ہے اور اس سے ظاہر میں عداوت رکھنی چاہیے۔ یعنی شیطان کبھی بھی بھلائی کا حکم نہیں دے سکتا۔ بلاشبہ وہ تو تمہیں حکم دے گا۔

سوء و فحشاء کا فرق:

نمبر ۱۔ بالسوء۔ برائی کا۔ والفحشاء اور بے حیائی کا۔ فحشاء وہ برا کام جو قیامت میں حد سے بڑھ جائے۔

دوسرا قول: سوء جس گناہ میں حد نہیں آتی۔ فحشاء۔ جس میں حد لازم ہو جاتی ہے۔

نحو: بالسوء پر عطف کی وجہ سے ان تقولوا محل جر میں ہے ای بان تقولوا۔ مالا تعلمون جو تم نہیں جانتے بغیر علم کے۔ جیسے تمہارا کہنا کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام۔

مسئلہ: اس میں ہر بات شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کے متعلق کہنی درست نہیں مگر وہ اس کی طرف منسوب کر دی گئی ہو۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم اس کا اتباع کرو، جو اللہ نے نازل فرمایا تو کہتے ہیں کہ بلکہ ہم اس کا اتباع کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا۔

أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ ﴿۱۷۰﴾ وَمِثْلُ الَّذِينَ

کیا وہ اپنے باپ دادوں کا اتباع کریں گے۔ اگرچہ وہ کچھ بھی نہ سمجھتے ہوں، اور ہدایت پر نہ ہوں۔ اور مثال ان لوگوں کی

كَفَرُوا كَمَثَلِ الَّذِي يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ إِلَّا دُعَاءً وَنِدَاءً صُمُّ بَكُمْ عَمًى

جنہوں نے کفر کیا اس شخص کی مثال ہے جو آواز دے ایسی چیز کو جو نہ سنے سوائے پکار کے اور بلاوے کے، بہرے ہیں، گونگے ہیں،

فَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ﴿۱۷۱﴾

اندھے ہیں سو وہ سمجھ نہیں رکھتے۔

تَفْسِيرُ آیت ۱۷۰:

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ۔ (جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس پر چلو جو اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے تو کہتے ہیں۔ نہیں۔ بلکہ ہم تو اس پر چلیں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ بھلا۔ اگر ان کے باپ دادا کچھ بھی نہ سمجھتے ہوں اور نہ سیدھے راستے پر ہوں۔ تو پھر بھی ان کے راستے پر چلیں گے)

هُمُّ كَامِرَج:

نمبر ۱۔ وَاِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا۔ ضمیر جمع کی الناس کی طرف لوٹتی ہے اور التفات کے طور پر ان سے رخ پھیرا گیا گویا اس طرح کہا۔ عقل مندوں کی طرف توجہ کر کے کہ ان احمقوں کو دیکھو۔ کہ ٹھیک بات بتلائی تو کیا جواب دیا؟

نمبر ۲۔ دوسرا قول: هُمْ کی ضمیر مشرکین کی طرف لوٹتی ہے۔

نمبر ۳۔ تیسرا قول: یہ یہود کا ایک گروہ تھا جن کو رسول اللہ ﷺ نے ایمان و قرآن کی طرف بلایا تو انہوں نے یہ جواب دیا۔ قالوا بل نتبع ما الفينا۔ الفينا کا معنی وجدنا ہے علیہ اباءنا جس پر ہم نے آباء کو پایا وہ ہم سے بہتر تھے اور زیادہ علم والے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اولو کان اباؤہم۔ سے ان کی تردید کی۔ وَاِذَا اس میں حالیہ ہے ہمزہ تعجب اور تردید کے لئے ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ کیا یہ ان کی اتباع کریں گے اگر ان کے آباء دین کی کوئی بات نہ سمجھتے ہوں اور نہ ہی درست راستے کی طرف راہ پانے والے ہوں۔

سابقہ آیات سے رابطہ:

پہلے ان کی تردید کی پھر ان کے متعلق مثال بیان فرمائی۔

تَفْسِيرُ آیت ۱۷۱:

وَمَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا كَمَثَلِ الَّذِي يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ إِلَّا دُعَاءٌ وَنِدَاءٌ صُمُّ بِكُمْ عُمَىٰ فَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ۔ (کافروں کی مثال اس شخص جیسی ہے جو چلا چلا کر ایسی چیز کو پکار رہا ہو جو سوائے چلانے اور پکارنے کے کچھ نہیں سنتا۔ بہرے گوئے اندھے ہیں پس وہ کچھ نہیں سمجھتے) مثل الذين كفروا۔ اس سے پہلے مضاف محذوف ہے ای داعی الذين كفروا كمثل الذي ينعق۔ ينعق کا معنی چیختا ہے۔ بما لا يسمع الا دعاء و نداء سے مراد بہائم ہیں۔

مفہوم آیت:

اب مطلب آیت کا یہ ہے کہ ان کافروں کو دعوت دینے والے کی مثال جیسے کوئی حیوانات کو آواز دے جو کہ آواز میں سے گھنٹی کی سر اور آواز کی گونج سنتے ہیں۔ بغیر ذہنوں میں ڈالنے اور سمجھنے کے۔ جیسا کہ بہائم کو آواز دینے والا جو پکارنے والے کی پکار و نداء ہی سنتا ہے جس سے ان کو آواز دیتا۔ اور ڈانٹ ڈپٹ کرتا ہے وہ جانور اور کچھ نہیں سمجھتے جیسے عقل مند سمجھتے ہیں۔

نعق و نداء میں فرق:

النعيق آواز دینے کو کہتے ہیں جیسے نعق المؤذن نعق الراعي بالضأن۔ چرواہے نے بھیڑوں کو آواز دی۔ النداء۔ جو سنی جائے۔

الدعاء جو آواز کبھی سنی جائے اور کبھی نہ سنی جائے۔ صُمُّ۔ یہ ہم ضمیر کی خبر ہے ای ہم صم بکم یہ اسی مبتداء کی دوسری خبر ہے عُمَىٰ یہ خبر ثالث ہے یعنی وہ حق سے اندھے ہیں۔ فهم لا يعقلون۔ پس وہ نصیحت کو نہیں سمجھتے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَاشْكُرُوا لِلَّهِ إِن كُنتُمْ

اے ایمان والو! کھاؤ ان پاکیزہ چیزوں میں سے جو ہم نے تم کو دی ہیں۔ اور شکر کرو اللہ کا اگر تم

إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ ﴿۷۲﴾ إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا

اس کی عبادت کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تم پر صرف مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور وہ جانور حرام کئے ہیں جن کے ذبح کرتے وقت

أَهْلٌ بِهِ لِلْغَيْرِ اللَّهِ ۖ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ ط

غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو۔ سو جو شخص مجبوری میں ڈال دیا جائے اس حال میں کہ باغی نہ ہو، اور حد سے بڑھ جانے والا نہ ہو تو اس پر کوئی گناہ نہیں

إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۷۳﴾

بیشک اللہ تعالیٰ غفور ہے رحیم ہے۔

سابقہ آیات سے ربط: تفسیر آیت ۱۷۲:

اس میں بتلایا کہ جن چیزوں کو مشرکین حرام قرار دینے والے ہیں وہ حلال ہیں چنانچہ فرمایا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَاشْكُرُوا لِلَّهِ إِن كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ: (اے ایمان والو! ہم نے جو تم کو رزق دیا ہے اس سے حلال اور ستھری چیزیں کھاؤ اور شکر کرو اللہ کا اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو) (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ)۔ (۱) طيبات سے مراد لذیذ چیزیں (۲) حلال چیزیں و اشکروا لله: اور تم اس اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔ جس نے تمہیں رزق دیا۔ ان کنتم ایہ تعبدون۔ اگر یہ واقعی صحیح ہے کہ تم عبادت کے ساتھ اس کو خاص کرنے والے ہو اور اس بات کے اقراری ہو کہ تمام نعمتیں فرمانے والے وہی ہیں۔

ما قبل سے ربط:..... تفسیر آیت ۱۷۳:

اب حرام چیزوں کو بیان کیا۔

إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهْلٌ بِهِ لِلْغَيْرِ اللَّهِ ۖ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ۔ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ۔ (بے شک اس نے حرام کیا تم پر مردار اور خون اور سور کا گوشت اور جس پر پکارا گیا اللہ تعالیٰ کے غیر کا نام پھر جو کوئی مجبور ہو جائے نہ ہو خلاف کرنے والا اور نہ حد سے بڑھنے والا تو اس پر کچھ گناہ نہیں بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے)۔

میتہ کی تعریف:

انما حرم علیکم المیتۃ میتہ ہر اس جانور کو کہتے ہیں جس کی روح ذبح ہے پاک کرنے کے بغیر نکل جائے۔ انما حرمت میتہ کو ثابت کرنے اور ماسواء کی نفی کے لئے ہے ای ماحرم علیکم الا المیتۃ۔ نہیں حرام کیا تم پر مگر مردار۔ والدم۔ پہنے والا خون۔ کیونکہ دوسری آیت سورۃ انعام نمبر ۱۴۵ میں او دمًا مسفوحًا ہے۔

دو دم حلال:

اور دو میتہ اور دو دم حدیث سے ان کی حلت ثابت ہے املت لنا میتتان و دمان السمک و الجراد و الکبد و الطحال (احمد ابن ماجہ) ہمارے لئے دو مردار اور دو خون حلال ہیں۔ مچھلی۔ مکڑی۔ جگر اور تلی۔

ولحم الخنزیر۔ یعنی خنزیر اپنے تمام اجزاء کے ساتھ۔ گوشت کا تذکرہ اس لئے کیا گیا کیونکہ کھانے میں وہ اصل ہے۔ وما اهل به لغير الله۔ یعنی جو بتوں کے لئے ذبح کیا جائے اس پر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کا نام لیا جائے۔ الہلال۔ آواز بلند کرنا یعنی بت کے لئے اس پر آواز بلند کی گئی ہو اور اہل جاہلیت کہتے تھے: باسم اللات والعزی۔ فمن اضطر جو مجبور ہو جائے۔

نحو و قراءت:

نون کو کسرہ دیا دوساکن آنے کی وجہ سے یعنی نون اور ضاد یہ بھری حمزہ اور عاصم کے نزدیک ہے دیگر قراء طاء کے ضمہ کی وجہ سے نون کو ضمہ دیتے ہیں فَمَنْ اضْطُرَّ۔ غیر یہ حال ہے ای فاکل غیر اس نے کھایا اس حال میں کہ وہ بغاوت کرنے والا نہ تھا۔

باغی کا معنی:

نمبر ۱۔ باغ کا مطلب یہ ہے کہ لذت و شہوت کی خاطر کھانے والا نہ ہو۔ ولا عادی ضرورت کی حد سے تجاوز نہ کرنے والا ہو۔ دوسرا قول: کہ امام کا باغی نہ ہو اور سفر حرام کی وجہ سے تجاوز نہ کرنے والا ہو یہ قول ضعیف ہے۔ کیونکہ سفر طاعت بغیر ضرورت مباح نہیں اور بلا سفر گھر میں رکار ہنا مباح ہے اور دوسری بات یہ بھی کہ بغاوت اس کو ایمان سے خارج نہیں کرتی۔ پس وہ محرومی کا حقدار نہیں۔

اور مجبور آدمی کو اتنا کھا لینا درست ہے جس سے زندگی بچ جائے اور اس سے گزارہ ہو سکے سیری نہ ہو۔ کیونکہ اضطراری اباحت اتنی مقدار میں ہے جس سے ضرورت نل سکے۔ فلا اثم علیہ۔ تو اس کو کھا لینے میں گناہ نہیں۔ ان الله غفور۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کبیرہ گناہوں کو معاف فرما دینے والے ہیں تو پھر اضطراری حالت میں مردار کے کھا لینے سے کیونکر مواخذہ فرمائیں گے رحیم مہربان ہے اس لئے رخصت دے دی۔

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتَابِ وَيَشْتَرُونَ بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا

بے شک وہ لوگ جو چھپاتے ہیں اس چیز کو جو اللہ نے نازل فرمائی یعنی کتاب اور خریدتے ہیں اس کے بدلہ تھوڑی قیمت

أُولَٰئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ

تو یہ وہ لوگ ہیں جو نہیں بھرتے اپنے پیٹوں میں مگر آگ، اور اللہ قیامت کے دن ان سے بات نہ کرے گا

وَلَا يُزَكِّيهِمْ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۱۷۴﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرُوا الضَّلٰلَةَ

اور نہ انہیں پاک کرے گا، اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے خرید لیا گمراہی کو

بِالْهُدٰى وَالْعَذَابِ بِالْمَغْفِرَةِ ۖ فَمَا أَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ ﴿۱۷۵﴾ ذٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ

ہدایت کے بدلے، اور عذاب کو مغفرت کے بدلے، سو وہ کس قدر صبر کرنے والے ہیں آگ پر، یہ اس وجہ سے کہ بے شک اللہ

نَزَّلَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ ۖ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِي الْكِتَابِ لَفِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ ﴿۱۷۶﴾

نے نازل فرمایا کتاب کو حق کے ساتھ، اور بے شک جن لوگوں نے کتاب میں اختلاف کیا بے شک وہ بڑی دور کی خلاف ورزی میں ہیں۔

۱۷۴
۱۷۵
۱۷۶

۱۷۴۔ نشانِ نزول: یہ آیت یہود کے ان سرداروں کے متعلق اتری جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی صفت تبدیل کر دی اور اس پر رشوت بھی لی۔

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتَابِ وَيَشْتَرُونَ بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ: (بے شک وہ لوگ جو چھپاتے ہیں ان آیات کو جو اللہ تعالیٰ نے اتاریں کتاب میں اور اس کے بدلے لیتے ہیں قیمت یہ لوگ اپنے پیٹوں میں آگ بھر کر کھاتے ہیں۔ ان سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بات نہیں کرے گا اور نہ ان کو پاک کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے) یکتُمون ما انزل اللہ وہ چھپاتے ہیں اس چیز کو جو اللہ تعالیٰ نے اتارا یعنی صفات محمد ﷺ ثَمَنًا قَلِيلًا تھوڑی قیمت یعنی بدلہ یا قیمت والی (مراد دنیا اور اغراض دنیا ہیں)۔

اکل بطن کی تشریح:

أُولَٰئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ۔ وہ اپنے پیٹوں میں نہیں کھاتے یعنی پیٹ بھر۔ عرب کہتے ہیں فلان اکل فی بطنہ و اکل فی بعض بطنہ یعنی پیٹ بھر کھایا، الا النار۔ مگر آگ۔ اس لئے کہ جب ایسی چیز کھائی جس کی سزا آگ ہے تو گویا آگ کھائی۔ اور عرب کہتے ہیں۔ اکل فلان الدم کہ فلاں تو خون کھاتا ہے۔ یہ اس وقت بولتے ہیں جب کوئی مال دیت کھا جائے۔ کیونکہ دیت خون کے بدلہ میں حاصل ہوتی ہے۔ شاعر نے کہا۔

یا کلن کل لیلۃ اکافاً۔ اکاف سے ثمن اکاف مراد ہے
وہ ہر رات پالان یعنی پالان کی قیمت کھاتی ہیں ثمن اکاف کو اکاف بہت مناسبت کی وجہ سے کہہ دیا۔

کلام سے مراد:

ولا یکلّمہم اللہ۔ ان سے اللہ تعالیٰ کلام نہ فرمائیں گے۔ کلام سے سرور کن کلام مراد ہے لیکن اس طرح کا کلام احسنوا فیہا
ولا تکلمون۔ المؤمنون آیت نمبر ۱۰۸ جو دھتکارنے کے لئے ہے وہ کہا جائے گا۔ ولا یرکبہم۔ نمبرا۔ نہ ان کو گناہوں کی
میل سے پاک کریں گے۔

نمبر ۲۔ یا اللہ تعالیٰ انکی مدح و ثناء نہ کرے گا۔ ولہم عذاب الیم۔ اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ الیم: بمعنی موم ہے۔
مخجور: تینوں جملوں کا عطف ان کی خبر پر ہے۔ گویا چاروں جملے ان کی خبر ہیں۔

تفسیر آیت ۱۷۵:

أُولَئِكَ الَّذِينَ اشْتَرُوا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰی وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ فَمَا أَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ ذٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ نَزَّلَ
الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِی الْكِتٰبِ لَفِی شِقَاقٍ بَعِیْدٍ: (یہی لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی
اور مہر کے بدلے قہر لے لیا پس کتنا صبر ہے ان کو آگ پر۔ یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے سچی کتاب اتاری اور جنہوں نے کتاب میں
اختلاف کیا وہ سخت ضد میں ہیں) أُولَئِكَ یہی لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خریدی اور مغفرت کے بدلے
عذاب یعنی حضرت محمد ﷺ کی تعریف کو چھپایا۔ (تا کہ انکار کریں جو عذاب و گمراہی کا سبب ہیں)۔

استفہام تو نیچی:

فَمَا أَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ۔ کتنا صبر ہے ان کا آگ پر یہ استفہام تو نیچی ہے یعنی کس چیز نے ان کو صابر بنا دیا۔ اس عمل پر
جو آگ کی طرف لے جانے والا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کو جہنم کی آگ پر بڑا صبر ہے۔

تفسیر آیت ۱۷۶:

ذٰلِكَ: اس کا اشارہ عذاب ہے یعنی یہ عذاب اس سبب سے ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے جو کتب ساویہ اتاری ہیں وہ برحق
ہیں۔ اختلاف جنہوں نے اختلاف کیا یعنی اہل کتاب فی الکتب۔ اس میں الف لام جنس کا ہے اللہ تعالیٰ کی تمام کتابیں مراد
ہیں۔ انہوں نے بعض کتابوں کو برحق اور بعض کو باطل قرار دیا۔

شقاق بعید کا مطلب:

لفی شقاق۔ شقاق کا معنی مخالفت۔ بعید۔ دور یعنی حق سے دور۔
دوسرا قول: ان کا یہ کفر اس سبب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن برحق اتارا اور جنہوں نے اس کے متعلق اختلاف کیا وہ ایسی
مخالفت میں مبتلا ہیں جو ہدایت سے بہت دور ہے۔

لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ

نیکی اس میں نہیں ہے کہ تم اپنے چہروں کو مشرق اور مغرب کی طرف پھیر لیا کرو۔ لیکن نیکی

مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّنَ ۖ وَآتَى

یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ پر ایمان لائے اور آخرت کے دن پر اور فرشتوں پر اور کتابوں پر اور نبیوں پر اور اپنا

الْمَالِ عَلَىٰ حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَابْنَ السَّبِيلِ ۖ

مال دے اس کی محبت ہوتے ہوئے قربت والوں کو اور یتیموں کو اور مسکینوں کو اور مسافروں کو،

وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ ۖ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ ۖ وَالْمُوفُونَ

اور سوال کرنے والوں کو، اور گردنوں کے چھڑانے میں، اور قائم کرے نماز کو اور ادا کرے زکوٰۃ کو، اور جو پورا کرنے والے ہیں

بِعَهْدِهِمْ إِذَا عٰهَدُوا ۖ وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَآءِ وَحِينَ

اپنے عہد کو جبکہ وہ عہد کریں۔ اور صبر کرنے والے ہیں سختی میں اور تکلیف میں اور جنگ کے

الْبَآسِ ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ﴿۱۷﴾

موقعہ پر۔ یہی لوگ ہیں جنہوں نے سچائی کی راہ اختیار کی اور یہی لوگ متقی ہیں۔

تفسیر آیت ۱۷:

لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّنَ۔ وَآتَى الْمَالَ عَلَىٰ حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَابْنَ السَّبِيلِ۔ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ۔ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عٰهَدُوا۔ وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَآءِ وَحِينَ

الْبَآسِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ۔ (نیکی یہ نہیں کہ تم اپنا منہ مشرق و مغرب کی طرف کرو۔ بلکہ نیکی ان کی ہے جو اللہ پر ایمان لائے اور فرشتوں پر اور کتاب پر اور پیغمبروں پر اور مال کی محبت کے باوجود مال دیا رشتہ داروں کو اور یتیموں کو اور محتاجوں اور مسافروں اور سائلوں کو اور گردنیں چھڑانے میں اور قائم کرتے رہے نماز اور پورا کرنے والے ہیں اپنے عہد کو جب وہ

عہد کرتے ہیں اور صبر کرنے والے ہیں۔ تنگی اور تکلیف میں اور لڑائی کے وقت۔ یہی لوگ سچے ہیں اور یہی لوگ پرہیزگار ہیں)

اصلی بر کیا ہے؟

لیس البر ان تولوا تمہارا مشرق و مغرب کی طرف منہ پھیرنا نیکی نہیں اس میں خطاب نصاریٰ کو ہے کیونکہ ان کا قبلہ بیت

المقدس کی جانب مشرق تھا اور یہود کا قبلہ بیت المقدس کی مغربی جانب تھا اور ان میں سے ہر ایک کا خیال یہی تھا۔ کہ اصل نیکی اسی کے قبلہ کی طرف منہ پھیرنا ہے۔ ان کی تردید فرمائی کہ جو تم کہتے ہو یہ درست نہیں بلکہ وہ تو منسوخ ہے۔

نمبر ۱۔ وَلَٰكِن الْبَرِّ لَيْكِن نِّكِي تُو اِس شَخْص کی ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا۔

نمبر ۲۔ دوسرا قول: نِکِی والا وہ ہے جو ایمان لایا اللہ تعالیٰ پر۔ ان دونوں اقوال کے مطابق مضاف محذوف ہے مگر پہلا قول ان میں سے عمدہ ہے۔ البر کا معنی ہر نیکی اور ہر پسندیدہ فعل کو کہتے ہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ مسلمانوں اور اہل کتاب نے قبلہ کے معاملے میں بہت دلچسپی لی۔ تو ان کو یہ بات سمجھائی گئی یہ کوئی بڑی نیکی نہیں۔ کہ جس میں مصروف ہو کر تم نیکی کی سب اقسام کو بھول جاؤ۔ لیکن جو نیکی واجب الایتمام ہے وہ اس شخص کی ہے۔ جو ایمان لایا اور ان اعمال کو انجام دیا۔

نَحْوُ: البر لیس کی خبر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اور ان تولوا بتاویل مصدر اسم ہے۔

اختلاف قراءت:

البر کو نصب کے ساتھ حمزہ اور حفص نے پڑھا ہے اور نافع اور شامی نے وَلَٰكِنُّ الْبَرُّ امام مبرد فرماتے تھے اگر میں قاری ہوتا تو میں اس طرح پڑھتا۔ لَکِنُّ الْبَرَّ اَکِ قراءت میں لَکِنُّ الْبَرَّ پڑھا گیا ہے۔

والیوم الآخر۔ آخرت کے دن سے مراد اٹھنے کا دن ہے۔

والملائكة والکتاب۔ نمبر ۱۔ الف لام کتاب پر جنس کا ہے اللہ تعالیٰ کی تمام کتب اگر عہد کا ہو تو قرآن مجید مراد ہے۔ والتبتین واتی المال علی حبه۔

ضمیمہ کے مراجع:

نمبر ۱۔ حُبِّہ کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹی ہے یعنی مال اللہ تعالیٰ کی محبت میں خرچ کیا۔

نمبر ۲۔ یا مال کی طرف یعنی مال کی محبت کے باوجود اس کو دیا۔

نمبر ۳۔ الا یتاء کی طرف لوٹی ہے مراد یہ ہے مال دے رہا ہو اس حالت میں کہ وہ اس کے دینے میں دل سے راضی و خوش ہو۔ ذوی القربی۔ قرابت والے ان کو مقدم زیادہ حقدار ہونے کی وجہ سے کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تمہارا مسکین پر صدقہ تو ایک صدقہ شمار ہوگا اور رشتہ دار پر صدقہ اور صلہ رحمی کا ثواب ملے گا۔ (ترمذی، نسائی)

والیتامی۔ یتیم سے مراد قرابت والے فقراء اور یتامی ہیں اور مطلق اسلئے لائے۔ کیونکہ التباس کا خطرہ نہیں۔

مسکین کی تعریف:

والمساکین جمع مسکین جو لوگوں میں ہمیشہ سکون پکڑنے والا ہو کیونکہ اسکے پاس کچھ نہیں جس سے چلے پھرے مثلاً سگھیر۔ جو ہمیشہ نشہ میں رہتا ہو۔ وابن السبیل اگرچہ لفظاً مفرد ہے مگر مراد اس سے جنس ہے اسکو ابن السبیل کہنے کی وجہ سے سفر کا لازم لینا ہے یا مہمان ہونے کی وجہ سے ابن السبیل کہا۔ والسائلین۔ سوال کرنے والے سے مراد کھانا طلب کرنے والے۔ وفي الرقاب۔ گردنوں میں سے مراد مکاتبتین کی گردنیں آزاد کروانے میں یا قیدی چھڑوانے میں واقام الصلوة صلوٰۃ سے فرضی نماز مراد ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلِ ط الْحُرُّ بِالْحُرِّ

اے ایمان والو! تم پر قصاص فرض کیا گیا مقتولین کے بارے میں آزاد کو

وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنْثَىٰ بِالْأُنْثَىٰ ط فَمَنْ عَفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ

آزاد کے بدلہ اور غلام کو غلام کے بدلہ، اور عورت کو عورت کے بدلہ، سو جس شخص کے لئے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معافی کر دی جائے تو بھائی کے ساتھ

بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ ط ذَلِكَ تَخْفِيفٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ

اس کا مطالبہ ہو اور اچھے طریقہ پر اس کی ادائیگی ہو یہ تخفیف ہے تمہارے رب کی طرف سے اور رحمت ہے

فَمَنْ اعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝۱۷۸ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَوةٌ يَا أُولِي

پھر جس نے اس کے بعد زیادتی کی تو اس کے لئے درد ناک عذاب ہے اور تمہارے لئے قصاص میں بڑی زندگی ہے اے عقل

الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝۱۷۹

والو! تاکہ تم پرہیز کرتے رہو۔

یہاں زکوٰۃ سے مراد:

واتی الزکوٰۃ۔ فرضی زکوٰۃ ہے بعض نے کہا یہ اول کی تاکید ہے۔

دوسرا قول: یہ ہے کہ اول سے مراد نفلی صدقات اور نیکی کے اعمال ہیں۔ الموفون پورے کرنے والے اپنے عہد کو جب وہ عہد کرتے ہیں۔ اس کا عطف من امن پر ہے اور عہد سے اللہ کا عہد یا لوگوں کا عہد مراد ہے۔ والصابرین۔ شدائد میں صبر کی فضیلت کو ظاہر کرنے کے لئے فعل مدح و تخصیص سے منصوب ہے اسی طرح قتال کے مقامات کی فضیلت تمام اعمال سے برتر ثابت کرنے کے لئے اسے منصوب ذکر کیا۔ فی الباساء۔ بآساء سے فقر و شدت مراد ہے والضرراء مرض اور اپاہج پن۔ حین الباس۔ لڑائی کا وقت اولئک الذین صدقوا یعنی ان صفات والے ہی وہ لوگ ہیں جو دین میں سچے ہیں اور وہی متقی ہیں۔

آیت: ۱۷۸۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلِ۔ الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنْثَىٰ بِالْأُنْثَىٰ فَمَنْ عَفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ ط ذَلِكَ تَخْفِيفٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ۔ فَمَنْ اعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ۔

(اے ایمان والو! تم پر قصاص فرض کیا جاتا ہے تم پر بدلہ لینا مقتولوں میں۔ آزاد کے بدلے آزاد قتل کیا جائے غلام کے بدلے غلام اور

عورت کے عوض عورت۔ پس جس شخص کو معاف کر دیا جائے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ تو دستور کے موافق چلنا چاہیے اور اچھے انداز سے چلنا چاہیے۔ یہ تمہارے رب کی طرف سے آسانی اور مہربانی ہے پھر جو شخص زیادتی کرے۔ اس کے بعد تو اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔

طرزِ جاہلیت:

روایات میں آیا ہے کہ عرب کے بعض قبیلوں میں جاہلیت کے زمانے میں خون کا معاملہ تھا اور ایک کو دوسرے پر طاقت اور قوت حاصل تھی۔ تو انہوں نے قسم اٹھائی۔ کہ ہم دوسرے قبیلے کے آزاد کو غلام کے بدلے میں قتل کریں گے اور ان کے مرد کو عورت کے بدلے میں قتل کریں گے اور ایک کے بدلے میں ان کے دو قتل کریں گے۔ جب اسلام آیا تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے معاملے میں فیصلہ بنایا۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمْ فَضْلُ كَرَمِكُمْ**۔

مفہوم قصاص:

عليكم القصاص۔ قصاص اصل میں برابری کو کہتے ہیں۔ اصل میں یہ اس محاورے سے لیا گیا ہے۔ **قَصَّ اثْرَهُ وَاقْتَصَصَهُ**۔ یہ اس وقت کہتے ہیں جب کسی کا پیچھا کیا جائے۔ اسی لئے قصہ کہانیاں بیان کرنے والے کو قاص کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ حکایات کا پیچھا کرتے ہیں۔ **الْقَتْلَى جَمْعُ قَتِيلٍ**۔ اب مطلب یہ ہوا۔ کہ تم پر فرض کیا گیا کہ تم برابری اور مساوات اختیار کرو۔ مقتولین میں الحر بالحر یعنی آزاد پکڑا جائے گا یا مقتول ہوگا آزاد کے بدلے العبد بالعبد امام شافعی کا قول آزاد کو غلام کے بدلے میں اس آیت کی وجہ سے قتل نہ کیا جائے گا اور ہمارے نزدیک قصاص آزاد اور غلام کے درمیان بھی جاری ہوگا۔ جیسا اس آیت میں ہے جو سورہ مائدہ آیت نمبر ۴۵۔ **أَنَ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ**۔ کہ جان کے بدلے جان۔ جیسا کہ مذکور مؤنث کے درمیان آپ کے اس ارشاد سے **الْمُسْلِمُونَ تَتَكَافَأُونَ مَاءَهُمْ**۔ (ابوداؤد۔ ابن ماجہ) مسلمانوں کے خون برابر ہیں۔

نفوس میں تفاضل معتبر نہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر ایک جماعت ایک آدمی کو قتل کرے تو اس کے بدلہ میں ان سب کو قتل کیا جائے۔ اس لیے کہ حکم کا کسی نوع سے مخصوص ہونا دوسری نوع کی نفی نہیں کرتا۔ بلکہ حکم اس میں دلیل کے آنے تک موقوف رہے گا اور یہاں تو دلیل موجود ہے۔ جیسا ہم واضح کر چکے۔

عفو کی تحقیق:

فمن عفى له۔ عفو یہ عقوبت کی ضد ہے۔ کہا جاتا ہے۔ عفو عن فلان جب کہ اس سے درگزر کیا جائے اور اس کی سزا سے اعراض کیا جائے۔ یہ جانی یا جنایت کی طرف متعدی عن کے ساتھ ہوتا ہے۔ جیسا کہ البقرہ ۵۲ **ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ** پھر ہم نے تمہارا گناہ معاف کر دیا اور الشوریٰ آیت نمبر ۲۵ **وَيَعْفُوا عَنِ السَّيِّئَاتِ**۔ وہ بہت سی برائیاں معاف کرتا ہے اور جب یہ دونوں جمع ہو جائیں تو پہلے کی طرف لام سے متعدی ہوگا۔ جیسے عفو عن ذنبہ۔ میں نے اسے اس کا گناہ معاف کر دیا۔ اور حدیث میں ہے **عَفْوٌ لَكُمْ عَنْ صَدَقَةِ الْخَيْلِ وَالرَّقِيقِ**۔ (ابوداؤد) میں نے گھوڑوں اور غلاموں کی زکوٰۃ تمہیں معاف کر دی۔ یعنی

چھوڑ دی۔

حضرت امام زجاج رحمہ اللہ کا بیان:

زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ من عفی له کا معنی جس کا دیت کی وجہ سے قتل چھوڑ دیا جائے۔ (یعنی معاف کر دیا جائے) ازہری نے کہا عفو لغت میں زائد کو کہتے ہیں۔ جیسے سورہ بقرہ کی آیت ۲۱۹ میں ویسئلونک ماذا ینفقون قل العفو۔ اور کہا جاتا ہے عفوت لفلان بمال۔ جبکہ مال اس کو دے اور مہربانی سے زائد دے۔ و عفوت له عمالی علیہ جبکہ اس کے ذمہ جو کچھ تھا اس کو چھوڑ دیا جائے۔

قول جمہور:

جمہور مفسرین آیت کا معنی یہ بتاتے ہیں۔ بس جس آدمی کو اس کے بھائی کی جانب سے معاف کر دی جائے کوئی چیز زائد۔ اس معنی میں فعل کی نسبت مصدر کی طرف کی گئی ہے جیسے کہ اس مثال میں سیر بزیذ بعض السیر زید کو کچھ چلایا گیا۔

الاخ لانے کی حکمت:

الاخ اس سے مراد مقتول کا وارث بھائی ہے اور اس لفظ سے تعبیر کر کے درحقیقت مہربانی پر آمادہ کیا گیا ہے۔ کیونکہ دونوں آدم علیہ السلام کی اولاد اور اسلام کے رشتے میں منسلک ہیں۔ من سے مراد وہ قاتل ہے جس کو اس کا گناہ معاف کیا جا رہا ہے۔ یہاں آیت میں دوسرے مفعول کی ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیا گیا۔ اور بعض نے کہا۔ کہ لہ کا لفظ عنہ کی بجائے لایا گیا۔ اور ضمیر لہ اور اخیہ میں یہ من کی طرف راجع ہے اور علیہ میں بھائی کی طرف راجع ہے۔ یا تبع کے لئے ہے اس کے لئے فاتباع کا لفظ دلالت کر رہا ہے اب مطلب یہ ہوا کہ مطالبہ کرنے والا قاتل کا پیچھا کرے۔ کس طریقے کے ساتھ۔ یعنی اچھے انداز سے مطالبہ کرے۔ تاکہ اس کو مطلوب ادا کر دیا جائے یعنی قاتل خون کا بدلہ احسان کے ساتھ ادا کرے ٹال مٹول نہ کرے۔ اور نہ اس میں کمی کرے۔ شی من العفو کہا گیا ہے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ اگر بعض خون کا حصہ معاف کر دیا گیا۔ یا بعض وارثوں نے معاف کر دیا۔ تو اس وقت معافی کامل ہو گئی۔ اور قصاص ختم ہو گیا۔

دوسرا قول:

نمبر ۲۔ جنہوں نے عفی کی تفسیر شی کے لفظ کو مفعول بہ بنانے کے بغیر کی ہے اور اسی طرح جنہوں نے اعطی کے ساتھ کی ہے یعنی ان الولی اذا اعطی له شی من مال اخیہ۔ یعنی القاتل بطریق الصلح فلیاخذہ بمعروف من غیر تعنیف و لیؤدہ القاتل الیہ بلا تسویف۔ بے شک ولی کو جب کوئی چیز اپنے بھائی کے مال میں سے دی جائے یعنی قاتل کے مال میں سے بطور صلح تو اس ولی کو چاہیے کہ وہ اس مال کو دستور کے مطابق لے لے۔ اس میں کوئی سختی نہ برتے۔ اور قاتل بھی اس کو مال بغیر افسوس کے ادا کرے۔

مَجْزُؤٌ: اتباع کا لفظ مرفوع ہے کیونکہ یہ مبتداء مضمیر کی خبر ہے یعنی الواجب اتباع یعنی واجب ہے اتباع کرنا اس حکم کا جو کہ

معافی کے سلسلے میں ذکر کیا گیا۔ ذلک اس سے مراد عفو اور دیت لینے کا جو حکم پیچھے ذکر ہوا تخفیف من ربکم ورحمة۔ یہ تخفیف ہے تمہارے رب کی طرف سے اور مہربانی ہے۔ اس لئے تورات میں قتل کے علاوہ دوسرا حکم نہیں تھا اور انجیل میں معافی بغیر بدلے کے تھی۔ اور کوئی حکم نہ تھا۔ ہمارے لئے قصاص اور عفو اور مال صلح کے طریقے سے لینا آسانی اور وسعت کی خاطر جائز کیا گیا۔

دلالتِ آیت:

یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ کبیرہ گناہ کرنے والا مؤمن ہے کیونکہ قتل کے پائے جانے کے باوجود ایمان کے ساتھ اس کی تعریف ذکر کی گئی اور ایمان کے ساتھ قائم ہونے والا بھائی چارہ باقی رہا۔ اور وہ تخفیف اور رحمت کا حق دار بن گیا۔

تعدی کی تفسیر:

فَمَنْ اَعْتَدَىٰ بَعْدَ ذٰلِكَ : (جو شخص حد سے بڑھا اس کے بعد) یعنی تخفیف کے بعد اور اس نے تجاوز کیا۔ جو اس کے لئے جائز نہیں تھا۔ جیسے غیر قاتل کو قتل کرنا یا دیت لینے کے بعد بھی قاتل کو قتل کر دینا فَلَءَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ پس اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔ الیم۔ سے مراد یہاں آخرت میں سخت دردناک قسم کا عذاب ہے۔

تفسیرِ آیت ۱۷۹:

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يَّٰۤاُولِی الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ : (تمہارے لئے قصاص میں زندگی ہے اے عقل والو) یہ کلام انتہائی فصیح ہے کیونکہ اس میں غرابت پائی جاتی ہے۔

قصاص بڑی زندگی ہے:

نمبر ۱۔ قصاص میں انسان قتل ہو جاتا ہے اور اس کی زندگی ختم ہو جاتی ہے۔ مگر آیت میں اس کو حیوة کے لئے بطور ظرف کے ذکر کیا گیا اور قصاص کو معرفہ لایا گیا۔ اور حیوة کے لفظ کو نکرہ لا کر خوب بلاغت ظاہر کر دی۔ کیونکہ مطلب یہ بنا۔ کہ تمہارے لئے حکم کی اس قسم میں سے جو کہ قصاص ہے۔ بہت بڑی زندگی ہے۔ اس لئے کہ اس سے اس چیز کی روک تھام کی گئی کہ جو ان میں ایک شخص کے بدلے ایک جماعت کا قتل کر دینے کا رواج تھا۔ تو گویا سب کی زندگی بچ گئی۔

نمبر ۲۔ پس فرمایا کہ قصاص میں زندگی ہے۔ یعنی خاص قسم کی زندگی ہے۔ یا اعلیٰ قسم کی زندگی ہے اور وہ وہی زندگی ہے جو قتل سے رک جانے کے بنا پر حاصل ہوئی۔ کیونکہ اس کو بھی معلوم ہو گیا۔ کہ اگر وہ بھی قتل کرے گا۔ تو اس سے قصاص لیا جائے گا۔ اس لئے جب وہ قتل کا ارادہ کرے گا۔ تو یہ بات یاد آتے ہی وہ قتل سے باز رہے گا۔ پس اس کا ساتھی اس کے ہاتھ سے قتل ہونے سے بچ جائے گا۔ اور وہ قصاص سے بچ جائے گا۔ پس قصاص کا حکم انسانوں کی زندگی کا سبب بن گیا۔ یا ولی الالباب۔ اے عقل والو۔ لعلکم تتقون۔ تاکہ تم قتل سے بچ جاؤ قصاص سے ڈرتے رہو۔

كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا ۖ الْوَصِيَّةُ لِلْوَٰلِدَيْنِ

تم پر فرض کیا گیا کہ جب تم میں سے کسی کو موت حاضر ہو جائے تو اپنے والدین اور قرابت

وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ ۝۱۸۰ ۖ فَمَنْ بَدَّلَهُ بَعْدَ مَا

داروں کے لئے وصیت کرے۔ بشرطیکہ مال چھوڑا ہو۔ یہ حکم لازم ہے ان لوگوں پر جو خدا کا خوف رکھتے ہیں پھر جو شخص سننے کے بعد اس کو

سَمِعَهُ فَإِنَّمَا أَثْمُهُ عَلَى الَّذِينَ يُبَدِّلُونَهُ ۖ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝۱۸۱ ۖ فَمَنْ

بدل دے اس کا گناہ انہیں لوگوں پر ہوگا جو اس کو تبدیل کر دیں گے۔ بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا ہے، جاننے والا ہے۔ سو جو شخص

خَافَ مِنْ مُّوَصِّ جَفَا ۖ وَإِنَّمَا فَاصِّلٌ بَيْنَهُمْ فَلَا أَثْمَ عَلَيْهِ ۖ إِنَّ اللَّهَ

وصیت کرنے والے کی جانب سے کسی جانب داری یا گناہ کا خوف کھائے پھر ان کے درمیان صلح کرادے سو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ

غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝۱۸۲

غفور ہے رحیم ہے۔

تفسیر آیت ۱۸۰:

كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا ۖ الْوَصِيَّةُ لِلْوَٰلِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ: کتب۔ فرض کیا گیا۔ اذا حضر احد کم الموت۔ جب موت آ موجود ہو موت آ موجود ہونے کا مطلب اسباب موت کا ظاہر ہونا ہے۔

مال کو خیر فرمایا:

خیر۔ کا معنی کثیر مال۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے آزاد کردہ غلام نے وصیت کا ارادہ کیا اور اس کے پاس سات سو درہم تھے۔ تو میں نے اس کو منع کیا اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے وصیت کے بارے میں فرمایا۔ ان ترک خیرا۔ اگر بہت مال چھوڑے اور تیرے پاس مال نہیں۔ (ابن ابی شیبہ) الوصیۃ۔ یہ کُتِبَ کا نائب فاعل ہے۔

وصیت وارث:

نمبر ۱۔ ابتدائے اسلام میں وصیت وارث کے حق میں ثابت تھی۔ پھر سورہ نساء کی آیت میراث سے منسوخ کر دی گئی جیسا کہ ہم شرح المنار میں ذکر کر چکے ہیں۔

نمبر ۳: یہ منسوخ نہیں بلکہ یہ ان کے متعلق ہے جو کفر کی وجہ سے وارث نہیں کیونکہ وہ لوگ نئے نئے مسلمان ہوئے۔ آدمی مسلمان ہوتا اور اس کے والدین اور دیگر قرابت والے اسلام نہ لاتے اور اسلام رشتہ وراثت کو منقطع کر دیتا ہے پس ان میں قرابت کے حق کی ادائیگی کے لئے استحباب کے طور پر وصیت جاری کی گئی۔ اس صورت میں کُتِبَ کا معنی فرض نہیں ہوگا۔ (بلکہ لکھ دیا گیا ہوگا) بالمعروف کا معنی عدل ہے۔ اس طرح نہیں کہ مال دار کے لئے وصیت کرے اور فقیر کے لئے نہ کرے اور ثلث مال سے تجاوز بھی نہ کرے حَقًّا یہ مصدر مؤکد ہے یعنی حق ذلك حقاً۔ یہ ثابت و لازم کیا گیا ہے لازم کرنا علی المتقین۔ ان لوگوں پر جو شرک سے بچنے والے ہیں۔

تَفْسِيْرُ آيَتِ ۱۸۱:

فَمَنْ بَدَّلَهُ بَعْدَ مَا سَمِعَهُ فَإِنَّمَا إِثْمُهُ عَلَى الَّذِينَ يُبَدِّلُونَهُ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ: (جو وصیت کو بدل دے اس کے بعد کہ سن چکا۔ تو اس کا گناہ ان لوگوں پر ہے جو اس کو بدلیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ سننے والے خبر رکھنے والے ہیں) فمن بدلہ۔ جس شخص نے اپنی طرف سے بدل دیا۔ جبکہ وصیت کرنے والوں اور گواہوں کی طرف سے وصیت شرع کے موافق تھی۔ بعد ما سمعہ۔ سن لینے کے بعد یعنی وصیت کر دینے کے بعد فانما اثمہ علی الذین یبدلونہ۔ اس کا گناہ ان پر ہے جو اس کو بدلتے ہیں۔ یعنی تبدیل کرنے کا گناہ بدلنے والوں کے ذمہ ہے۔ موصی یا موصیٰ لہ کے ذمہ نہیں۔ کیونکہ وہ تو اس ظلم سے بری الذمہ ہیں۔ ان اللہ سمیع علیم: بے شک اللہ وصیت کے قول کو سننے والا اور تبدیل کرنے والے کے ظلم سے واقف ہے۔

تَفْسِيْرُ آيَتِ ۱۸۲:

فَمَنْ خَافَ مِنْ مَوْصٍ جَنَفًا أَوْ إِثْمًا فَأَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ ط إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ: (جس کو خطرہ ہو وصیت کرنے والے کی طرف سے طرفداری کا یا گناہ کا پس اس نے اصلاح کر دی ان کے درمیان تو اس پر کچھ گناہ نہیں بے شک اللہ بخشنے والے مہربان ہیں)

خوف کا مطلب:

فَمَنْ خَافَ۔ جس کو خطرہ ہو اخاف کا معنی جاننا ہے اور کلام عرب میں یہ معروف ہے۔ کہا جاتا ہے اخاف ان یرسل السماء۔ مقصد اس سے ظن غالب ہوتا ہے جس کو علم کے قائم مقام لاتے ہیں۔ جیسا اس آیت میں فان خفتم ان لا یقیمما۔ اگر تم جانو کہ وہ قائم نہیں رکھ سکیں گے۔ من موص۔ وصیت کرنے والے سے۔ قراءت۔ یہ قراءت کو فی میں موصیٰ پڑھا گیا۔ سوائے حفص کے۔

جنف و اثم کا فرق:

جَنَفًا أَوْ إِثْمًا۔ وہ طرف داری جو خطاء سے وصیت میں واقع ہو۔ اثم وہ زیادتی جو جان بوجھ کر کی جائے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ

اے ایمان والو! فرض کیے گئے تم پر روزے جیسا کہ فرض کئے گئے ان لوگوں پر جو تم سے

قَبْلَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿۱۸۳﴾ أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ ۖ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا

پہلے تھے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ چند دن کے روزے رکھ لو سو جو شخص تم میں سے مریض ہو

أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۖ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ

یا سفر پر ہو تو دوسرے دنوں کی گنتی کر کے روزے رکھ لے اور جن لوگوں کو روزہ رکھنے کی طاقت ہے ان کے ذمہ ہے فدیہ

طَعَامٍ مِّسْكِينَ ۖ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ ۖ وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ

ایک مسکین کے کھانے کا۔ پس جو شخص اپنی خوشی سے کوئی خیر کا کام کر لے تو وہ اس کے لئے بہتر ہے۔ اور یہ کہ تم روزہ رکھو تمہارے لئے بہتر ہے

إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۱۸۴﴾

اگر تم جانتے ہو۔

ہر تبدیلی باطل نہیں:

فاصلح بینہم۔ اس نے ان کے درمیان اصلاح کر دی۔ یعنی اولاد اور قرابت داروں کو طریق شرع پر لا کر ان میں اصلاح کر دی۔ تو اس صورت میں اس پر گناہ نہ ہوگا۔ کیونکہ اس کی یہ تبدیلی تو تبدیلی باطل الی الحق ہے۔ اس کا تذکرہ جو باطل سے تبدیل کر کے پھر اس کو حق سے بدل دے تو پھر بھی گناہ نہیں۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ ہر تبدیلی سے گناہ گار نہیں ہوتا۔

دوسرا قول: یہ وصیت کرنے والے کی زندگی میں حکم ہے یعنی جو آدمی کسی وصیت کرنے والے کی وصیت کے وقت موجود تھا۔ پھر اس کو خلاف شرع پا کر اس سے اس کو منع کیا اور اس کو اصلاح پر آمادہ کیا۔ تو اب وصیت کرنے والے کے پہلے قول پر اس کو گناہ نہ ملے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہیں۔

۱۸۳۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جس طرح فرض کیے گئے ان پر جو تم سے پہلے تھے۔ تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ)

تفسیر آیت ۱۸۴:

أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ ۖ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۖ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامٍ مِّسْكِينَ ۖ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ ۖ وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ (چند گنتی کے دن ہیں۔ پس جو شخص تم

میں سے بیمار ہو یا سفر پر ہو تو دوسرے دنوں سے گنتی ضروری ہے۔ اور ان لوگوں پر جو طاقت نہیں رکھتے ایک محتاج کا کھانا کھانا ہے پھر جو اپنی خوشی سے نیکی کرے تو وہ اس کے لئے بہتر ہے اور تمہارا روزہ رکھنا تمہارے واسطے بہتر ہے اگر تم سمجھو)

فرضیتِ روزہ:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ۔ کتب یعنی فرض کیے گئے۔ صیام۔ یہ صام کا مصدر ہے مراد رمضان المبارک کے روزے ہیں۔ کما کتب۔ یعنی لکھا جانا جس طرح کہ لکھا گیا۔ یہ مصدر محذوف کی صفت ہے۔ علی الذین من قبلکم۔ تم سے پہلے لوگوں سے وہ تمام انبیاء علیہم السلام اور امتیں مراد ہیں۔ جو آدم علیہ السلام سے تمہارے زمانے تک ہو گزریں۔ یہ قدیم عبادت ہے اور تشبیہ صرف فرضیت میں ہے کہ ہر ایک پر ان سابقہ امم میں کچھ دنوں کے روزے تھے۔ یعنی جس طرح تم ان دنوں روزہ سے عبادت کرنے والے ہو۔ اس طرح دیگر امتیں بھی روزہ سے عبادت گزاری کرنے والی تھیں۔

روزہ ذریعہ تقویٰ:

لعلکم تتقون۔ تاکہ تم بچو۔ یعنی روزے کے ذریعے گناہوں سے بچو۔ نمبر ۱۔ کیونکہ روزے نفس کو اس کی خواہشات سے خوب روکنے والے ہیں اور برائی کے مقامات سے نفس کو زیادہ ڈانٹ ڈپٹ کرنے والے ہیں۔

نمبر ۲۔ دوسرا قول: تاکہ تم زمرہ متقین میں پرودے جاؤ۔ اس لئے کہ روزہ متقین کا شعار ہے۔ نَحْوُ: ایاماً یہ الصیام مصدر کی وجہ سے منصوب ہے۔ یعنی ان تصوموا ایاماً لیکن زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس کو صوموا محذوف کا مفعول مانیں۔ کیونکہ مصدر کی صورت میں اجنبی فاعل حائل ہے۔ معدودات۔ گنتی کے معلوم دن یعنی تھوڑے سے دن ہیں۔ کیونکہ قلیل چیز کو ہی گنا جاتا ہے۔ نہ کہ کثیر کو۔

حکم مریض:

فمن كان منكم مریضاً۔ جو تم میں سے بیمار ہو اور روزے کی وجہ سے مرض میں اضافہ کا خطرہ ہو۔ یا وہ سفر پر ہو۔ فعدة۔ بس اس پر گنتی ہے یعنی اگر اس نے روزہ نہ رکھا۔ تو جتنے دنوں افطار کیا۔ تو اس کے ذمے ان ایام افطار کے دنوں کی گنتی کے مطابق روزے ہیں۔ پس عدة کا لفظ معدود کے معنی میں ہے۔ من ایام اخر۔ جو ایام سفر و مرض کے علاوہ ہوں۔ اخر یہ غیر منصرف ہے کبریٰ سے کبر اور صغریٰ سے صغر علی الذین یطیقونہ اور ان لوگوں پر جو روزے کی طاقت رکھتے ہیں اور وہ معذور بھی نہیں۔ پس وہ روزہ نہ رکھیں۔ (یہ ان مفسرین کے ہاں ہے جو اس آیت کو منسوخ مانتے ہیں اور جو اس کو منسوخ نہیں مانتے وہ باب افعال کا ہمزہ سلب کے لئے مانتے ہیں) تو ان پر فدیہ ہے۔ ایک مسکین کا کھانا ہے۔ جو گندم سے نصف صاع اور دوسری اجناس سے ایک صاع دیا جائے گا۔ طعام یہاں فدیہ سے بدل واقع ہے۔

قراءت: ابن ذکوان اور مدنی نے فدیۃ طعام مساکین پڑھا ہے۔ ابتدائے اسلام میں طبائع روزے کی عادی نہ تھیں اس لئے

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ

رمضان کا مہینہ وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا۔ جو لوگوں کے لئے ہدایت ہے اور ہدایت کے بارے میں اس کے بیانات خوب

الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۖ وَمَنْ كَانَ

واضح ہیں اور حق و باطل کے درمیان فرق ظاہر کرنے والے ہیں سو جو شخص تم میں سے اس ماہ میں موجود ہو وہ اس میں روزہ رکھے اور جو شخص

مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۗ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا

مریض ہو یا سفر پر ہو تو دوسرے دنوں کی گنتی کر کے روزے رکھ لے۔ اللہ تمہارے لئے آسانی کا ارادہ فرماتا ہے۔ دشواری کا ارادہ

يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ وَ

نہیں فرماتا اور تاکہ تم گنتی پوری کیا کرو۔ اور تاکہ تم اس پر اللہ کی بڑائی بیان کرو کہ اس نے تم کو ہدایت دی

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿۱۸۵﴾

اور تاکہ تم شکر کرو۔

افطار و فدیہ کی رخصت دی گئی پھر اختیار آیت فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ (الایۃ) اس سے منسوخ ہو گیا۔ اسی وجہ سے فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا (الایۃ) کو نسخ و منسوخ دونوں میں ذکر کر دیا۔ تاکہ وہ حکم کی بقاء پر دلالت کرے۔ دوسرا قول: یہ بھی ہے کہ آیت کا معنی اس طرح ہے کہ جو طاقت نہیں رکھتے۔ لا مضر ہے۔ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی قراءت اس کی تاکید کرتی ہے۔ اس طرح منسوخ ماننے کی ضرورت نہیں۔ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا۔ جو مقدار فدیہ سے زائد ثواب کی خاطر دے۔ تو وہ اس کے لئے بہتر ہے۔ یعنی تطوع یا خیر اس کے لئے بہتر ہے۔

اختلاف قراءت:

حمزہ و علی رحمہما اللہ نے يَطْوُعَ بمعنی تطوع پڑھا ہے۔

تَفْسِيرٌ وَأَنَّ تَصُومُوا :

یعنی طاقت والو! تمہارا روزہ رکھنا ہی تمہارے حق میں فدیہ اور تطوع سے بہت بہتر ہے یہ حکم ابتدائے اسلام میں تھا۔ دوسرا قول: یہ ہے کہ تمہارا سفر و مرض میں روزہ رکھ لینا بہتر ہے۔ کیونکہ وہ نفس پر زیادہ گراں ہے اگر تم روزے کی فضیلت کو جانتے ہو۔ گویا ان شرطیہ کا جواب محذوف ہے۔

۱۸۵۔ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ

فَلْيَصُومُوا وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ: (رمضان کا مہینہ وہ مہینہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا۔ جو لوگوں کے لئے ہدایت ہے اور معجزہ (حق و باطل میں) فرق کرنے والی بات پس جو شخص موجود ہو تم میں سے اس مہینے میں پس چاہیے کہ وہ روزہ رکھے اور جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو پس وہ گنتی پوری کرے دوسرے دنوں سے اللہ تمہارے ساتھ آسانی چاہتے ہیں اور تمہارے ساتھ تنگی کا ارادہ نہیں کرتے کہ تم پورا کرو گنتی کو اور تاکہ تم اللہ کی بڑائی بیان کرو اس پر جو اس نے راہنمائی فرمائی تاکہ تم احسان مانو)

تخف: ۱۔ شہر رمضان۔ یہ مبتداء ہو تو الذی اپنے صلہ کے ساتھ اس کی خبر ہے۔

نمبر ۲۔ یہ مبتداء محذوف کی خبر ہے یعنی ہو شہر تو صلہ موصول مل کر شہر رمضان کی صفت ہے۔

نمبر ۳۔ کتب علیکم الصیام میں الصیام سے بدل ہے۔

انزل فیہ القرآن۔ نمبر ۱۔ اس میں قرآن اتارا گیا۔ یعنی اتارنے کی ابتداء ہوئی اور لیلة القدر میں ابتداء کی گئی۔

دوسرا قول: انزل فی شانہ۔ کہ اس کی شان میں قرآن مجید اتارا گیا۔ اور وہ یہ آیت ہے۔

کتب علیکم الصیام۔ رمضان۔ یہ رمض سے مصدر ہے۔ جس کا معنی گرمی سے جلنا ہے۔ پھر شہر کی اضافت اس کی طرف کر کے ایک خاص مہینے کا نام بنادیا۔ یہ غیر منصرف ہے۔ الف۔ نون۔ اور تعریف کی وجہ سے۔

رمضان کی وجہ تسمیہ:

اور اس کے نام رکھنے کی وجہ یہ ہے۔ کہ اس میں بھوک سے جلتے اور سختی برداشت کرتے ہیں۔ اور انہوں نے مہینوں کے نام انہی اوقات سے رکھے تھے۔ جن میں وہ واقع ہوئے۔ یہ مہینہ گرمیوں کی شدت میں واقع ہوا اسی لئے یہ نام رکھ دیا گیا۔

سوال: حدیث میں آیا ہے من صام رمضان ایمانا واحتساباً غفرلہ ماتقدم من ذنبہ۔ اس میں مضاف اور مضاف الیہ تسمیہ کے ساتھ استعمال ہوئے ہیں۔

جواب: التباس کا خطرہ نہیں۔ یہ حذف مضاف کی قسم میں سے ہے گویا یہ من صام شہر رمضان ہوا۔

قراءت: القرآن کا لفظ:

القرآن یہ پورے قرآن میں غیر مہموز ہے۔ مکی بیابان کے ہاں۔

ہُدًی۔ یہ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے یعنی وہ قرآن اتارا گیا اس حال میں کہ وہ لوگوں کے لئے حق کا ہادی ہے اور حق کی طرف راہنمائی کے لئے اس میں کھلی نشانیاں ہیں اور قرآن حق و باطل میں امتیاز پیدا کرتا ہے۔ قرآن مجید کی پہلی صفت ہدایت بیان کی۔ پھر فرمایا یہ من جملہ ان واضح دلائل سے ہے جن سے اللہ تعالیٰ راہنمائی فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی اور کتب سماویہ کے ذریعہ حق و باطل میں واضح تفریق کر دی۔

فمن شہد۔ پس جو شاہد ہو یعنی موجود ہو مقیم ہو مسافر نہ ہو۔ پس وہ اس میں روزہ رکھے اور افطار ہرگز نہ کرے۔

نحو: الشہر کا لفظ منصوب ہے مفعول فیہ ہونے کی وجہ سے اسی طرح لیصمہ کی ضمیر بھی منصوب بوجہ مفعول بہ نہیں۔ کیونکہ مقیم و مسافر مہینہ میں حاضر و موجود ہوتے ہیں۔

افطار مرض و سفر میں مباح ہے:

ومن كان مريضاً تأفعدة من ايام اخر عدة مبتدأ اور خبر محذوف ہے یعنی فعلیہ عدة ای صوم عدة۔ پس اس پر گنتی کے روزے ہیں۔ یرید اللہ بکم اليسر۔ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ فرماتے ہیں اسی لئے سفر و مرض میں افطار کو مباح کر دیا۔ ولا یرید بکم العسر اور تم پر سختی کرنا نہیں چاہتے۔

مَسْئَلَةٌ: جن حضرات نے مریض و مسافر پر افطار کو فرض قرار دیا۔ انہوں نے اس آیت کے مفہوم سے اعراض کیا۔ ولتکملوا العدة۔ تاکہ تم گنتی پوری کرو۔ قضا کے ساتھ جو تم نے افطار کیا۔ جب مرض و سفر زائل ہو جائیں۔ فعل معلل محذوف ہے اور ماسبق اس پر دلالت کرتا ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ لتعلموا ولتکملوا العدة تاکہ تم جان لو اور تاکہ تم اس گنتی کو قضا سے پورا کر لو۔ جو تم نے افطار کیا ہے۔

حکم شکر:

ولتکبروا اللہ علی ما ہدکم ولعلکم تشکرون۔ (اور تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو۔ اس بات پر کہ اس نے تمہیں ہدایت دی۔ اور تاکہ تم شکر ادا کرو) مشروعیت پر۔ یعنی ان تمام باتوں پر جو مذکور ہوئیں۔ حاضر کو مہینے کے روزہ کا حکم۔ افطار کیے ہوئے ایام کو دوسرے دنوں میں گن کر پورا کرنے کا حکم اور رخصت کے وقت افطار کی اباحت پر شکر ادا کرو۔ ولتکملوا گنتی کی رعایت کا حکم جو دیا اس کی یہ علت ہے۔ ولتکبروا اللہ۔ یہ قضاء اور افطار کی ذمہ داری سے نکلنے کی جو کیفیت معلوم ہوئی۔ اس کی یہ علت ہے۔ اور لعلکم تشکرون۔ یہ رخصت ملنے کی علت ہے۔

عجیب ترتیب:

یہ انتہائی شاندار قسم کی ترتیب ہے۔ تکبیر کو علی سے متعدي کیا گیا۔ اس لیے کہ اس میں حمد کا معنی پایا جاتا ہے۔ گویا یوں فرمایا تاکہ تم اس کی تعظیم کرو۔ اس حالت میں کہ تم اس کی اس بات پر حمد کرنے والے ہو۔ کہ اس نے اپنی طرف سے تمہیں ہدایت دی۔ قراءت: ابو بکر رضی اللہ عنہ نے لتکملوا تشدید میم سے پڑھا ہے۔

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۚ

اور جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں سوال کریں سو بلاشبہ میں قریب ہوں، دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب وہ مجھ سے دعا کرے۔

فَلْيَسْتَجِيبُوا إِلَيَّ وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ﴿١٨٦﴾

سو وہ میرے احکام کو قبول کریں اور مجھ پر یقین رکھیں تاکہ وہ نیک راہ پر رہیں۔

تفسیر آیت ۱۸۶:

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۚ فَلْيَسْتَجِيبُوا إِلَيَّ وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ (جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق پوچھیں تو کہیں۔ میں قریب ہوں۔ قبول کرتا ہوں دعا کرنے والے کی دعا جب وہ مجھ سے دعا کرے۔ پس چاہیے کہ وہ میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں۔ تاکہ وہ سیدھا راستہ پائیں) شَانِ نَزْوَلٍ: ایک بدو نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا۔ کیا ہمارا رب قریب ہے کہ ہم چپکے چپکے دعا کریں۔ یا دور ہے کہ زور سے پکاریں۔ تو یہ آیت اتری۔ (تفسیر طبری)

مراد قرب:

قرب سے مراد قرب مکانی نہیں۔ کیونکہ اس سے ذات باری تعالیٰ بلند و بالا ہے۔ قرب علم و اجابت مراد ہے۔ (بلکہ قرب واقعی مراد ہے جس کا ادراک وحی سے ہو سکتا ہے) أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۚ فَلْيَسْتَجِيبُوا إِلَيَّ وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ۔ میں قبول کرتا ہوں دعا کرنے والے کی دعا جب وہ مجھ سے دعا کرتا ہے پس چاہیے کہ وہ میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں۔ تاکہ وہ سیدھا راستہ پائیں۔

اختلاف قراءت:

سہل، یعقوب، ابو عمرو، نافع رحمہم اللہ نے سوائے قالون کے حالت وصل میں الداع، دعان کو الداعی، دعانی پڑھا ہے۔ دیگر قراء نے دونوں حالتوں میں بغیر یاء پڑھا ہے۔

اجابت کے رخ:

اجیب۔ اجابت دعا کا تو سچا وعدہ ہے وعدہ خلافی ناجائز ہے۔ البتہ اجابت دعا میں حاجت کے پورے ہونے میں تخالف ہے۔ اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ اجابت دعوت یہ ہے کہ بندہ کہے۔ یا رب پس اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ لبیک عبدی۔ تو یہ بات ہر بندہ مؤمن کے لئے موجود ہے اور رہی قضائے حاجت یعنی مراد دینا۔ نمبر ۱۔ تو اس میں کبھی تو فوراً مل جاتی ہے۔ نمبر ۲۔ کبھی کچھ مدت بعد۔ نمبر ۳۔ اور کبھی آخرت میں ملے گی۔ نمبر ۴۔ اور کبھی اس مطلوب چیز کے علاوہ میں اس کے لئے خیر ہوتی ہے۔ وہ دے دی جاتی ہے۔ نلیستجیبوا لی۔ پس ان کو میرا حکم ماننا چاہیے۔ جبکہ میں ان کو ایمان و طاعت کی طرف

أَحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفْتُ إِلَى نِسَائِكُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ ۚ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُونَ أَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ ۚ فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ ۚ

حلال کیا گیا تمہارے لئے روزوں کی راتوں میں بیویوں میں مشغول ہونا، وہ لباس ہیں تمہارے لئے

أَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ ۚ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُونَ أَنْفُسَكُمْ فَتَابَ

اور تم ان کا لباس ہو۔ اللہ نے جان لیا کہ بلاشبہ تم اپنے نفسوں کی خیانت کرتے تھے سو اس نے تمہاری توبہ

عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ ۚ فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ ۚ

قبول فرمائی اور تم کو معاف فرما دیا۔ سو اب ان سے میل ملاپ کرو اور تلاش کرو جو اللہ نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے،

وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ

اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ تمہارے لئے سفید تاگہ سیاہ تاگہ سے ممتاز ہو کر ظاہر ہو جائے۔

مِنَ الْفَجْرِ ۚ ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ ۚ وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ

یعنی فجر کا تاگہ پھر تم روزے پورے کرو رات تک اور بیویوں سے میل ملاپ نہ کرو اس حال میں کہ تم

عَاكِفُونَ ۚ فِي الْمَسْجِدِ ۚ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا ۚ كَذَلِكَ

احکامات کئے ہوئے ہو مسجدوں میں۔ یہ اللہ کی حد بندیاں ہیں لہذا ان کے پاس نہ پھنکو اسی طرح

يُبَيِّنُ اللَّهُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿۱۸۷﴾

اللہ بیان فرماتا ہے لوگوں کے لئے اپنی آیات تاکہ لوگ پرہیزگار بنیں۔

بلاؤں جیسا کہ وہ حاجات کے وقت مجھے پکارتے ہیں۔ تو ان کی حاجات پوری کرتا ہوں۔ ولیؤ منوا ہی۔ اور مجھ پر ایمان لائیں۔ ان دونوں میں لام امر ہے۔

لعلہم یرشدون تاکہ وہ سیدھا راستہ پائیں یعنی گزشتہ خصلتوں پر کار بند ہوں تاکہ ہدایت پانے کے امیدوار ہوں۔ رشد یہ غنی کی ضد ہے۔ شان نزول: ابتدائے اسلام میں جب آدمی عشاء کی نماز پڑھ لیتا یا اس سے پہلے سویا رہتا تو اس پر کھانا پینا جماع اگلی رات تک حرام ہو جاتا۔ صرف کھانا پینا اور جماع شام کے بعد عشاء پڑھنے اور جاگتے رہنے تک درست تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عشاء کے بعد اپنی زوجہ سے صحبت کر لی۔ پس جب غسل کر چکے۔ تو رونے اور اپنے آپ کو ملامت کرنے لگے۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر خبر دی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہیں یہ مناسب نہ تھا۔ تو یہ آیت اتری۔

۱۸۷: أَحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفْتُ إِلَى نِسَائِكُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُونَ أَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ ۚ فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ ۚ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ

الْحَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْحَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ أَتَمُّوا الصِّيَامَ إِلَى الْآلِ وَلَا تَبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسْجِدِ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَقْرُبُوهَا كَذَلِكَ يَبَيِّنُ اللَّهُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ: (حلال کرو یا گیا تمہارے لئے روزوں کی راتوں میں اپنی بیویوں کے پاس جانا وہ تمہارا لباس اور تم ان کا لباس ہو۔ اللہ تعالیٰ نے جانا کہ تم چوری سے اپنا نقصان کرتے ہو۔ پس اس نے معاف کیا۔ اور تم سے درگزر کیا۔ پس اب تم ان سے ہم بستر ہو اور تلاش کرو جو اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا تمہارے لئے اور کھاتے پیتے رہو۔ یہاں تک کہ صاف نظر آنے لگے۔ تمہیں صبح کی سفید دھاری کالی دھاری سے۔ پھر پورا کرو روزہ رات تک۔ اور نہ ہم بستر ہو ان سے جبکہ تم اعتکاف کرنے والے ہو۔ مساجد میں یہ اللہ تعالیٰ کے ضابطے ہیں۔ پس ان کے نزدیک بھی نہ جاؤ اسی طرح اللہ تعالیٰ صاف صاف بیان کرتا ہے اپنی نشانیاں لوگوں کے لئے تاکہ وہ پرہیزگار بنیں)

لباس سے تشبیہ کی وجہ:

احل لکم لیلۃ الصیام الرفت۔ رفت جماع کو کہتے ہیں۔ الی نساء کم۔ رفت کو الی سے متعدی کیا گیا ہے۔ کیونکہ اس میں افشاء یعنی جماع کا مفہوم پایا جاتا ہے اور افشاء الی سے متعدی ہوتا ہے البتہ رفت کے لفظ کو کنایہ کے لئے استعمال کیا۔ حالانکہ اس میں قبح کا معنی پایا جاتا ہے افشاء کا لفظ نہیں لائے۔ اس سے اس قباحت کی طرف اشارہ کیا۔ جو قبل از اباحت پائی گئی تھی۔ جیسا کہ اَنْكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُونَ اَنْفُسَكُمْ میں خیانت سے تعبیر کیا۔ اور چونکہ مرد و عورت ایک دوسرے سے لپٹتے ہیں اور ہر ایک دوسرے پر مثل لباس کے مشتمل ہو جاتا ہے۔ اس لئے دونوں کو ایک دوسرے کے لباس سے تشبیہ دی۔ جو کہ جسم کو ڈھانپنے والا ہوتا ہے۔ اپنے اس ارشاد سے ہن لباس لکم وانتم لباس لہن۔

دوسرا قول: یہ ہے کہ لباس جس طرح پہننے والے کو چھپا لیتا ہے اسی طرح مرد اور عورت ایک دوسرے کو حرام سے چھپاتے اور روکتے ہیں۔

نَحْمُو: ہن لباس لکم یہ جملہ مستانفہ ہے جو کہ بیان کی طرح ہے احلال کے سبب کے لئے۔ اب مطلب یہ ہوا کہ جب تمہارے اور ان کے درمیان اتنا گہرا میل جول ہے۔ اور تمہارا ان سے صبر ممکن نہیں۔ اور ان سے پرہیز تم پر گراں ہے اسی لئے ان کے ساتھ مباشرت کی اجازت تمہیں دے دی گئی۔ علم اللہ انکم کنتم تختانون انفسکم۔ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ اپنے نفسوں پر جماع کر کے ظلم کرتے ہو۔ اور اپنے خیر کے حصہ میں کمی کرتے ہو۔ الاختنان یہ خیانت سے ہے جیسا کہ اکتساب سب سے ہے۔ مزید میں زیادتی اور شدت ہے۔ فتاب علیکم۔ پس اس نے تم پر رجوع فرمایا جبکہ تم نے ارتکاب ممنوع سے توبہ کی۔ وعفا عنکم اور اس نے معاف کر دیا جو تم نے رخصت سے پہلے کیا۔ فالئن باشرؤھن۔ اب ان سے ملو۔ یعنی روزے کی راتوں میں جماع کرو یہ امر اباحت کے لیے ہے مجامعت کو مباشرت اس لیے کہا۔ کیونکہ۔ ونوں کے چمڑے آپس میں ملتے ہیں۔

تلاش کا مطلب:

وابتغوا ما کتب اللہ لکم اور تلاش کرو جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے۔ یعنی نمبر ۱۔ تلاش کرو جو اللہ تعالیٰ نے تمہاری قسمت میں مباشرت کے ساتھ اولاد لوح محفوظ میں لکھ دی ہے مطلب یہ ہوا کہ فقط قضائے

شہوت کی خاطر مت مباشرت کرو۔ بلکہ نکاح کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے جو توالد و تناسل کا سلسلہ بنایا ہے اس کو سامنے رکھو۔
نمبر ۲۔ اس مقام میں تلاش کرو۔ جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے مقرر کر دیا ہے اور اس کو حلال کر دیا ہے نہ وہ مقام جو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔

دھاگے کی مشابہت:

وکلوا واشربوا حتی یبین لکم الخیط الابيض من الخیط الاسود۔ خیط ابیض سفید دھاگے سے مراد افق میں پھیلنے والی سفیدی جو کھینچے ہوئے دھاگے کی طرح ہوتی ہے۔ سیاہ دھاگے سے مراد رات کی وہ سیاہی جو افق میں پھیلی ہوتی ہے۔ ان کے افق میں پھیلنے کی بناء پر سیاہ و سفید دھاگے سے تشبیہ دی۔ من الفجر۔ نمبر ۱۔ یہ خیط ابیض کا بیان ہے کہ فجر کی سفید دھاری مراد ہے نہ اور کچھ۔ خیط اسود کا بیان ترک کر دیا۔ کیونکہ متضاد میں ایک کا بیان خود دوسرے کا بیان ہے۔

نمبر ۲۔ من تبغیضہ ہے کیونکہ یہ فجر کا بعض اور خصوصاً پہلا بعض ہے۔
بلاغت: اس کو استعارہ قرار دے کر تشبیہ بلیغ بنایا گیا جیسا کہو۔ رأیت اسداً۔ مجاز ہے۔ اگر اس پر من فلان کا لفظ اضافہ کر دیا تو یہ تشبیہ بن گئی۔

حضرت عدی بن حاتم ۹ھ میں مسلمان ہوئے کہتے ہیں کہ میں نے سفید و سیاہ دھاگے لے کر ان کو اپنے تنکے کے نیچے رکھ دیا۔ میں نے ان کو نکال کر دیکھا۔ تو سیاہ و سفید میں امتیاز نہ ہو سکا۔ پس میں نے نبی اکرم ﷺ کو اطلاع دی تو آپ نے فرمایا انک لعریض القفا یعنی تو سلیم القلب ہے کیونکہ یہ محاورہ تو قلت عقل وفہم پر بولا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا اس سے تو دن کی سفیدی اور رات کی سیاہی مراد ہے۔

ثم اتموا الصیام الی الیل۔ پھر تم روزہ پورا کرو رات تک یعنی ان چیزوں سے رات تک رکو۔

مسئلہ عجیب:

نمبر ۱۔ اس میں دلیل ہے کہ صوم رمضان کی نیت دن میں کی جاسکتی ہے۔

نمبر ۲۔ فجر تک غسل کا مؤخر کرنا جائز ہے۔

نمبر ۳۔ وصال کے روزے کی نفی کی گئی۔

نمبر ۴۔ کھانے پینے سے بھی کنارہ لازم ہے۔

نمبر ۵۔ جنابت روزے کے منافی نہیں۔

آیت سے ماخوذ مسائل:

وانتم عاکفون فی المسجد۔ اور تم اعتکاف کرنے والے ہو۔ مساجد میں۔ یعنی ان میں حالت اعتکاف میں ہو۔
مَسْئَلَةٌ: اس سے واضح ہو گیا۔ کہ رمضان شریف کی راتوں میں جماع حلال ہے لیکن اس کی حلت غیر معتکف کے لئے ہے۔

وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ

اور آپس میں ایک دوسرے کے مال باطل ذریعہ سے مت کھاؤ۔ اور نہ لے جاؤ ان کو حاکموں کی طرف

لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۱۸۸﴾

تاکہ کھا جاؤ ایک حصہ لوگوں کے مالوں میں سے گناہ کے ساتھ حالانکہ تم جانتے ہو۔

وانتم یہ جملہ موضع حال میں ہے۔

مَسْئَلَةٌ: اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اعتکاف مسجد میں ہی ہو سکتا ہے کسی بھی مسجد میں ہو سکتا ہے کوئی مسجد مخصوص نہیں۔

تلك۔ اس سے ان احکام کی طرف اشارہ ہے جو ذکر ہو چکے۔ حدود اللہ۔ اللہ کی حدود سے مراد مقررہ احکام ہیں۔ فلا تقربوہا۔ ان کے قریب مت جاؤ یعنی ان کی مخالفت اور تبدیلی کے قریب بھی مت گزرو۔ كذلك یبین اللہ آیاتہ۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کھول کر اپنی آیات بیان کرتے ہیں۔ آیات سے مراد احکامات ہیں لعلہم یتقون۔ تاکہ وہ متقی بن جائیں۔ یعنی حرام سے بچیں۔

۱۸۸۔ وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ: (اور نہ کھاؤ آپس میں اپنے مال ناحق اور نہ ذریعہ بناؤ ان مالوں کو حاکموں تک رسائی تاکہ کھاؤ تم تھوڑا مال لوگوں کا گناہ کے ساتھ حالانکہ تم جانتے ہو) وَلَا تَأْكُلُوا۔ تم نہ کھاؤ اپنے اموال اپنے درمیان یعنی تم ایک دوسرے کا مال نہ کھاؤ۔ بِالْبَاطِلِ۔ ناحق کے ساتھ یعنی اس طریق سے جس کو اللہ تعالیٰ نے مباح نہیں کیا اور نہ مشروع قرار دیا ہے۔

ناحق فیصلے کی مذمت:

وتدلوا بها الى الحكام اور نہ حکام کے پاس لے جاؤ تاکہ تم لوگوں کے اموال میں سے کچھ کھاؤ یہ مجرم ہے نہی کے تحت داخل ہے۔ یعنی نہ ڈالو اموال کا معاملہ اور ان میں فیصلہ حکام کے پاس۔ لتاکلوا، تاکہ تم کھاؤ یعنی فیصلہ کے ذریعہ۔ فریقا، کچھ۔ من اموال الناس بالاثم، لوگوں کے اموال میں سے گناہوں کے ساتھ۔ اثم۔ سے مراد جھوٹی گواہی یا جھوٹی قسم یا صلح کے ساتھ یہ جانتے ہوئے کہ جس کے حق میں فیصلہ ہوا ہے وہ ظالم ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے دونوں فریق کو فرمایا۔ انما انا بشر وانتم تختصمون الی ولعل بعضکم الی بعض فاقضی له علی نحو ما اسمع منه فمن قضیت له بشی من حق اخیه فلا یاخذن منه شیئا فان ما اقضی له قطعة من نار۔ اے لوگو! میں تمہاری طرح انسان ہوں اور تم میرے پاس جھگڑے فیصلے کرانے کے لئے لاتے ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ بعض تم میں سے اپنی دلیل اور اظہار بیان میں دوسرے سے زیادہ زبان آور اور فصیح ہو پھر اسکے بیان پر میں اسکے موافق فیصلہ کر دوں تم کو چاہیے کہ جس کے لیے میں اسکے بھائی مسلمان کے حق میں سے کچھ دلاؤں۔ اس کو نہ لو کیونکہ یہ لیتے والے کے لئے میں نے گویا آگ کا ایک انگارہ دیدیا۔ (بخاری و مسلم)

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْاَهْلَةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ وَلَيْسَ

وہ آپ سے چاندوں کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ یہ اوقات مقررہ ہیں لوگوں کے لئے اور حج کے لئے اور نیکی

الْبِرِّ بَانَ تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ ظُهُورِهَا وَلَكِنَّ الْبِرَّ مِنَ اتَّقَى وَآتُوا

نہیں ہے کہ تم گھروں میں ان کے پچھواڑوں کی طرف سے آؤ لیکن نیکی یہ ہے کہ کوئی شخص تقویٰ اختیار کرے، اور آ جاؤ تم

الْبُيُوتَ مِنْ اَبْوَابِهَا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿۱۸۹﴾

گھروں میں ان کے دروازوں سے۔ اور اللہ سے ڈرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

پس اس فرمانے پر وہ دونوں رونے لگے اور ہر ایک نے کہا میرا حق میرے ساتھی کا ہے (احمد)

بعض نے وتدلوا بھا کا مطلب یہ کیا بعض کو نہ لے جاؤ برے مقام کے پاس رشوت کے طور پر۔ عرب کہتے ہیں ادلی دلوہ۔ اس نے اپنا ڈول کنوئیں میں ڈالا پانی نکالنے کے لئے۔ وانتم تعلمون حالانکہ تم جانتے ہو۔ کہ تم باطل پر ہو اور جانتے ہوئے گناہ کا ارتکاب قباحت میں برتر ہے اور اس کا مستحق تو بیخ کا زیادہ مستحق ہے۔

نشان نزول: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاند کیونکر دھاگے کی طرح باریک ظاہر ہو کر بڑھتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ بڑھ کر برابر ہو جاتا ہے۔ پھر کم ہوتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اسی حالت کی طرف لوٹ جاتا ہے۔ جس میں شروع میں تھا۔ آخر یہ سورج کی طرح ایک حالت میں کیوں نہیں رہتا۔ تو یہ آیت اتری۔

۱۸۹: يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْاَهْلَةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ ظُهُورِهَا وَلَكِنَّ الْبِرَّ مِنَ اتَّقَى وَآتُوا الْبُيُوتَ مِنْ اَبْوَابِهَا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ۔ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے لوگ پہلی رات کے چاند کا حال پوچھتے ہیں۔ فرما دیجئے کہ یہ وقت ہیں لوگوں کے (معاملات) کے لئے اور حج کے واسطے اور نیکی نہیں کہ تم گھروں میں ان کی پشت کی طرف سے آؤ بلکہ نیکی اس کی ہے جو پرہیزگاری کرے اور آؤ گھروں میں ان کے دروازوں کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ) يسئلونك عن الاهلة۔ اہلہ ہلال کی جمع ہے۔ ہلال کو ہلال کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنی آوازیں چاند دیکھتے وقت بلند کرتے تھے۔

چاند ذریعہ وقت ہے:

قل هي مواقيت للناس والحج۔ کہہ دیں وہ لوگوں اور حج کے لئے اوقات ہیں۔ یعنی نشان ہیں۔ جن سے لوگ اپنے کھیتوں، تجارت، قرضہ جات، روزے، افطار، عدت، نساء، ایام حیض، مدت حمل وغیرہ کے احکام کا وقت معلوم کرتے ہیں اور حج کے نشان ہیں۔ جن سے حج کے اوقات مقرر ہوتے ہیں۔

طریق انصار:

بعض انصار کا یہ طریقہ تھا کہ جب وہ احرام باندھ لیتے تو وہ کسی دروازے کی طرف سے احاطہ گھر اور نہ ہی کسی خیمہ میں داخل ہوتے۔ اگر وہ کچے مکانات والے ہوتے تو گھر کے پچھلی طرف سوراخ کر کے داخل ہوتے اور گھر سے نکلتے۔ اور اگر خیمے والا ہوتا تو خیمے کی پچھلی جانب سے نکلتا پس (اس رسم بد کے ازالہ کے لئے) یہ آیت نازل ہوئی۔ ولیس البرکۃ نیکی یہ نہیں کہ گھروں میں پچھلی جانب سے داخل ہو۔ یعنی نیکی نہیں دروازہ سے داخل ہونے میں بتکلف اپنے آپ کو تنگی میں ڈالنا۔

نحوی تحقیق:

البر کے رفع میں یہاں سب کا اتفاق ہے کیونکہ آیت اس جگہ دونوں احتمال رکھتی ہے جیسا کہ ہم نے واضح کیا تھا۔ پس رفع نصب اس جگہ درست ہے مگر اس آیت میں ایک ہی احتمال ہے اور وہ رفع ہے اس لئے کہ لیس کی خبر پر بآء ہی داخل ہوتی ہے ولکن البر لیکن نیکی تو اس شخص کی ہے جس نے تقویٰ اختیار کیا ان چیزوں سے جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا۔

اختلاف قراءت:

البیوت کو کسرہ اول کے ساتھ (ابن کثیر) ابن عامر کسائی نے پڑھا اسی طرح اس کے باب العیون۔ الشیوخ وغیرہ میں مگر مدنی۔ بصری حفص رحمہم اللہ نے البیوت کو ضمہ کے ساتھ اصل ہی پڑھا ہے۔ جیسے کعب کعوب۔ کسرہ کی وجہ یہ بتائی گئی کہ اس کے بعد بآء آرہی ہے مگر اس سے لازم آتا ہے کہ کسرہ سے ضمہ کی طرف ٹکنا لازم ہے۔ اس کے مطابق مطلب یہ ہوا۔ کہ جب جانداروں کے بارے میں انہوں نے سوال کیا اور اس کے نقصان کی حکمت دریافت کی۔ تو ان کو کہا گیا کہ تم بخوبی جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ جو کچھ کرتے ہیں وہ عین حکمت ہے پس یہ سوال ترک کر دو اور غور کرو۔ اس ایک خصلت کے متعلق کہ یہ نیکی میں سے کسی درجہ کی بھی نہیں۔ حالانکہ تم اس کو نیکی خیال کرتے ہو۔ ماقبل سے اس آیت کے تعلق کی یہ وجہ ہے۔ دوسرا قول: یہ بھی ممکن ہے کہ جن چیزوں کا ذکر ہوا یعنی موافقت حج ان کے لئے بطور استطراد (کلام کو اس انداز سے ذکر کرنا کہ دوسرا کلام خود لازم آجائے) لایا گیا ہو۔ چونکہ یہ ان کے من جملہ افعال حج میں سے تھا۔

تیسرا احتمال: ممکن ہے کہ یہ تمثیل ہو کیونکہ انہوں نے سوال الٹ کیا تو ان کو کہا گیا تمہاری مثال اس میں اس جیسی ہے جیسے کوئی گھر کا دروازہ چھوڑ کر گھر کی پشت سے داخل ہوا ب مطلب یہ ہوا یہ کوئی نیکی نہیں اور نہ تمہیں اس پر قائم رہنا مناسب ہے کہ الٹ سوال کرو۔ لیکن اصل نیکی تو اس کی ہے جو ان چیزوں سے بچا اور اس نے پرہیز کیا۔ اور اس قسم کی جسارت نہ کی۔

افعال الہی میں حکمت:

وَأَتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا۔ آؤ گھروں میں ان کے دروازوں سے یعنی معاملات کو اس طرح اختیار کرو۔ جیسے لازم ہوتے ہیں الٹ مت کرو۔ یا

دوسرا قول: مراد یہ ہے کہ یہ اعتقاد رکھنا لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام افعال میں حکمت ہے اور درست ہیں ان کے متعلق دل میں

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا ۝

اور اللہ کی راہ میں جنگ کرو ان لوگوں سے جو تم سے جنگ کرتے ہیں اور زیادتی مت کرو۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ۝ (۱۹۰) وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ

بے شک اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا، اور تم ان کو قتل کرو جہاں بھی پالو،

وَأَخْرِجُوهُمْ مِّنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُمْ وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۝

اور نکال دو ان کو جہاں سے انہوں نے تم کو نکالا، اور فتنہ قتل سے بھی زیادہ سخت ہے۔

وَلَا تَقْتُلُوهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتَّىٰ يُقْتَلُوا فِيهِ ۚ فَإِنْ

اور ان سے جنگ مت کرو مسجد حرام کے پاس جب تک کہ وہ تم سے اس میں خود نہ لڑیں۔ سو اگر

قَتَلُوكُمْ فَأَقْتُلُوهُمْ كَذَلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ ۝ (۱۹۱) فَإِنْ انْتَهَوْا

وہ تم سے جنگ کریں تو تم ان کو قتل کر دو۔ ایسی ہی جزا ہے کافروں کی۔ سو اگر وہ باز آ جائیں

فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ (۱۹۲) وَقْتُلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ

تو اللہ غفور رحیم ہے۔ اور ان سے یہاں تک جنگ کرو کہ فتنہ باقی نہ رہے

وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ فَإِنْ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ إِلَّا عَلَى الظَّالِمِينَ ۝ (۱۹۳)

اور ہو جائے دین اللہ ہی کے لئے۔ پس اگر وہ باز آ جائیں تو زیادتی نہیں ہے مگر ظالموں پر۔

کوئی شبہ نہیں لانا چاہیے اور نہ کوئی اعتراض کر کے شک کرنا مناسب ہے بلکہ سوال بھی نہ کرنا چاہیے کیونکہ سوال کے متعلق شک کا قرین ہونے کی وجہ سے اتہام والزام ہے جیسا سورہ انبیاء آیت نمبر ۲۲ میں فرمایا۔ لَا يَسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُونَ۔ اللہ تعالیٰ جو کچھ کرتے ہیں اس کا سوال نہیں کیا جاسکتا لوگوں سے پوچھا جائے گا۔ وَاتَّقُوا اللَّهَ اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ ان کے تمام احکام میں جن کا اس نے حکم دیا اور جن سے روکا، علیکم تفلحون۔ تاکہ تم کامیاب ہو کر سرمدی نعمتوں کو پالو۔

مفہوم آیت میں چار اقوال:

۱۹۰۔ وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا۔ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ: اور اللہ کی راہ میں جنگ کرو ان لوگوں سے جو تم سے جنگ کرتے ہیں اور زیادتی مت کرو بے شک اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ۔ اللہ کے راہ میں مقاتلہ کا مطلب اعلائے کلمۃ اللہ اور عظمت دین کے لئے جہاد کرنا ہے الذین یقاتلونکم۔ جو تم

سے لڑائی کرتے ہیں نہ ان سے جو کہ باز رہنے والے ہیں اس صورت میں یہ آیت سورۃ التوبہ آیت نمبر ۲۶ قاتلوالمشرکین کثافۃ سے منسوخ مانی جائے گی۔

دوسرا قول: یہ آیت سب سے پہلی آیت ہے جو قتال کے سلسلہ میں اتری۔ پس رسول اللہ ﷺ اس سے لڑتے جو آپ سے لڑتا اور اس سے ہاتھ روکتے جو لڑائی سے باز رہتا۔

تیسرا قول: جو تم سے لڑائی قائم کرنے والے ہیں یعنی نو جوان نہ وہ جو لڑائی کے قابل نہیں مثلاً بوڑھے بچے رہبان عورتیں۔ چوتھا قول: تمام کفار مراد ہیں کیونکہ وہ تمام ہی مسلمانوں سے لڑائی کا قصد کرنے والے ہیں اور قاصدین مقاتلین کے حکم میں ہیں۔

حد سے نہ بڑھنے کا مطلب:

ولا تعتدوا۔ حد سے نہ بڑھو۔ یعنی قتال میں ابتداء کر کے۔

دوسرا قول: حد سے نہ بڑھو ان سے لڑائی کر کے ان سے لڑائی منع کی گئی مثلاً بوڑھے عورتیں وغیرہ
تیسرا قول: مثلاً کہ حد سے نہ بڑھو بے شک اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔

تفسیر آیت ۱۹۱:

وَأَقْتُلُوهُمْ حَيْثُ تَقَفْتُمُوهُمْ: (اور ان کو قتل کرو جہاں تم ان کو پاؤ) الشف کسی چیز کو جلدی پالینا اور اس پر غلبہ حاصل کر لینا۔ یعنی جس جگہ ان کے قتل پر قادر ہو۔

وَأَخْرِجُوهُمْ مِّنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُم: (اور ان کو وہاں سے نکالو۔ جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا) یعنی مکہ سے وعدہ الہی:

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے فتح مکہ کا وعدہ فرمایا اور رسول اللہ ﷺ نے اسلام نہ لانے والوں کے ساتھ ایسا سلوک فرمایا۔

فتنہ سے مراد:

وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ۔ نمبر ۱۔ فتنہ سے مراد یہاں شرک ہے جو قتل سے عظیم تر ہے یہ قتل ایک وقت میں مسلمانوں کے لئے مباح کر دیئے۔

دوسرا قول: فتنہ سے عذاب آخرت مراد ہے۔

تیسرا قول: وہ مشقت و مصیبت جو انسان پر اترتی ہے اور قتل سے بڑھ کر اس سے سزا پاتا ہے۔

نکتہ: ایک عقل مند سے کسی نے پوچھا۔ ما اشد من الموت موت سے زیادہ سخت کوئی چیز ہے؟ اس نے جواب دیا وہ مصیبت جس میں موت کی تمنا کی جائے۔ تو گویا اخراج عن الوطن کو ان فتن سے قرار دیا جن میں ابتداء کے وقت موت کی تمنا کی جاتی ہے۔

وَلَا تَقْتُلُوهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتَّى يُقْتَلُوا فِيهِ: (ان سے مسجد حرام کے پاس مت لڑو) یعنی حرم میں ان کے ساتھ لڑائی کی ابتداء نہ کرو۔ (یہاں تک کہ وہ ابتداء کریں)۔ عند المسجد سے مراد سارا حرم ہے۔
فَإِنْ قَتَلْتُمْهُمْ فَاقْتُلُوهُمْ: (اگر وہ تم سے لڑیں تو تم ان سے لڑو) حرم میں۔ ہمارے نزدیک اشہر حرم میں بھی قتل نہ کریں گے۔ مگر جب کہ وہ ہمارے ساتھ قتل میں ابتداء کریں۔ پس اس وقت ہم ان کو قتل کریں گے۔ اگرچہ فاقتلوہم حیث ثقتموہم سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا قتل ہر جگہ مباح ہے لیکن آیت۔ لا تقاتلوہم عند المسجد الحرام سے حرم کی تخصیص ہوگئی۔ سوائے اس صورت کے جس میں وہ ابتداء کریں۔

(تفسیر شرح التاویلات میں اسی طرح مذکور ہے) كَذَلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ (کافروں کی سزا اسی طرح ہے) نحو۔ یہ مبتداء و خبر ہے۔

اختلاف قراءات:

حمزہ اور علی رحمہما اللہ نے اس طرح پڑھا۔ وَلَا تَقْتُلُوهُمْ حَتَّى يُقْتَلُوا كَمْ فَإِنْ قَتَلْتُمْ كَمْ

تفسیر آیت ۱۹۲:

فَإِنْ أَنْتَهَوْا: (اگر وہ باز آ جائیں) یعنی شرک سے اور قال سے
فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ: (بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے) ان تمام سرکشیوں کو جو پہلے کی جا چکیں۔
رَحِيمٌ: (مہربان ہے) ان کے ایمان و توبہ کو قبول فرمائے گا۔

۱۹۳۔ وَاقْتُلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ: (ان سے لڑو یہاں تک کہ فتنہ نہ رہے) یعنی شرک
نحوی تحقیق:

یہ کان تامہ ہے اور حتیٰ کئی کے معنی میں ہے یا الٰہی اَنْ کے معنی میں

وَيَكُونُ الدِّينُ لِلَّهِ: (اور دین ہو جائے خالص) اس طرح کہ شیطان کا اس میں کوئی حصہ نہ ہو۔ یعنی اس کے سوا کسی چیز کی عبادت نہ کی جائے۔

ظالم سے مراد:

فَإِنْ أَنْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ إِلَّا عَلَى الظَّالِمِينَ: (اگر وہ باز آ جائیں تو کسی پر زیادتی نہیں سوائے ظالموں کے) یعنی اگر وہ کفر سے باز آ جائیں تو ان سے مت لڑو۔ اس لئے کہ زیادتی صرف ظالمین پر ہی ہے اور یہ ایمان کی وجہ سے ظالم نہیں رہے)
دوسرا قول: ظالموں کے سوا کسی پر زیادتی نہ کرو۔ جو ظالم باز نہ آنے والے ہوں۔

بلاغت: آیت میں مشاکلہ ہے کہ جزائے ظلم کو ظلم کہہ دیا جس طرح سورۃ بقرہ آیت نمبر ۱۹۴ میں فمن اعتدى علیکم فاعتدوا علیہ میں بدلہ اعتداء کو اعتداء کہہ دیا گیا ہے۔

الشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمَتُ قِصَاصٌ ط فَمَنْ اَعْتَدَى

حرمت والا مہینہ حرمت والے مہینہ کے عوض، اور حرمتیں معاوضہ کی چیزیں ہیں، سو جو شخص تم پر کوئی زیادتی

عَلَيْكُمْ فَاَعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اَعْتَدَى عَلَيْكُمْ ص وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا

کرے تو اس پر اتنی ہی زیادتی کرو جتنی زیادتی اس نے تم پر کی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور یقین کرو

اَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ (۱۹۴)

کہ اللہ ڈرنے والوں کے ساتھ ہے۔

تفسیر آیت ۱۹۴:

الشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمَتُ قِصَاصٌ ط فَمَنْ اَعْتَدَى عَلَيْكُمْ فَاَعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اَعْتَدَى عَلَيْكُمْ ص وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا اَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ: حرمت والا مہینہ بدلہ میں حرمت والے مہینے کے اور حرمت والی چیزوں میں برابری ہے۔ جو زیادتی کرے تم پر تو تم اس پر زیادتی کرو اسی قدر جتنی اس نے زیادتی کی۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور یقین کرو اللہ تعالیٰ ڈرنے والوں کے ساتھ ہے۔

۶ھ۔ ذیقعدہ حدیبیہ والے سال مشرکین نے مسلمانوں سے شہر حرام ذوالقعدہ میں لڑائی کی۔ پس عمرۃ القضاء کے ذیقعدہ میں یہ بات کہی گئی۔ لڑائی کو ذیقعدہ کی بناء پر ناپسند کیا تو فرمایا۔ حرمت والا مہینہ بدلہ میں حرمت والے مہینے کے ہے اور اس کی بے حرمتی ان کی بے حرمتی کے بدلے میں ہے۔ یعنی تم اس کی حرمت سے بے پروائی ان کے بے حرمتی کے مقابلہ میں کر رہے ہو۔

وَالْحُرُمَتُ قِصَاصٌ ط حرمت کی اشیاء میں برابری جاری ہوتی ہے جو کسی چیز کی بے حرمتی کرے۔ تو اس حرمت کا اس سے قصاص لیا جائے گا۔ کہ اس کی بے حرمتی کی جائے گی۔ پس جب انہوں نے تمہارے مہینے کی حرمت کو توڑا ہے تو تم بھی ان سے اسی طرح کرو اور کوئی پرواہ نہ کرو۔ اور فَمَنْ اَعْتَدَى عَلَيْكُمْ فَاَعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اَعْتَدَى عَلَيْكُمْ ص۔ کہ جو حد سے گزرے۔ پس اس پر اتنی زیادتی کرو۔ جتنی اس نے تم پر کی۔ سے اس کی تائید کر دی۔ مَن شرطیہ ہے اور بآء زائدہ نہیں۔ تقدیر عبارت یہ ہے بعقوبہ مماثلہ یعنی ایسی سزا جو مماثل ہو اور ان کی عداوت کے پیش نظر تقویٰ اختیار کرو۔

یاباء زائدہ مان لیں۔ تو تقدیر عبارت یہ ہے۔ عدو انا مثل عداونہم۔ یعنی ایسی زیادتی جو ان کی زیادتی جیسی ہو۔ وَاتَّقُوا اللَّهَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ اس حالت میں کہ تم زیادتی کرنے والوں پر غلبہ پانے والے ہو۔ پس ان پر ایسی زیادتی نہ کرو۔ جو تمہارے لئے حلال نہ ہو۔

وَاعْلَمُوا اَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ۔ اور یقین کر لو بے شک اللہ متقین کے ساتھ ہیں۔ اپنی مدد کے ساتھ (معیت، نصرت و مدد ہی مراد ہے)

مع وَأَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ وَأَحْسِنُوا إِنَّ

اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔ اور نہ ڈالو اپنے ہاتھوں کو ہلاکت میں، اور خوبی کے ساتھ کام کیا کرو، بے شک

اللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ۱۹۵

اللہ تعالیٰ خوبی کے ساتھ کام کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

تفسیر آیت ۱۹۵:

وَأَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ وَأَحْسِنُوا: (اور تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو۔ اور اپنے ہاتھوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو اور نیکی کرو بے شک اللہ نیک لوگوں کو پسند کرتا ہے) وَأَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ اور خرچ کرو اللہ کی رضا مندی میں یہ انفاق جہاد اور دیگر میں عام ہے۔ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ اور تم اپنے نفسوں کو ہلاکت میں مت ڈالو۔ ایدیکم سے مراد نفس ہیں۔ باء زائدہ ہے۔ یا نہ قتل کرو اپنے نفسوں کو اپنے ہاتھوں جیسا عرب کہتے ہیں اهلك فلان نفسه بیدہ جب کہ وہ اپنے نفس کی ہلاکت کا سبب بنے۔ مطلب یہ ہوا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کو ترک کرنے کی ممانعت ہے۔

ترک انفاق ممنوع ہے:

کیونکہ یہ ہلاکت کا سبب ہے یا خرچہ میں فضول خرچی کرے یہاں تک کہ فقیر ہو جائے اور اپنے اہل کو ضائع کر دے۔ یا نفس کو خطرات میں مبتلا کرنا۔ یا غزوہ کے ترک سے ہلاکت میں نہ ڈالو۔ کیونکہ وہ دشمن کی تقویت کا باعث ہے۔ التہلکہ: ہلاک الہلک یہ ایک ہی ہیں۔ واحسنوا: اور نیکی کرو۔ یعنی اس کے بدلے کے متعلق اچھا گمان اللہ پر رکھو۔ ان اللہ يحب المحسنين۔ (بے شک اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کو پسند کرتے ہیں) جو محتاجوں کو دیتے ہیں۔

وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ ۖ فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ

اور پورا کرو حج اور عمرہ کو اللہ کے لئے پس اگر تم کو روک دیا جائے تو قربانی کا جانور جو میسر ہو ذبح کر دو،

وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحَلَّهُ ۖ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا أَوْ بِهِ

اور اپنے سروں کو اس وقت تک نہ مونڈو جب تک کہ قربانی کا جانور اپنی جگہ نہ پہنچ جائے۔ ہم جو شخص تم میں سے مریض ہو یا اس کے

أَذًى مِّنْ رَّأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ ۚ

سر میں تکلیف ہو تو فدیہ دیدے روزوں سے یا صدقے سے یا قربانی کے جانور سے۔

فَإِذَا أَمِنْتُمْ وَقَدْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ فَمَنْ

پھر جب تم امن کی حالت میں ہو سو جو شخص عمرہ کو حج کے ساتھ ملا کر تمتع ہو تو قربانی کا جانور جو میسر ہو ذبح کر دے، سو جو شخص

لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ ۖ تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ ۚ

نہ پائے تو تین دن کے روزے ہیں حج میں اور سات دن کے روزے ہیں جب کہ تم لوٹ آؤ۔ یہ پورے دس ہوئے۔

ذَٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ أَهْلُهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا

یہ اس کے لئے ہے جس کے گھر والے مسجد حرام میں حاضر نہ ہوں۔ اور اللہ سے ڈرو، اور جان لو

أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝

کہ بلاشبہ اللہ سخت عذاب والا ہے۔

۱۹۶۔ وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحَلَّهُ ۚ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِّنْ رَّأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ فَإِذَا أَمِنْتُمْ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ ۖ تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ ۚ ذَٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ أَهْلُهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ: (اور تم پورا کرو اللہ تعالیٰ کیلئے حج اور عمرہ کو پھر اگر تم روک لئے جاؤ۔ تو جو کچھ ہو سکے قربانی معین سے اور نہ منڈواؤ اپنے سر یہاں تک کہ ہدی اپنے ٹھکانہ پر پہنچ جائے پھر جو کوئی تم میں سے بیمار ہو یا اس کو تکلیف ہو سر کی تو اس پر بدلہ لازم ہے روزہ یا خیرات ہدی میں سے پس جب تم امن میں ہو جاؤ۔ تو جو شخص نفع اٹھائے عمرہ کا حج کے ساتھ ملانے کا تو جو کچھ میسر ہو ہدی میں سے۔ پس جو شخص ہدی نہ پائے پس وہ حج کے دنوں میں تین دن کے روزے رکھے اور سات جب تم لوٹو۔ یہ دس دن مکمل ہوئے یہ حکم اس کیلئے

ہے جس کے گھر والے مسجد حرام کے پاس موجود نہیں۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ اور یقین کرو بے شک اللہ سخت بدلہ لینے والے ہیں۔
وَاتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰہِ: اور پورا کرو حج و عمرہ اللہ تعالیٰ کے لئے یعنی ان کی ادائیگی ان کی شرائط کے ساتھ اور فرائض کے ساتھ
اللہ تعالیٰ کے لئے پوری کرو۔ بغیر کسی نقص اور سستی کے اور یہ بھی کہا گیا۔ تکمیل تو شروع کرنے کے بعد ہے اور یہ اس بات کی دلیل
ہے کہ جس نے ان دونوں کو شروع کیا۔ اس پر ان کی تکمیل لازم ہے اور یہی ہم کہتے ہیں کہ عمرہ شروع کرنے سے لازم ہو جاتا ہے
پس اس آیت میں لزوم عمرہ کے لئے امام شافعیؒ کے لئے کوئی موقع استدلال کا نہ رہا۔ کیونکہ یہاں تو تکمیل کا حکم ہے اور
واجب و نوافل دونوں کی تکمیل کا بھی حکم دیا جاتا ہے۔

تکمیل کا حکم:

یا ان کا اتمام یہ ہے کہ اپنے گھر سے ان کا احرام باندھے۔

یا ان دونوں کے لئے الگ الگ سفر کرے۔

یا ان دونوں میں حلال مال خرچ کرے۔

یا ان دونوں کی ادائیگی کے ساتھ تجارت نہ کی جائے۔

احصار کا مفہوم:

فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ: اگر تم روک دیئے جاؤ۔ عرب کہتے ہیں۔ احصر فلان۔ جبکہ اس کو کچھ خوف یا مرض یا عاجزی نے روک دیا۔
و احصر۔ جب دشمن جانے سے روک دے۔ ہمارے نزدیک احصار ہر رکاوٹ خواہ وہ دشمن یا بیماری یا ان کے علاوہ کسی بھی چیز
سے پیش آجائے ظاہر نص سے یہی معلوم ہوتا ہے۔

حدیث میں آیا ہے کہ من کسرا و عوج فقد حل کہ جس کی ہڈی ٹوٹ گئی یا لنگڑا ہو گیا اس کیلئے جائز ہے کہ وہ حلال ہو
اور اس پر آئندہ سال حج ہے۔ (ابوداؤد و ترمذی) امام شافعیؒ کے نزدیک احصار صرف دشمن سے ہے اور ظاہر نص دلالت کر رہی ہے
کہ احصار عمرہ کے دوران بھی واقع ہو سکتا ہے کیونکہ دونوں کے بعد ذکر کیا گیا ہے۔ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ (جو ہدی میسر ہو) عرب
کہتے ہیں یسر الامر و استیسر۔ اس کو میسر ہوا جیسا کہ صعب و استصعب بولتے ہیں۔ مجرد و مزید دونوں کا ایک ہی معنی ہے
الہدی ہدیہ کی جمع ہے یعنی اگر بیت اللہ کی طرف جانے سے تم روک دیئے جاؤ اس حالت میں کہ تم حج کا احرام باندھنے والے ہو یا عمرہ
کا پس تم برالزام ہے کہ جب تم ان سے حلال ہونے کا ارادہ کرو۔ تو جو ہدی میسر ہو خواہ اونٹ یا گائے یا بکری (وہ دیکر حلال ہو جاؤ)

مَنْحُوْرٌ: مایہ مبتدا ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے تقدیر عبارت فعلیکم ما استیسر ہے یا منصوب ہے تقدیر عبارت فاھدوا ما استیسر۔

مقام ذبح کونسا ہے؟

وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتّٰی یَبْلُغَ الْهَدٰی مَحِلَّہٗ (اور تم سر نہ منڈواؤ یہاں تک کہ ہدی اپنے حلال ہونے کی جگہ کو پہنچ جائے)
اس میں ان لوگوں کو خطاب کیا جن کو روک لیا گیا ہو۔ یعنی سر منڈا کر حلال نہ ہو یہاں تک کہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ وہ ہدی جو تم
نے حرم روانہ کی ہے وہ اپنے مقام ذبح پر پہنچ چکی ہے وہ مقام جہاں اس کا نحر کرنا ضروری ہے اور وہ حرم ہے۔

مَسْئَلَةٌ: یہ آیت ہماری دلیل ہے کہ دم احصار حرم میں ہی ذبح ہوگا۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک غیر حرم میں بھی اس کا ذبح کرنا درست ہے۔
 فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا: (پس جو تم میں سے بیمار ہو) جس شخص کو تم میں سے ایسی بیماری ہو جس سے حلق کی ضرورت پڑ جائے۔
 أَوْ بِهِ أَذًى مِّن رَّأْسِهِ: اس کو سر کی تکلیف ہو۔ یعنی جو میں پڑ جائیں۔ یا زخم ہو جائے۔
 فَقَدِيَّةٌ: (توفد یہ ہے) یعنی اس کے ذمہ قدیہ ہے اگر وہ سر منڈوا دے۔
 مِّن صِيَامٍ: (روزوں سے) یعنی تین دن کے روزے۔ أَوْ صَدَقَةٍ: (یا صدقہ) یعنی چھ مسکین پر صدقہ جبکہ ہر مسکین کو نصف صاع گندم کا دیا جائے۔
 أَوْ نُسْكَۃً: (یا قربانی) یعنی بکری نسک مصدر ہے یا جمع نسکۃ ہے۔
 فَإِذَا أَمِنْتُمْ: (جب تم امن میں ہو جاؤ۔ یعنی احصار سے یعنی احصار نہ ہو اور تم حالت امن و سلامتی میں ہو۔
 نَفْعُ اِثْنَانَا کیا ہے؟

فَمَنْ تَمَتَّعَ: فائدہ اٹھایا جس نے بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ: (عمرہ کو حج سے ملانے کا) اس کا نفع اٹھانا عمرہ کے ساتھ وقت حج میں یہ ہے کہ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے قرب کا فائدہ حاصل کر لیا۔ حج کے تقرب سے پہلے اور یہ بھی کہا گیا کہ نفع اٹھانا یہ ہے کہ جب وہ عمرہ سے حلال ہو گیا تو اس نے نفع اٹھایا یا اس چیز کو اپنے لئے مباح کر کے جو اس پر احرام حج کی تکمیل تک حرام تھی۔ اب حج کے احرام باندھنے تک حلال رہے گی۔
 فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ: (پس جو ہدی میسر ہو) یہ ہدی متعہ ہے یہ دم نسک یعنی شکرانہ ہے اس لئے اس کا گوشت کھایا جائے گا اور یوم نحر کو ذبح کریں گے۔

ہدی کے بدلے دس روزے:

فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ: (پس جو شخص نہ پائے) یعنی ہدی۔ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ: پس وہ تین دن کے روزے رکھے حج میں یعنی اس کے ذمہ تین دن کے روزے ہیں۔ حج کے ایام میں اور وہ اس کے مہینے ہیں جو دونوں احراموں کے درمیان ہونگے احرام عمرہ اور احرام حج۔ وَسَبْعَةٌ إِذَا رَجَعْتُمْ^ط (اور سات جب تم لوٹو) یعنی جب تم سفر کر لو اور افعال حج سے فارغ ہو جاؤ۔ (خواہ مکہ میں ہو یا گھر پہنچ کر) تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ^ط۔ (یہ دس پورے ہوئے) یعنی یہ دس روزے ہدی کے بدلے میں پورے ہیں۔ یا ثواب میں پورے ہیں۔ یا وادیہاں اس ابہام کو دور کرنے کے لئے لائے کہ وادیہاں اباحت کے لئے نہ سمجھ لیا جائے جیسا کہ اس مثال میں ہے جالس الحسن وابن سیرین۔ اب اس مثال میں دونوں کے پاس بیٹھنا یا ایک کے پاس بیٹھنے میں وہ تکمیل حکم کرنے والا ہوگا۔

ذَلِكَ: سے تمتع کی طرف اشارہ کیا اس لئے کہ مسجد حرام کے پاس رہنے والوں کے لئے تمتع و قرآن ہمارے نزدیک جائز نہیں۔ عند الشافعی رحمہ اللہ۔ یہ اشارہ اس حکم کی طرف ہے جو وجوب ہدی صیام ہے حالانکہ ان پر کوئی چیز واجب نہیں۔
 لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ أَهْلُهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ^ط۔ (یہ اس کے لئے ہے جس کے گھر والے مسجد حرام کے پاس موجود نہ ہوں) وہ

الْحَجُّ أَشْهُرٌ مَّعْلُومَاتٌ ۖ فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ ۚ

حج کا وقت چند مہینے ہیں جو معلوم ہیں، سو جس شخص نے ان میں حج کیا اپنے ذمہ لازم کر لیا تو نہ کوئی فحش بات ہے نہ فسوق ہے

وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ۚ وَمَا تَفَعَّلُوا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمُهُ اللَّهُ ۚ

نہ کسی قسم کا جھڑا ہے۔ اور جو بھی کوئی نیک کام کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے

وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَىٰ وَاتَّقُونِ يَا أُولِيَ الْأَلْبَابِ ﴿۱۹۷﴾

اور زاد اور ساتھ لے لیا کرو چونکہ بہتر زاد اور ادب چارہنا ہے اور اے عقل والو! مجھ سے ڈرتے رہو۔

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّن رَّبِّكُمْ ۚ فَإِذَا أَفَضْتُمْ

تم پر اس میں کوئی گناہ نہیں کہ معاش تلاش کرو جو تمہارے رب کی طرف سے ہے۔ پھر جب

مِّنْ عَرَفَاتٍ فَأَذْكُرُوا اللَّهَ عِندَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَاذْكُرُوهُ

تم عرفات سے واپس ہو تو اللہ کو یاد کرو مشعر حرام کے نزدیک۔ اور اس کو یاد کرو۔

كَمَا هَدَيْتُكُمْ وَإِنْ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلِهِ لَمِنَ الضَّالِّينَ ﴿۱۹۸﴾

جیسا کہ اس نے تمہیں ہدایت دی ہے۔ اور حقیقت میں بات یہ ہے کہ تم اس سے پہلے گمراہ ناواقف تھے۔

ثُمَّ أَفِضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ

پھر تم اسی جگہ سے واپس آؤ جہاں سے دوسرے لوگ واپس آئیں، اور اللہ سے مغفرت طلب کرو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ

غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۱۹۹﴾

غفور ہے اور رحیم ہے۔

اہل مواقیت پھر وہ جو ان کے علاوہ ہیں مکہ تک۔ وَاتَّقُوا اللَّهَ (اور تم اللہ سے ڈرو) ان احکام میں جن کا اس نے تمہیں حکم دیا اور جن سے حج وغیرہ کے سلسلہ میں روک دیا۔ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ (اور یقین کر لو کہ بے شک اللہ تعالیٰ سخت بدلہ لینے والے ہیں ان سے جو اس سے نہ ڈرے)

آیت - ۱۹۷: الْحَجُّ أَشْهُرٌ مَّعْلُومَاتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ وَمَا تَفَعَّلُوا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمُهُ اللَّهُ وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَىٰ وَاتَّقُونِ يَا أُولِيَ الْأَلْبَابِ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ

تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّن رَّبِّكُمْ فَإِذَا أَقْضَيْتُمْ مِّنْ عَرَفَتٍ فَأَذْكُرُوا اللَّهَ عِندَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدَاكُمْ وَإِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهِ لَمِنَ الضَّالِّينَ۔ ثُمَّ أَفِيضُوا مِمَّنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ: (جج کے مہینے مقرر ہیں پس جو شخص لازم کرے اپنے اوپر حج کو نہ وہ عورت کے پاس جائے اور نہ کوئی گناہ کا کام کرے اور نہ وہ جھگڑا کرے حج میں اور جو کچھ تم نیکی کرو گے اللہ تعالیٰ اس کو جانتے ہیں اور زوارہ لے لو پس بے شک بہترین زوارہ تقویٰ ہے اور مجھ سے ڈرو۔ اے عقل والو! تم پر کچھ گناہ نہیں کہ تم تلاش کرو فضل (یعنی) رزق اپنے پروردگار کا۔ پس جب تم عرفات سے لوٹو پس اللہ تعالیٰ کو یاد کرو مشعر حرام کے پاس اور اس کو یاد کرو جیسا اس نے تمہیں بتایا اور بے شک تم تھے اس سے پہلے گمراہوں میں پھر تم لوٹو جہاں سے دوسرے لوگ لوٹیں۔ اور اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے) (پس)

الْحَجَّةُ: سے مراد وقت حج ہے جیسے کہتے ہیں: البرد شہران۔ سردی کا وقت دو مہینے۔ أَشْهُرٌ مَّعْلُومَاتٌ معلومات سے مراد لوگوں کے ہاں معروف اور جانے پہچانے۔ جن کا لوگوں کو پہچانا مشکل نہیں وہ شوال، ذوالقعدہ اور دس دن ذوالحجہ کے ہیں۔

فائدہ توقیت:

ان مہینوں کو حج کے لئے مقرر کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ کوئی فعل حج ان مہینوں کے علاوہ ادا نہیں ہو سکتا۔ حتیٰ کہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک تو احرام بھی منعقد نہیں ہو سکتا۔ ہمارے نزدیک اگر پہلے باندھ لیا۔ کرا بیت کے ساتھ منعقد ہو جائے گا۔ الاشہر۔ جمع لائے کیونکہ دو ماہ مکمل اور تیسرے کا کچھ حصہ ہے یا یہ اسم جمع ہے اور اسم جمع واحد کے بعد سب کو شامل ہوتا ہے اس کی دلیل سورۃ التحریم آیت نمبر ۴ فقد صغت قلوبکمما ہے۔

کہ قلوب جمع لائے دو کے لئے۔ فَمِنْ فَرَضٍ جس نے فرض کیا۔ یعنی احرام سے اپنے اوپر لازم کر لیا۔ فِیْهِنَّ الْحَجَّةُ۔ ان مہینوں میں حج کو۔ فَلَا رَفَثَ۔ وہ نہ جماع کرے۔ رفث جماع کو کہتے ہیں یا تذکرہ جماع عند النساء یا فحش کلام۔

فسوق کی وضاحت:

وَلَا فُسُوقٌ۔ نہ گناہ کرے۔ فسوق سے مراد گناہ یا گالم گلوچ ہے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سباب المؤمن فسوق (بخاری) مؤمن کو گالم گلوچ کرنا فسق ہے یا برے القاب سے یاد کرنا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا سورۃ الحجرات۔ آیت نمبر ۱۱۔ بنس الاسم الفسوق کہ فسق والا نام بہت برا ہے۔

وَلَا جِدَالَ فِی الْحَجَّةِ اور نہ جھگڑا کرے حج میں۔ یعنی نہ جھگڑے رفقاء کے ساتھ اور نہ خدام اور جانور ہنکانے والوں کے ساتھ۔

ایک سوال کا جواب:

سوال: حج میں ان سے اجتناب کا حکم دیا حالانکہ ان سے ہر حال میں بچنا واجب ہے۔

جواب: حج کے ساتھ تو یہ اور زیادہ عیب والے اور برے ہیں۔ جیسا کہ نماز میں ریشم پہننا قرآن مجید کی قراءت نفی سے مراد یہاں ان کے انتفاء کا لازم ہونا ہے کہ وہ بالکل نہ پائے جائیں۔

اختلاف قراءت:

ابو عمرو اور مکی نے پہلے دو فلا رفت ولا فسوق پڑھا اور دونوں کو نہی پر محمول کیا۔ گویا یوں کہا فلا یكونن رفت ولا فسوق۔ کہ ہرگز جماع و فسوق نہ کرو۔ اور تیسرے ولا جدال کو نصب سے پڑھا۔ خبر کے معنی میں۔ جدال کی نفی کی گویا اس طرح کہا لا شک ولا خلاف فی الحج۔ یعنی اس میں شک اور نزاع نہیں کہ حج ذوالحجہ میں قرار پکڑ گیا۔ (جیسا رسول اللہ ﷺ نے کیا ہے) (اس میں اختلاف مت کرو) برائیوں سے روک کر پھر خیر پر ابھارا کہ وہ برائی کی جگہ اچھا کام کریں۔ اور برے اعمال کی جگہ بر و تقویٰ اختیار کریں اور جدال کی جگہ موافقت اور اخلاق جمیلہ کا مظاہرہ کریں۔ چنانچہ فرمایا: وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ يَعْلَمْهُ اللَّهُ اور جو بھی تم بھلائی کا کام کرو اللہ تعالیٰ اس کو جانتے ہیں اور تم یقین کر لو کہ اللہ تعالیٰ ان افعال کو جاننے والے ہیں۔ وہ ان پر بدلہ عنایت فرمائیں گے۔

مَسْئَلَةٌ: اس آیت میں ان لوگوں کی تردید ہے جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں اس بات کے قائل ہیں کہ اس کو جزئیات کا (نعوذ باللہ) علم نہیں۔

شان نزول: اہل یمن جب حج و عمرہ کے لئے جاتے تو زاد سفر ساتھ نہ لیتے۔ بلکہ کہتے ہم تو متوکل ہیں۔ پس وہ لوگوں پر بوجھ بنتے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ وَتَزَوَّدُوا۔ تم زادِ راہ لے لیا کرو۔ لوگوں سے کھانا مانگنے اور تنگ کرنے سے بچو۔ اور ان پر بوجھ نہ بنو۔

بہترین زادِ راہ:

فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَىٰ۔ پس بہترین زادِ راہ تقویٰ ہے۔ یعنی لوگوں کو تنگ کرنے اور ان پر بوجھ بننے سے بچنا۔ دوسرا قول: آخرت کے لئے زادِ راہ لو اپنے آپ کو محظورات احرام و حج سے بچاؤ اس لئے کہ بہترین آخرت کا زادِ ممنوعات سے بچنا ہے۔ وَاتَّقُوا اور میری سزا سے بچو۔ یہ دعان کی طرح ہے۔

قراءت: ابو عمرو نے وصل کی حالت میں یاء کے ساتھ پڑھا ہے اور بقیہ تمام قراء نے وصل و وقف میں حذف یاء سے پڑھا ہے۔ يَأُولَى الْأَلْبَابِ۔ (اے عقل والو) یعنی تقاضہ عقل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرے اور جو شخص عقل والا ہو کر اس سے نہیں ڈرتا وہ گویا عقل سے خالی ہے۔

شان نزول: ان لوگوں کے متعلق اتری۔ جن کا خیال یہ تھا کہ اونٹ والے اور تاجر پر حج نہیں۔ اور وہ کہا کرتے: هُوَ لَاءَ الدَّاجِ وَلَيْسَ وَا لِحَاجِ۔ کہ یہ معاون ہیں حاجی نہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔

حج میں تجارت ممنوع نہیں:

۱۹۸: لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّن رَّبِّكُمْ (کہ تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم تلاش کرو فضل اپنے رب کا) یعنی حج کے ایام میں روزی جو فضل و عطیہ خداوندی ہے اس کی تلاش میں کوئی حرج نہیں۔ فضل سے مراد نفع یا تجارت ہے۔

فَاِذَا اَفْضُتُمْ مِّنْ عَرَفَاتٍ: (جب تم عرفات سے لوٹو۔) یہ افاضۃ الماء سے ہے۔

پانی کا زور سے بہنا۔ اور اصل اس طرح ہے افضتم انفسکم۔ مفعول کو ترک کر دیا گیا یعنی جب تم کثرت سے چلاؤ۔ اپنے آپ کو اور لوٹو۔

عرفات جمع ہے:

عرفات۔ یہ موقف حج کا نام ہے یہ نام جمع ہی ہے۔ جیسے اذرعات۔ اور یہ منصرف ہے۔ کیونکہ اس میں تاء تانیث کی نہیں۔ بلکہ الف کے ساتھ یہ جمع مؤنث کی علامت ہے (واحد اس کا عرفۃ ہے)

وجہ تسمیہ: اس کا نام عرفات اس لئے رکھا گیا کہ ابراہیم علیہ السلام کو اس کی نشان دہی کی گئی تو انہوں نے اس جگہ کو جو نبی دیکھا پہلی نظر میں پہچان لیا۔

دوسرا قول: اس میں آدم علیہ السلام و حوا علیہما السلام کی ملاقات ہوئی تو انہوں نے ایک دوسرے کو پہچان لیا۔

دلیل فرضیت عرفات:

مَسْئَلَةٌ: اس میں دلیل ہے کہ وقوف عرفات فرض ہے کیونکہ افاضۃ ٹھہرنے کے بعد ہوتا ہے۔

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ: (پس تم اللہ تعالیٰ کو یاد کرو) یعنی تلبیہ اور لا الہ الا اللہ اور حمد و ثناء اور دعا کے ساتھ۔ یا نماز مغرب و عشاء پڑھ کر۔

مشعر حرام کو جمع کہنے کی وجہ:

عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ: (مشعر حرام کے پاس) اور یہ قرح ہے یعنی وہ پہاڑ ہے جس پر امام وقوف کرتا ہے اور اس پر میقدہ بطور علامت ہے۔ المشعر۔ علامت اور نشان کیونکہ وہ عبادت کے مقامات میں سے ہے۔ الحرام۔ اس کو حرام حرمت (بمعنی روکنا) حرم میں جو چیزیں ممنوع ہیں وہ اس میں بھی ممنوع ہیں۔ یا عظمت کی وجہ سے کہہ دیا۔ یا مشعر حرام مزدلفہ ہے اس کو مزدلفہ اور جمع کہنے کی وجہ یہ ہے کہ آدم علیہ السلام و حوا علیہما السلام کے ساتھ یہاں جمع ہوئے اور ان کے قریب ہوئے۔ یا یہاں دو نمازیں جمع کی جاتی ہیں یا یہاں وقوف کر کے لوگ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتے ہیں۔

وَ اذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰكُمْ: (اور اس کو یاد کرو جیسا اس نے تمہاری راہنمائی کی) مَّا مصدر یہ ہے یا کافہ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو اچھی طرح یاد کرو۔ جیسا اس نے تمہیں سکھایا۔ کہ کیسے تم نے اس کو یاد کرنا ہے اور اس سے عدول نہ کرو۔

وَ اِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ: (اگرچہ تم اس ہدایت سے پہلے)

ان مخففہ:

لِّمَنِ الضَّالِّیْنَ: (البتہ جاہلوں میں سے تھے) اور تم نہیں جانتے تھے کہ کس طرح اللہ کی عبادت اور اس کا ذکر کرنا ہے۔ ان یہ مخففہ من المثقلہ ہے۔ اور لام اس کے بعد فارقہ ہے۔

فَإِذَا قُضِيَتْ مَنَاسِكُكُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا ۚ

سو جب تم پورا کر لو اپنے حج کے کاموں کو سو اللہ کو یاد کرو، جیسے تم اپنے باپ دادوں کا ذکر کرتے رہے ہو، بلکہ اس سے بھی زیادہ بڑھ کر ذکر کرو،

فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ

سو بعض لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم کو دنیا میں دے دیجئے، اور ایسے لوگوں کے لئے آخرت میں

خَلَاقٍ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً

کوئی حصہ نہیں، اور بعض لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم کو دنیا میں بہتری عطا فرمائیے، اور آخرت میں بہتری عنایت کیجئے

وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۚ ۞ أُولَٰئِكَ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّمَّا كَسَبُوا ۚ وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۚ

اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچائیے۔ یہ لوگ ایسے ہیں کہ ان کے لئے بڑا حصہ ہے ان کے اعمال کی وجہ سے اور اللہ جلدی حساب لینے والا ہے

تَفْسِيرُ آيَةِ ۱۹۹:

ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ : (پھر تم لوٹو جہاں سے ہو کر لوٹیں لوگ) صرف مزدلفہ سے ہی مت لوٹو۔ کہا گیا کہ یہ قریش کو عرفات سے ہو کر مزدلفہ آنے کا حکم دیا۔ کیونکہ وہ مزدلفہ میں ٹھہرتے جبکہ بقیہ تمام لوگ عرفات میں جاتے۔ اور کہتے ہم تو حرم کے باشندے ہیں۔ ہم حرم سے نہ نکلیں گے۔

افاضہ کا معنی:

دوسرا قول: افاضہ عرفات تو مذکور ہے یہاں سے مراد مزدلفہ سے منیٰ کو لوٹنا ہے۔ اس صورت میں الناس سے مراد قریش ہوں گے۔ اور خطاب عام افيضوا کا مؤمنین کو ہوگا۔

حمس: یہ قریش کا لقب تھا۔ کیونکہ وہ اپنے دین میں مضبوط اور تشدد تھے۔

معافی مانگو:

وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ ۖ (اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو) جو تم نے موقف میں آج تک مخالفت کی۔ اسی طرح جاہلیت کے دیگر اعمال۔ یا اعمال حج میں اپنی کوتاہی پر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو اور استغفار کرو۔

إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (بے شک اللہ غفور رحیم ہیں) تم پر

تَفْسِيرُ آيَةِ ۲۰۰:

فَإِذَا قُضِيَتْ مَنَاسِكُكُمْ (جب تم اپنے افعال حج پورے کر چکو) جن کا تمہیں حکم دیا گیا حج میں اور وہاں سے کوچ کرو۔

فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ (تو اللہ تعالیٰ کو یاد کرو جس طرح تم اپنے آباء کو یاد کرتے تھے) یعنی کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔ اور اس میں مبالغہ کرو۔ جس طرح اپنے آباء کے تذکرہ میں مبالغہ کرتے تھے اور ان کے مفاخر اور ان کے واقعات زندگی بیان کرتے تھے۔

طریقہ جاہلیت:

جب وہ حج کے افعال ادا کر لیتے تو مسجد منیٰ اور پہاڑ کے درمیان ٹھہرتے اور اپنے آباء کے فضائل و محاسن اور ان کے کارنامے بیان کرتے۔

طریقہ جاہلیت:

أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا: (بلکہ اس سے بھی بڑھ کر)

خَفِيفٌ: یہ کد کد کم پر عطف کی وجہ سے موضع جر میں ہے جیسا کہتے ہیں۔ کد کد قریش آباء ہم۔ یا قوم اشد منہم ذکر۔ اس صورت میں ذکر آتمیز ہے۔ یعنی ایسی قوم کی طرح یاد کرو۔ جو ان سے زیادہ یاد کرنے والی ہو۔ فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ۔ (پس بعض لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں ان لوگوں میں سے) جو حج میں حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ سے دنیا کی لذات مانگتے ہیں اور اس طرح کہتے ہیں۔

دُنیا کے طالب:

رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً (اے ہمارے رب ہمارا عطیہ دنیا کے ساتھ خاص کر دے۔ ایسے لوگوں کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں) یعنی مالدار کی مرتبہ وغیرہ کیونکہ ان کا مقصد دنیا کے گرد ہے اس لئے کہ وہ آخرت کے انکاری ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ اے حجاج تم اللہ تعالیٰ کا خوب ذکر کرو اور اس سے دعا کرو۔ کیونکہ لوگ کوتاہی کرنے والے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی یاد سے سوائے اغراض دنیا کے اور کچھ نہیں چاہتے۔ اور کچھ لوگ کثرت والے ہیں جو ان دونوں جہاں کی خیر مانگتے ہیں۔ پس تم ان کثرت والوں میں سے بنو جن کے بارے میں جو کہا گیا وہ آگے آتا ہے۔

۲۰۱۔ وَمِنْهُمْ: (اور ان لوگوں میں سے) جو حج میں حاضر ہوتے ہیں بعض ایسے ہیں جو مَنْ يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً (کہتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھلائی عنایت فرما) حَسَنَةً سے مراد نعمت اور عافیت یا علم و عبادت۔

آخرت کی بھلائی:

وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً: (اور آخرت میں بھلائی) یعنی معافی و مغفرت یا مال اور جنت یا تعریف خلق اور رضائے حق یا ایمان و امان یا خلاص و خلاص جہنم یا سنت و جنت یا قناعت و شفاعت یا نیک عورت اور حور العین یا سعادت والی زندگی اور بشارت والی بعثت۔

نار سے مراد:

وَقَفْنَا عَذَابَ النَّارِ: (اور تو ہمیں عذاب سے بچا) تو جہنم کے عذاب سے ہماری حفاظت فرما۔ یا عذاب نار سے یا بری عورت سے

وَاذْكُرُوا اللَّهَ فِي أَيَّامٍ مَّعْدُودَاتٍ ۖ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلَا

اور اللہ کا ذکر کرو چند دنوں میں پھر جو شخص دو دن میں قبیل کرے اس پر

إِثْمَ عَلَيْهِ ۚ وَمَنْ تَأَخَّرَ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ ۚ لِمَنِ اتَّقَىٰ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ

کچھ گناہ نہیں، اور جو شخص تاخیر کرے اس پر کچھ گناہ نہیں اس شخص کے واسطے جو تقویٰ اختیار کرے۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو

وَأَعْلَمُوا أَنَّكُمْ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿۲۰﴾

اور خوب یقین رکھو کہ تم سب کو خدا ہی کے پاس جمع ہونا ہے۔

۲۰۲۔ اُولَٰئِكَ: (یہ) یعنی دنیا و آخرت کی دعا کرنے والے۔

لَهُمْ نَصِيبٌ مِّمَّا كَسَبُوا: (ان کو ان کی کمائی کا حصہ ملے گا) یعنی اس جنس میں سے حصہ ملے گا۔ جو اعمال حسنا انہوں نے کمائے اور وہ ثواب ہے جو کہ عمدہ منافع ہیں۔ یا من اجل یہ ہے اس وجہ سے کہ انہوں نے کمائی کی۔

دُعا کمائی ہے:

سوال: دعا کو کسب کیوں کہا؟

جواب: کیونکہ دعا اعمال میں سے ہے اور اعمال کی تعریف کسب سے کی جاتی ہے یا ممکن یہ ہے کہ اولئک سے فریقین مراد لیں۔ کہ ہر فریق کو اس جنس سے حصہ ملے گا جو اس نے کمائی۔

سرعت حساب:

وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ: (اللہ جلد حساب لینے والے ہیں) قریب ہے کہ قیامت قائم فرمادیں اور بندوں کا حساب لیں۔ پس کثرت ذکر میں جلدی کرلو۔ اور طلب آخرت میں تیزی کرو۔ یا اللہ تعالیٰ نے سرعت حساب کی صفت اپنے لئے بیان فرمائی کہ مخلوق اور اس کے اعمال کتنے زیادہ ہیں مگر وہ ان کا جلد حساب لے لے گا۔ تاکہ کمال قدرت کی دلیل بن جائے۔ اور ایسی کامل قدرت والے سے ڈرنا چاہیے۔ روایات میں آتا ہے کہ وہ تمام مخلوق کا حساب اتنی دیر میں لے لے گا جتنی دیر میں بکری کا دودھ دوہتے ہیں اور دوسری روایت میں ہے کہ ایک پل بھر میں مخلوق کا حساب لے لیں گے۔

تفسیر آیت ۲۰۳:

وَاذْكُرُوا اللَّهَ فِي أَيَّامٍ مَّعْدُودَاتٍ ۖ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ لِمَنِ اتَّقَىٰ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ وَأَعْلَمُوا أَنَّكُمْ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ: (اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرو گنتی کے دنوں میں پھر جو جلدی چلا گیا۔ تو اس پر کچھ گناہ نہیں اور جو ٹھہرا رہا اس پر بھی کچھ گناہ نہیں یہ ان کے لئے ہے جو پرہیزگاری اختیار کرے اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ اور یقین کر لو کہ تم اس کے ہاں جمع کیے جاؤ گے) وَاذْكُرُوا اللَّهَ فِي أَيَّامٍ مَّعْدُودَاتٍ۔ گنتی کے دنوں سے مراد ایام تشریق ہیں۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُعْجِبُكَ قَوْلُهُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيُشْهَدُ اللَّهُ عَلَىٰ

لوگوں میں ایسا شخص بھی ہے جس کی گفتگو آپ کو دنیاوی زندگی میں پسند آتی ہے اور وہ اللہ کو گواہ بناتا ہے اس بات پر جو

مَا فِي قَلْبِهِ ۚ وَهُوَ أَلَدُّ الْخِصَامِ ۝ وَإِذَا تَوَلَّىٰ سَعَىٰ فِي الْأَرْضِ

اس کے دل میں ہے۔ حالانکہ وہ سخت ترین جھگڑالو ہے۔ اور جب وہ پیچھے پھیر کر چل دیتا ہے تو زمین میں دوز و صوبہ کرتا ہے

لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ۚ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفُسَادَ ۝

تاکہ اس میں فساد کرے اور کھیتی کو اور نسل کو برباد کرے اور اللہ فساد کو پسند نہیں فرماتا

وَإِذَا قِيلَ لَهُ اتَّقِ اللَّهَ أَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْإِثْمِ فَحَسْبُهُ جَهَنَّمُ ۚ

اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ تو اللہ سے ڈر تو اس کا غرور نفس اس کو ٹنڈا پر آمادہ کر دیتا ہے۔ سو اس کے لئے جہنم کافی ہے

وَلِبِئْسَ الْمِهَادُ ۝

اور بلاشبہ وہ برا بچھونا ہے۔

مراد ذکر:

اور وَاذْكُرُوا اللَّهَ سے مراد نماز کے بعد کہی جانے والی تکبیرات اور رمی جہار کے وقت کی تکبیر ہے۔

فَمَنْ تَعَجَّلَ۔ جو جلدی کرے کوچ میں۔ یا کوچ میں سبقت کر جائے عجیل اور استعجل یہ دونوں ایک دوسرے کے مطاوع بن کر عجل کے معنی میں آتے ہیں۔ اور یہ متعدی بھی آتے ہیں۔ مگر مطاوعت زیادہ مناسب ہے کہ اس نے اسکو جلدی کا حکم دیا اس نے جلدی کر لی۔ فِی یَوْمَئِیْنِ۔ دو دنوں میں یعنی ان تین دنوں میں دو دن گیارہ بارہ کی رمی پر اکتفاء کیا اور تیسرے دن کے لئے نہ رکا۔

نفی گناہ کی وجہ:

فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ۔ اس پر گناہ نہیں۔ یعنی اس ایک دن کی رمی ترک کرنے سے وہ گناہگار نہ ہوگا۔ وَمَنْ تَأَخَّرَ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ لِمَنِ اتَّقَىٰ۔ اس کے لئے جو بچا شکار کرنے یا جماع اور فسوق سے۔ مطلب یہ ہے کہ اس کو جلدی کا اختیار ہے۔ اگرچہ تاخیر افضل ہے۔ کبھی فاضل و افضل میں تخیر واقع ہوتی ہے۔ جیسا کہ مسافر کو روزے اور افطار میں اختیار ہے اگرچہ روزہ افضل ہے۔

دوسرا قول: اہل جاہلیت دو قسم کے تھے بعض جلدی رمی کرنے والے کو گناہگار قرار دیتے اور بعض تاخیر کرنے والے کو گناہگار سمجھتے۔ پس قرآن مجید نے آکر دونوں کی نفی کر دی۔

وَاتَّقُوا اللَّهَ اور تم اللہ تعالیٰ سے تمام امور میں ڈرو۔ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ۔ اور یقین جانو کہ تم اس کی بارگاہ میں جمع ہو گے۔ جب وہ تمہیں قبور سے زندہ کر کے اٹھائے گا۔

۲۰۴۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُعْجِبُكَ قَوْلُهُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيُشْهَدُ اللَّهُ عَلَىٰ مَا فِي قَلْبِهِ وَهُوَ أَلَدُّ الْخِصَامِ وَإِذَا

تَوَلَّى سَعَى فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفُسَادَ۔ وَإِذَا قِيلَ لَهُ اتَّقِ اللَّهَ أَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْإِثْمِ فَحَسْبُهُ جَهَنَّمُ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ : (بعض لوگ ایسے ہیں جن کی بات آپ کو پسند آتی ہے دنیا کی زندگی میں اور وہ اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہے اس بات پر جو اس کے دل میں ہے حالانکہ وہ سخت جھگڑا رہے جب وہ لوٹ کر جاتا ہے تو زمین میں فساد پھیلانے کے لئے دوڑ دھوپ کرتا ہے تاکہ کھیتی و نسل کو تباہ کرے۔ اور اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتے اور جب اس کو کہا جاتا ہے اللہ سے ڈر تو غرور اس کو گناہ پر آمادہ کرتا ہے پس اس کے لئے جہنم کافی ہے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔ وَمِنَ النَّاسِ - یہ آیات اخس بن ثریق کے متعلق اتریں۔ جو رسول اللہ ﷺ سے ملتا تو نرم بات کرتا اور دعویٰ کرتا کہ وہ مسلمان ہے اور رسول اللہ ﷺ سے محبت رکھتا ہے اور اپنی اس حجت میں سچا ہے تو اللہ نے وَمِنَ النَّاسِ نازل فرمائی۔

دعویٰ محبت سے مقصود دنیا:

يُعْجِبُكَ قَوْلُهُ آپ کو پسند آتی ہے اور تمہارے دل میں بڑی معلوم ہوتی ہے اسی سے الشیء العجیب یعنی وہ شئی جو نفس میں معظم معلوم ہو۔ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا۔ فَيُيَقِلُكَ قَوْلُهُ کے متعلق ہے۔ اے یعجبک ما یقولہ فی معنی دنیا۔ آپ کو پسند آتی ہے وہ بات جو وہ کہتا ہے دنیا کے سلسلہ میں کیونکہ دعویٰ محبت سے اس کا مقصود دنیا ہے نہ کہ آخرت۔

دوسرا قول: آپ کو پسند آتا ہے یعنی اس کا شیریں کلام دنیا کے سلسلہ میں آپ کو پسند آتا ہے آخرت کے متعلق نہیں۔ کیونکہ اس موقع پر اس کی زبان میں لُکنت پیدا ہو جاتی ہے۔

وَيُشْهِدُ اللَّهُ عَلَى مَا فِي قَلْبِهِ اور وہ اللہ تعالیٰ کو اپنے دل کی بات پر گواہ بناتا ہے یعنی وہ قسم اٹھا کر کہتا ہے۔ اللہ شاہد علی ما قلبی من محبتک۔ اللہ تعالیٰ گواہ ہے کہ میرے دل میں آپ کی محبت ہے اور میں آپ پر ایمان رکھتا ہوں۔ وَهُوَ الذُّ الْخِصَامِ۔ حالانکہ وہ شخص جھگڑا رہے۔

نحوی لطائف:

يُحْجَمُ : یہ اضافت فی کے معنی میں ہے کیونکہ افعَل کا وزن اسکی طرف مضاف ہوتا ہے جو کہ اس کا بعض حصہ ہوتا ہے جیسے تم کہو۔ زید افضل القوم اور آدمی جھگڑے کا حصہ تو بن نہیں سکتا۔ پس تقدیر عبارت یہ ہوگی۔ الد فی الخصومة۔ وہ جھگڑے میں سخت ہے۔ یا الخصام جمع خصم ہے جیسے صَعْبٌ وَصِعَابٌ اب تقدیر عبارت اس طرح ہے وہ خصومت کے اعتبار سے سخت جھگڑا رہے۔ ۲۰۵۔ وَإِذَا تَوَلَّى : (جب وہ تم سے منہ پھیر کر جاتا ہے) اور جاتے ہوئے نرم و میٹھی بات کہہ کر گیا۔

فسادی منافق:

سَعَى فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا : (وہ دوڑ دھوپ کرتا ہے تاکہ فساد برپا کرے) جیسا اس نے ثقیف کے ساتھ کیا۔ کہ اس کے اور ان کے درمیان مخالفت تھی۔ ان پر شب خون مارا اور ان کے مویشتیوں کو ہلاک کیا۔ اور کھیتیوں کو آگ لگا دی۔ وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ : (اور ہلاک کرے کھیتی اور نسل) یعنی کھیتی اور حیوان یا جب کہ یہ بآء کے ساتھ یهلك ہو تو پھر اس سے مراد وہ حرکت ہے جس کو برے حکام زمین میں فساد پھیلانے کیلئے کرتے ہیں۔ کھیتیوں کی ہلاکت اور نسل کشی کی صورت میں ایک اور

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ رَءُوفٌ

اور لوگوں میں ایسا شخص بھی ہے جو خرید لیتا ہے اپنے نفس کو اللہ کی رضا تلاش کرنے کے لئے اور اللہ اپنے بندوں پر بڑا

بِالْعِبَادِ ۝۷۷ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ

مہربان ہے۔ اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ، اور شیطان کے قدموں کے پیچھے

الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ۝۷۸ فَإِنْ زَلَلْتُمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْكُمْ

نہ چلو، بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے، سو اگر تم غزش کھا جاؤ اس کے بعد کہ تمہارے پاس واضح دلیلیں

الْبَيِّنَاتُ فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝۷۹

آپکی ہیں تو جان لو کہ بلاشبہ اللہ زبردست ہے حکمت والا ہے۔

قول یہ ہے۔ کہ ظلم کو اختیار کرے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ظلم کی نحوست سے بارش کو بند کر دیں۔ جس سے کھیتیاں اور نسل برباد ہو جائیں۔ گویا ہلاکت کی نسبت مجازاً اس کی طرف کر دی گئی۔

وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفُسَادَ: (اور اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتے)

۲۰۶۔ وَإِذَا قِيلَ لَهُ: (جب اس کو کہا جاتا ہے) ہضمیر کا مرجع اخس ہے۔

اتَّقِ اللَّهَ: (تو اللہ سے ڈر) زمین میں بگاڑ پیدا کرنے اور ہلاکت پھیلانے کے سلسلے میں

جاہلی غیرت کی مذمت:

أَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْإِثْمِ: (اس کو غرور گناہ پر آمادہ کرتا ہے) یعنی تکبر اور جاہلی غیرت اس کو گناہوں پر برا بیچختہ کرتی ہے حالانکہ اس سے روکا گیا ہے مگر وہ اس کے ارتکاب کو لازم سمجھتا ہے۔

دوسرا قول: یا بلاء سیئہ ہے یعنی پکڑ لیتا ہے اس کو غرور اس گناہ کے سبب سے جو گناہ اس کے دل میں ہے اور وہ کفر ہے۔

فَحَسْبُهُ جَهَنَّمُ: (پس اس کے لئے کافی ہے جہنم)

وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ: (اور جہنم بہت برا بچھونا ہے)

شان نزول: یہ آیت حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی جبکہ مشرکین نے انکو اسلام کے چھوڑنے کیلئے کہا اور انکے ساتھ والے کچھ لوگوں کو شبید کر دیا حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تم چاہو کہ میں اپنا وہ مال جو مکہ میں چھوڑ آیا ہوں۔ وہ بتادوں۔

اور تم اس پر قابض ہو جاؤ اور میرا راستہ چھوڑ دو۔ انہوں نے آمادگی ظاہر کی۔ انہوں نے پتہ بتا دیا اور مدینہ میں آگئے تو یہ آیت اتری۔

۲۰۷۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ: یا ان لوگوں کے حق میں اتری جو بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں۔

یہاں تک کہ قتل کر دیئے جاتے ہیں۔

يَشْرِي نَفْسَهُ۔ کا معنی اپنے آپ کو بیچنا۔

اِبْتِغَاءً: (واسطے طلب کرنے) کا معنی چاہنے کے لئے۔ مَرْضَاتِ اللہ: اللہ کی رضا مندی۔ یہاں اس کو حاصل ہو سکے۔

وَاللّٰهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ: (اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر نرمی کرنے والے ہیں)

۲۰۸۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَدْخُلُوْا فِى السِّلْمِ كَآفَّةً وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ۔ فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَ تٰكُمُ الْبَيِّنٰتُ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ: (اے ایمان والو داخل ہو جاؤ اسلام میں پورے پورے اور شیطان کے قدموں پر مت چلو۔ بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ پھر اگر تم پھسل گئے اس کے بعد کہ واضح دلائل تمہارے پاس آ چکے تو یقین کر لو کہ اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والے ہیں)

قراءت: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَدْخُلُوْا فِى السِّلْمِ: علی اور حجازی نے سین کے فتح کے ساتھ پڑھا ہے سلم کا معنی اطاعت و فرمانبرداری ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار اور مطیع بن جاؤ۔ یا اس کا معنی اسلام ہے اور خطاب اہل کتاب کو ہے کیونکہ وہ اپنے پیغمبر اور کتاب پر ایمان لائے تھے۔ یا منافقین کو خطاب ہے۔ کیونکہ وہ صرف زبانوں سے اسلام کے دعوے دار تھے۔ کَآفَّةً۔ پورے پورے یعنی کوئی ایک بھی تم میں سے اپنا ہاتھ اسلام کی فرمانبرداری سے نہ نکالے۔ یہ اَدْخُلُوْا کی ضمیر سے حال ہے اور اس کا معنی ہے تمام

دوسرا قول: یا یہ سلم کے لفظ سے حال ہے کیونکہ وہ بھی لفظاً مؤنث ہے اب مطلب یہ ہوگا گویا ان کو حکم دیا گیا کہ وہ تمام طاعات میں داخل ہو جائیں۔ یعنی ان کو انجام دیں۔

تیسرا قول: وہ اسلام کے شعبوں اور اس کے تمام احکام میں داخل ہو جائیں یہ کافۃ کا لفظ کف سے ہے گویا ان کو روک دیا گیا۔ کہ کوئی ایک ان میں سے اپنی اجتماعیت سے نہ نکلے۔

وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ۔ شیطان کے قدموں پر مت چلو۔ خطوات۔ سے مراد وساوس ہیں۔ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ۔ بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ یعنی اس کی عداوت ظاہر ہے۔

۲۰۹۔ فَاِنْ زَلَلْتُمْ۔ پس اگر تم پھسل گئے یعنی اسلام میں داخل ہونے سے تمہارے قدموں نے لغزش کھائی۔ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَ تٰكُمُ الْبَيِّنٰتُ۔ تمہارے پاس دلائل آنے کے بعد بینات سے مراد واضح ثبوت اور روشن شواہد ہیں۔ جس چیز میں داخل ہونے کے لئے تمہیں دعوت دی گئی ہے وہ برحق ہے فَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ پس تم یقین کر لو اللہ زبردست حکمت والے ہیں۔ عزیز ایسے غلبے والے کو کہتے ہیں۔ جس کو کوئی چیز بھی مانع نہ بن سکے۔ حکیم کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایسی حکمت والا ہے کہ وہ حق پر انتقام لیتا ہے۔

نکتہ: ایک قاری نے اس آیت میں عزیز حکیم کی بجائے غفور رحیم پڑھ دیا ایک بدو نے اس آیت کو اس کی زبان سے جب سنا۔ حالانکہ وہ قرآن پڑھا ہوا نہیں تھا۔ وہ کہنے لگا کہ یہ اللہ کا کلام نہیں۔ کیونکہ حکیم لغزش اور معصیت کے وقت مغفرت کا تذکرہ نہیں کرتا۔ کیونکہ اس طرح تو معصیت پر خود آمادہ کرنا لازم آتا ہے۔

هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَهُمُ اللَّهُ فِي ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلَائِكَةُ

یہ لوگ صرف اس امر کے منتظر ہیں کہ اللہ اور فرشتے مادلوں کے سائبانوں میں ان کے پاس

وَقُضِيَ الْأَمْرُ وَالِی اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ۝

آجائیں اور سارا قصہ ختم ہو جائے۔ اور اللہ ہی کی طرف تمام امور لوٹائے جائیں گے

۲۱۰۔ هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَهُمُ اللَّهُ فِي ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلَائِكَةُ وَقُضِيَ الْأَمْرُ وَالِی اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ۔
(نہیں وہ انتظار کر رہے مگر اس بات کا کہ آئے اللہ تعالیٰ ان کے پاس بادل کے سائبانوں میں اور فرشتے اور معاملے کا فیصلہ کر دیا جائے گا اور اللہ ہی کی طرف تمام کاموں کا لوٹنا ہے۔ هَلْ يَنْظُرُونَ هَلْ۔ یہاں مانا فیہ کے معنی میں ہے۔ نہیں وہ انتظار کر رہے اور یا تیکم اللہ کا مطلب اللہ کا حکم اور اس کی پکڑ کا آنا ہے جیسا کہ سورۃ النحل آیت نمبر ۳۲ میں فرمایا او یاتی امر ربک اور سورۃ اعراف آیت نمبر ۴ میں فرمایا: فَجَاءَ هَا بَاسُنَا۔

دوسرا قول: جس چیز کو لایا جانا ہے وہ محذوف ہے اور معنی یہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اپنی پکڑ لائے اس پر کچھلی آیت فاعلموا ان اللہ عزیز حکیم۔ دلالت کر رہی ہے۔ فی ظلل۔ ظلل جمع ظلت کی۔ ظلم اس چیز کو کہتے ہیں جو ڈھانپ لے غما کا معنی بادل اس میں دراصل ڈرایا گیا ہے کیونکہ بادل سے بارش کا بھی گمان ہے جب اس سے عذاب اترے۔ تو معاملہ زیادہ خوفناک اور رسوا کن ہوتا ہے۔ والملائکہ یعنی وہ فرشتے آجائیں جن کو عذاب پر مقرر کیا گیا ہے یا اس سے مراد قیامت کے دن ان کا حاضر ہونا ہے۔ وقضی الامر اور معاملہ طے کر دیا جائے یعنی ان کی ہلاکت کا معاملہ پورا ہو جائے اور اس سے فراغت حاصل ہو جائے۔ والی اللہ ترجع الامور۔ اور اللہ کی طرف تمام کاموں کا لوٹنا ہے یعنی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو بعض امور کا اختیار دیا ہے۔ پس سارے معاملات حشر کے دن اسی کی طرف لوٹیں گے۔

اختلاف قراءت:

قرآن مجید میں جہاں بھی تُرْجَعُ الْأُمُورُ ہے شامی، حمزہ اور علی رحمہم اللہ کے نزدیک تُرْجَعُ الْأُمُورُ پڑھا جائے گا۔

سَلْ بَنِي إِسْرَءِيلَ كَمَا آتَيْنَهُمْ مِنْ آيَةٍ بَيِّنَةٍ ۖ وَمَنْ يُبَدِّلْ

آپ بنی اسرائیل سے دریافت فرمائیے ہم نے ان کو کتنی واضح دلیلیں دیں۔ اور جو شخص

نِعْمَةً اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝۲۱۱

اللہ کی نعمت کو بدل دے اس کے بعد کہ نعمت اس کے پاس آ جائے تو بے شک اللہ سخت عذاب والا ہے

۲۱۱۔ سَلْ بَنِي إِسْرَءِيلَ كَمَا آتَيْنَهُمْ مِنْ آيَةٍ بَيِّنَةٍ وَمَنْ يُبَدِّلْ نِعْمَةَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ۔ (اے محمد ﷺ آپ بنی اسرائیل سے پوچھیں کہ ہم نے بنی اسرائیل کو کتنی کھلی نشانیاں دیں۔ اور جس نے اللہ کی نعمت کو بدل دیا۔ ان کے آ جانے کے بعد پس بے شک اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے) سَلْ اصل میں اسئل ہے۔ ہمزہ کو فتح سے بدل کر سین کر دیا اور ہمزہ کو حذف کر دیا۔ اب سین کے متحرک ہونے کی وجہ سے ہمزہ وصل کی بھی ضرورت نہ رہی پس یہ سَلْ ہو گیا اس میں رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا گیا۔ یا ہر مخاطب کو۔ یہ سوال تو نیک کیلئے ہے۔ جس طرح کہ کافروں سے قیامت کے دن پوچھا جائے گا۔

معجزات و دلائل:

آيَةُ بَيِّنَةٍ۔ سے مراد وہ آیات جو انبیاء کے ذریعے ان کو دی گئیں۔

دوسرا قول: یا وہ آیتیں جو ان کی کتابوں میں دین اسلام کے صحیح ہونے پر گواہی دے رہی ہیں۔

مَخْرُوجٌ: یہ کم یہاں استفہامیہ ہے یا خبریہ۔ کم استفہامیہ کی صورت میں سَلْ کو مفعول ثانی کی ضرورت نہ ہوگی۔ مگر خبریہ کی صورت میں یہ سَلْ کا مفعول ثانی ہوگا۔

اسباب ہدایت کو گمراہی کے لئے استعمال کرنا:

وَمَنْ يُبَدِّلْ نِعْمَةَ اللَّهِ۔ نعمت اللہ سے مراد اللہ کی نشانیاں ہیں اور وہ حقیقت میں اللہ کی عظیم نعمتیں ہیں۔ کیونکہ وہ ہدایت کے اسباب اور گمراہی سے نجات کا ذریعہ ہیں اور یہ بدل کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے وہ آیات اس لئے ظاہر فرمائیں۔ تاکہ وہ ان کی ہدایت کا سبب بن جائیں۔ انہوں نے انہی کو اپنی گمراہی کا سبب بنا دیا۔ جیسا کہ سورۃ التوبہ آیت نمبر ۱۲۵۔ فزادتهم رجسا الى رجسهم۔ میں فرمایا گیا کہ ان آیات نے ان کی پلیدی میں (بوجہ شدید انکار کے) اضافہ کر دیا۔

یا دوسرا قول: انہوں نے اپنی کتابوں کی ان آیات کو بدل ڈالا جو دین محمد ﷺ پر دلالت کرنے والی تھیں۔ مَنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُ (اس کے بعد کہ وہ آچکیں)۔ آنے کا مطلب یہ ہے اس کے بعد کہ انہوں نے اس کو پہچان لیا اور ان کی صحت ان کے ہاں ثابت ہو گئی کیونکہ جب آدمی کسی چیز کو نہ پہچانے تو وہ چیز اس سے غائب شمار ہوتی ہے۔ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ۔ (بے شک اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے) اس کو جو اس کا مستحق ہو۔

وقف

زَيْنَ الَّذِينَ كَفَرُوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُونَ مِنَ الَّذِينَ اٰمَنُوا ۚ

مزین کی گئی ان لوگوں کے لئے دنیاوی زندگی جنہوں نے کفر کیا اور وہ ہنسی کرتے ہیں ان لوگوں سے جو لوگ ایمان لائے

وَالَّذِينَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۗ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاءُ بِغَيْرِ

حالانکہ جن لوگوں نے پرہیز گاری کو اختیار کیا وہ قیامت کے دن ان سے بالا ہوں گے۔ اور اللہ جسے چاہے بلا حساب رزق عطا

حِسَابٍ ۚ

فرماتا ہے۔

تفسیر آیت ۲۱۲:

زَيْنَ الَّذِينَ كَفَرُوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُونَ مِنَ الَّذِينَ اٰمَنُوا ۚ وَالَّذِينَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۗ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔ (دنیا کی زندگی ان کے لئے خوش نما بنا دی گئی جنہوں نے کفر کیا اور یہ کفار ان لوگوں سے ہنستے ہیں جو ایمان لائے اور وہ لوگ جو متقی ہیں۔ ان سے اوپر ہونگے قیامت کے دن اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے بے حساب روزی دیتا ہے)

دُنیا کا پسندیدہ بنایا جانا:

زَيْنَ الَّذِينَ كَفَرُوا۔ کافروں کے لئے دنیا کی زندگی کو مزین کر دیا گیا۔ یہ تزیین کرنے والا شیطان ہے اس نے دنیا کو مزین اور اپنے وساوس سے خوبصورت بنایا اور پسندیدہ کر دیا کہ وہ اس کے سواء اور کسی چیز کو چاہتے ہی نہیں۔

دوسرا قول: اللہ تعالیٰ ہی انسانوں میں خواہشات پیدا کرنے والا ہے کیونکہ تمام کائنات اسی کی مخلوق ہے اور اس پر مجاہد ابن حنبلین و حمید کی قراءت زَيْنَ الَّذِينَ كَفَرُوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا معروف کے ساتھ دلالت کرتی ہے وَيَسْخَرُونَ مِنَ الَّذِينَ اٰمَنُوا۔ (وہ ایمان والوں سے ہنستے ہیں) کفار مکہ فقراء مؤمنین ابن مسعود، عمار، صہیب رضی اللہ عنہم وغیرہم سے تمسخر کرتے تھے۔ کیونکہ کافر دنیا کو مقصود سمجھتے تھے۔ جن کے پاس دنیا نہیں تھی وہ ان سے تمسخر کرتے یا ان کا مذاق اڑاتے جو دنیا کے علاوہ اور کسی چیز کو مطلوب بناتا۔ وَالَّذِينَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ (اور وہ لوگ جو متقی ہیں ان سے اوپر ہوں گے قیامت کے دن) تقویٰ سے مراد شرک سے بچنا ہے اور یہ بچنے والے فقراء مؤمنین تھے۔ اوپر ہونگے کیونکہ وہ بلند جنتوں میں ہونگے۔ اور کافر کو جہنم کے گڑھے میں۔

ہر توسع نعمت ہے:

وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ (اور اللہ تعالیٰ رزق دیتے ہیں جس کو چاہتے ہیں بغیر حساب کے) بغیر کمی کے یعنی وہ توسیع کرتا ہے جس پر توسیع کا ارادہ فرماتا ہے۔ جیسا قارون وغیرہ پر توسیع فرمائی۔ اور یہ وسعت تم پر اللہ تعالیٰ کی حکمت کے پیش نظر ہے اور وہ نعمت کے ساتھ استدراج ہے۔ اگر یہ اکرام ہوتا تو پھر اہل ایمان اس کے سب سے زیادہ مستحق تھے۔

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً ۖ فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِينَ مُبَشِّرِينَ

سب لوگ ایک جماعت تھے، پھر اللہ نے نبی بھیجے خوشخبری دینے والے۔

وَمُنْذِرِينَ ۖ وَأَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ

اور ڈرانے والے، اور ان کے ساتھ کتاب اتاری حق کے ساتھ، تاکہ فیصلہ فرمائے لوگوں کے درمیان

فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ ۖ وَمَا اخْتَلَفَ فِيهِ إِلَّا الَّذِينَ أُوتُوهُ مِنْ بَعْدِ

اس بات کا جس میں انہوں نے اختلاف کیا اور یہ اختلاف ان ہی لوگوں نے کیا جن کو کتاب دی گئی۔ اور انہوں نے یہ اختلاف باہمی ضد اُمدی کے باعث

مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَاتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۚ فَهَدَى اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا لِمَا

اس کے بعد کیا جبکہ ان کے پاس کھلی ہوئی دلائل آچکی تھیں، پھر اللہ نے اپنے فضل سے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اس

اخْتَلَفُوا فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِهِ ۖ وَاللَّهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ

امر حق کی ہدایت دی جس میں وہ اختلاف کرتے تھے اور اللہ جس کو چاہے سیدھے راستہ کی ہدایت

مُسْتَقِيمٌ ۝۲۱۳

دیتا ہے

تفسیر آیت ۲۱۳:

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً ۖ فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ وَأَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ وَمَا اخْتَلَفَ فِيهِ إِلَّا الَّذِينَ أُوتُوهُ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَاتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۚ فَهَدَى اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا لِمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِهِ ۖ وَاللَّهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ۔ (سب لوگ ایک ہی دین رکھتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انبیاء ﷺ کو بھیجا۔ خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے اور ان کے ساتھ حق کتاب اتاری۔ تاکہ فیصلہ کرے لوگوں میں اس بات کا جس میں انہوں نے اختلاف کیا اور نہیں اختلاف کیا اس کتاب میں مگر ان لوگوں نے جن کو وہ کتاب دی گئی اس کے بعد کہ ان کے پاس کھلی نشانیاں آگئیں۔ آپس کی ضد کی وجہ سے پھر اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو اپنے حکم سے وہ راہ دکھا دی جس میں اختلاف کرتے تھے اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے سیدھی راہ دکھا دیتا ہے۔)

امت سے مراد دین ہے:

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً۔ امت واحدہ کا مطلب یہ ہے کہ وہ آدم علیہ السلام سے لے کر نوح علیہ السلام تک ایک دین پر متفق تھے۔ یا نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھ جو کشتی میں تھے۔ پس انہوں نے اختلاف کیا فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِينَ۔ پس پھر اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو بھیجا۔ مَا اخْتَلَفُوا کے حذف پر یہ آیت دلالت کرتی ہے۔ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت بھی کان الناس امة واحدة فاختلفوا اور سورہ یونس آیت نمبر ۱۹۔ وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّا اُمَّةً وَاحِدَةً فَاخْتَلَفُوا بھی دلالت کرتی ہے۔ یا

دوسرا قول:

لوگ ایک ہی جماعت کفر کی حالت میں تھے پھر اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو بھیجا پس انہوں نے ان پر اختلاف کیا۔ (پہلی توجیہ راجح ہے) مبشرین خوش خبری سنانے والے مؤمنین کو ثواب ملنے کی ومنذرین۔ اور ڈرانے والے عذاب کے ساتھ کفار کو۔

مُخَوِّفٌ: مبشرین اور منذرین دونوں حال ہیں۔ وَأَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ۔ اور اس نے ان میں سے ہر ایک کے ساتھ ایک کتاب اتاری۔ بِالْحَقِّ یعنی جو حق کی وضاحت کرنے والی تھی۔ لِيَحْكُمَ تاکہ وہ اللہ تعالیٰ یا کتاب یا نبی علیہ السلام فیصلہ کریں جو اترا۔ بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ لوگوں کے درمیان ان باتوں میں جن میں لوگوں نے اختلاف کیا۔ دین اسلام کے سلسلہ میں۔ کیونکہ انہوں نے اتفاق کے بعد اختلاف کیا وَمَا اخْتَلَفَ فِيهِ۔ اس میں اختلاف نہیں کیا۔ یعنی حق میں۔ اِلَّا الَّذِينَ اُوتُوْهُ۔ مگر ان لوگوں نے جن کو وہ کتاب دی گئی تھی حالانکہ کتاب تو ازالہ اختلاف کے لئے اتاری گئی تھی۔ مطلب یہ ہوا کہ وہ اختلاف میں اور بڑھ گئے جب ان پر کتاب اتاری گئی۔ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَاتُ۔ اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح دلائل اس کی سچائی کے آچکے۔ بَغْيًا بَيْنَهُمْ۔ اپنے درمیان حسد اور ظلم کی بناء پر کیونکہ ان میں دنیا کی حرص اور قلت انصاف پائی جاتی تھی۔

مُخَوِّفٌ: بَغْيًا یہ مفعول لہ ہے۔

فَهَدَى اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا لِمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ۔ پس ہدایت دی اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو حق کی طرف وہ حق کہ جس میں اختلاف کیا جن لوگوں نے بھی کیا۔ مِنَ الْحَقِّ یہ اخْتَلَفُوا کا بیان ہے۔ بِإِذْنِهِ اپنے حکم کے ساتھ یعنی اپنے علم کے ساتھ۔ وَاللَّهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتے ہیں۔

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ

کیا تم نے خیال کیا ہے کہ جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ ان لوگوں جیسے واقعات تمہیں پیش نہیں آئے جو تم سے پہلے

قَبْلَكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَالضَّرَاءُ وَزُلُّوا حَتَّى يَقُولَ الرَّسُولُ

گزرے ہیں۔ ان کو پہنچی سختی اور تکلیف اور وہ لوگ جھنجھوڑ دیئے گئے یہاں تک کہ رسول نے

وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَى نَصُرَ اللَّهُ ۚ أَلَا إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ ﴿۲۱۴﴾

اور ان مؤمنین نے جو رسول کے ساتھی تھے کہہ دیا کہ سب ہو گی اللہ کی مدد خبردار بلاشبہ اللہ کی مدد قریب ہے

۲۱۴۔ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَالضَّرَاءُ وَزُلُّوا حَتَّى يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَى نَصُرُ اللَّهُ اَلَا اِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ۔ (کیا تم نے یہ سمجھا کہ جنت میں یونہی چلے جاؤ گے حالانکہ جو تم سے پہلے (انبیاء مؤمنین) گزرے ان کی سی حالت (تنگی) تمہیں پیش نہیں آئی انہیں سختی پہنچی اور (فقر و بیماری کی) تکلیف سے بھی اور ان کو جھنجھوڑا گیا یہاں تک کہ رسول اور جو ان کے ساتھ ایمان لائے وہ کہنے لگے کہ خدا کی مدد کب آئے گی آگاہ رہو اللہ تعالیٰ کی مدد قریب ہے)

نَحْوُ: اَمْ حَسِبْتُمْ یہ ام منقطعہ ہے متصل نہیں۔ کیونکہ متصلہ کی شرط یہ ہے کہ اس سے پہلے ہمزہ استفہام ہوتا ہے جیسا کہ کہتے ہیں اَعِنْدَكَ زَيْدٌ ام عمرو؟ یعنی کونسا دونوں میں تیرے پاس ہے اس کے جواب میں زید کہیں گے اگر زید وہاں ہو یا عمرو کہیں گے جب عمرو وہاں ہو۔

باقی ام منقطعہ استفہام و خبر دونوں کے بعد واقع ہوتا ہے اور وہ حمل اور ہمزہ کے معنی میں آتا ہے اور تقدیر عبارت یہ ہوگی۔ بَلْ اَحْسِبْتُمْ ہمزہ تقریر کے لئے ہو اور مؤمنین کے خیال کے انکار اور استبعاد کے لئے اس سے غرض یہ ہے کہ مؤمن سختی اور تکلیف میں صبر کریں۔ اللہ تعالیٰ نے جب امتوں کا اپنے انبیاء علیہم السلام پر اختلاف کا ذکر کیا جو اختلاف امتوں نے واضح دلائل آنے کے بعد ڈالا۔ اس سے مقصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ایمان والوں کو ثابت قدمی اور صبر پر تسلی دینا مقصود تھا۔ اس موقع پر جبکہ مشرکین اور یہود و نصاریٰ ان کے ساتھ اختلاف کر رہے تھے اور ان کے ساتھ محض عداوت کی وجہ سے آیات کا انکار کر رہے تھے۔

ایسے موقع پر طریق التفات سے فرمایا۔ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ بَلْکَہ تم نے گمان کر لیا کہ جنت میں یونہی چلے جاؤ گے۔ حالانکہ تمہارے پاس نہیں آئی یہاں لَمَّا بمعنی لم ہے اور لَمَّا میں معنی توقع کا بھی ہے۔ یعنی ایسے حالات آنے کی توقع و انتظار ہے۔ مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا کا معنی گزرنا ہے یعنی ان کا حال وہ مثال ہے شدت و سختی کی۔ مِنْ قَبْلِكُمْ۔ سے مراد انبیاء علیہم السلام اور مؤمن ہیں۔ مستہم یہ حالت کا بیان ہے جملہ مستانفہ ہے گویا کہنے والا یوں کہہ رہا ہے کہ وہ حال کیسا تھا؟ تو جواب آ یا مَسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ۔ ان کو تنگیوں نے گھیر لیا۔ وَالضَّرَاءُ بیماری اور بھوک حملہ آور ہوئی وَزُلُّوا قِسْمًا تَمَّ کی مصیبتوں سے

یَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ ۖ قُلْ مَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ خَيْرٍ فَلِلَّهِ الدِّينُ

وہ آپ سے دریافت کرتے ہیں کیا خرچ کریں؟ آپ فرما دیجئے کہ جو مال تم خرچ کرو اس کا مصرف والدین

وَالْأَقْرَبِينَ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ ۖ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ

اور قرابت دار اور یتیم اور مسکین لوگ ہیں۔ اور جو بھی خیر کا کوئی کام تم کرو گے

فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ ﴿۲۱۵﴾

سو اللہ اس کو خوب جاننے والا ہے۔

ان کو حرکت دی گئی اور جھنجھوڑا گیا۔ جیسا زلزلہ سے حرکت آتی ہے۔

بے قراری انتہاء کو:

حَتَّى يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ ۖ اس حد تک کہ رسول اور مؤمن کہنے لگے۔ مَتَى نَصْرُ اللَّهِ۔ کب آئے گی اللہ تعالیٰ کی مدد یعنی بے قراری انتہا کو پہنچ گئی اور صبر باقی نہ رہا حتیٰ کہ وہ کہنے لگے مَتَى نَصْرُ اللَّهِ مطلب یہ ہے کہ مدد طلب کرتے اور اس کی تمنا میں شدت کا زمانہ طویل ہو گیا۔ اَلَا إِنَّ نَصْرَ اللَّهِ قَرِيبٌ۔ جلدی مدد سے ان کی طلب کو پورا کرتے ہوئے انہیں کہا گیا۔ آگاہ رہو بے شک اللہ تعالیٰ کی مدد قریب ہے۔

اختلاف قراءت:

يَقُولُ نافع اور علی رحمہما اللہ نے رفع سے پڑھا اور اس کو حکایت حال ماضی میں قرار دیا، جیسے کہتے ہیں شربت الابل حتیٰ یجیء البعیر یجر بطنہ تو یہاں یجیء حکایت حال ماضی ہے باقی قراء نے اَنَ مقدرہ مان کر منصوب پڑھا ہے اور معنی استقبال کا کیونکہ ان اس کی علامت ہے۔

۲۱۵۔ یَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ قُلْ مَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ خَيْرٍ فَلِلَّهِ الدِّينُ وَالْأَقْرَبِينَ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ۔ آپ ﷺ سے دریافت کرتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں تم کہہ دو کہ جو مال تم خرچ کرو۔ تو ماں باپ اور رشتہ داروں کو یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں کو دو اور تم جو کچھ نیکی کرو پس بے شک اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے۔

شأن نزول: جب حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ ہم کس قسم کے اموال اور کہاں کہاں خرچ کریں تو یہ آیت اتری۔

(ابن حبان)

کُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهُ لَكُمْ وَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ

فرض کیا گیا تم پر جنگ کرنا اور وہ تمہیں ناگوار ہے، اور ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو ناگوار سمجھو اور وہ

خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسَىٰ أَنْ تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ

تمہارے لئے بہتر ہو، اور ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو پسند کرو اور وہ تمہارے لئے بری ہو، اور اللہ جانتا ہے اور تم

لَا تَعْلَمُونَ ۚ

نہیں جانتے۔

صراحتِ مصارف میں حکمت:

يَسْأَلُونَكَ اللَّهُ تَعَالَىٰ نَ مَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ خَيْرٍ عَامٍ فَمَا كَرَّ خَرِجَ كَ مَصَارِفَ كَو صِرَاحَتِ كَ سَاتَه فَو كَر كَر دِيَا۔ اور سائل كَ سوال كَ كَ جواب كَ اشارہ ميں بيان فرمايا۔ اس سے يہ واضح كَر ديا كَ اصل قابل اہتمام مصرف كَ لحاظ و خيال ركھنا ہے كيونكہ خرچ قابل اعتبار و ہي ہوتا ہے۔ جو صحیح موقع پر صرف ہو جائے۔

حضرت حسن بصری ؓ سے مروی ہے كہ يہ نفلی نفقہ جات كَ سلسلہ ميں ہے۔ وَمَا تَفَعَّلُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ۔ جو بھی تم بھلائی كَر و پس اللہ تعالیٰ اس كَ جاننے والے ہيں وہ اس پر بدلہ ديں گے۔

تفسیر آیت ۲۱۶:

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهُ لَكُمْ وَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسَىٰ أَنْ تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ۔ (تم پر جہاد فرض كيا گيا اور وہ تمہيں ناگوار ہے اور شايد تمہيں ايك چيز بری لگے۔ حالانكہ وہ تمہارے حق ميں بہتر ہو اور شايد ايك چيز تمہيں اچھی معلوم ہو حالانكہ وہ تمہارے حق ميں بری ہے اور اللہ تعالیٰ (تمہاري بھلائی اور برائی كَ) جانتا ہے اور تم نہيں جانتے) كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ۔ تم پر كفار سے جہاد فرض كيا گيا۔

صفت سے مقصود اظہارِ مبالغہ:

وَهُوَ كُرْهُ لَكُمْ۔ يہاں مصدر كَ صفت كَ جگہ لایا گيا۔ تا كہ مبالغہ ظاہر ہو جيسا كہ اس شعر ميں۔
فَإِنَّمَا هِيَ إِقْبَالٌ وَادْبَارٌ تو يہاں شاعر نے گھر كَ پچھلے حصے اور سامنے والے حصے كَ اقبال و ادبار كہہ ديا۔ گویا بذات خود وہ كوئی ناپسند چيز ہے كہ جس سے اتنی طبعی ناپسندیدگی ہے يا يہ فَعْلٌ كَ وزن مفعول كَ معنی ميں ہے۔ جيسے حُبٌّ بِمَعْنَى الْمُنْجَبُورُ۔ يعنى مكروہ لكم۔ وہ ناپسندیدہ ہے تمہيں۔ وَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ۔ ہو سكتا ہے كہ تم كسی چيز كَ ناپسند كرو اور وہ تمہارے حق ميں بہت بہتر ہو۔ پس تم غزوہ كَ ناپسند كر رہے ہو۔ حالانكہ اس ميں دو ميں سے ايك خير ضرور مل جائے گی يا كاميابی اور

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ ۖ قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ ۖ

آپ سے شہر حرام کے بارے میں سوال کرتے ہیں، آپ فرمادیجئے کہ اس میں جنگ کرنا بڑا جرم ہے،

وَصَدُّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَكَفَرٌ بِهِ ۖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۖ وَإِخْرَاجُ

اور اللہ کی راہ سے روکنا اور اس کے ساتھ کفر کرنا اور مسجد حرام کے ساتھ کفر کرنا اور اہل مسجد حرام کو

أَهْلِهِ مِنْهُ أَكْبَرُ عِنْدَ اللَّهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ۖ وَلَا يَزَالُونَ

وہاں سے نکالنا اللہ کے نزدیک اس سے بڑا گناہ ہے۔ اور فتنہ پردازی قتل کرنے سے بڑا جرم ہے۔ اور کافر لوگ

يُقَاتِلُونَكُمْ حَتَّى يَرُدُّوكُمْ عَنْ دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوا ۖ وَمَنْ يَرْتَدِدْ

برابر تم سے جنگ کرتے رہیں گے یہاں تک کہ تمہیں پھر دین تمہارے دین سے اُتران سے ہو سکے، اور جو شخص تم میں سے

مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ

اپنے دین سے پھر جائے پھر حالت کفر میں مر جائے، سو دنیا و آخرت میں ایسے لوگوں کے اعمال

فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿۲۱۷﴾

اکارت ہو جائیں گے اور یہ لوگ دوزخ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے،

غنیمت یا شہادت و جنت۔ وَعَسَىٰ أَنْ تَحِبُّوا شَيْئًا۔ اور شاید تم کسی چیز کو پسند کرو اور وہ غزوہ میں بیٹھ رہنا ہے۔ وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ اور وہ تمہارے لئے بہت بری ہو اس لئے کہ اس میں ذلت و فقر اور اجر و غنیمت سے محرومی ہے۔

اللہ جل شانہ جو فرمائیں کر ڈالو:

وَاللَّهُ يَعْلَمُ اللَّهُ جانتے ہیں وہ چیز جو تمہارے حق میں خیر ہے وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ۔ اور تم نہیں جانتے اس کو پس جلدی سے وہ کر ڈالو جس کا وہ حکم دے رہے ہیں خواہ وہ تمہیں گراں ہو۔

نکتہ: وَعَسَىٰ یہاں لایا گیا۔ اصل میں یہ شک کے لئے ہے کیونکہ نفس جب پاک ہو جاتا ہے تو اس کی تمام خواہشات شریعت کے مطابق ہو جاتی ہیں پھر وہ ان چیزوں سے نفرت کرتا ہے جو اللہ کو ناپسند ہیں اور ان چیزوں کو پسند کرتا ہے جو اللہ کو پسند ہیں۔

تَفْسِيرُ آیت ۲۱۷:

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ ۖ قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ ۖ وَصَدُّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَكَفَرٌ بِهِ ۖ وَالْمَسْجِدِ

الْحَرَامِ وَ اِخْرَاجُ اَهْلِهِ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ وَلَا يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنْ اَسْتَطَاعُوا وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خَالِدُونَ۔

(اے محمد ﷺ وہ آپ سے ماہ حرام میں جنگ کے متعلق پوچھتے ہیں ان سے کہہ دو۔ اس (ماہ حرام) میں لڑنا بڑا گناہ ہے اور اللہ کی راہ سے روکنا اور اس کو نہ ماننا اور مسجد حرام سے روکنا اور اس کے رہنے والوں کو نکال دینا اللہ کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے اور فساد اس قتل سے بھی زیادہ سخت ہے اور وہ تم سے ہمیشہ لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ وہ تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں اگر وہ قابو پالیں اور جو تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے گا اور کفر کی حالت میں مرجائے گا تو ایسے لوگوں کے عمل ضائع ہو جائیں گے۔ دنیا میں اور آخرت میں اور یہی لوگ دوزخی ہیں اور وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے)۔

سریہ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ:

آیت یَسْأَلُونَكَ اس سریہ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے متعلق اتری۔ جس کو رسول اللہ ﷺ نے جمادی الاخریٰ میں روانہ فرمایا تھا۔ انہوں نے مشرکین سے لڑائی کر لی یہ سمجھ کر کہ رجب کا چاند نہیں ہوا حالانکہ رجب ہو چکا تھا۔ قریش نے پروپیگنڈا کیا محمد (ﷺ) نے تو اشہر حرام کو بھی حلال کر دیا حالانکہ ان میں خائف کو بھی امن حاصل تھا۔ یَسْأَلُونَكَ آپ سے کفار سوال کرتے ہیں یا مسلمان سوال کرتے ہیں کہ اشہر حرام میں قتال کا حکم کیا ہے؟

نَحْوُ: الشہر سے قتال فیہ بدل الاشتمال ہے۔

قراءت: عن قتال فیہ تکرار عامل کے ساتھ پڑھا گیا۔ جیسا کہ سورۃ الاعراف آیت نمبر ۷ میں لِلَّذِیْنَ اسْتَضَعُّوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ۔ میں لام کو دو بارہ لایا گیا ہے۔ قُلْ قِتَالٌ فِیْهِ کَبِیْرٌ۔ کہہ دیں کہ لڑائی اس میں بڑا یعنی گناہ ہے۔

نَحْوُ: قتال، مبتداء کبیر، خبر ہے نکرہ کو مبتداء بنانا درست ہے کیونکہ فیہ کی وجہ سے اس میں تخصیص پیدا ہو گئی ہے وہ قتال کی صفت ہے۔

رائے مفسرین: اکثر مفسرین کی رائے یہ ہے کہ یہ آیت فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموہم التوبہ آیت نمبر ۵ سے منسوخ ہے (مگر جن دلائل کو نسخ کے لئے پیش کیا جاتا ہے وہ خود محل نظر ہیں البتہ بعض مفسرین نے الشہر الحرام بالشہر الحرام سے اس کو منسوخ مانا ہے جس سے ابتداء قتال فی الاشہر الحرام تو حرام رہے گی البتہ جوابی کارروائی اس آیت سے حلال ثابت ہوگی۔ واللہ اعلم۔

حدیبیہ میں روکنا:

وَصَدُّ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ۔ اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکنا یعنی کفار کا رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کو حدیبیہ والے سال روکنا۔

نَحْوُ: یہ مبتداء ہے و کفر بہ اس کا معطوف علیہ ہے اور اخراج اہلہ یہ بھی اس کا معطوف علیہ ہے ان تینوں اسماء کی خبر

اَكْبَرُ عِنْدَ اللَّهِ ہے۔ والمسجد الحرام۔ فراءِ بَیِّنہ کا خیال یہ ہے کہ والمسجد الحرام کا عطف کفر بہ میں بہ پر ہے تقدیر عبارت یہ ہے کفر بہ وبالمسجد الحرام
علمائے بصرہ کا قول: ضمیر مجرور پر عطف اس صورت میں جائز ہے جبکہ حرف جار کو دوبارہ لایا جائے۔ پس اس طرح نہیں کہہ سکتے
مردت بہ وزید۔ بلکہ اس طرح کہیں گے مردت بہ وبزید پس اگر یہاں عطف بہ پر ہوتا تو عبارت اس طرح ہوتی۔ وکفر
بہ وبالمسجد الحرام

وَآخِرَاجُ أَهْلِهِ۔ وہاں کے رہنے والوں کا نکالنا یعنی مسجد حرام کے رہنے والوں کا نکالنا اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مومن تھے اس کا
عطف بھی صَدُّ پر ہے۔ اَكْبَرُ عِنْدَ اللَّهِ اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑا گناہ ہے جو کچھ کہ فعل قتال اشہر حرام میں سر یہ نے خطا کیا
ہے اور گمان کی بناء پر کیا۔ (قصد انہیں) وَالْفِتْنَةُ۔ اور نکالنا یا شرک کرنا۔ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ۔ یہ شہر حرام میں قتل سے بڑھ کر ہے یا
کفار کا مسلمان کو دکھ دینا ان مسلمانوں کے شہر حرام میں قتل کفار سے زیادہ قبیح ہے۔

پیشینگوئی:

وَلَا يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتَّى يَرُدُّوكُمْ عَنْ دِينِكُمْ۔ وہ تم سے لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ وہ تم کو تمہارے دین سے
لوٹا دیں یعنی کفر کی طرف۔

اس آیت میں اطلاع دی گئی ہے کہ کفار کی ہمیشہ مسلمانوں سے عداوت رہے گی۔ اور وہ اس سے کبھی باز نہ آئیں گے۔
یہاں تک کہ مسلمانوں کو ایمان سے پھیر دیں۔

نکتہ: حَتَّى یہاں تعلیل کے لئے ہے جیسے کہتے ہیں يَعْبُدُ اللَّهُ حَتَّى يَدْخُلَ الْجَنَّةَ۔ یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا رہے گا تاکہ
وہ جنت میں پہنچ جائے۔

آیت کا مطلب:

مطلب آیت کا یہ ہوا۔ کہ وہ تم سے لڑتے رہیں گے تاکہ وہ تمہیں ایمان سے لوٹا دیں۔ اِنْ اسْتَطَاعُوا۔ اگر وہ ایسا کر سکیں ان میں
ایسا کر سکنے سے استبعاد ظاہر کیا گیا۔ جیسے تم دشمن کو کہتے ہو۔ ان ظفرت بی فلا طبق علی۔ کہ اگر تم مجھ پر کامیابی پاؤ۔ تو مت
چھوڑنا۔ حالانکہ تمہیں یقین ہے کہ وہ تم پر کامیابی نہ پاسکے گا۔ مطلب یہ ہوا کہ وہ ایسا نہ کر سکیں گے کیونکہ تم ایمان میں مضبوط ہو۔
وَمَنْ يَرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ۔ اور جو شخص تم میں سے پھر گیا اپنے دین سے یعنی اسلام سے کفر کی طرف۔

کفر سے مراد ارتداد ہے:

فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ۔ اور کفر کی حالت میں اس کی موت آگئی۔ یہاں کفر سے ارتداد مراد ہے۔ فَأُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي
الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ۔ پس ان کے اعمال دنیا اور آخرت میں برباد ہو گئے۔ اس لئے کہ ارتداد سے مسلمانوں والے تمام ثمرات سے
محرومی ہو گئی۔ اور آخرت میں ثواب اور اچھے ٹھکانے سے محروم ہو گیا۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَجْهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ أُولَٰئِكَ

بیشک جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور جنہوں نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا یہ لوگ

يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللَّهِ ۖ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٢١٨﴾

اللہ کی رحمت کی امید رکھتے ہیں، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۖ وَهَآءِ آگ والے ہیں اور وہ اس آگ میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

استدلال امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ:

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ارتداد سے اعمال جط نہیں ہوں گے جب کہ موت ارتداد پر نہ آئے۔ گویا اگر توبہ کر لی تو سابقہ اعمال بحال ہیں۔

جواب: اللہ تعالیٰ نے سورہ مائدہ آیت نمبر ۴۴ وَمَنْ يَكْفُرْ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ میں جط عمل کو فقط ارتداد سے معلق فرمایا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ صرف ارتداد سے جط اعمال ہو جاتا ہے۔ اصل اس اختلاف کی بنیاد وہ کلیہ ہے کہ مطلق کو مقید پر ہمارے ہاں محمول نہ کریں گے۔ بلکہ اپنے مقام پر رہیں گے اور ان کے ہاں مطلق کو مقید پر محمول کر کے اس میں بھی وہ قید معتبر مانیں گے۔

والدلائل فی اصول الفقہ۔

شان نزول: مجاہدین سریہ نے عرض کیا کہ ہمیں اس جہاد کا اجر ملے گا۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔

تفسیر آیت ۲۱۸:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا ۖ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور وہ لوگ جنہوں نے ہجرت کی۔ یعنی انہوں نے مکہ کو اور اپنے خاندانوں کو چھوڑا۔

وَجْهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ۔ (اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا) مشرکین کے خلاف۔

قرأت: یہاں وقف نہیں۔ کیونکہ اولئک يرجون یہ ان کی خبر ہے۔

أُولَٰئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللَّهِ۔ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے امیدوار ہیں کہا جاتا ہے من وجا طلب ومن خاف هرب۔

نکتہ: (امید کو ان کے لئے اس وجہ سے ثابت کیا تا کہ یہ معلوم ہو جائے۔ کہ عمل نہ موجب ثواب ہے اور نہ ثبوت ثواب کا یقین

دلانے والا۔ خاص کر اس وقت جبکہ اعتبار خاتمہ کا ہے)

وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ۔ (اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے)

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا آثَمُ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ

وہ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں سوال کرتے ہیں، آپ فرما دیجئے کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لئے منافع ہیں،

وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا وَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ قُلِ الْعَفْوَ

اور ان کا گناہ ان کے نفع سے بڑا ہے، اور وہ آپ سے سوال کرتے ہیں کیا خرچ کریں، آپ فرما دیجئے کہ جو زائد ہو وہ خرچ کر دیں

كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ ﴿٢١٩﴾ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

اللہ ایسے ہی بیان فرماتا ہے آیات، تاکہ تم فکر کرو دنیا میں اور آخرت میں،

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْيَتَامَى قُلْ إِصْلَاحٌ لَهُمْ خَيْرٌ وَإِنْ تُخَالِطُوهُمْ

اور وہ آپ سے سوال کرتے ہیں یتیموں کے بارے میں، آپ فرما دیجئے کہ اصلاح کرنا ان کے لئے بہتر ہے اور اگر ان کا خرچ آپس میں ملا لو

فَإِخْوَانُكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَأَعْنَتَكُمْ

تو وہ تمہارے بھائی ہیں، اور اللہ جانتا ہے کہ تم میں مفسد کون ہے مصلح کون ہے اور اللہ چاہتا تو تم کو مشقت میں ڈال دیتا،

إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٢٢٠﴾

بے شک اللہ غالب ہے حکمت والا ہے۔

۲۱۹۔ يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا آثَمُ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِنْ نَفْعِهِمَا وَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ قُلِ الْعَفْوَ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ۔ (آپ سے اے محمد ﷺ) یہ

لوگ شراب اور جوئے کے بارے میں سوال کرتے ہیں ان سے کہہ دو۔ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے فائدے بھی ہیں۔ اور ان کے فائدے سے انکا گناہ بڑا ہے اور آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں کہہ دو۔ جو ضرورت سے زیادہ ہو اسی طرح اللہ تعالیٰ تم سے صاف صاف آیتیں بیان کرتے ہیں تاکہ تم غور کرو۔ شراب کے متعلق چار آیات اتریں۔ مکہ شریف میں نمبرا۔ سورہ نحل ومن ثمرات النخيل والا عناب تتخذون منه سكرًا ورزقا حسنا۔ مسلمان شراب کو استعمال کرتے تھے اور اس وقت حلال بھی تھی پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور بعض دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ ہمیں شراب کے بارے میں فتویٰ دیں۔ یہ عقل کو دور کرنے والی اور مال سلب کرنے والی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔

واقعه عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ:

نمبر ۲۔ يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ۔ پھر کچھ لوگوں نے تو شراب پینی چھوڑ دی۔ جبکہ دوسرے استعمال کرتے رہے

حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے ایک دن دوستوں کی جماعت کو دعوت دی انہوں نے شراب پی اور نشہ چڑھ گیا۔ نماز کا وقت آ گیا۔ تو ان میں سے کسی نے امامت کروائی۔ تو قل یا ایہا الکفرون لا اعبد کو اعبد ماتعبدون پڑھ دیا۔ اس پر یہ آیت اتری۔

واقعہ عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ:

نمبر ۳۔ لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَرَىٰ۔ النساء آیت نمبر ۴۳ اب اس کے بعد پینے والوں کی تعداد کم ہو گئی۔ پھر حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ نے دوستوں کی ایک جماعت کو بلایا۔ جب انہوں نے شراب پی اور اس کا نشہ چڑھا۔ تو ایک دوسرے سے جھگڑے اور باہمی مار پٹائی ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اَللّٰهُمَّ بَيْنْ لَنَا بَيْنًا شَافِيًا۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت۔

نمبر ۴۔ اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ۔ تا۔ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُوْنَ۔ اتاری۔ سورۃ المائدہ آیت نمبر ۹۰۔ ۹۱ اس آیت کو سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان سے نکلا۔ انتھینا انتھینا یا رب اے ہمارے رب ہم باز آئے باز آئے۔

ارشاد حضرت علی رضی اللہ عنہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اگر ایک قطرہ شراب کنوئیں میں گر جائے پھر اس کی جگہ منارہ بنایا جائے۔ میں علی اس پر اذان نہ دوں گا۔ اور اگر دریا میں قطرہ گر جائے پھر وہ دریا خشک ہو جائے اور اس میں گھاس اُگ آئے تو میں اس کو اپنے جانوروں کو نہ چراؤں گا۔ خمر۔ انگور کا شیرہ جو گاڑھا ہو جائے جھاگ نکالے اصل میں خمرہ خمر مصدر پر اسمیت کا معنی غالب آ گیا۔ اس نے ڈھانپا ڈھانپنا۔ شراب بھی عقل کو ڈھانپ لیتی ہے۔

میسر کا مآخذ:

المیسر۔ کا معنی ہے جَوّال یہ میسر سے مصدر ہے جیسا موعدا پئے فعل سے۔

کہا جاتا ہے۔ میسر تہ۔ جبکہ اس سے جوا کھیلے۔ اور ایسر سے مشتق ہے۔ کیونکہ دوسرے کا مال اس میں سہولت و آسانی بغیر محنت و تھکاوٹ کے حاصل کر لیتا ہے یا ایسار سے مشتق ہے گویا اس کے بائیں ہاتھ نے یہ مال چھین لیا ہے۔ جوئے کی صورت حال اس طرح تھی ان کے ہاں دس تیر تھے۔ جن پر خطوط تھے۔ اور وہ درج ذیل تھے۔

جوئے کے تیر:

نمبر ۱۔ الفذ اس کا ایک حصہ تھا۔ نمبر ۲۔ التوام اس کے دو حصے تھے۔ نمبر ۳۔ الریب اس کے تین حصے تھے۔ نمبر ۴۔ الحلس اس کے چار حصے تھے۔ نمبر ۵۔ النافس اس کے پانچ حصے تھے۔ نمبر ۶۔ المسبل اس کے چھ حصے تھے۔ نمبر ۷۔ المعلىٰ اس کے سات حصے تھے۔ تین تیر بلا علامت تھے ان کا کوئی حصہ نہ تھا۔ نمبر ۸۔ المنیع نمبر ۲۔ السفیح۔ نمبر ۳۔ الوغد وہ ان تمام تیروں کو ایک تھیلے میں ڈالتے۔ اور ایک عادل آدمی کے ہاتھ پر رکھ دیتے۔ پھر وہ ان تیروں کو حرکت دیتا۔ اور اپنا ہاتھ تھیلے میں ڈال کر ہر آدمی کے نام پر باری باری ایک ایک تیر نکالتا جاتا۔ جس کا تیر ان تیروں میں سے نکلتا جن کے حصے مقرر تھے۔ وہ مقررہ حصے لے لیتا۔ اور جس کا ایسا تیر نکلتا جن کے حصے مقرر نہ تھے وہ کچھ وصول نہ کرتا۔ بلکہ سارے اونٹ کی قیمت بطور تاوان دیتا۔ وہ حصے وصول

کرنے والے اپنے حصے فقراء پر بانٹ دیتے۔ اس میں سے خود کچھ بھی استعمال نہ کرتے اور اس پر فخر کرتے اور جو اس میں داخل نہ ہوتا۔ اس کی مذمت کرتے۔ قمار کی تمام اقسام۔ نزد۔ شطرنج وغیرہ اسی کے حکم میں ہیں۔

لین دین کے متعلق سوال:

وہ آپ سے ان کے لین دین کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ آپ فرمادیں۔ قُلْ فِيهِمَا اِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنْ اِثْمٌ لِلنَّاسِ (کہ ان میں گناہ بہت بڑا ہے اور لوگوں کے کچھ فائدے بھی ہیں)۔ باہمی جھگڑے اور گالم گلوچ کی وجہ سے اور فحش گوئی اور جھوٹ کی وجہ سے۔

قرأت: حمزہ اور علی رحمہما اللہ نے کبیر کی جگہ کثیر پڑھا ہے۔

وَمَنْ اِثْمٌ لِلنَّاسِ سے مراد تجارت خمر کے فوائد اور پینے کی لذت اور جوئے میں فقراء کا نفع یا مال بلا محنت کے میسر آ جانا۔ وَ اِثْمُهُمَا۔ ان کے لین دین کے گناہ کی سزا۔ اَكْبَرُ مِنْ نَفْعِهِمَا۔ وہ ان دونوں کے فائدے سے بہت بڑھ کر ہے۔ کیونکہ شرابی اور جوہاراز طرح طرح کے جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں۔

وَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ قُلِ الْعَفْوَ۔ وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں تو فرمادیں جو بیچ رہے۔ عفو زائد کو کہتے ہیں۔ یعنی تم وہ خرچ کرو۔ جو ضرورت سے بچا ہوا ہو۔ ابتدائے اسلام میں تمام زائد مال کا خرچ کرنا فرض تھا کھیتی والے کو اپنا سال کا خرچہ رکھ کر مہینے کے بعد زائد کے خرچ کر ڈالنے کا حکم تھا۔ جب آیت زکوٰۃ نازل ہوئی۔ تو یہ حکم منسوخ ہو گیا۔

نحو و قرأت: ابو عمرو نے اس کو ضمہ کے ساتھ اَلْعَفْوُ پڑھا ہے جنہوں نے اس کو نصب دیا تو انہوں نے ”مَاذَا“ کو ایک اسم قرار دے کر ینفقون سے منصوب بنایا ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے قُلْ يَنْفِقُونَ الْعَفْو۔ نَحْوُ: اور جنہوں نے رفع پڑھا انہوں نے مَا کو مبتدا اور ذاکو صلہ سمیت اس کی خبر بنایا ہے ذایہا الذی کے معنی میں ہے ینفقون یہ ذاکا صلہ ہے تقدیر عبارت یہ ہے۔ مَا الذی ینفقون؟ تو اس کے جواب میں العفو لایا گیا۔ یعنی هو العفو۔ تو جواب کو سوال والا اعراب دے دیا۔ تاکہ سوال و جواب میں مطابقت ہو۔

كَذَلِكَ۔ کاف یہ موضع نصب میں مصدر محذوف کی صفت ہے یعنی تَبَيَّنَا مِثْلَ هَذَا التَّيْنِ۔ يَبِينُ اللَّهُ لَكُمْ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ اپنی آیات کھول کر بیان کرتے ہیں۔ تاکہ تم سوچ و بچار کرو۔

تَفْسِيْرُ آيَةِ ۲۲۰:

فِي الدُّنْيَا۔ (دنیا میں) یعنی دنیا کے معاملے میں۔

وَالْاٰخِرَةِ (اور آخرت میں) فی یہ یتفکرون سے متعلق ہے۔ یعنی تم دونوں جہانوں کے متعلق غور و فکر کرو۔ اور ایسے اعمال کرو۔ جو تمہارے لئے نہایت درست ہوں۔ یا دونوں جہانوں کے متعلق سوچ و بچار کرو اور ان میں جو باقی رہنے والا ہے اور کثرت منافع والا ہے اس کو ترجیح دو۔

دوسرا قول: یہ ہے کہ یسین کے متعلق بھی ہو سکتا ہے تقدیر عبارت یہ ہوگی۔

یسین لکم الایات فی امر الدارین وفیما یتعلق بہما اور وہ تمہارے لئے اپنی آیات دونوں جہانوں کے سلسلے میں اور جو چیزیں ان سے متعلق ہیں واضح طور پر بیان کرتے ہیں۔ لعلکم تتفکرون۔ تاکہ تم سوچ بچار کرو۔ جب یہ آیت نمبر ۱۰ سورۃ نساء ان الذین یا کلون اموال الیتیمی ظلماً اتری تو کئی صحابہ رضی اللہ عنہم نے یتامی سے علیحدگی اختیار کر لی۔ اور ان سے میل جول چھوڑ دیا۔ اور ان کے مالوں کی نگرانی ترک کر دی۔ اور اس بات کا تذکرہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ تو یہ آیت اتری۔

مداخلت برائے احتیاج:

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْيَتَامَىٰ قُلْ إِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ۔ (وہ آپ سے یتیموں کے بارے سوال کرتے ہیں تم کہہ دو اصلاح کرنا ان کے لئے بہتر ہے) یعنی ان کے معاملات میں اور اموال میں اصلاح کی خاطر مداخلت الگ تھلگ ہو جانے سے بہتر ہے۔

وَأَنْ تَخَالَطُوهُمْ (تم ان سے میل جول کرو) اور علیحدگی اختیار مت کرو۔

فَاخْوَانُكُمْ۔ (پس وہ تمہارے دینی بھائی ہیں) اور بھائی کا حق ہے کہ دوسرے بھائی کے ساتھ مل جل کر رہے۔

وَاللَّهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ۔ (اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے ان کے اموال میں بگاڑ پیدا کرنے والے کا ان کی اصلاح کرنے والے سے) پس مداخلت کے مطابق بدلہ دے گا۔ پس احتیاط کرو اور اصلاح کے علاوہ اور کوئی چیز مت تلاش کرو۔

وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ۔ (اور اگر اللہ تعالیٰ کو تمہاری تنگی منظور ہوتی)

لَا غَنَّتْكُمْ۔ (تو تمہیں مشقت میں ڈال دیتا) تمہیں مشقت اٹھوا کر اور تنگی میں مبتلا کرتا۔ اور شرکت کو مطلق مباح نہ کرتا۔

إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ۔ (بے شک اللہ تعالیٰ زبردست) یعنی غالب ہے وہ اپنے بندوں پر مشقت ڈالنے کی قدرت رکھتا ہے اور تنگی میں مبتلا کرنے کی۔

حَكِيمٌ۔ (حکمت والا ہے) وہ وسعت کے مطابق اور طاقت کے لحاظ سے حکم دیتا ہے۔

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَةَ حَتَّىٰ يُؤْمِنَ ۖ وَلَا مِمَّنْ مُؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَلَا

اور نکاح نہ کرو مشرک عورتوں سے جب تک کہ وہ ایمان نہ لائیں، اور البتہ ایمان والی باندی بہتر ہے مشرک عورت سے اگرچہ

أَعَجَبْتُمْ ۖ وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا ۖ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ

وہ تمہیں اچھی لگے، اور نہ نکاح کرو اپنی عورتوں کا مشرکین سے جب تک کہ وہ ایمان نہ لائیں، البتہ ایمان والا غلام بہتر ہے

مِّنْ مُّشْرِكٍ ۖ وَلَا أَعْجَبَكُمْ ۖ أُولَٰئِكَ يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ ۖ وَاللَّهُ

مشرک سے اگرچہ وہ تمہیں اچھا لگے، یہ لوگ بلاتے ہیں دوزخ کی طرف، اور اللہ

يَدْعُو إِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِإِذْنِهِ ۖ وَيُبَيِّنُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ

بلاتا ہے جنت اور مغفرت کی طرف اپنے حکم سے، اور اللہ بیان فرماتا ہے لوگوں کے لئے اپنی آیات تاکہ وہ نصیحت

يَتَذَكَّرُونَ ﴿۲۲۱﴾

حاصل کریں۔

۲۲۱۔ وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَةَ حَتَّىٰ يُؤْمِنَ ۖ وَلَا مِمَّنْ مُؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَلَا أَعْجَبْتُمْ ۖ وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا ۖ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ ۖ وَلَا أَعْجَبَكُمْ ۖ أُولَٰئِكَ يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ وَاللَّهُ يَدْعُو إِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِإِذْنِهِ وَيُبَيِّنُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ۔ (اور مشرک عورتیں جب تک ایمان نہ لائیں۔ ان سے نکاح نہ کرو۔ اور البتہ مؤمنہ لونڈی مشرک عورت سے بہتر ہے اگرچہ وہ تمہیں اچھی معلوم ہو۔ اور نہ نکاح کرو مشرک مردوں سے جب تک وہ ایمان نہ لائیں اور بے شک مسلمان غلام مشرک سے بہت بہتر ہے اگرچہ وہ تمہیں پسند آئے۔ یہ دوزخ کی طرف بلانے والے ہیں۔ اور اللہ جنت اور مغفرت کی طرف بلاتے ہیں۔ اپنے حکم سے اور اپنے احکام لوگوں کے سامنے صاف صاف بیان کرتے ہیں۔ تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں)۔

شانِ نزول: جب مرشد علیؑ نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا آیا وہ عناق مشرک سے نکاح کرے۔ تو یہ آیت اتری۔

تفسیر آیت ۲۲۱:

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَةَ حَتَّىٰ يُؤْمِنَ ۖ۔ تم مشرک عورتوں سے نکاح مت کرو۔ جب تک وہ ایمان نہ لائیں۔ نکح کا معنی خود نکاح کرنا اور انکح نکاح کروانا۔

وَلَا مِمَّنْ مُؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَلَا أَعْجَبْتُمْ ۖ۔ مؤمنہ لونڈی بہت بہتر ہے مشرک سے خواہ وہ تمہیں زیادہ بھائے یعنی اگرچہ حالت یہ ہو کہ مشرک تمہیں پسند ہو اور تم اس سے محبت کرتے ہو۔

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ ۖ قُلْ هُوَ أَذَىٰ ۚ فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي

اور وہ آپ سے حیض کے بارے میں سوال کرتے ہیں، آپ فرما دیجئے کہ وہ گندگی ہے، سو تم علیحدہ رہو عورتوں سے حیض

الْمَحِيضِ ۚ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّىٰ يَطْهَرْنَ ۚ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ

کے زمانہ میں، اور ان کے پاس نہ جاؤ یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائیں، پھر وہ جب پاک ہو جائیں تو ان کے پاس آؤ

مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ

جس جگہ سے اللہ نے تم کو حکم دیا ہے۔ بے شک اللہ پسند فرماتا ہے خوب توبہ کرنے والوں کو، اور پسند فرماتا ہے خوب پاکیزگی

الْمُتَطَهِّرِينَ ۝

اختیار کرنے والوں کو۔

وَلَا تُنكِحُوا الْمُشْرِكِينَ ۚ نِكَاحُكُمْ بَاطِلٌ ۚ يَعْنِي كَيْسِي مُسْلِمَةٌ كَانَتْ نِكَاحُهَا بَاطِلٌ ۚ

امام زجاج رحمہ اللہ نے اسی طرح کہا۔

جامع العلوم:

نے فرمایا۔ یہاں ایک مفعول کو حذف کیا گیا ہے۔

تقدیر عبارت یہ ہے: وَلَا تُنكِحُوا هُنَّ الْمُشْرِكِينَ کہ نہ نکاح کر کے دو ان مسلمات کا مشرکین کو۔ حَتَّىٰ يَوْمِنَا وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ

مِنْ مُّشْرِكٍ وَلَوْ أَعْجَبَكُمْ ۚ یہاں تک کہ وہ ایمان لائیں اور مؤمن غلام بہت بہتر ہے مشرک سے اگرچہ وہ تمہیں پسند آئے۔

أُولَٰئِكَ أَسْأَلُكَ فِيهِمْ عِلَّتْ بَيَانُ كَيْسِي اور اس کا مشار الیہ مشرک عورتیں اور مشرک مرد ہیں۔

ان سے رشتہ قطع کریں:

يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ ۚ (وہ آگ کی طرف دعوت دینے والے ہیں) یعنی اس کفر کی طرف دعوت دینے والے ہیں جو اہل نار کا عمل

ہے پس وہ اس بات کے مستحق ہیں۔ کہ ان سے دوستی نہ کی جائے۔ اور نہ ان سے دامادی کا رشتہ قائم کیا جائے۔

ان سے موالات واجب ہے:

وَاللَّهُ يَدْعُو إِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ ۚ (اور اللہ تعالیٰ جنت و مغفرت کی طرف دعوت دینے والے ہیں) اور جو چیز انکی طرف

پہنچانے والی ہو یہی وہ لوگ ہیں جن کی موالات واجب ہے اور انکی مصاہرت درست ہے۔ بِإِذْنِهِ۔ اپنے اذن سے یعنی اپنے علم

سے یا اپنے حکم سے۔ وَيُبَيِّنُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ اور اپنی آیات کھول کر بیان کرتے ہیں۔ تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

۲۲۲۔ وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ ۖ قُلْ هُوَ أَذَىٰ ۚ فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّىٰ يَطْهَرْنَ فَإِذَا

تَطَهَّرْنَ فَأَتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ۔ اور وہ آپ سے حیض کے بارے میں سوال کرتے ہیں آپ فرمادیتے کہ وہ گندگی ہے۔ سو تم علیحدہ رہو عورتوں سے حیض کے زمانہ میں اور ان کے پاس نہ جاؤ یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائیں پھر وہ جب پاک ہو جائیں تو ان کے پاس آؤ جس جگہ سے اللہ نے تم کو حکم دیا ہے۔ بے شک اللہ پسند فرماتا ہے خوب توبہ کرنے والوں کو اور پسند فرماتا ہے خوب پاکیزگی اختیار کرنے والوں کو۔

نشانِ نزول: اہل عرب حائضہ عورتوں کے ساتھ کھاتے پیتے نہ تھے۔ اور نہ ہی ان کے ساتھ رہائش رکھتے جیسا کہ یہود مجوس کرتے۔ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے متعلق سوال کیا۔ یا رسول اللہ! حیض کی حالت میں عورتوں سے کس طرح معاملہ کریں؟ پس یہ آیت اتری۔

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ (وہ آپ سے حیض کے متعلق پوچھتے ہیں) الْمَحِيضُ۔ یہ مصدر میمی ہے کہا جاتا ہے۔ حاضت حیضاً۔ اس کو حیض آیا حیض آنا۔ جیسے جاء مجیناً۔

قُلْ هُوَ آذَى۔ (کہہ دیں وہ ناپاکی ہے)۔ یعنی حیض گندگی ہے اور صحبت کرنے والے کو ایذا دیتی ہے۔

اعترال عورت کا دائرہ:

فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ (تم عورتوں سے حیض میں الگ رہو) یعنی ان سے پرہیز کرو۔ یعنی مجامعت نہ کرو۔ یہ بھی کہا گیا کہ نصاریٰ ان سے مجامعت میں حیض کی پرواہ نہ کرتے۔ اور یہود ان سے بالکل علیحدگی اختیار کرتے پس اللہ تعالیٰ نے دونوں کے درمیان میں میاں رومی کا حکم دیا۔

مَسْئَلَةٌ: امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک ازار کے نیچے والے حصہ سے پرہیز کرے۔ امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک فقط شرمگاہ سے پرہیز واجب ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ خون کے نشان یعنی شرمگاہ سے بچے۔ اور اس کے لئے بقیہ جسم میں اختیار ہے۔ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ۔ (ان کے قریب نہ جاؤ) یعنی مجامعت مت کرو۔ یا ان کی مجامعت کے قریب نہ جاؤ۔ حَتَّى يَطْهُرْنَ۔ (یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائیں)

اختلاف قراءت: حفص کے علاوہ کوئی قراء کے نزدیک تشدید کے ساتھ ہے۔ یعنی وہ غسل کر لیں اور یہ اصل میں یطہرن۔ تا۔ طاء کو قرب مخرج کی وجہ سے ادغام کر لیا۔ دیگر قراء نے یطہرن۔ تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے اس کا معنی خون کا منقطع ہونا ہے۔ مَسْئَلَةٌ: دونوں قراءتیں دو آیات کی طرح ہیں ہم نے دونوں پر عمل کرتے ہوئے کہا۔ کہ دم حیض کے اکثر دن گزر جانے پر اگر خون منقطع ہو گیا۔ اور اگر عورت نے غسل نہیں بھی کیا۔ تو مرد اسکے قریب جاسکتا ہے قراءت تخفیف کا یہ تقاضا ہے اور اگر خون قلیل دنوں میں منقطع ہو گیا۔ تو جب تک عورت غسل نہ کرے اس کے قریب نہ جائے۔ یا اس پر ایک وقت نماز کا نہ گزر جائے۔ تاکہ انقطاع بالیقین ثابت ہو جائے۔ اس طرح قراءت تشدید پر عمل ہو گیا۔ اور اس پر محمول کرنا آیت کا یہ اس کے عکس پر محمول کرنے سے اولیٰ ہے۔ کیونکہ عکس کی صورت میں ایک پر عمل کا ترک لازم ہوگا۔ جمع نہ کیا جاسکے گا۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں مرد اس وقت تک قریب نہیں جاسکتا۔ جب تک خوب طہارت حاصل نہ کرے۔ اور ان کی دلیل یہ آیت: فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأَتُوهُنَّ ہے۔

نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۖ فَاتُوا حَرْثَكُمْ اَنۡیۤ اَشِدُّتُمْ ۚ وَقَدِّمُوا لِنَفْسِكُمْ ۖ

تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں، سو تم اپنی کھیتی میں آ جاؤ جس طرف سے ہو کر چاہو اور تم اپنی جانوں کے لئے آگے بھیج دو،

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَعْلَمُوۡا اَنَّكُمْ مُّلَقُوۡهُ ۖ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيۡنَ ﴿۲۲۳﴾

اور اللہ سے ڈرو، اور جان لو کہ بلاشبہ تم اس سے ملاقات کرنے والے ہو، اور مومنین کو خوشخبری سنا دو۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں صورت جمع:

آنے کا مطلب ان سے جماع کرنا ہے۔ پس اس طرح انہوں نے دونوں آیات کو جمع کیا۔

مِنْ حَيْثُ اَمَرَكَ اللّٰهُ۔ (جہاں سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا) یعنی ان مقامات سے جہاں سے اس نے تمہیں آنے کا حکم دیا۔ اور اس کو حلال کیا اور وہ شرمگاہ ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيۡنَ۔ (بے شک اللہ توبہ کرنے والوں کو پسند کرتے ہیں) تو ابین سے مراد ممنوعات کے ارتکاب سے رجوع کرنے والے یا اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنے والے خواہ وہ غلطی پر غلطی کر لیں۔ اللہ تعالیٰ کی محبت کی پہچان یہ ہے کہ اس کی عظیم معافی کے سبب مایوس نہ ہو۔

وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيۡنَ۔ (اور خوب پاکیزگی والوں کو پسند کرتے ہیں) یعنی پانی سے پاکیزگی اختیار کرنے والے یا عورتوں کے ساتھ دبر میں وطی سے بچنے والے ہیں۔ یا حیض میں جماع سے بچنے والے یا فواحش سے بچنے والے ہیں۔

نشان نزول: یہود کہا کرتے تھے کہ اگر کوئی اپنے اہل کے ساتھ بیٹھ کر وطی کرے تو لڑکا بھینگا پیدا ہوگا تو یہ آیت اتری۔

مقصود جماع بقائے نسل ہے:

۲۲۳۔ نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ۔ (تمہاری عورتیں تمہارے لئے کھیتی ہیں) یعنی کھیتی کے مقامات ہیں۔ اور یہ مجاز ہے عورتوں کو کھیتوں سے تشبیہ دی۔ اس لئے کہ ان کے رحموں میں نطفہ ڈالے جاتے ہیں جو نسل کے لئے بمنزلہ بیج ہے اور لڑکا بمنزلہ نبات کے ہے دراصل نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ یہ فَاَتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكَ اللّٰهُ کا بیان اور توضیح بن گئی۔ یعنی وہ مقام جس کا اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا۔ وہ مقام کھیتی ہے مقام گندگی نہیں۔ اس سے درحقیقت متنبہ کر دیا کہ مجامعت کا مقصد قضائے شہوت نہیں بقائے نسل ہے پس ایسے مقامات سے آؤ جس سے یہ مقصد متعلق ہے۔

فَاَتُوا حَرْثَكُمْ اَنۡیۤ اَشِدُّتُمْ۔ (اپنی کھیتی میں آؤ جیسے تم چاہو) یعنی ان سے جماع کرو جب چاہو۔ یا جس طرح چاہو۔ آؤ بیٹھ کر۔ یا چپ لیٹ کر یا پہلو کے بل لیٹ کر مگر آنے کا مقام ایک ہی ہے۔ وہ مقام حرث ہے۔

یہ درحقیقت تمثیل ہے یعنی تم ان کے پاس آؤ جیسا تم اپنی اراضی جن میں تم کاشت کرنا چاہتے ہو جس طرف سے آتے ہو کوئی ایک طرف مخصوص نہیں۔

وَلَا تَجْعَلُوا لِلّٰهِ عُرْضَةً لِإِيْمَانِكُمْ أَنْ تَبَرُّوا وَتَتَّقُوا وَتُصْلِحُوا بَيْنَ النَّاسِ ۚ

اور اپنی قسموں کے ذریعہ نیکی کرنے اور تقویٰ اختیار کرنے اور لوگوں کے درمیان اصلاح کرنے کے لئے اللہ کو آڑ نہ بناؤ

وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿۲۲﴾

اور اللہ سنے والا اور جاننے والا ہے۔

بلاغت:

ان آیات میں لطیف کنایات اور خوبصورت تعریضات ہیں۔

تعلیم آداب:

ہو ا ذی فاعتزلوا النساء۔ من حیث امرکم اللہ۔ فاتوا حرثکم اثنی شتم۔ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ ان آداب کو اختیار کرے۔ اپنے محاورات اور مکاتبات میں بتکلف یہ انداز اختیار کرے۔

وَقَدْ مَوَّا لَانْفُسِكُمْ۔ (اپنے نفسوں کے لئے آگے بھیجو) یعنی جن اعمال صالحہ کا مقدم کرنا ضروری ہے اور ممنوعات کی مخالفت سے بچو یا اولاد طلب کرو یا اس سے مراد وہی ہے۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ۔ (اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو) یعنی ممنوعات پر جرأت مت کرو۔

وَاعْلَمُوا اَنَّكُمْ مُلْقَوٰهُ۔ (اور یقین کر لو بے شک تم اس کو ملنے والے ہو) یعنی تم اس کی طرف جانے والے ہو پس اس کی ملاقات کی تیاری کرو۔

وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ (اور ایمان والوں کو خوش خبری دے دو) ثواب کے ساتھ اے محمد ﷺ

عجیب نکتہ:

تین مرتبہ یَسْئَلُونَكَ بغیر واؤ کے آیا۔ پھر تین مرتبہ واؤ کے ساتھ لایا گیا۔ کیونکہ پہلے تین حوادث کے متعلق سوال گویا متفرق حالات میں پیش آیا اس لئے حرف عطف نہیں لایا گیا کیونکہ ہر سوال ابتدائی سوال تھا اور پچھلے حوادث کے متعلق سوال ایک ہی وقت میں پیش آئے اس لئے واؤ جمع کا ان کے درمیان لایا گیا۔

۲۲۲۔ وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِإِيْمَانِكُمْ أَنْ تَبَرُّوا وَتَتَّقُوا وَتُصْلِحُوا بَيْنَ النَّاسِ وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ۔ (اور نہ بناؤ اللہ تعالیٰ کو روکنے والا اپنی قسموں کا کہ تم نیکی کرو گے۔ اور تقویٰ اختیار کرو گے اور اصلاح کرو گے لوگوں کے درمیان اور اللہ تعالیٰ سنے والا اور جاننے والا ہے)۔

عرضہ کی تفسیر:

العَرْضہ۔ بروزن فعلہ بمعنی مفعول ہے جیسا قبضہ بمعنی مقبوض۔ اس چیز کو کہتے ہیں جو کسی چیز کے لئے رکاوٹ بنے۔ یہ عرض العود علی الاناء سے لیا گیا ہے جو لکڑی اس برتن سے آڑ اور رکاوٹ بن جائے۔ جیسے تم کہتے ہو۔ عرضة دون الخیر۔ فلاں آدمی بھلائی کے راستہ میں رکاوٹ ہے بعض لوگ صلہ رحمی کے بعض کاموں پر قسم اٹھاتے یا اصلاح رشتہ داری کرنے کی قسم کھا لیتے یا کسی پر احسان نہ کرنے کی یا عبادت نہ کرنے کی۔ پھر کہتے۔

اخاف الله ان احنث فی یمینی۔ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں کہ میری قسم ٹوٹ جائے پس وہ نیکی کو اس لئے چھوڑتا ہے اپنی قسم میں نیکی کا ارادہ کر کے۔

قسم سے متعلق قسم کو چھوڑنا:

پس ان کو کہہ دیا تم اللہ تعالیٰ کو اپنی قسموں کا نشانہ نہ بناؤ۔ یعنی اس چیز کے لئے رکاوٹ نہ بناؤ اس چیز کو جس پر قسم اٹھائی ہے اور محلو ف علیہ یمین کہا کیونکہ وہ قسم سے متعلق ہے جیسا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو آدمی کسی چیز پر قسم اٹھائے پھر اس کے غیر کو اس سے بہتر دیکھے تو اپنی قسم کا کفارہ ادا کرے۔ (احمد نسائی) تو اس شی کو یمین کہا گیا۔

اَنْ تَبْرُوْا وَتَتَّقُوْا وَتَصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ۔ (کہ تم نیکی نہ کرو گے اور تقویٰ اختیار نہ کرو گے اور لوگوں کے مابین اصلاح نہ کرو گے)۔

لام کی دو قسمیں:

جملہ لایمانکم کا عطف بیان ہے یعنی لایمور المحلوف علیہا النی ہی البر والتقوی والاصلاح بین الناس۔ یعنی وہ امور جن پر قسم اٹھائی گئی ہے وہ بر تقویٰ اور اصلاح بین الناس ہے اور لام فعل سے متعلق ہے۔ یعنی ولا تجعلوا اللہ عرضة لایمانکم نہ بناؤ اللہ کو اپنی قسموں کے لئے پردہ۔

دوسرا قول: لام تغلیل کے لئے بھی ہو سکتا ہے اور ان تبروا فعل سے متعلق ہو یا عرضة سے متعلق ہو یعنی ولا تجعلوا اللہ لاجل ایمانکم بہ عرضة لان تبروا۔ اللہ تعالیٰ کی قسموں کو لوگوں کے ساتھ سلوک کرنے سے تم آڑ نہ بناؤ کہ تم قسم کھا لو کہ فلاں کے ساتھ سلوک نہ کرو گے۔

وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ۔ (اور اللہ سننے والے ہیں) تمہاری قسموں کو۔ عَلِیْمٌ۔ (اور جاننے والے ہیں) تمہاری نیت کو

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ وَلَكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ

اللہ تعالیٰ تمہارا مواخذہ نہیں فرمائے گا۔ تمہاری لغو قسموں کے بارے میں، لیکن مواخذہ اس بات پر فرمائے گا جس کا تمہارے دلوں نے

قُلُوبُكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ ﴿۲۲۵﴾

ارادہ کیا اور اللہ غفور ہے حلیم ہے۔

تفسیر آیت ۲۲۵:

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ۔ (اللہ تعالیٰ تم سے مواخذہ نہ کرے گا تمہاری قسموں میں بے ہودہ قسموں پر) اللغو۔ وہ بے ہودہ اور نکمی چیز جس کا اعتبار نہ ہو خواہ کلام ہو یا اور کچھ۔

یمین لغو:

وہ بے ہودہ قسم جس کا قسموں میں اعتبار نہ ہو اور وہ یہ ہے کہ کسی ایسی چیز پر قسم کھائے کہ جس کے متعلق گمان ہو کہ اس نے قسم نہیں اٹھائی اور معاملہ اس کے الٹ ہو۔ مطلب یہ ہے کہ وہ لغو یمین اٹھانے والے کو سزا نہ دیں گے۔ عند الشافعیؒ۔ جو زبان پر بلا قصد جاری ہو جائے مثلاً لا واللہ و بلی واللہ وَلَكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ۔ (لیکن وہ مواخذہ کریں گے) یعنی سزا دیں گے۔

یمین غموس اور مواخذہ آخرت:

بِمَا كَسَبَتْ قُلُوبُكُمْ۔ (اس پر جو کمایا تمہارے دلوں نے) یعنی جو جان بوجھ کر قسم میں جھوٹ بولا ہے اور وہ اس طرح ہے کہ آدمی ایسی چیز کی قسم جان بوجھ کر کھائے جس کے متعلق جانتا ہو۔ کہ وہ اس کے برخلاف ہے جو وہ کہہ رہا ہے اور یہی یمین غموس ہے۔ امام شافعیؒ نے اس آیت سے یمین غموس پر کفارہ کو لازم کیا کیونکہ وہ دل کا کسب ہے۔ عزم اور قصد ہے اور مواخذہ یہاں واضح نہیں۔ بلکہ سورۃ المائدہ کی آیت میں واضح ہے۔ پس وہاں کا بیان یہاں کیلئے ہوگا۔ جواب: ہم کہتے ہیں اور وہ اگلے جہان کا معاملہ ہے اور مواخذہ اس جگہ دار ابتلاء سے مقید ہے پس ایک کو دوسرے پر محمول کرنا درست نہیں۔

وَاللَّهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ۔ (اللہ تعالیٰ بخشنے والے بردبار ہیں) کہ تمہاری لغو قسموں پر مواخذہ نہیں کرتے۔

لِّلَّذِيْنَ يُؤْلَوْنَ مِنْ نِّسَاءِهِمْ تَرْبُصُ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ ۚ فَاِنْ فَاَوْفَا نَّ اللّٰهَ

جو لوگ اپنی بیویوں کے پاس جانے کے بارے میں قسم کھا لیتے ہیں، ان کے لئے چار مہینہ کا انتظار ہے پھر اگر رجوع کر لیں تو اللہ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۱۶﴾ وَاِنْ عَزَمُوْا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۱۷﴾

بخشنے والا مہربان ہے۔ اور اگر وہ طلاق کا پختہ ارادہ کر لیں تو بے شک اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔

تَفْسِيْرُ آيَةِ ۲۱۶:

لِّلَّذِيْنَ يُؤْلَوْنَ مِنْ نِّسَاءِهِمْ۔ وہ لوگ جو اپنی بیویوں کے پاس نہ جانے کی قسم کھا لیتے ہیں۔ یؤلون کا معنی قسم اٹھانا ہے اور یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قراءت ہے: مِنْ نِّسَائِهِمْ یہ جار مجرور سے متعلق ہے۔ یعنی للذین کے جیسا تم کہو۔

لَكَ مِنْیْ نَصْرَةٌ۔ وَلَكَ مِنْیْ مَعُوْنَةٌ۔ اب مطلب یہ ہوا للمؤلین من نساء ہم۔ اپنی عورتوں کے بارے میں قسم کھانے والوں کے لئے۔

ایلاء کی تحقیق:

تَرْبُصُ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ۔ (چار ماہ انتظار کرنا ہے) یعنی قسم اٹھانے والے کے لئے ثابت ہوا چار ماہ کا انتظار گویا یہ استقرار کے متعلق ہوا۔ یؤلون کے متعلق نہیں کیونکہ وہ آلی علی سے متعدی ہوتا ہے جیسے کہتے ہیں آلی فلان علی امرأته۔ صحیح محاورہ ہے اگر کسی نے آلی فلان من امرأته کہا۔ تو اس آیت کو دیکھ کر غلط وہم کیا ہے۔ البتہ اس طرح کہا جاسکتا ہے۔ یہاں من سے آلی کو متعدی اس لئے کیا گیا کیونکہ اس قسم میں بعد اور دوری کا معنی پایا جاتا ہے گویا تقدیر عبارت اس طرح ہے یعدون من نساء ہم مؤلین وہ دوری اختیار کرتے ہیں اپنی عورتوں سے اس حال میں کہ وہ قسم اٹھانے والے ہیں۔

فَاِنْ فَاَوْ ۚ۔ پس اگر وہ رجوع کریں ان مہینوں میں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں فان فاء و فیہن ہے وہ اس معنی کی تاکید کرتی ہے یعنی وطی کی طرف لوٹ آئیں۔ اور ترک پر اصرار چھوڑ دیں۔

فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ (پس اللہ تعالیٰ بخشنے والے رحم کرنے والے ہیں) اسی لئے کفارہ مشروع کیا۔

تَفْسِيْرُ آيَةِ ۲۱۷:

وَاِنْ عَزَمُوْا الطَّلَاقَ۔ (اگر انہوں نے طلاق کا ارادہ کر لیا) رجوع کو ترک کر کے پس وہ مدت کے اختتام کا انتظار کریں۔

فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ۔ (پس اللہ سننے والا ہے) اس کی قسم والی بات کو۔

قول شافعی رحمہ اللہ:

عَلِيْمٌ۔ (اور جاننے والا ہے) اس کی نیت کو۔ دراصل یہ جملہ اصرار علی القسم ترک رجوع پر وعید ہے امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں

وَالْمُطَلَّاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ ۖ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ أَنْ

اور طلاق دی ہوئی عورتیں اپنی جانوں کو روکے رکھیں تین حیض آنے تک، اور ان کے لئے یہ بات حلال نہیں ہے کہ

يَكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللَّهُ فِي أَرْحَامِهِنَّ إِنْ كُنَّ يُؤْمِنَنَّ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ

جو کچھ اللہ نے ان کے رحموں میں پیدا فرمایا ہے اسے چھپائیں اگر وہ ایمان رکھتی ہیں اللہ پر اور یومِ آخرت

الْآخِرِ ۖ وَبَعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِي ذَلِكَ إِنْ أَرَادُوا إِصْلَاحًا ۚ

پہ، اور ان کے شوہر ان کے لوٹانے کے زیادہ حقدار ہیں اس مدت کے اندر اگر اصلاح کا ارادہ کریں،

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۚ

اور عورتوں کے لئے اس جیسا حق ہے جو ان کے اوپر ہے ایسے طریقہ پر، اور مردوں کا ان کے مقابلہ میں درجہ بڑھا ہوا ہے

وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۚ

اور اللہ بزدل پر دست ہے حکمت والا ہے۔

اس کا معنی یہ ہے پس اگر وہ رجوع کر لیں مدت کے گزرنے کے بعد گویا رجوع مدت کے گزرنے کے بعد ہے کیونکہ فاء تعقیب مع الوصل کے لئے ہے۔

شاندار جواب:

جواب: مگر اس کا جواب یہ ہے فان فاء و وان عزموا در حقیقت للذین یؤلون من نساء ہم کی تفصیل ہے۔ اور تفصیل مفصل کے بعد آتی ہے۔ جیسا کہ تم کہو۔

انا نزیلکم هذا الشهر فان احدثکم اقامت عندکم الی آخره والّا لکم اقم الارشما اتحول۔ میں اس مہینہ تمہارا مہمان ہوں پس اگر میں تمہاری تعریف کروں تو ہمیشہ تک کے لئے تم میں قیام کروں گا۔ ورنہ قیام نہ کروں گا اور تھوڑی دیر میں کوچ کر جاؤں گا۔

تفسیر آیت ۲۲۸: وَالْمُطَلَّاتُ۔ (اور طلاق شدہ عورتیں) یعنی مراد دخول بھا حیض والی عورتیں۔

امر بصورتِ خبر:

يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ۔ (وہ اپنے آپ کو روکیں) یہ خبر ہے جو امر کا معنی دیتی ہے اصل کلام اس طرح ہوگا۔ ولتربصن المطلقات چاہیے کہ مطلقہ عورتیں انتظار کریں امر کو بصورتِ خبر لا کرتا کید امر مقصود ہے اور اس بات کی طرف نشان دہی کی گئی کہ یہ ان کاموں میں سے ہے جن کو فی الفور پورا کرنا مناسب ہے گویا ان عورتوں نے اس حکم کو انتظار سے تسلیم کر لیا ہے پس اس کے

پائے جانے کی خبر دی جا رہی ہے۔ اہل عرب دعائیں اس طرح استعمال کرتے ہیں۔ رَحِمَكَ اللَّهُ یہ کلمہ دعائیہ بھی خبر کی صورت میں اسی لئے لایا جاتا ہے۔ کہ قبولیت پر یقین و اعتماد ہوتا ہے گویا رحمت ابھی موجود ہے اور یہ اس کے متعلق خبر دے رہا ہے۔ پھر یہاں مبتداء پر اس کی بنیاد رکھ کر تاکید میں اضافہ کر دیا۔ کیونکہ جملہ اسمیہ دوام و ثبات پر دلالت کرتا ہے بخلاف جملہ فعلیہ کے نیز انفس کا ذکر کر کے ان کو انتظار پر مزید براہیختہ کیا گیا اور مزید اس پر ابھارا کیونکہ عورتوں کے نفس مردوں کی طرف مائل ہونے والے ہیں۔ پس ان کی ذوات کو حکم دیا۔ کہ وہ اپنے آپ کو ہٹائیں۔ اور طمع پر غالب کریں اور انتظار پر مجبور کریں۔

قرء بمعنی حیض کی اشارۃ النص سے دلیل:

ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ۔ (تین حیض) قُرُ جمع قرء یا قُرُوء کی اور اس کا معنی حیض ہے۔ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ دعی الصلوة ایام اقراءك (دارقطنی)

تو نماز اپنے حیض کے ایام کی مقدار چھوڑ دو۔ اسی طرح یہ ارشاد طلاق الامۃ تطلیقتان وعدتها حیضتان۔ (ابوداؤد ترمذی) آپ ﷺ نے طہران نہیں فرمایا اور سورۃ الطلاق آیت نمبر ۴ والشی ینسن من المحیض من نساء کم ان ار تبتم فعد تین ثلاثۃ اشھر۔ میں اشھر کو حیض کے قائم مقام قرار دیا گیا۔ اطہار کو قائم مقام قرار نہیں دیا گیا۔ (پس گویا اشارۃ النص سے اس معنی کی تاکید ہو گئی) ان نصوص کے علاوہ دلائل عقلیہ۔

اس معنی کے تین دلائل عقلیہ:

دلیل عقلی نمبر ۱: عدت کا مقصود استبراء رحم ہے حیض سے رحم کا استبراء حاصل ہوتا ہے نہ کہ طہر سے اسی بناء پر بالاتفاق لونڈی کے لئے استبراء ایک حیض سے حاصل ہوتا ہے۔

نمبر ۲۔ اگر طہر مراد لیا جائے جیسا کہ امام شافعی رحمہ اللہ کا قول ہے تو عدت دو قرء اور تیسرے کے کسی قدر حصہ سے ختم ہو جائے پس تین کی عدت حاصل نہ ہوئی کیونکہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو طہر کے آخر میں طلاق دے تو وہ حیض امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں عدت میں پورا شمار کیا جاتا ہے۔ اور وہ اگر اس کو حیض کے آخر میں طلاق دے تو ہمارے ہاں وہ حیض گنتی میں نہ آئے گا اور یہ ظاہر بات ہے کہ تین ایک خاص عدد ہے جو تین سے کم پر بولا نہیں جاتا۔

نمبر ۳۔ محاورہ عرب ہے اقراءت المرأة جبکہ اس کو حیض آئے اور امرأة مقرئ حائضہ عورت

نحوی تحقیق:

مَحْجُور: ثلاثۃ منصوب ہے کیونکہ مفعول بہ ہے یعنی یتربصن ثلاثۃ قُرُوء نمبر ۱۔ یا ظرفیت کی وجہ سے منصوب ہے یعنی یتربصن مدۃ ثلاثۃ قُرُوء نمبر ۲۔ یعنی وہ روکیں اپنے کو مدت تین حیض کے گزرنے تک۔ تمیز جمع کثرت ہے نہ جمع قلت جو کہ اقراء ہے کیونکہ اتساعاً یہ جمعیت میں مشترک ہیں۔ شاید قُرُوء کا لفظ قرء کی جمع کے طور پر اقراء سے زیادہ استعمال ہوتا ہے پس اس کو قلیل الاستعمال پر ترجیح دے کر ذکر کیا گیا۔ کیونکہ قلیل الاستعمال بمنزلہ مہمل کے ہے۔

کتمان کی مراد:

وَلَا يَحِلُّ لَهَا أَنْ يَكْتُمَنَّ مَا خَلَقَ اللَّهُ فِيْهَا أَرْحَامِهِنَّ۔ (اور ان کے لئے جائز نہیں کہ وہ چھپائیں اس چیز کو جو اللہ تعالیٰ نے ان کے رحموں میں پیدا کی ہے) یعنی حمل یا دم حیض یا دونوں میں سے کوئی ایک اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ عورت اپنے خاوند سے جدائی کا ارادہ رکھتی ہو پس وہ حمل کو چھپائے تاکہ وہ خاوند اس کی طلاق میں وضع حمل تک انتظار نہ کریں۔ اور کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ لڑکے کے بارے میں شفقت کرتے ہوئے اس کو رخصت سے گریز کرے۔ یا وہ عورت اپنا حیض چھپائے اور کہے کہ وہ حائضہ ہے حالانکہ وہ طہر میں ہو، تاکہ جلدی طلاق حاصل کر لے۔

إِنْ كُنَّ يُؤْمِنَنَّ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ۔ (اگر وہ اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہیں) یہاں ان کی اس حرکت کو بڑا کر کے پیش کیا گیا۔ کیونکہ جس کو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کی سزا پر ایمان ہو وہ اس کے گناہ پر جرأت نہیں کرتا۔ وَبُعُولَتُهُنَّ۔ (اور ان کے خاوند) البعول جمع بعل ہے تاء جمع مؤنث کے لئے لائی گئی ہے۔ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ۔ (ان کے لوٹانے کے زیادہ حق دار ہیں) یعنی ان کے خاوند رجعت کے زیادہ حقدار ہیں۔

لفظ زوج کی حکمت:

مَسْئَلَةٌ: اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ طلاق رجعی سے وطی حرام نہیں ہوتی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے خاوند کو طلاق کے بعد بھی زوجہ کے لفظ سے ذکر فرمایا ہے۔

فِيْ ذَلِكَ۔ (اس میں) یعنی مدت انتظار میں۔ مطلب یہ ہے کہ جب آدمی رجوع کا ارادہ کر لے اور عورت انکار کرے تو مرد کی بات کو عورت کی بات پر ترجیح دی جائے گی۔ اور مرد اس بات کا زیادہ حقدار ہے اس بناء پر نہیں کہ اس کو رجوع کا حق ہے۔ اِنْ ارَادُوا۔ (اگر وہ ارادہ کریں) یعنی رجوع کا۔

اَصْلَاحًا۔ (درستگی کا) اپنے اور ان کے مابین۔ اور ان پر احسان کا ارادہ رکھتے ہوں۔ ان کو نقصان پہنچانا مقصود نہ ہو۔

طرفین کے حقوق و فرائض:

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيَّهِنَّ۔ (اور ان عورتوں کا حق ہے اسکی مثل جیسا عورتوں پر ہے) یعنی ان عورتوں کا مردوں پر حق لازم ہے جیسے مہر و نفقہ اور حسن معاشرت اور ترک مضرت وغیرہ اسکی مثل جو خاوندوں کا ان عورتوں پر لازم ہے جیسے ناپسند باتوں سے روکنا اور اچھی باتوں کا حکم دینا۔ بِالْمَعْرُوفِ۔ (دستور کے موافق) یعنی اس انداز سے جو شریعت و عادات میں نامناسب خیال نہیں کیا جاتا۔ یہاں مماثلت سے جنس فعل میں مماثلت مراد نہیں بلکہ ایک دوسرے کے حقوق ذمہ ہونے اور اصلاح و درستی اختیار کرنے میں مماثلت مراد ہے۔

بِالْمَعْرُوفِ۔ (دستور کے موافق) یعنی اس انداز سے جو شریعت و عادات میں نامناسب خیال نہیں کیا جاتا۔ یہاں مماثلت سے جنس فعل میں مماثلت مراد نہیں بلکہ ایک دوسرے کے حقوق ذمہ ہونے اور اصلاح و درستی اختیار کرنے میں مماثلت مراد ہے۔

پس مرد پر لازم نہیں کہ جب عورت اس کے کپڑے دھوئے یا اس کے لئے کھانا تیار کرے تو وہ مرد بھی اسی طرح اس کے لئے کرے۔ بلکہ اس کے بالمقابل وہ کام کرے جو مردوں کے لائق ہیں۔

الطَّلَاقُ مَرَّتَيْنِ ۖ فَاِمْسَاكِ بِمَعْرُوفٍ اَوْ تَسْرِیْحٍ بِاِحْسَانٍ ۚ وَلَا

طلاق دو مرتبہ ہے پھر روک لینا ہے بھلائی کے ساتھ، یا چھوڑ دینا ہے اچھے طریقہ سے اور

يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّا اَتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا اِلَّا اَنْ يَّخَافَا اَلَّا

تمہارے لئے یہ حلال نہیں ہے کہ تم کچھ بھی لے لو اس مال میں سے جو تم نے ان کو دیا ہے۔ مگر اس صورت میں کہ میاں بیوی اس بات سے ڈرتے ہوں کہ حدود اللہ

يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۖ فَلَا جُنَاحَ

قائم نہ رکھ سکیں گے، سو اگر تم لوگوں کو یہ ڈر ہو کہ وہ دونوں اللہ کے حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے، تو کوئی گناہ نہیں

عَلَيْهُمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهٖ ۚ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَمَنْ

ان دونوں پر اس بارے میں کہ عورت اپنی جان کا بدلہ دے دے، یہ اللہ کے حدود ہیں۔ سو تم ان سے آگے مت بڑھو۔ اور جو کوئی

يَتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظَّالِمُوْنَ ۚ ۲۲۹ ۚ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ

شخص اللہ کے حدود سے آگے بڑھ جائے تو ایسے لوگ ظلم کرنے والے ہیں، پھر اگر اس کو طلاق دے دی تو اس کے لئے اس کے بعد حلال نہ

لَهٗ مِنْۢ بَعْدِ حَتّٰی تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ۚ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ

ہو گی یہاں تک کہ اس شوہر کے بعد کسی دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرے۔ سو اگر اس نے طلاق دے دی تو ان دونوں پر کوئی

عَلَيْهِمَا اَنْ يَّتَرَاجَعَا اِنْ ظَنَّا اَنْ يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۚ وَتِلْكَ

گناہ نہیں کہ پھر آپس میں رجوع ہو جائیں۔ اگر دونوں کو اس بات کا گمان ہو کہ اللہ کے حدود قائم رکھیں گے اور یہ

حُدُوْدُ اللّٰهِ يَبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُوْنَ ۚ ۲۳۰

اللہ کی حد بندیاں ہیں وہ انہیں بیان فرماتا ہے ان لوگوں کے لئے جو جانتے ہیں۔

وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۚ (اور مردوں کو ان پر درجہ حاصل ہے) یعنی زائد حق ہے اور اس کے معاملات کی ذمہ داری میں افضلیت ہے اگرچہ لذت واستمتاع، انفاق، ملک نکاح میں دونوں شریک ہیں۔

وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ (اور اللہ تعالیٰ زبردست ہیں) اس کے معاملات پر اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔ حَكِيْمٌ (حکمت والے ہیں) وہ اسی بات کا حکم فرماتے ہیں۔

تَفْسِيْرُ آيَتِ ۲۲۹:

الطَّلَاقُ مَرَّتَيْنِ۔ (طلاق (رجعی) دوبارہ ہے) الطلاق بمعنی التطلق یعنی طلاق دینا ہے جیسے السلام بمعنی تسلیم۔ مطلب یہ ہے کہ

شرعی طلاق ایک طلاق کے بعد طلاق متفرق طور پر دینا ہے۔ نہ کہ اکٹھی اور نہ ایک ہی لفظ سے مرتین سے مراد تثنیہ نہیں بلکہ دفعہ (مرتبہ) مراد ہے۔ جیسے سورہ ملک آیت نمبر ۴ میں ثم ارجع البصر کرتین یعنی کَرَّۃً بعد کَرَّۃً ایک مرتبہ کے بعد دوسری مرتبہ ہے نہ کہ دو مرتبہ۔

طلاق بدعت:

مَسْئَلَةٌ: اس آیت میں ہماری دلیل ہے۔ دو طلاقوں اور تین کو اکٹھا ایک ہی طہر میں دینا بدعت ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں الگ الگ کر کے دینے کا حکم دیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ظاہر میں اگرچہ یہ خبر ہے مگر یہ امر ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کی خبر میں تخلف لازم آتا ہے اس لئے کہ طلاق اکٹھی بسا اوقات پائی جاتی ہے۔ ایک قول: یہ بھی ہے کہ ایک انصاریہ نے عرض کیا۔ میرے خاوند نے کہا ہے کہ میں تمہیں طلاق دیتا ہوں پھر رجوع کرتا رہوں گا۔ پس یہ آیت اتری۔

الطَّلَاقُ مَرَّتَيْنِ۔ کہ طلاق رجعی تو دوبار ہے کیونکہ تیسری طلاق کے بعد رجوع نہیں۔ بِمَعْرُوفٍ۔ پھر دستور کے موافق رکھنا ہے یعنی رجوع کر کے مطلب یہ ہے کہ تم پر دستور کے موافق رو کے رکھنا لازم ہے۔ اَوْ تَسْرِیْحٌ بِإِحْسَانٍ۔ (یا حسن سلوک سے رخصت کر دے) یعنی اس سے رجوع نہ کرے۔ یہاں تک کہ عدت سے بائنے ہو جائے۔

تیسری طلاق اور خلع:

دوسرا قول: یہ ہے کہ اس کو تیسری طلاق تیسرے طہر میں دے دے۔ یہ آیت جمیلہ اور ان کے خاوند ثابت بن قیس بن شماس کے بارے میں اتری۔ جمیلہ ان کو ناپسند کرتی تھی۔ جبکہ ثابت اس سے محبت کرتے تھے۔ ثابت نے ان کو مہر میں ایک باغ دے رکھا تھا۔ پس جمیلہ نے وہ باغ واپس کر کے ان سے خلع کر لیا۔ اسلام میں یہ سب سے پہلا خلع تھا (تفسیر طبری صفحہ ۴۶۱ جلد ۲) وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ۔ (اور تمہارے لئے جائز نہیں ہے) اے خاوند یا اے حکام کیونکہ فیصلے کے وقت وہی لینے دینے کا حکم کرنے والے ہوتے ہیں اس لئے انہی کو خود لینے دینے والے کہہ دیا گیا۔

أَنْ تَأْخُذُوا مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا۔ (کہ تم لو اس میں سے کچھ جو کہ تم انہیں دے چکے ہو) یعنی اس میں سے جو مہر تم ان کو دے چکے ہو۔

إِلَّا أَنْ يَخَافَا أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ۔ (مگر جب دونوں کو خوف ہو کہ وہ دونوں خدائی قوانین پر قائم نہ رہ سکیں گے) یعنی مگر یہ کہ میاں بیوی جان لیں کہ ازدواجی زندگی برقرار رکھنے میں حقوق زوجیت میں حدود اللہ کی خلاف ورزی لازم آتی ہے اس لئے کہ بیوی کی بد اخلاقی اور نافرمانی ظاہر ہو چکی۔

فَإِنْ خِفْتُمْ۔ (پس اگر تمہیں ڈر ہو) یعنی اے حکام۔ یہ بھی جائز ہے کہ اول خطاب ازواج کو ہو اور دوسرا حکام کو۔

حدود اللہ کی مخالفت:

أَلَا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا - (کہ وہ دونوں اللہ کے قوانین کی پابندی نہ کر سکیں گے تو ان دونوں پر کچھ گناہ نہیں) یعنی نہ مرد پر لینے کا گناہ اور نہ عورت پر دینے کا گناہ۔

فِيمَا اقْتَدَتْ بِهِ - (اس چیز میں جو وہ عورت اپنے خاوند کو فدیہ میں دے) یعنی اس چیز کے دینے میں جس سے وہ اپنی جان چھڑا لے۔ اور جو مہر اس کو ملا ہے اس کے بدلے میں اپنے خاوند سے خلع کرے۔

نحو و قراءت:

حمزہ یعقوب ابو جعفر رحمہم اللہ نے الا ان يخافا کو مثنی للمفعول پڑھا ہے۔ جبکہ دیگر قراء نے قراءت حفص کی طرح مثنی للمفاعل ہی پڑھا ہے۔

اور الا یقیمما یہ بمعنی صلہ یخافا کی ضمیر تشبیہ سے بدل الاشتمال ہے۔ مثلاً خیف زید ترکہ اقامۃ حدود اللہ۔ زید سے چھوڑنے کا خطرہ ہوا یعنی اللہ تعالیٰ کی حدود کا قیام۔

تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا - (یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں) پس تم ان سے تجاوز نہ کرو۔ یعنی انکی مخالفت کر کے تجاوز نہ کرو۔ وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ - (جو اللہ تعالیٰ کی حدود سے آگے بڑھتے ہیں وہی ظالم ہیں) یعنی اپنے نفسوں کو نقصان پہنچانے والے ہیں۔

تفسیر آیت ۲۳۰:

فَإِنْ طَلَّقَهَا - (پس اگر اس نے عورت کو طلاق دے دی) یعنی تیسری بار۔ دوبار کے بعد۔

خلع طلاق بدل:

سوال: خلع ہمارے نزدیک طلاق ہے اور ایک قول امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی یہی ہے۔ تو اس طرح یہ چوتھی طلاق بن گئی۔

جواب: خلع طلاق بالبدل ہے (اور پہلی دو جو مذکور ہوئیں وہ بلا بدل ہیں) پس یہ تیسری طلاق ہوئی۔ اور یہ اسی کا بیان ہے یعنی اگر اس نے تیسری طلاق بالبدل دے دی۔ تو اس سے تحلیل کا حکم اس طرح ہے۔

فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ - (تو اب اس کے بعد وہ اسکے لئے حلال نہیں ہے) یعنی تیسری طلاق کے بعد۔ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ - (جب تک کہ شوہر ثانی کے نکاح میں نہ آئے) یعنی اس وقت تک جبکہ وہ دوسرے خاوند سے نکاح نہ کرے۔ نکاح کی اسناد عورت کی طرف کی جاتی ہے۔ جیسے مرد کی طرف جیسے تزوج کا لفظ ہے۔ اس میں دلیل ہے۔ کہ نکاح عورت کی تعبیر سے بھی منعقد ہو جائے گا۔ اور وطی کی قید حدیث عمیلہ سے لگائی ہے۔ جیسا اصول فقہ میں معروف ہے۔

نکتہ: جب خاوند نے فراق کا اقدام کیا اور شرمندگی سے نکلنے کیلئے کوئی راستہ باقی نہ رہنے دیا تو عورت کو دوسرے خاوند کے دخول کے بغیر حلال نہ قرار دیا گیا۔ جب اس نے دخول کر لیا تو اب یہ عورت حلال ہو گئی اور دخول اس لئے لازم کیا۔ تاکہ آئندہ اس فعل

وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ

اور جب تم عورتوں کو طلاق دے دو پھر وہ اپنی عدت گزر جانے کے قریب پہنچ جائیں تو ان کو ہوک نو بھلائی کے ساتھ یا

سَرِّحُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوا وَمَنْ

ان کو چھوڑ دو خوبی کے ساتھ، اور ضرر پہنچانے کے لئے انہیں روک کر کے نہ رکھو تاکہ تم زیادتی کرو، اور جو

يَفْعَلْ ذَلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ ط وَلَا تَتَّخِذُوا آيَاتِ اللَّهِ هُزُوًا ز

شخص ایسا کرے گا سو اس نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ اور مت بناؤ اللہ کی آیتوں کو مذاق کی چیز

وَإِذْ كُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَمَا أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنَ الْكِتَابِ وَالْحِكْمَةِ

اور یاد کرو اللہ کی نعمتوں کو جو تم پر ہیں، اور جو کچھ اللہ نے تم پر نازل فرمایا ہے کتاب اور حکمت اس کو بھی یاد کرو۔

يَعِظُكُمْ بِهِ ط وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝۳۱

اللہ اس کے ذریعہ تم کو نصیحت فرماتا ہے اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ اللہ بے شک ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

کے ارتکاب سے باز رہے۔

فَإِنْ طَلَّقَهَا بَسْ اگرا اس نے اس عورت کو طلاق دے دی یعنی زوج ثانی نے وطی کے بعد فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا (ان دونوں پر اس میں کوئی گناہ نہیں) یعنی پہلے خاوند اور اس عورت پر اَنْ يَتَرَاجَعَا (کہ پھر رجوع کر لیں) اِنْ ظَنَّا اَنْ يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ (اگر ان کو یقین ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم رکھ سکیں گے)۔

تعبیری حکمت:

سوال: (ان علما انهما یقیمان) نہیں فرمایا بلکہ اِنْ ظَنَّا اَنْ يُقِيمَا کہا گیا۔

جواب: کیونکہ یقین ان سے غائب ہے۔ اس کو سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔

وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ يُبَيِّنُهَا (یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں جن کو وہ بیان کرتے ہیں) قاری المفصل نے نون کے ساتھ پڑھا ہے۔ یعنی نُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ (ان لوگوں کے لئے جو جانتے ہیں) یعنی اس کو سمجھتے ہیں جو ان کیلئے بیان کیا گیا۔

تَفْسِیْرُ آیَتِ ۲۳۱:

وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ۔ (جب تم عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی عدت پوری کرنے کو ہوں) یعنی جب ان کی عدت انتہا کو پہنچ جائے اور اسکے انتہا کے قریب ہو جائیں۔

لفظ اجل کا معنی:

الاجل کا لفظ تمام مدت پر بھی بولا جاتا ہے اور آخر مدت پر بھی انسان کی عمر کو بھی الاجل کہا جاتا ہے۔ اور موت کو بھی الاجل کہتے ہیں۔ جس سے عمر ختم ہوتی ہے۔

حسن معاشرت کا حکم:

فَأَمْسِكُوهُمْ بِمَعْرُوفٍ أَوْ سِرِّ حُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ۔ انہیں حسن معاشرت سے روک لو یا سلوک کے ساتھ انہیں رخصت کر دو۔ یعنی یا تو ان سے رجوع کر لے مگر اس سے ان کو دکھ دینا مقصود نہ ہو۔ یا پھر اس کا راستہ چھوڑ دے تاکہ اس کی عدت ختم ہو جائے اور بلا ایذا کے ہونا ظاہر ہو جائے۔

خاتمہ رواج:

وَلَا تُمْسِكُوهُمْ ضِرَارًا (اور ان کو تنگ کرنے کیلئے مت روکو) ضِرَارًا۔ مفعول لہ (ترجمہ اسکے مطابق ہے) یا حال ہے۔ مت ان کو روکو اس حال میں کہ ان کو تنگی دینے والے ہو۔ عرب میں رواج یہ تھا کہ عورت کو طلاق دے کر چھوڑ دیا جاتا۔ یہاں تک کہ اس کی عدت کا زمانہ قریب اختتام ہوتا۔ تو پھر اس سے رجوع کر لیتے۔ مگر یہ رجوع ضرورت کی بناء پر نہ تھا۔ بلکہ عدت کو لمبا کرنا مقصود ہوتا تھا۔ اس کو قرآن مجید میں الامساك ضِرَارًا۔ فرمایا گیا۔ لَتُعْتَدُوا تا کہ تم ان پر زیادتی کرو۔ یعنی ان پر ظلم کرو یا ان کو فدیہ دینے پر مجبور کرو۔ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ۔ (جو اس طرح کرے گا) یعنی دکھ دینے کیلئے روکے گا۔

تاکید عمل:

فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ۔ (بس یقیناً اس نے اپنی ہی جان پر ظلم کیا)۔ اس جان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کا مستحق بنا کر وَلَا تَتَّخِذُوا إِلٰهَ إِلَّا اللَّهُ هُزُؤًا (اور تم اللہ تعالیٰ کی آیات کو مذاق نہ بناؤ)۔ یعنی تم ان آیات کو اپنانے اور ان کے فرامین پر عمل کی کوشش کرو۔ اور ان کی پوری پوری نگہبانی کرو۔ ورنہ تو تم انکا مذاق بنانے والے ہو عرب اس آدمی کو جو کسی معاملے میں کوشش نہ کرے کہتے ہیں۔ انما انت لا عب و ہازی۔ تو تو کھیل تماشا اور مذاق اڑانے والا ہے۔ وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ (اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو جو اس نے تم پر کی ہیں)۔ یعنی اسلام دے کر اور نبوت محمد ﷺ کو دے کر۔

وَمَا أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتَابِ وَالْحِكْمَةِ (اور جو کتاب اس نے نازل کی اور حکمت)۔ حکمت سے مراد کتاب اور سنت ہے۔ ذکر نعمت۔ یہ ہے کہ اس کا شکریہ ادا کرے اور اس نعمت کا شکریہ ادا کرے۔

يَعِظُكُمْ بِهِ (وہ اس کے ساتھ تمہیں نصیحت کرتے ہیں) یعنی ہ کی ضمیر ما انزل کی طرف جارہی ہے اور یہ حال واقع ہے۔ وَاتَّقُوا اللَّهَ (اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو) اس چیز میں جس میں اس نے تمہارا امتحان لیا ہے۔

وَأَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ۔ (اور یقین کرو بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والے ہیں) خواہ وہ ذکر ہو یا تقویٰ نصیحت حاصل کرنا وغیرہ ذلك یہ انتہائی بلیغ انداز میں وعدہ و وعید ہے۔

وَإِذَا طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ فَلَبُغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ

اور جب تم طلاق دو عورتوں کو پھر وہ پہنچ جائیں اپنی عدت کو تو ان کو اس سے نہ روکو کہ وہ اپنے شوہروں سے

اَزَّوَّاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضُوا بَيْنَهُم بِالْمَعْرُوفِ ذَلِكَ يُوعَظُ بِهِ مَنْ

نکاح کریں جبکہ آپس میں خوبی کے ساتھ رضا مند ہو جائیں۔ اس کے ذریعہ نصیحت کی جاتی ہے اس شخص کو جو تم میں سے

كَانَ مِنْكُمْ يَوْمَئِذٍ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَُمْ أَزْكَى لَكُمْ وَأَطْهَرُ

اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لاتا ہے۔ یہ تمہارے لئے زیادہ صفائی اور زیادہ پاکی کی بات ہے

وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿۳۲﴾

اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

تفسیر آیت ۲۳۲:

وَإِذَا طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ فَلَبُغْنَ أَجَلَهُنَّ (اور جب تم عورتوں کو طلاق دے دو اور وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں) یعنی ان کی عدت ختم ہو جائے۔

بلوغ کا معنی:

نکتہ: دونوں کلاموں کا سیاق ظاہر کر رہا ہے۔ کہ بلوغ کا دونوں جگہ معنی الگ الگ ہے۔ یہاں تو نکاح کے بعد بلوغ کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور یہ عدت کے بعد ہی ہوتا ہے۔ پس یہاں معنی ختم ہونا اور پہلی آیت میں رجعت کے بعد ذکر کیا اور رجعت عدت کے دوران ہوتی ہے۔ اور پہلے میں معنی قریب اور اختتام ہونا ہے۔

فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ۔ (پس تم مت ان کو روکو)۔ یعنی مت ان کو منع کرو۔

العضل۔ روکنا اور تنگی دینا۔

أَنْ يَنْكِحْنَ۔ (یہ کہ وہ نکاح کریں)۔ یعنی اس بات سے کہ وہ نکاح کریں۔

اَزَّوَّاجَهُنَّ۔ (اپنے خاوندوں سے) یعنی وہ خاوند جن کی طرف یہ عورتیں رغبت رکھتی ہیں اور وہ ان کے لئے مناسب بھی ہیں۔

عجیب استنباط:

مَسْئَلَةٌ: اس سے بھی اشارہ نکلا کہ عورتوں کی تعبیر سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔

نکتہ: آیت میں خطاب ان ازواج کو ہے۔ جو اپنی عورتوں کو ظلم کے طور پر عدت کے ختم ہونے کے بعد روکتے ہیں اور اس وقت بھی ان کو چھوٹ نہیں دیتے کہ وہ جن خاوندوں سے پسند کریں نکاح کر لیں۔ ان کو ازواج مایہ وول کے اعتبار سے کہا گیا۔ یا خطاب اولیائے عورت کو ہے۔ جو ان عورتوں کو اپنے سابقہ خاوندوں کی طرف لوٹنے سے روکنے والے ہیں۔ ان کو ازواج ماضی کے اعتبار سے کہا۔

واقعہ معقل بن یسار رضی اللہ عنہ:

یہ آیت حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کے متعلق اتری جب انہوں نے اپنی بہن جملاء بن یسار کو اپنے سابقہ خاوند بداح بن عاصم عجلانی کے ساتھ دوبارہ نکاح سے روکا۔ یا عام لوگوں کو خطاب ہے کہ تمہارے درمیان عضل یعنی روکنا نہیں پایا جاتا۔ کیونکہ جب وہ پایا جائے اور لوگ اس سے راضی ہوں تو وہ تمام منع کرنے والے کے حکم میں ہوتے ہیں۔

اِذَا تَرَاصُوا بَيْنَهُمْ۔ (جب وہ باہم رخصت ہو جائیں) یعنی جب منگنی کا پیغام دینے والا اور عورتیں رضا مند ہوں۔ بِالْمَعْرُوفِ (دستور کے مطابق) جو دین و مروت کے ساتھ اچھی شرائط یا مہر مثل کے ساتھ اور کفو میں کیونکہ جب دونوں میں سے ایک معدوم ہو تو اولیاء کو تعرض کرنا درست ہے۔ اور ذلک میں خطاب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہے۔ یا ہر ایک مخاطب کو۔ يُوْعَظُ بِهِ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَوْمَئِذٍ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ۔ (یہ اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو تم میں سے اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو) اس لئے کہ نصیحت انہی میں کامیاب ہوتی ہے۔ ذلک یہ (اے لوگو) یعنی منع کرنا۔

اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ۔ (یہ تمہارے حق میں نفع دینے والی اور زیادہ پاک کرنے والی ہے) یعنی تمہارے لئے گناہوں کی گندگی سے زیادہ پاک کرنے والی ہے یا افضل اور اطیب ہے۔

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ۔ (اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں) اس چیز کو جس میں پاکیزگی اور طہارت ہے۔

وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (اور تم نہیں جانتے ہو) اس کو

وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ ۖ

اور مائیں دودھ پلائیں اپنی اولاد کو دو سال پورے اس کے لئے جو دودھ پلانے کی مدت پوری کرنا چاہے۔

وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۖ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا ۚ

اور جس کی اولاد ہے اس کے ذمہ ماؤں کا کھانا اور کپڑا ہے قاعدہ کے مطابق، کسی جان کو تکلیف نہیں دی جاتی مگر اس کی برداشت کے مطابق،

لَا تُضَارُّ وَالِدَةُ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُودٌ لَهُ بِوَلَدِهِ ۖ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ

تہ تکلیف دی جائے والد کو اس کے بچہ کی و سے اور نہ اس کو تکلیف دی جائے جن کا بچہ ہے اس کے بچہ کی و سے اور وارث کے ذی اسی طرح

ذَلِكَ ۚ فَإِنْ أَرَادَ اِفْصَالٌ عَنْ تَرَاوِضٍ مِنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ۖ

سے لازم ہے۔ سو اگر دونوں آپس کی رضا مندی اور باہم مشورے سے دودھ چھڑانا چاہیں تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں ہے،

وَإِنْ أَرَدْتُمُ أَنْ تَسْتَرْضِعُوا أَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِذَا سَلَّمْتُمْ

اور اگر تم اپنی اولاد کو دودھ پلوانا چاہو تو اس میں کچھ گناہ نہیں ہے جبکہ تم سپرد کر دو

مَّا أَتَيْتُمُ بِالْمَعْرُوفِ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝۳۳

جو کچھ ان کو دینا طے کیا ہے قاعدہ کے موافق، اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ بلاشبہ اللہ ان کاموں کو دیکھتا ہے جنہیں تم کرتے ہو۔

تَفْسِيرُ آيَةِ ۲۳۳:

وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ (اور مائیں دودھ پلائیں اپنی اولاد کو) یہ سورۃ خبر ہے مگر امر مؤکد کے معنی میں ہے جیسا کہ تیر تبصن مگر یہ امر بطور استحباب ہے یا بطور وجوب جبکہ بچہ ماں کا دودھ ہی قبول کرتا ہو یا اس کے لئے کوئی دایہ نہ ملتی ہو یا والد اجرت سے عاجز ہو۔ یا مطلقہ والدات مراد ہوں۔ اور نفقہ اور کپڑے بطور رضاعت واجب کئے گئے ہوں۔

حَوْلَيْنِ (دو سال) یہ ظرف ہے کَامِلَيْنِ (پورے دو) یہ حَوْلَيْنِ کی تاکید ہے۔ کیونکہ اس میں تسامح ہو سکتا ہے جس طرح تم کہتے ہو۔ انک اقامت عند فلان حولین ولم تستکملہما تم نے فلاں کے ہاں دو سال قیام کیا۔ اور ان کو پورا نہ کیا ہو۔

لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ۔ (اس شخص کے لئے جو رضاعت کو پورا کرنے کا ارادہ رکھتا ہو) اس میں اس شخص کا بیان ہے جس کی طرف حکم متوجہ ہو۔ یعنی یہ حکم اس شخص کے لئے ہے جو رضاعت کی مدت پوری کرنا چاہتا ہو۔

باپ کی ذمہ داری:

حاصل کلام: یہ ہے کہ باپ کے ذمہ لازم ہے کہ وہ اپنے بیٹے کو دودھ پلائے ماں کے ذمہ نہیں۔ اور باپ کے ذمہ ہے یا لازم ہے کہ اس کے لئے ایک دایہ کا انتظام کرے۔ مگر یہ کہ ماں دودھ پلانے پر خوش دلی سے راضی ہو۔ اور وہ خود رضامندی ظاہر کرنے والی ہو۔ اس پر اس کو مجبور نہیں کیا جاسکتا اور ماں کو مزدوری طلب کرنی جائز نہیں۔ جب تک کہ وہ بیوی ہے یا معتدہ ہے۔
وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ (اور والد پر) اُضمیر لام کی طرف لوٹتی ہے اور لام الذی کے معنی میں ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے علی الذی یولد له وهو الوالد

مخبر: نہ فاعلیت کی وجہ سے محل رفع میں ہے جیسا کہ علیہم غیر المفعول علیہم۔ الفاتحہ آیت نمبر ۷ میں ہے۔

مولود لہ کی تعبیر میں حکمت:

سوال: یہاں مولود لہ فرمایا گیا والد نہیں فرمایا۔

جواب: تا کہ معلوم ہو جائے کہ ماؤں نے ان بچوں کو ان کے لئے جنا ہے۔ اس لئے کہ اولاد باپوں کی ہے نسب کی نسبت باپوں کی طرف ہوتی ہے نہ کہ ماؤں کی طرف۔ پس ان باپوں پر لازم ہے کہ وہ ان (والدات) کو کھانا اور کپڑا دیں۔ جبکہ وہ ان کی اولاد کو دودھ پلائیں۔ جیسا کہ دایہ کو کھانا کپڑا دیا جاتا ہے ذرا غور تو کرو۔ جہاں ایسا موقع نہ تھا۔ وہاں والد کا نام لے کر ذکر کیا سورہ لقمان: ۳۳ وَأَخْشَوْا يَوْمًا لَا يَجْزِي وَالِدٌ عَنْ وَلَدِهِ وَلَا مَوْلُودٌ هُوَ جَارٍ عَنْ وَالِدِهِ شَيْئًا اور تم ڈرو اس دن سے کہ والد اپنی اولاد کی طرف سے کام نہ آئے گا اور نہ مولود اپنے والد کے کچھ کام آ سکے گا۔

رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ (ان کے خرچے اور کپڑے کی دستور کے موافق ذمہ داری ہے) یعنی بغیر فضول خرچی اور بغیر کمی کے۔ اس کی تفسیر لا تکلف نفس الا وسعها ہے۔ کہ ان میں سے کسی کو ایسی چیز کی تکلیف نہ دی جائے گی۔ جو اس کی وسعت میں نہیں۔ اور نہ وہ دکھ دیئے جائیں گے۔

لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعُهَا (نہ تکلیف دی جائے گی کسی نفس کو مگر اس کی وسعت کے مطابق) یعنی جو پائی جائے یا امکان کی حد تک۔ التکلیف۔ اس چیز کو لازم کرنا جس کو تکلف میں ترجیح دی جاتی ہے۔

نحو و قراءات:

مخبر: وسعها۔ یہ لا تکلف کا مفعول ثانی ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ استثناء کی وجہ سے نہیں اور الا دو مفعولوں کے درمیان آیا ہے لَا تُضَارُّ قراءات: قرائے مکہ و بصرہ ابن کثیر و یعقوب نے رفع کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس وجہ سے کہ یہ لا تکلف سے بدل ہے پس یہ خبر بمعنی نہیں ہے۔ باقی قراء نے لَا تُضَارُّ کو نصب سے پڑھا ہے نہی مان کر۔

ان دونوں صورتوں میں معروف و مجہول ہونے کا احتمال ہے اور اس کی اصل تُضَارُّ یا تُضَارُّ ہے بقیہ قراء نے لَا تُضَارُّ نہی پڑھا اور اصل تُضَارُّ پہلی راہ کو ساکن کر دیا اور دوسری میں ادغام کر دیا۔ اب دوسرا کن جمع ہوئے تو دوسری راہ کو فتح دیدیا۔

ضرر کی صورتیں:

وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُودٌ لَهُ بِوَلَدِهِ (والدہ اپنے بیٹے کی وجہ سے اور نہ والد تکلیف دیا جائے بیٹے کی وجہ سے) نہ ماں اپنے خاوند کو تکلیف دے اپنے بیٹے کے سبب سے۔ وہ یہ ہے کہ نخرے کرے اور اس سے رزق اور کپڑے ایسے مانگے جو خلاف انصاف ہوں۔ اور اس کے دل کو پریشان کرے۔ لڑکے کی دیکھ بھال میں کوتاہی برتے۔ اور بچے کو اپنے ساتھ مانوس کر لینے کے بعد کہے کہ کوئی دودھ والی دایہ اس کے لئے تلاش کر لو۔ بس اسی طرح کی دیگر مانگیں۔ یعنی نہ والد اپنی بیوی کو بیٹے کی وجہ سے تکلیف دے کہ اس سے ایسی چیز روک لے جو اس پر لازم ہے کپڑے اور رزق میں سے۔ یا اس سے بیٹا چھین لے حالانکہ وہ اس کو دودھ پلانا چاہتی ہو۔ جب یہ مجہول ہو پھر یہ ممانعت اس بات کی بنے گی۔ کہ عورت کو تکلیف پہنچے خاوند کی طرف سے اور تکلیف خاوند کو پہنچے عورت کی طرف سے لڑکے کی وجہ سے۔

دوسرا قول: لَا تَضَارُّ بِمَعْنَى لَا تَضُرُّ ہے اور بآء اس کے صلہ میں آئی ہے۔ یعنی نہ نقصان پہنچائے والدہ اپنے بیٹے کو نہ اس کی غذا کا خیال رکھے۔ اور نہ نگہبانی اور نہ اپنے سے مانوس کرنے کے بعد والد کے سپرد کرے۔ اور والد نقصان دے بیوی کو اپنے بیٹے کے سبب۔ وہ اس طرح کہ عورت سے بچہ چھین لے یا اس کے حق میں کوتاہی کرے۔ جس کے نتیجہ میں وہ لڑکے کے حقوق میں کوتاہی کرے۔

نسبت میں حکمت:

نکتہ: والد اور والدہ دونوں کی طرف لڑکے کی نسبت کی تاکہ ان کی شفقت اور محبت میں جوش آئے۔ وہ دونوں اس پر خصوصی شفقت کریں۔ (اپنے اختلاف کو بھول جائیں)

نَحْوُ: وَعَلَى الْوَارِثِ۔ یہ علی المولود له رزقهن وکسوتهن پر معطوف ہے اور ان کے درمیان میں معروف کی تفسیر ہے جو بطور جملہ معترضہ معطوف اور معطوف علیہ میں حائل ہے۔

تقدیر عبارت یہ ہے۔ وعلى الوارث الصبی عند عدم الاب مثل ذلک۔ کہ بچے کے وارث پر والد نہ ہونے کی صورت میں اسی کی مثل ہے۔

مِثْلُ ذَلِكْ۔ اس کی مثل سے مراد یعنی کپڑے اور رزق جو والد کی زندگی میں اس کے ذمہ تھا وارث پر بھی وہی لازم ہے۔

وارث کی تفسیر:

وارث کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ نمبر ۱: ابن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ کے نزدیک ہر وہ جو اس کا وارث بنا۔ خواہ مرد ہو یا عورت۔

نمبر ۲: احناف کے نزدیک۔ ذی رحم محرم مراد ہے۔ کیونکہ قراءت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ میں وعلى الوارث ذی الرحم المحرم مثل ذلک ہے۔

نمبر ۳: عند الشافعی رحمہ اللہ۔ والد کی جائیداد سے خرچہ ادا کیا جائے گا۔

فَإِنْ أَرَادَا فِصَالًا (اگر دونوں دودھ چھڑانے کا ارادہ رکھتے ہوں) یعنی دونوں ماں باپ دودھ چھڑانے کا ارادہ رکھتے ہوں اور وہ ارادہ۔

عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ (رضامندی اور باہمی مشورے سے صادر ہونے والا ہو) فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا (تو ان دونوں پر اس سلسلہ میں کوئی گناہ نہیں) ان الفاظ سے تحدید کے بعد توسع فرمایا گیا۔ کہ دو سال سے بڑھائیں یا کم کریں۔

التَّشَاوُرُ۔ (ایک دوسرے سے رائے لینا) یہ ثرث العسل سے لیا گیا۔ جب کہ تم شہد کو چھتے سے نکالو۔ اور یہ اس لئے فرمایا تاکہ باہمی رضامندی سوچ و بچار کے ساتھ ہو۔ جس سے بچے کو تکلیف و ضرر نہ پہنچے۔

مصنف کا ذوق سلیم:

سُبْحَانَ الَّذِي أَدَّبَ الْكَبِيرَ وَلَمْ يَهْمَلِ الصَّغِيرَ وَاعْتَبَرَ اتِّفَاقَهُمَا لَانَ لِلَّابِ النَّسَبَةَ وَالْوَلَايَةَ وَلِلَّامِ الشَّفَقَةَ وَالْعَنَايَةَ۔

مصنف کے یہ ذوقی جملے بعینہ نقل کئے گئے تاکہ پڑھنے والا ان کے ذوق سلیم کی داد دیے بغیر نہ رہے۔ پاک ہے وہ ذات جس نے بڑے کو ادب سکھایا اور چھوٹے کو ضائع و بیکار نہ ہونے دیا۔ اور والدین کے اتفاق کا اعتبار کیا۔ کیونکہ باپ کو نسبت اور ولایت حاصل ہے۔ اور ماں کو ممتا اور عنایت و ہاب حقیقی سے ملی ہے۔

اضافت عدلی کا فائدہ:

وَأِنْ أَرَدْتُمْ أَنْ تَسْتَرْضِعُوهُمَا أُولَادَكُمْ۔ اگر تم اپنی اولاد کو دودھ پلوانا چاہتے ہو۔ یعنی اولاد کم کی اضافت لام کے معنی میں ہے۔ لا اولاد کم۔ یہ زجاج کا قول ہے۔ بعض نے کہا استرضع یہ ارضع سے منقول ہے۔ عرب کہتے ہیں ارضعت المرأة الصبی واسترضعتها الصبی عورت نے بچے کو دودھ پلایا۔ میں نے بچے کے لئے اس کا دودھ طلب کیا۔ یہ دو مفعولوں کی طرف متعدی ہے۔ یعنی تم دودھ پلانے والیوں سے اپنی اولاد کو دودھ پلواؤ۔ تو ایک مفعول حذف کر دیا گیا۔ یعنی ماں کے علاوہ اور کسی عورت سے تم دودھ پلواتے ہو۔ جبکہ ماں انکاری ہے۔ یا دودھ پلانے سے عاجز ہے۔

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِذَا سَلَّمْتُمْ (پس کوئی گناہ نہیں جبکہ تم سپرد کردو)۔ دودھ پلانے والیوں کو۔ مَا آتَيْتُمْ (جو تم نے دینا ہو) یعنی جو تم مزدوری دینے کا ارادہ رکھتے ہو۔

قراءت: مکی نے آتیتُم بہ پڑھا ہے۔ یہ آتی إِلَیْهِ احْسَانًا سے لیا گیا ہے۔ جبکہ وہ احسان کرے اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سورہ مریم۔ ۳۱ کان وعدہ ماتیا میں یہی معنی ہے۔ پورا کیا ہوا۔ التسلیم یہ حوالے کرنا مستحب ہے۔ جواز کی شرط نہیں۔

بِالْمَعْرُوفِ یہ سلمتم کے متعلق ہے۔ یعنی اجرت مراضع کے سپرد کردو بطیب خاطر اور بسرور نفس وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور یقین کر لو۔ بیشک اللہ تعالیٰ جو تم عمل کرتے ہو دیکھنے والے ہیں۔ یعنی اس پر تمہارے اعمال مخفی نہیں۔ پس وہ ان اعمال پر تمہیں بدلہ دے گا۔

وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ

اور تم میں سے جو لوگ وفات پا جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں تو یہ بیویاں اپنی جانوں کو روکے رکھیں چار مہینے

وَعَشْرًا فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِي أَنْفُسِهِنَّ

دس دن، پھر جب وہ پہنچ جائیں اپنی میعاد کو سو تم پر کوئی گناہ نہیں اس بات میں کہ وہ عورتیں اپنی جانوں کے بارے میں خوبی کے ساتھ

بِالْمَعْرُوفِ ۝ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝

کوئی فیصلہ کر لیں، اور جو تم کرتے ہو اللہ اس کی خبر رکھنے والا ہے۔

۳۳۳: وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ۔ (وہ جو تم میں سے مر جائیں) توفیت و استوفیت اس وقت بولتے ہیں۔ جب کسی چیز کو پورا پورا لیا جائے۔ یعنی ان کے ازواج کو پورا پورا لے لیا جائے۔ وَيَذَرُونَ (اور وہ چھوڑ جائیں)۔

انتظار کا مطلب:

أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ (وہ بیویاں وہ روکیں اپنے کو) یعنی ان کی بیویاں اپنے آپ کو روکیں جو تم میں سے فوت ہو جائیں۔ یعنی عدت گزاریں یا مطلب یہ ہے۔ ان کے بعد اپنے آپ کو روکیں اور انتظار کریں۔ بَعْدَهُمْ کو معلوم ہونے کی وجہ سے حذف کر دیا گیا۔ جو جملہ خبر بنے اس میں ایک ضمیر ہونی چاہیے۔ جو مبتداء کی طرف لوٹنے والی ہو۔ تقدیر عبارت یہ ہے: وازواج الذین يُتَوَفَّوْنَ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ۔

قرأت: مفضل نے يُتَوَفَّوْنَ معروف یا کے فتح سے پڑھا اور اس کا معنی اپنی عمریں پوری کر لیں۔

تذکرہ میں لیالی کا لحاظ:

أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا۔ چار ماہ دس دن یعنی دس راتوں کے ساتھ دن بھی داخل ہوں گے۔ لفظ عشر کو مؤنث لانا لیالی کے لحاظ سے ہے۔ کیونکہ اہل عرب جب عدت کو لیالی و ایام میں مبہم ذکر کرتے ہیں۔ تو لیالی کا لحاظ کرتے ہیں۔ جیسے کہتے ہیں۔ صمت عشرًا۔ جبکہ قرآن مجید میں فرمایا: ان لبثتم الا عشرًا۔

فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ (جب وہ اپنی عدت پوری کر چکیں)۔ یعنی پس اگر ان کی عدت ختم ہو جائے۔

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ (تو تم پر کچھ گناہ نہیں) اے ائمہ اور حکام

فِي مَا فَعَلْنَ فِي أَنْفُسِهِنَّ (جو وہ اپنے نفسوں کے بارے میں دستور کے مطابق کریں)۔ یعنی مکئی کرنے والوں کا پیغام وصول کرنا۔ بِالْمَعْرُوفِ دستور کے مطابق یعنی اس طریق سے جس کو شرع درست قرار دیتی ہے۔ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ (اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں سے خبردار ہے)۔ یعنی تمہارے باطن سے واقف ہے۔ (اس کے مطابق جزا دے گا)

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُمْ بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ أَوْ أَكْنَنْتُمْ فِي أَنْفُسِكُمْ

اور تم پر اس بات میں کوئی گناہ نہیں کہ ان عورتوں کو کنایہ نکاح کا پیغام دیدو یا اپنے دلوں میں پوشیدہ رکھو،

عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ سَتَذْكُرُونَهُنَّ وَلَكِنْ لَا تَأْتُوا بِهِنَّ سِرًّا إِلَّا أَنْ تَقُولُوا قَوْلًا

اللہ کو معلوم ہے کہ بے شک تم ان عورتوں کا ذکر کرو گے۔ اور لیکن ان سے نکاح کا خفیہ طور پر وعدہ نہ کر لینا، مگر یہ کہ ان سے ایسی بات کہو

مَعْرُوفًا وَلَا تَعْرَمُوا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ ۚ وَاعْلَمُوا

جو عقدہ کے موافق ہو، اور تم نکاح کرنے کا ارادہ مت کرو یہاں تک کہ عدت قانون کے مطابق ختم ہو جائے، اور تم جان لو

أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي أَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوهُ ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ ۝۴

کہ بے شک اللہ جانتا ہے۔ جو تمہارے دلوں میں ہے، سو تم اللہ سے ڈرو، اور جان لو کہ بلاشبہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

تفسیر آیت ۲۳۵:

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُمْ بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ (تم پر کچھ گناہ نہیں۔ اسمیں کہ تم اشارہ ان عورتوں کو نکاح کا پیغام دو)۔

تعریض و کنایہ کا فرق:

خطبہ کا مطلب طلب نکاح اور تعریض یہ ہے کہ تم کہو بیشک تو خوبصورت ہے۔ یا نیک ہے۔ اور میرا مقصد نکاح کرنا ہے۔ اس طرح کا قدم جس سے یہ خیال پیدا ہو کہ وہ اس سے نکاح کرنا چاہتا ہے۔ تاکہ وہ اپنے آپ کو اس کے لئے روک کر رکھے۔ اگر وہ پسند کرے۔ البتہ صراحت نکاح کی نہیں کر سکتا۔ کہ اس طرح کہے۔

انی اریدان اتزوجک کہ میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ تعریض و کنایہ کا فرق۔ یہ معنی کہ کسی چیز کا ذکر ان الفاظ کے علاوہ دیگر الفاظ سے کرے۔ جو اس کے لئے بنائے گئے اور مخصوص ہیں۔ کنایہ کہلاتا ہے۔

اور تعریض کسی چیز کا تذکرہ کرنا جو دلالت کے انداز سے ہو مثلاً محتاج کہے کہ میں سلام کرنے آیا ہوں۔ اور آپ کے سخاوت والے چہرے کی زیارت کرنے آیا ہوں۔ اس لئے اہل عرب کہتے ہیں۔

حسبك بالتسليم مني تقاضیا گویا اس نے کلام ایسے انداز سے کیا جو قائل کی غرض پر دلالت کرتا ہے۔

أَوْ أَكْنَنْتُمْ فِي أَنْفُسِكُمْ (یا اپنے دلوں میں چھپاؤ) یعنی تم اپنے دلوں میں چھپاؤ اور اپنے دلوں میں رکھو اور زبان سے تعریض و تصریح کسی طور پر ظاہر نہ کرو۔

عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ سَتَذْكُرُونَهُنَّ (اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ تم عنقریب ان کا تذکرہ کرو گے) یعنی ہر صورت ان کا تذکرہ کرو گے۔ ان کی طرف رغبت کو زبان سے ظاہر کرنے سے نہیں رکو گے۔

وَلَكِنْ لَا تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا (لیکن ان سے خفیہ جماع کا وعدہ نہ کرو)۔ کیونکہ یہ پوشیدہ کیے جانے والے افعال میں سے ہے۔ یعنی عدت میں اس طرح مت کہو کہ میں جماع پر قدرت رکھتا ہوں۔

إِلَّا أَنْ تَقُولُوا قَوْلًا مَّعْرُوفًا (مگر یہ کہ ان سے دستور کی بات کہو)۔ تعریض و کنایہ سے إِلَّا کا تعلق لَا تُوَاعِدُوهُنَّ سے ہے یعنی لَا تُوَاعِدُوهُنَّ مَوَاعِدَةً قَطُّ۔

الا مَوَاعِدَةٌ مَعْرُوفَةٌ غَيْرُ مَنْكَرَةٍ ان سے وعدہ نہ لو پختہ وعدہ مگر دستور کا وعدہ جو نامناسب نہ ہو۔

عزم فعل کی طرح ہے:

وَلَا تَعْزِمُوا عُقْدَةَ النِّكَاحِ (اور عقد نکاح کا قصد نہ کرو) یہ عزم الامر اور عزم علیہ پختہ ارادہ کرنا عقد نکاح کی نہیں میں مبالغہ کیلئے عزم عقد سے منع فرمایا۔ کیونکہ کسی فعل کا پختہ ارادہ اس پر اقدام کرنا ہی ہوتا ہے۔ جب عزم سے منع فرمایا تو فعل کی ممانعت اور زیادہ ہو گئی۔ مطلب یہ ہے کہ نکاح کی گرہ کو باندھنے کا عزم مت کرو۔ یا دوسرا قول: نکاح کی گرہ کو قطعی مت کرو۔ کیونکہ عزم کی حقیقت قطع ہے۔ اور اس حدیث کا یہی معنی ہے۔

لَا صِيَامَ لِمَنْ لَمْ يَعْزَمْ الصِّيَامَ مِنَ اللَّيْلِ۔ جو رات کو روزے کا قطعی فیصلہ نہ کرے اس کا روزہ نہیں۔ اور دوسری روایت میں لَمْ يَصِيْمِ الصِّيَامَ (نسائی) بھی وارد ہوئے ہیں۔ قطعی فیصلہ مراد ہو گیا مطلب آیات کا یہ ہے۔ عقد نکاح کا پختہ ارادہ مت کرو۔

حَتَّى يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ جب تک کہ لکھا ہوا اپنے وقت کو نہ پہنچ جائے۔ یعنی یہاں تک کہ اس کی عدت ختم ہو جائے۔ عدت کو کتاب کہا کیونکہ اس کی فرضیت کتاب سے ثابت ہوئی مطلب یہ ہوا کہ یہاں تک لکھا ہوا انتظار اپنے وقت مقررہ یعنی انتہاء کو نہ پہنچ جائے۔

وَأَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي أَنْفُسِكُمْ تَمَّ يَتَّقِينَ كَرُّو۔ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں۔ جو تمہارے دلوں میں ہے۔ یعنی وہ پختہ ارادہ جو جائز نہیں۔

فَاحْذَرُوهُ پس اس سے ڈرو یعنی اس کا پختہ ارادہ نہ کرو۔ وَأَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ۔ جان لو کہ اللہ تعالیٰ بخشنے والے حلم والے ہیں۔ اسی لئے تمہیں جلدی سزا نہیں دیتے (بلکہ مہلت دیتے ہیں)

شَّانِ نَزُولٍ: یہ اس شخص کے بارے میں نازل ہوئی جس نے نہ تو بیوی کو طلاق دی تھی اور نہ ہی اس کا مہر مقرر کیا تھا۔

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمْسُوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ

کوئی گناہ نہیں تم پر اگر طلاق دے دو عورتوں کو جبکہ تم نے ان کو چھوا نہ ہو اور مہر مقرر نہ

فَرِيضَةً ۖ وَمَتَّعُوهُنَّ عَلَى الْمَوْسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتَرِقَدَرُهُ مَتَاعًا

کیا ہو اور ان کو متعہ دے دو، گنجائش رکھنے والے پر گنجائش کے بقدر ہے، اور تنگ دست پر اس کی حیثیت کے موافق ہے، یہ فائدہ پہنچانا

بِالْمَعْرُوفِ ۖ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ ﴿۳۶﴾ وَإِنْ طَلَقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ

عمدہ طریقہ پر ہو، واجب ہے اچھا سلوک کرنے والوں پر۔ اور اگر تم ان کو اس سے پہلے طلاق دے دو کہ

تَمْسُوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ إِلَّا أَنْ يَعْفُونَ

ان کو چھوا ہو حالانکہ ان کے لئے مہر مقرر کر چکے ہو تو اس صورت میں اس کا آدھا ہے جتنا تم نے مقرر کیا ہے، مگر یہ کہ وہ معاف کر دیں

أَوْ يَعْفُوا الَّذِي بِيَدِهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ۚ وَأَنْ تَعْفُوا أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ ۖ وَلَا

یا وہ شخص معاف کر دے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گڑھ ہے، اور یہ بات کہ تم معاف کر دو زیادہ قریب ہے تقویٰ سے۔ اور نہ

تَتَسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿۳۷﴾

بھولو آپس میں احسان کرنے کو، بے شک اللہ اس کو دیکھنے والا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

تَفْسِيرُ آيَةِ ۲۳۶:

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ۔ تم پر کچھ گناہ نہیں یعنی تم پر وجوب مہر کا تاوان نہیں۔

إِنْ طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ۔ اگر تم عورتوں کو طلاق دے دو۔ یہ شرط ہے۔ اور اس کے جواب پر لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ دلالت کر رہا ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے۔ إِنْ طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ (اگر تم عورتوں کو طلاق دے دو تو تم پر کچھ گناہ نہیں)۔
مَا لَمْ تَمْسُوهُنَّ (جب تک کہ تم نے عورتوں کو ہاتھ نہ لگایا ہو)۔ یعنی ان سے مجامعت نہ کی ہو۔ ماشرطیہ ہے۔ یعنی ان لم تجامعوہن۔ اگر تم نے ان سے مجامعت نہ کی ہو۔

اختلاف قراءات:

حمزہ علی رحمہما اللہ نے قرآن مجید میں جہاں بھی یہ لفظ آیا اس کو تَمَسَّوْهُنَّ پڑھا ہے۔ کیونکہ یہ فعل دو کے درمیان ہوئے والا ہے۔

أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً أَوْ رَنَّهُ مَقْرَرٌ كَمَا هُوَ أُنْ كَ لَئِ مَہر۔ یعنی مگر یہ کہ مقرر کیا ہو تم نے ان کے لئے مہر یا یہاں تک کہ تم مقرر کرو۔ فرض الفریضۃ مہر مقرر کیا۔

غیر موطوءہ کا مہر:

مَنْكِدَلْہ: اگر مطلقہ غیر موطوءہ ہے۔ تو مقررہ مہر کا نصف اس کو دیا جائے گا اور اگر مہر مقرر رہی نہ ہو تو مہر مثل کا نصف نہ دیا جائے گا بلکہ جوڑا دیا جائے گا۔

وَمَتَّعُوهُنَّ اور تم انہیں متعد دو۔ یہ فعل محذوف کا معطوف ہے تقدیر عبارت یہ ہے۔ فَطَلَّقُوهُنَّ وَ مَتَّعُوهُنَّ طلاق دے دو اور انہیں فائدہ پہنچاؤ اور متعد۔ تین کپڑے چادر اور ڈھنٹی کرتہ ہے۔ عَلَى الْمَوْسِعِ (وسعت والے پر) یعنی وہ جس کو وسعت حاصل ہے۔ قَدْرُهُ اس مقدار کے مطابق جس کی وہ قدرت رکھتا ہو۔

قراءت: ابوبکر کے علاوہ باقی کوئی قراء نے قَدْرُهُ دال کے جزم سے پڑھا ہے۔ اور یہ دونوں لغتیں ہیں۔

وَعَلَى الْمُقْتَرِ تنگ دست پر۔ تنگ حال والا۔ اور اس بات کی دلیل کہ مہر کا تاوان گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔

وَأَنْ طَلَّقْتُمُوهُنَّ تَا فَنَصْفُ مَا فَرَضْتُمْ ہے۔ پس نصف فرض تم سے اس گناہ کا اثبات جس کی اس جگہ نفی فرمائی قَدْرُهُ

اس کی حیثیت سے اور یہ متعد مستحب ہے۔ مَتَّاعًا مَتَّعُوهُنَّ کی تاکید ہے۔ یعنی متعوهن تمتیعاً۔ تم ان کو متعد دو متعد دینا۔

بِالْمَعْرُوفِ (دستور کے موافق) یعنی اس انداز سے جو شرع میں مستحسن ہے۔ اور مروت کے اعتبار سے درست ہے۔ حَقًّا

یہ حق ہے یہ متاعاً کی صفت ہے۔ یعنی ایسا متعد جو ان پر واجب ہے۔

یا دوسرا قول: حَقَّ ذَلِكَ حَقًّا یہ ثابت ہوا ثابت ہونا۔

مستقبل کا محسن:

عَلَى الْمُحْسِنِينَ (نیکی کرنے والوں پر)۔ مسلمانوں پر یا ان لوگوں پر جو مطلقات پر متعد دے کر احسان کرتے ہیں۔

سوال: ان کے فعل کرنے سے قبل ہی ان کو محسنین کیوں فرمایا۔ حالانکہ ابھی انہوں نے احسان تو نہیں کیا؟

جواب: یہ اسی طرح ہے جیسا حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد: مَنْ قَتَلَ قَتِيلًا فَلَهُ سَلْبُهُ (بخاری و مسلم) تو قاتل مایہ وول کے

اعتبار سے کہا۔ اور یہ احسان و تبرع نہیں جو اس کے ذمہ نہ ہو بلکہ یہ متعد تو واجب ہے۔

پھر اس عورت کا حق بتلایا کہ طلاق دیتے وقت اس کا مہر مقرر تھا مگر طلاق قبل المس واقع ہو گئی۔ پس فرمایا۔

وَأَنْ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمْسُوهُنَّ (اگر تم ان کو طلاق دے دو اس سے پہلے کہ تم نے ان کو چھوا ہو)۔ اِنْ یہاں

فعل پر داخل ہوا بتاویل مصدر فعل موضع جر میں ہے یعنی اس سے پہلے کہ تم نے ان کو چھوا ہو۔

وَقَدْ فَرَضْتُمْ (اور تم معین کر چکے ہو) یہ موضع حال میں ہے یعنی اس حال میں کہ تم نے معین کر دیا۔

لَهُنَّ فَرِيضَةٌ (ان کے لئے مہر)

فَنَصْفُ مَا فَرَضْتُمْ إِلَّا أَنْ يَعْفُونَ (پس نصف ہے اس کا جو تم نے مقرر کیا مگر یہ کہ وہ عورتیں معاف کر دیں) مراد اس

سے مطلقا ہیں۔ ان فعل کے ساتھ استثناء کی وجہ سے موضع نصب میں واقع ہے گویا اس طرح کہا گیا۔ پس تم پر نصف ہے جو تم نے مقرر کیا۔ تمام اوقات میں مگر اس وقت میں کہ وہ تم سے نصف مہر معاف کر دیں۔

صیغوں میں فرق:

سوال: مردوں کے لئے یعفوا اور عورتوں کے لئے یعفون کا صیغہ لایا گیا۔ حالانکہ تانیث و تذکیر کا فرق ہونا چاہیے۔

جواب: یعفوا۔ اس میں واؤ ضمیر ہے اور نون علامت رفع تھی ان کی وجہ سے گر گئی اور یعفون میں واؤ لام کلمہ ہے اور نون ضمیر جمع مؤنث ہے اس لئے عامل کا اس میں چنداں اثر نہیں۔ او یعفوا۔ یہ یعفون کے محل پر معطوف ہے۔

نکاح کی گرہ والا:

الَّذِي بِيَدِهِ عَقْدَةُ النِّكَاحِ وہ جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے یعنی خاوند جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تفسیر فرمائی۔ اور یہی سعید بن جبیر اور شریح اور مجاہد۔ امام ابو حنیفہ اور امام شافعی رحمہما اللہ کا قول جدید بھی یہی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ طلاق کا اختیار مرد کو ہے۔ پس عقد کو باقی رکھنا بھی اسی کے اختیار میں ہے۔

مطلب یہ ہے کہ شرعی واجب تو نصف مہر ہی ہے مگر عورت کل کو ساقط کر دے تو اس کی مرضی۔ یا مرد اپنی عظمت کا خیال کرتے ہوئے تمام ادا کر دے۔

امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ کا پرانا قول یہ ہے کہ بیدہ عقدہ النکاح سے ولی مراد ہے۔

ایک اہم سوال:

امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ کے مسلک کے مطابق ولی چھوٹی بچی کے حق میں تبرع کا مالک نہیں تو یہاں بڑی عورت کے سلسلہ میں عقدہ النکاح کیسے بن گیا۔

نحو: ان تعفوا۔ یہ بتا دیا مبتداء ہے اور اقرب للتقویٰ یہ خبر ہے اس میں خطاب ازواج اور زوجات کا بطور تغلیب ہے۔

مقام عفو:

زواج بیدہ نے اس کو ذکر فرمایا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ خاوند کا عفو یہ ہے کہ وہ کل مہر دے دے اور یہ عفو اس کے حق میں بہت بہتر ہے اور عورت کا عفو تمام کا وصول نہ کرنا بلکہ تمام سے دستبردار ہونا یہ عورت کے لئے بہت بہتر ہے۔

یاد دوسرا قول: خاوندوں کے لئے عفو بہت بہتر ہے۔

وَلَا تَنْسُوا الْفَضْلَ (اور تم فضل کو نہ بھلاؤ) یہاں فضل افضلیت کے معنی میں ہے۔

بَيْنَكُمْ (اپنے درمیان) یعنی اس بات کو مت بھولو کہ بعض کو بعض پر فضیلت ہے جیسے دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے افضل ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ (بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو دیکھ رہا ہے) پس وہ تمہاری افضلیت پر تمہیں بدلہ دیگا۔

حِفْظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ وَقَوْمُوا لِلَّهِ قَتِيْنًا ۝۲۳۸

پابندی کرو نمازوں کی اور درمیان والی نماز کی، اور کھڑے ہو جاؤ اللہ کے لئے اس حال میں کہ عاجزی اختیار کئے ہوئے ہو۔

تفسیر آیت ۲۳۸:

حِفْظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ (تم تمام نمازوں کی حفاظت کرو) یعنی ان کو ان کے اوقات میں ادا کرنے کا التزام کرو۔ اور ان کے ارکان اور شرائط کو پورا کرنے کا التزام کرو۔

نماز عصر کی عظمت:

وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ (اور درمیانی نماز) یعنی جو نمازوں کے درمیان میں ہو۔ یعنی فضیلت والی۔ عرب کے لوگ فضیلت والی چیز کے لئے وسط کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔

صلوٰۃ وسطیٰ کو مفرد لا کر صلوات پر عطف کیا کیونکہ یہ نماز فضیلت میں منفرد مقام رکھتی ہے اور وہ صلوٰۃ عصر ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور علماء کا یہی مسلک ہے۔

دلیل نمبر ۱: اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے احزاب کے دن فرمایا۔ انہوں نے ہمیں صلوٰۃ وسطیٰ سے مشغول کیا یعنی صلوٰۃ عصر سے۔ اللہ تعالیٰ ان کے گھروں کو آگ سے بھر دے۔ (بخاری، مسلم، احمد)

نمبر ۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہی وہ نماز ہے کہ جس سے سلیمان مشغول ہوئے یہاں تک کہ سورج حجاب میں چھپ گیا۔ (ابن ابی شیبہ)

نمبر ۳۔ مصحف حفصہ رضی اللہ عنہ میں الصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ۔ صلوٰۃ العصر کے الفاظ ہیں۔

نمبر ۴۔ یہ نماز دو دن اور دو رات کی نمازوں کے درمیان میں واقع ہے۔

نمبر ۵ اور اس کی فضیلت کی ایک وجہ یہ ہے کہ لوگ اپنی تجارت اور معیشت کے کاموں میں مصروف ہوتے ہیں۔

تفسیری اقوال:

دوسرا قول: یہ نماز ظہر ہے کیونکہ یہ دن کے درمیان میں ہے۔

تیسرا قول: نماز فجر ہے۔ کیونکہ یہ دن کی دو اور رات کی دو نمازوں کے درمیان میں ہے۔

چوتھا قول: نماز مغرب ہے کیونکہ یہ دو اور چار رکعات کے مابین تین رکعات والی ہے۔ اور اس لئے بھی کہ دو، سری نمازوں اور دو

جہری نمازوں کے درمیان میں ہے۔

پانچواں قول: نماز عشاء ہے کیونکہ وہ دو طاق نمازوں کے درمیان میں ہے یعنی مغرب اور نماز وتر۔

چھٹا قول: یہ لیلۃ القدر کی طرح غیر معین ہے تاکہ تمام نمازوں کی حفاظت کریں۔

فَإِنْ خِفْتُمْ فَرَجَالًا أَوْ رُكْبَانًا فَإِذَا أَمِنْتُمْ فَأَذْكُرُوا اللَّهَ كَمَا عَلَّمَكُم مَّا لَمْ

پھر اگر تم کو خوف ہو تو کھڑے ہوئے یا سواری پر بیٹھے ہوئے نماز پڑھ لیا کرو، پھر جب تم کو امن حاصل ہو جائے تو اللہ کو یاد کرو جیسا کہ اس نے تمہیں سکھایا ہے جو تم

تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ﴿۲۳۹﴾

نہیں جانتے تھے۔

قنوت قیام ہے:

وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ (تم اللہ تعالیٰ کے سامنے ادب سے کھڑے رہا کرو) یعنی نماز میں

مُخَوِّعِينَ: قانتین۔ یہ حال ہے۔ یعنی اس حال میں کہ تم اطاعت کرنے والے اور خشوع کرنے والے ہو۔ یا اللہ تعالیٰ کو قیام میں یاد کرنے والے ہو۔

القنوت۔ کا معنی قیام کی حالت میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا۔

دوسرا قول: اس میں کہ وہ قیام کو لمبا کرنے والے ہیں۔

تَفْسِيرُ آيَةِ ۲۳۹:

فَإِنْ خِفْتُمْ (پس اگر تم کو خوف ہو) یعنی دشمن کا خوف ہو یا اور کوئی۔

فَرَجَالًا (پس پیدل) یہ حال ہے یعنی تم پیدل نماز پڑھو۔ رجالات جمع راجل ہے جیسے قائم اور قیام۔

أَوْ رُكْبَانًا (یا سواری پر) یعنی ایک اکیلے اشارہ کے ساتھ۔ اس صورت میں قبلہ کی طرف منہ کرنا ضروری نہ ہوگا۔

فَإِذَا أَمِنْتُمْ (جب تم امن میں ہو جاؤ) یعنی خوف زائل ہو جائے۔

فَاذْكُرُوا اللَّهَ (پس تم اللہ تعالیٰ کو یاد کرو) یعنی پس امن والی نماز پڑھو۔

كَمَا عَلَّمَكُم (جیسا اس نے تمہیں سکھایا) یعنی یاد کرنا اس طرح جیسا اس نے تمہیں سکھایا۔

مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ (وہ باتیں جو تم نہ جانتے تھے) یعنی صلوٰۃ امن۔

وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا ۖ وَصِيَّةً لِّأَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا

اور جو لوگ وفات پا جائیں اور چھوڑ جائیں بیویوں کو وصیت کر دیں اپنی بیویوں کے لئے مستنع ہونے کی

إِلَى الْحَوْلِ غَيْرِ إِخْرَاجٍ ۚ فَإِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِي مَا فَعَلْنَ فِي

ایک سال تک اس طور پر کہ وہ گھر سے نہ نکالی جائیں، پس اگر وہ خود نکل جائیں تو تم پر کوئی گناہ نہیں ہے اس بات میں جو وہ اپنی

أَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوفٍ ۖ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿۲۴۰﴾

جانوں کے لئے قاعدہ کے مطابق اختیار کر لیں، اور اللہ عزت والا ہے، حکمت والا ہے۔

تفسیر آیت ۲۴۰:

وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا ۖ وَصِيَّةً لِّأَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا (اور وہ جو تم میں سے فوت ہو جائیں اور چھوڑ جائیں بیویاں وصیت کرنا ہے اپنی بیویوں کے لئے)

نحو و اختلاف قراءت:

شامی ابو عمرو اور حمزہ حفص نے وصیۃ کو نصب سے پڑھا ہے فلیوصوا وصیۃ۔ وہ وصیت کریں وصیت کرنا۔ یہ زجاج سے مروی ہے۔ اور دیگر قراء نے رفع سے پڑھا ہے یعنی فعلیہم الوصیۃ ان پر وصیت لازم ہے۔

نمبر ۱۰۔ متاعاً یہ وصیت کی وجہ سے منصوب ہے کیونکہ یہ مصدر ليو صوا وصیۃ متاعاً وہ وصیت کریں وصیت فائدہ دینے کی۔ منسوخ و ناسخ کا ذکر:

دوسرا قول: متعوهن متاعاً۔ تم ان کو سامان کا فائدہ دو۔

إِلَى الْحَوْلِ (ایک سال تک) یہ متاعاً کی صفت ہے۔

غَيْرِ إِخْرَاجٍ (بلا نکالے) یہ مصدر مؤکد ہے جیسا تمہارا قول هذا القول غیر ماتقول۔ میں غیر ماتقول قول کی تاکید ہے۔ دوسرا قول: متاعاً سے بدل ہے مطلب آیت کا یہ ہوا کہ ان لوگوں پر حق بنتا ہے کہ جو فوت ہو رہے ہوں کہ وہ قریب المرگ ہونے سے پہلے بیویوں کے متعلق وصیت کریں کہ ان کی بیویاں ان کے بعد ایک سال مکمل نان و نفقہ لے لیں گی۔ یعنی یہ خرچہ ان پر ترکہ میت مشترکہ میں سے کیا جائے گا اور ان کو ان کے گھروں سے نہ نکالا جائے۔

ابتداءً اسلام میں یہ مقرر کیا گیا پھر اس آیت سے منسوخ کر دیا گیا۔

والذین يتوفون منكم ويذرون أزواجاً الى قوله اربعة اشهر و عشرًا۔ یہ نسخ والی آیت اگرچہ تلاوت میں مقدم ہے مگر نزول میں متاخر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد سیقول السفهاء من الناس سورة البقرة۔ آیت نمبر ۱۴۲ میں ہے۔

وَالْمُطَلَّاتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ ﴿۲۴۱﴾ كَذَلِكَ

اور طلاق دی ہوئی عورتوں کے لئے فائدہ پہنچانا ہے اچھے طریقہ پر، یہ ضروری قرار دیا گیا ہے متقیوں پر، اسی طرح اللہ بیان

يَبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿۲۴۱﴾

فرماتا ہے اپنی آیات تاکہ تم سمجھو۔

قد نرأى تقلب وجهك في السماء البقرہ آیت نمبر ۱۴۴۔ تلاوت میں مقدم ہے مگر نزول میں متاخر ہے اور قد نرأى تلاوت میں متاخر اور نزول میں مقدم ہے۔

فَإِنْ خَرَجْتَ (پس اگر وہ نکل جائیں) یعنی ایک سال کے بعد۔

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِي مَا فَعَلْنَ فِي أَنْفُسِهِنَّ (تو تم پر کچھ گناہ نہیں جو وہ اپنے نفسوں کے بارے میں کریں) یعنی زینت، پیغام منگنی کا وصول کرنا۔

مِن مَّعْرُوفٍ (دستور کے مطابق) یعنی شرعاً غلط نہ ہو۔

وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (اور اللہ زبردست حکمت والا ہے) ان احکام میں جو وہ کرتے ہیں۔

تَفْسِيرُ آیت ۲۴۱:

وَالْمُطَلَّاتِ مَتَاعٌ (مطلقہ عورتوں کو فائدہ دینا ہے) یعنی عدت کا نفقہ۔

بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ (دستور کے موافق یہ حق ہے متقین پر) حَقًّا یہ مصدر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

تَفْسِيرُ آیت ۲۴۲:

كَذَلِكَ يَبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ (اسی طرح اللہ تعالیٰ کھول کر آیات بیان کرتے ہیں تاکہ تم سمجھو) اگر اس سے مراد

متعہ ہو تو مراد مطلقہ مذکورہ کے علاوہ ہے اور یہ متعہ مستحب ہے۔

تَعْقِلُونَ یہ محل رفع میں اول کی خبر ہے۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ أُلُوفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ

اللَّهُ مَوْتُوا قَدْ تَوَلَّوْا حَيَاهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ

النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ ۖ وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝

نے کہ مر جاؤ پھر ان کو زندہ فرما دیا بے شک اللہ ضرور فضل والا ہے لوگوں پر لیکن اکثر

النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ ۖ وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝

لوگ شکر نہیں کرتے اور قتال کرو اللہ کی راہ میں اور جان لو کہ بے شک اللہ سميع والا ہے۔

تفسیر آیت ۲۴۳:

أَلَمْ تَرَ (کیا آپ نے نہیں دیکھا) یہ ہمزہ تقریر و تاکید کے لئے ہے ان لوگوں کے لئے جنہوں نے اہل کتاب اور احبار اولین سے یہ واقعہ سن رکھا تھا اور ان کی حالت پر تعجب کے اظہار کے لئے بھی ہے۔

دوسرا قول: یہ کلام تعجب دلانے میں ایک مثل بن گیا۔ اس سے ان لوگوں کو مخاطب کیا گیا۔ جنہوں نے اس واقعہ کو نہ دیکھا اور نہ سنا تھا۔ تاکہ مثل سے بے خبر ہونے سے ان پر تعجب کا اظہار ہو۔

دیار سے مراد:

إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ (ان لوگوں کو جو اپنے گھروں سے نکلے) یعنی اپنی بستی و شہر سے بعض نے کہا یہ بستی واسطہ ہے جہاں طاعون پڑنے پر لوگ وہاں سے بھاگ نکلے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو موت دے دی۔ پھر حضرت حزقیل علیہ السلام کی دعا سے ان کو دوبارہ زندہ کیا۔

دوسرا قول: یہ بنی اسرائیل کے لوگ ہیں ان کے بادشاہ نے ان کو جہاد کی دعوت دی۔ تو یہ موت سے ڈر کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو آٹھ دن تک موت کی نیند سلا یا۔ پھر ان کو زندہ کیا۔

وَهُمْ أُلُوفٌ (اور وہ ہزاروں تھے) بَحْجُوْر: یہ حال ہونے کی وجہ سے موضع نصب میں ہے۔ اس میں دلیل ہے کہ أُلُوفُ کما لفظ کثرت کے لئے بولا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ جمع کثرت ہے یہ أَلْف کی جمع ہے۔ الاف کی نہیں۔

حَذَرَ الْمَوْتِ (موت کے ڈر سے) یہ مفعول لہ ہے۔

فَقَالَ لَهُمُ اللَّهُ مَوْتُوا (پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا کہ مر جاؤ) یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو موت دے دی۔

موت، موت میں فرق:

نکتہ: یہ انداز تعبیر اس لئے اختیار فرمایا گیا تاکہ ظاہر ہو کہ ان تمام کی موت ایک آدمی کی طرح تھی۔ اللہ تعالیٰ کے حکم و مشیت سے یہ

موت عاۃ موت سے مختلف ہے۔

اس میں مسلمانوں کو جہاد پر ابھارا کہ جب موت کے بغیر چارہ کار نہیں۔ اور اس سے بھاگنے کا چارہ نہیں تو زیادہ بہتر ہے کہ وہ موت اللہ تعالیٰ کی راہ میں پیش آئے۔

ثُمَّ أَحْيَاهُمْ (پھر ان کو زندہ کیا) تاکہ وہ عبرت حاصل کریں اور جان لیں اللہ کے حکم و فیصلے سے بھاگنا ممکن نہیں۔ اس کا عطف فعل محذوف پر ہے تقدیر عبارت یہ ہے۔ پس وہ مر گئے پھر ان کو زندہ کر دیا۔ یا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان فقال لهم اللہ موتوا کا معنی ہی یہ ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو موت دے دی۔ وہ معنوی اعتبار سے اس پر عطف تھا۔

إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ (بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر مہربانی کرنے والے ہیں) اس طرح کہ ان کو ایسے واقعات دکھاتے ہیں جن سے وہ عبرت حاصل کریں۔ جیسا کہ ان کو دکھایا اور جیسا ان کا واقعہ بیان کر کے تمہیں دکھایا۔

یاد دوسرا قول: لوگوں پر فضل فرمانے والے ہیں کہ ان لوگوں کو زندہ کر دیا۔ تاکہ وہ عبرت حاصل کریں اور کامیاب ہوں۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتے۔ تو ان کو مردہ چھوڑ دیتے۔ قیامت کے دن تک

وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ (لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے اس پر)

۲۴۴: اس بات کی دلیل ہے کہ یہ واقعہ جہاد پر آمادہ کرنے کے لئے لایا گیا۔ یہ بعد والا واقعہ لائے اور اس میں قتال کا حکم دیا۔ اور وہ یہ ارشاد ہے۔

آمادگی بر جہاد:

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ (اور تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتال کرو) اس میں جہاد پر آمادہ کیا گیا۔ یہ بتلانے کے بعد کہ موت سے فرار فائدہ مند نہیں۔

یہ خطاب امت محمدیہ ﷺ کو فرمایا۔ یا

دوسرا قول: ان کو خطاب ہے جن کو زندہ کیا گیا۔

وَأَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ (اور جان لو کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہر بات سننے والے ہیں) جو باتیں پیچھے رہنے والے اور سمیقت کرنے والے کرتے ہیں۔

عَلَيْهِمْ (جاننے والے ہیں) ان چیزوں کو جو انسان کو نقصان دینے والی ہیں۔

مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضِعَّهُ لَهُ أَضْعَافًا كَثِيرَةً وَاللَّهُ

کون ہے جو قرض دے اللہ کو قرض حسن، پھر اللہ اس کے لئے اضافہ فرما دے چند در چند بہت سے اضافے فرما کر، اور اللہ

يَقْبِضُ وَيَبْصُطُ ۖ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿۱۵﴾

تنگی فرماتا ہے اور کشادہ فرماتا ہے، اور اس کی طرف لوٹا دیئے جاؤ گے۔

۲۴۵۔ مَنْ ذَا الَّذِي (کون ہے ایسا) جو قرض دے۔ **يَخْجُو**: مَنْ استفہام کے لئے ہے۔ اور مبتداء کی وجہ سے موضع رفع میں ہے۔ اور ذَا اس کی خبر ہے۔ الذی یہ ذاک کی صفت ہے۔ یا بدل ہے۔
يُقْرِضُ اللَّهُ (وہ اللہ تعالیٰ کو قرضہ دے) یہ جملہ الذی کا صلہ ہے۔

قرض کہنے کی حکمت:

تکلف: اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو خرچ کیا جاتا ہے اس کو قرض فرمایا۔ کیونکہ قرض اس کو کہا جاتا ہے جو اپنے مال میں سے دوسرے کو اس لئے دیا جاتا ہے تاکہ وہ اس کے برابر اس کو واپس پھیر دے۔ اور قرض کا لغوی معنی قطع کرنا ہے اور اس کو قرض کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کو وہ اپنے مال سے قطع کرتا ہے اور مقروض کو دیتا ہے اور مقراض قینچی اور قرض الفار۔ ان قراض تمام میں کاٹنے کا مفہوم ہے اس کو قرض کہہ کر متنبہ کر دیا کہ اللہ تعالیٰ اس مال کو اپنے پاس نہ رکھے گا۔ بے شک وہ ان کو بہر صورت اس پر بدلہ عنایت فرمائے گا۔ قَرْضًا حَسَنًا (قرض حسن) یعنی پاکیزہ مال میں سے جو بطیب خاطر دیا جائے اس سے مراد جہاد میں خرچ کرنا ہے اسلئے کہ جب قتال کا حکم دیا گیا اللہ تعالیٰ کی راہ میں تو اس میں مال کی ضرورت ہوگی۔ اسلئے صدقہ پر آمادہ کیا تاکہ اسباب جہاد مہیا کیے جائیں۔ فَيُضِعُّهُ لَهُ (تاکہ اللہ تعالیٰ اس کے لئے اس کو کئی گنا کر دے)

قراءت: نمبر ۱۔ ابن عامر اور عاصم نے استفہام کا جواب بنا کر ان مقدرہ کی وجہ سے منصوب پڑھا ہے۔ باقی قراء ابو عمرو۔ نافع، حمزہ اور علی رحمہم اللہ نے یقرض پر عطف کر کے اس کو مرفوع پڑھا ہے۔ یا جملہ متانفہ ہے۔ ای فہو یضاعفہ۔
نمبر ۲۔ شامی نے فَيُضِعُّهُ پڑھا۔ جبکہ مکی نے فَيُضِعُّهُ پڑھا۔ بقیہ قراء نے مفاعلہ کے صیغہ سے ہی پڑھا۔
أَضْعَافًا (بڑھانا) یہ مصدر کی جگہ ہے۔

کَثِيرَةً (بہت زیادہ) کہ جس کی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں یہ بھی کہا گیا کہ ایک کا بدلہ سات سو۔
وَاللَّهُ يَقْبِضُ وَيَبْسُطُ (اور اللہ تعالیٰ تنگ دست کرتا ہے اور کھولتا ہے) یعنی اپنے بندوں پر رزق کو تنگ کرتا ہے اور وسیع کرتا ہے پس تم بوقت وسعت بخل نہ کرو۔ وہ وسعت کے بدلے تنگی نہ دے گا۔

قراءت: یبسط۔ حجازی، عاصم اور علی رحمہم اللہ نے پڑھا۔

وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ (اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے) پس وہ تمہیں اس پر جو تم نے آگے بھیجا بدلہ عنایت فرمائے گا۔

الْمَرَّتْ إِلَى الْمَلَا مِنْ بَنِي إِسْرَءِيلَ مِنْ بَعْدِ مُوسَى إِذْ قَالُوا لِنَبِيِّ لَهُمْ

کیا آپ کو بنی اسرائیل کی ایک جماعت کا قصہ معلوم ہے جو موسیٰ کے بعد پیش آیا، جب انہوں نے اپنے نبی سے عرض کیا

أَبْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُقَاتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ

کہ مقرر کر دیجئے ہمارے لئے ایک بادشاہ تاکہ ہم اللہ کی راہ میں جہاد کریں، انہوں نے فرمایا کیا ایسا ہو گا کہ اگر تم پر قتال فرض

الْقِتَالُ إِلَّا تُقَاتِلُوا ط قَالُوا وَمَا لَنَا أَلَّا نُقَاتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

کیا گیا تو تم قتال نہ کرو؟ وہ کہنے لگے اور ہمیں کیا ہوا کہ ہم اللہ کی راہ میں قتال نہ کریں

وَقَدْ أَخْرَجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَأَبْنَاءِنَا ط فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ

حالانکہ ہم نکال دیئے گئے ہیں اپنے گھروں سے اور اپنے بیٹوں کے ماس سے، پھر جب ان پر قتال فرض کیا گیا

تَوَلَّوْا إِلَّا قَلِيلًا مِّنْهُمْ ط وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ﴿۲۶﴾

تو پھر گئے سوائے ان میں سے تھوڑے لوگوں کے، اور اللہ ظالموں کو خوب جاننے والا ہے،

تفسیر آیت ۲۶:

الْمَرَّتْ إِلَى الْمَلَا (کیا تم نے اس جماعت کو نہیں دیکھا) یعنی شرفاء۔ ان کو علماء اس لئے کہا جاتا ہے کہ دلوں کو راہنمائی ہے بھر دیتے ہیں اور آنکھوں کو رعب سے۔

مِنْ بَنِي إِسْرَءِيلَ (بنی اسرائیل میں سے) یہاں مِنْ تبعیضیہ ہے۔

واقعة بنی اسرائیل:

مَنْ بَعْدِ مُوسَى۔ (موسیٰ علیہ السلام کے بعد) یعنی ان کی وفات کے بعد یہاں مِنْ ابتداءً غایت کیلئے ہے۔

إِذْ قَالُوا (جب انہوں نے کہا)

لِنَبِيِّ لَهُمْ (اپنے پیغمبر کو) اور وہ شمعون یا یوشع یا شموئیل علیہ السلام تھے۔

أَبْعَثْ لَنَا مَلِكًا (تو ہمارے لئے ایک بادشاہ مقرر کر) یعنی تو ہمارے ساتھ قتال کے لئے اٹھا بطور امیر کے ایک شخص تاکہ

اس کی رائے سے ہم لڑائی کی تدبیریں کریں۔ اور اس کے حکم پر اتریں۔

نُقَاتِلَ (ہم قتال کریں) یہ جواب ہونے کی وجہ سے مجزوم ہے اور نون کے ساتھ ہے۔

فِي سَبِيلِ اللَّهِ (اللہ تعالیٰ کی راہ میں) یہ نقاتل کا صلہ ہے۔

قَالَ (ان کو نبی ﷺ نے کہا)۔

هَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ (کیا قریب ہے کہ اگر تم پر قتال فرض کر دیا جائے)

قراءت: عَسَيْتُمْ۔ کو عَسَيْتُمْ جہاں بھی آئے نافع نے پڑھا ہے۔

عَسَىٰ کی خبر اور اسم میں فاصل شرط ان کتب علیکم القتال ہے۔ اور عَسَىٰ کی خبر اَلَّا تُقَاتِلُوْا ہے اب مطلب یہ ہوا کیا تم قریب ہو اس بات کے کہ نہ قتال کرو تم۔ یعنی کیا بات اس طرح ہے جیسے میں توقع کرتا ہوں۔ کہ تم نہ قتال کرو گے۔ بلکہ بزدلی کرو گے۔ اہل استفہامیہ داخل ہے تا کہ ان سے وہ پوچھا جائے جس کی ان کو ان سے توقع تھی۔ اور مقصد استفہام سے تقریر ہے اور ثابت کرنا ہے کہ جس کی توقع ہے وہ ہونے والا ہے اور وہ اپنی توقع میں درست ہے۔

قَالُوا وَمَا لَنَا اَلَّا نُقَاتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (انہوں نے کہا ہمیں کیا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی راہ میں نہ لڑیں گے) یعنی ترک

قتال کی طرف کوئی چیز ہمیں دعوت دینے والی ہے اور ترک قتال میں ہمارا کیا مقصد پورا ہوتا ہے۔

قصہ خروج بنی اسرائیل:

وَقَدْ اَخْرَجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَاَبْنَاءِنَا (حالانکہ ہمیں اپنے گھروں اور بیٹوں سے نکالا گیا)

وقد میں واو حالہ ہے اور اس کا قصہ یہ ہے کہ قوم جالوت مصر و فلسطین کے درمیان رہتے تھے۔ انہوں نے ان کے ۴۴۰

شہزادے قید کر لیے تھے۔ ان کے کہنے کا مقصد یہ تھا۔ کہ جب معاملہ اس حد تک پہنچ چکا ہے تو جہاد ضروری ہے۔

فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ (جب ان پر قتال فرض کر دیا گیا) یعنی جس چیز کی تم نے التماس کی ہے۔ آؤ اس کو قبول کرو۔

تَوَلَّوْا (انہوں نے منہ موڑا) یعنی اس سے اعراض کیا۔

اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ (مگر تھوڑے ان میں سے) ان کی تعداد ۳۱۳ تھی جتنی کہ اہل بدر کی تھی۔

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالظّٰلِمِيْنَ (اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو جانتے ہیں) اس میں انہوں نے ترک جہاد کی جو زیادتی کی تھی۔ اس پر یہ

وعید ہے۔

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللَّهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا قَالُوا أَنَّى يَكُونُ لَهُ

اور کہا ان سے ان کے نبی نے بے شک اللہ نے مقرر فرما دیا تمہارے لئے طالوت کو بادشاہ وہ کہنے لگے کہ ان کو

الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ط

ہم پر حکمران ہونے کا حق کیسے پہنچتا ہے حالانکہ ہم ان سے زیادہ حکمرانی کے مستحق ہیں اور ان کو مالی گنجائش نہیں دی گئی،

قَالَ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ط

ان کے نبی نے کہا کہ بے شک اللہ نے ان کو تم پر حکمرانی کے لئے منتخب فرمایا ہے، اور ان کو علم میں اور جسم میں فراخی عطا فرمائی ہے۔

وَاللَّهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَن يَشَاءُ ط وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۝۲۴۷ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ

اور اللہ اپنا ملک جسے چاہے دے اور اللہ وسعت والا ہے علم والا ہے۔ اور کہا ان سے ان کے نبی نے

إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا

کہ بلاشبہ اس کے حکمران ہونے کی یہ نشانی ہے کہ آجائے گا تمہارے پاس تابوت جس میں تسکین ہے تمہارے رب کی طرف سے اور کچھ بچی ہوئی

تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ ط إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لَّكُمْ

چیزیں ہیں ان میں سے جنہیں چھوڑا تھا آل موسیٰ اور آل ہارون نے جس کو فرشتے اٹھا کر لے آئیں گے۔ بے شک اس میں ضرور نشانی ہے تمہارے لئے

إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ ۝۲۴۸

اگر تم ایمان والے ہو۔

۳۲

۳۱

۳۰

۲۹

۲۸

۲۷

۲۶

۲۵

۲۴

۲۳

۲۲

۲۱

۲۰

۱۹

۱۸

۱۷

۱۶

۱۵

۱۴

۱۳

۱۲

۱۱

۱۰

۹

۸

۷

۶

۵

۴

۳

۲

۱

۳۲

۳۱

۳۰

۲۹

۲۸

۲۷

۲۶

۲۵

۲۴

۲۳

۲۲

۲۱

۲۰

۱۹

۱۸

۱۷

۱۶

۱۵

۱۴

۱۳

۱۲

۱۱

۱۰

۹

۸

۷

۶

۵

۴

۳

۲

۱

۳۲

۳۱

۳۰

۲۹

۲۸

۲۷

۲۶

۲۵

۲۴

۲۳

۲۲

۲۱

۲۰

۱۹

۱۸

۱۷

۱۶

۱۵

۱۴

۱۳

۱۲

۱۱

۱۰

۹

۸

۷

۶

۵

۴

۳

۲

۱

۳۲

۳۱

۳۰

۲۹

۲۸

۲۷

۲۶

۲۵

۲۴

۲۳

۲۲

۲۱

۲۰

۱۹

۱۸

۱۷

۱۶

۱۵

۱۴

۱۳

۱۲

۱۱

۱۰

۹

۸

۷

۶

۵

۴

۳

۲

۱

۳۲

۳۱

۳۰

۲۹

۲۸

۲۷

۲۶

۲۵

۲۴

۲۳

۲۲

۲۱

۲۰

۱۹

۱۸

۱۷

۱۶

۱۵

۱۴

۱۳

۱۲

۱۱

۱۰

۹

۸

۷

۶

۵

۴

۳

۲

۱

۳۲

۳۱

۳۰

۲۹

۲۸

۲۷

۲۶

۲۵

۲۴

۲۳

۲۲

۲۱

۲۰

۱۹

۱۸

۱۷

۱۶

۱۵

۱۴

۱۳

۱۲

۱۱

۱۰

۹

۸

۷

۶

۵

۴

۳

۲

۱

۳۲

۳۱

۳۰

۲۹

۲۸

۲۷

۲۶

۲۵

۲۴

۲۳

۲۲

۲۱

۲۰

۱۹

۱۸

۱۷

۱۶

۱۵

۱۴

۱۳

۱۲

۱۱

۱۰

۹

۸

۷

۶

۵

۴

۳

۲

۱

۳۲

۳۱

۳۰

۲۹

۲۸

۲۷

۲۶

۲۵

۲۴

۲۳

۲۲

۲۱

۲۰

۱۹

۱۸

۱۷

۱۶

۱۵

۱۴

۱۳

۱۲

۱۱

۱۰

۹

۸

۷

۶

۵

۴

۳

۲

۱

۳۲

۳۱

۳۰

۲۹

۲۸

۲۷

۲۶

۲۵

۲۴

۲۳

۲۲

۲۱

۲۰

۱۹

۱۸

۱۷

۱۶

۱۵

۱۴

۱۳

۱۲

۱۱

۱۰

۹

</

دُنیا پرستوں کا مزاج:

وَلَمْ يُولَدْ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ (اس کو مالی وسعت میسر نہیں) یعنی وہ ہم پر سربراہ کیسے بنے گا جبکہ حالت یہ ہے کہ وہ سربراہی کے لائق ہی نہیں۔ کیونکہ اس سے زیادہ مستحق موجود ہیں۔ اور شان یہ ہے کہ وہ فقیر ہے اور بادشاہ کے لئے مال ہونا چاہیے جس سے وہ مضبوطی حاصل کر سکے۔ بنی اسرائیل نے یہ بات کہی کیونکہ نبوت تو لاؤی بن یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں تھی۔ اور بادشاہت یہود ابن یعقوب علیہ السلام کے خاندان میں اور طالوت یہ بنیامین کی اولاد سے تھا اور یہ پانی پلانے والا آدمی تھا۔ یارنگنے والا محتاج آدمی تھا۔

روایات میں ہے کہ ان کے پیغمبر علیہ السلام نے اس وقت دعا کی جب انہوں نے اس سے سپہ سالاری کا مطالبہ کیا۔ پس ان کو ایک لاشی دی گئی۔ جس سے قد کی پیمائش کی گئی۔ ان لوگوں کی جو بادشاہ بننے والے تھے۔ اس کے مطابق کوئی بھی پورا نہ اتر اسوائے طالوت کے۔

حکم پر اعتراض کی گنجائش نہیں:

قَالَ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْكُمْ (اس نے کہا بے شک اللہ تعالیٰ نے اس کو تم پر چن لیا ہے) اصطافی میں طاء یہ تاء کا بدل ہے صاد ساکن کی جگہ۔ معنی اس کا پسند کرنا اور چننا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کو چنا ہے وہ مصالحوں کو تم سے زیادہ جاننے والے ہیں۔ اور اس کے حکموں پر اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

پھر دو مصلحتوں کا تذکرہ بھی فرما دیا جو ان مصالحوں سے زیادہ نفع بخش تھیں جو انہوں نے ذکر کی تھیں۔ یعنی نسب اور مال اور وہ مصلحتیں علم مبسوط اور جسامت۔

پیغمبر علیہ السلام نے کہا۔ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ (اللہ تعالیٰ نے بڑھا دیا اس کو علم و جسم کی وسعت میں) بَسْطَةً یہ مفعول دوم ہے۔

بڑا ماہر:

کہتے ہیں کہ وہ اپنے وقت میں بنی اسرائیل کی لڑائی کے فنون اور علوم دیانات میں سب سے بڑھ کر تھا۔ اور ہر انسان سے اپنے سر اور کندھے کے لحاظ سے لمبا چوڑا تھا۔

البسطہ وسعت درازی کو کہتے ہیں۔ اور بادشاہ کے لیے علم والا ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ جاہل ذلیل و حقیر ہے اور اس سے مخلوق کو فائدہ نہ ہوگا۔ اور وہ جسامت والا ہو کیونکہ اس سے دلوں میں اس کی شان اور رعب بیٹھتا ہے۔

وَاللَّهُ يُولِي مُلْكَهُ مَن يَشَاءُ (اللہ تعالیٰ اپنا ملک جن کو چاہتے ہیں عنایت فرماتے ہیں) یعنی اللہ تعالیٰ کی بادشاہی میں اس کا کوئی منازع نہیں۔ وہ جس کو چاہتا عنایت کر دیتا ہے اس کا وراثت سے تعلق نہیں۔

وَاللَّهُ وَاسِعٌ (اللہ تعالیٰ وسعت والے ہیں) یعنی وسیع فضل و عطا والے ہیں اس پر وسعت فرما دیتے ہیں جن کے پاس

وسعت مالی نہیں ہوتی۔ اس کو فقر کے بعد غنی کر دیتے ہیں۔
 عَلِيمٌ (وہ جاننے والے ہیں) کہ جس کو بادشاہی کے لیے چننا ہے۔
 پھر بھی انہوں نے اپنے پیغمبر ﷺ سے طالوت کے چناؤ اور نشانی کا مطالبہ کر دیا۔

تفسیر آیت ۲۲۸:

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ (ان کو ان کے پیغمبر ﷺ نے کہا بے شک اس کی بادشاہت کی نشانی یہ ہے کہ تابوت تمہارے پاس آجائے گا) یعنی وہ صندوق جس میں تورات تھی جب موسیٰ علیہ السلام قال کرتے اس کو آگے رکھتے بنی اسرائیل کے نفوس کو اس سے سکون حاصل رہتا۔ اور وہ فرار اختیار نہ کرتے۔

صندوق سکینے:

فِيهِ سَكِينَةٌ مِّنْ رَبِّكُمْ (اس میں سکینے ہے تمہارے رب کی طرف سے) سکون و اطمینان ہے
 وَبَقِيَّةٌ - (بقیہ چیزیں) یعنی الواح کے ٹکڑے۔ عصائے موسیٰ، ثیاب موسیٰ، کچھ تورات۔ موسیٰ علیہ السلام کے فعل اور عمامہ ہارون علیہ السلام۔

مِمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ (جن کو چھوڑا آل موسیٰ اور آل ہارون نے) یعنی جن کو چھوڑا موسیٰ و ہارون علیہما السلام نے۔ آل کا لفظ ان دونوں ہستیوں کی عظمت شان کو ظاہر کرنے کے لئے ہے۔

فرشتے تابوت لائے:

تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ (اس کو فرشتے اٹھانے والے ہونگے) یعنی تابوت کو۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو موسیٰ علیہ السلام کے بعد اٹھالیا تھا۔ پس فرشتے اس کو لے کر اٹھائے ہوئے اترے۔ جبکہ بنی اسرائیل دیکھ رہے تھے۔

مَخْرُجًا: یہ جملہ موضع حال میں واقع ہے اور اسی طرح فیہ سکینے بھی اور من ربکم یہ سکینے کی صفت ہے اور مما ترک یہ بقیہ کی صفت ہے۔

إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لَّكُمْ إِن كُنتُمْ مُّؤْمِنِينَ (اس میں نشانی ہے تمہارے لئے اگر تم مؤمن ہو) یعنی تابوت کے تمہاری طرف لوٹ آنے میں اس بات کی علامت و نشانی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہی طالوت کو تم پر بادشاہی دی ہے۔ اگر تم اس کی تصدیق کرنے والے ہو۔

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ بِالْجُنُودِ ۖ قَالَ إِنَّ اللَّهَ مُبْتَلِيكُمْ بِنَهَرٍ ۖ فَمَنْ شَرِبَ

طالوت لشکروں کے ساتھ روانہ ہوئے تو انہوں نے کہا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہیں ایک نہر کے ذریعہ آزمائے والا ہے، سو جس نے اس میں سے

مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّي ۚ وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَإِنَّهُ مِنِّي إِلَّا مَنِ اعْتَرَفَ غُرْفَةً ۚ

پی لیا وہ مجھ سے نہیں ہے اور جس نے اس سے نہ پیا تو وہ مجھ سے ہے سوائے اس شخص کے جس نے اپنے ہاتھ سے ایک چلو

بِيَدِهِ ۚ فَشَرَبُوا مِنْهُ إِلَّا قَلِيلًا مِّنْهُمْ ۖ فَلَمَّا جَاوَزَهُ هُوَ وَالَّذِينَ آمَنُوا

پی لیا، پھر تھوڑے سے افراد کے علاوہ سب نے اس میں سے پی لیا پھر جب آگے بڑھے طالوت اور وہ لوگ جو ان کے ساتھ ایمان

مَعَهُ ۚ قَالُوا الْإِطَاقَةُ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ ۖ قَالَ الَّذِينَ يَظُنُّونَ

لائے تھے تو کہنے لگے کہ آج ہمیں جالوت اور اس کے لشکروں سے لڑنے کی طاقت نہیں ہے، جو لوگ اللہ کی ملاقات کا

أَنَّهُمْ مُّلقُوا اللَّهَ ۚ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ ۖ

یقین رکھتے تھے وہ کہنے لگے کتنی ہی کم تعداد جماعتیں اللہ کے حکم سے بھاری تعداد والی جماعتوں پر غالب ہو چکی ہیں

وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ۝ (۲۴۹) وَلَمَّا بَرَزُوا لِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ قَالُوا رَبَّنَا أَفْرِغْ

اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اور جب یہ لوگ جالوت اور اس کے لشکروں کے مقابلہ کے لئے نکلے تو عرض کیا کہ اے ہمارے رب ہم پر صبر

عَلَيْنَا صَبْرًا وَثَبَّتْ أقدَامَنَا وَانصَرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ۝ (۲۵۰)

ڈال دے اور ہمیں ثابت قدم رکھ، اور کافروں کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما۔

۲۳۹: فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ بِالْجُنُودِ (جب طالوت لشکر لے کر جدا ہوئے) فصل کا معنی خرچ یعنی نکلتا ہے۔ یعنی جب نکلے اپنے اس شہر سے دشمن کے خلاف جہاد کے لئے۔

تعداد لشکر:

بالجنود کا لفظ موضع حال میں ہے یعنی لشکروں کو ساتھ لینے والے تھے۔ جن کی تعداد اسی ہزار تھی۔ یہ وقت گرمی کا تھا۔ انہوں نے مطالبہ کر دیا کہ اللہ تعالیٰ ان کے لئے پانی کی نہر جاری کر دے۔

قَالَ إِنَّ اللَّهَ مُبْتَلِيكُمْ (انہوں نے کہا بے شک اللہ تمہارا امتحان کرنے والے ہیں) یعنی تمہارے ساتھ ایسا معاملہ کرنے والے ہیں جیسا امتحان لینے والا کرتا ہے۔

دریائے فلسطین:

بَنَهَرٌ (ایک دریا کے ساتھ) یہ دریائے فلسطین ہے۔ یہ ابتلاء اسی لئے تھا تا کہ سچے مجاہد اور نکتے پہچان لیے جائیں۔
فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ (پس جس نے اس میں سے پیا) یعنی منہ لگا کر
فَلَيْسَ مِنِّي (پس وہ مجھ سے نہیں) یعنی وہ میرا سچا پیروکار نہیں اور میرا حمایتی نہیں۔
وَمَنْ لَمْ يَطْعَمْهُ (جس نے نہ چکھا) یہ طعام اشی سے ہے جب کہ اس کو چکھا جائے۔
فَإِنَّهُ مِنِّي (پس وہ مجھ سے ہے)

قراءت: ابو عمرو اور مدنی نے مِیْنِ یاء کے فتح کے ساتھ پڑھا ہے
إِلَّا مَنِ اعْتَرَفَ (یہ استثناء ہے۔ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّي سے۔ اور دوسرا جملہ استثناء سے جملہ متاخرہ کے حکم میں
ہے۔ صرف عنایت کی وجہ سے اس کو مقدم کیا گیا ہے۔
غُرْفَةٌ بَيْدَهُ (ایک چلو ہاتھ سے)
قراءت: حجازی اور ابو عمرو نے غُرْفَةٌ غین کے فتح کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس کا معنی مصدر والا ہے۔ اور غُرْفَةٌ غین کے ضمہ کے
ساتھ بمعنی مغروف بمعنی چلو۔

مطلب یہ ہے کہ ہاتھ کے ایک چلو کی رخصت ہے۔ منہ لگا کر پینے کی اجازت نہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے۔
فَشَرِبُوا مِنْهُ (پس انہوں نے اس سے پیا) یعنی منہ لگا کر پیا۔
إِلَّا قَلِيلًا مِّنْهُمْ (مگر تھوڑے ان میں سے) اور ان کی تعداد تین سو تیرہ تھی۔
فَلَمَّا جَاوَزَهُ (پس جب وہ اس کو عبور کر گئے) یعنی نہر کو۔
هُوَ (وہ) اس سے مراد طالوت ہیں۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ (اور وہ لوگ جو ان کے قول پر یقین کرنے والے تھے) یعنی قلیل تعداد میں۔
قَالُوا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ (وہ کہنے لگے ہمیں آج طاقت نہیں) یعنی کوئی قوت نہیں۔

جابر جالوت:

بِجَالُوتَ (جالوت کے ساتھ) یہ عمالقہ کا ایک جابر بادشاہ ہے جو عَمَلِیق بن عاد کی اولاد میں سے تھا۔ اس کے خود میں تین سو،
رطل لو ہا تھا۔
وَجُنُودُهُ قَالَ الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُمْ مُّلْكُوا اللَّهَ (اور اس کے لشکروں کا مقابلہ کیا۔ کہا ان لوگوں نے جو یقین رکھتے تھے
کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ملنے والے ہیں) یعنی شہادت پر یقین کرنے والے ہیں۔
بعض نے کہا۔ قالوا کی ضمیر ان میں بہت سے لوگوں کی طرف لوٹی ہے۔ جو پیچھے رہ گئے تھے۔
اور والذین یظنون میں ضمیر ان قلیل کی طرف ہے۔ جو ثابت قدم رہنے والے تھے۔

فَهَزَمُوهُمْ بِأَذْنِ اللَّهِ وَقَتْلَ دَاوُدَ جَالُوتَ وَآتَاهُ اللَّهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهُ

سو ان کو شکست دے دی اللہ کے حکم سے اور قتل کر دیا داؤد نے جالوت کو اور اللہ نے ان کو ملک دے دیا اور حکمت عطا فرما دی، اور ان کو جو کچھ

مِمَّا يَشَاءُ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَفَسَدَتِ الْأَرْضُ

چاہا علم دے دیا اور اگر نہ ہوتا اللہ کا دفع فرماتا لوگوں کو بعض کو بعض کے ذریعہ تو زمین میں فساد ہو جاتا

وَلَكِنَّ اللَّهَ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿٢٥١﴾ تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ نَتْلُوهَا عَلَيْكَ

اور لیکن اللہ جہانوں پر فضل فرمانے والا ہے۔ یہ اللہ کی آیات ہیں جنہیں ہم آپ پر تلاوت کرتے

بِالْحَقِّ وَإِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿٢٥٢﴾

ہیں اور بلاشبہ آپ پیغمبروں میں سے ہیں۔

روایات میں یہ بھی ہے کہ ایک چلو آدمی کے پینے اور برتن کے لئے کافی ہو جاتا۔ جنہوں نے پانی پیا۔ ان کے ہونٹ سیاہ ہو گئے۔ اور پیاس ان پر غالب آگئی۔

كَمْ مِنْ فِتْنَةٍ قَلِيلَةٍ (بہت سی تھوڑی جماعتیں ہیں)

نَجْوَى: یہ گم خبر یہ ہے اور ابتداء کی وجہ سے محل رفع میں ہے۔

غَلَبَتْ (غالب آگئیں) یہ گم کی خبر ہے۔

فِتْنَةٍ كَثِيرَةٍ (بڑی جماعتوں پر)

بِأَذْنِ اللَّهِ (اللہ تعالیٰ کے حکم سے) یعنی اس کی مدد سے

وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ (اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں) اپنی مدد کے ذریعہ۔

تَفْسِيرُ آيَةِ ٢٥٠:

وَلَمَّا بَرَزُوا لِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ (جب وہ جالوت اور اس کے لشکر کے سامنے آئے) یعنی ان سے لڑائی کرنے نکلے۔

قَالُوا رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا (کہنے لگے اے ہمارے رب تو انڈیل ہم پر صبر) افراغ کا معنی انڈیلنا ہے صبر سے مراد لڑائی

میں ثابت قدمی ہے۔

وَكَبَّتْ أَقْدَامُنَا (اور ہمارے قدموں کو مضبوط کر) ہمارے دلوں کو مضبوط کر کے اور ہمارے دشمنوں کے دلوں میں رعب ڈال کر۔

وَأَنْصَرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ (اور تو کافر قوم کے خلاف ہماری مدد فرما) یعنی ہماری اعانت فرما۔

تَفْسِيرُ آيَةِ ٢٥١:

فَهَزَمُوهُمْ (پس انہوں نے ان کو شکست دی) یعنی جالوت اور مومنین نے جالوت اور اس کے لشکروں کو۔

فیصلہ قضاء و قدر:

يَا ذِي الْقُرْبَىٰ (اللہ تعالیٰ کے اذن سے) یعنی اس کے فیصلہ قضاء و قدر سے

تذکرہ داؤد علیہ السلام:

وَقَتَلَ دَاوُدُ جَالُوتَ (اور داؤد نے جالوت کو قتل کیا) داؤد علیہ السلام کے والد ایشی بھی طالوت کے لشکر میں اپنے چھ بیٹوں سمیت شامل تھے۔ داؤد ان میں ساتویں تھے۔ اور وہ اپنے تمام بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے۔ اور بکریاں چراتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ داؤد ہی جالوت کو قتل کرے گا۔

انہوں نے ان کے والد سے داؤد کو طلب کیا وہ آگئے۔ راستے میں چلتے ہوئے تین پتھروں نے داؤد کو کہا: ہمیں اٹھالو۔ اور اس سے کہا تم ہمارے ساتھ جالوت کو قتل کرو گے۔

داؤد نے ان پتھروں کو اپنے تھیلے میں ڈال لیا اور وہ پتھر جالوت کی طرف پھینکے پس اس کو قتل کر دیا۔ طالوت نے اپنی بیٹی کا نکاح داؤد علیہ السلام سے کر دیا۔ پھر ان کو حسد پیدا ہوا اور اس کو قتل کرنا چاہا (مگر قدرت نہ پاسکا) پھر تائب ہو کر موت آئی۔

ملک سے مراد:

وَأَنَّهُ اللَّهُ الْمَلِكُ (اللہ تعالیٰ نے ان کو بادشاہی دے دی) ارض مقدس کے مشرق و مغربی علاقوں میں داؤد سے پہلے بنی اسرائیل کسی بادشاہ پر مجتمع نہ ہوئے تھے۔

وَالْحِكْمَةُ (اور حکمت) یعنی نبوت۔

وَعَلَّمَهُ مِمَّا يَشَاءُ (اور اس کو جو چاہا علم دیا) یعنی صنعت زرع اور کلام طیور وغیرہ۔

وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ (اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو دور نہ کرتے)

نَحْمُ: الناس یہ مفعول بہ ہے۔

بَعْضُهُمْ یہ الناس کا بدل ہے یعنی بعض لوگوں کو۔

قراءت: دفع کو مدنی مبدی نے دَفَاعُ پڑھا ہے۔ یہ دفاع دفع کا مصدر ہے۔ یا اس کا معنی دفع دفع کرنے والا ہے۔

فساد کا مطلب:

بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْأَرْضُ (بعض لوگوں کے ساتھ تو بگڑ جاتی زمین) یعنی اگر اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو بعض سے دفع نہ کرے اور ان کے ذریعے ان کا فساد نہ روکے تو مفسد غالب آجائیں اور زمین بگڑ جائے اور اس کے منافع کھیتی و نسل باطل ہو جائیں۔

دوسرا قول: اگر اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی کافروں کے خلاف مدد نہ کرتا۔ تو غلبہ کفار سے زمین بگڑ جاتی اور نیک قتل کر دیئے جاتے۔ اور شہر برباد ہو جاتے اور بندے دکھوں میں مبتلا ہو جاتے۔

وَلَكِنَّ اللَّهَ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِينَ (لیکن اللہ تعالیٰ جہان والوں پر فضل فرمانے والے ہیں) یعنی ان سے فساد کا ازالہ کر کے۔

یہ آیت معززہ کے خلاف اہلسنت کی دلیل ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ صلح کو اختیار فرماتے ہیں۔

آیات کا مفہوم:

۲۵۲: تِلْكَ آيَةُ اللَّهِ يَهْدِي اللَّهُ تَعَالَى كِي آيَاتِ هِي۔

نحو: :تک مبتداء اور آیات اللہ خبر ہے۔

مطلب یہ ہوا یہ ہزاروں کے واقعات جو بیان کیے گئے اور ان کی موت کا تذکرہ ہوا اور پھر زندگی بخشے کا اور طاوت کی بادشاہت۔ جابروں پر ایک بچہ کے ذریعہ ان کا غلبہ وغیرہ یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں۔

تَلُّوْهَا (ہم ان کو پڑھ کر سنارہے ہیں)

منقول: یہ آیت اللہ سے حال ہے اور اس کا عامل تِلْكَ کا معنی ہے۔ یا اَیْتُ اللہ یہ تِلْكَ سے بدل ہے اور نقلوہا اس کی خبر ہے۔

عَلَيْكَ بِالْحَقِّ (آپ پر حق کے ساتھ) یعنی اس یقین کے ساتھ کہ جس میں اہل کتاب کو شک کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ یہ واقعات ان کی کتابوں میں بھی اسی طرح ہیں۔

ولیل رسالت:

وَأَنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ (اور بے شک آپ البتہ رسولوں میں سے ہیں) اس لئے کہ آپ ان کو کسی کتاب کی قراءت کے بغیر اطلاع دے رہے ہیں۔ یا آپ ان کو کسی اہل کتاب سے سننے کے بغیر اطلاع دے رہے ہیں جو رسالت کی کھلی نشانی ہے۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ مِّنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللَّهُ وَرَفَعَ

یہ رسول ہیں ہم نے فضیلت دی ان میں بعض کو بعض پر، ان میں بعض سے اللہ نے کلام فرمایا اور بعض کو

بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ ۖ وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ وَأَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ ۖ

درجات کے اعتبار سے بلند فرمایا، اور ہم نے دیئے عیسیٰ بن مریم کو کھلے کھلے معجزات، اور ہم نے ان کی تائید کی روح القدس کے ذریعہ،

وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَقْتَلَ الَّذِينَ مِنْ بَعْدِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَاتُ

اور اگر اللہ چاہتا تو وہ لوگ آپس میں جنگ نہ کرتے جو ان کے بعد تھے، اس کے بعد کہ آئے ان کے پاس کھلے ہوئے معجزات

وَلَكِنْ اخْتَلَفُوا فَمِنْهُمْ مَّنْ آمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ۖ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَقْتَلْتُمُوهَا

لیکن انہوں نے آپس میں اختلاف کیا سو ان میں سے بعض وہ تھے جو ایمان لائے اور بعض وہ تھے جنہوں نے کفر کیا، اور اگر اللہ چاہتا تو وہ لوگ آپس میں جنگ نہ کرتے

وَلَكِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ ۚ

لیکن اللہ کرتا ہے جو چاہتا ہے۔

تفسیر آیت ۲۵۳:

تِلْكَ الرُّسُلُ (یہ رسل) تِلْكَ کا اشارہ رسولوں کی جماعت کی طرف ہے۔

جن کے واقعات اس سورت میں مذکور ہو چکے۔ آدم علیہ السلام سے داؤد علیہ السلام تک۔

یاد و سراقول: جن رسل کی جماعت کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان آیات کے نزول سے قبل ہو چکا۔

طاعات میں تفاوت:

فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ (ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی) یعنی رسالت کے علاوہ خصوصیات کے ساتھ فضیلت دی۔ کیونکہ رسالت و نبوت میں تو تمام برابر ہیں۔ جیسا کہ مؤمن صفت ایمان میں تمام برابر ہیں اور ایمان کے بعد طاعات میں متفاوت ہیں۔ پھر اس ارشاد

مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللَّهُ (ان میں سے بعض وہ تھے جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا) مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللَّهُ سے امت کی وضاحت کی۔ یعنی ان سے کلام کیا اللہ تعالیٰ نے۔ ضمیر عائد کو صلہ سے حذف کر دیا۔ یعنی منهم من فضله الله بان كلمه من غير سفير۔ ان میں جن کو اللہ تعالیٰ نے فضیلت اس طرح دی۔ کہ بغیر سفیر کے ان کو شرف کلام بخشا اور وہ موسیٰ علیہ السلام ہیں۔

بلند درجات سے مراد:

وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ (اور بعض کے درجات بلند کئے)

مُحَقَّق: بعضہم پہلا مفعول اور دَرَجَاتٍ دوسرا مفعول ہے۔ یعنی بدرجات یا الی درجات۔

مطلب یہ ہوا کہ بعض ان میں سے وہ ہیں جن کو تمام انبیاء علیہم السلام پر رفعت عنایت فرمائی پس فضیلت میں تفاوت کے بعد وہ ان میں درجات کثیرہ کے ذریعہ افضل ہو گئے اور وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔ کیونکہ آپ ہی ان میں تمام کائنات کی طرف بھیجے جانے کی وجہ سے افضل ہو گئے اور اس لیے بھی کہ آپ کو وہ نشانات و معجزات دیئے گئے جو کثرت تعداد میں ایک ہزار یا اس سے بھی بڑھنے والے ہیں۔ ان میں سب سے بڑا معجزہ قرآن مجید ہے۔ کیونکہ یہ زمانہ کے چہرہ پر باقی رہنے والا معجزہ ہے۔ اس ابہام میں تفہیم اور وضاحت ہے کیونکہ وہ ایک ایسی علامت ہے۔ جو کسی پر مخفی نہیں اور ایسا امتیاز ہے جس میں کسی کو التباس نہیں۔ دوسرا قول: اس سے مراد حضرت محمد و ابراہیم علیہما السلام وغیرہما انبیائے اولوالعزم مراد ہیں۔

وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ (اور ہم نے عیسیٰ بن مریم کو واضح نشانات دیئے) جیسے مردوں کو زندہ کرنا مادر زاد نابینا اور برص کی بیماری والے کو تندرست کر دیا کرتے تھے۔ وغیر ذلک
وَإِذْنُهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ (اور ہم نے جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے ان کی مدد کی) یعنی ہم نے ان کو قوت دی۔ یا انجیل کے ساتھ مدد دی۔

وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا اقْتَتَلَ (اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو وہ لوگ نہ لڑتے) یعنی باہمی اختلاف نہ کرتے۔ جس کی وجہ سے نوبت قتال آئی۔

الَّذِينَ مِنْ بَعْدِهِمْ (وہ لوگ جو ان کے بعد ہوئے) یعنی ان رسل علیہم السلام کے بعد
مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَاتُ (اس کے بعد کہ ان کے پاس کھلے دلائل آ گئے) یعنی ظاہر معجزات
وَلَكِنْ اِخْتَلَفُوا (لیکن انہوں نے اختلاف کیا) یعنی میری مشیت کے ساتھ۔ پھر اختلاف کی وضاحت اس طرح فرمائی۔
فَمِنْهُمْ مَنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَنْ كَفَرَ (پس کچھ تو ایمان لے آئے اور کچھ وہ لوگ ہوئے جنہوں نے کفر کیا) یعنی میری مشیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں نے اپنے رسولوں کے معاملات کو اس طرح جاری کیا۔ یعنی کسی پیغمبر کی تمام امت اس کی زندگی میں اس پر متفق نہیں ہوئی۔ اور نہ ہی ان کی زندگی کے بعد بلکہ انہوں نے ان کے متعلق۔ فَمِنْهُمْ مَنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَنْ كَفَرَ۔ پس ان میں سے کچھ تو ایمان لائے اور ان میں سے بعض نے کفر کیا۔ یعنی اختلاف کا رویہ اختیار کیا۔

کفر کا مطلب:

وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا اقْتَتَلُوا (اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو وہ قتال نہ کرتے) اس جملہ کو تاکید کے لئے دوبارہ لایا گیا۔ یعنی اگر میری مشیت میں ہوتا کہ وہ آپس میں قتال نہ کریں تو وہ آپس میں قتال نہ کرتے۔ اس لئے کہ میری مملکت میں میری مشیت چلتی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ

اے ایمان والو! اس میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمہیں دیا ہے اس سے پہلے کہ وہ دن

يَوْمٌ لَا بَيْعَ فِيهِ وَلَا خُلَّةٌ وَلَا شَفَاعَةٌ ۖ وَالْكَافِرُونَ هُمْ

آئے جس میں نہ بیع ہو گی نہ دوستی اور نہ سفارش، اور جو کافر ہیں وہ

الظَّالِمُونَ ﴿۲۵۲﴾

ظلم کرنے والے ہیں۔

تردید معترکہ:

اس آیت سے معترکہ کی تردید ہوتی ہے۔ کیونکہ اس آیت میں یہ بتلایا گیا کہ اگر اللہ چاہتے کہ وہ قتال باہمی نہ کریں۔ تو وہ نہ کرتے۔ حالانکہ معترکہ کہتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتے کہ وہ آپس میں نہ لڑیں تو بھی وہ لڑ پڑتے۔

ثبوت ارادہ:

وَلَكِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ (اور لیکن اللہ تعالیٰ وہی کرتے ہیں جو کچھ چاہتے ہیں) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لئے ارادہ کو ثابت کیا۔ جیسا کہ مذہب اہلسنت ہے۔

تَفْسِيرُ آيَةِ ۲۵۲:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ (اے ایمان والو! تم خرچ کرو اس میں سے جو ہم نے تمہیں دیا) یعنی جہاد فی سبیل اللہ میں خرچ کرو۔

یاد دوسرا قول: (اس سے مراد ہر صدقہ واجبہ زکوٰۃ وغیرہ ہے)

عدم تدارک کا دن:

مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا بَيْعَ فِيهِ (اس سے پہلے کہ ایسا دن آئے کہ جس میں نہ خرید و فروخت ہوگی) یعنی اس سے پہلے کہ ایسا دن آئے کہ جس میں تم اس انفاق کا تدارک نہ کر سکو گے جو رہ جائے کیونکہ اس دن میں نہ خرید و فروخت ہوگی کہ اس میں تم خرید لو جو تم نے خرچ کرنا ہو۔

وَلَا خُلَّةٌ (اور نہ دوستی ہوگی) کہ دو دوست دوستی کا لحاظ کر کے چشم پوشی کر سکیں۔

وَلَا شَفَاعَةٌ (اور نہ سفارش) یعنی کافروں کے لئے سفارش نہ ہوگی۔ باقی مسلمانوں کے لئے ہوگی۔ یا شفاعت ہوگی مگر

اس کی اجازت سے۔

اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ لَا تَأْخُذُهُ سِنَّةٌ وَلَا نَوْمٌ لَهُ مَا فِي

اللہ ایسا ہے کہ معبود نہیں ہے مگر وہی، وہ زندہ ہے، قائم رکھنے والا ہے، اس کو نہیں پکڑتی اونگھ اور نہ نیند، اسی کے لئے ہے جو

السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ يَعْلَمُ

آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے، کون ہے جو سفارش کرے اس کے پس مگر اس کی اجازت کے ساتھ، وہ جانتا ہے

مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا

جو ان کے سامنے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے، اور وہ احاطہ نہیں کرتے اس کی معلومات میں سے کسی چیز کا مگر جو وہ

شَاءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا وَهُوَ

چاہے، گنجائش ہے اس کی کرسی میں آسمانوں کی، اور زمین کی اور اسے بھاری نہیں ہے ان دونوں کی حفاظت، اور وہ

الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ ۲۵۵

برتر ہے، عظمت والا ہے۔

دوقول:

وَالْكَافِرُونَ هُمُ الظَّالِمُونَ (اور کافروں ہی ظالم ہیں) یعنی کافر اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے ہیں کیونکہ انہوں نے اپنی حاجت کے دن کی طرف بڑھنا چھوڑ دیا۔

یاد دوسرا قول: یہ ہے کہ اس دن کا انکار کرنے والے وہی ظالم ہیں۔

قراءت: لَا يَبِيعُ فِيهِ وَلَا خُلَّةٌ وَلَا شَفَاعَةٌ۔ کی اور بصری قراءت نے اسی طرح پڑھا۔

تفسیر آیت ۲۵۵:

اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ (اللہ تعالیٰ کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ مگر وہی)

نَحْوُ: لفظ اللہ مبتداء اور جملہ اسمیہ لا الہ الا هو اس کی خبر ہے۔ لافنی جنس الہ اس کا اسمِ اِلَا اداتِ حصر ہو بدل از محل لا۔

الْحَيُّ (زندہ) یعنی ایسی باقی رہنے والی ذات جس پر فنا کا کوئی راستہ نہ ہو۔

الْقَيُّومُ (مخلوق کو تھا منے والا) یعنی ایسی ہمیشگی والی ذات جو مخلوق کی تدبیر کرنے والی ہو۔ اور اس کی نگہبانی کرنے والی ہو۔

نیند و اونگھ کا فرق:

لَا تَأْخُذُهُ سِنَّةٌ وَلَا نَوْمٌ (اس کو اونگھ اور نیند نہیں آتی) سِنَّةٌ اونگھ اعصاب دماغی کی وہ سستی جو نیند سے پہلے آئے۔ النوم

نیند دماغ کے اعصاب میں استرخائی کیفیت کو کہتے ہیں۔

مفضل رحمۃ اللہ علیہ : کہتے ہیں۔ کہ السنۃ سر کا بوجھل ہونا۔ النعاس آنکھ کا بوجھ النوم دل کے بوجھ کو کہتے ہیں۔
نحو : لا تاخذہ سنۃ ولا نوم یہ القیوم کی تاکید ہے کیونکہ جس کو نیند و اونگھ آجائے وہ قیوم نہیں بن سکتا۔
 سب کو تھا منے والا :

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی گئی۔ ان کو کہہ دو کہ میں آسمان وزمین کو اپنی قدرت سے تھا منے والا ہوں۔ اگر مجھے اونگھ یا نیند آجائے تو یہ دونوں فنا ہو جائیں (ابو یعلیٰ)
 لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ (زمین و آسمان میں جو کچھ ہے اسی کا ہے) یعنی ملک و ملک کے لحاظ سے یعنی بادشاہ بھی وہی اور مالک بھی وہی۔

کبریائی باری تعالیٰ عزوجل :

مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ اِلَّا بِاِذْنِهٖ (اس کی اجازت کے بغیر اس کے سامنے کون سفارش کر سکتا ہے؟) یعنی کسی کی ہمت و جرأت نہیں۔ کہ اس کی اجازت کے بغیر اس کے ہاں شفاعت کرے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور عظمت کا بیان ہے اور کوئی شخص قیامت کے دن کلام کرنے کا اختیار نہ رکھتا ہوگا۔ مگر جب وہ خود اس کو کلام کی اجازت دے۔ اس میں کفار کے اس زعم کی تردید ہے۔ کہ بت ان کے لئے شفاعت کریں گے۔
 يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ (وہی ان کے سامنے اور پیچھے کی چیزوں کو جانتا ہے) یعنی جو ان سے پہلے تھا۔ اور جو آئندہ ہوگا۔

نحو : ہم ضمیر عقلاء کا لحاظ کر کے لائی گئی۔

وَلَا يُحِيطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖ (اور اہل علم اللہ تعالیٰ کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے) یعنی اس کی معلومات میں سے۔ دعا کا یہ کلمہ اللھم اغفر علمک فینا۔ میں علم بمعنی معلوم ہے۔
 اِلَّا بِمَا شَاءَ (مگر وہ جو چاہے) یعنی مگر جو وہ سکھائے۔

کرسی کے متعلق اقوال :

وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (اسکی کرسی آسمان اور زمین کو اپنے اندر سمائے والی ہے) یعنی اس کا علم اور اسی سے الکراسۃ کا پی کو کہتے ہیں۔ کیونکہ اس میں علم ہوتا ہے۔ اسی کراسی کا معنی میں علماء اور علم کو کرسی کہا جاتا ہے۔ اس کے مرتبہ و عظمت کا لحاظ کر کے جو جہاں کی کرسی ہے اور یہ اسی طرح ہے جیسا کہ سورہ غافر کی آیت ربنا وسعت کل شیء رحمة و علما۔

دوسرا قول : ملک کو کرسی کہا۔ اس کے اس مرتبہ کا لحاظ کر کے جو کہ بادشاہت کی کرسی ہے۔

تیسرا قول : اس کا عرش۔ حسن رحمۃ اللہ علیہ کا یہی قول ہے۔

چوتھا قول: عرش کے علاوہ تخت ہے حدیث میں ہے کہ ساتوں آسمان کرسی کے مقابلہ میں ایک چھلے کی مانند ہیں۔ جو وسیع بیابان میں پڑا ہو۔ اور عرش کی فضیلت کرسی پر ایسی ہے جیسا کہ وسیع بیابان کو اس چھلے پر۔ (ابن مردویہ)
پانچواں قول: اس کی قدرت اس کی دلیل یہ ارشاد ہے وَلَا يُوَدُّهُ حَفْظُهُمَا۔
وَلَا يَنْوُدُّهُ (اس کو تھکاتی نہیں) یعنی اس کو بوجھل نہیں کرتی اور نہ اس پر گراں کرتی ہے۔
حِفْظُهُمَا (ان دونوں کی حفاظت) یعنی زمین و آسمان کی حفاظت۔

بلند اور عزت و جلال والا:

وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ (وہ بلند و بالا عظمت والا ہے) یعنی اپنی ملک و سلطنت میں بلند اور عزت و جلال میں بڑائی والا ہے۔
دوسرا قول: العلی۔ ان صفات سے اعلیٰ جو اس کے لائق نہیں۔ العظیم۔ ایسی صفات سے موصوف جو اس کے لائق ہیں۔ یہ دونوں صفات کمال و حید کو جامع ہیں۔
نکتہ: آیت الکرسی میں جملوں کو بغیر حرف عطف کے لایا گیا۔ کیونکہ وہ جملے بطور بیان آئے ہیں۔
پس پہلا جملہ اس بات کو بیان کر رہا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ تدبیر خلق کرنے والے ہیں اور وہ مخلوق کے نگہبان ہیں۔ اس میں غفلت برتنے والے نہیں۔

دوسرے: میں فرمایا۔ یہ تمام اس لئے کرتے ہیں کہ وہ مخلوق کے خود مالک ہیں۔
تیسرے: اس لئے کہ اس کی شان کبریائی والی ہے۔
اور چوتھے: اس لئے کہ وہ خلق کے حالات کا احاطہ کرنے والے ہیں۔
پانچویں: اس لئے کہ اس کا علم وسیع ہے اور اس کا علم تمام معلومات سے متعلق ہے۔ یا اس کے جلال اور عظیم قدرت کی وجہ سے۔
فضیلت آیت الکرسی:

یہ آیت فضیلت والی ہے یہاں تک کہ اس کی فضیلت میں بہت سی روایات ہیں۔

ایک روایت ان میں سے وہ ہے جس کو حضرت علیؓ نے بیان کیا۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے آیت الکرسی پڑھی۔ ہر فرض نماز کے بعد۔ اس کو دخول جنت سے صرف موت ہی رکاوٹ ہے اور اس پر ہمیشگی صدیق یا عابد ہی کرتا ہے۔ جس نے اس کو بستر پر لیٹتے ہوئے پڑھا۔ اللہ تعالیٰ اسکے نفس اور اسکے پڑوس اور پڑوس کے پڑوس اور اس کے ارد گرد گھروں کو امان میں رکھتے ہیں۔ (بیہقی)
دوسری روایت: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سید البشر آدم (یعنی سب سے پہلے انسان آدم علیہ السلام) اور عرب کے سردار محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں اور یہ بات میں فخر سے نہیں کہتا۔

(اس روایت میں نکارت ہے کیونکہ صحیح مرفوع روایت انا سید ولد آدم ولا فخر کے الفاظ مروی ہیں) فارسیوں کے سردار سلمان صلی اللہ علیہ وسلم اور رومیوں کے سردار صہیب صلی اللہ علیہ وسلم اور حبشیوں کے سردار بلال صلی اللہ علیہ وسلم اور پہاڑوں کا سردار طور اور دنوں کا سردار جمعہ اور کلاموں کا سردار قرآن۔ قرآن کا سردار سورہ بقرہ اور بقرہ کی آیات کی سردار آیت الکرسی۔ (دیلمی فی مسند الفردوس)

لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّينِ ۚ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ

نہیں ہے زبردستی دین میں، ظاہر ہو چکی ہے ہدایت گمراہی سے ممتاز ہو کر سو جو شخص منکر ہو طاغوت کا

وَيُؤْمِنُ بِاللّٰهِ فَقَدْ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ ۚ لَا انفِصَامَ لَهَا ۗ وَاللّٰهُ

اور ایمان لائے اللہ پر تو بے شک اس نے مضبوط حلقہ پکڑ لیا۔ جو ٹوٹنے والا نہیں ہے اور اللہ

سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿۲۵۶﴾

سننے والا جاننے والا ہے۔

نمبر ۳۔ فرمایا۔ جس گھر میں آیت الکرسی پڑھی جائے۔ اس کو شیاطین تیس دنوں تک چھوڑ جاتے ہیں۔ اور اس گھر میں جادوگر اور جادوگرنی چالیس راتوں تک داخل نہیں ہو سکتی۔ (بقول ابن حجر اس کی اصل نہیں ملی)

نمبر ۴۔ فرمایا جس نے سوتے وقت آیت الکرسی پڑھی۔ اس پر ایک فرشتہ مقرر کر دیا جاتا ہے جو اس کی حفاظت کرتا ہے یہاں تک کہ صبح طلوع ہو۔ (درمنثور)

نمبر ۵۔ اور فرمایا۔ جس نے یہ دو آیات شام کے وقت پڑھیں تو صبح تک اس کی حفاظت کی جاتی ہے اور اگر صبح بھی پڑھ لیں۔ تو شام تک اس کی حفاظت کی جاتی ہے۔

نمبر ۱۔ آیت الکرسی نمبر ۲۔ حلم مؤمن کی آیات الیہ المصیر تک۔ (ترمذی)

وجہ فضیلت:

کیونکہ یہ دونوں آیات اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی تعظیم اور بزرگی اور عظیم صفات پر مشتمل ہیں۔ اور رب العزت کے تذکرہ سے اور کونسا تذکرہ بڑھ کر ہو سکتا ہے جو اس کا ذکر ہوگا وہ تمام ذکروں سے افضل ہے اس سے بخوبی یہ معلوم ہو گیا کہ تمام علوم میں سب سے اعلیٰ علم تو حید ہے۔

نکتہ: سب سے زیادہ عظمت والی آیت، آیت الکرسی۔ سب سے زیادہ خوف والی آیت۔ من يعمل مثقال ذرة خیرا یرہ۔ ومن يعمل مثقال ذرة شرا یرہ۔ اور سب سے زیادہ امید والی آیت قل یا عبادی الذین اسرفوا۔ کذا عن ابن مسعود

تفسیر آیت ۲۵۶:

لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّينِ (دین میں جبر نہیں) یعنی دین حق پر کسی کو جبراً نہیں لایا جاسکتا۔ دین حق سے مراد دین اسلام ہے۔

ایک قول: یہ ہے اگرچہ یہ جملہ خبریہ ہے مگر معنی نبی کا ہے۔ یعنی دین پر لانے کے لئے جبر نہ کرو۔

ایک روایت:

روایت میں ہے کہ ایک انصاری کے دو بیٹے نصرانی ہو گئے ان کے والد نے ان کو پکڑا اور کہا میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا۔

اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَالَّذِينَ

اللہ ولی ہے ان لوگوں کا جو ایمان لائے، وہ ان کو نکالتا ہے اندھیروں سے نور کی طرف، اور جن لوگوں نے

كَفَرُوا أُولَئِكَ هُمُ الطَّاغُوتُ لَا يُخْرِجُونَهُم مِّنَ النُّورِ إِلَى الظُّلُمَاتِ أُولَئِكَ

کفر اختیار کیا ان کے اولیاء شیطین ہیں وہ ان کو نکالتے ہیں نور سے اندھیروں کی طرف، یہ لوگ

أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٢٥٧﴾

دوزخ والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

یہاں تک کہ تم مسلمان ہو۔ انہوں نے انکار کر دیا۔ وہ اپنا جھگڑا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لائے۔ انصاری نے کہا۔ یا رسول اللہ ﷺ کیا میرے دیکھتے ہوئے میرا بعض حصہ آگ میں چلا جائے؟ پس یہ آیت اتری۔ اس انصاری نے ان کا رستہ چھوڑ دیا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور ایک جماعت نے کہا۔ کہ یہ ابتدائے اسلام میں تھا۔ پھر آیات قتال سے یہ منسوخ ہو گیا۔ (مگر نسخ تو تب ہو جب ان میں تعارض ہو اور یہاں تو تعارض بھی نہیں)

قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (تحقیق واضح ہو گئی رشد گمراہی سے) یعنی ایمان کفر سے دلائل واضح کے ذریعہ نکھر چکا ہے۔ فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ (پس جو شخص طاغوت کے ساتھ کفر کرے) طاغوت سے مراد شیطان ہے۔ یا اصنام وَيَوْمَئِذٍ بِاللَّهِ فَقَدْ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَى (اور وہ ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر پس واقعی اس نے مضبوط تھام لیا مضبوط رسی کو) استمسك کا معنی تھامنا ہے۔ العروة جس کو تھاما جائے جس سے چمٹا جائے۔ الوثقی۔ یہ اوثق کی مؤنث ہے یعنی انتہائی مضبوط رسی۔ پختہ محفوظ۔

شاید محسوس سے مثال:

لَا انْقِصَامَ لَهَا (اس کے لئے ٹوٹنا نہیں) یعنی اس رسی کے لئے ٹوٹنا نہیں۔ یہ معلوم و معروف چیز کی نظر و استدلال سے تمثیل بیان کی گئی ہے اور شاہد محسوس سے مثال بتلائی گئی ہے تاکہ سامع اس کو تصور کرے۔ کہ گویا وہ اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔ پس اس کا اعتقاد پختہ ہو جائے مطلب یہ ہے۔ اس نے اپنے نفس کو دین سے مضبوط باندھ دیا ہے جس کو کوئی اشتباہ کھول نہیں سکتا۔

وَاللَّهُ سَمِيعٌ (اور اللہ تعالیٰ سننے والے ہیں) یعنی اس کے اقرار کو۔ عَلِيمٌ (جاننے والے ہیں) اس کے اعتقاد کو۔

تفسیر آیت ۲۵۷:

اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا (اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا دوست ہے) امنوا سے مراد جو ایمان لانے کا ارادہ رکھتے ہوں۔ ولی کا معنی

ناصر اور ان کے امور کا ذمہ دار۔

نورِ واحد اور ظلماتِ جمع لانے کی حکمت:

يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ (ان کو نکالتا ہے اندھیروں سے) یعنی کفر و ضلالت کے اندھیروں سے۔ کفریات و ضلالت بہت اقسام کی ہیں اس لئے جمع کا لفظ لایا گیا۔

إِلَى النُّورِ (روشنی کی طرف) یعنی ایمان و ہدایت کی طرف۔ نور کا لفظ واحد لایا گیا کیونکہ ایمان ایک ہی ہے۔

وَالَّذِينَ كَفَرُوا (اور کافر)

أُولَئِكَمُ الطَّاغُوتُ (ان کے دوست شیطان ہیں)

نحو: والذین کفروا مبتداء ہے اور اولیاء ہم الطاغوت خبر ہے۔

شبہات کی دلدل:

يُخْرِجُونَهُم مِّنَ النُّورِ إِلَى الظُّلُمَاتِ (وہ ان کو نور سے نکالتے ہیں ظلمات کی طرف) یہاں ظلمات کو جمع لایا گیا۔ کیونکہ طاغوت معنایں جمع ہے۔

مطلب یہ ہے وہ لوگ جو کفر پر پختہ ہو گئے ان کا معاملہ اس کے خلاف ہے۔

یا دوسرا قول: اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے ولی ہیں وہ ان کو شبہات دینیہ سے نکالتے ہیں اگر کبھی راہ ہدایت میں ان کو شبہ واقع ہو جائے تو ان کو اس شبہ کے ازالہ کی توفیق دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ شبہ سے نکل کر نور یقین میں پہنچ جاتے ہیں اور کافروں کے دوست شیاطین ہیں۔ وہ ان کو واضح دلائل کی روشنی سے جو ان کے سامنے ظاہر یا ہر ہیں نکال کر شکوک و شبہات کی گمراہیوں میں مبتلا کر دیتے ہیں۔

أُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ (وہ آگ والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے)

استفہام تعجب:

پھر تعجبی انداز میں اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو نمرود اور ابراہیم علیہ السلام کا مجادلہ سنایا اور تسلی دی۔ نمرود ربوبیت کا

وعود ارتقا۔

وقف لازم

الْمَرْتَرِ إِلَى الَّذِي حَاجَّ إِبْرَاهِيمَ فِي رَبِّهِ أَنْ آتَاهُ اللَّهُ

کیا آپ نے اس شخص کو نہیں دیکھا جس نے ابراہیم سے حجت بازی کی ان کے رب کے بارے میں اس وجہ سے کہ اللہ نے اس کو حکومت

الْمُلْكِ إِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّيَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ ۖ قَالَ أَنَا

وہی تھی، جب ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا میرا رب وہ ہے جو زندہ فرماتا ہے اور موت دیتا ہے، اس نے کہا میں

أُنْحِي وَيُمِيتُ ۖ قَالَ إِبْرَاهِيمُ فَإِنَّ اللَّهَ يَأْتِي بِالشَّمْسِ مِنَ

زندہ کرتا ہوں اور موت دیتا ہوں، ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا سو بلاشبہ اللہ لاتا ہے سورج کو

الْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي

پورب سے تو اس کو لے آ کچھم سے پس حیرانی میں پڑ گیا وہ شخص جو کفر اختیار کئے ہوئے تھا اور اللہ قوم ظالمین

الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿۲۵۸﴾

کو ہدایت نہیں دیتا۔

تفسیر آیت ۲۵۸:

الْمَرْتَرِ إِلَى الَّذِي حَاجَّ إِبْرَاهِيمَ فِي رَبِّهِ (کیا تمہیں اس شخص کا واقعہ معلوم نہیں جس نے ابراہیم علیہ السلام سے ان کے رب کے متعلق جھگڑا کیا) یعنی اپنے اس جھگڑے میں جو رب ابراہیم کی ربوبیت کے سلسلہ میں اس نے کیا۔

نَحْوُ: ربہ۔ کی ضمیرہ ابراہیم علیہ السلام کی طرف راجع ہے۔ یا اس کی طرف جس نے جھگڑا کیا۔ اسلئے کہ وہ دونوں کا رب ہے۔
أَنَّ آتَاهُ اللَّهُ الْمُلْكَ (کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو حکومت عطا کی تھی) اصل اس طرح ہوا لَانِ آتَاهُ اللَّهُ۔ یعنی حکومت کے مل جانے نے اسے غرور و تکبر میں مبتلا کر دیا۔ پس وہ اسی وجہ سے جھگڑنے لگا۔

رد معترضہ:

یہ آیت بھی معتزلہ کے خلاف اصلح کے مسئلہ میں دلیل ہے۔ وہ کہتے ہیں کافر کو اللہ حکومت نہیں دیتے۔ یہاں دینے کا ذکر کیا گیا ہے۔

(معتزلہ کا قول یہ ہے کہ اصلح اللہ تعالیٰ پر واجب ہے جبکہ اہلسنت کہتے ہیں اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں جو کچھ دیتا ہے یہ اس کا فضل و احسان ہے)

دوسرا قول: وہ اس وقت جھگڑا کرنے لگا۔ جس وقت اللہ تعالیٰ نے اس کو ملک عنایت کیا۔

إِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّيَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ (جب ابراہیم علیہ السلام نے کہا میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا اور موت دیتا ہے)

تحقیق نحو و قراءت:

نَحْوُ: اذ قال یہ حَآج کی وجہ سے منصوب ہے یا ان اتاہ اللہ سے بدل ہے جبکہ جعل بمعنی وقت ہو۔

قراءت: حمزہ نے رَبِّیْ کو رَبِّیْ پڑھا ہے سکون یاء کے ساتھ۔

گویا بادشاہ نے سوال کیا۔ مَنْ رَبُّكَ۔

ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا اور مارتا ہے۔

قَالَ (اس نے کہا) یعنی نمرود نے۔

اَنَا اُحْيٰی وَاُمِیْتُ (میں زندہ کرتا اور موت دیتا ہوں) اس کی مراد یہ تھی کہ میں قتل کو معاف کرتا اور قتل بھی کر دیتا ہوں۔ یہ

بات کہہ کر لعین جھگڑے سے رک گیا۔

تلبیس کی قاطع دلیل:

پس ابراہیم علیہ السلام نے وہ بات پیش کی۔ جس میں کمزور دماغ والوں پر تلبیس کا احتمال نہ تھا جبکہ فرمایا۔

قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ یَاْتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ (ابراہیم علیہ السلام نے کہا۔ پس اللہ تعالیٰ

سورج کو مشرق سے چڑھاتے ہیں تو اس کو مغرب سے لے آ۔)

ازالہ وہم:

یہ ایک دلیل سے دوسری دلیل کی طرف انتقال نہیں۔ جیسا کہ بعض لوگوں کو وہم ہوا۔ کیونکہ پہلی دلیل ہی لازم ہونے والی

تھی۔ لیکن جب اس نے عناد سے زندہ کرنے کی دلیل کو ایک کے چھوڑنے اور دوسرے کے قتل کر دینے سے ٹال دیا۔ تو آپ نے

ایسے انداز سے کلام فرمایا جس سے عناد نہ کیا جاسکے۔ وہ تمام ستارہ پرست لوگ تھے۔ اور کواکب کی حرکت مغرب سے مشرق کی

طرف ان کو معلوم تھی اور سورج کی مشرقی حرکت جو ہمیں محسوس ہوتی ہے یہ زبردستی و جبری حرکت ہے جیسا کہ پن چکی۔ جس پر

چیونٹی بیٹھی ہو اور وہ دوسری طرف کو حرکت کرنے والی ہو جبکہ پانی چکی کو دوسری طرف حرکت دے رہا ہے اور چیونٹی اس کو دوسری

طرف سمجھ رہی ہے پس ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا۔ بے شک میرا رب سورج کو زبردستی اس کی اپنی حرکت کے الٹ حرکت دے رہا ہے

اگر تو رب ہے تو اس کی اصلی حرکت پر چلا۔ جو کہ آسان تر ہے۔

فَبُهِتَ الَّذِیْ کَفَرَ (پس کافر متحیر و دبشت زدہ ہو گیا)

وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظَّالِمِیْنَ (اللہ تعالیٰ ظالم قوم کو زبردستی سیدھے راستے کی ہدایت نہیں دیتا)

بعض نے کہا کہ نمرود نے یہ نہیں کہا۔ کہ تیرا رب سورج کو مغرب سے لا کر دکھائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اس بات کی طرف نہ

آنے دیا۔ بلکہ اس سے پھیر دیا۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ اپنے متعلق ربوبیت کا دعویٰ کرتا تھا اور اپنے علاوہ دوسرے کی ربوبیت کا قائل نہ تھا اور اس کے اس قول کا

مطلب انا احیی و امیت کہ میں ہی تو وہ ہوں جس کی طرف احیاء و امات کی نسبت کی جاتی ہے میرے سوا اور کوئی نہیں۔

أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَى قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَى عُرُوشِهَا ۚ قَالَ

یا اس شخص کی طرح سے جو گزرا ایک بستی پر اور وہ اس حال میں تھی کہ چھتوں پر اس کی دیواریں گری پڑی تھیں، یہ شخص کہنے لگا

أَنِّي يُحْيِي هَذِهِ اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ فَأَمَاتَهُ اللَّهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ ۖ

کہ اللہ کیونکر زندہ فرمائے گا اس بستی کو اس کی موت کے بعد، پس اللہ تعالیٰ نے اس کو سو سال تک مردہ رکھا پھر اسے اٹھا دیا،

قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ۖ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۖ قَالَ بَلْ لَبِثْتَ

اس سے سوال فرمایا کہ تو کتنے عرصہ تک ٹھہرا رہا۔ اس نے کہا کہ میں ایک دن یا ایک دن سے کم ٹھہرا ہوں، فرمایا بلکہ تو سو سال

مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ إِلَى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۚ وَانْظُرْ

تک ٹھہرا رہا ہے، سو تو دیکھ لے اپنے کھانے کو اور پینے کی چیز کو وہ سڑی گئی نہیں ہے اور دیکھ لے

إِلَى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ آيَةً لِلنَّاسِ وَانْظُرْ إِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ

اپنے گدھے کو، اور تاکہ ہم تجھے نشانی بنا دیں لوگوں کے لئے اور دیکھ ہڈیوں کی طرف ہم ان کو کیسے

نُنْشِرُهَا ثُمَّ نَكْسُوهَا لَحْمًا ۖ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ ۚ قَالَ أَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ

جوز دیتے ہیں پھر ان پر گوشت پہنا دیتے ہیں، سو جب اس پر یہ سب کچھ ظاہر ہو گیا تو کہنے لگا کہ میں جانتا ہوں کہ بے شک اللہ

عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۲۵۹﴾

ہر چیز پر قادر ہے۔

نکتہ: اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ علم کلام میں بات کرنا اور مناظرہ کرنا مباح ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ الم ترا لی الذی حاج ابراہیم فی ربہ۔ کیا تمہیں معلوم نہیں وہ شخص جس نے ابراہیم علیہ السلام سے جھگڑا کیا۔ ان کے رب کے متعلق۔ حاج باب مفاعلہ سے ہے اور وہ دو کے مابین ہوتا ہے۔ جیسے مقاتلہ۔ پس اس سے خود یہ نکل آیا کہ ابراہیم علیہ السلام نے بھی اس سے مناظرہ کیا۔ اگر یہ جائز نہ ہوتا۔ تو ابراہیم علیہ السلام اس کو بذات خود نہ کرتے۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام ارتکاب حرام سے معصوم ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہمیں کفار کو ایمان باللہ اور توحید باری تعالیٰ کی طرف بلانے کا حکم دیا گیا۔ جب ہم ان کو دعوت دیں گے تو لازماً وہ ہم سے اس پر دلیل طلب کریں گے۔ اور یہ مناظرہ کے بعد ہوگی۔ (انظر شرح التاویلات)

تَفْسِيرُ آيَةِ ۲۵۹:

أَوْ كَالَّذِي مَرَّ (یا اس کی طرح جس کا گزر ہوا) مطلب یہ ہے۔

یا ارایت مثل الذی۔ کیا تمہیں معلوم ہے اس کا حال جس کا گزر ہوا پس اس کو حذف کر دیا کیونکہ الم تر اس پر دلالت کے لئے کافی تھا۔ کیونکہ یہ دونوں تعجب کے کلمات ہیں۔

دوسرا قول:

یہ معنی پر محمول ہے لفظ پر نہیں۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ ارایت کا الذی حاج ابراہیم او کا الذی مر۔ علامہ زنجشیری: نے متوفی ۳۸۹ھ کشاف میں کہا۔ کہ اس میں کاف زائدہ ہے اور الذی کا عطف الی الذی حاج پر ہے۔

قول حسن مجتہد:

حضرت حسن مجتہد سے مروی ہے کہ یہ گزرنے والا کافر تھا۔ اور بعث کا منکر تھا اس لئے اس کو نمرود کے ساتھ ایک ہی لڑی میں پرو کر ذکر کیا۔

دوسری دلیل: یہ ہے کہ انی یحی کلمۃ استبعاد کا استعمال کیا گیا۔ جو بعث بعد الموت کو بعید جانے کی طرف مشیر ہے۔

جمہور مفسرین رحمہم اللہ کی رائے:

مگر اکثر مفسرین اس طرف گئے ہیں کہ یہ حضرت عزیر علیہ السلام تھے۔ انہوں نے احیائے موتی کا معائنہ کرنے کا ارادہ فرمایا۔ تاکہ بصیرت تامہ حاصل ہو جائے جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام نے طلب کیا اور انی یحی تو زندہ کرنے کا طریقہ اور زندہ کرنے والے کی عظیم قدرت کی معرفت سے عاجزی کا اعتراف ہے۔

بیت المقدس کا اجڑنا:

عَلٰی قَرْیَةٍ (بستی پر) یہ بیت المقدس شہر تھا۔ جبکہ اس کو بخت نصر نے برباد کر دیا تھا۔ یا وہی بستی ہے جس سے وہ ہزاروں لوگ نکلے تھے۔

وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَى عُرُوشِهَا (وہ گرنے والی تھی اپنی چھتوں پر) یعنی چھتوں سمیت گر چکی تھی۔

یا دوسرا قول: چھتیں گریں پھر ان پر دیواریں بھی گر پڑیں۔ عروش ہر بلند چیز کو عرش کہتے ہیں۔

قَالَ اَنّٰی يُحْیٰی هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةً عَامًا ثُمَّ بَعَثَهُ (اس نے کہا کیسے زندہ کرے گا۔ اس کو اللہ تعالیٰ اس کے ویران ہونے کے بعد پس اس کو موت دی اللہ تعالیٰ نے پھر اس کو اٹھا کھڑا کیا) انی یہ کیف کے معنی میں ہے۔ ہلکہ سے مراد اہل ہلکہ اس کے رہنے والے بعث سے مراد زندہ کرنا ہے۔

قَالَ (اس نے کہا) یعنی اس کو فرشتے نے کہا۔

كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ (تو کتنا عرصہ ٹھہرا اس نے کہا میں ایک دن یا دن کا کچھ حصہ ٹھہرا) یعنی اپنے

گمان کی بناء پر۔

جواز اجتہاد:

مَسْئَلَةٌ: اس میں دلیل ہے کہ اجتہاد جائز ہے۔

روایت میں ہے کہ ان کو موت چاشت کے وقت آئی اور سو سال بعد ان کو سورج کے غروب ہونے سے پہلے اٹھایا۔ پس انہوں نے سورج کی طرف نگاہ ڈالنے سے پہلے کہا۔ یوہا ایک دن۔ پھر وہ متوجہ ہوئے۔ تو انہوں نے ابھی سورج کو باقی پایا۔ تو کہنے لگے۔ اَوْ بَعْضُ يَوْمٍ۔ یادن کا کچھ حصہ۔

قَالَ بَلْ لَبِثْتُ مِائَةً عَامٍ فَأَنْظُرُ إِلَى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ (اس نے کہا بلکہ تو سو سال ٹھہرا ہے پس تو دیکھ اپنے کھانے کو اور اپنے مشروب کو)

مشروب کی جنس:

روایت میں ہے کہ ان کا کھانا انجیر اور انگور تھے اور مشروب جوس اور دودھ تھا۔ پس انہوں نے انگور اور انجیر کو اس طرح پایا گویا ابھی تازے چنے گئے ہیں اور مشروب بھی اپنی اصلی حالت میں ہے۔

لَمْ يَتَسَنَّ (وہ باسی نہیں ہوا) یعنی اس کا ذائقہ نہیں بدلا۔ اس کی ہوا اصلی ہے یا ہائے سکتہ ہے؟ اور السنۃ سے اس کے اشتقاق کے دو طریق ہیں۔

دو طریق اشتقاق:

نمبر ۱۔ کیونکہ اس کا لام کلمہ ہاء ہے۔ تو اصل سَنَّهُ اور فعل سَانَّهُتُ فلاناً یعنی میں نے اس سے ایک سال معاملہ کیا۔
نمبر ۲: اصل سنوۃ تھا اور فعل سَانِیت بنا۔ اس کا معنی ہے اس کو سالوں نے تبدیل نہیں کیا۔ اور لم يتسن میں ہاء کو وصل میں حذف کر دیا۔ اور وقف میں ہاء قائم رکھی۔ حمزہ علی رحمہما اللہ کے ہاں۔

گدھے کی سواری کا جواز:

وَأَنْظُرُ إِلَى حِمَارِكَ (اور تم اپنے گدھے کو دیکھو) یعنی کس طرح اس کی ہڈیاں تک بکھر چکی اور کھوکھلی ہو چکی ہیں) ان کی سواری گدھا تھا۔ جس کو باندھا ہی تھا۔ کہ موت آگئی۔ اس کی ہڈیاں باقی رہ گئیں۔
دوسرا قول: تو دیکھ اس کو کہ وہ صحیح سالم ہے جیسا تم نے باندھا۔ اور یہ عظیم نشانات قدرت میں سے ہے کہ اس کو سو سال بغیر چارے اور پانی کے زندہ رکھا۔ جیسا اس کے کھانے اور مشروب کی تبدیلی سے حفاظت فرمائی۔

نشانی کا مطلب:

وَلَنَجْجَعَنَّكَ آيَةً لِلنَّاسِ (اور تاکہ تجھے لوگوں کے لئے نشانی بنادیں) یعنی نمبر ۱۔ ہم نے یہ کہا ہے مراد اس سے ان کا موت کے بعد زندہ کرنا تھا اور ان تمام چیزوں کی حفاظت کرنا جو ان کے ساتھ تھیں۔ نمبر ۲۔ یہ بھی کہا گیا۔ کہ واؤ محذوف پر عطف ہے ای لتعتبر ولنجعلك۔ تاکہ تو عبرت حاصل کر لے اور تاکہ ہم تجھے بنائیں لوگوں کے لئے نشانی۔

نمبر ۳۔ یہ بھی کہا گیا کہ وہ اپنی قوم کے پاس گدھے پر سوار تشریف لائے اور کہا کہ میں عزیر علیہ السلام ہوں۔ انہوں نے جھٹلایا۔ انہوں نے تورات کو لانے کا حکم دیا۔ پس اس کو زبانی پڑھنے لگے۔

حضرت عزیر علیہ السلام سے پہلے کسی نے تورات کو زبانی نہ پڑھا تھا۔ پس یہی ان کا نشانی ہوتا ہے۔
نمبر ۴۔ یہ بھی کہا گیا کہ وہ گھر لوٹ کر گئے تو اپنی اولاد کو دیکھا۔ تو وہ بوڑھے ہو چکے اور یہ نوجوان تھے۔

ہڈیاں کس کی؟

وَأَنْظُرْ إِلَى الْعِظَامِ (اور تم ہڈیوں کو دیکھو) نمبر ۱۔ یعنی گدھے کی ہڈیاں۔ یا دوسرا قول: ان مردوں کی ہڈیاں جن کے زندہ ہونے پر تعجب کیا تھا۔

كَيْفَ نُنَشِّرُهَا (کس طرح ہم ان کو زمین سے اٹھا کر جوڑتے ہیں) یعنی ان کو حرکت دیتے اور بعض کو بعض کے ساتھ جوڑنے کے لئے اٹھاتے اور بلند کرتے ہیں۔

قراءت: اہل حجاز و بصری قراء نے نُنَشِّرُهَا راء کے ساتھ پڑھا یعنی زندہ کرتے ہیں۔

ثُمَّ نَكْسُوهَا لَحْمًا (پھر ہم ان پر گوشت چڑھاتے ہیں) ہاء سے مراد ہڈیاں۔ لحمًا۔ گوشت۔ تو گوشت بمنزلہ لباس قرار دیا مجازی طور پر۔

فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ (پس جب ان کے سامنے واضح ہو گیا) اس کا فاعل مضمَر ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے فلما تبين له ان الله على كل شيء قدير۔ کہ جب ان کو اللہ تعالیٰ کا ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہونا خوب واضح ہو گیا۔

دلالت کی وجہ سے حذف:

قَالَ أَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (اس نے کہا میں نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت والے ہیں) پہلے ان اللہ علی کل شیء قدير۔ کو حذف کر دیا۔ کیونکہ دوسرا اس پر دلالت کر رہا تھا۔ جیسا محاورہ عرب ہے ضربنی وضربت زيدا۔ یعنی مجھے زید نے مارا اور میں نے زید کو مارا۔ تو اول زید کو حذف کر دیا۔

دوسرا قول: یہ درست ہے کہ فلما تبين له سے مراد جو ان پر مشکل ہوا۔ یعنی احیائے موتی کا معاملہ۔ قراءت: حمزہ مسبوہ و علی مسبوہ نے کہا: اَعْلَمُ، اَعْلَمُ صیغہ امر ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کہا اَعْلَمُ تو جان یا انہوں نے خود اپنے نفس کو خطاب کر کے کہا اے نفس تو سمجھ لے۔

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ ارْنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَىٰ ۖ قَالَ أُولَٰئِمُتَّوْمِنٌ ۖ قَالَ

اور جب کہا ابراہیم نے کہ اے میرے رب آپ مجھے دکھا دیجئے مردوں کو کس طرح زندہ فرماتے ہیں، فرمایا کیا تم کو یقین نہیں ہے؟ عرض کیا

بَلَىٰ وَلَٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قُلُوبِي ۖ قَالَ فَخُذْ أَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ

یقین ہے لیکن اس غرض سے سوال کرتا ہوں کہ میرا قلب مطمئن ہو جائے، فرمایا سو تم لے لو چار پرندے پھر ان کو اپنے سے ہلا لو

ثُمَّ اجْعَلْ عَلَىٰ كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِينَكَ سَعْيًا ۖ وَاعْلَمْ

پھر ہر پہاڑ پر ان میں سے ایک ایک حصہ رکھ دو پھر ان کو بلاؤ وہ تمہارے پاس دوڑتے ہوئے چلے آئیں گے اور جان لو

أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ

کہ بلاشبہ اللہ عزیز ہے حکیم ہے۔

تفسیر آیت ۲۶۰:

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ ارْنِي ۖ (جب ابراہیم علیہ السلام نے کہا اے میرے رب تو مجھے دکھا)

كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَىٰ ۖ (تو مردوں کو کس طرح زندہ کرتا ہے)

خجور: کیف یہ تحییٰ کی وجہ سے موضع نصب میں ہے۔

قَالَ أُولَٰئِمُتَّوْمِنٌ ۖ قَالَ بَلَىٰ وَلَٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قُلُوبِي ۖ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کیا تو یقین نہیں رکھتا۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا کیوں

نہیں؟ مگر میرے دل کو اطمینان ہو جائے)

فائدہ سوال:

سوال: اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو فرمایا اُولَمُتَّوْمِنٌ۔ کیا تمہیں یقین نہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ جانتے تھے کہ وہ ایمان میں تمام

لوگوں سے زیادہ مضبوط ہیں۔

جواب: یہ سوال اللہ تعالیٰ نے اس لئے فرمایا۔ تاکہ وہی جواب دیں جو انہوں نے دیا۔ اس لئے کہ اس میں سامعین کے لئے

عظیم الشان فائدہ ہے۔

علم ضروری اور استدلالی کا فرق:

خجور: پہلی نشی کے بعد ایجاب کے لئے آتا ہے۔ اس کا معنی ہے کیوں نہیں۔

اَمَنْتُ یعنی میں ایمان لایا۔ لیکن تاکہ میرا سکون و طمانیت بڑھ جائے۔ علم ضروری کو علم استدلال کے ساتھ ملا کر اور دلائل کا

ظاہر ہونا قلوب کے لئے زیادہ سکون کا باعث اور بصیرت میں مزید اضافہ کرنے والا ہے۔ اس لئے کہ علم استدلالی کے ساتھ تو شک کا امکان ہے۔ مگر علم ضروری کے قریب بھی شک کا گزر نہیں۔

مَخْرُجٌ: لام محذوف سے متعلق ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے: وَلَٰكِنْ سَأَلْتَ ذَلِكَ ارَادَةَ طَمَٰنِينَةِ الْقَلْبِ لَيْكِنْ مِّنْ يَّهٍ
سوال اطمینان قلب کے ارادے سے کیا۔

قَالَ فَخُذْ أَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ تو چار پرندے لے) الطیر سے مور مرغ، کوا، کبوتر مراد ہیں۔

فَصُرُّهُنَّ إِلَيْكَ (تو ان کو ہلا لے) مادہ صور، صار، یصور

قراءت: حمزہ و ابو جعفر نے صُرُّهُنَّ پڑھا ہے۔ جس کا معنی پارہ پارہ کرنا ہے۔

مادہ صار۔ یصیر۔ صیرا ہے۔ صُرُّهُنَّ کا معنی مائل کرنا، ملانا اور جمع کرنا ہے۔

پہاڑ کتنے؟

ثُمَّ اجْعَلْ عَلَىٰ كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا (پھر ہر پہاڑ پر ان کا ایک حصہ رکھ دے) یعنی ان کے ٹکڑے کر دے اور ان کے اجزاء ان پہاڑوں پر منتشر کر دے۔ جو تیرے سامنے اور تیرے علاقے میں ہیں اور یہ چار پہاڑ تھے یا سات۔

قراءت: جُزْءًا۔ دونوں ضمموں اور حمزہ کے ساتھ ابو بکر نے پڑھا ہے۔

ثُمَّ اذْعُوهُنَّ (پھر ان کو بلاؤ) یعنی ان کو کہو تم میرے پاس اللہ تعالیٰ کے حکم سے آؤ۔

يَأْتِيَنَّكَ سَعْيًا (وہ تیرے پاس دوڑتے آئیں گے) یہ موضع حال میں ہے یعنی ساعیات مسرعات فی طیر انھن وہ دوڑنے اور اپنی پرواز میں تیزی کرنے والے ہونگے۔ یا اپنے پاؤں پر چلنے میں جلدی کرنے والے ہونگے۔

نکتہ: ان کو اپنی طرف ملانے کا حکم اس لئے دیا تا کہ وہ ان کو پکڑ کر تامل کر سکیں اور ان کی شکلیں اور ہیئت اور اترنا۔ زندہ کرنے کے بعد ان پر ملتبس نہ ہو۔ اور یہ وہم نہ ہو کہ وہ اور ہیں۔ روایت میں ہے کہ ان کو ذبح کا حکم ہوا اور ان کے پر نوچنے اور کاٹنے اور ان کے اجزاء کے متفرق کرنے اور ان کے پروں، خونوں اور گوشتوں کو خلط ملط کرنے کا حکم ہوا اور سروں کو اپنے پاس رکھنے کا۔ پھر حکم ہوا کہ ان کے اجزاء کو پہاڑوں پر رکھیں۔ ہر پہاڑ پر ہر پرندے کا چوتھا حصہ پھر ان کو آواز دینے کا حکم ہوا کہ تعالین باذن اللہ کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے آؤ۔ پس ہر جزء دوسرے جز کی طرف اڑ کر جانے لگا۔ یہاں تک کہ جسم بن گئے۔ پھر وہ اپنے سروں کے ساتھ آئے۔ اس طرح کہ ہر جثہ اپنے سر کے ساتھ لگ گیا۔

وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ (اور جان لے کہ بے شک اللہ تعالیٰ زبردست ہیں) یعنی جو وہ ارادہ فرمائے۔ کوئی چیز اس کے سامنے انکار نہیں کر سکتی۔

حَكِيمٌ (وہ حکمت والے ہیں) ان کاموں میں جن کی وہ تدبیر کرتے ہیں۔ وہی کرتے ہیں جس میں حکمت ہوتی ہے۔

رابط آیت:

زندہ کرنے پر اپنی قدرت کے دلائل خوب واضح کر دیئے۔ تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ پر آمادہ کیا اور بتلایا کہ جو آدمی اس کی

مَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنْبَتَتْ

مثال ان لوگوں کی جو اپنے مالوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ایسی ہے جیسے ایک دانہ ہو اس نے اگائیں

سَبْعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنبُلَةٍ مِائَةُ حَبَّةٍ ۖ وَاللَّهُ يُضْعِفُ لِمَنْ يَشَاءُ ۖ

سات بائیں، ہر بال میں ہیں سو دانے، اور اللہ چند در چند کر دیتا ہے جس کے لئے چاہے۔

وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴿۲۱۱﴾

اور اللہ وسعت والا ہے علم والا ہے۔

راہ میں خرچ کرتا ہے اس کو اس خرچ کرنے میں بہت بڑا اجر ہے۔ اور وہ اس کے دینے پر قدرت رکھتا ہے پس فرمایا۔

تَفْسِيرُ آیت ۲۶۱:

مَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ (مثال ان لوگوں کی جو اپنے مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں) یعنی ان کے خرچ کرنے کی مثال۔ یہاں مضاف کا محذوف جاننا ضروری ہے۔
كَمَثَلِ حَبَّةٍ (ایک دانے کی مثال ہے) یا ان کی مثال غلہ بونے والے کی ہے۔

انبات کی صورت:

أَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنبُلَةٍ مِائَةُ حَبَّةٍ (جو سات بالیں اگائے ہر بال میں سو دانے ہوں) اُگانے والے اللہ تعالیٰ ہیں۔ دانہ چونکہ ظاہری سبب ہے اس کی طرف اگانے کی نسبت کردی جس طرح زمین اور پانی کی طرف کی جاتی ہے۔
اور سات بالیں اگانے کا مطلب یہ ہے کہ ایک ایسا پودہ نکلے جس سے سات پودے شاخوں کی صورت میں نکلیں۔ کہ ہر شاخ پر ایک سٹہ ہو۔

درحقیقت یہ بال کئی گنا اضافے کی تصویر ہے گویا اس کا بڑھنا دیکھنے والے کی آنکھوں کے سامنے موجود کھڑا ہے اور یہ مثال چنانکمی میں موجود ہے اور بسا اوقات گندم کا پودہ زرخیز زمین جو غلہ آور ہو اس مقدار تک پہنچ جاتی ہے۔
(اور آج کل تو متوسط زمینوں میں یہ پیداوار بے شمار غلہ جات میں واضح نظر آتی ہے) اس صورت میں یہ تمثیل صحیح ہے اور اگر نہ پائی جائے تو فرض تقدیر کے طور پر بطور مثال اضافہ کو سمجھنا مقصود ہے۔

جمع کی وجہ:

یہاں سناہل کو سنبلات کی بجائے لایا گیا۔ یہ اسی طرح ہے جیسا قروء کو اقراء کی جگہ لانا یعنی یہ جمع کثیر الاستعمال ہے اس لئے لائی گئی۔

الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ لَا يُتَّبَعُونَ مَا أَنْفَقُوا

جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں کو اللہ کی راہ میں پھر خرچ کرنے کے بعد احسان

مِنَّا وَلَا آذَى ۖ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ

نہیں دھرتے اور ایذا نہیں پہنچاتے ان کے لئے ثواب ہے ان کے رب کے پاس، اور نہ ان پر کوئی خوف ہے اور نہ وہ

يَحْزَنُونَ ﴿۲۱۲﴾ قَوْلٌ مَّعْرُوفٌ وَمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَتَّبِعُهَا أَذَى ۖ

رنجیدہ ہوں گے بھلی بات کہہ دینا اور درگزر کر دینا ایسے صدقہ سے بہتر ہے جس کے بعد تکلیف پہنچائی جائے

وَاللَّهُ غَنِيٌّ حَلِيمٌ ﴿۲۱۳﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَبْطُلُوا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ

اور اللہ غنی ہے حلیم ہے، اے ایمان والو! مت باطل کرو اپنے صدقات کو احسان جتا کر اور تکلیف

وَالْأَذَى ۖ كَالَّذِي يُنْفِقُ مَالَهُ رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ

پہنچا کر اس شخص کی طرح سے جو اپنا مال خرچ کرتا ہے لوگوں کو دکھانے کے لئے اور ایمان نہیں لانا اللہ پر اور یوم

الْآخِرِ ۖ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَأَصَابَهُ وَابِلٌ فَتَرَكَهُ

آخرت پر، سو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی چکنا پتھر ہو جس پر ذرا سی مٹی ہو پھر پہنچ گئی اس کو

صَلْدًا ۖ لَا يَقْدِرُونَ عَلَى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوا ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ﴿۲۱۴﴾

زور وار بارش سو کر چھوڑا اس کو بالکل ہی صاف، یہ لوگ اپنی کمائی میں سے کسی چیز پر قادر نہ ہوں گے، اور اللہ کافر قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

احوال پر فیصلہ:

وَاللَّهُ يُضْعِفُ لِمَنْ يَشَاءُ (اور اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہے کئی گنا بڑھا دیتے ہیں) یعنی جس کے لئے اتنا بڑھانا چاہتے ہیں بڑھا دیتے ہیں۔ ہر خرچ کرنے والے کے لئے یہ اضافہ نہیں۔ کیونکہ خرچ کرنے والوں کے احوال مختلف ہیں۔

دوسرا قول: سات سو سے زیادہ جن کے لئے چاہتے ہیں بڑھا دیتے ہیں۔

قراءت: شامی رحمۃ اللہ علیہ نے یُضَاعَفُ پڑھا۔ اور مکی رحمۃ اللہ علیہ نے يُضَعَّفُ۔ وَاللَّهُ وَاسِعٌ (اور اللہ تعالیٰ وسعت والے ہیں) یعنی وسیع فضل و جود والے ہیں۔ عَلِيمٌ (جاننے والے ہیں) یعنی خرچ کرنے والوں کی نیت کو۔

تفسیر آیت ۲۱۲:

الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ لَا يُتَّبَعُونَ مَا أَنْفَقُوا مِنَّا (وہ لوگ جو اپنے مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے

ہیں۔ پھر جو کچھ کیا اس کے بعد احسان نہیں دھرتے)۔

من وایذا کی وضاحت:

مَنْ یہ ہے کہ جس پر احسان کیا ہو اس پر زیادتی کرے اور اس کو دکھلائے کہ اس نے اس سے بھلائی کی ہے۔ اور اس کی وجہ سے اس پر حق لازم کرے۔

عرب کے لوگ کہا کرتے تھے۔ اِذَا صَنَعْتُمْ صَنِيعَةً فَاَنْسُوْهَا جب تم کوئی احسان کرو۔ تو اس کو بھلا دو۔
وَلَا اَذَى (اور نہ دکھ دینا) ایذا یہ ہے کہ احسان کے بدلے اس پر بالادستی ظاہر کرے۔ ثم کے لفظ سے یہاں انفاق اور من و ایذا چھوڑنے میں فرق ظاہر کرنا مقصود ہے اور یہ کہ من و ایذا کا ترک کرنا انفاق سے بہتر ہے۔
جس طرح استقامت علی الایمان کو دخول ایمان سے۔ اس ارشاد خداوندی کی روشنی میں۔ (ثم استقاموا - فصلت - ۳۰) بہتر قرار دیا گیا۔

لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ (ان کا اجر ان کے رب کے ہاں ہے) یعنی ان کے انفاق کا ثواب
خوف و غم کی نفی:

وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ (ان پر نہ خوف ہوگا) یعنی اجر کے کم ہو جانے کا
وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (اور نہ وہ غمگین ہونگے) یعنی اجر کے فوت ہو جانے پر یا
دوسرا قول: نہ خوف عذاب اور نہ حزن فوت ثواب

تک: یہاں لہم اجرہم فرمایا۔ اور بعد والی آیات میں فلہم اجرہم۔ کیونکہ یہاں موصول میں شرط کا معنی نہیں پایا جاتا جبکہ اس جگہ معنی شرط کا متضمن ہے اس لئے فاء جزائیہ لائی گئی۔

۲۶۳: قَوْلٌ مَّعْرُوفٌ (اچھی بات) یعنی اچھے انداز سے جواب
وَمَغْفِرَةٌ (اور بخشش) اور سائل کو معاف کرنا جبکہ اس سے مسئول کو ناگواری ہو۔

دوسرا قول: اللہ تعالیٰ کی طرف سے بخشش ملتی ہے اچھے جواب کی بناء پر۔

خَيْرٌ مِّنْ صَّدَقَةٍ يَّتَّبِعُهَا اَذَى (وہ بہت بہتر ہے ایسے صدقہ سے جس کے بعد ایذا پہنچائی جائے قول اگرچہ نکرہ ہے مگر صفت کے ساتھ مخصوص ہونے کی بناء پر اس کا مبتداء بننا صحیح ہے۔

وَاللّٰهُ غَنِيٌّ (اور اللہ تعالیٰ غنی ہیں) اس کو کوئی ضرورت نہیں کسی ایسے خرچ کرنے والے کی جو احسان جتائے اور ایذا دے۔ (یعنی ایسے منفق سے اس کو نفرت ہے)

حَلِيْمٌ (وہ بردبار ہیں) جلدی سزا نہیں دیتے۔

یہ ایسے شخص کے لئے وعید ہے۔ پھر اپنے اس ارشاد سے اس کو مزید مؤکد کر دیا: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَبْطُلُوا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَى۔

۲۶۴: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَبْطُلُوا صَدَقَتَكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَى كَالَّذِي (اے ایمان والو! مت باطل کرو اپنے صدقات کو احسان جتلا کر اور دکھ دے کر اس شخص کی طرح) كَالَّذِي كَافَ مَصْرًا مَحْذُوفٍ کی صفت کے طور پر منصوب ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے ابطالا مثل ابطال الذی۔ باطل کرنا اس کے باطل کرنے کی طرح۔

احسان جتلا نے کا نقصان:

يُنْفِقُ مَالَهُ رِثَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ (جو اپنے مال کو لوگوں کے دکھاوے کے لئے خرچ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں رکھتا) یعنی نہ باطل کرو اپنے صدقات کا ثواب احسان جتا کر اور دکھ دے کر اس منافق کے باطل کرنے کی طرح جو اپنا مال لوگوں کو دکھاوے کے لئے خرچ کرتا ہے اور اس انفاق سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا ارادہ نہیں کرتا اور نہ ہی ثواب آخرت کا طالب ہے۔

نَحْوُ: رِثَاءَ یہ مفعول لہ ہے۔

شاندار مثال:

فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ (اس کی مثال اس چٹان جیسی ہے جس پر مٹی ہو) اللہ تعالیٰ نے اس کی اور اس کے اس خرچ کی مثال جس سے نفع نہیں اٹھایا جاتا۔ ایک ملائم پتھر سے دی جس پر مٹی ہو۔

فَأَصَابَهُ وَابِلٌ (پس اس کو موسلا دھار بارش پہنچی) وابل موٹے قطرے والی بارش کو کہتے ہیں۔

فَتَرَكَهُ صَلْدًا (پس اس کو صاف کر کے چھوڑا) یعنی مٹی سے بالکل صاف وہ مٹی جو اس پر پڑی تھی۔

لَا يَقْدِرُونَ عَلَى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوا (وہ کسی چیز پر قادر نہ ہونگے۔ جو کچھ انہوں نے کمایا) یعنی وہ اس چیز کا کچھ بھی ثواب نہ پائیں گے۔ جو انہوں نے خرچ کیا۔

دوسرا قول: کاف محل نصب میں ہے حال ہونے کی وجہ سے یعنی تم اپنے صدقات کو باطل نہ کرو۔ اس حال میں کہ تم اس کو مماثل بنانے والے ہو۔ اس شخص کے جو خرچ کرتا ہے (من وایذا کے ساتھ) آیت میں لَا يَقْدِرُونَ کو لایا گیا۔ کالذی ینفق کے بعد۔ کیونکہ مراد انفاق سے جنس انفاق ہے۔ یا وہ فریق جو خرچ کرتا ہے۔

وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ (اور اللہ تعالیٰ نہیں راہنمائی کرنے والے کافر قوم کی) یعنی جب تک وہ کفر کو اختیار کرنے والے ہیں۔

وَمَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَتَثْبِيئًا مِّنْ

اور مثال ان لوگوں کی جو خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں کو اللہ کی رضا جوئی کے لئے اور نفسوں کو پختہ

أَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ أَصَابَهَا وَابِلٌ فَاتَتْ أَكْطَاهَا ضِعْفَيْنِ فَإِنْ

کرنے کے لئے ایسی مثال ہے جیسے ایک باغ ہو کسی نیلے پر جس کو پہنچ جائے زور دار بارش پھر وہ دوگنا پھل لایا ہو، پس اگر

لَمْ يُصِْبْهَا وَابِلٌ قَطْلٌ ۖ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿٣٦٥﴾

زور دار پارٹی نہ پہنچی تو ہلکی بوندا باندی بھی اسے کافی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو دیکھتا ہے۔

تفسیر آیت ۲۶۵..... مؤمن کے انفاق کی مثال:

وَمَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَتَثْبِيتًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ (ان لوگوں کی حالت جو اپنے مال اللہ تعالیٰ کی رضا مندی چاہنے اور اپنے نفسوں کو ثواب پہنچانے کیلئے خرچ کرتے ہیں یعنی اسلام کی تصدیق اور اپنے دلوں میں جزاء پر یقین کے لئے۔ اس لئے کہ جب مسلمان اپنا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کی تصدیق اور ثواب پر اس کا ایمان دل کی گہرائی سے ہے اور دل کے اخلاص سے ہے۔

مُخَوِّ: مِنْ اِبْتَدَاِ غَايَتِ كَلِّ لَمْ يَكُنْ مَفْعُولٌ لَمْ يَكُنْ مَعْطُوفٌ هِيَ اِلْعْنَى اِبْتِغَاءً اَوْ تَشْبِيْهًا كِيْ خَاطِرٍ۔ مطلب یہ ہے کہ ان کے خرچہ کی مثال اللہ کے ہاں پائیزگی میں۔

گَمُٹَل جَنَّةِ (باغ جیسی ہے)

برَبُوءَ (ٹیلے پر) یعنی بلند جگہ پر۔ بلند جگہ کو مخصوص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ایسی جگہ میں درخت زیادہ پاکیزہ اور عمدہ پھل والے ہوتے ہیں۔

قراءت: عاصم و شامی رحمہما اللہ نے رُبُوءَ کو راء کے فتح کے ساتھ اور بقیہ قراء نے راء کے ضم سے پڑھا ہے۔

اَصَابَهَا وَاِبْلٌ فَاتَتْ اُكْلَهَا (اس کو بارش پہنچے۔ پس وہ اپنا پھل لائے)۔ اُکُل کا معنی پھل۔

قراءت: نافع، مکی اور ابو عمرو رحمہم اللہ نے اُٹھلھا۔ ضمہ ہمزہ کے ساتھ پڑھا۔

ضَعْفَيْن (دو گنا) وہ بارش کے سبب دو گنا پھل لائے۔ اس سے پہلے اتنا پھل نہ لاتا تھا۔

مثال کے دو رخ:

فَإِنْ لَّمْ يُمْسِكْهَا وَابِلٌ فَطُلٌّ (اگر اس کو موسلا دھار بارش نہ پہنچے۔ تو ہلکی بارش بھی کافی ہے)۔ طل چھوٹے قطرات والی بارش کافی ہے کیونکہ وہاں کی زمین زرخیز ہے۔

اَيُّوْدُ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهُ جَنَّةٌ مِّنْ نَّحِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ تَجْرٰى مِنْ تَحْتِهَا

کیا تم میں سے کسی کو یہ بات پسند ہے کہ اس کا ایک باغ ہو کھجوروں اور انگوروں کا اس کے نیچے جاری ہوں

الْاَنْهٰرُ ۚ لَهُ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۚ وَاَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهُ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَاءُ ۚ

نہریں اس میں اس کے لئے ہر طرح کے پھل ہوں اور اس کو بڑھاپا آجائے اور اس کی ضعیف آل و اولاد جو

فَاَصَابَهَا اَعْصَارُ فِيْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ ۚ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ الْاٰیٰتِ

پھر پہنچ گئی اس کو سخت تیز آندھی جس میں آگ ہو، سو وہ باغ جل جائے، ایسے ہی اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے تمہارے لئے آیات

لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ۝۲۶۶

تاکہ تم فکر کرو۔

دوسرا قول: ان کی حالت کی مثال اللہ تعالیٰ کے ہاں اس باغ سے ہے جو اونچی جگہ پر ہو اور ان کے تھوڑے اور زیادہ نفقات کی مثال موسلا دھار بارش اور پھوار سے ہے۔ جس طرح ان میں سے ہر بارش باغ کے پھل کو کئی گنا کرتی ہے اسی طرح ان کے تھوڑے یا زیادہ خرچہ جات جن سے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی طلب کی جائے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں پاکیزہ اور اپنے مرتبہ میں بلند ہے اور ان کا مال اللہ تعالیٰ کے ہاں خوب ہوگا۔

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (اور اللہ تعالیٰ جو تم عمل کرتے ہو دیکھنے والا ہے) وہ تمہارے اعمال کثیر ہوں یا قلیل ان کو دیکھتے ہیں۔ تمہاری نیات کو جانتے ہیں۔ کہ ریاء و اخلاص میں سے کیا ہے۔

تَفْسِيْرُ آيَةِ ۲۶۶:

اَيُّوْدُ اَحَدُكُمْ (کیا چاہتا ہے تم میں سے کوئی ایک) ہمزہ انکار کے لئے ہے۔

اَنْ تَكُوْنَ لَهُ جَنَّةٌ (کہ اس کے پاس باغ ہو) جنت کا معنی باغ ہے۔

مِّنْ نَّحِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ تَجْرٰى مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ (کھجور اور انگوروں کا جس کے نیچے نہریں بہتی ہوں) لہ میں ہضمیر باغ والے کی طرف لوٹتی ہے۔

فِيْهَا (اس میں) ہاء کی ضمیر جنت کی طرف لوٹتی ہے یعنی باغ میں۔

ثمرات کی مراد:

مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ (ہر قسم کے پھل ہوں) مراد ثمرات سے وہ منافع ہیں۔ جو باغ سے اس کو حاصل ہوتے ہیں۔

دوسرا قول: کھجور اور انگور جب درختوں میں عمدہ اور منافع میں برتر ہیں۔ اسی لئے تمام پھلوں میں انکا تذکرہ فرمایا اور باغ ہی انہی کا قرار دیا۔ اگرچہ وہ دوسرے درختوں پر بھی مشتمل تھا۔ گویا ان کو تمام درختوں پر غلبہ دیا۔ پھر ان کے پیچھے تمام پھلوں کا تذکرہ کیا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ

اے ایمان والو! خرچ کرو اپنی کمائی میں سے پاکیزہ چیزوں کو، اور اس میں سے جو ہم نے نکالا تمہارے لئے

مِّنَ الْأَرْضِ ۖ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تُنْفِقُونَ وَلَسْتُمْ بِآخِذِيهِ

زمین میں سے، اور مت ارادہ کرو ردى چیز کا کہ اس میں سے خرچ کرو، اور تم خود اس کے لینے والے نہیں ہو

إِلَّا أَنْ تُغْمِضُوا فِيهِ ۖ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ ﴿٣٧﴾

مگر اس صورت میں کہ چشم پوشی کر جاؤ، اور جان لو کہ بلاشبہ اللہ غنی ہے اور حمید ہے۔

ریا کار کی مثال:

وَأَصَابَهُ الْكِبَرُ (اور اس کو بڑھاپا آ لے) یہ حال کے لئے ہے اور مطلب یہ ہے کہ اس کے پاس باغ ہو اور ادھر اس کو بڑھاپا آ لے۔ (گویا بڑھاپا کے رزق کا ایک ہی سہارا ہو)

وَلَهُ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَاءُ (اور اس کی اولاد ہو کمزور) ضعفاء سے مراد چھوٹے بچے۔ یہ بھی جملہ حالیہ ہے اور اصابہ کی ضمیر ہاء سے حال ہے۔

فَأَصَابَهَا الْعَصَارُ (پھر اس کو ایسی آندھی پہنچے) اعصار کا معنی بگولا ہے جو زمین میں گول ستون کی شکل میں بھاگتا نظر آتا ہے۔

فِيهِ (اس میں) یعنی اس بگولے میں آگ ہو اور وہ آگ بلند ہو۔

نَارُ (آگ) ظرف کے ساتھ اور ظرف اعصار کا وصف ہے یعنی ایسا بگولہ کہ جس میں آگ ہو۔

فَاحْتَرَقَتْ (پس وہ باغ جل جائے)

یہ اس آدمی کی مثال ہے جو اعمال ریا کاری کی خاطر کرتا ہے جب قیامت کا دن ہوگا تو وہ ان اعمال کو ضبط شدہ پائے گا۔

پس اس وقت وہ اسی طرح حسرت و افسوس کرے گا۔ جس طرح یہ باغ والا جس کا باغ تمام اقسام و انواع کے پھلوں پر مشتمل تھا اور یہ بڑھاپے کی عمر کو پہنچ گیا۔ اور اس کی اولاد کم عمر ہو۔ حالانکہ باغ پر اس کی معیشت کا دار و مدار ہو پس ادھر وہ باغ بگولے سے جل اٹھا۔

كَذَلِكَ (اس بیان کی طرح) جو ابھی ہو چکا۔

يَبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ الْآيَاتِ (اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اپنے نشانات تو حید و دین بیان کرتے ہیں)

لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ (تاکہ تم سوچ و بچار کر کے اور متنبہ ہو جاؤ)

تَفْسِيرُ آيَةِ ۲۶۷:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ - (اے ایمان والو! تم اپنی پاکیزہ کمائی میں سے خرچ کرو) طيبات

سے مراد عمدہ کمائی۔

مال تجارت میں زکوٰۃ:

مَسْئَلَةٌ: اس میں دلیل ہے کہ اموال تجارت میں زکوٰۃ لازم ہے۔

وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ (اور اس میں سے جو ہم تمہارے لئے زمین میں سے نکالیں) یعنی غلہ جات، پھل، معدنیات وغیرہ۔

تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ من طیبات ما اخرجنا لكم۔ ان پاکیزہ چیزوں میں سے جو ہم نے تمہارے لئے نکالی ہیں۔ البتہ طیبات کے ذکر پر اکتفا کرتے ہوئے اس کو چھوڑ دیا۔

وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيثَ (اور قصد نہ کرو ردی مال کا) یعنی ردی مال کا قصد بھی نہ کرو۔

مِنْهُ تُنْفِقُونَ (کہ اس میں سے تم خرچ کرو) یعنی اس کو انفاق کے ساتھ خاص کرلو۔ یہ جملہ محل حال میں ہے کہ نہ قصد کرو خبیث مال کا اس حال میں کہ تم خرچ کرنے والے ہو یعنی تم خرچے کو طے کرنے والے ہو۔

وَلَسْتُمْ بِالْأَخْذِيهِ (حالانکہ تم اس کو لینے والے نہیں ہو) یعنی تمہارا اپنا حال یہ ہے کہ تم اپنے حقوق میں اس کو لینے کے لئے تیار نہیں ہو۔

غمض کا مطلب:

إِلَّا أَنْ تُغْمِضُوا فِيهِ (مگر یہ کہ تم چشم پوشی کرو اس میں) یعنی مگر یہ کہ تم اس کے لینے میں تسامح سے کام لو اور رخصت پر عمل پیرا ہو جیسے عرب کہتے ہیں۔ اغمض فلان عن بعض حقہ۔ کہ فلاں نے اپنے بعض حق سے چشم پوشی کی۔ اور بائع کو کہا جاتا ہے۔ اغمض ای لا تنقص كانك لا تبصر۔

روایت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ لوگ ردی کھجور اور سوکھی کھجوریں صدقہ کر دیا کرتے تھے۔ ان کو اس سے روک دیا گیا۔

وَأَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ (کہ تم یقین کرلو۔ بے شک اللہ تعالیٰ بے نیاز ہیں) یعنی تمہارے صدقات سے۔
حَمِيدٌ (تعریف والے ہیں) یعنی حمد کے حقدار یا محمود ہیں۔

الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُم بِالْفَحْشَاءِ ۗ وَاللَّهُ يَعِدُكُم

شیطان تم کو ڈراتا ہے تنگدستی سے، اور حکم دیتا ہے تمہیں فحش کاموں کا، اور اللہ وعدہ فرماتا ہے تم سے

مَغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ۗ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴿۲۶۸﴾ يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ

اپنی طرف سے مغفرت کا اور فضل کا، اور اللہ وسعت والا ہے، وہ حکمت دیتا ہے جس کو

يَشَاءُ ۗ وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا ۗ وَمَا يَذَّكَّرُ

چاہتا ہے، اور جس کو حکمت دی گئی اسے خوب زیادہ خیر عطا کی گئی، اور وہی لوگ

إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ ﴿۲۶۹﴾

نصیحت قبول کرتے ہیں جو عقل والے ہیں۔

تَفْسِيرُ آيَةِ ۲۶۸:

الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ (شیطان تم سے وعدہ کرتا ہے) یعنی انفاق کے متعلق

الْفَقْرَ (تنگ دستی کا) یعنی تمہیں کہتا ہے کہ تمہارے انفاق کا انجام یہ ہے کہ تم فقیر ہو جاؤ گے۔ اَلْوَعْدُ۔

وعدہ کا لفظ خیر و شر میں استعمال ہوتا ہے۔

وَيَأْمُرُكُم بِالْفَحْشَاءِ (وہ تمہیں بے حیائی کا حکم دیتا ہے) یعنی تمہیں بے حیائی کا حکم دیتا ہے اور تمہیں بخل پر آمادہ کرتا ہے

اور صدقات سے روکتا ہے۔ اغراء کسی مامور کو حکم دینا۔ الفاحش۔ عرب بخل کو کہتے ہیں۔

وَاللَّهُ يَعِدُكُمُ (اللہ تعالیٰ تم سے وعدہ کرتے ہیں) یعنی انفاق میں۔

مَغْفِرَةً مِّنْهُ (مغفرت کا اپنی طرف سے) یعنی تمہارے گناہوں کی مغفرت کا اور گناہوں کے کفارے کا (وعدہ دیتے ہیں)

وَفَضْلًا (اور فضل کا) یعنی اس بات کا کہ وہ تم پر نایاب بنا دیں گے اس سے زیادہ افضل جو تم نے خرچ کیا ہے۔ یا آخرت

میں ثواب دیں گے۔

وَاللَّهُ وَاسِعٌ (اور اللہ وسعت والا ہے) وہ وسعت کرتا ہے جس پر چاہتا ہے۔

عَلِيمٌ (علم والا ہے) یعنی تمہارے افعال و نیات کو پہچانتے ہیں۔

تَفْسِيرُ آيَةِ ۲۶۹:

يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَشَاءُ (وہ حکمت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے) حکمت سے مراد علم قرآن و سنت ہے یا علم نافع جو اللہ تعالیٰ

کی رضا مندی تک پہنچانے والا ہے اور اس پر عمل کرنے تک پہنچانے والا ہے۔

وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ نَفَقَةٍ أَوْ نَذَرْتُمْ مِنْ نَذْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُهُ ط

جو کچھ کسی قسم کا خرچ کرتے ہو یا کسی طرح کی نذر مانتے ہو سو بلاشبہ اللہ اس کو جانتا ہے

وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ ۝۲۴

اور ظالم کرنے والوں کیلئے کوئی مددگار نہیں۔

حکیم۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ہے جو کہ عالم عامل ہو۔

وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ (جس کو حکمت ملی) اسے یعقوب نے مَنْ يُؤْتِ پڑھا ہے۔ یعنی جس کو اللہ تعالیٰ حکمت دیتا ہے۔

فائدہ تنوین:

فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا (اس کو بہت سی بھلائی دی گئی) خَيْرًا کَثِيرًا میں تنوین تنکیر تعظیم کو ظاہر کرتی ہے۔ یعنی اس کو بہت سی بھلائی دی گئی۔

وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ (اور نہیں نصیحت حاصل کرتے مگر عقل والے) یعنی اللہ تعالیٰ کی ان مواعظ سے سلیم العقل ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ یا علماء عالمین۔ مقصد آیت کا یہ ہے کہ انفاق پر عمل کرنے کے لئے آمادہ کیا گیا ہے۔

تفسیر آیت ۲۷۰:

وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ نَفَقَةٍ (جو تم خرچ کرتے ہو کسی طرح کا خرچ) یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں یا شیطان کی راہ میں۔

أَوْ نَذَرْتُمْ مِنْ نَذْرٍ (یا تم نذر مانتے ہو) یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی خاطر یا معصیت کی خاطر۔

فَإِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُهُ (پس اللہ تعالیٰ اس کو جانتے ہیں) یعنی اس پر کچھ بھی مخفی نہیں اور وہ اس پر تمہیں بدلہ دے گا۔

ظالم سے مراد کون؟

وَمَا لِلظَّالِمِينَ (اور ظالموں کا نہیں) ظالم سے مراد وہ لوگ ہیں جو صدقات سے باز رہتے ہیں۔ یا اپنے مال گناہوں کے

راستہ میں خرچ کرتے ہیں۔ یا گناہوں کی نذر مانتے ہیں۔ یا نذر مان کر پوری نہیں کرتے۔

مِنْ أَنْصَارٍ (کوئی مددگار) یعنی جو ان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے چھڑا سکے۔ اور اس کے عذاب سے محفوظ کر سکے۔

إِنْ تُبْدُوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ وَإِنْ تُخْفُوهَا وَتُؤْتُوهَا الْفُقَرَاءَ

اگر تم صدقات ظاہر کر کے دو تو یہ اچھی بات ہے، اور اگر تم ان کو چھپاؤ اور فقراء کو دو

فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّئَاتِكُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿۲۷﴾

تو وہ زیادہ بہتر ہے تمہارے لئے، اور اللہ تمہارے گناہوں کا کفارہ فرما دے گا۔ اور اللہ کو تمہارے سب کاموں کی خبر ہے۔

لَيْسَ عَلَيْكَ هُدَاهُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَاءُ وَمَا تُنْفِقُوا

آپ کے ذمہ نہیں ہے ان کی ہدایت لیکن اللہ ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور جو بھی کچھ اچھا مال

مِنْ خَيْرٍ فَلَا نَفْسُكُمْ وَمَا تُنْفِقُونَ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللَّهِ وَمَا

تم خرچ کرتے ہو، تو وہ تمہاری جانوں کے لئے ہے، اور تم نہیں خرچ کرتے ہو مگر اللہ کی رضا کے لئے، اور جو کچھ

تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ يُؤَفَّفَ إِلَيْكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَظْلَمُونَ ﴿۲۸﴾

بھی خرچ کرو گے اچھا مال وہ پورا پورا تمہیں دے دیا جائے گا اور تم پر ظلم نہ کیا جائے گا۔

تفسیر آیت ۲۷:

إِنْ تُبْدُوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ (اور اگر تم صدقات کو ظاہر کرو تو وہ بہت خوب ہے) پس اس کا اظہار بہت خوب ہے۔

نعما کا مکرہ ہے لیکن نہ موصولہ اور نہ موصوفہ اور مخصوص بالمدح ہی ہے

قراءت: ابو عمر و اور مدنی نے نعما کو نون کے کسرہ اور سکون عین کے ساتھ نعما۔ مگر ورش نے نعما پڑھا ہے۔

دوسرے قراء نے نعما عین کے فتح اور میم کی تشدید کے ساتھ پڑھا۔

وَإِنْ تُخْفُوهَا وَتُؤْتُوهَا الْفُقَرَاءَ (اگر تم اس کو چھپاؤ اور فقراء کو دو) یعنی تم ان اموال کو اخفاء کے ساتھ مصارف تک

پہنچانے والے ہو۔

فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ (پس وہ بہت بہتر ہے تمہارے لئے) یعنی اخفاء تمہارے لئے بہتر ہے۔

ارشاد مفسرین رحمہم اللہ:

مفسرین رحمہم اللہ نے فرمایا۔ مراد اس سے صدقات نفلیہ ہیں اور فرائض میں ظاہر کر کے دینا افضل ہے تاکہ اس پر الزام نہ

لگے۔ کہ یہ فرائض ادا نہیں کرتا۔ بلکہ اگر زکوٰۃ دینے والا ایسے لوگوں میں سے ہو جو خوش حال مشہور نہیں ہیں۔ تو اس کا اخفاء افضل

ہے اور نفلی صدقہ کرنے والا اگر یہ ارادہ کرے کہ لوگ اس کی اتباع کریں تو اس کا اظہار افضل ہے۔

وَيُكَفِّرُ (وہ مٹاتا ہے)

اختلاف قراءت:

(نُكَفِّرُ مدنی، حمزہ اور علی رحمہم اللہ اور يُكَفِّرُ راء کا رفع دے کر شامی، حفص نے پڑھا اور دیگر قراء نے نُكَفِّرُ۔ نون اور رفع کے ساتھ پڑھا۔

جنہوں نے جزم دی انہوں نے محل فاء اور اس کے مابعد پر عطف کیا ہے۔ کیونکہ وہ جواب شرط ہے۔ جنہوں نے رفع دیا۔ تو انہوں نے جملہ متانفہ بنایا ہے اور یاء کی صورت میں معنی یُكَفِّرُ اللہ یعنی اللہ بخش دیں گے۔

عَنْكُمْ مِنْ سَيِّئَاتِكُمْ (تم سے تمہاری برائیاں) یعنی تم سے تمہاری برائیاں۔ اور نون کی صورت میں معنی یہ ہوگا۔ ہم مٹا دیں گے تمہاری برائیاں تم سے۔

وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ (اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال خواہ وہ اظہار کی صورت میں ہوں یا اخفاء کی شکل میں) خَبِيرٌ (خبر رکھنے والے ہیں) یعنی ہر چیز اس کے علم میں ہے۔

تَفْسِيرُ آیت ۲۷۲..... ہدایت ذمہ نہ ہونے کا مطلب:

لَيْسَ عَلَيْكَ هُدَاهُمْ (تمہارے ذمہ ان کی ہدایت نہیں) یعنی تمہارے ذمہ لازم نہیں کہ تم ان کو انتہاء تک پہنچانے والے ہو ان چیزوں میں جن سے ان کو منع کیا گیا۔ یعنی مَنْ اِيْذَاءٍ اور انفاق مال خبیث وغیرہ۔ آپ کے ذمہ صرف ممنوعات کی ممانعت بتلا دینا ہے۔

وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ (لیکن اللہ تعالیٰ جس کی چاہتے ہیں راہنمائی فرماتے ہیں) دوسرا قول: آپ کے ذمہ توفیق ہدایت نہیں یا ہدایت کا پیدا کرنا نہیں۔ بے شک یہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔

وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ (اور جو تم مال میں سے خرچ کرو۔) فَلَا نُفْسِكُمْ (پس وہ تمہارے اپنے نفسوں کے لئے ہے) یعنی اس کا فائدہ تمہارے علاوہ اور کسی کو نہ پہنچے گا پس تم ان کا احسان لوگوں پر مت جتلاؤ۔ اور نہ ہی ظلم سے ان کو ایذا دو۔

وَمَا تُنْفِقُونَ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللَّهِ (اور تم خرچ نہیں کرتے۔ مگر صرف اللہ تعالیٰ کی رضا مندی تلاش کرنے کے لئے) یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا اور جو کچھ اس کے ہاں ہے اس کو چاہنے کے لئے تم خرچ کرو۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم احسان جتلاتے ہو۔

وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ يُؤْتِ إِلَيْكُمْ (اور جو تم مال میں سے خرچ کرو گے۔ وہ تمہیں لوٹا دیا جائے گا) یعنی اس کا ثواب کئی گنا بڑھا کر۔ پس تمہارے پاس اس کے خرچ کرنے سے اعراض کرنے کا کوئی عذر نہیں۔ اور وہ مال بہترین و خوب تر انداز سے ہونا چاہیے۔

وَأَنْتُمْ لَا تَظْلَمُونَ (اور تم پر ظلم نہ کیا جائیگا) یعنی تمہارے حق میں کمی نہ کی جائے گی۔ جیسا کہ سورہ کہف آیت نمبر ۳۳ ولہ تظلم منه شیئاً۔ اور اس میں سے کوئی چیز کم نہ ہوئی تھی۔

لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أَحْصَرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي

صدقات فقراء کے لئے ہیں جو اللہ کی راہ میں روکے ہوئے ہیں وہ زمین میں سفر نہیں

الْأَرْضِ يُحْسِبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيمَاهُمْ

کر سکتے۔ سوال سے بچنے کے سبب انجان آدمی انہیں مالدار سمجھتا ہے، تو انہیں پہچان لے گا

لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ الْحَافًا وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ

وہ لوگ لوگوں سے سوال نہیں کرتے، اور جو بھی کچھ تم خرچ کرو گے۔ اچھا بھلی سو اللہ اس کا جاننے والا ہے۔

تفسیر آیت ۲۷۳: لِلْفُقَرَاءِ اصحاب صفہ کی جماعت:

لِلْفُقَرَاءِ: (صدقات فقراء کیلئے ہیں) مَحْصَرٌ: للفقراء میں لام جارہ محذوف کے متعلق ہے ای اعمدوا للفقراء تم فقراء کا قصد کرو۔ یا مبتدائے محذوف هذه الصدقات کی یہ خبر ہے۔ مطلب یہ ہوا یہ صدقات ان فقراء کے لئے ہیں۔

الَّذِينَ أَحْصَرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ (جو روک دیئے گئے اللہ تعالیٰ کی راہ میں) اس سے مراد وہ لوگ ہیں جن کو جہاد نے روک دیا اور یہ کہ وہ کام کاج نہیں کر سکتے۔

لَا يَسْتَطِيعُونَ (وہ طاقت نہیں رکھتے) یعنی اس میں مشغولیت کی وجہ سے
ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ (زمین میں آجائیں سکتے) یعنی کمائی کے لئے۔

دوسرا قول: یہ اصحاب صفہ ہیں۔ یہ مہاجرین قریش میں سے چار سو آدمی تھے۔ مدینہ میں ان کے مکانات نہ تھے۔ اور نہ ان کا قبیلہ و خاندان۔ یہ مسجد کے چبوترے میں قیام پذیر تھے۔ یہ وہی چھپرے جس کے نیچے وہ رات کو قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرتے۔ اور دن کو کھجور کی گٹھلیاں کوٹتے اور ہر سریہ میں نکلتے جن کو کسی طرف رسول اللہ ﷺ روانہ فرماتے۔ پس جن کے پاس زائد کھانا ہوتا وہ لا کر ان کو پیش کرتے۔

يَحْسِبُهُمُ الْجَاهِلُ (گمان کرتے ان کو جاہل) یعنی ان کی حالت کی وجہ سے
قراءت: شامی یزید حمزہ عاصم نے یحسب سیمین کے فتح کے ساتھ پڑھا ہے۔

باقی قراء نے یحسب کسرہ سیمین کے ساتھ پڑھا۔

أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ (غنی سوال سے بچنے کی وجہ سے) یعنی انکو غنی گمان کرنے والے ہیں۔ اسلئے کہ وہ سوال سے بچنے والے ہیں۔
تَعْرِفُهُمْ بِسِيمَاهُمْ (تم انکو پہچانو گے انکی نشانیوں سے) یعنی بھوک کی وجہ سے چہرے کی زردی اور حالت کی پراگندگی سے۔

اصرار سوال کی مذمت:

لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ الْحَافًا (وہ لوگوں سے لپٹ کر سوال نہیں کرتے) الحاف کا معنی اصرار کرنا، لئے بغیر نہ چھوڑنا۔ کہا گیا ہے

الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً فَلَهُمْ

جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں کو رات میں اور دن میں پوشیدہ طور پر اور علانیہ طور پر

أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٢٧٤﴾

ان کا اجر ہے ان کے رب کے پاس اور ان پر کوئی خوف نہیں، اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے۔

الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ

جو لوگ کھاتے ہیں سود وہ نہیں کھڑے ہوں گے مگر جیسے کہ کھڑا ہوتا ہے وہ شخص جسے شیطان لپٹ کر

الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ط ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا وَأَحَلَّ

مخبوط بنا دے، یہ اس لئے کہ انہوں نے کہا کہ بیع تو سود ہی کی طرح ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے

اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا ط فَمَنْ جَاءَهُ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّهِ فَانْتَهَى

بیع کو حلال قرار دیا اور سود کو حرام قرار دیا، سو جس کے پاس آگئی نصیحت اس کے رب کی طرف سے پھر وہ باز آ گیا

فَلَهُ مَا سَلَفَ ط وَأَمْرُهُ إِلَى اللَّهِ ط وَمَنْ عَادَ فَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ

تو اس کے لئے وہ ہے جو گزر چکا، اور اس کا معاملہ اللہ کی طرف ہے، اور جو شخص پھر عود کرے سو یہ لوگ دوزخ والے ہیں،

هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٢٧٥﴾

وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

کہ اس میں سوال اور اصرار سوال دونوں کی ممانعت ہے۔ جیسا شاعر کا قول۔ علی لا یہتدی بمناہ۔ اس میں منار اور اہتدای دونوں کی نفی ہے۔ الحاح لازم پکڑنا۔ اس وقت تک جدانہ ہونا جب تک کوئی چیز دی نہ جائے۔ حدیث میں وارد ہے بیشک اللہ تعالیٰ حیادار حوصلہ مند سوال سے بچنے والے کو پسند کرتے ہیں اور بے حیاء تیز مزاج لپٹ جانے والے کو ناپسند کرتے ہیں۔ دوسرا قول: اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ اگر سوال کریں تو نرمی سے سوال کرتے ہیں اور اس کے لئے اصرار نہیں کرتے۔ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ (اور جو تم خرچ کرو۔ پس اللہ تعالیٰ اس کو جاننے والے ہیں) یعنی اس کو اپنے ہاں ضائع نہیں فرمائیں گے۔

تَفْسِيرُ آیت ۲۷۴..... راہِ الہی میں خرچ کے حریص:

الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً (وہ لوگ جو اپنا مال رات دن پوشیدہ اور علانیہ خرچ کرتے ہیں)

نَحْمُ: سرا و علانیہ۔ یہ دونوں حال ہیں۔ ای مسرین و معلنین۔ مطلب یہ ہوا۔ بھلائی میں بہت زیادہ حرص کی بناء پر صدقہ عمومی اوقات میں کرتے ہیں۔ جو نہی ان کو کسی محتاج کی محتاجی معلوم ہوئی تو اس کے پورا کرنے میں جلدی کرتے ہیں۔ اور اس کو مؤخر نہیں ہونے دیتے۔ کسی وقت و حالت کا بہانہ نہیں بناتے۔

ایک قول: یہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ آیت اتری۔ جب انہوں نے چالیس دینار خرچ کیے۔ دس رات کو دس دن کو دس پوشیدہ اور دس علانیہ۔

ایک قول کے مطابق یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں اتری۔ جبکہ وہ کل چار درہم کے مالک تھے۔ ان میں سے ایک درہم رات کو ایک دن کو ایک پوشیدہ اور ایک درہم علانیہ دیا۔

فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (ان کی مزدوری ان کے رب کے ہاں ہے نہ ان پر خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے)

۲۷۵: الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا (وہ لوگ جو سود کھاتے ہیں) ربوا۔ وہ اضافہ جو عوض سے خالی ہو۔ جبکہ مال کا مال سے معاوضہ دیا جائے۔

الرِّبَا۔ الصلوٰۃ اور الزکوٰۃ کی طرح واؤ کے ساتھ ان لوگوں کے نزدیک لکھا جاتا ہے جو اس کو پر کر کے پڑھتے ہیں اور الرِّبَا میں واؤ کی کتابت میں واؤ کے بعد الف بھی لکھا جاتا ہے کیونکہ یہ واؤ جمع کے مشابہ ہے۔ لَا يَقُومُونَ (وہ نہ کھڑے ہوں گے) یعنی جب وہ قبور سے اٹھائے جائیں گے۔

مجنون و خبطی کی مثال:

إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ (مگر جس طرح کہ وہ شخص کھڑا ہوتا ہے جس کو چھو کر شیطان نے دکھ پہنچا دیا ہو) یعنی جنون زدہ کیونکہ وہ سود خور معاملے میں ٹامک ٹوئیاں مارتا ہے اس لئے اس کو سزا تقابل کے طور پر دی گئی۔ الخبط۔ زور سے مارنا۔ جیسے اندھی اونٹنی کا ٹیڑھا چلنا۔

مِنَ الْمَسِّ (چھو کر) یعنی جنون کی وجہ سے

نحوی نکات:

نَحْمُ: من المس یہ لایقومون سے متعلق ہے ای لایقومون من المس الذی بہم الا کما یقوم المصروع یعنی وہ اس چھوٹنے سے کھڑے نہ ہوں گے جس کا ان پر اثر ہے مگر اس طرح جیسے مجنون کھڑا ہوتا ہے۔

پا دوسرا قول: یہ یقوم سے متعلق ہے جیسا کہ مجنون اپنے جنون سے کھڑا ہوتا ہے۔

نمبر ۱۔ مطلب یہ ہوا کہ وہ قیامت کے دن مجنوں کی طرح محبوظ الحواس کھڑے ہوں گے یہ موقف حساب میں قیامت کے دن ان کی علامت ہے۔

نمبر ۲ دوسرا قول: جو قبور سے سیدھے نکل کر محشر کی طرف جائیں گے سوائے سود خوروں کے کہ وہ گرتے پڑتے چلیں گے۔ جیسے

مجنون چلتا ہے۔ کیونکہ انہوں نے سود کھایا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کو ان کے پیٹوں میں بڑھا کر بوجھل کر دیا۔ جس سے وہ سیدھے اٹھ کر چلنے کی قدرت سے محروم کر دیئے گئے

ذَلِكَ (یہ) یعنی سزا۔ بِأَنَّهُمْ (اس سبب سے)
قَالُوا إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا (کہ انہوں نے کہا بے شک بیع سود کی طرح ہے)

رباء سے محبت کا حال:

سوال: اس طرح نہیں کہا کہ ربا بیع کی طرح ہے۔ باوجودیکہ گفتگوربا کے سلسلہ میں ہے بیع کے متعلق نہیں۔

جواب: یہ کلام مبالغہ کے انداز سے لایا گیا اور وہ اس طرح کہ ربا کے حلال ہونے میں ان کا اعتقاد اس حد تک پہنچ چکا۔ کہ انہوں نے ربا کو اصل اور حلال ہونے میں بطور قانونی چیز کے پیش کیا۔ حتیٰ کہ بیع سے اس کو تشبیہ دے کر پیش کیا۔

باطل قیاس کا رد:

وَاحِلَ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا (حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کیا اور ربا کو حرام کیا۔ اس میں ان کے برابر قرار دینے کی تردید کی گئی۔ کہ حلت و حرمت دو مخالف ضدیں ہیں یہ ایک دوسرے کے مماثل کیسے ہو سکتے ہیں؟
مَنْ سَأَلَ نَصْرًا مِنْ قِيَامِ مَنْهَدَمٍ هُوَ جَائِدٌ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے قیاس کو باطل کرنے کے لئے بیع کا حلال کرنا اور سود کا حرام کرنا بطور دلیل ذکر کیا۔

فَمَنْ جَاءَهُ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّهِ (پس جس شخص کے پاس نصیحت اس کے رب کی طرف سے آجائے) یعنی جس کو اللہ تعالیٰ کی نصیحت اور ربا کی ممانعت والی تنبیہ پہنچ گئی۔

فَانْتَهَى (پس وہ باز آ گیا) اور ممانعت کو مان لیا اور سود چھوڑ دیا۔

فَلَهُ مَا سَلَفَ (پس اس کیلئے ہے جو وہ لے چکا) یعنی اس سے گزشتہ کا مواخذہ نہ ہوگا۔ کیونکہ اس نے نزول حرمت سے پہلے لیا۔

وَأَمْرُهُ إِلَى اللَّهِ (اور اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے) یعنی اللہ تعالیٰ اس کے متعلق قیامت کے دن فیصلہ فرمائیں گے تمہارا اس کے معاملہ سے اب کچھ تعلق نہیں۔ تم اس سے مت مطالبہ کرو۔

وَمَنْ عَادَ (جو سود خوری کی طرف لوٹا) یعنی سود کو حلال قرار دینے کی طرف یہ زجاج علیہ السلام کا قول ہے۔ یا ربا کی طرف لوٹا اس حال میں کہ اس کو حلال قرار دینے والا ہے۔

حرام کو حلال ماننا کفر ہے:

قَالُوا لَكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ (وہ جہنم والے ہیں اس میں ہمیشہ رہیں گے) اس لئے کہ سود کو حلال قرار دینے کی وجہ سے کافر ہو گئے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیز کو حلال کرنے والا کافر ہے اسی وجہ سے جہنم میں ہمیشگی کا حق دار بن گیا۔

يَمْحَقُ اللَّهُ الرِّبَا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ ﴿۳۷﴾

اللہ مٹاتا ہے سود کو اور بڑھاتا ہے صدقات کو، اور اللہ دوست نہیں رکھتا کسی کفر کرنے والے گناہ کرنے والے کو۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوْا

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے اور نماز قائم کی اور

الزَّكَاةَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ

زکوٰۃ ادا کی سوان کے لئے ان کا ثواب ہے ان کے رب کے پاس نہ وہ خوفزدہ ہوں گے اور نہ

يَحْزَنُونَ ﴿۳۷﴾

غمگین ہوں گے۔

مَسْئَلَةٌ: اس تفسیر سے ثابت ہوا کہ فاسق کے خلود فی النار والے مسئلے سے آیت کا کوئی تعلق نہیں وہ معتزلہ کی اپنی اختراع ہے۔

تَفْسِیْرُ آیت ۲۷۶:

يَمْحَقُ اللَّهُ الرِّبَا (اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتے ہیں) یعنی اس کی برکت کو دور کر دیتے ہیں۔ اور اس مال کو تلف کر دیتے ہیں جس میں سود شامل ہو جائے۔

وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ (اور صدقات کو بڑھاتے ہیں) یعنی اضافہ کرتے اور بڑھاتے ہیں اس مال میں اضافہ کرتے ہیں جس سے صدقہ نکالا جائے اور اس میں برکت دیتے ہیں۔

حدیث میں وارد ہے زکوٰۃ مال میں کمی نہیں کرتی۔ (مسلم)

وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ (اللہ تعالیٰ کسی کافر کو پسند نہیں کرتے) کفار بڑا کافر اس لئے کہ اس نے ربا کو حلال قرار دیا۔ اِثِمٌ (گنہگار یعنی سود کھا کر گناہ پراڑنے والا)

تَفْسِیْرُ آیت ۲۷۷:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوْا الزَّكَاةَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ۔ (بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کیے اور نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کرتے رہے۔ ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور ان پر نہ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے)۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِن كُنتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿۲۷۸﴾

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سود میں سے جو کچھ باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو، اگر تم ایمان والے ہو،

فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ ۚ وَإِن تُبْتُمْ فَلَكُمْ

پس اگر تم نہ کرو تو جنگ کا اعلان سن لو اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول کی طرف سے، اور اگر تم توبہ کر لو تو تمہارے لئے

رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ ۖ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ ﴿۲۷۹﴾

اصل مال ہیں نہ تم ظلم کرو گے نہ تم پر ظلم کیا جائے گا۔

ایک قول: یہ ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو ربا کی حرمت پر ایمان لائے۔

۲۷۸: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا - (اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور ربا میں سے جو باقی ہے اس کو چھوڑ دو)۔

انہوں نے لوگوں پر جو ربا کی شرط لگائی تھی وہ لے لیا۔ اور ابھی ان کے بقایا جات لوگوں کے ذمہ باقی تھے۔ پس ان کو حکم دیا گیا۔ کہ وہ اس کو چھوڑ دیں اور اس کا مطالبہ نہ کریں۔

روایت میں ہے کہ یہ بنو ثقیف کے متعلق اتری۔ ان کے بعض قبائل کا قریش کے ذمہ سود تھا۔ انہوں نے وقت آنے پر مال کے ساتھ سود کا مطالبہ کیا۔ (تو ان کو حکم دیا گیا کہ سود کو چھوڑ دیا جائے)

إِن كُنتُمْ مُؤْمِنِينَ (اگر تم کامل الایمان ہو) ایمان کے کمال کی دلیل حکم کو پورے طور پر مان لینا ہے۔

۲۷۹: فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ (اگر تم ایسا نہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے جنگ کا اعلان ہے) یعنی تم آگاہ ہو جاؤ اذنوا یہ اذن بالشئ سے لیا گیا۔ جب کہ اس کو جان لے۔

قراءت: حسن بن علی کی قراءت اس معنی کی تائید کرتی ہے انہوں نے قَائِلُونَا پڑھا ہے۔

حمزہ ابو بکر رحمہما اللہ نے فَأْذَنُوا بروزن آمَنُوا پڑھا ہے۔

بقیہ قراءت نے فَأْذَنُوا پڑھا ہے۔

ایک سوال:

سوال: یہاں فَأْذَنُوا بحرب من الله ورسوله فرمایا۔ بحرب الله ورسوله نہیں فرمایا۔

جواب: کیونکہ یہ انداز کلام زیادہبلغ ہے اس لئے کہ اس کا معنی پس تم تیار ہو جاؤ اس قسم کی لڑائی کے لئے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں بہت بڑی ہے۔

روایت میں وارد ہے کہ جب یہ آیت اتری۔ تو ثقیف والے کہنے لگے ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مقابلہ کی

وَاِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰی مٰیسَرَةٍ ۚ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ

اور اگر تنگ دست ہو تو مہلت دینا ہے آسودہ ہو جانے تک ، اور یہ بات کہ تم صدقہ کر دو تمہارے لئے بہتر ہے اگر

کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝۲۸۰ وَاتَّقُوا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْهِ اِلٰی اللّٰهِ ۚ ثُمَّ تُوَفٰی كُلُّ

تم جانتے ہو، اور ڈرو تم اس دن سے جس میں لوٹائے جاؤ گے اللہ کی طرف، پھر ہر جان کو اس کا پورا پورا بدلہ

نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ۝۲۸۱

دیا جائے گا جو کچھ اس نے کسب کیا، اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

تاب نہیں لاسکتے (پس سر تسلیم خم کرتے ہیں)

وَاِنْ تَبْتَغُوا اَوْ اٰرْتَمِ تُوْبَةً (یعنی سود خوری سے

فَلَکُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِکُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ) (پس تمہارے لئے اصل مال ہیں نہ تم ظلم کرو۔ یعنی اپنے قرض پر اضافہ لے کر و لا

تَظْلِمُوْنَ) (اور نہ تم پر ظلم ہوگا)۔ یعنی اصل کو کم کر کے۔

تَفْسِیْرُ آیٰتِ ۲۸۰:

وَاِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ (اگر وہ تنگ دست ہے) یعنی اگر تمہارے مقروض مفلوک الحال اور تنگ دست ہیں۔

فَنَظِرَةٌ (پس مہلت دینا ہے)۔ پس حکم یا امر مہلت دینے کا ہے۔ اول صورت کا معنی یہ ہے۔ فراخ دستی تک انتظار کا حکم

ہے۔ دوسری صورت کا معنی پس فراخ دستی تک انتظار لازم ہے۔

اِلٰی مٰیسَرَةٍ (آسانی آنے تک)

قراءت: نافع نے مِیْسَرَةٍ سین کے ضمہ سے پڑھا دیگر قراء نے سین کے فتح کے ساتھ میسرہ پڑھا ہے۔ یہ دونوں لغات ہیں۔

وَاَنْ تَصَدَّقُوْا (اور یہ بات کہ تم صدقہ دو) عاصم نے تَصَدَّقُوْا تخفیف کے ساتھ اپنے اصل اموال یا بعض اموال کو اپنے

قرض داروں میں سے زیادہ تنگ دستوں کو دے دو۔

دوسرے قراء نے تَصَدَّقُوْا تشدید کے ساتھ پڑھا ہے۔ تم دوسروں کو صدقہ دو۔ تخفیف میں ایک تا حذف ہے اور تشدید میں

ادغام ہے۔

خَيْرٌ لَّكُمْ (تمہارے لئے بہتر ہے) یعنی قیامت کے دن۔ ایک قول یہ ہے کہ تصدق سے مراد مہلت دینا ہی ہے۔

اس لئے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

لا یحل دین رجل مسلم فیؤخره الا کان لہ بكل یوم صدقة۔ (ابن ماجہ)
کسی مسلمان کو قرض کا مؤخر کرنا درست نہیں۔ مگر یہ کہ ہر دن کے بدلے میں (اتنے مال کے) صدقہ کا ثواب ملے گا۔

اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ۔ (اگر تم جانتے ہو) کہ وہ تمہارے لئے بہت بہتر ہے۔ پس تم اس پر عمل کرو گویا بے عمل کو علم کے باوجود بے علم قرار دیا۔

تفسیر آیت ۲۸۱:

وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ۔ (اس دن سے ڈرو جس دن میں تم اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹا دیے جاؤ گے)۔
قراءت: ابو عمرو نے تَرْجَعُونَ پڑھا ہے۔ رجع لازم و متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔

آخری آیت:

کہا گیا کہ یہ آخری آیت ہے۔ جس کو جبرائیل علیہ السلام لائے اور کہا۔ اس کو سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۸۰ کے بعد رکھ دو اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکیس دن بقید حیات رہے۔ یا اکاسی ایام یا سات ایام یا تین ساعات:
ثُمَّ تَوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ (پھر پورا پورا دیا جائے گا۔ ہر نفس کو جو اس نے کمایا) یعنی کمائے ہوئے کا بدلہ۔
وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ (اور ان پر ظلم نہ ہوگا) یعنی ان کی نیکیاں کم کر کے اور گناہوں میں اضافہ کر کے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدِينٍ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ ۚ

اے ایمان والو! جب تم مقررہ مدت تک ادھار لینے دینے کا معاملہ کرو تو اسے لکھ لیا کرو،

وَلْيَكُتَبْ بَيْنَكُمُ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ ۚ وَلَا يَأْبَ كَاتِبٌ أَنْ يَكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ

اور چاہئے کہ جو شخص تمہارے درمیان لکھنے والا ہو وہ انصاف کے ساتھ لکھے، اور کوئی لکھنے والا لکھنے سے انکار نہ کرے جیسا کہ اللہ نے اسے سکھایا

اللَّهُ فَلْيَكُتَبْ ۚ وَلْيُمْلِلِ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ وَلَا يَبْخَسْ

ہے، سو چاہئے کہ لکھ دیا کرے، اور جس کے اوپر حق ہے اسے چاہئے کہ لکھوادے اور اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے۔ اور اس میں سے کچھ بھی کم

مِنْهُ شَيْئًا ۚ فَإِنْ كَانَ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيهًا أَوْ ضَعِيفًا أَوْ لَا يَسْتَطِيعُ

نہ کرے، سو اگر وہ شخص کم سمجھ ہو جس پر حق ہے یا ضعیف ہو یا ادا کرانے پر قدرت

أَنْ يُمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهُ بِالْعَدْلِ ۚ وَأَسْتَشْهَدُ وَاشْهَيْدَيْنِ مِنْ

نہ رکھتا ہو تو اس کا دلی انصاف کے ساتھ لکھوا دے، اور اپنے مردوں میں سے دو آدمیوں کو گواہ

رِّجَالِكُمْ ۚ فَإِنْ لَّمْ يَكُنَا مَرَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ

بنا لیا کرو، پس اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ہوں ان گواہوں میں سے جنہیں تم

مِنَ الشُّهَدَاءِ أَنْ تَضِلَّ إْحْدُهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْآخَرَىٰ ۚ

پسند کرتے ہو تاکہ ان دو عورتوں میں سے اگر ایک بھٹک جائے تو ایک دوسری کو یاد دلا دے

وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَاءُ إِذَا مَا دُعُوا ۚ وَلَا تَسْأَمُوا أَنْ تَكْتُبُوهُ صَغِيرًا أَوْ

اور نہ انکار کریں گواہ جب ان کو بلایا جائے، اور قرضے کے معاملہ میں لکھنے سے مت اکتاؤ چھوٹا ہو

كَبِيرًا إِلَىٰ أَجَلِهِ ۚ ذَٰلِكُمْ أَقْسَطُ عِنْدَ اللَّهِ وَأَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَأَدْنَىٰ

یا بڑا ہو اس کی مدت مقررہ تک، یہ اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف کی بات ہے اور گواہی کو زیادہ درست رکھنے والی ہے اور اس سے زیادہ قریب ہے

أَلَّا تَرْتَابُوا إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيرُونَهَا بَيْنَكُمْ

کہ تم شک میں نہ پڑو، مگر یہ کہ کوئی تجارت ہو جس میں لینا دینا دست بدست ہو جس کا تم آپس میں معاملہ کر رہے ہو

فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا ۚ وَاَشْهَدُوْا اِذَا تَبَايَعْتُمْ ۚ

سو تم پر اس بات کا کوئی گناہ نہیں کہ لکھا پڑھی نہ کرو، اور گواہ بنا لیا کرو جب کہ تم آپس میں خرید و فروخت کا معاملہ کرو۔

وَلَا يُضَآءَرُ كَاتِبٌ وَلَا شَهِيدٌ ۚ وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهُ فُسُوْقٌ ۚ

اور نہ ضرر دیا جائے کاتب کو، اور نہ گواہ کو، اور اگر تم ایسا کرو تو بلاشبہ اس میں گناہ گاری ہے۔

بِكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۚ وَیَعْلَمُ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝۲۸۲

تمہارے لئے، اور اللہ سے ڈرو، اللہ تمہیں سکھاتا ہے، اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

تفسیر آیت دین:

۲۸۲: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا تَدٰۤیْتُمْ بَدٰیۤیۡنَ (اے ایمان والو۔ جب تم باہمی قرض کا معاملہ کرو)۔ یعنی جب ایک دوسرے کو قرض لو۔ دو۔ عرب کہتے ہیں۔ داینت الرجل۔ جب کسی کو قرض دیا جائے۔ یا لیا جائے۔

اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی (ایک مقررہ وقت تک) مقررہ مدت تک۔ مثلاً کٹائی یا گہائی یا حجاج کے لوٹنے تک۔ نکتہ: دَیْنٌ کا لفظ واضح ذکر کیا۔ اذا تداینتم الی اجل مسمی فقط نہیں کہتا کہ فاکتبوه کی ضمیر اس کی طرف لوٹ سکے۔ اگر دَیْنٌ کا لفظ واضح نہ ہوتا تو لازم آتا تھا۔ کہ کہا جاتا فاکتبوا الدین اور اس طرح سے کلام میں وہ خوبصورتی نہ ہوتی۔ جواب ہے۔

دو وجوہ:

وجہ اول: یہ انداز کلام قرض کی اقسام مؤجل اور دَیْنِ حَالِ کو بیان کرنے میں زیادہ واضح ہے۔
وجہ دوم: قرض کے تحریر کرنے کا حکم دیا گیا۔ کیونکہ یہ زیادہ پختہ بات ہے اور بھول چوک سے محفوظ ہے اور انکار سے دور ہے۔
مطلب آیت: مطلب آیت کا یہ ہوا کہ جب تم باہمی مؤجل قرض کا معاملہ کرو تو اس کو لکھ لیا کرو۔

استنباطی مسائل:

مَسْئَلَةٌ: یہ حکم استنباطی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے۔ کہ اس سے مراد بیع سلم ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام کیا تو بیع سلم کو جائز کر دیا۔ جو کہ کتاب اللہ میں مدت معلوم کے ساتھ ملی ہوئی ہے اور اس میں طویل ترین آیت نازل فرمائی۔ اس آیت میں یہ بھی دلیل ہے۔ کہ بیع سلم میں مدت شرط ہے۔

وَلِیُکْتَبَ بَیِّنًا لِّکُمْ (اور چاہیے کہ تمہارے درمیان لکھے) یعنی قرض دار اور قرض دینے والے کے درمیان۔

امین کاتب کی تعریف:

کَاتِبٌ بِالْعَدْلِ (کاتب انصاف کے ساتھ) بالعدل یہ کاتب کے متعلق ہے اور اس کی صفت ہے یعنی ایسا کاتب جو

احتیاط سے لکھے۔ اور جو کچھ لکھتا ہے اس پر امین ہو جس چیز کا لکھنا ضروری ہے اس میں اضافہ اور کمی نہ کرے۔
 مَسْئَلَةٌ: اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ کاتب سمجھ دار اور شرائط کو جاننے والا ہو۔ تاکہ اس کا لکھا ہوا شرع کے مطابق ہو۔
 مَسْئَلَةٌ: کاتب کے چناؤ کا حکم قرض دینے والے لینے والے دونوں کو ہے اور وہ ایسے آدمی سے کتابت کروائیں جس پر فریقین کو اتفاق ہو۔

وَلَا يَأْتِ كَاتِبٌ - (اور کاتب انکار نہ کرے) یعنی کوئی کاتب تحریر سے انکار نہ کرے۔
 أَنْ يَكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللَّهُ (لکھنے سے جس طرح اللہ تعالیٰ نے اس کو علم دیا) یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نے اس کو وثیقہ نویسی کا علم دیا ہے نہ اس میں تبدیلی کرے اور نہ تغیر۔ کَمَا کالفظ ان یکتب کے متعلق ہے۔
 فَلْيُكْتُبْ (پس چاہیے کہ وہ لکھے) یعنی دستاویز لکھے اس سے عدول نہ کرے۔

مدیون کی املاء اقرار ہے:

وَلْيُمْلِلِ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ (اور چاہئے کہ وہ شخص املاء کروائے جس کے ذمہ حق ہے) یعنی مدیون لکھوالے اسی کا اقرار جحت الزامی ہے کہ قرض اس کے ذمہ ہے اور یہ لکھوانا اپنے متعلق اقرار بن جائے گا زبان سے۔
 املاں اور املاء یہ دونوں لغات ہیں۔

وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ (اور وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے جو اس کا رب ہے) یعنی مدیون اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور املاء سے انکار نہ کرے۔ کیونکہ اس طرح تو اس کے تمام حق کا انکار ہوگا۔

وَلَا يَخْسُ مِنْهُ شَيْئًا (اور اس میں سے کوئی چیز کم نہ کرے) یعنی املاء کروانے میں حق واجب سے کوئی چیز کم نہ کرے۔ اس میں مدیون کے بعض حق کا انکار لازم آتا ہے۔

فَإِنْ كَانَ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيهًا (پس اگر مدیون سفیہ ہو) یعنی مجنون کیونکہ سفیہ خفت عقل کو کہا جاتا ہے۔ یا فضول خرج اور تصرف سے جاہل ہونے کی بناء پر ممنوع التصرف ہو۔

أَوْ ضَعِيفًا (یا کمزور ہو) یعنی نادان بچہ ہو۔

أَوْ لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يُمْلَأَ هُوَ (یا وہ املاء کرانے کی طاقت نہ رکھتا ہو) یعنی عاجزی یا جہالت یا زبان سے ناواقفیت کی بناء پر۔ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهُ (پس اس کا ولی املاء کرائے) یعنی وہ شخص جو اس کا سرپرست و وکیل ترجمان ہے۔

بِالْعَدْلِ (انصاف کے ساتھ) یعنی سچائی اور حق کے ساتھ

وَأَسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ (اور تم دو گواہ بناؤ) تاکہ وہ قرض پر گواہی دینے والے بن جائیں۔

شروط گواہی:

مِنْ رِجَالِكُمْ (اپنے مردوں میں سے) یعنی مسلمانوں میں سے اسلام کے ساتھ آزادی و بلوغ بھی شرط ہے۔

مَسْئَلَةٌ: احناف کے نزدیک کفار کی گواہی کفار کے متعلق درست ہے۔

فَإِنْ لَّمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَيْنِ (پس اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں) یعنی اگر دو گواہ مرد نہ ملیں تو پھر ایک مرد اور دو عورتیں کافی ہیں۔

حدود و قصاص کے علاوہ بقیہ معاملات میں مردوں کے ساتھ عورتوں کی گواہی مقبول ہے۔
مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ (جن کو تم بطور گواہ پسند کرو) یعنی جن کی عدالت سے تم واقف ہو۔

مَنْبِتْلَہ: اس میں دلیل ہے کہ ناپسندیدہ بھی شاہد بن سکتا ہے۔

أَنْ تَضِلَّ أَحَدُهُمَا فَتَذَكَّرَ أَحَدُهُمَا الْآخَرَى (اگر ایک بھول جائے تو دوسری اس کو یاد دلائے) یعنی اس بناء پر کہ اگر ان میں سے ایک بھول جائے تو دوسری اس کو یاد دلا دے۔

اختلاف قراءت:

حزہ کی قراءت میں اِنْ تَضِلَّ میں ان شرطیہ ہے اور فَتَذَكَّرَ مرفوع ہے اور پورا جملہ جزاء ہے۔

تَضِلَّ پر شرط کی وجہ سے جزم آنی چاہیے مگر تشدید کی وجہ سے جزم نہیں آئی۔ جیسا کہ سورۃ المائدہ میں آیت نمبر ۹۵ ومن عاد فینتقم اللہ منه، توفیتنقم میں باوجود جزاء کے رفع ہے۔

مکی اور بصری قراء نے فَتَذَكَّرَ نصب کے ساتھ پڑھا۔ اور اصل اس کی الذکر سے بتلائی نہ کہ الذکر سے۔
وَلَا يَأْتِ الشُّهَدَاءُ إِذًا مَادُّعُوًا (اور نہ انکار کریں گواہ جب ان کو بلایا جائے) یعنی ادائیگی شہادت کے لئے یا گواہ بنانے کے لئے تاکہ لوگوں کے حقوق ضائع نہ ہوں۔

نکات:

یہاں ان کو گواہ بننے سے پہلے ہی ان کو شہداء کہا گیا۔ کیونکہ آئندہ چل کر وہ گواہ بننے والے ہیں۔ پہلی صورت میں تو فرض ہے اور دوسری صورت میں مستحب ہے۔

وَلَا تَسْمُوءَ (نہ اکتاؤ) جیسا شاعر نے کہا۔

سَمْتُ تَكَالِيفِ الْحَيَاةِ وَمَنْ يَعِشْ ☆ ثَمَانِينَ حَوْلًا لَا أَبَالِكَ يَسَامُ (اکتا جانا)

محل استدلال یسنام ہے۔

مَخْمُورٌ: ان تکتبہ کی ضمیر دین کی طرف لوٹ رہی ہے یا الحق کی طرف

صَغِيرًا أَوْ كَبِيرًا (تھوڑا ہو یا زیادہ) یعنی جس حالت میں ہو خواہ تھوڑا حق ہو یا زیادہ۔

مَنْبِتْلَہ: اس میں دلیل ہے کہ بیع سلم کپڑے میں بھی جائز ہے کیونکہ جو کیل وزن میں آسکے۔ اس کے لئے صغیر و کبیر کا لفظ نہیں لا سکتے۔ البتہ تھوڑی چیز کے لئے ذریعہ استعمال کرتے ہیں۔

مَخْمُورٌ: ممکن ہے کہ ضمیر کُتَّاب کی طرف لوٹے۔ مطلب یہ ہو کہ وہ تحریر کو مختصر مشتمل لکھیں۔

إِلَىٰ أَجَلِهِ (وقت مقررہ تک) یعنی وہ وقت جس پر دونوں دائن و مدیون متفق ہوئے ہیں۔

ذٰلِكُمْ (یہ) یعنی لکھنا۔ اس کا اشاریہ ان تکتبوا ہے۔

اَقْسَطُ (زیادہ انصاف والی بات ہے) یہ قسط سے ہے جس کا معنی عدل ہے۔

عِنْدَ اللّٰهِ (اللہ کے ہاں یہ اقسط کا ظرف ہے) یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں۔

وَ اَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ (یہ ادائے شہادت کو بہت قائم کرنے والا ہے) یعنی اقامت شہادت میں زیادہ معاون ہے۔

نَحْوُ: اقسط اقوم یہ دونوں سیبویہ کے نزدیک تفصیل کے صیغے ہیں۔

وَ اَذْنٰی اَلَّا تَرْتَابُوْا (اور زیادہ قریب ہے کہ تم شک میں نہ پڑو) یعنی گواہ اور حاکم اور صاحب حق کے لئے شک کو زیادہ دور

کرنے والی چیز ہے۔ اس لئے کہ بسا اوقات مقدار و صفات میں شک پڑ جاتا ہے جب دستاویز کی طرف رجوع کریں گے۔ تو شک زائل ہو جائے گا۔

صرف: اَذْنٰی: کی الف اصل میں واؤ تھی۔ کیونکہ یہ دَنُوْا سے ہے۔

اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً (ہاں اگر دست بدست تجارت ہو)

قرأت ونحو:

عاصم نے اس طرح پڑھا۔ الا ان تكون التجارة تجارةً حاضرةً نصب کے ساتھ۔ اسم کو محذوف مان کر تجارةً حاضرةً کو خبر بنایا۔

دیگر قراء نے تجارةً حاضرةً پڑھا۔ اور جمہور کا یہی قول ہے۔ اس صورت میں کان تامہ ہے۔

نقد یہ عبارت یہ ہے۔ الا ان تقع تجارةً حاضرةً۔ کہ تجارت حاضرہ پیش آئے۔

یا کان ناقصہ ہے۔ اور تجارةً حاضرةً مرفوع اس کا اسم اور تدیرونها اس کی خبر ہو۔

تُدِيرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ۔ (تم اس کو اپنے درمیان لوٹانے والے ہو) بینکم، تدیرون کا ظرف ہے۔ اس کا معنی اپنے درمیان

پھیرنا۔ فوری لین دین کرنا۔

فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا۔ تمہیں نہ لکھنے میں کچھ حرج نہیں۔ جبکہ تم دست بدست فوری لین دین کرو۔ اگر اس کو

نہ لکھو تو کچھ حرج نہیں۔ کیونکہ اس میں وہ وہم نہیں جو قرض میں ہوتا ہے۔

نقد میں گواہی:

وَ اَشْهَدُوْا اِذَا تَبَايَعْتُمْ۔ (اور خرید و فروخت کے وقت گواہ بنا لو) خرید و فروخت نقد قیمت پر ہو یا ادھار گواہ بنا لیا کرو۔

کیونکہ احتیاط اسی میں ہے۔ اور یہ گواہ بنانا اختلاف میں پڑنے سے بچانے والا ہے۔

دوسرا قول: اس سے مراد یہ ہے کہ جب یہ تجارت حاضرہ والی بیع کرو۔ تو اس میں گواہ کافی ہیں کتابت کی ضرورت نہیں۔ اور امر

استحباب کے لئے ہے۔

وَإِنْ كُنْتُمْ عَلَى سَفَرٍ وَلَمْ تَجِدُوا كَاتِبًا فَرِهْنَ مَقْبُوضَةً ؕ فَإِنْ آمَنَ

اور اگر تم سفر میں ہو اور حال یہ ہو کہ نہ پاؤ کسی کاتب کو تو برہن کی چیزیں قبضہ میں دے دی جائیں۔ سو اگر تم میں سے ایک دوسرے پر اطمینان

بَعْضُكُمْ بَعْضًا فليؤدِّ الَّذِي أُوتِيَ مِنْ أَمَانَتِهِ وَلِيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ ؕ وَلَا تَكْتُمُوا

کرے تو جس کو امانت دار سمجھا گیا ہے صاحب امانت کو امانت ادا کر دے اور اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے اور گواہی کو

الشَّهَادَةَ ؕ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ ؕ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ

مت چھپاؤ اور جو شخص گواہی کو چھپائے گا تو اس کا دل گنہگار ہے اور اللہ ان کاموں کو جانتا ہے

عَلِيمٌ ۝۲۸۳

جو تم کرتے ہو۔

۲۸۳

دو قراءتیں اور مراد نہیں:

وَلَا يُضَارَّ كَاتِبٌ وَلَا شَهِيدٌ۔ (کاتب اور گواہ کو تکلیف نہ دی جائے) نمبر ۱۔ احتمال یہ ہے کہ یہ معروف ہو۔ حضرت عمر

رضی اللہ عنہ کی قراءت سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ لَا يُضَارُّ۔

نمبر ۲۔ قراءت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مطابق مجہول ہے۔ لَا يُضَارُّ معنی یہ ہے کہ کاتب اور گواہ سے جو طلب کیا جائے۔ اس کو ماننے میں وہ پس و پیش نہ کریں۔ تحریف، زیادتی، نقصان سے باز رہیں۔

نمبر ۳۔ نہی ضرر مراد ہے کہ فریقین نہ کاتب کو دکھ دیں اور نہ گواہ کو کہ اس کو جلدی پر مجبور کریں۔ لازم پکڑیں۔ یا کاتب کو آنے جانے کا خرچہ نہ دیں۔ یا گواہ کو اس کے شہر سے آنے کی مشقت اسی پر ڈالیں۔

وَإِنْ تَفْعَلُوا فَإِنَّهُ فُسُوقٌ بِكُمْ۔ (اگر تم ایسا کرو گے تو یہ تمہارے لئے گناہ ہے) یعنی اگر تم ضرر پہنچاؤ گے تو یہ ضرر

گناہ ہے۔

وَاتَّقُوا اللَّهَ۔ (اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو) یعنی اللہ تعالیٰ کے اوامر کی مخالفت نہ کرو۔

وَيَعْلَمُكُمُ اللَّهُ۔ (اور اللہ تعالیٰ تمہیں سکھاتے ہیں) یعنی اپنے دین کے احکام

وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ۔ (اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والے ہیں) اس کو سہو و قصور لاحق نہیں ہوتا۔

تفسیر آیت ۲۸۳:

وَإِنْ كُنْتُمْ۔ (اگر تم ہو) یعنی اے قرض خواہو۔

عَلٰی سَفَرٍ۔ (سفر پر) یعنی سفر کی حالت میں

وَلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا۔ (اور تم نہ پاؤ کاتب)

فَرِهْنٌ۔ (تو رہن رکھنا ہے)

قراءت۔ ابو عمروؓ کی نے فَرِهْنٌ پڑھا ہے۔ اور قابل اعتماد زیادہ فَرِهْنٌ ہے۔

دونوں رہن کی جمع ہیں۔ جیسے سَقْفٌ وَسُقُفٌ اور بَعْلٌ وَبِغَالٌ اس طرح دھان جمع ہے رہن اصل میں مصدر ہے اب تو

نام بن گیا۔ پھر اسماء کی طرح اس میں توڑ پھوڑ کی گئی۔

ارشادی حکم:

سفر میں چونکہ عموماً گواہوں کے اور کاتبوں کے نہ ملنے کا گمان غالب ہے تو بطور ارشاد و راہنمائی کے حفاظت مال کی خاطر رہن کا حکم دیا گیا تاکہ رہن کے ذریعہ امکانی حد تک اعتماد حاصل کر لیا جائے۔ اس بناء پر نہیں کہ رہن رکھنے کیلئے سفر ضروری ہے۔

مَقْبُوْضَةٌ (قبضہ کیا ہوا) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قبضہ شرط نہیں۔ صرف ایجاب و قبول سے پورا ہو جاتا ہے۔

اظہار اعتماد:

فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا (اگر تمہیں ایک دوسرے پر اعتماد ہو) یعنی اگر بعض قرضداروں اور قرض خواہوں کو ایک دوسرے پر حسن ظن ہو۔ تو پھر قرض دار کو چاہیے۔ کہ وہ اپنے ذمہ لازم ہونے والی رقم کو واپس کر دے کیونکہ اس نے رہن نہ لے کر اس پر اعتماد کا اظہار کیا۔ تو یہ اعتماد پر پورا اترے۔

یہاں دین کو امانت کہا گیا۔ کیونکہ وہ اس کا ضامن بن گیا۔ کیونکہ اس پر اعتماد کرتے ہوئے اس نے رہن نہیں لیا۔

وَلَيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ (اور اسے اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے۔ جو اس کا رب ہے) اور اس کے حق کا انکار نہ کرے۔

وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ (اور تم گواہی کو مت چھپاؤ) یہ گواہوں کو خطاب کیا گیا۔

وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَاِنَّهٗ اِثْمٌ قَلْبُهٗ (جو اس کو چھپاتا ہے پس اس کا دل گنہگار ہے)

نَحْوُ: قَلْبُهٗ کا لفظ مرفوع ہے کیونکہ یہ اِثْمٌ کا فاعل ہے تقدیر عبارت یہ ہے۔

فانہ اِثْمٌ قَلْبُهٗ یا قَلْبُهٗ مبتداء اور اِثْمٌ خبر مقدم ہے اور یہ جملہ ان کی خبر ہے۔

ایک سوال:

سوال: اِثْم کی نسبت قلب کی طرف ہے حالانکہ وہ سارا ہی گنہگار ہے نہ کہ صرف دل

نسبت کی تین وجوہ:

جواب: کیونکہ گواہی دل ہی میں چھپائی جاتی ہے اور اس کو منہ سے نہیں بولتا۔ جب گناہ کمانے میں دل ساتھی بنا۔ تو اس کی طرف نسبت کر دی گئی۔ کیونکہ فعل کی نسبت آلہ عمل کی طرف بلیغ تر ہے۔ جیسا تم کہو۔ هَذَا مِمَّا ابْصَرْتَهُ عَيْنِي۔ یہ وہ چیز ہے جس کو میری آنکھ نے دیکھا ہے۔ او مِمَّا سَمِعْتَهُ اُذْنِي و مِمَّا عَرَفَهُ قَلْبِي۔ اور کان نے سنا اور دل نے پہچانا۔
۲ دوسری وجہ: یہ ہے کہ دل رئیس الاعضاء ہے اور جسم کا وہ ٹکڑا ہے کہ اگر یہ صحیح ہو تو سارا جسم صحیح رہتا ہے اور اگر یہ بگڑ جائے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے۔ گویا اس طرح فرمایا گیا کہ گناہ اس کے دل کی گہرائیوں میں پیوست ہو چکا ہے اور اس کے سب سے اعلیٰ مقام پر قابض ہو چکا۔

۳ تیسری وجہ: یہ ہے افعالِ قلوب، اعمالِ جوارح سے عظیم تر ہیں۔

ذرا غور تو کرو۔ کہ تمام حسنات و سینات کی جڑ ایمان و کفر ہے۔ اور یہ دونوں دل کے فعل ہیں۔ چنانچہ جب کتمانِ شہادت کو آثامِ قلب سے قرار دیا۔ تو گویا اس کے لئے گواہی دے دی۔ کہ یہ عظیم گناہوں سے ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اکبر الکبار یہ ہیں۔

نمبر ۱۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرنا۔ جھوٹی گواہی دینا۔ گواہی چھپانا

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ۔ (اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے) یعنی کتمانِ شہادت اور اظہارِ شہادت سے

عَلَيْكُمْ (واقف ہیں) اس پر کوئی چیز مخفی نہیں۔

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَاِنْ تُبَدُّوْا مَا فِيْ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تَخْفَوْهُ

اللہ ہی کے لئے ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور اگر تم ظاہر کرو جو کچھ تمہارے نفسوں میں ہے یا اس کو پوشیدہ رکھو

يُحَاسِبُكُمْ بِهٖ ۚ اللّٰهُ ۚ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ

اللہ اس کا محاسب فرمائے گا۔ پھر جس کو چاہے بخش دے اور جس کو چاہے عذاب دے، اور اللہ

عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۸۵﴾ اَمِنَ الرَّسُوْلُ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهِ وَ

ہر چیز پر قادر ہے، ایمان لایا رسول اس پر جو اس کی طرف نازل کیا گیا اس کے رب کی طرف سے، اور

الْمُؤْمِنُوْنَ ۚ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۚ لَا نُفَرِّقُ

مؤمن بھی ایمان لائے، سب ایمان لائے اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر، وہ کہتے ہیں کہ ہم اس کے

بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۚ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۚ غُفْرٰنَكَ رَبَّنَا

پیغمبروں میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے اور انہوں نے کہا کہ ہم نے سن لیا اور مان لیا، ہم آپ کی بخشش کا سوال کرتے ہیں، اے ہمارے رب

وَ اِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ﴿۲۸۶﴾ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ

اور تیری ہی طرف لوٹ کر جاتا ہے، اللہ نہیں مکلف بناتا کسی جان کو، جس کی اسے طاقت نہ ہو، ہر جان کے لئے وہی ہے جو اس نے کسب کیا،

وَعَلَيْهَا مَا كَسَبَتْ ۚ رَبَّنَا لَا تُوَاخِذُنَا اِنْ نُّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا

اور اس کے اوپر وبال ہے اس کا جو وہ گناہ کرے، اے ہمارے رب ہمارا مواخذہ نہ فرمانا اگر ہم بھول جائیں یا ہم سے چوک ہو جائے۔ اے ہمارے رب

وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلٰى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا

اور نہ رکھ ہم پر بھاری بوجھ جیسا کہ آپ نے ان لوگوں پر بھاری بوجھ رکھا جو ہم سے پہلے تھے، اے ہمارے رب

تَحْمِلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۚ وَارْحَمْنَا ۚ وَارْحَمْنَا ۚ

اور ہم پر ایسا بار نہ ڈالے جس کی ہم کو طاقت نہ ہو، اور ہمیں معاف فرما دیجئے اور ہماری مغفرت فرما دیجئے اور ہم پر رحم فرمائے،

اَنْتَ مَوْلٰنَا فَاَنْصُرْنَا عَلٰى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ ﴿۲۸۷﴾

آپ ہمارے مولیٰ ہیں۔ سو ہماری مدد فرمائیے کافروں کے مقابلہ میں۔

تفسیر آیت ۲۸۴:

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ (اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے) یعنی اس کا پیدا کیا ہوا اور اسی کی ملک ہے۔

وَ اِنْ تُبَدُّوْا مَا فِيْ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تَخْفَوْهُ (اگر تم ظاہر کرو جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے یا اس کو چھپاؤ) یعنی برائی میں سے۔

مواخذہ کی حقیقت:

يُحَاسِبُكُمْ بِهٖ اللّٰهُ (وہ اللہ تعالیٰ اس کا محاسبہ کریں گے) یعنی اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ دیں گے۔ اس میں وساوس قلبیہ اور حدیث نفس جس کو انسان چھپاتا ہے وہ داخل نہیں۔ لیکن جس کو دل میں پختہ کر لے۔ وہ قابل مواخذہ ہے۔

حاصل یہ ہے کہ عزم کفر بھی کفر ہے۔ اور گناہوں کا خیال آنا بغیر پختہ ارادہ کے معاف ہے اور گناہ کا ارادہ کر کے اگر شرمندہ ہو اور اس سے رجوع کرے اور استغفار کرے تو اس کو بخش دیا جاتا ہے اور اگر وہ کسی برائی کا پختہ ارادہ کرے اور وہ اس پر ثابت و قائم بھی ہو۔ تو گناہ ہے مگر یہ کہ وہ اس سے باز آ گیا۔ کسی رکاوٹ کی وجہ سے (یعنی مجبوراً) اپنے اختیار سے نہیں۔ تو اس پر گرنے کا گناہ تو نہ ملے گا۔ یعنی زنا کا ارادہ کرنے سے زنا کی سزا تو نہ ملے گی۔

عزم کا حکم:

اب اس کو عزم زنا کی سزا ملے گی یا نہیں۔

قول اول: سزا نہ ملے گی۔ کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ان اللہ عفا عن امتی ما حدثت به انفسها ما لم تعمل۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے میری امت کو معاف کر دیا۔ جو ان کے خیال میں آئے اور اس پر عمل نہ کیا ہو (بخاری)

دوسرا قول: جمہور کہتے ہیں کہ حدیث نفس سے مراد خطر فی القلب، خیال آنا ہے۔ عزم گناہ مراد نہیں۔ اور عزم پر مواخذہ ثابت ہے۔

شیخ ابو منصور علامہ حلوانی رحمہما اللہ کا رجحان اسی طرف ہی ہے۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشة۔ الایۃ سورۃ النور آیت نمبر ۱۹ یہ لوگ فاحشہ خود کرنے والے نہیں۔ صرف اس کی اشاعت میں شریک ہیں۔ ان کو عذاب کی وعید سنائی گئی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ جس گناہ کا بندہ ارادہ کرتا ہے مگر عمل نہیں کرتا۔ اس کو اس پر دنیا کے غم و حزن کی صورت میں سزا دی جاتی ہے۔

مِثْلَانِ نَزُّوْلٍ: اکثر تفاسیر میں ہے کہ جب یہ آیت اتری۔ تو صحابہ رضی اللہ عنہم گھبرا گئے اور کہنے لگے کیا ہمارا اس بات پر مواخذہ ہو گا۔ جو ہمارے دلوں میں حدیث نفس کی صورت میں پیدا ہوتی ہے تو یہ آیت اتری۔

امن الرسول سے لایکلف اللہ تا ما اکتسبت۔ پس یہ کسب سے متعلق ہے عزم سے نہیں۔ بقول بعض یہ آیت اس آیت سے منسوخ ہوگئی۔

قول محققین:

مگر محققین کا فرمان یہ ہے کہ نسخ تو احکام میں ہے اور یہ تو خبر ہے اور خبر میں نسخ نہیں۔ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ پس وہ جس کو چاہے گا بخش دے گا اور جس کو چاہے گا سزا دے گا۔

قراءت: شامی، عاصم رحمہما اللہ نے یغفر اور یعذب کو ضمہ سے پڑھا ہے۔
یعنی فهو یغفر و یعذب مگر دیگر قراء رحمہم اللہ نے جواب شرط پر عطف کی وجہ سے جزم پڑھی ہے۔
ابوعمر و ابنہ نے ادغام سے پڑھا۔ (کذا فی الاشارة و البشارة)

صاحب کشف کا قول:

صاحب کشف نے کہا راء کو لام میں ادغام کرنے والا لاحق ہے اور غلطی پر ہے کیونکہ راء حرف مکرر ہے۔ پس وہ مضاعف کی طرح ہو گیا۔ اور مضاعف میں ادغام درست نہیں ہے۔ اس لئے ابوعمر و سے اس کی روایت کرنا دوہری غلطی ہے۔
کیونکہ ایک تو وہ خود لحن کا مرتکب ہے اور دوسرا ایسے شخص کی طرف غلط نسبت کر رہا ہے۔ جو عربیت کا اپنے زمانہ میں سب سے بڑا ماہر تھا۔ بس یہ بات عظیم جہل کی نشان دہی کرتی ہے۔

وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر)۔ خواہ مغفرت ہو یا عذاب و غیر ہما

۲۸۵: اَمَّنَ الرَّسُولُ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ (ایمان لائے رسول اس پر جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر اتارا گیا۔ اور مؤمن ایمان لائے)۔

نحو: اگر المؤمنون کا عطف الرسول پر کیا جائے تو ضمیر کا نائب کل کی تنوین کو مانا جائے گا۔ اور ضمیر رسول اور مؤمنون دونوں کی طرف راجع ہوگی۔ یعنی کلہم۔

اَمَّنَ بِاللَّهِ وَمَلٰئِكَتِهِ وَكِتٰبِهِ وَرُسُلِهِ (وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر)۔

نحو و قراءت:

اس پر وقف ہے اور اگر یہ مبتداء ہو تو پھر کُلُّ مبتداء ثانی ہے۔

اور تقدیر یہ ہے کل منہم اور اَمَّنَ یہ مبتداء ثانی کی خبر بنے گی۔ اور یہ تمام جملہ خبر اول بن جائے گی۔ اور ضمیر مؤمنین کی طرف راجع ہوگی۔ اور اَمَّنَ میں ضمیر کُلُّ کی طرف واحد لائی گئی۔ گویا کُلُّ واحد منہم امن فرمایا۔ حمزہ علی رحمہما اللہ نے کتابہ

پڑھا اور مراد قرآن مجید لیا۔ یا جنس کتاب رسل مراد لی۔

لَا نَفَرِقُ (ہم تفریق نہیں کرتے)

لَا نَفَرِقُ۔ یعنی وہ کہتے ہیں ہم تفریق نہیں کرتے۔ بلکہ ہم تمام پر ایمان لاتے ہیں۔

بَيْنَ أَحَدَيْنِ رُسُلِهِ (اس کے رسولوں میں سے کسی کے درمیان) احد یہ جمع کے معنی میں ہے۔

اس وجہ سے بین اس پر داخل ہے۔ کیونکہ بین اس اسم پر داخل ہوتا ہے۔ جو ایک سے زیادہ پر دلالت کرے۔ جیسے تم کہو۔

المال بين القوم۔ اس طرح نہیں کہتے المال بين زيد۔

وَقَالُوا سَمِعْنَا (انہوں نے کہا ہم نے سنا) یعنی تیرے فرمان کو قبول کیا۔

وَأَطَعْنَا (اور تیری اطاعت کی) یعنی تیرا حکم مانا۔

غُفِرَ لَكَ (تو بخش دے) یعنی تو اپنی بخشش سے ہمیں بخش دے۔

یہ فعل مضمر سے منصوب ہے ای اغفر لنا غفرانك۔

رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ (اے ہمارے رب اور تیری ہی طرف لوٹنا ہے) المصير لوٹنے کی جگہ اس آیت میں بعث و جزاء کا

اقرار ہے۔

مَنْ يَسْتَكِلْهُ اس آیت میں دلیل ہے کہ ایمان و استثناء باطل ہے اور کبیرہ گناہ کے باوجود ایمان باقی رہتا ہے۔

لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا (اللہ تعالیٰ کسی نفس کو تکلیف نہیں دیتے) یہ جملہ مستأنفہ ہے یا محکی عنہ ہے۔

تکلیف کا مطلب کفایت ہے:

إِلَّا وَسُعَهَا (مگر اس کی وسعت کے مطابق) کیونکہ تکلیف اسی کی طرف لوٹتی ہے جس پر مکلف کو قدرت ہو۔ (کذا فی

شرح التاویلات)

صاحب کشف کہتے ہیں الوسع جو انسان کو کفایت کرے اور اس پر تنگی نہ کرے نہ اس سے تکلیف میں مبتلا ہو۔ یعنی نہیں اسکو تکلیف

دیتا۔ مگر اتنی جتنی اس میں گنجائش ہے اور اس پر آسان ہو۔ انتہائی مشقت میں مبتلا ہونے کے بغیر آسانی کے ساتھ اسکو ادا کرے۔ انسان

کی طاقت میں تھا کہ پانچ سے زیادہ نمازیں پڑھے اور مہینہ سے زیادہ روزے رکھے اور ایک سے زیادہ حج کر سکتے ہیں۔

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ (اس کے لئے جو اس نے کمایا اور اس پر وبال ہے جو اس نے گناہ کمایا) یعنی جو

بھلائی کمائی وہ اس کو فائدہ دے گی۔ اور اس کو نقصان دے گی۔ جو اس نے برائی کمائی۔

کسب و اکتساب کا فرق:

سوال: آیت میں خیر کو کسب سے اور شر کو اکتساب سے تعبیر کیا گیا۔

جواب: کیونکہ اکتساب کسی دوسرے کے لئے کمانا اور نفس شر پر اپنے آپ عمل کرنا ہے اور بھلائی کے لئے تکلف کرنا ہے۔

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا (اے ہمارے رب تو ہم سے مواخذہ نہ کر اگر ہم بھول جائیں) یعنی تیرے حکموں میں سے

کوئی حکم بھول کر چھوڑ دیں۔

أَوْ أَخْطَاْنَا (یا ہم غلطی کریں)

یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ نسیان و خطاء پر موعظہ جائز ہے۔

اختلافِ معتزلہ:

البتہ معتزلہ اسکے متعلق اختلاف کرتے ہیں کیونکہ دونوں سے بچنا ممکن ہے اگر موعظہ درست نہ ہوتا تو سوال کا کوئی مطلب نہیں۔

اصر کی مراد:

رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا اِصْرًا (اے ہمارے رب نہ لا دہم پر جو بوجھ زائد جو اٹھانے والے کو بوجھل کر دے) یعنی بوجھ والے کو جو بوجھ اس کی جگہ پر روک دے۔

یعنی ایسا زائد کام جو اٹھانے والے کو بوجھ کی وجہ سے اس کی جگہ پر روک دے۔ یہ لفظ سخت تکلیف کیلئے بطور استعارہ استعمال کیے گئے ہیں جیسے قتل جان اور جلد میں سے نجاست کے مقام کو کاٹنا۔ (جلد سے موزہ کی جلد مراد ہے) وغیرہ اور کپڑے میں سے۔
كَمَا حَمَلْتُهُ عَلَى الدِّينِ مِنْ قَبْلُنَا (جس طرح تو نے ان لوگوں پر لا دیا جو ہم سے پہلے ہوئے) جیسے یہود۔
رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ (اے ہمارے رب ہم سے نہ اٹھوا وہ چیز جس کی ہم میں طاقت نہیں) یعنی وہ سزائیں جو ہم سے پہلے لوگوں پر اتریں۔

وَاعْفُ عَنَّا (تو ہم کو معاف فرما) یعنی ہماری برائیاں مٹا دے۔

وَاعْفِرْ لَنَا (اور تو ہمیں بخش دے) اور ہمارے گناہ کو چھپا دے۔ یہ تکرار نہیں۔ اول کبار کیلئے اور دوسرا صغائر کے لئے۔
وَادْحَمِنَا (تو ہم پر رحم فرما) ہمارے افلاس کے ہوتے ہوئے ہمارے میزان کو بوجھل کر کے یا اول مسخ سے اور دوم دھنسنے سے اور سوم غرق ہونے سے۔

اَنْتَ مَوْلَانَا (تو ہمارا کارساز ہے) یعنی تو ہمارا آقا ہم تیرے غلام یا تو ہمارا مددگار ہے اور ہمارے امور کا ذمہ دار ہے۔
فَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ (تو کافر قوم کے خلاف ہماری مدد فرما) اسلئے کہ کارساز کا حق ہے کہ اپنے غلاموں کی مدد کرے۔

آیت کی فضیلت:

- ۱ حدیث میں وارد ہے کہ جس نے امن الرسول سے الکفرین تک رات کے آخری حصہ میں پڑھا۔ تو یہ اس کیلئے کافی ہے۔
 - ۲ جس نے ان کو عشاء آخرہ کے بعد پڑھا تو قیام لیل کی طرف سے کافی ہیں۔
 - ۳ جائز ہے کہ کہا جائے قراءت سورة البقرة یا قراءت البقرة۔
- اس لئے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سورۃ البقرہ کی اختتامی آیات عرش کے نیچے خزانہ ہے۔ بعض نے کہا۔ اس طرح کہنا مکروہ ہے بلکہ اس طرح کہا جائے گا۔ قرأت السورة التي تذكرو فيها البقرة۔ (واللہ اعلم)

سُوْرَةُ الْعَمْرَانِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ ثَلَاثِيَّةٌ وَعِشْرُونَ بُكُوْعًا

سورہ آل عمران مدینہ میں نازل ہوئی اور اس میں دو سو آیات ہیں اور تیس رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

الَمْ ۱ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ الْحَيُّ الْقَيُّومُ ۚ نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ

الَمْ: اللہ ایسا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ زندہ ہے قائم رکھنے والا ہے۔ اس نے آپ پر حق کے ساتھ کتاب نازل فرمائی

مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَأَنزَلَ التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ ۚ مِنْ قَبْلُ هُدًى

ایسی کتاب جو ان کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے تھیں، اور اس سے پہلے نازل فرمایا توریت کو اور انجیل کو جو لوگوں

لِّلنَّاسِ وَأَنزَلَ الْفُرْقَانَ ۚ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ۚ

کے لئے ہدایت ہیں اور نازل فرمایا فرقان کو۔ بے شک جن لوگوں نے اللہ کی آیات کا انکار کیا ان کے لیے سخت عذاب ہے

وَاللَّهُ عَزِيزٌ ذُو انتِقَامٍ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يَخْفَىٰ عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي

اور اللہ غلبہ والا ہے بدلہ لینے والا ہے۔ بے شک اللہ ایسا ہے کہ اس پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں زمین میں اور نہ

السَّمَاءِ ۚ هُوَ الَّذِي يُصَوِّرُكُمْ فِي الْأَرْحَامِ كَيْفَ يَشَاءُ ۚ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۚ

آسمان میں۔ اللہ وہ ہے جو تمہاری تصویریں بناتا ہے رحموں میں جس طرح چاہے، کوئی معبود نہیں اس کے سوا۔ وہ غلبہ والا ہے، حکمت والا ہے۔

خَفَوُ: تَفْسِيرُ آيَةِ ۲۱:

الَمْ - اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ - نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَأَنزَلَ التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ حی و قیوم ہے اس نے تم پر تورات و انجیل حق کے ساتھ اتاری۔ یہ اپنے سے پہلے آسمانی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور اس نے تورات و انجیل کو اتارا)۔

انتقال حرکت کا مسئلہ:

الَمْ کی میم کو اتقائے ساکنین کی وجہ سے حرکت دی گئی۔ میری مراد ساکنین سے میم اور لفظ اللہ کی لام ہے۔ پھر میم کو ملانے کے لئے فتحہ دیا۔ جو کہ اخف الحركات ہے اور کسرہ نہیں دیا کیونکہ ما قبل میم مکسور اور یائے ساکن ہے تاکہ پے درپے کسرات کی آمد لازم نہ

آئے۔ میم کا فتح اسکے سکون کی وجہ سے اور ما قبل یاء کے سکون کی وجہ سے نہیں۔ اگر اس طرح ہوتا تو حہ میں بھی میم پر فتح دینا پڑتا حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے اگر اس نے میم کو فتح دیا تو یہ فتح لفظ اللہ کے ہمزہ سے منتقل ہو کر میم کی طرف آیا ہے۔ کیونکہ وہ ہمزہ تو ہمزہ وصل ہے۔ جو درمیان کلام میں گر جاتا ہے اور اس کے ساتھ اس کی حرکت بھی گر جاتی ہے۔ اگر اس کی حرکت کا منتقل کرنا جائز ہوتا تو اس کا قائم رکھنا بھی جائز ہوتا۔ حالانکہ اس کو ثابت رکھنا جائز نہیں۔

قراءت: یزید اور ایشی نے میم کو ساکن قرار دے کر الف کو ہمزہ قطعی قرار دیا۔ بقیہ قراء نے وصل الف اور فتح میم کے ساتھ پڑھا۔
نحو: لفظ اللہ مبتداء اور لا الہ الا هو یہ اس کی خبر ہے۔ اور ”لا“ کی خبر مضمحل ہے تقدیر عبارت یہ ہے لا الہ فی الوجود الا هو۔

ہو: یہ موضع رفع میں موضع ”لا“ سے بدل ہے اور اس کا اسم الحی القیوم مبتدائے محذوف کی خبر ہے تقدیر عبارت یہ ہے۔
 ہو الحی، یا ہو سے بدل ہے۔ القیوم یہ فیعل کے وزن پر قائم ہے۔ مراد وہی ذات انصاف کو قائم کرنے والی اور ہر شخص کے اعمال پر نگران ہے۔

نزل اور انزل کا فرق:

۳: نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَأَنزَلَ التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ۔ (اس نے آپ پر حق کے ساتھ کتاب نازل فرمائی ایسی کتاب جو ان کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے تھیں اور اس سے پہلے نازل فرمایا تو ریت کو اور انجیل کو)۔ نَزَّلَ یعنی اسی نے اتارا۔ عليك الكتاب، الكتاب سے مراد قرآن مجید ہے۔ بِالْحَقِّ یہ حال ہے یعنی اس نے قرآن دین حق کا حامل اتارا مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ بَيْنَ يَدَيْهِ سے مراد ما قبل اتاری جانے والی کتب ہیں۔ وَأَنزَلَ التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ تورات و انجیل یہ دونوں عبرانی الفاظ ہیں۔ الوری اور انجیل سے ان کا اشتقاق محض تکلف ہے۔

اس وقت ان کا وزن تَفَعَّلَ اور اَفْعِلَ ہوگا اور ان کو عربی ماننا پڑے گا۔

سوال: قرآن مجید کے لیے نَزَّلَ اور تورات و انجیل کے لیے أَنزَلَ لایا گیا؟

جواب: کیونکہ قرآن مجید تھوڑا تھوڑا اتر اور یہ دونوں کتابیں یکبارگی مکمل طور پر نازل ہوئیں۔

تفسیر آیت ۴:

مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَأَنزَلَ الْفُرْقَانَ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ۔ وَاللَّهُ عَزِيزٌ ذُو انتِقَامٍ۔
 (اس سے پہلے سب لوگوں کی ہدایت کیلئے اور اس نے حق و باطل میں فرق کر دینے والی کتابیں اتاریں، جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی آیات کا انکار کیا۔ ان کے لیے سخت عذاب ہے اور اللہ تعالیٰ غالب انتقام والا ہے) مِنْ قَبْلُ یعنی قرآن سے پہلے
 هُدًى لِّلنَّاسِ سے مراد قوم موسیٰ و عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ یا تمام لوگ مراد ہیں۔

فرقان کی مراد:

وَأَنْزَلَ الْفُرْقَانَ فَرَقَانَ سے مراد جنس کتب ہے۔ کیوں کہ تمام کتابیں حق و باطل میں فرق کرتی رہیں یا زبور مراد ہے۔ یا قرآن مجید کا تذکرہ دوبارہ اس صفت کے ذریعے اس کی عظمت شان کی خاطر کر دیا۔
إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ مِنْهُ لَكُنُوزٌ لَا يَحْصِيهَا اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ یعنی کسی بھی آسمانی کتاب کو نہ ماننے کی وجہ سے عذاب میں ہونگے۔
ذُو النِّقَمِ کا معنی سخت سزا دینے والے ہیں کہ کوئی منتقم اس پر قدرت نہیں رکھتا۔

اللہ تعالیٰ ہر ایک کی حالت سے واقف ہے:

۵: إِنَّ اللَّهَ لَا يَخْفَىٰ عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ (یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ پر آسمان و زمین کی کوئی چیز مخفی نہیں) آسمان و زمین سے مراد سارے جہانوں میں ہے جسکی تعبیر فہم انسانی کے قریب کرنے کے لیے آسمان و زمین سے کر دی۔
مطلب یہ ہوا کہ وہ کافر کے کفر اور مؤمن کے ایمان سے واقف ہے اور وہ ہر دو کو اس کا بدلہ دے گا۔
۶: هُوَ الَّذِي يُصَوِّرُكُمْ فِي الْأَرْحَامِ كَيْفَ يَشَاءُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (وہ ہی ہے جو ماں کے پیٹ میں تمہاری صورتیں جیسی چاہتا ہے بناتا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ غالب حکمت والا ہے) يُصَوِّرُكُمْ یعنی مختلف شکلیں جیسی چاہتا ہے بناتا ہے۔ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ وہ اپنی سلطنت پر غالب اور تدبیر میں حکمت والا ہے۔

وفدِ نجران کی آمد:

روایت میں وارد ہے کہ جب نجرانیوں کا وفد آیا۔ جو ساٹھ سواروں پر مشتمل تھا۔ ان کا امیر عاقب اور امیر سفر ایہم تھا اور ابو حارثہ بن علقمہ ان کا پادری اور عالم تھا۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے جھگڑا کیا اگر عیسیٰ اللہ کا بیٹا نہیں تھا تو پھر ان کا باپ کون تھا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ بیٹا باپ کے مشابہ ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا جی ہاں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے زندہ ہیں ان پر نہ موت آسکتی ہے نہ آئے گی۔ اور عیسیٰ علیہ السلام تو فوت ہو گئے اور ہمارا رب تعالیٰ تو بندوں کا نگران اور محافظ ہے۔ اور ان کو رزق دیتا ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کو اس پر قدرت حاصل نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ پر تو کائنات کی کوئی چیز مخفی نہیں۔ خواہ وہ آسمان میں ہو یا زمین میں۔ اور عیسیٰ علیہ السلام وہی جانتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کو علم دیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کی تصویر رحم مادر میں بنائی جس طرح چاہی۔ پس انکی ماں حاملہ ہو گئیں اور ان کو جنم اور دودھ پلایا۔ اور وہ کھانا کھاتے اور بول و براز کرتے تھے اور ہمارا رب تعالیٰ ان تمام باتوں سے منزہ اور پاک ہے۔ پس یہ سن کر وہ تمام لا جواب ہو گئے ان کے متعلق ہی سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۸۰ سے کچھ زائد آیات نازل ہوئیں۔ (رواہ ابن جریر و ابو حاتم)

هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ

اللہ وہ ہے جس نے آپ پر کتاب نازل فرمائی۔ اس میں آیات محکمات ہیں جو ام الكتاب ہیں اور دوسری

مُتَشَبِّهَاتٌ ۖ فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ

متشابہات ہیں۔ سو وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے وہ ان کے پیچھے پڑتے ہیں جو قرآن میں تشابہات

ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ ۚ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ ۗ وَالرَّاسِخُونَ

ہیں فتنہ تلاش کرنے کے لئے اور اس کا مطلب تلاش کرنے کے لئے، اور نہیں جانتا اس کے مطلب کو مگر اللہ اور جو لوگ علم میں راسخ ہیں

فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ ۚ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا

وہ کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے، سب ہمارے رب کی طرف سے ہے۔ اور نہیں نصیحت حاصل کرتے مگر

أُولَ الْأَلْبَابِ ۖ

عقل والے۔

۷: هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَبِّهَاتٌ ۖ فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ ۚ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ ۗ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ ۚ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولَ الْأَلْبَابِ ۖ (وہی ہے جس نے آپ پر کتاب اتاری جس کی کچھ آیات محکم ہیں اور وہ کتاب کی اصل ہیں۔ اور دوسری تشابہات ہیں پس جن لوگوں کے دلوں میں میڑھ ہے وہ تشابہات کے پیچھے چلتے ہیں۔ فتنہ پیدا کرنے کی غرض سے اور (مرضی کے موافق) اس کی تاویل ڈھونڈنے کی غرض سے۔ حالانکہ اس کی اصل مراد اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں اور جو لوگ علم میں مضبوط ہیں وہ کہتے ہیں سب ہمارے رب کی طرف سے ہے اور صرف صحیح عقل والے ہی اس سے نصیحت حاصل کرتے ہیں) الكتاب سے مراد قرآن مجید ہے۔ منہ من بیانہ ہے اور ضمیر قرآن مجید کی طرف لوثی ہے۔ مراد قرآن مجید ہی ہے۔ محکمات۔ جس کی عبارت محکم ہے کسی احتمال و اشتباہ سے محفوظ ہن ام الكتاب۔ وہ کتاب کی اصل ہیں کہ تشابہات کو انکی طرف پھیرا جائے گا۔ اور ان کے مطابق مراد لیجائے گی۔ اُخَرُ یعنی دوسری آیات اس کا موصوف آیات محدوف ہے۔

متشابہات کی توضیح:

مُتَشَبِّهَاتٌ، احتمال و اشتباہ والی۔ اس کی مثال سورہ طہ کی آیت نمبر ۵ الرحمن علی العرش استوی ہے پس استواء تو جلوس یعنی بیٹھنے کے معنی میں ہوتا ہے اور قدرت و غلبہ کے معنی بھی آتے ہیں اور پہلا معنی اللہ تعالیٰ کی ذات کے متعلق محکم دلیل اور

لیس کمثلہ شیء۔ (الشوریٰ آیت نمبر ۱۱)

دوسرا قول: محکم وہ ہے جس کا حکم ہر منزل کتاب میں دیا گیا ہو۔ جیسا کہ سورۃ النعام کی آیت نمبر ۱۵۱، قل تعالوا اتل ما حرم ربکم علیکم، الاید۔ میں فرمایا سورۃ الاسراء آیت نمبر ۲۳ وقضی ربک الا تعبدوا الا ایاہ۔ اور تشابہ وہ ہے جو اس کے علاوہ آیات ہیں۔ یا تشابہ کی ایک قسم وہ ہے جس میں ایک ہی جانب کا احتمال ہو۔ دوسری قسم یا جس میں کئی طرح کا احتمال ہو یا ایک قسم تشابہ کی وہ ہے جس کی تاویل معلوم ہو سکے یا ناخ مراد ہے جس پر عمل ہوتا ہو اور منسوخ جس پر عمل نہ ہوتا ہو۔

تمام قرآن کی آیات محکم نہیں لائی گئیں بلکہ تشابہ بھی لائی گئیں کیونکہ اس میں ان لوگوں کیلئے ابتلاء اور امتحان ہے جو حق پرست اور متزلزل ہیں۔

تشابہات کے معانی معلوم کرنے کے لیے علماء کا باہمی رد و قدح اور طبائع کا اس میں تھکانا اور پھر محکم کی طرف اس کا لوٹنا اس میں بہت سے عظیم الشان فوائد حاصل ہوتے ہیں اور بہت سا علم میسر آتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں درجات قرب حاصل ہوتے ہیں۔

نکتہ: قرآن مجید کی تمام آیات کے محکم ہونے کا مطلب فساد معنی سے پاک ہونا ہے اور اسی طرح تشابہ ہونے کا مطلب حسن و کمال میں ایک جیسا ہونا ہے اور بعض آیات کے محکم ہونے کا مطلب ان کے معانی کا واضح ہونا ہے اور تشابہ کا مطلب ان کے معانی کا مخفی ہونا ہے۔

اہل بدعت کا طرز عمل:

فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ۔ میڑھ کا مطلب حق سے مائل ہونا ہے اور اس کا مصداق اہل بدعت ہیں۔ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ یعنی وہ تشابہ کا وہ معنی اختیار کرتے ہیں جس میں احتمال ہے اور اہل بدعت کے طرز عمل کے ساتھ موافقت رکھتا ہے اور محکم سے مطابقت نہیں رکھتا اور نہ ہی اہل حق کے قول سے موافقت کرنے والا ہے۔ مِنْهُ ابْتِغَاءُ الْفِتْنَةِ وہ تشابہات کے پیچھے اس لئے لگتے ہیں تاکہ مسلمانوں میں دین کے سلسلہ میں فتنہ پیدا کریں اور ان کو گمراہ کریں۔ وَابْتِغَاءُ تَأْوِيلِهِ وہ تشابہات کے پیچھے اس لیے پڑتے ہیں تاکہ اپنی خواہشات کے مطابق اس کی تاویل کریں۔ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ حالانکہ تشابہات کی اصل مراد و منشاء کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔ وَالرَّسْخُونِ فِي الْعِلْمِ اور وہ لوگ جو علم میں پختہ کار یعنی جمے ہوئے ہیں اور اس پر پورا قابو ہے ان کو اس پر شبہ ہوتا ہی نہیں بلکہ مضبوط دائروں سے اس کو پکڑنے والے ہیں۔

نحوی تحقیق:

نحو: جمہور کے ہاں یہ جملہ مستانفہ ہے اور وقف الا للہ پر لازم ہے اسلئے تشابہ اس کو کہتے ہیں۔ جس کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔

جمہور کے ہاں وَالرَّسْخُونِ فِي الْعِلْمِ مبتداء اور يَقُولُونَ اٰمَنَّا بِہ یہ خبر ہے اور اس میں راسخین کے ایمان قلبی پر مدح و ثناء کی گئی ہے اور کیفیت کا سوال کرنے کے بغیر اس کی حقانیت کے اعتقاد کو سراہا گیا۔

رَبَّنَا لَا تُرِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً ۚ

اے ہمارے رب! ہمارے دلوں کو کج نہ کر دیجئے اس کے بعد کہ آپ نے ہم کو ہدایت دی، اور ہمیں اپنے پاس سے بڑی رحمت عطا فرمائے!

إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ ۝ رَبَّنَا إِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَا رَيْبَ فِيهِ ۚ إِنَّ

بے شک آپ بہت بڑے عطا فرمانے والے ہیں۔ اے ہمارے رب! بیشک آپ لوگوں کو اس دن میں جمع فرمانے والے ہیں جس میں کوئی شک نہیں۔ بیشک

اللَّهُ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ ۝

اللہ وعدہ خلافی نہیں فرماتا۔

متشابہ کے نزول کا فائدہ:

سوال: متشابہات کے نزول کا کیا فائدہ ہے جبکہ اس کی حقیقی مراد معلوم نہیں۔

جواب: اللہ تعالیٰ کی جو اس سے مراد ہے اس کی حقانیت پر ایمان و اعتقاد کرنے کا امتحان اور انسانوں کا ان چیزوں کے معلوم کرنے سے قاصر رہنا جو اللہ تعالیٰ نے نہیں بتلائی اور مقرر کی۔

حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ کی قراءت اس کی تائید کرتی ہے۔

قراءت: ویقول الراسخون اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت ان تاویلہ الا عند اللہ۔

دوسرا قول: بعض وقف نہیں کرتے۔ اس لیے وہ کہتے ہیں کہ راسخین فی العلم متشابہ کو جانتے ہیں مگر یہ قول سیاق قرآن سے موافقت نہیں کرتا۔ (بغوی)

نحو: ویقولون یہ جملہ مستانفہ ہے اور راسخین سے حال ہے۔ معنی یہ ہوگا یہ تاویل کا علم رکھنے والے کہتے ہیں ہم متشابہ پر یا مکمل کتاب پر ایمان رکھتے ہیں کل من عند ربنا ہر ایک متشابہ ہو یا محکم وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جو کہ حکیم ہیں وہ حکمت والا جس کے کلام میں تناقض نہیں۔

وما یدکر اور نصیحت حاصل نہیں کرتے یہ اصل میں یتذکر ہے۔

الَّا أُولُوا الْأَلْبَابِ مگر صرف عقلوں والے ہی اس میں راسخین کے عمدہ ذہن اور حسن تامل کی تعریف کی گئی ہے۔

بعض نے کہا کہ یقولون یہ راسخین سے حال ہے۔

ترغیب دُعا:

۸: رَبَّنَا لَا تُرِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً ۚ إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ ۚ رَبَّنَا لَا تُرِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ

إِذْ هَدَيْتَنَا: (اے ہمارے رب تو ہمارے دلوں کو حق سے نہ پھیر کہ ان میں ٹیڑھا پن پیدا ہو جائے) بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا (اس کے بعد

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِنَ اللَّهِ

بے شک جن لوگوں نے کفر کیا ان کے مال اور اولاد اللہ کے نزدیک کچھ بھی کام نہیں آئیں

شَيْئًا وَأُولَٰئِكَ هُمْ وَقُودُ النَّارِ ۝ كَذَابِ آلِ فِرْعَوْنَ ۖ وَالَّذِينَ مِنْ

کچھ اور یہ لوگ وہ ہیں جو دوزخ کا ایندھن ہیں ان کا طریقہ وہی ہے جو آل فرعون کا اور ان لوگوں کا تھا جو ان سے

قَبْلِهِمْ ۖ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا ۖ فَآخَذَهُمُ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ ۖ وَاللَّهُ شَدِيدُ

پہلے تھے، ان لوگوں نے ہماری آیات کو چھڑایا۔ سو اللہ نے ان کو سزا دینا ان کے گناہوں کی وجہ سے اور اللہ سخت

الْعَنْكَابِ ۝

عذاب والا ہے۔

کہ تو نے محکم پر عمل اور متشابہ کو تسلیم کرنے کی طرف راہنمائی فرمائی (وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً) اور تو اپنی طرف سے توفیق و ثابت قدمی کی نعمت عنایت فرما) إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ (بیشک آپ وہاب ہیں) یعنی بہت زیادہ عطا کرنے والے ہیں۔ یہ آیت راہنمائی کا مقولہ ہے اور جملہ مستانہ ہونے کا بھی احتمال ہے یعنی تم اس طرح دعا کرو۔ اور بعد والا جملہ بھی اسی طرح ہے۔

الہ ہونا اور وعدہ خلافی متضاد ہیں:

۹ رَبَّنَا إِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ رَبَّنَا إِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ (اے ہمارے رب بے شک آپ لوگوں کو جمع کرنے والے ہیں اس دن میں) یعنی لوگوں کو آپ حساب کے لیے جمع کرنے والے ہیں۔ قیامت کے دن یا قیامت کے فیصلے کے لیے۔ لَا رَيْبَ فِيهِ (جس کے واقع ہونے میں شک نہیں) إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ (بے شک اللہ تعالیٰ وعدے کی خلاف ورزی نہیں فرماتے) میعاد کے معنی وعدہ ہے مطلب یہ ہے کہ الوہیت وعدے کی خلاف ورزی کے منافی ہے جیسے کہتے ہیں۔ ان الجواد لا یخیب سائلہ حتیٰ اپنے سائل کو نا کام نہیں کرتا، یعنی اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ مسلمانوں اور کفار سے ثواب و عقاب کا کیا ہے اس کی خلاف ورزی نہ فرمائیں گے۔

۱۰ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا وَأُولَٰئِكَ هُمْ وَقُودُ النَّارِ۔ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا (بے شک جو لوگ کافر ہوئے) رسول کا انکار کر کے لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ (ہرگز ان کو فائدہ نہیں دیں گے) یا ان سے ہرگز فائدہ نہیں دیں گے۔ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِنَ اللَّهِ (ان کے مال و اولاد اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے کیلئے) یا چھڑانے کے لیے شے (کچھ بھی) فائدہ نہ دینا۔ وَأُولَٰئِكَ هُمْ وَقُودُ النَّارِ (وہ لوگ اس آگ کا ایندھن ہو گئے)۔

۱۱ كَذَابِ آلِ فِرْعَوْنَ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَآخَذَهُمُ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ، وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ۔ كَذَابِ آلِ

قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا سِتْغَلْبُونَ وَتُحْشَرُونَ اِلَىٰ جَهَنَّمَ ۖ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۲﴾

آپ ان لوگوں سے فرما دیجئے جنہوں نے کفر کیا کہ غنقریب تم مغلوب ہو گے اور جمع کئے جاؤ گے دوزخ کی طرف اور وہ برا بکھونا ہے۔

قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰیَةٌ فِي فِتْنَتِیْنِ الْقَتَا ۖ فِئَةُ تَقَاتِلُ فِي سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ اٰخَرٰی

بلاشبہ تمہارے لئے نشانی تھی ان دو جماعتوں میں جو آپس میں مقابل ہوئیں ایک جماعت لڑ رہی تھی اللہ کی راہ میں اور دوسری جماعت

کافروں پر و انہم مثلیہم رآی العین ۖ واللہ یؤید بنصرہ من یشاء ۖ ان

کافر تھی، وہ دیکھتی آنکھوں مسلمانوں کی جماعت کو دو گنی دیکھ رہے تھے اور اللہ تعالیٰ اپنی مدد کے ساتھ جس کو چاہے تائید فرماتا ہے۔ بلاشبہ

فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةٌ لِّاُولِی الْاَبْصَارِ ﴿۱۳﴾

اس میں ضرور بڑی عبرت ہے ان لوگوں کے لیے جو آنکھوں والے ہیں۔

فِرْعَوْنَ وَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (انکی عادات فرعون اور جوان سے پہلے ہوئے ان جیسی ہیں) الدّٰب کا لفظ دّٰب فی العمل سے لیا گیا۔ جبکہ اس میں کوشش کرے۔ پس انسان کی حالت و کیفیت کی جگہ اس کو لایا گیا۔

نحو و قراءت:

کاف محلاً مرفوع ہے تقدیر عبارت یہ ہے۔ ذّٰب هُوَ لَاءِ الْکُفْرَةِ فِی تَکْذِیْبِ الْحَقِّ کدّٰب من قبلہم من آل فرعون و غیرہم کہ ان کفار کا طرز عمل حق کو جھٹلانے میں آل فرعون و غیرہ کی طرح ہے۔

یا یہ کاف محلاً منصوب ہے عامل لن تغنی ہے۔ یعنی لن تغنی عنہم مثل مالہم تغن عن اولئک ان کو بھی کوئی چیز کام نہ آئے گی۔ جیسے ان کو کام نہ آئی۔

قراءت: کدّٰب یہ ابو عمرو کے ہاں بلا ہمزہ پورے قرآن میں پڑھا جائے گا۔

سوال مقدر کا جواب:

کَذَّبُوا بِآیٰتِنَا (انہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا) یہ دابہم کی تفسیر ہے یا جوان کا انجام ہونے والا ہے اس کی تفسیر ہے۔ اس صورت میں یہ ایک سوال مقدر کا جواب بنے گا جوان کے حالات کے متعلق پیدا ہوتا ہے کہ انکی حالت کس طور پر ان جیسی ہے اس حال میں کہ انہوں نے جھٹلایا ہماری آیات کو، فَآخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوبِهِمْ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو گناہوں کی پاداش میں پکڑ لیا) یعنی پکڑ کا سبب گناہ تھے، عرب کہتے ہیں اخذتہ بكذا یعنی میں نے اس پر اس کو مزا دی، بدلہ دیا۔ وَاللّٰهُ شَدِیْدُ الْعِقَابِ: اللہ تعالیٰ سخت بدلہ والے ہیں) یعنی اس کا بدلہ بڑا سخت ہے۔ یہ اضافت اضافت محضہ نہیں ہے۔

۱۲. قُلْ لِلَّذِیْنَ كَفَرُوا سِتْغَلْبُونَ وَتُحْشَرُونَ اِلَىٰ جَهَنَّمَ وَبِئْسَ الْمِهَادُ۔ (آپ کفار کو کہہ دیں)

کفار سے مراد یہاں مشرکین مکہ ہیں۔ سَتَغْلِبُوْنَ (عنقریب تم مغلوب ہو گے) یعنی بدر کے دن۔ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰی جَهَنَّمَ (اور تم کو جہنم کی طرف جمع کیا جائے گا) یعنی گہرے کنوئیں سے جہنم کی طرف اکٹھا کریں گے۔
قراءت: حمزہ و علی نے تُحْشَرُوْنَ کو یاء سے یُحْشَرُوْنَ پڑھا ہے۔

اس طرح ستغلبون کو سیغلبون۔ وَبَشَسَ الْمِهَادُ (اور وہ بدترین ٹھکانہ ہے) مہاد مستقر کو کہتے ہیں اور وہ جہنم ہے۔
۱۳: قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰیَةٌ فِی فِئْتَنِیْنِ التَّقَاتِ فِئَةً تُقَاتِلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰی كَافِرَةٌ یَّرَوْنَهُمْ مِّثْلِهِمْ رَاٰی الْعِیْنَ وَاللّٰهُ یُوَیِّدُ بِنَصْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ۔ قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰیَةٌ (تمہارے لئے بڑا نمونہ ہے) کُم سے خطاب مشرکین مکہ کو ہے۔ فِی فِئْتَنِیْنِ التَّقَاتِ (ان دو گروہوں میں جو آپس میں ملے) یعنی بدر کے دن (معرکہ آراء ہوئے) فِئَةً تُقَاتِلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ (ایک گروہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتا ہے) اور وہ مؤمن ہیں وَاُخْرٰی (اور دوسرا گروہ) كَافِرَةٌ یَّرَوْنَهُمْ مِّثْلِهِمْ (کافر ہے جو ان کو اپنے سے دو گنا دیکھتا ہے) نمبر ۱۔ یعنی مشرک مسلمانوں کو اپنی تعداد سے دو گنا یعنی دو ہزار دیکھتے ہیں۔
نمبر ۲: مسلمانوں کی تعداد سے دو گنا چھ سو چھپیس یا اٹھائیس، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی تعداد کفار کو دو گنی کر کے دکھائی تاکہ کفار مرعوب ہوں۔ اور مسلمانوں کے ساتھ لڑنے میں بزدل ہو جائیں۔

قراءت: تَرَوْنَهُمْ نافع نے پڑھا۔ مطلب یہ ہوا۔ نمبر ۱۔ اے مشرکین قریش تم مسلمانوں کو اپنے کافر گروپ سے دو مثل دیکھتے تھے۔ نمبر ۲: ان مسلمانوں کی ذاتی تعداد سے دو گنا دیکھتے تھے اور یہ مفہوم سورہ انفال کی اس آیت کے مخالف نہیں وَیَقْلِلْکُمْ فِیْ اَعْیُنِهِمْ (الانفال ۴۴) (وہ تمہیں تھوڑا دکھا رہا تھا ان کفار کی آنکھوں میں) کیونکہ ابتداء میں کفار نے مسلمانوں کی تعداد کو قلیل دیکھا تھی تو جرات مند ہو کر لڑنے لگے۔ جب حملہ آور ہو گئے تو مسلمانوں کی تعداد کو زیادہ دکھایا یہاں تک کہ کفار مغلوب ہو گئے۔ گویا تقلیل و تکثیر دو مختلف حالتوں میں واقع ہوئی۔ اس کی نظیر کہ مختلف حالات پر محمول کیا جائے۔ یہ آیت ہے۔ فِیَوْمَیْذٍ لَا یُسْئَلُ عَنْ ذُنُوبِہٖ اِنْسٌ وَّلَا جَانٌّ۔ [الرحمن ۳۹] اور دوسری آیت وَقَفُوْهُمْ اِنَّہُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ (الصافات ۲۴) ایک آیت میں سوال کا ہونا اور دوسری میں سوال کا نہ ہونا مذکور ہے۔ اور اس سے الگ الگ حالتیں مراد ہیں)

انکی قلت و کثرت ظاہر کرنا قدرت کو زیادہ ظاہر کرنے والا ہے۔ اور نشان قدرت اس سے زیادہ واضح ہوتا ہے۔
مَحْجُوْرٌ: مثلیہم حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ کیونکہ یہ دیکھنا آنکھوں سے تھا جیسا کہ رَاٰی الْعِیْنَ سے ظاہر ہو رہا ہے۔ رَاٰی الْعِیْنَ کا معنی کھلی آنکھوں سے جسمیں کوئی التباس نہ تھا۔ وَاللّٰهُ یُوَیِّدُ بِنَصْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ (اور اللہ تعالیٰ اپنی نصرت سے جسکی چاہتے ہیں مدد کرتے ہیں) جیسا کہ اہل بدر کی تعداد دشمن کی آنکھوں میں زیادہ کر کے نصرت فرمائی۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ۔ (اس میں) یعنی تکثیر و تقلیل میں لَعِبْرَةٌ لِّاُولِی الْاَبْصَارِ (نصیحت ہے بصیرت والوں کیلئے)

زَيْنَ النَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ

خوش نما بنا دی گئی ہے لوگوں کے لیے خواہشوں کی محبت یعنی عورتیں اور بیٹے اور بڑے بھاری مال

مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذَلِكَ مَتَاعُ

سونے کے اور چاندی کے اور نشان لگائے ہوئے گھوڑے اور مویشی اور کھیتیاں یہ دنیا والی زندگی

الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الْمَاٰبِ ۝۱۴

اور اللہ کے پاس ہے اچھا ٹھکانہ:

کافائدہ اٹھانا ہے

۱۴: زَيْنَ النَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذَلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الْمَاٰبِ۔ زَيْنَ النَّاسِ (لوگوں کیلئے مزین کر دیا گیا) جمہور کے نزدیک مزین کرنے والے اللہ تعالیٰ ہیں جیسا کہ اس ارشاد میں اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِينَةً لِّهَا لِنَبْلُوهُمْ (الکہف۔ ۷) (بیشک ہم نے زمین کیلئے جو کچھ اس پر ہے اس کو زینت بنایا تاکہ ہم ان کو آزمائیں) مجاہد کی قراءت اس کی دلیل ہے۔ زَيْنَ النَّاسِ میں فعل معروف کے ساتھ مذکور ہے۔ حضرت حسن ؓ سے فاعل الشیطان بھی مذکور ہے۔

ذریعہ شہوات کو شہوات کہا:

حُبُّ الشَّهَوَاتِ (خواہشات کی محبت) شہوت، کسی چیز کی طرف نفس کی شدید خواہش نمبر ۱۔ وہ اعیان جو ذریعہ شہوات ہیں ان کو مبالغہ خود شہوات کہہ دیا۔ نمبر ۲۔ ان اسباب کو شہوات کہہ کر انکی حقارت و خست کی طرف اشارہ کیا کیونکہ شہوت حکماء کی نگاہ میں رذالت ہے اور اس کا پیرو کار قابل مذمت ہے اور اپنے نفس پر بھیمت کی گواہی دینے والا ہے۔ اور مشاہدہ کرنے والا ہے۔ مِنَ النِّسَاءِ (عورتوں سے) اس میں لونڈیاں بھی داخل ہیں۔ وَالْبَنِينَ (اور بیٹوں سے) یہ ابن کی جمع ہے۔ اس مقام کے علاوہ یہ مذکور مؤنث ہر دو کیلئے استعمال ہوتا ہے۔

یہاں صرف بیٹے مراد ہیں۔ کیونکہ طبیعت میں انکی طلب زیادہ ہوتی ہے اور عموماً دفاع بھی ماں باپ کی طرف سے یہی کرتے ہیں۔

وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ (اور جمع شدہ خزانے) یا مدفون خزانے۔ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ: (سونے چاندی سے)

لطیف نکتہ:

سونے کو ذہب اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ خرچ کرنے سے جلد زائل ہو جاتا ہے۔ اور فضہ کو فضہ کہنے کی وجہ یہ ہے۔ وہ خرچ سے متفرق و منتشر ہو جاتی ہے۔

لفض: تفریق کو کہا جاتا ہے۔ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ (اور نشاندار گھوڑے)۔

قُلْ أُوْنِبْتُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ۖ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّٰتٌ تَجْرٰى مِنْ

آپ فرمادیجئے کیا میں تم کو اس سے بہتر بتا دوں؟ جن لوگوں نے تقویٰ اختیار کیا ان کے لئے ان کے رب کے پاس باغ ہیں جن کے نیچے نہریں

تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَنْرَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ

جاری ہیں ان میں ہمیشہ رہیں گے، اور بیویاں ہیں پاکیزہ، اور رضا مندی ہے اللہ کی طرف سے،

وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِالْعِبَادِ ۝۱۵ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اِنَّا اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا

اور اللہ بندوں کو دیکھنے والا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب بلاشبہ ہم ایمان لائے لہذا بخش دے

ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝۱۶ الصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ

ہمارے گناہوں کو اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا دے یہ لوگ صبر کرنے والے ہیں، اور سچے ہیں، اور حکم ماننے والے ہیں،

وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ۝۱۷

اور خریج کرنے والے ہیں، اور راتوں کے پچھلے حصوں میں مغفرت طلب کرنے والے ہیں۔

نکتہ: خیل کو خیل کہنے کی وجہ کیونکہ وہ ناز و انداز سے چلتے ہیں۔ مَومہ کا معنی نشان زدہ۔ السومہ علامت کو کہتے ہیں۔ یا چرنے والے یہ اسام الدابة و سَومہا سے ماخوذ ہوگا۔ وَالْاَنْعَامِ (اور چوپائے) اس سے مراد وہ آٹھ قسمیں ہیں (جن کا تذکرہ سورہ انعام میں ہے) وَالْحَرْثِ (اور کھیتی) ذٰلِكَ (یہ) مراد مذکورہ اشیاء۔ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (دنیا کی زندگی کا سامان ہے) جن سے دنیا میں انسان نفع اٹھاتا ہے۔ وَاللّٰهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الْمَاٰبِ۔ (اور اللہ تعالیٰ ہی کے ہاں اچھا ٹھکانہ ہے) مآب لوٹنے کی جگہ کو کہتے ہیں۔

۱۵: قُلْ أُوْنِبْتُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّٰتٌ تَجْرٰى مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَنْرَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِالْعِبَادِ۔ پھر ان کو دنیا میں زہد کا حکم دیا اور فرمایا کہ میں تمہیں اس سے بہتر کی اطلاع و خبر نہ دوں۔ قُلْ أُوْنِبْتُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ، (آپ فرمادیں کیا میں تم کو ایسی چیز بتا دوں جو بہتر ہے ان تمام چیزوں سے) ان تمام سے بہتر جو مذکور ہوئیں۔ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّٰتٌ۔ (متقین کیلئے ان کے رب کے ہاں باغات ہیں)

نحوہ: یہ جملہ مستانفہ ہے۔ اس میں اس بات کی طرف دلالت ہے کہ یہ چیز مذکورہ چیزوں سے بہت بہتر ہے۔ جَنَّٰتٌ مبتدا اور لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا اس کی خبر ہے۔ تَجْرٰى مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ (جن کے نیچے نہریں جاری ہیں) یہ جَنَّٰتٌ کی صفت ہے۔ اور للذین کالام خیر کا متعلق بھی بن سکتا ہے۔

وجہ تخصیص:

متقین کو جنت کے ساتھ خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ جنات سے فائدہ حاصل کرنے والے ہیں۔
نَحْوُ: جنات کو مرفوع بھی پڑھ سکتے ہیں۔ مبتداء ہو محذوف ہے۔ جنہوں نے جنات کو کسرہ سے پڑھا۔ وہ اس کا مؤید ہے۔ کیونکہ اس صورت میں خیر سے بدل ہے۔ خَلِيدَيْنَ فِيْهَا وَ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ (وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ان میں پاکیزہ بیویاں ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا مندی) رضوان کا معنی رضائے الہی ہے۔ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِالْعِبَادِ (اور اللہ اپنے بندوں کو دیکھنے والے ہیں) ان کے اعمال سے واقف ہیں۔ پس انہیں بدلہ عنایت فرمائیں گے۔ یا متقین کو اللہ تعالیٰ دیکھنے والے اور ان کے احوال سے واقف ہیں۔ اسی لئے ان کے لئے باغات تیار کیے۔

۱۶: اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اِنَّا اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ قِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ: (وہ لوگ جو کہتے ہیں)
نَحْوُ: یہ امدح فعل کی وجہ سے منصوب ہے یا محذوف مبتداء کی خبر ہونے کی بناء پر مرفوع ہے یا متقین کی صفت ہونے کی وجہ سے مجرور ہے۔ عباد کی صفت ہونے کی وجہ سے مجرور ہے۔ رَبَّنَا اِنَّا اٰمَنَّا (اے ہمارے رب ہم ایمان لائے) تیری دعوت کو قبول کرتے ہوئے۔ فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا (تو ہمارے گناہ ہمیں بخش دے) اپنے وعدے کو پورا کرتے ہوئے۔ وَ قِنَا عَذَابَ النَّارِ (اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا) اپنے فضل و کرم سے

صفات صالحین:

۱۷: الصّٰبِرِيْنَ وَ الصّٰدِقِيْنَ وَ الْقٰنِتِيْنَ وَ الْمُتَّقِيْنَ وَ الْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ۔ الصّٰبِرِيْنَ (وہ صبر کرنے والے ہیں۔ طاعات پر اور مصائب پر

نَحْوُ: یہ بھی امدح فعل کا مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

وَالصّٰدِقِيْنَ (وہ سچ بولنے والے) حق بات کہہ کر زبانی سچ اور احکام پر عمل کر کے فعلی سچ اور پختہ ارادہ پورا کر کے نیت سے سچائی اختیار کرنے والے ہیں۔ وَالْقٰنِتِيْنَ (اور عاجزی کرنے والے ہیں) دعوت دینے والے ہوں یا اطاعت اختیار کرنے والے ہوں وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ (اور وہ خرچ کرنے والے ہیں) وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ (اور سحری کے وقت استغفار کرنے والے ہیں) یعنی نماز پڑھنے والے یا مغفرت طلب کرنے والے۔

تخصیص سحری کی وجہ:

سحری کے وقت کو خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ قبولیت دعا کا وقت ہے اور خلوت کا وقت بھی ہے۔ حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو فرمایا۔ اے بیٹے! مر غاتم سے زیادہ عقل مند ثابت نہ ہو کیونکہ وہ تو سحری کے وقت اذان دے اور تو سویا رہے۔

شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ ۚ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ

اللہ نے گواہی دی کہ بلاشبہ کوئی معبود نہیں اس کے سوا، اور فرشتوں نے اور اہل علم نے، وہ انصاف کے ساتھ قائم ہے۔ کوئی معبود نہیں مگر وہی،

الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝۱۸ إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ ۚ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِينَ أُوتُوا

وہ غلبہ والا ہے حکمت والا ہے، بے شک دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے اور نہیں اختلاف کیا ان لوگوں نے جن کو

الْكِتَابَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۚ وَمَنْ يَكْفُرْ بِآيَاتِ اللَّهِ

کتاب دی گئی مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس علم آ گیا محض آپس میں ضد ضدی کی وجہ سے، اور جو شخص اللہ کی آیات

فَإِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝۱۹ فَإِنْ حَاجُّوكَ فَقُلْ أَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلَّهِ وَمَنِ

کا انکار کرے سو اللہ جلد حساب لینے والا ہے، سو اگر وہ آپ سے حجت بازی کریں تو آپ فرما دیجئے کہ میں نے اپنی ذات کو اللہ کی فرمانبرداری میں لگا دیا

اتَّبَعْنِ ۖ وَقُلْ لِلَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَالْأُمِّيِّينَ أَسْلَمْتُمْ فَإِنْ أَسْلَمُوا فَقَدِ

اور ان لوگوں نے بھی جنہوں نے میرا اتباع کیا اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی آپ ان سے اور ان پرہوں سے کہہ دیجئے کیا تم اللہ کے فرمانبردار ہوئے؟ پس اگر وہ

اهْتَدَوْا ۚ وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلْغُ ۚ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ ۝۲۰

فرمانبردار ہو جائیں تو انہوں نے ہدایت پالی، اور اگر وہ روگردانی کریں تو آپ کے ذمہ بس پہنچا دینا ہے۔ اور اللہ بندوں کو دیکھنے والا ہے۔

فَإِنْ تَوَلَّوْا: نمبر ۱۸ بار بار صفات کے درمیان واؤ کو لا کر بتلادیا کہ وہ ہر صفت میں کامل ہیں۔ نمبر ۲۔ ہر صفت تعریف میں اپنے مقام پر مستقل حیثیت رکھتی ہے۔

سب سے بڑی شہادت:

۱۸: شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ، وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ۔ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ۔

شَهِدَ اللَّهُ (اللہ گواہ ہے) یعنی اللہ تعالیٰ نے حکم دیا یا فرمایا اَنَّهُ (اس کا) لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ، وَالْمَلَائِكَةُ (اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتے بھی گواہی دیتے ہیں) اس وجہ سے کہ انہوں نے اس کی عظیم قدرت کو آنکھوں سے دیکھا۔ وَأُولُو الْعِلْمِ (اور علم والے) یعنی انبیاء علیہم السلام اور علماء گواہی دیتے ہیں کہ قَائِمًا بِالْقِسْطِ (وہ اعتدال کے ساتھ انتظام رکھنے والے ہیں) وہ رزق اجل ثواب و عقاب کی تقسیم میں انصاف کرنے والے ہیں اور جو اس نے اپنے بندوں کو ایک دوسرے کے معاملے میں انصاف کا حکم دے رکھا ہے اور یا ہمیں برابری کا فرما دیا ہے۔

نحوی تحقیق:

نمبر ۱۔ اللہ کے لفظ سے حال ہے یعنی انصاف کے ساتھ تمام مخلوق کا انتظام و انصرام کرنے کی حالت میں وہ شاہد ہے عدل کے ساتھ

نمبر ۲: ہو ضمیر سے حال ہے اس کو مفرد لانا حال کے نصب کی وجہ سے جائز ہے البتہ اس کے دونوں معطوفوں کو مفرد لانا صحیح نہیں۔ اگر تم کہو جاء زید و عمرو را کہا: یہ کہنا درست نہیں کیونکہ التباس کا خطرہ نہیں البتہ اس طرح کہنا جاء فی زید و ہند را کہا تو یہ درست ہے کیونکہ تمیز مذکر لائی گئی ہے اور مؤنث مذکر کے تابع ہے۔

نمبر ۳: فعل مدح محذوف ہے اس کا یہ مفعول ہے۔ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ (اس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر وہی) کو دوبارہ تاکید مزید کے لیے لایا گیا (دلائل کے بعد توحید کی طرف مزید توجہ کے لئے لائے) الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ: (وہ زبردست حکمت والا ہے) وہ اپنی حکومت میں غالب اور صنعت میں حکیم ہے۔

نحوی تحقیق:

یہ جملہ مستانفہ ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے یعنی هو العزيز الحكيم یہ هو کی صفت نہیں کیونکہ ضمیر نہ صفت بنتی ہے نہ موصوف۔ پس معنی یہ ہوگا کہ وہ ایسا زبردست کہ مغلوب نہیں ہو سکتا۔ اور ایسا حکیم کہ حق سے ادھر ادھر نہیں ہٹتا۔

۱۹: إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ، وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ وَمَنْ يَكْفُرْ بِاللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ۔ إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ۔ (بے شک دین اللہ کے ہاں اسلام ہی ہے) یہ جملہ مستانفہ ہے (یہ جمہور کی قراءت کے مطابق ہے)

قراءت: کسائی نے اَنَّ الدِّينَ پڑھا۔ اس صورت میں اَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ سے بدل ہے یعنی شہد اللہ اَنَّ الدِّينَ الْاِیۡۃ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دین اللہ تعالیٰ کے ہاں اسلام ہے۔

آیت کی فضیلت:

پیشی نے مجمع الزوائد جلد نمبر ۶۔ اور طبرانی نے ضعیف سند سے رسول اکرم ﷺ سے روایت کی ہے کہ جس نے اس آیت کو سوتے وقت پڑھا۔ اللہ تعالیٰ اس کے لیے ستر ہزار مخلوق پیدا کر دیتے ہیں۔ جو اس کے لیے قیامت تک استغفار کرتے رہیں گے۔ اور جس نے اس آیت کو پڑھنے کے بعد یہ کہہ لیا میں بھی وہی شہادت دیتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے دی ہے اور اس شہادت کو اللہ تعالیٰ کے پاس بطور امانت رکھتا ہوں۔ یہ اسلام کی شہادت اللہ تعالیٰ کے پاس میری امانت ہے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ میرے پاس میرے بندے کا عہد ہے اور میں سب سے زیادہ عہد کو پورا کرنے والا ہوں لہذا میرے بندے کو جنت میں داخل کر دو۔ (بغوی فی الدرر جلد نمبر ۲)

وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ (نہیں اختلاف کیا ان لوگوں نے جن کو کتاب دی گئی) اُوْتُوا الْكِتَابَ سے مراد یہود و

نصاری ہیں۔ ان کا اختلاف یہ تھا کہ انہوں نے اسلام کو چھوڑ دیا یعنی توحید کو چھوڑ کر نصاریٰ نے تثلیث اور یہود نے انبیت عزیر کا عقیدہ بنا لیا۔

اصل سبب اختلاف:

إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ (مگر ان کو علم ہو جانے کے بعد) کہ یہ اسلام ایسا حق ہے جس سے مفر نہیں بغیاً بَيْنَهُمْ (اپنے مابین عناد و حسد کی وجہ سے) یعنی

نمبر ۱: اس اختلاف کی وجہ اپنے مابین حسد کے سوا اور کچھ نہیں تھی۔ اور دنیاوی اغراض اور عہدوں کی طلب وجہ اختلاف بنی اور لوگوں کی ایک جماعت کو اپنا پیر بنانا اس کا سبب تھا۔ اسلام میں کسی قسم کا اشتباہ اس اختلاف کا بنی نہیں تھا۔

نمبر ۲: اختلاف سے مراد نبوت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام تھی کیونکہ کچھ لوگوں نے ان میں سے آپ ﷺ کو مان لیا جبکہ دوسرے منکر ہو گئے۔

نمبر ۳: اوتوا الکتب سے مراد خاص یعنی نصرانی ہیں اور اختلاف سے مراد پھر عیسیٰ علیہ السلام کے سلسلہ میں اختلاف کرنا ہے۔ کہ ان کو یہ معلوم تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ (مگر انہوں نے ان کو خدا تعالیٰ کا بیٹا قرار دیا)

وَمَنْ يَكْفُرْ بِآيَاتِ اللَّهِ (جو اللہ کی آیات کا انکار کریگا) آیات سے مراد دلائل و براہین ہیں۔ فَإِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ (بے شک اللہ جلد بدلہ چکانے والے ہیں)

مجادلین خاص و عام:

۲۰: فَإِنْ حَاجُّوكَ فَقُلْ أَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلَّهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ وَقُلْ لِلَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَالْأُمِّيِّينَ أَسْلَمْتُمْ - فَإِنْ أَسْلَمُوا فَقَدِ اهْتَدَوْا - وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلْغُ، وَاللَّهُ بِصِيرِ الْعِبَادِ - فَإِنْ حَاجُّوكَ (پس اگر وہ آپ سے اس بارے میں مجادلہ کریں) کہ اللہ تعالیٰ کا دین تو اسلام ہی ہے۔ مجادلہ کرنے والوں سے مراد جمہور کے نزدیک وفد بنی نجران ہے۔ فَقُلْ أَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلَّهِ (تو آپ ان سے کہہ دیں میں نے اپنے نفس اور تمام اعضاء کو اللہ وحدہ کے سپرد کر دیا ہے) اور میں نے اس کی عبادت میں کسی کو شریک قرار نہیں دیا۔ اور نہ ہی اس کے ساتھ کسی کو حاجات میں پکارتا ہوں۔ یعنی میرا دین تو دین توحید ہے اور یہی وہ مضبوط دین ہے جسکی صحت تمہارے ہاں بھی ثابت ہے۔ جیسا کہ میرے ہاں ثابت ہے میں کوئی انوکھی چیز تو نہیں لایا۔ کہ جس کی مخالفت پر تم اترے ہوئے ہو۔ اور اس کی مثل یہ آیت ہے۔

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ إِلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ - (آل عمران ۶۴)

اس میں انکی حجت بازی کا جواب ہے کہ جس پر میں اور ایمان والے قائم ہیں وہ ایسا یقین ہے جس میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں۔ پھر ان کا اس کے متعلق جھگڑا بالکل بے جا ہے۔

قراءت: مدنی، شامی، حفص، اُشی، برجمی رحمہم اللہ نے وجہی پڑھا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيْنَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَيَقْتُلُونَ

بے شک جو لوگ اللہ کی آیات کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور ناحق نبیوں کو قتل کرتے رہے ہیں اور ان لوگوں کو قتل

الَّذِينَ يَأْمُرُونَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ لَفَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝۲۱ أُولَٰئِكَ

کرتے ہیں جو انصاف کا حکم دیتے ہیں سو ان کو آپ دردناک عذاب کی خوش خبری سنا دیجئے، یہ وہ لوگ

الَّذِينَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَالُهُمْ مِّنْ نَّصِرِينَ ۝۲۲

ہیں جن کے اعمال دنیا و آخرت میں ضائع ہو گئے اور ان کی کوئی مدد کرنے والا نہ ہوگا۔

وَمِنَ اتَّبَعِ (اور جو میرے پیروکار تھے انہوں نے بھی) اسلمت کی تاء پر اس کا عطف ہے یعنی میں نے اور میرے پیروکاروں نے اپنی ہستی کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا و او فاصلہ کے لیے لائی گئی ہے اور اگر و او کو مع کے معنی میں مان لیں تو یہ مفعول معہ بن جائیگا۔ ومن تبعنی یہ دونوں حالتوں میں آتا ہے۔ سہل و یعقوب نے وصل میں ابو عمرو کی موافقت کی ہے۔ وَقُلْ لِلَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ (ان لوگوں کو جنہیں کتاب دی گئی، کہہ دیں) مراد یہود و نصاریٰ ہیں۔ وَالْأَقْبِينَ (اور ان پڑھوں کو) یعنی جن کے پاس کوئی کتاب نہیں، جیسے مشرکین عرب۔

استفہام تو بخنی:

ءَ اسْلَمْتُمْ (کیا تم بھی اسلام لاتے ہو) کوئی کے نزدیک دونوں ہمزوں کے ساتھ ہے

نمبر ۱: اسلام کے دلائل واضح ہو چکے کیا اب تم اسلام کو قبول کرتے ہو یا اس کے بعد بھی کفر پر قائم رہتے ہو۔

نمبر ۲: یہ بظاہر تو صیغہ استفہام کا ہے مگر معنی امر کا ہے کہ تم اسلام لاؤ۔ پس یہ کلام فہل انتم منتھون (سورۃ المائدہ آیت نمبر ۹۱) کی طرح بن گیا۔ ای انتھو اگویا استفہام تو بخنی ہے۔

فَإِنْ اسْلَمُوا فَقَدْ اهْتَدَوْا (پس اگر وہ اسلام لائیں تو وہ ہدایت پا گئے) یعنی انہوں نے ہدایت کو پایا اس لیے کہ وہ گمراہی سے ہدایت کی طرف نکل آئے۔ وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلْغُ (اور اگر وہ اسلام سے روگردانی اختیار کریں پس تمہارے ذمہ پہنچا دینا ہے) یعنی وہ تمہیں کچھ نقصان نہیں دے سکتے۔ اس لیے کہ آپ خبردار کرنے والے رسول ہیں۔ آپ کے ذمہ پیغام کو پہنچانا اور ہدایت کے راستے سے متنبہ کرنا ہے۔ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ (اللہ تعالیٰ تمام بندوں کو خوب دیکھتا ہے) پس مؤمن و کافر میں سے ہر ایک کو اس کے کئے کا بدلہ دے گا۔

۲۱: إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيْنَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَيَقْتُلُونَ الَّذِينَ يَأْمُرُونَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ لَفَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ۔ إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ (بے شک جو لوگ کفر کرتے ہیں) سے مراد اہل کتاب ہیں۔ جو اپنے آباء و اجداد کے فعل قتل انبیاء پر راضی تھے۔ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيْنَ (اللہ کی آیات کے ساتھ اور انبیاء کو قتل کرتے) بِغَيْرِ حَقٍّ (ناجائز) یہ يَقْتُلُونَ کا حال مؤکد ہے کیونکہ کسی بھی نبی برحق کا قتل تو بہر حال ناحق ہی ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُدْعَوْنَ اِلَى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ

اے مخاطب کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب کا ایک حصہ دیا گیا۔ انہیں اللہ کی کتاب کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ ان کے درمیان

بَيْنَهُمْ ثَمَرٌ يَّتَوَلٰى فَرِيقٌ مِّنْهُمْ وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۳﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَنْ تَمْسَنَا

فیصلہ کرے پھر ان میں سے ایک فریق اعراض کرتے ہوئے منہ پھیر لیتا ہے۔ یہ اس لئے کہ انہوں نے کہا کہ ہرگز

النَّارُ اِلَّا اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ مَّوْعَرَّهٌۢمۡ فِیْ دِيْنِهِمْ مَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۴﴾ فَكَيْفَ اِذَا

ہمیں آگ نہ چھوئے گی مگر چند گنے چنے دنوں میں، اور ان کو دھوکے میں ڈال دیا ان کے دین کے بارے میں اس چیز نے جس کو وہ افترا کرتے تھے،

جَمَعَهُمْ لِيَوْمٍ لَا رَيْبَ فِیْهِ تَوُفِّیْتُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۵﴾

پس کیا حال ہوگا جب ہم ان کو جمع کریں گے اس دن جس میں کوئی شک نہیں، اور ہر جان کو اس عمل کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا جو اس نے کیا۔ اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔

(ان کے معاملے کی شاعت بیان کر دی کہ خود بھی ناحق سمجھنے کے باوجود قتل کا ارتکاب کرتے تھے ورنہ وہ اپنے ہاں قتل کی کوئی وجہ جواز نہ رکھتے تھے)۔

قتل انبیاء و زہاد:

وَيَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ يَأْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ (وہ ان لوگوں کو جو لوگوں کو انصاف کا حکم دیتے ہیں قتل کرتے ہیں) الْقِسْطِ کا معنی عدل ہے۔
قرأت: ہمزہ نے یقاتلون پڑھا ہے۔ مِنَ النَّاسِ (لوگوں میں سے) یعنی انبیاء علیہم السلام کے علاوہ۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بنی اسرائیل نے ۴۳ انبیاء کو ایک ساعت میں دن کے ابتدائی حصہ میں قتل کیا۔ پھر بنی اسرائیل کے زہاد کی ایک جماعت جنگی تعداد ایک سو بارہ (۱۱۲) تھی۔ انہوں نے ان قاتلین کو امر بالمعروف کیا اور ممنوعات سے روکا اور معروف کا حکم دیا چنانچہ اسی دن کے آخر میں ان تمام کو قتل کر دیا گیا۔ (ابن جریر جلد نمبر ۲)

فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ (پس ان کو دردناک عذاب کی خوشخبری دے دو) یہ ان کی خبر ہے اور اس پر فاء اس لیے لائے کیونکہ ان کا اسم جزاء کے معنی کو متضمن ہے۔ (جس سے اس کو شرط سے مشابہت پیدا ہوگئی) گویا اس طرح کہا گیا الذین یکفرون فبشرهم معنی اس طرح ہوگا۔ جو کفر کرے گا تم ان کو خوش خبری دے دو۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان ابتداء کے معنی کو تبدیل نہیں کرتا۔ اور وہ تحقیق کا فائدہ دیتا ہے گویا اس کا داخل ہونا اور نہ ہونا برابر ہے۔ اگر اس کی جگہ لیت اور لعل ہوتے تو فاء سے انکی خبر نہ لائی جاسکتی کیونکہ وہ جملہ خبریہ کو انشاء کی طرف منتقل کر دیتے ہیں۔ جس سے شرط کی مشابہت فوت ہو جاتی ہے۔

۲۲: اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِی الدُّنْيَا وَالْآٰخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نَّصْرِیْنَ۔ (یہ وہی لوگ ہیں جن کے اعمال ضائع ہو گئے۔ دنیا اور آخرت میں) پس دنیا میں تو لعنت و رسوائی انکا مقدر ہے۔ اور آخرت میں عذاب ہے۔ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نَّصْرِیْنَ (اور ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا)۔ جو بربادی اعمال اور گرفتاری عذاب سے بچا سکے نصیرین کو آیات کے وقوف کی رعایت سے جمع لائے ورنہ واحد نکرہ نفی کے عموم کو ظاہر کرتا ہے۔

۲۳- اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُدْعَوْنَ اِلَى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ - ثُمَّ يَتَوَلٰى فَرِيقٌ مِّنْهُمْ وَهُمْ

مُعْرُضُونَ۔ (کیا نہیں دیکھے آپ نے ایسے لوگ جو دیئے گئے کتاب کا ایک حصہ وہ بلائے جاتے ہیں اللہ کی کتاب کی طرف تاکہ وہ فیصلہ کرے ان کے درمیان پھر ایک جماعت ان میں سے منہ موڑنے والی ہے)۔ الَّذِیْنَ اُوْتُوْا سے مراد احبار یہود ہیں جنہوں نے تورات کا وافر حصہ پایا تھا مین تبعیض کے لیے یا بیان کیلئے ہے یُدْعَوْنَ یہ الذین سے حال واقع ہے کتاب اللہ سے مراد تورات یا قرآن مجید ہے۔

کتاب یا نبی فیصلہ کرے:

لیحکم بینہم تاکہ وہ کتاب ان کے درمیان فیصلہ کرے۔ کتاب کو حاکم سبب حکم کی وجہ سے کہا گیا۔ (گویا حکم کی نسبت اسکی طرف مجازی ہے) یا وہ نبی انکے درمیان فیصلہ کرے۔ روایت میں ہے کہ نبی اکرمؐ انکے مدرسہ میں تشریف لے گئے اور انکو اسلام کی طرف بلایا تو آپ کو نعیم بن عمرو اور حارث بن زید نے کہا تو کس دین پر ہے؟ نبی اکرمؐ نے فرمایا ملت ابراہیمؑ پر دونوں کہنے لگے ابراہیمؑ تو یہودی تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اَو تورات سے اس بات کا فیصلہ کر لیں۔ تو دونوں نے انکار کر دیا۔ (ابن جریر جلد نمبر ۲) ثُمَّ يَتَوَلَّى فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ (پھر ایک جماعت ان میں سے منہ موڑنے والی ہے) اس جگہ ثُمَّ استبعاد کے لیے لا کر بتلایا گیا کہ (سزائے رجم سے منہ موڑنا بہت بعید ہے) مگر وہ ہمیشہ اعراض کو اپنا مذہب بنائے رہیں گے۔

تفسیر آیت ۲۲:

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَنْ تَمْسَنَا النَّارُ اِلَّا اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ۔ وَعَرَّهٖمْ فِیْ دِیْنِهِمْ مَّا كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ۔ یہ (اعراض) اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے کہا ہمیں ہرگز جہنم کی آگ سوائے چند دنوں کے نہ چھوئے گی اور ان کو دھوکے میں انکی افتراء پر دازیوں نے ڈالا ہے) ذٰلِكَ کا مشار الیہ روگردانی اور اعراض ہے جس کا سبب انکا عذاب کے معاملے کو معمولی قرار دینا اور چند دنوں میں جہنم سے فراغت کا گمان ہے وہ قلیل مدت چالیس دن یا سات دن ہیں۔

مَحْمُودٌ: ذٰلِكَ مبتداء بانہم اس کی خبر ہے۔ وَعَرَّهٖمْ فِیْ دِیْنِهِمْ مَّا كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ یعنی ان کو ان کے افتراء علی اللہ نے دھوکہ میں ڈال دیا اور وہ افتراء یہ ہے کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں وہ ہمیں ہمارے گناہوں کی وجہ سے معمولی مدت سزا دے گا۔

۲۵: فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لَیْوْمٍ لَا رَیْبَ فِیْهِ وَوُفِّیْتُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ۔ (پس انکا کیا حال ہوگا جب ہم ان کو ایک یقینی دن میں جمع کریں گے۔ اور ہر شخص کو اس کے کیے کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور کسی کی حق تلفی نہ کی جائے گی) فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لَیْوْمٍ لَا رَیْبَ فِیْهِ۔ (اس وقت میں ان کا کیا حال ہوگا جس دن کی آمد میں کوئی شبہ نہیں) وَوُفِّیْتُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ جزائے اعمال مراد ہے وَهُمْ یہ جمع کی ضمیر كُلُّ کے معنی کی طرف لوٹتی ہے کیونکہ وہ کل الناس یعنی جمع کے معنی میں ہے۔ لَا یُظْلَمُوْنَ یعنی کسی انسان کی نہ نیکی میں کمی ہوگی اور نہ برائیوں میں اضافہ۔

قُلِ اللَّهُمَّ مَلِكُ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ ز

آپ یوں کہئے کہ اے اللہ جو ملک کا مالک ہے تو ملک دیتا ہے جس کو چاہے اور ملک چھین لیتا ہے جس سے چاہے

وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ ط بِيدِكَ الْخَيْرُ ط إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ

اور تو عزت دیتا ہے جس کو چاہے اور ذلت دیتا ہے جس کو چاہے، تیرے ہی ہاتھ میں سب بھلائی ہے، بے شک تو ہر چیز پر

قَدِيرٌ ۝ تُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ ز وَتُخْرِجُ الْحَيَّ

قادر ہے، تو داخل کرتا ہے رات کو دن میں اور داخل کرتا ہے دن کو رات میں، اور تو نکالتا ہے

مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ ز وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ ۲۷

زندہ کو مردہ سے اور نکالتا ہے مردہ کو زندہ سے اور تو جس کو چاہے بے حساب رزق دیتا ہے۔

۲۶: قُلِ اللَّهُمَّ مَلِكُ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ، بِيدِكَ الْخَيْرُ، إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ (آپ کہہ دیں کہ اے اللہ جو تمام ملک کا مالک ہے تو جس کو چاہے بادشاہ بنادے اور جس سے چاہے بادشاہت چھین لے اور تو جس کو چاہے عزت دے اور جس کو چاہے ذلت دے۔ ساری بھلائی تیرے ہی (مبارک) ہاتھ میں ہے بے شک تو سب کچھ کر سکتا ہے)۔

اسم جلالی کی خصوصیت:

قُلِ اللَّهُمَّ۔ اللہم اصل میں یا اللہ ہے حرف نداء کو حذف کر کے میم بدلے میں لائے اور میم اور یاء دونوں نہیں لائے کیونکہ اصل و عوض جمع نہیں ہو سکتے۔ یہ اسم جلالہ کی ایک خصوصیت ہے۔

نمبر ۲: دوسری خصوصیت لام تعریف کے ساتھ حرف نداء کا آنا ہے۔

نمبر ۳: تیسری خصوصیت اس کا ہمزہ قطعی ہے۔

نمبر ۴: چوتھی خصوصیت یہ تفعیل کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔

نمبر ۵: پانچویں خصوصیت اس پر تاء قسمیہ آتی ہے۔ تَاللّٰہ

مَلِكُ الْمُلْكِ تو جنس ملک کا مالک ہے پس تو اس میں اس طرح تصرف کرتا ہے جس طرح بادشاہ اپنی مملوکہ چیزوں میں۔

نحو: یہ دوسرا منادی ہے یا مملک المملک

یہود کے تعجب کا جواب:

تَوْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ (تو ملک میں سے جس کو جتنا تو نے اس کے لیے طے کیا ہے، دیتا ہے) وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ (یعنی تو جس سے چاہے چھین لیتا ہے) پہلا لفظ ملک عام ہے اور دوسرا اور تیسرا اکل میں سے خاص ہیں روایت میں وارد ہے کہ جب مکہ فتح ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت سے فارس و روم کی سلطنتوں کا وعدہ فرمایا اس پر یہود و منافقین نے کہا بہت بعید بات ہے۔ کہاں محمد (ﷺ) اور کہاں مملکت فارس و روم۔ وہ تو بڑے غلبہ اور لاؤ لشکر والے ہیں۔ اس پر یہ آیت اتری، (اسباب النزول للواحدی)

وَتُعْزُّ مَنْ تَشَاءُ۔ (جس کو چاہتے ہیں بادشاہی سے عزت دیتے ہیں)۔ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ (اور جس کو چاہتے ہیں بادشاہی چھین کر ذلیل کر دیتے ہیں) بِبَيْدِكَ الْخَيْرُ۔ (تیرے ہاتھ میں خیر و شر ہے) یہاں ضدین میں سے ایک کے تذکرے پر اکتفا کیا گیا (جبکہ دوسرا، خود سمجھ آ جاتا ہے) یا دوسری تفسیر یہ ہے کہ خیر کو خصوصیت سے اس لیے ذکر کیا کہ رفتار کلام کا تقاضا یہی تھا۔ کیونکہ ایمان والوں کی طرف خیر کو کھینچ کر لایا جا رہا تھا اور کفار کو یہی بات ایک آنکھ نہ بھاتی تھی۔ پس کہا تیرے ہاتھ میں بھلائیاں ہیں جو تو اپنے دوستوں کو عنایت فرمائے گا۔ باوجود اس کے کہ تیرے دشمن اس کو پسند نہیں کرتے۔ اِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ (تو ہر چیز پر کامل قدرت رکھتا ہے) جبکہ دوسروں کی تھوڑی بہت قدرت بھی تیری ہی قدرت کا مرہون منت ہے۔

لطیف تفسیر:

ایک اور تفسیر یہ ہے کہ ملک سے مراد سلطنت عافیت یا سلطنت قناعت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جنت کے بادشاہ میری امت کے وہ لوگ ہونگے جو ایک یوم کی خوراک پر قناعت کرنے والے ہونگے یا صرف قیام لیل کا اختیار ہے۔ حضرت شبلیؒ فرماتے تھے کائنات کے بنانے والے پر استغناء اختیار کرنا کونین سے بے پروائی اختیار کرنا ملک ہے اور عزت سے معرفت کی عزت یا استغناء با سکون یا قناعت کی عزت مراد ہے۔ اور ذلت سے انکی اضداد مراد ہیں

لَبِط: پھر اپنی عظیم قدرت کو دن اور رات کے تقابل سے بیان کیا۔ اور زندہ اور مردہ کو ایک دوسرے سے نکالنے کا حال بیان کیا۔ اور اس پر بطور عطف بلا حساب رزق کو لائے۔

دلائل قدرت:

۲۷: تُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔ (تورات کو دن اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور زندہ کو مردہ اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے اور جس کو تو چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے)۔ تُولِجُ ایلانج ایک چیز کو دوسری میں داخل کرنے کو کہتے ہیں اور یہاں وہ مجاز ہے مطلب یہ ہے کہ تورات کے اوقات کو کم کر کے دن میں بڑھا دیتا ہے اور دن کے اوقات گھٹا کر رات میں اضافہ کر دیتا ہے۔ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ (زندہ سے مردہ) جیسے حیوان سے نطفہ اور مرغی سے انڈہ یا مؤمن سے کافر۔ (وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَاءُ بِغَيْرِ

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ وَمَنْ يَفْعَلْ

نہ بنائیں مؤمن کافروں کو دوست مسلمانوں کو چھوڑ کر، اور جو شخص یہ کام کرے

ذَلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ إِلَّا أَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاةً وَيُحَذِّرُكُمْ

گا تو اللہ سے دوستی کرنے کے کسی شمار میں نہیں، مگر اس حالت میں کہ دشمنوں سے کچھ بچاؤ کرنا ہو، اور اللہ تم کو اپنے

اللَّهُ نَفْسَهُ ۖ وَالْيَ اللَّهِ الْمَصِيرُ ﴿ ۲۸ ﴾

سے ڈراتا ہے۔ اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

حساب۔) (تو جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے) مخلوق اس رزق کی مقدار و کمیت نہیں جانتی اگرچہ وہ اللہ تعالیٰ کو تو معلوم ہے تاکہ یہ دلالت ہو کہ جو ذات ان عقول کو حیرت زدہ کرنے والے افعال کی قدرت رکھتی ہے پھر وہ اپنے بندوں میں سے جن کو چاہے بغیر حساب کے رزق دیتی ہے وہ ذات اس بات پر قادر ہے کہ عجم سے بادشاہی چھین لے اور ان کو ذلیل کر دے اور عربوں کو دے کر عزت دے دے۔

بعض کتابوں میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اللہ شہنشاہ ہوں۔ اور بادشاہوں کی پیشانیاں اور قلوب میرے قبضہ قدرت میں ہیں اگر بندے میری اطاعت کریں تو میں ان کو لوگوں پر مہربان کر دیتا ہوں اور اگر میرے نافرمان ہو جائیں تو میں ان کو لوگوں پر عذاب بنا دیتا ہوں۔ پس تم بادشاہوں کو گالی دینا مشغلہ نہ بناؤ بلکہ میری بارگاہ میں توبہ کرو، تاکہ میں ان کو تم پر مہربان بنا دوں اور ارشاد نبوی کما تکنونوا یولئی علیکم (قضائی فی مسند الشہاب) کا یہی مطلب ہے۔

قراءت: الحی من المیت و المیت من الحی قرآن مجید میں مدنی و کوئی قراء کے نزدیک شد سے پڑھے جائیں گے البتہ قاری ابو بکر اس طرح نہیں پڑھتے۔

۲۸: لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ إِلَّا أَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاةً وَيُحَذِّرُكُمْ اللَّهُ نَفْسَهُ، وَالْيَ اللَّهِ الْمَصِيرُ۔ (مؤمن کافروں کو دوست نہ بنائیں، اہل ایمان کو چھوڑ کر جو ایسا کرے گا تو اللہ تعالیٰ سے اس کا کچھ تعلق نہیں مگر یہ کہ (کافروں کی طرف سے تم کو کچھ شر کا اندیشہ ہو تو) تم ان سے بچنا اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی ذات سے ڈراتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی کے پاس جانا ہے)

موالات کفار کی ممانعت:

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مسلمانوں کو قرابت کی بناء پر کفار کے ساتھ گہری دوستی سے روکا گیا۔ یا اسلام سے قبل پائی جانے والی دوستی کی بنیاد پر ہو یا کسی بناء پر اور قرآن مجید میں یہ بات بار بار دہرائی اور حب فی اللہ اور بغض فی اللہ ایمان میں ایک عظیم دروازہ اور موڑ ہے۔ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ایمان والوں کی دوستی کفار سے نہ ہونی چاہیے۔ پس کفار کو ایمان والوں پر ترجیح نہ دو۔

قُلْ اِنْ تُخَفُّوْا مَا فِیْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تَبْدُوْهُ یَعْلَمُهٗ اللّٰهُ ۖ وَیَعْلَمُ مَا

آپ فرما دیجئے اگر تم چھپاؤ گے جو تمہارے سینوں میں ہے یا اسے ظاہر کرو گے تو اللہ اس کو جان لے گا، اور اللہ جانتا ہے

فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۖ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲۹﴾ یَوْمَ تَجِدُ كُلُّ

جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے جس دن ہر شخص

نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَیْرٍ مُّحْضَرًا ۖ وَ مَّا عَمِلَتْ مِنْ سُوءٍ ۖ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَیْنَهَا

اپنے نیک عمل کو حاضر پائے گا اور ان کاموں کو بھی پا لے گا جو برے تھے، اس کی خواہش ہوگی کہ کاش اس کے

وَبَیْنَهُ اَمَدًا ۖ یُعِیْدُ ۖ وَ یُحَذِّرُكُمْ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۖ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ

اور اس دن کے درمیان بہت دور کی مسافت ہوتی، اور اللہ تم کو اپنے سے ڈراتا ہے اور اللہ ہندوں پر

بِالْعِبَادِ ﴿۳۰﴾

مہربان ہے

وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَیْسَ مِنَ اللّٰهِ فِیْ شَیْءٍ ۚ یعنی جو کفار کی موالات اختیار کرے گا اس کو اللہ تعالیٰ سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ دوست کی دوستی اور دشمن کی دوستی ایک دوسرے کے منافی ہیں۔ اِلَّا اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰةً (مگر یہ کہ ان کی طرف سے تمہیں ایسا معاملہ پیش آئے جس سے بچنا ضروری ہو۔) یعنی کافر کو مسلمان پر غلبہ حاصل ہو۔ اور مسلمان کو اس کی طرف سے اپنے مال و جان کو خطرہ ہو اس صورت میں ان سے موالات کرنا اور دشمنی نہ رکھنا جائز ہے۔ وَیُحَذِّرُكُمْ اللّٰهُ نَفْسَهٗ (اللہ تعالیٰ بظاہر تمہیں اپنی ذات سے ڈراتے ہیں) پس کفار کی موالات اختیار کر کے اپنے آپ کو غضب الہی کا نشانہ نہ بناؤ۔ یہ سخت وعید ہے۔ وَ اِلٰی اللّٰهِ الْمَصِیْرُ (تم نے اس کی بارگاہ میں پہنچنا ہے) اور عذاب اس کے ہاں تیار ہے۔ یہ دوسری وعید ہے۔

۲۹: قُلْ اِنْ تُخَفُّوْا مَا فِیْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تَبْدُوْهُ یَعْلَمُهٗ اللّٰهُ وَیَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ، وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ (اے محمد ﷺ کہہ دیں اگر تم چھپاؤ جو تمہارے دلوں میں ہے یا اس کو ظاہر کرو۔ بہر حال اللہ تعالیٰ اس کو جانتے ہیں اور وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور جو زمین میں ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت والے ہیں) قُلْ اِنْ تُخَفُّوْا مَا فِیْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تَبْدُوْهُ یعنی کفار کی ولایت وغیرہ اور جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں یَعْلَمُهٗ اللّٰهُ (اللہ تعالیٰ پر مخفی نہیں) یہ انتہائی بلغ وعید ہے۔

وَیَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ یہ جملہ مستاتفہ ہے یہ جواب شرط کا معطوف نہیں (یعنی وہ وہی ذات ہے جو آسمان و زمین کی ہر چیز سے واقف ہے) اس پر تمہارا باطن و ظاہر پوشیدہ نہیں۔ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے پس وہ تمہاری سزا پر بھی قدرت رکھتا ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمْ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ ۚ وَاللّٰهُ

آپ فرمادیجئے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو اللہ تم سے محبت فرمائے گا، اور تمہارے گناہوں کو معاف فرما دے گا، اور اللہ

غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝۳۱ قُلْ اطِيعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ

غفور ہے رحیم ہے، آپ فرمادیجئے کہ اطاعت کرو اللہ کی اور رسول کی، سو اگر وہ اعراض کریں تو بلاشبہ اللہ دوست نہیں رکھتا

الْکٰفِرِیْنَ ۝۳۲

کافروں کو۔

۳۰: یَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا وَمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوءٍ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهُ اَمَدًا
بَعِیْدًا اَوْ یُحْذِرُکُمُ اللّٰهُ نَفْسَهُ، وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعَبَادِ۔ (جس روز ہر شخص اپنی کی ہوئی نیکی کو اپنے سامنے موجود پائے گا اور جو
بدی کی ہوگی اس کو بھی سامنے موجود پائے گا۔ تمنا کریگا کاش اس کے اور اس کے برے عمل کے درمیان لمبی مسافت ہوتی۔ اللہ
تعالیٰ تمہیں اپنی ذات سے ڈراتے ہیں اور اللہ تعالیٰ مؤمن بندوں پر بڑا مہربان ہے)

یوم کا فائدہ:

یَوْمَ تَجِدُ تَابَعِیْدًا: **نَحْوًا**: نمبر ۱: یوم ظرف ہے اس کا تعلق تودہ سے ہے اور بینہ کی ضمیر یوم کی طرف ہے یعنی قیامت
کے دن جبکہ ہر نفس اپنے خیر و شر کو موجود پالے گا۔ وہ تمنا کرے گا کہ کاش اس کے اور اس دن کے درمیان بہت دور کا فاصلہ ہوتا۔
نمبر ۲: اس کا فعل اذکر محذوف ہے اور ما عملت پراکیلا واقع ہے اور ما عملت ابتداء کی وجہ سے مرفوع اور تودہ اس کی خبر ہو
گی یعنی جو برا کام اس نے کیا وہ اس کے متعلق چاہے گا کہ اس عمل اور اس کے درمیان مسافت بعید ہوتی۔ اور یہ ترکیب صحیح نہیں۔
ما شرطیہ تودہ کے مرفوع ہونے کی وجہ سے۔ البتہ اس میں کلام نہیں کہ جب شرط ماضی ہو تو مضارع جزاء پر رفع جائز ہے لیکن وہاں
بھی جزم زیادہ مستعمل ہے۔ مبرد تو اس مقام پر رفع کو شاذ قرار دیتے ہیں۔

رؤف کی رافت:

وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعَبَادِ نمبر ۱۔ اللہ تعالیٰ کی یہ رافت ہے کہ ان کو اپنی ذات سے ڈرایا تاکہ وہ اپنے کو اس کی ناراضگی کے
مقام پر پیش نہ کریں۔

نمبر ۲۔ یہ بھی جائز ہے کہ یہ ارادہ کیا گیا ہو کہ باوجودیکہ وہ ایسی ذات ہے کہ اس سے ڈرا جائے کیونکہ وہ کامل قدرت والا ہے مگر
اس کی وسعت رحمت امید کی آماجگاہ ہے جیسا دوسری جگہ فرمایا۔

ان ربك لذو مغفرة و ذو عقاب الیم فصلت آیت نمبر ۴۳ کہ تمہارا رب بے شک بخشنے والا اور دردناک عذاب والا ہے۔

۳۱: قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمْ اللّٰهُ (آپ فرمادیجئے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو تم لوگ میرا

اتباع کرو۔ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے)

شَّانُ نَزْوَالٍ: یہ آیت اس وقت اتری جب یہود نے کہا ہم اللہ کے بیٹے اور اسکے محبوب ہیں۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ۔ بندے کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو دوسری چیزوں پر ترجیح دے۔

محبت کی حقیقت:

اور اللہ تعالیٰ کے بندے سے محبت کا مطلب یہ ہے کہ بندے پر راضی ہو۔ اور اس کے فعل کی تعریف فرمائے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں گمان کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں پس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ ان کے اس قول کی عمل سے تصدیق مقرر کر دیں۔

اس لئے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعوے دار ہو اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرے وہ جھوٹا ہے اور کتاب اللہ اس کی تکذیب کر رہی ہے۔ بعض نے کہا اللہ تعالیٰ کی محبت کا مطلب اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کی دائمی خشیت اور دل کا ہمیشہ اس کی ذات اور یاد میں مصروف رہنا اور ہمیشہ اس سے موانست کا اظہار کرنا ہے۔ بعض نے کہا۔ اللہ تعالیٰ کی محبت درحقیقت نبوت کی اس کے اقوال، افعال، احوال میں اتباع کا نام ہے۔ البتہ احوال مخصوصہ بالذات اس سے مستثنیٰ رہیں گے۔ ایک اور قول یہ ہے محبت کی علامت ہمیشہ سوچ و بچار، کثرت خلوت دائمی خاموشی اختیار کرنا ہے جس میں حال یہ ہو کہ جب نگاہ اٹھائے تو کچھ نہ دیکھے، جب آواز دیں تو کچھ نہ سنے اور جب دکھ پہنچے تو غم زدہ نہ ہو اور جب کوئی چیز پالے تو اترائے نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہ ڈرے اور نہ کسی سے امید لگائے۔

وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (وہ تمہارے گناہ بخش دیگا اور اللہ بخشنے والے مہربان ہیں)

۳۲: قُلْ اطِيعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ۔ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیں تم اطاعت کرو اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ پس اگر تم موڑ لیں یعنی اطاعت قبول کرنے سے اعراض کریں) تَوَلَّوْا میں مضارع کے صیغہ بننے کا احتمال بھی ہے یعنی اِنْ تَوَلَّوْا۔ (اگر تم منہ موڑ لو)۔ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ۔ (پس اللہ ناشکروں کو پسند نہیں کرتے)۔ یعنی ان سے محبت نہیں کرتے)۔

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤی اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهٖمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلٰی الْعٰلَمِیْنَ ۝۳۳

بے شک اللہ نے منتخب فرمایا آدم کو اور نوح کو اور آل ابراہیم کو اور آل عمران کو سارے جہانوں پر

ذُرِّیَّةًۭ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ ؕ وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۝۳۴ اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ

بعض ان میں بعض کی اولاد ہیں، اور اللہ سنے والا جاننے والا ہے، جب عرض کیا عمران کی

عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ

بیوی نے کہا میرے رب بے شک میں نے آپ کے لئے نذرمان لیا کہ جو بچہ میرے شکم میں ہے وہ آزاد ہوگا لہذا آپ اس کو مجھ سے قبول فرمائیے، بے شک

السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝۳۵ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَا اُنْثٰی ؕ وَاللّٰهُ

آپ ہی ہیں سنے والے جاننے والے۔ پس جب اس کو جنا تو کہنے لگیں اے میرے رب بلاشبہ میں نے اس کو لڑکی جنا ہے، اور اللہ

اَعْلَمُۢ بِمَا وَضَعْتَ ؕ وَلَیْسَ الذَّكَرُ کَالْاُنْثٰی ؕ وَاِنِّیْ سَمَّیْتُهَا

کو خوب معلوم ہے جو کچھ اس نے جنا، اور نہیں ہے بیٹا بیٹی کی طرح ہے، اور میں نے اس کا نام رکھ دیا ہے

مَرْیَمَ وَاِنِّیْۤ اُعِیْذُهَا بِكَ وَذُرِّیَّتُهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝۳۶ فَتَقَبَّلَهَا

مریم، اور بے شک میں اس کو اور اس کی ذریت کو تیری پناہ میں دیتی ہوں شیطان مردود سے، سو اس کے رب نے قبول فرمایا

رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّ اَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَكَفَّلَهَا زَكَرِیَّا ؕ كُلَّمَا

اس بچی کو اچھی طرح کا قبول فرمانا اور اس کو بڑھایا اچھی طرح سے بڑھانا اور اس کو زمریا کی کفالت میں دے دیا۔ جب بھی

دَخَلَ عَلَیْهَا زَكَرِیَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَ هَارِزُقًا ؕ قَالَ لِمَرْیَمُ اِنِّیْ

زمریا داخل ہوئے ان پر محراب میں تو پایا ان کے پاس رزق، تو انہوں نے کہا کہ اے مریم کہاں سے ہے

لَكَ هٰذَا ۙ قَالَتْ هُوَ مِنْۢ عِنْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ۝۳۷

یہ تیرے لئے۔ انہوں نے کہا کہ وہ اللہ کے پاس سے ہے۔ بے شک اللہ رزق دیتا ہے جس کو چاہے بے حساب۔

۳۳: اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤی اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهٖمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلٰی الْعٰلَمِیْنَ (بے شک اللہ تعالیٰ نے منتخب فرمایا ہے آدم کو اور نوح علیہ السلام کو اور ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کو اور عمران کی اولاد کو تمام جہان والوں پر) بیشک اللہ تعالیٰ نے چنا آدم علیہ السلام کو جو ابوالبشر ہیں اور نوح علیہ السلام جو شیخ المرسلین ہیں۔ اور آل ابراہیم سے مراد اسماعیل واسحاق علیہما السلام اور ان دونوں کی اولاد ہے۔

آل عمران کی مراد:

آل عمران سے موسیٰ و ہارون علیہما السلام جو دونوں عمران بن یصہر کے بیٹے تھے اور دوسرا قول یہ بھی نقل کیا گیا کہ عیسیٰ علیہ السلام اور مریم بنت عمران بن ماثان مراد ہیں۔ ان دونوں عمراتوں کے درمیان اٹھارہ سو سال کا فاصلہ ہے۔ علی العالمین سے ان کے زمانوں کے لوگ مراد ہیں۔

۳۴: ذُرِّيَّةٌ مِّنْ بَعْضٍ ۖ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ - (یہ ایک دوسرے کی اولاد ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو سننے والے ہیں) ذُرِّيَّةٌ یہ آل ابراہیم اور آل عمران سے بدل ہے۔ بعضہا من بعض - یہ مبتداء ہے اور اس کی خبر موضع نصب میں واقع ہو کر ذریت کی صفت ہے، تقدیر عبارت یہ ہے: ان الآلین ذریۃ واحدة متسلسلة بعضہا متشعب من بعض - یعنی دونوں آل ایک مسلسل لڑی ہیں۔ جو ایک دوسرے سے شاخ در شاخ چلنے والے ہیں۔ جیسے موسیٰ و ہارون عمران سے اور عمران یصہر سے اور وہ قاہٹ سے اور قاہٹ لاوی سے اور لاوی یعقوب سے اور یعقوب اسحاق سے اور اسی طرح عیسیٰ بن مریم بنت عمران بن ماثان اور یہ سلسلہ یہود ابن یعقوب بن اسحاق سے جاملتا ہے۔ اور آل ابراہیم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل ہیں۔ دوسرا قول: یہ ایک دوسرے سے دین میں متعلق ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی ہر بات سننے والے ہیں وہ جانتے ہیں کہ کون چنے جانے کے لائق ہے یا عمران کی زوجہ کا قول سننے والے اور اس کی نیت کو جاننے والے ہیں۔

حتہ کا تذکرہ:

۳۵: اِذْ قَالَتِ امْرَأَتُ عِمْرَانَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ (جبکہ عمران کی بی بی نے عرض کیا اے میرے پروردگار میں نے نذر مانی ہے آپ کے لئے اس بچہ کی جو میرے شکم میں ہے کہ وہ آزاد رکھا جاویگا سو آپ مجھ سے قبول کر لیجئے) اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ - (بے شک آپ سننے والے جاننے والے ہیں)۔

اِذْ قَالَتِ : نَحْمَدُكَ : اِذْ عَلَیْمٌ کا ظرف ہونے کی بناء پر منصوب ہے۔ یا اذ کر محذوف کا ظرف ہے۔ امْرَأَتُ عِمْرَانَ یہ عمران بن ماثان کی بیوی ہے جو حضرت مریم کی والدہ اور عیسیٰ علیہ السلام کی نانی ہے۔ اس کا نام حتہ بنت ناقوذا ہے۔ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا (اے میرے رب میں نے اپنے اوپر واجب کر لیا)

نَحْمَدُكَ : یہ ما بمعنی الذی۔ ذوالحال ہے اور محرر اس کا حال ہے۔ یعنی بیت المقدس کی خدمت کیلئے اسکو آزاد چھوڑوں گی۔ جس پر مجھے کچھ بھی اختیار نہ ہوگا اور نہ ہی میں اس سے خدمت لوں گی۔ یہ نذر انکی شریعت میں درست تھی۔ یا عبادت کیلئے اسکو فارغ کر دوں گی۔ دنیا کے جھمیلوں سے اس کو سروکار نہ ہوگا۔ جیسے محاورہ میں کہتے ہیں۔ طَیْنٌ حُرٌّ یَعْنِیْ خَالِصٌ مِّنْیْ - فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ۔

قراءت: ابو عمرو اور مدنی نے مِنِّیْ پڑھا ہے۔ التقبل کسی چیز کو رضامندی سے لینا۔

اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ - (بیشک آپ ہر بات کو سننے اور جاننے والے ہیں)

۳۶: فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَا اُنْثٰی (پھر جب لڑکی جنی کہنے لگیں کہ اے میرے پروردگار میں نے تو وہ حمل لڑکی جنی) وَاللَّهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعْتَ وَلَیْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰی وَ اِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ وَ اِنِّیْ اَعِیْذُهَا بِكَ وَ ذُرِّیَّتَهَا مِنْ

الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا ، هَا ضَمِير مَافِي بَطْنِي يَعْنِي حَمْلَ كِي طَرَف رَاجِع هَے ، مَوْنُث حَامِلَه يَافْس يَاسْمَه كَے اَعْتِبَار سَے لَافِي كُئِي ۔ قَالَتْ رَبِّ اِنِّي وَضَعْتُهَا اُنْثٰى يَه وَضَعْتُهَا كِي ضَمِير سَے حَال هَے ۔ يَعْنِي حَامِلَه يَافْس يَاسْمَه نَے لُز كِي جَنِي ۔ حَنَ نَے يَه بَات بِطَوْر مَعْذَرَت كَهِي كِيونك لُز كِيون كِي نَذْر كَارَوَاج نَه تَهَا ۔ اس نَے غَمَز دَه هُو كَر حَسْرَت وَرَنَج سَے يَه بَات كَهِي اللّٰه تَعَالٰى نَے فرمایا:

حسرت پر تسلی:

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعْتَ (اللّٰه تَعَالٰى كُو معلوم هَے جو كُچھ اس نَے جَنَا) اس كَلَام سَے پيدا شدہ بچي كِي عَظْمَت ظَاہِر كَرْنَا مَقْصُود هَے يَعْنِي اللّٰه تَعَالٰى كُو خُوب معلوم هَے جو بچي اس نَے جَنِي هَے ۔ اور جو عَظِيم مَعَامَلَات اس سَے مُتَعَلَق هِيں ۔

قِرَاءَت: وَضَعْتُ شَامِي اور ابو بَكْر نَے اس طَرَح پڑھا ۔ كہ اللّٰه تَعَالٰى جَانَتے هِيں جو مِيں نَے بچي جَنِي هَے شَايِد اس كِي اس مِيں كُوئِي حَكْمَت اور كُوئِي رَاز هَے ۔ اس قِرَاءَت كَے مُطَابِق يَه سَابِقَه قَوْل حَن سَے مُتَعَلَق هُو گا اور پہلي قِرَاءَت كَے مُطَابِق اُنْثٰى پَر وَاقِف كِيَا جَاے گا ۔ اور واللّٰهُ اَعْلَمُ يَه جملہ اَبْتَدَائِيَه هَے اور اللّٰه تَعَالٰى كِي طَرَف سَے پيشنگوئِي هَے ۔

لَيْسَ الذَّكَرُ: (نہیں هَے وَہ مذكِر) جو تَم نَے طَلَب كِيَا ، كَمَا لَافِي (اس عَوْرَت كِي طَرَح) جو اس كُو دِي كُئِي اِن دُونوں مِيں اَلْف لَام عَمَد كَا هَے ۔ وَ اِنِّي سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ (اور مِيں نَے اس لُز كِي كَا نَام مَرْيَم رَكھا) اس كَا عَظْف اِنِي وَضَعْتُهَا اُنْثٰى پَر هَے ۔ درميان مِيں دُونوں جَہْلے مَعْتَرَضَه هِيں ۔ حَن نَے اس كَا نَام مَرْيَم رَكھا ۔ كِيونك اُنْكَى زَبَان مِيں مَرْيَم عَابِدَه كُو كَہتے تَهے ۔ يَه نَام رَكھ كَر اللّٰه تَعَالٰى كَے ہَاں تَقَرُّب كَا ارَادَه كِيَا اور اللّٰه تَعَالٰى كِي بَارگاہ سَے يَه مانگا كہ وَہ اس كِي حَفَاطَت فرما كَر اسم بَامَسْمٰى بِنَادے ۔

اور اسكے مُتَعَلَق اس كَا گمان سچا كَر دے ۔ كِيَا تَم غَوْر نہيں كَر تے كہ اس نَے اس كَے فَوْرًا بَعْد اللّٰه تَعَالٰى كِي پَنَاه شَيْطَان سَے اسكے لَے اور اسكے لُز كَے كِلَے اِن اَلْفَاظ سَے طَلَب كِي اِنِّي اُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ (كہ مِيں اس كُو اور اس كِي اولاد كُو شَيْطَان لَمْعُون سَے تيرِي پَنَاه مِيں ديتي هوں) حَدِيث مِيں وَارِد هَے كہ جو بچہ پيدا هوتا هَے وَلا دَت كَے وَقْت شَيْطَان اس كُو چوك لگاتا هَے ۔ جس سَے وَہ چِيختا هَے ۔ سَوَاے مَرْيَم اور اسكے بيٹے كَے ۔ (بخاري، مسلم، احمد)

قِرَاءَت: مَدَنِي نَے اِنِّي كُو اِنِّي پڑھا هَے ۔

۳: فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَ اٰتٰبَهَا نَبَاتًا حَسَنًا وَ كَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۔ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَ جَدَّ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ يَمْرُؤُا اِنِّي لَكَ هٰذَا ، قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ (پس اِن كُو اِن كَے رَب نَے بوجہ احسن قبول فرمایا اور عمدہ طور پَر اِن كُو نشوونما ديا اور زَكَرِيَّا كُو اِن كَا سر پرست بنایا جب كَہي زَكَرِيَّا اِن كَے پاس عمدہ مكان مِيں تَشْرِيف لَاتے تو اِن كَے پاس كُچھ كھانے پينے كِي چيزيں پَاتے تو يوں فرماتے كہ اے مَرْيَم يَه چيزيں تَمہارے واسطے كہاں سَے آئیں وَہ كَہتیں كہ اللّٰه تَعَالٰى كَے پاس سَے آئیں بے شَك اللّٰه تَعَالٰى جس كُو چاہتے هِيں بے اسْتِحْقَاق رِزْق عطا فرماتے هِيں) ۔ فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا (اللّٰه تَعَالٰى نَے مَرْيَم كُو قبول كَر ليا) اور مذكِر كِي جگہ اس كِي نَذْر پَر راضِي هُو گيا ۔

اعلیٰ قبولیت کا راز:

بقول حسن اچھی طرح قبول کرنا، قبول اس چیز کو کہتے ہیں۔ جس سے کسی چیز کو قبول کرتے ہیں (کشادہ روئی و مسرت) جیسے

سقوط وہ دوائی جو ناک میں ڈالی جاتی ہے قبول حسن سے مراد اللہ تعالیٰ کا وہ مخصوص معاملہ کہ مریم کو مذکر کی جگہ قبول کر لیا گیا۔ اس سے پہلے کسی عورت کو اس مقصد کیلئے قبول نہ کیا گیا تھا۔ یا دوسری تفسیر یہ ہے کہ اس کی والدہ سے ولادت کے بعد پرورش سے قبل ہی نگرانی میں لے لی گئی حالانکہ اس وقت بیت المقدس کی خدمت کے قابل نہ تھیں۔ روایت میں ہے کہ جب حنہ نے اس کو جنا تو کپڑے میں لپیٹ کر مسجد کی طرف اٹھالائیں اور احبار کی خدمت میں جو ہارون علیہ السلام کی اولاد تھے رکھ دیا۔ جبکہ وہ بیت المقدس میں تھے۔ جیسا کہ حجاب کعبہ (بنو عبد الدار) اور ان کو کہنے لگی لو یہ نذیرہ ہے مریم چونکہ ان کے امام اور قربانی کے ذمہ دار کی بیٹی تھی اس لئے سب نے ان کو لینے کی بڑھ چڑھ کر خواہش ظاہر کی کیونکہ بنو ماثان بنی اسرائیل کے سردار اور ان کے علماء تھے۔ اس پر زکریا علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اس کا تم سے زیادہ حقدار ہوں کیونکہ میرے نکاح میں اس کی والدہ کی بہن ہے انہوں نے کہا اس کو ہم تسلیم نہیں کرتے جب تک کہ قرعہ اندازی نہ کر لیں وہ چل دیئے انکی تعداد ستائیس (۲۷) تھی۔ دریا پر پہنچ کر انہوں نے اپنے قلم ڈال دیئے۔ زکریا علیہ السلام کا قلم پانی کے اوپر بلند ہوا اور دوسروں کے قلم پانی میں بہہ گئے۔ پس اس کی کفالت زکریا علیہ السلام کے سپرد ہوئی۔ بعض نے کہا کہ قبول مصدر ہے اور اس کا مضاف محذوف ہے۔ یعنی فتقبلہا بذی قبول حسن یعنی اس کو ایسے امر سے قبول کیا جو اچھی قبولیت والا تھا۔ اور وہ اس کا خاص کرنا (خصوصیت پیدا کرنا) تھا۔ وَابْتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا۔ اللہ تعالیٰ نے مریم کو اچھی بالیدگی سے بڑھایا۔ یہ جملہ تربیت حسنہ سے مجاز ہے۔

ابن عطاء کہتے ہیں کہ اس کا عیسیٰ جیسا ثمرہ دینا یہی احسن نبات تھی یا ابتداء کے برخلاف یہ مصدر ہے۔ یا تقدیر عبارت یہ ہے کہ فنبت نباتاً۔ کفلہا اس کو قبول کر لیا۔ یا اسکے سنبھالنے کی ذمہ داری لے لی۔

قراءت: کوئی نے کفلہا پڑھا یعنی کفلہا اللہ زکریا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے زکریا کو اس کا کفیل بنا دیا۔ اور اس کی مصلحتوں کا ضامن مقرر کر دیا۔ اس صورت میں زکریا مفعول ہے۔

زُكْرِيَّا۔ کوئی اس کو تمام قرآن میں مقصور پڑھتے ہیں۔ سوائے ابوبکر کے اور ابوبکر نے یہاں مد اور نصب سے پڑھا اور دوسروں نے مد اور رفع سے جیسا کہ ثانیہ اور ثالثہ، عبرانی زبان میں زکریا کا معنی ہمیشہ ذکر و تسبیح کرنے والا۔

محراب سے مراد:

كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زُكْرِيَّا الْمِحْرَابَ کہا گیا ہے کہ زکریا علیہ السلام نے مریم کیلئے مسجد میں ایک کمرہ بنوایا تھا وہ ایسا کمرہ تھا جس میں بیڑھی لگا کر چڑھا جاسکتا تھا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ محراب اصل میں بہترین اور اعلیٰ بیٹھنے کی جگہ کو کہتے ہیں گویا انہوں نے بیت المقدس کے اعلیٰ ترین مقام پر اسکے لئے کمرہ بنوایا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ انکی مساجد کو محراب کہتے تھے۔ اور حضرت زکریا کیلئے مریم کے پاس جاسکتے تھے۔

وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا مریم علیہا السلام کا رزق اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت سے اتارا جاتا۔ مریم علیہا السلام نے ایک دن بھی پستان کو منہ میں نہیں لیا۔ زکریا علیہ السلام اسکے ہاں سردیوں کے پھل گرمیوں کے پھل سردیوں میں۔ قَالَ يَمْرُئِي أَنَّىٰ لَكَ هَٰذَا یہ رزق تمہیں کہاں سے ملا جو کہ دنیا کے ارزاق کے مشابہ نہیں۔ یہ اپنے وقت کے علاوہ میسر ہونے والا ہے۔ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ ۖ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَّةً

اس موقع پر زکریا نے اپنے رب سے دعا کی، عرض کیا اے میرے رب مجھے آپ اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا

طَيِّبَةً ۖ إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ ۝ فَنَادَتْهُ الْمَلِكَةُ وَهُوَ قَائِمٌ

فرما دیجئے بلاشبہ آپ دعا سننے والے ہیں، پس فرشتوں نے ان کو آواز دی اس حالت میں کہ وہ کھڑے ہوئے

يُصَلِّي فِي الْمَحَارِبِ ۚ أَنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيَىٰ مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ

محراب میں نماز پڑھ رہے تھے کہ بلاشبہ اللہ آپ کو یحییٰ کی خوشخبری دیتا ہے وہ اللہ کے کلمہ کی تصدیق

مِّنَ اللَّهِ وَسَيِّدًا وَحَصُورًا وَنَبِيًّا مِّنَ الصَّالِحِينَ ۝ قَالَ رَبِّ أَنِي

کرنے والا ہوگا اور سردار ہوگا اور غورتوں سے دور رہنے والا ہوگا۔ اور نبی ہوگا صالحین میں سے، وہ کہنے لگے کہ اے میرے رب کہاں سے

يَكُونُ لِي غُلْمٌ وَقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَأَتِي عَاقِرٌ ۖ قَالَ كَذَلِكَ

ہو گا میرے لڑکا حالانکہ مجھے بڑھاپا پہنچ چکا ہے اور میری بیوی بانجھ ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اسی طرح

اللَّهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ ۝ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّي آيَةً ۖ قَالَ آيَتُكَ إِلَّا تُكَلِّمَ

اللہ کرتا ہے جو چاہے۔ وہ کہنے لگے کہ اے میرے رب میرے لئے کوئی نشانی مقرر فرما دیجئے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا تیری نشانی یہ ہے کہ تو تین دن تک

النَّاسَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ إِلَّا رَمَزًا وَادْكُرَّتْ بَكَ كَثِيرًا وَابْعَثْ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ ۝

لوگوں سے بات نہ کرے گا مگر صرف اشارہ سے، اور یاد کر اپنے رب کو کثرت کے ساتھ اور اللہ کی پاکی بیان کر شام اور صبح۔

اللہ مریم نے جواب دیا اس کو بعید مت سمجھو۔ بعض نے کہا کہ مریم علیہا السلام نے بچپن میں یہ کلام کیا۔ جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام نے پنگھوڑے میں۔ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاءُ یہ مریم کے کلام کا حصہ ہے یا کلام رب العالمین ہے، بَغْيَرِ حِسَابٍ بغیر اندازہ کے کیونکہ یہ بہت ہے یا محض بطور عطیہ ملا ہے۔ اس پر پوچھ گچھ نہ ہوگی اور استعمال پر باز پرس نہ ہوگی۔

بے وقت پھل کی تمنا:

۳۸: هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ ۖ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ (اس موقع پر زکریا نے

اپنے رب سے دعا کی عرض کیا اے میرے رب مجھے آپ اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرما دیجئے بلاشبہ آپ دعا سننے والے ہیں۔) هُنَالِكَ یعنی اسی جگہ جہاں وہ مریم کے پاس حجرہ میں تشریف فرما تھے یا اسی وقت جب وہ حجرہ میں تشریف فرما تھے۔ هُنَا یہاں استعارۃً بلایا گیا حیث اور ثم زمان کیلئے آتے ہیں۔

جب حضرت زکریا علیہ السلام نے مریم علیہا السلام کا مرتبہ اور انکی کرامت دیکھی تو اس بات کی طرف رغبت پیدا ہوئی کہ انکی بیوی ایشاع سے اللہ تعالیٰ ایک بیٹا عنایت فرمادے جس طرح کہ مریم علیہا السلام عنایت کی ہے۔ جو بارگاہ الہی میں شان والی ہے۔ اگرچہ ایشاع بوڑھی بانجھ ہو چکی ہے کیونکہ مریم علیہا السلام کی والدہ بھی عمر کے اسی اسٹیج پر تھیں۔

دوسروں نے یہ کہا جب بے وقت پھل مریم سلام اللہ علیہا کے پاس دیکھے تو بانجھ کے ہاں بیٹے کے تولد پر انتباہ ہوا۔ دَعَا زَكْرِيَّا رَبَّهُ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَّةً، ذُرِّيَّةً كَالْفَرْحِ وَاحِدٍ وَجَمْعٍ دُونَ ذَلِكَ لَعَلَّيْ آتَا ہے۔ مراد اس سے لڑکا ہے۔ طیبہ مبارک، طیبہ کالفظ تائید کی صورت میں ذریت کے لفظ کا لحاظ کر کے لایا گیا ہے۔

إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ (تو دعاؤں کو قبول کرنے والا ہے)

۳۹: فَادَّعَاهُ الْمَلَكُ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي الْمِحْرَابِ أَنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِنَ اللَّهِ وَسَيِّدًا وَحَصُورًا وَنَبِيًّا مِنَ الصَّالِحِينَ، (کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بشارت دیتے ہیں یحییٰ کی جن کے احوال یہ ہوں گے کہ وہ کلمۃ اللہ کی تصدیق کرنے والے ہونگے اور مقتداء ہونگے اور اپنے نفس کو بہت روکنے والے ہونگے اور نبی بھی ہوں گے اور اعلیٰ درجہ کے شائستہ ہونگے) فَادَّعَاهُ الْمَلَكُ، (پس پکار کے کہا ان سے فرشتوں نے)

قول اول: جبریل علیہ السلام نے ان کو آواز دی۔ الْمَلَكُ کالفظ لایا گیا کیونکہ معنی یہ ہے کہ ان کو اسی جنس کی آواز سنائی دی۔ جیسا کہتے ہیں: فلان یو کب الخیل، فلاں گھوڑے پر سواری کرتا ہے۔ فَادَّعَاهُ امالہ اور یا سے پڑھا گیا علی و حمزہ نے اسی طرح پڑھا وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي الْمِحْرَابِ جبکہ وہ کھڑے حجرے میں نماز ادا کر رہے تھے۔

مُسْتَسْتَلٌّ: اس میں دلیل ہے کہ مرادیں نمازوں کے ساتھ مانگی جاتی ہیں۔ اور نمازوں میں دعا زیادہ مقبول ہوتی ہے اور حاجات پوری ہوتی ہیں۔

ابن عطاء کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بندے پر جو عمدہ حالت کھولی ہے۔ وہ اوامر الہی کی اتباع اور طاعات میں اخلاص سے میسر آئی ہے۔ اور خلوت گزینی سے ملی ہے۔ اَنَّ اللَّهَ شَامِيَ اور حمزہ نے قال کو مضمّر مان کر اِنّ پڑھا ہے یا اس وجہ سے کہ نداء قول ہے۔ باقی قراء نے فتح سے پڑھایا یا کو محذوف مان کر (بَانَ اللَّهَ) يُبَشِّرُكَ قراءت حمزہ اور علی نے يُبَشِّرُكَ پڑھا تشدید اور تخفیف دونوں لغتیں ہیں۔ بَشِّرُكَ میں یحییٰ غیر منصرف ہے جبکہ اس کو عجمہ مانیں۔ تو اس میں دو سبب عجمہ اور علم پائے جاتے ہیں جیسا موسیٰ عیسیٰ (ان میں الف مقصورہ بھی دو سبب کے قائم مقام موجود ہے) اور اگر یہ عربی ہیں تو تعریف و وزن فعل جیسا کہ یعمر میں ہے۔

مصدق کلمۃ اللہ:

مُصَدِّقًا یہ یحییٰ سے حال ہے بِكَلِمَةٍ مِنَ اللَّهِ کلمہ سے مراد عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ یعنی وہ عیسیٰ علیہ السلام کا مصدق ہوگا۔ اور ان پر پہلا ایمان لانے والا ہوگا۔ عیسیٰ علیہ السلام کو کلمۃ اللہ کا خطاب دیئے جانے کی وجہ ان کی کلمہ کُنّ سے بن باپ ولادت ہے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک کلمہ کے ساتھ تصدیق کرنے والے اور اس کی طرف سے ملنے والی کتاب پر ایمان لانے والے ہونگے۔ وَسَيِّدًا وہ اپنی قوم کی سیادت و سرداری کرنے والے ہونگے اور شرافت میں ان سے فوقیت لے جانے والے ہونگے۔ حضرت یحییٰ اپنی قوم

میں سبقت لے جانے والے تھے کیونکہ انہوں نے کبھی کوئی گناہ نہ کیا تھا انکی قیادت کتنی شاندار تھی۔ حضرت جنید ؓ فرماتے ہیں کہ سید وہ ہے جس نے دونوں جہاں کے عوض خالق کو لے لیا ہو۔ وَ حَصُوْرًا وہ شخص جو عورتوں کے قریب نہ جائے۔ قدرت کے باوجود اپنے نفس کو روکے یعنی نفس کو خواہشات سے روکنے والا ہو۔ وَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ نیکوں سے پیدا ہونے والے ہونگے کیونکہ وہ انبیاء ؑ کی صلب سے تھے۔ یا من جملہ صالحین میں سے ہونگے۔

۴۰: قَالَ رَبِّ اَنْتَ يَكُوْنُ لِيْ غُلْمٌ وَّ قَدْ بَلَغْتَ الْكِبَرَ وَاُمْرَاتِيْ عَاقِرٌ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ، قَالَ رَبِّ اَنْتَ يَكُوْنُ لِيْ غُلْمٌ (کہا اے میرے رب کیسے ہوگا میرے لئے لڑکا) یہ عادت کے اعتبار سے استبعاد کا اظہار ہے اور قدرت کو عظیم تر قرار دینا ہے۔ شک ظاہر کرنا نہیں۔ وَ قَدْ بَلَغْتَ الْكِبَرَ (پس تحقیق مجھے بڑھاپا پہنچ چکا) جیسا کہتے ہیں ادرکتہ السن العالیہ یعنی وہ بڑی عمر کا ہو گیا۔ اب مطلب یہ ہوا کہ مجھ میں بڑھاپے کا اثر ہو گیا اور اس نے مجھے ضعیف کر دیا۔ اس وقت انکی عمر ۹۹ سال تھی۔ اور بیوی کی عمر ۹۸ سال تھی وَاُمْرَاتِيْ عَاقِرٌ (اور میری بیوی بانجھ ہو گئی) یعنی بچہ جننے کے قابل نہیں رہی۔ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ (کہا اسی طرح اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں افعال عجیبہ ظاہر کرتے ہیں)۔

۴۱: قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْ اٰیَةً قَالَ اٰیَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا وَاذْكُرْ رَبَّكَ كَثِيْرًا وَّ سَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَاِلَ الْبُكَارِ۔ (انہوں نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میرے واسطے کوئی نشانی مقرر کر دیجئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تمہاری نشانی یہی ہے کہ تم لوگوں سے تین روز تک باتیں نہ کر سکو گے سوائے اشارہ کے اور اپنے رب کو بکثرت یاد کرنا اور تسبیح کرنا دن ڈھلے بھی اور صبح کو بھی) قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْ الْبُكَارِ وَاذْكُرْ رَبَّكَ كَثِيْرًا وَّ سَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَاِلَ الْبُكَارِ (ایہ آیت سے مراد ایسی نشانی ہے جس سے میں حمل کو پہچان لوں اور نعمت کا استقبال شکریے سے کروں)۔

انسانی گفتگو میں زبان کا اللہ کی قدرت سے رکنا:

قَالَ اٰیَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ یعنی لوگوں سے کلام پر قدرت نہ رہے گی۔ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا۔ مگر ہاتھ سے اشارہ یا سر سے یا آنکھ سے یا برو سے اشارہ۔ رمز کا اصل معنی حرکت دینا ہے کہا جاتا ہے۔ ارتمز اس نے حرکت دی۔ رمز کو استثناء کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ جنس کلام سے نہیں البتہ اگر ایذا کی حد تک پہنچ جائے اور اس سے وہی سمجھا جائے جو کلام سے سمجھا جاتا ہے تو اس کو کلام کہتے ہیں۔ یا یہ مستثنیٰ منقطع ہے۔ لوگوں سے گفتگو کو خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ معلوم ہو جائے کہ لوگوں کے ساتھ گفتگو پر انکی زبان کو قدرت نہ ہوگی مگر ذکر اللہ میں کوئی رکاوٹ نہ ہوگی اسی لئے فرمایا وَاذْكُرْ رَبَّكَ كَثِيْرًا وَّ سَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَاِلَ الْبُكَارِ یعنی لوگوں کے ساتھ گفتگو سے عاجزی کے زمانہ میں تم خوب اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرو۔ یہ کھلی نشانیوں اور واضح دلائل میں سے ہے کہ ان کی زبان کو لوگوں کے ساتھ گفتگو سے روک دیا گیا۔ تاکہ اس زمانے کو وہ ذکر کیلئے خاص کر دیں۔ اور اپنی زبان کو اور کسی چیز میں مشغول نہ کریں، گویا کہ جب شکر کیلئے انہوں نے نشانی طلب کی تو ان کو بتلادیا گیا کہ انکی زبان شکر یہ کے علاوہ ہر چیز سے رک جائے گی۔ بہترین جواب وہی ہوتا ہے جو سوال سے ہی اخذ کیا جائے۔ اَلْعَشِيِّ زوال سے غروب تک کا وقت اِلَ الْبُكَارِ طلوع فجر سے چاشت تک کا وقت۔

وَإِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰٓى

اور جب کہا فرشتوں نے کہ اے مریم بے شک اللہ نے تجھے منتخب فرما لیا اور پاک بنا دیا اور سب جہانوں کی

نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ۝۴۲ يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ۝۴۳

عورتوں کے مقابلہ میں تم کو چن لیا، اے مریم تم اپنے رب کی فرمانبرداری کرتی رہو اور سجدہ کرو اور رکوع کرو ان لوگوں کے ساتھ جو رکوع کرنے والے ہیں۔

۴۲: وَإِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ (اور جبکہ فرشتوں نے کہا کہ اے مریم) إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ۔ اس کا عطف اذ قالت امراة عمران پر ہے یا اذ کر محذوف کا یہ ظرف ہے۔ وَإِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ (روایت میں کہ انہوں نے روڈ رو کہا) إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ (بے شک اللہ تعالیٰ نے تجھے چھانٹ لیا) پہلی مرتبہ اسی وقت جب تمہاری ماں سے تمہیں قبول کر لیا اور تیری تربیت کی اور شاندار کرامات سے تجھے نوازا۔ وَطَهَّرَكِ (اور تجھے پاک رکھا) ناپاک افعال سے۔

منفرد فضیلت:

وَاصْطَفٰكِ (اور ثانیاً تجھے چنا) عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ (تمام جہان کی عورتوں پر) وہ اس طرح کہ تجھے بلا باب عیسیٰ بیٹا عنایت کر دیا اور یہ فضیلت کسی اور عورت کو حاصل نہیں۔

۴۳: يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ۔ يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ (اے مریم تو عاجزی کر اپنے رب کیلئے) یعنی ہمیشہ اطاعت گزاری اختیار کر۔ یا نماز میں طویل قیام کر۔ وَاسْجُدِيْ (اور تو سجدہ کر) یہ بھی کہا گیا کہ ان کو قیام و سجود کا حکم دے کر نماز ہی کا حکم دینا مقصود ہے۔ کیونکہ یہ دوئوں نماز کے ارکان میں سے ہیں پھر انہیں فرمایا گیا۔

مرتبہ جماعت:

وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ (پھر رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کر) یعنی تمہیں نماز پڑھنے والوں کے ساتھ نماز پڑھنی چاہیے یعنی جماعت کے ساتھ یا دوسری تفسیر یہ ہے کہ من جملہ نمازیوں کے ساتھ تو بھی اپنے کو منظم کر اور ان میں اپنے کو گن اور شمار کر۔ اور ان کے علاوہ اور لوگوں میں اپنے آپ کو شمار نہ کر۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيْهِ اِلَيْكَ ۖ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ

یہ غیب کی خبروں میں سے ہے جو ہم آپ کی طرف وحی بھیجتے ہیں اور آپ نہیں تھے ان کے پاس جب

يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ

کہ وہ ڈال رہے تھے اپنی قلموں کو کہ ان میں سے کون مریم کی کفالت کرے۔ اور آپ نہیں تھے ان کے پاس جس وقت

يَخْتَصِمُوْنَ ۚ

کہ وہ جھگڑ رہے تھے۔

۴۴: ذٰلِكَ مِنْ اَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيْهِ اِلَيْكَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ۔ ذٰلِكَ کا مشارالہ حنہ مریم اور زکریا اور یحییٰ علیہم السلام کے واقعات ہیں۔ مِنْ اَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيْهِ اِلَيْكَ (یہ غیب کی اطلاعات ہیں جو ہم وحی کے ذریعہ آپ کے پاس بھیج رہے ہیں) جو ان غیوبات میں سے ہیں جن کو وحی کے سواء آپ نہ جانتے تھے۔

اقلام کی مراد:

وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ (اور آپ ان کے پاس نہ تھے جب وہ اپنے قلم ڈال رہے تھے) اقسام سے ازلام یعنی تیر مراد ہیں۔ جبکہ قرعہ اندازی کیلئے انہوں نے دریا میں ڈالے یا وہ قلم تھے جن سے تورات کو لکھتے تھے۔ ان قلموں کو بطور تبرک قرعہ اندازی کیلئے استعمال کیا۔ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ (کہ ان میں سے کون مریم کا کفیل بنے گا) اَيُّهُمْ کا متعلق ينظرون محذوف ہے یلقون اس پر دلالت کر رہا ہے۔ گویا عبارت اس طرح تھی یلقونہا ينظرون ایہم یكفل مریم یا لیعلموا محذوف ہے یا یقولون محذوف ہے وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ (اور آپ ان کے پاس نہ تھے جبکہ وہ جھگڑا کر رہے تھے) یعنی مریم کے بارے میں پرورش کے سلسلہ میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کر رہے تھے۔

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يَبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۚ اَسْمِعْ

جب کہا فرشتوں نے کہ اے مریم بے شک اللہ تمہیں خوشخبری دیتا ہے ایک کلمہ کی جو منجانب اللہ ہو گا اس کا نام

الْمَسِيْحُ عِيسٰی ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيهًا فِی الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنْ

مسح ہو گا وہ عیسیٰ ابن مریم ہو گا۔ وہ دنیا اور آخرت میں باوجاہت ہو گا اور

الْمُقَرَّبِیْنَ ۚ وَیُكَلِّمُ النَّاسَ فِی الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ ۝۴۶

مقربین میں سے ہو گا اور وہ لوگوں سے بات کرے گا گہوارہ میں اور بڑی عمر میں، اور وہ صالحین میں سے ہو گا۔

قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ یَكُوْنُ لِیْ وَلَدٌ وَلَمْ یَمَسَّسْنِیْ بِشَرٍّ ۖ قَالَ كَذٰلِكَ

وہ کہنے لگیں کہ اے رب میرے لڑکا کس طرح ہو گا حالانکہ مجھے کسی بشر نے ہاتھ نہیں لگایا، فرمایا اللہ اسی طرح

اللّٰهُ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ۚ اِذَا قَضٰی اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ کُنْ فَاَیْکُوْنُ ۝۴۷

بیدا فرماتا ہے جو چاہتا ہے۔ جب وہ کسی امر کا فیصلہ فرما دے، تو فرما دیتا ہے کہ ہو جا سو وہ ہو جاتا ہے۔

۳۵: اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ یٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ یَبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اَسْمِعْ الْمَسِيْحُ عِيسٰی ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيهًا فِی الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنْ الْمُقَرَّبِیْنَ۔ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ (جب فرشتوں نے کہا) یہ اِذَا ذُکِّرُ فعل کا ظرف ہے۔ یٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ یَبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اَسْمِعْ (اے مریم بیشک اللہ تعالیٰ تجھے ایک ایسے کلمہ کی خوشخبری دے رہے ہیں جس کا نام مسح ہو گا) کلمہ سے مراد عیسیٰ علیہ السلام ہیں منہ یہ موضع جریں کلمہ کی صفت ہے اَسْمِعْ یہ مبتداء ہے کلمہ کیلئے ضمیر مذکر کی لائی گئی کیونکہ مراد مذکر ہے۔

مسح ایک عظیم لقب:

الْمَسِيْحُ یہ مبتداء کی خبر ہے۔ یہ جملہ موضع جریں کلمہ کی صفت ہے۔ مَسِيْحُ یہ عظیم الشان لقب ہے جیسا صدیق و فاروق عبرانی زبان میں اصل یہ مَسِيْحًا ہے اس کا معنی مبارک ہے جیسا کہ قول باری تعالیٰ وَجَعَلْنٰی مُبَارَكًا اَیْنَ مَا كُنْتُ (مریم ۳۱) میں ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ان کو مسح اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ جس کسی بیمار دکھی کو ہاتھ لگاتے وہ صحیح ہو جاتا۔ (ان دونوں صورتوں میں مادہ مسح ہو گا یا تیسرا قول یہ ہے کہ سیاحت کرتے اور کسی جگہ مستقل قیام اختیار نہ کرتے) (اس صورت میں سیاحت مادہ ہے) عیسیٰ یہ مسح سے بطور بدل لایا گیا۔ ابْنُ مَرْيَمَ یہ مبتداء محذوف ہوئی خبر ہے۔ یہ عیسیٰ کی صفت نہیں بن سکتی۔ کیونکہ ان کا نام عیسیٰ ہی کافی ہے۔ ان کا نام عیسیٰ ابن مریم نہیں۔ ابن مریم اس لئے لائے کیونکہ وہ بغیر باپ پیدا ہوئے پس انکی نسبت ماں ہی کی طرف ہوگی۔ وَجِيهًا (وہ باعزت و باوجاہت ہو گئے) فِی الدُّنْيَا (دنیا میں) نبوت اور اطاعت کے ساتھ وَالْآخِرَةِ (اور

آخرت میں) بلند درجات اور شفاعت کے ساتھ۔ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ (وہ مقربین میں سے ہونگے) ان کو اللہ تعالیٰ آسمان کی طرف اٹھائیں گے۔

نَحْوُ: وَجِہاً یہ کلمہ سے حال ہے۔ کیونکہ کلمہ نکرہ موصوفہ ہے اس طرح مقربین بھی ثابتاً کے متعلق ہو کر حال دوم ہے۔ اور ویکلم الناس بھی مکلفاً کے معنی میں حال ثالث ہے اور فی المہد یہ یکلم کی ضمیر سے حال ہے۔ اسی ثابتاً فی المہد۔ اور ومن الصالحین بھی ثابتاً سے متعلق ہو کر حال ہے۔

کلام مہد و سہولت:

۴۶: وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَمِنَ الصَّالِحِينَ، وَيُكَلِّمُ النَّاسَ (وہ لوگوں سے پنگھوڑے میں کلام کرے گا اور کہولت میں) الْمَهْدِ، پنگھوڑا جو بچے کو لٹانے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ یہ مہد ہے مگر بطور اسم استعمال ہوتا ہے۔ وَكَهْلًا اس کا عطف مہد پر ہے یعنی یکلم الناس طفلاً و کھلاً یعنی وہ ان دونوں حالتوں میں یکساں کلام کرے گا۔ جیسا انبیاء علیہم السلام کرتے ہیں طفولیت و کہولت کے کلام میں فرق نہ ہوگا کہولت وہ زمانہ ہے جس میں عقل پختہ ہوتی اور نبوت ملتی ہے۔ وَمِنَ الصَّالِحِينَ (اور شائستہ لوگوں میں سے ہوگا) یہ بھی حال ہے تقدیر عبارت یہ ہے جس کی اللہ تعالیٰ خوشخبری دیتے ہیں وہ ان صفات کے ساتھ موصوف ہوگا۔

۴۷: قَالَتْ رَبِّ اَنْتَ اَنْتَ يَكُوْنُ لِيْ وَلَدٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِيْ بِشَرٍّ قَالَتْ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ اِذَا قَضٰى اَمْرًا فَاِنَّمَّا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (کہا اے میرے رب کیسے ہوگا میرے لیے بچہ حالانکہ مجھے کسی انسان نے نہیں چھوا۔ کہا اسی طرح اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں پیدا کرتے ہیں۔ جب وہ کسی کام کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کو کہتے ہیں ہو جا پس وہ ہو جاتا ہے) یعنی جب وہ کسی چیز کو بنانا چاہتا ہے تو بغیر تاخیر کے بنا ڈالتا ہے۔ لیکن اس کی تعبیر لفظ کُن سے فرما کر اشیاء کے بنانے میں سرعت و تیزی کی خبر دی گئی ہے۔

وَيُعَلِّمُهُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ ۚ وَرَسُولًا إِلَىٰ

اور اللہ سکھا دے گا اس کو کتاب اور حکمت اور توراۃ اور انجیل، اور بتا دے گا اس کو رسول بنی

بَنِي إِسْرَآءِيلَ ۚ أَنِّي قَدْ جِئْتُكُمْ بِآيَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ ۚ أَنِّي أَخْلُقُ

اسرائیل کی طرف، بنی اسرائیل سے ان کا یہ خطاب ہوگا کہ بلاشبہ میں تمہارے پاس آیا ہوں تمہارے رب کی طرف سے نشانی لے کر، کہ بلاشبہ میں بناتا ہوں

لَكُمْ مِّنَ الطَّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَأَنْفُخُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ

تمہارے سامنے مٹی سے پرندہ کی طرح ایک چیز پھر اس میں پھونک دیتا ہوں تو وہ پرندہ ہو جاتی ہے اللہ کے حکم سے،

وَأُبْرِئُ الْآكِمَةَ وَالْأَبْرَصَ وَأُحْيِي الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ وَأَنْبِئُكُمْ

اور اچھا کرتا ہوں مادر زاد اندھے کو اور برص والے کو، اور زندہ کرتا ہوں مردوں کو اللہ کے حکم سے، اور میں تمہیں خبر دیتا ہوں

بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَدْخِرُونَ فِي بُيُوتِكُمْ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لَّكُمْ

اس چیز کی جو تم کھاتے ہو اور ذخیرہ رکھتے ہو اپنے گھروں میں، بلاشبہ اس میں تمہارے لئے نشانی ہے

إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ ۚ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَةِ وَلِأَحِلَّ

اگر تم ایمان قبول کرنے والے ہو، اور سچا بتاتا ہوں اپنے سے پہلی کتاب کو جو تورات ہے اور تاکہ میں حلال کروں

لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي حَرَّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُمْ بِآيَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ ۚ فَاتَّقُوا

تمہارے لئے بعض وہ چیزیں جو تم پر حرام کی گئیں، اور میں لایا ہوں تمہارے پاس نشانی تمہارے رب کی طرف سے، لہذا تم اللہ

اللَّهِ وَاطِيعُونَ ۚ إِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۚ هَٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ ۝۵۱

سے ڈرو اور میری اطاعت کرو، بے شک اللہ میرا رب ہے اور تمہارا رب ہے سو اس کی عبادت کرو یہ سیدھا راستہ ہے۔

۴۸، ۴۹: وَيُعَلِّمُهُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ وَرَسُولًا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَآءِيلَ أَنِّي قَدْ جِئْتُكُمْ بِآيَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ، أَنِّي أَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطَّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَأَنْفُخُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِ اللَّهِ وَأُبْرِئُ الْآكِمَةَ وَالْأَبْرَصَ وَأُحْيِي الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِ اللَّهِ وَأَنْبِئُكُمْ بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَدْخِرُونَ فِي بُيُوتِكُمْ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ۔ (اور وہ اس کو کتاب و حکمت اور تورات و انجیل کی تعلیم دے گا اور وہ بنی اسرائیل کی طرف رسول ہوگا۔ بیشک میں تمہارے پاس تمہارے رب کی ایک نشانی لایا ہوں۔ میں تمہارے سامنے مٹی کی ایک مورت بناؤں گا پرندہ کی شکل جیسی پس اس

مورت میں میں پھونک مارونگا پس وہ پرندہ بن جائیگی اللہ تعالیٰ کی اجازت سے اور نابینا اور کوڑھی کو تندرست کرونگا اور مردوں کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندہ کرونگا اور تمہیں جو کچھ کھاتے ہو اور جو کچھ گھروں میں جمع رکھتے ہو بتاؤں گا۔ بیشک اس میں تمہارے لیے نشانی ہے اگر تم مؤمن ہو۔

قراءت و نحوی تحقیق:

قراءت: یُعَلِّمُهُ مَدَنی و عاصم نے اسی طرح پڑھا وجہا پر عطف کی وجہ سے یہ موضع حال میں ہے۔ باقی قراء نے نون کے ساتھ پڑھا اور اس کو ابتدائی کلام قرار دیا۔ الکتاب سے مراد کتابت ہے آپ اپنے زمانہ میں سب سے زیادہ خوبصورت خط والے تھے اور دوسرا قول یہ کہ اللہ تعالیٰ کی کتابیں مراد ہیں۔ الْحِكْمَةُ حلال و حرام کی وضاحت یا کتاب سے مراد ہاتھ سے لکھنا اور حکمت سے مراد زبان سے اس کی وضاحت کرنا،

التوراة و الانجیل - وَرَسُولًا مُحَمَّدٌ: یہ فعل محذوف کا مفعول ہے یا یہ موضع حال میں ہے وَرَسُولًا پر عطف ہے۔ اِلٰی بَنِي إِسْرَآءِ یٰلَ اَیُّیْ - بَا اس سے قبل محذوف ہے۔ نَبِیْ - قَدْ جِئْتُكُمْ بِآیَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ - آیت سے مراد ایسی دلالت جو میرے دعویٰ نبوت میں سچائی پر دلالت کرے۔

اَیُّیْ اَخْلُقُ مُحَمَّدٌ: نمبر ۱۔ یہ اَیُّیْ قَدْ جِئْتُكُمْ سے بدل ہونے کی بناء پر منصوب ہے یا نمبر ۲۔ بِآیَةٍ کا بدل ہونے کی وجہ سے مجرور ہے یا نمبر ۳۔ یہ ہی مبتداء محذوف کی وجہ سے مرفوع ہے۔ قراءت: نافع نے جملہ مستانفہ قرار دے کر اِیُّیْ پڑھا ہے۔

معجزات عیسوی:

مِّنَ الطَّيْرِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ میں تمہارے لئے پرندے جیسی شکل کا اندازہ کرونگا فَانْفُخُ فِیْہِ اس میں ہ کی ضمیر کاف کی طرف جاری ہے۔ یعنی اس پرندے کی مماثل شکل میں فیکوُن طیراً پس وہ تمام پرندوں کی طرح پرندہ بن جائیگا۔ قراءت: مدنی نے طیراً کو طائر پڑھا ہے۔

بِاِذْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے حکم سے بعض نے کہا کہ انہوں نے سوائے چمگادڑ کے اور کوئی پرندہ نہ بنایا۔ وَابْرِیْءُ الْاَنْحَمَةِ - اکمہ پیدائشی نابینا و الابْرَصَ وَاُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰهِ - بِاِذْنِ اللّٰهِ کے لفظ کو بارے دیگر لا کر الوہیت کے وہم کو دور کر دیا۔ روایت میں آیا ہے کہ انہوں نے سام بن نوح علیہ السلام کو لوگوں کے سامنے زندہ کیا۔ اس پر لوگوں نے کہا یہ کھلا جادو ہے پس تم کوئی نشانی دکھاؤ تو آپ نے فرمایا اے فلاں! تو نے فلاں چیز کھائی ہے اور اے فلاں تیرے لئے فلاں چیز چھپا کر رکھی گئی ہے جیسا اس آیت میں ہے وَابْنُکُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدْخِرُوْنَ فِیْ بُیُوتِکُمْ - مَا دُوْنِ جِلْدِ الَّذِیْ کے معنی میں ہے یا مَا مَصْدَرِ یہ ہے اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ - ذٰلِكَ کا اشاریہ مابقی اشیاء ہیں لَا یَہٗ لَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ۔

۵۰: وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْ مِنَ التَّوْرٰتِ وَلَا جِلَّ لَکُمْ بَعْضَ الَّذِیْ حُرِّمَ عَلَیْکُمْ وَجِئْتُکُمْ بِآیَةٍ مِنْ رَبِّکُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ

فَلَمَّا أَحَسَّ عِيسَى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ ۖ قَالَ

پھر جب عیسیٰ نے ان کی طرف سے انکار دیکھا تو کہنے لگے کہ کون ہیں جو میرے مددگار ہو جائیں اللہ کی طرف، حواریوں نے

الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ ۚ آمَنَّا بِاللَّهِ وَأَشْهَدُ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ﴿۵۲﴾

کہا ہم اللہ کے مددگار ہیں، ہم اللہ پر ایمان لائے اور آپ گواہ ہو جائیے کہ ہم فرمانبردار ہیں،

رَبَّنَا آمَنَّا بِمَا أَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُولَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ ﴿۵۳﴾

اے ہمارے رب ہم اس پر ایمان لائے جو آپ نے نازل فرمایا اور ہم نے رسول کا اتباع کیا آپ ہمیں ان لوگوں کے ساتھ لکھ دیجئے جو تصدیق کرنے والے ہیں۔

وَأَطِيعُونَ۔ اور میں تمہارے پاس ایسی حالت میں آیا ہوں کہ اپنے سے پہلی کتاب تورات کی تصدیق کرتا ہوں۔ اور میں اس لئے آیا ہوں کہ بعض چیزیں جو تمہارے لئے حرام کر دی گئی تھیں ان کو حلال کروں۔ اور میں تمہارے پاس ایک بڑی نشانی لے کر آیا ہوں۔ پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری بات مانو۔ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَةِ یعنی میں تمہارے پاس ایک نشانی لایا ہوں اور تمہارے پاس مصدق بن کر آیا ہوں۔

بعض حلال کردہ اشیاء:

وَلَا حِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي حُرِّمَ عَلَيْكُمْ يَهْدِيكُمْ رَبُّكُمْ بِآيَاتِهِ مِنْ رَبِّكُمْ کی طرف لوٹ رہا ہے یعنی میں تمہارے پاس ایک نشانی لے کر آیا ہوں اور اس لئے آیا ہوں تاکہ میں تمہارے لئے حلال کر دوں جو اللہ تعالیٰ نے شریعت موسوی میں حرام قرار دی ہیں۔ مثلاً چربیاں اونٹ کا گوشت مچھلی اور ہر ناخن والا جانور۔ ان میں سے بعض کو عیسیٰ علیہ السلام نے حلال کر دیا۔ وَجَنَّتُكُمْ بِآيَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ یہ دوبارہ تاکید کیلئے لائے۔ فَاتَّقُوا اللَّهَ تم میری تکذیب و مخالفت میں خدا سے ڈرو۔ وَأَطِيعُوا اور میرے حکموں کی اطاعت کرو۔

۵۲: إِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ (بیشک اللہ تعالیٰ میرا اور تمہارا رب ہے) یہ اقرار عبودیت ہے اور اپنے سے ربوبیت کی نفی ہے برخلاف اس کے جو نصاریٰ گمان کرتے ہیں۔

فَاعْبُدُوهُ تم اس ہی کی عبادت کرو نہ کہ میری ہذا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ۔ (یہ سیدھا راستہ ہے) جو چلنے والے کو جنت کی قائم رہنے والی نعمتوں تک پہنچا دے گا۔

تکذیب کے وقت معاونت کی اپیل:

۵۳: فَلَمَّا أَحَسَّ عِيسَى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ۔ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ ۚ آمَنَّا بِاللَّهِ وَأَشْهَدُ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ۔ (جب عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کی طرف سے تکذیب اور کفر یہ کلمات سنے تو کہا کون میری مدد کرتے

وَمَكْرُوا وَمَكَرَ اللَّهُ ۖ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَكِرِينَ ۚ اِذْ قَالَ اللَّهُ لِعِيسَىٰ

اور ان لوگوں نے مکر کیا اور اللہ تعالیٰ نے تدبیر فرمائی اور اللہ سب سے بہتر تدبیر فرمانے والا ہے۔ جب فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ اے عیسیٰ

اِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ اِلَىٰ وَمَطْهَرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ

میں تمہیں وفات دینے والا ہوں اور تمہیں اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور تمہیں ان لوگوں سے پاک کرنے والا ہوں جنہوں نے کفر کیا، اور جن

الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَمَةِ ۚ ثُمَّ اِلَىٰ مَرْجِعِكُمْ

لوگوں نے تمہارا اتباع کیا ان کو غالب رکھوں گا قیامت کے دن تک ان لوگوں پر جنہوں نے کفر اختیار کر لیا۔ پھر میری طرف تم سب کو لوٹنا ہوگا۔

فَاَحْكُمْ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝۵۴

پھر فیصلے کروں گا تمہارے درمیان اس چیز کے بارے میں جس میں تم اختلاف رکھتے تھے۔

والا ہے۔ اللہ کی راہ میں حواریین نے کہا ہم اللہ تعالیٰ کے مددگار ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے تو گواہ ہو جا کہ ہم مسلمان ہیں۔ (فَلَمَّا أَحَسَّ عِيسَىٰ مِنْهُمُ الْكُفْرَ عَلَّمَ لَهُمْ لَآئِنَ تَأْكُلُ الْفُلُ يَأْكُلُ مِنْهُمُ الْحَرْثَ يُقَالُ لَهُمْ كُفَرُوا بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ) کہ کسی محسوس چیز کا علم ہوتا ہے۔

قَالَ مَنْ أَنْصَارِيَّ - قراءت: مدنی نے انصاری پڑھا ہے یہ انصار بروزن اصحاب۔ ناصر کی جمع ہے یا نصیر بروزن شریف جمع اشرف ہے۔ اِلَى اللّٰهِ یہ محذوف فعل کے متعلق ہے یا انصاری کی یا سے حال ہے۔ یعنی مَنْ أَنْصَارِيَّ ذَاهِبًا اِلَى اللّٰهِ یا ملتجئًا اِلَيْهِ۔ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ جمع حواری پسندیدہ اور منتخب آدمی نَحْنُ أَنْصَارُ اللّٰهِ (ہم اللہ تعالیٰ کے دین کے مددگار ہیں)۔ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَاشْهَدْ بَاَنَّا مُسْلِمُوْنَ۔ (اے عیسیٰ تو گواہ ہو جا کہ ہم فرمانبردار ہیں)۔ انہوں نے اپنے ایمان کیلئے آپ کو گواہ بنایا تا کہ ان کے ایمان کی تاکید ہو جائے۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام اپنی قوموں کے حق میں یا خلاف اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گواہی دیں گے۔ اس میں دلیل ہے کہ ایمان اور اسلام ایک چیز ہے۔

۵۳: رَبَّنَا اٰمَنَّا بِمَا اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ۔ (اے ہمارے رب ہم ایمان لائے اس پر جو آپ نے اتارا اور ہم نے رسول کی اتباع کی پس تو ہمیں گواہوں کے ساتھ لکھ لے) رَبَّنَا اٰمَنَّا بِمَا اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ۔ الرَّسُوْلُ سے عیسیٰ علیہ السلام مراد ہیں۔ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ۔ الشّٰهِدِيْنَ سے انبیاء علیہم السلام مراد ہیں۔ کیونکہ وہ اپنی امتوں کی گواہی دیں گے۔ یا ان لوگوں کے ساتھ جو اے اللہ تیری وحدانیت کی گواہی دینے والے ہیں۔ یا امت محمدی علیہم السلام کیونکہ وہ لوگوں پر گواہ ہونگے۔

۵۴: وَمَكْرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَكِرِيْنَ۔ (انہوں نے خفیہ تدبیر کی اور اللہ تعالیٰ نے بھی خفیہ تدبیر کی اور اللہ تعالیٰ سب سے بہتر تدبیر کرنے والے ہیں)

مکر کا معنی اور اس کی اضافت کا حکم:

وَمَكْرُوا: یعنی کفار بنی اسرائیل جن سے عیسیٰ علیہ السلام نے کفر محسوس کیا جبکہ انہوں نے آپ کے قتل و صلیب کی خفیہ تدبیر کی۔ وَمَكْرَ اللّٰهُ اللہ تعالیٰ نے انکی تدبیر کا اس طرح بدلہ دیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان کی طرف اٹھالیا۔ اور جس نے دھوکا سے قتل کا ارادہ کیا تھا۔ اس پر شبیہ ڈال دی یہاں تک کہ وہ قتل کر دیا گیا۔

مَنْتَلَلہ: مکر کے لفظ کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف جائز نہیں مگر صرف جزائے مکر کے مفہوم میں کیونکہ یہ لفظ لوگوں کے ہاں مذمت کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ یہی حکم خداع، استہزاء کے الفاظ کا ہے۔ (کذا فی شرح التاویلات)

وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَكْرِیْنَ (اللہ تعالیٰ سب بدلہ دینے والوں سے زیادہ طاقتور اور سزا دینے پر زیادہ قدرت رکھتے ہیں۔) اس طرح کہ سزایافتہ کو پتہ بھی نہیں چلتا اور سزا مل جاتی ہے۔

متوفیک کی تفسیر:

۵۵: اِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا اِلَیْ یَوْمِ الْقِیَمَةِ ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَیْنَكُمْ فِیْمَا كُنْتُمْ فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ۔ (جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے عیسیٰ بیشک میں تیری اجل مقررہ پوری کر نیوالا ہوں) مطلب یہ ہے کہ میں تجھے کفار کے قتل سے بچانے والا اور طبعی موت دونگا کفار کے ہاتھوں قتل نہ ہونے دونگا۔ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ (اور تمہیں اپنے آسمان کی طرف جو ملائکہ کا مستقر ہے بلانے والا ہوں) وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا (اور تجھے کفار کے بُرے پڑوس سے پاک کرنے والا اور انکی صحبت کی خباثت سے محفوظ کرنے والا ہوں)

دوسری تفسیر۔ میں تمہیں زمین سے اپنے قبضہ میں لینے والا ہوں۔ یہ تو فیت مالی علی فلان سے ماخوذ ہے جب کہ اس سے پورا پورا لے لے۔ یا تمہارے آسمان سے اترنے کے بعد موت دینے والا ہوں اور اب تمہیں اٹھانے والا ہوں۔

یہاں سے یہ ثابت ہوا کہ واؤ ترتیب کا معنی ہر جگہ نہیں دیتی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عیسیٰ میری امت پر بطور خلیفہ اتریں گے صلیب کو توڑ دیں گے اور خنازیر کو قتل کر ڈالیں گے اور چالیس سال زندہ رہیں گے اور نکاح کریں گے اور انکی اولاد ہوگی پھر وفات پائیں گے اور وہ امت کس طرح ہلاک ہو سکتی ہے۔ جس کے شروع میں میں ہوں اور آخر میں عیسیٰ ہے اور مہدی جو میرے اہل بیت سے ہوگا وہ اس کے درمیان میں ہوگا (روایت کے الفاظ میں نکارت ہے فتدبر)۔ (ابن جریر ج ۳) (الدر المنثور ج ۲)

یا نیند طاری کر کے تجھے حالت نوم میں آسمان کی طرف اٹھانے والا ہوں۔ تاکہ کسی قسم کا خوف تجھے پیش نہ آئے اور جب تو بیدار ہوگا تو آسمان میں امن سے پہنچ چکا ہوگا۔ اور قرب پا چکا ہوگا۔

فَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَأَعَذَّ بِهِمْ عَذَابًا شَدِيدًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

سو جن لوگوں نے کفر اختیار کیا پس میں ان کو سخت عذاب دوں گا دنیا میں اور آخرت میں

وَمَا لَهُمْ مِّنْ نَّصِيرِينَ ۝۵۶ وَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَيُوَفِّيهِمْ

اور ان کے لئے کوئی مددگار نہ ہو گا اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے تو اللہ ان کو پورے پورے

أَجُورَهُمْ ۖ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ۝۵۷ ذَٰلِكَ نَتْلُوهُ عَلَيْكَ مِنَ الْآيَاتِ

اجر عطا فرمادے گا۔ اور اللہ ظالموں کو دوست نہیں رکھتا۔ یہ آیات اور ذکر حکیم ہم آپ کو پڑھ

وَالذِّكْرِ الْحَكِيمِ ۝۵۸

کر سناتے ہیں۔

پیروکار کی مراد مسلمان:

وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ (اور جو لوگ تمہارا کہنا ماننے والے ہیں ان کو غالب رکھنے والا ہوں) اور تیرے پیروکاروں کو یعنی مسلمانوں کو کیونکہ اصل اسلام میں وہ ان کے سچے پیروکار ہیں۔ خواہ شرائع مختلف ہیں۔ وہ لوگ مراد نہیں جنہوں نے انکی تکذیب کی اور ان پر جھوٹ بولا خواہ وہ یہود و نصاریٰ میں سے کیوں نہ ہوں۔

فَوَقَّ الَّذِينَ كَفَرُوا (ان لوگوں پر جنہوں نے تمہارا انکار کیا) اِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ (قیامت کے دن تک) وہ حجت سے ان پر غالب رہیں گے اور اکثر حالات میں غالب رہیں گے اور تلوار سے غالب رہیں گے۔ ثُمَّ اِلَىٰ مَرْجِعِكُمْ (پھر تم نے آخرت میں میرے ہاں لوٹ کر آنا ہے) فَاحْكُم بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ (پس میں تمہارے مابین ان باتوں میں فیصلہ کروں گا جن میں تم اختلاف کرتے رہے)

۵۶، ۵۷: فَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَأَعَذَّ بِهِمْ عَذَابًا شَدِيدًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نَّصِيرِينَ - وَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَيُوَفِّيهِمْ أَجُورَهُمْ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ۔ (پھر وہ لوگ جو کفر اختیار کریں گے پس میں ان کو سخت عذاب دوں گا دنیا و آخرت میں اور انکا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ اور پھر وہ لوگ جو ایمان لائے اور اعمال صالحہ کرتے رہے۔ پس وہ ان کو انکا پورا پورا اجر دے گا اور اللہ تعالیٰ کو ظالم لوگ پسند نہیں)

قراءت: فَيُوَفِّيهِمْ حَفْص نے پڑھا ہے

۵۸: ذَٰلِكَ نَتْلُوهُ عَلَيْكَ مِنَ الْآيَاتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيمِ۔ (یہ ہم تم کو پڑھ کر سناتے ہیں جو کہ منجملہ دلائل کے ہے اور منجملہ حکمت آمیز مضامین کے ہے) یہ جو واقعات عیسیٰ علیہ السلام وغیرہ گزرے۔ نَتْلُوهُ عَلَيْكَ مِنَ الْآيَاتِ

اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ۖ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ

بلاشبہ اللہ کے نزدیک عیسیٰ کی مثال ایسی ہے جیسے آدم کی مثال، پیدا فرمایا ان کو مٹی سے پھر ان سے فرما دیا

كُنْ فَيَكُوْنُ ۝۵۹ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ ۝۶۰ فَمَنْ

ہو جا پس ان کی پیدائش ہو گئی، یہ حق ہے آپ کے رب کی طرف سے سو آپ شک کرنے والوں میں سے نہ ہو جائیں، سو جو

حَاجَّكَ فِیْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَاءَنَا

شخص ان کے بارے میں آپ سے جھگڑا کرے۔ اس کے بعد کہ آپ کے پاس علم آ گیا ہے تو آپ فرما دیجئے کہ آ جاؤ ہم بلا لیں اپنے بیٹوں کو

وَاَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ

اور تم بلا لو اپنے بیٹوں کو اور ہم بلا لیں اپنی عورتوں کو اور تم بلا لو اپنی عورتوں کو اور ہم حاضر کر دیں اپنی جانوں کو اور تم بھی حاضر ہو جاؤ اپنی جانوں کو لے کر پھر ہم سب مل کر خوب سچے دل سے

فَنَجْعَلَ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَی الْكَٰذِبِیْنَ ۝۶۱ اِنَّ هٰذَا لَهٗوَ الْقَصَصِ الْحَقِّ ۚ وَمَا

اللہ سے دعا کریں اور لعنت بھیج دیں جھوٹوں پر، بلاشبہ یہ سچی بات ہے، اور کوئی

مِنْ اِلٰہٍ اِلَّا اللّٰهُ ۚ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهٗوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝۶۲ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ

معبود نہیں اللہ کے سوا، اور بے شک اللہ زبردست ہے اور حکمت والا ہے۔ پھر اگر وہ روگردانی کریں تو اس میں کوئی شک نہیں

اللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِالْمُفْسِدِیْنَ ۝۶۳

کہ اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں کو خوب جانتے والا ہے۔

نَحْوُ: یہ مبتداء ہے اور نَتْلُوْهُ عَلَیْكَ اسکی خبر ہے۔ دوسری خبر من الایات ہے یا مبتداء محذوف کی خبر ہے۔ وَالَّذِیْ نَحْنُ
الْحَكِیْمُ۔ (حکمت والا ذکر) اس سے مراد قرآن مجید ہے حکیم بمعنی محکم و مضبوط یا پر حکمت

عجیب کی عجیب تر سے تشبیہ:

۵۹: اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ۖ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُوْنُ۔ (بیشک عیسیٰ علیہ السلام کی مثال اللہ تعالیٰ کے ہاں آدم جیسی ہے اس کو مٹی سے پیدا کیا پھر فرمایا ہو جا پس ہو گیا) یہ آیت اس وقت اتری جب بنی نجران کے وفد نے کہا کیا تم نے بغیر باپ کے بنا دیکھا ہے تو فرمایا اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ کہ عیسیٰ علیہ السلام کا معاملہ اور عجیب حالت آدم علیہ السلام جیسی ہے۔ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ مٹی سے انکا جسم بنایا یہ جملہ آدم علیہ السلام سے مشابہت والی حالت کی تفسیر ہے۔ اور اعراب کے لحاظ سے اسکا ماقبل سے تعلق نہیں یعنی خلق آدم من تراب وہاں نہ انکا کوئی باپ تھا اور نہ ماں۔ پس اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کا حال ہے۔ بلکہ بغیر ماں و باپ کے پیدا ہونا زیادہ تعجب انگیز ہے۔ صرف ماں سے بغیر باپ کے پیدائش سے۔ اور یہ عادت کے زیادہ خلاف

ہے۔ پس عجیب کو عجیب تر سے تشبیہ دینا مخالف کی دلیل کو خوب قطع کرنے والا اور شبہ کو زیادہ مٹانے والا ہے جبکہ وہ اس سے عجیب تر دیکھے جس کو اس نے عجیب خیال کیا۔

عیسائیوں کے ساتھ دلچسپ مکالمہ:

بعض علماء کا بیان ہے کہ جو رومیوں کے ہاں قید ہو گئے تھے۔ کہ ہم نے رومی عیسائیوں سے کہا تم عیسیٰ کی کیوں پوجا کرتے ہو؟ انہوں نے کہا، اس لئے کہ انکا کوئی باپ نہیں۔ تو علماء نے کہا پھر تو آدم اسکے زیادہ حقدار ہیں کیونکہ ان کے ماں، باپ دونوں ہی نہیں۔ رومیوں نے کہا کہ عیسیٰ مردوں کو زندہ کرتے تھے۔ اس کے جواب میں ہم نے کہا حزقیل اسکے زیادہ حقدار ہیں۔ کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام نے تو چار آدمی زندہ کیے اور حزقیل علیہ السلام نے آٹھ ہزار زندہ کیے۔ پھر انہوں نے کہا وہ نابیناؤں کو بینا کرتے اور کوڑھی کو درست کرتے تھے۔ ہم (علماء) نے کہا پھر جیس اس کے زیادہ حقدار ہیں کیونکہ ان کو پکا ڈالا اور جلا ڈالا گیا پھر وہ صحیح سالم کھڑے ہو گئے۔

قَالَ لَهُ كُنْ يَعْنِي انْشَأْنًا دِيَا۔ فَيَكُونُ يَعْنِي وَهْ بَنَ كُنْ۔ یہ ماضی کو مضارع سے تعبیر کیا۔ ثُمَّ كَالْفَرْخِ خَبْرٌ بِمَرْتَبٍ كَرْنِ كِلَيْهِ لَائِ۔ مَجْرَعْنِ كِي تَرْتِيبِ كِلَيْهِ نَهِيں۔ يَعْنِي وَاقِعَةٍ كِي تَاخِيرِ مَدَتِ مَرَادِ نَهِيں ہے۔

ایک نحوی تحقیق:

۶۰: اَلْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِنَ الْمُمْتَرِينَ (یہی حق تمہارے رب کی طرف سے ہے پس نہ ہو تو شک کرنے والوں میں سے)

نَحْوُ: یہ مبتدائے محذوف ہو کی خبر ہے فَلَا تَكُنْ (پس اے سامع تو نہ ہو) مِنَ الْمُمْتَرِينَ (شک کرنے والوں میں سے) یہ احتمال بھی ہے کہ خطاب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہو۔ اس صورت میں یہ ثابت پر مزید ابھارنے کیلئے فرمایا گیا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو شک سے معصوم تھے۔

۶۱: فَمَنْ حَا جَكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَابْنَاتَنَا كُفَّ وَنِسَاءَنَا كُفَّ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ۔ (جو آپ سے جھگڑے اس علم کے آجانے کے بعد تو کہہ دیں آؤ) یعنی ان نصاریٰ میں سے جو آپ کے ساتھ جھگڑا کرے۔ فِيهِ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ کے متعلق مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ یعنی ایسے دلائل جو علم کو لازم کرنے والے ہیں۔ یہاں مَا الَّذِي کے معنی میں ہے۔ فَقُلْ تَعَالَوْا تَوَانُ كُفَّ دِيسِ آؤ! مراد ارادہ اور عزم کے ساتھ آنا ہے جیسا کہ محاورہ میں کہتے ہیں۔ تَعَالِ تَفَكَّرْ فِي هَذِهِ الْمَسْئَلَةِ یعنی اس مسئلہ پر غور کر لے۔

دعوتِ مباہلہ:

نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَابْنَاتَنَا كُفَّ وَنِسَاءَنَا كُفَّ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ (ہم اپنے بیٹوں کو بلاتے ہیں تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ، ہم اپنی عورتوں کو اور تم اپنی عورتوں کو اور ہم خود آتے ہیں تم بذات خود آؤ) یعنی ہم میں سے ہر ایک اپنے اپنے بیٹوں، عورتوں

اور اپنی ذات کو مباہلہ کیلئے بلا لے۔ ثُمَّ نَبْتَهِّلُ (پھر یہ کہہ کر مباہلہ کریں) بِهَلَّةِ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِ مِنَّا وَ مِنْكُمْ اللّٰهُ تَعَالٰی کی لعنت ہو ہم تم میں سے جھوٹے پر۔ الْبُهْلَةُ - یہ بآ کے ضمہ اور فتح دونوں کے ساتھ آتا ہے اس کا معنی لعنت ہے۔ بهله اللہ کا معنی اللہ تعالیٰ نے اس پر لعنت کی اور اس کو رحمت سے دور کر دیا۔ یہ تو ابتھال کا اصل معنی ہے۔ پھر یہ خوب گڑ گڑا کر دعا کیلئے استعمال ہونے لگا۔ خواہ اس میں لعنت تلعن نہ ہو۔ روایت میں ہے کہ جب ان کو مباہلہ کی دعوت دی گئی تو انہوں نے کہا ہم غور و فکر کر لیں۔ چنانچہ عاقب جو صاحب رائے تھا اس نے کہا اے عیسائیو! تم قسم بخدا جان چکے کہ محمد ﷺ نبی مرسل ہیں اور جب کسی قوم نے کسی پیغمبر سے مباہلہ کیا تو انکا بڑا بچا اور نہ چھوٹا۔ اگر تم نے مباہلہ کیا تو تم ضرور ہلاک ہو جاؤ گے۔ پس اگر تم اپنے دین کی محبت میں انکار کرتے ہو تو ان سے معاہدہ صلح کر کے اپنے علاقے کی طرف لوٹ چلو۔ پس وہ رسول ﷺ کی خدمت میں۔ اس حالت میں آئے کہ آپ نے حسین کو گود میں اٹھایا ہوا تھا اور حسن کا ہاتھ پکڑنے والے تھے فاطمہ آپ کے پیچھے چلنے والیں تھیں جبکہ علی ان کے پیچھے تھے۔ اور آپ کہہ رہے تھے۔ جب میں دعا کروں تو تم آمین کہنا۔ اس پر نجران کے پادری نے کہا اے وفد نجران! میں اپنے سامنے ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کریں کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائے تو انکی دعا سے پہاڑ اپنی جگہ سے زائل ہو جائے گا۔ پس تم ان سے مباہلہ نہ کرو۔ ورنہ تم ہلاک ہو جاؤ گے۔ اور سطح زمین پر کوئی ایک عیسائی بھی باقی نہ رہے گا۔ اس پر عیسائیوں نے کہا اے ابوالقاسم! ہم نے رائے قائم کی ہے کہ مباہلہ نہ کریں نبی اکرم ﷺ نے دو ہزار حملے ہر سال ادا کرنے پر ان سے صلح کر لی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ اہل نجران پر ہلاکت لنگ رہی تھی۔ اگر وہ مباہلہ کرتے تو مسخ ہو کر بندر و سور بن جاتے۔ (ابو نعیم بالرواة المتر و کین و المتہمین بالكذب)

اہم سوالات کے جوابات:

سوال: مباہلہ تو آپ اور آپ کے جھلانے والوں کے درمیان تھا پھر ابناء و نساء کو کیوں شامل کیا۔

جواب: ابناء و نساء کو اس لئے ملایا تا کہ آپ کی اپنے دعویٰ کے متعلق سچائی اور پختگی خوب واضح ہو جائے۔ کہ آپ نے اپنے جگر پارے اور اعزہ کو بھی پیش کرنے سے دریغ نہ کیا اور فقط اپنے آپ کو ہی پیش نہیں کیا۔ کیونکہ آپ کو اپنے مخالف کے بمعہ اعزہ و اقارب ہلاک ہونے کا یقین تھا۔ اگر مباہلہ پیش آتا۔

سوال: اعزہ میں سے ابناء و نساء کو خاص کیوں کیا؟

جواب: کیونکہ وہ اہل میں سب سے زیادہ پیارے اور دلوں میں محبوب ہوتے ہیں۔

سوال: انفس سے نساء اور ابناء کو پہلے کیوں لائے؟

جواب: ان کے مرتبہ و مقام پر متغیبہ کرنے کیلئے

اس میں آپ کی نبوت کی سچائی کی واضح دلیل ہے کیونکہ مخالف و موافق کسی سے بھی یہ مروی نہیں کہ انہوں نے اس کو قبول کیا ہو۔

فَنَجْعَلُ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ (پھر ہم اپنے اور تم میں سے جو عیسیٰ کے معاملہ میں جھوٹے ہوں ان پر لعنت بھیجیں)

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ

آپ فرما دیجئے کہ اے اہل کتاب آ جاؤ ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے۔ کہ ہم عبادت نہ کریں

إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ

مگر اللہ کی، اور اس کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ اور اللہ کو چھوڑ کر ہم آپس میں کوئی کسی دوسرے کو رب

اللَّهُ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ﴿۶۴﴾

نہ بنائے، سو اگر وہ روگردانی کریں تو کہہ دو کہ تم گواہ رہو کہ ہم فرمانبردار ہیں۔

مَنْحُورٌ: نَبْتَهُلُ اور نَجْعَلُ یہ دونوں جملے نَدْعُ پر معطوف ہیں۔

۶۲: إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ وَمَا مِنْ إِلَهٍ إِلَّا اللَّهُ وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ۔ إِنَّ هَذَا (بیشک یہ واقعہ عیسیٰ علیہ السلام جو آپ کو بیان کیا گیا۔ لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ) (البتہ سچا واقعہ ہے)

مَنْحُورٌ: هُوَ، إِنَّ کے اسم و خبر کے درمیان ضمیر فصل ہے۔ یا ہو مبتداء اور القصص الحق خبر ہے اور جملہ ان کی خبر ہے۔ ضمیر فصل پر لام کا داخلہ درست ہے کیونکہ یہ لام خبر پر جب داخل ہو سکتی ہے تو ضمیر فاصل پر بدرجہ اولیٰ جائز ہے۔ کیونکہ وہ ضمیر مبتداء سے خبر کی نسبت قریب تر ہے اور اصل قاعدہ تو یہ ہے کہ یہ لام مبتداء پر داخل ہو۔

وَمَا مِنْ إِلَهٍ إِلَّا اللَّهُ (اور کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے)

مَنْحُورٌ: مِنْ، یہاں اللہ پر داخل ہونے کے باوجود کلام میں استغراق کا اسی طرح فائدہ دے رہا ہے جیسا کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ میں اللہ بنی باری ہے۔ یہاں مقصود تثلیث کے سلسلہ میں نصاریٰ کی تردید ہے۔ وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ الْعَزِيزُ (بیشک اللہ تعالیٰ البتہ زبردست ہے انتقام میں) اور الْحَكِيمُ (حکمت والا ہے) تدبیر احکام میں۔

۶۳: فَإِنْ تَوَلَّوْا۔ (پس اگر وہ اعراض کریں اور قبول نہ کریں) فَإِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِالْمُفْسِدِينَ۔ (پس اللہ تعالیٰ فسادی لوگوں کو خوب جاننے والا ہے) اس میں ان کو اس عذاب سے ڈرایا گیا جو اس آیت میں مذکور ہے۔ رِذْنُهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوا يُفْسِدُونَ (النحل ۸۸)

۶۴: قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ۔ (کہہ دیں اے اہل کتاب) اہل کتاب سے تورات و انجیل والے ہر دو مراد ہیں یا صرف وفد نجران یا یہود مدینہ۔ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ سواء مصدر بمعنی اسم فاعل ہے یعنی برابری والا یعنی ایک بات کی طرف آؤ جو ہمارے تمہارے درمیان برابری والی ہے۔

ارباب کا معنی:

بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ (ہمارے اور تمہارے درمیان) جس میں قرآن مجید اور تورات و انجیل مختلف نہیں ہیں۔ کلمہ کی تفسیر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان اَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللّٰهِ (کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے ہم کسی کی عبادت نہ کریں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی کسی دوسرے کو رب نہ قرار دے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر)۔ یعنی اس بات کی طرف آؤ۔ تاکہ ہم عزیر ابن اللہ اور مسیح ابن اللہ نہ کہیں کیونکہ ان میں سے ہر ایک ہمارے جیسا انسان ہے اور ہم اپنے پادریوں کی ان چیزوں میں اتباع نہ کریں جو انہوں نے اپنی طرف سے تحریم و تحلیل کے سلسلہ میں بنا رکھی ہیں اور ان میں شرع کا لحاظ نہیں رکھا گیا۔ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم انکی عبادت تو نہیں کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا تم بتلاؤ کہ وہ تمہارے لئے چیزوں کو حلال و حرام کرتے ہیں اور تم انکی بات اختیار کرتے ہو۔ آپ نے فرمایا یہی تورب بنانا ہے۔ (ترمذی)

فَاِنْ تَوَلَّوْا (اگر وہ توحید سے منہ موڑ لیں) فَقُولُوا اَشْهَدُوْا بَاَنَّا مُسْلِمُوْنَ (تو تم انہیں کہہ دو تم گواہ رہو کہ ہم تو فرمان بردار ہیں) یعنی میں نے تم پر حجت تمام کر دی پس اب تم پر واجب ہو گیا کہ تم یہ اعتراف کرو اور مان لو کہ ہم تمہارے سوا فرمان برداری اختیار کرنے والے ہیں۔

یہ اسی طرح ہے جیسا کہ جدال و مصارعت میں غالب مغلوب کو کہتا ہے۔ اعترف بانی انا الغالب تو مان لے کہ میں غالب ہوں اور تو غلبہ میرے سپرد کر دے۔

يَا اَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تُحَاجُّوْنَ فِيْ اِبْرٰهِيْمَ وَمَا اُنْزِلَتْ التَّوْرَةُ

اے اہل کتاب تم کیوں حجت کرتے ہو ابراہیم کے بارے میں، حالانکہ انہیں اتاری گئی تورات

وَالْاِنْجِيلُ اِلَّا مِنْ بَعْدِهِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝۶۵ هَآنَتُمْ هَؤُلَاءِ

اور انجیل مگر ان کے بعد، کیا تم عقل نہیں رکھتے ہو، اے لوگو! تم ایسے لوگ ہو

حَاجَّجْتُمْ فِيمَا لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَاجُّوْنَ فِيمَا لَيْسَ لَكُمْ

جنہوں نے اس چیز میں جھگڑا کیا جس کا تمہیں کچھ علم تھا۔ پھر تم کیوں حجت کرتے ہو اس بات میں جس کا تمہیں

بِهِ عِلْمٌ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۶۶ مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ

علم نہیں ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ نہیں تھے ابراہیم

يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلٰكِنْ كَانَ حَنِيفًا مُّسْلِمًا ؕ وَمَا كَانَ

یہودی اور نصرانی، لیکن وہ حق کو اختیار کرنے والے فرمانبردار تھے۔ اور مشرکین

مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝۶۷ اِنَّ اَوْلٰى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ

میں سے نہ تھے، بلاشبہ انسانوں میں ابراہیم کے ساتھ سب سے زیادہ قریب تر وہ لوگ ہیں جنہوں نے ان کا اتباع کیا

وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاللّٰهُ وَلِىُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۶۸

اور یہ نبی ہیں اور وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور اللہ سب مومنین کا ولی ہے۔

رونصاری کا دیگر انداز:

۶۵: يَا اَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تُحَاجُّوْنَ فِيْ اِبْرٰهِيْمَ وَمَا اُنْزِلَتْ التَّوْرَةُ وَالْاِنْجِيلُ اِلَّا مِنْ بَعْدِهِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔ (اے اہل

کتاب تم ابراہیم علیہ السلام کے متعلق کیوں جھگڑتے ہو حالانکہ تورات و انجیل تو ان کے بعد اتریں) دراصل یہود و نصاریٰ میں سے ہر

ایک نے دعویٰ کیا کہ ابراہیم علیہ السلام ان میں سے تھے۔ اور انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین سے اس سلسلہ میں مجادلہ کیا۔ اس

پر ان کو کہا گیا۔ کہ یہودیت کا وجود تو نزول تورات کے بعد ہوا جبکہ نصرانیت انجیل کے آنے کے بعد پیدا ہوئی۔ اور موسیٰ و ابراہیم

علیہما السلام کے مابین ایک ہزار سال کا فاصلہ ہے اور عیسیٰ علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کے درمیان دو ہزار سال کا فاصلہ ہے۔ پھر ابراہیم

علیہ السلام اس دین پر کس طرح ہو سکتے ہیں جو ان کے سینکڑوں سال بعد بنا ہو۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔ (کیا تم عقل نہیں رکھتے) کہ اس قسم کا

ناممکن قول اپنی زبانوں پر لاتے ہو۔

۶۶: هَآئِنتُمْ هَؤُلَاءِ حَآجَجْتُمْ فِیْمَا لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ فِیْمَا لَیْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ (دیکھو ایسی بات میں تو تم نے جھگڑا کیا ہی تھا جس کا تمہیں کچھ علم بھی تھا۔ (اس چیز میں جس کا تمہیں علم ہے) یعنی تورات و انجیل میں ان کو ذکر کر دیا گیا۔ پھر کیوں جھگڑتے ہو اس بات میں جس کا تمہیں علم نہیں اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے) **نحوی تحقیق:**

هَآئِنتُمْ هَؤُلَاءِ (خبردار تم وہ لوگ ہو) **نَحْو:** ہا یہاں تنبیہ کیلئے ہے۔ اَنْتُمْ مبتداء اور هَؤُلَاءِ اسکی خبر ہے۔ حَآجَجْتُمْ: یہ جملہ مستأنف ہے جسکی بناء پہلے جملے پر ہے کہ تم ایسے احمق لوگ ہو۔ تمہاری حماقت اور قلت عقل اس انداز کی ہے کہ تم مسلمانوں سے مجادلے پر اترے ہوئے ہو۔ فِیْمَا لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ (اس چیز میں جس کا تمہیں علم ہے) یعنی تورات و انجیل میں ان کو ذکر کر دیا گیا۔ فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ فِیْمَا لَیْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ (ان چیزوں کے بارے میں کیوں جھگڑتے ہو جن کا تمہیں علم نہیں) اور نہ ہی انکا تذکرہ تمہاری کتاب میں موجود ہے جیسے دین ابراہیم علیہ السلام

نَحْو: یہ بھی کہا گیا کہ هَؤُلَاءِ الَّذِیْنَ کے معنی میں ہے۔ اور حَآجَجْتُمْ یہ اسکا صلہ ہے قراءت ابو عمرو اور مدنی نے هَآئِنتُمْ کو پورے قرآن میں مد کے ساتھ بغیر ہمزہ کے پڑھا ہے۔ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ (اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے وہ بات جس میں تم حجت بازی کر رہے اور تم اس سے ناواقف ہو) اگلی آیات میں ان کے دین سے براءت کا اس طرح اظہار کیا گیا۔

۶۷: مَا كَانَ اِبْرٰهٖمُ یَہُوْدِیًّا وَّلَا نَصْرَانِیًّا وَلٰکِنْ كَانَ حَنِیْفًا مُّسْلِمًا۔ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ۔ (کہ ابراہیم نہ یہودی تھے اور نہ نصرانی بلکہ حنیف مسلم تھے اور مشرکین میں سے بھی نہ تھے) گویا یہاں مشرکین سے یہود و نصاریٰ مراد ہیں۔ کیونکہ وہ عزیر و سح کو الوہیت میں شریک کرتے تھے۔ یا معنی یہ ہے کہ وہ مشرکین میں سے نہ تھے جیسا کہ یہود و نصاریٰ میں سے نہ تھے۔

ابراہیم علیہ السلام کے قریب ترین:

۶۸: اِنَّ اَوَّلٰی النَّاسِ بِاِبْرٰهٖمَ لِلَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِیُّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاللّٰهُ وَلِیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ (لوگوں میں ابراہیم سے قریب تر اور ان کے ساتھ خاص البتہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے انکی ان کے زمانہ یا بعد میں اتباع کی اور یہ پیغمبر اور وہ لوگ جو ایمان لائے اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا کارساز و مددگار ہے)۔ اَوَّلٰی یہ الولیٰ سے ہے۔ جس کا معنی قرب ہے۔ لِلَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ (البتہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے انکی ان کے زمانہ یا بعد میں اتباع کی)۔

وَهٰذَا النَّبِیُّ (اور یہ پیغمبر) خاص طور پر۔ آپ کا خاص طور پر تذکرہ فضیلت میں خاص ہونے کی وجہ سے ہے۔ مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (اور وہ لوگ جو ایمان لائے) یعنی انکی امت میں سے۔ وَاللّٰهُ وَلِیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ (اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا کارساز و مددگار ہے)۔

وَدَّتْ طَآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يُضِلُّوْكُمْ ۖ وَمَا يُضِلُّوْنَ

اہل کتاب کی ایک جماعت نے اس بات کی خواہش کی کہ کسی طرح تمہیں گمراہ کر دیں۔ اور وہ گمراہ نہیں کرتے

اِلَّا اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝۶۹ يٰۤاَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِآيَاتِ

مگر اپنے ہی نفسوں کو اور وہ نہیں سمجھتے، اے اہل کتاب تم کیوں کفر کرتے ہو اللہ کی

اللّٰهِ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ۝۷۰ يٰۤاَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ

آیات کے ساتھ، حالانکہ تم اقرار کرتے ہو، اے اہل کتاب تم حق کو باطل کے ساتھ کیوں مخلوط کرتے ہو

وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۷۱

اور حق کو چھپاتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو۔

یہود کے طرزِ عمل کی مذمت:

۶۹: وَدَّتْ طَآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يُضِلُّوْكُمْ۔ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّا اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ۔ (اہل کتاب کا ایک گروہ چاہتا ہے کہ کاش وہ تمہیں گمراہ کر دیں حالانکہ وہ اپنے آپ کو گمراہ کرنے والے ہیں اور ان کو اس کا شعور بھی نہیں) طائفہ سے مراد یہود ہیں انہوں نے عمار، حذیفہ معاذ رضی اللہ عنہم کو یہودیت کی طرف بلایا۔ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّا اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ۔ (حالانکہ وہ اپنے آپ کو گمراہ کرنے والے ہیں) یعنی انکی گمراہی کا وبال ان پر پڑے گا۔ کیونکہ ان کے اضلال اور ضلال کی وجہ سے عذاب دوگنا کر دیا جائے گا۔ وَمَا يَشْعُرُوْنَ (اور ان کو اس کا شعور بھی نہیں)۔

منکرین نبوت کو خطاب:

۷۰: يٰۤاَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِآيَاتِ اللّٰهِ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ۔ (اے اہل کتاب تم اللہ کی آیات کا کیوں انکار کرتے ہو اور تم گواہی دیتے ہو) آیات سے مراد تو رات و انجیل ہیں۔ اور ان کے ساتھ کفر سے مراد یہ ہے کہ وہ ان کتابوں کی ان باتوں کو نہیں مانتے تھے۔ جو رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے صحیح ہونے پر دلالت کرنے والی تھیں۔ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ۔ (حالانکہ تم گواہی دیتے ہو) یعنی یہ اعتراف کرتے ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات ہیں۔ یا تم قرآن کا انکار کرتے ہو۔ اور نبوت کے دلائل کا انکار کرتے ہو حالانکہ تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ آپ کی تعریف دونوں کتابوں میں موجود ہے۔ یا اللہ تعالیٰ کی تمام آیات کا انکار کرتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو کہ وہ برحق ہیں۔

وَقَالَتْ طَآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اٰمِنُوْا بِالَّذِیْ اُنْزِلَ عَلٰی الَّذِیْنَ

اور کہا اہل کتاب کے ایک گروہ نے کہ ایمان لاؤ اس پر جو نازل کیا گیا مسلمانوں

اٰمِنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْا اٰخِرَهُ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۷۶﴾ وَلَا تَوْمِنُوْا

پر دن کے شروع حصہ میں، اور منکر ہو جاؤ دن کے آخر حصہ میں امید ہے کہ یہ لوگ واپس لوٹ آئیں۔ اور اقرار مت کرنا

اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِیْنَکُمْ ۚ قُلْ اِنَّ الْهُدٰی هُدٰی اللّٰهِ اَنْ یُّوْتٰی اَحَدٌ

مگر ایسے شخص کے سامنے جو تمہارے دین کا تابع ہو۔ آپ فرمادیجئے کہ بلاشبہ ہدایت وہی ہے جو اللہ کی ہدایت ہے۔ یہ باتیں تم اس لئے کرتے ہو کہ کسی

مِثْلَ مَا اُوْتِیْتُمْ اَوْ یَحَاجُّوْکُمْ عِنْدَ رَبِّکُمْ ۚ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ

دوسرے کو ایسی چیز مل رہی ہے جو تمہیں دی گئی یا اس لئے کہ وہ تم پر دلیل میں غالب ہو جائیں گے تمہارے رب کے پاس۔ آپ فرمادیجئے کہ بلاشبہ فضل

بِیْدِ اللّٰهِ ۚ یُوْتِیْهِ مَن یَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ﴿۷۷﴾ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ

اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ اسے عطا فرماتا ہے جسے چاہے اور اللہ واسع ہے خوب جاننے والا ہے۔ وہ مخصوص فرماتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ

مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ﴿۷۸﴾

جس کو چاہے، اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

تفسیر آیت ۷۶:

یَاۡۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ (اے اہل کتاب تم کیوں حق کو باطل سے ملا تے ہو) عیسیٰ و موسیٰ علیہ السلام پر ایمان کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے انکار کے ساتھ ملا تے ہو۔ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ (اور تم حق کو چھپاتے ہو) یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ (حالانکہ تم جانتے ہو) کہ وہ سچے ہیں۔

یہود و یانہ خیال:

۷۶: وَقَالَتْ طَآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اٰمِنُوْا بِالَّذِیْ اُنْزِلَ عَلٰی الَّذِیْنَ اٰمِنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْا اٰخِرَهُ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ۔ (اہل کتاب کے ایک گروہ نے کہا) اپنے درمیان۔ اٰمِنُوْا بِالَّذِیْ اُنْزِلَ عَلٰی الَّذِیْنَ اٰمِنُوْا (تم اس پر ایمان لاؤ۔ جو ان لوگوں پر اتارا جائے) یعنی قرآن وَجْهَ النَّهَارِ (دن کی ابتداء میں) یعنی شروع دن میں جو قرآن مسلمانوں پر اترے اس پر ایمان ظاہر کرو۔ وَاكْفُرُوْا اٰخِرَهُ (اور دن کے آخر میں اسکا انکار کر دو) لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ۔ (شاید کہ مسلمان لوٹ جائیں) یعنی

مسلمان یہ کہنے لگیں کہ یہ اہل کتاب اور اہل علم ہو کر اس کو چھوڑ رہے ہیں ان کو اس میں خرابی معلوم ہوئی ہوگی۔ پس اس طرح کرنے سے یہ بھی اسلام سے لوٹ آئیں۔

یہود کا جھوٹا زعم کہ تورات جیسی کتاب کسی کو نہیں مل سکتی:

۷۳: وَلَا تُؤْمِنُوا إِلَّا لِمَنْ تَبَعَ دِينَكُمْ قُلْ إِنَّ الْهُدَىٰ هُدَىٰ اللَّهِ أَنْ يُؤْتَىٰ أَحَدٌ مِّثْلَ مَا أُوتِيتُمْ أَوْ يُحَاجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ قُلْ إِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ۔ (اور نہ تم اعتماد کرو مگر اسی کا جو تمہارے دین کی اتباع کرے۔ کہہ دیں بیشک حقیقی ہدایت اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے ایسی باتیں اس لیے کرتے ہو کہ کسی اور کو بھی ایسی چیز مل رہی ہے جیسی تم کو ملی تھی)

وَلَا تُؤْمِنُوا إِلَّا لِمَنْ تَبَعَ دِينَكُمْ

خَجْوہ: وَلَا تُؤْمِنُوا إِلَّا لِمَنْ تَبَعَ دِينَكُمْ سے ہے۔ اور ان کے درمیان جملہ معترضہ ہے اب معنی یہ ہوگا اپنے ایمان کو اپنے اہل دین کے سواء اور کسی پر ظاہر نہ کرنا۔ اس طرح کہ کسی کو تم جیسی کتاب مل سکتی ہے۔ مقصد انکا یہ تھا کہ اپنی اس بات کو خفیہ رکھو کہ مسلمانوں کو بھی تم جیسی کتاب مل گئی ہے اور یہ راز فقط انہی کے سامنے افشا کرو جو تمہارے خاص گروہ کے لوگ ہوں۔ مسلمانوں کو مت بتا دینا کہیں وہ اسلام پر زیادہ پختہ نہ ہو جائیں۔ اور نہ ہی یہ راز مشرکین کے سامنے ظاہر کرنا تاکہ مسلمان ان کو اسلام کی طرف دعوت نہ دیے لگیں۔ اَوْ يُحَاجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ (یا وہ حجت میں تم پر غالب آجاویں تمہارے رب کی نزدیکی)۔

دوسرا معنی:

خَجْوہ: أَنْ يُؤْتَىٰ پر عطف ہے اور اَوْ يُحَاجُّوْكُمْ کی ضمیر اَحَدٌ کی طرف لوٹ رہی ہے۔ اَحَدٌ اگرچہ واحد ہے مگر معنی جمع ہے کیونکہ دائرہ نفی میں واقع ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اپنے لوگوں کے سواء دوسروں پر اعتماد نہ کرنا کہ مسلمان تم پر حجت حق میں غالب آجائیں گے۔ اور جملہ معترضہ کا معنی یہ ہے کہ اِنَّ الْهُدَىٰ هُدَىٰ اللَّهِ کہ بیشک اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہی حقیقی ہدایت ہے جو چاہے اس ہدایت کو اختیار کر کے اس پر ایمان لے آئے یا اسلام پر ثابت قدم رہے۔ اور یہ اسی طرح ہوا۔ (مقصد یہ تھا کہ تم ہدایت پر نہیں ہو صرف حسد تمہیں اس مکاری پر آمادہ کر رہا ہے۔) مگر تمہاری یہ مکاری اور حیلہ بازی اور مسلمانوں کی تصدیق سے رکنا اور مشرکین کو روکنا فائدہ نہ دے گا۔ یہ اس طرح ہے جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا۔ قُلْ إِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ (کہہ دیں کہ بیشک فضل اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے اپنا فضل عنایت کرتا ہے) فضل سے مراد ہدایت و توفیق ہے۔

تفسیر معنی و مطلب:

يَا اِلَّا لِمَنْ تَبَعَ دِينَكُمْ پر کلام تام ہو گیا۔ اب مطلب یہ ہوا کہ تم یہ ظاہری ایمان جو شروع دن میں لاتے ہو مت لاؤ مگر ان لوگوں کے سامنے جو پہلے تمہارے دین کے پیروکار تھے پھر انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ کیونکہ ان کے اسلام سے پھر جانے کی دوسروں کی

وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَامَنَّهُ بِقِنْطَارٍ يُؤَدِّهِ اِلَيْكَ ۚ وَمِنْهُمْ

اور اہل کتاب میں بعض ایسے ہیں کہ ان کے پاس اگر بہت زیادہ مال امانت رکھ دو گے تو وہ تمہاری طرف ادا کر دیں گے اور ان میں

مَنْ اِنْ تَامَنَّهُ بِدَيْنَارٍ لَا يُؤَدِّهِ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَائِمًا ۚ

ایسے ہیں کہ اگر تم ان کے پاس ایک دینار امانت رکھ دو گے تو تمہاری طرف ادا نہیں کریں گے مگر یہ کہ تم برابر سر پر کھڑے رہو

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْاُمَمِيْنَ سَبِيْلٌ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ

یہ اس لئے کہ انہوں نے کہا کہ ان پر ہمارے بارے میں ہم پر کوئی مواخذہ نہیں ہے اور وہ اللہ پر

الْكُذْبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۚ بَلٰۤى مَنْ اَوْفٰ بِعَهْدِهِ وَاتَّقٰۤى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝۷۱

جھوٹ بولتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں، ہاں جس نے اپنے عہد کو پورا کیا اور تقویٰ اختیار کیا تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ متقیوں کو دوست رکھتا ہے۔

نسبت زیادہ امید ہے۔ اور اَنْ یُّؤْتٰی کا معنی لَان یُّؤْتٰی اَحَدٌ مِّثْلَ مَا اُوْتِیْتُمْ تم اس لئے جلتے ہو کہ دوسروں کو اسی جیسی کتاب دی گئی جیسی تمہیں دی گئی۔ تم نے یہی بات کہی اور اسی خاطر تدبیر کرتے ہو اور کوئی غرض نہیں۔ بس حسد و بغض ہے، جو تمہارے اندر ہے۔ اس بناء پر کہ کسی کو اس جیسی کتاب اور علم میسر ہو جو تمہیں ملا ہے۔ اور اسی بات نے تمہیں اس بات کے کہنے پر آمادہ کیا۔ جو تم نے کہی ابن کثیر کی قراءت مد اور استفہام کے ساتھ اس پر دلالت کرتی ہے۔ یعنی الا ان یوتی احد مثل ما اوتیتم من الکتاب تحسد و نہم۔ کیا اب کسی کو اس جیسی کتاب دی گئی جیسی کتاب تمہیں ملی۔ کہ تم ان پر حسد کرتے ہو۔ (یعنی اس جیسی کتاب کسی کو کب مل سکتی ہے) اس صورت میں اَوْ یُحَا جُّوْکُمْ کا معنی یہ ہوگا کہ تم نے ساری تدبیر اسی خاطر کی ہے کہ کسی کو تم جیسی کتاب دے دی گئی۔ یا ابھی تک تمہارے انکار کی وجہ سے تمہارے رب کے ہاں انکی حجت بازی تمہارے ساتھ متعلق نہیں ہوئی۔ وَاللّٰهُ وَّاسِعٌ (اللہ تعالیٰ وسیع رحمت والے ہیں) عَلَیْہِمْ۔ (مصلحتوں کو جاننے والے ہیں)

شاہی اعلان:

۷۴: یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ۔ (وہ اپنی رحمت کے ساتھ جس کو چاہتے ہیں خاص کرتے ہیں) رحمت سے مراد یہاں نبوت یا اسلام ہے۔ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ۔ (اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والے ہیں)۔

یہود میں امین اور خائن طبقہ:

۷۵: وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَامَنَّهُ بِقِنْطَارٍ یُّؤَدِّهِ اِلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَنْ اِنْ تَامَنَّهُ بِدَيْنَارٍ لَا یُّؤَدِّهِ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَائِمًا ۚ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِی الْاُمَمِیْنَ سَبِیْلٌ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكُذْبَ وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ۔ (اہل کتاب میں بعض ایسے لوگ ہیں کہ اگر آپ ان کے پاس ایک خزانہ امانت رکھیں وہ اس کو تمہیں ادا کر دیں) وہ عبد اللہ بن سلام ہیں کہ

انہوں نے قریش کے ایک آدمی سے بارہ سو اوقیہ سونا لیا۔ انہوں نے واپس ادا کر دیا۔ وَمِنْهُمْ مَنْ اِنْ تَاَمَنَهُ بِدِيْنَارٍ لَا يُؤَدِّهِ اِلَيْكَ (ان میں بعض وہ ہیں کہ اگر تم ان کو ایک دینار بطور امانت دو تو بھی تمہیں ادا نہ کریں) اس کا مصداق فخاص بن عازوراء تھا کہ جس کے پاس ایک قریشی نے ایک دینار بطور امانت رکھا تو اس نے انکار کر دیا۔ اور کھاپی گیا۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ یہود میں غلبہ خیانت کی وجہ سے امین قلیل اور نصاریٰ میں غلبہ امانت کی وجہ سے خائن قلیل ہیں۔ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ فَاِمْمًا (مگر اتنی مدت کہ تم اس پر ہیشگی کرو) یا صاحب حق اسکے سر پر مسلط رہے۔ اور اس کو لازم پکڑ لے۔

قراءت : یُوْدِیْہ اور لَا یُوْدِیْہ۔ ہا کے کسرہ کو اشباع کے ساتھ کی، شامی، نافع، علی اور حفص نے پڑھا ہے۔ جبکہ ابو عمرو کی ایک روایت میں اختلاس اور دوسروں نے سکون ہاء سے پڑھا ہے۔ ذَلِکَ کا مشاڑ الیہ ترک اداء ہے۔ جس پر لَا یُوْدِیْہ دلالت کر رہا ہے۔ بَاثَمُ یہ اس لئے کہ وہ کہتے ہیں۔ قَالُوْا لَیْسَ عَلَیْنَا فِی الْاُمِّیْنَ سَبِیْلٌ یعنی انہوں نے ادائیگی حقوق اس وجہ سے ترک کی ہے کہ وہ کہتے ہیں۔ لَیْسَ عَلَیْنَا فِی الْاُمِّیْنَ سَبِیْلٌ (کہ ان پڑھوں کا مال کھانے میں ہمیں کچھ گناہ نہیں) مقصد ان کا یہ تھا کہ جو اہل کتاب نہیں ہم ان کا مال کھائیں۔ ان کو نقصان پہنچائیں ہمیں کچھ گناہ نہیں ہوتا کیونکہ وہ ہمارے دین پر نہیں وہ اپنے مخالفین پر ظلم کو حلال قرار دیتے اور کہا کرتے تھے۔ ہماری کتاب میں اس کو حرام قرار دیا دیا گیا۔ (بقول کسے۔ رام، رام جینا پرایا مال اپنا یہ ان کا مذہب تھا) یہ بھی کہا گیا کہ بعض یہود نے کسی قریشی سے سودا کیا۔ جب وہ قریشی مسلمان ہو گئے تو انہوں نے مال کا تقاضہ کیا تو یہود نے کہا تمہارا ہمارے ذمہ کوئی حق نہیں اس لئے کہ تم نے اپنا دین چھوڑ دیا اور کہنے لگے کہ یہ ہماری کتاب کا مسئلہ ہے۔ وَیَقُوْلُوْنَ عَلٰی اللّٰهِ الْکَذِبَ (وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں) یہ دعویٰ کر کے کہ یہ بات انکی کتاب میں موجود ہے۔ وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ (حالانکہ وہ جانتے ہیں) کہ وہ جھوٹے ہیں۔

دعویٰ بے گناہی کی تردید:

۷۶: بَلٰی مَنْ اَوْفٰی بِعَہْدِہٖ وَاتَّقٰی فَاِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ۔ بلی (کیوں نہیں) ان پڑھوں کا مال کھانے میں بے گناہی کے دعویٰ کی تردید ہے۔ کہ ان پر ضرور گناہ ہوگا۔ مَنْ اَوْفٰی بِعَہْدِہٖ وَاتَّقٰی جو شخص اپنے عہد کو پورا کرے اور اللہ سے ڈرے یہ جملہ مستانفہ ہے یہ اس جملہ کیلئے دوبارہ لایا گیا۔ جس کے قائم مقام بلی ہے۔ بِعَہْدِہٖ کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹی ہے۔ یعنی ہر وہ شخص جس نے اللہ تعالیٰ کے وعدہ کو پورا کیا اور اس سے ڈرا اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کو متقی لوگ پسند ہیں۔ نکتہ: یہاں ضمیر ہم کی بجائے الْمُتَّقِیْنَ۔ اسم ظاہر کو لائے پھر ضمیر کا مرجع خاص مَنْ تھا۔ اسکی بجائے متقین کو عام کر دیا۔ تاکہ اس میں ایمان اور دیگر تمام صالحات داخل ہو جائیں اور کفر وغیرہ اور دیگر برے اعمال جن سے بچنا ضروری ہے۔ ان سے پرہیز کو بھی تقویٰ میں شامل کر دیا۔

تاریکین خیانت اللہ کو پسند ہیں:

دوسرا قول یہ ہے کہ عبد اللہ بن سلامؓ اور انہی جیسے اہل کتاب میں سے ایمان لانے والے اس سے مراد ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ ضمیر مَنْ اَوْفٰی کی طرف لوٹانی جائز ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ ہر وہ شخص جس نے اس معاہدہ کو پورا کیا جو اللہ تعالیٰ سے کر رکھا تھا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلٰقَ

بے شک اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے مقابلہ میں جو لوگ حقیر معاوضہ لیتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں

لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَلَا

کوئی حصہ نہیں اور نہ ان سے اللہ تعالیٰ کلام فرمائے گا اور نہ قیامت کے دن ان کی طرف نظر فرمائے گا اور نہ ان کو پاک

يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷﴾ وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيقًا يَلُوْنَ اَلْسِنَتَهُم بِالْكِتٰبِ

فرمائے گا اور ان کے لئے عذاب ہے دردناک۔ اور بلاشبہ ان میں ایک گروہ ایسا ہے جو اپنی زبانوں

لِتَحْسِبُوْهُ مِنْ الْكِتٰبِ وَمَا هُوْا مِنَ الْكِتٰبِ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ

کو موڑ کر کتاب بیان کرتا ہے۔ تاکہ تم اس کو کتاب سے سمجھو حالانکہ وہ کتاب سے نہیں ہے، اور وہ

وَمَا هُوْا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۸﴾

کہتے ہیں کہ وہ اللہ کے پاس سے ہے حالانکہ وہ اللہ کے پاس سے نہیں ہے، اور وہ اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں۔

اور ترک خیانت و غدر میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہا اللہ تعالیٰ اس کو پسند کرتے ہیں۔

۷: اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلٰقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ، وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔

شأن نزول: یہ ان لوگوں کے بارے میں اتری جنہوں نے تورات کی تحریف کی۔ اور جن یہود نے آپ کی صفات تورات میں بدل ڈالیں۔ اور اس پر رشوت وصول کی۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ (بیشک وہ لوگ جو تبدیل کرتے ہیں) بِعَهْدِ اللّٰهِ (اللہ کے اقرار کو) جو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے رسول مصدق پر ایمان لانے کے سلسلہ میں کر رکھا ہے۔ وَاَيْْمَانِهِمْ (اور اپنی قسموں کو) اور اس پر ایمان لانے کے سلسلہ میں جو حلف دے رکھا ہے۔ کہ قسم بخدا ہم اس پر ضرور ایمان لائیں گے اور انکی نصرت کریں گے۔ ثَمَنًا قَلِيْلًا (تھوڑی قیمت) یعنی دنیا کا سامان، مرواری، رشوت وغیرہ اور اسی طرح کی دیگر چیزیں۔

خجور: بِعَهْدِ اللّٰهِ سے یہ بات مزید پختہ ہو جاتی ہے کہ بِعَهْدِہ کی ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

اُولٰٓئِكَ لَا خَلٰقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ ان لوگوں کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ (اللہ تعالیٰ ان سے کلام نہیں کریں گے) جس سے انکو خوشی ہو۔ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ (اور نہ انکی طرف قیامت کے دن توجہ فرمائیں گے) نظر سے مراد نظر رحمت ہے۔ وَلَا يُزَكِّيهِمْ۔ (اور نہ انکی تعریف فرمائیں گے) وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ (ان کیلئے دردناک عذاب ہے)۔

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ

کسی بشر سے یہ نہیں ہو سکتا کہ اللہ اسے کتاب حکمت اور نبوت عطا فرمائے پھر وہ لوگوں سے یوں کہے

لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبِّیْنَ بِمَا كُنْتُمْ

کہ تم اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ، اور لیکن وہ یہ کہے گا کہ تم اللہ والے ہو جاؤ اس وجہ سے

تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ۝۷۹ وَلَا يَأْمُرُكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوْا

کہ تم کتاب سکھاتے ہو اور اس وجہ سے کہ تم پڑھتے ہو۔ اور وہ تمہیں یہ حکم نہیں دے گا

الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِیِّیْنَ اَرْبَابًا اَیٰمُرُكُمْ بِالْكَفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝۸۰

کہ تم فرشتوں کو اور نبیوں کو رب بنا لو، کیا وہ تم کو کفر کا حکم دے گا۔ بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو۔

ایک اور یہودی خیال:

۷۸: وَإِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِیْقًا یَّلُوْنَ اَلْسِنَتَهُم بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ وَیَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَیَقُوْلُوْنَ عَلٰی اللّٰهِ الْكُذِبُ وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ۔ وَإِنَّ مِنْهُمْ (اور بیشک ان میں سے) ہم سے مراد اہل کتاب ہیں۔ لَفَرِیْقًا (ایک گروہ ایسا ہے) وہ کعب بن اشرف، مالک بن صفیہ جی بن اخطب وغیرہ ہیں۔ یَّلُوْنَ اَلْسِنَتَهُم بِالْكِتٰبِ (وہ اپنی زبانوں کو کتاب کے ساتھ موڑتے ہیں) اپنی قراءت کے ساتھ ان کو صحیح سے محرف کی طرف بل دیتے ہیں۔ اَللّٰی۔ بننا اور وہ پھیرنے کو کہتے ہیں۔ مراد ان کا تحریف کرنا ہے۔ مثلاً آیت رجم اور صفات محمد ﷺ اور اسی طرح کی دیگر امثله لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ۔ (تاکہ تم سمجھو کہ جو کچھ وہ پڑھتے ہیں وہ کتاب میں سے ہے) اے کی ضمیر اسکی طرف لوٹتی ہے جس پر یَّلُوْنَ اَلْسِنَتَهُم کی دلالت ہے۔ اور وہ محرف شدہ مضامین ہیں اور یہ بھی درست ہے کہ یہ مراد لی جائے کہ کتاب کے ہم شکل مضامین کیلئے وہ اپنی زبانیں موڑتے ہیں تاکہ تم ان مضامین کو کتاب میں سے خیال کرو۔ الکتاب سے مراد تورات ہے۔ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ (حالانکہ وہ تورات سے نہیں) وَیَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ (وہ کہتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے) یہ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ کی تاکید ہے اور انکی مزید مذمت کے لئے لائی گئی ہے۔ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَیَقُوْلُوْنَ عَلٰی اللّٰهِ الْكُذِبُ وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ۔ (حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں اور وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ وہ جھوٹ بول رہے ہیں)

معبودیت مسیح کا رد:

۷۹: مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبِّیْنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ۔ (کسی انسان کے لئے مناسب نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو

کتاب دے) اس آیت میں عبادت عیسیٰ کا جو دعویٰ انہوں نے کیا تھا اسکی تکذیب ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ ہم آپ کو اسی طرح سلام کرتے ہیں جیسا کہ ایک دوسرے کو سلام کرتے ہیں۔ کیا آپ کو سجدہ نہ کیا کریں؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لئے سجدہ مناسب نہیں۔ لیکن اپنے پیغمبر کا احترام کرو اور ان کے اہل کا حق پہچانو!

(واحدی فی اسباب النزول)

وَالْحُكْمَ (اور حکمت) اور مراد اس سے سنت یا معاملات کے فیصلے۔ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولُ اور نبوت دے پھر وہ کہنے لگے۔ يَقُولُ کا عطف یُوْتِيْهِ پر ہے۔ لِلنَّاسِ كُونُوا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُونُوا رَبَّيْنَ (لوگوں کو کہ اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے ہو جاؤ بلکہ وہ کہتا ہے تم ربانین بن جاؤ)۔

ربانی کون ہیں؟

الربانی یہ رب سے اسم منسوب ہے۔ الفنون اس میں زائد لگا ہے۔ ربانی اس شخص کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے دین کی اطاعت کو مضبوطی سے تھامنے والا ہو۔ جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی وفات ہوئی تو محمد بن حنفیہ نے کہا مات ربّانیٰ هذه الامة اس امت کا ربانی مر گیا۔ حضرت حسن کہتے ہیں کہ ربانین علماء وفقہائے امت کو کہتے ہیں۔ دوسرا قول یہ ہے۔ علمائے معلمین مراد ہیں۔ ایک اور قول یہ ہے کہ ربانی عالم باعمل کو کہتے ہیں۔ بِمَا كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ۔

قراءت: کوئی دشامی نے اسی طرح پڑھا۔ دیگر قراء نے تخفیف سے پڑھا۔ تَعْلَمُوْنَ کا معنی دوسروں کو پڑھانے والے ہو۔ علم والے ہو تو عمل والے بنو:

(وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ) اور اس سبب سے کہ تم پڑھتے ہو مطلب یہ ہے اس وجہ سے کہ تم علم والے ہو اور اس وجہ سے کہ علم خود پڑھنے والے ہو یہ ربانیت یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر قائم رہنے کی قوت۔ تعلیم و تعلیم ہی کی وجہ سے تھی۔ اور اس انسان کی بد نصیبی کیلئے اتنی بات کافی ہے کہ اس نے اپنے آپ کو مشقت میں ڈالا اور اپنی روح کو تکلیف دی تاکہ اپنے اندر علم کو جمع کر لے پھر اس علم کو ذریعہ عمل نہیں بنایا۔ اسکی مثال تو ایسی ہے جیسے کسی نے پر رونق خوبصورت درخت لگایا مگر اسکے پھل سے فائدہ نہ اٹھایا۔

دوسرا معنی یہ بھی کیا گیا کہ تدرسونہ علی الناس۔ تم وہ لوگوں کو پڑھاتے ہو۔ جیسا کہ اس آیت میں ہے۔ لِتَقْرَأَهُ عَلَى النَّاسِ (الاسراء آیت: ۱۰) پس تدرسون کا معنی پڑھانا ہے۔ جیسا ابن جریر کی قراءت میں ہے۔

۸۰: وَلَا يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلَائِكَةَ وَالنَّبِيِّنَ أَرْبَابًا أَيَأْمُرُكُمْ بِالْكَفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ۔

مَا كَانَ كُفْرِي مِثْلَ مَا كَانَ كُفْرِي

مَنْحُوْر: وَلَا يَأْمُرُكُمْ (اور نہ یہ بات بتلاوے گا کہ تم) یہ نصب کے ساتھ ثم يقول پر عطف ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ لا کو ماکان لبشر کی نفی میں تاکید پیدا کرنے کیلئے لَا يَأْمُرُكُمْ پر بڑھا دیا ہے۔ اب مطلب یہ ہے کہ کسی ایسے انسان کو مناسب نہیں جس کو اللہ تعالیٰ نبوت پر فائز کرے اور عبادت میں اللہ تعالیٰ ہی کو پکارنے اور شرکاء کو ترک کرنے کی توفیق دیدیں۔ تو پھر وہ لوگوں کو

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ

اور جب اللہ نے نبیوں سے عہد لیا کہ میں جو کچھ بھی تم کو کتاب اور حکمت عطا کروں

ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ ۖ قَالَ

پھر آجائے تمہارے پاس رسول جو تصدیق کرنے والا ہو اس چیز کی جو تمہارے پاس ہے تو تم ضرور اس پر ایمان لاؤ گے اور ضرور ضرور اس کی مدد کرو گے۔ فرمایا

أَقْرَأْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ إِصْرِي ۖ قَالُوا أَقْرَرْنَا ۖ قَالَ فَاشْهَدُوا

کیا تم نے اقرار کر لیا اور تم نے اس پر میرا مضبوط عہد قبول کر لیا؟ انہوں نے کہا ہاں ہم نے اقرار کر لیا، فرمایا سو تم گواہ رہو

وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ ۚ ۝۸۱ فَمَنْ تَوَلَّىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ

اور میں تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں، پھر جو شخص اس کے بعد روگردانی کرے گا سو یہی لوگ

الْفٰسِقُوْنَ ۝۸۲

نافرمان ہیں۔

حکم دینے لگے کہ وہ اسکے بندے اور عابد بن جائیں اور وہ یہ حکم دینے لگے کہ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيِّنَ اَرْبَابًا (کہ تم ملائکہ اور انبیاء کو رب بنالو) یہ اسی طرح ہے جیسا محاورہ میں کہتے ہیں۔ ما کان لوزید ان اکرمہ ثم یھیننی ولا یتستخف بی۔ زید کو مناسب نہیں کہ میں اسکا اکرام کروں اسکے باوجود پھر وہ میری توہین و تخفیف کرے۔ یعنی اکرام کے ہوتے ہوئے توہین و تخفیف روا نہیں۔

قراءت رفع کا معنی:

اگر رفع والی قراءت ہو وَلَا یَاْمُرُکُمْ جیسا کہ حجازی، ابو عمرو علی نے پڑھا ہے تو اس صورت میں یہ ابتدائی کلام ہے اور اَیَاْمُرُکُمْ بِالْکُفْرِ (کیا وہ تم کو کفر کی بات بتاویگا) کی ہمزہ استفہام انکاری کیلئے ہوگی اور لَا یَاْمُرُکُمْ اور اَیَاْمُرُکُمْ کی شمار فاعلیہ بشر کی طرف لوٹیں گی یا اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹیں گی۔

مطلب یہ ہوا کہ تعجب ہے کہ وہ تم کو کفر کا حکم دے۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔ (اسکے بعد کہ تم مسلمان ہو) یہ آیت کا حصہ دلالت کر رہا ہے کہ مخاطبین مسلمان تھے اور وہ وہی لوگ تھے جنہوں نے سجدہ کرنے کی اجازت طلب کی۔

تذکرہ ميثاق النبیین اور دو تفسیریں:

۸۱: وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ

وَلَتَنْصُرُنَّهُ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ قَالُوْٓا۟ اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْٓا اَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ۔
(جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام سے پختہ وعدہ لیا کہ جو کچھ میں تم کو کتاب اور علم دوں) یہ آیت انبیاء علیہم السلام سے میثاق لینے کے سلسلہ میں اپنے ظاہر پر ہے۔

پہلی تفسیر: اولاد کا لفظ میثاق کے بعد محذوف ہے کہ اولاد انبیاء یعنی بنی اسرائیل مراد ہیں اس صورت میں لَمَّا اَتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَحِكْمَةٍ میں لام تمہید قسم کیلئے ہے۔ کیونکہ میثاق لینے کا معنی ہی قسم لینا ہے اور لَتَوْمِنُنَّ کی لام جواب قسم کے لئے ہے۔ ما شرطیہ اور لَتَوْمِنُنَّ شرط و قسم دونوں کا جواب ٹھہرا۔ اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام سے قسم لے لی تھی کہ اگر میں تم کو کتاب عطا کروں پھر اس کتاب کی تصدیق کرنے والا رسول تمہارے ہوتے ہوئے آجائے تو تم اسکی تصدیق کرنا۔

نمبر ۲۔ ما موصولہ ہو اور مین کتاب اسکا صلہ اور لَتَوْمِنُنَّ بہ آخر تک خبر ہے۔ اب مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام سے عہد لیا تھا کہ جو کتاب میں نے تمہیں دی ہے اس پر تم ضرور ایمان لانا۔ ثُمَّ جَاءَ ءَكُمُ اسکا عطف صلہ پر ہے اور اسکی ضمیر ما محذوف کی طرف لوٹی ہے۔ اور تقدیر عبارت اس طرح ہے ثم جاء کم بہ (پھر لایا تمہارے پاس وہ کتاب) رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَآ مَعَكُمْ ایک ایسا رسول جو تصدیق کرنے والا ہے۔ اس کتاب کی جو تمہارے پاس ہے (لَتَوْمِنُنَّ بہ) (تو تم اس رسول پر ضرور ایمان لانا) اور وَلَتَنْصُرُنَّهُ (اور تم ضرور اس رسول کی امداد کرنا) رسول سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ لَمَّا اَتَيْتُكُمْ حمزہ کی قراءت میں لَمَّا کی لام جارہ مکسورہ ہے۔ اور مَا، الَّذِی کے معنی میں ہے۔ یا مَا مصدر یہ ہے مطلب یہ ہوا اس لئے کہ میں نے تمہیں کتاب و حکمت دی پھر اس رسول کے آنے کی وجہ سے جو تصدیق کرنے والا ہے۔ اس کتاب کا جو تمہارے پاس ہے۔

دوسری تفسیر: لام تعلیلیہ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان سے پختہ عہد لیا کہ تم رسول پر ضرور ایمان لانا اور انکی ضرورت مدد کرنا اس لئے کہ میں نے تمہیں حکمت دی ہے اور وہ رسول جس پر ایمان لانے اور اسکی مدد کرنے کا حکم دیا گیا۔ اور وہ رسول جن پر ایمان کیلئے میں تمہیں حکم دے رہا ہوں۔ وہ تمہارے موافق ہیں مخالف نہیں۔

قراءت: اَتَيْتُكُمْ کو مدنی نے اَتَيْنَاكُمْ پڑھا ہے۔ قَالَ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا) ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ (کیا تم نے عہد قبول کر لیا اور اس اقرار پر میرا ذمہ لیا) عہد کو اصر کہا کیونکہ یہ ان چیزوں میں سے ہے جن کو پختہ اور مضبوط کیا جاتا ہے۔ قَالُوْٓا۟ اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْٓا (انہوں نے کہا ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا تم ایک دوسرے پر اقرار میں گواہ ہو جاؤ)۔

تاکید برائے احتیاط مزید:

وَ اَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ۔ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں درحقیقت یہ تاکید کیلئے فرمایا تا کہ عہد کی خلاف ورزی سے وہ اور زیادہ محتاط رہیں جبکہ وہ یہ مانیں کہ یہ جان کر کہ اس پر تو ہم میں سے ہر ایک دوسرے پر گواہ ہے۔ اور خود ذات باری تعالیٰ بھی گواہ ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو فرمایا کہ تم گواہ ہو جاؤ۔

۸۲: فَمَنْ تَوَلَّى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔ (جو اس تاکید اور پختہ عہد کے بعد اس سے منہ موڑے گا) اور قبول کر لینے کے بعد اس عہد کو توڑ دے اور آنے والے پیغمبر پر ایمان سے اعراض کرے۔ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔ (وہ وہی فاسق ہیں)

اَفْغَيِّرْ دِيْنَ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَآءَ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

کیا اللہ کے دین کے علاوہ کوئی دین تلاش کرتے ہیں حالانکہ وہ سب اس کے فرمانبردار ہیں جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں

طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّالِيْهِ يُرْجَعُوْنَ ﴿۸۳﴾ قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا اُنْزِلَ عَلَيْنَا

خوشی سے اور مجبوری سے۔ اور اسی کی طرف سب واپس ہوں گے۔ آپ فرمادیتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو کچھ نازل کیا گیا ہم پر

وَمَا اُنْزِلَ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ

اور اس پر جو نازل کیا گیا ابراہیم پر اور اسمعیل پر اور اسحاق پر اور یعقوب پر اور ان کی اولاد پر

وَمَا اُوْتِيَ مُوسٰى وَعِيسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ

اور اس پر جو عطا کیا گیا موسیٰ کو اور عیسیٰ کو اور تمام نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے، ہم ان میں سے کسی کے درمیان بھی تفریق نہیں

مِنْهُمْ زَوْنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَمَنْ يَّبْتَغْ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ

کرتے اور ہم اس کے لئے فرمانبردار ہیں اور جو کوئی شخص اسلام کے علاوہ کسی دین کو طلب کرے گا تو ہرگز

يُقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۸۵﴾

اس سے قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں تباہ کاروں میں سے ہوگا۔

یعنی سرکش کفار ہیں۔

دین اسلام کے ہوتے اور دین کی طلب نہیں ہو سکتی:

۸۳: اَفْغَيِّرْ دِيْنَ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَآءَ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّالِيْهِ يُرْجَعُوْنَ۔ یہاں ہمزہ

استفہام انکاری کا قاعطفہ پر داخل ہوا۔ جملہ کا عطف جملہ پر ہے۔ مطلب یہ ہوا۔ وہ وہی فاسق ہیں بھی تو اللہ تعالیٰ کے دین کے

علاوہ اور دین کے متلاشی ہیں۔ پھر ہمزہ کو درمیان میں قاعطفہ پر داخل کر دیا۔ تقدیر عبارت یہ ہے فَا وَلِيْكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔

اَفْغَيِّرْ دِيْنَ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ (کیا یہ اللہ کے دین کے سوا کسی اور دین کے طالب ہیں)

دوسری تفسیر: یہ کہ محذوف پر عطف ہو اور عبارت اس طرح ہو اَيْتُولُوْنَ فَغَيِّرْ دِيْنَ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ (کیا وہ منہ موڑتے اور اللہ تعالیٰ

کے دین کے سوا اور (دین کے) متلاشی ہیں) غیر دین اللہ مفعول ہے۔ اس کو اپنے فعل سے مقدم کیا کیونکہ وہ زیادہ اہم ہے۔ اس

طرح کہ ہمزہ میں جو انکار ہے وہ معبود باطل کی طرف متوجہ ہونے والا ہے۔ (گویا یہ اشارہ کر دیا کہ دین اللہ کے ساتھ دوسرے

دین کی طلب نہیں ہو سکتی) وَلَآءَ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ (حالانکہ اسی ہی کے فرماں بردار ہیں جو آسمانوں میں ہیں) یعنی فرشتے

وَالْاَرْضِ (اور زمین میں) یعنی جن و انس طُوْعًا (مان کر) یعنی دلائل و انصاف کو سامنے رکھتے ہوئے۔ وَتَكْرَهًا (مجبوری سے) تلوار کے ذریعہ یا عذاب کو آنکھوں سے دیکھ کر جیسے طور پر لڑکا کر۔ فرعون اور آل کا غرقاب ہوتے دیکھ کر یا موت کو جھانک کر۔ جیسا فرمایا فَلَمَّا رَاَوْا بَأْسَنَا جَبَّ اَنْهٰوْنَ نے ہماری پکڑ کو دیکھا تو کہنے لگے ہم تو اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک کو مانتے ہیں۔

نحو و قراءت:

نَحْوٌ: حال ہونے کی بناء پر طُوْعًا اور تَكْرَهًا منصوب ہے۔ ای طائعين و مکرهين۔ وَالْيَه يُرْجَعُونَ (اسی کی بارگاہ میں ان کو لوٹایا جائے گا) پس وہ تمہارے اعمال کا بدلہ دیں گے۔

قراءت: يَبْعُونَ اور يُرْجَعُونَ دونوں میں حفص کے نزدیک یا پڑھیں گے۔ مگر ابو عمرو نے يُرْجَعُونَ کو تُرْجَعُونَ کیونکہ باغی ہی منہ موڑنے والے ہیں۔ اور لوٹنے والے تو تمام لوگ ہیں۔ باقی تمام قراء نے دونوں میں تا پڑھی ہے اور جیم پر فتح پڑھا ہے۔۔۔
۸۴: قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَا اُنْزِلَ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَا اُوْتِيَ مُوسٰى وَعِيسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ۔ (کہہ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور جو ہم پر اتارا گیا) اس میں رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنی طرف سے اور ایمان والوں کی طرف سے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی خبر دیں۔ اسی لئے قُلْ صیغہ واحد کا اور اٰمَنَّا میں جمع کا صیغہ اور ضمیر لائی گئی۔ یا اپنی طرف سے اس انداز سے بات کریں جیسے بادشاہ بات کرتے ہیں۔ یہ انداز اپنے پیغمبر کی قدر و منزلت کو بڑھانے کیلئے اختیار کیا گیا۔

لطیف نکتہ:

اُنْزِلَ یہاں حرف علی جو استعلاء اور بلندی کو ظاہر کرتا ہے اس کے ساتھ متعدی کیا گیا۔ اور سورہ بقرہ میں حرف الی جو انتہاء کیلئے آتا ہے۔ اس سے متعدی کیا گیا تاکہ دونوں معانی پائے جائیں وحی اترتی تو بلندیوں سے ہے۔ اور رسول تک ختم ہوتی ہے۔ کبھی ایک معنی ثابت کیا جبکہ دوسری مرتبہ دوسرا معنی۔

ایک محل نظر قول:

صاحب لباب نے کہا کہ سورہ بقرہ میں ”قولوا“ سے خطاب امت کو کیا گیا اور وہ خطاب الی کے لفظ سے درست ہو سکتا ہے۔ کیونکہ کتابیں انبیاء علیہم السلام اور انکی امتوں تک پہنچتی ہیں۔ اور یہاں قُلْ سے آنحضرت ﷺ کو خطاب ہے نہ کہ امت کو پس آپ کے مناسب علی کا لفظ تھا کیونکہ کتاب پیغمبر ﷺ پر اتری ہے امت کی اس میں شرکت نہیں۔ مگر انکی یہ بات محل نظر ہے کیونکہ ارشاد الہی ہے۔ اٰمِنُوْا بِالَّذِیْ اُنْزِلَ عَلٰی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (آل عمران ۷۲) یہاں اُنْزِلَ کو علی کے ساتھ ایمان والوں کیلئے ذکر کیا گیا۔ وَمَا اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَا اُنْزِلَ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ (اور جو اتارا گیا ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور ان کی اولاد کی طرف) الاسباط سے اولاد یعقوب علیہ السلام میں جو پیغمبر ہوئے وہ مراد ہیں۔ وَمَا اُوْتِيَ مُوسٰى وَعِيسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ (اور جو موسیٰ و عیسیٰ اور دیگر انبیاء علیہم السلام دئے گئے) سورہ بقرہ میں وَمَا اُوْتِيَ کو دوبارہ لایا گیا مگر یہاں لما

كَيْفَ يَهْدِي اللَّهُ قَوْمًا كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ وَشَهِدُوا أَنَّ الرَّسُولَ

اللہ کیونکر ہدایت دے اس قوم کو جنہوں نے اپنے ایمان کے بعد کفر اختیار کر لیا۔ حالانکہ وہ گواہی دے چکے تھے کہ بلاشبہ رسول

حَقٌّ وَجَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ ۖ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿٨٦﴾ أُولَٰئِكَ

حق ہے اور ان کے پاس واضح دلائل بھی آ گئے، اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔ یہ وہ لوگ ہیں

جَزَاءُ وَّهُمْ أَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ﴿٨٧﴾

جن کی سزا یہ ہے کہ ان پر لعنت ہے اللہ کی اور فرشتوں کی اور لوگوں کی سب کی،

خَالِدِينَ فِيهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ ﴿٨٨﴾ إِلَّا

وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ ان سے عذاب ہلکا نہ کیا جائے گا۔ اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی، سوائے

الَّذِينَ تَابُوا مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ وَأَصْلَحُوا ۚ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ

ان لوگوں کے جنہوں نے اس کے بعد توبہ کر لی اور اصلاح کر لی تو بے شک اللہ غفور ہے

رَحِيمٌ ﴿٨٩﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ ثُمَّ أَزْدَادُوا كُفْرًا لَّنَّ

رحیم ہے۔ بیشک جن لوگوں نے ایمان کے بعد کفر اختیار کیا پھر کفر میں بڑھتے رہے ہرگز

تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الصَّالُونَ ﴿٩٠﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا

ان کی توبہ قبول نہ ہوگی اور یہ لوگ بے گمراہ ہیں بیشک جن لوگوں نے کفر اختیار کیا

وَمَا تَوْأَوْاهُمْ كُفَّارٌ فَلَن يُقْبَلَ مِنْ أَحَدِهِمْ مِّلٌ ۚ الْأَمْرُ

اور وہ اس حال میں مر گئے کہ وہ کافر تھے تو ان میں سے کسی سے زمین بھر کر بھی سوا قبول

ذَهَابًا وَلَوْ افْتَدَىٰ بِهِ ۚ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ وَمَا لَهُمْ

نہ کیا جائے گا۔ اگرچہ وہ اپنی جان کے بدلہ میں دینا چاہے، یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے دردناک عذاب ہے اور ان کے لئے

مَنْ تَصْرِيْنِ ﴿٩١﴾

کوئی مددگار نہ ہوگا۔

دوسری ترکیب: جَزَاؤُهُمْ يَهْدِيهِمْ كَمَا بَدَلَ الْاَشْتِمَالِ ہے یہ دونوں مل کر مبتداء باقی خبر۔ علیہم کی ہم ضمیر سے خال الدین۔ حال ہے۔ فیہا ہا سے مراد لعنت ہے۔

توبہ کا فائدہ:

۸۸، ۸۹: خَلِيدِينَ فِيْهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ۔ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ (ان سے عذاب کو نہ ہلکا کیا جائے گا اور نہ مہلت دی جائے گی مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی اس کفر کے بعد) ذَلِكْ کا مشار الیہ کفر و ارتداد ہے۔ وَاَصْلَحُوْا (اور اصلاح نفس کر لی) یعنی جو بگاڑ پیدا کیا تھا اسکی ایمان کے بعد درستگی کر لی۔ یا بھلائی میں داخل ہو گئے (یعنی ایمان قبول کر لیا) فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ (پس اللہ تعالیٰ بخشنے والے ہیں) ان کے کفر کو رَحِيْمٌ (ان پر رحم کرنے والے ہیں) یہ آیت یہود کے متعلق اتری۔

۹۰: اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ ثُمَّ اِزْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ تَقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الصَّاٰلُوْنَ۔ (بلاشبہ جنہوں نے انکار کیا) عیسیٰ علیہ السلام اور انجیل کا۔ بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ اس کے بعد کہ ان کو موسیٰ علیہ السلام اور تورات پر ایمان تھا۔

کفر پر اصرار کرنے والے کی بوقت موت توبہ قابل قبول نہیں:

ثُمَّ اِزْدَادُوْا كُفْرًا (پھر کفر میں مزید ترقی کر گئے) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کا انکار کر کے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کر دیا۔ اس کے بعد کہ آپ کی بعثت سے قبل آپ پر ایمان رکھتے تھے۔ پھر کفر پر اصرار کر کے اس میں ترقی کی اور ہر وقت ان پر طعن و تشنیع کر کے کفر میں اضافہ کیا۔

نمبر ۲۔ یا ان لوگوں کے متعلق اتری جو مرتد ہو کر مکہ چلے گئے اور پھر اپنے کفر میں اس طرح کہہ کر مزید اضافہ کیا۔ کہ تم نے ان کو جلاوطن کر دیا ہے۔ ہم حوادث زمانہ کے ان پر گھومنے کے منتظر ہیں۔ لَنْ تَقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ (انکی توبہ ہرگز قبول نہ کی جائیگی) یعنی پکڑ کے وقت اگر وہ ایمان لائیں گے تو توبہ قابل قبول نہ ہوگی کیونکہ وہ موت کے وقت رجوع کریں گے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرما دیا فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا (غافر ۸۵) انکا ایمان لانا جب وہ ہماری پکڑ دیکھ لیں ہرگز نفع بخش نہ ہوگا۔ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الصَّاٰلُوْنَ۔ (اور ایسے لوگ یکے گمراہ ہیں)

کفر پر موت قبولیت فدیہ سے مانع ہے:

۹۱: اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْۢ اَحَدٍ هُمْ مِلُّ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَلَوْ اَفْتَدٰى بِهٖ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَّ مَا لَهُمْ مِّنْ نَّصِيْرِيْنَ۔ (بیشک جن لوگوں نے کفر کیا اور کفر کی حالت میں انکی موت واقع ہوئی پس ہرگز ان میں سے کسی سے بھی زمین بھرسونا قبول نہ کیا جائیگا) فَلَنْ يُّقْبَلَ کی فَا اس بات کو ظاہر کر رہی ہے کہ یہ کلام شرط و جزاء والا ہے۔ اور

قبولیت فدیہ کے ممنوع ہونے کا سبب کفر پر موت کا آنا ہے اور شروع کلام میں فاکوچھوڑ دیا۔ یہ ظاہر کرنے کیلئے کہ یہ کلام مبتداء و خبر ہے اور شرط و جزاء ہونے کی اس میں کوئی دلیل نہیں ہے۔

ذہبا یہ تمیز ہے۔ وَلَوْ افْتَدٰی بِہ (خواہ وہ فدیہ میں دے ڈالے) یعنی ہرگز ان میں سے کسی ایک سے فدیہ قبول نہ کیا جائیگا۔ اگرچہ وہ زمین بھر سونا دے ڈالے۔ رسول علیہ السلام نے فرمایا قیامت کے دن کافر کو کہا جائیگا اگر زمین بھر کر سونا دے دیا جائے۔ کیا تو عذاب سے بچنے کیلئے اس کو قربان کر دے گا؟ تو وہ کہے گا ہاں تو اسے کہا جائیگا تم سے تو اس سے آسان تر سوال کیا گیا تھا۔ یہ بھی کہا گیا کہ وَاُوْتٰکِمْ نَفْسِیْ کَیْلَیْہِ۔ اُوْلٰئِکَ لَہُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (انہی لوگوں کیلئے دردناک عذاب ہوگا) وَ مَا لَہُمْ مِّنْ نَّصِیْرٍ۔ (اور انکا کوئی مددگار نہ ہوگا) جو ان سے عذاب کو دفع کرے۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ ۚ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ

ہرگز نہ پاؤ گے تم بھلائی کو یہاں تک کہ خرچ کرو اس چیز میں سے جس سے تم محبت کرتے ہو، اور جو بھی کوئی چیز خرچ کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کو

عَلِيمٌ ﴿۹۲﴾ كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِي إِسْرَءِیْلَ إِلَّا مَا حَرَّمَ إِسْرَءِیْلُ عَلَى

جاننے والا ہے۔ سب کھانے حلال تھے بنی اسرائیل کے لئے سوائے اس کے جو اسرائیل نے اپنے اوپر حرام

نَفْسِهِ مِنْ قَبْلِ أَنْ تُنْزَلَ التَّوْرَةُ ۚ قُلْ فَأَتُوا بِالتَّوْرَةِ فَاتْلَوْهَا

کر لئے تھے۔ اس سے پہلے کہ تورات نازل ہو۔ آپ فرما دیجئے کہ تم تورات لے آؤ پھر اس کو پڑھو

إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۹۳﴾ فَمَنْ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ مِنْ بَعْدِ

اگر تم سچے ہو، پھر اس کے بعد جس شخص نے اللہ پر جھوٹا بہتان

ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿۹۴﴾ قُلْ صَدَقَ اللَّهُ ۚ فَاتَّبِعُوا مِلَّةَ إِبْرٰهٖمَ

باندھا سو وہی لوگ ہیں بڑے بے انصاف آپ فرما دیجئے کہ اللہ نے سچ فرمایا لہذا تم ملت ابراہیم کا اتباع کرو

حَنِيفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿۹۵﴾

جو باطل کو چھوڑ کر حق کو اختیار کرنے والے تھے۔ اور مشرکین میں نہ تھے۔

محبوب ترین چیز کا صدقہ:

۹۲: لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ۔ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ۔ (تم ہرگز کمال نیکی نہیں پاسکو گے) یعنی تم حقیقی نیکی ہرگز نہ حاصل کر سکو گے یا تم ہرگز نیک نہ بن سکو گے۔ یا تم ہرگز اللہ تعالیٰ کے ثواب کو نہ پاسکو گے۔ حتیٰ تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ۔ (یہاں تک کہ تم خرچ کرو اس چیز کو جس کو تم پسند کرتے ہو) یعنی تم اپنے اموال میں سے کچھ اموال جن کو تم پسند کرتے اور ترجیح دیتے ہو خرچ کرو۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے منقول ہے ہر وہ شخص جس نے اپنی پسندیدہ چیز کو اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے لئے صدقہ کیا خواہ وہ ایک کھجور ہی کیوں نہ ہو۔ وہ اس آیت میں داخل ہے۔ گویا نفلی و فرضی ہر دو قسم کے انفاق اس میں شامل ہیں۔ واسطی کہتے ہیں۔ برّ تک اسی وقت پہنچا جاسکتا ہے جبکہ کچھ محبوب اشیاء اسکی راہ میں خرچ کی جائیں اور کونین سے یکسوئی اختیار کی جائے۔ ابو بکر وراق رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم میرے احسان کو اس وقت نہیں پاسکتے جب تک تم اپنے بھائیوں سے احسان مندی نہ کرو۔ اور حال یہ ہے کہ مطلوب تک اس وقت تک پہنچ نہیں سکتے ہو۔ جب تک کہ محبوب چیز کو اپنے سے نہ نکالو گے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ چینی کے گنو خرید کر خیرات کرتے تھے۔ ان سے کسی نے کہا آپ اسکی قیمت کیوں صرف نہیں کرتے؟ تو فرمایا کیونکہ چینی مجھے پسند ہے اس لئے میں نے پسندیدہ چیز راہ خدا میں دینا پسند کی۔ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ۔ (جو چیز تم خرچ کرو اللہ تعالیٰ اس کو جاننے والے ہیں) یعنی وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے جس کو تم خرچ کر رہے پس وہ اس کا بدلہ اسکے مطابق دے گا۔

نَحْمُ: پہلا من تبعیضیہ ہے۔ حضرت عبداللہ کی قراءت اسکی تصدیق کرتی ہے حتیٰ تَنْفِقُوا بَعْضَ مَا تَحِبُّونَ۔ دوسرا من تبعیین کیلئے ہے جس چیز میں سے انفاق ہو خواہ وہ پاکیزہ چیز ہو کہ جو تمہیں پسند ہو یا خبیث چیز ہو کہ جس کو تم ناپسند کرتے ہو۔ **شأن نزول:** جب یہود نے یہ اعتراض کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ملت ابراہیم کے دعوے دار ہیں حالانکہ اونٹ کا گوشت استعمال کرتے ہیں۔ جبکہ ملت ابراہیم میں اونٹ کا گوشت اور لبن دونوں حرام تھے۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ملت ابراہیمی میں حلال تھا اس لئے ہم اس کو حلال سمجھتے ہیں۔ اس پر یہود نے کہا کہ یہ نوح علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام سے لیکر آج تک حرام چلا آ رہا ہے۔ تو یہ آیات انکی تکذیب میں اتاری گئیں۔

۹۳: كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حَلَالًا لِّبَنِي إِسْرَآءَ إِلَّا مَا حَرَّمَ إِسْرَآءُ يُلُ عَلَى نَفْسِهِ مِنْ قَبْلِ أَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرَةُ قُلْ فَاتُوا بِالَّتَّوْرَةِ فَاتْلَوْهَا إِنَّ كُنْتُمْ صَادِقِينَ۔

یہود کے اعتراض کا جواب:

كُلُّ الطَّعَامِ (تمام کھانے) یہاں طعام بمعنی مطعوم یعنی غذا کے معنی میں ہے۔ جن میں نزاع چل رہا تھا۔ بعض تو ان میں سے وہ تھیں جو پہلے سے حرام چلی آرہی ہیں مثلاً مردار، خون۔ كَانَ حَلَالًا لِّبَنِي إِسْرَآءَ يُلُ (بنی اسرائیل کیلئے حلال تھے) حَلَالًا مصدر ہے اور صفت کے معنی میں استعمال ہو رہا ہے۔ یعنی حلال جیسے عرب کہتے ہیں حل الشیء حَلًّا مصدر ہونے کی وجہ سے اس میں تذکیر و تانیث، واحد، جمع کا فرق نہیں جیسے ارشاد الہی ہے۔ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ (الممتحنہ: ۱۰) وہ عورتیں ان مردوں کے لیے حلال نہیں۔ إِلَّا مَا حَرَّمَ إِسْرَآءُ يُلُ (مگر جو حرام کی اسرائیل یعنی یعقوب علیہ السلام نے) عَلَى نَفْسِهِ مِنْ قَبْلِ أَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرَةُ (اپنے اوپر اس سے پہلے کہ تورات نازل ہو)۔

قراءت: مکی و بصری قراء نے تَنْزَلَ کو تَنْزَلَ پڑھا ہے۔ مراد اس سے اونٹ کا گوشت اور دودھ ہے یہ دونوں چیزیں حضرت یعقوب علیہ السلام کو بہت محبوب تھیں۔ مطلب یہ ہوا کہ تمام کھانے بنی اسرائیل کیلئے تورات اترنے سے پہلے تک حلال رہے۔ سوائے ان کھانوں کے جنکو حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے اوپر حرام کر لیا تھا۔ پھر جب تورات نازل ہوئی تو بنی اسرائیل پر اونٹ کا گوشت و دودھ حرام کر دیا گیا۔ اسلئے کہ ان کو حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے اوپر حرام کر لیا تھا۔ قُلْ فَاتُوا بِالَّتَّوْرَةِ فَاتْلَوْهَا إِنَّ كُنْتُمْ صَادِقِينَ۔ (کہہ دیں اے محمد! تم تورات لاؤ اور اس کو پڑھو اگر تم سچے ہو) اس آیت میں حکم دیا گیا کہ آپ ان سے انکی کتاب کے ذریعہ گفتگو کر کے ان کو لا جواب کریں۔ وہ کتاب خود بول دیگی کہ ان چیزوں کی تحریم ان پر وقتی طور پر انکی بغاوت و سرکشی کی وجہ سے نافذ کی گئی تھی۔ قدیم تحریم نہ تھی۔ جس کے وہ مدعی ہیں۔ (اس چیلنج کے بعد) وہ تورات کو لانے کی جرأت نہ کر سکے پس لا جواب ہو گئے۔ اس میں اس بات کی واضح دلیل ہے۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچے پیغمبر ہیں۔ اور جس نسخ کا وہ انکار کرتے ہیں۔ وہ بھی جائز و درست ہے۔

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبْرَكًا وَهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝۹۶

بے شک سب سے پہلا گھر جو لوگوں کے لئے مقرر کیا گیا وہ ہے جو مکہ میں ہے۔ جو برکت والا ہے اور لوگوں کے لئے ہدایت ہے

فِيْهِ اٰيٰتٌ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ؕ وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ اٰمِنًا ۝ وَ لِلّٰهِ

اس میں کھلی ہوئی نشانیاں ہیں، مقام ابراہیم ہے، اور جو اس میں داخل ہو گا امن والا ہو گا اور اللہ کے لئے

عَلٰى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ۝ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ

لوگوں کے ذمہ ہے اس گھر کا حج کرنا جسے طاقت ہو اس گھر تک راہ طے کر کے جانے کی، اور جو شخص منکر ہو سو اللہ

غَنِىٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝۹۷

بے نیاز ہے سارے جہانوں سے۔

حق ناشناس ظالم ہے:

۹۴: فَمَنْ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكُذِبَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔ (پس جو شخص اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھے) اس طرح گمان کر کے کہ یہ چیزیں ملت نوح و ابراہیم میں حرام تھیں۔ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ (اس قطعی حجت کے پیش کر دینے کے بعد) فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔ (وہ ہی ظالم ہیں) یعنی بیجا جھگڑا کرنے والے ہیں نہ وہ خود حق شناس ہیں اور نہ ہی دلائل کی طرف متوجہ ہونے والے ہیں۔

کذب یہود پر تعریض:

۹۵: قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِیْفًا وَّمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ۔ (کہہ دیں اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا) اپنی اطلاعات میں کہ اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو حرام نہیں کیا۔ اس آیت میں ان کے کذب پر تعریض کی گئی ہے یعنی یہ بات ثابت ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ نے جو چیز اتاری ہے وہ اسکے اتارنے میں سچے ہیں۔ اور تم جھوٹے ہو۔ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ (تم ملت ابراہیم کی اتباع کرو) ملت ابراہیم سے مراد ملت اسلام ہے جس پر محمد ﷺ اور ان کے پیروکار کار بند ہیں۔ تاکہ تم اس یہودیت کو خیر باد کہہ دو جس نے تمہیں باندھ کر یہاں تک مجبور کر دیا کہ تم اپنی اغراض کی خاطر کتاب اللہ کی تحریف کرنے لگے۔ اور جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام اور ان کے متبعین کیلئے حلال کیا تھا۔ ان کو حرام کرنے پر اتر آئے۔

حَنِیْفًا (وہ سب سے یکسو ہونے والے تھے)۔ یہ ابراہیم سے حال ہے یعنی باطل دینوں سے دین حق کی طرف جھکنے والے وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ۔ (وہ مشرکین میں سے نہ تھے) شَانَ نُّزُوْلٍ: یہود نے کہا ہمارا قبلہ تمہارے قبلہ سے پہلے کا قبلہ ہے تو یہ آیت اتری۔

پہلی عبادت گاہ کعبہ ہے:

۹۶: اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبْرَكًا وَهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ سب سے پہلا مکان جو لوگوں کے لئے قائم کیا

گیا (یعنی عبادت کے لئے) بنانے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے۔ لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے وضع کرنے کا مطلب بطور عبادت گاہ کے لوگوں کیلئے مقرر کرنا ہے۔ گویا اس طرح فرمایا لوگوں کے لئے پہلی عبادت گاہ کعبہ ہے۔ حدیث میں ہے کہ مسجد حرام بیت المقدس سے چالیس سال قبل بنائی گئی۔

دوسرا یہ کہا گیا ہے کہ سب سے پہلے ابراہیم علیہ السلام نے اس کو بنایا۔ تیسرا قول یہ ہے کہ پہلا گھر جس کا طوفان کے بعد حج کیا گیا وہ بیت اللہ ہے۔ چوتھا قول یہ ہے پہلا گھر (جسکی جگہ) پانی میں آسمان وزمین کی پیدائش کے وقت ظاہر ہوا۔ پانچواں قول یہ ہے۔ یہ پہلا گھر ہے جس کو آدم علیہ السلام نے سطح زمین پر بنایا۔

حَجُّوْهُ: وَضَعَ لِلنَّاسِ یہ موضع جر میں بیت کی صفت ہے اور لِلَّذِي بِبَكَّةَ خبر ہے۔ اِی لِلْبَيْتِ الَّذِي بِبَكَّةَ۔ مکہ کا نام بکۃ ہے:

لِلَّذِي بِبَكَّةَ (جو کہ مکہ میں ہے) بکہ یہ مکہ مکرّمہ کا نام ہے۔ مکہ اور بکہ دو لغتیں ہیں۔ دوسرا قول: مکہ شہر کا نام ہے اور بکہ مسجد کی جگہ کو کہتے ہیں۔

ایک اور قول یہ ہے کہ یہ بکہ سے مشتق ہے جواز دحام کو کہتے ہیں۔ کیونکہ مکہ میں لوگوں کا ہجوم ہوتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا کہ بکہ کا معنی توڑنا ہے کیونکہ یہ جابروں کی گردنوں کو توڑ دیتا ہے جو جابر بھی اس کا قصد کر کے آتا ہے۔ مُبَرَّكًا بہت (برکت والا) اس لئے کہ حج و عمرہ کرنے والوں کو ثواب ملتا ہے اور گناہ معاف ہوتے ہیں۔ وَ هُدًى لِّلْعٰلَمِیْنَ (اور جہان والوں کیلئے ہدایت ہے) کیونکہ وہ انکا قبلہ اور عبادت گاہ ہے۔

حَجُّوْهُ: مُبَرَّكًا یہ وَضَعَ کی ضمیر سے حال ہے۔

کعبہ خود نشانات میں سے بڑا نشان ہے:

۹۷: فِيْهِ اٰیٰتٌ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهٖمَ وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ اٰمِنًا وَلِلّٰهِ عَلٰی النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنْ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ۔ (اس میں واضح نشانات ہیں) جو کسی پر مشتبہ نہیں مَقَامُ اِبْرٰهٖمَ مقام ابراہیم یہ آیات بینات سے عطف بیان ہے۔ یعنی کعبہ میں کثرت سے واضح نشانیاں یعنی مقام ابراہیم ہے۔ جمع کا عطف بیان واحد آ سکتا ہے۔ کیونکہ نمبر ۱۔ وہ اکیلا ہی کئی واضح نشانات کے قائم مقام ہے۔ کیونکہ اس کی شان ظاہر ہے اور قدرت الہی پر اسکی دلالت انتہائی قوی ہے۔ اور نبوت ابراہیم علیہ السلام پر مضبوط دلالت ہے کہ ان کے قدم کا اثر اس سخت پتھر پر ظاہر ہوا۔

نمبر ۲۔ وہ پتھر کئی نشانات پر مشتمل ہے کیونکہ ان کے قدم مبارک کا اثر سخت چٹان پر ایک نشانی اور پاؤں کا ٹخنوں تک دھنسا دوسری نشانی ہے۔

نمبر ۳۔ بعض پتھروں کا نرم ہونا اور دوسروں کا نہ ہونا۔ نمبر ۴۔ ابراہیم علیہ السلام کی نشانی کے طور پر اسکا باقی رہنا جبکہ دیگر انبیاء علیہم السلام کے نشانات موجود نہیں۔ وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ اٰمِنًا (جو اس میں داخل ہوا وہ امن میں ہو گیا) یہ آیات بینات سے عطف بیان ہے۔ اور

اگرچہ یہ جملہ ابتدائیہ یا شرطیہ ہے معنوی لحاظ سے کیونکہ یہ حرم میں داخل ہونے والے کے مامون ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا کہ اس میں واضح نشانیاں یعنی مقام ابراہیم اور داخل ہونے والے کا مامون ہونا۔ یہ تثنیہ ہی معنی کے اعتبار سے جمع ہے۔ اور یہ بھی درست ہے کہ ان دونوں نشانات کا ذکر کر دیا جائے اور بقیہ نشانات کا تذکرہ سمیٹ دیا جائے کیونکہ ان دونوں میں ان نشانات پر کافی دلالت پائی جاتی ہے گویا اس طرح کہا گیا کہ اس میں واضح آیات مقام ابراہیم اور اس میں داخل ہونے والے کا مامون و محفوظ ہونا اور ان دونوں کے علاوہ اور بہت سی نشانیاں ہیں جیسے۔ پرندے اسکے اوپر نہیں اڑتے وغیرہ ذلک گویا ان دونوں نشانیوں میں سارے تذکرہ کو اس طرح لپیٹ دیا گیا جیسا رسول ﷺ کے اس ارشاد میں حَبَّ اِلٰیّیّ مِّنْ دُنْیَا کمْ ثَلَاثِ الطَّیْبِ وَالنِّسَاءِ وَ قُرَّةَ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ اس ارشاد مبارک میں تیسری چیز کو چھوڑ دیا گیا اور اسکی بجائے جملہ ابتدائیہ کے طور پر قُرَّةَ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ فرما دیا جو دنیا سے متعلق نہیں گویا آپ نے تیسری چیز کا تذکرہ اس بات پر متنبہ کرنے کیلئے چھوڑ دیا کہ میرے مرتبے کا تقاضہ نہیں کہ میں دنیا کی کسی چیز کا ذکر کروں۔ اس لئے دین کی ایک چیز کو ذکر کر دیا۔

نشان قدم مبارک:

پتھر پر قدم کے اس نشان کے بارے میں کہا گیا کہ جب بیت اللہ کی دیوار بلند ہوگئی اور ابراہیم علیہ السلام کیلئے پتھر اٹھانے ممکن نہ رہے تو آپ اس پتھر پر کھڑے ہو گئے اس میں آپ کے قدم گڑ گئے۔

دوسرا قول یہ بھی ہے کہ آپ شام سے واپس لوٹے۔ تاکہ مکہ میں بیٹے سے ملاقات کریں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بیوی نے کہا آپ اتریں آپ سر مبارک دھولیں۔ آپ سواری سے نہ اترے۔ تو وہ یہ پتھر اٹھا لائیں اور انکے دائیں طرف اس پتھر کو رکھ دیا۔ حضرت ابراہیم نے اپنا قدم اس پتھر پر رکھا یہاں تک کہ اپنے سر کی دائیں جانب دھولی۔ پھر وہ اس پتھر کو بائیں جانب لے گئیں یہاں تک کہ انہوں نے سر کی بائیں جانب بھی سواری کی حالت میں دھولی۔ پس آپ کے قدمین کا اثر اس پتھر پر باقی رہ گیا۔

حرم امن کی مراد:

اور حرم میں داخل ہونے والے کیلئے امن کا میسر آنا ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا سے تھارَب اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا (ابراہیم-۳۵) اے میرے رب اس شہر کو امن والا بنادے۔ عرب جاہلیت میں جب کوئی آدمی جرم کر کے حرم میں پناہ گزیں ہو جاتا۔ تو اس کو تلاش نہ کیا جاتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ اگر میں خطاب کے قاتل کو اسکے اندر پانے میں کامیاب ہو جاؤں تو میں اس کو وہاں سے نکلنے تک ہاتھ تک نہ لگاؤں گا۔

صَنِیْعَتُہٗ: جس آدمی پر جل میں قصاص لازم ہو یا ارتداد کے باعث یا زنا کی وجہ سے قتل کے قابل ہوا۔ پھر وہ حرم میں گھس گیا۔ تو اس کو وہاں قتل نہ کیا جائے گا۔ مگر اس کو ٹھکانہ لینے اور کھانا پانی لینے کی اجازت نہ دی جائیگی۔ اور نہ خرید و فروخت کی اجازت دی جائیگی۔ تا آنکہ نکلنے پر مجبور ہو جائے۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ امن سے مراد مامون من النار ہے۔ رسول مقبول ﷺ نے فرمایا جو حرمین میں سے کسی میں فوت ہوا قیامت کے دن اس کو آگ سے مامون اٹھایا جائے گا۔ رسول ﷺ نے فرمایا۔ جو ان اور بقیع کو انکی اطراف سے پکڑ کر جنت میں

پھیلا دیا جائے گا۔ یہ دونوں مدینہ و مکہ کے قبرستان ہیں۔ رسول ﷺ کا ارشاد ہے جس نے مکہ کی گرمی پر دن کا تھوڑا سا حصہ صبر کیا اس سے جہنم دو سو سال کے فاصلے پر دور ہو جاتی ہے۔

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ (لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا فرض حج لازم ہوا)

قراءت: ابوبکر کے علاوہ دیگر کوئی قراء نے حِجُّ الْبَيْتِ بطور نام کے پڑھا ہے اور حج البیت۔ فتح کی صورت میں یہ مصدر ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ حج مصدر میں یہ دونوں لغتیں ہیں۔ مَن یہ موضع جر میں بدل البعض ہے۔ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا (اسکی طرف راستہ کی طاقت رکھتا ہو) نبی اکرم ﷺ نے اسکی تفسیر زاد و راہ سے کی ہے۔ اور إِلَيْهِ کی ضمیر کا مرجع البیت یا حج ہے اور ہر وہ چیز جو کسی چیز کی طرف جانے کا ذریعہ ہو وہ سبیل ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کا ارشاد نازل ہوا۔

ملت مسلمہ کا اقرار:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ تو رسول اللہ ﷺ نے تمام اہل ادیان کو جمع کیا۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے تم پر حج کو فرض کیا پس تم حج کرو۔ پس آپ پر ایک ملت والوں نے یقین کیا اور وہ مسلمان تھے۔ اور پانچ ملتوں والوں نے انکار کر دیا۔ اور کہنے لگے۔ ہم اس پر ایمان نہ لائیں گے۔ اور اسکی طرف رخ کر کے نہ نماز پڑھیں گے اور نہ ہی اس کا حج کریں گے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ۔ (جس نے انکار کیا پس بیشک اللہ تعالیٰ جہان والوں سے مستغنی ہیں) اور انکی اطاعت سے بھی بے نیاز ہیں۔

لطیف نکتہ:

اس آیت میں کئی تاکیدات ہیں۔ مثلاً لام، علی، مطلب یہ ہوا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا لازم حق ہے۔ جو لوگوں کی گردنوں پر پڑا ہوا ہے۔ نیز اس میں ابدال ہے، مراد دومرتبہ تکرار سے لایا گیا۔ کیونکہ ابہام کے بعد وضاحت اور اجمال کے بعد تفصیل کرنا۔ دو الگ صورتوں میں اس حکم کو لانے اور ذکر کرنے کی طرح ہے۔

تارک حج پر اللہ غضبناک ہے:

اور اسی قسم میں سے یہ حصہ ارشاد الہی کا ہے کہ وَمَنْ كَفَرَ فَمَا يَصْحَبُ فَمَا يَصْحَبُ فَمَا يَصْحَبُ۔ تارک حج پر سختی کرتے ہوئے اس کو کافروں کا عمل قرار دیا۔ اور اس میں سے ایک جہان والوں سے بے نیازی کا ذکر فرماتا ہے۔ اور یہ ناراضگی اور غصے کی دلیل ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تارک حج سے اللہ غضبناک ہے۔ عَنِ الْعَالَمِينَ۔ میں لفظ اللہ کو دوبارہ لائے ضمیر ذکر نہیں کی۔ تاکہ تارک حج کی طرف اللہ تعالیٰ کا استغناء بصورت تعلیم مدلل طور پر ظاہر ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کا انتہائی غضب معلوم ہو جائے۔

قُلْ يَا اَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِآيَاتِ اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ شَهِيدٌ عَلَىٰ مَا تَعْمَلُوْنَ ۙ

اے اہل کتاب تم کیوں کفر کرتے ہو اللہ کی آیات کے ساتھ حالانکہ اللہ کو تمہارے سب کاموں کی

تَعْمَلُوْنَ ۙ ﴿۹۸﴾ قُلْ يَا اَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ

اطلاع ہے، آپ فرما دیجئے کہ اے اہل کتاب تم کیوں روکتے ہو اللہ کی راہ سے اس شخص کو جو ایمان لائے

تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّ اَنْتُمْ شُهَدَآءُ ۚ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۙ ﴿۹۹﴾

تم اس میں کجی تلاش کرتے ہو حالانکہ تم خود گواہ ہو، اور اللہ ان کاموں سے غافل نہیں ہے جو تم کرتے ہو،

۹۸: قُلْ يَا اَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِآيَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ شَهِيدٌ عَلَىٰ مَا تَعْمَلُوْنَ۔ (اے اہل کتاب تم کیوں اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ گواہ ہیں تمہارے اعمال پر) واللہ میں واو حالیہ ہے۔ مطلب یہ ہے تم ان آیات اللہ کا کیوں انکار کرتے ہو جو حضرت محمد ﷺ کی صداقت پر دلالت کرنے والی ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے واقف ہیں پس وہ ان پر تمہیں سزا دیں گے۔

اللہ کی راہ سے روکنے پر وعید:

۹۹: قُلْ يَا اَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّ اَنْتُمْ شُهَدَآءُ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ۔ (اے اہل کتاب تم کیوں روکتے ہو) الصّدّ۔ منع کرنا۔ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ (اللہ تعالیٰ کی راہ سے ان لوگوں کو جو ایمان لائے) یعنی تم دین حق سے کیوں روکتے ہو۔ اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کا وہ راستہ جس پر چلنے کا حکم دیا گیا وہ اسلام ہے۔ جو آدمی اسلام میں داخل ہونا چاہتا وہ پوری کوشش کر کے اس سے روکتے۔ تَبْغُوْنَهَا (تم اس میں تلاش کرتے ہو) ای تطلبون لہا تم اللہ کے راستہ کے کج ہونے کے طلب گار ہو۔

مُخْوَرٌ: یہ محل نصب میں حال ہے۔

عِوَجًا (ٹیڑھ) یہ بمعنی اعوجاجا ہے۔ ٹیڑھا ہونا وہ میانہ روی اور استقامت سے ہٹ رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کی صفات کو بگاڑ کر بیان کرتے وغیرہ۔ اَنْتُمْ شُهَدَآءُ (تم گواہ ہو کہ) وہ اللہ تعالیٰ کا ایسا راستہ ہے جس سے کوئی انتہائی گمراہ شخص روک سکتا ہے۔ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ۔ (اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں سے بے خبر نہیں) جیسے اسکی راہ سے لوگوں کو روکنا اس میں سخت وعید ہے۔ اگلی آیت میں ایمان والوں کو ایسے لوگوں کی اتباع سے منع کر دیا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَطِيعُوا فَرِيقًا مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ

اے ایمان والو! اگر تم کہنا مانو گے ایک جماعت کا ان لوگوں میں سے جن کو کتاب دی گئی

يُرُدُّوكُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ كُفْرِينَ ۝۱۰ وَكَيْفَ تَكْفُرُونَ وَأَنْتُمْ تُتْلَىٰ

تو وہ تمہارے ایمان کے بعد تمہیں واپس کافر بنا دیں گے، اور تم کفر کیسے اختیار کر سکتے ہو حالانکہ تم پر اللہ کی آیات کی

عَلَيْكُمْ آيَاتُ اللَّهِ وَفِيكُمْ رَسُولُهُ ۚ وَمَنْ يَعْتَصِمْ بِاللَّهِ فَقَدْ

تلاوت کی جاتی ہے اور تمہارے اندر اس کا رسول موجود ہے اور جو شخص اللہ کو مضبوط پکڑ لے سو اس کو

هُدًى إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝۱۱ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ

سیدھے راستہ کی طرف ہدایت دی گئی، اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو۔ جیسا کہ اس سے ڈرنے

تَقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ۝۱۲ وَأَعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ

کا حق ہے اور ہرگز مت مرنا مگر اس حالت میں کہ تم مسلمان ہو، اور تم سب مل کر اللہ کی رہی گو

جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا ۚ وَادْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً

مضبوطی سے پکڑ لو، اور آپس میں متفرق نہ ہو، اور یاد کرو اللہ کی نعمت کو جو تمہارے اوپر ہے جبکہ تم دشمن تھے۔

فَالْفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَاصْبِرْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلَىٰ شَفَا

سو اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا فرما دی لہذا تم اس کی نعمت کی وجہ سے بھائی بھائی ہو گئے اور تم دوزخ کے گڑھے کے

حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ۚ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ

کنارے پر تھے سو اللہ نے تم کو اس سے بچا دیا۔ اللہ ایسے ہی بیان فرماتا ہے تمہارے لئے اپنی آیات

لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝۱۳

تاکہ تم ہدایت پر رہو۔

۱۰۰: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَطِيعُوا فَرِيقًا مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ يُرُدُّوكُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ كُفْرِينَ۔ (اے ایمان والو! اگر تم اہل کتاب کی ایک جماعت کی پیروی کرو گے تو وہ تمہیں تمہارے ایمان کے بعد کفر کی طرف پھیر دیں گے)

شاس بن قیس یہودی کی شرارت:

کہا جاتا ہے کہ شاس بن قیس یہودی کا گزراوس و خزرج کی ایک جماعت کے پاس سے ہوا جہاں بیٹھ کر وہ باتوں میں مصروف تھے۔ اس کو مسلمانوں کی باہمی الفت و محبت ایک آنکھ نہ بھائی۔ اس نے ایک یہودی نوجوان کو کہا کہ وہ ان کے مابین جا کر جنگ بعاث کا تذکرہ کرے شاید کہ یہ لڑ پڑیں یہ جنگ بعاث ایسا دن تھا جس میں اوس و خزرج کے بہت سے لوگ قتل ہوئے تھے۔ نتیجہ اوس کو فتح ملی تھی۔ اس یہودی نے جا کر ان کے مابین اس کا تذکرہ کیا۔ اس پر ان کے مابین تنازع پیدا ہوا۔ اور اسلحہ۔ اسلحہ نعرہ ہائے جاہلیت بلند کرنے لگے۔ نبی اکرم ﷺ کو اس بات کی اطلاع ملی تو آپ مہاجرین و انصار کی ایک جماعت کو ساتھ لے کر ان کی طرف تشریف لائے اور فرمایا کیا تم جاہلیت کی آوازیں دے رہے ہو حالانکہ ابھی تو میں تمہارے درمیان موجود ہوں۔ اسکے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اسلام سے عزت دی اور تمہارے مابین الفت پیدا فرمادی۔ پس اس وقت لوگوں کو معلوم ہوا کہ یہ شیطانی چوک ہے۔ چنانچہ ہتھیار پھینک کر ایک دوسرے کے گلے لگ کر رونے لگے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

استفہام عجیبی ہے:

۱۰۱: وَكَيْفَ تَكْفُرُونَ وَأَنْتُمْ تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ آيَاتُ اللَّهِ وَفِيكُمْ رَسُولُهُ وَمَنْ يَعْتَصِمْ بِاللَّهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ۔ وَكَيْفَ تَكْفُرُونَ (اور تم کفر کیسے کر سکتے ہو) کَيْفَ میں استفہام انکار و تعجب کیلئے ہے۔ یعنی تعجب ہے کہ کہاں سے کفر تمہاری طرف چل کر آیا حالانکہ وَأَنْتُمْ تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ آيَاتُ اللَّهِ (اور تم پر اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھی جاتی ہیں) تم پر اللہ تعالیٰ کی آیات یعنی قرآن مجید حضرت محمد ﷺ کی زبان سے تازہ بہ تازہ پڑھا جاتا ہے۔ وَفِيكُمْ رَسُولُهُ (اور تمہارے درمیان اس کا رسول ﷺ موجود ہے) جو تمہیں منع کرتا اور وعظ و نصیحت کرتا اور تمہارے شبہات کو مٹاتا ہے۔ وَمَنْ يَعْتَصِمْ بِاللَّهِ (اور جو شخص اللہ کو مضبوط پکڑتا ہے) جو اللہ تعالیٰ کے دین کو یا اسکی کتاب کو مضبوطی سے تھامنے والا ہو یا اس میں اس بات پر آمادہ کیا گیا کہ وہ کفار کے شر و فریب کو دور کرنے کیلئے رسول اللہ ﷺ کی طرف رجوع کریں۔ فَقَدْ هُدِيَ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ۔ (تو اس کو ضرور ہدایت میسر آگئی سیدھے راستہ کی طرف) یعنی دین حق کی طرف اسکی راہنمائی کر دی گئی۔ یا جو شخص اللہ تعالیٰ کو اپنا ماویٰ و ملجا قرار دے جبکہ شبہات پیش آئیں تو اللہ تعالیٰ اس کو شبہات سے محفوظ فرماتے ہیں۔

حق تقویٰ کامل اطاعت ہے:

۱۰۲: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ۔ (اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرا کرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا ہے اور سوائے اسلام کے اور کسی حالت پر جان مت دینا) حَقَّ تَقَاتِهِ کا مطلب جو تقویٰ لازم ہے اور جو کچھ اس سے لازم ہوتا ہے اور وہ واجبات کو اختیار کرنا اور محرمات سے پرہیز کرنا ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تقویٰ اطاعت کرنے اور نافرمانی نہ کرنے اور شکر بجالانے اور ناشکری سے گریز کرنے اور اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے اور نہ بھلانے کو کہتے ہیں۔ یا یہ کہ اللہ تعالیٰ کے معاملے میں اس کو کسی ملامت کرنے والے کی ملامت رکاوٹ نہ بنے اور وہ انصاف کرے خواہ اپنے نفس

اور اولاد و والد کے خلاف کیوں نہ ہو۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جو بندہ اللہ تعالیٰ سے صحیح طور پر ڈرتا ہے۔ اسکی زبان حکمت کا خزانہ ہوگی۔
صرف: التَّقَاةُ یہ اتقی سے ہے جس طرح تَوَدُّةٌ۔ اُتَاد سے ہے۔

وَلَا تَمُوتُنَّ اِلَّا وَانْتُمْ مُسْلِمُونَ۔ جب تمہیں موت کا ادراک ہو جائے تو تمہاری حالت اسلام کے سواء دوسری ہرگز نہ ہوتی چاہیے۔

اعتصام بحبل اللہ کا حکم:

۱۰۳: وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَاءً فَالَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَاصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ اِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلَى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِنْهَا كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ اٰيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ۔ (اور اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو) یعنی قرآن کو مضبوطی سے تھام لو۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔ قرآن اللہ تعالیٰ کی مضبوط رسی ہے۔ اسکے عجائبات کی انتہاء نہیں۔ اور بار بار لوٹانے سے پرانا نہیں ہوتا۔ جس نے قرآن کی بات کی اس نے سچ کہا اور جس نے اس پر عمل کیا وہ رشد و ہدایت پا گیا۔ اور جس نے اس کو مضبوطی سے تھام لیا اس نے صراط مستقیم کی طرف ہدایت پالی۔ وَلَا تَفَرَّقُوا (اور باہم نا اتفاقی مت کرو)

اجماع امت کو مضبوطی سے پکڑو:

خَجَو: وَلَا تَفَرَّقُوا یہ وَاعْتَصِمُوا کی ضمیر مخاطب سے حال ہے۔ کہا گیا ہے کہ اس کا مطلب اجماع امت کو مضبوطی سے پکڑو۔ اسکی دلیل وَلَا تَفَرَّقُوا ہے یعنی ایسا فعل نہ کرو جس سے تفرقہ پیدا ہو۔ اور اس سے اجماع امت زائل ہو جائے۔ دوسری تفسیر یہ بھی ہے کہ اپنے درمیان اختلاف میں پڑ کر حق سے علیحدگی مت اختیار کرو۔ جیسے یہود و نصاریٰ نے اختلاف کیا۔ تیسری تفسیر یہ ہے کہ جس طرح تم زمانہ جاہلیت میں متفرق تھے ایک دوسرے سے لڑائی کرتے تھے۔ اس طرح مت کرو۔

وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَاءً فَالَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَاصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ اِخْوَانًا (اور اللہ تعالیٰ کا اپنے اوپر احسان یاد کرو۔ جب کہ تم دشمن تھے پس اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی پس تم اسکی مہربانی سے بھائی بھائی بن گئے) زمانہ جاہلیت میں ان کے مابین دشمنی اور لڑائیاں تھیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں اسلام کے ذریعہ الفت ڈال دی اور ان کے قلوب میں محبت پیدا کر دی پس وہ آپس میں محبت کرنے لگے اور بھائی بھائی بن گئے۔

گرنے والے گڑھے کا کنارہ جہنم:

وَكُنْتُمْ عَلَى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ (اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے) یعنی تم کنارے پر پہنچے ہوئے تھے۔ اور تم اس میں جا گرتے کیونکہ کفر پر تھے۔ فَاَنْقَذَكُمْ مِنْهَا (پس اس نے تمہیں اس سے نجات دی) اسلام نصیب کر کے۔ اس میں فرقہ معزلہ کی تردید ہے۔ کیونکہ ان کے ہاں وہ خود اپنے آپ کو نکالنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نکالنے والے نہیں۔ ہا کی ضمیر حفرة، نار یا شفاء کی طرف راجع ہے۔ اور حفرة کی طرف اضافت کی وجہ سے مؤنث لائے۔ شَفَا حُفْرَةٍ گڑھے کا کنارہ۔ اس کا لام کلمہ

وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ اُمَّةٌ يَدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ

اور تم میں سے ایک ایسا گروہ ہونا ضروری ہے جو دعوت دیتے ہوں خیر کی طرف، اور حکم کرتے ہوں اچھے کاموں کا اور منع کرتے ہوں

عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿۱۰۴﴾ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ

برے کاموں سے، اور یہ لوگ پورے پورے کامیاب ہیں، اور مت ہو جاؤ ان لوگوں کی طرح

تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ

جواپس میں متفرق ہو گئے اور اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح احکام پہنچے آپس میں اختلاف کر لیا، اور یہ لوگ ہیں جن کے لئے

عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿۱۰۵﴾ يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌُ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌُ ؕ فَاَمَّا

بڑا عذاب ہے، جس دن چہرے سفید ہوں گے اور چہرے سیاہ ہوں گے، سو جن

الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ ؕ اَكْفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوقُوا

لوگوں کے چہرے سیاہ ہوں گے ان سے کہا جائے گا کیا تم نے کفر اختیار کیا اپنے ایمان کے بعد، سو کچھ لو

الْعَذَابِ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿۱۰۶﴾ وَاَمَّا الَّذِينَ اَبْيَضَّتْ وُجُوهُهُمْ فِى

عذاب اس وجہ سے کہ تم کفر کرتے تھے، اور جن کے چہرے سفید ہوں گے سو وہ

رَحْمَةِ اللّٰهِ ؕ هُمْ فِيْهَا خَالِدُونَ ﴿۱۰۷﴾ تِلْكَ اٰيَةُ اللّٰهِ نَسْلُوهَا عَلَيْكَ

اللہ کی رحمت میں ہوں گے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہ اللہ کی آیات ہیں ہم آپ پر ان کی تلاوت کرتے ہیں

بِالْحَقِّ ؕ وَمَا اللّٰهُ يُرِيدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ

حق کے ساتھ، اور اللہ جہانوں کے ساتھ ظلم کا ارادہ نہیں فرماتا، اور اللہ ہی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے

وَمَا فِى الْاَرْضِ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۱۰۹﴾

اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ کی طرف تمام امور لوٹائے جائیں گے۔

واؤ ہے اسی لئے اس کی تشبیہ شفوآن آتی ہے۔ مِثْلُكَ (اسی طرح) ایسے شاندار بیان سے یَسِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اِلَيْهِ (اللہ تعالیٰ اپنی آیات کو تمہارے لئے کھول کر بیان کرتے ہیں) یعنی قرآن جس میں امر و نہی، وعدہ و وعید ہے۔ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ۔ (تاکہ تم راہ پاؤ) یعنی تاکہ تم ہدایت کے امیدوار بنو۔ یا تاکہ تم اسکے ذریعہ درست راستہ اور جس سے ثواب حاصل ہوتا ہے۔ وہ راہ پاؤ۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اہمیت:

۱۰۴: وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ - وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ -
(اور چاہئے کہ تم میں سے ایک جماعت ہو جو بھلائی کی طرف دعوت دینے والی ہو) المعروف سے مراد جس کو شرع اور صحیح عقل درست قرار دے۔ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (اور برائی سے روکنے والی ہو) الْمُنْكَرِ جس کو شریعت اور صحیح عقل برا سمجھیں یا معروف وہ جو کتاب و سنت کے موافق اور منکر وہ ہے جو کتاب و سنت کے مخالف یا معروف اطاعت کو کہتے ہیں جبکہ منکر معاصی کو کہتے ہیں۔ خیر کی طرف دعوت تمام افعال تکلیفیہ اور ممنوعات میں عام ہے۔ اور جو اس پر عطف کیا گیا وہ خاص ہے۔

مِنْكُمْ میں مَنُ تبعیض کے لئے ہے۔ کیونکہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر فرض کفایہ ہے۔ اور یہ اسی کے لئے مناسب ہے جو معروف و منکر کی خبر رکھتا ہو۔ اور اس کو یہ معلوم ہو کہ اسکے قائم کرنے کیلئے ترتیب کیا ہوگی۔ وہ آسمان سے شروع کرے اگر فائدہ نہ ہو تو پھر اس سے مشکل کی طرف ترقی کرے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَاصْلَحُوا بَيْنَهُمَا کہ ان کے مابین درستی کرو پھر فرمایا: فَقَاتِلُوا (الحجرات: ۹) پھر اس سے لڑو۔

نمبر ۲۔ دوسری تفسیر میں بیان یہ ہے تم ایسی امت بن جاؤ جو حکم کرنے والی ہو بھلائی کا جیسا کہ اس ارشاد الہی میں ہے: كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ كَذَٰلِكَ يَتْلُو صُورَةَ مَا كَفَرْتُمْ بِهِ وَتَضْحَكُونَ بِآيَاتِهِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (وہ وہی لوگ کامیاب ہیں) یعنی کامل فلاح کے ساتھ خاص ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے امر بالمعروف کیا اور برائی سے روکا وہ اللہ تعالیٰ کی زمین میں اس کا خلیفہ ہے اور اسکے رسول کا خلیفہ اور اس کی کتاب کا خلیفہ ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ افضل الجہاد الامر بالمعروف والنہی عن المنکر افضل ترین جہاد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔

تفرقہ تو یہود و نصاریٰ کی خصلت ہے:

۱۰۵: وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ - (تم ان لوگوں کی طرح نہ بنو جنہوں نے (عداوت سے) تفرقہ ڈالا) وَاخْتَلَفُوا (اور اختلاف پیدا کیا) دین میں وہ یہود و نصاریٰ ہیں۔ انہوں نے اختلاف کیا اور ایک دوسرے کو کافر قرار دیا۔ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ (اسکے بعد کہ ان کے پاس واضح دلائل آچکے) جو کہ کلمہ حق پر سب کے اتفاق لازم کرنے والے تھے۔ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ (ان لوگوں کیلئے بڑا عذاب ہے) ۱۰۶: يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ فَأَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ أَكْفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ - يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ جس روز بعض چہرے سفید ہو جائیں گے۔ يَوْمَ كُوَاذُ كُرُوا محذوف کا ظرف ہونے کی وجہ سے منصوب پڑھا جائے گا۔ ياعظيم يا لهم کی وجہ سے اور وجوہ سے مراد وجوہ المؤمنین ایمان والوں کے چہرے مراد ہیں۔ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ (اور کافروں کے چہرے سیاہ ہونگے) بیاض نور کے باعث ہوگا جبکہ سیاہی ظلمت کی وجہ سے۔ فَأَمَّا الَّذِينَ

اَسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ (پھر وہ لوگ جن کے چہرے سیاہ ہوئے) پس ان کو کہا جائے گا۔ اَكْفَرْتُمْ (کیا تم نے کفر کیا) یہاں قول اور فاکو حذف کر دیا کیونکہ وہ معلوم ہے اور ہمزہ تو بخ کیلئے اور انکی اس حالت پر تعجب کا اظہار کیا گیا ہے۔

ایمان کے بعد کفر کرنے والے مرتد منافق و اہل کتاب:

بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ اپنے ایمان کے بعد۔ یعنی ایمان سے مراد میثاق کے دن والا اقرار ہے۔ پس مراد اس سے تمام کفار ہونگے۔ یہ حضرت ابی بن کثیرؓ کا قول ہے اور ظاہر قول بھی یہی ہے۔

دوسرا قول: مرتد یا منافق مراد ہیں۔ پھر مطلب یہ ہوگا۔ کیا تم نے باطن میں انکار کیا بظاہر اسلام کا اقرار کر لینے کے بعد۔ تیسرا قول: اہل کتاب مراد ہیں ایمان کے بعد ان کے کفر کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی آمد سے قبل آپ کا اعتراف کیا مگر آمد کے بعد انکار کر دیا۔ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ۔ (پس تم اپنے کفر کے باعث عذاب چکھو) ۱۰۷: وَاَمَّا الَّذِينَ اَبْيَضَّتْ وُجُوهُهُمْ فَفِي رَحْمَةِ اللَّهِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ۔ (اور پھر وہ لوگ جن کے چہرے سفید ہوئے وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت میں ہونگے) رحمت سے یہاں مراد نعمت اور ہمیشہ کا ثواب ہے۔ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ (وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے) یہ جملہ متانفہ لائے۔ کہ نہ وہ جنت سے کوچ کریں گے اور نہ ہی ان پر موت واقع ہوگی۔

۱۰۸: اِنَّكَ اَنْتَ اللَّهُ نَتْلُوْهَا عَلَیْكَ بِالْحَقِّ وَمَا اللَّهُ یُرِیْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِیْنَ۔ (یہ اللہ تعالیٰ کی آیات ہیں) جو وعدہ و وعید وغیرہ کے سلسلہ میں وارد ہوئی ہیں۔ نَتْلُوْهَا عَلَیْكَ بِالْحَقِّ (ہم ان کو تم پر پڑھ رہے ہیں اس حال میں کہ وہ حق سے ملی ہوئی ہیں) اور عدل کے ساتھ یعنی محسن کا بدلہ اور مجرم کو سزا۔

اللہ جل شانہ بلا جرم گرفتار نہیں کرتے:

وَمَا اللَّهُ یُرِیْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِیْنَ (اور اللہ تعالیٰ جہان والوں کے ساتھ ظلم کرنے کا ارادہ بھی نہیں فرماتے) یعنی وہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں چاہتے کہ کسی کو بغیر جرم کے گرفتار کر لیں یا مجرم کو جرم سے زیادہ سزا دیں یا نیکی کرنے والے کا ثواب کم کر دیں۔

۱۰۹: وَلِلَّهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَآلِی اللّٰهِ تَرْجِعُ الْاُمُوْر۔ (اور اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف تمام امور لوٹائے جائیں گے) پس وہ محسن کو اسکے احسان اور مجرم کو اسکی برائی پر سزا دیگا۔ قراءت: شامی اور حمزہ اور علی نے تَرْجِعُ۔ تا کے فتح اور جیم کے کسرہ سے پڑھا ہے۔

اہم تنبیہ:

گناہ سے زمانہ ماضی میں ابہام کے طور پر کسی شے کے وجود کی تعبیر کی جاتی ہے۔ اس میں عدم سابق اور انقطاع مستقبل کی کوئی دلیل نہیں۔ مطلب یہ ہے گناہ کا زمانہ ماضی کے لیے آنا کسی چیز کے ثبوت پر تو دلالت کرتا ہے مگر اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ ثبوت ماضی منقطع ہو گیا یا آئندہ منقطع ہو جائیگا۔ یہ تعین تو خارجی قرائن کی محتاج ہے۔ اس لئے جب انقطاع کا قرینہ نہ ہوگا تو استمرار ہی ثابت ہوگا۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ

تم سب امتوں سے بہتر امت ہو جو نکالی گئی لوگوں کے لئے بھلائی کا حکم کرتے ہو اور برائی

عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ ۖ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا

سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو، اور اگر اہل کتاب ایمان لے آتے تو ان کے لئے

لَهُمْ ۖ مِنْهُمْ الْمُؤْمِنُونَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُونَ ۝۱۱۰

بہتر ہوتا، ان میں سے بعض مومن ہیں اور اکثر ان میں سے فرمانبرداری سے باہر ہیں۔

بہترین امت کا لقب:

۱۱۰: كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمُ مِنْهُمْ الْمُؤْمِنُونَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُونَ۔ (کہ تم بہترین امت ہو) (اور تھے اور ہو گے) گویا اس آیت میں کُنْتُمْ کہہ کر یہ کہا گیا تم بہترین امت پائے گئے یا تم اللہ تعالیٰ کے علم میں بہترین امت تھے۔ یا لوح محفوظ میں بہترین امت تھے۔ یا تم بہترین امت ہو ان امتوں میں جو تم سے قبل ہو گزریں اس لئے کہ تم خیر امت کی صفت سے موصوف ہو۔ اُخْرِجَتْ تم ظاہر کی گئی ہو۔ لِلنَّاسِ (لوگوں کیلئے) لام اُخْرِجَتْ کے متعلق ہے تَأْمُرُونَ (تم حکم دیتے ہو) یہ جملہ متانفہ ہے۔ یہ جملہ لا کر خیر امت ہونا مزید واضح کیا جیسا تم کہو۔ زید کریم يطعم الناس ویکسوہم دراصل زید کی سخاوت کو اطعام اور الباس سے خوب واضح کیا۔ بِالْمَعْرُوفِ بھلائی کا۔ بھلائی سے ایمان اور اطاعت رسول ﷺ مراد ہے۔ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (اور تم برائی سے روکتے ہو) منکر سے یہاں کفر مراد ہے اور ہر ممنوع بھی اسکے تحت داخل ہے۔ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ (تم اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہو) اور اس پر ایمان میں مداومت اختیار کرنے والے ہو۔ (تو گویا پہلے ایمان کا ویسے تذکرہ فرمایا اور یہاں ایمان پر مداومت کے لحاظ سے ذکر فرمایا) یا داؤد ترتیب کا تقاضہ نہیں کرتی اس لئے امر بالمعروف کے بعد ایمان کے ذکر میں حرج ہی کیا ہے۔ (بلکہ اس میں نکتہ یہ ہے کہ امر بالمعروف دکھاوے کیلئے نہیں کرتے بلکہ دل کی ترجمانی کرتے ہوئے کرتے ہیں)۔

اہل کتاب کا ریاست کو ترجیح دینا قابل افسوس ہے:

وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ (اگر اہل کتاب) حضرت محمد ﷺ پر ایمان لے آتے) لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمُ (تو ان کیلئے بہتر ہوتا) تو ان کے لئے ایمان بہت بہتر ہوتا اس سے جس میں وہ مبتلا ہیں کیونکہ انہوں نے اپنے دین کو دین اسلام پر ریاست کی محبت میں ترجیح دی اور تاکہ عوام ان کے پیروں میں۔ اگر وہ ایمان لے آتے تو ان کو وہ سرداری بھی مل جاتی اور اتباع بھی میسر آ جاتی دنیا سے نفع اندوزی بھی ہو جاتی جس کی خاطر انہوں نے دین باطل کو ترجیح دی۔ بلکہ ایمان پر جس کامیابی کا وعدہ کیا گیا اور دو مرتبہ اجر دینا بتلایا گیا وہ بھی ان کو حاصل ہو جاتا۔

لَنْ يَضُرُّكُمْ اِلَّا اَذًى ۚ وَاِنْ يُقَاتِلُوْكُمْ يُؤْلُوْكُمْ اِلَّا دُبَارًا فَتَمُوتُمْ

تم کو ہرگز ضرر نہ پہنچا سکیں گے مگر ذرا سی تکلیف، اور اگر تم سے جنگ کریں گے وہ تو پشت پھیر کر بھاگ جائیں گے پھر

لَا يُنْصِرُوْنَ ۝۱۱۱ ضَرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذَّلَّةُ اَيَّنَ مَا تَحْفَوْنَ اِلَّا بِحَبْلِ

ان کی مدد نہ کی جائے گی، جمادی گئی ان پر ذلت جہاں کہیں بھی پائے جائیں، مگر ایسے سبب سے

مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلِ مِّنَ النَّاسِ وَبَاءٌ وَّيَغْضَبُ مِّنَ اللّٰهِ وَضَرِبَتْ

جو اللہ کی طرف سے ہو اور ایسے سبب سے جو لوگوں کی طرف سے ہو، اور وہ لوٹ گئے اللہ کے غصہ کو لے کر، اور جمادی گئی

عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ۚ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِآيَاتِ اللّٰهِ وَ

ان پر مسکنت، یہ اس لئے کہ وہ کفر کرتے تھے اللہ کی آیتوں کے ساتھ

يَقْتُلُوْنَ الْاَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۚ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝۱۱۲

اور وہ نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے، یہ اس لئے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے آگے بڑھ جاتے تھے۔

مِنْهُمْ الْمُؤْمِنُونَ (ان میں کچھ مؤمن ہیں) جیسے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی۔ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُونَ (اور اکثریت انکی فاسق ہے) یعنی کفر میں ضدی اور سرکش۔

کفار کی معمولی ایذا میں تو رہیں گی:

۱۱۱: لَنْ يَضُرُّكُمْ اِلَّا اَذًى ۚ وَاِنْ يُقَاتِلُوْكُمْ يُؤْلُوْكُمْ اِلَّا دُبَارًا فَتَمُوتُمْ لَا يُنْصِرُوْنَ۔ (وہ ہرگز تمہیں نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔

مگر معمولی) یعنی تھوڑی تکلیف جو زبانی طور پر دین میں طعن کرنے کی حد تک ہو۔ یا اسی طرح کی دوسری تکلیف دھمکی وغیرہ۔ وَاِنْ يُقَاتِلُوْكُمْ يُؤْلُوْكُمْ اِلَّا دُبَارًا (اگر وہ تم سے لڑ پڑیں تو پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلیں) یعنی شکست کھا کر۔ وہ تمہیں قتل و قید کا نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔ ثُمَّ لَا يُنْصِرُوْنَ (پھر انکی مدد نہ کی جائیگی) پھر ان کو کسی طرف سے مدد نہ ملے گی اور نہ تم سے بچا سکیں گے۔ اس میں ان لوگوں کیلئے جو ایمان قبول کرنے والے ہیں تسلی دی۔ کیونکہ ان کو یہود ڈانٹ ڈپٹ کرتے تھے۔

خَوْرٍ: یہ جملہ ابتدائیہ ہے اس کا عطف جملہ شرطیہ پر ہے۔ یُوْلُوْكُمْ پر عطف نہیں اگر اس پر عطف ہوتا تو عبارت اس طرح ہوتی ثُمَّ لَا يُنْصِرُوْا۔

نکتہ: یہ جملہ متانفہ لائے تاکہ اعلان کر دیا جائے کہ اللہ تعالیٰ ان کی کسی صورت میں مدد نہ کریں گے خواہ وہ لڑیں یا نہ لڑیں تقدیر کلام اس طرح ہے: اُخْبِرْكُمْ اَنَّهُمْ اِنْ يُقَاتِلُوْكُمْ يَنْهَزُ مَوَاتُكُمْ اَخْبِرْكُمْ اَنَّهُمْ لَا يُنْصِرُوْنَ۔ میں تمہیں بتلا رہا ہوں کہ اگر

وہ تم سے لڑائی کرینگے تو شکست کھا جائیں گے پھر میں تمہیں خبر دیتا ہوں کہ انکی مدد نہ کی جائیگی۔

ثم: رتبہ میں تراخی کیلئے استعمال ہوا ہے کیونکہ ان پر رسوائی کا مسلط ہونا ان کے پیٹھ پھیر کر بھاگنے سے کہیں بڑھ کر ہے۔

۱۱۲: ضَرَبْتُ عَلَيْهِمُ الدِّلَّةَ اَيْنَ مَا تُقْفُوا اِلَّا بِحَبْلِ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلِ مِّنَ النَّاسِ وَبَاءٌ وَّ بَغْضٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوا يَكْفُرُوْنَ بِآيَاتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقِّ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوا يَعْتَدُوْنَ۔ ضَرِبْتُ (لازم کر دی گئی) عَلَيْهِمُ الدِّلَّةَ (یہود پر ذلت) اَيْنَ مَا تُقْفُوا (جہاں وہ پائے جائیں) اِلَّا بِحَبْلِ مِّنَ اللّٰهِ (مگر اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری سے) بِحَبْلِ مِّنَ اللّٰهِ محل نصب میں واقع ہے حال ہونے کی وجہ سے اور بما محذوف سے متعلق ہے۔

تقدیر کلام یہ ہے۔ الا معتصمین او متمسکین بحبل من اللہ مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی رستی کو مضبوطی سے تھامنے والے ہوں۔ وَحَبْلِ مِّنَ النَّاسِ (اور لوگوں کی ذمہ داری سے) الحبل سے مراد عہد و ذمہ ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ ہر حال میں ذلت ان پر چمٹنے والی ہے۔ مگر وہ حالت جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری اور لوگوں کی ذمہ داری کو تھامنے والے ہوں یعنی ان کو صرف اس طریقے سے عزت مل سکتی ہے اور وہ انکا جزیہ قبول کر کے ذمہ داری میں آتا ہے۔ وَبَاءٌ وَّ بَغْضٍ مِّنَ اللّٰهِ (انہوں نے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کو اپنے لیے لازم کر لیا) وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ (ان پر مسکینی مسلط کر دی گئی) یہ فقر انکی اس بات پر سزا کے طور پر ہے۔ جو انہوں نے کہی۔ اِنَّ اللّٰهَ فَقِيرٌ وَ نَحْنُ اغْنِيَاءُ (آل عمران۔ ۱۸۱) کہ (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ فقیر اور ہم غنی ہیں۔ یا فقر کا خطرہ خواہ مالی وسعت سے موجود ہو۔ (جیسے موجودہ دور میں ساری دنیا کا مال اپنے پیٹ میں بھر لینا چاہتے ہیں۔) ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوا يَكْفُرُوْنَ بِآيَاتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقِّ (یہ اس لئے کہ وہ کفر کرتے رہے اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ اور انبیاء ﷺ کو ناحق قتل کرتے رہے) ذٰلِكَ کا اشارہ ضرب ذلت و مسکنت اور بواء غضب ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ کفر اور انبیاء ﷺ کے ناحق قتل کی وجہ سے ہوا۔ پھر فرمایا ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوا يَعْتَدُوْنَ (یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور اس میں وہ حد سے گزر گئے) یعنی یہ کفر وغیرہ والا فعل اس لئے ہوا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور اس میں اللہ تعالیٰ کی مقررہ حدود پھاند گئے۔

لَيْسُوا سَوَاءً ۖ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اُمَّةٌ قَائِمَةٌ يَتْلُونَ آيَاتِ اللّٰهِ

یہ لوگ سب برابر نہیں ہیں اہل کتاب میں سے ایک جماعت ایسی ہے جو حق پر قائم ہے رات کے اوقات میں

اِنَّآ الْيْلَ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ ۝۱۳۱ یَوْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ

اللہ کی آیات کی تلاوت کرتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں، یہ لوگ ایمان لاتے ہیں اللہ پر اور آخرت کے دن پر اور

يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرَاتِ ۖ

امر بالمعروف کرتے ہیں اور منکر سے روکتے ہیں۔ اور نیک کاموں میں دوڑتے ہیں

وَاُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝۱۳۲ وَمَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُكْفَرُوْهُ ۖ

اور یہ لوگ صالحین میں سے ہیں، اور یہ لوگ جو بھی کچھ خیر کا کام کریں گے تو اس کی ناقدری نہ کی جائے گی

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالْمُتَّقِيْنَ ۝۱۳۳

اور اللہ متقیوں کو جاننے والا ہے۔

اہل کتاب کی عدل والی جماعت:

۱۱۳۱ لَيْسُوا سَوَاءً ۖ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اُمَّةٌ قَائِمَةٌ يَتْلُونَ آيَاتِ اللّٰهِ اِنَّآ الْيْلَ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ۔ (تمام اہل کتاب برابر نہیں) مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ (اہل کتاب میں)

مَنْحُوْرٌ: یہ جملہ مستانفہ ہے یہ لَيْسُوا سَوَاءً کا بیان ہے جیسا کہ نامرون بالمعروف - کنتم خیر امة کا بیان ہے۔ اُمَّةٌ قَائِمَةٌ (ایک جماعت وہ بھی ہے جو قائم ہے) ایک مضبوط عادل جماعت ہے یہ قائمہ کا لفظ اقامت العود فقام سے ہے کہ میں نے لکڑی کو سیدھا کیا پس وہ سیدھی ہو گئی۔ اس سے مراد وہی لوگ ہیں جو ان میں سے اسلام لائے۔ يَتْلُوْنَ آيَاتِ اللّٰهِ (وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کی تلاوت کرنے والے ہیں۔ آیات اللہ سے مراد قرآن مجید ہے۔ اِنَّآ الْيْلَ (رات کے اوقات میں) اِنَّآ جَمْع ہے اس کی واحد اُنّی جیسے معنی یا اُنّو جیسے قنوّ یا اُنّی جیسے نَحی۔ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ (اس حال میں کہ وہ سجدہ کرنے والے ہیں) یسجدون سے مراد نماز پڑھتے ہیں۔ بعض نے کہا اس سے مراد نماز عشاء ہے کیونکہ اہل کتاب اس کو نہ پڑھتے تھے۔ بعض نے کہا تہجد کی نماز کو تلاوت قرآن سے تعبیر کیا گیا جو ساعات لیل میں ہوتی ہے۔

مزید اعلیٰ خصائل کا تذکرہ:

۱۱۳۲ یَوْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرَاتِ وَاُولٰٓئِكَ

مِنَ الصَّالِحِيْنَ۔ (وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں اور آخرت کے دن پر اور امر بالمعروف کرنے والے ہیں) یعنی ایمان اور ابوابِ برّ کے ساتھ معروف کا حکم دینے والے ہیں۔ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (اور وہ برائیوں سے روکنے والے ہیں) منکر سے یہاں کفر اور شریعت کی دیگر ممنوعات مراد ہیں۔ وَيُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ (وہ بھلائیوں میں جلدی کر رہے ہیں) یعنی ان کے فوت ہونے کے خطرہ سے ان کو جلد ادا کرنے والے ہیں۔

يَتْلُونَ اور يُؤْمِنُونَ محل رفع میں اُمّة کی صفات ہیں۔ تقدیر عبارت یہ ہے امة قائمة، تالون، مؤمنون۔

مخصوص صفات کی وجہ:

ان مسلمانوں کی صفات ان خصوصیات سے فرمائی۔ جو یہود میں نہ تھیں جیسے تلاوت آیات اور رات کو سجدہ ریزی اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا یہود کے ایمان باللہ میں کمزوری یہ تھی کہ وہ عزیر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا مان کر شریک ٹھہراتے تھے۔ اسی طرح رسولوں اور کتابوں اور یومِ آخرت کا ذکر کیا۔ کیونکہ یہود بعض کتابوں اور رسولوں کو نہیں مانتے تھے۔ اسی طرح آخرت کے ایمان کا ذکر کیا۔ کیونکہ یہود آخرت کی تعبیر اور انداز سے کرتے تھے۔ اور آپ کی تعریف بھی غلط انداز سے کرتے تھے۔ اسی طرح امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ذکر کیا کیونکہ یہود اس میں بھی مدافعت برتنے والے تھے۔ اور مؤمنوں کی مسارعت الی الخیرات کو ذکر کیا کیونکہ یہود بھلائی کے کاموں میں سستی برتنے والے اور رغبت نہ رکھنے والے تھے۔

مسارعت فی الخیرات کا مطلب بھلائی میں شدید رغبت اور لگن ہے کیونکہ جو کسی چیز میں رغبت رکھتا ہو وہ اس کی ادائیگی میں جلدی کرتا ہے۔ وَأُولَٰئِكَ (وہ) جو کہ ان صفات سے موصوف ہیں۔ مِنَ الصَّالِحِيْنَ (نیکوں میں سے ہیں) یعنی مسلمانوں میں سے ہیں۔ یا ان نیکوں میں سے ہیں جن کے احوال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں درست ہیں اور پسندیدہ ہیں۔

خیر کے بدلے سے کبھی محرومی نہیں:

۱۱۵: وَمَا يَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُكْفَرُوهُ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ۔ (جو بھی وہ بھلائی کریں اس کی ناکدری نہ کی جائے گی) نحو، قراءت: يَفْعَلُوا اور يُكْفَرُوا دونوں میں یا پڑھی کوئی نے سوائے ابوبکر کے ابو عمرو نے یا اور تا میں اختیار دیا۔ باقی تمام قراء نے تا سے پڑھا ہے۔ يُكْفَرُوهُ یہ دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے۔ اور اگر شکر اور کفر ایک دوسرے کے مقابل آجائیں تو پھر ایک مفعول کی طرف متعدی ہوتے ہیں۔ مثلاً کہیں گے شکر النعمة و کفر ہا کیونکہ اس صورت میں یہ محرومی کے معنی کو متضمن ہوتا ہے۔ گویا یوں کہا گیا کہ تحریم وہ یعنی تم اس کے بدلے سے ہرگز محروم نہ کیے جاؤ گے۔ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ (اللہ تعالیٰ کو تقویٰ والے خوب معلوم ہیں) اس ارشاد میں متقین کو بہت بڑے ثواب کی بشارت ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِنَ

بلاشبہ جن لوگوں نے کفر کیا ہرگز ان کے کام نہ آئیں گے ان کے مال اور ان کی اولاد اللہ کے مقابلہ میں

اللَّهِ شَيْئًا ۚ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿۱۱۶﴾ مَثَلُ مَا

کچھ بھی اور یہ لوگ دوزخ والے ہیں اس میں ہمیشہ رہیں گے اس کی مثال جو کچھ

يُنْفِقُونَ فِي هَذِهِ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيحٍ فِيهَا صِرٌّ أَصَابَتْ حَرْثَ

وہ اس دنیاوی زندگی میں خرچ کرتے ہیں ایسی ہے جیسے ایک ہوا ہو جس میں سخت سردی ہو جو ایسے لوگوں کی کھیتی کو پہنچے

قَوْمٍ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ فَأَهْلَكَتْهُ ۖ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ وَلَٰكِنْ أَنْفُسُهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿۱۱۷﴾

گئی جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا پھر اس کو برباد کر دیا۔ اور اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا۔ لیکن وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔

کفار کو مال و اولاد کچھ کام نہ آئیں گے:

۱۱۶: إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ۚ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ۔ (بیشک جو لوگ کافر ہوئے ہرگز ان کو ان کے مال اور ان کی اولادیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے کیلئے ذرہ بھر کام نہ دیں گے) وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ (وہ جہنمی ہیں اس میں ہمیشہ رہیں گے)

دنوی زندگی میں کفار کے خرچ کرنے کی مثال:

۱۱۷: مَثَلُ مَا يُنْفِقُونَ فِي هَذِهِ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيحٍ فِيهَا صِرٌّ أَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ فَأَهْلَكَتْهُ ۖ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ وَلَٰكِنْ أَنْفُسُهُمْ يَظْلِمُونَ۔ (اس دنیا کی زندگی میں انکے خرچ کی مثال) یعنی جو وہ مفاخر، مکارم تعریف کروانے، لوگوں میں اچھا تذکرہ قائم کرنے کیلئے خرچ کرتے ہیں یا وہ مال جو کفر کے باوجود تقرب الی اللہ کیلئے خرچ کرتے ہیں۔ كَمَثَلِ رِيحٍ (ہوا کی طرح ہے) یعنی ضائع کردہ مال۔ ہوا سے ہلاک شدہ کھیتی کی طرح ہے۔ یا ان کے مال کے ہلاک کرنے کی مثال ہوا کے ہلاک کرنے کی طرح ہے۔ فِيهَا صِرٌّ (جس میں سخت سردی ہو) یہ تفسیر حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے۔

خَجَرٍ: صِرٌّ مبتداء ہے اور خبر ہے موضع جر میں جملہ ریح کی صفت ہے۔ جیسے أَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ (جیسے ہوا اپنے ایسی قوم کی کھیتی کو جس نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہو) کفر اختیار کر کے۔ فَأَهْلَكَتْهُ (پس وہ ہوا اس کھیتی کو تباہ کر دے) ان کے کفر کی سزا کے طور پر وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ (حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا) انکی کھیتی کو تباہ کر کے وَلَٰكِنْ أَنْفُسُهُمْ يَظْلِمُونَ (لیکن وہ اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے ہیں) ایسے کاموں کا ارتکاب کر کے جو سزا کے سزاوار تھہرانے والے ہیں۔ یا اس میں ضمیر کا مرجع منفقین یعنی خرچ کرنے والے ہیں۔ اب مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ان کے خرچہ جات کو قبول نہ کر کے ظلم نہیں کیا بلکہ انہوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا اس طرح کہ قبولیت پر یقین و اعتماد کر کے خرچ نہیں کیا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بَطَانَةً مِّن دُونِكُمْ لَا يَأْلُونَكُمْ

اے ایمان والو! اپنے سوا کسی کو اپنا راز دار مت بناؤ وہ لوگ تمہارے بگاڑ میں ذرا بھی کوتاہی

خَبَالًا ۚ وَذُومًا عَنكُمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ ۚ وَمَا

نہیں کرتے، ان کو وہ چیز پسند ہے جس سے تمہیں تکلیف ہو بغض ظاہر ہو چکا ہے ان کے مونہوں سے اور جو کچھ

تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ ۚ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ إِن كُنتُمْ تَعْقِلُونَ ﴿١١٨﴾

ان کے سینے چھپاتے ہیں وہ اس سے بڑھ کر تحقیق ہم نے بیان کر دیں تمہارے لئے آیات اگر تم عقل رکھتے ہو۔

منافع کی دوستی سے ممانعت:

۱۱۸: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بَطَانَةً مِّن دُونِكُمْ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا ۚ وَذُومًا عَنكُمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ ۚ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ ۚ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ إِن كُنتُمْ تَعْقِلُونَ۔

شان نزول: مسلمانوں کو منافقین کی مخلصانہ دوستی سے منع فرمانے کیلئے نازل ہوئی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بَطَانَةً (اے ایمان والو! تم ان کو اپنا راز دار نہ بناؤ) بَطَانَةُ الرَّجُلِ سے مراد آدمی کے خصوصی راز دار، قابل اعتماد۔ ان کو بَطَانَةُ الثَّوْبِ سے تشبیہ دی۔ جیسا کہا جاتا ہے۔ فلاں شعاری، فلاں میرا بہت قریبی ہے۔

حدیث نبوی ﷺ میں ہے الانصار شعار والناس دثار (بخاری ۴۳۳۰، مسلم ۱۰۶۱) کہ لوگ میرے لئے بمنزلہ اوڑھنے کے ہیں اور انصار بمنزلہ شعار کے ہیں۔ مِّن دُونِكُمْ (اپنوں کو چھوڑ کر) یعنی اپنے ہم جنس مسلمانوں کو چھوڑ کر۔

تَحْوِی: یہ بَطَانَةُ کی صفت ہے تقدیر کلام یہ ہے کہ بَطَانَةُ کائنات من دونکم مجاوزة لکم یعنی ایسی رازداری جو دوسروں سے ہونے والی ہو اپنوں سے تجاوز کر کے۔

لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا (وہ تمہارے بگاڑ میں کمی نہ کریں گے)

تَحْوِی: یہ موضع نصب میں بَطَانَةُ کی صفت ہے یعنی تمہارے دین کے بگاڑنے میں وہ کمی نہ کریں گے۔ کہا جاتا ہے۔ الا فی الامر یا لو وہ معاملے کی پرواہ کیوں نہیں کرتا جبکہ وہ معاملے میں کوتاہی کرے۔

الخبال:

لغت میں فساد کو کہتے ہیں۔ تمیز کی وجہ سے خبالاً منصوب ہے یا فی حذف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے ای فی خبالکم۔ وَذُومًا عَنكُمْ (وہ اس چیز کو پسند کرتے ہیں جس سے تم مشقت میں پڑو) یعنی جو تمہیں دکھ میں مبتلا کرے۔ مَا مصدر یہ ہے۔ العنت، لغت میں شدید ضرر اور مشقت کو کہتے ہیں یعنی وہ تمنا کرتے ہیں کہ وہ تمہیں تمہارے دین میں نقصان پہنچائیں اور ضرر بھی

هَآنْتُمْ أَوْلَىٰ تُحِبُّونَهُمْ وَلَا يُحِبُّونَكُمْ وَتُؤْمِنُونَ بِالْكِتَابِ كُلِّهِ وَإِذَا الْقُوكُمُ

تم لوگ ایسے ہو کہ ان سے محبت کرتے ہو اور وہ تم سے محبت نہیں کرتے اور تم پوری کتاب پر ایمان لاتے ہو اور جب تم سے ملتے ہیں

قَالُوا آمَنَّا بِهِ وَإِذَا خَلَوْا عَصَوْا عَٰلَيْكُمْ إِلَّا نَامِلًا مِّنَ الْغَيْطِ ط

کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں اور وہ جب آپس میں تنہائیوں میں جاتے ہیں تو مارے غصہ کی جلن کے اپنی انگلیوں کو دانتوں سے کانٹے لیتے ہیں،

قُلْ مُوتُوا بِغَيْظِكُمْ ط إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝۱۳۰

آپ فرما دیجئے کہ مر جاؤ اپنی جلن میں، بے شک اللہ جاننے والا ہے۔ ان سب چیزوں کو جو سینوں میں ہیں، اگر

تَمَسَّكُمْ حَسَنَةٌ تَسُوءُهُمْ وَلَا تَصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوا بِهَا ط وَإِنْ

تم کو کوئی اچھی حالت پہنچ جائے تو ان کو بری لگتی ہے اور اگر تمہیں کوئی بری حالت پہنچ جائے تو اس سے خوش ہوتے ہیں، اور اگر

تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا ط إِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ

تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو ان کی مکاری تمہیں کچھ بھی ضرر نہ پہنچائے گی۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کا

مُحِيطٌ ۝

احاطہ فرمائے ہوئے ہے۔

انتہائی سخت قسم کا۔

نَحْمُ: یہ جملہ متناقض ہے اس لئے کہ اس میں ان کو رازدار بنانے کی ممانعت کی علت ذکر کی گئی۔ یہ اس کی طرح ہے۔

منافقین کے بغض کی شدت:

قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ (کہ بغض تو ان کے مونہوں سے ظاہر ہو چکا ہے) کیونکہ وہ اس کو روکنے کا اب اختیار نہیں رکھتے۔ باوجود اپنے نفسوں پر کنٹرول کرنے کے۔ کہ ان کے منہ سے ایسی باتیں نکل جاتی ہیں۔ جس سے ان کا بغض مسلمانوں کے خلاف ظاہر ہو جاتا ہے۔ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ (اور جو ان کے سینے چھپانے والے ہیں) یعنی مسلمانوں کے خلاف بغض۔ اَكْبَرُ (وہ بہت بڑا ہے) اس سے جو ان سے ظاہر ہوا۔ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ (تحقیق ہم نے تمہارے لیے آیات کو کھول کر بیان کیا) جو دین میں اخلاص کو لازم کرنے والی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اولیاء سے موالات اور اسکے دشمنوں سے دشمنی کو ظاہر کرنے والی ہیں۔ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ (اگر تم عقل رکھتے ہو)

توخیخ مومنین:

۱۱۹: هَآئِنتُمْ اُوْلَآءِ تَحِبُّوْنَهُمْ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ وَتُوْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهِ وَاِذَا لَقَوْكُمْ قَالُوْا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا عَصَوْا عَلٰیكُمْ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغِیْظِ قُلْ مُوتُوْا بِغِیْظِكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِذٰتِ الصُّدُوْرِ۔ (دیکھو تم تو وہ ہو کہ)

منافقین سے موالات کی غلطی:

نحو: : ہا حرف تنبیہ ہے۔ انتم مبتداء اور اولاء خبر یعنی تم منافقین اہل کتاب کی موالات میں غلطی کھانے والے ہو۔ تَحِبُّوْنَهُمْ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ (تم ان سے محبت کرتے ہو اور وہ تم سے محبت نہیں کرتے) اس میں منافقین کے ساتھ موالات کی غلطی ظاہر کی گئی کہ تم اپنی محبت اہل بغض کیلئے صرف کرتے ہو یا اولاء موصول ہے اور اس کا صلہ تَحِبُّوْنَهُمْ ہے اور تُوْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهِ (اور تم تمام کتابوں پر ایمان رکھتے ہو) کُلِّهِ جملہ حالیہ ہے۔ اور اس پر عامل: لَا يُحِبُّوْنَكُمْ ہے تقدیر کلام اس طرح ہے لَا يُحِبُّوْنَكُمْ وَالْحَالِ اَنْكُمْ تُوْمِنُوْنَ بِكِتَابِهِمْ كُلِّهِ وَهُمْ مَعَ ذٰلِكَ يَبْغِضُوْنَكُمْ فَمَا بِالْكُمْ تَحِبُّوْنَهُمْ وَهُمْ لَا يُوْمِنُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ كِتَابِكُمْ۔ یعنی وہ تم سے محبت نہیں رکھتے اور حال یہ ہے کہ تم انکی ساری کتاب پر ایمان رکھتے ہو۔ وہ اسکے باوجود تم سے بغض رکھتے ہیں۔ پھر تمہیں کیا ہوا کہ تم ان سے محبت کرتے ہو حالانکہ وہ تمہاری کتاب میں سے کسی چیز پر ایمان نہیں رکھتے اس میں سخت توخیخ ہے کہ جتنے تم لوگ حق پر مضبوط ہو اس سے زیادہ وہ باطل پر سخت ہیں۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ الکتاب کا الف لام جنسی ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہوگا تم ہی سب کتابوں پر ایمان رکھتے ہو۔ پہلی صورت میں الف لام عہدی ہے۔ وَاِذَا لَقَوْكُمْ قَالُوْا اٰمَنَّا (جب وہ تم سے ملتے ہیں تو زبان سے کہتے ہیں ہم ایمان لائے) یعنی کلمہ توحید کا اظہار کرتے ہیں۔ وَاِذَا خَلَوْا (جب وہ تم سے جدا ہوتے ہیں) یا ایک دوسرے کے ساتھ خلوت میں جاتے ہیں۔ عَصَوْا عَلٰیكُمْ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغِیْظِ (وہ غصہ سے تم پر انگلیاں کاٹتے ہیں) غصہ اور ندامت والے آدمی کیلئے اعضا انامل، بنان، ابہام سے تعبیر کرتے ہیں۔ یعنی تمہاری سلطنت دیکھ کر شدت غضب سے انگلیاں چباتے ہیں۔

کلمہ بددعا:

قُلْ مُوتُوْا بِغِیْظِكُمْ (کہہ دو! اے کافر وہ تم اپنے غصہ میں مرجاؤ) یہ ان کے خلاف بددعا ہے کہ اللہ کرے انکا غصہ اتنا بڑھے کہ وہ ہلاک ہو جائیں۔ مراد زیادتی غیظ سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسلام اور اہل اسلام کو مزید قوت دے جس سے انکا غصہ بڑھے۔ اور اس میں ان کی کتنی ہی ذلت و رسوائی ہے۔

اللہ جل شانہ منافقین کے تمام افعال و اقوال سے واقف ہے:

اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِذٰتِ الصُّدُوْرِ (بے شک اللہ تعالیٰ سینوں کی باتوں کو جانتے ہیں) وہ جانتے ہیں جو منافقین اپنے دلوں میں بغض و عداوت چھپائے ہوئے ہیں اور جو افعال وہ ایک دوسرے کو ملتے وقت کرتے ہیں وہ ان کے منجملہ اقوال میں داخل ہے۔ یعنی اللہ نے فرمایا ان کو اس غصے کی اطلاع دو جسکی بناء پر وہ علیحدگی میں افسوس سے اپنی انگلیاں کاٹتے ہیں۔ اور انہیں کہیں کہ اللہ

تعالیٰ تو اس سے بھی مطلع ہیں جو چھپائی جانے والی چیزوں میں بہت ہی مخفی ہے اور وہ دل کے اسرار و رموز ہیں۔ پس مت گمان کرو کہ تمہاری کوئی مخفی چیز اس پر پوشیدہ رہ سکتی یا کہنے سے خارج ہے۔ یعنی اے محمد ﷺ ان سے کہہ دیں اور میری اس اطلاع پر جو ان کے رازداروں کے سلسلہ میں دی ہے۔ تعجب نہ کریں کیونکہ میں تو اس سے بھی مخفی ترین کو جانتا ہوں اور وہ ان کے دلوں کے راز ہیں۔

۱۲۰: اِنْ تَمَسَّسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُوْهُمْ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا۔ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُھُمْ شَيْئًا اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِیْطٌ۔ (اگر تمہیں کوئی بھلائی ملے) حسنہ سے مراد خوشحالی، سرسبزی اور غنیمت و نصرت تَسُوْهُمْ (وہ ان کو بری لگتی ہے) یعنی اس کا ملنا ان کو غم زدہ کر دیتا ہے وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ (اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے) یعنی بدحالی، تنگ دستی، دشمن کا غلبہ، آیت میں اِس کے الفاظ کو الا صابہ کی جگہ بطور استعارہ استعمال کیا گیا ہے۔ گویا کہ دونوں کا معنی ایک ہی ہے کیا تم اس ارشاد الہی کی طرف نظر نہیں کرتے اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُوْهُمْ وَاِنْ تُصِبْكَ مُصِیْبَةٌ۔ (التوبہ - ۵۰) یَفْرَحُوْا بِهَا۔ (وہ اس پر خوش ہوتے ہیں) وہ اس کے پہنچنے پر خوشیاں مناتے ہیں۔

دشمن کی مکاریوں پر صبر و تقویٰ کا دامن تھام لو:

وَاِنْ تَصْبِرُوْا (اور اگر تم صبر کرو) اگر تم انکی عداوت پر صبر کرو وَتَتَّقُوا (اور تقویٰ کے ساتھ رہو) اور انکی موالات سے

بچتے رہو۔

دوسری تفسیر: یا تم حکم الہی کی تعمیل میں حاصل ہونے والی مشقتوں پر صبر کرو اور اللہ تعالیٰ کے ممنوع کردہ اعمال سے پرہیز کرو۔ لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُھُمْ شَيْئًا (انکی مکاری تمہارا کچھ نقصان نہ کر سکے گی) اس حال میں کہ تم اللہ تعالیٰ کی پناہ میں ہو۔ مَسْئَلَةٌ: یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمان کو تعلیم و ارشاد ہے کہ دشمن کی مکاریوں پر صبر و تقویٰ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرے۔

قول حکماء: ہے کہ اگر تم اپنے حاسدین کو زلانا چاہتے ہو تو اپنے آپ میں فضیلت کا اضافہ کرلو۔

قراءت: مکی، بصری، نافع نے لَا يَضُرُّكُمْ پڑھا ہے یہ اس صورت میں ضار یضیر بمعنی ضرر ہوگا۔ یہ واضح ہے ان کے علاوہ قراء کی قراءت میں اشکال ہے۔ کیونکہ وہ جواب شرط بنتا ہے۔ جواب شرط مجزوم ہونا چاہیے۔ پس مناسب تو تھا کہ راء پر فتح پڑھا جاتا جیسا کہ مفضل نے عاصم سے نقل کیا ہے۔ البتہ راء پر ضمہ ضاد کے ضمہ کی اتباع میں دیا گیا۔ جیسا کہ مُدًّا یا ہَذَا۔ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ (یقیناً اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کا)۔

قراءت: یعملون یہ تاء کے ساتھ سہل نے پڑھا ہے یعنی یقیناً اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال جو صبر و تقویٰ کی قسم سے ہیں۔ مُحِیْطٌ (احاطہ کرنے والے ہیں) پس تمہارے ساتھ وہ سلوک فرمائیں گے۔ جس کے تم اہل ہو۔ باقی قراء نے یا کے ساتھ پڑھا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ جاننے والا ہے جو کچھ وہ عمل کرتے ہیں تمہاری دشمنی کے سلسلہ میں پس وہ ان کو اس پر سزا دے گا۔

وَإِذْ غَدَوْتَ مِنْ أَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِينَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ۖ وَاللَّهُ

اور جب آپ اپنے گھر سے صبح کے وقت نکلے مسلمانوں کو قتال کرنے کے لئے مقامات بتا رہے تھے، اور اللہ

سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۚ إِذْ هَمَّتْ طَّائِفَتٌ مِنْكُمْ أَنْ تَفْشَلَا ۖ وَاللَّهُ وَلِيُّهُمَا ۖ

سننے والا جاننے والا ہے۔ جب ارادہ کیا دو جماعتوں نے تم میں سے کہ بزدل ہو جائیں، اور اللہ ان کا ولی تھا

وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ۝

اور اللہ پر بھروسہ کریں مومن بندے۔

۱۲: وَإِذْ غَدَوْتَ مِنْ أَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِينَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ۔ (اور جب تم صبح کے وقت اپنے گھر سے چلے) اے محمد ﷺ تم یاد کرو اس وقت کو جب تم مدینہ میں اپنے اہل سے صبح کے وقت نکلے۔ یہاں مراد آپ کا حجرہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے احد کی طرف روانہ ہونا ہے۔ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِينَ (تم مومنوں کو ٹھہرا رہے تھے) یہ حال ہے۔ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ لڑائی کے مواقع پر، موطن یعنی مینہ، میسرہ، قلب، جناحین، ساقہ پر ایمان والوں کو ٹھیک بیٹھا رہے تھے۔ لِلْقِتَالِ یہ تُبَوِّئُ سے متعلق ہے۔ اِی تُبَوِّئُ لِلْقِتَالِ۔ وَاللَّهُ سَمِيعٌ۔ (اللہ تعالیٰ تمہارے اقوال کو خوب سننے والا) اور عَلِيمٌ تمہاری نیت اور دل کے اسرار کو جاننے والا ہے۔

غزوہ احد کو روانگی بدھ کے روز:

روایت میں وارد ہے کہ مشرکین احد میں بدھ کو آٹھہرے رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا اور مشورہ کیلئے عبداللہ بن ابی کو بھی بلایا۔ اس سے مشورہ طلب کیا تو اس نے کہا آپ مدینہ میں قیام فرمائیں۔ ہم جب بھی دشمن کی طرف نکل کر گئے ہیں۔ تو ہمیں نقصان اٹھانا پڑا اور جب دشمن ہم پر داخل ہوا تو اس نے شکست کھائی ہے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ میں نے خواب میں اپنے گرد مذبح گائے دیکھی ہے۔ پس میں نے اس کی تاویل بھلائی سے کی ہے۔ اور میں نے اپنی تلوار کی دھار میں دندانے دیکھے۔ اس کی تعبیر میں نے شکست سے کی ہے۔ اور میں نے یہ بھی دیکھا کہ میں نے اپنا ہاتھ ایک محفوظ زرہ میں داخل کر دیا۔ اس زرہ کی تعبیر میں نے مدینہ سے کی ہے۔ لیکن کچھ لوگ آپ کے سامنے شہادت کا شوق ظاہر کرتے رہے یہاں تک کہ آپ نے اپنا خود پہن لیا۔ پھر وہ شرمسار ہو کر کہنے لگے۔ آپ کو اختیار ہے یا رسول ﷺ تو فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کسی پیغمبر کیلئے مناسب نہیں کہ اپنی خود زیب تن کر لے پھر لڑائی سے قبل اس کو اتار دے۔ چنانچہ آپ ﷺ نماز جمعہ کے بعد روانہ ہوئے۔ اور پنتے کی صبح احد کی گھاٹی میں پہنچے جبکہ پندرہ شوال ۳ھ تھی۔

بنو حارثہ و بنو سلمہ کے ساتھ اللہ کی ولایت:

۱۲۲: اِذْهَمَّتْ طَّآفِقَتَيْنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا وَعَلٰى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ۔ اِذْهَمَّتْ (جب ارادہ کیا) یہ اذغذوت سے بدل ہے۔ یا علیم کے معنی نے اس میں عمل کیا ہے۔ طَّآفِقَتَيْنِ مِنْكُمْ (دو گروہوں نے تم میں سے) اس سے مراد انصار کے دو قبیلے بنو سلمہ جو خزرج کی شاخ تھی اور بنو حارثہ جو اوس کی شاخ تھی مراد ہیں۔ آپ ﷺ احد کی طرف ایک ہزار لڑنے والوں کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئے تھے۔ جبکہ مشرکین مکہ کی نفری تین ہزار افراد پر مشتمل تھی۔ اور آپ ﷺ نے ان سے جئے رہنے کی صورت میں فتح کا وعدہ فرمایا۔ راستہ میں عبداللہ بن ابی لشکر کا تیسرا حصہ اپنے ساتھ لیکر واپس لوٹ گیا اور یہ کہا ہم اپنی جانوں اور اولادوں کو کیوں کٹوائیں؟ بنو حارثہ و بنو سلمہ نے بھی اسکے پیچھے جانے کا ارادہ کیا مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو اس بات سے محفوظ کر لیا۔ پس وہ آپ ﷺ کے ساتھ رہے۔ اَنْ تَفْشَلَا (یہ کہ ہمت ہار دیں) وہ جبن و ضعف کی وجہ سے بزدلی اختیار کریں۔ الفشل نامردی اور بزدلی کو کہتے ہیں۔ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا (اور اللہ تعالیٰ ان کا محب و ناصر تھا) یا ان کے معاملے کا مالک تھا۔ پھر وہ کیوں بزدلی کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ پر کیوں کر بھروسہ نہیں کرتے؟ وَعَلٰى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ (اور اللہ تعالیٰ ہی پر ایمان والوں کو بھروسہ کرنا چاہیے)۔ یعنی ان کا معاملہ یہ ہے کہ وہ اسی ہی پر بھروسہ کریں اور اپنے تمام معاملات کو اسی ہی کے سپرد کریں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی قسم! ہمیں یہ بات اچھی نہیں لگتی کہ ہم نے ارادہ نہ کیا ہوتا جو ہم نے کیا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں اطلاع دی ہے کہ وہ ہمارا ولی و کار ساز ہے۔

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرِ وَانْتُمُ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿۱۲۳﴾

اور بلاشبہ اللہ نے بدر میں تمہاری مدد فرمائی، حالانکہ تم کمزور حالت میں تھے پس اللہ سے ڈرو تاکہ تم شکر گزار ہو۔

اِذْ تَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ اَلَنْ يَكْفِيَكُمْ اَنْ يُمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلَاثَةِ اَلْفٍ

جب آپ مؤمنین سے فرما رہے تھے کیا تمہیں یہ کافی نہ ہو گا کہ تمہارا رب تین ہزار فرشتوں کے ذریعہ تمہاری

مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُنْزِلِينَ ﴿۱۲۴﴾ بَلَىٰ ۚ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوا وَيَاْ تُوْكُمْ مِّنْ

مدد فرما دے جو اتارے گئے ہوں۔ ہاں اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو اور دشمن تم پر فوراً

فَوْرٍ هُمْ هٰذَا يُمِدُّكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِينَ ﴿۱۲۵﴾

آ پہنچے تو اللہ تمہاری مدد فرمائے گا پانچ ہزار فرشتوں کے ذریعہ، جن پر نشان لگے ہوئے ہوں گے،

وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ اِلَّا بُشْرٰى لَّكُمْ وَلِتَطْمَیْنَنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهِ ۖ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِّنْ

اور اللہ نے یہ مدد صرف اس لئے کی کہ تمہارے لئے بشارت ہو۔ اور تمہارے دل اس سے مطمئن ہوں۔ اور مدد نہیں ہے مگر صرف

عِنْدَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ﴿۱۲۶﴾ لَيَقْطَعَنَّ طَرَفًا مِّنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا اَوْ يَكْبِتُهُمْ

اللہ کی طرف سے جو زبردست ہے حکمت والا ہے۔ تاکہ کافروں میں سے ایک گروہ کو ہلاک کر دے یا ان کو ذلیل کر دے

فَيَنْقَلِبُوْا خَا۟بِیْنَ ﴿۱۲۷﴾

تو وہ واپس ہو جائیں محروم ہو کر۔

رُحُط: ۱۲۳: وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرِ وَانْتُمُ اَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ۔ اس میں بدر کا واقعہ یاد دلایا جو موجب توکل تھا۔ اس لیے کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عنایت فرمائی جب کہ وہ کمزور بھی تھے اور تعداد میں بھی کم تھے۔ بدر کی یاد دہانی:

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرِ (البتہ تحقیق تمہاری اللہ بدر میں مدد فرما چکا) بدر۔ یہ مکہ و مدینہ کے درمیان ایک کنواں ہے۔ جس کو بدر نامی آدمی نے کھدوایا تھا۔ یا احد کے بعد بدر کا ذکر کیا تاکہ صبر و شکر جمع ہو جائیں۔

قلت کی کیفیت:

وَانْتُمُ اَذِلَّةٌ (اور تم تعداد میں کم تھے) مسلمانوں کی تعداد تین سو تیرہ (۳۱۳) سے تین سو انیس (۳۱۹) کے درمیان تھی جبکہ

دشمن ایک ہزار جنگجوؤں پر مشتمل تھا۔ اور سامان کی کمزوری کا حال یہ تھا کہ پانی بردار اونٹوں پر باری باری سوار ہوتے تھے۔ جنگی تعداد کل ستر تھی اور ایک گھوڑا تھا۔ حالانکہ دشمنوں کے پاس سو گھوڑے۔ اسلحہ اور شان و شوکت تھی۔

نکتہ: اللہ تعالیٰ نے اَذِلَّةٌ بِرُوزِنٍ اَفْعَلَةٌ جمع قلت ذکر کیا تاکہ سوار یوں اور ہتھیاروں کی کمی کے اظہار کے ساتھ مسلمانوں کی قلت تعداد کا بھی اظہار ہو۔ فَاتَّقُوا اللَّهَ (تم اللہ سے ڈرو) تم اپنے رسول ﷺ کے ساتھ ثابت قدمی میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ (تاکہ تم شکر ادا کرو) اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو فتح عنایت فرمائی ہے۔ شکر یہ کا طریق ثابت قدم رہ کر اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ اس میں بتلادیا کہ بندہ کو اللہ تعالیٰ کی نعمت کی طرف رغبت شکر یہ کی غرض سے ہونی چاہیے۔

دوسرا بدل:

۱۲۴: اِذْ تَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ اَلَنْ يَكْفِيَكُمْ اَنْ يُمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلَاثَةِ اَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُنْزَلِينَ۔ (جب تم ایمان والوں کو کہہ رہے تھے)

نحو: یہ نصرکم کا ظرف ہے۔ اس طور پر کہ بدر کے دن ان کو فرمایا، مطلب یہ ہوا کہ اس نے تمہاری مدد کی جبکہ تم یہ کہہ رہے تھے۔ یا اذ غدوت سے دوسرا بدل ہے۔ اس طور پر کہ احد کے دن ان کو فرمایا۔ اَلَنْ يَكْفِيَكُمْ اَنْ يُمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلَاثَةِ اَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُنْزَلِينَ (کیا کافی نہیں کہ تمہاری امداد کرے اللہ تعالیٰ تین ہزار فرشتوں کو اتار کر)

استفہام انکاری:

قراءت: شامی نے مُنْزَلِينَ پڑھا۔ ابو حیوہ نے مُنْزَلِينَ پڑھا اور مراد منزلیں النصرۃ بتلائی۔ مطلب آیت کا یہ ہے اَلَنْ يَكْفِيَكُمْ استفہام انکاری ہے کیا تمہیں تین ہزار فرشتوں کی امداد کافی نہیں، یعنی کافی ہے۔ نکتہ: اَلَنْ نفی تاکید کا لا کر اشارہ کر دیا کہ مسلمان اپنی کمزوری اور قلت تعداد اور دشمن کی کثرت و قوت کو دیکھ کر فتح سے گویا ناامید تھے۔ (ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ کی مدد آئی)

۱۲۵: بَلَىٰ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوا وَيَأْتُوكُم مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمِدُّكُمْ رَبُّكُمْ بِخُمْسَةِ اَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِينَ۔

فوری و کافی مدد:

بلی (کیوں نہیں) نفی تاکید بَلَىٰ کے بعد بلی کو ایجاب کے لیے لائے کہ اتنے فرشتوں سے امداد تمہارے لیے کافی ہے پس کفایت کو لازم کر دیا۔ پھر فرمایا اِنْ تَصْبِرُوْا (اگر تم صبر کرو) اِنْ تَصْبِرُوْا (اور تقویٰ اختیار کرو) اور رسول اللہ ﷺ کی مخالفت سے بچو۔ وَيَأْتُوكُم (اور وہ لوگ تم پر آپہنچیں) اور تمہارے پر مشرکین مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا (اسی دم) آپڑیں۔ یہ فور کا لفظ فار القدر سے لیا گیا جبکہ وہ جوش مارے تیزی کیلئے بطور استعارہ استعمال کیا گیا۔ پھر اس سے اس حالت کی تعبیر کی جاتی ہے جس میں دیر نہ ہو۔ اور کسی دوسری طرف توجہ نہ کی جائے۔ کہا جاتا ہے کہ خروج من فورہ وہ فوراً نکل گیا۔ جیسا کہ تم اس طرح کہتے ہو۔ خروج من ساعته ولم يلبث کہ وہ اسی گھڑی بلا روکے نکل گیا۔ کرنی بے پناہ کے قول میں یہی معنی ہے۔ الا مر

المطلق على الفور لا على التراخي۔ کہ امر مطلق کی تعمیل اسی گھڑی لازم ہے تاخیر کرنا جائز نہیں۔ اب مطلب آیت کا یہ ہے کہ اگر وہ تمہاری اسی گھڑی میں آگئے۔ **هَذَا يُمَدِّدُكُمْ وَبُكُمْ بِخُمُسَةِ الْفِ مِنَ الْمَلَكَةِ** (تمہارا رب پانچ ہزار فرشتوں سے تمہاری یہ امداد فرمائے گا) یعنی ان کی آمد کی صورت میں فرشتوں کی آمد ان کے آنے سے متاخر نہ ہوگی حاصل یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری جلد جلد مدد کرے گا۔ اور تمہیں فتح میسر فرمائے گا اگر تم صبر و تقویٰ پر قائم رہو گے۔

نشان دار گھوڑے:

مُسَوِّمِينَ (نشان دار)

قراءت: **مُسَوِّمِينَ** واؤ کے کسرہ کے ساتھ کی ابو عمرو، عاصم، سہل نے معلمین انفسہم اپنے نفوس کو ظاہر کرنے والے یا اپنے گھوڑوں کو ایسی علامت سے ظاہر کرنے والے ہونگے جس سے وہ لڑائی میں پہچانے جائیں گے۔ السومة علامت کو کہا جاتا ہے۔ ضحاک کا قول ہے کہ وہ سفید اون کا نشان اپنے گھوڑوں کی پیشانیوں اور دموں پر لگانے والے ہونگے۔

دوسرے قراء نے واؤ کے فتح کے ساتھ پڑھا ہے۔ نشان زدہ ہونگے۔ کبھی کا قول یہ ہے وہ زرد رنگ کے عمامے پہنے ہونگے ان کے پلے اپنے کندھوں پر لٹکانے والے ہونگے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا عمامہ بدر کے دن زرد رنگ کا تھا۔ فرشتے بھی زرد عماموں میں نازل ہوئے۔ قتادہ کا قول یہ ہے کہ تین ہزار پھر پانچ ہزار فرشتے اترے۔

فرشتوں کی مدد صرف بشارت فتح ہے:

۱۲۶: **وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَىٰ لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوبُكُمْ بِهِ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ**۔ (اور اللہ تعالیٰ نے اس امداد کو بنایا) اور اللہ تعالیٰ نے اس امداد کو خوشخبری بنایا۔ ہ کی ضمیر اس امداد کی طرف راجع ہے۔ جو ان یمدکم سے ثابت ہوئی۔ **إِلَّا بُشْرَىٰ لَكُمْ** (خوشخبری تمہارے لئے) یعنی اللہ تعالیٰ نے تم کو فرشتوں سے مدد صرف اس لئے دی تاکہ تمہیں فتح کی بشارت ہو۔ **وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوبُكُمْ بِهِ** (تاکہ تمہارے دل اس سے مطمئن ہوں) جس طرح سیکنہ بنی اسرائیل کے لئے بشارت نصرت تھی اور دلوں کے اطمینان کا باعث تھی۔ **وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ** (اور درحقیقت فتح اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتی ہے) نہ لڑنے والوں کی طرف سے اور نہ ملائکہ کی طرف سے۔ لیکن یہ وہ چیز ہے۔ جس سے مدد کی امید اور رحمت کی طمع مضبوط تر ہوتی ہے۔ **الْعَزِيزِ** (زبردست) وہ ذات جس کے فیصلوں میں اس پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔ **الْحَكِيمِ** (حکمت والا) جو کہ اپنے اولیاء کو مدد دیتا ہے اور دشمن کے ساتھ جہاد سے انکی آزمائش کرتا ہے۔

قتل کفار کی بشارت:

۱۲۷: **لَيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوا خَائِبِينَ** (تاکہ کافروں کی ایک جماعت کو ہلاک کر دے) قتل و قید کے ذریعے چنانچہ بدر میں ستر کافر قتل ہوئے اور ستر سردار قید ہوئے۔ **لَيَقْطَعَ** کی لام۔ نمبر ۱۔ **لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ** سے متعلق ہے یا نمبر ۲۔ **وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ** سے متعلق ہے یا نمبر ۳۔ **يُمَدِّدُكُمْ رَبُّكُمْ** سے متعلق ہے۔

أَوْ يَكْبِتُهُمْ یا انکو رسوا کرے اور شکست سے غصہ دلا کر لوٹائے۔ **الکبت**۔ واصل شدید بزدلی جو دل میں رچ جائے اور اسکی

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ ﴿١٢٨﴾

آپ کو کچھ بھی اختیار نہیں ہے، اللہ چاہے تو ان کو توبہ کی توفیق دے یا ان کو عذاب دے کیونکہ وہ ظلم کرنے والے ہیں،

وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمُوتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۖ يَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ

اور اللہ ہی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے۔ وہ مغفرت فرماتا ہے جس کی چاہے اور عذاب دیتا ہے

مَن يَشَاءُ ۖ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٢٩﴾

جس کو چاہے۔ اور اللہ غفور ہے رحیم ہے۔

وجہ سے آدمی منہ کے بل گر جائے۔ فَيَنْقَلِبُوا خَائِبِينَ پس وہ اپنے شہروں کو اس حالت میں لوٹیں کہ اپنے مقصد میں ناکام ہوں۔
تمام اختیارات کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے:

۱۲۸: لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ۔ (آپ کو اس امر کا کوئی اختیار نہیں)

خَجْو: لَيْسَ کا اسم شئیء ہے اور لَكَ اسکی خبر ہے اور مِنَ الْأَمْرِ یہ شئیء کا حال ہے کیونکہ وہ صفت ہے جس کو پہلے لایا گیا ہے۔
أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ (یا ان کی توبہ قبول کرے) خَجْو: اس کا عطف لِقَطْع طَرَفًا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَوْ يَكْتَبُهُمْ پر ہے۔
اور لَيْسَ لَكَ جملہ معترضہ ہے۔ جو معطوف علیہ اور معطوف کے درمیان حائل ہو گیا ہے۔ مطلب آیت کا یہ ہے اللہ تعالیٰ ان کے معاملے کا مالک ہے خواہ ان کو ہلاک کر دے یا شکست سے دوچار کرے یا انکی توبہ قبول کر لے کہ وہ اسلام لے آئیں۔ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ (یا ان کو عذاب دے) اگر وہ کفر پر مصر رہیں اور آپ کو ان کے معاملے کا کچھ اختیار نہیں۔ آپ تو مبعوث بندے ہیں تاکہ ان کو ڈرائیں اور ان سے جہاد کریں۔

خَجْو: فراء نحوی کے ہاں آو۔ حَتَّى کے معنی میں ہے۔ اور ابن عیسیٰ کے نزدیک اِلَا ان کے معنی میں ہے۔ جیسا تم کہو:
لَا لَزْمَ لَكَ وَتَعْطِينِي حَقِّي۔ اب مطلب آیت کا یہ ہوگا۔ آپ کو ان کے معاملے میں کچھ اختیار نہیں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ انکی توبہ قبول کر لے پس آپ انکی حالت پر خوش ہوں۔ یا پھر ان کو سزا دے تاکہ ان سے پلڑا چھوٹ جائے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے ان کے متعلق بددعا کا ارادہ فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے روک دیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ جانتے تھے کہ ان میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو ایمان لائیں گے۔

فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ (پس بے شک وہ ظالم ہیں) یعنی مستحق سزا ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی مغفرت عامہ:

۱۲۹: وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمُوتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۖ يَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ ۖ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ۔ (اور اللہ تعالیٰ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُّضَاعَفَةً وَاتَّقُوا

اے ایمان والو! مدت کھاؤ سود چند در چند پڑھا کر اور اللہ سے

اللَّهُ لَعَلَّكُمْ تَفْلِحُونَ ﴿٣٠﴾ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ ﴿٣١﴾

ڈرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ اور ڈرو اس آگ سے جو تیار کی گئی ہے کافروں کے لئے۔

وَاطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿٣٢﴾ وَسَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ

اور اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی تاکہ تم پر رحم کیا جائے اور جلدی آگے بڑھو مغفرت کی طرف

مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمُوتُ وَالْأَرْضُ ۚ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ ﴿٣٣﴾

جو تمہارے رب کی طرف سے ہے۔ اور جنت کی طرف جس کا عرض ایسا ہے جیسے تمام آسمان اور زمین، وہ تیار کی گئی ہے متقیوں کے لئے

ہی کیلئے ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے (یعنی اختیار اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے نہ کہ آپ کے کیونکہ آسمان و زمین اس کی ملکیت ہے۔ يَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ (وہ جس کو چاہیں بخش دیں) یعنی ایمان والوں کو۔ وَيُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ (اور عذاب دیں جس کو چاہیں) یعنی کفار کو۔ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (اور اللہ تعالیٰ بخشن ہمار رحمت کرنے والے ہیں)

سود کی مذمت:

۱۳۰: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُّضَاعَفَةً وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (اے ایمان والو! نہ کھاؤ سود و سودا دو گنا) قراءت: مُضَاعَفَةً عین کی تشدید سے مکی و شامی نے پڑھا ہے۔ اس آیت میں ربا سے ممانعت کی گئی ہے اور دونا، دو گنا سود لینے کی جو رسم ان میں پائی جاتی تھی۔ اسکی مذمت کی انکا حال یہ تھا کہ جب قرض اپنے وقت کو پہنچ جاتا تو قرض خواہ کہتا یا تو میرا حق واپس کر یا پھر سود دے اور مدت میں اضافہ کروالے۔ وَاتَّقُوا اللَّهَ (تم اسکے کھانے میں) اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ)

سب سے زیادہ خوف والی آیت:

۱۳۱: وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ۔ (اور تم بچو اس آگ سے جو کافروں کیلئے تیار کی گئی)

ارشاد امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ! قرآن مجید میں سب سے زیادہ خوف دلانے والی آیت یہ ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو خلاف ورزی احکام کی صورت میں اس آگ سے ڈرایا ہے جو کافروں کیلئے تیار کی گئی ہے۔ اور اس کے بعد اپنی رحمت کی امید واری کو خدا اور رسول کی اطاعت سے وابستہ کیا اس طرح کہ واطيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ (کہ اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے)۔

الَّذِينَ يُنْفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَالْكُظُمِينَ الْغَيْظِ وَالْعَافِينَ

جو خرچ کرتے ہیں خوشی میں اور تکلیف میں، اور جو ضبط کرنے والے ہیں غصہ کو، اور جو لوگوں کو

عَنِ النَّاسِ ۖ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴿۳۴﴾ وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً

معاف کرنے والے ہیں، اور اللہ محبت فرماتا ہے اچھے کام کرنے والوں سے، اور وہ لوگ جنہوں نے جب کوئی بُرا کام کیا

أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ ۖ وَمَنْ يَغْفِرِ

یا اپنی جانوں پر ظلم کیا تو اللہ کو یاد کیا اور اپنے گناہوں کی مغفرت چاہی اور گناہوں کو کون

الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ ۚ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلَى مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿۳۵﴾

بخشے گا سوائے اللہ کے اور انہوں نے اپنے کئے پر اصرار نہیں کیا۔ اور وہ جانتے ہیں،

اللہ کی رضا میں وقار و بلندی ہے:

۱۳۲: وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ۔ (تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے) مَسْئَلَةٌ: اس آیت میں مرحۃ فرقہ کی اس بات کی تردید ہے کہ ایمان کے ساتھ کوئی گناہ نقصان دہ نہیں اور آگ سے بالکل اہل ایمان کو سزا نہ دی جائے گی۔

ہم اہلسنت کے نزدیک کفار کے علاوہ گناہگار ایمان والوں کو جہنم میں داخل کیا جائے گا۔ لیکن بالآخر ان کو جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔

مفسرین رضی اللہ عنہم کا ارشاد:

لعل اور عسی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے مواقع پر تحقیق کیلئے آتا ہے یعنی بیم آمیز امید کیلئے ہے عارف کامل سے یہ بات مخفی نہیں کہ تقویٰ کا راستہ کتنا باریک و دقیق ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو پالینا کتنا مشکل ہے۔ اور اس کی رحمت و ثواب تک پہنچنے میں کتنا وقار اور بلندی ہے۔

مسارعت مغفرت و جنت:

۱۳۳-۱۳۴: وَسَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ۔ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَالْكُظُمِينَ الْغَيْظِ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ۔ (اور تم تیزی سے بڑھو اپنے رب کی مغفرت اور جنت کی طرف) مدنی اور شامی نے واؤ کے بغیر سَارِعُوا پڑھا ہے اور جملہ مستاتفہ قرار دیا۔ دیگر قراء

نے واؤ کو قائم رکھ کر ماقبل پر عطف کیا ہے۔ المسارعة الى المغفرة والجنة کا مطلب ایسے اعمال کی طرف متوجہ ہونا جو ان دونوں تک لے جانے والے ہوں۔ پھر ان اعمال میں کئی اقوال ہیں۔ نمبر ۱۔ پانچوں نمازیں نمبر ۲۔ تکبیر اولیٰ۔ نمبر ۳۔ اطاعت۔ نمبر ۴۔ اخلاص۔ نمبر ۵۔ توبہ نمبر ۶۔ جمعہ۔ نمبر ۷۔ جماعات۔ عَرْضُهَا السَّمَوَاتُ وَالْأَرْضُ (اس کا عرض آسمانوں اور زمین کے برابر ہے) جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ (الحدید: ۲۱) اصل مقصود اس کی وسعت و پھیلاؤ کو بیان کرنا ہے۔ اس لئے لوگوں کے علم میں جو سب سے بڑی وسیع چیز ہے۔ اسکے ساتھ تشبیہ دی۔ اور عرض کو خصوصاً ذکر کیا کیونکہ وہ طول سے عادتاً چھوٹا ہوتا ہے تاکہ مبالغہ ہو جائے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے۔ اگر ساتویں آسمان اور ساتویں زمینیں ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ دیئے جائیں تو جنت کا عرض بنے گا۔

روایات جنت کی عمدہ تطبیق:

اور یہ جو روایات میں وارد ہے کہ جنت ساتویں آسمان میں ہے۔ یا چوتھے آسمان میں ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جنت اس جہت میں واقع ہے یہ مطلب نہیں کہ وہ چوتھے یا ساتویں آسمان میں ہے۔ جیسا کہ کہا جائے، فی الدار بستان جبکہ وہ اس سے بڑا ہو کیونکہ اس کا مقصد باغ کے دروازہ کا مکان کی طرف ہونا مراد ہے۔

أَعَدَّتْ (تیار کی گئی) یہ جنت کی صفت ہونے کی بناء پر موضع جر میں واقع ہے۔ یعنی وسیع تیار شدہ جنت، لِلْمُتَّقِينَ (وہ متقین کیلئے) ان دونوں آیات سے معلوم ہوا کہ جنت و دوزخ دونوں مخلوق ہیں۔ المتقی سے مراد۔ نمبر ۱: اشْرَک سے بچنے والا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَعَدَّتْ لِلَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ۔ (الحدید: ۲۱) اور جنت جس کا عرض آسمان و زمین کے عرض کی طرح ہے وہ ان لوگوں کیلئے بنائی گئی جو اللہ تعالیٰ اور اسکے رسولوں پر ایمان لائے۔ نمبر ۲۔ دوسرا قول گناہوں سے بچنے والا متقی ہے۔ پس اگر دوسرا قول مراد ہو تو پھر بغیر عقوبت جنت میں جانا مراد ہوگا۔ اور اگر اول مراد لی جائے تو وہ بھی انجام کار ہوگی۔ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ (جو خرچ کرتے ہیں فراغت میں اور تنگی میں)۔

قرأت ونحو:

اگر وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً پَر عطف ڈال کر الَّذِينَ يُنْفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ کو مبتداء قرار دیا جائے اور اولئك کو خبر بنایا جائے۔ تو یہاں وقف ہوگا۔ اور سَرَّاءِ، ضَرَّاءِ میں خرچ سے مراد تنگدستی و خوشحالی میں خرچ کرنا ہوگا۔ نمبر ۲۔ اگر۔ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ کو متقین کی صفت قرار دیا جائے اور وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا کا عطف اس پر ڈالا جائے۔ پھر وقف نہ ہوگا اور مطلب آیت کا یہ بنے گا وہ جنت متقین اور تائبین کے لئے تیار کی گئی ہے۔

ایک سوال کا جواب:

سوال: آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت تو متقین اور تائبین کیلئے بنائی گئی ہے اصرار کرنے والوں کیلئے نہیں۔

جواب: یہ درست ہے کہ ان دونوں قسم کے لوگوں کیلئے تیار کی گئی ہو پھر محض فضل و عفو الہی سے دوسرے بھی داخل ہو جائیں۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے اُعِدَّتْ هَذِهِ الْمَائِدَةُ لِلَامِيرِ کہ یہ دسترخوان امیر کیلئے تیار کیا گیا ہے۔ پھر بعض اوقات اسکے پیروکار بھی اس کو کھا لیتے ہیں۔ کیا اس ارشاد خداوندی کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي اُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ۔ (آل عمران۔ ۱۳۱) کہ تم اس آگ سے بچو جو کافروں کیلئے تیار کی گئی ہے۔ پھر بالاتفاق ثابت ہے کہ کافروں کے علاوہ عصاة مؤمن بھی اس میں داخل ہونگے۔

نکتہ: یہاں اللہ تعالیٰ نے انفاق کا تذکرہ پہلے فرمایا۔ کیونکہ نفس پر یہ انتہائی گراں چیز ہے۔ اور اسکے اخلاص کی نشاندہی کرنے والا ہے۔ اور اس زمانہ میں دشمن سے جہاد کے سلسلہ میں عظیم ترین اعمال میں سے تھا۔ اور مسلمان فقراء کی ہمدردی کے پیش نظر بھی اس کی شدید حاجت تھی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے ہر قسم کے حالات میں انفاق مراد ہے۔ کیونکہ ایسا انفاق تنگدستی و خوشحالی ہر دو مواقع کو شامل ہوگا۔

غصہ پینے والے کا مرتبہ:

وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ (اور غصے کو پی جانے والے) یعنی پورا کرنے کی بجائے غصے کو روکنے والے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ کظم القربة۔ جبکہ وہ مشک کو بھر لے اور اسکے منہ کو مضبوطی سے باندھ دے۔ اور اسی سے کظم الغیظ بنا ہے۔ غصے کو صبر کی وجہ سے تھام لے اور اس کا اثر بالکل ظاہر نہ ہو۔ الغیظ دل کی حرارت کا غصہ سے بڑھکنا۔ نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے۔ جس نے اپنے غصے کو روک لیا ایسی حالت میں کہ وہ اس کو پورا کرنے کی طاقت رکھتا تھا۔ اللہ تعالیٰ اسکے دل کو امن و ایمان سے بھر دیتے ہیں۔

(رواہ ابو داؤد و الترمذی و ابن ماجہ)

معافی کی فضیلت:

وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ (اور وہ لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں) یعنی جب ان کے ساتھ کوئی زیادتی کرتا ہے تو وہ اس سے مؤاخذہ نہیں کرتے۔ روایت میں آیا ہے جس کو بیہوشی نے نقل کیا کہ قیامت کے دن ایک منادی آواز دے گا۔ وہ لوگ کہاں ہیں جن کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ پس معاف کرنے والوں کے سواء اور کوئی نہ اٹھے گا۔ (بیہوشی فی الشعب) ابن عیینہ کہتے ہیں کہ میں نے رشید کیلئے روایت بیان کرنی شروع کی۔ اس کو دیکھا کہ وہ ایک آدمی پر غضبناک ہے۔ پس اس سے علیحدگی اختیار کر لی۔ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ (اور اللہ تعالیٰ کو احسان کرنے والے پسند ہیں)

تجوید: الْمُحْسِنِيْنَ میں الف لام جنسی ہے۔ ان مذکورہ بالا اور تمام محسنین کو شامل ہے۔ یا الف لام عہد کا ہے۔ اس سے انہی مذکورہ بالا کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ نے فرمایا۔ برائی کرنے والے سے بھلائی کرنا احسان ہے۔ اور بھلائی کا بدلہ بھلائی سے دینا تو تجارت ہے۔

تائب پر شیطان کا نالہ:

۱۳۵: وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ، (اور وہ لوگ جب کوئی برا کام کر بیٹھتے ہیں یا اپنے نفس پر زیادتی کر بیٹھتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کو یاد کر لیتے ہیں۔ پس وہ اپنے گناہوں کی معافی طلب کرتے ہیں) یعنی گناہ کی برائی پر شرمندہ ہو کر توبہ کر لیتے ہیں۔ وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً (اور وہ لوگ جب کوئی برا کام کر گزرتے ہیں) نَحْوُ: فَعَلَهُ كَاوِزْنِ قَبَاحَتِ كَوْزَانِدَازِ اَمْدِ كَهَانِ كِلَيْهِ آتَا هُـ۔ اور وَالَّذِينَ یہ مبتداء اور اولئک خبر ہے۔

أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ (یا وہ اپنے نفس پر زیادتی کر بیٹھتے ہیں) قول نمبر ۱۔ الفاحشہ سے مراد کبیرہ گناہ اور ظلم نفس سے مراد صغیرہ۔ قول نمبر ۲۔ فاحشہ سے زناء اور ظلم نفس بوس و کنار، لمس وغیرہ۔ ذَكَرُوا اللَّهَ (وہ اللہ تعالیٰ کو یاد کر لیتے ہیں) یعنی زبان سے یا ان کے دل ان کو توبہ پر آمادہ کرتے ہیں۔

فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ (پس وہ اپنے گناہوں کی معافی طلب کرتے ہیں) یعنی گناہ کی برائی پر شرمندہ ہو کر توبہ کر لیتے ہیں۔

مفسرین فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت اتری تو شیطان رونے لگا وَمَنْ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ اور اللہ تعالیٰ کے سوا اور کون گناہوں کو بخشے گا۔

نَحْوُ: مَنْ مَبْتَدَاءٌ، يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ اس کی خبر ہے۔ یغفر کی ضمیر من کی طرف راجع ہے اور إِلَّا اللَّهُ یغفر کی ضمیر سے بدل ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے وَلَا أَحَدٌ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ایسا نہیں جو گناہوں کو بخش دے۔ یہ معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان جملہ معترضہ ہے اس میں بندوں کو توبہ کی طرف متوجہ کیا گیا اور ترغیب دلائی گئی اور ناامیدی و مایوسی کی ممانعت کی گئی اور توبہ کرنے والے کیلئے وسعت رحمت اور قرب مغفرت کو بیان کیا اور بتلایا کہ خواہ گناہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ کی معافی اس سے عظیم تر اور اس کا کرم عظیم تر ہے۔

عدم اصرار کا فائدہ:

وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَى مَا فَعَلُوا (وہ اپنے قبیح افعال پر قائم نہیں رہے) الاصرار قائم ہونے کو کہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس بندے نے استغفار کیا اس نے اصرار نہیں کیا خواہ وہ گناہ کی طرف ستر مرتبہ لوٹ کر گیا البوداؤد، الترمذی۔ دوسری روایت میں ہے استغفار کرنے سے کبیرہ کبیرہ نہیں رہتا اور اصرار کی موجودگی میں صغیرہ صغیرہ نہیں رہتا۔ (بلکہ کبیرہ بن جاتا ہے) مسند فردوس للذیلمی وَهُمْ يَعْلَمُونَ (اس حال میں کہ وہ جانتے ہیں)

نَحْوُ: نُمْبِرَا۔ یہ وَلَمْ يُصِرُّوا کی ضمیر سے حال ہے مطلب یہ ہوا کہ انہوں نے یہ جانتے ہوئے کہ غلطی ہے اس پر اصرار نہیں کیا۔

نمبر ۲۔ یہ مستقل جملہ ہے اور يعلمون کا مفعول محذوف ہے مطلب اس طرح ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ ان کے گناہوں کو سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہ بخشے گا۔

اُولٰٓئِكَ جَزَاؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَجَنَّتٌ تَجْرٰی مِنْ تَحْتِهَا

یہ وہ لوگ ہیں جن کا بدلہ مغفرت ہے ان کے رب کی طرف سے اور باغ ہیں جن کے نیچے جاری ہیں

الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا وَنِعْمَ اَجْرُ الْعَمِلِیْنَ ﴿۱۳۶﴾ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ

نہریں ان میں ہمیشہ رہیں گے اور اچھا بدلہ ہے عمل کرنے والوں کا تم سے پہلے بہت سے طریقے گزر چکے

سُنُّۙ فَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عٰقِبَةُ الْمُكْذِبِیْنَ ﴿۱۳۷﴾

ہیں لہذا تم چلو زمین میں پھر دیکھو کیا انجام ہوا جھٹلانے والوں کا۔

هٰذَا بَيٰۤانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدٰی وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِیْنَ ﴿۱۳۸﴾

یہ بیان ہے لوگوں کے لئے اور ہدایت ہے اور نصیحت ہے متقیوں کے لئے۔

بخشش کے مستحقین:

۱۳۶: اُولٰٓئِكَ جَزَاؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَجَنَّتٌ تَجْرٰی مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا وَنِعْمَ اَجْرُ الْعَمِلِیْنَ۔ (جنکی مذکورہ بالا صفات ہیں)۔ جَزَاؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ (انکا بدلہ ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہے) انکی توبہ کے سبب وَجَنَّتٌ (اور باغات) اس کی رحمت کے باعث۔ تَجْرٰی مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا وَنِعْمَ اَجْرُ الْعَمِلِیْنَ (جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور کام کرنے والوں کا بدلہ بہت خوب ہے)

نَحْوُ: نعم کا مخصوص بالمدح محذوف ہے اور وہ ذلک ہے یعنی مغفرت اور جنت۔

لَتَانِ نُّزُولٍ: نمبر ۱۔ یہ آیت ایک کھجور فروش کے متعلق اتری جس کے پاس ایک عورت کھجور لینے کیلئے آئی اس نے کہا میرے گھر میں اس سے زیادہ عمدہ کھجوریں ہیں۔ اس کو اپنے گھر میں اس بہانے سے داخل کیا اور پھر اپنے جسم سے اس کو چمٹایا اور بوسہ دیا مگر پھر شرمندہ ہوا۔

نمبر ۲۔ ایک انصاری کو ایک ثقفی نے اپنے گھر والوں کا نگرما بنایا۔ (اور نبی اکرم ﷺ نے ان کے مابین بھائی چارہ کروایا تھا) جب وہ ثقفی جہاد میں چلا گیا۔ وہ انصاری اسکے گھر آیا اور اس کی بیوی کو دیکھا تو اس کو بوسہ دیا۔ پھر اس پر شرمسار ہوا۔ اور جنگل کی طرف بھاگ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی توبہ کو قبول فرمایا۔

سنن کی مراد وقائع:

۱۳۷: قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ فَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عٰقِبَةُ الْمُكْذِبِیْنَ۔ قَدْ خَلَتْ (تحقیق

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿۱۳۹﴾

اور ہمت نہ ہارو اور غمگین نہ ہو اور تم ہی بلند ہو گے، اگر تم مؤمن ہو۔

إِنْ يَمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهُ ۖ وَتِلْكَ الْأَيَّامُ

اگر تم کو زخم پہنچ گیا تو تمہاری مقابل قوم کو اس جیسا زخم پہنچ چکا ہے۔ اور یہ دن ہیں

نُذً اُولَٰهَابَيْنَ النَّاسِ ۚ وَلَيَعْلَمَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ

جنہیں ہم باری باری بدلتے رہتے ہیں لوگوں کے درمیان، اور تاکہ اللہ جان لے ان لوگوں کو جو ایمان لائے، اور بنا لے تم میں سے

شُهَدَاءَ ۗ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ﴿۱۴۰﴾ وَلَيُمَخِّصَ اللَّهُ الَّذِينَ

شہادت پانے والے، اور اللہ پسند نہیں فرماتا ظالموں کو۔ اور تاکہ پاک صاف کرے ایمان

آمَنُوا وَيَمْحَقَ الْكَافِرِينَ ﴿۱۴۱﴾ أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا

والوں کو، اور مٹا دے کافروں کو، کیا تم نے یہ خیال کیا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ گے اور ابھی

يَعْلَمُ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَيَعْلَمُ الصَّابِرِينَ ﴿۱۴۲﴾ وَلَقَدْ كُنْتُمْ

معلوم نہیں کیا اللہ نے ان لوگوں کو جو جہاد کرنے والے ہیں تم میں سے، اور تاکہ وہ جان لے ثابت قدم رہنے والوں کو، اور اس میں شک نہیں کہ تم لوگ

تَمَتُّونَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَلْقَوْهُ ۖ فَقَدْ رَآيْتُمُوهُ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ ﴿۱۴۳﴾

موت کے سامنے آنے سے پہلے اس کی آرزو کرتے تھے، سو اب تم نے موت کو دیکھ لیا اس حال میں کہ وہ آنکھوں کے سامنے ہے۔

گزرے) مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَّ تَم سے پہلے بہت طریقے۔ اس سے مراد جھٹلانے والی امتوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیش آنے والے وقائع ہیں۔ فَيَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكْذِبِينَ (پس زمین پر چل پھر کر دیکھ لو کہ جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا) پھر ان سے عبرت حاصل کرو۔

۱۳۸: هَذَا بَيَانٌ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ۔ هَذَا يہ۔ یعنی قرآن یا مَاتَقَدَّمَ ذِكْرُهُ کا مفہوم مشاٰر الیہ ہے۔ بَيَانٌ لِلنَّاسِ وَهُدًى (لوگوں کیلئے بیان وضاحت اور ہدایت ہے یعنی راہنمائی ہے) وَمَوْعِظَةٌ (اور نصیحت ہے) یعنی ترغیب و ترہیب ہے۔ لِّلْمُتَّقِينَ (بچنے والوں کیلئے) جو شرک سے بچتے ہیں۔

تکالیفِ احد پر تسلی:

۱۳۹: وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ۔ وَلَا تَهِنُوا (تم سستی نہ کرو) جہاد سے اس بناء پر کہ تم کو

شکست سے دوچار ہوتا پڑا۔ وَلَا تَحْزَنُوا (اور نہ غم کرو) اس غنیمت پر جو تم سے فوت ہو گئی یا اپنے میں سے شہید ہونے والوں پر یا آنے والے زخموں پر۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے رسول ﷺ اور ایمان والوں کیلئے تسلی ہے۔ ان تکالیف پر جو غزوہ احد کے موقع پر پیش آئیں اور ان کے دلوں کو تقویت دی جا رہی ہے۔

علو کی تفسیر:

وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ (حالانکہ تم ان سے اعلیٰ اور اغلب ہو) کیونکہ تم نے بدر میں ان کے زیادہ آدمی قتل کیے انکی نسبت جتنے احد میں تمہارے قتل ہوئے۔

دوسری تفسیر: اور تم ہی بلند رہو گے مدد کا میابی کے ساتھ جو آخر میں تمہیں میسر آئی۔ وہ ان کے لئے بلندی اور غلبے کی بشارت تھی۔ جیسا الصافات کی۔ آیت نمبر ۱۸۳ میں فرمایا وَإِنَّ جُنَدَهُمُ الْغَالِبُونَ کہ ہمارا لشکر ہی غلبہ پانے والا ہے۔

نمبر ۳۔ تم شان کے اعتبار سے بلند ہو کیونکہ تمہارا قتال اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کیلئے اور اس کی بات بلند کرنے کیلئے ہے اور انکی لڑائی شیطان کیلئے اور کفر کی بات کو اونچا کرنے کیلئے تھی۔

نمبر ۴۔ تم شان کے لحاظ سے بلند ہو کیونکہ تمہارے مقتول جنت میں اور ان کے مقتولین جہنم میں۔ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ اگر تم مؤمن ہو۔

تفسیر اول: یہ لَا تَهِنُوا کی نہی سے متعلق ہے مت سستی کرو اگر تمہارا ایمان صحیح ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایمان کی صحت تو قوت قلب کو لازم کرتی اور اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین کو مضبوط کرتی ہے اور دشمنوں کی کچھ بھی پرواہ نہ کرنے پر برا بیختم کرتی ہے۔

تفسیر دوم: یہ اعلون سے متعلق ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ تم بلند ہو اگر تم تصدیق کرنے والے ہو ان باتوں پر جن کا اس نے تم سے وعدہ کر رکھا ہے۔ اور جس غلبے کی وہ بشارت دیتے ہیں۔

تسلی مؤمنین:

۱۴۰: اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهُ وَتِلْكَ الْآيَاتُ نُدَٰوِلَهَا بَيْنَ النَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ۔ اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ (اگر تم کو زخم لگا)

قراءت: قَرْح تمام مقامات پر پڑھا جائے گا۔ حفص کے علاوہ دیگر تمام کو فی قراء کے ہاں۔ قَرْح حفص اور دیگر تمام قراء نے پڑھا۔ یہ دو لغتیں ہیں جیسا کہ ضعف اور ضعف۔

بعض نے کہا۔ قَرْح ہو تو معنی زخم اور قَرْح ہو تو معنی زخم کی ٹیس۔ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهُ (پس تحقیق قوم کو اسی طرح کا زخم پہنچا) یعنی اگر انہوں نے تمہارے کچھ آدمی قتل کیے تو تم اس سے پہلے بدر کے دن ان کے زیادہ آدمی قتل کر چکے۔ پھر بھی اس

بات نے ان کے دلوں کو کمزور نہ کیا اور تمہارے ساتھ دوبارہ لڑائی کرنے سے نہ روکا۔ پس تمہیں تو بدرجہ اولیٰ کمزوری نہ دکھانی چاہیے۔ وَتِلْكَ الْآيَاتُ نُدَٰوِلَهَا بَيْنَ النَّاسِ (یہ آیات فتح ہم لوگوں کے درمیان باری باری گھماتے رہتے ہیں)

نَحْوُ: وَتِلْكَ الْاَيَّامُ مَبْتَدَا نُدَاوِلِهَا اس کی خبر ہے۔

نُدَاوِلِهَا کا معنی پھیرنا ہے۔ بین الناس یعنی نعمتیں اور سزائیں کبھی ایک قوم کو اور کبھی دوسری قوم کو۔ جیسا شاعر (نمر بن قلوب) کے اس شعر میں ہے۔

فِيَوْمًا عَلَيْنَا وَيَوْمًا لَنَا ☆ وَيَوْمًا نَسَاءُ وَيَوْمًا نَسْرُ

ایک دن ہمارے خلاف اور ایک دن ہمارے حق میں۔ اور ایک دن تکلیف دیئے جاتے ہیں جبکہ دوسرے دن خوش کیے جاتے ہیں۔

تبادلہ کی حکمت اول:

وَلْيَعْلَمَ اللَّهُ الَّذِينَ اٰمَنُوا (تاکہ اللہ تعالیٰ ظاہر کر دے ایمان والوں کو) یعنی یہ تبادلہ کئی قسم کی حکمتوں کے ماتحت کرتے ہیں۔ اور اس لئے بھی کہ جو مؤمن صبر اور ثبات ایمان کی وجہ سے لوگوں کے نزدیک ممتاز ہو چکے ہوں ان کو ہم جان لیں جس طرح کہ انکا وجود سے قبل جانتا ہے۔ وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَاءَ (اور تاکہ کچھ لوگوں کو شہادت سے بہرہ ور کر دے) مراد اس سے احد کے طالبین شہادت تھے یا تم میں سے ایسے شہداء کا انتخاب کر لے جو قیامت کے دن امتوں پر گواہی کے لائق ہوں۔ جیسا کہ سورۃ البقرہ ۱۴۳ میں فرمایا۔

وَلَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ (البقرہ ۱۴۳) وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ اور اللہ تعالیٰ کو ظالم لوگ پسند نہیں۔ یہ جملہ معترضہ ہے جو تعلیل والے جملے کے درمیان لایا گیا۔

تفسیر آیت کی یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو پسند نہیں کرتے جو ان لوگوں میں سے نہیں جو ایمان پر ثابت قدمی اختیار کرنے والے ہیں اور اس کی راہ میں جہاد کرنے والے ہیں۔ اور منافقین و کفار ہی ایسے ہو سکتے ہیں۔

تبادلہ کی حکمت دوم:

۱۴۱: وَلَيَمَحِصَ اللَّهُ الَّذِينَ اٰمَنُوا وَيَمَحِقَ الْكٰفِرِيْنَ۔ (تاکہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو گناہوں سے پاک کر دے) التَّمَحِصُ تطہیر و تصفیہ کو کہتے ہیں۔ وَيَمَحِقُ الْكٰفِرِيْنَ (اور کافروں کو مٹا دیں) اور ان کو ہلاک کر دیں یعنی اگر کفار کو مسلمانوں پر غلبہ ہوتا ہے تو وہ مسلمانوں کے امتیاز کرنے اور شہید بنانے اور گناہوں سے ان کو پاک کرنے کیلئے ہوتا ہے اور مسلمانوں کو کفار پر غلبہ کافروں کو گھٹانے اور انکا نام و نشان مٹانے کے لئے ہوتا ہے۔

جنت میں داخلہ بلا جہاد و مجاہدہ نہیں:

۱۴۲: اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوْا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ۔ (کیا تم نے گمان کر لیا کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے) یہ استفہام انکاری ہے اور اُم منقطعہ ہے۔ یعنی مت ایسا خیال کرو۔ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا

مِنْكُمْ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے مجاہدوں کا ابھی تک امتیاز نہیں کیا (یعنی ابھی تک تم نے جہاد نہیں کیا کہ تمہارا مجاہد ہونا معلوم ہوتا کیونکہ علم کا تعلق تو معلوم سے ہے۔ تو نفی علم کو نفی متعلق علم کی جگہ لایا گیا ہے۔ کیونکہ علم کی نفی سے متعلق علم کی نفی خود ہو جائے گی جیسا کہ کہا جائے ما علم اللہ فی فلان خیراً یعنی اس میں کوئی خیر ہے ہی نہیں جو معلوم ہو اور یہاں لَمَّا کے معنی میں ہے البتہ اس میں کچھ توقع کا پہلو پایا جاتا ہے۔ پس گزشتہ میں جہاد کی نفی کر رہا ہے۔ اور مستقبل میں اسکے ہونے کی توقع ظاہر کر رہا ہے۔ وَیَعْلَمُ الصَّبِرِینَ (اور معلوم کرے صبر کرنے والوں کو)

نَحْوُ: یَعْلَمُ اللہُ اَنْ مَضْمَرہ کی وجہ سے منصوب ہے۔ اور واو جمع کیلئے ہے جیسا کہتے ہیں لَا تَاْكُلُ السَّمَكُ وَ تَشْرَبُ اللَّبَنَ۔ یعنی دودھ اور مچھلی ساتھ ملا کر مت کھاؤ۔ یَا یَعْلَمُ پر جزم ہو یَعْلَمُ اللہُ پر عطف کی وجہ سے۔ میم کو حرکت اتقائے سائنین کی وجہ سے دی گئی ہے اور فتح کا انتخاب معطوف علیہ پر فتح کی وجہ سے ہے۔

تمنائے موت پر توبیخ:

۱۴۳: وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ۔ (البتہ تم موت کی تمنا کیا کرتے تھے اس کو دیکھنے سے پہلے۔ اس میں ان لوگوں کو مخاطب کیا جو بدر میں حاضر نہ ہو سکے تھے اور ان کے دل میں تڑپ تھی کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کسی معرکہ میں حاضر ہوں تاکہ شہادت کی سعادت پاسکیں اور یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے اصرار کیا کہ ان کو لیکر مشرکین کی طرف نکلیں۔ حالانکہ آپ کی رائے مدینہ منورہ میں ٹھہرنے کی تھی۔ مطلب یہ ہوا کہ تم موت کی تمنا اسکے مشاہدے سے پہلے کرتے تھے اور اس کی شدت کو پہچاننے سے پہلے تمنا کرتے تھے۔ فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ (پس تم نے اس کو آنکھوں سے دیکھ لیا) یعنی تم نے کھلی آنکھوں سے دیکھا اس حال میں کہ تمہارے سامنے تمہارے بھائی بند مارے گئے۔ اور تم نے خود قتل کو جھانک لیا۔

در اصل موت کی تمنا پر ان کو توبیخ کی گئی ہے اور اس بات پر کہ تم اپنے اصرار سے رسول اللہ ﷺ کے نکلنے کا باعث بنے پھر آپ ﷺ سے پیچھے ہٹ گئے۔ انہوں نے شہادت کی تمنا کی تاکہ شہداء والی عظمت پالیں۔ اسمیں اس قسم کا قصد ہرگز نہ تھا کہ کفار کو غلبہ حاصل ہو جائے اس کی مثال اس طرح ہے جیسا کہ کوئی عیسائی ڈاکٹر سے دوائی لے اس کا مقصد تو حصول شفاء ہے اور اسکے دل میں یہ خیال بھی نہیں گزرتا کہ اس میں دشمن کو نفع پہنچایا جا رہا ہے۔ اور اسکے فن کو رائج کیا جا رہا ہے۔

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ ۖ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۖ أَفَأَيْنَ مَاتَ

اور محمد صرف رسول ہیں، ان سے پہلے رسول گزر چکے ہیں، تو کیا ان کو موت آجائے

أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ ۖ وَمَنْ يُّنْقَلِبْ عَلَىٰ عَقْبَيْهِ فَلَنْ

یا مقتول ہو جائیں تو تم الٹے پاؤں پلٹ جاؤ گے؟ اور جو شخص الٹے پاؤں پھر جائے تو وہ اللہ کو کچھ

يُضِرَّ اللَّهَ شَيْئًا ۖ وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ ۝۱۴۴ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ

بھی نقصان نہ دے گا۔ اور اللہ عنقریب شکر گزاروں کو ثواب دے گا۔ اور کسی جان کو موت

أَنْ تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ كِتَابًا مُّوَجَّلًا ۖ وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا

نہیں آ سکتی مگر اللہ کے حکم سے اس طرح پر کہ اس کا وقت مقرر کیا ہوا ہے، اور جو شخص دنیا کے بدلہ کا ارادہ کرے گا

نُؤْتِيهِ مِنْهَا ۖ وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الْآخِرَةِ نُؤْتِيهِ مِنْهَا ۖ وَسَنَجْزِي

ہم اس میں سے اس کو دے دیں گے اور جو شخص آخرت کے ثواب کا ارادہ کرے گا ہم اس میں سے اسے دے دیں گے، اور عنقریب ہم شکر گزاروں

الشَّاكِرِينَ ۝۱۴۵

کو جزا دیں گے۔

۱۴۴: وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَأَيْنَ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ۔ وَمَنْ يُّنْقَلِبْ عَلَىٰ عَقْبَيْهِ فَلَنْ يُّضِرَّ اللَّهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ۔

شانِ نبوٰی: جب ابنِ قمیہ نے رسول اللہ ﷺ کو پتھر مارا تو آپ کا سامنے والا انچلا دانت ٹوٹ گیا۔ وہ آپ کے قتل کے درپے تھا۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے آپ کی طرف سے دفاع کیا۔ وہ لشکر کے علم بردار تھے۔ چنانچہ اس نے حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ ہیں۔ چنانچہ اس نے کہنا شروع کر دیا میں نے محمد ﷺ کو قتل کر دیا اور ایک شخص نے پکار کر کہا محمد (ﷺ) قتل ہو گئے (نعوذ باللہ) بعض نے کہا وہ شیطان تھا۔ لوگوں میں آپ کے قتل کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ پس وہ پیچھے ہٹے اور رسول اللہ ﷺ آوازیں دے رہے تھے۔ اے عباد اللہ! اے اللہ کے بندو! میری طرف آؤ۔ یہاں تک کہ آپ کے پاس ایک گروہ جمع ہو گیا۔ آپ نے ان کو بھاگنے پر ملامت کی۔ وہ کہنے لگے۔ یا رسول اللہ! ہم آپ پر اپنے ماؤں باپوں کو قربان کرتے ہیں ہمیں آپ کے قتل کی خبر پہنچی جس سے ہم پیٹھ پھیر کر چل دیئے اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ مُحَمَّدٌ (ﷺ) اللہ کے رسول ہی ہیں۔ تحقیق ان سے پہلے اللہ کے

رسول گزرے) خلت کا معنی مضت یعنی گزرے ہیں۔ پس وہ بھی انکی طرح گزر جائیں گے۔ جس طرح ان کے پیروان کے گزرنے کے بعد ان کے دین کو مضبوطی سے تھامنے والے تھے۔ اسی طرح تم پر لازم ہے کہ تم ان کے دین کو ان کے گزرنے کے بعد لازم پکڑو۔ کیونکہ بعثت انبیاء ﷺ کا مقصود پیغام رسالت کو پہنچانا اور حجت کو تمام کرنا ہے۔ قوم میں ان کے وجود کا ہمیشہ رہنا نہیں۔

خبر شہادت رسول (ﷺ) کے تاثرات کا ازالہ:

أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ (پس اگر آپ کا انتقال ہو جائے یا آپ شہید ہو جائیں کیا تم لوگ الٹے پھر جاؤ گے) فاجملہ شرطیہ سے معلق ہے۔ اس جملہ کے ذریعہ جو اس سے پہلے ہے۔ اس طرح کہ فَا سَبِيْهٍ اور هَمْزَةُ اسْتِفْهَامِ انکار کیلئے ہے۔

مطلب یہ ہے کہ سابقہ انبیاء ﷺ وفات پا گئے مگر ان کا دین تو نہیں مرا۔ پس اس طرح محمد ﷺ بھی ایک رسول ہیں اگر وہ قتل یا طبعی موت سے وفات پا جائیں گے تو ان کا دین نہیں مریگا بلکہ باقی رہے گا پس تمہیں لوٹ کر ارتداد اختیار نہ کرنا چاہیے۔ انقلاب علی العقبین یہ ارتداد سے مجاز ہے۔ یا شکست و ہزیمت سے مجاز ہے۔ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَىٰ عَقْبَيْهِ فَلَنْ يَصُرَ اللَّهُ شَيْئًا (جو ایڑیوں کے بل پلٹ جائے گا وہ اللہ تعالیٰ کو ہرگز نقصان نہیں پہنچا سکتا) بلاشبہ اپنے آپ کو نقصان پہنچائے گا۔ وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّكِرِينَ (عنقریب اللہ تعالیٰ شکر گزاروں کو بدلہ دیں گے) یعنی وہ لوگ جو جنگ سے پیچھے نہیں ہٹے۔ ان کو شا کرین اسی لئے قرار دیا کیونکہ انہوں نے نعمت اسلام کا اپنے فعل سے شکر یہ ادا کیا۔

ہر ایک کی موت مشیت سے ہے:

۱۳۵: وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ كِتَابًا مُّؤَجَّلًا وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الْآخِرَةِ نُؤْتِهِ مِنْهَا وَسَنَجْزِي الشَّكِرِينَ۔ وَمَا كَانَ (جائز نہیں) لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ (کسی نفس کے لئے کہ اس کو موت آئے مگر اللہ تعالیٰ کے اذن سے) اذن سے مراد علم ہے۔ یا ملک الموت کو اسکے قبض روح کی اجازت دینا مراد ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے بغیر کسی کی موت کا آنا ناممکن ہے۔

اس میں جہاد پر آمادہ کیا گیا اور دشمن کا سامنا کرنے پر برا بیچختہ کیا گیا اور بتلادیا کہ ڈرنا فائدہ مند نہیں۔ اور کوئی شخص اپنی مدت زندگی پوری کرنے کے بغیر نہیں مر سکتا۔ خواہ وہ کتنے ہلاک کن مقامات اور معرکوں میں گھس جائے۔ كِتَابًا مُّؤَجَّلًا (میعاد معین لکھی رہتی ہے) كِتَابًا فعل محذوف کا مصدر مؤکد ہے۔ کیونکہ معنی یہ ہے کہ کتب الموت کتاباً۔ اللہ تعالیٰ نے موت کو لکھ دیا ہے لکھنا۔ مؤجل کا معنی موقت ہے کہ لکھے ہوئے سے آگے پیچھے نہیں۔ وَمَنْ يُرِدْ جَوَارِدَهُ کر لے اپنے جہاد سے ثَوَابَ الدُّنْيَا ثواب دنیا یعنی مال غنیمت کا۔ اس میں ان لوگوں پر تعریض کی گئی جن کو احد کے دن غنیمت نے مشغول کر دیا۔

نُؤْتِهِ مِنْهَا (ہم اس سے اس کو دیتے ہیں) یعنی اس کا ثواب دیتے ہیں۔ وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الْآخِرَةِ اور جَوَارِدِ الْآخِرَةِ ثواب کا ارادہ کرتا ہے یعنی اعلائے کلمۃ اللہ اور آخرت کے درجات کیلئے جہاد کرتا ہے۔ نُؤْتِهِ مِنْهَا وَسَنَجْزِي الشَّكِرِينَ

وَكَأَيِّن مِّن نَّبِيٍّ قُتِلَ مَعَهُ رِبِّيُّونَ كَثِيرٌ ۖ فَمَا وَهَنُوا لِمَا

اور بہت سے نبی گزرے ہیں جن کے ساتھ مل کر بہت سے اللہ والوں نے جنگ کی،

أَصَابَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَا ضَعُفُوا وَمَا اسْتَكَانُوا ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ

ان کو اللہ کی راہ میں پہنچیں ان کی وجہ سے نہ ہمت ہارے نہ کمزور پڑے۔ اور نہ عاجز ہوئے، اور اللہ صبر کرنے والوں سے

الصَّابِرِينَ ۚ ۝۱۴۶ وَمَا كَانَ قَوْلُهُمْ إِلَّا أَن قَالُوا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا

محبت فرماتا ہے، اور ان کا قول اس کے سوا کچھ نہیں تھا کہ انہوں نے یوں کہا کہ اے ہمارے رب بخش دے

ذُنُوبَنَا وَإِسْرَافَنَا فِي أَمْرِنَا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانصُرْنَا عَلَى

ہمارے گناہوں کو، اور ہمارے کاموں میں حد سے آگے بڑھ جانے کو، اور ہمارے قدموں کو ثابت رکھ، اور کافر قوم کے مقابلہ میں

الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ۝۱۴۷ فَآتَاهُمُ اللَّهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ

ہماری مدد فرما سو اللہ نے ان کو دنیا کا بدلہ دے دیا اور آخرت کا عمدہ

الْآخِرَةِ ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ۝۱۴۸

بدلہ دیا اور اللہ پسند فرماتا ہے اچھے کام کرنے والوں کو۔

(ہم اس کو اسی سے دیتے ہیں اور عنقریب شکر گزاروں کو ہم بدلہ دیں گے) یعنی ہم عنقریب ان کو جزائے مبہم سے بدلہ دیں گے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکریہ ادا کیا اور جہاد سے ان کو کسی چیز نے مشغول نہ کیا۔ (جزاء کو مبہم لا کر بتلادیا کہ جزاء غیر معروف ہے جو عقل انسان میں نہیں آسکتی)۔

جہاد میں دشمن کے سامنے عجز و ذلت ظاہر نہ ہونے دو اور نہ ہی سستی کرو:

۱۴۶: وَكَأَيِّن مِّن نَّبِيٍّ قُتِلَ مَعَهُ رِبِّيُّونَ كَثِيرٌ ۖ فَمَا وَهَنُوا لِمَا أَصَابَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَا ضَعُفُوا وَمَا اسْتَكَانُوا ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ (بہت سے پیغمبروں کے ساتھ مل کر کفار سے جنگ کی) كَأَيِّن کا اصل آتی ہے کاف تشبیہ کا اس پر داخل ہوا تو اس میں کم کے معنی پیدا ہو گئے جو کثرت کیلئے آتا ہے۔

قرأت: مکی کی قراءت میں کانن بوزن کاع ہر جگہ پڑھیں گے۔ قَاتِل کو قُتِل مکی، بصری و نافع نے پڑھا ہے۔

نَحْمُ: مَعَهُ یہ قتل کی ضمیر سے حال ہے۔ اِی قَتَلَ کائنَا مَعَهُ۔ یعنی اس نے قتال کیا اس حال میں کہ وہ ان کے ساتھ ملنے والا تھا۔

رَبِّیُّونَ۔ رب والے۔ حسن نے را کے ضمہ سے اور بعض نے فتح سے پڑھا ہے۔ قاعدہ کے مطابق فتح ہے کیونکہ یہ رب سے اسم منسوب ہے۔ اور ضمہ اور کسرہ اسم منسوب میں تبدیلیوں کی بناء پر ہے۔

فَمَا وَهَنُوا (وہ ست نہ ہوئے) اپنے پیغمبروں کے قتل کے وقت لَمَّا أَصَابَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَا ضَعُفُوا۔ (ان تکالیف پر جو ان کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں پیش آئیں اور نہ وہ ان کے بعد جہاد سے پست ہمت ہوئے)۔ وَمَا اسْتَكَانُوا (اور نہ وہ دشمن کے سامنے ذلیل و عاجز ہوئے)۔ اس آیت میں ان لوگوں پر تعریض کی جو قتل رسول ﷺ کی افواہ پر پست ہمت ہو بیٹھے اور بعض نے ارادہ کیا کہ عبد اللہ بن ابی کے ذریعہ ابوسفیان سے امان طلب کریں۔ وَاللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ (اور اللہ تعالیٰ کو صبر والے لوگ پسند ہیں) جو کفار سے جہاد کرنے پر جے رہنے والے ہیں۔

میدان جنگ میں دُعا مستقل ہتھیار ہے:

۱۴۷: وَمَا كَانَ قَوْلُهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَإِسْرَافَنَا فِي أَمْرِنَا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ۔ (اور انکی بات یہی تھی کہ اے ہمارے رب تو ہمارے گناہوں کو بخش دے) یعنی انہوں نے یہی بات کہی۔

ربانین ہونے کے باوجود انہوں نے اپنے نفوس کی طرف گناہوں کی اضافت کی تاکہ نفس کی بڑائی مٹ جائے۔ وَإِسْرَافَنَا فِي أَمْرِنَا (اور ہمارا اپنے معاملے میں حد سے تجاوز کرنا) اسراف حد عبودیت سے تجاوز کو کہتے ہیں۔ وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا تو ہمارے قدموں کو (لڑائی میں) مضبوط کر دے۔ وَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ۔ (اور ہماری کافر قوم کے خلاف مدد فرما) غلبہ عنایت کر کے۔

نکتہ: گناہوں سے استغفار کے ساتھ دعا کو میدان جنگ میں ثابت قدمی اور دشمنوں پر فتح سے مقدم کیا۔ کیونکہ استغفار کے ساتھ یہ طریق دعا قبولیت دعا کے لئے زیادہ مناسب ہے اس لئے کہ اس میں عجز و نیاز خوب ہے۔

طالبین آخرت محسنین ہیں:

۱۴۸: فَاتْلُهمُ اللَّهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْآخِرَةِ۔ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ۔ (پس اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا کا ثواب دیا) یعنی نصرت و کامیابی اور غنیمت میسر کر دی۔ وَحُسْنَ ثَوَابِ الْآخِرَةِ (اور ثواب آخرت کا حسن) یعنی مغفرت و جنت دے دی۔ آخرت کے بدلے کو حسن سے تعبیر کر کے بتلادیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں افضل و مقدم اور واجب القصد ہے۔ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ (اور اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کو پسند کرتے ہیں) یعنی وہ محسن ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو پسند کرتے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَطِيعُوا الَّذِينَ كَفَرُوا يَرُدُّوْكُمْ عَلَىٰ

اے ایمان والو! اگر تم ان لوگوں کا کہا مانو گے جنہوں نے کفر اختیار کیا تو وہ تم کو الٹے پاؤں

أَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوا خِسِرِينَ ﴿١٤٩﴾ بَلِ اللّٰهُ مَوْلَاكُمْ وَهُوَ خَيْرُ

پھیر دیں گے جس کی وجہ سے تم ناکام ہو جاؤ گے، بلکہ اللہ تمہارا مولیٰ ہے اور وہ سب مدد کرنے

النَّصِرِينَ ﴿١٥٠﴾ سَنُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَا أَشْرَكُوا

والوں سے بہتر ہے۔ ہم عنقریب کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دیں گے۔ اس وجہ سے کہ انہوں نے ایسی چیز کو اللہ کا

بِاللّٰهِ مَا لَمْ يَنْزِلْ بِهِ سُلْطٰنًا وَمَا وَهُمْ بِالنَّارِ وَبِئْسَ مَثْوٰی الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٥١﴾

شریک بنایا جس کی اللہ نے کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی، اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے، اور وہ ظلم کرنے والوں کا برا ٹھکانہ ہے۔

کفار کی عدم موافقت تمام مسلمانوں پر لازم ہے:

۱۴۹: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَطِيعُوا الَّذِينَ كَفَرُوا يَرُدُّوْكُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوا خِسِرِينَ۔ (اے ایمان والو! اگر تم کافروں کی اطاعت کرو تو وہ تمہیں ایڑیوں کے بل لوٹا دیں گے) یعنی وہ تمہیں شرک کی طرف لوٹانا چاہتے ہیں۔ فَتَنْقَلِبُوا خِسِرِينَ (تم لوٹ کر گھائے میں پڑ جاؤ گے)

کہا گیا ہے یہ تمام کفار کے سلسلہ میں عام ہے۔ مؤمنوں پر لازم ہے کہ وہ ان سے پہلو تہی اختیار کریں۔ اور کسی چیز میں انکی اطاعت نہ کریں تاکہ وہ ان کو اپنی موافقت کی طرف نہ کھینچ لیں۔ سدی کہتے ہیں کہ اگر تم ابوسفیان اور ان کے ساتھیوں کے سامنے عاجزی کرو گے اور ان سے امن کے طالب ہو گے تو وہ تمہیں اپنے دین کی طرف لوٹا دیں گے۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں یہ آیت ان منافقین کے متعلق اتری جنہوں نے شکست کے موقع پر ایمان والوں کو کہا تم اپنے بھائیوں کی طرف لوٹ جاؤ اور ان کے دین میں داخل ہو جاؤ۔

۱۵۰: بَلِ اللّٰهُ مَوْلَاكُمْ وَهُوَ خَيْرُ النَّصِرِينَ۔ (بلکہ اللہ تعالیٰ تمہارا مددگار ہے) پس غیروں کی نصرت سے بے نیازی اختیار کرو۔ وَهُوَ خَيْرُ النَّصِرِينَ (اور وہ سب سے بہتر مددگار ہے)

القائے رعب سے مکہ والے قوت کے باوجود بھاگ گئے:

۱۵۱: سَنُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَا أَشْرَكُوا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يَنْزِلْ بِهِ سُلْطٰنًا وَمَا وَهُمْ النَّارِ وَبِئْسَ

مَثْوَى الظَّالِمِينَ۔ سَنُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ (ہم عنقریب کفار کے دلوں میں رعب ڈال دیں گے)
قراءت: الرُّعْبُ کو شامی اور علی نے الرُّعْبُ پڑھا ہے اور یہ دونوں لغتیں ہیں۔

کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ کے دل میں احد کے دن رعب ڈال دیا وہ باوجود قوت و غلبہ کے بلاوجہ مکہ کی طرف لوٹ گئے۔ بِمَا أَشْرَكُوا بِاللَّهِ (اس سبب سے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانے والے ہیں) یعنی ان کے دلوں میں رعب ڈالے جانے کا باعث انکا اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانا ہے۔ مَا لَمْ يَنْزِلْ بِهِ سُلْطَانًا (جسکی اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نہیں اتاری) یعنی آلہ کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانے کی کوئی دلیل نہیں اتاری۔ اس کا یہ معنی نہیں کہ انکی معبودیت کی کوئی دلیل ہے مگر اللہ تعالیٰ نے نہیں اتاری۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ نہ کوئی دلیل ہے اور نہ وہ اتاری گئی جیسا کہ شاعر کے اس قول میں۔

وَلَا تَرَى الضَّبَّ بَهَا يَنْجَحِرُ اِی لیس بھا ضب فینجحر و لم یعن ان بھا ضباً وَلَا یَنْجَحِرُ

اس کا معنی یہ ہے کہ وہاں گوہ نہیں کہ بل بنائے یہ مطلب نہیں کہ گوہ تو ہے مگر بل نہیں بناتی۔

وَمَا لَهُمُ النَّارُ وَبَنَسَ مَثْوَى الظَّالِمِينَ (انکا ٹھکانہ آگ ہے اور ظالموں کا ٹھکانہ بہت برا ہے) (ضمیر کی بجائے)
ظالمین کو صراحتہ لاکر اس پر سخت ناراضگی اور درشتی کو ظاہر کر دیا اور دوزخی ہونے کی علت بھی واضح ہو گئی)

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللَّهُ وَعْدَهُ إِذْ تَحُسُّونَهُم بِإِذْنِهِ ۚ حَتَّىٰ إِذَا

اور بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا جو اس نے تم سے کیا تھا جس وقت تم دشمنوں کو بحکم خداوندی قتل کر رہے تھے۔ یہاں تک

فَإِشْلُتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا أَرَاكُمْ

کہ جب تم بزدل ہو گئے اور حکم کے بارے میں تم نے آپس میں اختلاف کیا اور تم نے اس کے بعد نافرمانی کی جبکہ تمہیں اللہ نے وہ چیز دکھادی جسے تم محبوب

مَا تَحِبُّونَ ۚ مِّنْكُمْ مَّنْ يُرِيدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُرِيدُ الْآخِرَةَ ۚ

رکھتے تھے، تم میں سے بعض دنیا چاہتے تھے اور بعض آخرت کے طلب گار تھے۔

ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ۚ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ

پھر اللہ نے تم کو دشمنوں کی طرف سے پھیر دیا تاکہ تم کو آزمائے۔ اور البتہ تحقیق اللہ نے تم کو معاف فرما دیا اور اللہ مومنین پر

عَلَى الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٥٢﴾ إِذْ تَصْعَدُونَ وَلَا تَلُونَ عَلَىٰ أَحَدٍ ۚ وَالرَّسُولُ

بڑے فضل والا ہے۔ جب تم دور چلے جا رہے تھے اور کسی کو مڑ کر نہیں دیکھ رہے تھے اور رسول

يَدْعُوكُمْ فِي أُخْرَاكُمْ فَأَثَابَكُمْ غَمًّا بِغَمٍ لَّكِيْلًا تَحْزَنُونَ ۚ

تم کو پکار رہے تھے۔ تمہارے پیچھے سے، پس اللہ نے تمہیں غم کی پاداش میں غم دیدیا تاکہ تم غمگین نہ ہو اس چیز پر

مَافَاتِكُمْ وَلَا مَا أَصَابَكُمْ ۚ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿١٥٣﴾

جو تم سے جاتی رہے اور نہ اس مصیبت پر جو تم کو پہنچ جائے اور اللہ تمہارے سب کاموں سے باخبر ہے۔

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللَّهُ وَعْدَهُ إِذْ تَحُسُّونَهُم بِإِذْنِهِ حَتَّىٰ إِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا أَرَاكُمْ
مَا تَحِبُّونَ ۚ مِّنْكُمْ مَّنْ يُرِيدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُرِيدُ الْآخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ وَاللَّهُ
ذُو فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ۔

شأنِ رسول: جب رسول ﷺ احد سے مدینہ منورہ اپنے صحابہ کے ساتھ لوٹے تو بعض اصحاب نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تو ہم سے
وعدہ فتح و نصرت کیا تھا پھر یہ تکلیف کہاں سے آگئی۔ تو یہ آیت اتری۔

۱۵۲: وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللَّهُ وَعْدَهُ (اور اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ تم سے پورا کر دیا) إِذْ تَحُسُّونَهُم (جب کہ تم ان کافروں کو بے
دریغ قتل کر رہے تھے) ابن عیسیٰ کہتے ہیں کہ حَسَّہ کا معنی قتل کر کے حس کو باطل کرنا۔ بِإِذْنِهِ اللہ تعالیٰ کے حکم و فیصلہ اور علم سے۔

حَتَّىٰ إِذَا فُشِلْتُمْ (یہاں تک کہ جب تم بزدل ہو گئے) وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأُمْرِ (قیام و عدم قیام میں) جھگڑنے اور اختلاف کرنے لگے وَعَصَيْتُمْ (اور تم نے اپنے پیغمبر کے حکم کی خلاف ورزی کی) مرکز کو چھوڑ کر اور غنیمت میں مشغول ہو کر۔ مِّنْ بَعْدِ مَا أَرْكَبْتُمْ مَا تُحِبُّونَ (اس کے بعد کہ اس نے تمہیں دکھا دیا وہ جو تم پسند کرتے تھے) یعنی کامیابی اور کفار پر غلبہ۔

خُجُومٌ: إِذَا کا متعلق محذوف ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے حَتَّىٰ إِذَا فُشِلْتُمْ یہاں تک کہ تم بزدل ہو گئے۔ تو اس نے اپنی مدد تم سے روک لی اور یہ مطلب بھی درست ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ تم سے بزدلی کے وقت تک پورا کر دیا۔ مِنْكُمْ مَّنْ يُرِيدُ الدُّنْيَا (تم میں سے کچھ دنیا کے طلبگار تھے) الدنیا سے مراد مال غنیمت ہے مراد اس سے وہ لوگ ہیں جنہوں نے مرکز کو طلب غنیمت میں چھوڑا۔

واقعة اُحد اور روایات:

روایات میں وارد ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اُحد کو اپنے لشکر کی پشت کی طرف کیا؟؟؟ اور رخ مدینہ منورہ کی طرف اور تیر اندازوں کو پہاڑ کے پاس کھڑا کیا اور ان کو حکم دیا کہ وہ اپنی جگہ میں مضبوطی سے جمے رہیں اور اس سے مت ادھر ادھر نہیں خواہ لڑائی مسلمانوں کے حق میں رہے یا خلاف۔ جب مشرکین آئے تو تیر اندازوں نے ان کے گھوڑوں کو تیروں پر رکھ لیا اور دوسرے ان کو تلواروں سے مارنے لگے۔ یہاں تک کہ کافر شکست کھا گئے اور مسلمان ان کے پیچھے ان کو قتل کرنے لگے۔ یہاں تک کہ جب (بعض) مسلمانوں (مراد تیر انداز ہیں) نے بزدلی دکھائی اور آپس میں جھگڑا کیا کہ مشرکین تو شکست کھا چکے ہمارا یہاں کھڑا ہونا کس کام کا۔ مسلمانوں کے لشکر میں جا ملو اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ غنیمت جمع کرنے میں شریک ہو جاؤ۔ دوسروں نے کہا رسول اللہ ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی نہ کرو۔ ان میں سے کچھ اس جگہ ثابت قدم رہے۔ جن میں امیر دستہ عبد اللہ بن جبیر اور ان کے دس سے کم ساتھی تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں وہی مراد ہیں وَمِنْكُمْ مَّنْ يُرِيدُ الْآخِرَةَ (کہ تم میں سے کچھ محض آخرت کے طالب تھے) مراد عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے شہداء ساتھ (مشرکین نے مڑ کر تیر اندازوں پر حملہ کر کے عبد اللہ بن جبیر اور ان کے ساتھیوں کو قتل کر دیا اور مسلمانوں پر پل پڑے یہاں تک کہ ان کو شکست دے کر ان میں سے کافی تعداد کو قتل کر دیا۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا یہی مطلب ہے ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ (پھر تمہیں ان سے پھیر دیا) یعنی تم سے اپنی مدد روک لی جس سے وہ تم پر غالب آ گئے۔ لِيَبْتَلِيَكُمْ (تا کہ وہ تمہاری آزمائش کرے) اور تمہارے مصائب پر صبر کا امتحان لے اور مصائب میں تمہاری ثابت قدمی دیکھے ابتلائے الہی کی حقیقت یہ ہے کہ تم سے آزمانے والے کا سامنا کرے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اس عمل پر بدلہ دیتے ہیں جو بندہ کرتا ہے نہ اس کا جو کہ وہ بندے کے متعلق جانتے ہیں۔ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ (تحقیق وہ تمہیں معاف فرما چکا) جبکہ تم سے جلد بازی میں حکم رسول اللہ ﷺ کی خلاف ورزی ہو گئی اور تم نے اس پر جو ندامت و شرمندگی کا اظہار کیا۔

مسلمان کیلئے ابتلاء و نصرت و دونوں رحمت ہیں:

وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ اللہ تعالیٰ ایمان والوں پر فضل کرنے والے ہیں ان کو معاف کر کے اور انکی توبہ قبول

کر کے یا وہ ان پر تمام حالات میں فضل فرمانے والے ہیں خواہ ان پر مصیبت اور تکلیف ڈالی جائے یا نہ ڈالی جائے کیونکہ ایمان والوں کے حق میں ابتلاء رحمت ہے جس طرح کہ نصرت رحمت ہے۔

۱۵۳: اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلُوْنَ عَلٰی اَحَدٍ وَّ الرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِیْ اٰخِرٰكُمْ فَاْتَا بِكُمْ عَمَّاۤ بِغَمٍّ لِّكَيْلًا تَحْزَنُوْا عَلٰی مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَا اَصَابَكُمْ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۔ اِذْ تُصْعِدُوْنَ جب تم ہموار زمین پر چلنے میں تیزی کر رہے تھے۔ (الاصعاد چٹیل زمین میں جانا اور نکل جانا)

تجوید: منصوب ہے صرف کم یا البتلیکم یا اذ کروا محذوف کے ساتھ وَلَا تَلُوْنَ عَلٰی اَحَدٍ (اور تم کسی کی طرف گردن موڑ کر نہ دیکھتے تھے) اور نہ متوجہ ہوتے تھے دشمن کے خوف اور انتہائی شکست کی تعبیر ہے۔ وَّ الرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ (اور رسول اللہ ﷺ تمہیں آوازیں دے کر فرما رہے تھے) اِلَیَّ عِبَادَ اللّٰهِ۔ انا رسول اللہ! من یکرّ فله الجنة۔ اللہ کے بند و میری طرف آؤ میں اللہ کا رسول ہوں۔ جو شخص دشمن پر حملہ آور ہوگا اسکے لئے جنت ہے۔

تجوید: یہ جملہ حال واقع ہے۔ فِیْ اٰخِرٰكُمْ (تمہارے لشکر کے پچھلے حصہ میں) اور تمہارے علاوہ دوسری جماعت میں اور وہ پیچھے والی بھی جیسا کہا جاتا ہے جنت فی آخر الناس و اٰخِرٰهُمْ میں پچھلے لوگوں میں آیا۔ جیسا کہ کہتے ہیں جنت فی اولہم و اولاہم یعنی ان کے پہلے حصہ اور پہلی جماعت میں آیا۔

غَمِّ بِالْاَلَمِ غَمِّ دِیَا:

فَاْتَا بِكُمْ (پس اللہ تعالیٰ نے تم کو بدلہ دیا) اس کا عطف صرف صرف کم پر ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے تم کو بدلہ دیا۔ عَمَّا (غم کا) جبکہ تمہیں ان سے پھیر دیا اور تمہیں آزمایا۔ بِغَمٍّ (بسبب اس غم کے) جو تم نے رسول اللہ ﷺ کو ان کے حکم کی نافرمانی کر کے دیا۔ یا غم بالالام، دو گنا غم، مسلسل و پیہم غم، رسول اللہ ﷺ کی شہادت کی افواہ، قتل، زخم، مشرکین کی فتح، غنیمت و مدد کے ہاتھ سے نکل جانے کا غم۔ لِّكَيْلًا تَحْزَنُوْا عَلٰی مَا فَاتَكُمْ (تاکہ تم غم نہ کرو اس پر جو تم سے فوت ہو گیا) (فتح و مال غنیمت وغیرہ) تاکہ تم غم پینے کے عادی بن جاؤ اور بعد میں کسی فوت ہو جانے والے منافع پر غم نہ کرو۔ وَلَا مَا اَصَابَكُمْ اور نہ اس پر جو تمہیں تکلیف و نقصان پہنچا۔ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (اللہ تعالیٰ کو تمہارے اعمال معلوم ہیں) اس پر تمہارا کوئی عمل مخفی نہیں۔

در حقیقت اس میں اطاعت کی ترغیب اور معصیت سے ڈرایا گیا ہے۔

ثُمَّ أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِ الْغَمِّ أَمْنَةً نُّعَاسًا يَغْشَى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ وَطَآئِفَةٌ

اللہ نے غم کے بعد تم پر امن کو نازل فرما دیا جو اونگھ کی صورت میں تھی جو تم میں سے ایک جماعت پر چھائی ہوئی تھی، اور ایک جماعت

قَدْ أَهَمَّتْهُمْ أَنْفُسُهُمْ يَظُنُّونَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ۖ يَقُولُونَ

ایسی تھی جن کو اپنی ہی جانوں کی فکر پڑی ہوئی تھی یہ لوگ اللہ کے بارے میں حق کے خلاف جاہلیت والا خیال کر رہے تھے۔ یوں کہہ رہے تھے

هَلْ لَّنَا مِنَ الْأَمْرِ مِنْ شَيْءٍ ۚ قُلْ إِنَّ الْأَمْرَ كُلَّهُ لِلّٰهِ ۚ يُخَفُّونَ فِي أَنْفُسِهِمْ

کیا ہمارے ہاتھ میں بھی کچھ اختیار ہے۔ آپ فرما دیجئے کہ بلاشبہ سب اختیار اللہ ہی کو ہے۔ یہ لوگ اپنے نفسوں میں ایسی بات چھپا رہے

مَا لَا يَبْدُونَ لَكَ ۚ يَقُولُونَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ ۖ مَا قَتَلْنَا هُنَا ۚ

ہیں جسے آپ کے سامنے ظاہر نہیں کرتے تھے، یہ لوگ کہہ رہے تھے کہ اگر ہمارا کچھ بھی اختیار چلتا تو ہم یہاں قتل نہ کئے جاتے،

قُلْ لَوْ كُنْتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِينَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ إِلَى مَضَاجِعِهِمْ ۚ

آپ فرما دیجئے اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے تب بھی بلاشبہ وہ لوگ جن کے بارے میں قتل ہونا مقدر ہو چکا تھا اپنی ان جگہوں کے لئے نکل کھڑے ہوتے جہاں جہاں وہ

وَلِيَبْتَلِيَ اللَّهُ مَا فِي صُدُورِكُمْ وَلِيُمَحَّصَ مَا فِي قُلُوبِكُمْ ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ

قتل ہو کر گرے اور تاکہ اللہ آزمائے جو تمہارے سینوں میں ہے اور تاکہ اس کو صاف کرے جو تمہارے دلوں میں ہے۔ اور اللہ سینوں کی

بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝۱۵۴ إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ ۚ إِنَّمَا

باتوں کو جاننے والا ہے۔ بے شک تم میں سے جو لوگ اس دن پشت پھیر کر چلے گئے جس دن دونوں جماعتیں آپس میں مقابل ہوئی تھیں بات یہی ہے

اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَانُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوا ۚ وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ

کہ ان کو شیطان نے لغزش دے دی بعض ایسے اعمال کے سبب جو انہوں نے کئے اور البتہ تحقیق اللہ نے ان کو معاف فرما دیا ہے شک اللہ

غَفُورٌ حَلِيمٌ ۝۱۵۵

بخشنے والا ہے حلم والا ہے۔

مومنوں پر اونگھ کا نزول:

۱۵۴: ثُمَّ أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِ الْغَمِّ أَمْنَةً نُّعَاسًا يَغْشَى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ وَطَآئِفَةٌ قَدْ أَهَمَّتْهُمْ أَنْفُسُهُمْ يَظُنُّونَ بِاللّٰهِ

غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةُ يَقُولُونَ هَلْ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ مِنْ شَيْءٍ قُلْ إِنَّ الْأَمْرَ كُلَّهُ لِلَّهِ يُخْفُونَ فِي أَنْفُسِهِمْ مَا لَا يُبْدُونَ لَكَ يَقُولُونَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ مَا قُتِلْنَا هَهُنَا قُلْ لَوْ كُنْتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِينَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ إِلَى مَضَاجِعِهِمْ وَلِيَبْتَلِيَ اللَّهُ مَا فِي صُدُورِكُمْ وَلِيُمَحَّصَ مَا فِي قُلُوبِكُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ۔ (پھر اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر غم کے بعد چین اتارا اور ان سے اس خوف کو دور کیا جو ان پر طاری تھا یہاں تک کہ ان کو اونگھ آگئی اور نیند کا ان پر غلبہ ہوا)

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میدان میں ہمیں اونگھ نے ڈھانپ لیا۔ ہمارے ہاتھوں سے تلواریں گر گر جاتی تھیں پھر ان کو تھامتے تھے۔ امنۃ کا معنی امن۔

منحوم: نعا ساً یہ امنۃ سے بدل ہے یا مفعول ہے اور امنۃ اس سے حال ہے جو نکرہ ہونے کی وجہ سے پہلے لایا گیا جیسا رایت راکباً رجلاً یا امنۃ مفعول لہ یا مخاطبین سے حال ہے جس کا معنی ذوی امنۃ یا یہ امن کی جمع ہے جس طرح بار و برزۃ۔

يَغْشَى (جو گروہ پر چھا گئی) یعنی اونگھ یعنی الامنة

قراءت: حمزہ اور علی نے تغشی تا کے ساتھ امالہ سے پڑھا۔

مؤمن ومنافق کے طرز عمل میں فرق:

طَائِفَةٌ مِّنْكُمْ تَمُوتُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَا يَصِفُكَ (اور ایک گروہ) یہ منافقین کا گروہ تھا۔ قَدْ أَهْمَتْهُمْ أَنْفُسُهُمْ (جن کے نفوس ان کو اہم تر معلوم ہوئے) یعنی جن کو سوائے اپنی جانوں اور ان کے چھٹکارے کے اور کوئی مقصود نہ تھا۔ انکا مقصد نہ تو دین تھا اور نہ رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی اور نہ مسلمان جن پر اللہ تعالیٰ کی رضا مندیاں تھیں۔ يَظُنُّونَ بِاللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ (وہ اللہ تعالیٰ کے متعلق غلط گمان رکھتے تھے) يَظُنُّونَ مصدر کے حکم میں ہے۔ یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے متعلق سچے گمان کے علاوہ اور گمان کرتے تھے حالانکہ ان کو سچا گمان کرنا چاہیے تھا وہ غلط گمان یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ حضرت محمد ﷺ کی مدد نہ کرے گا۔ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةُ (جاہلیت والا گمان) مراد اس سے اہل جاہلیت کا گمان یا وہ گمان جو ملت جاہلیت کے ساتھ خاص ہے مقصد یہ ہے کہ ایسا گمان مشرک جاہل ہی رکھ سکتے ہیں۔ يَقُولُونَ هَلْ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ مِنْ شَيْءٍ (وہ کہتے ہیں کیا ہمارے اختیار میں کچھ ہے) اے مسلمانو! کیا ہمیں بھی اللہ تعالیٰ کے امر یعنی نصرت، اور دشمن پر غلبہ سے کچھ حصہ کبھی ملے گا۔ قُلْ إِنَّ الْأَمْرَ كُلَّهُ لِلَّهِ (کہہ دیجئے بیشک امر) یعنی مدد و غلبہ كُلَّهُ لِلَّهِ (تمام اللہ تعالیٰ کیلئے ہے) اور اسکے مؤمن اولیاء کیلئے جیسا کہ اس آیت وَإِنَّ جُنَدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ اور بے شک ہمارا لشکر ہی غلبہ پانے والا ہے۔ (الصافات ۱۷۳)

منحوم: کَلَّہُ یہ امر کی تاکید ہے اور لِلَّهِ یہ ان کی خبر ہے کَلَّہُ مبتداء اور لِلَّهِ خبر اور جملہ ان کی خبر ہے۔

قراءت: بصری قراء نے کَلَّہُ پڑھا جبکہ بقیہ نے کَلَّہُ پڑھا ہے۔

يُخْفُونَ فِي أَنْفُسِهِمْ مَا لَا يُبْدُونَ لَكَ (وہ اپنے دلوں میں وہ بات چھپاتے ہیں جو آپ کے سامنے ظاہر نہیں کرتے)

یعنی تلوار کے ڈرے۔ یَقُولُونَ (وہ کہتے ہیں) اپنے دلوں میں یا ایک دوسرے کو آپ کی اس بات کا انکار کرتے ہوئے اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهُ لِلّٰہ (کہ حکم تو سارا اللہ تعالیٰ کا ہے)۔

دلی روگ کا چیا پوسی سے اظہار:

لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَا قُتِلْنَا هَلْهٰنَا (اگر ہمارے اختیار میں کچھ ہوتا تو ہم یہاں قتل نہ ہوتے) یعنی اگر امر و اختیار جیسا کہ محمد ﷺ کہتے سارا اللہ تعالیٰ اور اسکے اولیاء کیلئے ہوتا تو پھر ہم غالب آتے اور کبھی مغلوب نہ ہوتے اور اس معرکہ میں جو مسلمان قتل ہوئے۔ وہ قتل نہ ہوتے۔ قد اهتمتهم انفسهم یہ طائفہ کی صفت ہے اور یظنون یہ دوسری صفت ہے یا حال یا خبر ہے تقدیر عبارت یہ ہوگی۔

نَحْمُ: قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ ظانین اور یقولون یہ یظنون سے بدل ہے۔ اور یخفون یہ یقولون سے حال ہے۔ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهُ لِلّٰہ یہ حال اور ذوالحال کے درمیان جملہ معترضہ ہے اور یقولون یہ یخفون سے بدل ہے یا جملہ مستانفہ ہے۔

بہر حال فیصلہ تقدیر نافذ العمل ہے:

قُلْ لَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوتِكُمْ (آپ کہہ دیں اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے) یعنی وہ لوگ کہ جن کا اس معرکہ میں قتل ہونا اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا اور لوح محفوظ میں درج تھا اس کا پایا جانا ضروری تھا خواہ تم اپنے گھروں میں بیٹھ رہتے لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰی مَصَاجِعِهِمْ (ضرور نکلتے تم میں سے وہ لوگ اپنی اجل کی قتل گاہوں کی طرف جن کا قتل ہونا مقدر ہو چکا تھا) تاکہ جو طے ہو چکا تھا وہ پورا ہو۔ مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں ان مسلمانوں کا قتل ہونا لکھ دیا تھا جو قتل ہوئے اور اسکے ساتھ یہ بھی لکھ دیا کہ وہ غالب ہونگے اس لئے کہ یہ بات اللہ تعالیٰ کے علم میں تھی۔ انجام کار غلبہ مسلمانوں کا ہوگا۔ اور دین اسلام تمام ادیان پر غالب آئے گا۔ اور بعض اوقات کی تکالیف انکا امتحان و پڑتال ہے۔ وَلَيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَلَيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ (اور تاکہ اللہ تعالیٰ جانچ کرے اس اخلاص کی جو تم مسلمانوں کے دلوں میں ہے اور تمہارے دلوں کے خیالات و وسوسوں کو چھانٹ دے) اسلئے یہ کیا یا یہ بہت سے مصالح اور ابتلاء و پڑتال کیلئے کیا۔ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذٰتِ الصُّدُوْرِ (اور اللہ تعالیٰ کو سینوں کی خفیہ باتیں معلوم ہیں)

تذکرہ لغزش اور لطف و قرب میں اضافہ:

۱۵۵: اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقٰی الْجَمْعٰنِ اِنَّمَا اسْتَرٰ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ بَعْضَ مَا كَسَبُوْا وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ۔ (جو لوگ شکست کھا کر مڑے)۔ يَوْمَ الْتَقٰی الْجَمْعٰنِ (جس دن دو جماعتیں آپس میں لڑیں) یعنی احد میں لڑائی کیلئے گروہ حضرت محمد ﷺ اور گروہ ابوسفیان جمع ہوئے۔

اِنَّمَا اسْتَرٰ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ (بے شک شیطان نے ان کو لغزش کی طرف بلایا) اور اس پر آمادہ کیا۔ بَعْضَ مَا كَسَبُوْا (ان بعض گناہوں کی وجہ سے جو انہوں نے کئے) اس مرکز کو چھوڑ کر جس پر رسول اللہ ﷺ نے ان کو قائم رہنے کا حکم دیا تھا۔ اس لغزش کی

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ كَفَرُوا وَقَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ إِذَا

اے ایمان والو! ان لوگوں کی طرح مت ہو جاؤ جنہوں نے کفر کیا اور اپنے بھائیوں سے کہا جب

ضَرَبُوا فِي الْأَرْضِ أَوْ كَانُوا غَزًى لِّوُكَاِنُوا عِنْدَنَا مَا مَاتُوا وَمَا قُتِلُوا

وہ زمین میں سفر کرنے لگیں یا غازی بن جائیں کہ اگر یہ لوگ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے

لِيَجْعَلَ اللَّهُ ذَلِكَ حَسْرَةً فِي قُلُوبِهِمْ ۖ وَاللَّهُ يُحْيِي وَيُمِيتُ ۖ

تاکہ اللہ اس بات کو ان کے دلوں میں حسرت بنا دے، اور اللہ زندہ فرماتا ہے اور موت دیتا ہے

وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝ (۱۵۶) وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ مِتُّم

اور اللہ تمہارے سب کاموں کو دیکھنے والا ہے اور البتہ اگر تم قتل کر دیے جاؤ یا اللہ کی راہ میں مر جاؤ

لَمَغْفِرَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَرَحْمَةً خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ۝ (۱۵۷) وَلَئِنْ مِتُّم أَوْ قُتِلْتُم

تو بلاشبہ اللہ کی طرف سے مغفرت اور رحمت بہتر ہے اس چیز سے جسے وہ لوگ جمع کرتے ہیں اور اگر تم مر گئے یا قتل ہو گئے تو

لِإِلَى اللَّهِ تُحْشَرُونَ ۝ (۱۵۸)

ضرور اللہ کی طرف جمع کئے جاؤ گے۔

نسبت شیطان کی طرف کر کے لطف و قرب میں اضافہ کر دیا۔ اور اس کی وجہ ما گَسَبُوا (اپنا عمل) قرار دے کر نصیحت و تادیب کر دی۔

احد کے دن حضرت محمد ﷺ کے اصحاب تیرہ کے سواء سب منتشر ہو گئے۔ ثابت قدم رہنے والوں کے نام یہ ہیں۔ ابو بکر، علی، طلحہ، عبدالرحمان بن عوف سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم اور باقی انصار میں سے تھے۔ (دیگر مفسرین نے اور نام بھی ذکر کیے ہیں) وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ (البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرما چکا) اور ان سے درگزر فرمایا۔ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ (بیشک اللہ گناہوں کو بخشتے والے) حَلِيمٌ (صاحب حلم ہیں) کہ سزائیں جلدی نہیں کرتے۔

حسرتناک قول کی ممانعت:

۱۵۶: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ كَفَرُوا وَقَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ إِذَا ضَرَبُوا فِي الْأَرْضِ أَوْ كَانُوا غَزًى لِّوُكَاِنُوا عِنْدَنَا مَا مَاتُوا وَمَا قُتِلُوا وَاللَّهُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ۔ (اے ایمان والو! تم کافروں کی طرح نہ بنو) جیسا عبد اللہ بن ابی اور اسکے ساتھیوں نے کہا۔ وَقَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ (وہ

اپنے بھائیوں کو کہنے لگے) یعنی اپنے نسبی بھائیوں کے حق میں کہنے لگے یا نفاق میں جو ان کے ہم پیالہ ہیں۔ اِذَا ضَرَبُوْا فِی الْاَرْضِ (جب وہ زمین میں سفر کرتے ہیں) یعنی تجارت وغیرہ کیلئے سفر پر جاتے ہیں۔ اَوْ كَانُوْا غُرُی (یا وہ غزوہ میں جاتے ہیں) غُرُی جمع غار جیسا کہ عاف کی جمع عُفُی آتی ہے۔ یعنی وہ کسی غزوہ میں قتل ہو جاتے ہیں یا سفر کے دوران ان کو موت آ جاتی ہے۔ لَوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا تُوُوْا وَمَا قُتِلُوْا لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِیْ قُلُوْبِهِمْ (اگر یہ ہمارے ہاں رہتے تو نہ مرتے اور نہ قتل ہوتے تاکہ کر دے اللہ تعالیٰ اس بات کو حسرت کا باعث ان کے دلوں میں)۔

لام کا تعلق لا تَكُوْنُوْا یَا قَالُوْا سے:

تفسیر اول لام کا تعلق لا تَكُوْنُوْا سے ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے لا تَكُوْنُوْا كَهٰٓؤُلَآءِ فِی النُّطْقِ بِذٰلِكَ الْقَوْلِ وَ اَعْتَقَادِهِ لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِیْ قُلُوْبِهِمْ خَاصَّةً وَ یَصُوْنُ مِنْهَا قُلُوْبُكُمْ۔ تم یہ بات کہنے اور اس پر اعتقاد رکھنے میں ان لوگوں کی طرح نہ بنو تاکہ یہ بات اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں خاص طور پر حسرت کا باعث بنادے اور تمہارے دلوں کو محفوظ کر لے۔

دوسری تفسیر: لام کا تعلق قَالُوْا سے ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے کہ قَالُوْا ذٰلِكَ وَ اَعْتَقَدُوْهُ لِيَكُوْنُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِیْ قُلُوْبِهِمْ یعنی انہوں نے یہ کہا اور دلوں میں اس کا اعتقاد کیا۔ تاکہ نتیجہ یہ بات ان کے دلوں میں حسرت کا باعث ہو۔ الحسرة کسی پسندیدہ چیز کے فوت ہونے پر شرمندگی کو کہتے ہیں۔ وَاللّٰهُ یُحْیِیْ وَ یُمِیْتُ (اللہ تعالیٰ ہی زندگی اور موت دیتا ہے) اس میں انکی اس بات کا رد کیا گیا کہ جنگ وقت مقررہ کو کاٹ دیتی ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اختیار تمام اللہ تعالیٰ کے قہض اختیار میں ہے۔ کبھی وہ مسافر و مقاتل کو زندہ رکھتا ہے اور بیٹھنے والے مقیم کو موت دے دیتا ہے۔ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ۔ (اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو دیکھتے ہیں) پس وہ تمہارے اعمال پر تمہیں بدلہ دیں گے۔

قراءت: علی، حمزہ، مکی قراء نے یَعْمَلُوْنَ پڑھا ہے۔ مراد وہ کافر جو کرتے ہیں ان کو دیکھتے ہیں۔

یہ مغفرت و رحمت لا اَکْھُوْل زَنْدَکِیُوْل سے بہتر ہے:

۱۵: وَلَیْنِ قُتِلْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَوْ مِتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَحْمَةٌ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ۔ (اگر تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کیے جاؤ یا مرجاؤ)۔

قراءت: کوئی قراء نافع، حمزہ، کسائی نے مِتُّمْ میت باب سمع سے ہر جگہ پڑھا۔ مگر عاصم نے اس طرح نہیں پڑھا، حفص نے اس سورت کے علاوہ دیگر مقامات پر کسرہ سے پڑھا ہے گویا انہوں نے اس کو قتلتم کے ساتھ ملا دیا ہے۔ باقی تمام قراء نے میم کے ضمہ مِتُّمْ باب نصر سے تمام قرآن مجید میں پڑھا ہے اس کی نظیر مات یموت اور مات یمات ہے۔ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَحْمَةٌ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ (البتہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بخشش اور رحمت بہت بہتر ہے اس چیز سے جو وہ جمع کرتے ہیں) مآ یہاں الذی کے معنی میں ہے اور ضمیر محذوف ہے۔ حفص نے یَجْمَعُوْنَ پڑھا نافع، ابن کثیر اور ابو عمرو و عاصم و حمزہ کسائی نے تَجْمَعُوْنَ پڑھا ہے۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا

سو اللہ کی رحمت کے سبب آپ ان کے لئے نرم ہو گئے اور اگر آپ سخت مزاج اور سخت دل والے ہوتے تو یہ لوگ آپ کے پاس سے

مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا

منتشر ہو جاتے، سو آپ ان کو معاف فرما دیجئے اور ان کے لئے استغفار کیجئے اور کاموں میں ان سے مشورہ لیجئے پھر جب

عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ ﴿۱۵۹﴾

آپ پختہ عزم کر لیں تو اللہ پر توکل کیجئے، بے شک توکل کرنے والے اللہ کو محبوب ہیں۔

جس کو مقصود ملا اُس کو زاد کی ضرورت نہیں:

۱۵۸: وَلَئِنْ مِتُّمْ أَوْ قُتِلْتُمْ لَا إِلَى اللَّهِ تُحْشَرُونَ۔ (اگر تم مر جاؤ یا قتل کر دیے جاؤ تو ضرور اللہ تعالیٰ کی طرف تمہارا حشر ہوگا) یعنی وسیع رحمت، عظیم ثواب دینے والی ذات کی طرف تمہیں اکٹھا کیا جائے گا۔

لطیف نکتہ:

یہاں اسم باری تعالیٰ لایا گیا اور اس سے قبل آنے والے حرف پر لام تاکید کا داخل کر کے ایک عجیب شان کلام میں پیدا کر دی جو دلیل سے بے نیاز ہے۔ یعنی خواہ موت کسی طریق سے ہو اللہ ہی کی طرف تمہارا حشر ضرور ہونا ہے۔ کسی دوسرے کے پاس جانا نہ ہوگا۔ اس لئے تابعدار مکان اس کا قرب حاصل کر لو تا کہ کل قید فراق سے چھوٹ کر اس محبوب کی بارگاہ میں پہنچ جاؤ۔

جس طرح لمغفرۃ او پروالی آیت میں قسم کے جواب کے طور پر واقع ہے۔ اور جواب شرط کی جگہ استعمال ہو رہا ہے اسی طرح لا الی اللہ تحشرون۔ جواب شرط کے قائم مقام ہے اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ اولاً کفار کے اس گمان کا جواب دیا کہ جو شخص سفر کرے یا غزوہ میں ہمارے بھائیوں میں سے شریک ہو اگر وہ مدینہ میں رہائش پذیر رہتا تو اس کو موت نہ آتی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس قسم کے گمان سے منع کیا کیونکہ یہ چیز جہاد میں شرکت سے رکاوٹ ہے۔ پھر فرمایا اگر ہلاکت بالموت اسی طرح واقع ہو جائے یا تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے جاؤ تو اس سے ایسی مغفرت و رحمت میسر ہوگی جو اس دنیا سے لاکھ درجہ بہتر ہے جو تم جمع کر رہے ہو۔ کیونکہ دنیا تو آخرت کیلئے زادِ راہ لینے کی جگہ ہے۔ جب بندہ نے مقصود پایا تو زاد کی بھی ضرورت نہ رہی۔

رحمت و شفقت دونوں جمع کر دیں:

۱۵۹: فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ۔ (اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان رحمت کی وجہ سے تم مؤمنوں پر نرم دل ہوئے)۔ مَّا تاکید کیلئے لایا گیا ہے۔ یہ زائدہ ہے اور اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ مؤمنوں پر آپ کی

نرمی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی سے ہے۔ اور رحمت کا یہاں مطلب آپ کے جوش پر کنٹرول اور نرمی کی توفیق دینا اور ان کے ساتھ مہربانی والا معاملہ کرنا ہے۔ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ (اگر تم خشک سخت دل ہوتے) لَا تَنْفُضُوا مِنْ حَوْلِكَ (تو وہ منتشر ہو جاتے آپ کے گرد سے) اور ایک بھی باقی نہ رہتا فَاعْفُ عَنْهُمْ (آپ ان کو معاف کر دیں) جو انکی طرف سے آپ کے حق میں احد کے دن ہوا۔ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ (اور ان کے لئے استغفار کریں) اور جو اللہ تعالیٰ کے حق کے ساتھ خاص ہے۔ اسکے لئے اللہ تعالیٰ سے استغفار کریں تاکہ تکمیل شفقت ہو جائے۔

اہمیت مشورہ:

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ (اور لڑائی وغیرہ معاملات جن میں وحی نازل نہ ہوئی ہو۔ ان سے مشورہ لیں) تاکہ ان کے دل خوش ہو جائیں اور نفوس کو راحت میسر ہو۔ اور انکی قدرو عظمت بڑھ جائے اور امت کیلئے مشورہ کا ایک دستور مقرر ہو۔ حدیث میں ارشاد فرمایا گیا: مَا تَشَاوَرُوا قَطُّ إِلَّا هُدُوا لَا رُشْدَ أَمْرِهِمْ جن لوگوں نے مشورہ کیا انہوں نے اپنے معاملہ میں صحیح راہ پالی۔

(تفسیر طبری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ میں نے اصحاب رسول اللہ ﷺ سے زیادہ مشورہ کرنے والے لوگ کہیں نہیں دیکھے۔ علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں اصل میں یہ روایت اس طرح ہے کہ میں نے کسی کو اتنا مشورہ کر نیوالا نہ دیکھا جتنا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کرام سے کرتے تھے۔

شاورت فلاناً کا مطلب یہ ہے کہ میں نے اپنی اور اسکے پاس جو رائے تھی وہ ظاہر کر دی شورت الدابة میں نے جانور کو دوڑا یا شورت العسل میں نے شہد کو چھتے سے حاصل کیا۔

جواز اجتہاد:

مَنْ سَأَلَ اس آیت میں اجتہاد کا جواز ثابت ہوتا اور قیاس کی حجیت معلوم ہوتی ہے۔ فَإِذَا عَزَمْتَ (جب تم پختہ ارادہ کر لو) یعنی مشورے کے بعد قطعی رائے قائم کر لو۔ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ (تو اللہ تعالیٰ پر توکل کیجئے) اس سے زیادہ واضح بات پر عمل کرنے میں جو طے ہو جائے نہ کہ مشورہ پر۔ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ (بے شک اللہ تعالیٰ اس کی ذات پر توکل کرنے والوں کو پسند فرماتے ہیں۔ التَّوَكَّلْ اللہ تعالیٰ کی ذات پر اعتماد کرنا اور معاملے کو اسی کے سپرد کرنا۔ حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ فرماتے تھے۔ توکل ارباب سے علیحدگی اور اسباب سے قطع تعلقی کو کہا جاتا ہے۔

اِنْ يَنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ؕ وَاِنْ يَخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِي يَنْصُرُكُمْ

اگر اللہ تمہاری مدد فرمائے تو تم پر کوئی غالب آنے والا نہیں۔ اور اگر وہ تمہیں بغیر مدد کے چھوڑ دے تو وہ کون ہے جو اس کے بعد تمہاری

مِنْ بَعْدِهِ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿۱۶۰﴾ وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغْلُ

مدد کرے گا۔ اور اللہ ہی پر بھروسہ کریں مومن بندے۔ اور نبی کی یہ شان نہیں کہ وہ خیانت کرے،

وَمَنْ يَّغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَمَةِ ثُمَّ تُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ

اور جو شخص خیانت کرے گا وہ اس خیانت کی ہوئی چیز کو قیامت کے دن لے کر آئے گا، پھر ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ دیا جائے گا

لَا يُظْلَمُونَ ﴿۱۶۱﴾

اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔

خبردار! اللہ پر توکل مت توڑو:

۱۶۰: اِنْ يَنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ؕ وَاِنْ يَخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِي يَنْصُرُكُمْ مِنْ بَعْدِهِ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ۔ (اگر اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے) جیسا کہ بدر کے دن اس نے تمہاری مدد کی۔ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ (تو پھر تم پر کوئی غالبہ نہیں پاسکتا) اور اللہ تعالیٰ کی مدد اسی کو ملتی ہے جو اپنی قوت و طاقت سے براءت کا اظہار کرے اور اپنے رب کی قدرت کو مضبوطی سے تھام لے۔ وَاِنْ يَخْذُلْكُمْ (اور اگر وہ تمہیں بغیر مدد چھوڑ دے) جیسا کہ احد کے دن چھوڑا فَمَنْ ذَا الَّذِي يَنْصُرُكُمْ مِنْ بَعْدِهِ (تو پھر کون تمہاری مدد کر سکتا ہے۔ اسکے چھوڑ دینے کے بعد) خذلان مدد ترک کرنا یا یہ اس محاورہ سے لیا گیا۔ لیس لك من يحسن اليك من بعد فلان اس کا مقصد یہ ہے کہ جب تم اس سے تجاوز کرو گے تو پھر اور کوئی تم پر احسان نہ کرے گا۔ اس ارشاد الہی میں دراصل تنبیہ ہے کہ اختیار سارے اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں اس پر توکل لازم ہے۔ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ۔ (اور اللہ تعالیٰ ہی کی ذات پر مومن کو توکل کرنا چاہیے) چاہیے کہ مومن اپنے رب کو توکل و تفویض کے ساتھ خاص کریں اس لیے کہ وہ جانتے ہیں کہ اسکے سوا انکا کوئی مددگار نہیں۔ اور تقاضہ ایمان بھی یہی ہے۔

مقام نبوت غلول (خیانت) کے منافی:

۱۶۱: وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغْلُ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَمَةِ ثُمَّ تُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ۔ (مال غنیمت میں خیانت کرنا پیغمبر ﷺ سے بعید ہے) يَّغْلُلْ خیانت کرنے کے معنی میں ہے۔

قراءت: ابو عمرو، مکی، عاصم نے يَّغْلُ پڑھا اور دیگر قراء نے يُّغْلُ پڑھا ہے

کہا جاتا ہے: غُلّ شيئا من المعنم غلولا واغلّ اغلالاً۔ جب مال غنیمت میں سے کوئی چیز خفیہ لی جائے۔ اغلّہ

اَفَمِنْ اَتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْ بَاٰ بِسَخَطِ مِّنَ اللّٰهِ وَمَا وُهِ

کیا جو شخص اللہ کی رضا کا تابع ہو وہ ایسے شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو اللہ کے غضب کا مستحق ہو اور اس کا ٹھکانہ

جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۶۲﴾ هُمْ دَرَجَتٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ

دوزخ ہے اور وہ بُرا ٹھکانہ ہے۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک درجات میں مختلف ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ان کاموں کو دیکھتا ہے

بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶۳﴾

جو وہ کرتے ہیں۔

بولتے ہیں جب کسی کی نسبت خیانت کی طرف کی جائے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کے مناسب نہیں یعنی مقام نبوت غلول کے منافق ہے۔ جنہوں نے اسے مجہول پڑھا تو اس کا بھی یہی مطلب بنتا ہے کیونکہ اس صورت میں معنی یہ ہے کہ آپ کے بارے میں یہ صحیح نہیں کہ خیانت کی طرف منسوب کئے جائیں اور خیانت کی طرف خائن کی ہی نسبت ہوتی ہے۔

بعض روایات کا تذکرہ:

روایات میں ہے کہ ایک سرخ چادر بدر کے دن مال غنیمت میں سے گم پائی گئی تو بعض منافقین نے کہا شاید رسول اللہ ﷺ نے اس کو لے لیا تو یہ آیت اتری وَمَنْ يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (جو شخص خیانت کرے گا وہ قیامت کے دن اس مال کے ساتھ آئے گا) یعنی وہ چیز بعینہ اپنی پشت پر اٹھا کر لائے گا جیسا کہ حدیث میں آیا۔ اویات بما احتمل من وبالہ واثمہ کہ اس کا وبال و گناہ لیکر آخرت میں آئے گا ثُمَّ تُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ (پھر ہر نفس کو جو اس نے کمایا پورا پورا دیا جائے گا) یعنی اس کا بدلہ پورا پورا دیا جائے گا۔ اس طرح نہیں فرمایا ثم یوفی ما کسب تا کہ من یغلل کے مطابق ہو جاتا بلکہ عموم کے الفاظ سے ذکر کیا تا کہ ہر کاسب خواہ غاصب ہو یا اور وہ اس میں شامل ہو جائے۔ اور من یغلل کے ساتھ معنوی طور پر متصل ہو جائے اور یہ انداز کلام زیادہ بلیغ ہے کیونکہ جب خیانت کرنے والے کو علم ہوگا کہ ہر کاسب خیر و شر کو پورا بدلہ دیا جائیگا تو وہ جان لے گا کہ اتنے بڑے گناہ کے ساتھ وہ پھر کیسے بچ سکتا ہے۔ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ (ان پر ظلم نہ کیا جائے گا) ہر ایک کا بدلہ اسکے کسب کے مطابق ہوگا۔

مؤمن و کافر برابر نہیں:

۱۶۲: اَفَمِنْ اَتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْ بَاٰ بِسَخَطِ مِّنَ اللّٰهِ وَمَا وُهِ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ۔ (بھلا وہ شخص جس نے اللہ

تعالیٰ کی رضا مندی کی اتباع کی) من اتباع سے مراد مہاجرین و انصار ہیں۔ كَمَنْ بَاٰ بِسَخَطِ مِّنَ اللّٰهِ (اس شخص کی طرح

ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے ساتھ لوٹا) مَنْ بَاٰ سے مراد منافقین اور کفار ہیں۔ وَمَا وُهِ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ (اور

اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور جہنم بہت برا ٹھکانہ ہے)

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ

درحقیقت اللہ تعالیٰ نے مؤمنین پر احسان فرمایا جبکہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ

آيَتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي

کر سنا تھا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت سکھاتا ہے، اور اس میں شک نہیں کہ یہ لوگ اس سے پہلے

ضَلَلٍ مُّبِينٍ ﴿۱۶۳﴾

کھلی ہوئی گمراہی میں تھے۔

ثواب وعذاب میں تفاوت ہے:

۱۶۳: هُمْ دَرَجَاتٍ عِنْدَ اللَّهِ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُونَ۔ (ان کے درجات ہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں) ان میں تفاوت و فرق ہے جیسا درجات میں ہوتا ہے۔ یا وہ درجات والے ہیں مطلب یہ ہے کہ ثواب پانے والوں اور سزا پانے والوں کے درجات میں فرق ہے یا ثواب وعذاب میں تفاوت و فرق ہے۔ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُونَ (اللہ تعالیٰ جو کچھ وہ عمل کرتے ہیں ان کو دیکھنے والے ہیں) ان کے اعمال و درجات سے واقف ہے پس انہی اعمال کے حساب سے بدلہ دے گا۔

تصدیق کے لئے آسانی کر دی:

۱۶۳: لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ۔ (تحقیق اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر احسان فرمایا) یعنی ان مؤمنوں پر جو آپ کی قوم میں سے آپ پر ایمان لائے ان میں سے ایمان والوں کو خاص کرنے کی وجہ یہ ہے۔ کہ آپ کی بعثت سے فائدہ ان کو پہنچا۔ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ (جب کہ ان میں ایک رسول انہی میں سے مبعوث فرمایا) یعنی انکی جنس میں سے جو انکی طرح عربی ہیں یا اولاد اسماعیل میں سے پیغمبر بھیج کر جیسا کہ وہ اولاد اسماعیل میں سے ہیں اور اس میں احسان یہ ہے کہ جب وہ ان میں سے ہیں تو زبان ایک ہوئی۔ پس جو چیزیں ان پر لازم ہیں ان کا جاننا آسان ہو جائے گا اور وہ سچائی و امانت کے سلسلہ میں آپ کی ذات سے بخوبی واقف تھے یہ بات ان کو تصدیق کے سلسلہ میں نزدیک تر کر دے گی اور ان کے لئے ان میں سے ہونا باعث شرف بن جائے گا۔

ایک قراءت میں مِّنْ أَنفُسِهِمْ یعنی من اشرفہم ان میں سب سے زیادہ شرف والے ہیں۔

يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَتِهِ (وہ اللہ تعالیٰ کی آیات ان پر پڑھتا ہے) یعنی قرآن پڑھ کر سنا تا ہے اس کے بعد کہ وہ جاہل لوگ تھے ان کے کانوں میں وحی کی کوئی بات نہ پڑی تھی۔ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ (کتاب و حکمت سے مراد قرآن و سنت ہے) وَإِنْ كَانُوا مِن قَبْلُ (بیشک وہ اس سے پہلے) یعنی بعثت رسول ﷺ سے پہلے لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ (کھلی گمراہی میں تھے)

أَوَلَمَّا أَصَابَكُمْ مَصِيبَةٌ قَدْ أَصَبْتُمْ مِثْلَيْهَا قُلْتُمْ أَنَّى هَذَا قُلْ

اور جس وقت تم کو ایسی مصیبت پہنچی جس کی دوسری مصیبت تم پہنچا چکے ہو تو کیا تم یوں کہتے ہو کہ یہ کہاں سے ہے آپ فرما دیجئے

هُوَ مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۱۶۵﴾ وَمَا أَصَابَكُمْ

یہ تمہاری ہی طرف سے ہے بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور جو تکلیف تمہیں پہنچی

يَوْمَ التَّقَىٰ الْجَمْعَيْنِ فَيَا ذِينَ اللَّهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۶۶﴾ وَلِيَعْلَمَ

جس دن دونوں جماعتیں ایک دوسرے کے مقابلے میں آئی تھیں سو یہ اللہ کے حکم سے تھا اور تاکہ اللہ تعالیٰ جان لے مؤمنین کو اور جان لے

الَّذِينَ نَافَقُوا ۖ وَقِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ ادْفَعُوا

ان کو جنہوں نے نفاق اختیار کیا۔ اور ان سے کہا گیا کہ آؤ، جنگ کرو اللہ کی راہ میں یا دفاع کرو،

قَالُوا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَا اتَّبَعْنَاكُمْ ۖ هُمُ الْكَافِرُ يَوْمَئِذٍ أَقْرَبُ مِنْهُمْ

وہ کہنے لگے کہ اگر ہم جنگ کرنا جانتے تو ضرور تمہارے ساتھ ہو لیتے، وہ لوگ اس دن بہ نسبت ایمان کے کفر سے زیادہ قریب

لِلْإِيمَانِ ۚ يَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِمْ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ۖ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا

ہیں۔ وہ اپنے منہوں سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے اور اللہ خوب جانتے والا ہے اس بات کو جسے

يَكْتُمُونَ ﴿۱۶۷﴾ الَّذِينَ قَالُوا لِلْإِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوا وَالْوَاطِئَاتُ قَاتِلُوا قُلْ

وہ چھپاتے ہیں، جنہوں نے اپنے بھائیوں سے کہا اور خود بیٹھ رہے کہ اگر ہماری بات بانتے تو نہ مارے جاتے۔ آپ فرما دیجئے

فَادْرَأَوْا عَنْ أَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۱۶۸﴾

تم اپنی جانوں سے موت کو دفع کرو اگر تم سچے ہو۔

اندھے پن اور جہالت میں مبتلا تھے۔ مبین کھلی جس میں کوئی اشتباہ نہ تھا۔

نَجْوَى: ان مخفیه من المثقله ہے۔ اسکے بعد لام کا آنا۔ اِنْ نَافِیہ سے اس کو الگ کرتا ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے وان

الشان والحديث كانوا من قبل في ضلال مبين۔ بیشک معاملہ وبأت یہ ہے کہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

۱۶۵: أَوَلَمَّا أَصَابَتْكُمْ مُصِيبَةٌ قَدْ أَصَبْتُمْ مِثْلَيْهَا قُلْتُمْ أَنَّى هَذَا قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ

قَدِيرٌ۔ (کیا جب تمہیں کوئی مصیبت پہنچی) اس مصیبت سے مراد احد میں ستر صحابہ کا شہید ہونا ہے۔ قَدْ أَصَبْتُمْ مِثْلَيْهَا (تم اس

سے دو گنا پہنچا چکے) بدر کے دن ستر کفار قتل اور ستر قید ہوئے۔

نَحْوِ: یہ جملہ موضع رفع میں مصیبت کی صفت ہے۔

قُلْتُمْ اَنّٰی هٰذَا: (تم نے کہا یہ کہاں سے ہے) قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ (تم کہہ دو! کہ یہ مصیبت خود تمہاری طرف سے ہے) کیونکہ مدینہ سے نکل کر لڑنا تم نے پسند کیا۔ یا اس لئے کہ تم نے مرکز کو چھوڑ دیا۔

تین نحوی تراکیب:

نَحْوِ: لَمَّا۔ قُلْتُمْ کی وجہ سے منصوب ہے اور اَصَابَتْكُمْ محل جر میں ہے کیونکہ لَمَّا کی اضافت اس کی طرف ہے تقدیر عبارت یہ ہے: اَقْلَمْتُمْ حِیْنَ اَصَابَتْكُمْ کیا اس وقت تم نے کہا جب پہنچی تمہیں تکلیف۔

اَنّٰی هٰذَا یہ مقولہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ اُتقریری ہے اور تَوْنِخ کیلئے ہے اور اس جملہ کا عطف واؤ کے ذریعہ وَلَقَدْ صَدَقَکُمُ اللّٰهُ وَعِدَةٌ پر ہے جو کہ احد میں وارد ہوا۔ یا پھر اس کا عطف محذوف پر ہے۔ جس کی تقدیر عبارت یہ ہے اَفْعَلْتُمْ کَذَا وَقُلْتُمْ حِیْثُ کَذَا۔ کیا تم نے ایسا کیا اور اس وقت یہ کہا: اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ (بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتے ہیں) مدد کی قدرت اور مدد روک لینے کی طاقت بھی ہے۔

غزوہ اُحد قضاء کا فیصلہ ہے:

۱۶۶: وَمَا اَصَابَکُمْ یَوْمَ التَّقِی الْجَمْعِیْنِ فِیْ اِذْنِ اللّٰهِ وَلِیَعْلَمَ الْمُؤْمِنِیْنَ اور وہ جو تمہیں پہنچا۔ یہ مَا۔ الذی کا معنی دیتا ہے۔ وَلِیَعْلَمَ الْمُؤْمِنِیْنَ: (اور تاکہ جان لے اللہ مؤمنین کو)

نَحْوِ: مَا مَبْتَدَا فِیْ اِذْنِ اللّٰهِ یہ خبر جو کائن سے متعلق ہے۔ یَوْمَ التَّقِی الْجَمْعِیْنِ۔ (جس دن دو گروہ آپس میں لڑے) تمہارا گروہ اور مشرکین کی جماعت مقام احد میں فِیْ اِذْنِ اللّٰهِ (وہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے ہوا) اذن سے مراد علم و قضاء ہے۔

۱۶۷: وَلِیَعْلَمَ الَّذِیْنَ نَافَقُوْا وَقِیْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَوْ اِذْ فَعُوْا قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَا تَبْعُنَکُمْ هُمْ لِلْکُفْرِ یَوْمَیْذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِیْمَانِ یَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَا لَیْسَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا یُکْتُمُوْنَ۔ (تاکہ اللہ تعالیٰ جان لے ان لوگوں کو جو منافق ہیں) یعنی یہ اس لئے ہوا کہ مؤمن و منافق کا امتیاز ہو۔ تاکہ ان کا ایمان اور نفاق معلوم ہو جائے۔ وَقِیْلَ لَهُمْ (اور ان کو کہا گیا) یعنی منافقین کو کہا گیا تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ (آؤ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرو) جس طرح مؤمن آخرت کیلئے جہاد کرتے ہیں۔ اَوْ اِذْ فَعُوْا (یا دفاع کرو) یعنی یا کم از کم اپنے اموال، جانیں اور اہل و عیال سے مدافعت تو کرو۔ اگر تم آخرت کیلئے نہیں لڑتے ہو۔ یہ تفسیر بھی کی گئی کہ مجاہدین کی جماعت میں اضافہ کر کے دشمن سے دفاع کرو خواہ لڑائی نہ بھی کرو۔ کیونکہ کثرت تعداد دشمن کو مرعوب کر دیتی ہے۔

نَحْوِ: قِیْلَ لَهُمْ یہ کلام ابتدائی ہے۔

یہ جنگ ہمیں ہلاکت ہے:

قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَا تَبْعُنَکُمْ (اگر ہم اس ٹکڑاؤ کو لڑائی جانتے تو ضرور تمہارا ساتھ دیتے) یعنی اگر ہم جانتے کہ اس کو

لڑائی کہنا صحیح ہے تو ضرور تمہارے ساتھ چلتے۔ (مگر یہ تو خود کشی ہے) مقصد یہ ہے کہ وہ یہ کہنا چاہ رہے تھے کہ جس کام میں تم پڑے ہو وہ غلطی ہے اور اسکے علاوہ کچھ نہیں اس کو جنگ نہیں کہا جاسکتا بلکہ اپنے آپ کو ہلاکت میں مبتلا کرنا ہے۔ هُمْ لِلْكَفْرِ يَوْمًا اقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْإِيْمَانِ (وہ منافق جتنے ایمان کے قریب تھے اس دن اتنے وہ کفر سے زیادہ قریب تھے) یعنی اس سے وہ اپنے ایمان کو ظاہر کر رہے ہیں ادھر جو علامات ان سے ظاہر ہوئی ہیں وہ کفر کا اعلان کر رہی ہیں۔ جب منافقین نے مسلمانوں کے لشکر سے علیحدگی اختیار کر لی اور جو منہ میں آیا بک دیا تو اس طرح وہ اس ایمان سے بھی دور ہو گئے جو بقول ان کے ایمان تھا۔ اور کفر سے قریب تر ہو گئے۔ یا نسبت اہل ایمان کے کافروں سے انکی مدد زیادہ قریب ہے کیونکہ مسلمانوں سے انکا علیحدگی اختیار کرنا اور مسلمانوں کی تعداد کو کم کرنا یہ اہل شرک کی کھلی تقویت ہے۔

قول و فعل میں تضاد:

يَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِمْ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ (اپنے منہ سے ایسی بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں) یعنی منہ سے اسلام کو ظاہر کرتے اور دلوں میں کفر چھپائے ہوئے ہیں۔ اس آیت میں افواہ کی قید تاکید کیلئے ہے کیونکہ قول تو پہلے بھی منہ سے ہی ہوتا ہے۔ اور مجاز کی نفی کر دی۔ کہ انکا قول باطن سے واقعہ جدا ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ (اللہ تعالیٰ اچھی طرح جانتے ہیں جو کچھ وہ چھپاتے ہیں) یعنی منافقت۔

ابن ابی کا مقولہ:

۱۶۸: الَّذِينَ قَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوا لَوْ أَطَاعُونَا مَا قُتِلُوا قُلْ فَادْرَعُوا عَنْ أَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ۔ (وہ جنہوں نے کہا) مراد عبد اللہ بن ابی اور اس کا گروہ ہے۔ لِإِخْوَانِهِمْ (اپنے نسبی بھائیوں کے متعلق) مراد احد کے دن قاتل انصار میں قتل ہو جانے والے وَقَعَدُوا (اور وہ بیٹھ رہے) یعنی یہ کہا اور خود قتال سے بیٹھ رہے۔ لَوْ أَطَاعُونَا مَا قُتِلُوا (اگر وہ ہماری بات مانتے تو یہ قتل نہ ہوتے) یعنی اگر ہمارے بھائی رسول اللہ ﷺ کا ساتھ چھوڑ کر لوٹنے میں ہماری بات مان لیتے اور گھر میں بیٹھ رہتے تو وہ اسی طرح قتل سے بچ جاتے جیسے ہم۔

تین تراکیب نحویہ:

مَجْزُوءٌ: نَمْرًا۔ الَّذِينَ قَالُوا یہ ہم مبتداء محذوف کی خبر ہے۔ یا یکتُمون کی واؤ سے بدل ہونے کی بناء پر مرفوع ہے۔ نمبر ۲۔ اَعْنٰی کا مفعول ہونے کی وجہ سے الَّذِينَ نَافَقُوا کا بدل ہونے کی بناء پر منصوب ہے نمبر ۳۔ افواہہم کی ضمیر سے بدل یا قلوبہم کی ضمیر سے بدل کی بناء پر مجرور ہے۔

اپنے کو موت سے بچا کر دکھاؤ:

قُلْ فَادْرَءُوا عَنْ أَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ۔ (کہہ دیں اپنے نفسوں سے موت کو دور کرو اگر تم سچے ہو) کہ تقدیر سے بچنا فائدہ دے سکتا ہے تو موت سے اپنے آپ کو بچالو۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ

اور ہرگز گمان نہ کرو ان لوگوں کے بارے میں جو اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے کہ وہ مردہ ہیں، بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس

يُرْزَقُونَ ﴿١٦٩﴾ فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ ۚ وَيَسْتَبْشِرُونَ

رزق پاتے ہیں، وہ خوش ہیں اس سے جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے عطا فرمایا، اور وہ خوش ہو رہے ہیں

بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ ۚ أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ

ان لوگوں کی وجہ سے جو ان کے پاس نہیں پہنچے۔ ان کے پیچھے رہ گئے کہ کوئی خوف نہیں ان پر اور نہ وہ

يَحْزَنُونَ ﴿١٧٠﴾ يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةِ اللَّهِ وَفَضْلٍ ۚ وَأَنَّ اللَّهَ لَا

رنجیدہ ہوں گے۔ وہ خوش ہو رہے ہیں بوجہ نعمت اور فضل خداوندی کے اور اس بات سے خوش ہیں کہ بلاشبہ

يُضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٧١﴾

اللہ ضائع نہیں فرماتا مؤمنین کے اجر کو۔

دوسری تفسیر یہ ہے اگر تم اس بارے میں سچے ہو کہ قتل سے بچنے کیلئے تمہارے پاس راستہ موجود ہے اور وہ لڑائی سے بچ کر گھر میں بیٹھنا ہے۔ تو پھر موت کو دور کرنے کی راہ بھی ڈھونڈو۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ جس دن منافقین نے یہ افواہ اڑائی۔ اس دن ان میں سے ستر آدمی مر گئے۔

شہداء کا پہلا انعام (بدلہ):

۱۶۹: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ۔ (ہرگز نہ گمان کرو ان لوگوں کو جو اللہ کی راہ میں مارے جائیں مردہ بلکہ وہ زندہ ہیں)

شَّانِ بُرُوقٍ: اُحد کے مقتولین کے بارے میں یہ آیات اتریں۔

قراءت: لَا تَحْسَبَنَّ سَیْنِ کے فتح سے شامی، حمزہ، علی و عاصم نے پڑھا۔ دوسرے قراء نے لَا تَحْسَبَنَّ کسرۃ سَیْنِ سے پڑھا ہے۔ قُتِلُوا کو شامی نے قُتِلُوا پڑھا ہے۔

شہدائے اُحد کا تذکرہ:

لَا تَحْسَبَنَّ کا خطاب خاص رسول اللہ ﷺ کو یا ہر مسلمان کو ہے۔ بَلْ أَحْيَاءٌ یعنی بل ہم احیاء بلکہ وہ زندہ ہیں۔ عِنْدَ رَبِّهِمْ اسکے ہاں مقرب ہیں۔ اور مرتبہ والے ہیں۔ يُرْزَقُونَ (ان کو رزق دیا جاتا ہے) جس طرح تمام زندہ کھاتے پیتے ہیں۔ یہ

اَحْيَاء کی تاکید ہے اور اللہ تعالیٰ کے رزق سے میسر شدہ نعمتیں جو ان کو حاصل ہیں ان کا تذکرہ ہے۔

کیفیت حیات:

۱۰۷: فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ۔ فَرِحِينَ (وہ خوش ہونے والے ہیں) یہ یزقون کی ضمیر سے حال ہے۔ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ (جو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے عطا فرمایا ہے) کہ وہ زندہ ہیں اور مقربین میں ہیں اور جنت کی نعمتیں اور رزق جلد ان کو مل رہا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب تمہارے بھائی احد میں شہید ہو گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے انکی ارواح کو سفید پرندوں کے قالب میں ڈال دیا۔ وہ جنت کی نہروں میں چکر لگاتے اور اسکے پھلوں سے مستفید ہوتے ہیں۔ پھر عرش کے سایہ میں لٹکے ہوئے ذہبی قنادیل میں جا بیٹھتے ہیں۔ (ابوداؤد: ۳۵۲۰) دوسرا قول یہ ہے کہ یہ رزق جنت میں قیامت کے دن ان کو ملے گا مگر یہ قول ضعیف ہے کیونکہ پھر تخصیص کا کوئی فائدہ نہیں رہتا۔

ترغیب الی الشہادۃ:

وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ (وہ خوشخبری کے طالب ہیں اپنے ان مجاہد بھائیوں کے متعلق جو) لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ (ان کو ابھی تک نہیں ملے) یعنی شہید نہیں ہوئے کہ وہ ان سے جا ملتے مِّنْ خَلْفِهِمْ (اپنے پیچھے)۔ مراد اس سے وہ لوگ ہیں جو ان کے بعد باقی رہ گئے اور یہ ان سے آگے بڑھ گئے۔ یا مرتبہ میں ان سے پیچھے رہنے والے۔ أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ (کہ ان کو نہ کوئی خوف ہوگا) اور نہ رنج۔

نَحْوُ: یہ الذین سے بدل ہے۔ مطلب یہ ہوا یہ مسرور ہیں اس بات پر جو ان کے سامنے واضح ہوئی ان لوگوں کے متعلق جن کو وہ اپنے پیچھے چھوڑ آئے کہ وہ قیامت کے دن امن کے ساتھ اٹھائے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ بشارت دی۔ پس وہ اس سے خوش ہونے والے ہیں۔

در حقیقت پیچھے لوگوں کے متعلق ان کو بشارت دے کر بعد والے لوگوں کو جہاد پر آمادہ کیا اور شہداء کے مراتب کو حاصل کرنے کی ترغیب دلائی وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (اور نہ وہ غمگین ہونگے)

بشارات فضل وانعام:

۱۰۸: يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةِ اللَّهِ وَفَضْلٍ وَأَنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ۔ (وہ بشارت پائیں گے اللہ تعالیٰ کی نعمت اور فضل کی) یعنی جو اللہ تعالیٰ نے ان پر انعامات کر رکھے ہیں۔ اس پر وہ خوش و خرم ہیں اور جو مزید اکرام سے ان کو نوازا رکھا ہے اس پر مسرور ہیں وَأَنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ (بیشک اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتے) بلکہ وہ زیادہ عنایت فرماتے ہیں۔

قراءت: علی بن ابی طالب نے کسرہ سے اِنَّ پڑھا اور اس کو جملہ استینافیہ اعتراضیہ قرار دیا۔

م

الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ مِنْ بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۚ لِلَّذِينَ

جن لوگوں نے اللہ اور رسول کے حکم کو مان لیا اس کے بعد کہ ان کو زخم پہنچ چکا تھا ان میں سے جنہوں نے

أَحْسَنُوا مِنْهُمْ وَاتَّقُوا ۚ أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿١٧٢﴾ الَّذِينَ قَالُوا لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ

نیکی کے کام کئے اور تقویٰ اختیار کیا ان کے لئے بہت بڑا ثواب ہے۔ یہ ایسے ہیں کہ جب ان سے لوگوں نے کہا کہ بلاشبہ

النَّاسُ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا ۚ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ

لوگوں نے تمہارے لئے سامان جمع کیا ہے لہذا تم ان سے ڈرو تو ان کی اس بات نے ان کا اور زیادہ ایمان بڑھا دیا۔ اور کہنے لگے کہ ہم کو اللہ کافی ہے

وَنِعْمَ الْوَكِيلُ ﴿١٧٣﴾ فَانْقَلَبُوا بِنِعْمَةِ اللَّهِ وَفَضْلٍ لَمْ يَمَسَّ لَهُمْ

اور وہ اچھا کارساز ہے۔ سو وہ اللہ کی نعمت اور اس کا فضل لے کر واپس ہوئے ان کو کچھ بھی تکلیف نہیں

سُوءٌ ۚ وَاتَّبَعُوا رِضْوَانَ اللَّهِ ۖ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَظِيمٍ ﴿١٧٤﴾ إِنَّمَا ذَلِكُمُ

پہنچے اور وہ اللہ کی رضامندی کے تابع رہے، اور اللہ بڑے فضل والا ہے یہ جو بات

الشَّيْطَانُ يُخَوِّفُ أَوْلِيَآءَهُ ۚ فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُوا اللَّهَ ۚ إِن كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿١٧٥﴾

پیش آئی صرف اس وجہ سے کہ شیطان اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے سو تم ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو اگر تم ایمان والے ہو۔

غزوہ حمراء الاسد کا تذکرہ:

۱۷۲: الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ مِنْ بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا مِنْهُمْ وَاتَّقُوا ۚ أَجْرٌ عَظِيمٌ۔ (وہ جنہوں نے اللہ اور رسول کی دعوت جہاد کو لبیک کہا)

مُحْجَوٍ: الَّذِينَ اسْتَجَابُوا مُبْتَدَأُ اور لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا۔ اس کی خبر ہے یا جملہ مؤمنین کی صفت ہے یا مَدْحُ فعل محذوف کا مفعول ہے۔ مِنْ بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ اس کے بعد کہ ان کو زخم پہنچے۔ القرع زخم، روایات میں ہے کہ ابوسفیان اور اس کے ساتھی جب احد سے واپس لوٹ گئے تو مقام الروحاء میں پہنچ کر شرمندہ ہوئے کہ ہم بلا وجہ کوچ کرائے۔ واپسی کا ارادہ کیا۔ رسول اللہ ﷺ کو یہ اطلاع ملی تو آپ نے کفار پر رعب قائم کرنے کیلئے اور مسلمانوں کی قوت کا مظاہرہ کرنے کیلئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ابوسفیان کا پیچھا کرنے کیلئے نکلنے پر برا بھیجتے کیا۔ چنانچہ اتوار کے دن ستر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ آپ مدینہ سے روانہ ہوئے یہاں تک کہ حمراء الاسد کے مقام تک پہنچے۔ یہ مدینہ منورہ سے آٹھ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم زخمی حالت میں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔ چنانچہ کفار سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ گئے۔ یہ آیت اس سلسلہ میں اتری

لِّلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ۔ (ان لوگوں کیلئے جنہوں نے ان میں سے نیکی کی اور تقویٰ اختیار کیا۔ آخرت میں بہت بڑا بدلہ ہے)

خَمْرٌ: مِنْهُمْ میں من تبیین کیلئے ہے۔ جیسا اس ارشاد میں: وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا۔ (الف: ۲۹) من کے بیان یہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی بات پر لبیک کہی۔ وہ تمام نیکی و تقویٰ اختیار کرنے والے تھے نہ کہ بعض۔

غزوة السويق کا تذکرہ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی جاٹاری:

۱۷۳: الَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَرَآدَهُمْ اِيْمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنَعْمَ الْوَكِيْلُ۔ (وہ جنہیں لوگوں نے کہا) یہ الذین استجابوا سے بدل ہے۔ جبکہ انکا شان نزول ایک ساتھ مانا جائے۔ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ (بیشک لوگ تمہارے لئے جمع ہوئے ہیں) روایات میں ہے کہ ابوسفیان نے احد سے واپسی پر کہا اے محمد (ﷺ) ہمارا تمہارا مقابلہ آئندہ سال بدر میں ہوگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ان شاء اللہ جب اگلے سال ابوسفیان اہل مکہ کے ساتھ نکلا تو اللہ تعالیٰ نے اسکے دل میں رعب ڈال دیا۔ اس نے واپس لوٹنا مناسب خیال کیا چنانچہ اسی دوران نعیم بن مسعود اشجعی مل گیا جو عمرہ سے واپس لوٹ رہا تھا۔ اس نے کہا اے نعیم میں نے محمد ﷺ سے مقام بدر میں ملنے کا وعدہ کر رکھا تھا میرا ارادہ بن رہا ہے کہ میں اس سے بچوں۔ پس تم مدینہ جا کر ان کو روکو۔ اور اس پر دس اونٹ تمہیں دیے جائیں گے۔ نعیم وہاں سے ہٹ کر مدینہ اس وقت پہنچا جب مسلمان بدر جانے کی تیاری میں مصروف تھے۔ اس نے کہا تم نکل کر جانا چاہتے ہو جبکہ وہاں لوگوں کا بڑا مجمع تمہارے لئے اکٹھا ہے اللہ کی قسم تم میں سے کوئی بچ کر نہ آئے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں ضرور بضرور نکل کر جاؤں گا۔ خواہ میرے ساتھ کوئی بھی نکل کر نہ جائے۔ آپ ستر مجاہدین کے دستہ کے ساتھ نکلے اور انکی زبانوں پر تھا: حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنَعْمَ الْوَكِيْلُ۔ (اللہ تعالیٰ ہمیں کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے) بدر میں پہنچ کر آٹھ راتیں قیام کیا۔ وہاں تجارتی قافلہ پایا جن کے ساتھ خرید و فروخت کی اور اللہ تعالیٰ نے نفع عنایت فرمایا پھر مدینہ منورہ کی طرف سلامتی و غنیمت کے ساتھ لوٹے۔ اہل مکہ نے اپنے اس لشکر کو جیش السويق کا لقب دیا اور کہا تم تو ستوکھانے نکلے تھے۔

الناس جو پہلی مرتبہ واقع ہوا اس سے مراد نعیم ہے جمع بول کر واحد مراد لی گئی۔ یا اس کے ساتھ اور لوگ بھی تھے جو افواہ پھیلانے میں اسکے شریک حال تھے۔ اس لیے جمع لائے۔ دوسرا، الناس اس سے مراد ابوسفیان اور اسکے ساتھی ہیں۔ فَاخْشَوْهُمْ (تم ان سے ڈرو)۔ فَرَآدَهُمْ (پس اس بات نے بڑھا دیا) وہ بات اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ تھی۔

یا نعیم نے پڑھا دیا اِيْمَانًا یعنی انکی بصیرت کو بڑھا دیا۔ اور یقین زیادہ کر دیا۔ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللّٰهُ (اور انہوں نے کہا اے اللہ تو ہمارے لئے کافی ہے) یعنی جو ہمارے لئے کافی ہے وہ اللہ ہی ہے کہتے ہیں احسبه الشیء جب اسکے لئے کافی ہو

جائے۔ یہ محسب کے معنی میں ہے جیسا کہتے ہیں ہذا رجل حسبك اب حسبك اور جل نکرہ کی صفت بنایا گیا ہے۔ اور اس کی اضافت ضمیر کی طرف غیر حقیقی ہے کیونکہ یہ اسم فاعل کے معنی میں ہے۔ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ (اور وہ خوب کارساز ہے) وکیل بمعنی موکول الیہ ہے۔

بدر سے بسلامت واپسی:

۱۷۴: فَأَنْقَلِبُوا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمَسَّ لَهُمْ سُوءٌ وَآتَبَعُوا رِضْوَانَ اللَّهِ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَظِيمٍ۔ (پس وہ اللہ تعالیٰ کے انعام کے ساتھ لوٹے) یعنی سلامتی اور دشمن پر رعب کے ساتھ لوٹے وَفَضْلٍ (اور فضل کے ساتھ)۔ فضل سے مراد تجارت ہے ان کو دو گنا نفع ہوا۔ لَمْ يَمَسَّ لَهُمْ سُوءٌ (ان کو کوئی تکلیف دشمن کی مکاریوں سے نہ پہنچی)۔

نَجْوٰ: یہ انقلبوا کی ضمیر سے حال ہے اور اسی طرح بنعمۃ بھی ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے فرجعوا امن بدر منعمین برئین من سوء۔ وَآتَبَعُوا رِضْوَانَ اللَّهِ (انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی اتباع کی)۔ جرأت کے ساتھ اور انواہوں کے باوجود دشمن کے سامنے نکل کر۔ اس کا انقلبوا پر عطف ہے۔ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَظِيمٍ (اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والے ہیں) کہ اپنے فضل سے توفیق ان کے شامل حال کر دی۔

منافقین شیطان کے دوست ہیں:

۱۷۵: اِنَّمَا ذَلِكُمُ الشَّيْطَانُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَاءَهُ فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔ (بیشک یہ شیطان ہے) نَجْوٰ: ذَلِكُمُ مبتداء اور الشَّيْطَانُ اس کی خبر ہے۔ الشَّيْطَانُ سے مراد نعیم ہے۔ يُخَوِّفُ اَوْلِيَاءَهُ (وہ اپنے دوستوں کو ڈرا رہا ہے) مراد منافقین ہیں۔ یہ جملہ مستانفہ ہے اور انواہ کا بیان ہے۔ یا الشَّيْطَانُ اسم اشارہ کی صفت ہے۔ اور يُخَوِّفُ اس کی خبر ہے۔ فَلَا تَخَافُوهُمْ (تم ان سے مت ڈرو) یعنی اسکے دوستوں سے وَخَافُوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (اور مجھ ہی سے ڈرو اگر تم مؤمن ہو) کیونکہ ایمان کا تقاضہ یہ ہے کہ خوف الہی کو ہر خوف پر ترجیح دے۔

قرأت: سہل و یعقوب نے وصل و وقف دونوں میں وَخَافُوْنَ پڑھا ابو عمرو نے صرف وصل میں اس طرح پڑھا۔

وَلَا يَحْزَنُكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لَن يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا

اور آپ کو وہ لوگ رنجیدہ نہ کریں جو تیزی کے ساتھ کفر میں جا پڑتے ہیں بے شک وہ لوگ اللہ کو کچھ بھی ضرر نہ دے سکیں گے۔

يُرِيدُ اللَّهُ أَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حِطًّا فِي الْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٧٦﴾ إِنَّ

اللہ چاہتا ہے کہ ان کو آخرت میں کچھ حصہ نہ دے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے، بے شک

الَّذِينَ اشْتَرُوا الْكُفْرَ بِالْإِيمَانِ لَن يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا وَلَهُمْ عَذَابٌ

جن لوگوں نے کفر کو ایمان کے بدلہ خریدا لیا وہ ہرگز اللہ کو کچھ بھی ضرر نہ پہنچا سکیں گے اور ان کے لئے دردناک

أَلِيمٌ ﴿٧٧﴾ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّمَا نُمَلِّ لَهُمْ خَيْرٌ لِّأَنفُسِهِمْ إِنَّمَا

عذاب ہے۔ اور ہرگز گمان نہ کریں وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا کہ ہم جو ان کو مہلت دے رہے ہیں وہ ان کی جانوں کے لئے بہتر ہے، بات یہی ہے

نُمَلِّ لَهُمْ لِيَزِدَ إِتْمَانًا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿٧٨﴾

کہ ہم انہیں مہلت دے رہے ہیں تاکہ وہ گناہوں میں اور زیادہ ترقی کر لیں اور ان کے لئے عذاب ہے ذلیل کرنے والا۔

نقصان کے بیان کا ایک بلیغ انداز:

۷۶: وَلَا يَحْزَنُكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لَن يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا يُرِيدُ اللَّهُ أَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حِطًّا فِي الْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ۔ (اور آپ کو غمزدہ نہ کریں)

قرأت: نافع نے تمام قرآن میں یَحْزَنُكَ پڑھا ہے سوائے سورۃ انبیاء کی آیت: لَا يَحْزَنُهُمُ الْفَرْعُ الْأَكْبَرُ (الانبیاء: ۱۰۳) الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ (وہ لوگ جو کفر میں تیزی سے گھسنے والے ہیں) یعنی وہ آپ کو غم میں نہ ڈالیں اس خطرے کے پیش نظر کہ وہ نقصان پہنچائیں گے کیا تم اس ارشاد الہی کی طرف نظر نہیں کرتے إِنَّهُمْ لَن يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا (یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو ذرہ برابر بھی ضرر نہیں پہنچا سکتے) کہ وہ اللہ تعالیٰ کو یعنی اولیاء اللہ کو نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ مطلب یہ ہوا کہ کفر میں جلد گھس جانے کی وجہ سے تمہیں وہ کچھ نقصان نہیں پہنچا سکیں گے خود انہی کو نقصان ہوگا دوسروں کو اس کا وبال نہ پہنچے گا۔ پھر اگلی آیت میں واضح کر دیا کہ ان کا وبال کس طرح ان کی طرف واپس لوٹے گا۔ يُرِيدُ اللَّهُ أَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حِطًّا فِي الْآخِرَةِ (اللہ تعالیٰ ان کے لئے آخرت کے ثواب میں کوئی حصہ مقرر کرنا نہیں چاہتے) یعنی ثواب کا حصہ۔ وَلَهُمْ (اور ان کے لئے) ثواب کے بدلے عَذَابٌ عَظِيمٌ (بہت بڑا عذاب ہے) اور زیادہ بلیغ انداز ہے اس بات کو بیان کرنے کیلئے کہ یہ چیز انسان کے نفس کو نقصان پہنچانے والی ہے۔

ارادہ کفر پر ثواب سے محرومی:

یہ آیت ارادہ کفر و معاصی پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اس کا ارادہ یہ ہے کہ ان کو آخرت میں ثواب نہ ملے اور یہ ان کے کفر و معاصی کے ارادہ کے بغیر ممکن نہیں۔

۱۷۷: اِنَّ الَّذِيْنَ اشْتَرَوْا الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ لَنْ يَضُرُّوا اللّٰهَ شَيْئًا وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ (بلاشبہ جن لوگوں نے کفر کو ایمان کے بدلہ میں خرید کیا) اشترؤا کا یہاں معنی بدلہ میں لینا ہے۔ لَنْ يَضُرُّوا اللّٰهَ شَيْئًا (وہ ہرگز اللہ تعالیٰ کو ذرہ بھر نقصان نہیں پہنچا سکتے)

نَحْوُ: شَيْئًا مصدر کی وجہ سے منصوب ہے یعنی شَيْئًا مِنَ الضَّرَرِ پہلی آیت ان لوگوں کے حق میں ہے جو پیچھے رہنے والوں میں سے منافق تھے یا اسلام سے مرتد ہو گئے اور دوسری آیت تمام کفار کے متعلق یا اس کا عکس بھی ہو سکتا ہے۔ کہ پہلی کفار کے متعلق اور دوسری منافقین کے متعلق ہو۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے)

۱۷۸: وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَنَّمَا نُمِلُّ لَهُمْ خَيْرًا لَاْ نَفْسِهِمْ، اِنَّمَا نُمِلُّ لَهُمْ لِيَزِدَّا دُوْعًا اِثْمًا۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ۔ وَلَا يَحْسَبَنَّ (اور ہرگز نہ گمان کریں)

اختلاف ونحو:

قراءت: یہ لَا يَحْسَبَنَّ اور اسکے بعد والے تین میں بامضموم اور يحسبن یا کے ساتھ پڑھا کی اور ابو عمرو نے اور تمام مقامات پر حمزہ نے تا سے پڑھا۔ اور مدنی اور شامی نے تمام مقامات پر یا کے ساتھ سوائے آل عمران کی آیت ۱۸۸ میں فلا تحسبنہم یہ تا کے ساتھ ہے۔ باقی قراء نے پہلے دویا کے ساتھ اور آخری دو تا کے ساتھ پڑھے ہیں۔

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا کافر۔ جنہوں نے یا سے پڑھا انہوں نے اس کو مرفوع قرار دیا ای لَا يحسبن الکافرون ان اپنے اسم و خبر کے ساتھ يحسبن کے دو مفعولوں کے قائم مقام ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے وَلَا يحسبن الَّذِيْنَ كَفَرُوْا املاء نا خیراً لَا نفسم۔ کافر ہرگز گمان نہ کریں کہ ہمارا ان کو مہلت دینا ان کے لئے بہتر ہے اِنَّمَا کا ما مصدر یہ ہے۔ اصول خط کے مطابق اس کو الگ۔ اَنَّ۔ مَا لکھا جانا چاہیے تھا لیکن مصحف عثمانی میں متصل لکھا گیا اسی لئے اس کی اتباع میں متصل لکھا جاتا ہے۔

جنہوں نے تا سے پڑھا لَا تحسبن انہوں نے الَّذِيْنَ كَفَرُوْا کو منصوب قرار دیا۔ ای لَا تحسبن الکافرین اور اِنَّمَا نُمِلُّ یہ کافرین سے بدل ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے وَلَا تحسبن انما نملي للکافرین خیر لهم اور اَنَّ مع مَا کے ساتھ دو مفعولوں کے قائم مقام ہے۔ الاملاء کا معنی امہال اور عمر کا طویل کر دینا ہے۔

جملہ متانفہ ما قبل کی علت ہے:

اِنَّمَا نُمِلُّ لَهُمْ لِيَزِدَّا دُوْعًا اِثْمًا (بیشک ہمارا حکم دینا اس لئے ہے۔ تاکہ وہ گناہ میں بڑھ جائیں) یہ ما اس بات کا حقدار ہے کہ متصل لکھا جائے۔ کیونکہ یہ ما کافہ ہے۔ نہ کہ اول اور یہ جملہ متانفہ پہلے جملے کی علت ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا۔ ما بالهم لَا يحسبون الاملاء خیراً لهم ان کو کیا ہو گیا کہ وہ مہلت کو بہتر خیال نہیں کرتے؟ تو اس کا جواب دیا بیشک ہم ان کو مہلت اس

مَا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَمِيزَ الْخَبِيثَ

اللہ مومنین کو اس حالت پر چھوڑنا نہیں چاہتا جس پر تم اب ہو جب تک کہ ناپاک کو پاک سے

مِنَ الطَّيِّبِ ۖ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي

جدا نہ فرما دے۔ اور اللہ تم کو امور غیب پر مطلع نہیں فرماتا لیکن اللہ منتخب فرما لیتا ہے

مِنْ رُسُلِهِ مَن يَشَاءُ ۖ فَأَمِنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ ۚ وَإِنْ تُوْمِنُوا وَتَتَّقُوا فَلَكُمْ

اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہے، سو ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر، اور اگر تم ایمان پر قائم رہے اور تم نے تقویٰ اختیار کیا تو تمہارے لئے

أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿١٧٩﴾

ثواب عظیم ہے۔

لئے دے رہے ہیں تاکہ گناہوں میں وہ ترقی کر لیں۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ۔ (اور ان کے لئے ذلت والا عذاب ہے)

۱۷۹: مَا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَمِيزَ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي مِنْ رُسُلِهِ مَن يَشَاءُ ۖ فَأَمِنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ ۚ وَإِنْ تُوْمِنُوا وَتَتَّقُوا فَلَكُمْ أَجْرٌ عَظِيمٌ۔

لِيَذَرَ کی لام تاکید نفی کیلئے ہے۔ اللہ تعالیٰ ہرگز مومنوں کو اس حالت پر جس میں تم اس وقت ہو کہ مخلص و منافق ملے جلے رہیں چھوڑنے والے نہیں ہیں۔ حَتَّىٰ يَمِيزَ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ (یہاں تک کہ ناپاک کو پاک سے جدا کر دے) یعنی یہاں تک کہ منافق مخلص سے الگ ہو جائے۔

نحو و قراءت:

يَمِيزَ حمزہ اور علی نے پڑھا۔ انتم کا خطاب تصدیق کرنے والے مخلص و منافق ہر دو کو ہے۔ گویا تقدیر عبارت یہ ہے۔ مَا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ مَنكُم عَلَى الْحَالِ الَّتِي أَنْتُمْ عَلَيْهَا مِنْ اخْتِلَاطِ بَعْضِكُمْ بِبَعْضٍ حَتَّى يَمِيزَ هُمْ مِنْكُم بِالْوَحْيِ إِلَى نَبِيهِ وَ أَخْبَارِهِ بِأَحْوَالِكُمْ۔ یعنی اللہ تعالیٰ تم میں سے مخلصین کو اس حالت پر چھوڑنے والے نہیں کہ جس میں تم اب ہو کہ ملے جلے رہتے ہو۔ یہاں تک کہ وہ منافقین کو تم سے اپنے پیغمبر ﷺ پر وحی اتار کر یا ایسے واقعات رونما کر کے جس سے مخلص و غیر مخلص جدا ہو جائیں۔ (وحی کی مثال يحذر المنافقون ان تنزل عليهم سورة اور واقعات کی مثال غزوة احد ہے) وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ (اور اللہ تم کو امور غیب پر مطلع نہیں فرماتا) یعنی اللہ تعالیٰ تم میں سے کسی ایک کو غیب کا علم دینے والے نہیں پس تمہیں رسولوں کی خبروں سے وہم میں مبتلا نہ ہونا چاہیے جو خبریں وہ بعض لوگوں کے اخلاص اور دوسروں کے نفاق کے متعلق دیتے ہیں۔ وہ دلوں کی باتوں کی اطلاع اللہ تعالیٰ کے اطلاع دینے سے دیتے ہیں پس وہ دلوں کا کفر و ایمان اس طریق سے بتلاتے ہیں۔

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخُلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ

اور ہرگز خیال نہ کریں وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں اس چیز میں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دی ہے کہ یہ بخل کرنا

خَيْرًا لَهُمْ ۚ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ۚ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ

ان کے لئے بہتر ہے۔ بلکہ وہ ان کے لئے بُرا ہے، جس چیز کے ساتھ انہوں نے بخل کیا عنقریب قیامت کے دن ان کو اس کا طوق

الْقِيَمَةِ ۚ وَاللَّهُ مِيرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ

پہنایا جائے گا۔ اور اللہ کے لئے آسمانوں کی اور زمین کی میراث ہے اور اللہ ان کاموں کی خبر رکھتا ہے جو

خَبِيرٌ ۚ

تم کرتے ہو۔

رسولوں کو کسی کے دل کے نفاق و اخلاص کی خبر وحی سے ہوتی ہے:

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهِ مَنْ يَّشَآءُ (لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں جس کو چاہتے ہیں چنتے ہیں) یعنی لیکن اللہ تعالیٰ رسول بھیج کر انکی طرف وحی کر کے خبر دیتے ہیں کہ غیب میں یہ بات اس طرح ہے اور فلاں کے دل میں نفاق اور فلاں کے دل میں اخلاص ہے پس وہ اس خبر کو اللہ تعالیٰ کے خبر دینے سے جان لیتا ہے نہ کہ اپنے ذرائع سے۔

تردید فرقہ باطنیہ:

اس آیت میں باطنی فرقہ کے خلاف دلیل ہے کیونکہ وہ اپنے امام کے بارے میں علم غیب ثابت کرتے ہیں اگرچہ اپنے امام کے بارے میں نبوت کو تو ثابت نہیں کیا مگر نص صریح کی مخالفت کی کہ غیر رسول کیلئے غیب کی باتوں کی اطلاع ثابت کر دی اور اگر وہ اپنے امام کیلئے نبوت کے قائل ہوں تو پھر دوسری نص و خاتم النبیین (الاحزاب۔ ۴۰) کے مخالف ٹھہرتے ہیں۔ (مگر افسوس کہ فرقہ اشاعشریہ اور اسماعیلیہ اور بہت سے قبر پرست اہل بدعت نے ائمہ مطہرا اور اپنے پیروں تک کیلئے علم غیب کو ثابت کیا ہے۔ اعاذنا اللہ منها مترجم) فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ پس تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر اخلاص کے ساتھ ایمان لاؤ۔ وَاِنْ تُوْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا (اگر تم ایمان لاؤ اور تقویٰ اختیار کرو) یعنی نفاق سے بچو فَلَکُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ۔ (تو تمہارے لیے بہت بڑا اجر ہے) قیامت کے دن۔

منکرین زکوٰۃ کا انجام:

۱۸۰: وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخُلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ۚ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ ۚ وَاللَّهُ مِيرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ۔

نشان نازل: یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں اتری جو زکوٰۃ سے انکار کرنے والے تھے۔

(ہرگز نہ گمان کریں جو لوگ بخل کرتے ہیں اس پر جو اللہ تعالیٰ نے ان کو دے رکھا ہے اپنے فضل سے کہ یہ بخل کرنا ان کے حق میں اچھا ہے۔

مَحْمُوْرٌ: جنہوں نے تاء کے ساتھ پڑھا۔ انہوں نے مضاف محذوف مانا یعنی لا تحسبن بخل الباخلین تم بخل کرنے والوں کے بخل کو ہرگز گمان نہ کرو۔ ہو یہ ضمیر فصل ہے اور خیراً لہم یہ مفعول دوم ہے اور جنہوں نے یا سے پڑھا انہوں نے بحسبن کی ضمیر کا مرجع رسول اللہ ﷺ کو قرار دیا یا احد کی طرف لوٹائی۔

اور جنہوں نے فاعل الذین یبخلون قرار دیا ان کے نزدیک تقدیر عبارت یہ ہے وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یُبْخَلُوْنَ بِخُلُفِهِمْ حَسَبًا لِّہُمْ۔ ہو خیراً لہم۔ ہو ضمیر فصل ہے اور خیراً لہم مفعول دوم ہے۔ بل ہو (بلکہ وہ) یعنی بخل۔ شَرُّ لَّہُمْ (ان کے لئے برا ہے) کیونکہ ان کے اموال ان سے چھن جائیں گے اور وبال بخل ان پر باقی رہ جائے گا۔ سَیُطَوَّقُوْنَ مَا بَکِلُوْا بِہِ یَوْمَ الْقِیَمَةِ (عنقریب ان کو اس چیز کے جس پر بخل کیا طوق پہنائے جائیں گے)۔ یہ بل ہو شر لہم کی تفسیر ہے کہ عنقریب ان کا وہی مال جس میں اللہ تعالیٰ کا حق ادا نہیں کیا طوق بنا کر ان کی گردنوں میں ڈالا جائے گا۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا۔ من منع زکوٰۃ ماله یصیر حية ذکراً اقروع له نابان فیطوق فی عنقه فینہشہ و یدفعہ الی النار (بخاری، نسائی، احمد) جس نے اپنے مال کو زکوٰۃ سے روک لیا اس کا مال نر گنجا سانپ بن جائے گا جن کی دو داڑھیں ہوں گی وہ طوق بنا کر اس کی گردن میں لٹکا دیا جائے گا۔ وہ اس کو ڈنگ مارے گا اور آگ کی طرف دھکیلے گا۔

وَلِلّٰہِ مِیْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ آسمانوں وزمین کی وراثت اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے اور اسی کی ملکیت ہے جو کچھ ان کے مابین ہے جس کے لوگ آپس میں وارث بنتے ہیں۔ خواہ وہ مال ہو یا اور کچھ پھر اس کی ملک پر بخل کیوں کرتے ہیں اور اس مال کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں صرف نہیں کرتے؟ میراث اصل میں مَوْرَاث ہے داؤ کو یا سے بدل دیا ماقبل کسرہ کی وجہ سے۔ وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ (اور اللہ تعالیٰ جو تم عمل کرتے ہو اس سے خبردار ہے)۔

قراءت: ابو عمرو کی نے تعملون کو یعملون پڑھا ہے۔ قال التفات کے طریقہ پر پڑھی گئی ہے اور وعید کے لحاظ سے یہ زیادہ بلند انداز ہے اور یا یہ اپنے ظاہر پر ہے۔

وقف لازم

لَقَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ فَقِيرٌ وَنَحْنُ أَغْنِيَاءُ ۚ

بلاشبہ اللہ نے سن لی ان کی بات جنہوں نے کہا ہے کہ بے شک اللہ فقیر ہے اور ہم مالدار ہیں،

سَنَكْتُبُ مَا قَالُوا وَقَتْلَهُمُ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۖ وَنَقُولُ

منقریب ہم ان کی بات کو لکھ لیں گے اور جو انہوں نے نبیوں کے ناحق خون کئے ہیں اس کو بھی لکھ لیں گے اور ہم کہیں گے

ذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ ﴿۱۸۱﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمْتُمْ أَيْدِيكُمْ وَأَنَّ اللَّهَ

کہ چلے لو جلنے کا عذاب، یہ ان اعمال کی وجہ سے ہے جو تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجے، اور بلاشبہ اللہ

لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ ﴿۱۸۲﴾ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ عٰهَدَ اِلَيْنَا اَلَّا

بندوں پر ظلم فرمائے والا نہیں ہے، جنہوں نے کہا کہ بیشک اللہ نے ہم سے یہ فرمایا ہے کہ ہم

نُؤْمِنُ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يٰۤاْتِيَنَا بِقُرْبٰنٍ تَاْكُلُهٗ النَّارُ ۖ قُلْ قَدْ جَاءَكُمْ

کسی رسول پر ایمان نہ لائیں جب تک کہ وہ ہمارے پاس ایسی قربانی کی چیز نہ لائے جسے آگ کھا جائے آپ فرمادیجئے مجھ سے پہلے بہت سے

رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِيْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالذِّیْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوهُمْ اِنْ

رسول کھلی کھلی نشانیاں لے کر آئے اور جو تم کہہ رہے ہو وہ بھی لائے پھر تم نے ان کو کیوں قتل کیا اگر

كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۸۳﴾ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَاۤءُوْ

تم سچے ہو؟ سو اگر وہ آپ کو جھٹلائیں تو آپ سے پہلے رسول جھٹلائے جا چکے ہیں وہ کھلی کھلی نشانیاں لائے

بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ ۖ وَالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ﴿۱۸۴﴾

اور صحیفے لائے اور روشن کتاب لائے۔

یہود کا بدترین جارحانہ مقولہ:

۱۸۱: لَقَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ فَقِيرٌ وَنَحْنُ أَغْنِيَاءُ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوا وَقَتْلَهُمُ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ

وَنَقُولُ ذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ۔ (بیشک اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی بات سن لی جنہوں نے کہا بیشک اللہ تعالیٰ فقیر اور ہم غنی

ہیں) یہ بات یہود نے کہی جبکہ یہ ارشادِ ربانی ان کے کان میں پڑا۔ مَنْ ذَا الَّذِي يقرض الله قرضاً حسناً (البقرہ ۲۴۵) کہ کون

اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دیتا ہے۔ یہود کہنے لگے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خدا ہم سے قرض مانگتا ہے پس پھر تو ہم غنی اور وہ فقیر ہے۔

قَدْ سَمِعَ کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے انکی یہ بات مخفی نہیں اور اللہ تعالیٰ نے اسکے لئے پوری سزا تیار کر رکھی ہے۔ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوا (عنقریب انکی بات ہم لکھ لیں گے) یعنی کرانا کا تبین کو ان کے اس قول کے متعلق حکم دیں گے کہ وہ صحائف اعمال میں درج کر لیں یا ہم اس کو محفوظ کر لیں کیونکہ مخلوق کی طرف سے کتابت تحفظ کیلئے ہوتی ہے تو مجازاً سنکتب کہہ دیا گیا۔ ہاں مصدر یہ یا بمعنی الذی ہے۔ وَقَتْلُهُمُ الْاَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ (اور انکا انبیاء کو قتل ناحق کرنا) اس کا ما پر عطف ہے۔ انبیاء علیہ السلام کے قتل کو اس کا قرینہ قرار دیا۔ یہ بتلانے کیلئے کہ یہ دونوں گناہ بڑائی میں ہم پہلے ہیں۔ اور جو شخص قتل انبیاء کی جرأت کر سکتا ہے۔ اس سے اس قسم کی باتیں بعید نہیں وَنَقُولُ اور ہم ان کو کہیں گے قیامت کے دن۔ ذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ (تم جلنے کا عذاب چکھو) یعنی آگ کا عذاب جیسا تم نے مسلمانوں کو تکالیف پہنچائیں۔ ضحاک کہتے ہیں۔ جہنم کے فرشتے ان کو یہ بات کہیں گے اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی نسبت اس لئے کی گئی کہ یہ اسکے حکم سے ہے۔

قراءت: حمزہ نے قَتْلُهُمْ لام کے ضم اور سنکتب کو سَيُكْتُبُ پڑھا ہے۔

ید کی اضافت آلہ عمل کی وجہ سے:

۱۸۲: ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمْتُمْ اَيْدِيَكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلّٰمٍ لِّلْعَبِيدِ۔ (یہ ان اعمال کے سبب ہے جو تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجے) ذٰلِكَ اس سے انکی وہ سزا جو ذکر ہو چکی اس کی طرف اشارہ فرمایا۔ بِمَا قَدَّمْتُمْ اَيْدِيَكُمْ عذاب ان اعمال کفریہ اور معاصی کے بدلے میں ہے جو تم نے آگے بھیجے ہیں۔ اور ید کی طرف اضافت اعمال کی اس لئے کہ اکثر اعمال ہاتھوں سے انجام پاتے ہیں اور تغلب کے طور پر تمام اعمال کو واقع شمار کر کے ید کی طرف نسبت کر دی اور اس لئے بھی کہ کسی چیز کے حکم دینے والے کو فاعل کہا جاتا ہے پس ہاتھوں کا تذکرہ پختہ ثبوت کیلئے ہے یعنی اس نے یہ کام بذات خود کیا کسی نے کرنے کا اس کو نہیں کہا۔ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلّٰمٍ لِّلْعَبِيدِ۔ (اور بیشک اللہ تعالیٰ بندوں پر بالکل ظلم کر نیوالے نہیں) بلا جرم کے ان کو سزا نہیں دیتے۔

۱۸۳: الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ عٰهَدَ اِلَيْنَا اَلَا نُوْمِنُ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يٰۤاتِيَنَا بِقُرْۢبٰنٍ تَاْكُلُهٗ النَّارُ قُلْ قَدْ جَاۤءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِيْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالذِّیْقٰتِ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ الَّذِيْنَ قَالُوْۤا (وہ لوگ جنہوں نے کہا)

نَحْنُ: یہ پہلے الَّذِيْنَ قَالُوْۤا سے بدل ہو کر مجرور ہے اور اِغْنٰی فعل سے منصوب بھی ہو سکتا ہے اور ہم کو مضمومان کر مرفوع ہوگا۔

یہود کا باطل دعویٰ:

اِنَّ اللّٰهَ عٰهَدَ اِلَيْنَا (اللہ تعالیٰ نے تورات میں ہمیں حکم دیا) اور وصیت کی۔ اَلَا نُوْمِنُ کہ ہم ایمان نہ لائیں لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يٰۤاتِيَنَا بِقُرْۢبٰنٍ تَاْكُلُهٗ النَّارُ (کسی رسول پر یہاں تک کہ وہ پیش کرے ایسی قربانی جس کو آگ کھائے) یعنی وہ قربانی پیش کرے اور آسمان سے آگ اتر کر اس کو جلا ڈالے۔ پس اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر تم یہ معجزہ پیش کرو تو ہم آپ کی تصدیق کر دیں گے۔

یہود کا یہ دعویٰ باطل اور اللہ تعالیٰ پر افتراء ہے کیونکہ آگ کا قربانی کو جلا ڈالنا اس پیغمبر کا معجزہ اور اس پر ایمان کا سبب ہے جس کو یہ معجزہ دیا گیا ہو۔ پس اس لحاظ سے اس قسم کی قربانی اور دیگر معجزات برابر ہو گئے۔

ہر دو معجزات کے باوجود تم نے انبیاء (ﷺ) کو کیوں قتل کیا؟

قُلْ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّن قَبْلِي بِالْبَيِّنَاتِ (کہہ دیں تحقیق تمہارے پاس مجھ سے پہلے رسول معجزات لیکر آئے) جو قربانی کے علاوہ تھے وَبِالَّذِي قُلْتُمْ (اور وہ بھی لائے جو تم نے کہا) یعنی تمہارے اسلاف کے پاس جن کا اپنے کو تم پیر و کار کہتے ہو۔ وہ معجزات بھی لائے اور ان کے افعال کو وہ پسند بھی کرتے تھے۔ فَلِمَ قَتَلْتُمُوهُمْ (تم نے ان کو کیوں قتل کیا) اگر اس پیغمبر پر ایمان سے تمہارے سامنے یہی رکاوٹ ہے۔ تو تم ان پر ایمان کیوں نہ لائے۔ ان کو کیوں قتل کیا۔ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ (اگر تم سچے ہو) اپنی اس بات میں اور ایمان اسی لئے مؤخر کر رہے ہو۔

تسلیہ رسول اللہ ﷺ:

۱۸۴: اِنْ كَذَّبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَ رُسُلٌ مِّن قَبْلِكَ جَاءُوا بِالْبَيِّنَاتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتَابِ الْمُنِيرِ۔ (پس اگر یہ آپ کو جھٹلا دیں پس جھٹلائے گئے بہت رسول آپ سے پہلے) اگر یہ یہود آپ کو جھٹلا دیں تو آپ رنجیدہ نہ ہوں۔ تم سے پہلے بھی بہت سے پیغمبروں کی تکذیب کی گئی۔ جَاءُوا بِالْبَيِّنَاتِ (جو کھلے ہوئے معجزات لائے تھے) وَالزُّبُرِ (کتابیں) یہ زبور کی جمع ہے اور یہ الزُّبُر سے نکلا جس کا معنی لکھنا ہے۔

قراءت: شامی نے وَبِالزُّبُرِ پڑھا۔ وَالْكِتَابِ الْمُنِيرِ (اور روشن کتابیں) اول قول یہ ہے کہ اصل کے لحاظ سے دونوں ایک ہیں۔ صرف اوصاف میں اختلاف کی وجہ سے الگ ذکر کیا۔

زبور: ایسی کتاب جس میں زجر والے احکام ہوں۔ اور کتاب منیر ایسی کتاب جو مکمل راہنمائی کا کام دے۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَا آيَةٍ الْمَوْتِ وَإِنَّمَا تُوَفَّقُونَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فَمَنْ

ہر جان موت کا آیت چکھنے والی ہے اور بات یہی ہے کہ تم کو قیامت کے دن پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

نُحْزِرُكَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلُ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا

سو جو شخص بچا دیا گیا آگ سے اور داخل کر دیا گیا جنت میں سو وہ کامیاب ہو گیا۔ اور دنیا والی زندگی دھوکہ

مَتَاعُ الْغُرُورِ ۱۸۵ لَتُبْلَوْنَ فِيْ أَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ وَلَتَسْمَعَنَّ مِنَ

کے سامان کے سوا کچھ بھی نہیں۔ تم لوگ ضرور ضرور آزمائے جاؤ گے اپنی جانوں اور مالوں کے بارے میں۔ اور جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب

الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ مِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا أَذًى كَثِيرًا وَإِنْ

دی گئی اور جن لوگوں نے شرک کیا ان کی طرف سے ضرور بالضرور بہت سی باتیں دل آزاری کی سنو گے۔ اور اگر

تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ ذَلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ۱۸۶

تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو بلاشبہ یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے۔

تکذیب پر غم نہ کریں، مطلق کامیابی کی جگہ آخرت ہے:

۱۸۵: كُلُّ نَفْسٍ ذَا آيَةٍ الْمَوْتِ وَإِنَّمَا تُوَفَّقُونَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فَمَنْ زُحْرِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ۔ (ہر جی نے موت کا آیت چکھنا ہے)

نَحْوَ: كُلُّ نَفْسٍ مُبْتَدَأٌ هُوَ ذَا آيَةٍ الْمَوْتِ۔ اس کی خبر ہے۔ نکرہ کو عموم کی بناء پر مبتداء بنایا جاسکتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ انکی تکذیب آپ کو غمزدہ نہ کرے۔ کیونکہ تمام مخلوق نے میرے پاس لوٹ کر آنا ہے۔ میں ان کو انکی تکذیب اور تمہیں تمہارے صبر کا بدلہ دوں گا۔ اور آیت کے اگلے حصے میں اسی کا ذکر کیا۔ وَإِنَّمَا تُوَفَّقُونَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ (اور تمہیں تمہارے اعمال کا کامل ثواب دیا جائے گا) باقی دنیا دار الجزاء نہیں۔ فَمَنْ زُحْرِحَ (جو دور کر دیا گیا) الزحزحة دور کرنے کو کہتے ہیں۔ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ (آگ سے اور جنت میں داخل کر دیا گیا پس اس نے بھلائی کو پالیا) یہ بھی کہا گیا کہ اس کو مطلق کامیابی میسر آگئی۔ الفوز پسندیدہ چیز کا ملنا اور ناپسند سے دور ہونا۔ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ (اور دنیوی زندگی تو فقط دھوکے کا سودا ہے) دنیا کو ایسے سودے سے تشبیہ دی جس کو فروخت کرنے والا خریدار کو فریب دینے کیلئے پیش کرتا ہے۔ تاکہ دھوکہ میں مبتلا ہو کر وہ اس کو خرید لے۔ ظاہر میں وہ کام کی چیز ہے اور حقیقت میں وہ کچھ نہیں پھر اس کی خرابی اور نقص ظاہر ہو جائے۔

شیطان اصل میں دھوکہ میں پھانسنے والا ہے۔ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ حکم اس کیلئے ہے جس نے دنیا کو آخرت کے مقابلہ میں ترجیح دی۔ باقی جس نے دنیا کے ذریعہ آخرت کو طلب کیا۔ وہ اس کے لئے مقصود تک پہنچانے والا سامان ہے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں دنیا نباتات کی ہنری اور لڑکیوں کی گڑیوں کی طرح ہے جس کا کچھ حاصل نہیں۔

شدائد سہنے کے عادی بنو:

۱۸۶: لَتُبْلَوْنَ فِيْ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ وَلَتَسْمَعَنَّ مِنَ الدِّیْنِ اَوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الدِّیْنِ اَشْرَكُوْا اَذٰی كَثِیْرًا وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْر۔ لَتُبْلَوْنَ (ضرورت اللہ کی قسم تمہاری آزمائش ہوگی) فِیْ اَمْوَالِكُمْ (تمہارے اموال میں) ان کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کا حکم دے کر اور اس پر آفات کے ذریعہ وَاَنْفُسِكُمْ (اور تمہارے نفسوں میں) قتل قید، زخم اور نفوس پر قسم قسم کے جو مصائب و مواقع خوف آتے رہتے ہیں۔

نفس جو آنکھوں سے نظر آئے:

آیت اس بات کی دلیل ہے کہ نفس آنکھوں سے نظر آئیے والا جسم ہے نہ وہ جس میں باطن کا معنی پایا جائے۔ جیسا کہ بعض اہل کلام اور فلاسفہ نے کہا (کذافی شرح التاویلات) وَلَتَسْمَعَنَّ مِنَ الدِّیْنِ اَوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ (اور ضرورت سنو گے ان لوگوں سے جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی) اَوْتُوا الْكِتَابَ سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں۔ وَمِنَ الدِّیْنِ اَشْرَكُوْا اَذٰی كَثِیْرًا (اور مشرکوں سے بہت سی دکھ کی باتیں) جیسا کہ دین میں طعن و تشنیع، ایمان قبول کرنے سے لوگوں کو رکاوٹ ڈالنا۔ اہل ایمان کو غلط قرار دینا وغیرہ۔ وَاِنْ تَصْبِرُوْا (اگر تم صبر کرو گے) انکی ایذا پر اور وَتَتَّقُوْا (اور تقویٰ اختیار کرو گے) اللہ کے خوف سے۔ فَاِنَّ ذٰلِكَ پس یہ صبر و تقویٰ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْر (عزیمت کے کاموں میں سے ہیں) یعنی یہ ایسے معاملات میں سے ہیں جن پر عزم و پختگی لازم ہے۔ ایمان والوں کو اس سے مخاطب کیا گیا۔ تاکہ وہ اپنے نفس کو ان شدائد کے سہنے کا عادی بنائیں جو معتقرب پیش آئیں گے۔ اور ان پر صبر کریں۔ جب ایسے مواقع پیش آئیں تو پہلے سے وہ نفس کو عادی بنانے والے ہوں تاکہ ان کو ایسی حالت نہ سامنے آئے جو اس آدمی کو آتی ہے جس پر اچانک مصیبت اترے اور اس کا دل اس سے نفرت کرے

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ

اور جب اللہ نے ان لوگوں سے مضبوط عہد لیا جن کو کتاب دی گئی کہ تم ضرور ضرور کتاب کو لوگوں کے سامنے بیان کرنا

وَلَا تَكْتُمُونَهُ فَنَبَذُوهُ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهِ ثَمَنًا

اور اس کو نہ چھپانا، سو انہوں نے اس کو اپنی پشتوں کے پیچھے ڈال دیا اور انہوں نے اس کے ذریعہ تھوڑی سی

قَلِيلًا فَبُئْسَ مَا يَشْتَرُونَ ﴿١٨٧﴾ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَفْرَحُونَ بِمَا آتَوْا

قیمت خرید لی، سو بری لی، جو وہ خریدتے ہیں۔ آپ ہرگز خیال نہ کریں کہ جو لوگ اپنے کئے پر خوش ہوتے ہیں

وَيُحِبُّونَ أَنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ

اور اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ جو کام انہوں نے نہیں کئے ان پر ان کی تعریف کی جائے ان کے بارے میں آپ ہرگز یہ خیال نہ کریں کہ وہ عذاب سے

الْعَذَابِ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١٨٨﴾ وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۖ

جھوٹ گئے۔ اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ اور اللہ ہی کے لئے ہے ملک آسمانوں اور زمین کا

وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٨٩﴾

اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

کتمان حق، حق فروشی کی ممانعت:

۱۸۷: وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ فَنَبَذُوهُ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا فَبُئْسَ مَا يَشْتَرُونَ۔ (جب اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے پختہ وعدہ لیا جن کو کتاب دی گئی) یعنی اس وقت کو یاد کرو۔ جب اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب سے وعدہ لیا۔ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ (اس کو ضرور لوگوں کے سامنے بیان کرنا اور ہر گز نہ چھپانا لوگوں سے) وَلَا تَكْتُمُونَهُ تَا کے ساتھ ان کے خطاب کی حکایت کے طور پر فرمایا جیسا اس ارشاد میں: وَقَضَيْنَا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَآءَ يَلَفِي الْكِتَابِ لَتُفْسِدُنَّ [الاعراء: ۴۰] میں لَتُفْسِدُنَّ تَا کے ساتھ ہے۔

قرأت: مکی نے یا کے ساتھ پڑھا اور ابو عمرو اور ابو بکر نے انکی موافقت کی۔ کیونکہ وہ غیب کا صیغہ ہے اور ضمیر کتاب کی طرف راجع ہے اور اس سے تاکید کی کہ کتاب کو بیان کرنا واجب اور اسکے کتمان سے بچنا لازم ہے۔ فَنَبَذُوهُ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ (پس انہوں نے اس ميثاق اور اس تاکید کو پیٹھ پیچھے پھینک دیا) یعنی اس کی رعایت نہ کی اور نہ ہی اس کی طرف التفات کی۔ النبذ، وراء الظهر یہ پھینکنے اور تیاری کو چھوڑنے کی ایک مثال ہے۔

علمائے کرام کی ذمہ داری:

اس میں دلیل ہے کہ علماء کے ذمہ ضروری ہے کہ لوگوں کے سامنے وہ حق کو کھول کر بیان کریں، جس کو وہ جانتے ہیں۔ اور اس میں سے کوئی چیز نہ چھپائیں کسی فاسد غرض کی خاطر مثلاً ظالموں کیلئے آسانی پیدا کرنے اور ان کو خوش کرنے یا ان سے کوئی نفع اٹھانے یا کسی ایذا کے دور کرنے کیلئے یا علم پر بخل کرتے ہوئے حدیث نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰات والسلام۔ جس نے لوگوں سے علم چھپایا اللہ تعالیٰ اس کو آگ کی لگام پہنائیں گے۔ (ابوداؤد۔ ترمذی)

وَاشْتَرَوْا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا (اور اسکے بدلے انہوں نے حقیر معاوضہ لیا) یعنی معمولی سامان دنیا۔ فَبَشِّرْ مَا يَشْتَرُونَ (پس بری ہے وہ چیز جو معاوضہ میں وہ لے رہے ہیں)

یہود مدلسین اور ریاکاروں کو تنبیہ:

۱۸۸: لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَفْرَحُونَ بِمَا آتَوْا وَيُحِبُّونَ أَنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِنَ الْعَذَابِ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ۔ (ہرگز نہ خیال کریں آپ ان لوگوں کا جو اتراتے ہیں)

نَحْوُ: لَا تَحْسَبَنَّ میں خطاب رسول اللہ ﷺ کو ہے۔ ایک مفعول الَّذِينَ يَفْرَحُونَ کا جملہ ہے۔ اور دوسرا مفعول بِمَفَازَةٍ ہے۔ اور فلا تحسبنہم فائزین۔

بِمَا آتَوْا (اس پر جو انہوں نے کیا) یہ حضرت ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قراءت ہے اور جاء اور آتی بمعنی فعل آیا ہے۔ جیسا کہ اس آیت میں مذکور ہے۔ اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهُ مَاتِيًا (مریم ۶)۔ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا فَرِيًّا (مریم ۲۷)۔ نَحْنُ بِرَبِّهِ كِي قراءت میں بما آتوا یعنی اعطا ہے۔ وَيُحِبُّونَ أَنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِنَ الْعَذَابِ (اور وہ پسند کرتے ہیں کہ انکی تعریف ان کاموں پر بھی کی جائے جو انہوں نے نہیں کئے پس ہرگز ان کو عذاب سے بچنے والے مت خیال کرو) مفازة کا معنی نجات پانے والے ہے۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ۔ (ان کے لئے دردناک عذاب ہے) یہاں الیم بمعنی مولم ہے۔ روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہود سے کسی ایسی چیز کے بارے میں دریافت فرمایا جو تورات میں مذکور تھی۔ انہوں نے حق کو چھپا کر آپ کو غلط خبر دی۔ اور ظاہر یہ کیا کہ انہوں نے سچ بولا ہے۔ اور آپ سے تعریف کے طالب ہوئے۔ اور اپنی تدلیس پر بڑے خوش ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ ﷺ کو اس کی اطلاع دی۔ اور ان کے لئے وعید اتار کر آپ کو تسلی دی۔ مطلب یہ ہوا تم ہرگز یہود کو عذاب سے چھوٹنے والا مت خیال کرو۔ انکی اس تدلیس پر جو آپ سے انہوں نے کی اور پھر تعریف کے طالب ہوئے اس پر جو انہوں نے نہیں کیا تھا یعنی آپ کے سوال کا درست جواب دینا۔

دوسرا قول یہ بھی ہے کہ وہ منافقین تھے جو اس پر خوش تھے کہ انکو مسلمانوں کے سامنے صرف اظہار ایمان ہی کفایت کرنے والا ہے اور اس سے انکی اغراض بھی پوری ہوتی ہیں۔ اور اس سے وہ اپنے ایمان کی تعریف کروانا چاہتے ہیں جو حقیقت میں ان میں مفقود ہے۔ مَسْتَكِلَّةً: اس میں ایسے لوگوں کیلئے وعید ہے جو کوئی نیکی کر کے پھر اتراتے پھرتے ہیں اور انکی غرض یہ ہوتی ہے کہ لوگ انکی ایسے

اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ

بلاشبہ آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں اور یکے بعد دیگرے رات دن کے آنے جانے میں عقل والوں کے لئے

لَاُوْلٰى الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۰﴾ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَقُعُوْدًا وَّعَلٰى

نشانیوں ہیں، جو اللہ کو یاد کرتے ہیں کھڑے ہوئے بیٹھے ہوئے اور لیٹے

جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا

ہوئے۔ اور فکر کرتے ہیں آسمان اور زمین کے پیدا کرنے میں۔ اے ہمارے رب

خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۱﴾ رَبَّنَا اِنَّكَ مَنْ

آپ نے اس کو عبث پیدا نہیں فرمایا، ہم آپ کی پاکی بیان کرتے ہیں۔ سو آپ ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا دیجئے، اے ہمارے رب اس میں شک نہیں کہ

تُدْخِلُ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهُ ۚ وَمَا لِلظَّالِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۱۹۲﴾ رَبَّنَا اِنَّا

جسے آپ دوزخ میں داخل فرما دیں تو واقعی آپ نے اس کو رسوا کر دیا، اور ظالموں کے لئے کوئی مددگار نہیں۔ اے ہمارے رب بلاشبہ ہم نے

سَمِعْنَا مَنَادًا يَّادٰى لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۚ رَبَّنَا

ایک پکارنے والے کو سنا کہ وہ ایمان کے لئے پکار رہا ہے کہ تم ایمان لاؤ اپنے رب پر، سو ہم ایمان لے آئے۔ اے ہمارے رب

فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكْفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ﴿۱۹۳﴾

سو آپ مغفرت فرما دیجئے ہمارے گناہوں کی، اور کفارہ کر دیجئے ہمارے گناہوں کا اور ہمیں نیک بندوں کے ساتھ موت دیجئے۔

افعال سے تعریف کریں جو انہوں نے نہیں کیے۔

ملکیت عامہ سے یہود کی مذمت:

۱۸۹: وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ (آسمان وزمین اللہ تعالیٰ ہی کی ملک ہیں) وہ ان کے معاملات کا اختیار رکھتا ہے۔ اس میں ان لوگوں کی مذمت فرمائی۔ جَوٰنَ اللّٰهِ فَقِيْرٌ (آل عمران: ۸) کا نعرہ مارنے والے تھے۔ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ (اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتے ہیں) وہ ان کو عذاب دینے کی بھی قدرت رکھتے ہیں۔

دلائل عقلیہ سے قدرت و عظمت باری کا اثبات:

۱۹۰: اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُوْلٰى الْاَلْبَابِ۔ (بیشک آسمان وزمین کی

پیدائش اور دن رات کے آنے جانے میں البتہ نشانیاں ہیں) کیونکہ خالق کی ہستی میں کمال علمی، ہمہ گیر قدرت اور ارادہ و حکمت کے ثبوت کی کھلی دلیلیں موجود ہیں۔ لَٰوُلٰی الْاَلْبَابِ (ان لوگوں کیلئے جن کو دانش و فہم حاصل ہے) اور انکی عقل خواہشات سے اس طرح خالی ہو جس طرح مغز جھلکے سے۔ پس اس کی رائے یہ ہے کہ جواہر میں پیدا شدہ عرض جواہر کے حدوث کی علامت ہے۔ کیونکہ کوئی جو ہر عرض حادث سے جدا نہیں ہو سکتا اور جو کسی حال میں حادث سے خالی نہ ہو وہ حادث ہے پھر اس کا حدوث کسی محدث کے وجود کی دلیل ہے۔ اور وہ ذات قدیم ہے۔ ورنہ یہ سلسلہ غیر متناہی محدثوں کی طرف منتقل ہو جائے گا۔ جو کہ باطل ہے پس وجود قدیم ثابت ہو گیا۔

اسی طرح اس کی حسن صنعت اسکے علم کی دلیل ہے۔ اور صنعت کی پختگی اس کی حکمت کی دلیل ہے۔ اور اس کا باقی رہنا اس کی قدرت کی دلیل ہے۔ رسول مقبول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس آدمی پر افسوس ہے کہ جس نے اس آیت کو پڑھا اور اس کی تلاوت میں غور و فکر نہ کیا (السیوطی والدراہمور) بنی اسرائیل کی حکایات میں ہے کہ بنی اسرائیل میں جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی تیس سال عبادت کرتا تو اس پر بادل سایہ کرتا۔ ایک نوجوان نے تیس سال عبادت کی مگر اس پر بادل نے سایہ نہ کیا۔ اس کی والدہ نے کہا اس زمانہ میں شاید تم سے کوئی لغزش صادر ہوئی ہو۔ اس نے کہا مجھے تو یاد نہیں۔ اس نے کہا شاید تم نے کبھی آسمان کو دیکھ کر عبرت نہ حاصل کی ہو۔ اس نے کہا شاید یہی ہو۔ پس وہ انعام تمہیں اسی سے ملے گا۔

۱۹۱: اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَاَلْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

تَحْوِيل: اَلَّذِيْنَ (جو لوگ) یہ مجرور مانیں تو اُولٰی کی صفت ہے یا اعنی کو مضمّر مانیں تو منصوب ہے۔ ہم کو مبتداء محذوف مانیں تو خبر مرفوع ہے۔ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ (اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں) یعنی نماز پڑھتے ہیں۔ قِيَامًا (کھڑے ہونے کی حالت میں) جبکہ ان کو قیام پر قدرت ہو۔ وَّ قُعُوْدًا (بیٹھنے کی حالت میں) وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ (اپنے پہلوؤں پر) یعنی جب قیام و قعود سے عاجز ہوتے ہیں۔

تَحْوِيل: قِيَامًا وَّ قُعُوْدًا۔ يَذْكُرُوْنَ کی ضمیر فاعلی سے حال ہیں اور عَلٰى جُنُوْبِهِمْ بھی حال ہے۔

دوسری تفسیر: ان حالات کا ذکر کر کے اسی حالت میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا بیان فرمایا کیونکہ ان حالات سے انسان کم ہی خالی ہوتا ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو کوئی جنت کے باغات میں چرنا اور کھانا پینا چاہتا ہے وہ کثرت سے اللہ کو یاد کرے۔

مخلوق میں غور و فکر عبادت ہے:

وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَاَلْاَرْضِ (وہ آسمان و زمین کی پیدائش میں غور و فکر کرتے ہیں) اور جس چیز پر ان بڑے اجسام کی ایجاد اور انکی شاندار صنعت دلالت کرتی ہے اور وہ اشیاء جن کے بعض عجائب کے ادراک سے انسانی فہم عاجز و در ماندہ ہیں جیسے صانع کی عظیم شان سلطنت اور اس کی بڑائی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ ایک شخص بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ اوپر کو منہ تھا اچانک اس کی نگاہ آسمان اور ستاروں پر پڑی۔ تو

کہنے لگا میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرا ایک مالک اور خالق ہے۔ اے اللہ مجھے بخش دے اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف نظر رحمت فرمائی اور اس کو بخش دیا۔ (رواہ اعلیٰ ابن حبان) آپ ﷺ نے فرمایا۔ سوچ و بچار جیسی کوئی عبادت نہیں (رواہ البیہقی فی شعب الایمان) ایک قول یہ بھی نقل کیا گیا۔ سوچ و بچار غفلت کو ختم کرتی ہے اور دل میں خشیت پیدا کرتی ہے اور غم کی طرح کوئی چیز دل کو جلا نہیں دیتی اور تفکر کی طرح کوئی چیز دل کو روشن نہیں کرتی۔ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا (اے ہمارے رب تو نے اس کو بیکار پیدا نہیں فرمایا) یہ حال کے محل میں ہے۔ یعنی یہ کہتے ہوئے وہ سوچ و بچار میں مصروف ہوتے ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ آپ نے اس کو بیکار مخلوق نہیں بنایا جس میں کوئی حکمت نہ ہو۔ بلکہ اس کو کسی عظیم الشان حکمت کے تحت پیدا فرمایا۔ ایک حکمت ان میں سے یہ ہے کہ تو نے اس کو مکلفین کی رہائش گاہ بنایا۔ اور اس میں ان کے تجھے پہچاننے کیلئے بہت سے دلائل موجود ہیں۔ اور ہذا کا اشارہ خلق کی طرف ہے اور وہ اس طرح کہ مراد اس سے مخلوق ہو۔ یا اس کا مشاۃ الیہ السموات والارض ہیں۔ کیونکہ وہ بھی مخلوق کے مفہوم میں داخل ہیں۔ گویا اس طرح کہا گیا۔ مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا

سُبْحٰنَكَ (اے اللہ تو سبحان ہے) باطل مخلوق کے اوصاف سے تو پاک ہے۔

سُبْحٰنَكَ یہ جملہ معترضہ ہے۔ فِیْنَا عَذَابَ النَّارِ (اے اللہ تو ہمیں آگ کے عذاب سے بچا) اس میں فاکو اس لئے لایا گیا کیونکہ اس میں جزاء کا معنی پایا جاتا ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ اِذَا نَزَّهْنٰكَ فَقِنَا جِبْہِمُ نے آپ کو سبحان مان لیا تو تو ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔

حقیقی رسوائی ہمیشہ دوزخ میں رہنا ہے:

۱۹۲: رَبَّنَا اِنَّكَ مَنْ تَدْخِلُ النَّارَ فَقَدْ اَخْرَيْتَهُ وَمَا لِلظَّالِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ۔ (اے ہمارے رب بیشک تو نے جس کو آگ میں داخل کر دیا پس اس کو رسوا کر دیا) اس کی تذلیل کردی یا اس کو ہلاک کر دیا یا اس کو رسوا کر دیا۔ غلط استدلال: اس آیت میں: یَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهُ (التحریم-۸) کو ملا کر استدلال کیا۔ کہ جو آگ میں داخل ہو وہ مؤمن نہیں ہو سکتا کیونکہ آگ میں داخل ہونے والا اس میں ہمیشہ رہے گا۔

جواب: جابر رضی اللہ عنہ نے کہا مؤمن کو رسوا کرنے کا مطلب اس کو ادب سکھانا ہے۔ اور رسوائی تو اس سے بڑھ کر ہے۔

دونوں آیات کے ظاہر تضاد کا ازالہ: یَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ: الایۃ میں کامل ایمان والوں کا تذکرہ ہے اور معہ اس کا قرینہ ہے۔ اور اس آیت میں مَنْ تَدْخِلُ النَّارَ عام ہے اور حضرت انس کے بقول اس سے ہمیشہ دوزخ میں رہنے والا مراد ہے۔ وَمَا لِلظَّالِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ (اور ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا) لِلظَّالِمِيْنَ سے مراد آگ میں داخل ہونے والے، کفار مراد ہیں انصار سے مراد معاون و سفارشی جو انکی سفارش کر سکیں جیسا کہ ایمان والوں کیلئے ہونگے۔

بڑے منادی کی نداء:

۱۹۳: رَبَّنَا اِنَّا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا وَتَوَقَّفْنَا مَعَ الْاَبْرَارِ۔ (اے ہمارے رب ہم نے ایک منادی کو سنا جو ایمان کی نداء دے رہا تھا)

مجاورہ ہے: سمعت رجلاً يقول كذا اس میں فعل کو رجل پر ڈالا اور جو چیز سنی اس کو حذف کر دیا کیونکہ تم نے اس چیز سے اس کا وصف بیان کیا جو وہ سنتا ہے۔ اس لئے سنی ہوئی چیز کے ذکر کی ضرورت نہ رہی۔ اگر فعل سے اس کی صفت نہ کی جاتی تو اس طرح کہتے: سمعت كلام فلان۔ المنادی سے مراد یہاں رسول اللہ ﷺ یا قرآن مجید ہے۔ يُنَادِي لِلْاِيْمَانِ: وہ ایمان کی نداء دے رہا تھا۔ یعنی لام اجلیہ ہے وہ ایمان باللہ کیلئے منادی دے رہا تھا اس میں منادی کی شان کو خوب بڑھا کر ذکر کیا۔ گویا اس طرح کہا کوئی منادی اس سے زیادہ بڑا نہیں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان کی دعوت دے رہا ہو۔ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ اَنْ مصدر یہ اور بیا مقدر یا اَنْ تفسیر یہ منادی ایمان آمنوا کے لفظ سے تھی۔ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا (تم ایمان لاؤ اپنے رب پر پس ہم ایمان لے آئے)

شیخ ماتریدی کا قول:

شیخ ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ایمان میں استثناء کے باطل ہونے کی اس میں دلیل ہے۔ (یعنی اس طرح کہنا غلط ہے کہ میں ان شاء اللہ مؤمن ہوں بلکہ اس طرح کہنا چاہیے کہ میں یقیناً مؤمن ہوں۔ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا (اے ہمارے رب تو پھر ہمارے گناہوں کو بخش دے) ہمارے کبائر کو بخش دے۔ (فاغفر کی فاسیہ ہے پہلا کلام بعد والے کلام کا سبب ہے۔

وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا (اور ہمارے صغیرہ گناہوں کو ہم سے مٹا دے) وَتَوَقَّفْنَا مَعَ الْاَبْرَارِ۔ (ہمیں نیکوں کے ساتھ وفات دے) یعنی انکی دوستی کے ساتھ خاص فرما اور ان میں ہمارا شمار فرما۔ الْاَبْرَارِ جمع برّ یا بار کی ہے۔ اس سے مراد سنت کو مضبوطی سے تھامنے والے لوگ۔ اسی طرح کی جمع رب، ارباب اور صاحب اصحاب ہے۔

رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَنَا عَلٰی رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيَمَةِ ۚ اِنَّكَ لَا تَخْلِفُ

اے ہمارے رب اور ہمیں عطا فرمائیے جو آپ نے اپنے رسولوں کی معرفت وعدہ فرمایا اور قیامت کے دن ہمیں رسوا نہ کیجئے، بلاشبہ آپ وعدہ خلافی

الْمِيعَادِ ۙ ۱۹۴ ۝ فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اِنَّیْ لَا اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْکُمْ

نہیں فرماتے۔ پس اللہ پاک نے ان کی دعا قبول فرمائی کہ میں ضائع نہ کروں گا تم میں سے کسی عمل کرنے والے کے عمل کو

مِّنْ دَّکْرِ اَوْ اُنْثٰی ۚ بَعْضُکُمْ مِّنْ بَعْضٍ ۚ فَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَاٰخِرُ حَوَامِلٍ

مرد ہو یا عورت تم آپس میں ایک دوسرے سے ہو سو جن لوگوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکالے

دِیَارِهِمْ وَاُوْدُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ وَقَتْلُوْا وَقُتِلُوْا لَا کُفْرَانَ عَنْهُمْ سِیَّاتِهِمْ

گئے اور میری راہ میں ان کو ایذا دی گئی اور انہوں نے جنگ کی اور قتل کئے گئے سو میں ضرور ضرور ان کے گناہوں کا کفارہ کر دوں گا۔

وَلَا دُخْلَنَّهُمْ جَنَّتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ

اور ان کو ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ یہ بدلہ ملے گا اللہ کے پاس سے

وَاللّٰهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الثَّوَابِ ۝ ۱۹۵

اور اللہ کے پاس اچھا بدلہ ہے۔

وعدہ والوں میں شمولیت کی دُعا:

۱۹۴: رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَنَا عَلٰی رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيَمَةِ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيعَادَ (اے ہمارے رب دے

ہمیں جو آپ نے وعدہ فرمایا اپنے پیغمبروں کی زبانی) یعنی رسولوں کی تصدیق کے بدلہ میں جو وعدہ کیا یا پیغمبروں پر جو وعدہ تو نے

نازل کیا تھا یا اپنے پیغمبروں کی زبانی کئے ہوئے وعدے۔

نَحْمَدُکَ: علی یہ وعدتنا سے متعلق ہے۔ جس چیز کا وعدہ کیا گیا ہے وہ ثواب ہے یا دشمنوں پر نصرت۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ

سے وعدے کی تکمیل طلب کی حالانکہ اللہ تعالیٰ تو اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں فرماتے۔ کیونکہ اس دعا کا مطلب یہ ہے۔ اے

اللہ ہم آپ سے اس بات کی توفیق طلب کرتے ہیں کہ جو اسباب اس وعدہ کی تکمیل کرنے والے ہیں ہمارے حق میں انکی حفاظت

فرما۔ یا یہ مطلب ہے کہ ہمیں ان لوگوں میں سے کر دے کہ جن کے حق میں تیرا وعدہ ہے۔ کیونکہ وعدہ میں اس بات کو ظاہر نہیں کیا

گیا کہ یہ کن کے لئے ہے۔ یا مراد یہ ہے ہمیں اس راستہ پر ثابت قدمی عنایت فرما جو ہمیں تیرے وعدے تک پہنچا دے اور اس کی

تائید آیت کا اگلا حصہ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيَمَةِ کر رہا ہے۔ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيَمَةِ (اور تو ہمیں قیامت میں رسوا نہ فرما) اس میں

مزید خشوع و خضوع کو ذکر کیا۔ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ (بلاشبہ آپ وعدے کی خلاف ورزی نہیں فرماتے) یہ میعاد مصدر میسی ہے وعدے کے معنی میں آیا ہے۔

۱۹۵: فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّي لَا اُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى بَعْضُكُم مِّنْ بَعْضٍ فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاٰخِرِ جُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقَتْلُوْا وُقُتِلُوْا لَا كُفْرًا عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَا ذُحِلَّتْ عَنْهُمْ جَنَّتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا اِلَّا نَهْرٌ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الثَّوَابِ۔ فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ (پس ان کے رب نے انکی دعا قبول فرمائی) یہاں استجاب اجاب کے معنی میں ہے۔

اِنِّي یہاں با اس سے قبل محذوف ہے۔ بایں طور لَا اُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ (کہ میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کا کوئی عمل ضائع نہیں کروں گا)

مِنْكُمْ: منکم یہ عامل کی صفت ہے۔ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى یہ عامل کا بیان ہے۔ خواہ وہ کریمو الامرد ہو یا عورت۔

کاملین کے ساتھ شرکت کا وعدہ:

بَعْضُكُم مِّنْ بَعْضٍ (تم ایک دوسرے سے ہو) مرد عورتوں میں سے اور عورتیں مردوں میں سے تم سب اولاد آدم ہو یا تم دین و نصرت میں ایک دوسرے کی معاونت کرنے والے ہو۔ یہ جملہ معترضہ ہے۔ اس سے عورتوں کی مردوں کے ساتھ ان وعدہ ہائے ربانی میں شرکت بتلائی جو اس نے اپنے کامل فرمانبردار بندوں سے کر رکھے ہیں۔ حضرت جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے۔ کہ جس شخص کو کوئی معاملہ پیش آئے اور وہ پانچ مرتبہ ربنا اتنا ما وعدتنا پڑھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو خوف سے نجات دیتے ہیں اور اس کا مقصود پورا فرمادیتے ہیں۔ فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا (پس وہ لوگ جنہوں نے ہجرت کی)

الَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مبتداء ہے لَا كُفْرًا عَنْهُمْ یہ خبر ہے۔ فَالَّذِيْنَ سے عاملین کے عمل کی تفصیل ذکر فرمائی۔ اس سے عامل کی بڑائی ظاہر ہوتی ہے گویا اس طرح فرمایا جنہوں نے یہ شاندار، اعلیٰ اعمال انجام دیئے جیسے ہجرت عن الوطن وہ اپنے دین میں اس طرح کامیاب ہیں کہ وہ بارگاہ الہی میں مامون ہونگے۔ ہجرت خواہ آخر زمانہ میں واقع ہو وہ اسی طرح ہے جو ابتدائے اسلام میں تھی۔ وَاٰخِرِ جُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ (وہ اپنے گھروں سے نکالے گئے) جہاں وہ پیدا ہوئے اور پرورش پائی۔ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ (اور ان کو میری راہ میں تکلیف دی گئی) خواہ وہ تکلیف ضرب و شتم کی قسم سے تھی یا ضیاع اموال کی صورت میں تھی۔ سبیلی سے مراد اللہ تعالیٰ کے دین کی خاطر ہے۔ وَقَتْلُوْا وُقُتِلُوْا (انہوں نے کفار سے لڑائیاں کیں اور شہید کر دیئے گئے)

قراءت: مکی و شامی نے قُتِلُوْا پڑھا ہے۔ اور حمزہ علی نے وَقَتْلُوْا وُقُتِلُوْا تقدیم و تاخیر سے پڑھا ہے۔

مَنْسَبَةٌ: اس آیت میں دلیل ہے کہ وادو ترتیب کو لازم نہیں کرتی لَا كُفْرًا عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَا ذُحِلَّتْ عَنْهُمْ جَنَّتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا اِلَّا نَهْرٌ (میں ضروران سے انکی غلطیاں مٹا دوں گا اور ضروران کو ایسے باغات میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں چل رہی ہیں) یہ قسم محذوف کا جواب ہے۔ ثَوَابًا یہ محذوف فعل کا مفعول مطلق بطور تاکید لایا گیا ہے۔ یعنی اثابة یا تشویباً۔ من عند اللہ۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور ثواب، یعنی تشویباً من عند اللہ ہے کیونکہ لَا كُفْرًا عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَا ذُحِلَّتْ عَنْهُمْ۔

لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي الْبِلَادِ ۖ مَتَاعٌ قَلِيلٌ ثُمَّ

ہرگز دھوکہ میں نہ ڈالے آپ کو کافروں کا شہروں میں آنا جانا یہ تھوڑا سا نفع ہے۔ پھر

مَا لَهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۖ لَكِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ

ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بُرا بچھونا ہے۔ لیکن وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈرتے رہے ان کے لئے

جَنَّتْ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا نَزِلًا مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ ۖ وَمَا

بارغ ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہ مہمانی ہوگی اللہ کی طرف سے۔ اور جو

عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ لِّلْأَبْرَارِ ۖ

اللہ کے پاس ہے بہتر ہے نیک بندوں کے لئے۔

الثالثة

لائيںہم کے معنی میں ہے وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الثَّوَابِ۔ اللہ تعالیٰ ہی کے ہاں اچھا بدلہ ہے یعنی ذات باری تعالیٰ ہی یہ بدلہ دے سکتی ہے اور کسی کے بس کی بات نہیں۔

نشانِ نزول: مسلمانوں کی ایک جماعت نے کہا کہ کفار تو مزے لے رہے ہیں اور ہم بھوک سے نڈھال ہیں اس پر یہ آیات اتریں۔ استقامت علی الحق کا لطیف انداز:

۱۹۶: لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي الْبِلَادِ۔ (اے مخاطب تمہیں کفار کا شہروں میں آنا جانا دھوکہ میں مبتلا نہ کرے) اس میں ہر ایک کو خطاب کیا گیا یا نبی اکرم ﷺ کو خطاب کر کے مراد دوسرے لئے گئے یا قوم کے سربراہ کو خطاب کیا جاتا ہے۔ اور اس کو مخاطب کرنا تمام کو خطاب کے قائم مقام ہوتا ہے۔ گویا اس طرح فرمایا لَا يَغُرَّنَّكُمْ تَقَلُّبُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي الْبِلَادِ۔

نمبر ۲۔ آپ ﷺ تو انکی حالت کی وجہ سے دھوکہ میں مبتلا ہونے والے نہ تھے۔ اس سے آپ کو اس بات پر ثابت قدم رکھنے اور لازم کرنے کیلئے یہ انداز اختیار کیا گیا۔ جیسا کہ اس آیت میں ہے: فَلَا تَكُونَنَّ ظَهِيرًا لِّلْكَافِرِينَ (القصص: ۸۶) وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ (الانعام: ۱۳) یہ تو نبی میں اس کی دو نظیریں ہیں۔ امر میں اس کی نظیر اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ (الفاتحہ: ۵) يٰۤاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا اٰمِنُوا (النساء: ۱۳۶) ہے۔

فانی بہر حال قلیل ہے:

۱۹۷: مَتَاعٌ قَلِيلٌ ثُمَّ مَا لَهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ۔ مَتَاعٌ قَلِيلٌ (تھوڑا سا نفع حاصل کرنا ہے)

مَحْجُور: یہ مبتدائے محذوف تَقَلُّبِهِمْ فِي الْبِلَادِ کی خبر ہے۔ قلیل کہنے کی وجہ۔ نمبر ۱: آخرت باقیہ کی نعمتوں کو ضائع کر دیا اور فانی

وَإِنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَمَنْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ وَمَا أُنْزِلَ

اور بلاشبہ بعض اہل کتاب ایسے ہیں جو ایمان لاتے ہیں اللہ پر اور اس پر جو نازل کیا گیا تمہاری طرف اور جو نازل کیا گیا

إِلَيْهِمْ خَشِعِينَ لِلَّهِ لَا يَشْتَرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ لَهُمْ

ان کی طرف جو عاجزی کرنے والے ہیں اللہ کے لئے وہ نہیں خریدتے اللہ کی آیات کے بدلہ تھوڑی سی قیمت، یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے

أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿١٩٨﴾

ان کا اجر ہے ان کے رب کے پاس، بے شک اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔

دنیا کی چند لذات لے لیں۔ نمبر ۲۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کیلئے جو ثواب تیار کر رکھا ہے۔ اس کے مقابلہ میں یہ قلیل ہے۔ نمبر ۳۔ دنیا کے ختم ہونے کی وجہ سے یہ ذاتی طور پر حقیر ہے ہر زائل ہونے والی چیز قلیل کہلاتی ہے۔ ثُمَّ مَا لَهُمْ جَهَنَّمَ وَبِئْسَ الْمِهَادُ (پھر ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بدترین ٹھکانہ ہے) گویا انہوں نے اپنے لئے بہت بری چیز تیار کی ہے۔ متقین کو خلود والی نعمتیں ملیں گی:

۱۹۸: لَكِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا نَزُلًا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ لِلْأَبْرَارِ۔

(لیکن وہ لوگ جنہوں نے اپنے رب کا تقویٰ اختیار کیا) یعنی شرک سے بچ گئے۔ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا نَزُلًا (ان کے لئے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں چل رہی ہیں اور وہ ان باغات میں ہمیشہ رہنے والے ہیں بطور مہمان) النَّزْلُ وَالنُّزْلُ کا معنی مہمان کو پیش کیا جانے والا کھانا۔

تین تراکیب:

نَزُلًا یہ حال ہے۔ جَنَّاتٌ سے۔ اس میں عامل لَهُمْ کلام ہے۔

نمبر ۲۔ یہ مصدر مؤكد ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا۔ رَزَقًا یعنی جعل ذلک رزقًا۔

نمبر ۳۔ عطاء۔ جعل ذلک عطاءً

مَنْ عِنْدَ اللَّهِ (اللہ کے ہاں) یہ نزلاً کی صفت ہے۔ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ (اور جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے) بے شمار اور دائمی خیرٌ لِلْأَبْرَارِ (وہ ابراہار کیلئے بہت بہتر ہے) اس کی بہ نسبت جس کیلئے کفار و فجار سمراتے پھر رہے ہیں کیونکہ وہ قلیل و زائل ہے۔

اہل نحو کے ہاں لیکن استدراک کیلئے آتا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اگرچہ وہ نفع اٹھارہے ہیں لیکن ان کے نفع اٹھانے میں بقاء نہیں۔ یہ بقاء متقین کیلئے ہوگی۔ یہ تشدید کے ساتھ لیکن بھی استعمال ہوتا ہے۔

۱۹۹: وَإِنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَمَنْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ خَشِعِينَ لِلَّهِ لَا يَشْتَرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ

اے ایمان والو صبر کرو اور مقابلہ میں جم کر رہو اور نیک کاموں میں لگے رہو اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم

تُفْلِحُونَ ﴿۲۰۰﴾

کامیاب ہو جاؤ۔

ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ۔

شَّانِ نَزُولٍ: نمبر ۱۔ یہ آیات حضرت عبداللہ بن سلام اور ان کے رفقاء رضی اللہ عنہم کے متعلق نازل ہوئیں۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اہل کتاب میں سے اسلام قبول کیا۔

نمبر ۲۔ اہل نجران میں چالیس آدمی جو اسلام لائے۔

نمبر ۳۔ اور اہل حبشہ میں سے ۳۲ بتیس آدمی اور آٹھ روم سے آئے وہ عیسیٰ علیہ السلام کے دین پر تھے وہ اسلام لے آئے۔ وَأَنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَمَنْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ (بیشک اہل کتاب میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں) نحوی تحقیق:

نمبر ۱: اِنْ کے اسم پر لام ابتداء داخل ہے کیونکہ ظرف کی وجہ سے فاصلہ ہو گیا۔ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ اور جو اتارا گیا تمہاری طرف یعنی قرآن مجید۔ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ (اور وہ جو اتارا گیا انکی طرف) یعنی تورات وانجیل۔ خَشِعِينَ لِلَّهِ (اس حال میں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے ہیں)

نمبر ۲: یہ یؤمن کے فاعل سے حال ہے کیونکہ من یؤمن لفظاً اگرچہ مفرد ہے مگر معنای جمع ہے۔ لَا يَشْتَرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ ثَمَنًا قَلِيلًا (وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کے بدلے تھوڑی قیمت لینے والے نہیں ہیں) جیسا کہ غیر مسلم احبار اور ان کے دیگر بڑے کرتے تھے۔

نمبر ۳: یہ حال کے بعد حال ہے۔ یعنی اس حال میں کہ وہ خریدنے والے نہیں ہیں۔ أُولَٰئِكَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ (ایسے لوگوں کیلئے ان کا اجر ان کے رب کے ہاں ہے) مراد اس سے وہ مخصوص اجر ہے۔ جو ان کو ملے گا۔ اور وہی اجر ہے جس کا وعدہ اس ارشاد ربانی میں فرمایا گیا ہے اُولَٰئِكَ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُمْ مَرْتَبِينَ کہ ان لوگوں کو اجر دو مرتبہ ملے گا۔ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ (بیشک اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والے ہیں) کیونکہ اس کا علم ہر چیز پر حاوی ہے۔

صبر و تقویٰ کا میابی کا راز ہے:

۲۰۰: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ۔ (اے ایمان والو! تم صبر کرو) دین کے سلسلہ میں اور اس کی خاطر آنے والی تکالیف پر حضرت جنید رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ صبر۔ نفس کو ناپسند چیز پر روکنا اور گھبراہٹ کا اظہار

نہ کرنا۔ وَصَابِرُوْا (اور دشمن کے مقابلہ میں جہاد کے شہداء پر صبر کرو) یعنی لڑائی کی تکالیف برداشت کرنے میں ان پر غالب آ جاؤ۔ اور صبر و ثبات میں ان سے پیچھے نہ رہو۔ وَرَّابِطُوْا (اور مقابلہ کیلئے تیار رہو) یعنی سرحدات پر پہرے کے ساتھ قائم رہو۔ اور گھوڑے باندھو۔ غزوہ کیلئے ہر وقت تیار اور دشمن کی گھات میں رہو۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ) الفلاح ناپسند چیز سے چھٹکارا پالینے کے بعد پسندیدہ چیز کے ساتھ باقی رہنا۔ لعل کا استعمال اس لئے کیا کیونکہ نتائج تو معلوم نہیں۔ کہیں اعمال کرنے سے پہلے فقط امیدوں پر بھروسہ کر کے نہ بیٹھ جائیں۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ تم میری محبت میں صبر کرو اور میری نعمتوں میں دوسروں سے بڑھ کر صبر کرو۔ اور میری اطاعت میں اپنے آپ کو باندھ کر رکھو۔ تاکہ تمہیں میری قربت میسر ہو۔

فضیلتِ سورت:

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا تم الزہرا وین کو پڑھا کرو۔ یعنی البقرہ اور آل عمران۔ یہ قیامت کے دن اس طرح آئیں گی جیسے سائبان ہوتے ہیں یا بادل ہوتے ہیں۔ یا پرندوں کے جھنڈ ہوتے ہیں۔ اور پڑھنے والے کی سفارش کریں گی۔ (رواہ مسلم)

واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب بحمد اللہ۔

تمت ترجمہ سورۃ آل عمران یوم الجمعہ ۱۲ صفر ۱۴۲۳ھ، ۲۶ اپریل ۲۰۰۲ء

اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ بَعْدَ قَدْرَتِكَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ

سُورَةُ النِّسَاءِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ فِي ثَمَانِ مِائَةٍ وَتِسْعِينَ آيَةً وَتَرْتِيبُهَا فِي الْقُرْآنِ كَمَا تَرْتِيبُهَا فِي الْوَحْيِ

سورۃ نساء مدینہ میں نازل ہوئی اس میں ایک سو ستتر آیتیں اور چوبیس رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا فرمایا، اور اس جان سے

مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي

اس کا جوڑا پیدا فرمایا اور ان دونوں سے بہت سارے مرد اور عورتیں پھیلا دیئے، اور اللہ سے ڈرو جس کے واسطے سے

تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا ۝۱ وَآتُوا الْيَتَامَىٰ

آپس میں سوال کرتے ہو، اور قرابت داریوں سے بھی ڈرو، بے شک اللہ تم پر نگہبان ہے اور یتیموں کو

أَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا الْخَيْثَ بِالطَّيِّبِ ۚ وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَهُمْ إِلَىٰ

ان کے مال اور مت بدلو خبیث مال کو اچھے مال سے، اور مت کھاؤ ان کے مالوں کو اپنے مالوں

أَمْوَالِكُمْ ۚ إِنَّهُ كَانَ حُوبًا كَبِيرًا ۝۲

میں ملا کر، بے شک ایسا کرنا بڑا گناہ ہے۔

تَفْسِيرُ آيَةٍ ۱:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً۔ (اے لوگو! تم اپنے رب سے ڈرو۔ جس نے تم کو پیدا کیا ایک جان سے اور اسی سے پیدا کیا اس کے جوڑے کو اور آدم و حوا سے پھیلا یا بہت سارے مردوں اور عورتوں کو) يَا أَيُّهَا النَّاسُ (اے اولاد آدم علیہ السلام)۔

صورتِ تخلیق:

اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ (آغاز تخلیق کے زمانہ میں ایک اصل یعنی تمہارے باپ حضرت آدم سے بنایا)۔

وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا يه محذوف پر عطف ہے۔ گویا اس طرح فرمایا۔ من نفس واحدة انشاها وخلق منها زوجها۔ مطلب یہ ہے ایک ذات سے تمہیں نکالا جس کی صورت یہ تھی۔ کہ اس نفس کو مٹی سے بنایا اور ان کی پسلیوں میں سے کسی پسلی سے (مادہ لے کر) ان کی بیوی حواء کو بنا دیا۔ وَبَثَّ مِنْهُمَا (اور ان دونوں یعنی آدم و حواء سے پھیلا یا)۔ رَجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً (بہت سے مردوں اور بہت سی عورتوں کو)۔ یعنی جنس انسانی کی دونوں انواع یعنی مرد و عورت کو۔ نفس انسانی کی ایسی صفت بیان کی جو انسانوں کی خلقت کی وضاحت و تفصیل کر رہی ہے۔

یا خالقکم سے متعلق ہے اور یَا أَيُّهَا النَّاسُ کا خطاب ان لوگوں سے ہے۔ جو رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے وقت تھے۔ مطلب یہ ہوا کہ تمہیں نفس آدم ﷺ سے پیدا کیا۔ اور اسی نفس سے تمہاری ماں حواء کو پیدا کیا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور بہت سی عورتیں تمہارے علاوہ ہلاک ہو جانے والی امتوں کی پیدا فرمائیں اور یہ حصر کے لئے ہے۔

ایک سوال کا جواب:

سوال: نظم کا انداز تو اس بات کا متقاضی ہے کہ تقویٰ کا حکم دینے کے بعد ایسی چیز لائی جاتی جو تقویٰ کی طرف دعوت دینے والی ہو۔ پھر کس طرح ان کا ایک جان سے پیدا کرنا۔ تقویٰ کی طرف ترغیب دینے والا بنتا ہے۔

جواب: تخلیق آدم و اولادہ، عظیم قدرت پر دلالت کرتا ہے اور جس کو اس جیسی قدرت ہو۔ تو وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ کفار و فجار کو سزا دینا بھی اس کے مقدورات میں سے ہے۔ پس اس میں غور و فکر اس بات کا داعی ہے۔ کہ ایسے قادر مطلق سے ڈرا جائے۔ اور اس کے عقاب کا خطرہ محسوس کیا جائے۔

کامل نعمت کا شکریہ:

اور ایک بات یہ بھی ہے کہ یہ ایک عظیم الشان کامل نعمت ہے۔ پس انسانوں پر لازم ہے کہ اس نعمت کی ناشکری سے گریز کریں۔

رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کے نازل ہونے کے وقت فرمایا۔ عورت کو مرد سے پیدا کیا گیا۔ پس اس کا مقصد مرد میں ہے اور مرد کو مٹی سے پیدا کیا پس اس کا فکر مٹی میں ہے (البیہقی)

وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ (اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو)۔ صُرْف: تساءل میں تساءل لون تھا۔ تا کو سین کر کے سین میں ادغام کر دیا۔ کیونکہ تا کے قریب حرف بمس سین ہے۔ قراءت: یہ تساءل لون۔ تخفیف کے ساتھ ہے عند الکونی۔ تائانیہ کو اجتماع تائین ثقیل ہونے کی وجہ سے حذف کر دیا۔ مطلب یہ ہوا کہ تم ایک دوسرے کو اللہ تعالیٰ اور رحم کا واسطہ دے کر سوال کرتے ہو۔ پس اس طرح کہتے ہیں باللہ و بالرحم افعل کذا اور مقصد اس سے شفقت حاصل کرنا ہوتا ہے۔

نحوی تحقیق:

وَالْأَرْحَامَ (اور رحموں کا) **مِنْحُوْرٌ**: یہ لفظ اللہ پر معطوف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ یعنی قطع رحمی سے ڈرو۔ یا جار مجرور کے مقام پر ہے جیسا کہتے ہیں مردت بزدو عمروا۔ یا ضمیر پر عطف کرتے ہوئے مجرور ہے۔ حمزہ کے نزدیک مگر یہ قول ضعیف ہے۔ کیونکہ ضمیر متصل وہ اسم متصل کی طرح ہے۔

اور جار مجرور ایک شئی کی طرح ہے۔ تو یہ بعض کلمہ پر عطف کے مشابہ ہوا۔
إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا (بیشک اللہ تم پر نگہبان ہے) یا تمہیں جاننے والے ہیں۔

تفسیر آیت ۲:

وَاتُوا الْيَتٰمٰی اَمْوَالَهُمْ (اور یتیموں کو ان کے اموال دو) یتامی سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے والد فوت ہو جائیں اور وہ اکیلے رہ جائیں۔

یتیم کا معنی:

الیتیم۔ افراد کو کہتے ہیں۔ اسی سے کہتے ہیں الذرة الیتیمہ۔ یکتا موتی۔ ایک قول یہ ہے کہ یتیم انسانوں میں وہ ہے جس کا باپ مر جائے اور بہائم میں یتیم وہ ہے جس کی ماں مر جائے۔ اس نام کا تقاضہ تو یہی ہے کہ ہر چھوٹے بڑے پر بولا جائے کیونکہ باپ سے منفرد ہونے کا معنی پایا جاتا ہے۔ مگر استعمال میں بلوغ سے قبل تک ہی بولا جاتا ہے جب وہ کسی کفیل و نگران سے مستغنی ہو جاتے ہیں۔ تو یہ نام ختم ہو جاتا ہے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: لَا یُتِمُّ بَعْدَ الْحَلْمِ۔ (ابوداؤد)
شریعت کے حکم کے طور پر نہ کہ لغت کے لحاظ سے۔ یعنی جب وہ بالغ ہو گیا تو اس پر بچوں کے احکام جاری نہ ہونگے۔

آیت کا مطلب:

اب آیت کا مطلب یہ ہے۔ اور تم یتیموں کو ان کے اموال بالغ ہونے کے بعد دے دو۔ یہاں ان کو یتامی، یتیمی کے زمانہ کے قریب ہونے کی وجہ سے فرمایا گیا جو بچپن تھا۔ (اب تو وہ بالغ ہو چکے) اس میں اشارہ فرمایا کہ اگر ان سے سمجھ بوجھ پائی جائے تو ان کے اموال ان کے حوالے کرنے میں حد بلوغ سے تاخیر نہ کی جائے۔ اور یتیمی اور بچپن کا نام زائل ہونے سے پہلے ہی ان کو وہ اموال سپرد کر دیئے جائیں۔

خبث کی مراد:

وَلَا تَبَدَّلُوا الْخَبِیْثَ بِالطَّیِّبِ (نہ تبدیل کرو خبیث کو بد لے طیب کے) نمبر ۱۔ حرام مال کو لینے کے طلبگار نہ بنو (یعنی یتامی کا مال) حلال مال کے بدلے میں جو کہ تمہارا اپنا مال ہے۔ نمبر ۲۔ خبیث بات کو بد لے میں نہ لو اور وہ یتیموں کا مال بلا نگرانی چھوڑنا ہے۔ پاکیزہ بات کے بدلے میں اور وہ اس کی حفاظت کرنا ہے اور اس سے بچنا۔

وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَىٰ فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ

اور اگر تم کو ڈر ہو کہ یتیموں کے بارے میں انصاف نہ کر سکو گے تو ان عورتوں سے نکاح کر لو جو عورتیں تم کو

النِّسَاءِ مَشْنَىٰ وَتِلْكَ وَرُبْعٌ ۚ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةٌ أَوْ مَا

پسند ہوں دو دو، تین تین، چار چار۔ سو اگر تم کو ڈر ہو کہ انصاف نہ کر سکو گے تو ایک ہی عورت سے نکاح کر لو، یا ان

مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ۚ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَلَّا تَعُولُوا ۝۳

لوٹڈیوں پر بس کرو جو تمہاری ملکیت ہوں۔ یہ اس سے قریب تر ہے کہ تم زیادتی نہ کرو،

نحو و صرف:

یہاں باب تفعّل بمعنی استفعال ہے اور یہ آتا رہتا ہے۔ اس کی نظیر تعجل بمعنی استعجال۔ وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَهُمْ إِلَىٰ أَمْوَالِكُمْ (اور ان کے مال نہ کھاؤ اپنے مالوں کے ساتھ ملا کر) خَجَمٌ: الیٰ کا متعلق محذوف ہے۔ اور یہ حال کے موقع پر ہے۔ یعنی اموالکم کی طرف مضاف ہے۔ مطلب یہ ہوا۔ ان کے اموال کو اپنے مالوں کے ساتھ اس طرح نہ ملاؤ۔ کہ تمہارے اور ان کے اموال میں تفریق نہ رہے۔ اس چیز کی پرواہ نہ کرتے ہوئے جو تمہارے حق میں حلال نہیں اور برابری کرنے لگو اس میں اور حلال میں۔ اِنَّهٗ كَانَ حُبًّا كَبِيْرًا۔ بیشک (وہ بہت بڑا گناہ ہے) ؕ سے مراد اس کا کھانا اور حوبا کبیرا کا معنی بڑا گناہ ہے۔

تَفْسِيْرُ آيَتِ ۳:

وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتَامَىٰ (اگر تمہیں خدشہ ہو کہ تم انصاف نہ کر سکو گے یتیموں کے معاملہ میں) اقسط۔ باب افعال بمعنی عدل کرنا۔ لا تقسطوا کا معنی عدل نہ کرنا۔ الیتامیٰ کا لفظ مذکر و مؤنث دونوں کیلئے بولا جاتا ہے۔ جمع یتیمہ و یتیم ہے۔ باقی ایتام جمع یتیم ہے فقط۔ فَاِنْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ (پھر تم نکاح کرو دوسری عورتوں میں سے جو تم پسند کرو) طاب کا معنی حلال:

طاب کا معنی حلال ہونا ہے۔ یعنی جو تمہارے لئے حلال ہوں۔ کیونکہ ان میں بعض عورتیں وہ ہیں جو حرام ہیں۔ ان کا تذکرہ آیت تحریم میں ہے۔ مَا كَا اسْتِعْمَالِ ذِي عَقْلِ كِي صَفَاتِ كِيْلَے آتا ہے۔ گویا یہاں اس طرح کہا گیا۔ الطيبات من النساء۔ پس تم نکاح کرو عورتوں میں سے پاکیزہ عورتوں سے۔ کیونکہ عقلاء میں طبقہ اناث بمنزلہ غیر عقلاء کے شمار ہوتا ہے۔ اور ارشاد الہی او ماملکت ایمانکم میں ماسی معنی میں ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ زنا میں حرج نہ سمجھتے تھے۔ ولایت یتامیٰ میں حرج سمجھتے تھے۔ پس انہیں کہا گیا۔ اگر تمہیں یتیم بچیوں کے متعلق ظلم و زیادتی کا خطرہ ہو اور زنا کا خدشہ ہو تو جو عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں

ان سے نکاح کرو اور محرمات کے گرد مت گھومو۔

تیسرا قول: وہ لوگ یتامی کے اموال میں نگرانی سے تنگی محسوس کرتے۔ اور بہت عورتیں رکھنے میں حرج محسوس نہ کرتے۔ اس کے باوجود کہ ان کے مابین کثرت کی وجہ سے زیادتیاں ہو جاتیں۔ تو ان کو مخاطب کر کے اس طرح فرما دیا جب تم اس میں دشواری محسوس کرتے ہو تو اس میں بھی حرج سمجھو اور اس سے بچو۔ اور کہہ دیا گیا۔ **وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا** کہ اگر تمہیں خطرہ ہو کہ یتیم بچیوں کے نکاح کے سلسلہ میں تم انصاف نہ کر سکو گے۔ تو بالغات سے نکاح کرو۔ یہ طاب طابت الثمرۃ سے ہے۔ اپنی میعاد کو پھل پہنچ گیا۔ گویا بالغ عورتیں (مگر اس معنی سے لکم بے فائدہ ٹھہرتا ہے۔ فتدبر) **مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ** (دو دو عورتوں سے تین تین عورتوں سے اور چار چار عورتوں سے) **مَنْحُورٍ**: یہ نکرہ ہیں۔ غیر منصرف ہیں کیونکہ عدل و وصف ان میں پائے جاتے ہیں۔ سیویہ نے اسی طرح کہا۔ یہ النساء سے محل نصب میں حال ہے۔ یا ما طاب سے حال ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ فانکحوا الطبیات لکم جو اس عدد تک پہنچنے والی ہیں۔ دو۔ دو اور تین تین اور چار چار۔

ایک سوال نکاح میں اعداد کے تکرار کی حکمت:

سوال: نکاح کرنے والے کیلئے مطلقاً جمع میں دو یا تین یا چار کو جمع کرنا درست ہے تو پھر مثنیٰ و ثلاث و رباع میں تکرار کا کیا مطلب ہے۔

جواب: خطاب تمام لوگوں کو فرمایا گیا۔ پس تکرار ضروری ہو گیا تا کہ ہر نکاح کرنے والا اس گنتی کو پورا کر سکے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ جس کو مطلقاً ذکر کیا گیا ہے۔ جیسا کہ تم ایک جماعت کو کہو۔ یہ مال تم تقسیم کرلو۔ دو دو تین تین چار چار اور وہ درہم ایک ہزار ہوں۔ اگر تم یہ اعداد ایک مرتبہ ذکر کرتے تو پھر اس کا کوئی مطلب نہ بنتا اور او کو لا کر بتلا دیا کہ مختلف گروہوں کو مختلف کا جمع کرنا جائز ہے کہ کوئی (دو سے کوئی تین سے اور کوئی چار سے نکاح کر سکتا ہے) اگر او لایا جاتا تو اختلاف عدد کا جواز ختم ہو جاتا۔

فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا (اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ تم عدل نہ کر سکو گے) اس اعداد میں تو **فَوَاحِدَةً** (تو ایک کو لازم کرلو) یا چناؤ کرلو۔ **أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ** (جن کے مالک تمہارے لونڈی غلام ہوں) مساوات حقوق جو آزاد عورتوں کے مابین لازم ہے وہ باندیوں کے لئے لازم نہیں نہ ان کی کوئی تعداد مقرر ہے۔ **ذَلِكَ** اس کا اشارہ ایک کے چناؤ اور لونڈیاں رکھنے میں ہے۔ **أَذْنَى** **أَلَّا تَعْدِلُوا** (اس امر مذکور میں زیادتی نہ ہونے کی توقع قریب تر ہے) یعنی یہ فعل اس سے قریب تر ہے کہ تم ایک طرف مائل نہ ہو جاؤ اور نہ ظلم کرو۔ عرب کہتے ہیں۔ عال المیزان عولاً کہ جب وہ مائل ہو جائے اور کہتے ہیں عال الحاکم فی حکمہ۔ جبکہ ظلم کرے۔

ایک تفسیر عجیب:

امام شافعی رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ انہوں نے **أَلَّا تَعْدِلُوا** کی تفسیر میں فرمایا کہ تم زیادہ عیال والے نہ ہو۔ ان کی اس تفسیر پر یہ اعتراض کیا گیا کہ کثرت عیال کا معنی اس وقت ہوتا ہے جب اعال یعیل باب افعال سے ہو۔

اس کا جواب یہ دیا گیا کہ مجرد میں عال الرجل عیالہ یعولہم۔ اس نے عیال کی پرورش کی۔ کہا جاتا ہے اور

وَاتُوا النِّسَاءَ صَدُقَتِهِنَّ نِحْلَةً ۚ فَإِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ

اور تم عورتوں کو ان کے مہر خوش دلی کے ساتھ ادا کر دو، سو اگر وہ تمہارے لئے اس میں سے نفس کی خوشی سے

نَفْسًا فَكُلُوْهُ هٰذَا مَرِيَّتًا ﴿۴﴾

کچھ چھوڑ دیں تو اس سے مبارک طور پر خوشگوااری کے ساتھ کھا لو۔

مان یمون بھی اسی معنی میں آتا ہے جبکہ عیال پر خرچ کیا جائے۔ کیونکہ جس کے عیال زیادہ ہونگے وہ ان پر لازماً خرچ کرے گا۔ اور اس سلسلہ میں اس پر تقویٰ اور کسب حلال کی حدود کا لحاظ مشکل ہو جائے گا۔ اور اسی جیسا کلام علم کے ان ماہرین سے درست رخ پر محمول کیا جائے گا۔ اور یہ بدگمانی نہ کی جائے گی کہ انہوں نے تعیلوا کو تعولوا بتا دیا ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ انہوں نے اس آیت کی تفسیر میں کنایات کا راستہ اختیار کیا۔

تَفْسِیْرُ آیت ۴:

وَاتُوا النِّسَاءَ صَدُقَتِهِنَّ نِحْلَةً (اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دے دو) نحلہ کا لفظ نحلہ کذا سے ماخوذ ہے جبکہ وہ اس کو دے اور حبہ کرے اپنے دل کی گہرائی سے نحلۃ و نحلہ دونوں استعمال ہوتے ہیں۔ منصوب مصدر ہونے کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ یہاں لفظ نحلہ اور ایتاء، اعطاء کے معنی میں ہیں۔ گویا کلام اس طرح ہے:

حسن ادائیگی مہر:

وانحلوا النساء صدقاتهن نحلة۔ یعنی ان کو ان کے مہر خوش دلی سے دے دو یا مخاطب سے حال ہے۔ ان کے مہر انکو دو کہ تم دلوں کی خوشی محسوس کرنے والے ہو مہر دے کر یا الصدقات سے حال ہے یعنی وہ مہر ادا کیے ہوئے ہوں نفسوں کی خوش دلی سے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ مہر عطیہ ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور عنایت ہے ان عورتوں پر ایک اور قول یہ ہے کہ نحلہ بمعنی ملت کے ہے۔ جیسا کہ کہتے ہیں فلان ینتحل کذا ای یدین بہ۔ مطلب یہ ہوا ان کے مہر ان کو دیا نہ دے دو۔ اس صورت میں یہ مفعول لہ بنے گا۔ اور اتوا کا خطاب خاوندوں کو ہے۔ یہ بھی کہا گیا کہ ورثاء کو ہے کیونکہ اس زمانہ میں وہ بیٹیوں کا مہر وصول کرتے تھے۔

طیب نفس لازم:

فَإِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ (اگر وہ عورتیں خوش دلی کے ساتھ تم کو مہر کا کچھ حصہ دیں) یہ لکم کا خطاب ازواج کو ہے۔ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ۔ یعنی مہر میں سے۔ صداق اور صدقات ہم معنی ہیں۔ نَفْسًا یہ مفرد لائے کیونکہ مقصد بیان جنس ہے۔ اور واحد جنسیت پر دلالت کرتا ہے۔ مطلب یہ ہوا، اگر وہ مہر میں سے کچھ عطاء کریں اور ان کے نفوس اسے خوش دلی سے چھوڑ دیں نہ بے دلی سے کہ جس کے لئے تمہاری بد اخلاقی ان کو مجبور کرے اور بد تہذیبی ہبہ کی طرف مجبور کرے۔

مَنْبِتْلَه: اس آیت میں راستہ کی تنگی کی طرف اشارہ کر دیا اور احتیاط کو لازم قرار دیا۔ اس لئے کہ شرط کی بنیاد طیب نفس پر رکھی چنانچہ فرمایا: ان طبن لكم عن شئ منه نفسا۔ یہ نہیں فرمایا فان وھبن لكم۔ اس بات کو بتلانے کے لئے کہ مہر کے کسی حصہ سے علیحدگی میں طیب نفس کا ہونا بہر حال ضروری ہے۔ فَكُلُوْهُ (پس تم اس کو کھاؤ) اس میں ہضمیر شئی کی طرف لوٹتی ہے۔ هَنِئْنَا (مزے سے) یعنی جس میں گناہ نہ ہو۔

اباحت میں مبالغہ:

مَرِيئًا۔ (خوشگوار سے) جس میں کوئی بیماری نہ ہو۔ آنحضرت ﷺ نے اس کی اسی طرح تفسیر فرمائی۔ یاد دنیا میں مزیدار کہ بلا مطالبہ ہو۔ مَرِيئًا فِي الْعَقْبَى۔ آخرت میں خوشگوار کہ اس پر احسان نہ جتلائے۔ یہ دونوں کھانے کی صفات ہیں۔ هَنُو الطَّعَامِ و مَرُو کہتے ہیں۔ جب کھانا ایسا خوش گوار ہو کہ اس میں کوئی گدلا پن نہ ہو۔ یہ دراصل مصدر کی صفتیں ہیں۔ یعنی اگلا هَنِئْنَا مَرِيئًا یعنی ایسا کھانا جو رچتا پچتا ہو۔ یا ضمیر سے حال ہے۔ تم اس کو اس حال میں کھاؤ کہ وہ مزیدار و خوشگوار ہو۔ یہ درحقیقت اباحت میں مبالغہ ظاہر کرنے کے لئے ہے۔ اور یہ بتلانے کے لئے کہ اس کے دینے کے بعد پیچھا بھی نہ کیا جائے۔

قراءت: هَنِئًا مَرِيًا۔ یزید کے نزدیک بلا ہمزہ ہے۔ اسی طرح وقف کے وقت حمزہ کے نزدیک بھی اسی طرح پڑھیں گے۔ بقیہ تمام قراء نے ہمزہ سے پڑھا ہے۔

ایک لطیف نکتہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب کوئی بیمار ہو تو اسے چاہئے کہ اپنی بیوی سے مہر کے تین درہم لے کر پھر اس سے شہد خرید لے اور بارش کے پانی سے اس شہد کو ملا کر مریض کو پلائے تو اللہ تعالیٰ اس کو خوشگوار می شفا و برکت عنایت فرمادیں گے۔

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَمًا وَارْزُقُوهُمْ

اور بیوقوفوں کو اپنے مال سے دو جن کو اللہ نے تمہارے لئے زندگی گزارنے کا ذریعہ بنایا ہے اور ان مالوں سے ان کو کھانے پینے کے لئے

فِيهَا وَاکْسُوهُمْ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَعْرُوفًا ﴿۵﴾ وَابْتَلُوا الِّيْتِمٰی

دے دو اور ان کو کپڑے پہنا دو، اور ان سے بھلی بات کہہ دو، اور آزما لو تم یتیموں کو

حَتّٰی اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اَنْتُمْ مِنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْا اِلَيْهِمْ

یہاں تک کہ وہ نکاح کے قابل ہو جائیں، سو اگر تم ان کی طرف سے سمجھداری محسوس کرو تو ان کے مال

اَمْوَالَهُمْ ۚ وَلَا تَاْكُلُوْهَا اِسْرَافًا وَّيَدَارًا اَنْ يَّكْبُرُوْا ۚ وَمَنْ

ان کو دے دو، اور مت کھا جاؤ ان کے مالوں کو فضول خرچی کرتے ہوئے اور ان کے بڑے ہو جانے سے پہلے جلدی کرتے ہوئے، اور تم میں سے جو

كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ

شخص صاحب مال ہو وہ پرہیز کرے، اور جو شخص تنگدست ہو سو وہ مناسب طریقہ پر کھا لے۔

فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهَدُوْا عَلَيْهِمْ ۚ وَكَفٰی بِاللّٰهِ

سو جب تم دے دو ان کو ان کے مال تو اس پر گواہ بنا لو، اور اللہ کافی ہے

حَسِيْبًا ﴿۶﴾

حساب لینے والا۔

تَفْسِيْرُ آيَتِ ۵:

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ (نہ دو اپنے اموال بیوقوفوں کو) سفہاء سے مراد وہ فضول خرچ ہیں۔ جو اپنے اموال کو نامناسب مقام پر لگانے والے ہیں۔ اور ان کو اسکی درستی اور بڑھانے اور اس میں تصرف کرنے کی قدرت نہیں ہے۔ اس میں اولیاء کو خطاب ہے اور کم عقلوں کے اموال کی نسبت اولیاء کی طرف اموالکم کہہ کر کی گئی ہے۔ کیونکہ وہ اس مال کو تھامنے والے اور قریب والے ہیں۔

اموال کی حفاظت کرو:

الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَمًا (جن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے مایہ زندگانی بنایا ہے) یعنی تمہارے بدنوں کا قوام اور

تمہارے اہل واولاد کیلئے ذریعہ معاش بنایا ہے۔

قیمًا بمعنی قیامًا ہے۔ نافع و شامی کے نزدیک جیسا کہ عودا بمعنی عیاداً ہے اور اصل قیام قوام ہے۔ ماقبل کسرہ کی وجہ سے واؤ کو یا کر دیا۔ سلف پیغمبر کا مقولہ ہے۔ المال سلاح المؤمن۔ مال مؤمن کا ہتھیار ہے۔ اگر میں مال چھوڑ جاؤں کہ جس پر اللہ تعالیٰ مجھ سے حساب لے۔ یہ اس سے بہتر ہے کہ میں لوگوں کا محتاج بنوں۔ حضرت سفیان پیغمبر اپنے سامان کو پلٹ رہے تھے اور فرما رہے تھے۔ اے مال اگر تو نہ ہو تو بنو عباس مجھے رومال کی طرح بنا لیتے کہ جیسا اس سے جو چیز چاہتے ہیں پونچھتے ہیں۔ وَادُّقُوهُمْ فِيهَا (اس سے ان کو کھلاؤ) یعنی اس کو ان کے رزق کی جگہ بناؤ۔ کہ اس سے تجارت کرو۔ اور نفع اٹھاؤ تا کہ خرچہ نفع میں سے نکلتا رہے اصل مال سے نہ ہو۔ کہ خرچہ میں نہ سارا کھالیا جائے۔

معروف و منکر کا فرق:

وَ اكْسُوهُمْ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَعْرُوفًا (اور ان کو پہناؤ اور ان کو طریقے کی بات کہو) ابن جریج پیغمبر کہتے ہیں۔ قول معروف سے مراد اچھا وعدہ۔ اس طرح کہ تم سمجھ بوجھ پا لو تو تمہارا مال تمہارے سپرد کر دیں گے۔ ہر ایسی بات یا عمل جس کے عقلی یا شرعی حسن کی وجہ سے نفس کو سکون پہنچے وہ معروف ہے۔ اور جس کی قباحت کی وجہ سے نفس اس کو اوپر اقرار دے وہ منکر ہے۔

تفسیر آیت ۶:

وَ ابْتَلُوا الْيَتَامَىٰ (تم یتیموں کو آزماؤ) ان کی عقلوں کا امتحان لو۔ ان کے احوال کی جانچ کرو۔ اور بلوغ سے پہلے تصرف کے ذریعہ پہچان کا اندازہ کر لو۔ اگر ہوشیار ہونگے تو حالت ان کی ظاہر ہو جائے گی۔

عقل مجاز تجارت ہے:

مَسْئَلَةٌ: اس آیت میں اس بات کی دلیل ہے کہ عقل بچے کو تجارت کی اجازت ہے۔ حَتَّىٰ اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ (یہاں تک کہ وہ نکاح کو پہنچ جائیں) یعنی بالغ ہو جائیں۔ کیونکہ بلوغت کی عمر ہی میں نکاح کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔ اور تو والد کا سلسلہ بھی اسی عمر میں قائم ہوتا ہے۔ فَاِنْ اَنْتُمْ مِنْهُمْ رُشْدًا (اگر بلوغت کے بعد ان سے لین دین میں ہوشیاری دیکھو) معاملات میں درستی نظر آئے اور تصرفات میں درستگی ہو۔ فَادْفَعُوا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ (تو ان کو ان کے مال سپرد کر دو) حد بلوغ سے تاخیر کی چنداں ضرورت نہیں۔

مَحْجُورٌ: فَادْفَعُوا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ یہ ابتلاء کی غایت ہے۔ اذا بلغوا ظرف ہے لیکن اس میں شرط کا معنی ہے اور ظرف کا تعلق فادفعوا سے ہے۔ حَتَّىٰ اِبْتَدَايَہ ہے اور حَتَّىٰ کا ماقبل مابعد کے لئے سبب ہے۔ یہ حتیٰ جارہ نہیں کیونکہ اذا میں ظرف کا معنی ہے اور حَتَّىٰ جارہ ظرف پر داخل نہیں ہوتا۔ اذا بلغوا شرط اول ہے اور اس کا جواب فان انتستم منہم ہے۔

آیت کا مطلب:

مطلب یہ ہوا کہ یتیموں کی جانچ کر لو بلوغ کے وقت اور مالوں کی سپردگی کے مستحق ہونے کے وقت اس شرط سے کہ ان میں رشد محسوس ہو۔ رشداً نکرہ ذکر کیا گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ رشد سے مراد مخصوص رشد ہے اور وہ مال میں تصرف و تجارت کی ہے۔ یا تنوین تقلیل کا فائدہ دیتی ہے۔ یعنی معمولی رشد آجائے کامل رشد آنے تک انتظار نہ کیا جائے گا۔ یہ آیت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی دلیل ہے۔ کہ جب بچہ بالغ ہو جائے تو اس کا مال اسے دے دینا چاہیے۔ اور بلوغ کی انتہائی عمر پچیس سال کی ہے۔

حد اعتدال سے تجاوز نہ کرو:

وَلَا تَاْكُلُوْهَا اِسْرَافًا وَّ بَدَارًا اَنْ يَّكْبُرُوْا (اور نہ یتیم کا مال کھاؤ حد اعتدال سے زیادہ اور جلدی جلدی اس اندیشہ سے کہ وہ بڑے ہو جائیں گے) یعنی تم یتیموں کا مال نہ کھاؤ اس حال میں کہ تم حد اعتدال سے تجاوز کرنے والے اور ان کے بڑے ہونے کے خطرہ سے جلدی کرنے والے ہو۔

نحو: اسرافاً و بداراً یہ دونوں حال ہیں اور ان یکبروا بتاویل مصدر بداراً کا مفعول ہے اور دونوں مصادر کا مفعول بھی بن سکتا ہے۔ مطلب یہ ہے تمہارے فضول خرچی کرنے کے لئے اور ان کے بڑے ہونے سے جلدی کے لئے تم ان کے مال کو زیادہ خرچ کرنے والے ہو اور تم کہنے والے ہو کہ ہم اپنے پسند کے مقام پر اس کو خرچ کر لیں اس سے پہلے کہ یتیم بڑے ہوں اور وہ اس مال کو ہمارے ہاتھوں سے چھین لیں۔

وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ (جو مالدار ہو وہ یتیم کے مال سے بچتا رہے اور جو محتاج ہو وہ دستور کے مطابق کھا سکتا ہے)

آیت میں وصی کو دو قسموں میں بانٹ دیا۔ نمبرا۔ مالدار۔ نمبر ۲۔ فقیر۔ غنی کو حکم دیا کہ وہ اس کے استعمال سے اپنے آپ کو محفوظ رکھے۔ اور یتیم کا مال نہ کھائے۔ اور استعفف کا لفظ عفف سے زیادہ بلغ ہے۔ گویا کہ وہ کثرت عفت کا طالب ہے۔ رہا فقیر وہ احتیاطی اندازہ کی خوراک کھائے۔ ابراہیم نخعی کہتے ہیں۔ اس سے مراد جو اس کی بھوک کا ازالہ کر دے اور ستر کو چھپا دے۔ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهَدُوْا عَلَيْهِمْ (جب تم ان کے مال ان کو سپرد کرنے لگو تو گواہ بنالو) کیونکہ وہ مال تم ان کے سپرد کر رہے ہو اور وہ اس کو لے رہے ہیں۔ اس سے کل انکار کا دعویٰ ختم ہو جائے گا۔ انکار اور جھگڑے کی صورت میں قسم کی طرف متوجہ نہ ہونا پڑے گا۔ وَكَفٰی بِاللّٰهِ حَسِیْبًا (اللہ تعالیٰ ہی حساب لینے والا کافی ہے) پس تمہیں باہمی سچ بولنا ضروری ہے اور ایک دوسرے پر جھوٹ مت باندھو۔ یا یہ فلینا کل بالمعروف کی طرف راجع ہے۔ کہ وصی اسراف نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ خود اس کا محاسبہ فرمائیں گے۔ اور اس کو بدلہ دیں گے۔

نحو: باللہ میں بازائد ہے اور یہ کفٰی کا فاعل ہے۔ اور کفٰی کا لفظ متعدی الی المفعولین ہوتا ہے اس کی دلیل اس آیت میں ہے فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ الْبَقْرَةُ۔ ۱۳۷۔ لَکُمْ دُوْمُ مَفْعُوْلٍ ہیں۔

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ

مردوں کے لئے اس مال میں سے حصہ ہے جو ان کے ماں باپ نے اور رشتہ داروں نے چھوڑا، اور عورتوں کے لئے مال میں سے حصہ ہے

مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا

جو ان کے ماں باپ اور رشتہ داروں نے چھوڑا وہ مال تھوڑا ہو یا زیادہ یہ حصہ

مَّفْرُوضًا ⑤

مقرر کیا ہوا ہے۔

تفسیر آیت ۷:

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ (مردوں کا حصہ ہے اس میں جو ان کے والدین اور اقرباء چھوڑ جائیں اور عورتوں کا حصہ ہے اس مال میں جو ان کے والدین اور اقرباء چھوڑ جائیں)۔

اقربوں سے مراد ذوی القربیٰ میں وراثت کے حصہ والے مراد ہیں۔ دوسرے نہیں۔ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ (خواہ مال تھوڑا ہو یا زیادہ) یہ مما ترک کا بدل ہے۔ اور اس پر عامل کو بھی دوبارہ لایا گیا ہے۔ اور منه کی ضمیر مما ترک کی طرف راجع ہے۔ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا (طے شدہ حصہ) : یعنی کی وجہ سے نصیباً منصوب ہے۔ مفروضاً کا معنی طے شدہ ہے۔ اس کو الگ کرنا ضروری ہے۔

واقعہ امّ گمہ :

شأن نزول : روایات میں ہے کہ اوس بن ثابت نے وفات پائی اور اپنے پیچھے بیوی امّ کحّہ اور تین بیٹیاں وارث چھوڑیں۔ (ابن حبان نے دو بیٹیاں اور ایک بیٹا ذکر کیا) اوس کے چچا زاد بھائی خالد اور عرفجہ نے ساری جائیداد پر قبضہ کر لیا۔ اہل جاہلیت عورتوں کو وراثت کا حصہ دار قرار نہ دیتے تھے۔ اسی طرح بچوں کو بھی اور کہتے تھے وارث وہ ہوگا جو تیروں سے دفاع کر سکے گا اور غنیمت جمع کر سکے گا۔ امّ گمہ رضی اللہ عنہا نے دربار نبوت میں حاضر ہو کر واقعہ عرض کیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا تو واپس جا میں انتظار کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کیا فیصلہ فرماتے ہیں۔ پس یہ آیت اتری۔ تو آپ نے خالد و عرفجہ کو پیغام دیا کہ مال میں سے کچھ بھی الگ نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کا حصہ مقرر کر دیا۔ اور جب تک وضاحت نہ کی گئی اس وقت تک وضاحت نہ فرمائی۔ پھر یہ آیت اتری یوصیکم اللہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امّ گمہ کو آٹھواں حصہ دیا اور بنات کو دو ثلث اور باقی دونوں چچا زاد بھائیوں کو (مگر ابن حبان کی روایت کے مطابق آٹھواں بیوی اور بقیہ بیٹے اور دو بیٹیوں کو)۔

وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُو الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينُ فَأَرْزُقُوهُمْ

اور جب تقسیم کرنے کے موقع پر رشتہ دار اور یتیم اور مسکین حاضر ہو جائیں

مِّنْهُ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ۝۸ وَلِيَخْشَ الَّذِينَ

تو اس مال میں سے ان کو بھی کچھ دے دو، اور ان سے اچھے طریقہ پر بات کرو، اور چاہیے کہ وہ لوگ ڈریں جو

لَوَّتَرَكُوا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعْفًا خَافُوا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا

اگر اپنے پیچھے ضعیف بچوں کو چھوڑ جاتے تو ان پر خوف ہوتا سو یہ لوگ اللہ سے

اللَّهِ وَلْيَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ۝۹ إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ

ڈریں اور ٹھیک بات کریں، بیشک جو لوگ ظلم کے طریقے پر یتیموں کا مال کھاتے

ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا ۖ وَسَيَصْلُونَ سَعِيرًا ۝۱۰

ہیں بات یہی ہے کہ وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں، اور عنقریب دہکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے۔

تَفْسِيرُ آیت ۸:

وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ (جب تقسیم میراث کے وقت آ موجود ہوں) أُولُو الْقُرْبَىٰ (قربانتدار) جو غیر وارث ہیں۔ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينُ (یتیم و مساکین) اجنبی۔ فَأَرْزُقُوهُمْ (پس ان کو بطور خیرات دے دو) مِّنْهُ (اس میں سے) جو قربانتداروں اور اقارب نے چھوڑا ہے۔ یہ امر استحباب کے لئے ہے۔ یہ حکم باقی ہے۔ منسوخ نہیں ہوا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ابتداء میں یہ لازم تھا پھر آیت میراث سے منسوخ ہوا۔

دستور کی بات:

وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوفًا (اور ان کو تم دستور کی بات کہو) یعنی مناسب انداز سے معذرت اور مناسب وعدہ کرو۔ دوسرا قول یہ ہے کہ قول معروف یہ ہے خذوا بآرک اللہ لکم یہ لے لو اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دے۔ اور یہ جو کچھ دیا گیا ہے یہ بالکل تھوڑا ہے۔ اور ہم نے دے کر احسان نہیں کیا۔

تَفْسِيرُ آیت ۹:

وَلِيَخْشَ الَّذِينَ لَوَّتَرَكُوا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعْفًا خَافُوا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللَّهَ وَلْيَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا (اور ڈریں وہ لوگ اگر وہ چھوڑ جائیں اپنے پیچھے چھوٹے بچے جن کے بارے میں ڈر ہو) تباہ ہو جانے کا) پس ان کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا

چاہیے اور کہیں ٹھیک بات) مراد اس سے وصی ہیں۔

اوصیاء کو نصیحت:

ان کو حکم دیا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور ان یتیموں کے متعلق خوف کریں اسی طرح کا جیسا وہ اپنی اولاد کے متعلق رکھتے ہیں کہ اگر ان کو چھوٹی عمر میں چھوڑ جائیں۔ وہ اپنے نفوس میں اس حسرت کا اندازہ کریں اور اس کا تصور کریں تاکہ خلاف شفقت و مہربانی کسی بات کی جسارت نہ کریں۔

نحو: لَوْ مَا سَمِيتَ الدِّينَ كَاصِدٍ هِيَ۔ یعنی ولیخشی الدین صفتہم و حالہم انہم لو شارفوا ان یتروا خلفہم ذریۃ ضعیفاً و ذلک عند احتضارہم خافوا علیہم الضیاع بعدہم للذہاب کافلہم اور لو کا جواب خافوا ہے۔ قول سدید کا مطلب اوصیاء کی طرف سے یہ ہے۔ کہ وہ ان یتیموں سے اسی حسن و خوبی سے بات کریں جیسا کہ وہ اپنی اولاد سے کرتے ہیں۔ یا بنی اور یا ولدی کے القاب سے آواز دیں۔

آیت ۱۰: اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا (بیشک جو یتیموں کا مال ظلماً کھاتے ہیں) نمبر ۱۔ ظلماً مصدر ہے موضع حال میں واقع ہے۔ نمبر ۲۔ اس حال میں کہ وہ ظلم کرنے والے ہیں۔ اِنَّمَا یَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا (بیشک وہ اپنے پیوں میں آگ کھاتے ہیں)

آگ کھانے کا مطلب:

یعنی وہ ایسا مال کھا رہے ہیں جو قبر سے دوزخ میں کھینچ کر لے جائے گا۔ پس گویا وہ آگ ہے۔ روایات میں ہے کہ یتیموں کا مال کھانے والا قیامت کے دن اس طرح اٹھے گا کہ دھواں اس کی قبر سے، اور اس کے منہ، ناک اور دونوں کانوں سے بھی اٹھ رہا ہو گا اس سے لوگ پہچان جائیں گے کہ یہ دنیا میں یتیم کا مال کھاتا رہا ہے۔ وَ سَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا (وہ عنقریب بھڑکتی آگ میں داخل ہونگے)۔

قرأت: شامی اور ابوبکر نے سَیَصْلَوْنَ پڑھا ہے۔ یعنی عنقریب وہ داخل ہونگے۔ سعیر آگ کو کہتے ہیں جس کا وصف مبہم کر دیا۔

يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلَّذِ كَرِمِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ ۚ فَإِنْ كُنَّ

اللہ تم کو تمہاری اولاد کے بارے میں حکم دیتا ہے، لڑکے کے لئے اتنا حصہ ہے جتنے دو لڑکیوں کا ہے۔ سو اگر لڑکیاں

نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۚ وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا

دو سے زیادہ ہوں تو ان کے لئے اس مال کا دو تہائی ہے جو مرنے والے نے چھوڑا، اور اگر ایک لڑکی ہو تو اس کے لئے

النِّصْفُ ۚ وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ ۚ

آدھا ہے، اور اس کے ماں باپ کے لئے یعنی ہر ایک کے لئے چھٹا چھٹا حصہ ہے اس مال میں سے جو مرنے والے نے چھوڑا بشرطیکہ اس کے اولاد ہو۔

فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ

پس اگر اس کے لئے اولاد نہ ہو اور والدین ہی اس کے وارث ہوں تو اس کی ماں کے لئے تہائی ہے، سو اگر مرنے والے کے بھائی ہوں

فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۚ أَبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ

تو اس کی ماں کے لئے چھٹا حصہ ہے۔ اس وصیت کے نافذ کرنے کے بعد جو مرنے والے نے کی ہو یا اس قرض کی ادائیگی کے بعد جو وصیت پر ہو۔ تمہارے باپ

أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفَعًا ۚ فَرِيشَةٌ مِّنَ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝۱۱

اور بیٹے ہیں تم نہیں جانتے کہ ان میں سے تم کو کون شخص نفع پہنچانے میں زیادہ قریب تر ہے یہ حصہ اللہ کی طرف سے مقرر کئے گئے ہیں۔ بے شک اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

تفسیر آیت ۱۱:

يُوصِيكُمُ اللَّهُ (اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے) اور تاکید کرتا ہے۔ فِي أَوْلَادِكُمْ (تمہاری اولاد کے متعلق) ان کی میراث کے سلسلہ میں۔ یہ تو اجمالاً فرمایا تفصیل آگے ہے۔ لِلَّذِ كَرِمِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ (ان میں سے مذکر کے لئے حصہ دو عورتوں کے برابر ہوگا) یعنی تمہاری اولاد میں سے ضمیر راجع کو حذف کر دیا کیونکہ وہ خود سمجھ آ رہا ہے۔ یہ اس طرح ہے: السَّيْمَنُ مَنَوَانٌ بَدْرَهُم۔

لڑکے لڑکی کا حصہ:

مذکر کے حصہ سے شروع فرمایا مگر اس طرح نہیں فرمایا۔ لِلْأُنثَيَيْنِ مِثْلُ حَظِّ الذَّكَرِ یا لِلْأُنثَى نِصْفُ حَظِّ الذَّكَرِ۔ کیونکہ مرد کو فضیلت حاصل ہے۔ جیسا کہ فضیلت کی وجہ سے اس کا حصہ دو گنا کر دیا گیا۔ اور یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ وہ فقط مذکر کو وارث قرار دیتے عورتوں کو نہیں۔ اور آیت کا شان نزول بھی یہی ہے۔ دوسرا قول یہ بھی ہے کہ مذکر کے لئے یہی فضیلت کافی ہے۔ کہ عورتوں سے ان کے حصہ کو دو گنا کیا گیا ہے۔ لیکن رشتہ میں چونکہ دونوں اصناف برابر ہیں اس لئے محروم کسی کو نہ کیا جائے گا اور

یہ اس وقت ہے جبکہ دونوں صنفیں موجود ہوں یعنی جب مذکر و مؤنث دونوں قسم کی اولاد ہو۔ تو مذکر کے دو حصے ہونگے۔ اور دو لڑکیاں ہوں تو دو حصے ان کے ہو جائیں گے۔ اور اگر لڑکا ایک ہی ہو۔ لڑکی کوئی نہ ہو تو وہ کل مال کا وارث ہوگا۔ اور اگر دو لڑکیاں ہوں گی تو دو ثلث لیں گی۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کے بعد فقط اولاد مؤنث کا ذکر کیا۔ فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً یعنی اگر اولاد میں صرف عورتیں ہوں۔ بیٹا نہ ہو۔ فَوْقَ اثْنَتَيْنِ یہ دوسری خبر ہے یا نساء کی صفت ہے۔ یعنی عورتیں دو سے زائد ہوں۔ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ (تو ان کے لئے متروکہ میت سے دو ثلث ہونگے) کیونکہ یہ آیت بسلسلہ میراث ہے۔ اس لئے تارک سے مراد میت ہی ہے۔ وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ اور اگر لڑکی ایک ہی ہو تو اس کو نصف ملے گا۔ (بقیہ عصبات کی طرف چلا جائے گا) قراءت: مدنی نے کان تامہ قرار دے کر واحدہ پڑھا۔ مگر نصب فان کن نساء سے زیادہ موافق ہے۔

دولڑکیوں کا حصہ:

سوال: یہاں بیٹا اور دو بیٹیوں کا حکم ذکر کیا۔ اور ایک بیٹی فقط اور دو سے زائد فقط بیٹیوں کا حکم ذکر کیا گیا۔ مگر دو بیٹیوں کا حکم ذکر نہیں کیا۔ ان کا کیا حکم ہے؟

جواب: ان کا حکم مختلف ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ دولڑکیوں کا وہی ہے جو ایک کا ہے۔ نصف ملے گا۔ دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان کو جماعت کا حکم دیا۔ اس آیت کے پیش نظر للذکر مثل حظ الانثیین۔ پس دو تہائی ملے گا۔ اور اس کی وجہ یہ ہے۔ جو فوت ہوا اور اس نے ایک بیٹا۔ ایک بیٹی چھوڑے۔ تو لڑکی کو ثلث اور بقیہ لڑکے کو ملے گا۔ تو ایک لڑکی کو جب ثلث ملا تو دو کو دو ثلث ملنا چاہیے۔ کیونکہ سورت کے آخر میں فرمایا۔ إِنْ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ اخٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ وَهُوَ يَرِثُهَا إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهَا وَلَدٌ فَانْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثَانِ مِمَّا تَرَكَ۔

دو ثلث سے کم نہ ہوگا:

آیت سے معلوم ہوا کہ جب دو عورتیں بہنیں ہوں تو ان کا حصہ دو ثلث سے کم نہیں ہوتا تو دولڑکیاں جو رحم و رشتہ میں میت کے بہنوں کی بنسبت قریب تر ہیں ان کا حصہ دو ثلث سے کم نہ ہونا چاہئے۔ جب دو بہنوں کے حصہ کی صراحت ہے۔ تو ان سے قریب تر کا حصہ ان سے کم نہ ہونا چاہیے۔ اور دوسری دلیل یہ ہے کہ جب ایک لڑکی کا اپنے بھائی کے ہوتے ہوئے ثلث ہے۔ تو پھر زیادہ مناسب ہے کہ اس کے لئے ثلث واجب ہو جبکہ وہ اپنی بہن کے ساتھ ہو۔ جو اس کی مثل ہے۔ اور اس کی بہن کیلئے اس کے ساتھ ہوتے ہوئے اتنا ہی حصہ ہے جتنا اس لڑکی کیلئے واجب ہے۔ اس کے بھائی کی موجودگی میں اگر ایک بہن بھائی ہوں۔ پس دو ثلث ان کے لئے لازم ہے۔ اس آیت میں اشارہ ہے کہ تمام مال مذکر کو مل جائے گا۔ جبکہ اس کے ساتھ مؤنث نہ ہو۔ کیونکہ مذکر کا حصہ دو عورتوں کے برابر برقرار دیا گیا۔ اور مؤنث ایک ہو تو اس کو نصف مال مل جاتا ہے۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ مذکر کا حصہ نصف کا دو گنا ہے اور وہ کل مال ہے۔ وَلَا بَوَیْہِ (اور ماں باپ کیلئے) میں ضمیر میت کی طرف جاتی ہے مراد اس سے ماں باپ ہیں۔ مذکر کا ذکر تغلیباً کر دیا گیا۔ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ یہ ابو یہ سے بدل ہے۔ اور عامل بھی دوبارہ لائے۔

قائدہ بدل:

یہ ہے کہ اگر کہا جاتا: لا بویہ السدس (دونوں میں سے ہر ایک کیلئے چھٹا حصہ ہے) تو بظاہر مطلب یہ بنتا کہ دونوں چھٹے حصہ میں شریک ہیں اور اگر عبارت لا بویہ السدسان ہوتی تو دوسرے ان کے مابین برابری کی تقسیم اور الٹ تقسیم کا وہم ہوتا۔ اور اگر عبارت لكل واحد من ابویہ السدس ہوتی تو پھر تاکید کا فائدہ نہ حاصل ہو سکتا۔ حالانکہ یہ اجمال کے بعد تفصیل ہے۔

نحو: السدس مبتداء لا بویہ اس کی خبر۔ اور ان کے مابین بدل وضاحت کیلئے ہے۔

قراءت: حسن بِسْمِ اللَّهِ نے السدس والرُّبْعُ الثُّمْنُ الثُلُثُ تمام کو تخفیف کے ساتھ پڑھا۔

بطور فرض حصہ:

مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ (اس ترکہ میں سے اگر اس کی اولاد ہو) یہ ولد کا لفظ مذکر و مؤنث دونوں کے لئے آتا ہے۔ اگر مذکر اولاد نہ ہو۔ بیٹی ہو تو باپ کو بطور فرض چھٹا ملتا ہے اور ذوی الفروض کے بعد باقی تمام بطور عصبہ اس کو مل جائے گا۔

ماں باپ کا حصہ:

فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَوَرِثَتْهُ أَبَوَاهُ فَلِلثُلُثِ (اگر میت کی کوئی صلیبی اولاد نہ ہو (نہ پوتا ہو) اور ماں باپ اس کے وارث ہوں تو ماں کو ایک تہائی حصہ ملے گا) یہ حصہ متروکہ میں سے ملے گا۔ مطلب ورثہ ابوہ کا یہ ہے کہ صرف ماں باپ ہی وارث ہوں۔ کیونکہ جب ماں باپ زوجین میں سے کسی ایک کے ہوتے ہوئے وارث بنیں تو اس صورت میں ماں کو ثلث۔ فرضی حصہ زوج نکالنے کے بعد ملے گا۔ کل متروکہ کا ثلث نہ ملے گا۔ کیونکہ باپ وراثت کے حصہ کے لحاظ سے قوی تر ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جب فقط ماں باپ وارث ہوں تو باپ کو دو ثلث ملتے ہیں۔ اگر ماں کا حصہ کامل میں سے ثلث مقرر کیا جائے۔ تو اس کا حصہ باپ کے حصے تک پہنچ جائے گا۔

ایک صورت:

ایک عورت فوت ہوئی اس نے خاوند اور ماں باپ وارث چھوڑے تو زوج کو نصف اور ماں کو ثلث۔ باقی تمام باپ کو ملے گا۔ ماں نے دو حصے جمع کر لئے اور باپ کو ایک حصہ ملا۔ پس حکم پلٹ گیا کہ مؤنث کو دو مذکر کے برابر حصہ ملا۔ قراءت: فلامہ۔ ہمزہ مکسور۔ کسرہ کے جوار کی وجہ سے حمزہ اور علی رحمہما اللہ نے پڑھا۔

ایک اور صورت:

فَإِنْ كَانَ لَهُ (اگر میت کے لئے ہوں) إِخْوَةٌ فَلِلثُلُثِ السُّدُسُ (بھائی تو اس کی ماں کو چھٹا حصہ ملے گا) جب میت کے دو بھائی اور کئی بہنیں ہوں تو ماں کو چھٹا ملے گا۔ اور ایک بھائی وہ ماں کے حصہ کو کم نہ کرے گا۔ (اور نہ ہی ایک بہن بلکہ ماں کا حصہ تہائی ہوگا) عینی، علانی، اخیانی بھائی جب دو یا زیادہ ہوں تو ماں کا حصہ گھٹا کر چھٹا کر دیں گے۔

فرض و وصیت مقدم:

مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ (وصیت کے بعد) یہ میراث کی تمام تقسیم جو گزری اس سے متعلق ہے۔ کہ یہ ورثاء میں تقسیم مال وصیت کے نکالنے کے بعد ہوگی۔ گویا اس طرح فرمایا۔ قسمة هذه الانصاء۔ کہ یہ تقسیم حصص وصیت کے بعد ہوگی۔ یوصیٰ بہا (جو میت وصیت کر جائے)

قراءت: یوصیٰ بہا کو یوصیٰ بہا کی شامی اور حماد نے پڑھا۔ اور یحییٰ و اعشیٰ نے یہاں یوصیٰ پڑھا۔ اور حفص نے دوسرے میں یوصیٰ پڑھا کیونکہ یُورَثُ کے قریب ہے اور یہاں یوصیٰ پڑھا کیونکہ یوصیکم اللہ کے جوار میں ہے۔ باقی تمام قراء نے دونوں صا د کسرہ کے ساتھ پڑھے ہیں۔ مراد میت کا وصیت کرنا ہے۔

اَوْ دَیْنٍ (یا قرض)

تقدیم دین کی حکمت:

سوال: شرع میں دَیْنِ وصیت پر مقدم ہے۔ مگر یہاں وصیت کو تلاوة دین پر مقدم کیا گیا۔

جواب: نمبر ۱۔ او کا لفظ ترتیب کے لئے نہیں۔ جیسا کہا جائے جاء نی زید او عمرو۔ تو مطلب یہ ہے۔ جاء نی احد الرجلین پس آیت میں تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ من بعد وصیة یوصی بہا او دین ای من بعد احد ہذین الشینین الوصیة او الدین۔ جب او کا لفظ آئے تو ترتیب معلوم نہیں ہوتی بلکہ مقدم کا مؤخر اور مؤخر کا مقدم ہونا جائز ہے۔ باقی قرض کی وصیت پر تقدیم رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کے پیش نظر ہے۔ الا ان الدین قبل الوصیة اور نمبر ۲: اس وجہ سے کہ یہ میراث کے مشابہ ہے۔ اور بلا عوض دی جاتی ہے۔ پس اس کا دینا ورثاء پر گراں گزرے گا۔ اور اس کی ادائیگی میں تفریط کا خطرہ ہے کیونکہ اس کا مطالب کوئی نہیں۔ بخلاف قرض کے۔ اس کو قرض سے مقدم کیا گیا تاکہ اس کی ادائیگی میں عجلت کی جائے اور قرض ساتھ ادا کر دیا جائے۔ اَبَاؤُكُمْ وَ اَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَیُّہُمْ اَقْرَبُ لَکُمْ نَفْعًا (تمہارے باپ اور بیٹوں میں سے تمہیں معلوم نہیں کہ کون ان میں تمہارے لئے نفع میں قریب تر ہے)

نحو: اباء کم مبتداء۔ ابناء کم اس کا معطوف۔ لَا تَدْرُوْنَ خبر ہے۔ اہم مبتداء۔ اقرب لکم خبر ہے۔ اور دونوں موضع نصب میں ہیں۔ عامل تَدْرُوْنَ ہے۔ نفعاً تمیز ہے۔

آیت کا مطلب:

مطلب یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرائض کو اپنی حکمت کے مطابق لازم کیا۔ اگر یہ تمہارے سپرد ہوتا۔ تو تمہیں معلوم نہ ہوتا کہ کون تمہارے لئے زیادہ فائدہ مند ہے۔ پس تم اموال کو بغیر حکمت کے تقسیم کرتے۔ حصص میں فرق منافع کے فرق کے سبب ہے اور تم ان کا تفاوت نہیں جانتے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس کی ذمہ داری لی۔ اور تمہارے اجتہاد پر نہیں چھوڑا کیونکہ تم مقداروں کو پہچاننے سے عاجز تھے۔

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ ۖ فَإِنْ كَانَ

اور تمہارے لئے اس مال میں سے آدھا ہے جو تمہاری بیویاں چھوڑ جائیں اگر ان کے اولاد نہ ہو، سو اگر

لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمْ الرُّبْعُ مِمَّا تَرَكَنَّ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِيَنَّ بِهَا

ان کے اولاد ہو تو تمہارے لئے اس مال کا چوتھائی ہے جو کچھ انہوں نے چھوڑا، اس وصیت کے نافذ کرنے کے بعد جو وہ وصیت کر گئیں

أَوْ دَيْنٍ ۖ وَلَهُنَّ الرُّبْعُ مِمَّا تَرَكَتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ

اور اس قرضے کی ادائیگی کے بعد جو ان کے لئے اس مال کا چوتھائی ہے جو تم نے چھوڑا اگر تمہارے اولاد نہ ہو، سو اگر

كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الشُّمْنُ مِمَّا تَرَكْتُم مِّنْ بَعْدِ وَصِيَّتِي تَوْصُونَ

تمہارے اولاد ہو تو ان کے لئے آٹھواں ہے اس میں سے جو تم نے چھوڑا، اس وصیت کے نافذ کرنے کے بعد جو تم وصیت کر گئے

بِهَا أَوْ دَيْنٍ ط

ہو، یا قرض کی ادائیگی کے بعد جو تمہارے ذمہ ہو۔

جملہ مقترضہ:

یہ جملہ معترضہ مؤکدہ ہے۔ اس کی اعرابی حیثیت کوئی نہیں۔ فَرِيضَةً یہ فعل محذوف کا مصدر مؤکدہ ہے۔ ای فرض ذلك فرضاً۔ مِّنَ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا (یہ اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا۔ بیشک اللہ علم والے حکمت والے ہیں) اشیاء کو پیدا کرنے سے پہلے جانتے ہیں۔ اور جو فرائض مقرر کیے اور میراث کی تقسیم کی اس میں حکمت برتنے والے ہیں۔

تفسیر آیت ۱۲:

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ (تمہارے لئے نصف ہے جو چھوڑا تمہاری بیویوں نے) إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ (اگر ان کی اولاد مذکر یا مؤنث نہ ہو) فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ (اگر ان بیبیوں کے کچھ اولاد دھوتو) اگر ان کی تم میں سے اولاد دھویا اور کسی خاوند سے ہو۔

میاں بیوی کی وراثت:

فَلَكُمْ الرُّبْعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِيَنَّ بِهَا أَوْ ذَيْنَ - وَلَهُنَّ الرُّبْعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ ذَيْنَ (اور ان کے ترکہ میں تمہارا چوتھائی ہے۔ ان کی وصیت اور قرض ادا کرنے کے بعد اور ان تمام عورتوں کے لئے چوتھائی ہے جو تم نے ترکہ چھوڑا۔ اگر تمہاری اولاد نہ ہو۔ اگر

وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَلَةً أَوْ امْرَأَةً وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتُ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ

اور اگر مرد نے والا کوئی مرد یا کوئی عورت ہو جس کو مورث بتایا جا رہا ہو اور حال یہ ہے کہ اس کے ماں باپ میں سے کوئی نہ ہو اور نہ کوئی بیٹا بیٹی ہو اور نہ پوتا پوتی ہو اور اس نے کوئی بھائی یا بہن

مِنْهُمَا السُّدُسُ ۖ فَإِنْ كَانُوا أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ مِنْ بَعْدِ

چھویں ہو تو ان میں سے ہر ایک کے لئے چھٹا حصہ ہے۔ سو اگر بھائی بہن ایک سے زیادہ ہوں تو وہ سب تہائی مال میں شریک ہوں گے اس وصیت کے

وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۚ غَيْرَ مُضَارٍّ ۚ وَصِيَّةً مِّنَ اللَّهِ ۖ وَاللَّهُ

نافذ کرنے کے بعد جس کی وصیت کی گئی ہو اور ادائے قرض کے بعد۔ اس حال میں کہ نقصان پہنچانے کی نیت نہ کی ہو۔ یہ حکم اللہ کی طرف سے ہے اور اللہ

عَلِيمٌ حَلِيمٌ ﴿١٢﴾

تعالیٰ علیم ہے اور حلیم ہے۔

تمہاری اولاد موجود ہو تو تمہاری بیویوں کا تمہارے ترکہ میں سے آٹھواں ہے۔ تمہاری وصیت کرنے کے بعد یا قرض ادا کرنے کے بعد (ایک بیوی اور چار بیویاں ربع اور ثمن میں برابر ہوں گی۔ خاوند کی میراث کو زوجہ سے دو گنا قرار دیا کیونکہ آیت للذکر مثل حظ الانثیین اس پر دلالت کرتی ہے۔

کلالہ کی میراث:

وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ (اور اگر کوئی آدمی میت) يُورَثُ (جس کی وراثت تقسیم کی جا رہی ہو) یہ وِثْرٌ سے ہے۔ کَلَلَةً (کلالہ ہو) کلالہ وہ ہے جس کی نہ اولاد ہو نہ والد۔

نَحْوُ: (۱) رَجُلٌ گمان کا اسم ہے۔ یورث، رجل کی صفت ہے اور کلالہ یہ گمان کی خبر ہے۔ اگر کوئی آدمی جس کی وراثت تقسیم ہو رہی ہے وہ کلالہ ہو۔ کہ اس کی نہ اولاد ہو نہ والد۔ (۲) یَا یُورَثُ۔ گمان کی خبر ہے۔ اور کلالہ یورث کی ضمیر سے حال ہے۔ کلالہ جس نے والد و ولد نہ چھوڑا ہو یا پیچھے رہنے والوں میں نہ والد ہو نہ ولد وہ کلالہ کہلاتے ہیں۔ اصل میں یہ لفظ مصدر ہے اور کلال کے معنی میں آتا ہے۔ اور کلال کا معنی ہے تھک کر عاجز آنا۔ اَوْ امْرَأَةٌ یہ رجل پر عطف ہے۔ وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتُ (یا عورت کلالہ ہو اور اس کا بھائی یا بہن ہو) یہاں بالاتفاق اخیا فی بھائی مراد ہیں۔

ضمیر مفرد کی وجہ:

سوال: مرد و عورت دونوں کا تذکرہ ہوا۔ مگر ضمیر مفرد مذکر کی لائی گئی۔

جواب: مفرد ضمیر کی وجہ او ہے جو احد الشینین کے لئے آتا ہے۔ یا مذکر اس لئے لائے کیونکہ ضمیر رجل کی طرف راجع ہے اور وہ مذکر ہے اور ابتداء کے کلام اسی نے ہے۔ یا دونوں میں سے احد ہما کی طرف لوٹے گی اور وہ مذکر ہے۔ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا

السُّدُسُ فَإِنْ كَانُوا أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثَّلَاثِ (پس ان میں سے ہر ایک کے لئے چھٹا حصہ ہے۔ اگر وہ ایک سے زیادہ ہوں تو وہ ثلث میں شریک ہونگے حصہ میں مرد و عورت برابر ہونگے۔ کیونکہ ان کو قرابت ام کی وجہ سے حصہ ملا ہے اور ماں ایک ثلث سے زیادہ کی وارث نہیں ہوتی۔ اسی لئے مذکر و مؤنث پر فضیلت حصہ میں حاصل نہ ہوگی۔ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ (وصیت کے پورا کرنے کے بعد جو میت کی طرف سے کی جائے یا قرض کی ادائیگی کے بعد) یہ وصیت و دین کو دوبارہ لایا گیا۔ کیونکہ موصی مختلف ہیں۔ اول تو اولاد و والدین ہیں اور ثانی زوجہ اور ثالث زوج اور چوتھا کلالہ۔ غَيْرَ مُضَارٍّ (وہ نقصان نہ پہنچانے والا ہو) اپنے ورثاء کو۔ یعنی وصیت کرنے والا زیادتی کرنے والا نہ ہو وہ اس طرح کہ ثلث سے زائد کی وصیت کر جائے۔ یا وارث کے لئے وصیت کر جائے۔ وَصِيَّةً مِّنَ اللَّهِ (یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وصیت ہے)

نَحْوِ: یہ مصدر مؤکد ہے۔ یعنی وہ تمہیں اس بات کی وصیت کرتا ہے وصیت کرتا۔ غیر مضار۔ یہ حال ہے۔ وَاللَّهُ عَلِيمٌ (اور اللہ جاننے والے ہیں) اس شخص کو جو ظلم کرنے والا ہے یا وصیت میں انصاف کرنے والا ہے۔ حَلِيمٌ (وہ حلم والا ہے) ظالم کو جلد سزا نہیں دیتا۔ یہ وعید ہے۔

سوال: جنہوں نے یوصی بھا پڑھا تو ذوالحال کہاں ہے؟

جواب: اس کا فاعل مضمّر ہوگا۔ کیونکہ جب کہا: یوصی بھا تو اس سے خود معلوم ہو گیا کہ وہاں کوئی موصی ہے۔ جس طرح رجال۔ یسبح کا فاعل ہے۔ کیونکہ جب کہا گیا یسبح لہ۔ النور: ۳۶۔ تو خود معلوم ہو گیا کہ وہاں مسبح ہے جو یسبح میں مضمّر ہے۔

ورثاء کی اقسام

نمبر ۱۔ اصحاب فرائض:

یہ وہ ہیں جن کے حصے مقرر ہیں۔ مثلاً بیٹی۔ اس کا نصف ہے اور جب ایک سے زیادہ ہوں تو دو ثلث۔ اور پوتی نیچے تک۔ یہ لڑکانہ ہونے کی حالت میں بیٹی کے حکم میں ہے اس کا صلبی بیٹی کے ساتھ چھٹا حصہ ہے مگر دو صلبی بیٹیوں اور بیٹے کی موجودگی میں یہ ساقط ہو جائے گی مگر جبکہ اس کے ساتھ لڑکا ہوگا تو وہ اس کو عصبہ بنادے گا۔ ماں اور باپ کی بہنیں یہ ولد اور ولد الابن کی عدم موجودگی میں بنات کی طرح ہونگی۔ اور باپ کی بہنیں فقط یہ ماں باپ کی بہنوں کی طرح شمار ہونگی۔ جبکہ وہ موجود نہ ہوں، یہ بنت کے ساتھ مل کر یا بنت الابن کے ساتھ مل کر یہ دونوں قسمیں عصبہ بن جائیں گی۔ اور بیٹے اور پوتے کی موجودگی میں خواہ وہ نیچے جا کر ہو یہ ساقط ہو جائیں گے۔ بلکہ والد اور دادا کی موجودگی میں بھی یہ امام ابوحنیفہ رحمہم اللہ کے نزدیک ساقط ہو جائیں گی۔

ماں کے بیٹے:

ان میں سے ایک کے لئے چھٹا ہوگا اور ایک سے زیادہ کے لئے ثلث ہوگا۔ مذکر و مؤنث کا حصہ برابر ہوگا۔ یہ بیٹے اور پوتے کے ہوتے ہوئے نیچے تک ساقط ہو جائیں گے اسی طرح والد اور دادا کی موجودگی میں بھی ساقط ہونگے۔

باپ: بیٹے کی موجودگی میں اس کا چھٹا حصہ ہوگا۔ اسی طرح پوتے اور نیچے تک بنت کے ساتھ یا بیٹے کی بیٹی نیچے تک ہو تو چھٹا حصہ

اس کو ملے گا۔ اور باقی بھی ملے گا۔

دادا:

ماں کی عدم موجودگی میں باپ کی طرح ہے۔ مگر ماں کے ثلث کی طرف لوٹنے میں جب تک کہ باقی رہے۔

ماں:

لڑکے کے ہوتے ہوئے اس کا حصہ چھٹا ہے۔ یا پوتے کے ہوتے ہوئے۔ خواہ نیچے تک ہوں اس کا چھٹا ہے۔ یا دو بہنیں اور کئی بہنوں کی موجودگی خواہ وہ کسی جہت سے ہوں اس کا حصہ چھٹا ہوگا۔ اور جب یہ نہ ہوں تو ماں کو ثلث ملے گا اور باقی کا ثلث ملے گا جب کہ وارث زوج و والدین ہوں اور زوجین میں سے کسی ایک کا حصہ فرض ہو۔ یا زوجہ اور ابوین ہوں۔

دادی:

اس کا چھٹا حصہ ہوگا۔ اگرچہ ایک سے زیادہ ہو خواہ ماں کی طرف سے ہوں یا باپ کی طرف سے۔

قاعدہ:

قرابت والے ہوں تو دور والوں کے لئے حصہ سے روک بن جائیں گے اور ماں کے ہوتے ہوئے تمام اور باپ کے ہوتے ہوئے ابویات کا حصہ نہ ہوگا۔

زوج:

ولد کی موجودگی میں اس کا چوتھائی اور اسی طرح پوتا نیچے تک ہوں تب بھی چوتھائی ہوگا اور جب ولد وغیرہ نہ ہوں تو زوج کو نصف ملے گا۔

زوجہ:

ولد کے ساتھ اس کا آٹھواں اسی طرح پوتا نیچے تک کے ساتھ بھی آٹھواں ہوگا۔ اور جب یہ نہ ہوں تو چوتھائی ہوگا۔

العصبات

یہ وہ لوگ ہیں جو اہل فرائض کے بقیہ کے وارث ہوتے ہیں۔ ان عصبات کی اولاد میں ترتیب اس طرح ہوگی۔ نمبر ۱۔ بیٹا پھر بیٹی پھر نیچے تک اسی ترتیب سے۔ نمبر ۲۔ پھر باپ پھر دادا پھر اس سے اوپر تک اسی طرح۔ نمبر ۳۔ بھائی ماں باپ کی طرف سے۔ پھر باپ سے بھائی۔ نمبر ۴۔ پھر حقیقی بھتیجا پھر باپ جائے بھائی کا بیٹا۔ نمبر ۵۔ پھر چچا پھر باپ کے چچا۔ پھر دادا کے چچا۔ نمبر ۶۔ آزاد کردہ غلام۔ پھر اس کے عصبہ اوپر والی ترتیب کے مطابق۔

وہ عورتیں جن کا فرضی حصہ نصف اور دو ثلث ہے وہ اپنے بھائیوں کے ساتھ عصبہ بن جائیں گی۔ ان کے علاوہ دوسروں کے ساتھ نہ بن سکیں گی۔

تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي

یہ اللہ کی حد بندیاں ہیں، اور جو شخص اطاعت کرے اللہ کی اور اس کے رسول کی اسے اللہ تعالیٰ ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں

مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿۱۳﴾ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ

جاری ہوں گی، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، اور یہ بڑی کامیابی ہے، اور جو شخص اللہ کی

وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا مَوْلَهُ عَذَابٌ مُهِينٌ ﴿۱۴﴾

اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی حدود سے آگے نکل جائے وہ اسے آگ میں داخل فرمائے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لئے عذاب ہے ذلیل کرنے والا۔

ذوکی الارحام

یہ ایسے اقارب ہیں۔ جو عصبات سے نہیں۔ نہ اہل فرائض سے ہیں۔ ان کی ترتیب عصبات کی طرح ہے۔

(نکتہ نادرہ: اس آیت میں وصیت و قرض کو عدم ضرر کی قید سے مشروط کیا۔ جبکہ اس سے قبل یہ قید نہیں۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ قرابت تو والد اور تعلق زوجیت کا تقاضہ ہے کہ وصیت یا اقرار دین پایا جائے۔ مگر خیانی بھائی قرابت کا رشتہ نہیں رکھتے یہاں ضرر کا اندیشہ قوی ہے۔ اس لئے اس سے بچانے کی خاطر قید لگا دی۔ مترجم)

تفسیر آیت نمبر ۱۳:

تِلْكَ (یہ) اس کا مشاٰر الیہ وہ احکام ہیں جن کا تذکرہ باب الیتامی والوصایا والموارث میں ہو چکا۔ حُدُودُ اللَّهِ (اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں) ان کو حدود کہا۔ کیونکہ احکام شریعت حدود کی طرح ہیں۔ جو کہ مکلفین کے لئے لگائی گئیں۔ ان سے تجاوز ان کے لئے جائز نہیں ہے۔ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (جو اللہ اور اس کے رسول کی پوری اطاعت کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو ایسی جنتوں میں لے جائے گا جن کے درختوں کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے یہی بڑی کامیابی ہے)

تفسیر آیت ۱۴:

وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا (اور وہ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اس کی حدود سے تجاوز کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو آگ میں داخل فرمائیں گے وہ اس میں ہمیشہ رہے گا)

لفظ ومعنی کا لحاظ:

خَوْرٌ: خَالِدِينَ اور خَالِدًا کو نصب حال ہونے کی وجہ سے ہے اوپر والی آیت میں جمع لائے اور اس آیت میں مفرد لایا گیا۔

وَالَّتِي يَأْتِيَنَّ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِسَائِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً

اور تمہاری عورتوں میں سے جو عورتیں بے حیائی کا کام کریں سو ان پر چار آدمیوں کی گواہی طلب

مِّنْكُمْ فَإِنْ شَهِدُوا فَامْسِكُوهُنَّ فِي الْبُيُوتِ حَتَّى يَتَوَفَّهِنَّ

کرو جو تم میں سے ہوں، سو اگر وہ گواہی دے دیں تو ان عورتوں کو گھروں میں روکے رکھو یہاں تک کہ اللہ ان کو موت

الْمَوْتِ أَوْ يَجْعَلَ اللَّهُ لَهُنَّ سَبِيلًا ﴿۵﴾ وَالَّذِينَ يَأْتِيْنَهَا مِنْكُمْ فَاذْوَهْمَا

دے دے یا ان کے لئے کوئی راہ تجویز فرما دے، اور جو بھی دو شخص تم میں سے بے حیائی کا کام کریں ان کو اذیت پہنچاؤ،

فَإِنْ تَابَا وَأَصْلَحَا فَأَعْرِضُوا عَنْهُمَا ۖ إِنَّ اللَّهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيمًا ﴿۱۶﴾

پھر اگر وہ توبہ کر لیں اور اصلاح کر لیں تو ان سے اعراض کرو۔ بلاشبہ اللہ توبہ قبول فرمانے والا مہربان ہے۔

ایک میں معنی کا لحاظ کیا جبکہ دوسرے میں لفظ کا لحاظ کیا۔

قراءت: ندخلہ دونوں مدنی اور شامی نے پڑھا ہے۔ وَلَهُ عَذَابٌ مُّهِينٌ۔ (اس کے لئے ذلت والا عذاب ہے) کیونکہ وہ ذلیل ہوگا اللہ تعالیٰ کے ہاں۔

تردید خوارج:

اس آیت کا معتزلہ و خوارج کے فاسد استدلال سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ آیت کفار کے متعلق ہے۔ کیونکہ کافر ہی نے اللہ تعالیٰ کی تمام حدود کو پھاندا ہے۔

باقی مؤمن تو ایمان کے سبب مطیع ہے تو حید کی حدود سے تعدی کرنے والا نہیں۔ اسی لئے ضحاکؒ نے معصیت کی تفسیر شرک سے کی ہے۔ کلبی نے کہا من یعص الله ورسوله بکفره بقسمة الموارث ویتعد حدوده استحلالاً۔ کہ جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی تقسیم میراث میں کفر کے سبب کی اور اللہ تعالیٰ کی حدود کو حلال قرار دے کر توڑا۔

تفسیر آیت ۱۵:

پھر حکام کو خطاب کر کے فرمایا۔ وَالَّتِي يَأْتِيَنَّ الْفَاحِشَةَ (وہ عورتیں جو بے حیائی کا ارتکاب کریں)

مِنْكُمْ: وَالَّتِي یہ الَّتِي کی جمع ہے۔ اور بوجہ مبتداء موضع رفع میں ہے الفاحشة سے مراد زنا ہے۔ کیونکہ یہ بہت سے قبائح سے بڑھ کر ہے۔ کہا جاتا ہے۔ اتی الفاحشه وجاءها رفقها و غشيها۔ ان تمام کا معنی ارتکاب فاحشہ ہے۔ مِنْ نِّسَاءِكُمْ (تمہاری عورتوں میں سے بعض) یہاں من تبعیضیہ ہے۔ فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ (ان کے متعلق گواہی طلب کرو)

مِنْكُمْ: وَالَّتِي سے جملہ صلیل کر مبتداء اور فاستشہدوا اس کی خبر ہے۔ أَرْبَعَةً مِّنْكُمْ (اپنے میں سے چار) مِّنْكُمْ سے

مراد مؤمن۔ فَإِنْ شَهِدُوا (پس اگر وہ زنا کی گواہی دیں) فَأَمْسِكُوهُمْ فِي الْبُيُوتِ (تو ان عورتوں کو گھروں میں بند کر دو) حَتَّى يَتَوَفَّيَهُنَّ الْمَوْتُ (یہاں تک کہ ان کو موت آجائے) الموت سے قبل مضاف محذوف ملائكة الموت جیسا کہ دوسری آیت: الَّذِينَ تَتَوَفَّيَهُمُ الْمَلَائِكَةُ (انحل: ۲۸) یا دوسرا معنی موت ان کو پکڑ لے۔ اور ان کی ارواح کو پورا پورا لے لے۔

سبیل کی وضاحت:

أَوْ يَجْعَلَ اللَّهُ لَهُنَّ سَبِيلًا (یا اللہ تعالیٰ ان کے لئے راستہ مقرر کر دے) جو اس کے علاوہ ہو۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ کنواری کے لئے وہ راہ سو کوڑے اور جلا وطنی ہے اور شیبہ کے لئے سنگسار کرنا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ خذوا عني خذوا عني قد جعل الله لهن سبيلا۔ البكر بالبكر جلد مائة وتغريب عام والشيب بالشيب جلد مائة ورجم بالحجارة۔ (مسلم ۱۱۶۹۰ احمد ۳۱۳ جلد ۵ ابوداؤد ۴۳۱۶ ترمذی ۱۳۳۳)

مجھ سے احکام اچھی طرح سمجھ لو۔ اچھی طرح سمجھ لو۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے راستہ متعین کر دیا۔ کہ کنواری لڑکی ولڑکا ان کو سو کوڑے مارے جائیں گے اور جلا وطن کیا جائے گا اور شادی شدہ جوڑے کو سو کوڑے اور سنگسار کیا جائے۔

تفسیر آیت ۱۶:

وَالَّذَانِ (اور جو نئے دو شخص بھی) مراد زانی اور مزنیہ ہے۔ قراءت: وَالَّذَانِ نون کی تشدید کے ساتھ کی نے پڑھا ہے۔ يَأْتِيَنَّهَا مِنْكُمْ (بے حیائی کا کام کریں تم میں سے) اس کا یعنی فاحشہ کا ارتکاب کرنے والے ہوں۔ فَأَذُوهُمَا (پس ان کو دکھ پہنچاؤ) ڈانٹ ڈپٹ کرو اور عار دلاؤ۔ اور ان کو کہو تمہیں شرم نہیں آتی تم اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے۔ فَإِنْ تَابَا (پس اگر وہ توبہ کر لیں) بے حیائی سے۔ وَأَصْلَحَا (اور اصلاح کر لیں) اور حالت کو بدل لیں۔ فَأَعْرِضُوا عَنْهُمَا (تو تم ان دونوں سے اعراض کرو) اور توبہ و مذمت کو منقطع کر دو۔ إِنَّ اللَّهَ كَانَ تَوَّابًا رَحِيمًا (بیشک اللہ توبہ قبول کرنے والے مہربان ہیں) وہ تائب کی توبہ قبول فرماتے ہیں اور اس پر رحم بھی فرماتے ہیں۔

اولی حد زنا:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ زنا کی حد میں سے جو پہلی چیز نازل ہوئی وہ ایذا پہنچانا ہی تھی۔ پھر دوسرے نمبر پر قید کرنا۔ پھر تیسرے نمبر پر کوڑے لگانا اور سنگسار کرنا۔ پس نزول کی ترتیب تلاوت کی ترتیب کے خلاف ہے۔

تین اقسام حد:

خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ اگر دونوں شادی شدہ ہوں تو ان کی حد فقط رجم ہے اور جب کنوارے ہوں تو ان کی حد فقط کوڑے ہیں اور اگر ایک شادی شدہ اور دوسرا کنوارہ ہو تو شادی شدہ پر رجم اور کنوارے پر سو کوڑے۔

إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوبُونَ

پس اللہ کے ذمہ ان لوگوں کی توبہ قبول کرنا ہے جو حماقت کے ساتھ گناہ کر لیتے ہیں پھر قریب ہی وقت میں

مِنْ قَرِيبٍ فَأُولَٰئِكَ يَتُوبُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ۖ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا

توبہ کر لیتے ہیں۔ سو یہ وہ لوگ ہیں جن کی توبہ اللہ قبول فرمائے گا۔ اور اللہ علم والا

حَكِيمًا ۝۱۷ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ ۚ حَتَّىٰ إِذَا

حکمت والا ہے۔ اور ان لوگوں کی توبہ نہیں جو بُرے کام کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ

حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ الْإِثْنَ وَلَا الَّذِينَ يَمُوتُونَ

جب ان میں سے کسی کے سامنے موت حاضر ہو جائے تو کہتا ہے کہ بے شک میں نے اب توبہ کی، اور نہ ان لوگوں کی توبہ ہے

وَهُمْ كُفَّارٌ ۖ أُولَٰئِكَ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۝۱۸

جو کافر ہونے کی حالت میں مرتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کیا ہے۔

اعتراف ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ:

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ پہلی آیت ان عورتوں کے متعلق ہے جو مساحقہ کرنے والیاں ہیں اور دوسری آیت لواطت کا ارتکاب کرنے والوں کے بارے میں اور سورۃ النور کی آیت وہ زانی وزانیہ کے متعلق ہے۔ یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی واضح دلیل ہے کہ لواطت کی سزا تعزیر ہے۔ حد نہیں ہے۔

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ الا ذی والی آیت لواطت کے متعلق ہے۔

تفسیر آیت ۱۷:

إِنَّمَا التَّوْبَةُ (بے شک توبہ قبول کرنا) اس سے اس شخص کی توبہ مراد ہے۔ جس پر اللہ تعالیٰ رجوع فرما کر توبہ قبول کر لیں۔ عَلَى اللَّهِ (اللہ تعالیٰ کے ذمہ) اس سے مراد وجوب نہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ کوئی چیز واجب نہیں۔ بلکہ علی، وعدے کی تاکید کیلئے لایا گیا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ یہ بہر صورت ہو کر رہے گا۔ جس طرح واجب چھوڑا نہیں جاسکتا۔ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوءَ (صرف ان لوگوں کیلئے ہے۔ جو برائی کر لیتے ہیں) گناہ کو سوء کے لفظ سے ذکر اسلئے کیا۔ کیونکہ گناہ کا وبال برا ہے۔ بِجَهَالَةٍ (نادانی کے ساتھ) جہالت کی قید کا فائدہ:

بخجہ: بجهالة موضع حال میں ہے یعنی يعملون السوء جاهلین سفہاء۔ وہ برائی کرتے ہیں اس حال میں کہ وہ

ناواقف و نادانی کرنے والے ہیں۔ کیونکہ قبیح کے ارتکاب کی طرف حماقت آمادہ کرتی ہے۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ جس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی وہ جاہل ہے جب تک کہ وہ جہالت سے باز نہ آجائے۔

ترغیبِ توبہ:

دوسرا قول: اس کی جہالت یہ ہے کہ اس نے فانی لذات کو باقی لذات کے مقابلہ میں ترجیح دی ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے وہ ناواقف نہیں کہ اس نے گناہ کیا۔ لیکن وہ اس کی سزا سے ناواقف ہے۔ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِنْ قَرِيبٍ (پھر قریب وقت میں وہ توبہ کر لیتے ہیں) احتضار موت سے پہلے پہلے دوسری آیت میں فرمایا حتیٰ اذا حضر احدہم الموت کہ جب ان میں سے کسی ایک کو موت آنے لگتی ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہوئی کہ احتضار کا وقت ایسا ہے۔ کہ اس میں توبہ قبول نہیں ہوتی۔ ضحاک رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ موت سے پہلے کی جانی والی ہر توبہ قریب ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ موت کا فرشتہ دیکھنے سے پہلے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ ان اللہ تعالیٰ یقبل توبۃ العبد ما لم یغرغر۔

(رواہ احمد ۱۳۲/۲ ترمذی ۳۵۳۷ ابن ماجہ ۴۲۵۳)

بیشک اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ قبول کرتے ہیں جب تک غرغره میں مبتلا نہ ہو۔ من تبعیض کے لئے ہے۔ یعنی کسی قریب زمانہ میں توبہ کر لیتے ہیں۔

گویا کہ (ترغیبِ توبہ کے لئے) معصیت اور حضور موت کے درمیانی زمانے کو بہت قریبی زمانہ قرار دیا۔ (کہ وہ تھوڑا سا وقت ہے فوراً توبہ کر لینی چاہیے)

فَاُولَٰئِكَ يَتُوبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ (ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ رجوع فرمائیں گے) یہ وعدہ ہے کہ وہ اس کو پورا فرمائیں گے۔ اور بتلادیا کہ بخشش بہر صورت ہونے والی ہے۔ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيمًا (اور اللہ تعالیٰ ان کے توبہ کے ارادہ کو جاننے والے ہیں) حَکِيمًا (حکمت والے ہیں) کہ شرمندہ ہونے کو توبہ قرار دیا۔

تفسیرِ آیت ۱۸:

وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ حَتَّىٰ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ التَّوْبَةَ (اور توبہ مقبول نہیں ان لوگوں کی جو برے کام کرتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آنے لگتی ہے تو کہنے لگتا ہے اب میں توبہ کرتا ہوں) مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کی کوئی توبہ نہیں جو گناہ کرتے رہتے ہیں۔ اور اپنی توبہ کو ٹالتے رہتے ہیں یہاں تک کہ ان سے تکلیف دور ہو جائے اسبابِ موت جمع ہو کر اور ملکِ الموت کو سامنے دیکھ کر۔ ایسے لوگوں کی توبہ غیر مقبول ہے کیونکہ یہ اضطراری حالت ہے۔ اختیاری نہیں۔ قبولیتِ توبہ تو ثواب و رجوع ہے اسکا کوئی کسی سے وعدہ نہیں مگر جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے پسند کر لیا جائے۔ وَلَا الَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارًا (اور نہ انکی توبہ قبول ہے جو کفر کی حالت میں مر جاتے ہیں)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرِهًا وَلَا تَعْضُلُوهُنَّ

اے ایمان والو! تمہارے لئے یہ حلال نہیں کہ تم زبردستی عورتوں کے وارث ہو جاؤ۔ اور تم ان عورتوں کو اس غرض سے مقید مت رکھو کہ

لِتَذْهَبُوا بِبَعْضِ مَا اتَّيَمُّوهُنَّ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنَّ بِفَاحِشَةٍ مُبِينَةٍ ۚ وَعَاشِرُوهُنَّ

جو مال تم نے ان کو دیا ہے اس میں سے کچھ واپس لے لو۔ مگر یہ کہ وہ عورتیں کوئی صریح فحش کام کر بیٹھیں، اور تم ان کے ساتھ اچھے

بِالْمَعْرُوفِ ۚ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَى أَنْ تَكْرَهُنَّ شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ

طریقہ پر زندگی گزارو، سو اگر تم کو وہ ناپسند ہیں تو ہو سکتا ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ اس میں

خَيْرًا كَثِيرًا ۝۱۹

زیادہ خیر رکھ دے۔

مُحْوَر: اس کا عطف للذین يعملون السينات پر ہے یہ بھی موضع جر میں ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے لیست التوبة للذین يعملون السينات ولا للذین یموتون وهم کفار۔ ہم کفار۔ یموتون کی ضمیر سے حال ہے۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ پہلی آیت مؤمنین کے متعلق اور درمیانی منافقین سے متعلق اور پچھلی آیت کفار کے متعلق ہے۔

نحو و قراءت:

بعض مصاحف میں یہ دو لام کے ساتھ ہے۔ یہ مبتداء ہے اور اس کی خبر اولئک اعتدنا لہم عذاباً الیماً ہے۔
 اُولَئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا (ان لوگوں کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے) اعتدنا یہ عتید سے ماخوذ ہے۔ عتید کا معنی حاضر ہے یا اس کا اصل اعددنا۔ دال کوتا سے بدل دیا۔
 آیت ۱۹: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرِهًا۔ (اے ایمان والو! تمہارے لئے حلال نہیں کہ تم مالک بن جاؤ عورتوں کے زبردستی)

طریق جاہلیت کا خاتمہ:

زمانہ جاہلیت میں آدمی عورتوں کے اس طرح وارث بن جاتے کہ اپنا کپڑا اس پر ڈال دیتے اور بلا مہر اس سے شادی کر لیتے۔ خواہ عورت کو پسند ہو یا نہ، یہ آیت اتاری کہ تمہارا ان کو بطور وراثت لینا درست نہیں۔ جس طرح کہ میراث لی جاتی ہے۔ جبکہ عورتیں بھی اس کو ناپسند کرنے والی ہوں۔ یا ان کو مجبور کر کے ایسا کرو۔

نحو قراءت:

گھر ہا فتح کے ساتھ یہ کراہت سے ہے۔ اور ضمہ کے ساتھ اکراہ سے ہے اور مصدر ہے۔ حمزہ علی رحمہما اللہ نے ضمہ سے پڑھا ہے۔ یہ مفعول سے حال ہے۔

فائدہ مہمہ:

گرہ کی قید لگانے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جب گرہ نہ ہو تو ایسا کرنا جائز ہو جائے گا۔ کیونکہ کسی شئی کو ذکر کر کے تخصیص کرنا ماسواء کی نفی پر دلالت نہیں کرتا۔ جیسا اس آیت میں ہے۔ وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ۔ کہ تم اپنی اولاد کو بھوک کے ڈر سے قتل نہ کرو الا سراء۔ ۳۱۔ اب بھوک کا خطرہ نہ ہو بلکہ وسعت مالی میسر ہو تو ایسی حالت میں بھی اولاد کا قتل جائز نہیں۔ وَلَا تَعْضَلُوهُنَّ (اور تم ان کو نہ روکو) جاہلیت میں رواج تھا کہ جب آدمی کسی عورت سے نکاح کرتا حالانکہ اس کو اس کی ضرورت نہ ہوتی تو اس کو روک لیتے۔ خود اچھا سلوک نہ کرتے۔ یہ سلوک اس لئے کرتے تاکہ وہ اس کا مال حاصل کر لیں اور وہ مال سے خود علیحدگی اختیار کر لے۔

نحو: نمبر ۱۔ ان تروثوا پر عطف کی وجہ سے منصوب ہے۔ اور لا تا کید نفی کے لئے ہے۔ اب مطلب یہ ہوا۔ نہ ان کا مال میراث کی طرح مالک بننا حلال ہے اور نہ ان کو روک رکھنا حلال ہے۔ نمبر ۲۔ یہ جملہ متانفہ ہے اور لا نہی کا ہے۔ اب گھر ہا پر وقف ہوگا۔ مطلب یہ ہوگا۔ تم مت ان کو روکو۔

العصل روکنے اور تنگ کرنے کو کہتے ہیں۔
لِتَذْهَبُوا بِبَعْضِ مَا آتَيْتُمُوهُنَّ تاکہ جو مہر تمہارے مردہ باپ یا عزیز نے ان کو دیا ہے۔ تم ان سے اس کا کچھ حصہ واپس لے لو۔
نحو: یہ لتذہبوا بتاویل مصدر لام کا مجرور ہو کر لا تعضلوا کے متعلق ہے۔

بدسلوکی میں اجازت خلع:

إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ (مگر یہ کہ وہ کھلی بے حیائی کا ارتکاب کریں) فاحشہ سے مراد خاوند کی نافرمانی اور خاوند اور اس کے اہل و عیال کو بدکلامی سے ایذا دینا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اگر بدسلوکی ان عورتوں کی طرف سے ہو تو پھر تم خلع کے مطالبہ میں معذور ہو۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ الفاحشہ سے مراد زنا ہے۔ پس اگر عورت نے ایسا کیا تو اس کے خاوند کے لئے خلع کا مطالبہ درست ہے۔

قراءت: مبیِّنۃ۔ کوئی اور ابو بکر نے یا کے فتح سے پڑھا۔ استثناء عام ظرف سے زیادہ عام ہے یا استثناء مفعول لہ ہے۔ گویا تقدیر عبارت یہ ہوگی ان کو تمام اوقات میں مت روکو مگر اس وقت جبکہ وہ فاحشہ کا ارتکاب کریں۔ دوسرا معنی۔ ان کو تم کسی علت و غرض سے نہ روکو مگر روکنے کی علت ارتکاب فاحشہ ہو۔

وَإِنْ أَرَدْتُمْ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ ۖ وَآتَيْتُمْ أَحَدَهُنَّ قِطَارًا

اور اگر ایک بیوی کو دوسری بیوی کی جگہ بدلنا چاہو اور تم ان میں سے ایک کو بہت سا مال دے چکے ہو

فَلَا تَأْخُذْ وَامِنْهُ شَيْئًا ۚ اتَّخِذُوا نَهْ بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا ﴿۲۰﴾ وَ

تو اس میں سے کچھ بھی نہ لو۔ کیا تم اس کو واپس لو گے بہتان رکھ کر اور صریح گناہ کا ارتکاب کر کے، اور

كَيْفَ تَأْخُذْ وَنَهْ وَقَدْ أَفْضَىٰ بَعْضُكُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ وَأَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيثَاقًا

تم اس کو کیسے لیتے ہو حالانکہ تم ایک دوسرے تک پہنچ چکے ہو اور انہوں نے تم سے خوب پختہ عہد

غُلِيظًا ﴿۲۱﴾

لے لیا ہے۔

وہ عورتوں سے بدسلوکی کرتے پس انہیں حکم دیا گیا۔ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ (ان سے حسن معاشرت اختیار کرو) اور وہ نفقہ اور مہیت میں انصاف کرنا ہے۔ اور بات مجمل و مناسب کہنا۔ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ (پس اگر تم ان سے نفرت کرتے ہو) ان کی بد صورتی یا بد اخلاقی کی وجہ سے فَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا (پس ہو سکتا ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ نے اس میں بہت سی بھلائی رکھی ہو) اے کی ضمیر اس شے کی طرف یا کرہ و ناپسندیدگی کی طرف راجع ہے۔ خیراً کثیراً سے مراد ثواب جزیل ہے یا پھر اولاد صالح۔

مفہوم و مطلب :

آیت کا یہ ہے۔ پس اگر تم ان کو ناپسند کرتے ہو تو ان سے جدائی صرف نفس کی کراہت کی وجہ سے اختیار نہ کرو۔ بسا اوقات نفس ایسی چیز کو ناپسند کرتا ہے۔ جو دینی اعتبار سے اس کے لئے زیادہ بہتر ہے۔ اور بھلائی سے قریب تر ہوتا ہے۔ اور ایسی چیز کو نفس پسند کرتا ہے۔ جو دینی اعتبار سے انتہائی نقصان دہ ہے بلکہ عورتوں سے جدائی اسباب صلاح پر نظر کرتے ہوئے ہونی چاہیے۔

نَحْمُ: فَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا ۖ جِزَاءٌ ہے۔ اور ان کو ہتموہن شرط ہے۔ اب آیت کا مطلب یہ ہوا۔ ان کو ہتموہن فاصبروا علیہن مع الکراہة فلعل لکم فیما تکرہونہ خیراً کثیراً لیس فیما تحبونہ۔ اگر تم ان کو ناپسند کرتے ہو تو کوئی بات نہیں صبر کرو باوجود کراہت کے ان کو اپنے ہاں روک کر رکھو۔ شاید کہ جس چیز کو تم ناپسند کرتے ہو اسی میں بہت سی بھلائی ہو جو اس چیز میں نہ ہو جس کو تم پسند کرتے ہو۔

تفسیر آیت ۲۰: ایک جاہلانہ روش:

زمانہ جاہلیت میں جب کوئی آدمی کسی عورت کو دیکھتا اور وہ اس کو پسند آ جاتی۔ تو اپنی سابقہ بیوی پر بہتان لگاتا اور زنا کی

طرف اس کی نسبت کرتا۔ تا آنکہ مجبور ہو کر وہ اپنے مہر سے دست بردار ہوتی یا اس کو واپس کرتی۔ اس آیت میں فرمایا گیا۔ وَإِنْ ارْدْتُمْ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ (اگر تم ایک بیوی کو طلاق دے کر دوسری کو اس کی جگہ بدلنا چاہتے ہو) وَاتَّيْتُمْ اِحْدَاهُنَّ (اور تم نے ایک بیوی کو دے رکھا ہے) اِحْدٰی الزَّوْجَاتِ مراد ہے۔ اور زواج سے مراد جمع ہے۔ کیونکہ اتَّيْتُمْ میں ضمیر خطاب جماعت رجال کو ہے۔ قِنْطَارًا (خزانہ) بہت زیادہ مال جیسا کہ آل عمران میں گزرا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منبر پر فرمایا۔ لَا تَغَالُوا بِصَدَقَاتِ النِّسَاءِ۔ عورتوں کے مہروں کے سلسلہ میں گرائی نہ کرو۔ تو ایک عورت نے کہا۔ کیا ہم تمہاری بات مانیں یا اللہ تعالیٰ کا فرمان: وَاتَّيْتُمْ اِحْدَاهُنَّ قِنْطَارًا۔ تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ہر شخص دینی سمجھ میں عمر سے زیادہ ہے۔ تم جتنے مہر پر مرضی ہو نکاح کرو۔ (بکر بن عبد اللہ المزنی کی روایت میں ہے کہ فاروق اعظم نے فرمایا میں تمہیں کثرت مہر سے منع کرنے لگا۔ تو میرے سامنے یہ آیت: اتَّيْتُمْ اِحْدَاهُنَّ قِنْطَارًا آگئی پس میں اس سے رک گیا)

فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ (پس تم اس دیئے ہوئے مال میں سے نہ لو) ہ کی ضمیر قِنْطَار کی طرف راجع ہے۔ شَيْئًا اتَّأْخُذُونَهُ بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا (کیا تم اس مال کو باطل طور پر اور کھلے گناہ کا ارتکاب کر کے لو گے) مَبِينًا بمعنی واضح۔

تعریف بہتان:

البہتان کسی آدمی کے متعلق کوئی ایسی بری بات یا فعل کی نسبت کرنا جو اس نے نہ کیا ہو۔ کیونکہ وہ اس فعل یا بات کو سن کر مبہوت یعنی حیران ہوگا۔ اس لئے اس کو بہتان کہتے ہیں۔ یہاں فعل ہی مراد ہے۔
نَحْمُ: بُهْتَانًا یہ حال ہونے کی بناء پر منصوب ہے۔ یعنی اس حال میں کہ تم بہتان لگانے والے اور گناہ کا ارتکاب کرنے والے ہو گے۔

تفسیر آیت ۲۱:

پھر اس آیت میں جماع کے بعد مہر لینے کو اور زیادہ برا قرار دیتے ہوئے فرمایا۔ وَكَيْفَ تَأْخُذُونَهُ وَقَدْ أَفْضَى بَعْضُكُمْ إِلَى بَعْضٍ (تم کس طرح اس کو لے لو گے۔ جبکہ تم جماع کر چکے) افضاء۔ ایسی خلوت جس میں رکاوٹ نہ ہو۔ اسی سے قضاء بمعنی صحراء ہے۔

احناف کی دلیل:

مَسْنَلَةٌ: یہ آیت ہم احناف کے لئے خلوت صحیحہ کے بعد لزوم مہر کی دلیل ہے۔
آیت میں مہر واپس لینے کو ناپسند قرار دیا گیا۔ اور اس کی علت اگلی آیت میں بیان فرمائی۔

پختہ وعدہ کی مراد:

وَآخِذْنَ مِنْكُمْ مِّيثَاقًا غَلِيظًا (اور وہ عورتیں تم سے پختہ وعدہ بھی لے چکیں) اور وہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ فَاَمْسَاكُ بمعروف او تسريح باحسان (البقرہ۔ ۲۴۹) کہ یا تو ان عورتوں کو دستور کے موافق روک رکھو یا احسان سے رخصت کر دو)

وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۚ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً

اور ان عورتوں سے نکاح نہ کرو جن سے تمہارے باپ نکاح کر چکے ہیں مگر جو پہلے گزر چکا۔ بے شک یہ بے حیائی کا

وَمَقْتًا ۚ وَسَاءَ سَبِيلًا ﴿۲۲﴾

اور غصہ کا کام ہے اور برا راستہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ اپنے بندوں سے ان عورتوں کی خاطر لیا۔ تو یہ ایسے ہی ہو گیا جیسے ان عورتوں نے اپنے خاوندوں سے براہ راست لیا۔

دوسری تفسیر: میثاقاً غلیظاً سے مراد رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔ استوصوا بالنساء خیراً۔ تم عورتوں سے بھلا سلوک کرو فان هن عوان فی ایدیکم اخذتموهن بامانة اللہ۔ وہ تمہارے ہاتھوں میں ریوڑ کی طرح ہیں۔ واستحللتم فروجہن بکلمۃ اللہ (ترمذی ۱۱۶۳۔ ابن ماجہ ۱۷۵۱ مسلم ۱۸۵۱۔ تم نے ان کو اللہ تعالیٰ کی امان سے لیا اور ان کی شرمگاہوں کو بحکم خدا اپنے لئے حلال بنایا۔

آیت ۲۲: جب یہ آیت لایحل لکم ان ترثوا اتری۔ تو لوگوں نے کہا ہم نے سابقہ رواج کو ترک کر دیا۔ ہم ان کی ناپسندیدگی سے ان کے وارث نہ بنیں گے۔ لیکن ہم ان کو پیغام نکاح دیں گے اور ان کی رضا و رغبت سے ان سے نکاح کریں گے۔ تو اس پر یہ آیت اتری۔

باپ کی موطوءہ حرام ہے:

وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ مِنَ النِّسَاءِ (ان عورتوں سے نکاح نہ کرو جن سے تمہارے باپوں نے نکاح کیا ہے) ایک قول یہ ہے کہ نکاح سے مراد وطی ہے۔ یعنی ان عورتوں سے وطی نہ کرو جن سے تمہارے باپوں نے وطی کی ہو۔

مَسْنَدُہ: اس سے یہ ثابت ہوا کہ باپ کی موطوءہ سے نکاح حرام ہے خواہ وہ موطوءہ نکاح سے ہو یا ملک یمین یا زناء سے جیسا کہ ہمارا مسلک احناف ہے۔ اور اکثر مفسرین کی یہی رائے ہے۔ جب انہوں نے یہ کہا کہ ہم ایسا کریں گے۔ تو اس کی ممانعت کر دی گئی تو اگر اپنی طرف سے ایسا کریں گے تو اس کا حال خود سوچ لیں کیا ہوگا فرمایا۔ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ (لیکن جو پہلے ہو چکا) اس پر تو تم سے مواخذہ نہ کیا جائے گا۔

نَحْوُ: سیبویہ کہتے ہیں کہ یہ استثناء منقطع ہے۔

اللہ کی ناراضگی و ناپسندیدگی:

آیت کے اگلے حصے میں عقد کی حیثیت بتلا دی۔ إِنَّہ كَانَ فَاحِشَةً (کہ یہ بے حیائی ہے اور قباحت میں انتہاء کو پہنچنے والی ہے) وَمَقْتًا (اور ناراضگی میں) میں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں مغوض اور ایمان والوں کے ہاں انتہائی ناپسندیدہ ہے۔ بعض لوگ عورتوں کی

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ

حرام ہو گئیں ہیں تم پر تمہاری مائیں، اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں، اور تمہاری پھوپھیاں، اور تمہاری خالائیں، اور بھائی

الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَأُمَّهَاتُ النِّسَاءِ الَّذِينَ أَرَضَعَكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ مِنَ الرِّضَاعَةِ

کی بیٹیاں، اور بہن کی بیٹیاں، اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا، اور تمہاری دودھ شریک بہنیں،

وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ وَرَبَائِبُكُمُ الَّذِينَ فِي حُجُورِكُمْ مِّنْ نِّسَائِكُمُ الَّتِي دَخَلْتُمْ

اور تمہاری بیویوں کی مائیں اور تمہاری ان بیویوں کی بیٹیاں جن بیویوں سے دخول کر چکے ہو جو تمہاری گودوں

بِهِنَّ فَإِنْ لَّمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ زَوْحَلَّالِيلُ أَبْنَاءُكُمْ

میں ہیں۔ سوا اگر تم نے ان بیویوں سے دخول نہ کیا ہو تو تم پر کوئی گناہ نہیں کہ ان کی لڑکیوں سے نکاح کر لو، اور حرام ہیں تمہارے ان بیٹوں کی بیویاں

الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ

جو تمہاری پشت سے ہیں اور یہ بھی حرام ہے کہ تم دو بہنوں کو اپنے نکاح میں جمع کرو مگر جو گزر چکا۔

إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿۲۳﴾

بلاشبہ اللہ غفور ہے رحیم ہے۔

ناراضی کے باوجود اپنے وقار کے لئے ایسا کرتے تھے اور اس کو نکاح مقت کہتے تھے۔ اور اس سے جو اولاد پیدا ہوتی اس کا لقب المقتی مشہور ہوتا۔ وَنِسَاءً سَبِيلًا (اور یہ بہت برابر راستہ ہے)

تَفْسِيرُ آیت ۲۳..... بیانِ محرمات:

جب شروع سورت میں ان عورتوں کا ذکر کیا جن سے نکاح حلال تھا۔ اور اس سے قبل بعض محرمات کا ذکر دیا گیا۔ اور وہ باپوں کی موطوءہ ہیں۔ تو اب باقی محرمات کا ذکر فرمایا۔ وہ سات نسب سے ہیں۔ سات سبب سے ہیں۔ ابتداء نسب والی عورتوں سے کی۔ فرمایا۔ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ (تم پر تمہاری مائیں حرام کر دی گئیں) مراد ان سے نکاح کا حرام ہونا ہے عند البعض۔ ہم نے شرح المنار میں مختار قول ذکر کر دیا ہے۔ ثانی یادادی وہ بھی امہات میں شامل ہیں۔

وَبَنَاتُكُمْ (اور تمہاری بیٹیاں) پوتیاں، نواسیاں وہ بھی ان کے ساتھ شامل ہیں۔

قاعدہ: جب جمع کا مقابلہ جمع سے ہو تو پھر تقسیم احادی کی احاد پر ہوتی ہے۔

پس ہر ایک پر اس کی ماں اور اس کی بیٹی حرام ہوگی۔ وَأَخَوَاتُكُمْ (اور تمہاری بہنیں) جو باپ یا ماں یا صرف باپ کی طرف

سے یا صرف ماں کی طرف سے ہوں۔ یعنی حقیقی، علاقائی، اخائی۔

عمات سے مراد:

وَعَمَّتُكُمْ (تمہاری پھوپھیاں) حقیقی علاقائی، اخائی۔ وَخَلَّتُكُمْ (اور تمہاری خالائیں) تینوں قسم حقیقی، علاقائی، اخائی۔ وَبَنَتْ الْأُخْ (بھتیجیاں) تینوں قسم حقیقی، علاقائی، اخائی۔ وَبَنَتْ الْأُخْتِ (بھانجیاں) تینوں قسم ان دونوں قسم میں پوتیاں اور نواسیاں بھی شامل ہوں گی۔

حرمت رضاعت:

آگے سبب سے جو محرمات ہیں ان کو بیان کیا۔ وَأُمَّهُتُكُمْ الَّتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ مِّنَ الرِّضَاعَةِ (تمہاری رضاعی مائیں اور بہنیں) اللہ تعالیٰ نے رضاعت کو نسب کے قائم مقام کیا ہے۔ اسی لئے مرضعہ کو دودھ پینے والے بچے کی ماں سے تعبیر فرمایا۔ اور اس کی بیٹیوں کو بہن سے تعبیر فرمایا۔ اسی طرح مرضعہ کے زوج کو رضیع کا باپ اور اس کے ماں باپ کو دادا دادی اور باپ کی بہن کو اس کی پھوپھی ہر بچہ جو اس خاوند سے اس عورت کا پیدا ہو وہ اس رضیع کے بھائی، بہنیں حقیقی ہیں۔ اور اس عورت کا جو بچہ دوسرے خاوند سے پیدا ہو وہ اس کے ماں جائے بہن بھائی ہیں۔ اور اس کی اصل رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد ہے۔ یحرم من الرضاعة ما یحرم من النسب۔ بخاری۔ ۵۲۳۹۔ مسلم۔ ۱۴۴۴۔ رضاعت سے وہ رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب سے حرام ہوتے ہیں۔

عقد کی محرمات:

وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ (اور تمہاری بیویوں کی مائیں) یہ محرمات فقط عقد سے ہیں۔ وَرَبَّائِهِنَّ الَّتِي فِي حُجُورِكُمْ (وہ ربیبہ جو تمہاری پرورش میں ہوں) عورت کی وہ اولاد جو موجودہ کے علاوہ خاوند سے ہو اس کو ربیبہ اور ربیبہ کہا۔ کیونکہ یہ خاوندان کو پالتا ہے۔ جیسا کہ عموماً والد اپنی اولاد کو پالتا ہے۔ پھر مفہوم میں وسعت پیدا ہوئی اور تربیت نہ کرنے کی صورت میں بھی نام یہی رکھا گیا۔ الَّتِي فِي حُجُورِكُمْ (جو تمہاری گودوں میں ہیں) داؤد ظاہری نے کہا اگر وہ اس کے زیر نگرانی نہ ہوں تو حلال ہیں۔

حجور کی قید کا مطلب:

حجور کم کا تذکرہ غالب حالت کے پیش نظر ہے۔ یہ شرط نہیں۔ باقی اس انداز سے لانے کا مقصد حرمت کی علت بیان کرنا ہے۔ ان کی حرمت تمہارے ان کو گود میں لے لینے کی وجہ سے ہے یا اس بناء پر کہ وہ تمہارے گود میں لینے کے میلان میں ہیں۔ گویا کہ تم ان کی بیٹیوں سے عقد کرنے میں اس طرح ہو گے جیسے اپنی بیٹیوں سے عقد کرنے والے ہو۔

مِنْ نِّسَائِكُمُ الَّتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ (تمہاری ان عورتوں سے جن سے تم نے قربت کی ہو) یہ ربائبکم سے متعلق ہے یعنی کہ اس ربیبہ سے نکاح حرام ہے۔ جو مدخول بہا ہو۔ اگر اس عورت سے دخول نہ ہوا ہو تو پھر وہ ربیبہ حلال ہے۔ اور دَخَلْتُمْ بِهِنَّ یہ جماع سے کنایہ ہے۔ جیسے عرب کہتے ہیں بنی علیہا، وضرب علیہا الحجاب یعنی تم نے ان کو ستر میں داخل کیا ہو۔ با

تعدیہ کی ہے۔ لمس وغیرہ دوائی جماع وہ قائم مقام دخول ہیں۔

بعض علماء نے اللاتمی دخلتم بہن کو نساء متقدمہ اور متاخرہ کی صفت بنایا ہے۔ حالانکہ اس طرح نہیں۔ کیونکہ ایک وصف دوائیے موصوف کا وصف نہیں بن سکتا جن کا عامل مختلف ہو۔ اور یہاں نساء متقدمہ مجرور بالاضافت ہیں اور نساء متاخرہ من کی وجہ سے مجرور ہیں۔ اور اس طرح کہنا درست نہیں مودت بنسائک و ہربت من نساء زید الظریفات اس طور پر کہ پہلی نساء اور دوسرا لفظ نساء کی صفت بنے۔ زجاج نے اس طرح کہا۔ یہ قول صاحب کشاف کے قول سے زیادہ بہتر ہے۔

فَإِنْ لَّمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ (اگر تم نے ان سے قربت نہ کی ہو تم پر کوئی گناہ نہیں) کہ تم ان کی بیٹیوں سے نکاح کر لو۔ جبکہ پہلے ان کو طلاق دے کر فارغ کر دو۔ یا وہ نکاح کے بعد مرجائیں۔ وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ (اور تمہاری بہوئیں) حلائل جمع حلیلہ ہے۔ زوجہ کو کہا جاتا ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کے لئے حلال ہے۔ یا ایک دوسرے کا بستر اس کے لئے حلال کیا گیا۔ یہ حل سے ہے یا حلول سے ہے۔

اصلاب کی قید سے مبتنی کو خارج کیا:

الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ (وہ بیٹے جو تمہاری صلب سے ہیں) وہ نہیں جن کو تم نے مبتنی بنایا ہے۔ حضرت رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔ جب ان کو زید رضی اللہ عنہ مبتنی رسول اللہ ﷺ نے جدا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: لَكُمْ لَا يَكُونُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ (الاحزاب: ۳۷) تاکہ ایمان والوں کو اپنے منہ بولے بیٹوں کے سلسلہ میں کوئی تنگی نہ رہے۔ یہ آیت رضاعی بیٹے کی بیوی کی حرمت کے لئے نہیں ہے۔

رضاعی بیٹے کی بیوی بھی محرمات سے ہے:

(اس کی حرمت حدیث: یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب سے ثابت ہے اور اس پر اجماع ہے) وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ (اور یہ کہ تم جمع کر دو بہنوں کو) یعنی نکاح میں جمع کرنا۔ **نَحْمٌ**: اس کا عطف محرمات پر ہے۔ اور یہ موضع رفع میں ہے۔ یعنی تم پر جمع بین الاختین حرام کیا گیا۔

إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ (مگر جو ہو چکا) اب تک جو ہوا وہ معاف ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی وجہ سے إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا (بیشک اللہ تعالیٰ بخشنش فرمانے والے مہربان ہیں)

امام محمد رحمہ اللہ کا قول:

امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اہل جاہلیت ان تمام محرمات کو جانتے تھے مگر باپ کی بیوہ اور نکاح اختین مروج تھا اسی لئے ان کے متعلق الا ما قد سلف فرمایا۔

وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ۚ كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ

اور حرام ہیں وہ عورتیں جو کسی مرد کے نکاح میں ہوں، سوائے ان عورتوں کے جن کے تم مالک ہو جاؤ۔ اللہ نے ان احکام کو تم پر فرض فرما دیا ہے،

وَأُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ مُحْصِنِينَ غَيْرَ

اور تمہارے لئے حلال کی گئیں ہیں وہ عورتیں جو ان کے علاوہ ہیں کہ تم اپنے مالوں کے بدلہ طلب کرو اس حال میں کہ تم پاک دامن بن کر اختیار کرنے والے ہو۔

مُسْفِحِينَ ۖ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً ۖ

پانی بہانے والے نہ ہو۔ سو ان میں سے جن عورتوں سے نفع حاصل کر لو ان کے ہر دے دو جو مقرر ہو چکے ہیں

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا تَرَا ضَيْتُمْ بِهِ مِنْ بَعْدِ الْفَرِيضَةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ

اور تم پر اس بات میں کوئی گناہ نہیں کہ مقرر مہر کے بعد آپس کی رضامندی سے کسی بات پر راضی ہو جاؤ

بلا شبہ اللہ

عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿۲۴﴾

علیم ہے حکیم ہے۔

تفسیر آیت ۲۴:

وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ (اور خاوندوں والی عورتیں) کیونکہ انہوں نے اپنی شرمگاہوں کو نکاح کے ذریعہ محفوظ کر لیا۔

قراءت: یہاں کسائی نے محصنات۔ صاد کے فتح سے پڑھا۔ اور باقی تمام قرآن مجید میں کسرۃ صاد سے پڑھا۔

لونڈیوں کی حلت:

إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ (مگر جن کے مالک تمہارے دائیں ہاتھ ہوں) قید ہو جانے کی وجہ سے جبکہ اس کا خاوند دارالحرب میں ہو۔ مطلب یہ ہوا، تم پر منکوحہ عورتوں سے نکاح حرام ہے۔ یعنی وہ عورتیں جن کے خاوند ہوں مگر وہ عورتیں کہ جن کے مالک تمہارے دائیں ہاتھ بنے ان کے قید ہو جانے کی وجہ سے اور ان کے بلا خاوند نکالنے کی وجہ سے۔ دارین کے مختلف ہونے کی وجہ سے ان میں فرقت واقع ہو گئی۔ قید کی وجہ سے نہیں۔ دارین سے مراد دار الکفر اور دار الاسلام ہے۔ اسی لئے غانم کے لئے ملک یمین (لونڈی) استبرائے رحم کے بعد حلال ہے۔

يُكْتَبُ اللَّهُ عَلَيْكُمْ (یہ اللہ تعالیٰ کا فریضہ ہے تم پر) کتاب یہ مصدر مؤکد ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے تم پر لکھ دیا لکھ دینا اور فرض کیا فرض کرنا۔ اور فرض کا مطلب جو حرام کی گئی چیزیں ہیں ان کا حرام قرار دینا ہے۔ وَأُحِلَّ لَكُمْ (اور حلال کر دی گئیں تمہارے لئے)

نَحْوُ: فعل مضمر نے کتاب اللہ کو نصب دی اس پر اس کا عطف ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے لکھ دی تم پر ان کی تحریم اور اس کو حلال کر دیا تمہارے لئے۔ مَا وَرَاءَ ذَلِكُمْ (ان مذکورہ محرمات کے علاوہ عورتیں)۔

قراءت: کوئی قراء نے سوائے ابو بکر کے حرمت پر عطف کرتے ہوئے وَاَحِلَّ۔ ضمہ سے پڑھا ہے۔

نَحْوُ: اَنْ تَبْتَغُوا (یہ کہ طلب کرو تم) یہ مفعول لٹہ ہے۔ یعنی اس چیز کو جو حلال ہے اس چیز سے جدا کر کے جو حرام ہے اس نے بیان کر دیا تاکہ تم طلب کرو ان کو اپنے مالوں کے ساتھ۔ یا یہ ماوراء ذلکم سے بدل ہے۔ اور تَبْتَغُوا کا مفعول اس صورت میں مقرر ہے اور وہ النساء ہے۔ اور بہتر یہ ہے کہ مقرر نہ مانا جائے۔

بِأَمْوَالِكُمْ (اپنے اموال کے ساتھ) مال سے مراد یہاں مہر ہے۔

لطیف استدلال:

مَنْبِتْلَا: اس میں اس بات کی مضبوط دلیل ہے۔ کہ نکاح بلا مہر درست نہیں اور مہر لازم ہو جاتا ہے۔ خواہ مقرر نہ کیا جائے۔ اور غیر مال مہر نہیں بن سکتا۔ اور معمولی مقدار بھی مہر نہیں بن سکتا۔ اس لئے کہ ایک دانہ عادیہ مال شمار نہیں ہوتا۔

مُحْصِنِينَ (اس حال میں کہ تم پاکدامنی اختیار کرنے والے ہو) غَيْرَ مُسْلِفِينَ (نہ ہونا جائز تعلق رکھنے والے) تاکہ تم اپنے اموال کو ضائع کرنے والے نہ بنو اور اپنے آپ کو محتاج کر لو ایسی چیز سے کہ جس میں تمہارے دین و دنیا کا نقصان ہو۔ اور ان دونوں خساروں میں مبتلا آدمی بہت بڑے بگاڑ کا شکار ہو گیا۔

الا حصان پاکدامنی۔ حرام میں مبتلا ہونے سے نفس کو بچانا۔ المسافح زانی یہ السفح سے ہے اس کا معنی منی بہانا ہے۔

فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ (پس جس طریق سے تم عورتوں سے لذت اندوز ہو چکے ہو) تو ان کے مہر ان کو دو۔ یعنی عورتوں سے تم نکاح کر چکے ہو۔ فاتوہن اجورہن (تو ان کے مہر ان کو دے دو) کیونکہ مہر بضع کی طرف لوٹنے والا ہے۔ **نَحْوُ:** فَمَا اس موقع پر نساء کے معنی میں ہے۔ اور من تبعیضہ یا بیانیہ ہے۔ بہ کی ضمیر لفظ کے لحاظ سے تو من کی طرف راجع ہے اور معنی کے لحاظ سے فاتوہن کی طرف لوٹتی ہے۔

فَرِيضَةً (جو کچھ مقرر ہو چکے ہیں) **نَحْوُ:** یہ اجورہن سے حال ہے۔ ای مفروضہ مقرر کیے ہوئے۔ یا یہ ابتداء کی جگہ ہے۔ کیونکہ دینا فرض ہے۔ یا یہ مصدر مؤکد ہے اور فعل محذوف ہے فرض ذلك فريضة۔ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا تَرَايْتُمْ بِهِ مِنْ بَعْدِ الْفَرِيضَةِ (کوئی حرج نہیں اس مقدار میں جس پر تم باہمی رضامند ہو جاؤ مقرر ہو جانے کے بعد) یعنی مہر میں سے جو کم کرے یا تمام ہیہ کرے یا اس مقدار میں اضافہ کر دے۔ یا جس پر وہ باہمی ٹھہرانے پر رضامند ہو یا فراق پر۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا (بیشک اللہ تعالیٰ اشیاء کو ان کی پیدائش سے قبل جاننے والے) حَكِيْمًا (اور حکمت والے ہیں) اس میں جو اس نے عقد نکاح کو لازم کیا جس سے انساب کا تحفظ ہے۔

ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ آیت متعہ کے سلسلہ میں نازل ہوئی۔ جو اس وقت تین دن کے لئے مباح ہو واجب اللہ تعالیٰ نے مکہ فتح کرایا۔ پھر منسوخ ہو گیا۔

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا أَنْ يَنْكِحَ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ فَمِنْ مَّا

اور تم میں جس شخص کو اس کا مقدور نہ ہو کہ آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کرے تو آپس کی

مَلَكَتْ أَيْمَانَكُمْ مِّنْ قَبْلِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ۖ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِكُمْ ۖ بَعْضُكُمْ

ایمان والی باندیوں سے نکاح کر لے جو تمہاری مملوکہ ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے تمہارے ایمان کو۔ تم سب آپس میں ایک

مِّنْ بَعْضٍ ۚ فَإِنْ كُوهُنَّ بِإِذْنِ أَهْلِهِنَّ وَاتُوهُنَّ أَجُورَهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ

دوسرے کے برابر ہو، سو تم مذکورہ باندیوں سے ان کے مالکوں کی اجازت سے نکاح کر لو اور انہیں ان کے مہر بہتر طریقہ پر دے دو،

مُحْصَنَاتٍ غَيْرِ مُسَفِّحَاتٍ وَلَا مُتَّخِذَاتِ أَخْدَانٍ ۚ فَإِذَا أُحْصِنَ فَإِنَّ أَتَيْنَ

یہ منکوحہ باندیاں نہ علانیہ بدکاری کرنے والی ہوں اور نہ خفیہ طریقہ پر دوست بنانے والی ہوں۔ پس جب وہ باندیاں نکاح میں آجائیں تو اگر کوئی

بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ ۖ ذَٰلِكَ

بے حیائی کا کام کر بیٹھیں تو ان پر اس کی آدھی سزا ہے جو آزاد عورتوں پر ہے، یہ

لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ۖ وَأَنْ تَصْبِرُوا خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ وَاللَّهُ غَفُورٌ

اس کے لئے ہے جو تم میں سے زنا میں مبتلا ہونے کا اندیشہ رکھتا ہو اور یہ بات کہ صبر کرو بہتر ہے تمہارے لئے اور اللہ غفور ہے

رَّحِيمٌ ﴿۲۵﴾

رحیم ہے۔

تَفْسِيرُ آيَةِ ۲۵:

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا (جو تم میں سے طاقت نہ رکھتا ہو) طول کا معنی زائد کہا جاتا ہے لفلان علی طول یعنی فلاں کو مجھ پر فضل و اضافہ حاصل ہے۔ یہ استطیع کا مفعول ہے۔ اَنْ يَنْكِحَ (کہ وہ نکاح کرے) نَحْمُ: یہ طول کا مفعول ہے۔ یہ مصدر ہے۔ اور اپنے فعل کا عمل کرتا ہے۔ یا طَوْلًا سے بدل ہے۔

الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ (پاکدامن مؤمنہ عورتوں سے) مراد آزاد مسلمان۔ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ أَيْمَانَكُمْ مِّنْ قَبْلِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ (پس جن کے مالک تمہارے دائیں ہاتھ ہیں تمہاری مؤمنہ لونڈیوں میں سے) یعنی اس کو مسلمان لونڈی سے نکاح کر لینا چاہیے۔ من فیتاکم سے مراد مسلمانوں کی لونڈیاں ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ جو اس قدر مالی وسعت نہیں رکھتا جس سے وہ آزاد

عورت سے نکاح کرے تو اسے لونڈی سے نکاح کر لینا چاہیے۔ اور کتابی لونڈی سے نکاح ہمارے نزدیک بھی جائز ہے۔ اور یہ قید استحبابی ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ایمان تو بالاتفاق آزاد عورتوں میں بھی شرط نہیں حالانکہ اس کے ساتھ قید موجود ہے۔

روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت پر جو وسعتیں فرمائیں ان میں سے یہ بھی ہے کہ لونڈی سے نکاح۔ اہل کتاب یہود و نصاریٰ کی عورتوں سے نکاح اگرچہ وہ خوشحال ہو۔ یہ روایت مسالہ طول میں ہم احناف کی دلیل ہے۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ (اور اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان کو جانتے ہیں) اس میں متنبہ کر دیا کہ ان کے ظاہری ایمان کو قبول کر لیا جائے گا۔ اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے زبان کا عمل نہیں۔ کیونکہ ایمان مسموع کا علم تو مختلف فیہ نہیں ہے۔ بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ (تم ایک دوسرے سے ہو) لونڈیوں کے نکاح سے نفرت نہ کرو۔ کیونکہ تم سب اولاد آدم علیہ السلام ہو۔ اس میں ڈرایا گیا کہ انساب پر عیب جوئی اور احساب پر فخر نہ کرنا چاہیے۔ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ (ان سے نکاح ان کے مالکوں کی اجازت سے کرو) اس میں ہماری دلیل ہے کہ عورتوں کو حق ہے کہ وہ عقد براہ راست کریں۔ لیکن موالیٰ کی اجازت کا اعتبار کیا گیا نہ کہ ان کے عقد کا۔ اور غلام اور لونڈی کے لئے جائز نہیں کہ نکاح اپنے موالیٰ کی اجازت کے بغیر کریں۔

بلا ٹال مٹول مہر ادا کرو:

وَ اَتَوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (اور تم ان کے مہر دستور کے موافق دے دو) یعنی ان کے مہر بغیر ٹال مٹول اور تکلیف پہنچانے کے دے دو۔ اور ان کے مہروں کے مالک ان کے موالیٰ ہیں۔ ان کو ادا کرنا موالیٰ کو ادا کرنا ہی ہے۔ کیونکہ وہ اور جوان کے قبضہ میں ہے۔ وہ ان کے موالیٰ کا ہے۔ یا تقدیر عبارت یہ ہے۔ وَاَتُواْ مَوَالِيَهُنَّ۔ وہ مہر ان کے موالیٰ کو دو۔ اس صورت میں مضاف حذف کیا گیا ہے۔

مُحْصَنَاتٍ (وہ پاکدامنی اختیار کرنے والیاں ہوں)

خجور: یہ اتوہن کے مفعول سے حال ہے۔

غَيْرُ مُسْلِفٰتٍ (نہ ہوں وہ علانیہ زنا کرنے والیاں) وَلَا مُتَّخِذٰتٍ اٰخِذٰنٍ (اور نہ خفیہ یا رانہ کرنے والیاں ہوں) یعنی خفیہ زنا کرنے والیاں نہ ہوں اخدان۔ پوشیدہ یار۔ فَاِذَا اُحْصِنَ (جب پاک دامن ہو جائیں) نکاح کے ذریعہ۔ قراءت: اُحْصَنَ۔ حفص کے علاوہ کوئی قراء نے پڑھا۔

یہاں محصنات سے غیر شادی شدہ عورتیں مراد ہیں:

فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ (پس اگر وہ بے حیائی کا ارتکاب کریں) فاحشہ سے مراد زنا ہے۔ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى

يُرِيدُ اللَّهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوبَ

اللہ چاہتا ہے کہ بیان فرمائے تمہارے لئے اور تم کو بتلاوے طریقے ان لوگوں کے جو تم سے پہلے تھے اور یہ کہ وہ تمہاری

عَلَيْكُمْ ۝ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۲۶ وَاللَّهُ يُرِيدُ أَنْ يَتُوبَ عَلَيْكُمْ وَيُرِيدُ

توبہ قبول فرمائے اور اللہ علم والا حکمت والا ہے اور اللہ چاہتا ہے کہ تمہاری توبہ قبول فرمائے اور جو لوگ

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الشَّهَوَاتِ أَنْ تَمِيلُوا مَيْلًا عَظِيمًا ۲۷ يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُخَفِّفَ

خواہشات نفسانیہ کے پیچھے چلتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم بڑی بھاری گئی میں پڑ جاؤ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ تخفیف کا

عَنْكُمْ ۝ وَخُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيفًا ۲۸

ارادہ فرماتا ہے اور انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔

الْمُحْصَنَاتِ (پس ان پر نصف سزا ہے اس کی جو آزاد پاکدامن عورتوں پر ہے) مِنَ الْعَذَابِ سِزَا۔ مراد حد ہے۔ پچاس کوڑے۔ اور نصف ما علی المحصنات دلالت کرتا ہے۔ کہ ان کی سزا کوڑے ہیں سنگساری نہیں۔ کیونکہ رجم نصف نہیں اور محصنات سے یہاں آزاد عورتیں مراد ہیں جو غیر شادی شدہ ہوں۔

۱: العنت کا معنی:

ذَلِكَ (یہ اس شخص کے لئے ہے) اس سے لونڈی کے نکاح کی طرف اشارہ کیا۔ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ (جس کو تم میں سے گناہ کا خطرہ ہو) ایسا گناہ جو غلبہ شہوت تک پہنچانے والا ہو۔ العنت کا اصل معنی جڑنے کے بعد ہڈی کا ٹوٹنا۔ پھر استعارۃً ہر نقصان و مشقت کے لئے استعمال کیا گیا۔ اور گناہوں میں ابتلاء سے بڑھ کر کوئی نقصان دہ چیز نہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ العنت کا معنی زنا ہے کیونکہ وہ ہلاکت کا سبب ہے۔

وَأَنْ تَصْبِرُوا (اور تمہارا صبر کرنا) بجائے لونڈی کے نکاح کے۔ خَيْرٌ لَكُمْ (تمہارے لئے بہتر ہے) کیونکہ اُس سے اولاد غلام ہوگی۔ اور وہ لونڈی ہر وقت باہر نکلنے والی داخل ہونے والی۔ محنت و مشقت کرنے والی ہے۔ یہ تمام چیزیں نکاح کرنے والے کے لئے نقصان اور توہین کا باعث ہیں۔

اور عزت ایمان والوں کی صفات سے ہے حدیث میں فرمایا۔ آزاد عورتیں گھر کی درستی ہیں اور لونڈیاں گھر کی ہلاکت ہیں۔ وَاللَّهُ غَفُورٌ (اور اللہ بخشنش کرنے والے) گناہ چھپانے والے ہیں۔ رَحِيمٌ (مہربان ہیں) رکاوٹ کا ازالہ فرمانے والے ہیں۔

تفسیر آیت ۲۶:

يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَسِّنَ لَكُمْ (اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ وہ تمہارے لئے کھول کر بیان کرے) اصل اس طرح ہے یُرِيْدُ اللّٰهُ ان یسین لکم اللہ تعالیٰ تمہارے سامنے بیان کرنا چاہتے ہیں۔ ارادہ تمہیں کو پختہ کرنے کے لئے لام کو بڑھا دیا۔ جیسا کہ لا اَبالک میں اَب کی طرف اضافت میں تاکید بڑھادی گئی۔ مطلب آیت کا یہ ہوا اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں۔ کہ وہ کھول کر بیان کر دیں وہ مصالح جو تم پر مخفی ہیں اور وہ عمدہ اعمال جو معلوم نہیں۔ وَيَهْدِيْكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ (اور تمہاری راہنمائی کر دے ان لوگوں کے راستے کی طرف جو تم سے پہلے ہوئے) یعنی پہلے انبیاء علیہم السلام اور صالحین کے راستے اور وہ طریقے جن پر وہ اپنے دین کے سلسلہ میں چلے۔ تاکہ تم ان کی اقتداء کرو۔ وَيَتُوبَ عَلَیْكُمْ (اور تمہاری توبہ قبول کرے) اور تمہیں ان باتوں میں جن میں مخالفت ہو جائے توبہ کی توفیق دے۔ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ اِذَا عَلِمَ اللّٰهُ تعالیٰ اپنے بندوں کی مصالح سے واقف ہیں۔ حَكِيْمٌ (اور حکمت والے ہیں) ان باتوں میں جو ان کے لئے مشروع کی ہیں۔

تفسیر آیت ۲۷:

وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوبَ عَلَیْكُمْ (اللہ تعالیٰ تم پر رجوع فرمانا چاہتے ہیں) تاکید کے لئے دوبارہ لایا گیا۔ پختگی اور تقابل کو ظاہر کرنا مقصود ہے۔ وَيُرِيْدُ (اور چاہتے ہیں)۔ یعنی فجار شہوت پرستوں کا مقصد:

الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوَاتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مِيْلًا عَظِيْمًا (وہ لوگ جو شہوات کے پیروکار ہیں کہ تم مائل ہو جاؤ بالکل مائل ہونا) میل عظیم۔ حق اور میانہ روی سے مائل ہونا۔ اور یہ سب سے بڑا میلان ہے۔ کہ اتباع شہوات، خواہشات میں معاونت کی جائے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ان سے مراد یہود ہیں کیونکہ انہوں نے باپ کی بہنوں، بھتیجیوں اور بھانجیوں کو حلال قرار دیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو حرام کیا۔ تو وہ کہنے لگے تم خالہ کی بیٹیوں اور پھوپھی زاد کو حلال قرار دیتے ہو حالانکہ خالہ اور پھوپھی تو تم پر حرام ہیں بھتیجیوں اور بھانجیوں سے نکاح کر لو۔ پس یہ آیت اتری۔ کہ ان کا مقصد یہ ہے کہ تم ان کی طرح زانی بن جاؤ۔

آیت ۲۸: يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُخَفِّفَ عَنْكُمْ (اللہ تعالیٰ تم سے تخفیف چاہتے ہیں) لونڈیوں کے نکاح کی رخصت دے کر۔ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا (اور انسان کمزور پیدا کیا گیا) کہ شہوات سے صبر نہیں کرتا۔ اور طاعات کی مشقتیں برداشت نہیں کرتا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ

اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مالوں کو ناحق طریقہ سے نہ کھاؤ مگر یہ کہ

تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ

کوئی تجارت آپس کی رضا مندی سے ہو، اور مت قتل کرو اپنی جانوں کو۔ بے شک اللہ

كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا ۝۲۹ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ عُدُوًّا وَإِنَّا ظَلَمْنَا فُسُوفَ نُصْلِيهِ

تم پر بہت بڑا مہربان ہے، اور جو شخص زیادتی اور ظلم اختیار کرے گا سو عنقریب ہم اسے دوزخ میں داخل

نَارًا ۚ وَكَانَ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ۝۳۰

کردیں گے اور یہ اللہ پر آسان ہے۔

آیت ۲۹: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ (اے ایمان والو! تم اپنے مال اپنے درمیان ناجائز طریقہ سے مت کھاؤ) جن کاموں کو شریعت نے مباح قرار نہیں دیا جیسے چوری، خیانت، غصب، قمار، معاملہ ربا وغیرہ۔
إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً (مگر یہ کہ تجارت ہو) یعنی کھانے کا ذریعہ تجارت ہو۔ قراءت: کوئی قراء نے تجارت پڑھا ہے۔
یعنی تجارت ہو۔ عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ (اپنے مابین رضا مندی سے) یہ تجارت کی صفت ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ تجارت صادرة عن تراض بالعقد۔ تجارت جو باہمی رضا مندی کے معاہدہ سے ہو یا لیکن تجارت باہمی رضا مندی والی ممنوع طرق سے نہ ہو۔

تخصیص تجارت کی وجہ:

تجارت کو خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اکثر اسباب رزق تجارت سے متعلق ہیں۔ آیت میں بتلایا گیا کہ بیع لین، دین، دست بدست سے بھی درست ہے۔ اور بیع موقوف کے جواز پر دلالت کرتی ہے۔ جبکہ اجازت پائی جائے کیونکہ رضا مندی پائی گئی اور مجلس کے خیاری نفی پر دلالت کرتی ہے۔ کیونکہ اس میں تجارت کے ساتھ کھانے کی اجازت مکان عقد سے جدا ہونے کی قید کے بغیر ہے۔ اور جدا ہونے کی قید لگانا نص پر اضافہ ہے (جو کہ درست نہیں)

قتل نفس کیا ہے؟

وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ (تم خودکشی نہ کرو) نمبر ۱۔ انفس سے مراد تمہاری جنس سے جو مومن ہیں کیونکہ مومن ایک جان کی طرح ہیں۔ نمبر ۲۔ خودکشی نہ کرے جیسا کہ بعض جاہل کرتے ہیں۔ نمبر ۳۔ القتل کا معنی ناجائز اموال کا کھانا ہے۔ پس غیر پر ظلم کرنا اپنے آپ کو ہلاک کرنے والے کی طرح ہے نمبر ۴۔ نفس کی خواہشات پر مت چلو ورنہ تم اس کو قتل کر دو گے۔ یا ایسے کام کر گزرو گے

اِنْ تَجْتَنِبُوا كَبَاۡرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ تُكْفِرْ عَنْكُمْ سَيِّاۡتِكُمْ وَنُذْخِلْكُمْ

جن چیزوں سے تمہیں منع کیا جاتا ہے۔ اگر ان میں سے بڑے بڑے گناہوں سے اجتناب کرو گے تو ہم تمہارے گناہوں کا گوارہ کر دیں گے اور تمہیں

مُدْخَلًا كَرِيْمًا ۳۱

عزت کی جگہ میں داخل کریں گے۔

جو قتل کو لازم کرنے والے ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا (بیشک اللہ تم پر رحم کرنے والے ہیں) رحمت ہی کی بناء پر تمہیں ایسی چیزوں کے متعلق خبردار کیا۔ جس میں تمہارے اموال کی حفاظت اور تمہارے ابدان کی بقاء ہے۔

اس کا دوسرا معنی یہ بھی کیا گیا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو توبہ کے لئے نفسوں کو قتل کا حکم دیا اور ان کی غلطیاں مٹانے کے لئے بھی یہی حکم دیا۔ كَانَ بِكُمْ (وہ تم پر مہربان ہے) اے امت محمد ﷺ رَحِيْمًا (رحم کرنے والا) کہ ایسی مشکل تکالیف کا تمہیں مکلف نہیں بنایا۔

آیت ۳۰: وَمَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ (جو ایسا کرے گا) یعنی قتل کا اقدام نفسوں پر عُذُوًا وَاِنَا وَظُلْمًا (قصداً دوسرے پر زیادتی کرتے ہوئے اور ظلم کرتے ہوئے) اپنی جان پر یعنی نہ ظلماً نہ قصاصاً۔ یہ دونوں مصدر موضع حال میں واقع ہیں۔ یا مفعول لہ ہیں۔ فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا (عنقریب ہم اسے مخصوص آگ میں داخل کریں گے) جس کا عذاب سخت ہے۔

وَكَانَ ذٰلِكَ (یہ آگ کا داخلہ) عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا (اللہ تعالیٰ پر آسان ہے) یہ وعید اس کے متعلق ہے جو ہمیشگی کو حلال قرار دینے والا ہے اور دوسرے کے متعلق آگ کے داخلہ کا استحقاق بتلانے کیلئے ہے۔ اور ساتھ ہی مغفرت کا وعدہ بھی فرما دیا گیا ہے۔

آیت ۳۱: اِنْ تَجْتَنِبُوا كَبَاۡرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ تُكْفِرْ عَنْكُمْ سَيِّاۡتِكُمْ (اگر تم ان بڑے گناہوں سے پرہیز کرو جن سے روکا گیا ہے۔ تو ہم تمہاری چھوٹی غلطیاں مٹا دیں گے) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ الکبائر۔ بڑے گناہ وہ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے سورہ نساء میں ابتداء سے ان تَجْتَنِبُوا کبائر ما تنہون عنہ تک بیان کیا۔

کبائر تین ہیں:

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کبائر تین ہیں۔ نمبر ۱۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرنا۔ نمبر ۲۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہونا۔ نمبر ۳۔ اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے بے خوف ہو جانا۔

ایک تفسیر اس کی کفر کی اقسام ہیں۔ اس کی دلیل حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت کبیر ما تنہون عنہ ہے اور وہ بڑی بات جس سے تمہیں روکا گیا اور وہ کفر ہے۔ وَنُذْخِلْكُمْ مُدْخَلًا كَرِيْمًا (اور ہم تمہیں داخل کریں گے عمدہ داخل ہونے کی جگہ)۔

سورۃ نساء کی آٹھ آیات ساری دنیا سے بہتر:

قراءت: ہدنی قراء نے مَذْخَلًا پڑھا۔ دونوں مکان کے معنی میں ہیں اور مصدر ہیں۔ کریمًا۔ کا معنی عمدہ اچھا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سورۃ نساء کی آٹھ آیات اس امت کے لئے اس ساری دنیا سے بہتر ہیں جس پر سورج طلوع و غروب ہوتا ہے۔ نمبر ۱۔ یرید اللہ لیبین لکم۔ نمبر ۲۔ واللہ یرید ان یتوب علیکم۔ نمبر ۳۔ یرید اللہ ان یخفف عنکم۔ نمبر ۴۔ ان تعتنبوا کبائر ماتنہون عنہ نکفر عنکم۔ نمبر ۵۔ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ۔ نمبر ۶۔ ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ۔ نمبر ۷۔ ما یعمل سوء ا او یظلم نفسہ۔ نمبر ۸۔ من یفعل اللہ بعذابکم۔

معترکہ کا استدلال:

اس آیت سے معترکہ نے استدلال کیا کہ صغائر کی بخشش لازمی ہے۔ جبکہ کبائر سے پرہیز کیا جائے اور کبائر کی بخشش نہیں۔

شرک کی معافی اللہ کی مشیت میں ہے:

جواب: یہ استدلال باطل ہے۔ کیونکہ تمام کبائر و صغائر مشیت الہی میں برابر ہیں۔ ان دونوں پر چاہے تو عذاب دے سکتا ہے۔ اور دونوں کو معاف کر سکتا ہے۔ جیسا اس ارشاد میں ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء۔ النساء۔ ۴۸۔ کہ اللہ تعالیٰ شرک کو نہ بخشے گا۔ اور ان کے سوا جو چاہیں گے جس کو چاہیں گے معاف فرما دیں گے۔ شرک کے علاوہ گناہ پر مغفرت کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور پھر دونوں کو اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ملایا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ان الحسنات یدھبن السیئات۔ کہ نیکیاں گناہوں کو ختم کر دیتی ہیں۔ یہ آیت بتلاتی ہے کہ صغائر و کبائر تمام کا حسنات سے معاف ہونا ممکن ہے۔ کیونکہ السیئات دونوں پر بولا جاتا ہے۔

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللَّهُ بِهِ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ ط لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ

اور تم کسی ایسی چیز کی تمنا نہ کرو جس کے ذریعہ اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے، مردوں نے جو اعمال کئے ان کے لئے

مِمَّا اكْتَسَبُوا ط وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ط وَسْأَلُوا اللَّهَ مِنْ

ان کے اعمال کا حصہ ہے، اور عورتوں نے جو اعمال کئے ان کے لئے ان کے اعمال کا حصہ ہے، اور اللہ سے اس کے فضل کا

فَضْلِهِ ط إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ۝۳۲ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ

سوال کرو، بلاشبہ اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے، اور ہر ایک کے لئے ہم نے اس مال میں وارث مقرر کر دیئے ہیں

مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ ط وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ

جو والدین اور رشتہ دار چھوڑ جائیں، اور جن لوگوں سے تمہارا معاہدہ ہوا۔ ان کو ان کا حصہ

نَصِيبَهُمْ ط إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا ۝۳۳

دے دو بے شک اللہ کو ہر چیز کی اطلاع ہے۔

بیجا تمنا کی ممانعت:

آیت ۳۲: جب دوسرے کے مال اور جاہ کی تمنا کر کے دوسرے کا مال ناجائز ذرائع سے درست نہ تھا اور قتل نفس ناحق بھی اس ضمن میں تھا۔ تو مسلمانوں کو اس بات سے بھی منع کر دیا۔ کہ وہ مال و جاہ کی اس فضیلت پر دل میں تمنا کرنے لگیں جو اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے پر ان کو دی ہے۔

تقسیم ربانی پر راضی رہو:

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللَّهُ بِهِ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ (اور تم نہ تمنا کرو اس کی جو اللہ تعالیٰ نے تم میں سے فضیلت دی ہے بعض کو بعض پر) کیونکہ یہ فضیلت خدا داد ہے۔ اور تدبیر و حکمت الہیہ سے اس طرح ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کے حالات کا بخوبی علم ہے۔ کس کے لئے رزق کا کس قدر کھولنا مناسب ہے۔ یا تنگ کرنا۔ ہر شخص کو تقسیم ربانی پر راضی رہنا چاہیے۔ اور دوسرے کے حصہ اور نصیب پر حسد نہ کرے۔

حسد و رشک میں فرق:

یہ ہے کہ تمنا کرے کہ یہ چیز اس کو مل جائے اور اس سے چھین جائے۔ غیظ و رشک۔ جو چیز اس کے پاس ہے اسی چیز کی تمنا کرے۔ اس کی شریعت نے اجازت دی اور حسد سے روک دیا۔

شأن نَزُول: جب مردوں نے کہا۔ کہ ہمارا اجر بھی دوگنا ہوگا۔ جس طرح میراث میں ہمارا حصہ عورتوں سے دوگنا رکھا گیا۔ عورتوں نے کہا ہمارا بوجھ بھی قیامت کے دن مردوں کے بوجھ سے نصف ہوگا جیسا کہ میراث کا حصہ۔ تو یہ آیت اتری۔

درجہ بمطابق عمل:

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ (مردوں کے لئے حصہ (ان کے اعمال کا مقرر ہے) جو وہ کمائیں اور عورتوں کے لئے (ان کے اعمال کا) حصہ ہے جو وہ کمائیں) یہ میراث کے مطابق نہیں۔ وَسْئَلُوا اللَّهَ مِنْ فَضْلِهِ (اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگو) اس کے خزانوں میں کمی نہیں۔ اور جو لوگوں کو فضیلت ملی اس کی تمنّا مت کرو۔ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا (بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والے ہیں) پس فضیلت اس کی طرف سے بقدر استحقاق ہے۔ ابن عیینہ کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سوال کا اسی لئے حکم دیا تا کہ وہ عطاء کرے۔

اللہ سے سوال میں حجل:

حدیث میں وارد ہے۔ جو آدمی اللہ تعالیٰ سے نہیں مانگتا اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوتے ہیں۔ (ابن ماجہ۔ ۳۸۲۷) اور اس میں یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ بہت سی بھلائی بندے سے روک کر رکھتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ میں اپنے بندے کو اس وقت تک نہیں دوں گا جب تک وہ مجھ سے نہ مانگے گا۔

قراءت: ولسلوا۔ مکی و ثنائی نے پڑھا۔

آیت ۳۳: وَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا جُزْءٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ (اس مال میں سے جو چھوڑا مال باپ اور اقارب نے)

مَنْحُور: یہ مال محذوف کی صفت ہے۔ مطلب اس طرح ہوگا۔ ہر اس مال سے جس کو چھوڑ جائیں والدین الخ۔ یہ فعل محذوف کے متعلق ہے۔ موالی کا لفظ اس پر دلالت کرتا ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ یروثون مما ترک۔ وہ وارث ہو گئے ترکہ کے جس کو چھوڑا والدین و اقارب نے۔

وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ (اور وہ لوگ جن سے تمہارے عہد بندھے ہوئے ہیں) یعنی تمہارے ہاتھوں نے معاہدہ کیا ہے۔ فَاتَوْهُمْ نَصِيبُهُمْ (ان کا حصہ ان کو دے دو) مَنْحُور: والذین (الایۃ) یہ مبتداء ہے جس میں شرط کا معنی پایا جاتا ہے۔ اس کی خبر فاتوہم نصیبہم ہے۔

بہتر یہ ہے کہ فاتوہم سابقہ جملہ کی شرح ہو اور الذین کا عطف الوالدان پر ہے۔ فاسمیت۔ کوئی قراء نے عَقَدَتْ پڑھا۔ یعنی عقدت عہودہم ایمانکم تمہارے دائیں ہاتھوں نے ان کے معاہدوں کو مضبوط کیا ہے۔ مراد اس سے عقد موالات ہے۔ یہ شروع اور جائز تھے۔

الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَبِمَا

مرد عورتوں پر حاکم ہیں۔ اس سبب سے کہ اللہ نے ان میں بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور اس سبب سے

أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ ۖ فَالْصَّالِحَاتُ قَنِيتٌ ۖ حِفْظٌ لِلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ

کہ مردوں نے اپنے مالوں میں سے خرچ کیا۔ مومن عورتیں نیک ہیں وہ اطاعت کرنے والی ہیں۔ مرد کی عدم موجودگی میں بحفاظت الٰہی نگہبانی کرتی

اللَّهُ ۚ وَالَّتِي تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ

والی ہیں، اور جن عورتوں کی بد خوئی کا تمہیں ڈر ہو ان کو نصیحت کرو اور انہیں لینے کی جگہوں میں تنہا چھوڑ دو،

وَأَضْرِبُوهُنَّ ۚ فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا ۗ إِنَّ اللَّهَ

اور ان کو مارو، سو اگر وہ تمہاری فرمانبرداری کریں تو ان پر زیادتی کرنے کے لئے بہانہ نہ ڈھونڈو، بے شک اللہ تعالیٰ

كَانَ عَلِيًّا كَبِيرًا ﴿۴﴾

رفعت والا ہے بڑا ہے۔

اہل عقود کو وصیت سے حصہ ملے گا:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اکثریت اس کی قائل ہے اور یہی ہم احناف کا قول ہے۔ اس سے وراثت میں حصہ ثابت ہو جاتا ہے۔ اس کی وضاحت اس طرح ہے جب کوئی مرد یا عورت مسلمان ہوتا جس کا کوئی وارث نہ ہوتا اور نہ وہ عربی ہوتا اور نہ کسی کا آزاد کردہ غلام ہوتا۔ تو وہ دوسرے مسلمان کو اس طرح کہتا۔ میں تم سے عقد موالات کرتا ہوں۔ کہ جب میں جنایت کروں تو تو تاوان ادا کرے گا۔ اور اگر میں مرجاؤں تو تو میرا وارث ہوگا۔ دوسرا جواب کہتا میں نے اس معاہدہ کو قبول کر لیا۔ چنانچہ اوپر والا دوسرے کا وارث بن جاتا۔ مگر موالی کا حصہ آیت اولوالارحام سے منسوخ ہو چکا ہے۔ اب صرف بطور وصیت ان کو دیا جائے گا جیسا اس آیت میں صراحت ہے۔ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا (بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہیں) یعنی وہ عالم الغیب والشہادہ ہے۔ یہ انتہائی بلغ انداز میں وعدہ بھی ہے اور وعید بھی۔

آیت ۳۴: الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ (مرد عورتوں کے ذمہ دار ہیں) وہ ان پر نگرانی امر و نہی کے سلسلہ میں کریں گے۔ جیسے والی رعایا پر کرتے ہیں۔ اسی لئے ان کو قوام فرمایا گیا۔

اسباب فضیلت:

بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ (اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض مردوں کو بعض (عورتوں) پر فضیلت دی) بعضہم

کی ضمیر مردوں اور عورتوں کی طرف لوٹی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ مردان عورتوں پر غلبہ رکھتے ہیں عقل، عزم، حزم، تیر اندازی، قوت، غزوہ و حرب، کمال صوم و صلوٰۃ اور نبوت و خلافت و امامت و اذان اور خطبہ و جماعت و جمعہ کی وجہ سے بلکہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تکبیرات تشریق کی وجہ سے بھی فضیلت والے ہیں۔ بلکہ شہادت فی الحدود و القصاص، دو گنا حصہ وراثت اور میراث میں عصبہ بننے کی وجہ سے افضل ہیں۔ اسی طرح نکاح و طلاق کی باگ ڈوران کے ہاتھ میں رکھی ہے اور اولاد کی نسبت نسبی بھی انہی کی طرف ہوتی ہے۔ اور مرد ہی داڑھیوں اور پگڑیوں سے مزین کیے گئے ہیں۔

وَبِمَا أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ (اور اس وجہ سے بھی کہ مرد اپنا مال ان عورتوں پر صرف کرتے ہیں) یعنی عورتوں کے نفقہ و نان کی ذمہ داری ان مردوں پر ہے۔ اس آیت میں اس بات کی دلیل پائی جاتی ہے کہ عورتوں کا نفقہ مردوں پر لازم ہے۔ پھر ان کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔

عورتوں کی تقسیم:

قسم اول: فَالصَّالِحَاتُ قَانِتَاتٌ (پس نیک عورتیں فرمانبرداری کرنے والیاں ہیں) قانتات کا معنی اطاعت گزار اور خاوندوں کے حقوق کو پورا کرنے والیاں۔ حَفِظَتْ لِلْغَيْبِ (اور خاوندوں کی غیر موجودگی میں حفاظت کرنے والی ہیں) للغیب کا مطلب جو غیر موجودگی میں ان پر لازم ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان کے خاوند موجود نہ ہوں تو اپنی شرمگاہوں، اموال، بیوت کی پوری حفاظت کرنے والی ہوں۔

دوسرا قول یہ بھی ہے کہ للغیب کا مطلب ان کے پوشیدہ راز نہ ظاہر کرنے والی ہیں۔ بِمَا حَفِظَ اللَّهُ (اس حفاظت کے سبب جو اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت کی) کہ خاوندوں کو ان کے متعلق نصیحت فرمائی: وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ (نساء: ۱۹) کہ عورتوں سے حسن سلوک کے ساتھ پیش آؤ۔

یاما کو مصدر یہ مانیں تو مطلب یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو حفاظت غیب کا حکم دیا اور اس کی توفیق بخشی۔ مآ موصولہ ہو، یعنی عورتوں کو اس طرح بنا دیا کہ مردوں کو ان کے حقوق کا نگران بنایا۔ اور اس کے بدلے ان پر عصمت اور مردوں کے اموال و اولاد کی حفاظت ان کے ذمہ کی۔

قسم ثانی: وَاللَّي تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ (اور وہ عورتیں جن کی نافرمانی کا تمہیں خطرہ ہو) اور خاوند کی اطاعت سے نکل جانے کا۔ النشز بلند جگہ کو کہتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ نشز یہ ہے کہ خاوند کے حقوق کی ادائیگی میں تخفیف کا مطالبہ کرے اور خاوند کی بات نہ مانے۔

فَعِظُوهُنَّ (ان کو) (زبانی) نصیحت کرو (یعنی اللہ تعالیٰ کی سزا سے ان کو ڈراؤ۔ العظه، وعظ اس نرم کلام کو کہتے ہیں۔ جو سخت دلوں کو نرمادے اور نفرت والی طبائع کو جھکا دے۔

وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَأَبْعَثُوا حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِّنْ

اور اگر تم کو شوہر اور بیوی کے آپس کے اختلاف کا ڈر ہو تو بھیج دو ایک آدمی فیصلہ کرنے والا مرد کے خاندان سے اور ایک آدمی فیصلہ کرنے والا عورت کے

أَهْلِهَآ إِن يُرِيدَ إِصْلَاحًا يُّوَفِّقُ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا إِن اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا

خاندان میں سے، اگر دونوں اصلاح چاہیں گے تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کے درمیان موافقت پیدا فرمادے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ جاننے والا

خَيْرًا ۝۳۵

خبر رکھنے والا ہے۔

کنایہ ترک جماع:

وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ (تم ان کی خوابگاہوں میں علیحدگی اختیار کرو) یعنی اپنے لحاف میں مت داخل کرو۔ یہ ترک جماع سے کنایہ ہے۔ یا بستر میں منہ اس سے پھیر لے۔ کیونکہ فی المضاجع فرمایا عن المضاجع نہیں فرمایا۔ واضربوھن (اور ان کو مارو) جس کا نشان نہ پڑے اللہ تعالیٰ نے اولاً نصیحت کا حکم فرمایا پھر خوابگاہوں میں ان سے علیحدگی اختیار کر لینے اور آخر میں ضرب کا حکم فرمایا۔ گویا پہلی دونوں صورتیں نہ بن پڑیں تو تب تیسری اختیار کی جائے۔

فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَیْھِنَّ سَبِيْلًا (اگر وہ تمہاری بات مان لیں تو تم خواہ مخواہ ان پر اعتراض کا راستہ مت تلاش کرو) یعنی ایذا سے تعرض مت کرو۔

اللہ کی عظمت کا خیال کرو:

تَحْجُرُ: سبیل یہ تبغوا کا مفعول ہے۔ یہ بغیت الامر بمعنی طلبت الامر ہے۔ مت ڈھونڈو ان پر بات اعتراض والی۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا كَبِيْرًا (بیشک اللہ تعالیٰ بڑی عظمت و کبریائی والے ہیں) اگر تمہارے غلبے والے ہاتھ ان پر ہیں تو یقین کر لو کہ اس کی قدرت اس سے بہت بڑھ کر ہے جتنی تم کو ان پر حاصل ہے۔ اس لئے ان پر ظلم سے گریز کرو۔ دوسری تفسیر یہ ہے اللہ تعالیٰ تو بڑی عظمت و کبریائی والے ہیں۔ پھر تم اس کی علو شان کے باوجود اس کی نافرمانی کرتے ہو۔ بڑی بادشاہت کے باوجود نافرمانی کر رہے ہو۔ پھر تم توبہ کرتے ہو تو وہ توبہ قبول فرماتا ہے۔ پس تمہارے حق میں جو زیادتی کر بیٹھا تم اس کو معاف کرنے کے زیادہ حقدار ہو۔ پس معاف کر دو۔

تَفْسِيْرُ آيَةِ ۳۵:

اس آیت میں خاندان و برادری والوں کو فرمایا۔

ضمیمہ کا مرجع:

وَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا (اگر تمہیں اختلاف کا خطرہ ہو ان کے مابین) الشقاق عداوت و دشمنی، کیونکہ ہر ایک ان میں سے وہ کام کرتا ہے جو اس کے دشمن پر شاق گزرتا ہے۔ یا شقاق، ایک طرف مائل ہونا۔ گویا ہر ایک ان میں سے اپنے ساتھی کی مخالف جانب میں جھکا ہوتا ہے۔ ضمیر کا مرجع میاں بیوی ہیں حالانکہ ان کا تذکرہ نہیں ہوا مگر ان دونوں کے حالات پر دلالت کرنے والی باتیں گزریں مثلاً مردوں اور عورتوں کا تذکرہ ہوا۔ **نحو:** شقاق بینہما۔ اصل میں شقاقاً بین ہما ہے۔ یہاں مصدر کی اضافت ظرف کی طرف کی گئی ہے۔ اور ظروف میں وسعت ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ بل مکر الیل والنہار۔ سبا۔ ۳۳۔ اصل میں یہ بل مکر کم الیل والنہار تھا۔ فَابْعَثُوا حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا (تم مقرر کرو ایک فیصلہ کرنے والا مرد کے اہل میں سے اور ایک عورت کے اہل میں سے) حاکم میاں بیوی کے خاندانوں میں سے بنانے کا حکم دیا۔ کیونکہ قریبی رشتہ دار اندرونی حالات سے واقفیت رکھتے ہیں۔ اور وہ اصلاح کے بھی دوسروں کی بنسبت زیادہ طلب گار ہیں اور میاں بیوی بھی ان پر اطمینان و اعتماد کرنے والے ہیں۔ پس وہ اپنی اندرونی بات ان کے سامنے محبت و بغض اور مصاحبت و مفارقت کی قسم سے ظاہر کر دیں گے۔

ضمائر کے مراجع اور اصلاح ذات البین:

نمبر ۱: اِنْ يُرِيدَا إِصْلَاحًا (اگر ان دونوں کو اصلاح منظور ہوگی) میں ضمیر حکمین کی طرف لوٹ رہی ہے۔ اور یُوَفِّقُ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا (تو اللہ تعالیٰ ان میاں بیوی میں اتفاق فرمادینگے) میں ضمیر زوجین کی طرف جاتی ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اگر حکمین اصلاح ذات البین کا ارادہ رکھتے ہوں گے اور ان کی نیت صحیح ہوگی۔ تو ان کی وساطت میں برکت دی جائے گی۔ اور اللہ تعالیٰ زوجین کے مابین الفت و موافقت کی کوشش کو واقع فرمادیں گے اور ان کے دلوں میں مودت و اتفاق ڈال دیں گے۔ نمبر ۲۔ دونوں ضمائر کا مرجع حکمین ہوں۔ تو مطلب یہ ہوگا۔ اگر حکمین اصلاح ذات البین کا ارادہ رکھتے ہوں۔ اور میاں بیوی کے خیر خواہ ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ ان کے مابین موافقت ڈال دیں گے۔ پس حکمین ایک بات پر اتفاق رائے کر لیں گے اور موافقت کی تلاش میں اتنی تگ و دو کریں گے یہاں تک کہ مراد پوری ہو جائے۔

نمبر ۳: یا دونوں ضمائر زوجین کی طرف راجع ہوں۔ تو مطلب یہ ہوگا کہ اگر میاں بیوی اپنے مابین اصلاح کے خواستگار ہونگے اور بھلائی کے خواہاں ہونگے۔ اور باہمی مخالفت دور کرنا چاہتے ہونگے۔ تو اللہ تعالیٰ ان کے مابین الفت القاء فرمادیں گے۔ اور دشمنی کو موافقت سے بدل دیں گے۔ اور بغض کو محبت میں بدل دیں گے۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا (بے شک اللہ تعالیٰ ہر بات کو جاننے والے) اور ارادہ حکمین سے بھی واقف ہیں۔ حَبِيْرًا (خبر رکھنے والے ہیں) وہ زوجین میں سے ظالم کو جاننے والے ہیں۔ حکمین کو تفریق کا اختیار نہیں مگر امام مالک کا اس میں اختلاف ہے۔

وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي

اور اللہ کی عبادت کرو۔ اور اس کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ بناؤ۔ اور والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو، اور قرابت

الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ

داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور پاس والے پڑوسی اور دور والے پڑوسی اور پہلو کے ساتھی کے ساتھ

وَالصَّاحِبِ بِالْجَنُبِ وَابْنِ السَّبِيلِ ۖ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ۖ إِنَّ

اور مسافر کے ساتھ اور ان لوگوں کے ساتھ جو مکانہ طور پر تمہارے قبضہ میں ہیں اچھا سلوک کرو، بے شک

اللَّهُ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا ﴿۳۶﴾ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ وَيَأْمُرُونَ

اللہ تعالیٰ اسے پسند نہیں فرماتا جو اپنے آپ کو بڑا سمجھے۔ شخی کی باتیں کرے جو لوگ کنجوی کرتے ہیں اور لوگوں کو

النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُونَ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ ۖ وَاعْتَدْنَا

کنجوی کا حکم دیتے ہیں اور جو کچھ اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا ہے اسے چھپاتے ہیں، اور ہم نے کافروں کے لئے

لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا ﴿۳۷﴾ وَالَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا

ذلیل کرنے والا عذاب تیار کیا ہے اور جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں کو لوگوں کو دکھانے کے لئے اور اللہ پر

يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ ۖ وَمَنْ يَكُنِ الشَّيْطَانُ لَهُ قَرِينًا

ایمان نہیں لاتے اور نہ آخرت کے دن پر، اور شیطان جس کا ساتھی ہو

فَسَاءَ قَرِينًا ﴿۳۸﴾ وَمَا ذَا عَلَيْهِمْ لَوْ آمَنُوا بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَانْفَقُوا

سو وہ بہت برا ساتھی ہے، اور کیا نقصان ہے ان کا اگر وہ ایمان لائیں اللہ پر، اور آخرت کے دن پر اور خرچ کریں

مِمَّا رَزَقَهُمُ اللَّهُ ۖ وَكَانَ اللَّهُ بِهِمْ عَلِيمًا ﴿۳۹﴾ إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ

اس میں سے جو اللہ نے انہیں دیا ہے، اور اللہ ان کو خوب جانتا ہے، بے شک اللہ ظلم نہیں فرمائے گا۔

مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۖ وَإِنْ تَكَ حَسَنَةً يُّضْعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَدُنْهُ أَجْرًا

ذره برابر بھی، اور اگر نیکی ہوگی تو اس کو چند در چند کر دے گا۔ اور اپنے پاس سے بڑا ثواب

عَظِيمًا ﴿۴۰﴾

عطا فرمائے گا۔

خلاصہ عبودیت اور احکام شرعیہ:

آیت ۳۶: **وَاعْبُدُوا اللَّهَ** (اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو) کہا گیا ہے کہ عبودیت چار باتوں کا مجموعہ ہے نمبر ۱۔ وفاء بالعہد۔ نمبر ۲۔ رضا بالموجود۔ نمبر ۳۔ حدود کی حفاظت۔ نمبر ۴۔ ہاتھوں سے کھوئے جانے والی چیز پر صبر۔ **وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا** (اور اس کے ساتھ کسی چیز (صنم وغیرہ) کو شریک نہ ٹھہراؤ) **شَيْئًا** مفعول بہ ہے یا پھر مفعول مطلق اشراک کا کی صفت ہے۔ **وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا** (اور والدین کے ساتھ احسان کرو) یعنی قول فعل سے اور بوقت ضرورت انفاق کے ذریعہ ان کے ساتھ احسان کرو۔ **وَبِذِي الْقُرْبَىٰ** (اور قرابت داروں کے ساتھ) خواہ بھائی ہو یا چچا یا دیگر۔ **وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ** (اور یتیموں اور مسکینوں اور قرابت دار پڑوسی کے) یعنی پڑوس میں رہنے والا قرابت دار۔ **وَالْجَارِ الْجُنُبِ** دور کا پڑوسی۔ یا پڑوسی قریب النسب اور پڑوسی اجنبی۔

ہم مجلس کی مراد:

وَالصَّاحِبِ بِالْجَنُبِ (ہم مجلس کے ساتھ) نمبر ۱۔ پہلو والا ساتھی یعنی زوجہ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول یہی ہے۔ نمبر ۲۔ یا وہ شخص جو تیرے پہلو میں رہے خواہ رفیق سفر بن کر یا شریک فی التعلیم رہ کر یا شاگرد بن کر۔ نمبر ۳۔ یا تیرے پہلو میں بیٹھنے والا کسی مجلس یا مسجد میں۔

وَابْنِ السَّبِيلِ (مسافر یا مہمان) **وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ** (اور جن کے مالک تمہارے دائیں ہاتھ ہوں) مثلاً غلام۔ لوٹدیاں۔ **إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَلًا فُخُورًا** (بیشک اللہ تعالیٰ اس شخص کو پسند نہیں کرتا جو اپنے آپ کو بڑا خیال کرنے والا شیخی کی باتیں کرنے والا ہو) مختال اس شخص کو کہتے ہیں جو متکبر اور قرابت داروں اور پڑوسیوں سے نفرت کرتا ہو اور ان کی طرف بالکل توجہ نہ کرتا ہو۔ فخر وہ شخص جو تکبر سے اپنی تعریف کرے۔ شکر اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنی اچھائی بطور اعتراف و تحدیث نعمت کے ذکر کرے۔

تفسیر آیت ۳۷:

الَّذِينَ يَبْخُلُونَ وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ (جو لوگ بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بخل کا حکم دیتے ہیں)

نحو و قراءت:

نَحْوُ: نمبر ۱۔ الذین یبخلون، من کان مختالاً فخوراً کا بدل ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ مَنْ کے معنی کا لحاظ کر کے

جمع لائے یا بطور مذمت جمع لائے۔ نمبر ۲۔ ہم مبتداء محذوف اور الذین یبخلون اس کی خبر۔

قراءت: حمزہ اور علی رحمہما اللہ نے الْبَخْلَ پڑھا ہے۔ یہ دونوں لغتیں ہیں جیسا کہ الرُّشْدُ اور الرَّشْدُ۔

مفہوم آیت:

آیت کا معنی یہ ہے وہ جو کچھ اپنے ہاتھ میں ہے اس میں بخل کرتے ہیں اور جو لوگوں کے پاس ہیں اس میں بھی بخل کرتے ہیں کہ ان کو بخل کی تعلیم دیتے ہیں صرف سخاوت کی دشمنی کرتے ہوئے۔

الفاظ کا باہمی فرق:

- البخل : خود تو کھائے مگر دوسرے کو نہ کھلائے۔
 الشح : نہ خود کھائے نہ دوسرے کو کھلائے۔
 السخاء : خود کھائے دوسرے کو کھلائے۔
 الجود : دوسروں کو کھلائے خود نہ کھائے۔

اظہارِ نعمت:

وَيَكْتُمُونَ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ (اور وہ چھپاتے ہیں اس چیز کو جو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے عطاء کی ہے) یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو جو مال اور خوشحالی دی ہے اس کو چھپاتے ہیں۔ حدیث میں وارد ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے پر انعام کرتے ہیں تو چاہتے ہیں کہ بندے پر اپنی نعمتیں دیکھیں۔ (ترمذی۔ ۲۸۱۹)

واقعہ عجیبہ:

ہارون الرشید کے ایک عامل نے ایک محل اس کے محل کے سامنے بنایا۔ کسی نے ہارون رشید سے اس کی چغلی کر دی۔ اس عامل نے کہا۔ اے امیر المؤمنین! سخی کو یہ بات پسند آتی ہے کہ وہ اپنی نعمت کا اثر دیکھے میں نے چاہا کہ آپ کو میں آپ کے احسان پر نگاہ ڈلو کر خوش کروں ہارون الرشید کو اس کی یہ بات بہت پسند آئی۔

نشانِ نزول: ایک قول یہ بھی ہے کہ ان یہود کے متعلق اتری جنہوں نے محمد ﷺ کی تعریف تو رات میں چھپالی تھی۔
 وَاعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا (اور ہم نے کافروں کے لئے ذلت والا عذاب تیار کر رکھا ہے) جس کے ساتھ ان کی تذلیل کی جائے گی۔

آیت ۳۸: وَالَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ رِئَاءَ النَّاسِ (اور وہ لوگ جو اپنے مال لوگوں کو دکھلاوے کے لئے خرچ کرتے ہیں)
 حُجْم: یہ ببخلوں پر عطف ہے یا کافرین پر۔ رِئَاءَ النَّاسِ اس کا مفعول لہ ہے۔ رِئَاءَ کا مطلب فخر کے لئے تاکہ ان کو بڑا سخی کہا جائے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے نہیں۔ اس سے مراد منافقین یا مشرکین مکہ ہیں۔

وَلَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَنْ يَكُنِ الشَّيْطَانُ لَهُ قَرِينًا فَسَاءَ قَرِينًا (وہ اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں لاتے اور جس کا شیطان دوست ہو پس وہ بہت برا دوست ہے) اس لئے کہ وہ ان کو بخل اور ریا کاری اور دیگر بد اعمالیوں پر آمادہ کرتا ہے۔ یہ بھی درست ہے کہ یہ وعید ہے۔ پھر مطلب یہ ہے کہ شیطان کو آگ میں ان کا قرین بنایا جائے گا۔

تفسیر آیت ۳۹:

وَمَا ذَا عَلَيْهِمْ لَوْ آمَنُوا بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَنْفَقُوا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللَّهُ (ان کا کیا نقصان ہوتا اگر یہ اللہ تعالیٰ اور روزِ آخرت پر ایمان لے آتے اور اس میں سے خرچ کرتے جو اللہ تعالیٰ نے ان کو رزق دیا ہے) ان کے ایمان پر کیا وبال پڑتا۔ اور انفاق فی سبیل اللہ پر کیا بوجھ پڑتا۔ دراصل اس انداز سے ان کی مذمت و توبیخ کی گئی ہے۔ ورنہ تو ہر منفعت اور مصلحت اس میں یہی حکم رکھتی ہے۔ یہ اسی طرح بات ہے جیسے نافرمان بیٹے کو کہا جائے۔ اگر تو نیک ہوتا تو تیرا کیا نقصان تھا؟ اور یہ بات معلوم ہو چکی کہ نیکی میں تو کوئی مضرت نہیں۔ لیکن حقیقت میں یہ توبیخ و مذمت ہے۔ وَكَانَ اللَّهُ بِهِمْ عَلِيمًا (اللہ تعالیٰ ان کو خوب جاننے والے ہیں) اس جملہ میں کافروں کو دھمکی ہے۔

آیت ۴۰: إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ (بیشک اللہ تعالیٰ ایک ذرہ کے برابر ظلم کرنے والے نہیں) ذرہ کی تحقیق:

ذَرَّةٌ۔ اصل میں چھوٹی چھوٹی کو کہتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ کہ انہوں نے اپنا ہاتھ مٹی میں داخل کیا۔ پھر اس کو اوپر اٹھایا پھر اس میں پھونک ماری پھر فرمایا۔ کہ ان میں سے ہر ایک ذرہ ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ دھول اور اڑتے غبار کا ہر جزء ذرہ ہے۔

وَإِنَّ تِلْكَ حَسَنَةً (اور اگر ذرہ بھر نیکی ہوگی) مشقال کی ضمیر مؤنث لائی گئی۔ کیونکہ اس کی نسبت حسنة مؤنث کی طرف ہے۔

نحو و قراءت:

مَجْزُومٌ: مجازی کمان کو تامہ قرار دیتے ہیں۔ تکن کی نون کو کثرت استعمال کی وجہ سے حذف کر دیا۔ يُضْعِفُهَا (وہ اس کا ثواب کئی گنا کر دے گا)۔

قراءت: مکی و شامی قراء نے يُضْعِفُهَا پڑھا ہے۔ وَيُؤْتِي مِنْ لَدُنْهُ أَجْرًا عَظِيمًا (اسے اجر عظیم عنایت فرمائیں گے) یعنی اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے اس نیکی کرنے والے کو بہت بڑا اجر عنایت فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے جس اجر کو خود عظیم فرمایا اس کی مقدار کو کون جانتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی دنیا کے سامان کو متاعِ قلیل کہا۔

ردِ معتزلہ:

اس میں معتزلہ فرقہ کی تردید ہے کہ جنہوں نے گناہ کبیرہ کے مرتکب کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنمی قرار دیا خواہ اس کی کتنی ہی نیکیاں کیوں نہ ہوں۔

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا ۝۴۱

پس کیا حال ہو گا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ کو ان پر گواہ بنائیں گے

يَوْمَئِذٍ يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَعَصَوُا الرَّسُولَ لَوْ تُسَوَّى بِهِمُ الْأَرْضُ ۖ

جس دن وہ آگ آرزو کریں گے جنہوں نے کفر کیا اور رسول کی نافرمانی کی کہ کاش! ان پر زمین برابر کر دی جاتی

وَلَا يَكْتُمُونَ اللَّهَ حَدِيثًا ۝۴۲

اور یہ لوگ اللہ سے کوئی بات بھی نہ چھپائیں گے۔

آیت ۴۱: فَكَيْفَ (ان کفار کا کیا حال ہو گا) خواہ وہ یہود ہوں یا دیگر۔ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ (جبکہ ہر امت سے ہم ایک ایک گواہ حاضر کریں گے) جو ان پر ان کی کارکردگی کی گواہی دے گا اور وہ ان کا پیغمبر ہوگا۔

قیامت کی گواہی:

وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا (اور آپ کو اے محمد ﷺ ان پر بطور گواہ لایا جائے گا) هَؤُلَاءِ کا مشاڑ الیہ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰت والتسلیمات ہے۔

شَهِيدًا یہ حال ہے۔ یعنی شاہد کے طور پر لایا جائے گا۔ کہ آپ ایمان لانے والے اور کفر اختیار کرنے والے اور منافقت اختیار کرنے والوں پر گواہ ہونگے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں سورہ نساء تلاوت کی جب میں وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا پر پہنچا تو رسول اللہ ﷺ پر گریہ طاری ہوا۔ اور زبان مبارک سے فرمایا حسبنا احمد ۳۸۰ جلد ۱ بخاری ۴۵۸۲

آیت ۴۲: يَوْمَئِذٍ يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَعَصَوُا الرَّسُولَ لَوْ تُسَوَّى بِهِمُ الْأَرْضُ (اس دن کافر چاہیں گے اور وہ جنہوں نے رسول کی نافرمانی کی کاش وہ پیوند زمین ہو جائیں)

قرأت ونحو:

یومئذ۔ ظرف ہے یود الذین کا تَسَوَّى تا مفتوحہ اور تخفیف سین اور مالہ کے ساتھ اصل میں تَسَوَّى ہے یہ حمزہ و علی رحمہما اللہ نے پڑھا۔ تَسَوَّى۔ تا کا سین میں ادغام کر کے مدنی و شامی رحمہما اللہ نے پڑھا ہے۔

وَلَا يَكْتُمُونَ اللَّهَ حَدِيثًا (اور اللہ تعالیٰ سے وہ کوئی بات نہ چھپا سکیں گے) یہ جملہ مستاتفہ ہے۔ یعنی وہ اللہ تعالیٰ سے چھپانے کی قدرت نہ پائیں گے۔ کیونکہ ان کے جوارح خود ان پر گواہ ہونگے۔

شأن نزول: ابوداؤد ترمذی و حاکم میں ہے۔ کہ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنے دوستوں کے لئے کھانا تیار کرایا۔ یہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَرَىٰ حَتَّىٰ تَعْلَمُوا

اے ایمان والو! اس حال میں کہ تم نشہ میں ہو نماز کے پاس نہ جاؤ یہاں تک کہ تم جان لو

مَا تَقُولُونَ وَلَا جُنُبًا إِلَّا عَابِرِي سَبِيلٍ حَتَّىٰ تَغْتَسِلُوا وَإِنْ كُنْتُمْ

کہ کیا کہہ رہے ہو، اور نہ اس حالت میں نماز کے پاس جاؤ جبکہ تم پر غسل فرض ہو، مگر یہ کہ راستہ گزرنے والے ہو یہاں تک کہ تم غسل کر لو۔ اگر تم مریض

مَرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِّنْكُم مِّنَ الْغَايَةِ أَوْ لَمْ تَمْسُوا النِّسَاءَ

ہو یا تم میں سے کوئی شخص قضاے حاجت کی جگہ سے آیا ہو یا تم نے عورتوں کو چھوا ہو

فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوْهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ

پھر پانی نہ پاؤ تو ارادہ کرو پاک مٹی کا۔ سو مسح کر لو اپنے چہروں کا اور ہاتھوں کا

إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفُورًا غَفُورًا ۝۴۳

بے شک اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والا مغفرت فرمانے والا ہے۔

ان دنوں کی بات ہے جب شراب مباح تھی۔ انہوں نے کھایا پیا۔ پھر ایک کو اپنے میں سے نماز کے لئے آگے کر دیا۔ تاکہ مغرب کی نماز پڑھائے۔ اس نے قل یا ایہا الکافرون کولا اعد کی بجائے اعد اور انتم عابدون کو بھی لا کے بغیر پڑھا۔ آیت ۴۳: پس یہ آیت اتری: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَرَىٰ حَتَّىٰ تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ (اے ایمان والو! تم نماز کے قریب نہ جاؤ اس حال میں کہ تم نشہ میں ہو۔ یہاں تک کہ جانو۔ جو کچھ تم کہتے ہو) یعنی نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ۔ تقولون کا مطلب تقرءون ہے۔

نشہ میں کلمہ کفر کا حکم:

مَسْنَلَةٌ: اس میں دلیل ہے کہ نشہ والے کا ارتداد شمار نہ ہوگا کیونکہ لفظ لا کو گرا کر سورہ مکافرون کا پڑھنا کفر ہے۔ حالانکہ ان پر کفر کا حکم نہیں لگایا گیا۔ بلکہ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا سے خطاب فرمایا۔ اور آنحضرت ﷺ نے بھی ان کے اور ان کی ازواج کے درمیان تفریق کا حکم نہیں دیا۔ اور نہ تجدید ایمان کا حکم دیا۔ کیونکہ امت کا اجماعی مسئلہ ہے کہ جس کی زبان پر کفر غلطی سے جاری ہوا۔ اس پر کفر کا حکم نہ لگایا جائے گا۔

وَلَا جُنُبًا (اور نہ اس حال میں کہ تم جنابت سے ہو) نَجْوٍ: اس کا عطف انتم سکاری پر ہے۔ جملہ محذوٰر منصوب ہے حال ہونے کی وجہ سے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ لا تقربوا الصلوة سکاری ولا جنبا یعنی جنابت کی حالت میں نماز نہ پڑھو۔

جنب کی تفصیل:

الْجُنُبُ: کالفظ واحد و جمع کے لئے اور مذکر و مؤنث کے لئے یکساں استعمال ہوتا ہے کیونکہ یہ اسم ہے جو مصدر الِاجْتِنَابِ کی جگہ استعمال ہوا ہے۔

مسجد اور جنابت:

إِلَّا عَابِرِي سَبِيلٍ (مگر یہ کہ تم (مسافر ہو) راستہ عبور کرنے والے ہو) یہ جنبا کی صفت ہے تقدیر عبارت یہ ہے لا تقربوا الصلوة جنبا غیر عابری سبیل یعنی جنبا مقیمین غیر مسافرین۔ یہاں جنب سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے حاجت غسل کے باوجود غسل نہ کیا ہو۔

حَاصِلُ کلام: یہ ہوا لا تقربوا الصلوة غیر مغتسلین۔ تم نماز کے قریب نہ جاؤ جبکہ تم غسل نہ کرنے والے ہو۔ حَتَّى تَغْتَسِلُوا (یہاں تک کہ تم غسل کر لو) یعنی مگر یہ کہ تم مسافر ہو اور پانی نہ پانے والے ہو تیمم کرنے والے ہو۔ آیت میں تیمم کرنے والے کو مسافر کہا۔ کیونکہ مسافر کی عام حالت بغیر پانی کے ہوتی ہے۔ یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک ہے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

البتہ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ لا تقربوا الصلوة تم نماز کے مقامات کے قریب نہ جاؤ۔ یعنی مساجد ولا جنبا کا مطلب تم مسجد کے قریب جنابت کی حالت میں مت جاؤ۔ الا عابری سبیل مگر راستہ عبور کرنے کی غرض سے۔ جنابت والے کے لئے مجبوری کی حالت میں مسجد میں سے گزرنا جائز ہے۔ وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ (اگر تم بیمار ہو یا سفر کی حالت میں ہو یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے ہو کر آیا ہو)

الغائط۔ نشی زین کو کہتے ہیں۔ وہ قضائے حاجت کے لئے نشی جگہوں میں جاتے تھے۔ پس وہ بول کر حدث سے فراغت کا کنایہ کر دیا۔ أَوَلَمْ تَسْتَمِ الْيَسَاءُ (یا تم نے عورتوں کو چھوا ہو) یعنی ان سے قربت کی ہو۔ حضرت علی و ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی تفسیر مروی ہے۔

پانی نہ پانے کی حدود:

فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً (پس تم پانی نہ پاؤ) یعنی اس کے نہ ہونے یا دور ہونے کی وجہ سے استعمال پر قدرت نہ رکھتے ہو۔ یا اسی طرح عدم قدرت میں پانی تک پہنچنے کے آلہ کا نہ پانا اور سانپ، درندہ، دشمن وغیرہ کا پانی کے پاس ہونے کی وجہ سے پانی تک نہ پہنچ سکتا شامل ہے۔

شرط میں چار اشیاء:

فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا (پس تم پاکیزہ مٹی سے تیمم کرو) چار چیزیں شرط کے تحت داخل ہیں نمبر ۱ مریض۔ نمبر ۲۔ مسافر۔ نمبر ۳۔ بے وضو۔ نمبر ۴۔ بے غسل۔ فاء، جزاء کی لاکر تیمم کا امر فرمایا جو کہ تمام سے متعلق ہے۔
مُسْتَنَلَا: جب مریض پانی نہ پائے خواہ حرکت نہ کر سکے اور پانی تک نہ پہنچنے میں عاجزی کی وجہ سے اور مسافروں سے پانی دور ہونے کی بناء پر ان کی دسترس سے باہر ہو۔ اور بے وضو اور جنابت والے جب پانی نہ پائیں تو ان کو تیمم درست ہے۔

معنی صعيد:

زجاج رحمہ اللہ کہتے ہیں، صعيد۔ سطح زمین کو کہتے ہیں۔ خواہ مٹی ہو یا اور کچھ اگر سخت چٹان ہو جس پر مٹی کا نشان بھی نہ ہو اسی پر تیمم کے لئے ضرب مار کر ہاتھ اور چہرے پر پھیر لیا تو تیمم سبب طہارت بن گیا۔ اور من کا حرف سورہ مائدہ میں تبعیض کے لئے نہیں بلکہ ابتدائے غایت کے لئے ہے۔ طیب کا معنی طاہر ہے۔

قراءت: لمستم پڑھا حمزہ اور علی رحمہما اللہ نے۔ فَاَمْسَحُوا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيكُمْ (تم مل لو اپنے چہروں اور بازوؤں پر) وجوہکم کی بعض نے زائد قرار دی ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا (بیشک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والے) رخصت و آسانی عنایت فرما کر۔ عَفُوًّا (بخشنے والے ہیں) خطاؤں اور تقصیرات کو۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ

کیا تو نے ان لوگوں کو دیکھا جنہیں کتاب کا ایک حصہ دیا گیا وہ گمراہی کو خریدتے ہیں

وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ تَضِلُّوا السَّبِيْلَ ﴿۴۴﴾ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَاكُمْ ط

اور یہ ارادہ کرتے ہیں کہ تم راہ سے بھٹک جاؤ، اور اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کو خوب جاننے والا ہے

وَكٰفٰی بِاللّٰهِ وٰلِيًّا ؕ وَكَفٰی بِاللّٰهِ نَصِيْرًا ﴿۴۵﴾ مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا

اور اللہ کافی ہے ولی ہونے کے اعتبار سے اور اللہ کافی ہے مددگار ہونے کے اعتبار سے، جو لوگ یہودی ہیں

يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا

ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو کلمات کی تحریف کرتے ہیں ان کی جگہوں سے اور کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا اور نہیں مانیں گے

وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمِعٍ وَّرَاعِنَا لِيَآبَا لِسِنِّهِمْ وَطَعْنًا فِی الدِّیْنِ ط

اور کہتے ہیں کہ سن لے اس حال میں کہ تو سننے والا نہ ہو، اور اپنی زبانوں کو موڑتے ہوئے اور دین میں طعن کرتے ہوئے لفظ راعنا کہتے ہیں

وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاَسْمَعْ وَاَنْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهٖمْ

اور اگر وہ یوں کہتے کہ ہم نے سن لیا اور مان لیا اور آپ سن لیجئے اور ہم پر نظر فرمائیے تو ان کے لئے بہتر

وَاَقْوَمَ ۚ وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۴۶﴾

ہوتا اور درست ہوتا اور لیکن اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان پر لعنت کر دی سو وہ ایمان نہیں لائیں گے مگر تھوڑے سے آدمی،

اَلَمْ تَرَ کے معنی کی وضاحت:

آیت ۴۴: اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ (کیا تم نے ان لوگوں کی حالت کی طرف نظر نہیں کی جن کو کتاب کا کچھ حصہ دیا گیا) الم تر میں نمبر ۱۔ رویت قلب مراد ہے۔ اور رویت پر الی لا کر۔ اَلَمْ يَنْتَه عِلْمُكَ اِلَيْهِمْ کے معنی میں کر دیا گیا۔ کیا تمہارا علم ان تک نہیں پہنچا۔ نمبر ۲۔ الم تر بمعنی الم تنظر ہے کیا تم نے غور نہیں کیا ان کی طرف۔ نصیب کا معنی تورات کا تھوڑا سا علم مراد اس سے احبار یہود ہیں۔

يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ (وہ گمراہی کو ہدایت کے بدلہ میں لیتے ہیں) مراد اس سے ان کا نبوت رسول اللہ ﷺ پر واضح دلائل قائم ہو جانے کے بعد بھی یہودیت پر اصرار کرنا ہے۔ حالانکہ وہ جان چکے ہیں کہ آپ وہ النبی العربی ہیں جن کی خوش خبری تورات

وانجیل میں دی جا چکی ہے اور ویریدون اَنْ تَصْلُو السَّبِيلَ (وہ یہ چاہتے ہیں کہ تم راستہ سے گمراہ ہو جاؤ) تَضْلُوا کی ضمیر کا مرجع مؤمن ہیں اور السبیل سے مراد اسلام کا حق والا راستہ ہے۔ یعنی وہ تمہیں بھی گمراہ دیکھنا چاہتے ہیں جیسے وہ خود گمراہ ہوئے۔

تَفْسِيْرُ آيَتِ ۴۵:

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَاكُمْ (اور اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کو خوب جانتے ہیں) اسی نے تمہیں ان کی دشمنی کی اطلاع دی ہے اپنے معاملات میں ان سے کوئی مشورہ مت طلب کرو۔ وَكَفَى بِاللّٰهِ وَلِيًّا (اللہ تعالیٰ تمہارا پورا کارساز ہے) وہ کارسازی کر کے تمہیں نفع پہنچائے گا۔ وَكَفَى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا (وہ اللہ پورا پورا مددگار ہے) ان کے ضرر کو دفع کریگا پس اس کی مدد و نصرت پر یقین کرو ان کی مکاریوں سے بچانے کیلئے۔

یا ان کی کچھ بھی پرواہ مت کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری ان کے خلاف نصرت کرے گا اور ان کی مکاریوں کیلئے کافی ہو جائے گا۔

نَحْوُ: وَلِيًّا اور نصیراً یہ تمیز کی وجہ سے منصوب ہیں یا پھر حال ہیں۔

آیت ۴۶: مِنَ الَّذِينَ هَادُوا يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ (کچھ یہود تبدیل کرتے ہیں کلمات (تورات) کو اس کے مقامات سے)۔

ایک نحوی تحقیق:

نَحْوُ: نمبر ۱۔ یہ الذین اتوا الكتاب کا بیان ہے۔ یا نمبر ۲۔ اعدائکم کا بیان ہے اور درمیان میں جملہ معترضہ ہے۔ یا نمبر ۳۔ نصیراً کے متعلق ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے ینصرکم من الذین هادوا جیسا کہ دوسری آیت میں ہے: وَنَصَرْنَاهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِالْآيَاتِ [الانبیاء: ۷۷]

نمبر ۴۔ محذوف سے متعلق ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ من الذین هادوا قوم یحرفون الکلم۔ پس قوم مبتداء اور یحرفون اس کی صفت اور من الذین هادوا اس کی خبر مقدم۔ اس صورت میں موصوف قوم کو حذف کر کے اس کی صفت موصیہ یحرفون الکلم کو اس کے قائم مقام کر دیا۔

تحریفِ مواضع کی مثال:

يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ (وہ کلمات کو ان کے مقامات سے بدل دیتے) یحرفون کا معنی پھیرنا اور زائل کرنا ہے۔ کیونکہ وہ ان کو بدل کر ان کی جگہ دیگر کلمات رکھ دیتے تو گویا ان کے اپنے مقامات سے پھیر دیتے۔ جن میں اللہ تعالیٰ نے ان کو رکھا تھا۔ اور اس سے زائل کر دیتے۔ اس تحریف کی مثال آپ کی تعریف میں یہ کلمہ تھا۔ أَسْمَرُ رُبْعَةٌ مناسب قد سیاہی سفیدی مائل۔ انہوں نے بدل کر گندم گوں طویل القامت کر دیا۔

اس آیت میں عن مواضعہ کے الفاظ ہیں۔ اور ماندہ ۴۱ میں من بعد مواضعہ ہے۔ دونوں میں فرق: عن مواضعہ کا مطلب یہ ہے کہ ان کلمات کو ان مقامات سے ہٹاتے جہاں حکمت الہیہ کے مطابق ان کو رکھا گیا تھا۔ اس کا مقصد اپنی شہوات کی

اتباع ہے۔ اور من بعد مواضعہ کا مطلب یہ ہے کہ وہ کلمہ ایسے مقام پر رکھتا جہاں رکھنا زیادہ مناسب تھا۔ جب انہوں نے اس کی تحریف کی تو اس لفظ کو چھوڑ دیا تو وہ اس مسافر کی طرح بن گیا۔ جس کا کوئی ٹھکانہ نہیں۔ اپنے ان مخصوص مقامات کے بعد۔ دونوں معانی قریب ہی ہیں۔

وَيَقُولُونَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا (اور وہ کہتے ہیں ہم نے سنا آپ کا قول اور نافرمانی کی آپ کے حکم کی) دوسرا قول یہ بھی ہے کہ وہ عصینا آہستہ کہتے۔ وَاسْمَعُ (تو سن ہماری بات)۔

کلمہ مدح و قدح:

غَيْرُ مُسْمِعٍ (نہ سنائے جاؤ) یہ مخاطب سے حال ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے۔ اسمع و انت غیر مسموع۔ یہ کلمہ دو طرفیں رکھتا ہے۔ مذمت و مدح۔ مذمت اس طرح۔ نمبر ۱۔ تو ہم سے سن ہم تمہیں بدو عا دے رہے ہیں لا سمعت کی کیونکہ اگر ان کی بدو عا قبول ہو تو کچھ نہ سنتے۔ اس لئے کہ اصم غیر مسموع ہوتا ہے۔ انہوں نے یہ بات اس بات پر اعتماد کرتے ہوئے کہی کہ ان کا قول لا سمعت مقبول بدو عا ہے۔ نمبر ۲۔ تو سن تمہیں ایسا جواب نہ دیا جائے جس کی طرف تم بلا تے ہو مطلب یہ ہے کہ کبھی موافق جواب نہ سننے پاؤ۔ گویا کہ تم نے کچھ سنا ہی نہیں۔ نمبر ۳۔ تم سنو پسندیدہ بات، نہ سنائے جاؤ۔ کیونکہ تمہارے کان اس کو سننا پسند نہیں کریں گے۔

مدح کا احتمال بھی ہے۔ کہ تم سنو اور ناپسندیدہ بات نہ سنائے جاؤ یہ اس محاورہ سے نکلا ہے۔ اسمع فلان فلانا۔ فلاں نے فلاں کو خوب جلی کٹی سنائیں۔

مراد راعنا:

وَرَاعِنَا (تو ہماری رعایت کر) نمبر ۱۔ راعنا میں یہ احتمال بھی ہے کہ تو ہمارا انتظار کرتا کہ ہم تجھ سے بات کریں۔ اور نمبر ۲۔ عبرانی سریانی کلمے کے مشابہ بھی ہو سکتا ہے۔ جس سے وہ گالی دیتے تھے وہ ”راعنا“ ہے۔ وہ اس سے دین کا مذاق اڑاتے اور رسول اللہ ﷺ سے تمسخر کرتے یہ ذو معنیں (دونوں معنوں کا احتمال رکھنے والا) کلام کر کے گالی اور توہین مراد لیتے اور ظاہر کرتے کہ وہ توقیر و اکرام کر رہے ہیں۔

حق کو باطل کی طرف موڑنا:

لَيَأْتِيَنَّ بِالْأَسْنَتِهِمْ (اپنی زبانوں کو موڑ کر) یعنی بل دے کر اور تبدیل کر کے۔ نمبر ۱۔ مطلب یہ ہے کہ اپنی زبانوں کے ساتھ حق کو باطل کی طرف موڑتے۔ اس طرح کہ انظر نا کی بجائے راعنا کہتے اور لا سمعت مکروہا کی بجائے غیر مسموع کہتے۔ نمبر ۲۔ اپنی زبانوں کو بل دے کر بطور منافقت اس طرف موڑتے جو گالی و برائی ان کے باطن میں چھپی تھی۔ وَطَعْنَا فِي الدِّينِ (اور دین میں طعنہ زنی کی خاطر) اس سے مراد ان کا وہ قول ہے کہ اگر یہ سچے پیغمبر ہوتے تو ضرور یہ اطلاع دیتے اس اعتقاد کی جو ہمارے باطن میں ہے۔ وَلَوْ أَنَّهُمْ قَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا (کاش وہ سمعنا اور اطعنا کے لفظ کہتے) اور عصینا نہ کہتے اور واسمع کہتے اور اس کے ساتھ غیر مسموع نہ ملاتے اور انظر نا کہتے راعنا نہ کہتے۔ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ (تو اس کا کہنا

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ

اے وہ لوگو! جن کو کتاب دی گئی ایمان لاؤ اس پر جو ہم نے نازل کیا جو اس کی تصدیق کرنے والا ہے جو تمہارے پاس ہے۔

مِّنْ قَبْلِ اَنْ تَطْمِسَ وُجُوْهَا فَرُدَّهَا عَلٰى اَدْبَارِهَا اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا

اس سے پہلے کہ ہم چہروں کو مٹا دیں پھر ان کو الٹی جانب کی طرح بنا دیں یا ان پر لعنت کر دیں جیسا

لَعَنَّا اَصْحٰبَ السَّبْتِ ۚ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ۝۴۷ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفِرُ اَنْ يُشْرَكَ

کہ ہم نے ہفتہ کے دن والوں پر لعنت کی، اور اللہ کا حکم پورا ہو کر ہی رہتا ہے۔ بے شک اللہ اس کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شریک

بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ افْتَرٰى

کیا جائے اور اس کے علاوہ جس گناہ کو چاہے بخش دے گا اور جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرے تو اس نے بہت

اِثْمًا عَظِيْمًا ۝۴۸

بڑے جرم کا ارتکاب کیا۔

ان کے حق میں بہتر ہوتا) یعنی ان کی یہ بات اللہ تعالیٰ کے ہاں پسند ہوتی۔ وَاَقْوَمَ (اور زیادہ عدل و انصاف والی ہوتی) وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ (اور لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر کے باعث ان پر لعنت کی) اور ان کے کفر اختیار کر لینے کی وجہ سے رحمت سے دور پھینک دیا۔ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا (پس بہت تھوڑے ان میں سے ایمان لائیں گے) ان میں سے بعض حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جیسے حضرات مسلمان ہوئے۔ نمبر ۲۔ یہ اتنا کمزور ایمان رکھتے ہیں جو ناقابل اعتبار ہے اور یہ کہ بعض پیغمبروں پر ایمان لاتے ہیں اور دوسری کتابوں سے انکار کرتے ہیں۔

آیت ۴۷: جب وہ ایمان نہ لائے تو یہ آیت اتری: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا (اے اہل کتاب تم ایمان لاؤ اس پر جو ہم نے اتارا) نزلنا سے مراد قرآن ہے۔ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ (وہ تصدیق کرنے والا ہے، اس کتاب کی جو تمہارے پاس ہے) مراد تورات ہے۔

طمس وجوہ کا معنی:

مِّنْ قَبْلِ اَنْ تَطْمِسَ وُجُوْهَا (اس سے پہلے کہ ہم چہروں کو بالکل مٹا ڈالیں) یعنی عین، ابرو، ناک، منہ کے نشانات کو مٹا ڈالیں۔ فَرُدَّهَا عَلٰى اَدْبَارِهَا (اور ہم ان کو گدی کی طرح کر دیں) کہ نشان مٹ کر وہ بھی گدی کی طرح سپاٹ ہو جائیں فا اس میں سیبہ ہے اور فاتعیب کے لئے بھی ہو سکتی ہے۔ کہ ان کو دوسراؤں سے ڈرایا گیا جن میں ایک دوسرے کے بعد آئے گی ان

چہروں کا پشت کی طرف پھیرنا مٹانے کے بعد ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ ہم چہروں کو مٹا دیں اور چہروں کو پشت کی طرف پھیر دیں۔ اور گدی کو اگلی طرف یہ بھی کہا گیا کہ طمس سے مراد تبدیل کرنا اور بدلنا ہے۔ جس طرح قبضیوں کے اموال کو پتھر بنا دیا اور وجوہ سے ان کی وجاہت اور سرداری مراد ہو یعنی اس سے قبل کہ ان کے با وجاہت لوگوں کے حالات بدل ڈالیں اور ان کی ترقی چھین کر ذلت اور وجاہت کو پستی سے بدل دیں۔

دو میں سے ایک عذاب:

أَوْ نُلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّا أَصْحَابَ السَّبْتِ (یا ان پر ہم لعنت کریں جیسا ہم نے ہفتہ والوں پر لعنت کی) یعنی ان کو مسخ کر کے رسوا کریں جیسا ہفتہ والوں کو مسخ کیا۔ ہم ضمیر وجوہ کی طرف راجع ہے اگر اس سے مراد صاحب وجاہت ہوں۔ یا ضمیر الذین اتوا الكتاب کی طرف لوٹی ہے۔ بطریق التفات۔ اور یہ وعید اس وقت ان سے متعلق ہوتی جب کہ کوئی بھی ان میں سے ایمان نہ لاتا۔ حالانکہ بعض ایمان لا چکے جیسے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ۔ انہوں نے اس وقت آیت سنی جبکہ وہ شام سے لوٹ رہے تھے۔ وہ گھر جانے سے قبل ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ کر مسلمان ہو گئے اور کہنے لگے۔ میں نہیں سمجھتا تھا کہ میں اپنے گھر بھی پہنچ سکوں گا۔ اس سے پہلے کہ اللہ تعالیٰ میرے چہرے کو مسخ کر دے۔

نمبر ۲ دوسری تفسیر یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دو باتوں میں سے ایک سے ڈرایا۔ نمبر ۱۔ طمس وجوہ۔ نمبر ۲۔ لعنت۔ پس اگر طمس نے ان کے سرداروں کے حالات کو بدل دیا پھر دو میں سے ایک بات تو ہو گئی۔ اور اگر ان رؤسا کو نہیں بدلاتو لعنت ان کو پہنچ گئی۔ وہ ہر زبان سے ملعون ہیں۔

نمبر ۳۔ یہود کے متعلق اس پٹشن گوئی کے پورے ہونے کا قیامت سے قبل انتظار ہے۔ وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا (اور اللہ تعالیٰ کا حکم ضرور پورا ہو کر رہتا ہے) امر اللہ سے جس کا حکم دیا گیا۔ اور وہ عذاب ہے۔ جس سے ان کو ڈرایا گیا۔ مَفْعُولًا یعنی ہر صورت پورا ہوگا۔ اگر وہ ایمان نہ لائیں گے تو دو میں سے ایک کا ہونا ضروری ہے۔

آیت ۲۸: إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ (بیشک اللہ نہ بخشے گا یہ کہ اس کے ساتھ شریک ٹھہرایا جائے اور بخش دے گا اس کے علاوہ کو) نہ بخشے گا مطلب یہ ہے کہ اگر موت شرک پر آگئی۔ ذلک کا مشاڑ الیہ مادون الشریک ہے۔ خواہ کبیرہ بدون توبہ ہو۔

شرک مغفور بالتوبہ:

الحاصل: شرک مغفور بالتوبہ ہے۔ اور جو توبہ نہ کرے مگر گناہ شرک کے علاوہ ہوں تو اس سے بخشش کا وعدہ ہے۔ مطلب یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نہ بخشے گا اس کو جو شرک کرتا ہے۔ اس لئے کہ وہ شرک ہے۔ اور گنہگار کو گناہ ہونے کے باوجود بخش دے گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ سے ملے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک نہ ٹھہراتا ہوگا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اور اس کی غلطیاں اس کو نقصان نہ دیں گی۔ (احمد ص ۳۶۳ جلد ۲)

محبوب ترین آیت:

لِمَنْ يَشَاءُ (جس کے لئے وہ چاہے گا) یہ مشیت کی قید آیت کو اس کے عموم سے نہیں نکالتی۔ جیسا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔
 اللَّهُ لَطِيفٌ بِعِبَادِهِ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ (الشوری: ۱۹) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قرآن مجید میں سب سے زیادہ محبوب آیت
 میرے لئے یہ ہے۔ (اس لئے کہ اس میں مغفرت الہی کی بہت بڑی امید دلائی گئی ہے)۔

معتزلہ کا قول اور اس کا جواب:

یہ مَادُون کی مغفرت کا وعدہ توبہ کے ساتھ معلق ہے۔ مگر یہ باطل بات ہے۔ کیونکہ کفر تو مغفور عنہ توبہ کے ساتھ اس آیت
 سے ہے۔ قل للذین کفروا ان ینتھوا یغفرلھم ما قد سلف۔ الانفال۔ ۳۸۔ پس اس سے کم درجہ کے گناہ تو توبہ سے بخشے
 جانے کے زیادہ حقدار ہیں۔ حالانکہ یہ آیت زیر تفسیر ان دونوں چیزوں کے مابین فرق کیلئے اتاری گئی ہے۔ اور وہ اسی طرح ہو سکتی
 ہے جیسا ہم نے کہا۔

وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ افْتَرَىٰ اِثْمًا عَظِيمًا (جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرائے گا پس اس نے بہت بڑا طوفان
 باندھا) اس نے ایسا بڑا جھوٹ بنایا ہے جس سے دردناک عذاب کا حقدار بن گیا۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَاءُ وَلَا

کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنی جانوں کو پاکیزہ بتاتے ہیں، بلکہ اللہ جس کو چاہے پاکیزہ بناتا ہے اور لوگوں پر

يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ۝۱۹ اَنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلٰى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ وَكُفِيَ بِهِ اِثْمًا

کھجور کی گٹھلی کے تانگے کے برابر بھی ظلم نہ ہوگا۔ دیکھو یہ لوگ اللہ پر کیسے جھوٹ باندھتے ہیں اور ان کا یہ افتراء صریح گناہ

مُبِيْنًا ۝۲۰ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ

ہونے کے لئے کافی ہے۔ کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب کا ایک حصہ دیا گیا، وہ مانتے ہیں بتوں کو

وَ الطَّاغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰؤُلَاءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ

اور شیطان کو، اور کافروں کے بارے میں کہتے ہیں کہ جو لوگ ایمان لائے ان کے نسبت یہ کافر

اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ۝۲۱ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ

زیادہ راہ راست پر ہیں ایسا کہنے والے وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی اور جس پر اللہ لعنت کر دے تو اس کے لئے

تَجَدَّلَ لَهُ نَصِيْرًا ۝۲۲ اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَاِذَا يُؤْتُوْنَ

کوئی مددگار نہ پائے گا۔ کیا ان لوگوں کا ملک میں کچھ حصہ ہے سو ایسی صورت میں لوگوں کو وہ

النَّاسَ نَقِيْرًا ۝۲۳

ذرا سی چیز بھی نہ دیتے۔

آیت ۴۹: یہ آیت ان لوگوں کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے یہود و نصاریٰ میں سے اپنے آپ کو پاک قرار دیا کہ ہم تو انبیاء علیہم السلام کے بیٹے اور اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں اور کہا ہمارے سواء جنت میں کوئی نہ جائے گا۔

اللہ کا تزکیہ معتبر ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ (کیا تم نے ان لوگوں کی حالت پر غور نہیں کیا جو اپنے آپ کو پاک قرار دیتے ہیں) اس میں تمام ایسے لوگ شامل ہیں جو اپنے طور پر پاک باز بنتے ہیں اور اپنے عمل کی پاکیزگی سے اپنے نفس کو موصوف قرار دیتے ہیں۔ اور اطاعت و تقویٰ کے اضافہ سے نفس کو متصف مانتے ہیں۔ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَاءُ (بلکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں پاک کرتے ہیں) اس میں یہ بات بتلائی کہ اللہ تعالیٰ کا تزکیہ ہی قابل اعتبار ہے۔ کسی دوسرے کا تزکیہ معتبر نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی

اہل تزکیہ کو جاننے والے ہیں۔ اسی طرح کی دوسری آیت سورہ النجم ۳۲ فَلَا تُزَكُّوْا اَنْفُسَكُمْ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ اَتَّقٰی کہ اپنے کو پاک مت قرار دو۔ وہ متقین کو خوب جانتا ہے۔ وَلَا يَظْلَمُوْنَ (ان پر ظلم نہ کیا جائے گا) یعنی جو لوگ اپنے آپ کو پندار میں پاک قرار دیتے ہیں۔ ان کو ان کے پاک قرار دینے پر پوری سزا دی جائے گی یا جن کو وہ چاہے گا ان کی پاکیزگی پر ثواب دیا جائے گا اور ان کے ثواب میں کسی چیز کی کمی نہ ہوگی۔ فِتْيَلًا (بٹے ہوئے دھاگے کی مقدار) الفتیل ہاتھوں سے میل کی مروڑی بنانا۔

آیت ۵۰: اَنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلٰی اللّٰهِ الْكَذِبَ (غور کرو۔ یہ کس طرح اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں) اپنے خیال کے مطابق وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں پاکیزہ ہیں۔ وَكَفٰى بِهٖ اِثْمًا مُّبِيْنًا (اس افتراء کا کھلا گناہ ہونا ظاہر ہے) یعنی ان کے تمام گناہوں میں یہ تزکیہ والا زعم گناہ ہونے کے اعتبار سے کافی ہے (کسی دلیل کا محتاج نہیں)

آیت ۵۱: اَلَمْ تَرَ اِلٰی الَّذِيْنَ اٰتَوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ (کیا تم نے غور کیا ان لوگوں کی حالت پر جن کو کتاب کا کچھ حصہ دیا گیا) یعنی یہودیوں یُونُصُوْنَ بِالْحَبِیْتِ (وہ بتوں پر ایمان لاتے ہیں) الحبیت ہر وہ چیز جس کی اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کی جائے۔ وَالطَّاغُوْتِ (اور شیطان) وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰٓؤُلَآءِ اَهْدٰی مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا (اور وہ کافروں کو کہتے ہیں کہ یہ ایمان والوں سے زیادہ ہدایت یافتہ ہیں) اس کا واقعہ اس طرح ہے جی بنی بنی بنی اور کعب بن اشرف دونوں یہودی ی سردار ایک یہودی جماعت کے ہمراہ مکہ گئے۔ تاکہ قریش سے رسول اللہ ﷺ کے خلاف لڑنے کا معاہدہ کریں۔ انہوں نے کہا۔ تم اہل کتاب ہو۔ اور محمد ﷺ کے تم زیادہ قریب ہو اور وہ ہماری نسبت تم سے قریب تر ہیں۔ ہمیں تمہارے اس قریب پر اعتبار نہیں۔ بس ایک صورت ہے کہ تم ہمارے معبودوں کو سجدہ کرو تو ہم تم پر اعتبار کر لیں گے۔ انہوں نے بتوں کو سجدہ کیا۔ پس جبت و طاغوت پر ایمان لانا اسی بات کو قرار دیا گیا کیونکہ اصنام کو سجدہ ریزی اس کا عملی مظاہرہ تھا۔ انہوں نے ابلیس ملعون کی اتباع کی۔ پھر ابوسفیان نے کہا تم بتلاؤ کیا ہم زیادہ ہدایت یافتہ ہیں یا محمد ﷺ تو کعب کہنے لگا۔ تم زیادہ ہدایت یافتہ ہو۔

آیت ۵۲: اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ (یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے) کہ ان کو اپنی رحمت سے دور ہٹا دیا ہے۔ وَمَنْ يَلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ نَصِيْرًا (جس پر اللہ تعالیٰ لعنت فرمائیں تم ہرگز اس کے لئے کوئی مددگار نہ پاؤ گے) کہ جو اپنی مدد سے اس کی نصرت کرے۔

آیت ۵۳: پھر یہودی بخل و حسد سے ان کی تعریف کی حالانکہ یہ دونوں بدترین خصلتیں ہیں۔ وہ اپنے مال کو توروک کر رکھتے ہیں مگر تمنا اس چیز کے ملنے کی کرتے ہیں جو دوسروں کو ملی۔ چنانچہ فرمایا۔ اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ

نَحْوِ: ام۔ منقطع ہے۔ اور ہمزہ استفہام انکاری کے معنی میں ہے۔ ہاں ان کے پاس کوئی سلطنت کا حصہ نہیں ہے۔

یہودی شدت بخل:

فَاِذَا لَا يُوْتُوْنَ النَّاسَ نَقِيْرًا (ایسی حالت میں تو یہ لوگوں کو ذرا سی چیز بھی نہ دیتے) یعنی اگر حکومت کا کچھ حصہ ہوتا۔ اہل دنیا کی حکومت یا اللہ تعالیٰ کی مملکت تو پھر بھی یہ شدت بخل کی وجہ سے لوگوں کو ایک معمولی چیز بھی نہ دیتے۔

النقییر وہ گڑھا جو گھٹلی کی پچھلی جانب پایا جاتا ہے۔ یہ فیتل کی طرح قلت کی مثال بیان کی۔

أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَى مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ فَقَدْ آتَيْنَا

کیا وہ لوگوں سے اس چیز پر حسد کرتے ہیں جو اللہ نے ان کو اپنے فضل سے دی ہے، سو ہم نے

آلِ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنَهُمْ مُلْكًا عَظِيمًا ۝۵۴ فَمِنْهُمْ مَنْ

آل ابراہیم کو کتاب اور حکمت دی اور ہم نے ان کو بڑا ملک عطا کیا۔ سو ان میں سے

أَمَنَ بِهِ وَ مِنْهُمْ مَنْ صَدَّ عَنْهُ ۚ وَ كَفَىٰ بِجَهَنَّمَ سَعِيرًا ۝۵۵ إِنَّ

بعض اس پر ایمان لائے اور بعض نے اس سے روگردانی کی۔ اور کافی ہے دوزخ کا دہکتی ہوئی آگ ہونا۔ بلاشبہ

الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا سَوْفَ نُصْلِيهِمْ نَارًا ۖ كُلَّمَا نَضْجَتِ جُلُودُهُمْ

جن لوگوں نے ہماری آیات کے ساتھ کفر کیا عنقریب ہم ان کو آگ میں داخل کریں گے جب بھی ان کی کھالیں پک جائیں گی

بَدَّلْنَاهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا لِيَذُوقُوا الْعَذَابَ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَزِيزًا حَكِيمًا ۝۵۶

تو ہم ان کی کھالوں کے علاوہ ان کی دوسری کھالیں پلٹ دیں گے تاکہ عذاب چکھیں۔ بیشک اللہ زبردست ہے۔ حکمت والا ہے،

آیت ۵۴: أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَى مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ (بلکہ یہ لوگوں پر حسد کرتے ہیں اس چیز میں جو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اپنے فضل سے دے رکھی ہے) یعنی رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے حسد کرتے ہیں۔ باوجودیکہ حد فتنج چیز ہے۔ اور حسد کی وجہ وہ نصرت و غلبہ اور عزت میں اضافہ اور ہر روز کی ترقی تھی (جو ان کو ایک آنکھ نہ بھاتی تھی) فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ (تحقیق ہم نے آل ابراہیم کو کتاب یعنی تورات دی) وَالْحِكْمَةَ (اور نصیحت) یعنی دین کی گہری سمجھ بوجھ۔

یہود کو الزامی جواب:

وَآتَيْنَهُمْ مُلْكًا عَظِيمًا (اور ہم نے ان کو بہت بڑی بادشاہت دی) یعنی بادشاہت یوسف و داؤد و سلیمان علیہم السلام یہ یہود کو الزامی جواب دیا خود اسی بات سے جس کو وہ جانتے بوجھتے تھے۔ کہ اسلاف محمد ﷺ یعنی آل ابراہیم علیہم السلام کو کتاب و حکمت اور مملکت دی جا چکی۔ اس لئے اگر آج آل ابراہیم کے جلیل القدر فرزند کو نبوت و حکومت اسلاف کے مشابہ دے دی جائے تو اس میں کیا استبعاد ہے۔

آیت ۵۵: فَمِنْهُمْ مَنْ آمَنَ بِهِ (پس ان میں سے کچھ تو ایمان لائے) اس پر یعنی یہود میں کچھ لوگوں نے آل ابراہیم والی بات پر یقین کر لیا۔ وَمِنْهُمْ مَنْ صَدَّ عَنْهُ (اور کچھ نے اس سے منہ پھیر لیا) باوجودیکہ وہ اس کے صحیح ہونے کا یقین رکھتے تھے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ

اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے عنقریب ہم ان کو ایسے باغوں میں داخل کریں گے۔ جن کے نیچے نہریں

خُلِدِينَ فِيهَا أَبَدًا لَّهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُطَهَّرَةٌ وَهُمْ فِيهَا ظِلْلٌ ۝۵۷

جاری ہوں گی۔ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ ان میں ان کے لئے پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور ہم ان کو گھنے سائے میں داخل کریں گے۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا ۖ وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ

بے شک اللہ تمہیں حکم فرماتا ہے کہ امانت والوں کو امانتیں دے دیا کرو اور جب تم لوگوں کے درمیان

النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ ۚ إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ

فیصلے کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلے کرو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ جس چیز کی تمہیں نصیحت فرماتا ہے وہ بہت اچھی ہے۔ بے شک اللہ

سَمِيعًا بَصِيرًا ۝۵۸

سننے والا دیکھنے والا ہے۔

دوسری تفسیر:

ان یہود میں سے کچھ تو رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائے اور بعض نے اس نبوت کو اوپر اقرار دے کر انکار کی ٹھان لی۔

وَكُفِّي بِجَهَنَّمَ سَعِيرًا (جہنم کی بھڑکتی آگ ان کے لئے کافی ہے) جو ایمان لانے سے باز رہے۔

تفسیر آیت ۵۶:

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِاللَّيِّنَاتِ سَوْفَ نُصْلِيهِمْ (بیشک جن لوگوں نے کفر کیا ہماری آیات کے ساتھ عنقریب ہم انکو داخل کریں گے)۔

نَارًا كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُهُمْ بَدَّلْنَاهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا۔ (آگ میں۔ ہر دفعہ جب ان کی کھال جل جائے گی۔ تو ہم

پہلی کھال کی جگہ دوسری کھال بنا دیں گے) نَضِجَتْ کا معنی جلنا۔ بَدَّلْنَاهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا کا معنی ان کھالوں کو ان جلی کھالوں سے

بدلنا ہے۔ پس تبدیلی اور تغیر دونوں ہی متون کے مختلف ہونے کے ساتھ ہوگی، نہ کہ اصل کی تبدیلی کے ساتھ۔ اہل حق کا یہی مسلک

ہے۔ فرقہ کرامیہ کا اس میں اختلاف ہے۔ فضیلؒ کہتے ہیں جلی کو ان جلی بنا دیا جائے گا۔ لِيَذُوقُوا الْعَذَابَ (تاکہ وہ عذاب

کو چکھیں) اور عذاب کا ذائقہ ہمیشہ رہے۔ اور منقطع نہ ہو۔ جیسے کسی عزیز کو تم کہتے ہو۔ اعزك الله یعنی اللہ تمہیں عزت میں دوام

میسر فرمائیں۔ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَزِيزًا (بیشک اللہ تعالیٰ زبردست ہیں) انتقام لے سکتے ہیں۔ کوئی چیز اس کے ارادے کو بحر میں پر

نافذ کرنے سے رکاوٹ نہیں بن سکتی۔ حَكِيمًا (وہ حکمت والے ہیں) اس کام میں جو کافروں کے ساتھ وہ کریں۔

آیت ۵۷: وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خُلِدِينَ فِيهَا أَبَدًا لَّهُمْ

فِيهَا أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ (اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے ہم ان کو جنتوں میں ضرور داخل کریں گے۔ جن کے نیچے نہریں بہتی ہوگی۔ وہ ان جنتوں میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور ان کے لئے وہاں ستھری بیویاں ہوگی) مطہرۃ کا مطلب نجاسات، حیض و نفاس سے پاک ہونا۔

خوبصورت سایہ میں داخلہ:

وَنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيلًا (اور ہم ان کو وسیع سایہ میں داخل کریں گے) ظلیل یہ صفت کا صیغہ ہے جو ظل سے لیا گیا۔ اور اس کے معنی کی تاکید کے لئے لایا گیا۔ جیسا کہتے ہیں۔ لیل الیل۔ طویل رات۔ ظلیل وہ سایہ جو دراز خوبصورت ہو۔ نہ اس میں سوراخ ہو۔ اور ہمیشہ کا سایہ ہو کہ جس کو سورج نہ مٹا سکے اور ایسا سہانا کہ نہ اس میں گرمی ہو نہ ٹھنڈک۔ اور یہ صفات جنت کے سایہ کے علاوہ کسی میں نہیں۔

تمام فرائض امانتیں:

آیت ۵۸: پھر حکام کو مخاطب کر کے ادائیگی امانات کا حکم دیا۔ اور عدل کا حکم دیا اپنے اس ارشاد سے إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَوَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا (اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتے ہیں کہ تم امانتیں امانت والوں کو ادا کر دو) یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس حکم میں ان فرائض کی ادائیگی بھی شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کی امانت ہیں۔ جن کو انسان نے اٹھایا ہے۔ اور حواس کی حفاظت بھی انہیں میں شامل ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی امانتیں ہیں۔ وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَعْدِلُوا بِالْعَدْلِ (اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف سے فیصلہ کرو) حکمت کا معنی فیصلہ کرنا۔ العدل کا معنی برابری کرنا اور انصاف کرنا ہے۔

عثمان رضی اللہ عنہ تو حدیبیہ کے بعد اسلام لا چکے تھے:

دوسرا قول یہ ہے۔ کہ عثمان بن طلحہ بن عبدالدار بیت اللہ کا چابی بردار تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے کعبہ کی چابی لی۔ جب آیت نازل ہوئی تو علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا۔ کہ یہ چابی اس کو واپس کر دو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے تیرے متعلق قرآن اتارا ہے۔ یہ آیت عثمان کو پڑھ کر سنائی وہ سنتے ہی مسلمان ہو گیا۔ جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور رسول اللہ ﷺ کو اس کی اطلاع دی کہ چابی برداری عثمان کی اولاد میں ہمیشہ رہے گی۔ (حاشیہ کشاف)

إِنَّ اللَّهَ نِعْمًا يَعْظُكُمُ بِهِ (اللہ تعالیٰ تمہیں بہت اچھی چیز کی نصیحت کرتے ہیں)

نحو و قراءت:

ما نکرہ منصوبہ موصوفہ ہے يعظُكُمْ، سے تقدیر عبارت یہ ہے۔ نعم شیناً يعظُكُمْ بہ۔

نمبر ۲۔ ما موصولہ مرفوعۃ المحل۔ ما بعد اس کا صلہ۔ تقدیر عبارت یہ ہے نعم الشیء الذی يعظُكُمْ بہ مخصوص بالمدح

محذوف ہے۔ یعنی نعماً يعظُكُمْ بہ ذاك۔ ذاك کا مشارالیه ادائیگی امانات اور عدل فی الحکم ہے۔

قراءت: نِعَمَ مدنی اور ابو عمرو نے پڑھا۔ نِعَم شامی اور حمزہ علی نے پڑھا۔ إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا (بیشک اللہ تعالیٰ تمہاری باتوں کو

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِيَ الْأَمْرِ مِنْكُمْ

اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ کی اور فرمانبرداری کرو رسول کی، اور ان لوگوں کی فرمانبرداری جو اولوالامر ہیں تم میں سے

فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ

پس اگر تم آپس میں کسی چیز کے بارے میں جھگڑنے لگو تو اس کو لوٹا دو اللہ کی طرف اور رسول کی طرف، اگر تم اللہ

بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ۝ أَلَمْ تَرَ إِلَى

اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو، یہ بہتر ہے اور انجام کے اعتبار سے اور بہت خوب تر ہے۔ کیا آپ نے

الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا

ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے جو اللہ نے آپ کی طرف نازل فرمایا اور اس پر بھی ایمان لائے جو

أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَنْ يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ

آپ سے پہلے نازل کیا گیا یہ لوگ چاہتے ہیں کہ شیطان کی طرف اپنا قضیہ لے جائیں حالانکہ

أَمْرُو أَنْ يَكْفُرُوا بِهِ وَيُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُضِلَّهُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا ۝

ان کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ اس کے منکر ہوں، اور شیطان چاہتا ہے کہ ان کو گمراہ کر کے دور کی گمراہی میں ڈال دے،

سننے والے) بصیراً (تمہارے اعمال کو دیکھنے والے ہیں)۔

آیت ربط:

آیت ۵۹: جب حکام کو ادائیگی امانات اور انصاف سے فیصلے کرنے کا حکم دیا تو لوگوں کو حکم فرمایا کہ وہ ان کی اطاعت کریں۔ فرمایا: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِيَ الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ (اے ایمان والو! تم اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اپنے حکام کی بات مانو۔ پس اگر تم کسی چیز میں تنازع کرو تو اس کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دو) اولی الامر سے مراد حکام یا علماء ہیں کیونکہ ان کا حکم حکام پر چلتا ہے۔ اگر تم اور حکام کسی دینی امر میں مختلف ہو جاؤ تو اس میں کتاب و سنت کی طرف رجوع کرو۔

إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا (اگر تم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو تو یہ تمہارے لئے سب سے اچھی اور تاویل کے اعتبار سے سب سے بہتر ہے) ایمان اطاعت کو لازم کرتا ہے نہ کہ نافرمانی کو۔ یہ آیت بتلا رہی ہے کہ امراء کی اطاعت لازم ہے جبکہ وہ حق کی موافقت کریں۔ جب وہ حق کی مخالفت کریں تو پھر ان کی اطاعت

نہیں۔ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق)) (احمد ۲۰۹ جلد ۱)
دلچسپ حکایت: مسلمہ بن عبد الملک نے ابو حازم کو مخاطب کر کے کہا کیا تمہیں ہماری اطاعت کا حکم نہیں دیا گیا۔ جو اللہ کے اس
ارشاد میں ہے واولی الامر منکم۔

ابو حازم: کیا جب تم حق کی مخالفت کرو تو تمہاری اطاعت ختم نہیں ہو جاتی۔ جیسا کہ اس آیت میں ہے: فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ یعنی قرآن اور رسول آپ کی زندگی میں اور وفات کے بعد آپ کی احادیث کی طرف۔
ذَلِكَ اس کا مشارک الیہ الرد ہے۔ کتاب و سنت کی طرف لوٹنا۔ خیر۔ بہت بہتر ہے۔ جلد ملنے والا ہے۔ وَأَحْسَنُ
تَأْوِيلًا اور بہت بہتر ہے تاویل کے لحاظ سے۔ یعنی انجام کے لحاظ سے۔

بشر منافق اور یہودی کا قصہ:

آیت ۶۰: بشر منافق اور یہودی کے درمیان جھگڑا تھا۔ یہودی نے اس کو کہا کہ آؤ نبی اکرم ﷺ سے فیصلہ کروالیں۔ کیونکہ وہ
جانتا تھا کہ آپ رشوت نہیں لیتے۔ منافق نے کہا چلو کعب بن اشرف کے پاس چلتے ہیں۔ اس کا مقصد تھا کہ اس کو رشوت دے کر
اپنے حق میں فیصلہ کرا لے۔ پھر دونوں فیصلہ لے کر حضرت نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پہنچے۔ آپ نے یہودی کے حق میں فیصلہ
کر دیا۔ مگر منافق راضی نہ ہوا۔ اور کہنے لگا آؤ۔ ہم عمر کے پاس فیصلہ لے جاتے ہیں۔ یہودی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ رسول
اللہ ﷺ نے میرے حق میں فیصلہ دے دیا ہے۔ مگر یہ راضی نہیں ہوا۔ اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے منافق کو کہا۔ کیا بات اسی طرح ہے۔ اس
نے کہا ہاں۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تم دونوں یہاں ٹھہرو یہاں تک کہ میں تمہارے پاس نکل کر آؤں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی تلوار
لے کر نکلے۔ اور منافق کی گردن مار دی۔ اور کہا میرا فیصلہ اس کے لئے جو اللہ اور اس کے رسول کے فیصلہ پر راضی نہیں ہوتا یہی
ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ (کیا تم نے ان لوگوں کی حالت کو دیکھا جن کا گمان یہ
ہے) جبریل علیہ السلام نے کہا عمر نے حق و باطل میں تفریق کر دی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ تو فاروق ہے (اسباب النزول للواحدی)
اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحٰكَمُوْا اِلَى الطَّاغُوْتِ (کہ وہ ایمان رکھتے ہیں
اس مرجو اتاری گئی آپ کی طرف اور وہ جو اتاری گئی آپ سے پہلے۔ وہ یہ چاہتے ہیں کہ وہ شیطان کی طرف اپنا فیصلہ لے جائیں)
نَحْمُودُ: یزیدون۔ یزعمون کی ضمیر سے حال ہے۔

طاغوت سے مراد کون ہے؟

نمبر ۱۔ طاغوت سے مراد کعب بن اشرف یہودی ہے اس کو طاغوت اس لئے کہا کیونکہ وہ سرکشی میں حد سے بڑھنے والا تھا۔
اور عداوت رسول میں انتہاء کو پہنچا ہوا تھا۔

نمبر ۲۔ اس کو شیطان سے تشبیہ دی۔ نمبر ۳۔ غیر اللہ کی طرف فیصلہ لے جانے کو تحاکم الی الطاغوت قرار دیا اور اس کی
دلیل آیت کا اگلا حصہ ہے۔ وَقَدْ اٰمَرُوْا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ وَيُرِيْدُوْا الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا بَعِيْدًا (حالانکہ ان کو شیطان کی
نافرمانی کا حکم دیا۔ اور شیطان چاہتا ہے کہ ان کو دور کی گمراہی میں مبتلا کر دے)

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَى مَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ

اور جب ان سے کہا گیا کہ آ جاؤ اس حکم کی طرف جو اللہ نے نازل فرمایا اور آ جاؤ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف

رَأَيْتَ الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ عَنْكَ صُدُودًا ۝۶۱ فَكَيْفَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ

تو آپ منافقین کو دیکھیں گے کہ وہ آپ سے ہٹتے ہیں۔ پس کیا حال ہو گا جب ان کو کوئی مصیبت

مُصِيبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ ثُمَّ جَاءُوكَ يَحْلِفُونَ ۖ بِاللَّهِ إِنَّ

پہنچے ان کے ہاتھوں کے کئے ہوئے کڑوتوتوں کی وجہ سے پھر وہ آئے آپ کے پاس اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں

أَرَدْنَا إِلَّا أَحْسَنًا وَتَوْفِيقًا ۝۶۲ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَعْلَمُ اللَّهُ مَا فِي

کہ ہمارا مقصد اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ بھلائی کی صورت نکل آئے اور آپس میں موافقت ہو جائے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو کچھ ان کے دلوں میں ہے

قُلُوبِهِمْ ۖ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَهُمْ فِي أَنْفُسِهِمْ قَوْلًا

اللہ سے جانتا ہے۔ سو آپ ان سے اعراض کیجئے اور ان کو نصیحت کیجئے، اور ان کی ذاتوں کے متعلق ان سے ایسی باتیں کہہ دیجئے جو ان کے حق میں خوب زیادہ

بَلِيغًا ۝۶۳ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ ۖ وَلَوْ أَنَّهُمْ

فائدہ مند ہوں۔ اور ہم نے پیغمبر نہیں بھیجے مگر اسی لئے کہ حکم خداوندی ان کی فرمانبرداری کی جائے اور جب انہوں نے

إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمْ

اپنی جانوں پر ظلم کیا آپ کے پاس آتے پھر اللہ سے مغفرت مانگتے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے

الرَّسُولُ لَوْ جَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا ۝۶۴

استغفار کرتا تو ضرور اللہ کو توبہ قبول کرنے والا اور مہربانی فرمانے والا پالیتے۔

ضلال بعید کیا ہے:

یضل سے مراد حق سے ہٹانا۔ ضلال بعید سے مراد موت تک قائم رہنے والی گمراہی ہے۔

تَفْسِيرُ آيَةِ ۶۱:

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ (جب منافقین کو کہا جاتا ہے) تَعَالَوْا إِلَى مَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ (آؤ فیصلہ کرانے کے لئے اس

حکم کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے اتارا اور رسول کی طرف (رَأَيْتَ الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ عَنْكَ صُدُودًا) (تم دیکھو گے کہ منافقین تم سے رکتے ہیں رکنا) یعنی وہ آپ سے اعراض کر کے دوسرے کی طرف جاتے ہیں۔ تاکہ اس کو رشوت دے کر اپنے حق میں فیصلہ کرا لیں۔

آیت ۶۲: فَكَيْفَ (پس ان کا کیا حال ہوگا) اور یہ کیا کچھ کر رہے ہیں۔ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ (جب ان کو کوئی مصیبت پہنچ جاتی ہے) یعنی عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے بشر کا قتل۔ بِمَا قَدَّمْتُ أَيْدِيهِمْ (جوان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا) یعنی تمہارے سواء اور کسی کے پاس فیصلہ لے گئے اور فیصلے میں آپ پر بے انصافی کی تہمت لگائی۔ ثُمَّ جَاءُوكَ (پھر آپ کے پاس مقتول کے منافقین ساتھی آئے) يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا إِحْسَانًا وَتَوْفِيقًا (اس حال میں کہ وہ اللہ کی قسمیں اٹھا رہے ہیں کہ ہم نے تو آپ کے علاوہ دوسرے کے ہاں فیصلہ لے جا کر بھلائی اور متخامنین کے درمیان موافقت کا ارادہ کیا) برائی اور آپ کی مخالفت کا ارادہ نہیں کیا۔ اور نہ ہی آپ کے فیصلہ پر ناراضگی ظاہر کی ہے۔

منحور: کیف میں استفہام تعجبی ہے۔ یحلفون باللہ حال ہے۔

منافقین کو وعید:

درحقیقت یہ ان کے فعل پر وعید ہے۔ کہ وہ عنقریب شرمندہ ہونگے۔ جبکہ ان کو شرمندگی کچھ کام نہ آئے گی۔ اور نہ معذرت فائدہ دے گی۔

ایک قول یہ ہے کہ منافق کے رشتہ دار اس کے خون کا مطالبہ لے کر آئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس خون کو رائیگاں قرار دیا۔ اور کہنے لگے ہم تو عمر کے پاس فیصلہ لے کر اس لئے گئے تھے۔ کہ وہ عادلانہ فیصلہ سے ہمارے ساتھی پر احسان کریں اور اس کے اور اس کے مخالف کے درمیان موافقت کروادیں۔ ہمارے دل میں یہ خیال تک بھی نہ تھا کہ وہ ایسا فیصلہ کر ڈالیں گے جو انہوں نے کر دیا۔

آیت ۶۳: أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَعْلَمُ اللَّهُ مَا فِي قُلُوبِهِمْ (یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں جو ان کے دلوں میں ہے) یعنی منافقت۔ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ (آپ ان سے اعراض فرمائیں)۔ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَهُمْ فِي أَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيغًا (اور ان کو نصیحت کریں اور ان کو ان کے متعلق موثر بات کہیں)

اعراض کا مفہوم:

أَعْرِضْ کا مطلب۔ نمبرا۔ ان کا عذر قبول کرنے سے اعراض کریں۔ اور ڈانٹ ڈپٹ اور انکار کے ساتھ ان کو نصیحت کریں۔ اور ان کو نصیحت کرنے میں تخویف و انداز میں خوب مبالغہ کریں۔ یا نمبر ۲۔ انجام سے اعراض کریں اور عتاب سے نصیحت کریں اور ان کی اس حرکت کے متعلق آپ کے دل میں جو آخری نصیحت ہے وہ ان کو کریں۔ اور بلاغت کا قاعدہ ہے کہ اپنی زبان سے اس حقیقت کو پہنچے جو ان کے دل و جنان میں ہے۔

نَجْوٰ : فی انفسہم یہ قل لہم سے متعلق ہے۔ ای قل لہم فی انفسہم الخبیثۃ وقلوبہم المطویۃ علی النفاق۔ ان کے خبیث نفوس اور نفاق پر لپٹے ہوئے دل کے اندر اترنے والی بات کہیں۔ قولاً بلیغاً پوری بات جو ان تک پہنچ جائے اور ان میں اثر انداز ہو۔

آیت ۶۴: وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ (نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول کبھی بھی مگر اس لئے تاکہ اس کی اطاعت کی جائے اللہ تعالیٰ کے اذن سے) بإذن اللہ کا مطلب۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی اطاعت کی توفیق بخشی اور اس میں آسانی فرمائی۔ نمبر ۲۔ اس سبب سے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول کی اطاعت کی اجازت دی۔ اور اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے مبعوث پیغمبر کے بارے میں حکم دیا کہ وہ اس کی اطاعت کریں۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم دینے والا ہے۔ پس اس کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ کیونکہ اللہ نے فرمایا من یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ (اور جبکہ انہوں نے طغوت کے پاس فیصلہ کرانے کیلئے جانے کے سبب اپنے نفوس پر ظلم کر لیا تھا) جَاءُوكَ (آپ کے پاس آ جاتے) نفاق سے سچی توبہ کر کے اور رسول ﷺ کی مخالفت کرنے کی معذرت کر لیتے۔ فَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ (پھر نفاق شقاق سے سچی توبہ کے بعد اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لیتے) وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ الرَّسُولُ (اور رسول اللہ ﷺ بھی ان کے لئے استغفار کرتے) ان کی معافی کی سفارش کر کے لَوْ جَدُّوا اللَّهَ تَوَّابًا (وہ ضرور اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا) رَحِيمًا (مہربان پاتے)۔

نَجْوٰ : جَاؤُكَ جو کہ اُن کی خبر ہے یہ اذ ظلموا میں عامل ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ وَلَوْ وَقَعَ مَجِينُهُمْ فِي وَقْتِ ظَلَمِهِمْ مع استغفار ہم واستغفار الرسول۔ اگر ان کی آمد اس ظلم کے وقت میں استغفار ذاتی اور شفاعت رسول کے ساتھ ہوتی تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول کر لیتا۔

شفاعت کا اعلیٰ مرتبہ:

نکتہ: استغفرت لہم نہیں فرمایا بلکہ اس کی بجائے استغفر لہم الرسول فرمایا اس سے آپ کی عظمت شان اور آپ کے استغفار کا مقام و مرتبہ ظاہر فرمایا۔ اور اس پر متنبہ فرمایا کہ جس ہستی کو الرسول کہتے ہیں۔ ان کی شفاعت کا بارگاہ الہی میں بڑا مرتبہ ہے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایک بدو آپ ﷺ کے دنیا سے پردہ فرمانے اور آپ ﷺ کے دفن ہونے کے بعد آپ ﷺ کی قبر مبارک پر آیا اور اپنے آپ کو آپ ﷺ کی قبر مبارک پر ڈال کر لوٹ پوٹ ہونے لگا اور قبر کی مٹی کا چلو بھر کر اپنے سر پر ڈالا اور کہنے لگا یا رسول اللہ آپ نے کہا ہم نے سنا اور آپ پر جو قرآن اترا اس میں یہ آیت ہے وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ (الایۃ) میں نے اپنے اوپر ظلم کیا اور آپ کی خدمت میں اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی معافی کی خاطر آیا ہوں۔ میرے لئے میرے رب سے استغفار کر دیں۔ آپ کی قبر سے یہ آواز آئی اللہ تعالیٰ نے تمہیں بخش دیا۔ (احادیث کی معتبر کتابوں میں اس روایت کا ثبوت نہیں ملتا۔ اسی لئے علامہ نسفی نے قیل کے کمزور الفاظ سے ذکر کیا ہے) صحابہ کرامؓ نے اس کو قبر مبارک کے پاس اس طرح کیونکر چھوڑا ہو گا۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا

سو قسم ہے آپ کے رب کی وہ مؤمن نہ ہوں گے جب تک یہ بات نہ ہو کہ جو ان کے آپس کے جھگڑے ہوں ان میں آپ کو فیصلہ کرنے والا بنا کر آپ کے

فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۶۵ وَلَوْ أَنَّا

فیصلے سے اپنے دلوں میں کسی بھی طرح کی تنگی محسوس نہ کریں اور پورا پورا تسلیم کر لیں۔ اور اگر ہم

كُنَّا عَلَيْهِمْ أَنِ اقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ أَوِ اخْرُجُوا مِنْ دِيَارِكُمْ

ان پر یہ فرض کر دیتے کہ اپنی جانوں کو قتل کرو یا یہ کہ اپنے گھروں سے نکل جاؤ

مَا فَعَلُوهُ إِلَّا قَلِيلٌ مِّنْهُمْ وَلَوْ أَنَّهُمْ فَعَلُوا مَا يُوعَظُونَ بِهِ لَكَانَ

تو اس پر عمل نہ کرتے مگر تھوڑے سے لوگ، اور اگر وہ لوگ ان کاموں کو کرتے جن کی انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو یہ

خَيْرٌ لَّهُمْ وَأَشَدَّ ثَبَاتًا ۶۶ وَإِذْ آتَيْنَهُمْ مِّنْ لَّدُنَّا آجْرًا عَظِيمًا ۶۷

ان کے حق میں بہتر ہوتا، اور یہ ان کے ایمان کو زیادہ پختہ کرنے والا عمل ہوتا اور اس وقت ان کو ہم اپنے پاس سے ضرور اجر عظیم عطا کرتے۔

وَلَهَدَيْنَهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ۶۸

اور ہم ان کو سیدھے راستے پر چلا تے۔

تفسیر آیت ۶۵:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ (پس آپ کے رب کی قسم ہے۔ وہ ایماندار نہیں ہونگے) مَخْرُوجًا: لا زائدہ ہے قسم کے معنی کی تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔ اور لَا يُؤْمِنُونَ جواب قسم ہے یا تقدیر عبارت اس طرح ہے فلا یعنی معاملہ اس طرح نہیں جس طرح وہ کہتے ہیں پھر فرمایا: وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ آپ کے رب کی قسم وہ مؤمن نہ ہونگے۔ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ (یہاں تک کہ وہ آپ کو فیصلہ مانیں ان معاملات میں جو ان کے مابین پیش آنے والے ہوں) یعنی جو ان کے مابین مختلف اور مختلط ہیں اور اسی سے الشجرہ کو شجرہ کہا جاتا ہے کیونکہ اس کی شاخیں آپس میں ملی جلی ہوتی ہیں۔ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا (پھر وہ نہ پائیں اپنے دلوں میں کوئی تنگی) مِمَّا قَضَيْتَ (اس سے جو آپ نے فیصلہ کیا) یعنی آپ کے فیصلے سے دل میں تنگی محسوس نہ کریں یا شک نہ کریں۔ کیونکہ شک کرنے والا اپنے معاملے میں تنگی محسوس کرتا ہے یہاں تک کہ اس کو واضح یقین نہ ہو جائے۔

وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (اور وہ آپ کے حکم کو بلا کراہت بخوشی مان لیں) اور وہ آپ کے فیصلے کے پورے طور پر مطیع ہو

جائیں۔ سلم اور اسلم نفسہ کہا جاتا ہے۔ جبکہ وہ اپنے نفس کو اس کے لئے خالص کر دے۔
تسلیم کا معنی:

تَسْلِيْمًا یہ مصدر ہے جو فعل کیلئے بطور تاکید لایا گیا۔ اور یہ فعل کو دوبارہ لانے کی طرح ہے۔ گویا تقدیر عبارت یہ ہے۔
وَيَنْقَادُوا لِحُكْمِكَ اَنْقِيَادًا لَا شُبْهَةَ فِيْهِ بظاہر ہم و باطنہم۔ مطلب یہ ہوا کہ وہ اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتے یہاں
تک کہ آپ کے حکم اور فیصلے پر رضا مند نہ ہوں۔

تَفْسِيْرُ آيَتِ ۶۶:

وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ (اگر ہم ان پر فرض کر دیتے) ہم سے مراد منافقین ہیں۔ اگر ہمارا فرض کرنا ان پر واقع ہوتا۔
قتل النفس کا مطلب:

اَنْ اَقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْ (کہ تم اپنے نفسوں کو قتل کرو) اَنْ مفسرہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جہاد کے ذریعے اپنے آپ کو قتل کے
لئے پیش کرو۔ یا اگر ہم ان پر واجب کر دیتے جیسے ہم نے بنی اسرائیل پر قتل نفس لازم کیا تھا۔ اَوْ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ یا اپنے
گھروں سے نکلو یعنی ہجرت کرو۔ مَا فَعَلُوْهُ (تو وہ ایسا نہ کرتے) بوجہ منافقت کے۔

مُخَوِّمٌ: ہ کی ضمیر قتل یا خروج کی طرف راجع ہے۔ یا ضمیر لائے کیونکہ کتبنا کی دلالت اس پر موجود ہے۔
اِلَّا قَلِيْلٌ مِنْهُمْ (مگر تھوڑے ان میں سے)

قراءت: شامی نے قلیلاً پڑھا مستثنیٰ ہونے کی وجہ سے اور حالت رفعی، فعلوا کی ضمیر جمع کا بدل ہونے کی وجہ سے ہے۔
وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوعَظُوْنَ بِہ (اگر یہ لوگ کیا کرتے جو ان کو نصیحت کی جاتی ہے) یعنی رسول اللہ ﷺ کی اتباع اور ان
کی حکم برداری۔ لَکَانَ خَيْرًا لَّهُمْ (تو ان کے لئے بہت بہتر ہوتا) دونوں جہانوں میں وَ اَشَدُّ تَثْبِيْتًا (اور ان کے ایمان کو اور
زیادہ پختہ کرنے والا ہوتا) اور اضطراب و بے چینی سے دور ہوتا۔

آیت ۶۷: وَ اِذَا (اور اس حالت میں) لَا تَنْبِيْهُم مِّنْ لَّدُنَّا اَجْرًا عَظِيْمًا (اور ہم اپنی طرف سے ان کو عطاء کرتے بہت بڑا
ثواب)

جواب سوال مقدر:

مُخَوِّمٌ: اذایہ سوال مقدر کا جواب ہے گویا اس طرح کہا۔ تثبیت کی صورت میں کیا ملتا تو جواب دیا۔ کہ اگر وہ ثابت قدم ہو
جاتے تو ہم منقطع نہ ہونے والا کثیر ثواب دیتے۔ عظیم سے یہاں کثیر مراد ہے۔

آیت ۶۸: وَلَهْدِيْنَهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا (اور ضرور ان کی ہم راہنمائی کرتے سیدھے راستہ کی طرف) ہدایت سے یہاں
مراد دین پر ثابت قدمی دینا ہے۔

وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ

اور جو لوگ اللہ کی اور رسول کی فرمانبرداری کریں سو یہ ان اشخاص کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا یعنی

النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا ۖ

انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین اور یہ حضرات اچھے رفیق ہیں،

ذَٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللَّهِ ۖ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ عِلِمًا ۖ

یہ فضل ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ کافی ہے جاننے والا۔

مَنْحُورٌ: ہم مفعول اول اور صراطاً مستقیماً مفعول ثانی ہے۔

خوب رفاقت والے:

آیت ۶۹: وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ (جو لوگ اللہ اور رسول کے حکم پر چلیں گے تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن کو اللہ تعالیٰ اپنے انعام سے سرفراز فرمائے گا۔ یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء، صالحین)

جو ایسی اطاعت کرے گا جیسے انبیاء علیہم السلام کے افضل صحابہ جنہم۔

الصدیق نمبر ۱۔ سچائی میں مبالغہ کرنے والا کہ اس کا ظاہری معاملہ بھی صدق والا ہو اور باطن کا صدق مراقبہ کے ساتھ ہو۔

نمبر ۲۔ جو اپنے فعل سے قول کی تصدیق کرنے والا ہو۔ والشہداء وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہادت پائی۔

والصالحین: جن کے احوال نیک ہوں اور اعمال خوب تر ہوں۔

وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا (یہ لوگ بہت اچھے ساتھی ہیں) یعنی ان لوگوں کی رفاقت کیا ہی خوب ہے۔ رفیق۔ صدیق کی

طرح ہے۔ یہ واحد جمع دونوں طرح مستعمل ہے۔

آیت ۷۰: ذَٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللَّهِ (یہ مہربانی اللہ تعالیٰ کی ہے)

فضل کیا ہے:

مَنْحُورٌ: ذَٰلِكَ مبتدا ہے اسکی خبر الفضل من اللہ ہے یا الفضل مشاراً الیہ ہے اور من اللہ خبر ہے۔ مطلب یہ ہوا۔ نمبر ۱۔ کہ فرمانبرداروں کو عظیم اجر کا ملنا اور انعام یافتہ لوگوں کی رفاقت کا میسر آنا یہ محض اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے کیونکہ اسی نے ہی یہ نعمت ان کو میسر فرمائی۔

نمبر ۲۔ انعام یافتہ لوگوں کو فضیلت اور مرتبہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ملا ہے۔ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ عِلِمًا (اور اللہ تعالیٰ پورا پورا

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوا ثُبَاتٍ أَوْ وَافِرُوا جَمِيعًا ۝۷۱

اے ایمان والو! تم اپنے بچاؤ کا سامان لے لو پھر نکل کھڑے ہو چھوٹی جماعتیں یا بڑی جماعتیں بنا کر،

وَأِنْ مِنْكُمْ لَمَنْ لَيُبَطِّئَنَّ ۚ فَإِنْ أَصَابَتْكُمْ مُصِيبَةٌ قَالُوا قَدْ أَنْعَمَ

اور بلاشبہ تم میں بعض ایسے لوگ ہیں جو دیر لگاتے ہیں، سو اگر تم کو کوئی مصیبت پہنچ جائے تو کہتے ہیں اللہ نے مجھ پر

اللَّهُ عَلَىٰ إِذْلَمَ أَمْ كُنْ مَعَهُمْ شَهِيدًا ۝۷۲ وَلَئِنْ أَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللَّهِ

انعام فرمایا کہ میں ان لوگوں کے ساتھ حاضر نہ تھا۔ اور اگر تم کو اللہ کا فضل حاصل ہو جائے

لَيَقُولَنَّ كَأَن لَّمْ تَكُنْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُ مَوَدَّةٌ يُلَيْتَنِي كُنْتُ مَعَهُمْ

تو کہنے لگتے ہیں گویا کہ تمہارے اور ان کے درمیان کوئی دوستی ہی نہیں اے کاش میں ان کے ساتھ ہوتا

فَأَفُوزَ فَوْزًا عَظِيمًا ۝۷۳ فَلْيُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يَشْرُونَ

تو مجھ کو بڑی کامیابی حاصل ہوتی۔ سو جو لوگ آخرت کے بدلہ دنیا والی زندگی کو اختیار کرتے ہیں

الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ ۖ وَمَنْ يُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيُقْتَلْ

ان کو چاہیے کہ اللہ کی راہ میں جنگ کریں۔ اور جو شخص اللہ کی راہ میں جنگ کرے پھر وہ قتل کر دیا جائے

أَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ۝۷۴

یا غالب ہو جائے سو عنقریب ہم اسے اجر عظیم عطا کریں گے۔

جاننے والے ہیں) اپنے بندوں کو اور ان کو جو ان میں سے فضیلت والے ہیں۔

نکتہ: اس آیت سے معلوم ہو رہا ہے کہ بندوں سے اللہ تعالیٰ جو بھی بھلائی والا معاملہ فرماتے ہیں وہ محض اس کا فضل ہے۔ اللہ تعالیٰ پر لازم نہیں جیسا معتزلہ (خذلہم اللہ) کہتے ہیں۔

آیت ۱۷: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا حِذْرَكُمْ (اے ایمان والو! اپنے بچاؤ کا سامان لے لیا کرو) احتیاط کرو اور دشمن سے بچو۔

صرف ولغت:

الحِذْرُ اور الحَذَر۔ ایک معنی رکھتے ہیں یعنی بچنا۔ ان کی نظیر اثر اور اثر کا لفظ ہے۔ محاورہ ہے۔ اخذ حذرہ۔ جبکہ وہ محتاط

ہو جائے۔ اور خوف زدہ چیز سے بچ جائے۔ گویا اس نے احتیاط کو ایسا آلہ بنایا جس سے اس نے اپنے نفس کو بچا لیا۔ اور اپنی روح کی حفاظت کر لی۔ فَأَنْفِرُوا ثُبَاتٍ (پھر نکلو متفرق ٹولیاں بنا کر) یعنی دشمن کی طرف متفرق سراپا میں جماعت بنا کر نکلو۔ الثبات کا معنی جماعت ہے۔ اس کا واحد ثبۃ ہے۔

اکٹھے نکلنا:

أَوْانْفِرُوا جَمِيعًا (یا اکٹھے نکلو) یا رسول اللہ ﷺ کی معیت میں۔ کیونکہ جماعت بلا اطاعت کامل نہیں اور معاہدہ بلا واسطہ کے منظم نہیں ہوتا۔ یا انفروا ثباتٍ تم متفرق نکلو جبکہ نفیر عام نہ ہو یا جماعتوں کی صورت میں نکلو جبکہ نفیر عام ہو۔

نَجْوٰ: ثبات اور جمیعاً دونوں حال ہیں۔

تفسیر آیت ۷۲:

وَأَنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيْطَنَنَّ (اور تم میں سے بعض تو وہ ہیں جو ست پڑ جاتے ہیں)

جان بوجھ کر سستی والے منافق ہیں:

نَجْوٰ: لَمَنْ کی لام ابتدائیہ ہے۔ جیسا کہ ان اللہ لغفور میں ہے۔ من موصولہ ہے۔ لیطنن کا لام قسم محذوف کا جواب ہے۔ تقدیری عبارت یہ ہے۔ وان منکم لمن اقسام باللہ لیطنن۔ قسم اور جواب قسم مل کر من کا صلہ ہے۔ اور اس کے اندر لوٹنے والی ضمیر لیطنن میں جاگزین ہو گئی ہے۔ مطلب یہ ہے لیثاقلن ولیتخلفن عن الجہاد۔ وہ ضرور بوجھل ہو گئے اور ضرور جہاد سے پیچھے رہیں گے۔ بطو کا معنی ابطاء ہے۔ تاخیر کو۔ کہتے ہیں ما بطو بک۔ اور یہ با سے متعدی بنتا ہے۔ اس میں لشکر رسول اللہ ﷺ کو خطاب ہے۔ منکم سے مراد یہ ہے کہ ظاہر سے وہ تم میں سے ہیں اور باطن سے نہیں بلکہ وہ منافق ہیں۔ اور خفیہ طور پر کہتے ہیں تم اپنے آپ کو کیوں قتل کرتے ہو۔ انتظار کرو یہاں تک کہ غلبہ ہو جائے۔

فَإِنْ أَصَابَكُمْ مُصِيبَةٌ (اگر تم پر قتل و شکست کی مصیبت پڑتی ہے) تو وہ سستی کرنے والا منافق کہتا ہے۔ قَالَ قَدْ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيَّ إِذْ لَمْ أَكُنْ مَعَهُمْ شَهِيدًا (وہ کہتا ہے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر انعام کر دیا کہ میں ان کے ساتھ موجود نہ تھا) شہید کا معنی حاضر و موجود (ورنہ مجھے بھی ویسی مصیبت پہنچتی جیسی ان کو پہنچی)

آیت ۷۳: وَلَئِنْ أَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللَّهِ (اگر تمہیں اللہ تعالیٰ کی کوئی مہربانی پہنچتی ہے) فتح یا غنیمت کی صورت میں۔ لَيَقُولَنَّ كَأَن لَّمْ تَكُنْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُ مَوَدَّةٌ (وہ ضرور کہے گا گویا تمہارے اور اس کے درمیان کوئی دوستی نہیں ہے)

یہ سب غنیمت کے فوت ہو جانے کی بناء پر ہے نہ کہ ثواب کی طلب میں۔ گویا اس کی اس سے پہلے تمہارے ساتھ کوئی دوستی نہیں کیونکہ منافقین مؤمنین سے ظاہر میں دوستی رکھتے اگرچہ باطن میں ان کے لئے فساد کے خواہاں تھے۔

قراءت نَجْوٰ: لَمْ تَكُنْ کوئی وحفص نے لَمْ یکن پڑھا ہے۔ کان یہ مخففہ من المثقلہ ہے۔ اس کا اسم محذوف ہے یعنی کانہ بینکم و بینہ مودۃ یہ جملہ معترضہ ہے۔ جو لَیَقُولَنَّ اور اس کے مفعول کے درمیان حائل ہے۔ وہ مفعول یَلِیْتَنِّیْ

کُنْتُ مَعَهُمْ (ہائے کیا خوب ہوتا کہ میں بھی ان لوگوں کے شریک حال ہوتا) ہے۔
فَافْزُزْ یہ تمنی کا جواب ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ فَافْزُزْ فَوْزًا عَظِيمًا (پس میں بڑی کامیابی پاتا) یعنی غنیمت میں سے وافر حصہ پاتا۔

مخلصین کو جہاد لازم ہے:

آیت ۷۴: فَلْيُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يَشْرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ (پس چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں وہ لوگ لڑیں جو دنیا کی زندگی آخرت کے بدلے فروخت کرنے والے ہیں) يَشْرُونَ فروخت کرنے کے معنی میں ہے۔ اور مراد اس سے یہ ہے کہ مؤمن آخرت کی باقی زندگی کو دنیا کی جلدی ختم ہونے والی زندگی پر ترجیح دیتے ہیں۔ اور اس کے بدلے میں لے لیتے ہیں۔ یعنی اگر بیمار دلوں والے اور کمزور نیاں والے کبھی جہاد سے رک جائیں۔ تو ثابت قدم رہنے والے مخلصین کو ضرور لڑنا چاہیے۔

دوسری تفسیر:

یشرون، یشترون کا ہم معنی ہے۔ مراد وہ منافقین ہیں جو دنیا کی زندگی کو آخرت کے بدلے خریدنے والے ہیں۔ اس میں ان کو نصیحت کی گئی کہ وہ اپنے نفاق کو بدلیں اور اللہ اور اس کے رسول پر مخلصانہ ایمان لائیں اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جیسا جہاد کا حق ہے۔ جہاد کریں۔

مقبول کوشش برائے اعزاز دین:

وَمَنْ يُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيُقْتَلْ أَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا (جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑے گا پس وہ مارا جائے گا یا غالب آئے گا عنقریب ہم اس کو بہت بڑا اجر دیں گے)

اس آیت میں اجر عظیم کا وعدہ کامیابی اور مغلوبیت ہر دو صورت میں اس کے اعزاز دین کے لئے کوشش کی بناء پر ہے۔

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ

اور تمہیں کیا عذر ہے کہ تم اللہ کی راہ میں اور ضعیفوں کی خاطر جن میں مرد اور عورتیں

وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانَ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَذِهِ

اور بچے ہیں جنک نہ کرو جو یوں کہہ رہے ہیں کہ اے ہمارے رب نکال ہم کو اس بستی سے جس

الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا وَاجْعَلْ

کے رہنے والے ظالم ہیں، اور بنا دے ہمارے لئے اپنے پاس سے کوئی حمایت کرنے والا اور ہمارے لئے اپنے پاس سے

لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا ۝۷۵ الَّذِينَ آمَنُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

کوئی مددگار بنا دے جو لوگ ایمان لائے وہ اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں

وَالَّذِينَ كَفَرُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ الظَّالِمِينَ فَفَاتِلُوا أَوْلِيَاءَ الشَّيْطَانِ

اور جن لوگوں نے کفر اختیار کیا وہ شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں، سو تم شیطان کے دوستوں سے جنگ کرو

إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفًا ۝۷۶

بلاشبہ شیطان کی تدبیر ضعیف ہے۔

آیت ۷۵: وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ (اور تمہارے پاس کیا عذر ہے۔ کہ تم جہاد نہ کرو اللہ تعالیٰ کی راہ میں حالانکہ کمزور)۔

نَحْوُ: ما مبتداء لکم خبر ہے۔ یہ استفہام نفی میں سستی پر متنبہ کرنے کے لئے اور اثبات میں انکار کے لئے ہے۔ لَا تُقَاتِلُونَ یہ حال ہے۔ اور اس میں عامل استقرار ہے۔ یہ اسی طرح ہے جیسا محاورے میں کہتے ہیں مالک قائمًا۔ تو کیوں کھڑا ہے؟ اب مطلب یہ ہوا۔ تمہیں کیا ہو گیا کہ تم قتال چھوڑنے والے ہو حالانکہ اس کے دوائی موجود ہیں۔

مستضعفین کون لوگ ہیں؟

المستضعفین یہ حالت جبری میں ہے کیونکہ سبیل اللہ پر اس کا عطف ہے۔ یعنی فی سبیل اللہ وفی خلاص المستضعفین۔ یا مستضعفین کی حالت نصبی ہے۔ ای اختص من سبیل اللہ خلاص المستضعفین۔ من المستضعفین۔ کیونکہ سبیل اللہ تو ہر خیر میں عام ہے۔ اور کمزور مسلمانوں کو کفار کے ہاتھوں سے چھوڑانا یہ بھلائی کے اعلیٰ و خاص

طرق میں سے ہے۔ مستضعفین سے مراد مکہ میں وہ اسلام لانے والے جن کو کفار نے ہجرت سے روک دیا۔ چنانچہ وہ کفار کے درمیان کمزور و عاجز ہو کر رہے۔ ان سے سخت ایذا پاتے رہے۔ مِنْ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ (مرد اور عورتیں اور بچے) یہاں بچوں کا تذکرہ ان کے افراطِ ظلم کو بیان کرنے کے لئے ہے کہ ان کی ایذا سے نابالغ بچے بھی محفوظ نہ رہے۔ بچوں کو ایذا ان کے والدین کو تنگ کرنے کے لئے تھی۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ کمزور لوگ اپنے بچوں کو دعاؤں میں شریک کرتے تاکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت جلد نازل ہو۔ کیونکہ چھوٹے بچے گناہوں سے پاک ہوتے ہیں جیسا کہ قوم یونس علیہ السلام نے کیا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں اور میری والدہ بھی ان مستضعفین میں سے تھے۔

کمزوروں کی دُعا:

الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا (وہ لوگ جو کہتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں اس بستی سے نکال جس کے رہنے والے ظالم ہیں) القریۃ سے مراد مکہ ہے۔ الظالم یہ قریہ کی صفت ہے۔ مگر اس کا اسناد اہلہا کی طرف ہے۔ وہ اس کا فاعل ہے۔ اس کا اعراب القریہ والا ہے۔ کیونکہ یہ اس کی صفت ہے اور اہل اس کا موصوف ہے۔ اس لئے اس کی تذکیر اس کے مذکر لانے کا سبب ہے۔ جیسا کہتے ہیں۔ من هذه القرية التي ظلم اهلها۔

معاون کی مراد:

وَأَجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا (اور تو مقرر فرما ہمارے لئے اپنی طرف سے مددگار) جو ہمارے معاملے کا ذمہ دار بنے اور ہمیں دشمنوں کے چنگل سے چھڑائے۔ وَأَجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا (اور تو مقرر فرما ہمارے لئے اپنی طرف سے ایسا معاون) جو ان کے خلاف ہماری مدد کرے۔ وہ اخلاص سے دعا کرتے اور اس سے مدد مانگتے۔ چنانچہ بعض کو مدینہ منورہ منتقل ہونا میسر آ گیا۔ اور بعض تو فتح مکہ تک رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے بہتر ولی و ناصر مقرر فرما دیا۔ اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ پس آپ ان کے بہترین نگران بنے۔ اور ان کی زبردست مدد فرمائی۔ جب آپ مکہ مکرمہ سے روانہ ہوئے تو عتاب بن اسید حبشیؓ کو حاکم مقرر کیا۔ پس لوگوں نے ان کی طرف سے اسی طرح ولایت و نصرت پائی جیسا ان کو چاہئے تھی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ وہ کمزور کی طاقت و ر کے خلاف مدد کرتے۔ یہاں تک کہ وہ ظالموں سے زیادہ عزت والے ہو گئے۔

آیت ۶: پھر مسلمانوں کو رغبت دلائی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتال کرنے والے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ان کا مددگار اور کارساز ہے اور مسلمانوں کے دشمن شیطان کی راہ میں لڑنے والے ہیں ان کا دوست شیطان ہی ہے الَّذِينَ آمَنُوا يَفْقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يُفْقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ الطَّاغُوتِ (اور وہ لوگ جو ایمان لائے وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتے ہیں اور وہ لوگ جو کافر ہیں وہ شیطان کے راستہ میں لڑتے ہیں) الطاغوت سے مراد شیطان ہے۔

الْمَرْتَالِ الَّذِينَ قِيلَ لَهُمْ كُفُّوا أَيْدِيَكُمْ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ

کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن سے کہا گیا تھا کہ اپنے ہاتھوں کو روکے رکھو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دیتے رہو،

فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ إِذَا فَرِيقٌ مِنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللَّهِ

پھر جب ان پر جنگ کرنا فرض کیا گیا تو اس وقت ان میں سے ایک فریق لوگوں سے اس طرح ڈرنے لگا جیسا اللہ سے ڈرتے ہوں

أَوْ أَشَدَّ خَشْيَةً ۚ وَقَالُوا رَبَّنَا لِمَ كُتِبَ عَلَيْنَا الْقِتَالُ ۚ لَوْلَا أَخَّرْتَنَا إِلَىٰ أَجَلٍ

بلکہ اس سے بھی زیادہ ڈرنے لگے، اور کہنے لگے کہ اے رب آپ نے ہم پر جنگ کیوں فرض کی ہم کو تھوڑی مدت کے لئے مہلت کیوں نہ دی

قَرِيبٍ ۚ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ ۚ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقَىٰ ۚ وَلَا تَظْلِمُونَ فِتْيَلًا ﴿۷۷﴾

آپ فرمادیجئے کہ دنیا کا نفع تھوڑا سا ہے اور آخرت بہتر ہے اس کے لئے جو پرہیزگاری اختیار کرے اور تم لوگوں پر کھجور کی گھنٹی کے تانے کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا

أَيُّنَ مَا تَكُونُوا يَدْرِكُكُمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشِيدَةٍ ۚ وَإِنْ

تم جہاں بھی ہو تم کو موت پکڑ لے گی۔ اگرچہ تم مضبوط قلعوں کے اندر ہو، اور اگر

تُصِيبَهُمْ حَسَنَةٌ يَقُولُوا هَذِهِ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ ۚ وَإِنْ تُصِيبَهُمْ سَيِّئَةٌ

ان کو کوئی اچھی حالت پیش آ جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس سے ہے، اور اگر ان کو کوئی بری حالت پیش آ جاتی ہے

يَقُولُوا هَذِهِ مِنْ عِنْدِكَ ۚ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ ۚ فَمَالِ هَؤُلَاءِ الْقَوْمِ

تو کہتے ہیں کہ یہ تیری وجہ سے ہے، آپ فرما دیجئے کہ یہ سب اللہ کی طرف سے ہے، سو ان لوگوں کو کیا ہوا

لَا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ حَدِيثًا ﴿۷۸﴾ مَا أَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللَّهِ ۚ وَمَا

کہ بات سمجھنے کے قریب بھی نہیں جاتے، تجھے جو کوئی اچھی حالت پہنچ جائے سو وہ اللہ کی طرف سے ہے، اور تجھے جو کوئی

أَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَفْسِكَ ۚ وَأَرْسَلْنَاكَ لِلنَّاسِ رَسُولًا ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ

بری حالت پہنچ جائے سو وہ تیری طرف سے ہے، اور ہم نے آپ کو لوگوں کے لئے پیغام پہنچانے والا بنا کر بھیجا ہے اور اللہ کافی ہے

شَهِيدًا ﴿۷۹﴾

گواہی دینے والا۔

کید شیطانی:

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں فَقَاتِلُوا أَوْلِيَاءَ الشَّيْطَانِ (تم شیطان کے دوستوں سے لڑو) اولیاء سے مراد کفار ہیں۔ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ -

کید۔ نمبر ۱: سے وساوس مراد ہیں۔ نمبر ۲: حالت کو بگاڑنے کی کوشش مختلف حیلہ بازیوں سے۔ كَانَ ضَعِيفًا (شیطان کی تدبیر بہت کمزور ہے) کیونکہ وہ دھوکا ہے۔ اس سے حاصل کچھ نہیں۔ نمبر ۳: شیطانی تدبیر اللہ تعالیٰ کی مدد کے مقابلہ میں ضعیف ہے۔ آیت ۷: مسلمان کفار سے لڑائی کرنے سے رکے ہوئے تھے جب تک وہ مکہ میں مقیم تھے۔ ان کی تمنا یہ تھی کہ ان کو قتال کی اجازت مل جائے۔ پس یہ آیت اتری۔ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوا اَيْدِيَكُمْ (کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو کہا گیا۔ تم اپنے ہاتھوں کو روکو لڑائی سے) وَاقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ (اور نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو پس جب لڑائی ان پر فرض کر دی گئی مدینہ منورہ پہنچ کر)۔

اِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ (اسی وقت ایک جماعت ان میں سے لوگوں سے ڈرنے لگی جیسا اللہ تعالیٰ سے ڈرا جاتا ہے) یعنی وہ اس بات سے ڈرتے ہیں کہ ان سے کفار لڑائی کریں۔ جیسا کہ وہ ڈرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی پکڑ اتار دیں گے۔ اس وجہ سے نہیں کہ ان کو دین میں شک و شبہ ہے۔ بلکہ ارواح کو خطرات میں ڈالنے سے فرار اختیار کرتے ہوئے۔ اور موت سے ڈرتے ہوئے۔

شیخ ابو منصور رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ خوف طبعی ہے۔ یہ اس بناء پر نہیں کہ اعتقاد اُوہ اللہ تعالیٰ کے حکم و امر سے نفرت کرنے والے تھے۔ انسانی فطرت ہے کہ اس چیز سے نفرت کرتا ہے۔ جس میں وہ ہلاکت کا خوف غالب پاتا ہے۔

خَوْفٌ: خشية اللہ میں مصدر کو مفعول کی طرف مضاف کیا گیا ہے۔ یخشون کی ضمیر سے یہ حال ہے۔ یعنی وہ لوگوں سے اہل خشیت اللہ کی طرح ڈرتے ہیں۔ یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی خشیت والے لوگوں سے مشابہت اختیار کرنے والے ہیں۔ اَوْ اَشَدَّ خَشِيَةً (یا وہ خشیت میں ان سے بھی بڑھ کر ہیں) اس کا عطف حال پر ہے۔ مطلب یہ ہوا وہ اہل خشیت سے زیادہ خشیت والے ہیں اس جگہ او۔ تخییر کیلئے ہے۔ یعنی اگر تم ان کی خشیت کو خشیت اللہ کی طرح قرار دو تب بھی تو درست ہے اور اگر تم کہو کہ اس سے بھی زیادہ ہیں۔ تو تو درست کہہ رہا ہے۔ کیونکہ ان کو مثلیت حاصل ہو گئی بلکہ اس سے بھی بڑھ کر۔ وَقَالُوا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ (وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب تو نے ہم پر لڑائی کو کیوں فرض کیا) لَوْلَا اَخَّرْتَنَا اِلٰى اَجَلٍ قَرِيْبٍ (اس کو تو نے ایک قریبی وقت تک کے لئے مؤخر کیوں نہ کیا) یعنی تو نے موت تک مہلت کیوں نہ دی کہ ہم بستر پر مرتے۔

در حقیقت یہ قتال کی فرضیت کی وجہ حکمت کے متعلق سوال ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم پر اعتراض نہیں اسکی دلیل یہ ہے کہ انکو اس سوال پر توضیح نہیں کی گئی بلکہ اسکا جواب انہیں دیا گیا۔ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ - وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰی (کہہ دیں کہ دنیا کا سامان تھوڑا ہے، البتہ آخرت بہت بہتر ہے اس کیلئے جس نے تقویٰ اختیار کیا) متاع دنیا قلیل کا مطلب زائل ہونا ہے اور آخرت کثیر اور دائم ہے اور کثیر بھی اگر زوال پذیر ہو تو قلیل ہے پھر قلیل اور زائل کا خود اندازہ کر لو! وَلَا تُظْلَمُوْنَ فِتْنًا (تم پر دھاکے

برابر بھی ظلم نہ ہوگا) تمہارے اجور میں سے معمولی چیز بھی کم نہ کی جائے گی قتل کی آرزو مندی سے۔ اس لئے اس سے اعراض نہ کرو۔
تظلمون کو یظلمون کی حمزہ علی رحمہم اللہ نے پڑھا۔

تفسیر آیت ۷۸:

پھر اس آیت میں واضح فرمایا۔ کہ احتیاط، تقدیر میں کسی چیز کا فائدہ نہیں دیتی۔ فرمایا۔ اَيْنَ مَا تَكُونُوا يَدْرِكْكُمُ الْمَوْتُ (جہاں بھی تم ہو گے۔ موت تم کو آئے گی) وَلَوْ كُنْتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشَيَّدَةٍ (خواہ تم بلند قلعوں یا محلات میں ہو)
نَحْوُ: اِن میں شرط کے معنی میں تاکید کے لئے ما کو بڑھایا گیا ہے۔ وَ اِنْ تُصِيبْهُمْ حَسَنَةٌ (اگر ان کو کوئی بھلائی پہنچے) جیسے خوشحالی ارزانی یَقُولُوا هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ (وہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے) اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرتے ہیں۔ وَ اِنْ تُصِيبْهُمْ سَيِّئَةٌ (اگر ان کو برائی پہنچتی ہے) یعنی قحط کی مصیبت اور سختی پہنچتی ہے۔ یَقُولُوا هٰذَا مِنْ عِنْدِكَ (تو وہ کہتے ہیں یہ تیری طرف سے ہے) اس کی نسبت آپ کی طرف کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ وہ تیری طرف سے ہے۔ اور تیری نحوست سے ہے (نعوذ باللہ) اور اس کی وجہ یہ تھی کہ منافقین اور یہود کو جب کوئی اچھائی میسر آتی تو اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتے اور جب کوئی تکلیف پہنچتی تو اس کی نسبت محمد ﷺ کی طرف کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس بات کی تردید فرمائی۔ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ (آپ کہہ دیں کہ یہ تمام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے) فَمَالِ هَٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيثًا (ان لوگوں کو کیا ہوا کہ بات سمجھ بھی نہیں سکتے) یفقهون سمجھنے کے معنی میں ہے۔ اگر وہ سمجھتے تو جان لیتے کہ اللہ تعالیٰ ہی کھولنے اور رزق کے تنگ کرنے والے ہیں۔ اور یہ تمام اس کی حکمت سے ہوتا ہے۔

نَحْوُ: كُلٌّ کا مضاف الیہ محذوف ہے۔ اور وہ ذٰلک ہے۔ یعنی وہی ارزاق کو کھولنے اور بند کرنے والے ہیں۔
آیت ۷۹: پھر فرمایا۔ مَا اَصَابَكَ (جو تجھ کو پہنچے) مِنْ حَسَنَةٍ (کوئی نعمت و احسان) لَكَ کا مخاطب انسان ہے اور خطاب عام ہے۔ زجاج کہتے ہیں۔ خطاب نبی اکرم ﷺ کو ہے اور مراد آپ کے علاوہ ہیں۔
فَمِنَ اللّٰهِ (وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے) یعنی اس کا تفضل و احسان ہے۔ وَمَا اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ (اور جو تمہیں آزمائش و مصیبت پہنچے) فَمِنْ نَّفْسِكَ (پس وہ تیری طرف سے ہے) یعنی ان اعمال کے سبب سے ہے جو تمہارے ہاتھوں نے کیے ہیں جیسا دوسری آیت میں فرمادیا۔ وَمَا اَصَابَكُمْ مِنْ مَّصِيْبَةٍ فَمَا كَسَبَتْ اَيْدِيكُمْ۔

اچھائی و برائی آپ کے اختیار میں نہیں:

وَ اَرْسَلْنَاكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا (اور ہم نے آپ کو لوگوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے) نمبر ۱۔ آپ تقدیر بنانے والے نہیں ہیں کہ آپ کی طرف سختی کی نسبت کر رہے ہیں۔ نمبر ۲۔ آپ کو لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے۔ پس آپ کے ذمہ پیغام رسالت کو پہنچانا ہے۔ اچھائی و برائی آپ کے اختیار میں نہیں۔ وَ كَفٰی بِاللّٰهِ شٰهِيْدًا (اور اللہ تعالیٰ کی گواہی کافی ہے) کہ آپ اس کے رسول ہیں۔ یہ بھی کہا گیا۔ کہ جملہ پہلے کلام سے متصل ہے۔ کہ وہ بات کو سمجھنے کے قریب نہیں جاتے بلکہ کہتے ہیں۔ ما اصابك۔ گویا یہ بھی منافقین کا مقولہ ہے۔ نَحْوُ: شہیداً یہ تمیز ہے۔

مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ تَوَلَّىٰ فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِظًا ۝۸۰

جو شخص فرمانبرداری کرے رسول کی تو اس نے اللہ کی فرمانبرداری کی اور جس نے روگردانی کی سو ہم نے آپ کو ان پر نگران بنا کر نہیں بھیجا۔

وَيَقُولُونَ طَاعَةٌ ۖ فَإِذَا بَرَزُوا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ

اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ ہمارا کام بات ماننا ہے، پھر جب آپ کے پاس سے باہر جاتے ہیں تو ان میں سے کچھ لوگ اس بات کے

الَّذِي تَقُولُ ۖ وَاللَّهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُونَ ۚ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَىٰ

خلاف کہتے ہیں جو وہ کہہ چکے تھے، اور اللہ لکھتا ہے جو کچھ وہ راتوں کو مشورے کرتے ہیں، سو آپ ان کی طرف سے اعراض کریں اور اللہ پر بھروسہ۔

اللَّهُ ۖ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَكِيلًا ۝۸۱ أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ ۖ الْقُرْآنَ ۖ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ

کریں، اور اللہ کافی ہے کار ساز کیا وہ قرآن میں غور نہیں کرتے اور اگر وہ اللہ کے سوا کسی غیر کے پاس

غَيْرِ اللَّهِ لَوْ جَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا ۝۸۲

سے ہوتا تو اس میں کثرت اختلاف پاتے۔

تردید معترزلہ:

معترزلہ نے اس آیت میں حسنة و سيئة کو طاعت و معصیت قرار دیا حالانکہ یہ صراحتہ ظلم ہے اور ما اصابك اس پر زور و شور سے دلالت کر رہا ہے۔ کیونکہ اصاب وما اصبحت افعال کے لئے محاورہ میں استعمال ہوتا ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ معترزلہ تو اس بات کے بھی قائل نہیں کہ حسنت کا خالق و موجد اللہ تعالیٰ ہے۔ پس آیت میں ان کے استدلال کی قطعاً گنجائش نہیں۔

تفسیر آیت ۸۰:

مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ (جو رسول کی اطاعت کرتا ہے درحقیقت وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے) کیونکہ وہ رسول تو حکم نہیں دیتے اور منع نہیں کرتے مگر اسی کے مطابق جو اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دے رکھا اور جس سے منع کر رکھا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی میں اس کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ وَمَنْ تَوَلَّىٰ (جس نے اطاعت سے منہ موڑا) پس اس سے اعراض کیا۔ فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِظًا (نہیں بھیجا ہم نے آپ کو ان پر نگران بنا کر) کہ آپ ان کے اعمال کی حفاظت کریں اور ان کا محاسبہ کر کے ان پر ان کو سزا دیں۔

آیت ۸۱: وَيَقُولُونَ (اور منافق کہتے ہیں) جب آپ ان کو کسی بات کا حکم دیتے ہیں۔ طَاعَةٌ - خُجُوعٌ: یہ مبتدائے محذوف امر نا کی خبر ہے۔ امرنا طاعة یا شاننا طاعة (ہمارا کام تو اطاعت ہے) فَإِذَا بَرَزُوا (جب وہ آپ کے پاس سے نکل

کر جاتے ہیں) مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ (تو ان میں سے ایک جماعت رات گزارتی ہے)
لمع ساز منافق:

بَيَّتَ کا معنی لمع سازی کرنا اور ہموار کرنا، بنانا یہ البیتوتہ سے ہے۔ کیونکہ یہ معاملے کا فیصلہ کرنا اور رات کو اس کا منصوبہ بنانے کو کہتے ہیں۔ یا ابیات الشعر سے ہے۔ کیونکہ شاعر بھی شعر کو سوچتا اور موزوں الفاظ ملا کر ادا کرتا ہے۔
قراءت: حمزہ اور ابو عمرو نے ادغام سے پڑھا ہے۔

غَيْرَ الَّذِي تَقُولُ (اس کے برخلاف جو آپ نے کہا) یعنی جو آپ نے ان کو حکم دیا اور کہا اس کے مخالف۔ یا اس کے برخلاف جو اس جماعت نے کہا اور جو اطاعت اس کے ضمن میں ہے۔ کیونکہ انہوں نے اندر قبولیت کی بجائے تردید چھپا رکھی ہے اور اطاعت کی بجائے نافرمانی۔ وہ اپنے اس قول و اظہار میں منافقت کرنے والے ہیں۔

اللہ خود انتقام لے گا:

وَاللَّهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُونَ (اور اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں جس بات پر وہ رات گزارتے ہیں) ان کے صحائف اعمال میں درج کرنے والے ہیں اور اس پر ان کو بدلہ دیں گے۔ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ (پس ان سے اعراض کریں) آپ کے دل میں ان سے انتقام کی بات نہ آئے۔ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ (اور تم اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو) ان کے معاملے میں پس وہ ان کی مضرت و نقصان کے لئے کفایت کرنے والے ہیں خود ان سے انتقام لیں گے۔ جب اسلام کو قوت حاصل ہو جائے گی۔ وَكَفَى بِاللَّهِ وَكِيلًا (اور اللہ تعالیٰ کی کار سازی کافی ہے) اس کے لئے جو اس پر بھروسہ کرتا ہے۔

تقلید جامد کی تردید:

آیت ۸۲: أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ (کیا پھر وہ قرآن پر غور نہیں کرتے) یعنی کیا وہ قرآن کے مضامین اور عبارت پر غور نہیں کرتے۔

التدبر: معاملے کے پس منظر کو دیکھنا اور پیش منظر کو سامنے رکھنا۔ پھر استعمال میں عام ہو کر ہر اس تامل و تفکر کے لئے بولا جانے لگا جس میں دلائل کی طرف نظر کرتے ہوئے دل کا تصرف شامل ہو۔
اس سے روافض کی اس بات کی تردید ہو جاتی ہے۔ کہ قرآن کا معنی سمجھا نہیں جاسکتا مگر رسول اللہ ﷺ کی اور امام معصوم کی تفسیر سے یہ آیت قیاس کی صحت اور تقلید (جامد) کو باطل قرار دیتی ہے۔

وَلَوْ كَانِ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ (اگر یہ غیر اللہ کی طرف سے ہوتا) جیسا کہ کفار کا زعم و خیال ہے۔ لَوْ جَدُّوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا (تو ضرور اس میں بہت سے اختلاف پاتے)۔

اختلاف کا مطلب:

نمبر ۱۔ تناقض ہے جو توحید، شرک اور تحلیل و تحریم کی حیثیت سے پایا جاتا۔ نمبر ۲۔ بلاغت کے لحاظ سے فرق پاتے۔ کہ اس کا

وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ ۖ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ

اور جب ان کے پاس امن یا خوف کی کوئی خبر آ جاتی ہے تو اسے مشہور کر دیتے ہیں۔ اور اگر اس خبر کو پہنچا دیتے رسول کی طرف

وَالِی أُولَى الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلَّهُمُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ ۖ وَلَوْ لَا فَضْلُ اللَّهِ

اور ان لوگوں کی طرف جو ان میں سے فہم رکھنے والے ہیں تو ان میں جو ایسے حضرات ہیں جو اس سے استخراج کر لیتے ہیں وہ اس کو جان لیتے اور اگر تم پر اللہ کا فضل

عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَا تَبْعَثُ الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيلًا ۝۸۳

اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم شیطان کے پیروں کو نہ جاتے سوائے چند ذمیوں کے۔

بعض حصہ اعجاز سے قاصر و کوتاہ ہوتا جس کا مقابلہ ہو سکتا اور بعض حصہ حدیجی زنگ پہنچنے والا ہوتا۔ نمبر ۳۔ معافی کے لحاظ سے پس اس کا بعض حصہ جس میں غیب کی خبریں دی گئی ہیں۔ وہ اطلاع کے مطابق ہوتا اور بعض حصہ اس کے خلاف نکلتا۔ اس کا بعض حصہ علمائے معافی کے نزدیک صحیح مقصد پر دلالت کرنے والا ہوتا اور بعض ناموافق معافی پر دلالت کرنے والا ہوتا۔

تردید ملحدین:

باقی ملحدین نے جن آیات میں اپنے فاسد گمان کی بناء پر اختلاف ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کی کوئی حیثیت نہیں ہم نے ان آیات میں ان کے اعتقاد کی قلعی کھول دی ہے۔ مثلاً فاذا هی ثعبان مبین (الاعراف ۱۰۷) کالہا جان (النمل ۱۰) فوربک لنسئلہم اجمعین (الحجر ۹۲) فیومئذ لا یسئل عن ذنبہ انس ولا جان (الرحمن ۳۹) وغیرہ من الآیات الكثيرة۔

نا تخریجہ کار لوگ:

آیت ۸۳: وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ (جب ان کو امن کی خبر مل جاتی ہے یا خوف کی) ہم سے مراد کمزور مسلمان جن کو حالات کا پورا تجربہ نہیں یا منافقین۔ جب ان کو رسول اللہ ﷺ کے جہاد سرایا کی سلامتی و امن کی اطلاع ملتی یا خوف اور شکست وغیرہ کی۔ اذاعوا بہ (تو وہ اس کو پھیلا دیتے ہیں) ان کا یہ پھیلا نا نقصان دہ تھا۔ محاورہ میں کہا جاتا ہے۔ اذاع السرور اذاع بہ۔ اس نے وہ بھید ظاہر کر دیا۔ ہ کی ضمیر کا مرجع الامر ہے۔ یا الامن یا الخوف۔ کیونکہ او۔ کسی ایک چیز کا تقاضا کرتا ہے۔

وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَالِی أُولَى الْأَمْرِ مِنْهُمْ (اور اگر وہ اس خبر کو لوگاتے رسول اللہ ﷺ اور ان کی طرف جو ان امور کو سمجھتے ہیں) سے مراد خبر ہے۔

فَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا تُكَلِّفُ إِلَّا نَفْسَكَ وَحَرْضَ الْمُؤْمِنِينَ ۚ عَسَىٰ

سو آپ اللہ کی راہ میں قتال کیجئے آپ مکلف نہیں ہیں مگر اپنی جان کے، اور ایمان والوں کو ترغیب دیجئے، مفقرب

اللَّهُ أَنْ يَكُفَّ بِأَسَ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ وَاللَّهُ أَشَدُّ بَأْسًا وَأَشَدُّ تَكِيلًا ۝۸۴

اللہ کافروں کے زور کو روک دے گا اور اللہ بہت سخت ہے زور کے اعتبار سے، اور بہت سخت ہے مزادینے کے اعتبار سے،

مَنْ يَشْفَعُ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَكُنْ لَهُ نَصِيبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ يَشْفَعُ شَفَاعَةً

جو کوئی شخص اچھی سفارش کرے۔ اسے اس میں سے حصہ ملے گا اور جو شخص بُری

سَيِّئَةً يَكُنْ لَهُ كِفْلٌ مِّنْهَا ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيتًا ۝۸۵

سفارش کرے اس کو اس میں سے حصہ ملے گا اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

استنباط والے صحابہ رضی اللہ عنہم:

أُولَى الْأَمْرِ سَ مَرَادُ كِبَارِ صَحَابِهِ جُ مَعَامَلَاتٍ مِّسْ گہری بصیرت رکھتے تھے یا وہ جن کو امیر و ذمہ دار بنایا جاتا۔ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَبْطُونَهُ مِنْهُمْ (اس کو وہ لوگ پہچان لیتے جو ان میں سے استنباط کرنے والے ہیں) یعنی وہ اس کی تدبیر کو جان لیتے جس کی ان کو اطلاع دی گئی اور اپنی فطانت اور تجربہ اور لڑائی کے داؤ پیچ کو جاننے کی بناء پر اس کی تدبیر نکال لیتے۔

دوسرا قول یہ بھی ہے۔ ان کو رسول اللہ ﷺ اور اولی الامر کی طرف سے امن اور بعض دشمنوں پر یقینی غلبے کی اطلاع ملتی تھی۔ اور خوف و ڈر کی اطلاع تو وہ اس کو پھیلا دیتے وہ پھیل کر دشمن تک پہنچتی تو اشاعت ایک مستقل خرابی بن جاتی۔ اگر وہ رسول اللہ ﷺ اور ذمہ دار افراد کی طرف وہ بات لوٹاتے اور ان کے سپرد کرتے اور اس خبر کو سنی ان سنی کر دیتے۔ تو گہری سمجھ والے اس کی تدبیر خود کر لیتے کہ اس میں کیا کچھ کرنا ہے۔

النَّبِطُ: وہ پانی جو کنواں کھودنے سے اول مرتبہ نکلتا ہے۔ استنباط استخراج کہتے ہیں۔ یہ لفظ استعارة ذہن کی تیزی سے جو معانی نکالے جائیں اور مشکل کاموں میں جو تدبیر اختیار کی جائیں ان کے لئے استعمال ہوا۔ وَلَوْ لَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ (اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل (رسول اللہ ﷺ کو بھیج کر جو فرمایا) وہ نہ ہوتا) وَذُحْمَتُهُ (اور اس کی رحمت) جو کتاب اتار کر اس نے فرمائی وہ نہ ہوتی۔ لَا تَبْعَتُمُ الشَّيْطَانَ (تو ضرور تم شیطان کی اتباع کرتے) اور کفر پر باقی رہتے۔ إِلَّا قَلِيلًا (مگر بہت تھوڑے)۔ تم میں وہ اس کی اتباع نہ کرتے۔ اور عقل سے ایمان لاتے جیسا زید بن عمرو بن نفیل اور قیس ابن ساعدہ وغیرہ۔

سابقہ آیات سے ربط:

آیت ۸۴: اس سے قبل آیات میں جہاد میں ٹال مٹول کرنے والوں کا ذکر کیا۔ اور ظاہری طور پر اطاعت کا اظہار اور اندر اس کی

مخالفت چھپانے کا تذکرہ کیا گیا۔ اب اس آیت میں جہاد کا حکم دیا کہ خواہ آپ تنہا ہوں اور کوئی ساتھ نہ دے۔ تب بھی آپ لڑیں۔ فَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ (پس جہاد کریں اللہ تعالیٰ کی راہ میں) خواہ وہ آپ کو اکیلا چھوڑ دیں۔

تنہا جہاد کا امر:

لَا تُكَلِّفُ إِلَّا نَفْسَكَ (آپ مکلف نہیں مگر اپنی ذات کے) آپ اکیلے اپنے نفس کو جہاد کے لئے پیش کر دیں اللہ تعالیٰ آپ کا مددگار ہے۔ نہ کہ لشکر ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے لوگوں کو بدر صغریٰ کے لئے نکلنے کی طرف بلایا۔ ابوسفیان نے رسول اللہ ﷺ سے بدر کے مقام پر لڑنے کا وعدہ کیا تھا۔ بعض لوگوں نے اس نکلنے کو ناپسند کیا۔ پس یہ آیت اتری آپ ستر صحابہ ﷺ کا دستہ لے کر نکلے۔ اگر آپ کے ساتھ کوئی بھی نہ جاتا تب آپ اکیلے ہی نکل کر تشریف لے جاتے۔ وَخَوَّضَ الْمُؤْمِنِينَ (آپ مسلمانوں کو جہاد پر آمادہ کریں) آپ کی ذمہ داری اتنی ہے کہ آپ ان کو آمادہ کریں پس کافی ہے۔ ان پر سختی کرنا نہیں۔

عَسَى اللَّهُ أَنْ يَكُفَّ بَأْسَ الَّذِينَ كَفَرُوا (امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں کی جنگ کو روک دے گا) باس سے ان کی پکڑ و شدت مراد ہے۔ ان کفار سے مراد قریش ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر ان پر رعب ڈال دیا وہ نہ نکلے۔ عَسَى: کا لفظ اگرچہ امید کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ مگر سختی کی امید کہینے کے وعدہ پورا کرنے سے بہتر ہے۔ وَاللَّهُ أَشَدُّ بَأْسًا (اللہ تعالیٰ بڑی طاقت والے ہیں) قریش سے۔ وَأَشَدُّ تَنْكِيلًا (اور سخت عذاب دینے والے ہیں) وہ لڑائی میں تمہیں امتیاز بخشیں گے۔

شفاعت حسنہ اور سیئات:

آیت ۸۵: مَنْ يَشْفَعُ شَفَاعَةً حَسَنَةً (جو اچھی شفاعت کرتا ہے) وہ شفاعت شرارت کو دور کرنے کی ہو یا فائدہ پہنچانے کی بشرطیکہ شرعاً جائز ہو۔ يَكُنْ لَهُ نَصِيبٌ مِّنْهَا (تو اس کے لئے ثواب شفاعت کا حصہ ہوگا) وَمَنْ يَشْفَعُ شَفَاعَةً سَيِّئَةً (جو بری سفارش کرے گا) سیئہ وہ سفارش جو حسنہ کے برخلاف ہو۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ میرے سوا اس کا کوئی تفسیر کرنے والا نہیں۔

مطلب آیت کا یہ ہے کہ جس نے توحید کا حکم دیا۔ کفار سے لڑائی کی یہ شفاعت حسنہ ہے اور اس کی ضد شفاعت سیئہ ہے۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ شفاعت حسنہ صلح کرانا اور شفاعت سیئہ چغلی کرنا۔ يَكُنْ لَهُ كِفْلٌ مِّنْهَا (اس کو اس میں سے حصہ ملے گا) وَمَكَانَ اللَّهِ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيتًا (اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قابو رکھنے والے ہیں) المقیت کا معنی قدرت والا۔ من اقات علی الشیء قدر علیہ۔ جو کسی چیز پر قابو رکھتا ہے۔ یا مقیت کا معنی حفیظ ہے یا پھر یہ قوت سے ہے جس کا معنی خوراک ہے کیونکہ خوراک بھی جان کو روک کر رکھتی اور اس کی حفاظت کرتی ہے۔

وَإِذَا حُيِّتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَىٰ

اور جب تمہیں کسی تحیہ کے ذریعہ دعا دی جائے تو تم اس سے اچھی دعا دے دو۔ یا اسی کو لوٹا دو، بے شک اللہ ہر چیز کا

كُلِّ شَيْءٍ حَسِيبًا ﴿۸۶﴾

حساب لینے والا ہے۔

آیت ۸۶: وَإِذَا حُيِّتُمْ (جب تمہیں سلام کیا جائے) سلام کے ساتھ تحیہ ہمارے دین میں یہ دونوں جہاں کی سلامتی کی دعا ہے۔ جیسا کہ النور کی آیت ۶۱ میں فاسَلِّمُوا عَلٰی اَنْفُسِكُمْ تحیہ من عند اللہ۔ فرمایا اسی طرح سورۃ احزاب آیت ۴۴ میں تحیتہم یوم یلقونہ سلام۔ فرمایا۔

سلام کی انتہاء و برکات:

اسلام سے قبل اہل عرب ملاقات کے وقت حیاء اللہ کہتے یعنی تیری زندگی دراز ہو۔ اسلام نے آکر اس کو السلام علیکم سے بدل دیا۔ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا (کسی طرح کا سلام تو تم اس سے بہتر جواب دو) یعنی کہو وعلیکم السلام و بیحد جب کہ وہ السلام علیکم کہے اور ہر کاتہ کا اضافہ کر دو جبکہ و بیحد کہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ ہر چیز کی انتہاء ہے اور سلام کی انتہاء ہر کاتہ ہے۔ (ذکرہ البغوی) تحیہ یہ تَفْعِلَةٌ کا وزن ہے۔ حیّا۔ یحیی۔ تحیہ۔

أَوْ رُدُّوهَا (یا اسی کو لوٹا دو) یعنی اسی طرح کا جواب دو۔ رد سلام کا مطلب اسی طرح کا جواب دینا ہے۔ کیونکہ جواب دینے والا مسلم کے قول کو واپس لوٹاتا ہے۔ اس میں مضاف محذوف ہے۔ یعنی رد و امثلھا

سلام کے مسائل:

مَسْنَلَةٌ: سلام سنت ہے۔ اور جواب سلام فرض ہے۔ اور بہتر یہ ہے کہ زائد الفاظ سے جواب دے۔

مَسْنَلَةٌ: جب کسی مسلمانوں کی جماعت کے پاس سے گزرے تو ان کو سلام کرے اور وہ اس کا جواب اگر نہ دیں گے تو جبرئیل علیہ السلام ان کے پاس سے ہٹ جاتے ہیں اور ملائکہ خود سلام کا جواب دیتے ہیں۔

مَسْنَلَةٌ: خطبہ میں سلام کا جواب نہیں۔ قرآن کی جہری قراءت کے وقت سلام نہیں۔ اس طرح حدیث کی روایت کے وقت علم جب پڑھایا جا رہا ہو۔ اذان کے وقت۔ اقامت کے وقت۔

مَسْنَلَةٌ: امام ابو یوسف بیحد علیہ فرماتے ہیں۔ شطرنج کھیلنے والے، چوڑہ کھیلنے والے، گانا گانے والے، قضائے حاجت میں مصروف، کبوتر اڑا کر شگون لینے والے اور حمام میں بلا غدر رنگا ہونے والے وغیرہ کو سلام نہ کرے۔

مَسْنَلَةٌ: مرد جب اپنے گھر میں آئے تو اپنی بیوی کو سلام کرے۔ چلنے والا بیٹھنے والے کو۔ سوار پیدل چلنے والے کو۔ گھوڑ سوار گدھے سوار کو۔ چھوٹا بڑے کو۔ قلیل تعداد والے زیادہ تعداد والوں کو جب ملاقات کریں تو سلام میں جلدی کریں۔

اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۖ لَيَجْمَعَنَّكُمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ ۚ وَمَنْ

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ضرور بالشرق و قیامت کے دن تمہیں جمع فرمائے گا۔ جس میں کوئی شک نہیں، اور اللہ سے

أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا ۝

زیادہ گس کی بات سچی ہوگی

یہود کے سلام کا حکم:

ایک قول باحسن منہا کے متعلق یہ ہے کہ اہل ملت کے لئے ہے۔ اور ردو ہا یہ ذمی کفار کے لئے ہے۔ حضرت نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جب اہل کتاب تمہیں سلام کریں تو تم کہو و علیکم۔ یعنی و علیکم ماقلم۔ کیونکہ یہود و نصاریٰ اس وقت السلام علیکم کہتے تھے کہ تم پر موت واقع ہو۔

ایک اشکال اور اس کا حل:

آپ ﷺ کا ارشاد لا غرار فی تسلیم۔ سلام میں دھوکا بازی نہیں۔ یعنی اس طرح نہ کہیں علیک، بلکہ علیکم کہیں۔ کیونکہ کراما کا تبین بھی ساتھ ہیں۔

إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيبًا (بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر نگہبان ہے) وہ ہر چیز پر خواہ سلام ہو یا اور، وہ محاسبہ کرے گا۔

آیت ۸۷: اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۖ لَيَجْمَعَنَّكُمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ (اللہ تعالیٰ ایسا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ضرور تمہیں قیامت کے دن میں جمع کریگا)

مَخْرُجٌ: لفظ اللہ مبتداء۔ لا الہ الا هو۔ خبر ہے یا جملہ مقررہ ہے اور لیجمعنکم خبر ہے۔ مطلب یہ ہے۔ اللہ کی قسم وہ ضرور تمہیں جمع کرے گا۔

یوم القیامۃ سے مراد تمہیں اٹھائے گا۔ قیامت اور قیام یہ طلا بہ اور طلاب کی طرح ہیں۔ اور قیام سے قبور سے اٹھنا یا حساب کے لئے کھڑا ہونا مراد ہے۔ جیسا یوم یقوم الناس لرب العالمین۔ المطففین: ۶۔ میں وارد ہوا۔ لَا رَيْبَ فِيهِ قیامت میں کوئی شبہ نہیں۔

مَخْرُجٌ: یہ یوم القیامۃ سے حال ہے۔ ہا کی ضمیر یوم کی طرف راجع ہے۔ یا مصدر محذوف کی صفت ہے تقدیر عبارت یہ ہے جمعاً لا ریب فیہ ایسا جمع ہونا جس میں شبہ نہیں۔ اور ہا کی ضمیر جمع کی طرف لوٹی ہے۔

فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِينَ فِتْنَةٍ وَاللَّهُ أَرْكَسُهُمْ بِمَا كَسَبُوا ۖ أَتُرِيدُونَ

سو منافقین کے بارے میں تم کو کیا ہوا کہ دو گروہ بن گئے۔ اور اللہ نے ان کے گرتوتوں کی وجہ سے انہیں الٹا پیچھ دیا۔ کیا تم چاہتے ہو

أَنْ تَهْدُوا أَمِنْ أَضَلَّ اللَّهُ ۖ وَمَنْ يُضِلِّ اللَّهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ سَبِيلًا ۝۸۸

کہ اسے ہدایت پر لے آؤ جسے اللہ نے گمراہ کر دیا اور جسے اللہ گمراہ کر دے سو تو اس کے لئے کوئی راستہ نہ پائے گا۔

وَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ كَمَا كَفَرُوا فَتَكُونُونَ سَوَاءً فَلَا تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ

ان کی خواہش ہے کہ کاش تم کافر ہو جاؤ جیسا کہ انہوں نے کفر اختیار کیا پھر تم سب برابر ہو جاؤ۔ سو تم ان میں سے دوست

أَوْلِيَاءَ حَتَّى يُهَاجِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوا مِنْهُمْ

نہ بناؤ یہاں تک کہ وہ ہجرت کریں اللہ کے راستے میں، سو اگر وہ اعراض کریں تو ان کو پکڑو اور

أَقْتُلُوهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ ۖ وَلَا تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ۝۸۹

ان کو قتل کرو جہاں بھی تم ان کو پاؤ۔ اور نہ بناؤ ان میں سے کسی کو دوست اور نہ مددگار

اللہ سب سے زیادہ سچے:

وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا (اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر بات میں کون سچا ہے) نَحْوُ: حَدِيثًا یہ تمیز ہے۔ اور استفہام بمعنی نفی ہے۔ مطلب یہ ہے اطلاع دینے اور وعدہ و وعید میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی سچا نہیں۔ کیونکہ کذب قبیح ہے اور اس کا اطلاق اس کی ذات پر ناممکن ہے۔ کیونکہ کذب کی حقیقت کسی چیز کے متعلق ایسی اطلاع جو اس میں نہیں پائی جاتی اور یہ اللہ تعالیٰ سے محال ہے۔

آیت ۸۸: فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِينَ فِتْنَةٍ (تمہیں کیا ہو گیا کہ تم منافقین کے متعلق دو گروہ ہو گئے)

نَحْوُ: مِمَّا مَبْتَدَأَ اور لکم خبر ہے۔

منافقین کے لئے فیصلہ کن قول:

مطلب یہ ہے کہ تمہیں کیا ہو گیا کہ تم ان لوگوں کے متعلق اختلاف میں پڑے ہوئے ہو۔ جو ظاہر اہل منافقت اختیار کرنے والے ہیں۔ اور تم ان کے متعلق دو گروہوں میں بٹ گئے ہو۔ تم ان کے متعلق قطعی طور پر کافر ہونے کی بات نہیں کرتے۔ یہ معاملہ اس طرح ہوا کہ ایک جماعت منافقین نے دیہات کی طرف جانے کے لئے آپ ﷺ سے اجازت مانگی۔ ان کو مدینہ کی مرطوب

آب و ہوا کی وجہ سے تکلیف تھی۔ جب وہ مدینہ سے نکلے تو برابر سفر کرتے رہے۔ یہاں تک کہ مشرکین مکہ سے جا ملے۔ ان کے متعلق مسلمانوں میں اختلاف ہوا۔ بعض نے کہا وہ کافر ہیں۔ بعض نے کہا وہ مسلمان ہیں۔

نحو: ففتین یہ حال ہے جیسا کہتے ہیں مالک قائماً۔ سیبویہ کہتے ہیں جب تم کہو مالک قائماً۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ قیمت؟ تو کس لئے کھڑا ہے۔ اور اس پر نصب اس تاویل سے آیا ای شئ یستقر لک فی ہذہ الحال؟ کوئی چیز تمہیں اس حالت میں قائم رکھنے والی ہے؟

وَاللّٰهُ اَرٰ کَسْبَهُمْ بِمَا کَسَبُوْا (اللہ تعالیٰ نے ان کو لوٹا دیا ان کے اعمال کی وجہ سے) یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو کافر قرار دیا۔ ان کے ارتداد اختیار کرنے اور مشرکین کے ساتھ مل جانے کی وجہ سے۔ تم بھی ان کو کفر کی طرف لوٹاؤ اور ان کے بارے میں اختلاف نہ کرو۔

گمراہ کو ہدایت یافتہ مت کہو:

اَتُرِیدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ (کیا تم چاہتے ہو کہ جس کو خدا نے گمراہ کیا ہو۔ اس کو ہدایت یاب کرو) یعنی اس کو منجملہ ہدایت یافتہ لوگوں میں سے قرار دو۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے گمراہ کر دیا ہو۔ یا کیا تم ان کا نام ضرور مسلمان رکھنا چاہتے ہو۔ جن کی گمراہی کو اللہ تعالیٰ نے ظاہر کر دیا۔ اس صورت میں جن لوگوں نے ان کو مسلمان کہا ان کو عار دلانا مقصود ہے۔

اشاعرہ کی دلیل:

نکتہ: یہ آیت ہمارے مذہب اشاعرہ کی دلیل ہے کہ کسب بندے کے لئے ثابت ہے۔ اور خلق اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ وَمَنْ یُّضِلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ سَبِيْلًا (جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے پس تم ہرگز اس کے لئے راستہ نہ پاؤ گے) یعنی ہدایت کی طرف۔

آیت ۸۹: وَدُّوْا لَوْ تَکْفُرُوْنَ کَمَا کَفَرُوْا (وہ لوگ دل سے چاہتے ہیں کہ کاش تم بھی ایسے ہی کافر ہو جاؤ جیسے وہ ہو گئے) **نحو:** کاف یہ محذوف مصدر کی صفت ہے اور ما مصدر یہ ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے ودوا لو تکفرون کفراً مثل کفرهم۔ وہ چاہتے ہیں کاش تم کفر کرو کفر کرنا ان کے کفر کی طرح۔

فَتَکُوْنُوْنَ سَوَآءً (تاکہ وہ اور تم برابر ہو جاؤ) اس کا عطف تکفرون پر ہے۔ سواء یہ مستوین کے معنی میں ہے۔ تاکہ تم اور وہ کفر میں برابر ہو جاؤ۔

اسلام سے پہلے موالات نہیں:

فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِیَاءَ حَتّٰی یُهَاجِرُوْا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (پس تم ان کو دوست نہ بناؤ یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کریں)۔ ان سے موالات اس وقت تک نہ کرو جب تک اسلام نہ لائیں کیونکہ ہجرت تو اسلام لانے کے بعد ہے۔ فَإِنْ تَوَلَّوْا (پس اگر وہ ایمان سے منہ موڑیں) فَخُذُوْهُمْ وَاَقْتُلُوْهُمْ حَیْثُ وَجَدْتُمُوْهُمْ (پس ان کو پکڑو اور ان کو قتل کردو جہاں تم

إِلَّا الَّذِينَ يَصِلُونَ إِلَى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُم مِّيثَاقٌ أَوْ جَاءُوكُمْ

مگر جو لوگ ایسے ہیں جو ان لوگوں سے میل ملاپ رکھتے ہیں جن کے اور تمہارے درمیان عہد ہے یا تمہارے پاس اس حال میں آجائیں

حَصْرَتْ صُدُورُهُمْ أَنْ يُقَاتِلُوكُمْ أَوْ يُقَاتِلُوا قَوْمَهُمْ ۖ وَلَوْ شَاءَ

کہ ان کے دل تمہارے ساتھ اور اپنی قوم کے ساتھ جنگ کرنے سے رک رہے ہوں۔ اور اگر اللہ

اللَّهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقَاتِلُوكُمْ ۚ فَإِنْ اعْتَزَلُوكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوكُمْ

چاہتا تو ان کو تم پر مسلط فرما دیتا سو وہ ضرور تم سے لڑتے پس اگر وہ تم سے الگ رہیں سو تم سے قتال نہ کریں

وَالْقَوَا إِلَيْكُمُ السَّلَامَ ۖ فَمَا جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيلًا ۙ ۙ سَتَجِدُونَ

اور تمہارے ساتھ سلامت روی کا معاملہ رکھیں تو اللہ نے تمہارے لئے ان پر کوئی راہ نہیں دی۔ غنقریب تم دوسرے لوگوں

آخَرِينَ يُرِيدُونَ أَنْ يَأْمَنُوكُمْ وَيَأْمَنُوا قَوْمَهُمْ ۖ كُلَّمَا رُذِّقُوا إِلَىٰ

کو پڑ گئے جو یہ چاہیں گے کہ تمہاری طرف سے بے خطر ہو کر رہیں اور اپنی قوم سے بھی بے خطر ہو کر رہیں۔ جب کبھی لوٹائے جائیں فتنے

الْفِتْنَةِ أُرْكَسُوا فِيهَا ۚ فَإِنْ لَّمْ يَعْتَزِلُوكُمْ وَيُلْقُوا إِلَيْكُمُ السَّلَامَ

کی طرف تو اس کی طرف واپس لوٹ جائیں۔ سو اگر وہ تم سے یکسو نہ ہوں اور تمہاری طرف سے سلامت روی کا معاملہ نہ رکھیں

وَيَكْفُوا أَيْدِيَهُمْ فَخَذَوا مِنْهُمْ مِمَّا هُمْ حَرَجٌ ۖ ثَقِفْتُمُوهُمْ وَأُولَٰئِكُمُ

اور اپنے ہاتھوں کو نہ روکیں سو ان کو پکڑو اور قتل کرو جہاں بھی ان کو پاؤ۔ اور یہ وہ لوگ ہیں

جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطَانًا مُبِينًا ۙ ۙ

جن پر ہم نے تمہارے لئے ایسی جھت دے دی ہے جو واضح ہے۔

ان کو پاؤ جیسا کہ تمام مشرکین کا حکم ہے (وَلَا تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا) (ان میں سے کسی کو دوست اور مددگار مت بناؤ) اگر وہ اپنی دوستی اور مدد پیش کریں تو ہرگز قبول نہ کرو۔

معاہدہ والوں کا قتل جائز نہیں:

آیت ۹۰: إِلَّا الَّذِينَ يَصِلُونَ إِلَى قَوْمٍ (سوائے ان لوگوں کے جو ایسی قوم کے پاس پہنچ جائیں جن سے تمہارا معاہدہ ہے)

یصلون کا معنی پہنچ کر ان سے تعلق قائم کر لیں۔ یہ خذوہم و اقتلوہم سے استثناء ہے۔ موالات کی طمع میں قتل مت ترک کرو۔ بَیْنَكُمْ وَبَیْنَهُمْ قِیَاقٌ (تمہارے اور ان کے درمیان میثاق و معاہدہ ہو) اس سے مراد اسلامی لوگ ہیں۔ ان کے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان معاہدہ ہوا اور اس کا واقعہ اس طرح تھا کہ ہلال بن عویمر اسلمی کے مکہ جانے سے پہلے اس کے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان ایک معاہدہ طے پایا۔ کہ ہلال نہ رسول اللہ ﷺ کی مدد کریگا اور نہ رسول اللہ ﷺ کے دشمنوں کی مدد کریگا۔ اور جو شخص ہلال کی پناہ میں آجائے گا۔ خواہ وہ قبیلہ کا ہو یا غیر قبیلہ کا اس کو بھی ہلال کی طرح پناہ حاصل ہوگی۔ نہ قتل کیا جائے گا اور نہ گرفتار مطلب یہ ہوا کہ ان کو قتل کرو مگر وہ لوگ جو تمہارے اور ان کے درمیان معاہدہ کی وجہ سے متصل ہو جائیں۔

اَوْ جَاءُ وُكُم (یا وہ تمہارے پاس آجائیں) **نَحْمُ**: اس کا عطف قوم کی صفت پر ہے تقدیر عبارت یہ ہے۔ الا الذین یصلون الی قوم معاہدین او قوم ممسکین عن القتال لا لکم ولا علیکم۔ مگر وہ لوگ جو ایسی قوم سے مل جائیں جو معاہدہ والی ہو یا ایسی قوم سے جو مسلمانوں کے ساتھ لڑائی سے رکنے والی ہوں تو وہ تمہارے حق میں ہوں اور نہ وہ تمہارے مخالف ہوں یا اس کا عطف الذین کے صلہ پر ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ الا الذین یتصلون بالمعاہدین او الذین لا یقاتلونکم۔ مگر وہ لوگ جو مل جائیں معاہدین کے ساتھ یا ان لوگوں کے ساتھ جو تم سے لڑنے والے نہیں ہیں۔ حَصِرَتْ صُدُورُهُمْ اَنْ یُقَاتِلُوْكُمْ اَوْ یُقَاتِلُوْا قَوْمَهُمْ (ان کے دل میں نفرت ہے۔ تمہارے ساتھ لڑنے سے اور اپنی قوم سے لڑنے سے) الحصر۔ تنگی اور گھٹن۔

نَحْمُ: قد کو مضمومان کر حصرت صدورہم حال ہے۔ اور ان یقاتلوکم میں اَنْ کے بعد عَنْ محذوف ہے ای عن قتالہم۔ یقاتلوا قومہم سے مراد تمہارے ساتھ مل کر اپنی قوم سے لڑنا ہے۔

وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَسَلَّطْنَاهُمْ عَلَیْكُمْ (اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو ان کو تم پر مسلط کر دیتے) ان کے دلوں کو مضبوط کر دیتے اور نفرت قتال کو دور کر دیتے۔ فَلَقَاتِلُوْكُمْ (اور وہ تم سے جنگ کرتے) **نَحْمُ**: اس کا عطف لسلطہم پر ہے۔ اور لام کو تاکید کے لئے داخل کیا۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ دونوں کا مجموعہ جزاء نہیں بلکہ ہر ایک مستقل جزاء ہے۔ کیونکہ تسلط کے بعد لڑنا ضروری نہیں۔ فَاِنْ اعْتَزَلُوْكُمْ (اگر وہ تم سے کنارہ کش رہیں) اور تعرض نہ کریں۔ فَلَمْ یُقَاتِلُوْكُمْ وَالْقَوَا اِلَیْكُمْ السَّلَامُ (اور وہ تم سے نہ لڑیں اور تم سے صلح کا سلوک کریں) یعنی اطاعت و فرمانبرداری۔ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَیْهِمْ سَبِيْلًا (تو اللہ تعالیٰ نے تم کو ان پر کوئی راہ نہیں دی) یعنی ان سے قتال کی اجازت نہیں دی۔

تفسیر آیت ۹۱:

سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِیْنَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّامَنُوْكُمْ (تم ان کو بھی پاؤ گے جو تم سے بے خوف ہو کر رہنا چاہتے ہیں) منافقت کے ساتھ وَیَّامَنُوْا قَوْمَهُمْ (اور اپنی قوم سے بے خطر رہنا چاہتے ہیں) موافقت کے ساتھ۔ یہ قبائل اسد و غطفان ہیں۔ جب یہ مدینہ آتے تو اسلام لاتے اور معاہدہ کر لیتے تاکہ مسلمانوں سے محفوظ رہیں۔ اور جب اپنی کافر قوم کی طرف لوٹ کر جاتے تو تمہارے معاہدے توڑ دیتے۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَقْتُلَ مُؤْمِنًا إِلَّا خَطَاً ۖ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَاً

اور کسی مؤمن کی شان نہیں ہے کہ وہ کسی مؤمن کو قتل کرے مگر خطا کے طور پر۔ اور جو شخص کسی مؤمن کو بطور خطا قتل کر دے

فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ إِلَّا أَنْ يَصَّدَّقُوا ۖ فَإِنْ كَانَ مِنْ

تو اس پر واجب ہے کہ ایک مؤمن غلام آزاد کرے اور اس کے خاندان والوں کو دیت ادا کرے۔ الا یہ کہ وہ لوگ معاف کر دیں، اور اگر وہ مقتول ایسی

قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ ۖ وَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ

قوم میں سے ہو جو تمہارے مخالف ہیں اور وہ شخص خود مؤمن ہے تو ایک مؤمن غلام آزاد کرنا واجب ہے، اور اگر وہ ایسی قوم سے ہو

بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُم مِّيثَاقٌ فَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ وَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ ۖ فَمَنْ

کہ تمہارے اور ان کے درمیان معاہدہ ہو تو دیت بھی واجب ہے جو اس کے خاندان والوں کو سپرد کر دی جائے اور ایک مؤمن غلام آزاد کرنا بھی واجب ہے۔ بچہ

لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِّنَ اللَّهِ ۖ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا

جس شخص کو غلام نہ ملے تو وہ لگاتار دو ماہ کے روزے رکھے بطریق توبہ کے جو اللہ کی طرف سے مقرر ہوتی ہے اور اللہ علم والا

حَكِيمًا ﴿۹۲﴾

اور حکمت والا ہے۔

كُلَّمَا رُزِّقُوا إِلَى الْفِتْنَةِ (جب ان کو فتنہ کی طرف لوٹایا جائے) فتنہ سے مراد ان کی قوم کا ان کو مسلمانوں کے خلاف لڑائی کے لئے دعوت دینا ہے۔ اُرِكْسُوا فِيهَا (وہ بدترین صورت سے اس میں پلٹ جاتے ہیں) یہ لوگ اس حالت میں ہر دشمن سے بدتر ہیں۔ فَإِنْ لَّمْ يَعْتَزْلُوكُمْ (پس اگر وہ تمہارے ساتھ لڑنے سے علیحدگی اختیار نہ کریں) وَيُلْقُوا إِلَيْكُمُ السَّلَمَ (اور نہ ہی طالب صلح ہو کر تم سے صلح کریں) اس کا عطف لم يعتزلوكم پر ہے۔ اور نفی کا اثر یلقوا پر بھی ہے۔ وَيَكْفُوا أَيَدِيَهُمْ (اور نہ ہی اپنے ہاتھوں کو روکیں) فَخُذُوهُمْ وَأَقْتُلُوهُمْ حَيْثُ تَقِفْتُمُوهُمْ (تو ان کو پکڑو اور قتل کر دو جہاں تم ان کو پاؤ) یعنی جہاں ان پر قابو پاؤ اور غالب ہو۔ وَأُولَئِكَ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطَانًا مُّبِينًا (ایسے لوگوں کے خلاف ہم نے تم کو کھلی ہوئی دلیل دے دی۔) یعنی ان سے لڑنے کے جواز کی کھلی دلیل ان کی ظاہر دشمنی کی صورت میں مہیا کر دی اور ان کی حالت کفر و غدر کو تمہارے سامنے طشت از بام کر دیا۔ اور مسلمانوں کو ان کا نقصان پہنچانا بتلادیا۔ یا تسلط ظاہر کر دیا اس طرح کہ ان کے قتل کی اجازت دے دی۔

کافر کا خون مباح، مؤمن کا حرام:

آیت ۹۲: وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ (کسی مسلمان کو زیبا اور مناسب نہیں) یعنی اس کے لئے صحیح و درست نہیں اور نہ اس کے حال کے لائق ہے۔ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا (کہ وہ کسی مؤمن کو قتل کرے) یعنی ابتدائی طور پر بلا کسی قصاص کے۔ اس میں بتلادیا کہ مؤمن اور کافر برابر نہیں۔ کافر کا خون تو مباح ہے۔ نہ کہ مؤمن کا۔ اِلَّا خَطَاً (مگر غلطی سے) یعنی غلطی کی وجہ سے۔
مَحْذُوفٌ: یہ استثناء منقطع ہے۔ اور لکن کے معنی میں ہے عبارت اس طرح ہوگی۔ لکن ان وقع خطاً۔ لیکن اگر غلطی سے مار ڈالے۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ مصدر کی صفت ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہوگی الا قتلاً خطاً مگر وہ قتل جو غلط طور پر ہو۔ مطلب یہ ہوا مؤمن کی شان یہ ہے کہ قتل مؤمن کا پایا جانا اس سے منافی ہو ابتداءً۔ مگر جب اس سے بلا قصد غلطی سے پایا جائے۔ اس طرح کہ وہ کافر کو تیر مارے اور مسلمان کو لگ جائے۔ یا کسی کو کافر سمجھ کر مارا اور وہ مسلمان تھا۔
 وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَاً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ (جس نے کسی مؤمن کو خطاً قتل کر دیا پس ایک مؤمنہ گردن آزاد کرنا ہے)
مَحْذُوفٌ: خطاً یہ قتلاً مصدر محذوف کی صفت ہے۔ ای قتلاً خطاً۔ تحریر رقبہ مبتداء ہے اور خبر محذوف ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ فعليه تحریر رقبہ۔ پس اس کے ذمہ ایک مؤمن گردن آزاد کرنا ہے۔

حکمت تحریر:

التحریر۔ آزاد کرنا۔ آزاد اور آزاد کیا ہوا شریف شمار ہوتے ہیں۔ کیونکہ شرافت آزاد لوگوں میں ہے۔ جیسا کہ کمینگی غلاموں میں ہے۔ اسی سے عتاق الطیر اور عتاق النخیل عمدہ پرندوں اور گھوڑوں کے لئے بولا جاتا ہے۔

آزادی میں زندگی:

الرقبہ: گردن سے مراد جان ہے۔ اہل عرب اس کی تعبیر راس سے کرتے ہیں۔ جیسے کہتے ہیں: فلانا يملك كذا راساً من الرقيق۔ فلاں اتنے غلاموں کا مالک ہے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ جب اس نے ایک مؤمن جان کو مؤمن جملہ زندوں سے نکال دیا تو ضروری ہو گیا کہ وہ ایک مؤمن جان اسی طرح کی آزاد لوگوں میں شامل کرے۔ کیونکہ غلام کو آزادی سے رہا کرنا اس کو زندہ کرنے کی طرح ہے۔ کیونکہ غلام کا شمار تو مردوں میں ہوتا ہے۔

کیونکہ غلامی کفر کا اثر ہے اور کفر موت ہے۔ جیسا قرآن مجید میں او من كان ميتاً فاحيينه۔ الانعام۔ ۱۴۲۔ اسی لئے اس کو منع کیا گیا کہ وہ آزاد لوگوں جیسا تصرف کرے۔ مگر یہ اشکال والی بات ہے۔ اس لئے کہ اگر بات اسی طرح ہوتی تو قتل عمد میں بھی گردن کی آزادی لازم ہوتی۔ لیکن یہ بات بطور احتمال کہہ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر مؤمنہ گردن کی آزادی لازم کی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قاتل کی مؤمن جان کو باقی رکھا۔ وہ اس طرح کہ قصاص لازم نہ کیا۔ اسکی بجائے اس کی مثل رقبہ مؤمنہ لازم کر دی۔

دیت ترکہ کی طرح ہے:

وَدِيَّةٌ مُّسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ (اور دیت جو پردہ کی جائے۔ میت کے ورثاء کو) اور وہ اس کو باہمی تقسیم کر لیں۔ جیسا کہ میراث کو وہ تقسیم کرتے ہیں۔ اس میں اور بقیہ ترکہ کی تقسیم میں کوئی فرق نہیں۔ اس میں سے قرضہ ادا کیا جائے گا۔ اور وصیت بھی نافذ ہوگی۔ اور اگر کوئی وارث نہ رہے گا تو وہ بیت المال کا حق ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اشیم الضبائی رضی اللہ عنہ کی بیوی کو اس کے خاوند اشیم کی دیت سے حصہ دیا۔ دیت کی ادائیگی البتہ عاقلہ پر ہوگی۔ اور کفارہ قاتل پر۔ إِلَّا أَنْ يَصَّدَّقُوا (مگر یہ کہ وہ دیت معاف کر دیں) یصدقوا اصل میں یصدقوا ہے تقدیر عبارت یہ ہے۔ اس پر ہر حال میں دیت ہے۔ مگر معاف کر دینے کی صورت اس سے مستثنیٰ ہے۔ فَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ (اگر وہ اس قوم میں سے ہے جو تمہارے دشمن ہیں) یعنی مقتول خطا تمہارے دشمنوں میں سے ہے۔ العدو کا لفظ مفرد جمع دونوں پر بولا جاتا ہے۔ وَهُوَ مُؤْمِنٌ اور وہ مقتول مؤمن ہے۔

دارالحرب میں مقتول مسلمان کا حکم:

فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ (تو ایک مؤمنہ گردن کا آزاد کرنا ہے) اگر کوئی حربی دارالحرب میں مسلمان ہوا۔ اور ہجرت کر کے دارالاسلام میں نہیں آیا۔ کسی مسلمان کے ہاتھوں وہ خطا قتل ہو گیا۔ تو اسلام کی وجہ سے بطور کفارہ لونڈی آزاد کرنی ضروری ہے۔ دیت لازم نہیں۔ کیونکہ خون کی معصومیت تو دارالاسلام پر موقوف ہے۔ اور یہ دارالاسلام نہ تھا۔ وَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيثَاقٌ (اگر وہ مقتول ایسی قوم میں سے ہے کہ تمہارے اور ان کے درمیان معاہدہ ہے) فِدِيَّةٌ مُّسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ وَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ (تو دیت پردہ کی جائے اس کے اہل کو اور ایک مؤمنہ گردن کا آزاد کرنا لازم ہے) یعنی اگر مقتول ذمی ہو تو اس کا حکم مسلمان والا ہے۔

مَسْتَنَلَةٌ: اس آیت میں دلیل ہے کہ ذمی کی دیت مسلم کی طرح ہے۔ ہم احناف کا قول یہی ہے۔ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ (جو نہ پائے گردن) یعنی اس کا مالک نہ ہو۔ اور نہ اس تک اس کی وسعت ہے۔ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ (تو اس پر دو ماہ کے روزے ہیں) مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِّنَ اللَّهِ (جو مسلسل رکھے جائیں یہ توبہ کے طور پر جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کی ہوئی ہے)

خَجْمٌ: مضاف محذوف ہے اور شہرین سے حال ہے۔ یعنی روزے رکھنا ایسی حالت میں ہے کہ قبول توبہ ہو اس کی طرف سے اور رحمت اس کی طرف سے۔ یہ تاب اللہ علیہ سے ماخوذ ہے جس کا معنی اذا قبل توبتہ یعنی یہ توبہ کے لئے مشروع ہوا۔ اس صورت میں یہ مفعول لہ ہے یا فلیتب توبۃ اس کو توبہ کرنی چاہئے۔ اس کا نصب مصدریت کی وجہ سے ہے اور مفعول مطلق بن گیا۔ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا (اور اللہ تعالیٰ جاننے والے ہیں اس کو جو اس نے حکم دیا۔ اور اس میں حکمت والے ہیں) جس میں اس نے قدرت کو ظاہر فرمایا۔

وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ

اور جو شخص کسی مؤمن کو قصد قتل کر دے تو اس کی جزا جہنم ہے اس میں ہمیشہ رہے گا اور اس پر اللہ کا غضب ہو گا

وَلَعَنَهُ وَاعَدَ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا ٩٣

اور اس پر اللہ کی لعنت ہوگی، اور اس کے لئے اللہ نے بڑا عذاب تیار فرمایا ہے۔

آیت ۹۳: وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا (جس شخص نے قتل کیا کسی مسلمان کو قصداً) متعمداً۔ یہ قاتل کی ضمیر سے حال ہے مطلب یہ ہوگا وہ مؤمن کو مؤمن ہونے کی وجہ سے قتل کرے یا اس کے قتل کو حلال سمجھتے ہوئے قتل کر دے۔ یہ دونوں کفر ہیں۔

خلود سے طول قیام مراد:

فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا (پس اس کی سزا جہنم ہے۔ وہ اس میں ہمیشہ ہمیش رہے گا۔ یعنی آپ علیہ السلام کے قول کے مطابق اگر وہ اس کو سزا دے تو اس کی سزا ہمیشہ کی جہنم ہے بعض اوقات خلود سے طول قیام مراد لیا جاتا ہے۔ اور معتزلہ کا یہ کہنا کہ وہ ایمان سے نکل جاتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مخالف ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلِ ط (البقرہ: ۱۷۸) وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ (اور اللہ تعالیٰ کا غضب اس پر ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت سے دور کر دیں گے) یعنی اس سے بدلہ لیں گے اور رحمت سے اس کو دور کر دیں گے۔ وَاعَدَ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا (اور اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے بڑا عذاب تیار کیا ہے) کیونکہ اس نے بہت بڑے گناہ کا ارتکاب کیا ہے۔ اور بڑی مصیبت کا حدیث میں فرمایا گیا۔ دنیا کا زوال اللہ تعالیٰ پر آسان ہے مؤمن کے قتل سے۔

(ترمذی۔ ۱۳۹۵)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا ضَرَبْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَتَبَيَّنُوا وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ

اے ایمان والو جب تم اللہ کی راہ میں سفر کرو تو تحقیق کر لیا کرو، اور جو شخص تمہارے سامنے اطاعت

أَلْقَى إِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتُ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُونَ عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ فَعِندَ اللَّهِ

ظاہر گرے اسے یوں نہ کہو کہ تو مومن نہیں ہے تم دنیا والی زندگی کا سامان تلاش کرتے ہو۔ سو اللہ کے پاس

مَغَانِمُ كَثِيرَةً ۖ كَذَلِكَ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلُ فَمَنْ اللَّهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوا ۖ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا

غنیمت کے بہت مال ہیں، اس سے پہلے تم ایسے ہی تھے، سو اللہ نے تم پر احسان فرمایا، سو خوب تحقیق کیا کرو۔ بے شک اللہ ان

تَعْمَلُونَ خَيْرًا ۖ لَا يَسْتَوِي الْقَعْدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي

کاموں سے، خیر ہے جو تم کرتے ہو۔ جو مسلمان حذر والے نہیں ہیں۔ ان میں جو میٹھ رہے والے ہیں اور جو اپنی جانوں اور مالوں سے اللہ کی راہ میں جہاد

سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ

کرنے والے ہیں برابر نہیں ہیں۔ جو لوگ اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرنے والے ہیں ان کو بیٹھے رہ جانے والوں پر اللہ نے بڑے درجہ کی

عَلَى الْقُعْدَيْنِ دَرَجَةٌ ۖ وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَى ۖ وَفَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ

فضیلت حق ہے اور رب سے اللہ نے بھائی کا وعدہ فرمایا اور اللہ نے فضیلت دئی ہے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رو جانے والوں پر

عَلَى الْقُعْدَيْنِ أَجْرٌ عَظِيمًا ۙ ٩٥ دَرَجَاتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً ۖ وَرَحْمَةً ۖ وَكَانَ

اجر عظیم عطا فرما کر، جو اس کی طرف سے درجات اور بخشش اور مہربانی کی صورت میں ملے گا۔ اور

اللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ٤٦

المد بختی والامہر بان سے۔

معاملہ کی تحقیق کرو:

آیت ۹۴: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا ضَرَبْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ (اے ایمان والو جب تم سفر کرو اللہ تعالیٰ کی راہ میں یعنی غزوہ میں جاؤ) فَتَبَيَّنُوا (تو ہر کام کو تحقیق کر کے کیا کرو) فَتَبَيَّنُوا حمزہ و علی رحمہما اللہ نے پڑھا۔ یہ دونوں تفعّل سے ہیں اور استعمال کے معنی میں ہیں۔ مطلب یہ ہے۔ معاملہ کی مکمل تحقیق کر لو اور جانچ لو اور اس میں عجلت سے کام نہ لو۔ وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْفَىٰ إِلَيْكُمْ

السَّلَامَ لَسْتُ مُؤْمِنًا (اور جو شخص تمہیں السلام علیکم کہے تو اس کو مت کہو کہ تو مؤمن نہیں) قراءت: السَّلَامَ کو السَّلَامَ مدنی شامی حمزہ نے پڑھا ہے۔ اور دونوں کا مطلب فرمانبرداری ہے۔ یہ بھی کہا گیا کہ السلام علیکم کہنا ہے۔ ایک قول ہے۔ اسلام مراد ہے۔

نَحْوُ: لَسْتُ مُؤْمِنًا۔ یہ موضع نصب میں ہے۔ لاتقولوا کا مقولہ ہونے کی وجہ سے۔

واقعہ مرداس بن نہیک رضی اللہ عنہ:

روایت میں ہے کہ مرداس بن نہیکؓ اسلام لائے۔ مگر ان کی قوم اسلام نہ لائی۔ رسول اللہ ﷺ کے ایک لشکر نے علاقہ پر حملہ کیا۔ وہ بھاگ گئے۔ مرداس وہاں رہا کیونکہ اسے اپنے مسلمان ہونے کا یقین تھا۔ جب اس نے گھوڑوں کو دیکھا تو اپنی بکریوں کو پہاڑ کی اوٹ میں کر دیا۔ اور خود پہاڑ پر چڑھ گیا۔ جب گھوڑے پہنچے اور انہوں نے تکبیر بلند کی تو اس نے بھی تکبیر بلند کی اور اتر کر آ گیا۔ اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور السلام علیکم کہا مگر اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کر دیا۔ اور اس کی بکریاں ہنکا کر لے گئے۔ جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچے۔ تو رسول اللہ ﷺ کو اس کی اطلاع دی۔ آپ اس پر سخت غمگین ہوئے۔ اور فرمایا کیا تم نے اس کو قتل کر دیا اس سامان کی خاطر جو اس کے پاس تھا۔ پھر حضرت اسامہ کو یہ آیت پڑھ کر سنائی۔ تَبْتَغُونَ عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا (تم دنیا کی زندگی کا سامان چاہتے ہو) یعنی تم غنیمت چاہتے ہو۔ حالانکہ وہ جلدی ختم ہونے والا سامان ہے۔ یہی تمہیں ثابت قدمی سے چھوڑنے کی طرف لے جانے والا ہے۔ اور اسی نے تمہیں مقتول کے حالات کی بحث و کرید سے روکا۔ القرض سے مراد مال ہے۔ عرض کہنے کی وجہ اس کا جلد زوال پذیر ہونا ہے۔

نَحْوُ: تَبْتَغُونَ، تقولوا کی ضمیر سے حال ہے۔

فَعِنْدَ اللَّهِ مَغَانِمُ كَثِيرَةٌ (پس اللہ تعالیٰ کے ہاں بے شمار غنائم ہیں) جو اللہ تعالیٰ تمہیں عنایت فرمائیں گے۔ جو تمہیں اسلام کا اظہار کرنے والے کے قتل سے بے نیاز کر دیں گی۔ اور اس سے تم اس کے مال کی طرف تعرض کرنے سے بچ جاؤ گے کہ اس پر قبضہ کرو۔

كَذَلِكَ کا مفہوم:

كَذَلِكَ كُنْتُمْ مِّن قَبْلُ (تم بھی تو اس سے قبل اسی طرح تھے) جبکہ تم نے شروع شروع میں اسلام قبول کیا۔ اور تمہارے مومنوں سے کلمہ شہادت سنا پس اسی سے تمہارے مال محفوظ ہو گئے۔ بغیر اس انتظار کے کہ تمہاری زبانیں اور دل موافقت کریں۔ كَذَلِكَ کا کاف کان کی خبر ہے۔ اور اس کو کان کے اسم بلکہ کان سے بھی مقدم کیا گیا ہے۔ فَمَنْ اللَّهُ عَلَيْكُمْ (پس اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان فرمایا) ایمان پر ثبات اور ایمان پر شہرت دے کر پس ایمان میں داخل ہونے والوں سے اسی طرح کا سلوک کرو۔ جیسا تم سے کیا گیا۔ فَتَبَيَّنُوا (خوب تحقیق کر لو) تبینوا کو دوبارہ عظمت و تاکید کیلئے لائے۔ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا (بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی خبر رکھتے ہیں) پس قتل کی طرف فوراً مت گرو بلکہ اس میں پوری احتیاط و بچاؤ سے کام لو۔

آیت ۹۵: لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ (بلا عذر جہاد سے بیٹھے رہنے والے مسلمان برابر نہیں)

قاعدون سے مراد جہاد سے بیٹھ رہنے والے۔
 نحو: قراءت: مدنی۔ شامی، علیؒ نے غیرو پڑھا ہے۔ کیونکہ یہ قاعدون سے استثناء ہے۔ یا حال ہے۔ البتہ حمزہ مجزئہ نے
 مؤمنین کی صفت قرار دے کر مجرور پڑھا ہے۔ باقی تمام قراء رحمہم اللہ نے قاعدون کی صفت بنا کر مرفوع پڑھا ہے۔ الضرر سے
 مراد مرض ہے یا معذوری جیسے نابینا، لنگڑا، اپاہج پن وغیرہ۔

قاعد و مجاہد برابر نہیں:

وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ (اور جہاد کرنے والے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے اموال و انفس کے
 ساتھ) اس کا عطف القاعدون پر ہے۔ بلا عذر بیٹھ رہنے والے اور مجاہد میں برابری کی نفی فرمائی۔ اگرچہ اس کو معلوم ہو۔ اور جہاد
 سے بیٹھ رہنے والے کو تو بیخ کر کے ابھارنا مقصود ہے۔ دوسری آیت میں فرمایا۔ هل يستوى الذين يعلمون والذين
 لا يعلمون۔ الزمر۔ ۹۔ اس آیت میں طلب علم پر آمادہ کیا اور جہل پر رضامندی اختیار کرنے پر متنبہ کیا۔

ایک سوال کا جواب:

فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً (اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا درجہ بہت زیادہ بنایا
 ہے جو اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں بنسبت گھر بیٹھنے والوں کے) اس جملہ کو جملہ اول کے لئے بطور بیان کے لایا
 گیا۔ اور اس بات کی وضاحت فرمائی کہ قاعدین کا درجہ کیوں مجاہدین کے برابر نہیں۔ گویا اس آیت کو سن کر سوال ابھرتا تھا کہ آخر یہ
 کیوں برابر نہیں تو جواب دیا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو جو اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرنے والے ہیں جہاد سے بیٹھ
 رہنے والوں پر فضیلت دی ہے۔ دَرَجَةً یہ مصدر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ یہ کسی شے کا مفہوم تفضیل میں ظاہر کرنے کے
 لئے لایا جاتا ہے۔ گویا تقدیر عبارت یہ ہے۔ کہ انہ فضلہم تفضلاً اس نے ان کو فضیلت دی ایک درجہ۔ جیسا کہتے ہیں ضربہ
 سوطاً۔ وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَى (اور ہر دو فریق سے اللہ تعالیٰ نے اچھے بدلے کا وعدہ فرمایا)

نحو: کُلًّا یہ وعدہ اللہ کا پہلا مفعول اور الحسنی دوسرا مفعول ہے۔

کُلًّا سے مراد مجاہدین و قاعدین کے دونوں فریق ہیں۔ الحسنی سے مراد جنت ہے۔ اگرچہ مجاہدین کو قاعدین سے
 درجات میں فضیلت میسر ہوگی۔

وَفَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقَاعِدِينَ أَجْرًا عَظِيمًا (اور اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو جہاد سے بیٹھ رہنے والوں پر اجر
 عظیم سے فضیلت دی ہے)

آیت ۹۶: ذَرَجَتْ مِنْهُ مَغْفِرَةٌ وَرَحْمَةٌ (درجات اپنی طرف سے اور مغفرت اور رحمت)

نحو: نمبر: اجر: یہ فضل کی وجہ سے منصوب ہے اور درجات و مغفرت و رحمة یہ اجراً سے بدل ہیں گویا عبارت یہ
 ہے اجرہم اجرًا.....

إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّيْتُهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ

ہے شک فرشتے جن لوگوں کی جان ایسی حالت میں قبض کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی جان پر ظلم کر رکھا تھا ان سے فرشتے کہتے ہیں کہ تم کس حال

كُنْتُمْ ۖ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ ۖ قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ

میں تھے ۖ وہ کہتے ہیں کہ ہم بے بس تھے زمین میں، فرشتے کہتے ہیں کیا اللہ کی زمین

اللَّهُ وَاسِعَةٌ فَتُجْرُؤُا فِيهَا ۖ فَاُولَٰئِكَ مَا لَهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَسَاءَتْ

کشاوت نہیں تھی کہ تم ترک وطن کر کے دوسری جگہ چلے جاتے، سو یہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بُری

مَصِيرًا ۚ ۙ إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ لَا

جگہ ہے۔ لیکن جو مرد اور عورتیں اور بچے قادر نہ ہوں کہ کوئی

يَسْتَطِيعُونَ حِيلَةً وَلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلًا ۚ ۙ فَاُولَٰئِكَ عَسَىٰ

مدیر کر سکیں اور نہ راستے سے واقف ہوں امید ہے

اللَّهُ أَنْ يَعْفُوَ عَنْهُمْ ۖ وَكَانَ اللَّهُ عَفُوًّا غَفُورًا ۙ ۙ

کہ اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرمائے گا اور اللہ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے۔

نمبر ۲۔ درجات۔ منصوب ہے درجہ کی وجہ سے۔ عبارت اس طرح ہوگی فضلہم تفضیلات۔ جیسا کہتے ہیں۔ ضربہ اسواطاً ای ضربات اور اجراً عظیماً منصوب ہے درجاتِ نکرہ کی وجہ سے اور مغفرة ورحمة منصوب ہیں فعل مضمَر کی وجہ سے۔ گویا عبارت اس طرح ہے وغفرلہم ورحمہم مغفرة ورحمة۔

آیت کا مطلب:

مطلب آیت کا یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو بالعذر بیٹھ رہنے والوں پر ایک درجہ فضیلت دی ہے اور بلا عذر آنحضرت ﷺ کے حکم سے بیٹھ رہنے والے دوسروں کی کفایت کی وجہ سے کئی درجہ فضیلت رکھتے ہیں۔ کیونکہ جہاد فرض کفایہ ہے۔ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا (اور اللہ تعالیٰ عذر کو معاف کر کے بخشش کرنے والے اور زیادہ اجر بڑھا کر رحم کرنے والے ہیں)

تفسیر آیت ۹۷:

یہ آیت ان لوگوں کے متعلق اترتی جو اسلام لائے مگر ہجرت نہ کی۔ جبکہ ہجرت فرض تھی۔ اور مشرکین کے ساتھ بدر میں آئے

مرتد ہو کر اور قتل کیے گئے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفَّيْهُمْ الْمَلٰٓئِكَةُ تَوَفَّيْ۔ ماضی کا صیغہ بھی ہو سکتا ہے اور مضارع بھی تو فہم ایک تاکو حذف کر دیا گیا۔ التوفیٰ قبض روح کو کہتے ہیں۔ ملائکہ سے مراد ملک الموت اور اسکے معاون۔ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفَّيْهُمْ الْمَلٰٓئِكَةُ (بیشک وہ لوگ جن کی ملائکہ روح قبض کرتے ہیں) ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ (اس حال میں کہ وہ اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے ہوتے ہیں) یہ تو فہم کی ضمیر مفعولی سے حال ہے۔ یعنی اس حالت میں کہ وہ اپنے نفسوں پر کفر والا، ترک ہجرت والا ظلم کرنے والے ہیں۔

قَالُوْا (وہ روح قبض کرنے والے فرشتے کہتے ہیں) فِیْمَ کُنْتُمْ (تم اپنے دین کے سلسلہ میں کس چیز پر تھے) اس کا مقصد توبیخ ہے کہ تم اپنے دین میں کسی چیز پر نہ تھے۔ قَالُوْا کُنَّا مُسْتَضْعِفِیْنَ (وہ کہتے ہیں کہ ہم ہجرت سے عاجز تھے) اس لئے کہ مغلوب تھے۔ فِی الْاَرْضِ (سر زمین مکہ میں) انہوں نے ہمیں جبر و اکراہ سے نکالا۔ قَالُوْا (ملائکہ ان کو بطور توبیخ کہتے ہیں) اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاَسْعَۃً فُتْهَا جُرُوْا فِیْهَا (کیا اللہ تعالیٰ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے) اس سے مراد یہ ہے کہ تمہیں مکہ سے کسی بھی علاقے کی طرف ہجرت کی قدرت حاصل تھی۔ جہاں تمہیں اپنے دین کے ظاہر کرنے میں رکاوٹ نہ تھی اور رسول اللہ ﷺ کی طرف بھی ہجرت کر سکتے تھے۔ فتھا جروا یہ جواب استفہام کی وجہ سے منصوب ہے۔ فَاُولٰٓئِكَ مَا وَلٰہُمْ جَہَنَّمَ وَاَسَآءُ ت مَصِیْرًا (سوان لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ جانے کیلئے بری جگہ ہے) یہ ان کی خبر ہے۔ اولئک پر فافا اس لئے لائے کیونکہ الذین میں ابہام ہے جو شرط کے مشابہ ہے۔ یا قالوا فیم کنتم اور ضمیر عائد محذوف ہے یعنی قالوا الہم۔

مَسْئَلۃ: اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ جو شخص کسی جگہ اپنے دین کو قائم نہ رکھ سکتا ہو جیسا قائم رکھنا چاہئے اور دوسری جگہ قائم رکھنے کا امکان ہو تو اس پر ہجرت ضروری ہے۔ حدیث میں وارد ہے۔ جو اپنے دین کو لے کر ایک زمین سے دوسری زمین میں گیا خواہ وہ ایک بالشت دور ہو تو جنت اس کیلئے لازم ہوگئی اور وہ اپنے باپ ابراہیم اور نبی محمد ﷺ کا رفیق ہوگا۔ (نعلبی نے مرسل روایت کی ہے)

تَفْسِیْرُ آیۃ ۹۸:

اِلَّا الْمُسْتَضْعِفِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ (مگر جو مرد اور عورتیں اور بچے مغلوب کر دیئے گئے)۔ اس میں مغلوب لوگوں کو اہل وعید سے مستثنیٰ کیا گیا۔ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ حِیْلَۃً وَّلَا یَهْتَدُوْنَ سَبِیْلًا (نہ کوئی تدبیر کر سکتے ہیں اور نہ راستہ سے واقف ہیں)

یعنی محتاجی اور عاجزی کی وجہ سے نکلنے کی تدبیر نہیں رکھتے اور نہ ان کو راستوں کی پہچان ہے۔

نَحْوُ: لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ یہ مستضعفین کی صفت ہے۔ یا الرجال والنساء والولدان کی صفت ہے اور یہ بات درست ہے۔ جملہ حکما نکرہ ہے۔ موصوف میں حرف تعریف کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ اس کی نظیر یہ ہے۔ ولقد امر علی اللئیم یسبنی۔ شعر میں یسبنی جملہ اللئیم کی صفت ہے۔

آیت ۹۹: فَاُولٰٓئِكَ عَسٰی اللّٰهُ اَنْ یَّغْفُرَ عَنْہُمْ (پس ان کے لئے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو معاف کرے گا) یہاں عسی کا لفظ اگرچہ امید و طمع کے لئے آتا ہے۔ مگر شاہی محاورہ میں وجوب کے لئے ہے۔ کیونکہ نخی کا طمع دلانا وعدہ پورا کرنا ہے۔ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا غَفُوْرًا (اور اللہ تعالیٰ بڑا معاف کرنے والا بخشنے والا ہے) اپنے بندوں کی تخلیق سے قبل ہی عفو و غفور ہے۔

وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَجِدْ فِي الْأَرْضِ مُرْغَمًا كَثِيرًا

اور جو شخص اللہ کی راہ میں وطن چھوڑے وہ زمین میں جانے کی بہت سی جگہ پائے گا اور اسے بہت کشادگی

وَسَعَةً وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ

ملے گی، اور جو شخص اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کرنے کی نیت سے نکل کھڑا ہو

ثُمَّ يَدْرِكُهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ وَكَانَ اللَّهُ

پھر اس کو موت آ پڑے تو یقینی طور پر اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ثابت ہو گیا اور اللہ

غَفُورًا رَحِيمًا ﴿۱۰۰﴾

بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔

آیت ۱۰۰: وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَجِدْ فِي الْأَرْضِ مُرْغَمًا (جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کرے گا۔ اس کو زمین میں منتقل ہونے کے مقابل جائیں گے)

معنی الرغم:

مرغمًا ہجرت کے مقامات اور راستے جن پر چل کر وہ اپنی قوم کی ناک خاک آلود کرنے والا ہوگا۔ یعنی وہ ان سے ان کی ناک خاک آلود کر کے جدا ہو۔ الرغم ذلت و رسوائی کو کہتے ہیں۔ اصل میں ناک کا خاک آلود کرنا ہے۔ رُغَام مٹی کو کہتے ہیں۔ محاورہ ہے راعمت الرجل۔ جب وہ اس سے جدا ہو اور وہ اپنی ذلت و رسوائی کی وجہ سے جدائی کو پسند نہ کرتا ہو۔ کَثِيرًا وَسَعَةً (بہت اور رزق میں وسعت) یا دین کو ظاہر کرنے کی وسعت یا سینے کی وسعت کیونکہ اس کا خوف امن میں بدل گیا۔ وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ (جو آدمی اپنے گھر سے اللہ اور رسول کی طرف مہاجر بن کر نکلا) یعنی جس طرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے نکلنے کا حکم دیا۔ مہاجر یہ یخرج کی ضمیر سے حال ہے۔

ہجرت الی اللہ:

ثُمَّ يَدْرِكُهُ الْمَوْتُ (پھر اس کو ہجرت گاہ میں پہنچنے سے قبل موت آگئی) اس کا یخرج پر عطف ہے۔ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ (اس کا اجر اللہ تعالیٰ پر واقع ہوا) یعنی وعدہ الہی کے مطابق اس کو اجر ملے گا۔ عَلَى اللَّهِ فرمانا صرف تاکید وعدہ کے لئے ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں۔ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا (اور اللہ تعالیٰ بخشنش کرنے والے مہربان ہیں)

مَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا (جو شخص اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرے) میں اضافہ ہو۔ یا قناعت حاصل ہو یا زہد میں ترقی ہو یا پاکیزہ رزق میسر ہو۔ تو یہ تمام اقسام ہجرت الی اللہ و رسولہ میں شامل ہیں۔ اگر ان کے راستہ میں موت آگئی تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ہاں مل گیا۔

وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنْ

اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر کوئی گناہ نہیں کہ نماز میں

الصَّلَاةِ إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّ الْكَافِرِينَ كَانُوا لَكُمْ

قصر کر لو اگر تم کو اس بات کا خوف ہے کہ کافر لوگ تمہیں فتنہ میں ڈال دیں گے، بے شک کافر تمہارے کھسے

عَدُوٌّ وَأُمْبِيْنَا ۝ وَإِذَا كُنْتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلَاةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِنْهُمْ

ہوئے دشمن ہیں اور جب آپ ان میں موجود ہوں پھر ان کے لئے نماز قائم کریں تو چاہئے کہ ان میں سے ایک جماعت آپ کے ساتھ کھڑی ہو جائے

مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوا بِأَسْلِحَتِهِمْ ۖ فَإِذَا سَجَدُوا فَلْيَكُونُوا مِنْ وَرَائِكُمْ ۚ

اور یہ لوگ اپنے ہتھیار لے لیں، پھر جب سجدہ کر چکیں، تو یہ تمہارے پیچھے ہو جائیں

وَلَتَأْتِ طَآئِفَةٌ أُخْرَىٰ لَمْ يُصَلُّوا فَلْيُصَلُّوا مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوا

اور دوسری جماعت آ جائے جنہوں نے نماز نہیں پڑھی۔ سو وہ آپ کے ساتھ نماز پڑھیں، اور اپنے بچاؤ کا

حِذْرُهُمْ وَأَسْلِحَتُهُمْ ۚ وَذَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ تَغْفُلُونَ عَنْ أَسْلِحَتِكُمْ

سامان اور اپنے ہتھیار ساتھ لے لیں۔ کافروں کی یہ خواہش ہے کہ اگر تم اپنے ہتھیاروں سے اور اسباب سے غافل

وَأَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيلُونَ عَلَيْكُمْ مَيْلَةً وَاحِدَةً ۖ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ

ہو جاؤ تو تم پر ایک بارگی حملہ کر بیٹھیں، اور تم پر اس بات کا کوئی گناہ نہیں کہ

إِنْ كَانَ بِكُمْ أَذَىٰ مِنْ مَّطَرٍ أَوْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ أَنْ تَضَعُوا أَسْلِحَتَكُمْ ۚ

اگر بارش سے تکلیف ہو یا تم بیمار ہو تو اپنے ہتھیار رکھ دو

وَأُخَذُوا حِذْرُكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُهِينًا ۝

اور اپنے بچاؤ کا سامان لے لو، بے شک اللہ نے کافروں کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار فرمایا ہے،

آیت ۱۰: وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ (جب تم زمین میں سفر کرو) الضرب کا معنی یہاں سفر کرنا ہے۔ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ (تو تم پر کچھ گناہ نہیں) أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ (کہ تم نماز میں قصر کرو) یعنی رکعات نماز میں قصر کہ چار کی دو پڑھو۔

سوال: آیت کے ظاہر سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ قصر سفر میں رخصت ہے۔ اور تکمیل عزیمت ہے۔ جیسا کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا۔ کیونکہ لا جناح تخفیف ورخصت کے مواقع میں مستعمل ہوتا ہے۔ لازم ہونے کے معنی میں نہیں آتا۔

نقصان کے خیال پر اطمینان کے لئے گناہ کی نفی کی:

جواب: قصر عزیمت ہے۔ نہ کہ رخصت۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق اکمال جائز نہیں۔ صلاة السفر رکعتان تمام غیر قصر علی لسان نبیکم۔ رہی آیت تو انہیں اتمام سے الفت تھی پس اس بات کا امکان تھا۔ کہ ان کے دلوں میں قصر کی وجہ سے نماز میں نقصان کا خیال گزرے۔ پس اللہ تعالیٰ نے نفسوں کو قصر کے سلسلہ میں اطمینان دلانے کے لئے گناہ کی نفی کی تاکہ دلوں میں خوشی پیدا ہو۔ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَفْتِنَكُمُ الدِّينَ كَفَرُوا (اگر تمہیں خطرہ ہو کہ کفر تمہیں فتنے میں مبتلا کریں گے) یعنی اگر تمہیں خطرہ ہو کہ کفر تمہارے قتل کا قصد کریں گے۔ یا زخمی کرنے کی ٹھانیں گے۔ یا پکڑ لیں گے۔

خارجیوں: کے نزدیک قصر کے جائز ہونے کے لئے خوف شرط ہے۔ جیسا کہ بظاہر نص میں خوف کے موقع پر قصر کا جواز اترتا۔ جمہور: کے نزدیک خوف کی شرط نہیں۔ اس کی تاکید حضرت یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہوتی ہے کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا۔ ہم کیوں قصر کرتے ہیں جبکہ اب ہم امن میں ہیں۔ انہوں نے کہا مجھے بھی تعجب ہوا جس بات سے تمہیں ہوا۔ تو میں نے دربار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کے متعلق سوال کیا۔ تو فرمایا۔ صدقة تصدق اللہ بها علیکم فاقبلوا صدقته۔ مسلم ۶۸۶/۱/۲۵

یہ صدقہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر کیا ہے۔ پس اس کو قبول کرو۔

قصر صدقہ ہے:

مَسْئَلَةٌ: اس روایت سے یہ بات ثابت ہوئی کہ سفر کی صورت میں تکمیل جائز نہیں۔ کیونکہ ایسا صدقہ جس میں تملیک کا احتمال بھی نہ ہو وہ محض اسقاط ہے۔ اور اس کے واپس کرنے کا احتمال بھی نہیں۔ اگر صدقہ کرنے والا ایسے لوگوں میں سے ہو جس کی اطاعت لازم نہیں مثلاً متولی قصاص جب وہ معاف کر دے۔ پس جس کی اطاعت لازم ہے اس کی طرف سے کیا جانے والا صدقہ لزوم کا زیادہ حقدار ہے۔

وقت نزول کی کیفیت کا تذکرہ:

آیت کے نزول کے وقت ان کی حالت اسی طرح تھی۔ پس حالات کے موافق اتری جیسا کہ دوسری آیت میں ہے اِنْ اردن تحصناً۔ النور۔ ۳۳۔ (کیونکہ کچھ لوگ ارادہ تحصن کے باوجود ان سے برے کام کرواتے) اس کی دلیل عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی قراءت بھی ہے۔ من الصلاة ان يفتنکم ہے یعنی لئلا يفتنکم اس طرح کہ قصر سے مراد حالات میں قصر ہے۔ وہ یہ ہے کہ خوف شدید کے وقت جانور کے اوپر ہی اشارہ کر لے۔ یا رکوع سجود و قراءت تسبیح میں تخفیف کرے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ اِنَّ الْكُفْرَيْنَ كَانُوا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِينًا (بیشک کافر تمہارے کھلے دشمن ہیں) پس ان سے بچو۔ آیت ۱۰۲: وَاِذَا كُنْتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلَاةَ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب آپ ان میں ہوں اور نماز پڑھانے کا ارادہ کریں) ہم سے مراد اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اقامت یہاں اردت کے معنی میں ہے۔

صلوۃ خوف آپ کی خصوصیت نہیں:

امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے اس کو اپنے ظاہر سے متعلق کیا اسی لئے انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی نماز خوف کو خاص مانا ہے، مگر طرفین رحمہما اللہ کہتے ہیں۔ ائمہ، ہر زمانہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب ہیں پس آپ کو خطاب ان تمام کو شامل ہوگا۔ جیسا کہ دوسری آیت میں خذ من اموالہم صدقہ تطہرہم۔ التوبہ۔ ۱۰۳۔ اب زکوٰۃ ہر زمانہ میں ہے اور اس کی دلیل صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل ہے۔

فَلْتَقُمْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ مَعَكَ (پس ایک جماعت آپ کے ساتھ کھڑی ہو) ان کی دو جماعتیں بنادیں۔ ایک ان میں سے آپ کے ساتھ کھڑی ہو کر نماز ادا کرے اور دوسری جماعت دشمن کے سامنے کھڑی رہے۔
وَلْيَأْخُذُوا اسْلِحَتَهُمْ۔ (وہ اپنا اسلحہ ضرور ساتھ لے لیں جو کہ دشمن کے سامنے ہیں)۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اگر اس سے مراد نمازی ہو تو وہ ایسا اسلحہ جو نماز میں ان کو مشغول کرنے والا نہ ہو لے لیں، مثلاً تلوار، خنجر وغیرہ۔

سجدہ نماز مراد ہے:

فَإِذَا سَجَدُوا (پس جب وہ سجدہ کر چکیں) یعنی اپنی رکعت کو سجدہ سے مقید کر چکیں۔ سجود سے ظاہری سجدہ مراد ہے۔ مگر امام مالک رحمہ اللہ سجدہ سے نماز مراد لیتے ہیں۔

فَلْيَكُونُوا مِنْ وَّرَآءِكُمْ (پس وہ تمہارے پیچھے چلے جائیں) یعنی جب آپ کے ساتھ والی جماعت ایک رکعت ادا کر لیں۔ تو وہ پیچھے لوٹ کر دشمن کے سامنے کھڑے ہو جائیں۔

وَلَتَأْتِ طَائِفَةٌ أُخْرَى لَمْ يُصَلُّوا فَلْيُصَلُّوا مَعَكَ اور دوسری جماعت آئے جنہوں نے نماز نہیں پڑھی وہ آپ کے ساتھ نماز پڑھیں۔ لم یصلوا موضع رفع میں طائفہ کی صفت ہے۔ فلیصلوا سے مراد وہ دوسرا گروہ ہے جو ابھی دشمن کے سامنے کھڑا تھا۔ وہ رکعت ثانیہ میں شریک ہوگا۔

وَلْيَأْخُذُوا حِذْرَهُمْ وَاسْلِحَتَهُمْ (وہ اپنے بچاؤ کا سامان اور اسلحہ ساتھ لے لیں) حذر سے مراد بچاؤ والی چیز زرہ وغیرہ۔ اسلحہ جمع سلاح کی ہے۔ جس سے دشمن کے ساتھ قتال کیا جائے۔ اسلحہ لینا امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک شرط ہے۔ اور ہمارے نزدیک مستحب ہے۔ صلوۃ خوف کی کیفیت تو معروف ہے۔

وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ تَغَفَّلُوا عَنْ اسْلِحَتِكُمْ وَأَمْتِعَتِكُمْ (کافر لوگ تمنا کرتے ہیں کہ کاش تم اپنے اسلحہ اور سامان کی طرف سے غافل ہو جاؤ) یعنی ان کی تمنا یہ ہے کہ نماز کے دوران دھوکے سے تم پر حملہ آور ہوں۔ فیمیلون علیکم قبیلۃ واحداً (پس وہ تم پر ٹوٹ پڑیں یک بارگی) یعنی وہ تم پر یک بارگی حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ وَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًی مِنْ مَطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَرْضًی اَنْ تَضَعُوا اسْلِحَتَكُمْ وَخُذُوا حِذْرَكُمْ (اور تم پر گناہ نہیں اگر تمہیں بارش کی وجہ سے تکلیف ہو یا تم بیمار ہو۔ کہ تم اپنا اسلحہ رکھ دو اور اپنا بچاؤ لے لیا کرو)

فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَادْكُرُوا اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِكُمْ فَإِذَا

سوجب تم نماز ادا کر چکو تو اللہ کو یاد کرو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر۔ پھر جب

اطْمَأْنَنْتُمْ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا

مطمئن ہو جاؤ تو نماز قائم کرو، بے شک نماز مومنین پر فرض ہے جس کا

مَوْقُوتًا^{۱۰۳} وَلَا تَهْنُوا فِي ابْتِغَاءِ الْقَوْمِ إِنْ تَكُونُوا تَأْلَمُونَ فَإِنَّهُمْ يَأْلَمُونَ كَمَا

وقت مقرر ہے اور دشمنوں کا پیچھا کرنے میں سستی نہ کرو، اگر تم کو تکلیف ہوتی ہے تو ان کو بھی تکلیف ہوتی ہے جیسا کہ تمہیں

تَأْلَمُونَ^{۱۰۴} وَتَرْجُونَ مِنَ اللَّهِ مَا لَا يَرْجُونَ^{۱۰۵} وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا^{۱۰۶}

تکلیف ہوتی ہے۔ اور تم اللہ سے وہ امید رکھتے ہو جو وہ امید نہیں رکھتے، اور اللہ علیم ہے حکیم ہے۔

دشمن سے محتاط رہو:

اس آیت میں اسلحہ رکھنے کی رخصت دی جبکہ اسلحہ بوجھل ہو بارش سے تر ہو جانے کی بناء پر یا مرض کی وجہ سے کمزوری ہو۔ اور اس کے باوجود بچاوا لینے سے غفلت نہ اختیار کرو۔ کہیں دشمن اچانک حملہ آور نہ ہو جائے۔ إِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا (بیشک اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لئے ذلت آمیز عذاب تیار کر رکھا ہے) اس آیت میں مسلمانوں کے دلوں کو مضبوط کرنے کے لئے اطلاع دی کہ اللہ تعالیٰ ان کے دشمنوں کو ذلیل کرے گا۔ اور مسلمانوں کو یہ بتلانے کے لئے کہ بچاوے کا حکم غلبہ کی توقع میں قبول نہیں کرنا بلکہ اللہ تعالیٰ کا حکم سمجھ کر انجام دینا ہے۔ تاکہ ثواب ملے۔

تین طرز تفسیر:

آیت ۱۰۳: فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَادْكُرُوا اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِكُمْ (جب تم نماز سے فارغ ہو چکو۔ تو اللہ تعالیٰ کو قیام و قعود اور اپنے پہلوؤں پر پڑے یاد کرو) یعنی تمام احوال میں ذکر اللہ کی مداومت کرو۔ یا جب نماز کی ادائیگی کا ارادہ کرو تو کھڑے نماز ادا کرو جبکہ کھڑے ادا کر سکتے ہو۔ اور اگر قیام سے عاجز ہو تو بیٹھ کر اور اگر بیٹھنے کی سکت نہ ہو تو پہلو پر لیٹ کر۔ فَإِذَا اطْمَأْنَنْتُمْ (جب تم اطمینان کی حالت میں ہو جاؤ) یعنی خوف زائل ہو کر اطمینان میسر آ جائے۔ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ (تو نماز کو قائم کرو) یعنی ایک جماعت کے ساتھ اس کو مکمل ادا کرو۔ یا جب تم نماز قائم کرو تو پوری نماز پڑھو قصر نہ کرو۔

یا تیسری تفسیر یہ ہے۔ جب صحت پر اطمینان میسر ہو جائے تو قیام و رکوع و سجود کو مکمل کرو۔ إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى

الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّقْشُورًا (بیشک نماز ایمان والوں کیلئے وقت کی تعیین کے ساتھ فرض ہے) یعنی اوقات معلومہ کے ساتھ محدود ہے۔

آیت ۱۰۴: وَلَا تَهِنُوا (کافروں کے سلسلہ میں کمزوری نہ دکھاؤ اور سستی نہ کرو) فِي ابْتِغَاءِ الْقَوْمِ (کافروں سے لڑنے کی طلب میں) اور ان کے سامنے رکاوٹ بننے میں۔ پھر اس ارشاد سے مسلمانوں پر حجت قائم کی۔ اِنْ تَكُونُوا تَالِمُونَ فَانَّهُمْ يَالْمُونَ كَمَا تَالِمُونَ وَتَرْجُونَ مِنَ اللَّهِ مَا لَا يَرْجُونَ (اگر تم دکھ محسوس کرتے ہو تو وہ بھی زخموں کا دکھ محسوس کرتے ہیں۔ اور تم اللہ تعالیٰ سے امید رکھتے ہو (ثواب کی) اور وہ اس کی توقع نہیں رکھتے)

تلقین صبر:

مطلب یہ ہے کہ زخموں کی تکلیف یا قتل کا دکھ یہ فقط تمہارے ساتھ خاص نہیں بلکہ وہ تمہارے اور ان کے مابین مشترک ہے۔ ان کو اور تمہیں پہنچتا ہے۔ پھر وہ کافر ہو کر صبر کرتے ہیں۔ تم صبر کیوں نہیں کرتے جیسے وہ کرتے ہیں۔ حالانکہ تمہیں بدرجہ اولیٰ صبر کرنا چاہئے کیونکہ تمہیں اللہ تعالیٰ سے وہ توقعات ہیں جو انہیں نہیں۔ جیسے تمام ادیان پر اسلام کا غلبہ اور آخرت کا عظیم الشان وعدہ۔ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا (اللہ تعالیٰ جاننے والے ہیں) یعنی مسلمانوں کے دکھ و آلام کو جاننے والا ہے۔ حَكِيمًا (ان کے معاملات کی تدبیر میں حکمت والا ہے)

إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ

بلاشبہ ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ کتاب اتاری تاکہ آپ لوگوں کے درمیان فیصلہ دیں جو اللہ نے آپ کو

اللَّهُ ۖ وَلَا تَكُنْ لِلْخَائِبِينَ خَصِيمًا ۝۱۵ ۖ وَاسْتَغْفِرِ اللَّهَ ۖ إِنَّ اللَّهَ كَانَ

سمجھایا۔ اور نہ ہو جائیے خیانت کرنے والے لوگوں کے طرف دار، اور اللہ سے استغفار کیجئے، بے شک اللہ

غَفُورًا رَحِيمًا ۝۱۶ ۖ وَلَا تَجَادِلْ عَنِ الَّذِينَ يَخْتَانُونَ أَنْفُسَهُمْ ۖ إِنَّ

بخشتے والا ہے مہربان ہے۔ اور آپ ان لوگوں کی طرف سے جواب دی نہ کیجئے جو اپنی جانوں کی خیانت کر رہے ہیں بے شک

اللَّهُ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا أَثِيمًا ۝۱۷ ۖ يَسْتَخْفُونَ مِنَ النَّاسِ

اللہ پسند نہیں فرماتا اس شخص کو جو خیانت کرنے والا گنہگار ہو۔ جو شرماتے ہیں لوگوں سے

وَلَا يَسْتَخْفُونَ مِنَ اللَّهِ وَهُوَ مَعَهُمْ إِذْ يُبَيِّتُونَ مَا لَا يَرْضَىٰ مِنَ

اور اللہ سے نہیں شرماتے حالانکہ وہ ان کے ساتھ ہے جبکہ وہ راتوں کو اس بات کا مشورہ کرتے ہیں جس سے

الْقَوْلِ ۖ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطًا ۝۱۸ ۖ هَآأَنْتُمْ هَؤُلَاءِ جَدَلْتُمْ

اللہ راضی نہیں ہے، اور اللہ ان کے سب کاموں کو جاننے والا ہے۔ خبردار تم وہ لوگ ہو جو جھگڑتے ہو

عَنْهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ فَمَنْ يُجَادِلُ اللَّهَ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ

ان کی طرف سے دنیا والی زندگی میں سو کون جھگڑے گا ان کی طرف سے قیامت کے دن

طعمہ بن ابیرق اور حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہما کا واقعہ:

آیت ۱۰۵: روایت میں ہے کہ بنی ظفر کے ایک شخص طعمہ بن ابیرق نے اپنے پڑوسی قتادہ بن نعمان کی زرہ چرائی۔ وہ زرہ ایک آٹے کی بوری میں تھی۔ بوری میں سوراخ تھا، آٹا بوری کے سوراخ سے گرتا گیا۔ اور نشان پڑتا گیا۔ چور نے یہ بوری زید بن اسمین یہودی کے پاس چھپا دی۔ تلاش کرنے پر زرہ طعمہ کے پاس نہ ملی۔ اس نے اس کے متعلق قسم اٹھائی کہ اس نے نہیں لی۔ اور نہ اسے اس کا علم ہے۔ انہوں نے اسے چھوڑا اور آٹے کے نشان پر چلتے چلتے یہودی کے مکان پر پہنچے اور اس کو جا پکڑا۔ یہودی نے کہا۔ یہ تو طعمہ رکھ کر گیا ہے۔ اور اس سلسلے میں بعض یہود نے گواہی دی۔ بنو ظفر نے کہا چلو۔ میں رسول اللہ ﷺ کے ہاں لے چلو۔ چنانچہ انہوں نے آپ ﷺ سے درخواست کی کہ آپ اس کی طرف سے یہود کو جواب دیں۔ اور کہنے لگے۔ اگر آپ نے نہ کیا

تو ہمارا ساتھی ہلاک و رسوا ہو جائے گا اور یہودی بری الذمہ ہو جائے گا۔

آپ ﷺ نے اس کا ارادہ فرمایا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ اِنَّا اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ (بیشک ہم نے آپ کی طرف کتاب کو حق کے ساتھ اتارا ہے) حق کا معنی حق ہے حق کو ثابت کرنے والی۔ لَتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا اَرَاكَ اللّٰهُ (تاکہ تم لوگوں کے مابین فیصلہ کرو۔ اسکے مطابق جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم دیا ہے) ارای کا معنی بتلانا ہے جو وحی کے ذریعہ ہو۔ شیخ ابو منصور رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کا معنی بما الھمک بالنظر فی اصولہ المنزلۃ۔ جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو الہام کیا اس کے نازل شدہ اصولوں کی روشنی میں۔

مَسْئَلَةٌ: اس میں دلالت ہے کہ آپ ﷺ کے لئے اجتہاد جائز تھا۔ وَلَا تَكُنْ لِلْخَائِنِينَ خَصِيْمًا (آپ خائنین کی خاطر مخاصم نہ بنیں) یعنی بنو نضیر کی خاطر یہود سے مخاصمت نہ کریں۔

آیت ۱۰۶: وَاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ (اور اللہ تعالیٰ سے استغفار کریں) اس ارادے کا جو آپ نے فرمایا۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (بیشک اللہ تعالیٰ بخشنش فرمانے والے مہربان ہیں)

آیت ۱۰۷: وَلَا تَجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ (اور نہ مجادلہ کریں ان لوگوں کی طرف سے جو اپنے نفسوں کی خیانت کرنے والے ہیں) وہ معصیت کر کے اپنے نفسوں کی خیانت کرتے ہیں۔

معصیت خیانت ہے:

مَسْئَلَةٌ: نافرمانوں کی معصیت کو ان کے نفوس کی خیانت فرمایا۔ کیونکہ اس کا نقصان بالآخر نفوس کی طرف لوٹتا ہے۔ اس سے مراد طعمہ ہے۔ اور اسی طرح اس کی قوم میں سے جو اس کے معاون تھے۔ حالانکہ ان کو علم تھا کہ وہ چور ہے۔ یا لفظ جمع سے اس لئے ذکر کیا تا کہ طعمہ اور ہر خائن کو شامل ہو جائے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَيْْمًا (بے شک اللہ تعالیٰ نہیں پسند فرماتے جو کہ بڑا خائن گناہ گار ہو) یہاں خَوَّانًا مبالغہ کا لفظ لایا گیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ طعمہ خیانت میں بہت بڑھنے والا ہے اور خیانت پر جم جانے والا ہے۔ روایت میں آتا ہے کہ طعمہ راتوں رات مکہ بھاگ کر مرتد ہو گیا۔ اور وہاں ایک دیوار میں نقب زنی کی۔ وہ دیوار اس پر آگری اور وہ ہلاک ہو گیا۔

گناہ سے گناہ ملتا ہے:

مَسْئَلَةٌ: جب آدمی کا قدم کسی گناہ پر لڑکھڑا جاتا ہے تو اس گناہ کے کئی اور بھائی بھی ہوتے ہیں۔ جو ساتھ آ جاتے ہیں۔ مقولہ عمر رضی اللہ عنہ۔ آپ نے ایک چور کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ اس کی ماں روتی ہوئی آئی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ یہ پہلی بار کی چوری ہے جو اس سے ہوئی اس کو معاف کر دیں۔ آپ نے فرمایا۔ تو جھوٹ بول رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو پہلی مرتبہ کی غلطی پر نہیں پکڑتے۔

آیت ۱۰۸: يَسْتَخْفُونَ مِنَ النَّاسِ (وہ لوگوں سے حیا کرتے ہوئے چھپاتے پھرتے ہیں) ان کے ضرر کے خطرہ سے۔

أَمْ مَنْ يَكُونُ عَلَيْهِمْ وَكِيلًا ۝ وَمَنْ يَعْمَلْ سُوءًا أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ

یا کون ہو گا ان کا کار ساز، اور جو شخص کوئی گناہ کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے

ثُمَّ لِيَسْتَغْفِرَ اللَّهُ يَجِدِ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ۝ وَمَنْ يَكْسِبْ إِثْمًا فَإِنَّمَا

پھر اللہ سے مغفرت چاہے تو اللہ کو پائے گا بخشنے والا مہربان، اور جو شخص کوئی گناہ کرے تو یہ گناہ کرنا

يَكْسِبُهُ عَلَى نَفْسِهِ ۖ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝ وَمَنْ يَكْسِبْ خَطِيئَةً

اسی پر پڑے گا، اور اللہ علیم ہے حکیم ہے، اور جو کوئی شخص چھوٹا گناہ کرے

أَوْ إِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهِ بَرِيئًا فَقَدْ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُبِينًا ۝ وَلَوْ لَا

یا بڑا گناہ کرے پھر کسی بری آدمی کو اس کی تہمت لگا دے تو اس نے بڑا بہتان اور صریح گناہ اپنے اوپر لا لیا۔ اور اگر

فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهُ لَهَمَّتْ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ أَنْ يُضِلُّوكَ ۖ وَمَا

آپ پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو ان میں سے ایک گروہ نے یہ ارادہ کر ہی لیا تھا کہ آپ کو بہکا دیں، اور وہ

يُضِلُّونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّونَكَ مِنْ شَيْءٍ ۖ وَأَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْكَ

نہیں بہکاتے مگر اپنی ہی جانوں کو، اور آپ کو کچھ بھی ضرر نہ پہنچائیں گے، اور اللہ نے نازل فرمائی ہے آپ پر

الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۖ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ

کتاب اور حکمت اور آپ کو وہ باتیں بتائیں جن کو آپ نہیں جانتے تھے، اور آپ پر اللہ کا فضل

عَلَيْكَ عَظِيمًا ۝ لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّنْ نَّجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ

بہت بڑا ہے، نہیں ہے کوئی بھلائی ان کے بہت سے مشوروں میں مگر جو شخص صدقے

بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ ۖ وَمَنْ يَفْعَلْ

کا یا اچھی باتوں کا یا لوگوں کے درمیان اصلاح کرنے کا حکم دے اور جو شخص یہ

حیاء کا حقدار سب سے بڑھ کر اللہ عز و جل ہے:

وَلَا يَسْتَخْفُونَ مِنَ اللَّهِ (وہ اللہ تعالیٰ سے چھپا نہیں سکتے) اور نہ اس سے شرم کرتے ہیں۔ وَهُوَ مَعَهُمْ (حالانکہ وہ ان

کے ساتھ ہے) ان کے حالات سے مطلع ہے۔ اور اس پر کوئی چھپائی جانے والی چیز مخفی نہیں۔

مَسْئَلَةٌ: یہ آیت ان لوگوں کے لئے ہے جو اپنے رب سے حیا نہیں کرتے اور اس سے نہیں ڈرتے حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ وہ اس کے سامنے ہیں۔ ان کے اور اس کے سامنے کوئی آڑ نہیں اور نہ اوٹ ہے اور نہ کوئی چیز اس سے پوشیدہ رہ سکتی ہے۔ اِذْ يَبْتَثُونَ مَالًا يَرْضَوْنَ مِنَ الْقَوْلِ (جب کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف گفتگو کے متعلق تدبیریں کرتے رات گزارتے ہیں) یبْتَثُونَ کا معنی تدبیر کرنا رات کے وقت۔

مالا یَرْضَوْنَ سے مراد طعمہ کی یہ تدبیر کہ زرہ زید یہودی کے گھر پھینک آیا۔ تاکہ چور اور بن جائے اور یہ قسم کھالے کہ اس نے چوری نہیں کی۔

کلام دل کا قصد ہے:

مَسْئَلَةٌ: اس آیت میں اس بات کی دلیل ہے کہ کلام دراصل وہ مقصد ہے جو دل میں ٹھان لے اس لئے کہ یہاں تدبیر کو قول سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔

وَكَانَ اللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطًا (اور اللہ تعالیٰ ان کے تمام اعمال کا احاطہ کرنے والے ہیں) کوئی عمل اس کے احاطہ علمی سے باہر نہیں۔

ایک نحوی تحقیق:

آیت ۱۰۹: هَآئِنْتُمْ هَآؤُلَآءِ۔ ہا یہ تنبیہ کے لئے ہے۔ انتم مبتداء اور اولاء خبر ہے۔ جَدَلْتُمْ عَنْهُمْ (ہاں تم تو ایسے لوگ ہو کہ تم نے ان کی طرف سے جواب دہی کی باتیں کر لیں) مجادلہ کا معنی ان کی طرف سے جھگڑنا۔ مَخْرُوجٌ: نمبر ۱۔ یہ جملہ مبینہ ہے۔ کیونکہ اولاء خبر واقع ہو رہی ہے۔ جیسے نخی کو کہیں انت حاتم تجود بمالك۔

نمبر ۲۔ اولاء اسم موصول بمع الذین اور جادلتم، صلاب مطلب یہ ہوا۔ چھوڑو! تم تو ان کی طرف سے مجادلہ کر رہے ہو۔ ہم کی ضمیر کا مرجع طعمہ اور اس کی معاون پارٹی۔

فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فَمَنْ يُجَادِلُ اللَّهَ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ (دنیا کی زندگی میں پس کون اللہ تعالیٰ سے ان کی طرف سے قیامت کے دن جھگڑے گا) یعنی جب اللہ تعالیٰ ان کو عذاب میں پکڑیں گے تو کون طعمہ کی طرف سے جھگڑے گا۔ اَمْ مَنْ يَكُونُ عَلَيْهِمْ وَكِيلًا (یا وہ کون شخص ہوگا جو ان کا کام بنانے والا ہوگا) جو ان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب اور پکڑنے سے محافظت کرے گا۔

ظلم کی مراد:

آیت ۱۱۰: وَمَنْ يَعْمَلْ سُوءًا (جو شخص کوئی برائی کرے) سوء سے مراد ایسا گناہ جو شرک سے کم درجہ ہو۔ اَوْ يَظْلِمُ نَفْسَهُ (یا اپنے نفس پر ظلم کرے) ظلم سے مراد شرک ہے۔ یا ایسی برائی جس کا نقصان دوسروں کو پہنچے جیسا کہ طعمہ نے قتادہ اور یہودی کے سلسلہ میں کیا۔ (ایک کی چوری کی دوسرے کے ذمہ جھوٹ لگا دی) اور ظلم سے مراد ایسا برا کام جس کا وبال اسی تک پہنچتا ہو جیسے

جھوٹی قسم کھانا۔

ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللَّهُ (پھر اللہ تعالیٰ سے معافی کا طلبگار ہوا) يَجِدِ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا (وہ اللہ تعالیٰ کو بخشنے والا مہربان پائے گا)

اس میں طعمہ کو توبہ واستغفار پر آمادہ کیا گیا ہے۔

آیت ۱۱۱: وَمَنْ يَكْسِبْ اِثْمًا فَلَانَّمَا يَكْسِبُهُ عَلَى نَفْسِهِ (جو شخص گناہ کا کام کرتا ہے۔ تو وہ اپنے نفس پر اس کا اثر پہنچاتا ہے) کیونکہ اس کا وبال اسی پر پڑے گا۔ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا (اور اللہ تعالیٰ علم والے حکمت والے ہیں) پس وہ گناہ کی سزا کرنے والے کے علاوہ دوسرے کو نہیں دیتے۔

تعریف بہتان:

آیت ۱۱۲: وَمَنْ يَكْسِبْ خَطِيئَةً (جو شخص کوئی چھوٹا گناہ کرے) خطیئۃ سے گناہ صغیرہ مراد ہے۔ اَوْ اِثْمًا۔ اثم کبیرہ گناہ۔ اگر پہلے سے حقوق اللہ کو تلف کرنا مراد ہو تو دوسرے سے حقوق العباد مراد ہونگے۔ ثُمَّ يَرْمِ بِهِ بَرِيئًا (پھر اس نے اس کا الزام کسی بے قصور پر ڈال دیا) جیسا کہ طعمہ نے زید پر ڈالا۔ فَقَدْ اَحْتَمَلَ بُهْتَانًا وَاِثْمًا مُّبِينًا (اس نے بڑا عظیم جھوٹ اپنے اوپر لا دیا اور کھلا ہوا گناہ بے قصور پر ڈالا) کیونکہ وہ کسب گناہ سے گناہ گار بن گیا اور بری الذمہ پر لگانے کی وجہ سے بہتان بن گیا۔ گویا اس نے دو گناہ کیے۔ الْبُهْتَانُ ایسا جھوٹ جس پر عقل حیران رہ جائے اور وہ ایسے آدمی پر باندھا جائے جس کو کچھ علم نہ ہو۔

آیت ۱۱۳: وَلَوْ لَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهُ (اگر آپ پر اللہ تعالیٰ کا فضل و رحمت نہ ہوتی) فضل سے مراد اللہ تعالیٰ کی طرف سے حفاظت و عصمت اور رحمت سے مراد اس کی خصوصی مہربانی جس سے ان کو رازوں کی اطلاع دی۔

بنی ظفر کا طرز عمل:

لَهَمَّتْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ (تو ان میں سے ایک گروہ آپ کو بھٹکانے کا قصد کر چکا تھا) مراد بنی ظفر۔ یا بنو ظفر کا ایک گروہ ہے ہُمْ سے مراد لوگ۔ اَنْ يُضِلُّوكَ (کہ وہ آپ کو بھٹکا دیتے) صحیح فیصلہ سے اور طریق عدل کی پیروی سے باوجود اس بات کے جان لینے کے کہ ان کا ساتھی مجرم ہے۔ وَمَا يُضِلُّونَ اِلَّا اَنْفُسَهُمْ (اور وہ نہیں گمراہ کرتے مگر اپنے آپ کو) کیونکہ اس کا وبال ان کو پہنچے گا۔ وَمَا يَضُرُّوْكَ مِنْ شَيْءٍ (وہ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے) کیونکہ آپ نے ظاہر حال کے مطابق فیصلہ فرمایا تھا اور آپ کے دل میں یہ خیال تک بھی نہ تھا کہ حقیقت اس کے الٹ ہے۔

وَاَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ (اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب قرآن اتاری) وَالْحِكْمَةَ اور سنت۔ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ (اور آپ کو وہ علم دیا جو آپ نہ جانتے تھے) یعنی امور دین و شریعت کے سلسلہ میں یا مخفی امور اور دلوں کے راز و کمان فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا (اور اللہ تعالیٰ کا فضل آپ پر بہت بڑا ہے) اس سلسلہ میں کہ آپ کو علم دیا اور انعامات فرمائے۔

ذٰلِكَ اِبْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُوْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝۱۱۵ وَمَنْ

کام اللہ کی رضا جوئی کے لئے کرے گا سو ہم اس کو بڑا ثواب دیں گے، اور جو شخص

يُشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ

رسول کی مخالفت کرے اس کے بعد کہ اس کے لئے ہدایت ظاہر ہو چکی اور مسلمانوں کے راستے کے خلاف

سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلٰى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمُ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيْرًا ۝۱۱۶

کسی دوسرے راستے کا اتباع کرے تو ہم اس کو وہ کام کرنے دیں گے جو وہ کرتا ہے اور اس کو جہنم میں داخل کریں گے اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۖ وَمَنْ

بے شک اللہ اس بات کو نہ بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس کے علاوہ جتنے گناہ ہیں جس کے لئے اسے منظور ہوگا بخش دے گا۔ اور جو شخص

يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا ۝۱۱۷

اللہ کے ساتھ شرک کرے تو وہ دور کی بڑی گمراہی میں جا پڑا۔

آیت ۱۱۴: لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوَاهُمْ (ان کی اکثر سرگوشیوں میں کوئی بھلائی نہیں) ہُمْ سے مراد لوگ اِلَّا مَنۡ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ (مگر وہ سرگوشی جو صدقہ کی کی جائے)

نحوی تحقیق:

مَحْجُوْمٌ: نمبر ۱۔ کثیر مبدل منہ اور مَنْ اَمَرَ بدل مجرور ہے۔ نمبر ۲: یا نجواہم مبدل منہ اور مَنْ اَمَرَ بدل۔ نمبر ۳: مستثنیٰ منقطع کی وجہ سے منصوب ہے۔ الا بمعنی لکن ای من امر بصدقہ ففی نجواہ الخیر۔ (الا کو غیر کے معنی میں لینا زیادہ بہتر ہے گویا الا وصفی ہے۔ فقہ پر)

نیکی وہ جو شہرت سے بچ جائے:

اَوْ مَعْرُوْفٍ (یا کسی نیک کام کا) جیسے نمبر ۱۔ قرض۔ نمبر ۲۔ مظلوم کی داد رسی۔ نمبر ۳۔ ہراچھائی۔ صدقہ سے مراد زکوٰۃ لیس تو معروف سے نفلی صدقہ مراد ہے۔ اَوْ اِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ (یا لوگوں میں صلح صفائی) وَمَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ (جو یہ کام کرے گا) جن کا ذکر ہوا۔ اِبْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کی خاطر) اس شرط سے ریا کاری اور شہرت کے لئے کرنا خود خارج ہو گیا۔ یہ مقول لہ ہے۔

ایک اشکال کا جواب:

اشکال: پہلے فرمایا لا من امر۔ پھر فرمایا ومن بفعل ذلك۔ پہلے امر کہا پھر فعل کا ذکر کیا۔ حالانکہ امر تو قول ہے فعل نہیں۔
جواب: امر خیر کے ساتھ امر کا لفظ ذکر کیا تا کہ وہ اس کے کرنے والے پر دلالت کرے۔ کیونکہ جب حکم دینے والا پسندیدہ لوگوں میں آگیا تو فاعل بدرجہ اولیٰ اس میں داخل ہوگا۔ پھر من بفعل فرما کر اجر عظیم کا وعدہ اس سے منسلک کر دیا۔ یا حکم دینے والے کو بمنزلہ فاعل کے قرار دے کر یہ تعبیر فرمادی۔ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا (عنقریب ہم آپ کو بہت بڑا اجر دیں گے) قراءت: ابو عمر و اور حمزہ نے یؤتیہ پڑھا ہے۔

آیت ۱۱۵: وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ (جو شخص رسول کی مخالفت کریگا اس کے بعد کہ امر حق ظاہر ہو چکا تھا) یعنی دلیل یقینی سے واضح ہونے اور قطعی طور پر معلوم ہونے کے بعد کہ وہ ہدایت ہے۔ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ (وہ مؤمنوں کے راستہ کے علاوہ دوسرے راستہ پر چلے گا) سبیل سے مراد دین حنفی کا راستہ۔

اجماع حجت ہے:

مَسْتَكَلَّة: اس آیت میں دلیل ہے۔ کذا اجماع حجت ہے اس کی مخالفت جائز نہیں۔ جیسا کہ کتاب و سنت کی مخالفت جائز نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دونوں چیزیں۔ غیر سبیل المؤمنین اور مخالفت رسول کو ایک شرط سے مشروط کیا۔ اور اس کی سزا و عید شدید کی صورت میں ذکر کی۔ پس ان کی اتباع بھی موالات الرسول کی طرح ضروری ہے۔ نُؤْتِيهِ مَا تَوَلَّى (ہم اس کو پھیر دیں گے جدھر وہ پھرا) یعنی جس گمراہی کو اس نے اختیار کیا ہم وہی اس کو دے دیں گے۔ اور دنیا میں جس چیز کو اس نے چنا ہے۔ اس میں اس کو چھوڑ دیں گے۔

وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا (اور آخرت میں اس کو جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے) اس آیت میں طعمہ اور اس کے ارتداد کے متعلق جہنم کا ذکر فرمایا یہ آیت اسی کے متعلق اتری (کذا قال البغوی)

شرک کی معافی نہیں:

آیت ۱۱۶: إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ۔ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا۔ اس کی تفسیر گزری بعیداً سے مراد راہ حق سے دور ہوا۔

بے شک اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شرک کیے جانے کو معاف نہیں کریگا۔ اور شرک کے علاوہ جس کو معاف کرنا چاہے گا معاف کر دیگا (خواہ توبہ کے بعد یا بغیر توبہ کے) اور جو کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دیتا ہے۔ وہ راہ حق سے بھٹک گیا دور کا بھٹکنا)

إِنْ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ إِلَّا إِنثَاءً ۖ وَإِنْ يَدْعُونَ إِلَّا شَيْطَانًا

یہ لوگ اللہ کے سوا صرف عورتوں کو پکارتے ہیں اور نہیں پکارتے مگر شیطان کو

مَرِيدًا ۝۱۱۷ لَعَنَهُ اللَّهُ ۖ وَقَالَ لَا تَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيبًا

جو سرکش ہے جس پر اللہ نے لعنت کی، اور شیطان نے کہا کہ میں تیرے بندوں میں سے ایک مقررہ

مَفْرُوضًا ۝۱۱۸ وَلَا ضَلَالَةً ۖ وَلَا مَنِيْنَةً ۖ وَلَا مَرْنَةً ۖ فَلْيَبْتَكَنَّ

حصہ لے لوں گا اور میں ان کو گمراہ کروں گا۔ اور امیدیں دلاؤں گا اور ان کو تعلیم دوں گا سو وہ جانوروں کے

أَذَانَ الْأَنْعَامِ وَلَا مَرْنَهُمْ فَلْيَغْيِرَنَّ خَلْقَ اللَّهِ ۖ وَمَنْ يَتَّخِذِ

کانوں کو کانٹیں گے اور میں ان کو تعلیم دوں گا سو وہ اللہ کی بنائی ہوئی صورتوں کو بدلا کریں گے، اور جو شخص اللہ کو چھوڑ کر

الشَّيْطَانَ وَلِيًّا مِّنْ دُونِ اللَّهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرًا مُّبِينًا ۝۱۱۹ يَعِدُهُمْ

شیطان کو دوست بنا لے سو وہ صریح نقصان میں پڑ گیا۔ شیطان ان سے وعدے کرتا ہے

وَيَمْدِيهِمْ ۖ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا ۝۱۲۰ أُولَٰئِكَ مَاؤُهُمُ

اور ان کو آرزوئیں دلاتا ہے، اور شیطان ان سے صرف فریب والے وعدے کرتا ہے، ایسے لوگوں کا ٹھکانہ

جَهَنَّمَ ۚ وَلَا يَجْدُونَ عَنْهَا مَحِيصًا ۝۱۲۱

جہنم ہے اور اس سے کہیں بچنے کی جگہ نہ پائیں گے۔

اصنام کو انات کہنے کی وجہ:

آیت ۱۱۷: إِنْ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ (نہیں وہ عبادت کرتے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر) إِلَّا إِنثَاءً (مگر مؤنثوں کی) انات جمع انثی کی۔ اور وہ لات عزی و مناة ہیں۔ اہل عرب کا ہر قبیلہ کسی نہ کسی بت کی پوجا کرتا تھا۔ وہ اس کا نام فلاں قبیلہ کی مؤنث رکھتے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ اپنے اصنام کے متعلق کہتے یہ اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ وَإِنْ يَدْعُونَ (وہ عبادت نہیں کرتے) إِلَّا شَيْطَانًا مَرِيدًا (مگر شیطان مردود کی) کیونکہ شیطان نے ان کو بتوں کی عبادت پر آمادہ کیا۔ اور انہوں نے اس کی اطاعت کی۔ پس اس کی اطاعت کو عبادت قرار دیا۔ مَرِيدًا اطاعت سے نکلنے والا اور بھلائی سے عاری اور اسی سے امر دہی ہے۔

آیت ۱۱۸: لَعَنَهُ اللَّهُ وَقَالَ لَا تَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا (اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی رحمت سے دور کر دیا اور

شیطان نے کہا میں تیرے بندوں میں سے اپنا حصہ ضرور لوں گا (شیطان کی پہلی صفت مریداً اور دوسری لعنۃ اللہ ہے اور شیطان نے یہ انتہائی دشمنی والی بدترین بات کہی۔ مَقْرُوضاً قطعی جو میرے لئے لازم ہوگا۔ ایک ہزار میں سے ۹۹۹ شیطان کے لئے۔ ایک اللہ کے لئے۔

شیطانی چالیں:

آیت ۱۱۹: وَلَا ضَلَّتْهُمْ (اور میں ضرور ان کو راہ حق سے بھٹکاؤں گا) گمراہی کی طرف دعوت دے کر اور وسوسہ اندازی سے۔ اگر شیطان کے پاس گمراہی کو نافذ کرنے کی قوت ہوتی تو تمام گمراہ ہو جاتے۔

وَلَا مَنِيْنَهُمْ (اور میں ان کے دلوں میں باطل ہو سیں دلاؤں گا) یعنی باطل و بے کار تمنائیں ان کے دلوں میں ڈالوں گا۔ جیسے درازی عمر، امیدوں کو پالینا۔ وَلَا مَرْنَهُمْ فَلْيُبَيِّتْكَ الْأَنْعَامِ (میں ان کو تعلیم دوں گا جس سے وہ جانوروں کے کان کاٹیں گے) البتہ کاٹنا، کثرت سے چیرنا۔ بار بار چیرنا۔ مطلب یہ ہے کہ میں ان کو اس بات پر آمادہ کروں گا کہ وہ چوپایوں کے کان کاٹیں۔ وہ پانچ بچے جننے والی اونٹنی کے کان کاٹ دیتے۔ جبکہ پانچواں بچہ نہ ہو۔ اور اس سے نفع اٹھانا اپنے لئے حرام کر لیتے۔ وَلَا مَرْنَهُمْ فَلْيَغْيِرَنَّ خَلْقَ اللَّهِ (اور میں ضرور ان کو حکم دوں گا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی بناوٹ کو بدل ڈالیں گے) حامی (نرساںڈ) کی ایک آنکھ پھوڑ کر چھوڑ دیتے اور اس پر سواری نہ کرتے۔ یا غلاموں کو خنسی کر دیتے۔ یہ جانوروں میں درست ہے البتہ غلاموں میں ناجائز ہے۔ یا گود کر جسم پر تصاویر بناتے۔ انساب کی نفی کر کے دوسرے نبیوں کی طرف نسبت کرتے۔ یا سفید بالوں کو سیاہ رنگ کرتے۔ یا اپنی طرف سے تحریم و تحلیل کرتے یا خنثی بناتے۔ یا دین اسلام جو اللہ تعالیٰ کا فطری دین ہے اس کو تبدیل کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرما دیا لَا تَبْدِيلَ لَخَلْقِ اللَّهِ۔ الروم۔ ۳۰۔ وَمَنْ يَتَّخِذِ الشَّيْطَانَ وَلِيًّا مِّنْ دُونِ اللَّهِ (جس نے شیطان کو اپنا دوست بنایا اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر) اور اس بات کو قبول کیا جس کی طرف شیطان نے دعوت دی۔ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِينًا (وہ کھلے ہوئے نقصان میں مبتلا ہوا دونوں جہانوں میں)

آیت ۱۲۰: يَعِدُّهُمْ (وہ شیطان ان سے وعدے کرتا ہے) ان کو اس طرح کے وساوس ڈالتا ہے کہ جنت نہیں۔ دوزخ نہیں اور نہ ہی بعث و حساب ہے۔ وَيُمْنِيْنَهُمْ (اور ان کو امیدیں دلاتا ہے) جن کو وہ کبھی پانہیں سکتے۔ وَمَا يَعِدُّهُمْ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا (اور شیطان کا وعدہ ان سے محض فریب ہی ہوتا ہے) غرور۔ دیکھے کچھ اور ظاہر اس کے الٹ ہو۔

آیت ۱۲۱: أُولَٰئِكَ مَا لَهُمْ جَهَنَّمُ وَلَا يَجِدُونَ عَنْهَا مَحِيصًا (ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ اس سے چھٹکارے اور بھاگنے کا راستہ نہ پائیں گے)

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي

اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے عنقریب ہم ان کو ایسے باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے

مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا وَعْدَ اللَّهِ حَقًّا وَمَنْ

نہیں جاری ہوں گی۔ ان میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے اللہ تعالیٰ نے سچا وعدہ فرمایا ہے، اور کون ہے

أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ قِيلًا ۚ لَيْسَ بِأَمَانِيكُمْ وَلَا أَمَانِي أَهْلِ الْكِتَابِ ط

جس کا کہنا اللہ سے زیادہ سچا ہو۔ نہ تمہاری آرزوں پر مدار ہے اور نہ اہل کتاب کی امیدوں پر۔

مَنْ يَعْمَلْ سَوْءًا يُجْزَ بِهِ ۖ وَلَا يَجِدْ لَهُ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا

جو شخص برا عمل کرے گا اس کا بدلہ دیا جائے گا اور نہ پائے گا اللہ کے سوا کوئی دوست اور

نَصِيرًا ۚ وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أَنْثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ

مددگار، اور جو شخص نیک عمل کرے مرد ہو یا عورت اور وہ مؤمن ہو

فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ نَقِيرًا ۚ وَمَنْ أَحْسَنُ

تو یہ لوگ داخل ہوں گے جنت میں، اور ان پر اتنا ظلم بھی نہ ہوگا جتنا گڑھا کھجور کی گٹھلی میں ہے، اور اس سے بڑھ کر دین کے اعتبار سے کون اچھا

دِينًا مِّمَّنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَاتَّبَعَ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ط

ہوگا جس نے اپنی ذات کو اللہ کے لئے جھکا دیا، اور وہ اچھے کام کرنے والا ہے۔ اور اس نے ابراہیم کی ملت کا اتباع کیا جو سارے دینوں کو چھوڑ کر اللہ ہی کی طرف مائل

وَاتَّخَذَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا ۚ وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ط

ہونے والے تھے، اور اللہ نے ابراہیم کو دوست بنا لیا۔ اور اللہ ہی کے لئے ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے

وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطًا ۚ

اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا احاطہ فرمائے ہوئے ہے۔

آیت ۱۲۲: وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ (اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے) اور شیطان کی

کفریہ باتوں میں اتباع نہیں کی۔

سَنَدُ خُلُومٍ جَنَّتْ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا (عنقریب ہم ان کو ایسے باغات میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں چلتی ہیں وہ ان میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے)

قرأت: نخعی کی قراءت میں سید خلہم ہے۔ وَعَدَ اللَّهُ حَقًّا (اللہ تعالیٰ نے اس کا سچا وعدہ کیا ہے)
نَخْو: وعدہ اور حَقُّادونوں مصدر ہیں مفعول مطلق برائے تاکید لائے گئے ایک اپنے فعل کی تاکید جبکہ دوسرا اسی فعل کی تاکید ہے۔

استفہام بمعنی نفی:

وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ قِيلًا (کون بات میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچا ہے) قیل کا معنی قول ہے۔ یہ استفہام ہے جو نفی کے معنی میں آیا ہے۔ جس کا مقصد اللہ تعالیٰ کے سچے وعدوں اور شیطان کے جھوٹے وعدوں میں تقابلی موازنہ کرنا ہے یعنی اللہ تعالیٰ سے کوئی بھی زیادہ سچا نہیں۔ یہ تیسری تاکید ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ کیے گئے وعدے ضرور پورے فرمائیں گے۔

جھوٹی تمنا بے فائدہ ہے:

آیت ۱۲۳: لَيْسَ بِأَمَانِيكُمْ (حقیقت امر تمہاری تمناؤں پر نہیں) اے مشرک! کہ تمہارے یہ بت تمہیں فائدہ دیں گے۔ وَلَا أَمَانِي أَهْلِ الْكِتَابِ (اور نہ حقیقت اہل کتاب کی تمناؤں سے وابستہ ہے) جبکہ وہ اس حد تک دعویٰ کرنے والے ہیں: نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ وَأَحِبَّاؤُهُ [لمائدہ: ۱۸] کہ ہم تو اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور محبوب ہیں۔ اسی طرح: لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَعْدُودَةً (البقرہ: ۸۰) کہ ہمیں تو آگ چند دن لگے گی۔ مَنْ يَعْمَلْ سُوءًا يُجْزَ بِهِ (جو شخص کوئی برا عمل کرتا ہے اس کا بدلہ دیا جائے گا) خواہ مشرکین سے ہو یا اہل کتاب میں سے جیسا کہ آیت کے اگلے حصہ میں فرمایا۔ وَلَا يَجْزِلُهُ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا (وہ اپنے لئے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوست اور مددگار نہ پائے گا) اس میں کفار کو وعید سنائی گئی کیونکہ بعد والی آیت میں فرمایا۔

آیت ۱۲۴: وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ مِنْ ذَكَرٍ أَوْ اُنْثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ (جو شخص بھی کوئی نیک عمل کرے گا۔ خواہ وہ مرد ہو یا عورت اس حال میں کہ وہ مؤمن ہو)۔

نَخْو: ہو مؤمن یہ حال ہے۔ اور پہلا مَنْ۔ تجعظیہ اور دوسرا مَنْ يعمل کے ابہام کو دور کرنے کے لئے ہے۔

نکتہ: اس آیت سے یہ اشارہ نکلتا ہے کہ اعمال ایمان کا جز نہیں ہیں۔

ایمان دخول جنت کا اصل سبب ہے:

فَاُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ (پس وہ جنت میں داخل ہونگے)

قرأت: مکی ابو عمرو اور ابو بکر رحمہم اللہ نے يَدْخُلُونَ پڑھا ہے۔ وَلَا يُظْلَمُونَ نَقِيرًا (اور ذرہ بھر بھی حق تلفی نہیں کی جائے گی) نَقِير وہ گڑھا جو گٹھلی کی پشت میں ہوتا ہے۔ لا يظلمون کی ضمیر نیک و بد عمل کرنے والے تمام کی طرف ہے۔ اور یہ کہنا بھی درست ہے کہ ایک فریق کے ہاں اس کا تذکرہ کرنا دوسرے فریق کے ہاں تذکرہ کرنے کیلئے دلیل ہو۔ اور ارشاد الہی: مَنْ يَعْمَلْ

سوءاً یجذبہ اور وہ منیٰ عمل من الصالحات کو اہل کتاب کی تمہیات کے بعد ذکر کرنا جیسے کہ دوسری آیت: بَلٰی مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيئَتُهُ (البقرہ ۸۱) اور ارشاد الہی: وَالَّذِينَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كُوْنُوْا مِنْ اُولٰٓئِکَ (البقرہ ۱۷۷)۔ وقالوا لن تمسنا النار اِلا اياماً معدودة۔ (تو گویا ایک فریق کا تذکرہ فرمایا وہاں دوسرا خود اس سے سمجھا اور مانا جاتا ہے) وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلّٰهِ (اور ایسے شخص سے کس کا دین اچھا ہوگا جس نے پھیر لیا اپنا چہرہ اللہ تعالیٰ کی طرف) یعنی جس نے اپنی ذات کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کر دیا اور مکمل طور پر اس کے سپرد کر دیا کہ اس کے سوا کسی کو رب و معبود جانتا ہی نہیں۔ وَهُوَ مُحْسِنٌ (اس حال میں کہ وہ مخلص ہو) یعنی نیک کاموں کو اپنانے والا ہو۔ وَاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيفًا (اور اس نے اتباع کی ملت ابراہیم علیہ السلام کی جو سب سے یکسو ہو جانے والے تھے) حَنِيفًا باطل دینوں سے منہ موڑ کر راہ حق پر گامزن۔

حَنِيفًا: حنیف یا ابراہیم سے حال ہے یا واتبع سے حال ہے۔

لفظ خلیل کی تحقیق و تعریف:

وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا (اور اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خالص دوست بنایا) خلیل یا اپنے اصل کے لحاظ سے الخال تھا۔ اس کو کہتے ہیں جو تمہارے خلل اور بگاڑ کی درستگی کرے۔ یا خلل اصل ہے جس کا معنی گھر میں آنا جانا ہے۔ یا خلل کا معنی رخنہ اور شکاف ہے جو تمہارے شکاف و خلل کو اسی طرح دور کرے جیسا وہ اپنے شکاف کو کرتا ہے۔ خلت خالص دوستی کو کہتے ہیں۔ جو رازوں کے خالص ہونے کی وجہ سے خصوصیت کو لازم کرتی ہے۔ اور محبت زیادہ مخلصانہ ہے کیونکہ وہ دل کی گہرائی سے ہے۔ یہ جملہ معترضہ ہے اس کا کوئی محل اعراب نہیں۔ جیسا کہ شاعر کے اس کلام میں۔

یالیت شعری والحوادث جمہ

جملہ کافائدہ:

ملت و طریق ابراہیمی کی اتباع کی تاکید کر دی۔ کیونکہ جو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس مرتبہ کو پہنچا ہو۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو خلیل بنایا۔ تو اس کا راستہ اتباع و پیروی کے لئے لائق و مناسب ہے۔ اگر اس کو ماقبل جملوں پر بطور عطف لایا جاتا تو یہ معنی نہ دے سکتا۔ حدیث شریف میں وارد ہے رسول اللہ ﷺ نے دریافت کیا جبریل بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل کیوں بنایا۔ تو انہوں نے جواب دیا کیونکہ وہ مخلوق کو کھانا کھلاتے۔ اور لوگوں کو خوب سلام کہتے۔ اور رات کو لوگ سوتے اور وہ نماز میں مشغول ہوتے۔ (بیہقی ۹۶۱۶ فی شعب الایمان) ایک قول یہ بھی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی کہ میں نے تجھے خلیل بنایا کیونکہ تو لینے کی بجائے دینا پسند کرتا ہے۔ اور ایک روایت میں یہ ہے تو لوگوں کو دیتا ہے خود ان سے طلب نہیں کرتا۔

خلیل کو اللہ کی خلت کی حاجت ہے:

آیت ۱۲۶: وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ (اور جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے وہ اللہ ہی کا ہے) اس

وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ ۚ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ ۚ وَمَا يُتْلَىٰ

اور وہ آپ سے عورتوں کے بارے میں فتویٰ طلب کرتے ہیں۔ آپ فرمادیجئے کہ اللہ تمہیں ان کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے اور وہ جو کتاب میں

عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ فِي يَتِمَّى النِّسَاءِ الَّتِي لَا تُوْتُونَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ

تم پر تلاوت کیا جاتا ہے ان یتیم عورتوں کے بارے میں جن کو تم وہ حق نہیں دیتے جو ان کے لئے مقرر کیا گیا ہے

وَتَرْغَبُونَ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الْوِلْدَانِ وَأَنْ تَقُومُوا

اور تم رغبت رکھتے ہو کہ ان سے نکاح کرو۔ اور ضعیف بچوں کے بارے میں بھی تم پر آیات تلاوت کی جاتی ہیں اور یہ کہ

لِلْيَتَمَىٰ بِالْقِسْطِ ۚ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِهِ عَلِيمًا ﴿۳۷﴾

تم یتیموں کے حق میں انصاف کے ساتھ قائم رہو۔ اور جو کوئی خیر کا کام کرے سو اللہ تعالیٰ اس کا جاننے والا ہے۔

میں اس بات کی دلیل بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کی خُلت کی خلیل کو حاجت ہے۔ اللہ تعالیٰ کو کسی کی خُلت کی ضرورت نہیں۔ کیوں کہ وہ اس سے پاک ہے۔ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطًا (اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا احاطہ کرنے والے ہیں) اپنے علم کے لحاظ سے۔ فتویٰ، مبہم کی وضاحت کا نام:

آیت ۱۲۷: وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ (وہ عورتوں) (کی میراث) کے متعلق آپ سے دریافت کرتے ہیں) یعنی وہ آپ سے عورتوں کے متعلق فتویٰ طلب کرتے ہیں۔ اور افتاء، مبہم کو واضح کرنے کو کہتے ہیں۔ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ وَمَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ فِي يَتِمَّى النِّسَاءِ۔ (اے محمد ﷺ) کہہ دیں کہ اللہ عورتوں کے متعلق تم کو اپنا حکم کھول کر بتاتا ہے۔ اور جو تم پر پڑھا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں یتیم عورتوں کے متعلق (یعنی اللہ تعالیٰ اپنا حکم بتا رہے ہیں۔

الکتاب سے مراد قرآن مجید اور فی یتامی سے مراد یہ آیت ہے وان خفتن الا تقسطوا فی یتامی النساء۔ ۳۔ اور یہ اس طرح ہے جیسے کہتے ہیں۔ اعجبنی زید و کرمہ۔ مجھے زید کی سخاوت نے تعجب میں ڈالا۔

نَحْوُ: وَمَا يُتْلَىٰ۔ یُفْتِيكُمْ کی ضمیر عطف کی وجہ سے مرفوع ہے یا لفظ اللہ پر عطف کی وجہ سے۔ یتلی کا صلہ فی یتامی النساء ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے،۔ یتلی علیکم فی معنائہن۔ نمبر ۲۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ فی یتامی النساء فیہن سے بدل ہو۔ اور اضافت من کے معنی میں ہو۔

غلط روش کی تردید:

الَّتِي لَا تُوْتُونَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ (وہ عورتیں جن کو تم ان کا لازم کردہ حق نہیں دیتے ہو) یعنی جو ان کا میراث میں حصہ مقرر

ہوا۔ اور عرب میں یتیم بچیوں کو اپنے ساتھ ملا تے اور ان کا مال بھی لے لیتے۔ اگر خوبصورت ہوتیں تو ان سے شادی کر لیتے اور مال کھا جاتے اور اگر بد صورت ہوتیں تو شادی سے ان کو روکتے یہاں تک کہ وہ مرجاتیں اور وہ ان کے وارث بن جاتے۔ وَتَرَّ غُوبُنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ (اور تم ان سے نکاح میں رغبت رکھتے ہو) ان کی خوبصورتی کی وجہ سے یا ان کی بد صورتی کی وجہ سے نکاح سے بے رغبتی رکھتے ہو۔ وَالْمُسْتَضْعِفِيْنَ مِنَ الْوُلْدَانِ (اور کمزور بچے) یعنی یتیم۔

نَحْوُ: المستضعفين یہ یتامی النساء پر عطف کی وجہ سے مجرور ہے۔

نحوی تحقیق:

زمانہ جاہلیت میں مضبوط آدمی کو وارث بناتے بچوں اور عورتوں کو چھوڑ دیتے۔ وَأَنْ تَقُومُوا لِلْيَتَامَى (یہ کہ تم قائم کرو انصاف یتامی کے لئے) **نَحْوُ:** (۱) یہ بھی المستضعفين کی طرح مجرور ہے۔ معنی اس طرح ہے یفتیکم فی یتامی النساء و فی المستضعفين، و فی ان تقوموا۔ نمبر ۲۔ یا منصوب ہے۔ اور معنی یہ ہے۔ یا امر کم ان تقوموا۔ اس صورت میں ذمہ داروں کو خطاب ہے کہ وہ ان کی دیکھ بھال کریں۔ اور ان کے حقوق پورے پورے دیں۔ بِالْقِسْطِ (انصاف و عدل کے ساتھ) ان کے اموال و میراث کے سلسلہ میں۔ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ (اور جو تم بھلائی کا کام کرو) فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِهِ عَلِيمًا (پس اللہ تعالیٰ اس کو جاننے والے ہیں) وہ اس پر بدلہ دیں گے۔

نَحْوُ: ماتفعلا شرط فان الله یہ جواب شرط ہے۔

وَإِنْ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا أَوْ إِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا

اور اگر کوئی عورت اپنے شوہر کی طرف سے بد مزاجی کا یا بے رخی کا اندیشہ کرے تو دونوں پر کچھ گناہ نہیں

أَنْ يَصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ وَأُحْضِرَتِ الْأَنْفُسُ

کہ آپس میں کسی خاص طریقہ پر صلح کر لیں۔ اور صلح اچھی چیز ہے۔ اور انسانوں کے نفسوں میں کجی حاضر کر دی

الشُّحَّ وَإِنْ تُحْسِنُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ﴿۱۲۸﴾

گئی ہے اور اگر تم اچھا برتاؤ رکھو اور پرہیز گاری اختیار کرو تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان کاموں سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو

وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا أَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ

اور تم ہرگز اس بات پر قادر نہیں ہو کہ عورتوں کے درمیان عدل قائم رکھو اگرچہ تم حرص کرو۔ لہذا تم بالکل ہی نہ

الْمِيلِ فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ وَإِنْ تُصْلِحُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ

ڈھل جاؤ جس کی وجہ سے ایک عورت کو اوٹھ میں لٹکی ہوئی چھوڑ دو۔ اور اگر تم اصلاح کرو اور پرہیز گاری اختیار کرو تو بے شک اللہ تعالیٰ

غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۱۲۹﴾ وَإِنْ يَتَفَرَّقَا يُغْنِ اللَّهُ كُلًّا مِنْ سَعَتِهِ وَكَانَ

غفور ہے رحیم ہے اور اگر دونوں جدا ہو جائیں تو اللہ ہر ایک کو اپنی عطا کی ہوئی وسعت کے ذریعہ بے نیاز کر دے گا

اللَّهُ وَاسِعٌ حَكِيمٌ ﴿۱۳۰﴾

اور اللہ کشاکش والا اور حکمت والا ہے

شرط پر صلح میں حرج نہیں:

آیت ۱۲۸: وَإِنْ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا (اگر کسی عورت کو اپنے شوہر کی طرف سے بد مزاجی کا خطرہ ہو) یعنی علامات و قرائن سے احتمال ہو۔ النشوز خاوند بیوی سے خشکی دکھائے اور اس کا حق اور خرچہ روک دے۔ اور گالی گلوچ اور ضرب سے تنگ کرے۔ اَوْ إِعْرَاضًا یارخ پھیر لینے کا خطرہ ہو۔ کہ وہ اس سے میل جول میں کمی کرتا اور انس و محبت میں کمی کرتا ہو خواہ اس کے بڑھاپے یا بد صورتی کی وجہ سے یا اس کے اخلاق یا خلقت یا رنج یا دوسری سے آنکھ لگ جانے کی وجہ سے یا اور اسی طرح کی صورت ہو۔ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا تو کوئی حرج نہیں کہ وہ اپنے مابین (کسی شرط پر) مصالحت

کر لیں۔

قراءت: کوئی نے یصالحا پڑھا۔ یصالحا اصل میں يتصالحا ہے تا کو صا دکر کے ادغام کیا گیا ہے۔ صلحا یہ مصدر ہے اور ہر دو فعل مصدر کے معنی میں ہیں الصلح کا معنی یہ ہے کہ وہ دونوں باہمی خوشدلی سے صلح کر لیں کہ وہ عورت خوشدلی سے کسی تقسیم پر راضی ہو جائے یا بعض حصے پر راضی ہو جائے یا بعض مہر خاوند کو واپس کر دے یا تمام واپس کر دے یا خرچہ کا مطالبہ نہ کرے۔

صلحا (ان یصلحا کا کو مفعول بنانا صحیح ہے خواہ مجرد و مزید کا فرق ہے جیسا کہ اس آیت میں انبتہ اللہ نباتا) وَالصِّلْحُ خَيْرٌ (اور صلح بہتر ہے) جدائی سے یا نافرمانی سے یا ہر چیز میں جھگڑا ڈالنے سے۔ یا الصلح خیر من الخیور کہ بھلائیوں میں سے بڑی بھلائی صلح ہے جیسا کہ جھگڑا شرور میں سے بڑا اثر ہے۔

بخل طبع انسانی کا حصہ ہے:

نَحْوُ: یہ جملہ معترضہ ہے۔ جیسا کہ: وَأُحْضِرَتِ الْأَنْفُسُ الشُّحَّ انسانی طبائع سے حرص غائب نہیں ہوتی۔ اس آیت میں بخل کو نفس انسانی کے پاس ہر وقت حاضر باش قرار دیا کہ وہ کبھی اس سے غائب نہیں۔ یعنی وہ طبع انسانی کا حصہ ہے۔ مقصد یہ ہے کہ عورت اپنے حصہ سے درگزر کے لئے تیار نہیں اور مرد اس کو اس کا حصہ دینے کے لئے تیار نہیں۔ جب کہ وہ اس سے بے رغبتی رکھتا ہو۔ ہر ایک اپنے آرام کا طالب ہے۔

احضرت کے دو مفعول ہیں اول انفس اور دوسرا الشح۔

پھر طبیعت کی مخالفت پر آمادہ کیا اور شریعت کی اتباع کا حکم دیا۔ وَإِنْ تَحْسِنُوا (اور اگر تم احسان کرو) اگرچہ وہ تمہیں ناپسند اور دوسری پسند ہوں مگر حق صحبت کا خیال کرتے ہوئے ان کو قائم رکھو۔ وَتَتَّقُوا (بے رغبتی اور اعراض سے بچو) اور ان چیزوں سے بھی جو جھگڑے اور ایذا کا باعث ہوں۔ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ تَوَّابًا تو اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال احسان و تقویٰ سے خبیروا (مطلع ہیں) پس وہ تمہیں ثواب عنایت فرمائیں گے۔

لطیفہ: عمران خارجی علیہ ما علیہ بنی آدم کے انتہائی بد صورت لوگوں میں سے تھا۔ اور اس کی بیوی انتہائی خوبصورت۔ عورت نے اس کو دیکھ کر کہا الحمد للہ۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میں اور تو جنتی ہیں۔ عمران نے کہا وہ کیسے۔ عورت نے کہا تمہیں مجھ جیسی خوبصورت ملی تو تم نے شکر کیا اور مجھے تجھ جیسا بد صورت ملا تو میں نے صبر کیا اور جنت تو شا کرین و صابرین کے لئے تیار کی گئی ہے۔ (اگر خارجی ان میں سے ہوئے تو! فافہم)

عدل کی تعریف:

آیت ۱۲۹: وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا أَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ (تم ہرگز طاقت نہیں رکھتے کہ تم عورتوں کے درمیان عدل کرو) یعنی ایسی

برابری اور عدل کہ بالکل جھکاؤ نہ ہو۔ پس عدل کی تکمیل اسی میں ہے کہ ان کے مابین تقسیم، نفقہ، خیال رکھنے، التفات نظر، متوجہ ہونا، دل لگی کی گفتگو، خوش طبعی وغیرہ میں برابری کی جائے۔

ایک قول یہ بھی کہ العدل کا مطلب محبت میں برابری ہے۔ رسول اللہ ﷺ اپنی بیویوں میں تقسیم کے سلسلہ میں برابری فرماتے اور فرماتے اے اللہ یہ میری تقسیم اس سلسلہ میں ہے جو میرے قبضہ میں ہے۔ لیکن جو بات میرے قبضہ میں نہیں صرف تیرے اختیار میں ہے۔ اس میں تو میری پکڑ نہ کر۔ یعنی محبت۔ کیونکہ آپ ﷺ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ محبت تھی۔

حتى الامكان عدل کرو:

وَلَوْ حَرَصْتُمْ (اگرچہ تم اس کی کتنی خواہش کرو) فَلَا تَمِيلُوْا كُلَّ الْمِيلِ (مگر کامل طور پر جھک نہ جانا) یعنی اس میں میلان اختیار کر کے مرغوب کی طرف زیادہ نہ جھکو کہ اس کی رضامندی کے بغیر اس کا حصہ روک لو۔ یعنی تمام میلان سے پرہیز تو آسانی اور سہولت کی غرض سے ہے۔ مگر اس میں تفریط سے کام نہ لو کہ بالکل عدل سے ہی تفریط ہو جائے۔ اس ارشاد میں ایک طرح کی توجیح ہے۔

خَجُوْ: كُلَّ كَالْفَظِ مَصْدَرٌ كِي وَجَدَ مِنْ صَوْبٍ هِيَ كِيُوْنَكَ اس کا حکم مضاف الیہ کا ہوتا ہے۔

فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ (کہ تم اس کو ادھر میں لٹکی ہوئی کی طرح چھوڑ دو) کہ نہ وہ راند رہے نہ سہاگن۔ وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا (اور اگر تم ان کی اصلاح کر لو۔ اور بگاڑ سے بچتے رہو) فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (تو اللہ تعالیٰ معاف کرنے والے مہربان ہیں) وہ دلوں کا میلان تمہیں معاف کر دیں گے اور تم پر رحمت فرماتے ہوئے سزا نہ دیں گے۔

آیت ۱۳۰: وَاِنْ يَتَفَرَّقَا (اور اگر وہ دونوں الگ الگ ہو جائیں) اور کسی چیز پر صلح نہ کریں اور خلع یا طلاق سے علیحدگی اختیار نہ لیں۔ اور اس کا حق مہر اور نفقہ عدت پورا پورا دے دیں۔ يٰغْنِ اللّٰهُ كُلًّا (تو اللہ تعالیٰ ہر ایک کو دوسرے کا محتاج نہ رکھے گا) مِّنْ سَعَتِهِ (اپنی وسعت) قدرت اور غناء کے ساتھ) یعنی عورت کو بہتر خاوند دے دے گا اور اچھی گزران پہلی گزران سے۔ وَكَانَ اللّٰهُ وَّاسِعًا (اور اللہ تعالیٰ وسعت والے ہیں) کہ اس نے نکاح کو حلال کر دیا۔ حَكِيْمًا (اور حکمت والے ہیں) کہ رخصت کرنے کی اجازت دے دی۔ السَّعَتُ قَدَرٌ وَغِنَاءٌ كُوْكِبَتِ هِيَ۔ الواسع الغنى، المقتر۔

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۖ وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰتٰوْا

اور اللہ ہی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے اور البتہ ہم نے ان لوگوں کو وصیت کی جن کو تم سے

الْكِتٰبِ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاَيَّاكُمْ اَنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ ۖ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ

پہلے کتاب دی گئی اور تم کو بھی وصیت کی کہ اللہ سے ڈرو، اور اگر کفر کرو گے تو بلاشبہ اللہ ہی کے لئے ہے

مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۖ وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا ۝۱۳۱ وَلِلّٰهِ

جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، اور اللہ بے نیاز ہے۔ لائق حمد و ستائش ہے اور اللہ ہی کے لئے ہے

مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۖ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِیْلًا ۝۱۳۲ اِنْ يَّشَآءْ

جو آسمانوں اور زمین میں ہے، اور کارساز ہونے کے لئے اللہ کافی ہے اے لوگو اگر اللہ چاہے

يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ وَيَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ ۖ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰی ذٰلِكَ

تو تم سب کو ختم کر دے۔ اور دوسروں کو لے آئے، اور اللہ کو اس پر

قَدِيْرًا ۝۱۳۳ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا

قدرت ہے۔ جو شخص ارادہ کرے دنیا کے ثواب کا تو اللہ کے پاس دنیا و آخرت کا

وَالْاٰخِرَةِ ۖ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ۝۱۳۴

ثواب ہے اور اللہ سنے والا دیکھنے والا ہے۔

تَفْسِيْرُ آيَةِ ۱۳۱:

اس آیت میں اپنا غنی اور قادر ہونا بتلایا۔ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ (اور اللہ تعالیٰ ہی کی ملکیت میں وہ سب کچھ ہے جو آسمانوں اور جو زمین میں ہے) پیدا کرنے کے اعتبار سے، اور وہ اپنے غلاموں کو بطور غلام مالک بنانے والا ہے۔

وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰتٰوْا الْكِتٰبَ (تحقیق ہم نے وصیت کی ان لوگوں کو جن کو کتاب دی گئی) الْكِتٰبِ میں الف لام جنس کا ہے اور تمام آسمانی کتابیں مراد ہیں۔ مِنْ قَبْلِكُمْ (تم سے پہلے) گزشتہ امتیں۔

اصل سعادت تقویٰ ہے:

نَجْوٰی: یہ وصینا یا اوتوا سے متعلق ہے۔ وَاَيَاكُمْ (اور تمہیں) یہ الذین اوتوا کا معطوف ہے۔ اَنْ اتَّقُوا اللّٰهَ (کہ تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو) یا ان مفسرہ ہے کیونکہ وصیت قول کے معنی میں ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ یہ پرانی وصیت ہے جو پرانے زمانہ سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو فرماتے ہیں۔ یہ صرف تمہیں ہی نہیں کی گئی کیونکہ بندے تقویٰ سے ہی اس کے ہاں سعادت مند بنتے رہے ہیں۔ وَاِنْ تَكْفُرُوْا (اور اگر تم کفر کرو) اس کا عطف بھی اتقوا پر ہے۔ کیونکہ مطلب یہ ہے کہ ہم نے ان کو اور تمہیں تقویٰ کا حکم دیا۔ اور انہیں بھی کہا اور تمہیں بھی کہتے ہیں۔ اِغْنِیََّا حَمِیْدًا (پس بیشک اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور اللہ تعالیٰ غنی اور حمید ہیں) غنی یعنی مخلوق سے اور ان کی عبادات سے اور حمید ہیں یعنی مستحق حمد ہیں اس کی تعریف کثرت انعام کی وجہ سے کی جاتی ہے۔ خواہ ان کی کوئی تعریف کرے یا نہ کرے (وہ ان کی تعریف کا محتاج نہیں)

حکم تقویٰ مالک ہونے کی وجہ سے:

نکتہ: نمبر ۱۔ اللّٰهُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ دوبارہ لایا گیا۔ تاکہ یہ بات پختہ طور پر ثابت کر دی جائے کہ اس کے تقویٰ کا سبب یہ ہے کہ ساری خلق اسی ہی کی ہے اور وہ ان کا خالق و مالک ہے۔ پس اس کا حق یہ ہے کہ مخلوق اس کی اطاعت کرے اور نافرمانی نہ کرے۔

نمبر ۲۔ اس میں یہ بھی ثبوت مہیا کر دیا کہ تقویٰ تمام بھلائیوں کی جڑ ہے۔ اور تقویٰ کا حکم دینے کے بعد ان تکفروالا کر بتلا دیا کہ مراد تقویٰ سے شرک سے بچنا ہے۔

کار ساز وہی ہے:

آیت ۱۳۲: وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَكَفٰی بِاللّٰهِ وَكِیْلًا (اور اللہ تعالیٰ ہی کی ملکیت میں ہے جو آسمانوں اور جو زمین میں ہے اور اللہ تعالیٰ کا کار ساز ہونا کافی ہے) پس اسی کو کار ساز بناؤ۔ غیروں پر بھروسہ نہ کرو۔

عظمت قدرت:

آیت ۱۳۳: اِسْ اٰیٰتِیْنَ فِی الْکِتٰبِ لِقَوْمٍ یَّذٰکُرُوْنَ (اس آیت میں بندوں کو ڈرایا اور اپنی قدرت کو بیان فرمایا۔ اِنْ یَّشَآءِ یُذْهِبْکُمْ (اگر وہ چاہے تو تم کو فنا کر دے) اِیَّہَا النَّاسُ وَیَاۡتِیْ بِاٰخِرِیْنَ (اے لوگو! اور دوسروں کو لے آئے یا انسانوں کے علاوہ دوسری مخلوق لے آئے) وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰی ذٰلِكَ قَدِیْرًا (اور اللہ تعالیٰ کو اس بات پر قدرت حاصل ہے) اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کو بلیغ انداز میں بیان فرمایا۔ (اور کفار کو دھمکی دی)۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ

اے ایمان والو! انصاف پر قائم ہونے والے اللہ ہی کے لئے گواہی دینے والے بن کر رہو۔ اگرچہ تمہاری جانوں

أَوِ الْوَالِدِينَ وَالْأَقْرَبِينَ ۚ إِنَّ يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا فَاللَّهُ أُولَىٰ بِهَمَا ۚ

یا تمہارے ماں باپ یا تمہارے رشتہ داروں کے خلاف پڑ جائے۔ اگر غنی ہے یا فقیر ہے تو اللہ تعالیٰ کو دونوں کے ساتھ تم سے زیادہ تعلق ہے

فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَىٰ أَنْ تَعْدِلُوا ۚ وَإِنْ تَلَوْا أَوْ تَعْرَضُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا

سو تم انصاف کرنے میں خواہش نفس کا اتباع نہ کرو اور اگر تم کج بیانی کرو گے تو بلاشبہ اللہ تمہارے

تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ﴿۱۲۵﴾

سب کاموں سے باخبر ہے۔

فقط طلب دنیا طلب خیس ہے:

آیت ۱۳۴: مَنْ كَانَ يُرِيدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا (جو دنیا کے ثواب کا طالب ہے) جیسے کوئی مجاہد اپنے جہاد سے مال غنیمت کا طالب ہو۔ فَعِنْدَ اللَّهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ (پس اللہ تعالیٰ کے ہاں دنیا اور آخرت کا ثواب ہے) پس یہ شخص کیوں صرف ایک کا طالب بننا اور دوسرے کو چھوڑتا ہے۔ اور جو یہ طلب کرتا ہے وہ تو بہت ہی حقیر و خیس ہے۔

وَكَانَ اللَّهُ سَمِيعًا (اور اللہ تعالیٰ ہر بات کو سننے والے ہیں) بِصِيرًا (اور ہر فعل کو دیکھنے والے ہیں) اس حصہ آیت میں وعدہ اور وعید دونوں پائے جاتے ہیں (سبحان اللہ)

تَفْسِيرُ آیت ۱۳۵:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ (اے ایمان والو! انصاف پر خوب قائم رہنے والے ہو جاؤ) یعنی اقامت عدل میں خوب کوشش کرو یہاں تک کہ ظلم نہ کرو۔ شُهَدَاءَ لِلَّهِ (اللہ تعالیٰ کے لئے گواہی دینے والے) یعنی تم اپنی گواہی خالص اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے لئے دو۔

خَبِيرًا: قوامین خبر اول اور شہداء خبر ثانی ہے۔

اقرار شہادت علی النفس:

وَلَوْ عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ (اگرچہ وہ گواہی اپنے نفسوں کے خلاف ہی کیوں نہ ہو) شہادت علی نفسہ کا مطلب یہ ہے کہ اپنے نفس کے خلاف اقرار کیونکہ یہ بھی شہادت ہے۔ کیونکہ حق کو اپنے اوپر اس نے لازم کیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ دعویٰ

شہادت اقرار یہ تینوں چیزیں کسی ایک کے دوسرے پر حق کی خبر و اطلاع میں برابر ہیں۔ البتہ تینوں میں فرق یہ ہے کہ دعویٰ یہ اپنے ذاتی حق کی اطلاع ہے جو غیر کے ذمہ ہے۔ اقرار کسی دوسرے کا حق اپنے اوپر تسلیم کرنا۔ شہادت دوسرے کے حق کے لئے دوسرے کے خلاف اطلاع دینا ہے۔

أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ (یا والدین اور قرابت داروں کے خلاف ہو) یعنی اگر شہادت اپنے ماں باپ اور اقارب کے خلاف ہو۔ اِنْ يَكُنْ (اگرچہ وہ شخص) جس کے خلاف گواہی دی گئی ہے۔ غَنِيًّا (مالدار ہو) تو پھر بھی گواہی سے نہ رکے اس کی مالداری کی وجہ سے کہ اس کی رضا مندی کو چاہنے لگے۔ اَوْ فَقِيْرًا (یا فقیر ہو) اس پر شفقت و رحمت گواہی سے نہ روکے۔ فَاللّٰهُ اَوْلٰی بِهِمَا (اللہ تعالیٰ کا تعلق ان دونوں سے زیادہ ہے) یعنی ان کو دیکھ کر اور ان پر رحمت کھاتے ہوئے۔

ایک لغوی تحقیق:

مَخْفُو: بہما میں ضمیر تشبیہ لائے حالانکہ ضمیر واحد لانی چاہئے تھی۔ کیونکہ مطلب اس کا یہ ہے کہ اگر ان دونوں میں سے ایک ہے اس لئے کہ جس پر قول باری تعالیٰ غنیا او فقیراً دلالت کرتا ہے ضمیر اس کی طرف لوٹ رہی ہے۔ اور وہ فقیر و غنی کی جنس ہے۔ گویا

کلام اس طرح ہے۔ فاللہ اولیٰ بجنسی الغنی و الفقیر یعنی بالا غنیاء و الفقراء۔ پس دونوں کی جنس مراد ہے تو تشبیہ کی ضمیر درست ہوئی۔

(جس کے حق یا خلاف شہادت دی جا رہی ہے۔ وہ دونوں سیاق کلام سے معلوم ہو رہے ہیں ان کی طرف ضمیر لوٹالی جائے تو اشکال نہیں رہتا۔ فافہم)

فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰی (نہ اتباع کرو خواہش نفس کی) بِالْاِرَادَةِ اَنْ تَعْدِلُوْا (کہیں تم حق سے ہٹ جاؤ) یہ عدول سے ہے یا اس بات کے خطرے کے پیش نظر کہ تم لوگوں کے درمیان عدل سے مڑ جاؤ۔ وَاِنْ تَلَوْْا اَوْ تَعْرِضُوْا (اگر تم کج بیانی کرو یا پہلو تہی اختیار کرو)

قراءت و نحو:

تَلَوْْا۔ ایک واؤ اور لام کے ضمہ سے۔ شامی و حمزہ نے پڑھا ہے۔ یہ الولایۃ سے ہے۔ اگر تمہیں شہادت کے قائم کرنے کا ذمہ دار بنایا جائے یا اس کے قائم کرنے سے اعراض کرو۔ ان کے علاوہ قراء نے دو واؤ اور سکون لام سے پڑھا۔ اس صورت میں یہ الٹی سے ہے۔ مطلب یہ ہوگا اگر تم موڑو! اپنی زبانیں حق کی شہادت سے یا عداوت سے فیصلہ سے۔ یا تم شہادت سے اعراض کرو جو تمہارے پاس ہے اور اس کو روک لو۔

فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا (تو اللہ تعالیٰ کو تمہارے اعمال کا خبر ہے) پس وہ اس پر تمہیں بدلہ دے گا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَى رَسُولِهِ

اے ایمان والو! ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس کی کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر نازل فرمائی

وَالْكِتَابِ الَّذِي أَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ۚ وَمَنْ يَكْفُرْ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ

اور ان کتابوں پر جو اس سے پہلے نازل فرمائیں۔ اور جو شخص منکر ہو اللہ کا اور اس کے فرشتوں کا اور اس کی کتابوں کا

وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا ۝۱۳۶ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا

اور اس کے رسولوں کا اور آخرت کے دن کا تو وہ گمراہ ہو کر دور کی گمراہی میں جا پڑا۔ بے شک جو لوگ ایمان لائے

ثُمَّ كَفَرُوا ثُمَّ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا ثُمَّ أَرَادُوا كُفْرًا لَمْ يَكُنِ اللَّهُ لِيَغْفِرَ

پھر کافر ہوئے پھر ایمان لائے پھر کافر ہوئے پھر کفر میں بڑھتے چلے گئے تو اللہ ان کو

لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيلًا ۝۱۳۷

نہیں بخشنے گا اور نہ ان کو راہ دکھائے گا۔

تفسیر آیت ۱۳۶: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا (اے ایمان والو)۔

ثبات و اخلاص کی دعوت:

اٰمِنُوْا (ایمان کے سلسلہ میں اتباع کرو) اور اس پر مداومت اختیار کرو۔ یہ ایمان والوں کو خطاب ہے یا اہل کتاب کو کیونکہ کتاب کے بعض حصے پر ان کو ایمان تھا اور کچھ رسل پر۔ اور بعض رسل کا انکار کرتے تھے۔

یا منافقین کو خطاب فرمایا۔ اس صورت میں معنی یہ ہوگا۔ اے وہ لوگو! جو منافقت کے طور پر ایمان لائے ہو تم مخلص مسلمان بن جاؤ۔

بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ (اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول) یعنی محمد ﷺ پر۔ وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَى رَسُولِهِ (اور اس کتاب) (یعنی قرآن) پر جو اس نے اپنے رسول پر اتارا) وَالْكِتَابِ الَّذِي أَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ (اور وہ کتاب جو اس نے اس سے پہلے اتاری) الكتاب سے جس کتاب مراد ہے۔ جو پہلے انبیاء علیہم السلام پر اتریں۔ اور اس پر دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد دو کتبہ دلالت کرتا ہے۔

بَشِّرِ الْمُنَافِقِينَ بِأَنَّ لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۝۳۸ الَّذِينَ يَتَّخِذُونَ الْكَافِرِينَ

منافقین کو خوشخبری سنا دیجئے کہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے جو منافقین کو چھوڑ کر

أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ أَيْبَتُغُونَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَإِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا ۝۳۹

کافروں کو دوست بناتے ہیں۔ کیا ان کے پاس عزت تلاش کرتے ہیں۔ بلاشبہ ساری عزت اللہ کے لئے ہے۔

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتِ اللَّهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ

اور اللہ نے تم پر کتاب میں حکم نازل فرمایا ہے کہ جب تم سنو کہ اللہ کی آیات کا انکار کیا جا رہا ہے اور ان کا مذاق کیا

بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ ۖ إِنَّكُمْ إِذَا

جا رہا ہے تو ان کے ساتھ نہ بیٹھو یہاں تک کہ وہ کسی دوسری بات میں مشغول ہو جائیں۔ بلاشبہ تم اس حالت میں

مَثَلُهُمْ ۖ إِنَّ اللَّهَ جَامِعُ الْمُنَافِقِينَ وَالْكَافِرِينَ فِي جَهَنَّمَ

ان جیسے ہو جاؤ گے، بلاشبہ اللہ منافقوں کو اور کافروں کو سب کو دوزخ میں جمع

جَمِيعًا ۝۴۰

فرما دے گا

قراءت ونحو:

نَزَلَ وَاَنْزَلَ۔ مکی وشامی نے پڑھا اور ابو عمرو نے بھی۔ اور دوسرے قراء نے ان دونوں الفاظ کو مثنیٰ للفاعل پڑھا۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ نزل علی رسولہ اور انزل من قبل کیلئے ہے کیونکہ قرآن مجید جدا جدا تھوڑا تھوڑا بیس سال میں اترا بخلاف ان کتب کے جو اس سے پہلے اتریں۔ وَمَنْ يَكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكِتٰبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ (اور جو شخص اللہ اور اس کے ملائکہ اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور یوم آخرت کا انکار کرے گا) یعنی ان میں سے کسی ایک چیز کا انکار کرے گا (فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا) (پس تحقیق وہ دور کی گمراہی میں جا پڑا) کیونکہ بعض کا انکار تمام کا انکار ہے۔

تفسیر آیت ۱۳۷:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا (بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے) یعنی موسیٰ پر۔ ثُمَّ كَفَرُوا (پھر انہوں نے انکار کر دیا) جبکہ منجھڑے کی پوجا شروع کر دی۔ ثُمَّ آمَنُوا (پھر دوبارہ موسیٰ پر طور سے واپسی پر ایمان لے آئے) ثُمَّ كَفَرُوا (پھر انہوں نے عیسیٰ کا انکار کر دیا)۔

از دیادِ کفر خطرناک ہے:

ثُمَّ ارْزَادُوا كُفْرًا (پھر کفر میں مزید ترقی کر گئے) حضرت محمد ﷺ کا انکار کرنے کی وجہ سے۔ لَمْ يَكُنِ اللَّهُ لِيُغْفِرْ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيلًا (اللہ تعالیٰ ان کو بخشنے والے اور ان کی مغفرت فرمانے والے اور ان کو ہدایت کی طرف راستہ دینے والے نہیں ہیں) سبیل سے مراد نجات کا راستہ یا جنت کا راستہ۔ یا پھر اس سے مراد منافقین ہیں جو کہ ظاہر میں ایمان لائے اور پوشیدہ طور پر کفر کرتے رہے مسلسل۔ اب از دیا د کفر سے مراد موت تک کفر پر قائم رہنا ہے۔ اور اس کی تائید اس ارشاد الہی سے ہوتی ہے۔ بَشِيرِ الْمُنْفِقِينَ (کہ منافقین کو تم خوشخبری دے دو) یعنی اطلاع دے دو اور بشر کا صیغہ تحکم اور استہزاء کے لئے لایا گیا۔ بَانَ لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا (کہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے)

منافقین کا طرزِ عمل:

آیت ۱۳۹: الَّذِينَ يَتَّخِذُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ أَسِغُونَهُمُ الْعِزَّةَ (وہ لوگ جو کافروں کو دوست بناتے ہیں ایمان والوں کو چھوڑ کر کیا وہ ان کے ہاں عزت کے طالب ہیں)

مخبر: اللہ کے نام پر۔ ذمہ کی وجہ سے منصوب ہے۔ یا نمبر ۲۔ مرفوع ہے۔ بمعنی اريد اللہ اللہ۔ یا نمبر ۳۔ ہم اللہ اللہ۔

منافقین کفار سے دوستی اختیار کرنے والے تھے۔ ان سے مدد و حفاظت کے طالب ہوتے اور کہتے کہ محمد ﷺ کا معاملہ تکمیل پذیر ہوتا نظر نہیں آتا۔ فَإِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا (پس بیشک عزت اللہ تعالیٰ کے لئے ہے) مکمل اور جس کو وہ عزت دے جیسے نبی اکرم ﷺ اور مومن جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ۔ المنافقون۔ ۸۔

تفسیر آیت ۱۲۰:

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ (تحقیق اس نے تم پر اتارا) فِي الْكِتَابِ (یعنی قرآن میں) قُرْآنَاتٍ نَزَّلَ نُونِ کے فتح کے ساتھ عاصم نے پڑھا۔ جبکہ دوسروں نے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

محالست منافقین کی ممانعت:

اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰیٰتِ اللّٰهِ یُكْفَرُ بِهَا وَیُسْتَهْزَءُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰی یَخْرُجُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِہ (کہ جب تم اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ کفر اور استہزاء ہوتا ہوا دیکھو تو ان کے ساتھ مت بیٹھو یہاں تک کہ وہ کسی دوسری بات میں مصروف ہو جائیں) یعنی یہاں تک کہ کفر و استہزاء قرآن کے علاوہ کوئی اور بات شروع کر دیں۔ الخوض شروع ہونا۔ اَنْ یہ مخففہ من المثقلہ ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ انہ اذا سمعتم یعنی تم پر اتارا کہ معاملہ اس طرح ہے۔ والشان سے مراد وہ حالت جو جملہ سے شرط جزاء سمیت معلوم ہو رہی ہے۔

مَحْمُود: اَن اپنے اس موقعہ کے لحاظ سے نُزُل سے موضع رفع میں ہے۔ یا پھر نُزُل کی وجہ سے موضع نصب میں ہے اور المنزل علیہ۔ کتاب میں وہ آیات ہیں جو مکہ میں اتریں جیسا یہ آیت: **وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِيهِ** اَلَيْتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ بِكُمْ ۖ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللَّهِ قَالُوا أَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۖ

جو اس بات کے انتظار میں رہتے ہیں کہ تمہارے اوپر کوئی مصیبت آپڑے، سو اگر تمہارے لئے اللہ کی طرف سے فتح یا پی حاصل ہو جائے تو کہتے ہیں کیا ہم

وَأِنْ كَانَ لِلْكَافِرِينَ نَصِيبٌ ۖ قَالُوا أَلَمْ نَسْتَحِذْ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعُكُم مِّنَ

تمہارے ساتھ نہ تھے اور اگر کافروں کو کچھ حصہ مل جائے تو ان سے کہتے ہیں کیا ہم تم پر غالب نہ آ گئے تھے اور کیا ہم نے تم کو مسلمانوں سے

الْمُؤْمِنِينَ ۖ فَاللَّهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ ۖ وَلَنُجْزِلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ

نہیں بچایا، سو اللہ قیامت کے دن تمہارے درمیان فیصلے فرمائے گا۔ اور اللہ ہرگز کافروں کو مسلمانوں سے مقابلہ

عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا ۚ

میں غالب نہ فرمائے گا۔

حَتَّىٰ يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ ۚ [الانعام: ۶۸]

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مشرکین مکہ قرآن مجید کا تذکرہ اپنی مجالس میں کر کے اس کا مذاق اڑاتے۔ مسلمانوں کو ان کی مجالست سے روک دیا گیا۔ جب تک کہ وہ اس میں مصروف رہیں۔ مدینہ میں منافقین نے بھی مشرکین مکہ کا طرز عمل اپنا لیا۔ اس لئے مسلمانوں کو ان کے ساتھ بیٹھنے سے روک دیا گیا۔ جیسا کہ ان کو مشرکین مکہ کی ہم مجلسی سے روکا گیا۔ گناہ کے اعتبار سے تمثیل:

إِنَّكُمْ إِذَا قَاتَلْتُمُوهُمْ (بیشک تم اس وقت ان کی طرح ہو) گناہ میں جبکہ تم ان کے ساتھ ٹھہرے رہے۔ یہاں ہر اعتبار سے تمثیل مقصود نہیں۔ منافقین کا ایسی باتوں میں مصروف ہونا کفر ہے۔ اور مسلمانوں کا ان کے ساتھ بیٹھنا معصیت ہے۔ إِنَّ اللَّهَ جَامِعُ الْمُنَافِقِينَ وَالْكَافِرِينَ فِي جَهَنَّمَ جَمِيعًا (بیشک اللہ تعالیٰ منافقین اور کفار کو جہنم میں جمع کرنے والے ہیں) کیونکہ وہ کفر و استہزاء میں دونوں جمع ہیں۔

آیت ۱۴۱: الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ بِكُمْ (وہ ایسے ہیں کہ تم پر مصیبت و افتاد پڑنے کے منتظر رہتے ہیں) کہ تمہیں کوئی کامیابی و غنیمت نہ ملے یا تمہارے میں ایسی چیز کے منتظر ہیں جس سے نئی فتح میسر ہو۔ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللَّهِ (اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہیں فتح ہو گئی) اور نصرت و غنیمت مل گئی۔ قَالُوا أَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ (تو کہتے ہیں کیا ہم تمہاری پشت پناہی کرنے والے نہ تھے) پس ہمیں بھی غنیمت میں شریک کرو۔

مؤمن و کافر کی کامیابی میں فرق:

وَإِنْ كَانَ لِلْكَافِرِينَ نَصِيبٌ (اور اگر کافروں کو حصہ مل جاتا ہے) مسلمانوں کی کامیابی کو فتح فرمایا تاکہ ان کی عظمت شان ظاہر ہو۔ کیونکہ یہ اتنا بڑا معاملہ ہے۔ جس سے آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں اور کفار کی کامیابی کو نصیب کہا جو کہ ایک خیس حصہ ہے۔ کیونکہ بچی کھچی دنیا ان کو ملے گی۔

نَحْوُ: الَّذِينَ يَتَّخِذُونَ سِدًّا يَوْمَ يُنْفَخُ الْأَشْجَارُ يُنْفَخُ الْغُفْرَانُ (وہ کہتے ہیں) یعنی کفار کو اَلَمْ نَسْتَحْوَذْ عَلَيْكُمْ (کیا ہم تم پر غالب نہ آنے لگے تھے) اور تمہارے قتل پر قدرت نہ پالی تھی مگر ہم نے تمہیں چھوڑ دیا۔ الاستحواذ کا معنی غلبہ و استیلاء ہے۔ وَنَمْنَعُكُم مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ (اور ہم نے تمہیں مسلمانوں سے بچا نہیں لیا) کہ ہم نے ان کو ایسا خیال دلایا جس سے ان کے دل کمزور ہو گئے۔ اور وہ تمہارے قتال سے ست پڑ گئے۔ اور تمہارے خلاف ان کی معاونت میں ہم نے سستی کی پس ہمارا حصہ نکالو! جو تم نے مال غنیمت پایا ہے۔

قیامت میں کافر مغلوب ہوگا:

قَالَ اللَّهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ (پس اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان اے مؤمنو اور منافقو فیصلہ فرمائے گا) يَوْمَ الْقِيَمَةِ (قیامت کے دن) پس منافقین کو آگ میں داخل کرے گا۔ اور مؤمنین کو جنت عنایت فرمائیں گے۔ وَلَنُيَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا (اور ہرگز اللہ تعالیٰ نے کافروں کو مؤمنوں پر کوئی راستہ نہیں دیا) قیامت میں جس کی دلیل اول آیت کا حصہ ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اسی طرح مروی ہے۔ یا سبیل کا معنی حجت ہے۔ اسی طرح عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

إِنَّ الْمُنَافِقِينَ يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ وَإِذَا قَامُوا إِلَى

بے شک منافق اللہ کو دھوکہ دیتے ہیں اور حال یہ ہے کہ اللہ ان کی دھوکہ بازی کی ان کو سزا دینے والا ہے اور جب وہ نماز کو کھڑے

الصَّلَاةِ قَامُوا كُسَالً لَا يَرَاءُونَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا

ہوتے ہیں تو کسل مندی کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں، لوگوں کو دکھاتے ہیں اور اللہ کو یاد نہیں کرتے مگر

قَلِيلًا ۝ مَّذَبِّحِينَ بَيْنَ ذَلِكَ ۖ لَا إِلَى هَؤُلَاءِ وَلَا إِلَى هَؤُلَاءِ ۚ

تھوڑا سا آخر میں لگے ہوئے ہیں اس کے درمیان، نہ ان لوگوں کی طرف نہ ان لوگوں کی طرف،

وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ سَبِيلًا ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا

اور جسے اللہ گمراہ کر دے اس کے لئے تو ہرگز کوئی راستہ نہ پائے گا، اے ایمان والو! مومنوں کو

تَتَّخِذُوا الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ۚ أَتُرِيدُونَ أَنْ

چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بناؤ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ

تَجْعَلُوا لِلَّهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا مُبِينًا ۝

اپنے اوپر اللہ کی صریح حجت قائم کر لو،

منافقین کے اعمال کی کیفیت:

آیت ۱۴۲: إِنَّ الْمُنَافِقِينَ يُخَادِعُونَ اللَّهَ (بیشک منافق اللہ تعالیٰ سے مخادعہ کرتے ہیں) یعنی وہ ایسا معاملہ کرتے ہیں جو دھوکہ دینے والے کی طرح ہو۔ کہ ایمان کا اظہار اور دل میں کفر۔

منافق جو ایمان کو ظاہر کرے اور باطن میں کفر چھپائے۔ یا وہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء کو دھوکہ دیتے ہیں یعنی مومنوں کو۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے دھوکہ کو اپنے ساتھ دھوکہ قرار دیا مسلمانوں کی عظمت و شرافت کو بڑھانے کے لئے۔ وَهُوَ خَادِعُهُمْ (اور وہ ان کی چال بازی کی سزا ان کو دینے والے ہیں) اللہ تعالیٰ ان سے وہ سلوک فرمانے والے ہیں جو دھوکہ میں غالب آنے والا کرتا ہے۔ وہ اس طرح کہ ان کو دنیا میں محفوظ اموال و دماء والا کر دیا۔ اور آخرت میں ان کے لئے آگ کا سب سے نچلا طبقہ منتخب فرمایا ہے۔ وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا كُسَالً (جب وہ نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو سستی سے کھڑے ہوتے ہیں) ناپسندیدگی اور بوجھل پن سے۔ البتہ غفلت کا شکار تو کبھی کبھی مومن بھی ہو جاتا ہے۔ کسالی جمع کسلان جیسے۔ کلا ری جمع سکران۔ يَرَاءُونَ النَّاسَ (وہ لوگوں کے سامنے دکھلاوا کرتے ہیں) یہ حال ہے۔ وہ اپنی نماز سے دکھلاوے اور شہرت کا قصد

کرتے ہیں۔ المراءۃ یہ رویت سے باب مفاعلہ ہے۔ کیونکہ دکھلاوے والا ان کو اپنا عمل دکھلا رہا ہوتا ہے۔ اور وہ لوگ اس کو امتحان کی نظر سے دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ وَلَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا (وہ اللہ تعالیٰ کو بہت تھوڑا یاد کرتے ہیں) وہ تھوڑی نماز پڑھتے ہیں۔ یعنی لوگوں کی غیر موجودگی میں تو وہ بالکل نماز نہیں پڑھتے۔ یا تسبیح تہلیل سے اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتے مگر بہت قلیل۔ اللہ کے لئے قلیل بھی بہت ہے:

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے اگر وہ قلیل بھی اللہ تعالیٰ کے لئے ہوتا تو بہت ہوتا۔

مذبذب کی حقیقت:

آیت ۱۴۳: مُذَبِّذِينَ یہ منصوب علی الذم ہے۔ یعنی رد کیئے ہوئے۔ مطلب یہ ہوا کہ شیطان اور خواہشات نے ان کو کفر و ایمان کے درمیل میں مذبذب کر دیا ہے۔ وہ ان کے مابین حیران پھرنے والے ہیں اور مذبذب کی حقیقت تو یہی ہے کہ وہ دونوں طرفوں سے ہی دفع کیا جاتا ہے۔ وہ ایک جانب قرار نہیں پاتا۔ الذبذبہ میں جوتا کید ہے وہ الذب میں نہیں۔ بَيْنَ ذَلِكَ (اس کے درمیان) یعنی کفر و ایمان کے درمیان۔ لَا إِلَى هَؤُلَاءِ وَلَا إِلَى هَؤُلَاءِ (نہ تو وہ ان کی طرف منسوب ہیں کہ وہ مؤمن شمار ہوں اور نہ ان کی طرف منسوب ہیں کہ ان کو مشرک کہا جائے) وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ سَبِيلًا (جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے پس تم ہرگز اس کے لئے کوئی راستہ نہ پاؤ گے) یعنی ہدایت کی طرف ان کو راہ نہ ملے گی۔

آیت ۱۴۴: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ أَتُرِيدُونَ أَنْ تَجْعَلُوا لِلَّهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا مُبِينًا (اے ایمان والو! مسلمانوں کو چھوڑ کر تم کافروں کو دلی دوست نہ بناؤ۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تمہارے لئے واضح حجت اللہ تعالیٰ کے ہاں پیدا ہو جائے) سلطان مبین سے عذاب دینے کی واضح دلیل مراد ہے۔

إِنَّ الْمُنْفِقِينَ فِي الدَّرَكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيرًا ۝۱۴۵

بے شک منافق دوزخ کے سب سے نیچے طبقے میں ہوں گے اور تو ہرگز ان کے لئے کوئی مددگار نہ پائے گا۔

إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَاعْتَصَمُوا بِاللَّهِ وَأَخْلَصُوا دِينَهُمْ

سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے توبہ کر لی اور اصلاح کر لی اور اللہ پر مضبوط بھروسہ رکھا اور اپنا دین اللہ کے لئے

للَّهِ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ ۖ وَسَوْفَ يُؤْتِي اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ أَجْرًا

خالص کر دیا۔ تو یہ لوگ مؤمنین کے ساتھ ہوں گے اور غنیمت اللہ مؤمنین کو اجر عظیم عطا

عَظِيمًا ۝۱۴۶ مَا يَفْعَلُ اللَّهُ بِعَذَابِكُمْ إِنْ شَكَرْتُمْ وَآمَنْتُمْ ۖ وَكَانَ

فرمائیے گا۔ اللہ تم کو عذاب دے کر کیا کرے گا۔ اگر تم شکر گزار بنو اور ایمان لاؤ اور اللہ

اللَّهُ شَاكِرٌ عَلِيمٌ ۝۱۴۷

قدر دان ہے جاننے والا ہے۔

منافقین کا عذاب سخت ہونے کی وجہ:

آیت ۱۴۵: إِنَّ الْمُنْفِقِينَ فِي الدَّرَكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ (بیشک منافقین آگ کے سب سے نیچے درجہ میں ہونگے) یعنی اس طبقہ میں جو جہنم کی گہرائی میں ہے اور آگ کے ساتھ درکات ہیں ان کو درکات کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ پے درپے ہیں اور ایک دوسرے کے اوپر ہیں۔ اور منافق کا عذاب کافر سے زیادہ رکھا گیا۔ کیونکہ وہ دنیا میں تلوار سے محفوظ رہا پس اس کے بدلے میں آخرت میں سب سے نیچے طبقے کا حقدار بنا۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ کفر میں کافر کی طرح ہے۔ اور کفر کے ساتھ استہزاء بالاسلام و باطل الاسلام کا اس نے اضافہ کر لیا ہے۔

قراءت: الدَّرَكِ کو سکون راء کے ساتھ سوائے اعشٰی کے تمام کوئی قراء نے پڑھا ہے۔ اور دیگر تمام قراء نے راء کا فتح پڑھا ہے اور یہ دونوں لغتیں ہیں۔ زجاج رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ مختار قول راء کے فتح کا ہے۔ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيرًا (تم ہرگز ان کا کوئی مددگار نہ پاؤ گے) جو ان سے عذاب کو روک سکے۔

تائسین کا مقام:

آیت ۱۴۶: إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا (مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی نفاق سے)

خَجَوْر: یہ لن تجد کی ضمیر مجرور سے استثناء ہے۔ وَأَصْلَحُوا (اور درست کر لی) جو احوال و اسرار اپنے انہوں نے حالت نفاق

میں بگاڑے ہیں۔ وَاعْتَصِمُوا بِاللّٰهِ (اور اللہ تعالیٰ پر اسی طرح وثوق رکھیں) جس طرح مومن مخلص اعتماد کرتے ہیں۔ وَأَخْلَصُوا دِينَهُمْ لِلّٰهِ (اور انہوں نے خالص کیا اپنے دین کو اللہ کے لئے) وہ اپنی اطاعت کے سبب اس کی ذات ہی کے طالب ہیں۔ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ (پس وہ مومنوں کے ساتھ ہونگے) یعنی وہ مومنوں کے ساتھی اور دارین میں رفیق ہیں۔ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِينَ أَجْرًا عَظِيمًا (اور عنقریب اللہ تعالیٰ مومنوں کو بہت بڑا اجر دیں گے) پس وہ لوگ اس میں ان کے ساتھ شریک ہونگے۔ یہاں لفظ کی اتباع میں یا کو لکھتے میں بھی حذف کر دیا گیا۔

تقدیم شکر کی حکمت:

آیت ۱۴۷: پھر دوبارہ تاکید سے سمجھایا۔ کہ وہ شاکر مومن کو عذاب نہ دیں گے۔ پس فرمایا۔ مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ إِن شَكَرْتُمْ (اور اللہ تعالیٰ تم کو عذاب دے کر کیا کریگا۔ اگر شکر گزاری کرو اللہ کے لئے) وَأَمَنْتُمْ (اور ایمان لے آؤ) مَا مَنْصُوب بِهِ يَفْعَلُ کی وجہ سے۔ اور بمعنی ای شئی ہے۔ یعنی اس نے تمہیں عذاب دے کر کیا کرنا ہے۔

الایمان: انعام کرنے والے کی پہچان۔

الشکر: اعتراف نعمت۔

کفر منعم ہو یا نعمت یہ عناد ہے۔ اسی لئے کافر عذاب کا حقدار ہے۔ اور یہاں شکر کو ایمان سے مقدم لائے۔ کیونکہ عقل مند اپنے اوپر عظیم انعامات پاتا ہے جو اس کی خلقت یا حصول منافع میں حاصل ہو رہے ہیں۔ پس وہ مبہم انداز میں شکر یہ ادا کرتا ہے۔ جب اس کی نگاہ منعم کی پہچان تک پہنچتی ہے تو وہ ایمان لے آتا ہے۔ پھر تفصیلی شکر یہ ادا کرتا ہے۔ پس گویا کہ شکر ایمان پر مقدم ہے۔

وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا (اور اللہ تعالیٰ شکر کے قدردان ہیں) وہ تمہیں تمہارے شکر پر بدلہ دیں گے یا معمولی عمل کو قبول کر لیتا ہے۔ اور بہت زیادہ ثواب دیں گے۔ عَلِيمًا (وہ جو کچھ تم کرتے ہو اس کا علم رکھنے والے ہیں)۔

لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَنْ ظَلِمَ وَكَانَ اللَّهُ سَمِيعًا

اللہ تعالیٰ بری بات کے ظاہر کرنے کو پسند نہیں فرماتا سوائے اس شخص کے جس پر ظلم کیا گیا ہو اور اللہ

عَلِيمًا ۱۴۸ اِنْ تَبَدُّوا خَيْرًا اَوْ تَخْفَوْهُ اَوْ تَعْفُوا عَنْ سُوءٍ فَاِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيرًا ۱۴۹

سننے والا جاننے والا ہے، اگر تم خیر کو ظاہر کرو یا اس کو چھپاؤ یا برائی کو معاف کر دو تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والا قدرت رکھنے والا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ

بلاشبہ جو لوگ اللہ کے ساتھ اور اس کے رسولوں کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ کے اور اس کے رسولوں کے

اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُوْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۚ وَيُرِيْدُوْنَ

درمیان تفریق کریں اور کہتے ہیں کہ ہم بعض پر ایمان لاتے ہیں اور بعض کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور چاہتے ہیں

اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۝۱۵۰ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَافِرُوْنَ حَقًّا ۚ

کہ اس کے درمیان راہ تجویز کر لیں یہ وہ لوگ ہیں جو یقیناً کافر ہیں،

وَاَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِينًا ۝۱۵۱ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ

اور ہم نے کافروں کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کیا ہے۔ اور جو لوگ ایمان لائے اللہ پر اور اس کے رسولوں پر اور

يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اَوْ لَيْكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ۖ وَكَانَ اللّٰهُ

ان میں کسی کے درمیان میں فرق نہیں کرتے یہ وہ لوگ ہیں کہ عنقریب اللہ ان کو ان کے اجور عطا فرمائے گا۔ اور اللہ

عَفُوًّا رَّحِيْمًا ۝۱۵۲

بخشنے والا مہربان ہے۔

جہر کا ذکر زیادہ تفصیح کیلئے:

آیت ۱۴۸: لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَنْ ظَلِمَ (اللہ تعالیٰ بری بات کو زبان پر لانے کو پسند نہیں کرتے سوائے مظلوم کے) اللہ تعالیٰ تو جہر اور غیر جہر تمام بری باتوں کا زبان پر لانا پسند نہیں کرتے مگر جہر زیادہ قبیح ہے اس لئے اس کو خصوصاً ذکر فرمایا۔ اگرچہ مظلوم اپنی بات ظالم کے متعلق کہہ سکتا ہے۔ الا کے ذریعہ ناپسندیدہ جہر میں سے مظلوم کی بات کو مستثنیٰ کر دیا اور وہ یہ ہے کہ ظالم کے متعلق بددعا کرے اور اس کے اندر پائی جانے والی برائی ذکر کرے۔

بعض کا کہنا کہ الجہر بالسوء سے مراد گالی دینا ہے۔ اگر مظلوم اسی طرح کی گالی دے تو درست ہے۔ جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا ولمن انتصر بعد ظلمہ۔ وَكَانَ اللَّهُ سَمِيعًا (اور اللہ تعالیٰ سننے والا ہے) مظلوم کی شکایت کو عَلِيمًا (جاننے والا ہے) ظالم کے ظلم کو۔

تفسیر آیت ۱۴۹:

اس آیت میں معافی پر آمادہ کیا اور کوئی شخص کسی کی برائی کو سرعام نہ کہے خواہ بدلہ کے طور پر ہی ہو۔ مظلوم کے لئے ظالم کی مذمت مطلقاً اظہار کی اجازت کے بعد یہاں افضلیت کا ذکر کیا اور خیر کے ظاہر کرنے اور اخفاء کرنے کو معافی کا سبب قرار دیا۔ پس فرمایا۔

معافی پر آمادہ کیا:

إِنْ تَبَدُّوا خَيْرًا (اگر تم نیک کام علانیہ کرو) برائی کو سرعام بیان کرنے کی بجائے۔ أَوْ تُخْفَوْهُ (یا پوشیدہ طور پر کرو) پھر ان دونوں پر عفو کو بطور عطف ذکر کیا۔ أَوْ تَعْفُوا عَنْ سُوءٍ (یا برائی سے درگزر کرو) یعنی اپنے دلوں سے اس کو مٹا دو۔
نکتہ: یہاں ابتداء اگرچہ خیر کے ابداء و اخفاء سے کی مگر اصل مقصود عفو کا ذکر کرنا ہے۔ اس کی دلیل یہ ارشاد ہے۔ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيرًا (پس بیشک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والے قدرت والے ہیں) یعنی وہ ہمیشہ سے گناہ کو معاف کرنے والے ہیں اس کے باوجود کہ اسے انتقام کی قدرت حاصل ہے۔ پس تمہیں اس کے طریق کو اپنانا چاہیے۔

آیت ۱۵۰: إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيُرِيدُونَ أَنْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيَقُولُونَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ (بیشک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسولوں کا انکار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے پیغمبروں کے درمیان فرق رکھیں اور کہتے ہیں ہم بعض پیغمبروں کو مانتے ہیں اور بعض کو سچا نہیں مانتے) جیسے یہود و جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیا اور اسی طرح انجیل اور قرآن مجید کا انکار کیا۔ اور نصرائیوں کی طرح کہ جنہوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کا انکار کیا۔ وَيُرِيدُونَ أَنْ يَتَّخِذُوا بَيْنَ ذَلِكَ سَبِيلًا (اور وہ چاہتے ہیں کہ کفر و اسلام کے درمیان راہ اختیار کریں) یعنی درمیانہ دین جو کفر و ایمان کے درمیان ہو حالانکہ ان کے درمیان کوئی واسطہ نہیں ہے۔

آیت ۱۵۱: أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ (ایسے لوگ یقیناً کافر ہیں) یعنی وہ مکمل کافر ہیں کیونکہ ایک کا انکار تمام کا انکار ہے۔
حقاً: (پکے)

نحوی نکتہ:

نحو: یہ گزشتہ جملہ کے مضمون کی تاکید ہے۔ جیسے کہتے ہیں۔ هذا عبد الله حقاً یعنی یہ کئی بات ہے قطعاً یا یہ کافرین کے مصدر کی صفت ہے تقدیر یہ ہے۔ هم الذين كفروا كفراً حقاً ثابتاً یقیناً لا شک فیہ۔ تاکید اس لئے لائے تاکہ ظاہر کر دیا

جائے کہ وہ کفر میں کمال کو پہنچے ہوئے ہیں۔ تقدیر عبارت کا ترجمہ وہ وہی لوگ ہیں جو کہ بکے کافر ہیں ایسا کفر جو ثابت ہونے والا ایسا یقینی ہے کہ جس میں شک نہیں۔

وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا (اور ہم نے کافروں کیلئے ذلت والا عذاب تیار کر رکھا ہے) جو آخرت میں ان کو ملے گا۔
آیت ۱۵۲: وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَلَمْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ (اور وہ لوگ جو ایمان لائے اللہ اور اس کے رسولوں پر اور انہوں نے کسی ایک میں بھی فرق نہیں کیا)

مخبر: لفظ احد کی طرف اضافت بَيْنَ کی درست ہے کیونکہ احد کا لفظ واحد مذکر و مؤنث اور جمع تثنیہ و جمع مذکر و مؤنث میں برابر ہے۔ نکرہ ہے عموم نفی پر دلالت کرتا ہے۔ اُولَٰئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيهِمْ اُجُورُهُمْ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (ان لوگوں کو ضرور اللہ تعالیٰ ان کا ثواب عنایت فرمائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والے مہربان ہیں)

قرأت: يُؤْتِيهِمْ کو حفص نے یا سے پڑھا جبکہ حمزہ عاصم، ابن کثیر، ابو عمرو، نافع، ابن عامر و کسائی و ابو جعفر، خلف نے نُؤْتِيهِمْ نوں سے پڑھا ہے۔

اجور سے مراد موعودہ ثواب ہے۔ اللہ تعالیٰ کے غفور ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ سیئات کو چھپا دیتے ہیں۔ رحیمًا مہربان ہیں کہ نیکیاں قبول کرتے ہیں۔

تردید معترکہ: اس آیت میں معترکہ کے اس باطل اعتقاد کی تردید ہے کہ کبیرہ گناہوں والا ہمیشہ آگ میں رہے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا۔ اور اس نے اعتقاد میں رسولوں کے درمیان تفریق نہ کی تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کا اجر دیتے ہیں۔ اور مرتکب کبیرہ ان تمام عقائد کو ماننے والا ہے۔ پس وہ بھی اس وعدہ میں داخل ہو گیا۔

اسی طرح ان لوگوں کے قول کی بھی تردید ہے جو اللہ تعالیٰ کی فعلی صفات کے قدیم ہونے کے قائل نہیں جیسے رحمت مغفرت وغیرہ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا کہ وہ غفور رحیم ہے۔ حالانکہ ان کا قول یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ ازل میں غفور رحیم نہیں بلکہ اب غفور رحیم بنا ہے۔ (فافہم و تدبر)

يَسْأَلُكَ أَهْلُ الْكِتَابِ أَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتَابًا مِّنَ السَّمَاءِ فَقَدْ سَأَلُوا

اہل کتاب آپ سے سوال کرتے ہیں کہ آپ ان پر آسمان سے ایک کتاب اتار دیں۔ سو وہ موسیٰ سے

مُوسَىٰ أَكْبَرُ مِنْ ذَلِكَ فَقَالُوا أَرِنَا اللَّهَ جَهْرَةً فَأَخَذَتْهُمُ الصَّيْقَةُ

اس سے بھی بڑی بات کا سوال کر چکے ہیں انہوں نے یوں کہا کہ تو ہمیں آسمان سے اللہ کو دکھا دے، سو ان کو ان کے ظلم کی وجہ سے بجلی نے

بُظْلِمِهِمْ ۖ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِن بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَاتُ فَعَفَوْنَا

پکڑ لیا۔ پھر انہوں نے بچھڑے کو معبود بنا لیا اس کے بعد کہ ان کے پاس دلائل آ چکے تھے، پھر ہم نے

عَنْ ذَلِكَ ۚ وَآتَيْنَا مُوسَىٰ سُلْطَانًا مُّبِينًا ﴿۵۳﴾ وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ

اس کو معاف کر دیا، اور ہم نے موسیٰ کو صریح غلبہ دے دیا اور ہم نے لوگوں پر طور کو

الطُّورَ بِمِيثَاقِهِمْ وَقُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوا

اتھا دیا۔ ان سے مضبوط عہد لینے کی وجہ سے، اور ہم نے ان سے کہا کہ دروازہ میں داخل ہو جاؤ جگھے ہوئے، اور ہم نے ان سے کہا کہ زیادتی نہ کرو

فِي السَّبْتِ وَآخَذْنَا مِنْهُم مِّيثَاقًا غَلِيظًا ﴿۵۴﴾

سنچر کے دن میں، اور ہم نے ان سے لے لیا تھا بہت مضبوط عہد۔

فخاص یہودی کی بڑ:

آیت ۱۵۳: یہودی عالم فخاص اور اس کے ساتھیوں نے نبی اکرم ﷺ کو کہا اگر تم سچے نبی ہو۔ تو آسمان سے اکٹھی کتاب اتار لاؤ۔ جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی تو یہ آیت اتری۔ يَسْأَلُكَ أَهْلُ الْكِتَابِ أَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ (آپ سے اہل کتاب مطالبہ کرتے ہیں کہ تم ان پر اتار لاؤ)

قرأت: تُنَزِّلُ تخفیف کے ساتھ ملی اور ابو عمرو نے پڑھا ہے۔ كِتَابًا مِّنَ السَّمَاءِ (آسمان سے ایک کتاب) یعنی اکٹھی کتاب جس طرح تو رات یکبارگی اتری۔ یہ بات انہوں نے ضد کی وجہ سے کہی۔ حسن بصری رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ اگر ہدایت کی غرض سے وہ مانگتے تو ایسی کتاب مل جاتی۔ کیونکہ قرآن مجید کا اکٹھا اتار جانا بالکل ممکن ہے۔ فَقَدْ سَأَلُوا مُوسَىٰ أَكْبَرُ مِنْ ذَلِكَ (انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے اس سے بڑا سوال کیا)

سوال: انہوں نے تو سوال نہ کیا تھا بلکہ ان کے آباؤ اجداد جو زمانہ موسیٰ علیہ السلام میں تھے انہوں نے کیا مگر سوال کی نسبت ان کی طرف کردی گئی۔ اور وہ ستر منتخب افراد تھے۔

نسبت کی وجہ رضائے اعمال ہے:

جواب: یہ یہود ان کے مذہب پر تھے۔ اور ان کے اس سوال پر راضی و خوش تھے۔ فَقَالُوا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً (اللہ تعالیٰ ہمیں آمنے سامنے دکھاؤ) یعنی کھلم کھلا ہمیں دکھاؤ تاکہ ہم کھلم کھلا دیکھیں۔ فَاَخَذَتْهُمْ الصَّيْقَةُ (ان کو کڑک نے پکڑ لیا) خوفناک عذاب یا جلانے والی آگ (بِظُلْمِهِمْ) (ان کے ظلم کی وجہ سے)۔ جو انہوں نے اپنے نفسوں پر کیا نامناسب سوال کر کے یا معجزات کے سلسلہ میں اپنے پیغمبر سے ضد اختیار کی اور دیدار کا سوال کر کے ہٹ دھرمی اختیار کی۔ مطلقاً دیدار کا سوال اس کا سبب نہیں کیونکہ وہ ممکن ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید کو یکبارگی اتروانے کا سوال اور دلیل یہ ہے کہ اگر یہ سزا فقط سوال رویت پر ملی تو موسیٰ علیہ السلام نے بھی سوال کیا وہ پھر اس کے (نعوذ باللہ) زیادہ حقدار تھے۔ انہوں نے رب ارنی انظر الیک کہا مگر ان کو صاعقہ نے نہ پکڑا مگر ان کو مزید طمع دلائی اور امکان کی قید لگائی۔ اور ممکن سے معلق ممکن الثبوت ہی ہوتا ہے۔ پھر ان کو زندہ کر دیا۔

ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ (پھر انہوں نے بچھڑے کو بنا لیا معبود) مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَاتُ (اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح دلائل آئے) یعنی تورات اور معجزات مسیح علیہ السلام۔ فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ (پھر ہم نے ان کو معاف کر دیا مہربانی کرتے ہوئے) اور ان کا استیصال نہیں کیا۔ وَ اَتَيْنَا مُوسٰی سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا (اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو واضح معجزات دیئے) یعنی مخالفین کے خلاف غالب دلائل۔

آیت ۱۵۴: وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ بِمِثْقٰلِھِمْ (ہم نے ان کے میثاق کے سبب طور کو ان پر بلند کیا) تاکہ وہ ڈریں اور وعدے کو نہ توڑیں۔ وَقُلْنَا لَھُمْ (اور ہم نے انہیں کہا) جبکہ طور ان پر لٹکنے والا تھا۔ اَدْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا (تم دروازے میں سر جھکائے ہوئے داخل ہو) یعنی دروازہ بیت المقدس (ایلیا) میں داخل ہوتے وقت اپنے سروں کو جھکائے داخل ہو۔ وَقُلْنَا لَھُمْ لَا تَعْدُوا (اور ہم نے انہیں کہا حد سے تجاوز نہ کرو)

قراءت: ورش بیبیہ نے تعدوا پڑھا۔ تعدوا سکون عین اور تشدید دال کے ساتھ ورش کے علاوہ مدنی قراء نے پڑھا یہ دونوں ادغام کے ساتھ ہیں۔ البتہ قراءت ابی بکرؓ میں تعدوا ہے۔ تاکہ دال میں ادغام کیا اور عین کو ساکن رکھا ایک روایت میں اور دوسری روایت میں تا کا فتح عین کی طرف منتقل کر دیا۔

فِی السَّبْتِ (ہفتہ کے سلسلہ میں) مچھلیاں پکڑ کر۔ وَاَخَذْنَا مِنْھُمْ مِّثْقًا غَلِيْظًا (اور ہم نے ان سے پکا وعدہ لیا) غلیظ سے مراد انتہائی تاکید والا۔

فَمَا نَقْضِهِمْ مِّثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ بِآيَاتِ اللَّهِ وَقَتْلِهِمُ الْأَنْبِيَاءَ

سو ہم نے اس وجہ سے (ان پر لعنت کی) کہ انہوں نے عہد شکنی کی اور اللہ کی آیات کے ساتھ کفر کیا۔ اور نبیوں کو

بَغَيْرِ حَقٍّ وَقَوْلِهِمْ قُلُوبُنَا غُلْفٌ ۖ بَلْ طَبَعَ اللَّهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا

ناحق قتل کیا۔ اور انہوں نے یوں کہا کہ ہمارے دلوں پر غلاف ہیں۔ بلکہ اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر لگا دی۔ سو وہ

يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا ۝ وَبَكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلَى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيمًا ۝۱۵۶

ایمان نہ لائیں گے مگر تھوڑے سے لوگ۔ اور (اس وجہ سے بھی ان پر لعنت کی) کہ انہوں نے کفر اختیار کیا اور انہوں نے مریم پر بہت بڑا بہتان لگایا۔

وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ ۚ وَمَا

اور انہوں نے یوں کہا کہ بلاشبہ ہم نے مسیح ابن مریم کو قتل کر دیا جو اللہ کے رسول ہیں حالانکہ

قَتَلُوهُ وَمَا صَلْبُوهُ وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ۖ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ

انہوں نے نہ ان کو قتل کیا اور نہ سولی پر چڑھایا لیکن ان کو شبہ میں ڈال دیا گیا۔ اور بلاشبہ جن لوگوں نے ان کے بارے میں اختلاف کیا وہ ضرور ان کے

لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ ۖ مَا لَهُم بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوهُ

بارے میں شک میں ہیں اُنکل پر چلنے کے سوا ان کو ان کے بارے میں کوئی علم نہیں۔ اور یقیناً انہوں نے ان کو

يَقِيْنًا ۝۱۵۷ بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ ۖ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۝۱۵۸ وَإِنْ مِّنْ

یقیناً نہیں کیا۔ بلکہ اللہ نے ان کو اپنی طرف اٹھا لیا اور اللہ زبردست ہے حکمت والا ہے اور اہل کتاب میں سے

أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنُوا بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ ۚ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا ۝۱۵۹

کوئی شخص بھی ایسا نہیں جو ان پر مرنے سے پہلے ایمان نہ لائے اور قیامت کے دن وہ ان کے خلاف گواہی دیں گے۔

تَفْسِيْرُ آيَةِ ۱۵۵:

فَمَا نَقْضِهِمْ (پس ان کے توڑ دینے کے سبب سے)

خَجُوْر: ما تاکید کے لئے لایا گیا۔ با، حرمانا علیہم سے متعلق ہے۔ تقدیر عبارت ہے۔ حرمانا علیہم طبیات

بنقضہم ہم نے ان پر پاکیزہ چیزیں حرام کیں ان کے عہد توڑ دینے کی وجہ سے۔ مِثَاقُهُمْ (اپنا پختہ وعدہ)

نحوی تحقیق:

نَحْوُ: فَبُظْلَمَ مِنَ الَّذِينَ هَادُوا - یہ فیما نقضہم سے بدل ہے۔ اور تاکید کا مقصد یہ ثابت کرنا ہے کہ طیبات کی حرمت نقض عہد اور اس کے معطوفات کفر، قتل انبیاء وغیرہ کی وجہ سے تھی۔

وَكُفِّرْهُمْ بِآيَةِ اللَّهِ (اور ان کے اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرنے کے باعث) آیات سے مراد معجزات موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ وَقَتْلِهِمُ الْأَنْبِيَاءَ (اور انبیاء علیہم السلام کو قتل کرنے کے سبب) جیسے زکریا و یحییٰ وغیرہ علیہم السلام بغیر حَقِّ (ناحق) یعنی بغیر کسی ایسے سبب کے ارتکاب کے کہ جس سے قتل کے مستحق ٹھہریں۔ وَقَوْلِهِمْ قُلُوبُنَا غُلْفٌ (اور ان کی اس بات کے سبب کہ ہمارے دل پردے میں ہیں) غلف یہ جمع غلف ہے۔ اس کا معنی بند ہونا کہ جس میں کوئی وعظ و نصیحت اثر انداز نہ ہو۔

فخریہ دعویٰ کی تردید:

بَلْ طَبَعَ اللَّهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ (بلکہ اللہ تعالیٰ نے کفر کی وجہ سے ان پر مہر لگا دی) یہ جملہ قلوبنا غلف کے فخریہ دعویٰ کی تردید ہے۔ فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا (پس نہیں ایمان لائے مگر تھوڑے) جیسے عبد اللہ بن سلام اور ان کے ساتھی۔

بار بار کفر کا ارتکاب:

آیت ۱۵۶: وَبِكُفْرِهِمْ (اور ان کے کفر کے باعث)

نَحْوُ: اس کا عطف فیما نقضہم پر ہے یا اسکے قریب بکفرہم پر اس لئے کہ انہوں نے بار بار کفر کیا۔ انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کا انکار کیا پھر عیسیٰ علیہ السلام اور پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کر دیا۔ اسی لئے ان کے ایک کفر کو دوسرے پر عطف کیا۔ وَقَوْلِهِمْ عَلَىٰ مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيمًا (اور ان کے اس قول کی وجہ سے جو انہوں نے مریم پر ایک عظیم بہتان کے طور پر لگایا) وہ بہتان عظیم ان پر زناء کا الزام تھا۔

مسح کہنے کی وجہ:

آیت ۱۵۷: وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ (اور ان کے اس قول کی وجہ سے کہ بیشک ہم نے قتل کیا مسیح کو)

مسیح کو مسح کہنے کی وجہ یہ ہے نمبر ۱۔ کہ جبریلؑ نے ان کو برکت سے چھوا۔ پس وہ ممسوح ہوئے گویا مسح بمعنی ممسوح ہے۔

نمبر ۲۔ وہ مریض اور مادرزاد نابینا اور کوڑھی کو ہاتھ لگاتے تو وہ درست ہو جاتا۔ تو مسح بمعنی مسح ہوا۔

رسول اللہ کہنے کی وجہ:

عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ (عیسیٰ بن مریم جو اللہ کے رسول ہیں) نمبر ۱۔ یہود کو آپ کی رسالت کا اعتقاد نہ تھا۔ یہ

جملہ انہوں نے بطور استہزاء کہا۔ جیسا کہ کفار مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا۔ یَا يٰهَا الَّذِي نَزَلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ إِنَّكَ لَمَجْنُونٌ۔

نمبر ۲۔ یہ بھی احتمال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود ان کیلئے یہ لقب ذکر فرمایا۔ انہوں نے نہ کہا ہو (بلکہ اس کی جگہ کوئی قبیح لفظ کہا ہو)

وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ (اور انہوں نے عیسیٰ کو نہ قتل کیا اور نہ صلیب پر چڑھایا۔ لیکن انکو اشتباہ ہو گیا)۔

اسرائیلی روایات:

روایت اسرائیل میں وارد ہے کہ یہود کی ایک جماعت نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ محترمہ کو گالیاں دیں۔ آپ نے ان کے لئے بددعا فرمائی۔ اللہم انت ربی ویکلمتک خلقتنی۔ اللہم العن من سبنی و سب والدتی۔ اے اللہ تو میرا رب ہے اور اپنے کلمہ سے تو نے مجھے پیدا کیا۔ اے اللہ تو ان پر لعنت کر جنہوں نے مجھے اور میری والدہ کو گالیاں دی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی بددعا سے ان کی صورتیں۔ بندروں اور سوروں کی طرح کر دیں۔ اس پر تمام یہود نے آپ کے قتل پر اتفاق کر لیا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اطلاع دی کہ میں تم کو آسمان کی طرف اٹھاؤں گا اور یہود کے ہاتھوں سے پاک کر دوں گے۔

اس پر آپ نے اپنے صحابہ کو فرمایا۔ تم میں کون اس بات پر راضی ہے کہ اس کو میری شکل دیدی جائے اور وہ قتل ہو کر صلیب پر لٹکایا جائے اور جنت میں میرے ساتھ داخل ہو۔ پس ایک شخص نے ان میں سے اٹھ کر رضامندی ظاہر کی۔ کہ میں اس کیلئے تیار ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر عیسیٰ علیہ السلام کی شبیہ ڈال دی یعنی اسکی شکل عیسیٰ جیسی کر دی۔ پس اسکو پکڑ کر قتل کر دیا اور صلیب پر لٹکادیا گیا۔

دوسری روایت:

دوسری روایت میں یہ ہے کہ ایک آدمی عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ منافقانہ تعلق رکھتا تھا۔ جب یہود نے آپ کے قتل کا ارادہ کیا۔ تو اس نے جاسوسی کی پیش کش کی۔ چنانچہ پولیس کو لے کر وہ عیسیٰ علیہ السلام کے گھر میں داخل ہوا۔ عیسیٰ علیہ السلام کو اٹھا لیا گیا اور اس منافق کی شکل عیسیٰ علیہ السلام جیسی کر دی گئی۔ پس پولیس نے اسی کو پکڑ کر قتل کر دیا۔ پولیس کو یقین تھا کہ یہ عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔

نکتہ: ان دونوں میں سے جو صورت ہوا ایسے لوگوں کے حق میں بالکل درست ہے جو اللہ تعالیٰ کے احکامات پر طعنہ زنی کرنے والے اور ایمان قبول نہ کرنے میں ضد پر جمے ہوئے ہوں۔

ایک نحوی تحقیق:

مخبر: شبہ کا اسناد لہم جار مجرور کی طرف ہے۔ جیسا کہتے ہیں خیل الیہ۔ گویا تقدیر عبارت یہ ہے۔ ولکن وقع لہم التشبه اور لیکن ان کو اشتباہ پیدا ہو گیا۔

نمبر ۲۔ ضمیر مقتول کی طرف اسناد ہے جس پر انا قتلنا دلالت کر رہا ہے۔ گویا اس طرح فرمایا۔ ولکن شبہ لہم من قتلوہ۔ لیکن ان کو شبہ پڑ گیا جنہوں نے اس کو قتل کرنے کی کوشش کی)

وَأَنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ (اور بیشک وہ لوگ جنہوں نے اختلاف کیا ان کے بارے میں) ہ کی ضمیر کا مرجع عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ اختلافوا کی ضمیر کا مرجع یہود ہیں۔

یہودی کہنے لگے۔ چہرہ تو عیسیٰ علیہ السلام والا ہے اور بدن ہمارے ساتھی کا ہے۔ یا نصاریٰ نے اختلاف کرتے ہوئے کہا۔ اللہ اور ابن اللہ تینوں میں تیسرا۔

گمان کے پیروکار:

لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ (ان کے بارے میں شک میں مبتلا ہیں ان کو اس کا کچھ بھی علم نہیں مگر

صرف گمان کی اتباع)۔

یہ استثناء منقطع ہے۔ کیونکہ اتباع ظن علم کی جنس سے نہیں ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ وہ گمان کی اتباع کرتے ہیں۔ البتہ شک سے تعبیر کی وجہ یہ ہے۔ شک یہ ہے کہ دونوں جانبوں میں سے کوئی جانب رائج نہ ہو پھر ظن سے تعبیر کیا۔ ظن یہ ہے کہ ایک جانب رائج ہو۔ کیونکہ مقصد یہ ہے۔ ان کو شک تھا کچھ بھی علم نہ تھا۔ لیکن علامات نظر آئیں تو انہوں نے ظن قائم کر لیا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ ان الذین اختلفوا فیہ میں ہ کی ضمیر کا مرجع فی قتل عیسیٰ ہے۔ اور لفظی شک منہ سے مراد بھی ان کے قتل میں شک ہے۔ کیونکہ وہ کہا کرتے تھے۔ اگر یہ عیسیٰ ہے تو ہمارا ساتھی کہاں گیا؟ اور اگر یہ ہمارا ساتھی ہے تو عیسیٰ (علیہ السلام) کہاں ہیں؟

ایک نحوی تحقیق:

وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا (اور انہوں نے یقیناً ان کو قتل نہیں کیا) یعنی نمبر یقینی قتل نمبر ۲۔ انہوں نے اس کو نہیں قتل کیا اس حال میں کہ وہ یقین کرنے والے تھے۔ نمبر ۳۔ انہوں نے اس کو قتل نہیں کیا قطعاً۔ پس یقیناً کا لفظ تاکید ہے ماقتلوہ کی تقدیر اس طرح حق انتفاء قتلہ حقاً۔ انہوں نے اس کو قتل نہیں کیا جیسا اس کے قتل کے انتفاء کا حق تھا۔

آیت ۱۵۸: بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ (بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا) نمبر ۱۔ اس طرح کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ کسی کے حکم کا دخل نہ ہوگا۔ نمبر ۲۔ اس کو آسمان کی طرف اٹھالیا۔

وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا (اور اللہ تعالیٰ زبردست ہے) یہود سے انتقام لینے میں حَکِيمًا (وہ حکمت والا ہے) اس تدبیر میں جو اس نے اپنی طرف اٹھانے کے لئے فرمائی۔

آیت ۱۵۹: وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ (اور کوئی بھی اہل کتاب میں سے ایسا شخص نہیں مگر مرنے سے پہلے ضرور اس پر ایمان لائے گا)

جملہ قسمیہ:

نَحْنُ: لِيُؤْمِنَنَّ بہ یہ جملہ قسمیہ ہے۔ موصوف محذوف کی صفت ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ وان من اهل الكتاب احد الا ليؤمنن بہ کہ اہل کتاب میں سے کوئی ایسا نہیں مگر وہ ضرور اس پر ایمان لائے گا۔ اور اس کی مثل دوسری آیت میں ہے۔ وما منا الا له مقام معلوم۔ الصافات ۱۶۳۔ ہم میں کوئی ایسا نہیں جس کا مقام معلوم نہ ہو یعنی ہر ایک کا مقام معلوم ہے۔

آیت کا مطلب چار تفاسیر:

اب مطلب آیت کا یہ ہے۔ یہود و نصاریٰ میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں مگر وہ ضرور ایمان لائے گا اپنی موت سے پہلے عیسیٰ (علیہ السلام) پر اور اس بات پر کہ وہ اللہ کے بندے اور اسکے رسول ہیں یعنی جب اسکی روح پرواز کے قریب آتی ہے اور اسکا ایمان لانا بھی فائدہ مند نہ ہوگا۔ کیونکہ مجبوری کا ایمان ہے یا دوسری تفسیر یہ ہے۔ دونوں ضمیریں عیسیٰ کی طرف راجع ہیں۔ یعنی ان میں سے کوئی ایسا نہیں مگر وہ عیسیٰ پر ضرور ایمان لائے گا عیسیٰ کی موت سے پہلے۔ اس طرح اس سے مراد وہ اہل کتاب ہیں جو انکے زمانہ نزول کو پا گئے۔

فَظَلَمَ مِنَ الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبَاتٍ أُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ

سو جن لوگوں نے یہودیت اختیار کی ہم نے ان کے ظلم کی وجہ سے ان پر وہ پاکیزہ چیزیں حرام کر دیں جو ان کے لئے حلال کی گئی تھیں، اور اس وجہ سے کہ وہ اللہ کے

عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ كَثِيرًا ۖ وَأَخْذِهِمُ الرِّبَا وَقَدْ نُهُوا عَنْهُ وَأَكْلِهِمْ

راستہ سے روکنے میں زیادہ مشغول رہے ہیں اور اس وجہ سے کہ وہ سود لیتے رہے حالانکہ اس سے منع کیا گیا تھا اور اس وجہ سے کہ وہ لوگوں کے

أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ۖ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۖ

مال باطل طریقے پر کھاتے رہے، اور ہم نے کافروں کے لئے دردناک عذاب تیار کیا ہے۔

لَكِنِ الرَّسُخُونَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُونَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ

لیکن ان میں سے جو علم میں پختہ ہیں اور جو ایمان لانے والے ہیں وہ ایمان لاتے ہیں اس پر جو اتارا گیا آپ پر،

وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَالْمُقِيمِينَ الصَّلَاةَ وَالْمُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالْمُؤْمِنُونَ

اور جو اتارا گیا آپ سے پہلے، اور جو لوگ قائم کرنے والے ہیں نماز کو اور دینے والے ہیں زکوٰۃ کو اور جو ایمان لانے والے ہیں

بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۖ أُولَٰئِكَ سَنُؤْتِيهِمْ أَجْرًا عَظِيمًا ۖ

اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایسے لوگوں کو مغرب ہم بڑا ثواب عطا کریں گے۔

روایات میں ہے کہ وہ آسمان سے آخری زمانہ میں اتریں گے۔ پس اس وقت سارے اہل کتاب ان پر ایمان لے آئیں

گے۔ یہاں تک کہ ایک ہی ملت ہو جائے گی۔ اور وہ ملت اسلام ہی ہے۔

نمبر ۳۔ تیسری تفسیر یہ ہے۔ بہ کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے۔

نمبر ۴۔ بہ کی ضمیر کا مرجع محمد ﷺ ہیں۔ اور دوسری ضمیر کتابی کی طرف لوٹی ہے۔ مطلب یہ کہ کوئی بھی اہل کتاب میں سے

نہیں کہ اپنے مرنے سے پہلے محمد ﷺ یا اللہ تعالیٰ کو نہ مان لے۔

وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِدًا (اور قیامت کے دن وہ ان پر گواہ ہوں گے) یعنی وہ یہود کے خلاف گواہی دیں گے

کہ انہوں نے اس کو جھٹلایا اور نصاریٰ کے خلاف گواہی دیں گے کہ انہوں نے ان کو ابن اللہ کہہ کر پکارا۔

آیت ۱۶۰: فَظَلَمَ مِنَ الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبَاتٍ أُحِلَّتْ لَهُمْ (یہودیوں کی بے جا حرکتوں کی وجہ سے ہم نے

ان پر پاکیزہ چیزیں حرام کر دیں جو ان پر حلال کی گئیں تھیں) اور اس کا تذکرہ سورۃ انعام کی اس آیت و علی الذین هادوا

حرمنا کل ذی ظفر (الانعام - ۱۴۶) میں ہے

آیت کا مطلب:

اب آیت کا مطلب یہ ہوا ہم نے ان پر طیبات حرام نہیں کیں مگر اس عظیم ظلم کی وجہ سے جس کا انہوں نے ارتکاب کیا اور وہ وہی ہے جو ابھی شمار کیا گیا ہے۔ وَبَصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ (اور اللہ تعالیٰ کے راستہ سے روکنے کے سبب سے) یعنی دوسروں کو ایمان سے روکنے کی وجہ سے۔ کَثِيرًا (بہت زیادہ) یعنی بہت زیادہ مخلوق کو یا بہت زیادہ روکنے کی وجہ سے۔

حرمت سود بنی اسرائیل میں بھی تھی:

آیت ۱۶۱: وَأَخَذِهِمُ الرِّبَا وَقَدْ نُهُوا عَنْهُ (اور ان کے سود لینے کی وجہ سے حالانکہ ان کو سود سے منع کیا گیا تھا) بنی اسرائیل پر بھی سود اسی طرح حرام تھا جیسا ہم پر حرام ہے۔ مگر وہ آپس میں لیتے دیتے تھے۔
وَأَكْلِهِمْ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ (اور لوگوں کے مال نا جائز ذرائع سے کھانے کی وجہ سے) یعنی تمام حرام ذرائع اور رشوت وغیرہ۔ وَاعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ مِنْهُمْ (اور ہم نے تیار کر رکھا ہے ان میں سے کفار کے لئے) نہ کہ ایمان والوں کے لئے۔ عَذَابًا أَلِيمًا (دردناک عذاب آخرت میں)

صفات کا ملین:

آیت ۱۶۲: لَكِنَّ الرِّسْخُونَ فِي الْعِلْمِ (مگر جو علم میں پختہ ہیں) یعنی دین میں جھے رہنے والے۔ متقین جیسے عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور ان جیسے دیگر مِنْهُمْ (ان میں سے) ہم سے مراد اہل کتاب ہیں۔ وَالْمُؤْمِنُونَ (اور مؤمن) یعنی ان میں سے ایمان والے اور مہاجرین و انصار کے مؤمن يُؤْمِنُونَ (وہ ایمان لانے والے ہیں)

نحوی تحقیق:

الراسخون مبتداء اور یؤمنون اس کی خبر ہے۔ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ (جو آپ پر اتارا گیا) یعنی قرآن وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ (اور وہ جو اتارا گیا آپ سے پہلے) یعنی تمام کتب منزلہ۔ وَالْمُقِيمِينَ الصَّلَاةَ (اور وہ جو نماز ادا کرنے والے ہیں)
نحو: یہ فعل مدح کی وجہ سے منصوب ہے۔ کیونکہ اس میں نماز کی فضیلت مذکور ہے۔ عبد اللہ کے صحیفہ میں المقیمون ہے۔ مالک بن دینار کی قراءت میں یہی ہے۔

وَالْمُؤْتُونَ الزَّكَاةَ (اور وہ زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں) وَالْمُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ (اور اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان لانے والے ہیں) أُولَٰئِكَ سَنُؤْتِيهِمْ أَجْرًا عَظِيمًا (یہی وہ لوگ ہیں جن کو ہم عظیم اجر عنایت فرمائیں گے)
قراءت: حمزہ بیحد نے سیوٹیہم پڑھا ہے۔

نحو: الْمُؤْتُونَ بمع معطوف مبتداء أُولَٰئِكَ سَنُؤْتِيهِمْ خبر ہے۔

إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَى نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِنْ بَعْدِهِ ۚ

بے شک ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی جیسا کہ وحی بھیجی نوح کی طرف اور ان نبیوں کی طرف جو ان کے بعد آئے۔

وَأَوْحَيْنَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَ

اور ہم نے وحی بھیجی، ابراہیم اور اسمعیل اور اسحاق اور یعقوب کی طرف، اور یعقوب کی اولاد کی طرف، اور

عِيسَى وَيُوسُفَ وَيُوحَنَّا وَهَارُونَ وَسُلَيْمَانَ ۚ وَآتَيْنَا دَاوُدَ زَبُورًا ۚ

عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کی طرف، اور ہم نے داؤد کو زبور عطا کی

وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنَاهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ ۚ وَرُسُلًا لَمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ۚ

اور ہم نے بہت سے ایسے رسول بھیجے جن کا ہم نے آپ سے پہلے حال بیان کیا۔ اور بہت سے ایسے رسول بھیجے جن کا حال ہم نے آپ سے بیان نہیں کیا۔

وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَى تَكْلِيمًا ۚ رُسُلًا مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِئَلَّا

اور اللہ نے موسیٰ سے خاص طور پر کلام کیا۔ ہم نے رسول بھیجے جو خوشخبری سناتے والے تھے اور ڈرانے والے تھے۔ تاکہ

يَكُونُوا لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةً ۚ بَعْدَ الرُّسُلِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۚ

پیغمبروں کے آنے کے بعد لوگوں کے لئے اللہ پر کوئی حجت باقی نہ رہے، اور اللہ زبردست ہے حکمت والا ہے،

لَكِنَّ اللَّهَ يَشْهَدُ بِمَا أَنْزَلَ إِلَيْكَ أَنْزَلَهُ بِعِلْمِهِ ۚ وَالْمَلَائِكَةُ يَشْهَدُونَ ۚ

لیکن اللہ گواہی دیتا ہے اس چیز کی جو آپ کی طرف اتاری، اس کو اپنے علم کے ساتھ اتارا ہے اور فرشتے گواہی دیتے ہیں۔

وَكَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا ۚ

اور اللہ کی شہادت ہی کافی ہے۔

اہل کتاب کے سابقہ سوال کا جواب:

آیت ۶۳: إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ (بیشک ہم نے آپ کی طرف وحی کی) اس میں اہل کتاب کو ان کے اس سوال کا جواب دیا گیا کہ وہ ہم پر ایک کتاب آسمان سے اتار لائے۔ اس آیت سے ان کے خلاف دلیل بیان کی کہ آپ کی حالت وحی کے معاملہ میں اسی طرح ہے جیسا کہ آپ سے پہلے انبیاء علیہم السلام کی تھی۔

كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَى نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِنْ بَعْدِهِ (جیسا کہ ہم نے نوح علیہ السلام اور ان کے بعد والے انبیاء علیہم السلام پر وحی کی) جیسے

ہود، صالح و شعیب علیہم السلام وغیرہم۔ وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَعِيسَىٰ وَأَيُّوبَ وَيُونُسَ وَهَارُونَ وَسُلَيْمَانَ وَآتَيْنَا دَاوُدَ زَبُورًا (اور ہم نے وحی کی ابراہیم و اسماعیل و اسحاق و یعقوب اور ان کی اولاد اور عیسیٰ و ایوب و یونس و ہارون و سلیمان کی طرف اور داؤد علیہ السلام کو ہم نے زبور دی)

قراءت: حمزہ نے زبور پڑھا ہے۔ یہ مصدر ہے جس کا معنی مفعول والا ہے یہ داؤد علیہ السلام پر اترنے والی کتاب کا نام ہے۔

آیت ۱۶۴: وَرُسُلًا - نَحْنُ: اَوْحَيْنَا کے ہم معنی فعل ارسلنا ونبانا وغیرہ سے منصوب ہے۔ قَدْ قَصَصْنَاهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ (اور وہ رسول جن کے واقعات ہم نے آپ کو بیان کر دیئے) مِنْ قَبْلُ سے مراد اس سورت سے پہلے۔ وَرُسُلًا لَمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ (اور وہ رسول جن کے واقعات ہم نے آپ پر بیان نہیں کیے)

تعدادِ رسل والی روایت:

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے سوال کیا یا رسول اللہ انبیاء کی تعداد کتنی ہے تو فرمایا مائة الف واربعة وعشرون الفاً۔ (ایک لاکھ چوبیس ہزار) پھر سوال کیا ان میں سے رسول کتنے ہیں۔ تو فرمایا تین سو تیرہ۔ سب سے پہلے رسول آدم علیہ السلام اور سب سے آخری تمہارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور روایت میں یہ بھی ہے کہ چار عربی ہود و صالح، شعیب اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ رواہ ابن حبان فی صحیحہ (۳۶۱)

تمام انبیاء پر ایمان شرط لازم ہے:

آیت دلالت کر رہی ہے کہ رسل کی پہچان معین طور پر شرط لازم نہیں۔ جس پر ایمان کا دار و مدار ہو۔ بلکہ شرط یہ ہے کہ ان تمام پر ایمان لائے اگر تمام کی معرفت بنام و تعداد سے لازم ہوتی تو آیت میں بیان کر دی جاتی۔ وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَىٰ تَكْلِيمًا (اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا کلام کرنا) یعنی بلا واسطہ جبریل۔

بعثت کا مقصد:

آیت ۱۶۵: رُسُلًا مُّبَشِّرِينَ وَ مُنْذِرِينَ لِنَاسٍ عَلَىٰ اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ (اور اللہ تعالیٰ نے پیغمبر بھیجے خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے تاکہ پیغمبروں کے بھیجنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے متعلق لوگوں کو کوئی عذر باقی نہ رہے) نَحْنُ: نمبر ۱۔ رُسُلًا یہ فعل مدح کی وجہ سے منصوب ہے۔ ای اعنی رُسُلًا۔

نمبر ۲۔ اور پہلے رُسُلًا سے بدل بھی ہو سکتا ہے۔ نمبر ۳۔ مفعول ہو فعل محذوف ارسلنا کا اور لناس کی لام مبشرین اور منذرین کے متعلق ہے۔

مطلب یہ ہوا کہ انبیاء و رسل علیہم السلام کا بھیجنا یہ اس سبب کی وضاحت اور لوگوں پر حجت کو تمام کرنے کے لئے ہے۔ تاکہ قیامت کو یہ نہ کہہ سکیں لولا ارسلت الینا رسولاً۔ تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا جو ہمیں جگاتا اور غفلت سے خبردار کرتا۔ اور اس پر متنبہ کرتا جس پر متنبہ ہونا چاہئے تھا۔ اور ہمیں فرمانبرداری کا طریق کار سکھاتا مثلاً عبادات، شرائع، میری مراد اس سے

عبادات کی مقدار اوقات کیفیات ہیں اصول مراد نہیں۔ کیوں کہ اصول تو عقل کی روشنی سے پہچانے جاتے ہیں۔
وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا (اور اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والے ہیں) انکار کی سزا پر قدرت رکھتے ہیں اور رسولوں کی بعثت میں حکمت والے ہیں تاکہ ان کو ڈرایا جاسکے۔

کتاب کی صحت کا ثبوت اظہار معجزات سے:

آیت ۱۶۶: جب آیت اِنَّا اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا۔ نشہد لك بهذا۔ ہم آپ کے متعلق اس بات کے گواہ ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری: لَكِنَّ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَا اَنْزَلَ اِلَيْكَ لَكِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی گواہ ہے۔ اس کا جو آپ پر اتاری۔

شَهَادَةُ اللّٰهِ بِمَا اَنْزَلَ اِلَيْهِ کا مطلب یہ ہے اس کتاب کی صحت کا ثابت کرنا معجزات کے اظہار کے ذریعہ ہے۔ جیسا کہ دعاوی کا ثبوت دلائل سے ہوتا ہے۔ اس لئے کہ حکیم جھوٹے کی تائید و مدد معجزات سے نہیں کرتا۔

قرآن آپ کے لائق ہونے کے سبب اُتارا:

اَنْزَلَهُ بِعِلْمِهِ (اس نے اپنے علم سے اس کو اتارا) مطلب یہ ہے۔ نمبر ۱۔ کہ اس نے قرآن کو اتارا ہے اور وہ بخوبی جانتا ہے کہ تم اس کے اتارے جانے کے لائق ہو اور تم اس کو پہنچانے والے ہو۔

تردید معترزلہ:

نمبر ۲۔ اس کو بندوں کی مصلحتیں جانتے ہوئے ان کے مطابق اتارا اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لئے علم کو ثابت کیا تو صفات فعلیہ کے متعلق معترزلہ کے باطل عقیدہ کی تردید ہے۔ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ (اور فرشتے بھی گواہ ہیں) آپ کی نبوت کے۔ وَكَفٰی بِاللّٰهِ شَهِيدًا (اور اللہ تعالیٰ کی گواہی کافی ہے) اگر اور کوئی گواہی نہ بھی دے تو پرواہ نہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ قَدْ ضَلُّوا ضَلَالًا

بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کے راستے سے روکا ہے شک وہ بڑی دور کی گمراہی میں

بَعِيدًا ۱۶۷ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَظَلَمُوا لَمْ يَكُنِ اللَّهُ لِيَغْفِرْ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ

جا پڑے، بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور ظلم کیا اللہ ان کو نہیں بخشنے گا اور نہ جہنم کی راہ

طَرِيقًا ۱۶۸ إِلَّا طَرِيقَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۖ وَكَانَ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ۱۶۹

کے علاوہ انہیں اور کوئی راہ بتائے گا وہ اس میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے، اور یہ اللہ پر آسان ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ الرَّسُولُ بِالْحَقِّ مِنْ رَبِّكُمْ فَامِنُوا خَيْرًا

اے لوگو! بے شک تمہارے پاس حق کے ساتھ تمہارے رب کی طرف سے رسول آ گیا سو تم ایمان لاؤ یہ تمہارے لئے

لَكُمْ ۖ وَإِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ ۖ وَكَانَ

بہتر ہے۔ اور اگر تم کفر اختیار کرو سو بلاشبہ اللہ ہی کے لئے ہے جو آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے اور اللہ

اللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۱۷۰

جاننے والا ہے حکیم ہے،

آیت ۱۶۷: إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا (بیشک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا) محمد ﷺ کی تکذیب کر کے۔ اور مراد اس سے یہود ہیں۔ وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ (اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے دوسروں کو روکا) اور لوگوں کو حق کے راستے سے منع کیا اس قسم کی باتیں کر کے انا لا نجد فی کتابنا۔ ہم اپنی کتاب میں ان کا تذکرہ نہیں پاتے۔

قَدْ ضَلُّوا ضَلَالًا بَعِيدًا (یہ گمراہ ہوئے بہت دور کا گمراہ ہونا) بعید سے مراد رشد و ہدایت سے دور ہونا۔

آیت ۱۶۸: إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا (بیشک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا) اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔ وَظَلَمُوا (اور انہوں نے ظلم کیا) محمد ﷺ کے ساتھ زیادتی کی آپ کی تعریف کو تبدیل کر کے آپ کی نبوت کا انکار کر دیا۔ لَمْ يَكُنِ اللَّهُ لِيَغْفِرْ لَهُمْ (اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت نہ کرے گا) جب تک کہ وہ کفر پر قائم رہیں گے۔

آیت ۱۶۹: وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيقًا إِلَّا طَرِيقَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۖ وَكَانَ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا (اور نہ ان کو کوئی راستہ دکھائے گا سوائے جہنم کے راستے کے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ پر آسان ہے) یعنی ان کو ہمیشہ کے لئے جہنم میں رکھنا اس کے لئے آسان ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح یعاقبہم خالدین۔ وہ ان کو خلود کی سزا دے گا۔ یہ حال مقدرہ ہے۔ یہ دونوں آیات ان لوگوں کے متعلق ہیں۔ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ ان کی موت کفر پر آئے گی۔

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ وَلَا تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا

اے اہل کتاب غلو نہ کرو اپنے دین میں اور مت کہو اللہ کی شان میں مگر

الْحَقَّ ۖ إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ وَ

حق بات، مسیح جو عیسیٰ بن مریم ہیں وہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور اللہ کا

كَلِمَتُهُ ۚ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِّنْهُ ۖ فَآمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ فَحَ وَا

کلمہ ہیں جس کو اللہ نے مریم تک پہنچایا۔ اور اللہ کی طرف سے ایک روح ہیں، سو اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ۔ اور مت

تَقُولُوا ثَلَاثَةٌ ۖ إِنَّهُمْ خَيْرَ لَّكُمْ ۖ إِنَّمَا اللَّهُ إِلَهُ وَاحِدٌ ۖ سُبْحَنَهُ

کہو کہ تین خدا ہیں اس سے باز آ جاؤ یہ تمہارے لئے بہتر ہوگا۔ مہبود صرف اللہ ہی ہے جو اکیلا ہے وہ اس سے پاک ہے

أَنْ يَكُونَ لَهُ وَلَدٌ ۚ لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَكَفَى بِاللَّهِ وَكِيلًا ۚ

کہ اس کی اولاد ہو۔ اسی کے لئے ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور اللہ کارساز ہونے کے لئے کافی ہے۔

آیت ۱۷۰: يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ الرَّسُولُ بِالْحَقِّ مِنْ رَبِّكُمْ (اے لوگو! تمہارے پاس رسول حق لے کر تمہارے رب کی طرف سے آئے) حق سے مراد یہاں اسلام ہے۔ اور یہ حال واقع ہے اس حال میں کہ حق کو ثابت کرنے والا ہے۔

ایمان و توحید خیر ہے:

فَآمَنُوا خَيْرًا لَّكُمْ۔ سو (تم ایمان لاؤ جو تمہارے لئے بہتر ہو) اور یہ اسی طرح ہے جیسا کہ: إِنَّهُمْ خَيْرَ لَّكُمْ۔

(النساء: ۱۷۱)

خَيْرٌ: یہ فعل محذوف کی وجہ سے منصوب ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب ان کو ایمان پر آمادہ کیا۔ اور تثلیث سے باز رہنے کا حکم دیا۔ تو معلوم ہوا ایک بات پر ان کو آمادہ کیا جا رہا ہے پس فرمایا خیراً لکم۔ تم قصد کرو اور ایک ایسے امر پر ثابیت قدم رہو جو تمہارے لئے بہتر ہے۔ اس کی بنسبت جس میں تم مبتلا ہو یعنی کفر و تثلیث۔ اور وہ بہتر چیز ایمان اور توحید ہے۔ وَإِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اور اگر تم ناشکری کرو تو اللہ ہی کی ملکیت میں ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے) تمہارا کفر اس کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا (اور اللہ تعالیٰ ان کو خوب جاننے والے ہیں جو ایمان لانے والے اور انکار کرنے والے ہیں) حَکِيمًا (وہ حکمت والے ہیں) دونوں کے بدلے میں برابری نہیں برتتے۔

آیت ۱۷۱: يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ (اے اہل کتاب اپنے دین میں غلو نہ کرو) یعنی حد سے تجاوز نہ کرو۔ یہود

نے مسیح علیہ السلام کے مرتبہ کو کم کرنے میں غلو کیا یہاں تک کہ ان کو زانیہ کا بیٹا قرار دیا (معاذ اللہ)۔ اور نصاریٰ نے ان کو بڑھانے میں غلو سے کام لیا یہاں تک کہ ان کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا بنا دیا (معاذ اللہ)۔ وَلَا تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ (اور تم اللہ تعالیٰ کے متعلق وہی بات کہو جو سچی ہے) اور وہ اس کا شرک و اجیت سے پاک ہونا ہے۔

إِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ (بیشک مسیح عیسیٰ بن مریم ہے) ابن اللہ نہیں ہے۔ رَسُوْلُ اللَّهِ (اللہ کا رسول ہے) **نَحْمَدُكَ**: مسیح مبتداء عیسیٰ عطف بیان یا بدل اور رسول اللہ اس کی خبر۔ کلمتہ کا عطف رسول اللہ پر ہے۔ وَكَلِمَتُهُ (وہ اللہ کا کلمہ ہے) ان کو کلمہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ان سے ہدایت حاصل کی جاتی ہے جیسا کلام سے کی جاتی ہے۔ اَلْقَهَا اِلَى مَرْيَمَ (وہ کلمہ اللہ تعالیٰ نے پہنچایا مریم تک) یہ حال بھی ہے اور اس کے ساتھ مراد بھی ہو سکتا ہے یعنی وہ کلمہ پہنچایا مریم تک اور ڈالا اس میں۔

روح کہنے کی وجہ:

وَرُوْح (اور روح ہے)۔

نَحْمَدُكَ: اس کا عطف بھی رسول اللہ پر ہے۔

ان کو روح کہنے کی وجہ نمبر ۱۔ وہ مردوں کو زندہ کرتے جیسا کہ قرآن کو بھی روح فرمایا۔ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اٰمُرِنَا۔ الشوریٰ۔ ۵۲۔ نمبر ۲۔ وہ دلوں کو زندہ کرتے تھے۔

مِنْهُ۔ (اس کی طرف سے) یعنی اس کی تخلیق اور تکوین سے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِنْهُ۔ الجاثیہ۔ ۱۳۔

عجیب لطیفہ:

ہارون رشید کے دربار میں ایک نصرانی غلام تھا۔ اس نے مجلس ہارون رشید میں کہا تمہاری کتاب میں ایک آیت ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسیٰ اللہ میں سے ہیں علی بن حسین بن واقد جو اس مجلس میں موجود تھے انہوں نے فرمایا اگر مِّنْهُ سے عیسیٰ کا اللہ تعالیٰ سے ہونا ثابت ہوتا ہے تو پھر قرآن مجید میں سورہ جاثیہ میں ارشاد ہے وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِنْهُ۔ پھر اب تو ساری مخلوق اس کا حصہ بن گئی۔ عیسیٰ کی کیا خصوصیت رہی۔ وہ لا جواب ہو گیا۔

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ وَلَا تَقُولُوْا ثَلٰثَةٌ (پس تم مانو اللہ اور اس کے رسولوں کو اور نہ کہو کہ معبود تین ہیں)

نَحْمَدُكَ: ثلثہ یہ خبر ہے اس کا مبتداء الالہۃ محذوف ہے۔

اِنْتَهُوْا (تم باز رہو) یعنی تثلیث سے۔ خَيْرًا لَّكُمْ (تمہارے لئے بہتر ہوگا) قرآن مجید کی واضح دلالت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ عیسائیوں کے ہاں اللہ مسیح اور مریم تین معبود ہیں۔ اور مسیح اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے جو مریم سے پیدا ہوا۔ جیسا کہ ارشاد الہی میں

ہے: اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّي الْهَيْمَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ [المائدہ: ۱۱۶] دوسری آیت میں فرمایا: وَقَالَتِ النَّصْرَانِی الْمَسِیْحُ ابْنُ اللّٰهِ [الب: ۳۰]

اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (بیشک اللہ ہی تنہا معبود ہے)

منجور: لفظ اللہ مبتداء الہ خبر واحد تاکید برائے الہ۔

تثزیہ باری تعالیٰ:

سُبْحٰنَہٗ اَنْ یَّکُوْنَ لَہٗ وَلَدٌ (وہ اس امر سے پاک ہے کہ اس کی کوئی اولاد ہو) میں اس کی تسبیح بیان کرتا ہوں اس سے کہ اس کا کوئی بیٹا ہو۔ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ (اس کی ملکیت میں ہے جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے) اس میں اللہ تعالیٰ کی تثزیہ کا بیان ہے۔ اس غلط نسبت سے جو اس کی طرف کی گئی۔ اس طرح کہ آسمان و زمین میں سب اس کی مخلوق و مملوک ہے۔ پس یہ کس طرح ممکن ہے کہ بعض ملکیت اس کا حصہ ہو۔ کیونکہ بیٹا ہونا اور ملک ہونا دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔ اور جزء ہونا تو اجسام کی خصوصیت سے ہے۔ اور اللہ تعالیٰ تو جسمیت سے پاک ہے۔

وَکَفٰی بِاللّٰهِ وَکِیْلًا (اور اللہ کافی کارساز ہے) وہ حافظ ہے آسمان و زمین کا اور ان میں تدبیر امر کرنے والا ہے اور جو کسی امر کی کفایت سے عاجز ہوتا ہے وہ بیٹے کا محتاج ہوتا ہے جو اس کی معاونت کرے۔

لَنْ يَسْتَنْكِفَ الْمَسِيحُ أَنْ يَكُونَ عَبْدًا لِلَّهِ وَلَا الْمَلَائِكَةُ الْمُقَرَّبُونَ ط

مسیح ہرگز اس کو عار نہیں سمجھے گا کہ اللہ کا بندو بنے اور نہ مقرب فرشتے،

وَمَنْ يَسْتَنْكِفَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ إِلَيْهِ جَمِيعًا ﴿۷۲﴾

اور جو کوئی شخص عار کرے اللہ کی عبادت سے اور تکبر کرے تو وہ ان کو عنقریب اپنے پاس جمع فرمائے گا،

فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَيُوَفِّيهِمْ أُجُورَهُمْ وَيَزِيدُهُمْ

سو جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان کو پورے پورے بدلے عطا فرمائے گا۔ اور اپنے فضل سے

مِنْ فَضْلِهِ ؕ وَأَمَّا الَّذِينَ اسْتَنْكَفُوا وَاسْتَكْبَرُوا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا

اور زیادہ دے گا۔ اور جن لوگوں نے عار کی اور تکبر کیا سو ان کو دردناک عذاب

أَلِيمًا ؕ وَلَا يَجِدُونَ لَهُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ﴿۷۳﴾ يَا أَيُّهَا

دے گا اور یہ لوگ اپنے لئے اللہ کے سوا کوئی یار اور مددگار نہ پائیں گے۔ اے

النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَبِّكُمْ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُّبِينًا ﴿۷۴﴾

لوگو! بے شک آئی ہے تمہارے پاس دلیل تمہارے رب کی طرف سے اور ہم نے اتارا ہے تمہاری طرف واضح نور

فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَاعْتَصَمُوا بِهِ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِي رَحْمَةٍ مِّنْهُ

سو جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور اسے مضبوطی سے پکڑا تو عنقریب ان کو اپنی رحمت اور فضل میں

وَفَضْلٍ ؕ وَيَهْدِيهِمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿۷۵﴾

داخل فرمائے گا اور ان کو اپنی طرف سے سیدھے راستہ پر پہنچا دے گا۔

نصاری کے اعتراض کا جواب:

آیت ۱۷۲: جب وفد نجران نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ آپ ہمارے صاحب عیسیٰ کے عیب کیوں نکالتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا۔ پھر میں نے کیا کہا ہے! کہنے لگے تم نے کہا ہے کہ وہ اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہے۔ آپ نے فرمایا۔ یہ تو عار کی بات نہیں۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ کا بندہ ہو۔ انہوں نے کہا کیوں کر۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

لَنْ يَسْتَنْكِفَ الْمَسِيحُ (مسیح ہرگز عار نہیں کریں گے) اَنْ يَكُونَ عَبْدًا لِلّٰهِ (کہ وہ اللہ تعالیٰ

کے بندے کہلائیں) اس میں نصاریٰ کی تردید ہے۔ وَلَا الْمَلٰٓئِکَةُ (اور نہ ملائکہ) اس میں عرب کے ان لوگوں کی مذمت ہے جو فرشتوں کی پوجا کرتے تھے۔ اس کا عطف مسیح پر ہے۔ الْمُقَرَّبُونَ (مقرب) یعنی کروڑوں فرشتے جو عرش الہی کے گرد رہتے ہیں مثلاً جبریل۔ میکائیل۔ اسرافیل علیہم السلام اور جو ان کے طبقہ میں شامل ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ملائکہ مقربین بھی اللہ تعالیٰ کے بندے کہلانے میں عار محسوس نہ کریں گے۔ اس کلام کو دلالت کی وجہ سے حذف کر دیا گیا اور وہ عبد اللہ کا لفظ ہے مختصراً۔

اعتراض:

معتزلہ نے اس آیت سے ملائکہ کی انسانوں پر فضیلت ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ دلیل یہ دی ترقی ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ہوتی ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے۔ فلان لا یستکف عن خدمتی ولا ابوء۔ اگر کہا جائے ولا عبده۔ تو یہ کلام درست نہیں۔ آیت میں ولا الملائكة المقربون کا مطلب یہ ہے کہ نہ ملائکہ مقربون اور نہ وہ جو ان سے مرتبہ میں اعلیٰ ہیں۔ اور عظمت میں بڑھ کر ہیں اور مقربین کی تخصیص اس پر دلالت کر رہی ہے۔

جواب: ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ثانی کو اول پر فضیلت حاصل ہے۔ لیکن اس کا اس بحث سے کوئی تعلق نہیں۔ جس میں تنازع پایا جاتا ہے۔ کیونکہ آیت بتلا رہی ہے کہ ملائکہ مقربین تمام وہ عیسیٰ علیہ السلام سے افضل ہیں اور ہم مانتے ہیں کہ تمام ملائکہ مقربین ایک انسانی رسول سے افضل ہیں۔ بعض اہلسنت نے یہ جواب دیا ہے۔ کیونکہ آیت کی مراد یہ ہے کہ ملائکہ عظیم طاقت کے باوجود جو انسانوں سے بڑھ کر ہے اور لوح محفوظ کے علوم جن سے وہ براہ راست فیضیاب ہوتے ہیں اور ازدواجی زندگی سے بالکل خالی ہیں پھر بھی اللہ تعالیٰ کے بندہ ہونے سے عار محسوس نہیں کرتے۔ تو وہ اللہ تعالیٰ کا بندہ ہونے سے کیسے عار و انکار کر سکتا ہے۔ جو دوسرے سے پیدا ہوا۔ اور قدرت و طاقت بھی محدود قسم کی ہو۔ اور علم بھی فرشتوں کی طرح کا نہ ہو۔

اور اس بات کو پیش نظر رکھنا چاہیے سخت پکڑ۔ وسعت علم۔ وجود کی غرابت حماقت کا شکار کر دیتی ہے۔ جیسا کہ عیسائی۔ اور عبودیت سے بلند ہونے کا وہم پیدا کر دیتی ہے۔ پس عیسائیوں کو کہا گیا کہ یہ اوصاف تو ملائکہ میں مسیح کی بنسبت زیادہ کامل ہیں مگر وہ ان اوصاف کے ہوتے ہوئے بھی عبودیت سے عار محسوس نہیں کرتے تو مسیح کیسے محسوس کر سکتے ہیں؟

خلاصۃ الکلام:

خلاصہ کلام یہ ہے۔ خاص انسان یعنی انبیاء علیہم السلام وہ خاص ملائکہ سے افضل ہیں اور وہ خاص ملائکہ کہ رسل ملائکہ ہیں مثلاً جبریل میکائیل عزرائیل وغیرہ۔ اور خاص ملائکہ عام مؤمنین سے افضل ہیں۔ اور عام مؤمن انسان۔ عوام ملائکہ سے افضل ہیں۔

تفضیل بشر کی دلیل:

انسانوں نے اپنی خواہشات کو اللہ تعالیٰ کی خاطر دبایا جو اس بات کے کہ خواہشات فطرت بشریہ ہیں۔ پس انبیاء علیہم السلام ملائکہ علیہم السلام پر عصمت میں فوقیت لے گئے۔ اور نفسانی واردات کو دبانے میں ان کو فرشتوں پر افضلیت حاصل ہو گئی۔ اور جسمانی دوائی کو مغلوب کرنے میں ان پر بڑھ گئے پس ان کی اطاعت و عبادت وہ فرشتوں کی بنسبت بہت شاق و گراں

ہے۔ کیونکہ وہ مختلف چکروں سے گزر کر کرنا ہوتی ہے اور ملائکہ کی اطاعت جبلی و فطری ہے۔ پس انبیاء علیہم السلام کی اطاعت ثواب میں بڑھ گئی۔

وَمَنْ يَسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهِ وَيَسْتَكْبِرْ (جو اس کی بندگی سے عار محسوس کرے گا اور تکبر اختیار کرے گا) فَسَيَحْشُرُهُمُ إِلَيْهِ جَمِيعًا (پس اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنے ہاں جمع کرے گا) پھر ان کے غرور آمیز انکار و تکبر پر ان کو سزا دے گا۔ پھر تفصیل فرمائی۔ چنانچہ فرمایا۔

اجمال کی تفصیل:

آیت ۱۷۳: فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَيُوَفِّيهِمْ أُجُورَهُمْ وَيَزِيدُهُم مِّن فَضْلِهِ وَأَمَّا الَّذِينَ اسْتَنْكَفُوا وَاسْتَكْبَرُوا فَيَعَذِّبُهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا وَلَا يَجِدُونَ لَهُم مِّن دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا (پس جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے۔ تو ان کو ان کا ثواب پورا پورا دیا گیا اور اپنی مہربانی سے زیادہ عطا فرمائے گا اور پھر جن لوگوں نے عار محسوس کی اور بڑے بنے تو اللہ تعالیٰ ان کو دکھ آمیز عذاب دے گا۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اپنے لئے کوئی کارساز و مددگار نہ پائیں گے)

اہم سوال: تفصیل اجمال کے مطابق نہیں۔ کیونکہ تفصیل میں دو فریق ہیں۔ اور اجمال میں ایک فریق کا تذکرہ ہے۔ الجواب بالصواب: اس کی مثال اس طرح ہے کہ امام نے خروج کرنے والوں کو جمع کیا۔ پس جنہوں نے اس کے خلاف خروج نہ کیا تھا ان کو لباس و سواری دینا اس کے ذمہ ہے اور جنہوں نے خروج کیا ان کو سزا دینا اس کے ذمہ تھا۔ یہ جواب دو اعتبار سے صحیح ہے۔ نمبر ۱۔ بڑی دلیل ایک فریق کے تذکرہ کو حذف کر دیا کیونکہ تفصیل اس پر خود دلالت کر رہی تھی۔ نمبر ۲۔ ایک کا تذکرہ دوسرے کے تذکرہ کی دلیل ہے۔ جیسا کہ تفصیل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اپنے ارشاد میں ایک فریق کو حذف کر دیا ہے۔ فاما الذين امنوا بالله واعتصموا به۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ دوسروں پر احسان ان کو غم میں مبتلا کرنے والا ہے۔ تو یہ غم بھی من جملہ عذاب میں داخل ہے۔ گویا اس طرح کہہ دیا گیا۔ جو اس کی بندگی اور عبادت سے عار محسوس کرے گا اور تکبر اختیار کرے گا۔ پس عنقریب اس کو حسرت کا عذاب میسر آئے گا جبکہ وہ عمل کرنے والے کے بدلے ملاحظہ کرے گا اور اس سبب سے جو اللہ تعالیٰ کا عذاب اس کو پہنچے گا۔

ایک نکتہ:

آیت میں: لَنْ يَسْتَنْكِفَ فِي غَيْرِ مُسْتَنْكِفِينَ اور مَنْ يَسْتَنْكِفُ میں مُسْتَنْكِفِينَ کا ذکر موجود ہے۔ پس تفصیل اجمال کے بالکل مطابق ہے۔ طویل بادیہ پیمائی کی حاجت نہیں۔ (الحمد للہ)

آیت ۱۷۴: يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّن رَّبِّكُمْ (اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے واضح دلیل آگئی) یعنی وہ رسول ہیں جو منکرین کو معجزات سے حق واضح کر رہے ہیں۔

وَأَنزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُّبِينًا (اور ہم نے تمہاری طرف واضح روشنی اتاری) ایسا قرآن جس سے حیرت کے اندھیرے روشن کیے جاتے ہیں۔

يَسْتَفْتُونَكَ ۖ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ ۖ إِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ

لوگ آپ سے فتویٰ طلب کرتے ہیں، آپ فرما دیجئے اللہ تمہیں کلالہ کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے، اگر کوئی شخص مر جائے

لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَا إِن لَّمْ

اس کے کوئی اولاد نہیں اور اس کی ایک بہن ہے تو اس کے لئے اس مال میں کا آدھا ہے جو مرنے والے نے چھوڑا۔ اور وہ بہن کے پورے مال کا وارث ہوگا اگر اس بہن

يَكُنْ لَهَا وَلَدٌ ۖ فَإِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثُ مِمَّا تَرَكَ ۖ وَإِنْ كَانُوا

کے کوئی اولاد نہ ہو۔ پس اگر دو بہنیں ہیں تو ان کے لئے اس مال میں سے دو تہائی ہے جو مرنے والے نے چھوڑا۔ اور اگر یہ لوگ

إِخْوَةٌ رِّجَالٌ وَنِسَاءٌ فَلِلَّذَكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ ۚ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ أَن

بہن بھائی ہوں تو ایک مرد کے لئے دو عورتوں کے حصے کے برابر ہے، اللہ تمہارے لئے بیان فرماتا ہے تاکہ

تَصَلُّوْا ۖ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝۱۶۱

تم گمراہ نہ ہو اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَاعْتَصَمُوا بِهِ (جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اس کو مضبوطی سے تھام لیا) یعنی اللہ پر ایمان لائے یا قرآن پر ایمان لائے۔

فَسَيُدْخِلُهُمْ فِي رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ (وہ عنقریب ان کو اپنی رحمت و فضل میں ضرور داخل فرمائے گا) رحمت سے مراد جنت ہے اور فضل سے مراد زیادتی نعمت و بھیدیہم (اور وہ ان کی راہنمائی کرے گا) اِلَيْهِ (اللہ تعالیٰ کی طرف) یا فضل کی طرف یا اپنے راستے کی طرف۔ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا (سیدھا راستہ)

نَحْوُ: صراطا یہ مضاف محذوف سے حال ہے۔

کلالہ کا حکم:

آیت ۱۶۱: يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ (لوگ آپ سے حکم دریافت کرتے ہیں۔ آپ کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ تم کو کلالہ کے بارے میں حکم دیتے ہیں)۔

واقعہ جابر رضی اللہ عنہ:

حضرت جابر بن عبد اللہ بیمار تھے۔ رسول اللہ عیادت کیلئے تشریف لائے۔ تو انہوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میں کلالہ ہوں۔ میں اپنے مال کا کیا کروں؟ تو یہ آیت اتری ان امروا هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ (اگر کوئی آدمی مر جائے اور اسکی کوئی اولاد نہ ہو)

نَحْوُ: امرؤ مرفوع ہے اس مضمرب کی وجہ سے کہ ظاہر جس کی تفسیر ہے اور لیس له ولد یہ صفت کی وجہ سے مرفوع ہے۔ تقدیر

عبارت یہ ہے۔ ان ہلک امرؤ غیر ذی ولد۔

الولد سے یہاں مراد بیٹا ہے۔ ویسے یہ لفظ مذکر و مؤنث دونوں پر بولا جاتا ہے۔ کیونکہ ابن کی وجہ سے اخت (بہن کا حصہ) ساقط ہو جاتا ہے۔ مگر بنت کی وجہ سے بہن کا حصہ ساقط نہیں ہوتا)

حقیقی بھائی بہنوں کا مسئلہ:

(یاد رہے کہ یہ آیت حقیقی بھائی بہنوں کے متعلق ہے جیسا شروع سورت میں روایت مذکور ہوئی)
وَلَهُ اُخْتُ (اور اس کی حقیقی بہن ہو) یعنی ماں باپ کی طرف سے یا باپ کی طرف سے۔ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ (تو بہن کو حقیقی بھائی کے ترکہ میں سے نصف ملے گا) جو اس میت نے چھوڑا ہے۔

وَهُوَ يَرِثُهَا لیکن اگر بہن حقیقی مر جائے (اور اس کی اولاد نہ ہو) تو بھائی حقیقی اس کے تمام مال کا وارث ہوگا۔ اگر معاملہ علی العکس اس کی موت کا پیش آئے۔ اور وہ بھائی اس کی موت کے بعد باقی ہو۔ (اور میت کا باپ و دادا موجود نہ ہو۔)

اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَهَا وَلَدٌ (اگر اس بہن کی کوئی اولاد نہ ہو) یہاں ولد سے مراد بیٹا ہے۔ کیونکہ بیٹا۔ بھائی کو ساقط کرتا ہے بیٹی نہیں۔
سوال: بیٹا کیلئے بھائی کو ساقط نہیں کرتا۔ باپ بھی اسقاط میں اس کی مثل ہے۔ پھر آیت میں ولد کی نفی پر اکتفاء کیونکر فرمایا گیا۔

جواب: انتقائے ولد کا حکم واضح بیان کر دیا اور انتقائے والد کا حکم سنت کے بیان پر چھوڑ دیا۔ اور وہ ارشاد نبوت ﷺ ہے۔ الحقوا الفرائض باهلها فما بقى فلاولى عصبه ذکر۔ البخاری۔ ۶۷۳۲۔ مسلم ۱۶۱۵۔ احمد ۲۹۲۔ جلد ۱

اور باپ بھائی سے زیادہ حقدار ہے۔

اخوت کو تغلیباً ترجیح دی:

فَاِنْ كَانَتَا اُنْتَيْنِ (اگر بہنیں دو ہوں) اور اس پر ولہ اخت بھی دلالت کر رہا ہے۔ فَلَهُمَا الثُّلُثُ مِمَّا تَرَكَ وَاِنْ كَانُوْا اِخْوَةً (تو ان کے لئے) (بھائی کے ترکہ سے) دوثلث ہو گئے اس میں سے جو میت نے چھوڑا اور اگر بھائی بہنوں کی جماعت ہو) یعنی اخوت کی وجہ سے میراث پانے والے بہن بھائی بہت سے ہوں۔ یہاں اخوات پر اخوت کو غلبہ دے کر ذکر کیا۔

رِجَالًا وَّنِسَاءً (مذکر و مؤنث دونوں ہوں) فَلِلَّذَكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثٰی یَبۡیۡنُ اللّٰهُ لَکُمۡ اَنْ تَصِلُوْا (پس ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہوگا) (تقسیم میں) اللہ تعالیٰ کھول کر بیان فرماتے ہیں تاکہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ)

حجۃ الوداع کی راہ میں اتری:

یبین سے سچا بیان۔ یہ یبین کا مفعول محذوف ہے۔ اور ان تصلوا سے قبل کراہۃ کا لفظ محذوف ہے۔ (انکے بعد لا محذوف ہے) وَاللّٰهُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ (اور اللہ تعالیٰ کو ہر چیز معلوم ہے) وہ اشیاء کو ان کے وجود سے قبل اور اسکے بعد انکی حقیقتوں اور مسئلہ سمیت پہنچاتے ہیں (اس آیت کو آیت الصیف گرمیوں والی کہتے ہیں۔ اور یہ آیت حجۃ الوداع کے بعد راستہ میں اتری۔

الحمد لله افضل الصلوات علی رسولہ تمت ترجمۃ سورۃ النساء

یوم الاربعاء سبعة عشر یوماً مضت من شهر ربیع الاول ۱۴۲۳ھ

سُورَةُ الْمَائِدَةِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ مِائَتُ عَشْرٍ وَفِيهَا ثَمَانِي عَشْرُ آيَاتٍ

سورہ مائدہ مدینہ میں نازل ہوئی، اس میں ایک سو بیس آیات اور سورہ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ ۚ أُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ

اے ایمان والو! اپنے عہدوں کو پورا کرو، حلال کئے گئے تمہارے لئے چوپائے انعام میں سے،

إِلَّا مَا يُتْلَى عَلَيْكُمْ غَيْرُ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَأَنْتُمْ حُرْمٌ ۗ إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيدُ ①

مگر وہ جن کے بارے میں تمہیں بتا دیا جائے گا اس حال میں کہ جس وقت تم احرام میں ہو شکار کو حلال کرنے والے نہ ہو۔ بے شک اللہ جو چاہتا ہے حکم فرماتا ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحِلُّوا شَعَائِرَ اللَّهِ وَلَا الشُّهُرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ

اے ایمان والو! مت حلال کرو اللہ کے شعائر کو، اور نہ شہر حرام کو اور نہ ہدی

وَلَا الْقَلَائِدَ وَلَا أَمِينَ الْبَيْتِ الْحَرَامِ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّن رَّبِّهِمْ

کو اور نہ بچے ڈالے ہوئے جانوروں کو، اور نہ ان لوگوں کو جو بیت حرام کا قصد کر کے جا رہے ہوں! وہ اپنے رب کا فضل

وَرِضْوَانًا ۚ وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا ۚ وَلَا يَجْرِمَنَّ شَنَاةُ قَوْمٍ أَن صَدُّوكُمْ

اور رضا مندی تلاش کرتے ہیں۔ اور جب تم حلال ہو جاؤ تو شکار کر لو، اور ہرگز کسی قوم کی دشمنی کہ انہوں نے

عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَنْ تَعْتَدُوا ۚ وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ۚ وَلَا

تمہیں مسجد حرام سے روکا ہے اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم زیادتی کرو اور آپس میں نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرو، اور

تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ②

گناہ اور زیادتی پر آپس میں مدد نہ کرو، اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ سخت عذاب والا ہے۔

عہد کی پابندی کا حکم:

تفسیر آیت ۱: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ أُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ إِلَّا مَا يُتْلَى عَلَيْكُمْ غَيْرُ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَأَنْتُمْ حُرْمٌ إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيدُ۔

(اے ایمان والو! تم وعدوں کو پورا کرو۔ حلال کر دیئے گئے تمہارے لئے چوپائے۔ سوائے ان کے جو تمہارے سامنے تلاوت کی جا رہی ہے۔) (لیکن) شکار کو حلال نہ سمجھنا اس حالت میں کہ تم احرام میں ہو۔ بیشک اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے) کہا جاتا ہے: وقفی بالعہد۔ و اوقفی بہ۔ کہ فلاں نے وعدہ پورا کیا۔ اس کے تقاضے کو ادا کیا۔ العقد۔ مضبوط عہد کو رسی کی گرہ سے تشبیہ دی۔ مراد اس سے وہ معاہدے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے لیے۔ اور ان کا مکلف بنا کر ان پر لازم کیے۔

یا وہ معاہدے جو محمد ﷺ پر ایمان لانے والوں سے لیے۔

یا پھر وہ معاہدے جو تم باہمی باندھتے ہو۔ اور ظاہر آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد وہ معاہدے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے دین میں حرام و حلال کے سلسلے میں باندھے ہیں۔ البتہ یہ کلام اجمالی ہے جس کو پہلے لایا گیا ہے پھر تفصیل اسی طرح کی اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيمَةُ الْاَنْعَامِ۔ البہیمۃ۔ خشکی و سمندری چوپایا۔ انعام کی طرف اس کی نسبت بیانی ہے۔ اور یہ اضافت من کے معنی میں ہے۔ جیسے خاتم فضۃ۔

اب مطلب یہ ہوا کہ چوپایا جو پالتو جانوروں میں سے ہے ان کی آٹھ اقسام ہیں اونٹ، گائے، بھیڑ، بکریاں وغیرہ۔ بعض کا قول یہ ہے کہ بہیمۃ الانعام سے مراد ہرنی اور جنگلی گائے ہے۔ اِلَّا مَا يُتْلٰی عَلَیْكُمْ سوائے ان کے جو تم پر تلاوت کی جائیں گی۔ اس سے مراد یہ جو آیت حرمت علیکم میں بیان کیے گئے ہیں۔ **مَنْحُورٌ** : غیر محلی الصيد (شکار کو حلال مت سمجھنا) یہ لکم کی ضمیر سے حال ہے اور وانتم حرم یہ محلی الصيد سے حال ہے گویا عبارت اس طرح ہے۔ ہم نے تمہارے لیے بعض چوپائے حلال کئے جبکہ تم احرام کی حالت میں شکار کو حلال کرنے والے نہ ہو۔ یہ اس لیے تاکہ تم پر تنگی نہ ہو۔ الحُرْمُ جمع حرام ہے اور مراد اس سے محرم ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ یَحْکُمُ مَا یُرِیدُ : بیشک اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے جو چاہتا ہے یا حکم دیتا ہے حلال و حرام میں سے جس کے بارے میں چاہتا ہے۔

تَفْسِیْرُ آیَتِ ۲:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَاہِرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّہْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْہُدٰی وَلَا الْقَلَآئِدَ وَلَا اٰمِیْنَ الْبَیْتِ الْحَرَامِ یَتَّعِفُوْنَ فُضْلًا مِّنْ رَّبِّہُمْ وَرِضْوَانًا ط وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا وَلَا یَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا وَتَعَاوَنُوْا عَلٰی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلٰی الْاِثْمِ وَالْعُدُوَانِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ۔ یہ آیت اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیاء کو حلال قرار دینے کی ممانعت کے لئے نازل ہوئی۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَاہِرَ اللّٰهِ (اے ایمان والو! بے حرمتی نہ کرو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی) شعائر جمع شعیرة ہے۔ اس چیز کو کہتے ہیں جن کو بطور علامت مقرر کیا جائے۔ یعنی حج کے مقامات پر عبادات کی علامات۔ رمی کے مقامات۔ مطاف۔ سعی اور وہ افعال جو حجاج کی علامات ہوں۔ جن سے وہ پہچانے جائیں۔ جیسے احرام، طواف، سعی، حلق و نحر وغیرہ۔ وَلَا

الشَّهْرَ الْحَرَامَ (اور نہ ماہ حرام کی) اس سے مراد حج کے مہینے ہیں وَلَا الْهَدْيَ (اور نہ ہدی) اس سے مراد وہ جانور جو بیت اللہ کی طرف بطور ہدیہ بھیجا جاتا ہے۔ اور اس سے حج کے احکام میں قرب الہی حاصل کیا جاتا ہے۔ اور یہ ہدیہ کی جمع ہے۔ وَلَا الْقَلَائِدَ (اور نہ قلادہ والے جانور) یہ قلادہ کی جمع ہے یہ اس چیز کو کہا جاتا ہے جو ہدی کے جانور کے گلے میں نعل یا درخت کا چھلکا اور لوٹے کا منہ وغیرہ ڈال دیا جائے۔

وَلَا آقِیْنَ الْبَیْتِ الْحَرَامِ (اور نہ بیت اللہ کا قصد کرنے والوں کی) یعنی تم ان لوگوں کی توہین نہ کرو۔ جو مسجد حرام کا قصد کر کے حج و عمرہ کے لئے آئے۔

ان چیزوں کو حلال قرار دینے کا مطلب یہ ہے کہ شعائر کی تعظیم میں سستی ہوگی۔ اور عبادت گزاروں اور شعائر کے درمیان رکاوٹ بن جائے گا۔ اور حج کے ایام میں ایسی چیزوں کا ارتکاب کریں گے۔ جس سے وہ لوگوں کو حج کرنے میں رکاوٹ بن جائیں گے۔ اور ہدی اور اس کے غصب کی ٹھان لیں گے۔ یا ہدی کو اپنے مقام پر پہنچنے میں رکاوٹ بنیں گے۔

ہدایا پر تعرض سے بطور مبالغہ ممانعت:

القلائد: سے مراد ممکن ہے کہ قلائد والے جانور مراد ہوں اور وہ اونٹ ہیں۔ اور ہدی پر اس کا عطف خصوصیت ظاہر کرنے کے لئے ہے۔ کیونکہ ہدایا میں یہ سب سے اعلیٰ ہے۔ جیسے فرشتوں کا ذکر کر کے جبریل اور میکائیل کو اس آیت میں ذکر فرمایا و جبریل و میکال البقرہ ۹۸ گویا عبارت اس طرح ہے۔ القلائد منها خصوصاً کہ ہدایا میں سے خاص طور پر قلادہ والے جانور۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ ہدایا کے قلائد پر ہاتھ ڈالنے سے روک کر ہدایا پر تعرض کرنے میں مبالغہ کرنا مقصود ہو۔ مطلب یہ ہوگا کہ ان کے قلائد کی بھی بے حرمتی نہ کرو۔ چہ جائیکہ تم خود ان ہدایا کی بے حرمتی کرو۔ یہ اس طرح ہے کہ جس طرح اس آیت میں: وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ (النور: ۳۱) زینت کے ظاہر کرنے کی ممانعت کی گئی ہے تاکہ مواقع زینت کے ظاہر کرنے کی ممانعت میں مبالغہ ہو جائے۔

یَبْتَغُونَ (وہ چاہنے والے ہیں) **مُحْجَمُونَ**: آمین کی ضمیر سے حال ہے۔

فَضْلًا مِّنْ رَبِّهِمْ وَرِضْوَانًا (اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رضا مندی تاکہ وہ راضی ہو جائے) تم ایسی قوم پر جو ان صفات والی ہو۔ تعرض نہ کرو ان کی عظمت کی بناء پر وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا (جب تم احرام سے نکل جاؤ تو شکار کرو) پہلے غیر محلی الصيد وانتم حرم فرما کر شکار کی ممانعت فرمائی گئی تھی فاصطادوا سے اس کو مباح قرار دیا۔

دشمنی برائے دشمنی مت کرو:

وَلَا یَجْرِ مِّنْکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْکُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا (اور نہ تم کو آمادہ کرے کسی قوم کی دشمنی کہ تم حد سے بڑھو اس لئے کہ انہوں نے تمہیں مسجد حرام سے روکا) **مُحْجَمُونَ**: جرم کا لفظ کسب کی طرح ہے کہ کبھی ایک مفعول کی طرف متعدی ہوتا ہے کبھی دو کی طرف جیسے کہتے ہیں۔ جرم ذنباً جیسے کسبہ۔ جرم ذنباً جیسے کسبتہ ایہا۔ یہاں پہلا

مفعول ضمیر مخاطب ہے اور دوسرا ان تعتدوا ہے۔ اَنْ صَدُّوْكُمْ یہ شَنَاۡنُ سے متعلق ہے۔ اور علت کے معنی میں ہے۔ شَنَاۡنِ سخت بغض کو کہتے ہیں۔

قرأت: شامی اور ابو بکر نے شَنَاۡنِ کو نون کے سکون سے پڑھا ہے۔ مطلب یہ ہوا کسی قوم کا بغض تمہیں حد سے نہ بڑھائے اور نہ اس پر آمادہ کرے اس لیے کہ انہوں نے تمہیں روکا ہے۔ اَنْ صَدُّوْكُمْ شرط ہے مکی اور ابو عمرو نے اسی طرح قرار دیا۔ مطلب یہ ہے کہ ان کو مسجد سے اسی طرح روک جیسے اہل مکہ نے رسول اللہ ﷺ اور مؤمنین کو حدیبیہ کے دن عمرہ سے روک دیا۔ اعتداء کا معنی کسی ناپسندیدہ چیز کو ملا کر ان سے انتقام لینا۔

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ (اور تم نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرو) براور تقویٰ سے یہاں مراد عفو و چشم پوشی ہے۔

وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (گناہ اور دشمنی میں ایک دوسرے سے تعاون نہ کرو) یعنی انتقام اور غصے کو شفاء دینے کے لئے۔ یا برّ مامور کو ادا کرنا۔ تقویٰ۔ ممنوع کو ترک کرنا۔ اثم مامور کو چھوڑنا۔ الْعُدْوَانِ ممنوع کو ادا کرنا۔ اور یہ بھی جائز ہے۔ ہر برّ و تقویٰ عام مانیں۔ اور اثم، عدوان کو تمام گناہوں کے لئے عام مانیں۔ پس اپنے عموم کے لحاظ سے معافی اور بدلے دونوں کو شامل ہے۔ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ (اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو بیشک اللہ تعالیٰ سخت بدلہ لینے والے ہیں) اس شخص سے جو اس کی نافرمانی کرے اور تقویٰ اختیار نہ کرے۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهْلَ لِغَيْرِ اللَّهِ

حرام کیا گیا تم پر مردہ جانور، اور خون اور خنزیر کا گوشت اور وہ جانور جس پر غیر اللہ کا نام پکارا گیا،

بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبْعُ

اور وہ جانور جو گلا گھٹنے سے مر جائے، اور وہ جانور جو کسی ضرب سے مر جائے، اور وہ جانور جو کسی سے ٹکرا کر مر جائے اور وہ جانور جسے کسی درندہ نے کھالیا

إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ذَلِكُمْ فَسُقُ

مگر وہ جسے تم ذبح کر لو، اور حرام کیا گیا وہ جانور جو ذبح کیا گیا پرستش گاہوں پر، اور یہ بھی حرام کیا گیا کہ تقسیم کرو تیروں کے ذریعہ یہ سب گناہ کے کام ہیں۔

الْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ دِينِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنَ

آج کافر تمہارے دین سے نا امید ہو گئے سو ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو۔

الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتِمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ

آج میں نے پورا کر دیا تمہارا دین اور میں نے تم پر اپنی نعمت پوری کر دی، اور میں نے تمہارے لیے اسلام کو دین کے طور پر

الْإِسْلَامَ دِينًا ۖ فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرِ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمِهِ ۖ فَإِنَّ

اختیار کرنے کے لیے پسند کر لیا سو جو کوئی شخص مجبور ہو جائے سخت بھوک میں جو گناہ کی طرف مائل ہونے والا نہ ہو سو یقیناً

اللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝

اللہ غفور ہے رحیم ہے۔

اہل جاہلیت کے ماکولات:

آیت ۳: حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهْلَ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبْعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ذَلِكُمْ فَسُقُ الْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ دِينِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنَ الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتِمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرِ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمِهِ ۖ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ۔

پھر اہل جاہلیت کے ماکولات کو بیان فرمایا۔ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ (تم پر مردار کو حرام کیا گیا) یعنی ایسے چوپائے جو اپنی موت مر جائیں۔ وَالدَّمُ (اور خون) یعنی بہنے والا خون جو بوقت ذبح نکلتا ہے۔ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ (اور خنزیر کا گوشت) خنزیر تمام

نخس ہے گوشت کو اس لیے خاص کیا۔ کیونکہ اصل مقصود وہی ہے۔ وَمَا أَهْلٌ لِّغَيْرِ اللَّهِ بِهِ (اور وہ جانور جس پر اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کا نام پکارا گیا ہو) اور وہ اہل جاہلیت کا قول ہے کہ بوقت ذبح کہتے تھے باسم اللات والعزی۔ وَالْمُنْحَنِقَةُ (اور وہ جس کا : مایا گیا ہو) یعنی اس قدر اس کا گلا دبایا کہ وہ مر گیا۔ یا جال وغیرہ میں اس کا گلا دب کر مر گیا۔ وَالْمَوْقُوذَةُ (اور چوٹ کھا جانے والا بھی) پتھر سے اس کو چوٹ لگائی۔ یہاں تک کہ وہ مر گیا۔

وَالْمُرْدِيَّةُ (اوپر سے نیچے گر کر مرنے والا جانور) خواہ پہاڑ سے گرا ہو یا کنویں میں گر کر مر گیا ہو۔ وَالنَّطِيحَةُ (اور سینگ لی ٹکر سے مرا ہوا جانور) نطیحة ایسے جانور کو کہتے ہیں جس کو دوسرے جانور نے سینگ مار کر مار دیا ہو۔ وَمَا أَكَلَ السَّبْعُ (اور وہ جانور بھی جس کو درندے پھاڑ کھائیں) اور جس جانور کا کسی درندہ نے بعض حصہ کھالیا اور وہ اپنے زخم کی وجہ سے مر گیا۔ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ (مگر وہ جو تم ذبح کر پاؤ) یعنی وہ مذبوح کی طرح مضطرب تھا اور تم اس کو ذبح کرو۔ نَحْوُ: استثناء کا تعلق منخنقة اور جو اس کے مابعد ہے اس کے متعلق ہے۔ پس اگر جانور کو زندہ پا کر بسم اللہ کہہ کر ذبح کر لیا گیا تو وہ پاک ہے۔ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ (اور جو جانور تھانوں پر ذبح کیا گیا ہو) اہل جاہلیت کے کچھ پتھر تھے جو کعبہ شریف کے ارد گرد گاڑے گئے تھے۔ ان پر بطور تعظیم کے مشرکین ذبح کرتے تھے۔ اور اس سے ان کا قرب حاصل کرنا مقصود ہوتا تھا۔ ان کو انصاب کہتے تھے۔ اس کا واحد نَصْب ہے یا نَصْب جمع اور واحد نصاب ہے۔

پانے کے تیروں کی ممانعت:

وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ (اور جوئے کے تیروں سے تمہارا فال نکالنا) نَحْوُ: میتہ پر عطف کی وجہ سے یہ موضع رفع میں ہے عبارت اس طرح ہوگی حرمت علیکم المیتہ..... والاستقسام بالأزلام جمع زُلُمٌ وَزُلُمٌ کی ہے یہ نشان زدہ تیر تھے۔ جب کوئی سفر یا لڑائی یا تجارت یا نکاح وغیرہ کا ارادہ کرتا تو تین تیروں کا قصد کرتا۔ جن میں سے ایک پر لکھا تھا امرنی ربی۔ دوسرے پر ننھانی ربی اور تیسرے پر غفل لکھا تھا اگر امر والا تیر نکلتا تو اپنے کام پر روانہ ہو جاتا۔ اور منع والا نکل آتا تو کام سے رک جاتا۔ اور اگر غفل والا تیر نکلتا تو اس کو دوبارہ لوٹاتے۔ پس استقسام بالأزلام کا معنی۔ ازلام کے ذریعے کسی چیز کی تقسیم کا مطالبہ کرنا۔ زجاج کہتے ہیں کہ مشرکین کی اس حرکت اور نجومیوں کے اس معاملے میں کوئی فرق نہیں جو کہتے ہیں کہ فلاں ستارے کی وجہ سے مت سفر کرو اور فلاں ستارے کا طلوع ہے تم سفر پر جاؤ۔ شرح تاویلات۔ میں اس کی تردید کی گئی ہے۔ انہوں نے وجہ فرق یہ ظاہر کی کہ نجومی یہ نہیں کہتا کہ فلاں ستارہ تمہیں اس بات سے روکتا ہے۔ اور فلاں ستارہ تمہیں فلاں کام کا حکم دیتا ہے جیسا کہ مشرکین نے کر رکھا تھا۔ لیکن نجومیوں نے اپنی طرف سے احکام الہی کے لئے مختلف دلائل اور علامتیں مقرر کی ہیں۔ اور یہ درست ہے کہ اللہ تعالیٰ نجوم میں ایسے معانی اور علامتیں پیدا کر دے جس سے احکام معلوم ہو جائیں اور اس سے کئی چیزوں کا استخراج کیا جاسکے۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ حرج اس بات میں ہے کہ حکم اللہ تعالیٰ کے ذمہ لگائے اور اس پر اس کو گواہ بنائے۔ دوسرا قول یہ بھی ہے کہ یہ جُوا ہے جس سے وہ اونٹ کو مختلف حصوں پر تقسیم کرتے تھے۔ ذَلِكُمْ فِسْقٌ (یہ استقسام بالأزلام اطاعت سے نکلنا ہے) اور ایک احتمال یہ بھی ہے کہ اس سے مراد وہ تمام مندرجہ بالا محرمات مراد ہوں جو آیت میں مذکور ہیں۔ الْيَوْمَ

یہ یسّ فعل کا ظرف ہے اس سے کوئی معین دن مراد نہیں اس کا معنی ”اب“ ہے جیسے کہتے ہیں انا الیوم کبوت۔ میں اب بوڑھا ہو گیا۔ دوسرا قول یہ ہے الیوم سے آیت کے اترنے کا دن مراد ہے۔ اور یہ جمعہ کے دن نازل ہوئی اور عرفات کے دن نماز عصر کے بعد حجۃ الوداع کے موقع پر اتری۔

اَلْیَوْمَ یَسّ الذِّیْنَ کَفَرُوْا مِنْ دِیْنِکُمْ (آج کے دن کافر تمہارے دین سے مایوس ہو گئے) یعنی تمہارے دین کو باطل کرنے سے مایوس ہو گئے یا اس بات سے ناامید ہو گئے۔ کہ وہ تمہارے دین پر غالب ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام ادیان پر غلبہ کا وعدہ پورا کر دیا۔

فَلَا تَخْشَوْهُمْ (پس تم ان سے نہ ڈرو) دین کے غالب آنے کے بعد اور کفار کے خوف کے زائل ہونے کے بعد اور ان کے غالب سے مغلوب بن جانے کے بعد وَ اخْشَوْنَ (اور مجھ ہی سے ڈرو) یعنی خشیت کو میرے لیے خالص کر دو۔ قراءت: وصل و وقف میں بغیر یا کے آتا ہے۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنِکُمْ (آج میں نے تمہارا دین تمہارے لیے مکمل کر دیا)۔

تکمیل دین کا اعلان:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنِکُمْ۔ الیوم۔ یہ اکملت کا ظرف ہے آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا۔ اس طرح کہ تمہارا حال یہ تھا کہ ہر وقت دشمنوں کا خوف تم پر چھایا ہوا تھا۔ میں نے ان پر تم کو غالب کر دیا۔ یہ ارشاد اس طرح ہے کہ بادشاہ کہا کرتے ہیں الیوم کمل لنا الملک۔ یعنی جن دشمنوں سے ہم ڈرتے تھے ان کی طرف سے محفوظ کر دیئے گئے۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ میں نے تمہارے تکلفی معاملات حرام و حلال کی تعلیم اور شرائع اسلام جن پر موقوف ہے اور قیاس کے قوانین مکمل کر دیئے۔ وَ اَتَمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِی (اور اپنی نعمت تم پر مکمل کر دی) مکہ کو فتح کر کے اور اس میں امن و غلبہ کے ساتھ داخلے کے ذریعے اور جاہلیت اور اس کے طور طریقے مٹا دیئے۔ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (اور تمہارے لیے دین اسلام کو تمام دینوں میں سے منتخب کر لیا) اور تمہیں بتلادیا کہ یہی اکیلا دین اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ جیسا دوسری آیت میں فرمایا: وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہٗ (آل عمران: ۸۵) فَمَنْ اضْطُرَّ (جو آدمی مجبور ہو) محرمات کے تذکرہ سے متصل اس کا ذکر کیا اور اسی طرح ذلکم فسق بھی۔ یہ جملے معترضے ہیں جن کو لانے کا مقصد تحریم کے معنی کی تاکید ہے۔ اور اسی طرح اس کا مابعد بھی۔ کیونکہ ان خباثت کی حرمت منجملہ دین کی تکمیل اور اتمام نعمت کا حصہ ہیں اور اسلام کی صفت اللہ تعالیٰ نے پسندیدہ دین سے فرمائی ہے نہ کہ دوسری ملتیں۔ پس آیت کا یہ مطلب ہوا کہ جو آدمی مہینہ کے استعمال پر مجبور ہو جائے یا اسکے علاوہ کسی اور محرّمہ کے استعمال پر۔

فِی مَحْصَیْہٖ غَیْرَ مُتَجَانِفٍ لِاٰثِمٍ (بھوک کی وجہ سے بشرطیکہ وہ گناہ کی طرف مائل ہونے والا نہ ہو) یعنی جان بچانے والی مقدار سے تجاوز کرنے والا نہ ہو۔ فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ (پس بیشک اللہ تعالیٰ اس کو بخشنے والے ہیں) مواخذہ نہ فرمائیں گے۔ رَحِیْمٌ (مہربان ہیں) اس لئے معذور کو منظور کے استعمال کی اجازت مرحمت فرمادی۔ نَحْوَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا یہ حال ہے۔ اسی طرح غیر متنجانف یہ بھی حال ہے۔

يَسْأَلُونَكَ مَاذَا أُحِلَّ لَهُمْ ۖ قُلْ أُحِلَّ لَكُمْ الطَّيِّبَاتُ ۚ وَمَا عَلَّمْتُمُ

وہ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ کیا ہے جو ان کے لیے حلال کیا گیا ہے، آپ فرمادیں کہ حلال کی گئیں تمہارے لیے پاکیزہ چیزیں، اور جن شکاری جانوروں کو

مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِينَ تُعَلِّمُونَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللَّهُ ۚ فَكُلُوا مِمَّا

تم نے تعلیم دی اس حال میں کہ تم ان کو سہاگنے والے ہو، ان کو سکھاتے ہو اس طریقہ سے جو اللہ نے تمہیں سکھایا سو اس میں سے کھا لو جو انہوں نے

أَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ

تمہارے لئے روک لیا اور اس پر اللہ کا نام لو، اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ

سَرِيعُ الْحِسَابِ ④

جلد حساب لینے والا ہے۔

حلال شکار کا بیان:

آیت ۴: يَسْأَلُونَكَ مَاذَا أُحِلَّ لَهُمْ ۖ قُلْ أُحِلَّ لَكُمْ الطَّيِّبَاتُ وَمَا عَلَّمْتُم مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِينَ تُعَلِّمُونَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللَّهُ فَكُلُوا مِمَّا أَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ۔

يَسْأَلُونَكَ (اس میں قول کا معنی پایا جاتا ہے۔ اس لیے اس کے بعد ماذا احل لهم وارد ہوا ہے۔ گویا اس طرح فرمایا۔ وہ آپ کو کہتے ہیں کہ ہمارے لیے کیا کیا چیزیں حلال ہیں) مَاذَا أُحِلَّ لَهُمْ۔ ماذا احل لنا نہیں کہا۔ کہ ان کے قول کی حکایت بنے۔ کیونکہ يسئلونك خود غائب کے صیغہ کے ساتھ لایا گیا ہے۔ یہ اسی طرح ہے جیسے کہتے ہیں۔ اقسام زید ليفعلن اور اگر ليفعلن کی بجائے لافعلن کہتے تو تب بھی درست تھا۔ اسی طرح احل لنا کہتے تو درست تھا۔ **نَحْوُ** : ماذا، مبتداء اور احل لهم یہ اس کی خبر ہے یہ اس طرح ہے کہ جیسے تم کہو اتی شی احل لهم ہم طلب یہ ہوا کہ ان کے لئے کون سی کھانے والی چیزیں حلال ہیں گویا کہ جب آپ نے ان پر حرام و خبیث ماکولات پڑھیں تو انہوں نے سوال کیا ان چیزوں کے متعلق جو ماکولات میں سے ان کے لیے حلال ہیں۔ پس فرمایا۔ قُلْ أُحِلَّ لَكُمْ الطَّيِّبَاتُ (فرمادیں تمہارے لئے تمام وہ پاکیزہ چیزیں حلال ہیں) جو کہ خبیث نہیں۔ یا وہ تمام چیزیں حلال ہیں جن کی حرمت کتاب اللہ اور سنت و اجماع اور قیاس سے ثابت نہیں ہے وَمَا عَلَّمْتُم مِّنَ الْجَوَارِحِ (اور جن شکاری جانوروں کو تم نے سکھایا ہے) (ان کا کیا ہوا شکار حلال ہے) **نَحْوُ** : وما علمتم کا عطف الطبیات پر ہے تقدیر عبارت یہ ہے احل لكم الطبیات وصيد ما علمتم پس مضاف کو حذف کیا گیا ہے۔ یا ما شرطیہ ہے اور اس کا جواب فکلوا ہے۔

شکار کے متعلق ہدایات:

الجوارح جو جانور یا پرندے شکار کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ مثلاً کتا، چیتا، باز، شکرہ، بحری، شاہین وغیرہ۔ بعض نے کہا کہ یہ جراحات سے ہے۔ پس حلال وہ تب ہوگا جب وہ زخم لگائے۔ مُكَلِّبِیْنَ (ٹریننگ دیئے ہوئے) یہ علمتم سے حال ہے۔ اور اس حال کا فائدہ باوجودیکہ علمتم کی وجہ سے خاص ضرورت نہ تھی۔ یہ ہے کہ جو آدمی ان جانوروں کو تعلیم دے وہ ٹریننگ کا ماہر ہونا چاہیے۔ مُكَلِّبُ مَکَلَبِ اس آدمی کو کہتے ہیں جو جانوروں کو تعلیم دے۔ یہ لفظ المَکَلَب سے مشتق ہے اور کلاب میں عام طور پر یہ سلسلہ ہوتا ہے اور عام پائے جاتے ہیں۔ اس لئے اس کی جنس کو سیکھنے میں بقیہ پر غلبہ دے کر اسی سے لفظ مشتق کر کے تمام کے لئے استعمال کر لیا۔ دوسرا یہ قول بھی ہے کہ ہر درندے کو کلب کہتے ہیں۔ جیسا کہ حاکم کی روایت میں اللّٰهُمَّ سَلِّطْ عَلَیْهِ کَلْبًا مِنْ کَلَابِکَ ہے تو اس میں شیر کو کلب کہا گیا۔ کیونکہ عتیبہ کو شیر نے کھایا تھا۔ تَعَلَّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ (اس طریقہ سے تم نے ان کو تعلیم دی جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں سکھایا) اس میں یہ واضح کر دیا گیا۔ کہ ہر شکار پکڑنے والا یہ جان لے کہ وہ شکار اس وقت پکڑے جب اس کو ایسے جانور نے قتل کیا ہو جو سکھایا ہوا ہو۔ اور سمجھ بوجھ سے ذبح کیا ہو۔ کیونکہ بہت سے پکڑنے والے اپنے فن میں ناپختہ ہیں کہ انہوں نے اپنے اوقات کو ضائع کیا۔ اور جب علماء و ماہرین سے ملاقات ہوئی تو انگلیاں کاٹنے لگے۔ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ سے مراد ٹریننگ ہے۔ فَکُلُوْا مِمَّا اَمْسَکْنَ عَلَیْکُمْ (پس تم اس شکار میں سے کھا لو جو وہ تمہارے لیے روک کر رکھیں) امساك علی صاحبہ کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس میں سے خود نہ کھائیں۔ اگر وہ خود کھالیں تو ایسے شکار استعمال کے قابل نہیں۔ جبکہ کتے وغیرہ کا شکار ہو۔ البتہ باز وغیرہ کا شکار ہو تو کھالینے سے حرام نہیں ہوگا۔ اور یہ مسئلہ اپنے مقام پر بیان کر دیا گیا ہے۔ وَادْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَیْهِ (اور ان پر اللہ کا نام لو) اذکروا کی ضمیر ما امسکن کی طرف لوٹتی ہے۔ مطلب یہ ہوگا کہ جب تم کو ان کے ذبح کا موقع مل جائے تو ان پر اللہ تعالیٰ کا نام لو۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ ضمیر ما علمتم کی طرف لوٹتی ہے۔ کہ جب تم ان کو چھوڑنے لگو تو اس وقت اللہ کا نام لے کر چھوڑو۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ (اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو) اور اس کے حکم کی مخالفت کرنے سے ان تمام معاملات میں بچو۔ اِنَّ اللّٰهَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ (بیشک اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والے ہیں) وہ تمہارے اعمال کا خود محاسبہ کریں گے۔ اور محاسبہ کرنے میں اس کو انتظار کی بھی ضرورت نہیں۔

اَلْيَوْمَ اَحِلَّ لَكُمْ الطَّيِّبُ ط وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۝

آج تمہارے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کر دی گئیں، اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی ان کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے

وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ز وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ

اور تمہارا کھانا ان کے لیے حلال ہے، اور پاکدامن عورتیں جو مسلمان ہیں اور وہ پاک دامن عورتیں جو

الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَا اتَّيْمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ

ان لوگوں میں سے ہیں جنکو تم سے پہلے کتاب دی گئی تمہارے لیے حلال ہیں جبکہ تم ان کو ان کے مہر دیدو اس طریقہ پر کہ تم پاک دامنی

غَيْرُ مُسْلِفِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْ اَخْدَانٍ ط وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ

اختیار کرنے والے ہو۔ خفیہ طریقہ پر ہستی کرنے والے نہ ہو۔ اور جو کوئی شخص ایمان کا انکار کر دے تو اس کے اعمال

عَمَلُهُ ز وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝

اکارت ہو گئے اور وہ آخرت میں تباہ کاروں میں سے ہوگا۔

آیت ۵: اَلْيَوْمَ اَحِلَّ لَكُمْ الطَّيِّبُ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَا اتَّيْمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرُ مُسْلِفِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْ اَخْدَانٍ ۝ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۔

اَلْيَوْمَ (سے مراد سوا اب) اَحِلَّ لَكُمْ الطَّيِّبُ (تمہارے لیے تمام پاکیزہ چیزیں حلال کر دی گئیں) احسان کی خاطر دوبارہ ذکر فرمایا۔ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ (اور اہل کتاب کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے) طعام سے یہاں مراد ذبائح ہیں۔ کیونکہ دوسرے کھانوں کی حلت کسی ملت کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ (اور تمہارے کھانے ان کے لیے حلال) یعنی انکو کھلانے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ کیونکہ اگر ایمان والوں کا کھانا ان کیلئے حرام ہوتا تو ان کا کھانا کھانا جائز نہ ہوتا۔

یہ قید استجابی ہے:

وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ (اور ایمان والیوں میں سے پاک دامن عورتیں) المحصنات سے مراد یہاں آزاد عورتیں جو باندیاں نہ ہوں یا پاک دامن عورتیں۔

مَسْنَدٌ: یہ صحت نکاح کے لیے شرط نہیں بلکہ مستحب ہے۔ کیونکہ مسلمان باندیوں سے نکاح حلال ہے اور غیر عقیقہ سے بھی نکاح حلال ہے۔ اس تخصیص سے مقصود یہ ہے کہ مؤمنین اپنے فراش کے لیے پاک دامن عورتیں منتخب کریں۔ تاکہ پاکیزہ گھریلو زندگی میسر ہو۔

نَجْوٍ: اس کا عطف الطبیات پر ہے۔ یا یہ مبتدا ہے اور اس کی خبر محذوف ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے والمحصنات من المؤمنات حل لکم۔ والمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ (اور پاک دامن عورتیں اہل کتاب کی جو تم سے پہلے ہیں) المحصنات سے یہاں مراد پاک دامن کتابیہ عورتیں۔ یا آزاد کتابیہ عورتیں۔ اِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ اُجُورَهُنَّ (جب تم ان کے مہر ان کو دے دو)۔ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسْفِحِينَ (اس طرح کہ تم بیوی بناتے والے ہو، نہ کہ علانیہ بدکاری کرنے والے ہو) وَلَا مَتَّخِذِيْ اٰخِذَانٍ (اور خفیہ آشنائی کرنے والیاں نہ ہوں) الخدان مذکر و مؤنث دونوں پر بولا جاتا ہے۔ وَمَنْ يَكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ (جو ایمان کا انکار کرے گا) یعنی شرايع و احکام اسلام۔ فَقَدْ خِطَّ عَمَلُهُ (اس کے اعمال اکارت وضائع ہو جائیں گے) وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ

اے ایمان والو! جب تم نماز کی طرف اٹھو تو اپنے منہوں کو اور اپنے

وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى

ہاتھوں کو کہنیوں تک دھو لو اور اپنے سروں کا مسح کر لو اور دھو لو اپنے پیروں کو

الْكَعْبَيْنِ ۚ وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا ۚ وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ

نخنوں تک، اور اگر حالت جنابت میں ہو تو اچھی طرح سے پاک ہو جاؤ، اور اگر تم مریض ہو یا سفر میں

سَفَرًا أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِّنْكُمْ مِنَ الْغَايِطِ أَوْ لَمَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ

ہو یا تم میں سے کوئی شخص قضاے حاجت کی جگہ سے آیا ہو۔ یا تم نے عورتوں سے قربت کی ہو پھر

تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ

تم پانی کو نہ پاؤ تو ارادہ کر لو پاک مٹی کا۔ سو اس سے اپنے چہروں کا اور اپنے ہاتھوں کا مسح

مِّنْهُ ۚ مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ وَلَٰكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ

کر لو۔ اللہ ارادہ نہیں فرماتا کہ تم پر کوئی تنگی ڈالے لیکن وہ ارادہ فرماتا ہے تاکہ تم کو پاک کرے

وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۚ وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ

اور تاکہ تم پر اپنی نعمت پوری کرے تاکہ تم شکر کرو اور اللہ کی نعمت کو یاد کرو جو تم پر ہے،

وَمِيثَاقَهُ الَّذِي وَاثَقَكُمْ بِهِ ۖ إِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ۚ وَاتَّقُوا

اور اس پختہ عہد کو یاد کرو جو تم نے اللہ سے مضبوطی کے ساتھ کیا ہے، جبکہ تم نے کہا کہ ہم نے سنا اور مانا، اور اللہ سے

اللَّهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝

ڈرو بے شک اللہ جاننے والا ہے ان باتوں کو جو سینوں میں ہیں۔

ارادہ فعل فعل ہے:

آیت ۶: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ (اے ایمان والو جب تم نماز کے لئے اٹھنے لگو تم اپنے چہروں کو دھوؤ) قُمْتُمْ سے مراد ارادہ کرنا ہے جیسا کہ دوسری آیت اذا قرأت القرآن النحل آیت ۹۸ میں ہے کہ جب تم

قراءت قرآن کا ارادہ کرو۔ گویا ارادہ فعل کو فعل سے تعبیر فرمایا گیا۔ کیونکہ فعل ارادے کا مسبب ہے پس مسبب کو قائم مقام سبب کے ذکر کر دیا۔ کیونکہ ان کے درمیان ملاہست پائی جاتی ہے اور کلام میں اختصار کے لیے ایسا کیا گیا۔ جیسا کہتے ہیں کما تدین تدان۔ فعل ابتدائی جو جزاء کا سبب ہے اس کو لفظ جزاء سے تعبیر کر دیا۔ جو کہ مسبب عنہ ہے۔ اور تقدیر عبارت انتم محدثون ہے۔ یہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ یا من النوم مقدر ہے کیونکہ نوم دلیل حدت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہر نماز کے لئے وضو کرتے تھے۔ دوسرا قول یہ بھی ہے کہ پہلے ہر نماز کے لئے وضوء واجب تھا۔ جبکہ پہلے پہل فرض ہوا پھر منسوخ کر دیا گیا۔

وَأَيِّدِيكُمْ إِلَى الْمُرَافِقِ (اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت) الی یہاں مطلق غایت کا فائدہ دے رہا ہے۔ باقی غایت کے حکم میں داخل یا خارج ہونا یہ دلیل کا محتاج ہے۔ یہاں خروج کی دلیل ندارد ہے جیسا کہ آیت فنظرة الی میسرة۔ البقرہ ۲۸۰۔ تم مہلت دو آسانی آنے تک اس آیت میں تنگ دستی ہی مہلت کی علت ہے۔ اور آسانی آنے سے یہ علت دور ہو جائے گی۔ اگر آسانی اس میں داخل مانی جائے تو انتظار دونوں حالتوں عسر و یسر میں لازم آتا ہے۔ اور اسی طرح آیت واتموا الصیام الی الیل۔ البقرہ ۱۸۷۔ کہ تم رات تک روزہ پورا کرو۔ اگر رات کو روزے میں داخل مانا جائے تو روزے میں وصال لازم آتا ہے پس غایت داخل مغیانہ ہوئی۔ اور جہاں داخل ہونے کی دلیل ہو مثلاً تم کہو۔ حفظت القرآن من اولہ الی آخرہ۔ یہاں تمام قرآن کے حفظ کے لیے لایا گیا۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں یہی مراد ہے۔ من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی۔ الاسراء ۱۔ یہ بات علم میں آچکی کہ اب آپ کو بیت المقدس میں داخل کرنے کے لئے لایا گیا تھا۔ الی المرافیق میں کوئی دلیل بھی مغیانہ میں غایت کے داخل ہونے یا نہ ہونے کی نہیں پائی جاتی۔

جمہور کا قول:

اس لیے جمہور نے احتیاط کو اختیار کیا۔ پس غسل میں شامل مان کر دھونے کا حکم دیا۔ اور زمر اور داؤد نے یقینی کو اختیار کر کے داخل نہ مانا اور حدیث میں وارد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پانی کو کہنیوں پر گھماتے تھے۔ (دارقطنی ۸۳ جلد ۱)

مقدار مسح کا مسئلہ:

وَأَمْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ (اور تم اپنے سروں کا مسح کرو) مقصود مسح کو سر کے ساتھ ملصق کرنا ہے۔ سر کے بعض حصے پر مسح کرنے والا اور تمام سر پر مسح کرنے والا دونوں ہی مسح کو سر کے ساتھ ملصق کرنے والے ہیں۔ پس امام مالک نے احتیاط کا پہلو اختیار کرتے ہوئے کل مسح کو لازم قرار دیا۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ نے یقین کو سامنے رکھتے ہوئے سب سے قلیل حصہ جس پر مسح کا اطلاق ہو سکتا ہے اس کو لازم قرار دیا۔ اور ہم احناف نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد لیا۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیشانی پر مسح فرمایا۔ مسلم صفحہ ۲۷۴ جلد ۱ اور ناصیہ کا اندازہ چوتھائی سر سے لگایا گیا ہے۔ وَأَرْجُلُكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ (اور اپنے پاؤں کو کُنخوں سمیت)

قراءت: شامی، نافع، علی، حفص رحمہم اللہ نے أَرْجُلُكُمْ نصب سے پڑھا۔ مطلب یہ ہوا تم اپنے چہروں کو اور ہاتھوں کو کہنیوں سمیت اور پاؤں کو کُنخوں سمیت دھوؤ۔ اور اپنے سروں پر مسح کرو۔ تقدیم و تاخیر کے قائل ہوتے کہ مغسولات کے درمیان ایک

ممسوحہ کو بیان فرمایا گیا۔ دیگر قراء نے ار جلیکم کی لام کو کسرہ سے پڑھا۔ اور رؤس پر عطف کیا۔ کیونکہ ار جل تین مغسولہ اعضاء کے درمیان واقع ہے۔ ان کو خوب پانی بہا کر دھویا جائے گا۔ اس لیے خطرہ تھا کہ ممنوعہ اسراف کی حد تک نہ پہنچ جائیں۔ پس ممسوح پر عطف کر دیا گیا۔ مسح کی خاطر عطف نہیں کیا۔ بلکہ اس بات پر متنبہ کرنے کے لئے کہ پانی بہانے میں میانہ روی اختیار کرنا ہوگی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ الی الکعبین کی غایت کو اسی لیے ذکر کیا گیا تاکہ کوئی آدمی اس کو عضو ممسوح نہ سمجھے کیونکہ ممسوح عضو کی شریعت میں کوئی غایت مقرر نہیں کی گئی۔ جامع العلوم میں یہ بات مندرج ہے کہ یہ جرجوار کی وجہ سے ہے۔ حالانکہ آپ ﷺ نے کچھ لوگوں کو پاؤں پر مسح کرتے دیکھا تو فرمایا۔ ویل للاعقاب من النار بخاری صفحہ ۶۰ و مسلم صفحہ ۲۴۱ مشہور تابعی عطاء برید کا قول ہے کہ میں نے اصحاب رسول اللہ ﷺ میں سے کسی کو نہیں دیکھا کہ وہ قدمین پر مسح کرتا ہو۔ ان اعضاء کے دھونے کا حکم دیا گیا۔ تاکہ پاؤں کو میل سے پاک کیا جائے۔ جو ان پر لگ جاتی ہے۔ کیونکہ پاؤں اکثر کھلے رہتے ہیں۔ اور نماز بارگاہ الہی میں میل کچیل سے پاک ہو کر تعظیم کی متقاضی ہے۔ پس اس سے بندگی کامل انداز سے ظاہر ہوگی۔ جیسا کہ مشاہدہ میں ہے کہ جب بادشاہ کے سامنے کھڑے ہونے کا ارادہ ہو تو صاف ستھرے کپڑے استعمال کیے جاتے ہیں۔ اسی لیے تو کہا گیا ہے کہ بہتر یہ ہے کہ آدمی بہترین کپڑوں میں نماز ادا کرے۔ عمامہ پہن کر نماز کھلے سر نماز سے افضل ہے۔ اس لئے کہ اس میں تعظیم زیادہ ہے۔ وَ اِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا (اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو خوب طہارت حاصل کرو) یعنی اپنے ابدان کو دھوؤ۔

رازی کا قول:

وَ اِنْ كُنْتُمْ مَرْضٰی اَوْ عَلَى سَفَرٍ اَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِّنْكُم مِّنَ الْغَآطِ (اگر تم بیمار ہو یا سفر کی حالت میں ہو یا تم میں سے کسی نے قضاے حاجت کی ہو) رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ او واؤ کے معنی میں ہے تاکہ مریض و مسافر پر تیمم بلا حدت لازم نہ آئے۔ مِّنَ الْغَآطِ سے اطمینان والی جگہ یہ قضاے حاجت سے کنایہ ہے۔ اَوْ لَمَسْتُمُ النِّسَاءَ (یا تم نے چھوا ہو عورتوں کو) لمس سے جماع مراد ہے۔

فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوْهِكُمْ وَ اَيْدِيكُمْ مِّنْهُ مَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرْجٍ (پس تم پانی نہ پاؤ تو پاک زمین سے اس طرح تیمم کر لو کہ اس سے اپنے ہاتھوں اور چہروں کا مسح کر لو۔ اللہ تعالیٰ تم پر تنگی ڈالنا نہیں چاہتا) یعنی طہارت کے سلسلے میں کہ تم کو تیمم کی رخصت نہ دی جائے۔ وَلٰكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ (لیکن اللہ تعالیٰ تم کو پاک کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں) مٹی کے ذریعہ۔ جب کہ تم پانی کے ساتھ طہارت سے عاجز ہو۔ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ (اور تاکہ اللہ تعالیٰ اپنی نعمت کی تکمیل تم پر کرے) اور تاکہ وہ اپنی رخصتوں سے اپنے انعام کو تم پر مکمل کرے اپنے عزائم کے ذریعہ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (تاکہ تم ادا کرو شکریہ) اس کی نعمتوں کا اور وہ تمہیں ثواب دے۔

میشاق سے مراد:

آیت ۷: وَ اذْكُرُوا اللّٰهَ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ (اور اللہ تعالیٰ کے انعام کو یاد کرو جو تم پر اسلام کے ذریعہ کیا) وَمِثَاقَهُ الَّذِي وَاثَقَكُمْ بِهِ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا (اور اس کا وہ پختہ وعدہ جو اس نے تم سے لیا جبکہ تم نے کہا تھا ہم نے سنا اور اطاعت کی) یعنی

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوِّمِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ ۚ وَلَا

اے ایمان والو! اللہ کے لیے پوری پابندی کرنے والے انصاف کے ساتھ شہادت ادا کرنے والے ہو جاؤ اور

يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلَىٰٓ أَلَّا تَعْدِلُوا ۖ اِعْدِلُوا ۖ هُوَ أَقْرَبُ

کسی قوم کی دشمنی تمہیں ہرگز اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو۔ وہ تقویٰ سے زیادہ

لِلتَّقْوَىٰ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌۢ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝۸ وَعَدَ

قریب ہے، اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ ان کاموں سے باخبر ہے جنہیں تم کرتے ہو، اللہ نے

اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ۖ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ ۖ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ۝۹

ان لوگوں سے وعدہ فرمایا جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے کہ ان کے لیے مغفرت ہے اور اجر عظیم ہے۔

وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ۝۱۰

اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا یہ لوگ دوزخ والے ہیں۔

تم نے پکا وعدہ کیا اور اس سے مراد وہ میثاق ہے جو مسلمان سے لیا گیا جب کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی بیعت کی۔ کہ آپ کی ہر بات سنیں گے۔ اور غم و غم میں آپ کی اطاعت کریں گے۔ اور ہر خوشی اور غمی میں آپ کا حکم مانیں گے۔ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قبول کیا اور کہا کہ ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی۔

بعض نے کہا کہ اس سے لیلۂ عقبہ اور بیعت رضوان والا میثاق مراد ہے۔ وَاتَّقُوا اللَّهَ (اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو کہ میثاق کو توڑو) إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ (بیشک اللہ تعالیٰ سینے کی باتیں خواہ خیر ہوں یا شر تمام کو جاننے والے ہیں) اور وہ وعدہ اور وعید دونوں ہی ہیں۔

کفار سے بھی عدل کرو:

آیت ۸: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوِّمِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ (اے ایمان والو! تم اللہ کے لیے پوری پابندی کرنے والے اور شہادت ادا کرنے والے ہو جاؤ انصاف کے ساتھ) وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلَىٰٓ أَلَّا تَعْدِلُوا (اور تمہیں کسی قوم کی دشمنی اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو) یہاں یجر منکم کو علی سے متعدی بنایا گیا۔ حالانکہ یہ حمل کا صلہ ہے۔ جو یجر منکم کا معنی ہے۔ تاکہ بتلادیا جائے کہ کسی قوم کا بغض و عداوت تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم عدل کو چھوڑ بیٹھو۔ اِعْدِلُوا ۖ هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ (تم انصاف کرو۔ یہی تقویٰ کے قریب ہے) پہلے تو ان کو اس سے منع کیا گیا تھا کہ بغض ان کو ترک عدل پر آمادہ نہ کرے۔ پھر جملہ مستانفہ لا کر ان کو صراحت کے ساتھ عدل کی سخت تاکید کر دی۔ پھر جملہ مستانفہ لا کر عدل کے حکم

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ هُمْ قَوْمٌ

اے ایمان والو! تم پر جو اللہ کی نعمت ہے اسے یاد کرو، جبکہ ایک قوم نے تم پر

يَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۖ

دست درازی کا ارادہ کیا سو اس نے ان کے ہاتھوں کو تم تک پہنچنے سے روک دیا۔ اور اللہ سے ڈرو

وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ۝

اور ایمان والے اللہ ہی پر بھروسہ کریں۔

دینے کی وجہ بیان کی اور وہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا قرب للتقویٰ ہے۔

مَنْبِتْلَه: جب کفار کے ساتھ عدل کرنے کا یہ انداز ہے پھر ایمان والوں کے ساتھ عدل کا لزوم کس قدر شدید ہوگا۔ جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں۔ وَاتَّقُوا اللَّهَ (اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو) اس کے اوامرو نواہی میں۔ اِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ (بے شک اللہ تعالیٰ کو تمہارے اعمال کی اطلاع ہے) یہ وعدہ اور وعید دونوں پر مشتمل ہے۔ اسی لئے تو اس کے بعد وعدے کی آیت ذکر فرمائی۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ

آیت ۹: وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ (اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے وعدہ کیا جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیے) وعدہ کا لفظ دو مفعولوں کی طرف متعدی ہے۔ پہلا مفعول الذين آمنوا۔ اور دوسرا محذوف ہے اور اس مفعول سے استغناء اس لیے اختیار کیا گیا کیونکہ لهم مغفرة واجر عظیم کا جملہ موجود ہے۔ جس کے ہوتے ہوئے اس مفعول کی ضرورت نہیں۔

لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ (ان کے لیے مغفرت اور بڑا اجر ہے) اور وعید اللہ تعالیٰ کے اس قول میں آرہی ہے۔

آیت ۱۰: وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ (اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور جھٹلایا ہماری آیات کو وہ جہنم کے ساتھی ہیں) یعنی اس سے جدا نہ ہونگے۔

بنو قریظہ کی غداری:

آیت ۱۱: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ هُمْ قَوْمٌ (اے ایمان والو اللہ تعالیٰ نے جو تم پر احسان کیا ہے اس کو یاد کرو جب ایک جماعت نے ارادہ کیا) روایات میں وارد ہے کہ رسول اللہ ﷺ بنو قریظہ کے ہاں تشریف لے گئے۔ اور آپ کے ساتھ شیخین ابوبکر و عمر اور دونوں داماد علی و عثمان رضی اللہ عنہم تھے۔ اور ان سے دو مسلمانوں کے قتل کی دیت میں مدد لیں یہ

مسلمان قبیلہ بنو سلیم سے تھے۔ جو مسلمانوں کا معاہدہ تھا۔ اور حضرت عمرو بن امیہ الضمری سے خطا قتل ہوئے تھے۔ انہوں نے ان کو مشرکین میں سے سمجھا تھا۔ جب یہود کے ہاں تشریف لے گئے تو یہود نے کہا! ہاں اے ابوالقاسم (ﷺ) آپ بیٹھیں آپ کو کھانا کھلائیں گے۔ اور پھر آپ کو قرض بھی دیں گے۔ اور آپ کو ایک چبوترے میں بٹھا دیا۔ اور آپ کو اچانک قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ عمرو بن حشاہ یہودی چکی کے پاٹ کے متعلق ارادہ کر کے گیا کہ وہ آپ پر گرا دیں مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو بچا لیا۔ جبریل علیہ السلام اترے اور آپ ﷺ کو اس کی اطلاع دی۔ آپ ﷺ وہاں سے نکلے یہ آیت اتری۔ اِذْ يَهْمُكَ اَنْ يَّسْطُوْا (کہ وہ کھولیں) اِلَيْكُمْ اَيْدِيْهِمْ (اپنے ہاتھ تمہاری طرف قتل کے ساتھ) جیسے محاورہ میں کہا جاتا ہے بسط لسانہ الیہ جب کہ وہ اس کو گالی دے۔ اور کہتے ہیں بسط الیہ یدہ جب وہ اس سے دو دو ہاتھ کرے۔ جیسا کہ اس آیت: وَيَبْسُطُوْا اِلَيْكُمْ اَيْدِيْهِمْ وَالسِّنْتَهِمْ بِالسُّوْءِ (المستح: ۲) میں مذکور ہے۔ اور بسط الید کا مطلب یہ ہوا کہ جس کو پکڑنا چاہا اس کو پکڑنے کے لئے ہاتھ کو اس کی طرف دراز کرنا۔ فَكَفَّ اَيْدِيْهِمْ عَنْكُمْ (پس اس نے ان کے ہاتھوں کو تم سے روک لیا) کہ وہ تمہاری طرف دراز ہوں۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ (اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اللہ ہی پر مومنوں کو توکل کرنا چاہیے) اس کی ذات کافی دافع اور مانع ہونے میں بس ہے۔

وَلَقَدْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَءِيلَ ۖ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ

اور بلاشبہ اللہ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور ہم نے ان میں سے بارہ

عَشَرَ نَقِيبًا ۖ وَقَالَ اللَّهُ إِنِّي مَعَكُمْ ۖ لَئِنْ أَقَمْتُمُ الصَّلَاةَ وَآتَيْتُمُ

نمائندے بھیجے اور اللہ نے فرمایا کہ بلاشبہ میں تمہارے ساتھ ہوں اگر تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ

الزَّكَاةَ وَآمَنْتُمْ بِرُسُلِي وَعَزَّرْتُمْ ثَمُوهُمْ وَأَقْرَضْتُمُ اللَّهَ

ادا کرو اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ اور ان کی مدد کرو اور اللہ کو اچھے طور پر

قَرْضًا حَسَنًا لَّا تُكْفِرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَلَا دَخَلَتْكُمْ جَنَّتٌ تَجْرِي

قرض دیتے رہو میں ضرور تمہارے گناہوں کا کفارہ کروں گا اور تمہیں ایسے بانگوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے

مِنْ تَحْتِهَا الْآنْهَارُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ

نہریں جاری ہوں گی۔ سو اس کے بعد تم میں سے جو شخص کفر اختیار کرے وہ راہِ راست

سَوَاءَ السَّبِيلِ ۝ فِيمَا نَقُضُهُمْ مِّيثَاقَهُمْ لَعْنَهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ

سے دور جا پڑا، سو ان کی عہد شکنی کی وجہ سے ہم نے ان کو ملعون قرار دے دیا، اور ہم نے ان کے دلوں کو سخت

قَسِيَةً ۚ يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ ۚ وَنَسُوا حَظًّا مِمَّا

بنا دیا وہ کلمات کو ان کے مواقع سے بدل دیتے ہیں اور وہ اس نصیحت کا بہت بڑا حصہ بھول گئے

ذُكِّرُوا بِهِ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلَى خَائِنَةٍ مِنْهُمْ إِلَّا قَلِيلًا

جو انہیں کی گئی تھی۔ اور آپ برابر ان کی طرف سے کسی نہ کسی خیانت پر مطلع ہوتے رہیں گے باستثناء

مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ۝

تمہارے سے لوگوں کے، سو آپ انہیں معاف فرمائیے اور درگزر کیجئے بلاشبہ اللہ خوبی کا معاملہ کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

آیت ۱۲: وَلَقَدْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَءِيلَ ۖ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيبًا (اور اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے اقرار لیا اور ان میں ہم نے بارہ سردار مقرر کئے) نقیب اس شخص کو کہتے ہیں جو قوم کے حالات کی نگہبانی اور جانچ پڑتال کرے۔ جب بنی اسرائیل مصر میں مضبوط ہو گئے اس کے بعد کہ فرعون ہلاک ہو چکا۔ (مگر یہ بات محلِ نظر ہے کیونکہ بنی اسرائیل تو عرصہ دراز کے

بعد مصر گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو سرزمین شام کے مقام اریحا کی طرف جانے کا حکم دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے اس کو تمہارے لئے رہائش و قرار کی جگہ قرار دیا ہے پس نکل کر تم ان کنعانیوں سے جہاد کرو۔ میں تمہارا مددگار ہوں گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کو حکم دیا کہ ہر قبیلہ میں ایک نقیب مقرر کریں۔ جو اس معاملے کو پورا کرانے کا ذمہ دار ہو جو ان سے لیا گیا ہے پس نقباء مقرر ہوئے اور بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا گیا۔ نقباء نے ان کی طرف سے کفالت کی ذمہ داری لی۔ موسیٰ علیہ السلام لے کر ان کو روانہ ہوئے۔ جب سرزمین کنعان کے قریب پہنچے تو چند افراد کو علاقہ کی جاسوسی کے لیے روانہ فرمایا۔ انہوں نے ان کے بڑے بڑے ڈیل ڈول اور نہایت درجہ قوت و شان و شوکت دیکھی۔ وہ ان سے ڈر گئے اور واپس لوٹے اور اپنی قوم کو یہ حالات ذکر کیے۔ حالانکہ ان کو صیغہ راز میں رکھنے کا حکم تھا۔ انہوں نے عہد توڑ کر ان کو ہتادیا۔ صرف کالب بن یوقنا اور یوشع بن نون عہد پر قائم رہے یہ دونوں بھی نقباء میں سے تھے۔ وَقَالَ اللَّهُ إِنِّي مَعَكُمْ (اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں) یعنی تمہارا مددگار اور معاون ہوں۔

قراءت: یہاں وقف ہے کیونکہ آگے جملہ ابتدائیہ ہے۔ جس پر لام داخل ہے۔ جو تمہید قسم کے لئے آتی ہے اور وہ یہ آیت ہے: لَیْسَ أَقِمُّمُ الصَّلٰوةَ وَآتِیْتُمُ الزَّكٰوةَ (اگر تم نماز ادا کرتے رہے اور زکوٰۃ ادا کرتے رہے) اس سے معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل پر بھی زکوٰۃ اور نماز دونوں فرض تھے۔ وَآمَنْتُمْ بِرُسُلِیْ (اور میرے رسولوں پر ایمان لائے) بغیر اس کے کہ ان کے مابین کسی پر ایمان لانے میں تفریق کرو۔ یعنی ایک کو مانو اور دوسرے کو نہ مانو۔ وَعَزَّزْتُ مُؤْمِنُہُمْ (اور تم نے ان کی تعظیم کی) یا ان کی اس طرح مدد کی کہ ان کے دشمن کا ان سے دفاع کیا۔ العزیز لغت میں لوٹانے کو کہتے ہیں۔ محاورہ ہے عزرت فلانا یعنی میں نے اس کو ادب سکھایا۔ یعنی اس کے ساتھ وہ کام کیا جو اس کو قبائح سے روکنے والا تھا۔ یہ زجاج رحمہ اللہ کا قول ہے۔

وَاقْرَضْتُمُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا (تم نے اللہ تعالیٰ کو اچھا قرض دیا) یعنی بغیر احسان جتلانے کے۔ بعض نے کہا کہ قرض حسن سے ہر خیر و بھلائی مراد ہے۔

نیک اعمال پر کفارہ سیئات کا وعدہ:

لَا تُكْفِرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ (تم سے تمہاری غلطیاں مٹا دوں گا) لام جواب قسم میں لائی گئی ہے۔ اور یہ جواب دراصل شرط اور جواب قسم دونوں کے قائم مقام ہے۔ وَلَا تُدْخِلَنَّكُمْ جَنَّتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِہَا الْاَنْهَارُ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ (اور البتہ ضرور داخل کرونگا تم کو ایسے باغات میں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی تم میں سے جو کفر اختیار کرے گا) یعنی اس تاکید والی شرط جو کہ عظیم وعدہ سے متعلق ہے۔ تم میں سے جو کفر اختیار کرے گا۔ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ (وہ سیدھی راہ سے ہٹ گیا) یعنی اس نے حق کے راستہ سے خطا کی۔ ہاں جس نے اس سے قبل بھی کفر کیا وہ بھی سیدھی راہ سے ہٹ گیا۔ لیکن اس حالت کے بعد ضلال و گمراہی تو ظاہر اور بڑی ہے۔

فَبِمَا نَقْضِیْہُمْ مِّیثَاقَہُمْ (پس ان کے وعدہ توڑ دینے کی وجہ سے) ما زائدہ ہے۔ معاملے کی عظمت کو بڑھانے کے لئے لایا گیا۔ لَعَنَہُمْ (ہم نے انکو ہانک دیا اور اپنی رحمت سے نکال دیا) یا ہم نے اسکو مسخ کر دیا یا ان پر جزیہ مقرر کر دیا۔ وَجَعَلْنَا قُلُوبَہُمْ

قَسِيَّةً (اور ہم نے انکے دلوں کو سخت کر دیا) قاسیہ کا مطلب ہے ایسے سخت جن میں ذرا رحمت نہ تھی۔ اور نہ نرمی پائی جاتی تھی۔
 قراءت: حمزہ اور علی نے اس کو قَسِيَّةً پڑھا ہے۔ اس کا معنی رومی ہے۔ جیسا کہتے ہیں درہم قسی۔ رومی درہم۔
 دلوں کی قساوت:

يُخْرِفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ (وہ کلمات کو ان کے مقام سے بدلتے ہیں) یعنی ان کی تفسیر اس کے خلاف کرتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے اتاری۔ یہ ان کے دلوں کی سختی کا بیان ہے۔ کیونکہ افتراء علی اللہ سے بڑھ کر اور کوئی سختی ہو سکتی ہے۔ اور اس کی وحی کو تبدیل کرنے سے بڑھ کر اور کیا سختی ہو سکتی ہے۔ وَنَسُوا حَظًّا (وہ بہت بڑا حصہ اور پورا حصہ بھول گئے) مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ (ان نصائح کا جس کی ان کو نصیحت کی گئی تھی) یعنی تورات سے ان کا اعراض اور ترک درحقیقت بڑے نصیب سے غفلت کرتا ہے یا ان کے دل سخت ہو گئے اور بگڑ گئے پس انہوں نے تورات کو بدل ڈالا اور اپنے حافظہ سے اس کی بہت سی چیزوں سے پھسل گئے۔

گناہ سے علم بھولتا ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کبھی تو آدمی علم کا کچھ حصہ گناہ کی وجہ سے بھولتا ہے۔ اور پھر آپ نے دلیل و استشہاد کے لئے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ انہوں نے اپنے نفسوں کا حصہ بھلا دیا۔ جس کا ان کو حکم دیا گیا تھا۔ کہ وہ آپ ﷺ پر ایمان لائیں اور ان کی صفات کی جو وضاحت کی گئی تھی اس کو بھلا دیا۔

وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلَى خَائِنَةٍ مِنْهُمْ (اور اے محمد ﷺ آپ ان کی کسی نہ کسی خیانت پر اطلاع پاتے رہیں گے) گویا یہ ان کی عادت ثانیہ ہے۔ جس پر ان کے سلف گزرے۔ کہ وہ انبیاء علیہم السلام سے خیانت کرتے تھے۔ اور یہ آپ سے خیانت کرتے ہیں۔ اور آپ ﷺ پر اچانک حملہ آور ہونا چاہتے ہیں۔ عَلٰی خَائِنَةٍ سے خیانت مراد ہے۔ خائنة بمعنی خیانة ہے یا مراد ایسا فعل جو خیانت والا ہو۔ یا ایسا نفس جو خیانت والا ہو۔ یا ایسا گروہ جو خیانت والا ہو۔ محاورہ ہے رجل خائنة۔ جیسا کہ رجل راوۃ للشعر کہتے ہیں گویا تا مبالغہ کی ہے، تانیث کی نہیں ہے۔ إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ (مگر تھوڑے ان میں سے) اور وہ وہی لوگ ہیں جو ان میں سے ایمان لے آئے۔ فَاعْفُ عَنْهُمْ (آپ ان کو معاف کریں) اس میں ان کی مخالفت پر ابھارا گیا ہے۔ یا ان میں سے جو مؤمن ہیں ان سے درگزر فرمائیں اور ان سے جو کچھ ہوا اس پر مواخذہ نہ فرمائیں۔ وَاصْفَحْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ (اور ان سے درگزر فرمائیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ مخلصوں کو پسند کرتے ہیں)

وَمِنَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصْرَىٰ أَخَذْنَا مِيثَاقَهُمْ فَنَسُوا حَظًّا

اور جن لوگوں نے کہا کہ ہم نصاریٰ ہیں ان سے ہم نے پختہ عہد لیا سو وہ اس چیز کا بڑا حصہ بھول گئے

مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ ۖ فَأَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَىٰ

جس کے ذریعہ ان کو نصیحت کی گئی سو ہم نے قیامت کے دن تک ان کے درمیان دشمنی اور بغض کو

يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۚ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللَّهُ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ ﴿۱۵﴾

ڈال دیا اور عنقریب اللہ انہیں بتلا دیگا جو کام وہ کیا کرتے تھے،

تفسیر آیت ۱۵:

وَمِنَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصْرَىٰ أَخَذْنَا مِيثَاقَهُمْ (اور بعض نصاریٰ نے کہا کہ بیشک ہم نصاریٰ ہیں ہم نے ان سے پختہ عہد لیا) یہاں من، اخذنا کے متعلق ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے اخذنا من الذين قالوا انا نصارى ميثاقهم۔ ميثاق سے مراد ایمان باللہ والرسول اور افعال خیر کا عہد ہے۔ جار مجرور کو فعل سے مقدم کیا گیا ہے اور اس طرح نہیں فرمایا من النصارى کیونکہ انہوں نے یہ نام اللہ تعالیٰ کی مدد کے دعوے دار بن کر لیا تھا۔ اور یہ وہی لوگ تھے جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نحن انصار اللہ کہا تھا پھر انہوں نے بعد میں اختلاف کیا اور یعقوبیہ، نسطوریہ اور ملکانیہ۔ شیطان کے نصاریٰ بن گئے۔ فَنَسُوا حَظًّا مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ (پس انہوں نے نصیحت کو جو انہیں کی گئی تھی بھلا دیا) فَأَغْرَيْنَا (پس ہم نے چمٹا دی لازم کر دی) یہ غری بالشی سے بنایا گیا ہے جس کا معنی لازم کرنا۔ اور چمٹانا آتا ہے۔ اور الغری اسی سے ہے۔ جو چمٹ جائے۔ بَيْنَهُمْ سے مراد نصاریٰ کے وہ فرقے جو باہمی اختلاف کرنے والے تھے۔ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ (ان کے درمیان بغض اور عداوت قیامت کے دن تک) ان کی خواہشات کے مختلف ہونے کی وجہ سے وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللَّهُ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ (عنقریب اللہ تعالیٰ ان کو متنبہ کرے گا۔ ان کے ان اعمال کے متعلق جو کچھ وہ کرتے تھے) یعنی قیامت کے دن ان کو بدلہ و سزا دے کر مطلع کرے گا جو وہ کرتے تھے۔

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِمَّا كُنْتُمْ

اے اہل کتاب تحقیق آیا تمہارے پاس ہمارا رسول جو تم سے بہت سی ان چیزوں کو بیان کرتا ہے جن کو

تُخْفُونَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ

تم اللہ کی کتاب میں سے چھپاتے تھے اور بہت سی چیزوں سے درگزر کرتا ہے، بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور

اللَّهُ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ ۝ يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ بِرِضْوَانِهِ

اور ایک ایسی کتاب آئی ہے جو واضح بیان کرنے والی ہے، اللہ اس کے ذریعہ ان لوگوں کو سلامتی کے راستے بتاتا ہے جو اس کی رضا مندی

سَبَلِ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ

کی طلب میں لگے رہتے ہیں اور ان کو اپنے حکم سے اندھیروں سے نور کی طرف نکالتا ہے اور انہیں سیدھے

إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ

راستہ کی طرف ہدایت دیتا ہے۔ البتہ تحقیق انہوں نے کفر کیا جنہوں نے یوں کہا کہ بیشک اللہ مسیح

ابْنُ مَرْيَمَ طَقُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ أَنْ يُهْلِكَ

ابن مریم ہے، آپ فرما دیجئے کہ اگر اللہ تعالیٰ مسیح ابن مریم اور ان کی والدہ کو اور جو کچھ بھی

الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَامَّةٌ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَوَاتِ

زمین میں ہے ان سب کو ہلاک فرمانے کا ارادہ فرمائے تو کون ہے جو انہیں اللہ سے بچا سکے اور اللہ ہی کے لیے ہے ملک آسمانوں کا

وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

اور زمینوں کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے وہ پیدا فرماتا ہے جو چاہتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

آیت ۱۵: يَا أَهْلَ الْكِتَابِ (اے اہل کتاب) یہ یہود و نصاریٰ کو خطاب ہے۔ اور الکتاب جنس ہے اس لیے واحد لائے۔ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا (تحقیق آیا تمہارے پاس ہمارے رسول) سول سے مراد محمد ﷺ ہیں یُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِمَّا كُنْتُمْ تُخْفُونَ مِنَ الْكِتَابِ (وہ کھول کھول کر بیان کرتے ہیں تمہارے سامنے وہ بہت سی باتیں جو تم کتاب میں سے چھپاتے تھے) جیسے رسول اللہ ﷺ کی صفات اور حکم رجم وغیرہ۔ وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ (اور وہ بہت سے امور سے اعراض کر لیتا ہے) ان میں سے جن کو تم چھپا لیتے ہو۔ وہ بیان نہیں کرتے یا تم میں سے بہت سے لوگوں سے درگزر کرتے ہیں مواخذہ نہیں کرتے۔

نور کی مراد:

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ (تحقیق تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے روشنی اور واضح کتاب آئی) نور سے مراد قرآن مجید ہے کیونکہ وہ شرک و شک کی ظلمتوں کو کھولتا ہے۔ جو حق لوگوں پر مخفی تھا اس کو واضح کرتا ہے۔ یا اس لئے نور کہا کہ اس کا معجزہ ہونا ظاہر ہے۔ یا نور سے مراد حضرت محمد ﷺ ہیں۔ کیونکہ ہدایت آپ ﷺ سے حاصل کی جاتی ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر آپ کو سراج فرمایا گیا۔

سبل سلام کیا ہے؟

آیت ۱۶: يَهْدِي بِهِ اللَّهُ (اللہ تعالیٰ اس قرآن سے راہنمائی فرماتے ہیں) مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ (جنہوں نے اس کی رضا مندی کی اتباع کی) جو ان میں سے ایمان لائے۔ سُبُلَ السَّلَامِ (سلامتی کے راستوں کی طرف) اور عذاب الہی سے بچانے والے راستوں کی طرف۔ یا اللہ تعالیٰ کے راستوں کی طرف۔ اس صورت میں السلام اللہ تعالیٰ کا اسم صفت ہے۔

پس السلام سے مراد سلامتی یا اللہ تعالیٰ۔ وَيُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ (اور ان کو وہ اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالتے ہیں) یعنی کفر کے اندھیروں سے نور اسلام کی طرف۔ بِإِذْنِهِ (اپنے حکم) یعنی ارادہ و توفیق سے۔ وَيَهْدِيهِمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ (ان کی راہنمائی صراط مستقیم کی طرف کرتے ہیں)

مذہب نصاریٰ

آیت ۷۱: لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ (جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ عیسیٰ بن مریم اللہ ہیں وہ بے شک کافر ہیں) اس کا مطلب یہ ہے کہ بات کو پختہ کیا کہ بیشک اللہ تعالیٰ وہی مسیح ہے نہ کہ کوئی دوسرا، ایسا کہنے والے پکے کافر ہو گئے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ نصاریٰ میں ایک فرقہ ایسا تھا جو ایسا کہتے تھے۔ یا یہ کہ ان کا مذہب اس حد تک پہنچا دیتا ہے جہاں انہوں نے اعتقاد کیا۔ کہ وہ (مسیح) پیدا کرتے زندہ کرتے اور مارتے ہیں (اس سے خود لازم آتا ہے کہ جب وہ مسیح میں خدائی صفات مانتے ہیں تو گویا خود ان کو خدا مانتے ہیں۔ خواہ زبان سے نہ کہیں) قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا (ان سے) کہہ دو اگر ایسا ہے تو یہ بتلاؤ کہ کون شخص ایسا ہے جو اللہ تعالیٰ سے ان کو ذرا بھی بچا سکے (یعنی کون اس کی قدرت اور مشیت سے ذرہ بھر بھی روک سکتا ہے۔) (یعنی کوئی روک نہیں سکتا۔)

حادث لقب ربوبیت کا مستحق نہیں:

إِنْ أَرَادَ أَنْ يَهْلِكَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا (اگر اللہ تعالیٰ حضرت مسیح ابن مریم کو اور ان کی والدہ کو اور جتنے زمین میں ہیں ان سب کو ہلاک کرنا چاہیں) یعنی اگر وہ ہلاک کرنے کا ارادہ فرمائیں کہ جس مسیح اور اس کی والدہ کو وہ الہ کہتے ہیں مطلب یہ ہوا کہ مسیح ایک مخلوق بندہ ہے دوسرے بندوں کی طرح۔ آیت میں وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا کا مسیح اور امہ پر عطف یہ ظاہر کرنے کی خاطر ہے کہ یہ دونوں ان کی جنس سے ہیں۔ ان کے اور ان کے مابین کچھ فرق نہیں۔ معنی یہ ہے کہ

وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ وَأَحِبَّاؤُهُ ۖ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوبِكُمْ ۖ بَلْ أَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ۖ يَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ

اور یہود و نصاریٰ نے کہا کہ ہم اللہ کے بیٹے ہیں اور اس کے پیارے ہیں آپ فرما دیجئے کہ پھر وہ تمہیں

یُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوبِكُمْ ۖ بَلْ أَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ۖ يَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ

تمہارے گناہوں کے سبب کیوں عذاب دے گا؟ بلکہ تم اس کی مخلوق میں سے بشر ہو وہ بخشے گا جس کو چاہے

وَيُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ ۖ وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۚ

اور عذاب دے گا جس کو چاہے، اور اللہ ہی کا ملک ہے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے

وَالِيهِ الْمَصِيرُ ۝ ۱۸ يٰٓأَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ

اور اس کی طرف لوٹ کر جانا ہے، اے اہل کتاب تمہارے پاس ہمارا رسول آیا ہے جو ایسے وقت میں تمہارے لیے بیان کرتا ہے

عَلٰی فِتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُولُوْا مَا جَاءَنَا مِنْ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ ۚ

جبکہ رسولوں کا سلسلہ موقوف تھا تاکہ تم یوں نہ کہو کہ ہمارے پاس کوئی بشارت دینے والا اور ڈرانے والا نہیں آیا،

فَقَدْ جَاءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ ۖ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ ۱۹

سو تمہارے پاس بشارت دینے والا اور ڈرانے والا آ گیا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

جس میں امومیت والا رحم جس کو اپنے اندر رکھنے والا ہو۔ اس سے نقص بشریت کیسے جدا ہو سکتا ہے؟ اور جس پر حدوث کے شواہد روشن ہوں وہ ربوبیت کے لقب کا کب حق دار ہے۔ اور اگر وہ تمام موجودات سے صفت بقاء کو چھین لے تو اس کی حمدیت میں ذرہ بھر بھی نقص نہیں آئے گا۔ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ (اور اللہ تعالیٰ ہی کیلئے خاص ہے حکومت آسمانوں پر اور زمین پر اور جتنی چیزیں ان دونوں کے درمیان ہیں اور وہ جس چیز کو چاہیں پیدا کر دیں) یعنی مذکر بنائے یا مؤنث اور وہ تو مؤنث سے بغیر مرد کے پیدا کرتا ہے۔ جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو بنایا۔ اور مذکر سے بغیر مؤنث کے پیدا کرتا ہے۔ جیسا کہ حوا علیہا السلام کو آدم علیہ السلام سے بنایا۔ اور بغیر مذکر اور مؤنث سے بناتا ہے جیسا کہ آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔ یا جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ جیسا کہ پرندوں کو بطور معجزہ عیسیٰ کے ہاتھ سے پیدا فرمایا۔ اس پر کوئی اعتراض کی مجال نہیں۔ کیوں کہ وہ جو چاہے کر گزرنے والا ہے۔ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتے ہیں)

آیت ۱۸: وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ وَأَحِبَّاؤُهُ (کہا یہود اور نصاریٰ نے ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں) یعنی اس کے ہاں اسی طرح معزز ہیں جیسے بیٹا باپ کے ہاں یا اللہ تعالیٰ کے بیٹوں مسیح و عزیر کے حمایتی ہیں۔ جیسا کہ

عبداللہ بن زبیر ابو خبیب کے پیروکاروں کو الخبیبیون کہا جاتا ہے۔ اور جیسا کہ میلہ کذاب کا گروپ کہتا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ابناء ہیں اور بادشاہ کے اقارب اور خدام کہا کرتے ہیں کہ: نحن ابناء الملوك۔

یا مضاف محذوف ہے نحن ابناء رسل اللہ۔ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوبِكُمْ (کہہ دیں کہ پھر وہ تمہیں تمہارے گناہوں کے بدلے سزا کیوں دیتے ہیں) یعنی اگر یہ صحیح ہے کہ تم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہو تو پھر تمہارے گناہوں کی پاداش میں تمہیں مسخ اور کچھ دنوں آگ کا عذاب بقول تمہارے کیوں دیا جائے گا۔ کیا باپ اپنے بیٹے کو مسخ کرتا ہے؟ کیا والد اپنے بیٹے کو آگ کا عذاب دیتا ہے۔ پھر ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا۔ بَلْ أَنْتُمْ بَشَرٌ مِّثْلُ خَلْقٍ (بلکہ تم دوسرے آدمیوں کی طرح آدمی ہو) اس کی جملہ مخلوقات میں سے۔ نہ یہ کہ تم اس کے بیٹے ہو۔

يَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ (وہ جس کو چاہیں گے بخش دیں گے) جو کہ کفر سے تائب ہو جائے گا۔ محض اپنے فضل سے۔ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ (اور جس کو چاہیں گے عذاب دیں گے) جو کہ کفر پر مر گیا۔ بطور عدل کے وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَآلِیْهِ الْمَصِیْرُ (اور اللہ تعالیٰ ہی کی ملکیت ہے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ اس کے مابین ہے۔ اور اسی ہی کی طرف لوٹنا ہے) اس میں متنبہ کر دیا کہ مسیح عبد ہیں کیونکہ مملوک اور بیٹا ہونا باہم منافی ہے۔ (بیٹا مملوک نہیں ہو سکتا)

فترت رسل کا زمانہ:

آیت ۱۹: يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا (اے اہل کتاب تحقیق تمہارے پاس ہمارے رسول آئے) یعنی محمد ﷺ (وہ کھول کھول کر یعنی احکام بیان کرتے ہیں) الشرائع کو ظاہر ہونے کی وجہ سے حذف کر دیا۔ یا وہ چیز مراد ہے جن کو تم چھپاتے ہو۔ اور اس کو حذف کیا کیونکہ پہلے گزر چکا۔ یا مبین کو مقدر مانا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ وہ تمہارے سامنے اظہار کر رہے ہیں۔ عَلَىٰ فِتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ (انقطاع رسل کے زمانہ میں) یہ جاء کم سے متعلق ہے یعنی وہ تمہارے پاس اس وقت میں آئے کہ مدت سے پیغمبر نہ آئے تھے۔ اور وحی کا سلسلہ منقطع ہو چکا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ کے درمیان چھ سو سال کا زمانہ یا پانچ سو ساٹھ سال کا زمانہ ہے۔ اَنْ تَقُوْلُوْا (کہ تم کہو) اس بات کو ناپسند کرتے ہوئے کہ تم کہو مَا جَآءَنَا مِنْ بَشِيْرٍ وَلَا نَذِيْرٍ (کہ ہمارے پاس کوئی بشیر و نذیر نہیں آیا) فَقَدْ جَآءَكُمْ (تم میں فامحذوف سے متعلق ہے تقدیر عبارت یہ ہے کہ تعذروا فقد جاء کم بشیر للمؤمنین و نذیر للكافرين۔ تم معذرت کرو کہ تمہارے پاس مؤمنوں کو بشارت اور کافروں کو ڈرانے والے آ گئے۔ اس میں اصل احسان جتلا یا کہ ہم نے اس زمانہ میں رسول بنا کر بھیجا جب کہ آثار وحی مٹ چکے تھے۔ اور انسانوں کو جس چیز کی ضرورت ہوگی۔

فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّلَذِيْرٌ (سو تمہارے پاس بشیر و نذیر آچکے) تاکہ اس کی طرف بڑھیں اور اس کو ایک عظیم نعمت خیال کریں اور ان پر حجت تمام ہو جائے۔ پس کل وہ یہ عذر پیش نہ کر سکیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف کوئی نبی نہیں بھیجا۔ جو ان کو غفلت سے خبردار کرتا۔ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر قدرت ہے) پس وہ محمد ﷺ کو بھی ضرورت کے وقت نبی بنا کر بھیجنے پر قادر ہے۔

وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ يُقَوْمِ اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَعَلَ

”اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم! تم اللہ کی نعمت کو یاد کرو جو اس نے تمہیں

فِيكُمْ أَنْبِيَاءَ وَجَعَلَكُمْ مُلُوكًا ۖ وَآتَاكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ أَحَدًا مِّنَ

عطا فرمائی جبکہ اس نے تم میں انبیاء بنائے اور تمہیں بادشاہ بنایا۔ اور تم کو وہ کچھ دیا جو جہانوں میں سے کسی کو

الْعَالَمِينَ ۚ ۲۰ يُقَوْمِ ادْخُلُوا الْأَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِي كَتَبَ اللَّهُ

نہیں دیا، اے میری قوم! مقدس سر زمین میں داخل ہو جاؤ جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دی

لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوا عَلَىٰ أَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوا خِصْرِينَ ۚ ۲۱ قَالُوا يَمُوسَىٰ

ہے اور پیچھے واپس مت لوو ورنہ نقصان اٹھانے والے ہو جاؤ گے، وہ کہنے لگے کہ اے موسیٰ!

إِنَّ فِيهَا قَوْمًا جَبَّارِينَ ۚ وَإِنَّا لَن نَّدْخُلَهَا حَتَّىٰ يَخْرُجُوا مِنْهَا ۚ

یہ واقعی بات ہے کہ اس سر زمین میں بڑے زبردست لوگ ہیں، اور بے شک ہم اس بستی میں ہرگز داخل نہ ہوں گے جب تک لوگ نہ نکل جائیں۔

فَإِن يَخْرُجُوا مِنْهَا فَإِنَّا دَاخِلُونَ ۚ ۲۲ قَالَ رَجُلٌ مِّنَ الَّذِينَ

سو اگر وہ اس سے نکل جائیں تو ہم داخل ہو جائیں گے۔ دو آدمیوں نے کہا جو

يَخَافُونَ أُنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ فَإِذَا دَخَلْتُمُوهُ

ڈرنے والے تھے اللہ نے ان پر انعام فرمایا تھا کہ تم لوگ ان پر دروازے سے داخل ہو جاؤ۔ سو جب تم اس میں داخل ہو گے

فَإِنَّكُمْ غَالِبُونَ ۚ وَعَلَى اللَّهِ فَتَوَكَّلُوا إِن كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ ۚ ۲۳

تو بلاشبہ تم غلبہ مانے والے ہو گے اور اللہ پر بھروسہ کرو اگر تم مومن ہو

آیت ۲۰: وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ يُقَوْمِ اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَعَلَ فِيكُمْ أَنْبِيَاءَ (اور جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم کو کہ اے میری قوم! یاد کرو واللہ کی ان نعمتوں کو جو تم پر کیں۔ جب بنائے تم میں انبیاء) جعل فیکم انبیاء اس لیے فرمایا کیونکہ کسی امت میں اتنے نبی مبعوث نہیں کیے گئے جتنے بنی اسرائیل میں آئے۔

خوشحالی کی نعمت:

وَجَعَلَكُمْ مُلُوكًا (اور تمہیں بادشاہ بنایا) یہ اس لئے فرمایا کہ ان کو فرعون کے بعد اس کے ملک کا مالک بنایا۔ اور جبارہ کے

بعد سرزمین فلسطین کا مالک بنایا۔ اور ان میں کثرت سے بادشاہ ہوئے۔ جیسے انبیاء کثرت سے ہوئے۔ بعض نے کہا کہ الملک سے مراد وسیع مکان والا جس میں جاری پانی ہو۔ بنی اسرائیل کے وسیع مکانات تھے جن میں جاری پانی تھا۔ گویا خوشحالی کے معنی میں ہے۔ بعض نے کہا کہ ملک وہ ہے جس کے پاس مکان ہو۔ اور خدام ہوں کیونکہ یہ خود قبیلوں کے ہاں غلامانہ زندگی گزارتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو اس سے نجات دی۔ تو نجات دینے کو ہی مَلِک فرمایا۔ وَأَتَّكُم مَّا لَمْ يُوْتِ أَحَدًا مِّنَ الْعَالَمِينَ (اور تمہیں وہ کچھ دیا جو جہان والوں میں سے کسی کو نہیں دیا) جیسے سمندر پھاڑا۔ دشمن کو ڈبویا۔ من وسلوی اتارا۔ بادلوں سے سایہ کیا۔ وغیرہ اس طرح کے بڑے بڑے کام یا مراد اس زمانہ کے لوگ ہیں۔ گویا الف لام کا عوض حذف ہے۔

قدس و شام کی سرزمین میں داخلے کا حکم:

آیت ۲۱: يَقَوْمِ ادْخُلُوا الْأَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ (اے میری قوم اس متبرک ملک میں داخل ہو) المقدسہ سے مراد پاکیزہ یا مبارک اور وہ سرزمین بیت المقدس و شام ہے۔ الَّتِي كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ (کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے حصہ میں لکھ دیا ہے) کَتَبَ کا معنی ہے قسمت میں کر دیا۔ یا تمہارے نام لگا دیا۔ یا لوح محفوظ میں لکھ دیا۔ کہ وہ تمہارا مسکن بنے گی۔

وَلَا تَرْتَدُّوا عَلَىٰ أَدْبَارِكُمْ (اور تم اپنی پشت پھیر کر مت لوٹو شکست کھا کر) جبارہ کے خوف سے بزدلی اختیار کر کے یا اپنے دین میں پشت پھیر کر مت لوٹو (یعنی دین کے احکام کی خلاف ورزی نہ کرو)۔ فَتَقَلِّبُوا خِيسِرِينَ (اگر تم لوٹو گے تو پھر دنیا و آخرت کے ثواب سے نا مراد ہو کر لوٹو گے)

بزدلی کی انتہاء:

آیت ۲۲: قَالُوا يَمْوَسَّىٰ إِنَّ فِيهَا قَوْمًا جَبَّارِينَ (کہنے لگے اے موسیٰ وہاں تو بڑے بڑے زبردست آدمی ہیں) الْجَبَّارِ یہ فعال کے وزن پر ہے۔ یہ جبرہ علی الامر سے لیا گیا ہے۔ جس کا معنی اجبرہ علیہ ہے مجبور کرنا۔ جبار اس سرکش کو کہتے ہیں۔ جو لوگوں کو اپنی مرضی پر مجبور کرے۔

وَأَنَّا لَنَدْخُلُهَا (ہم اس میں ہرگز قتال سے داخل نہ ہونگے)
حَتَّىٰ يَخْرُجُوا مِنْهَا (یہاں تک کہ وہ بغیر لڑائی کے نکل نہ جائیں)
فَإِن يَخْرُجُوا مِنْهَا (پس اگر وہ اس سے بلا قتال نکل گئے)
فَأَنَّا دَاخِلُونَ (تو ہم پھر اس علاقہ میں داخل ہونگے)

آیت ۲۳: قَالَ رَجُلَانِ (ان دو شخصوں نے کہا) رجلان سے مراد کالب اور یوشع ہیں۔ مِنَ الَّذِينَ يَخَافُونَ (ان لوگوں میں سے جو اللہ تعالیٰ کا ڈر اور خوف رکھتے تھے) گویا اس طرح کہا کہ دوستی مردوں نے کہا۔

نَحْوُ: یہ محل رفع میں رجلان کی صفت ہے اس طرح انعم اللہ علیہما بھی۔

قَالُوا يَمُوسَىٰ إِنَّا لَن نَّدْخُلُهَا أَبَدًا مَّادَامُوا فِيهَا فَادْهَبْ أَنْتَ

وہ کہنے لگے کہ اے موسیٰ ہم ہرگز کبھی بھی اس میں داخل نہ ہوں گے جب تک کہ وہ لوگ اس میں موجود ہیں لہذا تو اور تیرا رب

وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ ﴿٢٤﴾ قَالَ رَبِّ إِنِّي لَا أَمْلِكُ إِلَّا

دونوں جائیں پھر دونوں جنگ کر لیں بے شک ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔ موسیٰ نے کہا کہ اے میرے رب! بے شک میرے بس میں صرف

نَفْسِي وَآخِي فَأَفْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ ﴿٢٥﴾ قَالَ فَإِنَّهَا

میری جان اور میرا بھائی ہے، لہذا ہمارے اور فاسق قوم کے درمیان فیصلہ فرما دیجئے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا سو یہ سرزمین

مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ أَرْبَعِينَ سَنَةً يَتِيهُونَ فِي الْأَرْضِ فَلَا تَأْسَ

ان لوگوں پر چالیس سال تک حرام رہے گی۔ زمین میں حیران پھرتے رہیں گے سو آپ

عَلَى الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ ﴿٢٦﴾

نافرمان قوم پر رنج نہ کیجئے۔

غلبے کا وعدہ:

أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمَا (جن پر اللہ تعالیٰ نے (اپنے سے ڈرنے کا) انعام فرمایا تھا۔ اَدْخُلُوا عَلَيْهِمُ الْبَابَ (تم ان کے شہر کے دروازہ میں داخل ہو جاؤ) فَإِذَا دَخَلْتُمُوهُ فَانْكُمُ عَلَيْهِمْ (جو نہیں تم اس میں داخل ہو گے تم غالب آ جاؤ گے) اور وہ شکست کھا جائیں گے۔ اور غلبہ تمہیں حاصل ہو جائے گا۔ یہ بات انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کے اطلاع دینے سے معلوم کی۔ وَعَلَى اللَّهِ فَتَوَكَّلُوا إِنَّ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (اور اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کرو اگر تم مؤمن ہو) اس لئے کہ اس پر ایمان اس پر توکل کا تقاضا کرتا ہے۔ توکل کی حقیقت علائق دنیوی کو قطع کرنا۔ اور مخلوقات سے تعلق کا توڑنا اور اللہ تعالیٰ سے جوڑنا۔

جہاد سے پس و پیش:

آیت ۲۴: قَالُوا يَمُوسَىٰ إِنَّا لَن نَّدْخُلُهَا (انہوں نے کہا کہ اے موسیٰ ہم ہرگز داخل نہ ہوں گے) یہ تاکید انداز سے مستقبل میں داخل ہونے کی نفی ہے۔ أَبَدًا (ہمیشہ) یہ لفظ لاکر نفی مؤکد کو طویل زمانے سے معلق کیا گیا۔ مَادَامُوا فِيهَا (جب تک وہ لوگ وہاں موجود ہیں) یہ ابد اکا بیان ہے۔ فَادْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ (پس تو اور تیرا رب جائے) علماء کی ایک جماعت نے اس کا ظاہری معنی مراد لیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ انہوں نے کفر کا ارتکاب کیا۔ مگر ایسا نہیں کیونکہ بطور اعتقاد یہ بات ہوتی تو وہ کفر کرتے۔ تو موسیٰ علیہ السلام ان سے جہاد کرتے۔ کیونکہ اس وقت جہارین کی بنسبت یہ جہاد کئے جانے کے زیادہ حقدار تھے۔ مگر اس میں بہتر بات یہ

ہے کہ کہا جائے کہ تم جاؤ اور تمہارا رب اور وہ لڑائی میں تمہاری امداد فرمائے۔ یا ربک سے مراد یعنی ہارون آپ کے بڑے بھائی مراد ہیں۔ یا اس سے حقیقتہً جانا مراد نہیں بلکہ یہ محاورۃً ایسی بات ہے جیسے کہتے ہیں کَلَّمْتُهُ فَذَهَبَ بِجِبْنِي میں نے اس سے بات کی وہ مجھے جواب دینے لگا۔ یعنی جواب کا ارادہ کیا۔ گویا انہوں نے کہا کہ تم دونوں ان سے قتال کا ارادہ کرو۔ فَقَاتِلَا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ (پس لڑو تم دونوں ہم یہیں بیٹھے رہیں گے) قاعدون کا معنی ٹھہرنے والے ہیں تمہارے دین کی مدد میں ہم ان سے نہ لڑیں گے۔ جب انہوں نے نافرمانی اور مخالفت کی۔

غم و شکوہ کا اظہار:

آیت ۲۵: قَالَ رَبِّ إِنِّي لَا أَمْلِكُ (کہا اے میرے رب میں اختیار نہیں رکھتا) تیرے دین کی مدد کے لئے إِلَّا نَفْسِي وَآخِي (مگر اپنے اوپر اور بھائی پر)۔ انہی کا عطف نفسی پر ہو تو یہ معنی ہے مجھے اپنے نفس پر اور بھائی پر قابو ہے یا ان کے اسم پر عطف ہو تو یہ معنی ہوگا۔ میں اختیار نہیں رکھتا مگر اپنے نفس پر اور میرا بھائی بھی اختیار نہیں رکھتا مگر اپنے نفس پر۔ یا یہ مرفوع ہے جبکہ اس کا عطف ان اور اس کے اسم دونوں کے محل پر ہو۔ یا لا املك کی ضمیر پر اس کا عطف ہو اور فصل کے لیے یہ درست ہے تقدیر عبارت یہ ہوگی ولا يملك اخي الا نفسه اور میرا بھائی بھی مالک نہیں مگر اپنے نفس کا یا یہ مبتداء ہے اور اس کی خبر محذوف ہے تقدیر عبارت یہ ہوگی واخي كذلك۔ میں اپنے اوپر قابو رکھتا ہوں اور میرا بھائی بھی اسی طرح ہے۔ یہ درحقیقت غم اور شکوہ ہے۔ جو بارگاہ الہی میں پیش کیا گیا ہے اور رقت قلب ہے تاکہ رحمت الہی کو جوش آئے۔ اور مدد خداوندی کا نزول ہو۔ گویا کہ ان دونوں آدمیوں پر کامل وثوق نہیں فرمایا اور فقط نبی معصوم کا ہی تذکرہ فرمایا۔ یا پھر مراد یہ ہے کہ میں اور جو دین کے سلسلے میں مجھ سے مواخات رکھنے والا ہے۔

فَافْرِقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ (ہمارے اور اس نافرمان قوم کے درمیان جدائی ڈال دے) اور ان کے بارے میں وہ فیصلہ فرما جس کے وہ اہل ہیں۔ یہ ان کے متعلق بددعا کے مفہوم میں ہے یا ہمارے اور ان کے درمیان دوری پیدا کر دے اور ان کی معیت سے نجات عنایت فرما۔ جیسا دوسری آیت میں ہے: وَنَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ [التحریم: ۱۱]

آیت ۲۶: قَالَ فَإِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ (فرمایا وہ ان پر حرام کر دی گئی) ہا کی ضمیر سے الارض المقدسہ مراد ہے۔ محرمۃ کا مطلب روک دینا ہے۔ کہ وہ اس میں داخل نہ ہو سکیں گے۔ یہ حرمت تعبدی نہیں جیسا دوسری آیت میں ہے: وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ [القصص: ۱۲]

ایک اعتراض:

پچھلی آیات میں کتب اللہ لکم فرمایا۔ اور یہاں محرمۃ فرمادیا۔

جواب: کتب اللہ کا معنی وہ سرزمین تمہارے لیے لکھ دی۔ اس شرط سے کہ تم وہاں کے رہنے والوں سے جہاد کرو۔ جب انہوں نے جہاد سے انکار کر دیا تو فرمایا فانہا محرمة علیہم کہ وہ ان پر حرام کر دی گئی یہ حرمت چالیس سال کے لیے تھی۔ جب چالیس سال گزر گئے تو جو لکھا تھا وہ ہو کر رہا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بقیہ بنی اسرائیل کو لے کر چلے۔ یوشع بن نون مقدمۃ الجیش پر افسر تھے۔ اور اس کو فتح کر لیا اور وہیں مقیم رہے۔ جتنا اللہ نے چاہا پھر آپ وفات پا گئے۔ اربعین سنہ (چالیس برس) اربعین، محرمة کا ظرف ہے۔ اور سنہ پر وقف ہے۔ یا یہ یتھون کا ظرف ہے اور وقف علیہم پر ہے۔

فاسق قابل افسوس نہیں:

تقدیر عبارت یہ ہے: یسیرون فیہا متحیرین لا یہتدون طریقاً اربعین سنہ۔ کہ وہ حیران و پریشان چلتے رہیں گے۔ یتھون فی الارض (وہ حیران و پریشان چلتے رہیں گے زمین میں) اس سے نکلنے کا راستہ چالیس سال تک نہیں پائیں گے۔ یہ قید کی سزا ان کو اس لیے دی گئی کہ وہ جہاد سے رکے۔ تو ان کو اس جنگل میں روک دیا گیا۔ تیز چلنے کے باوجود صبح کو جہاں سے چلتے شام کو وہیں ہوتے۔ اور شام کو جہاں سے چلتے صبح کو وہیں ہوتے۔ یہ چھ فرسخ کا علاقہ تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب اس بددعا سے پریشان ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے تسلی دی فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ (ان فاسقوں پر افسوس مت کرو) کیونکہ یہ فاسق ہیں۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام ان کے ساتھ تھے میں نہیں رہے۔ کیونکہ تہ کی رہائش تو ایک سزا تھی۔ اور موسیٰ علیہ السلام اپنے رب تعالیٰ سے ان سے نجات مانگ چکے تھے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام ان کے ساتھ رہے مگر وہ ان کے لیے باعث راحت تھا۔ اور باعث سلامتی تھا۔ حضرت ہارون علیہ السلام تہ میں وفات پا گئے اور ان کے ایک سال بعد موسیٰ علیہ السلام نے بھی وفات پائی۔ اور کالب اور یوشع علیہما السلام کے علاوہ تمام نقباء بھی تہ میں وفات پا گئے۔

وَآتِلْ عَلَيْهِم نَبَأَ ابْنِي آدَمَ بِالْحَقِّ ۖ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقْبِلَ مِنْ

اور آپ ان کو آدم کے دو بیٹوں کا قصہ صحیح طور پر پڑھ کر سنائیے جبکہ ان دونوں نے ایک ایک نیاز پیش کی، سو ان میں سے ایک کی نیاز

أَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْآخِرِ ۖ قَالَ لَا قُتْلَكَ ۖ قَالَ إِنَّمَا

قبول کر لی گئی اور دوسرے کی نیاز قبول نہ کی گئی، اس نے کہا کہ میں تجھے ضرور بالضرور قتل کروں گا۔ دوسرے نے کہا کہ

يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ ۖ لَئِنْ بَسَطْتَ إِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِي

اللہ صرف تقویٰ والوں سے قبول فرماتا ہے، یہ یقینی بات ہے کہ اگر تو نے میرے قتل کرنے کے لیے میری طرف ہاتھ بڑھایا

مَا أَنَا بِبَاسٍ يَدِي إِلَيْكَ لَا قُتْلَكَ ۖ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ

تو میں تجھے قتل کرنے کے لیے تیری طرف اپنا ہاتھ بڑھانے والا نہیں ہوں گا۔ بیشک میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو سب جہانوں کا

الْعَالَمِينَ ۖ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ تَبُوءَ أَبِائِي وَأَنَا فَتَكُونَ مِنَ

پروردگار ہے، بلاشبہ میں چاہتا ہوں کہ تو میرے گناہ اور اپنے گناہ اپنے سروہر لے پھر تو دوزخ والوں میں

أَصْحَابِ النَّارِ ۖ وَذَلِكَ جَزَاءُ الظَّالِمِينَ ۖ فَطَوَّعَتْ لَهُ نَفْسُهُ

سے ہو جائے اور یہ ظالموں کی سزا ہے۔ سو اس کے نفس نے اسے اپنے بھائی کے قتل پر

قَتَلَ أَخِيهِ فَقَتَلَهُ فَأَصْبَحَ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۖ فَبَعَثَ اللَّهُ غُرَابًا يَبْحَثُ

آبادہ کر لیا سو اس نے اسے قتل کر دیا، جس کی وجہ سے وہ نقصان اٹھانے والوں میں شامل ہو گیا۔ پھر اللہ نے ایک کوا

فِي الْأَرْضِ لِيُرِيَهُ كَيْفَ يُوَارِي سَوْءَةَ أَخِيهِ ۖ قَالَ يُوَيْلَتِي أَعَجَزْتُ أَنْ

بھیجا وہ زمین کو کرید رہا تھا تاکہ وہ اسے دکھا دے کہ وہ اپنے بھائی کی لاش کو کیسے چھپائے۔ کہنے لگا افسوس میری حالت پر! کیا میں اس سے عاجز ہو گیا

أَكُونَنَّ مِثْلَ هَٰذَا الْغُرَابِ فَأُوَارِي سَوْءَةَ أَخِي ۖ فَأَصْبَحَ مِنَ النَّادِمِينَ ۖ

کہ اس کوے کی طرح ہو جاؤں سو اپنے بھائی کی لاش کو چھپا دوں۔ پھر وہ پچھتانے والوں میں سے ہو گیا۔

منہ ہیل وقابیل کا واقعہ:

آیت ۲۷: پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو حکم فرمایا کہ اپنے حاسدین کو وہ واقعہ سناؤ جو حسد کی وجہ سے پیش آیا۔ تاکہ وہ حسد کو چھوڑ دیں۔ اور آپ پر ایمان لے آئیں۔

وَآتِلْ عَلَيْهِمْ (آپ ان اہل کتاب کو پڑھ کر سنائیں)

نَبَا ابْنِ آدَمَ (آدم کے دو صلی بیٹے ہابیل وقائیل کا) یا وہ بنی اسرائیل کے دو آدمی تھے۔

بِالْحَقِّ (ایسی اطلاع جو حق سے ملی ہوئی ہے) اور پہلی کتب کے بالکل موافق ہے۔ یا ایسی تلاوت جو حق و صحت سے ملی ہوئی ہے۔ یا آپ ان کو پڑھ کر سنائیں کہ آپ حق بیان کرنے والے سچے ہیں۔ اِذْ قَرَّبَاہُ نَبَا کی وجہ سے منصوب ہے۔ یعنی قصتھما و حدیثھما فی ذالک الوقت۔ یعنی ان دونوں کا قصہ اور بات جو اس وقت میں پیش آئی یا نبأ سے بدل ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے اتل علیہم النبأ نبأ ذالک الوقت۔ آپ ان پر پڑھیں واقعہ یعنی اس وقت کا واقعہ گویا اس صورت میں مضاف محذوف ہے۔ قُرْبَانًا ایکی قربانی یا صدقہ جس سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیا جائے۔ کہا جاتا ہے قرب صدقة و تقرب بها کہ اس صدقہ سے تقرب حاصل کیا۔ کیونکہ تقرب کا باب قرب کا مطاوع بن کر آتا ہے۔ مطلب آیت کا یہ ہے کہ جب ان میں سے ہر ایک نے اپنی قربانی سے تقرب حاصل کیا۔ اس کی دلیل آیت کا اگلا حصہ فَتَقَبَّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا ان دونوں میں سے ایک کی قربانی قبول کر لی گئی) اور وہ ہابیل تھا۔ وَلَمْ يَتَقَبَّلْ مِنَ الْآخَرِ (اور دوسرے کی قبول نہ کی گئی) اور وہ قائیل تھا۔ روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کے ساتھ پیدا ہونے والی بیچی سے شادی کر لے۔ قائیل کے ساتھ پیدا ہونے والی لڑکی خوبصورت تھی۔ اس کا نام آقلیم تھا۔ اس پر اس کے بھائی نے اس لڑکی کے سلسلہ میں حسد کیا۔ اور ناراض ہوا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے ان دونوں کو فرمایا کہ تم دونوں قربانی پیش کرو۔ جس کی قربانی قبول ہوگی اسی سے اس کی شادی کر دی جائے گی۔ ہابیل کی قربانی قبول ہوئی کہ آگ نے اتر کر اس کو جلا دیا۔ اس پر قائیل کا حسد اور بھڑک اٹھا اور ناراضگی زیادہ ہوئی پس ہابیل کو قتل کرنے کی دھمکی دی۔

قَالَ لَا قُتِلَنَّكَ (اس نے ہابیل کو کہا کہ میں تمہیں قتل کر دوں گا)

قَالَ إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ (اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ متقین سے قبول کرتے ہیں) تقدیر عبارت یہ ہے کہ ہابیل نے اسے کہا تو مجھے قتل کیوں کرتا ہے۔ اس نے کہا کہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے تیری قربانی کو قبول کیا ہے۔ اور میری قربانی قبول نہیں کی۔ اس پر اس نے کہا انما يتقبل الله من المتقين کہ اللہ تعالیٰ اپنے سے ڈرنے والوں کی قربانی قبول کرتے ہیں۔ اور تو غیر متقی ہے۔ اور یہ تیرے نفس کے قصور سے ہے۔ کہ اس نے تقویٰ کے لباس کو اتار پھینکا ہے۔ اس میں میرا کوئی قصور نہیں۔

ایک لطیفہ:

حضرت عامر بن عبد اللہ کی وفات کا وقت آیا تو وہ رونے لگے ان کو کہا گیا کہ تم کیوں رو رہے ہو۔ اور آپ تو بڑی فضیلتوں والے ہیں۔ فرمانے لگے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول سنا ہے انما يتقبل الله من المتقين۔ (معلوم نہیں کہ ہم ان میں سے ہیں یا نہیں)

آیت ۲۸: لَئِنْ بَسَطْتَ (اگر تو نے دراز کیا) اِلَیَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِي مَا اَنَا بِبَاسٍ يَدِ الْاِلٰهِ (اپنا ہاتھ میری طرف تاکہ تو مجھے قتل کرے تو میں اپنا ہاتھ پھیلانے والا نہیں تیری طرف) قراءت: مدنی ابو عمرو اور حفص نے یَدِ پڑھا ہے۔

ہائیل کو بے خبری میں قتل کیا گیا:

لَا قُتْلَكَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ (تاکہ میں تجھے قتل کروں میں بیشک اللہ رب العالمین سے ڈرنے والا ہوں) روایت میں ہے کہ وہ قاتیل سے زیادہ طاقتور تھے۔ اور زیادہ مضبوط۔ لیکن اپنے بھائی کے قتل کو گناہ سمجھتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے اس کے سامنے ہاتھ نہیں اٹھایا کیونکہ اس زمانہ میں مدافعت جائز و مباح نہ تھی۔ دوسرا قول یہ بھی ہے کہ وہ واجب تھی۔ کیونکہ اس میں اپنے آپ کو خود ہلاک کرنا ہے اور قاتل کے گناہ میں شرکت کرنا ہے۔ البتہ معنی یہ ہے کہ میں ابتداءً تیری طرف اپنے ہاتھ کو دراز کرنے والا نہیں۔ جیسا کہ تو میرے بارے میں ارادہ رکھتا ہے ہائیل ارادہ قتل پر مدافعت کا عزم رکھتے تھے۔ مگر قاتیل نے بے خبری میں اچانک حملہ کر کے ان کو قتل کر دیا۔

قراءت: إِنِّي كَوَّيْتُ أَخَافُ پڑھا جازی اور ابو عمرو نے۔

آیت ۲۹: إِنِّي أُرِيدُ (میں چاہتا ہوں) قراءت: مدنی نے إِنِّي پڑھا ہے۔ اَنْ تَبُوءُ تَوَاطُّوْا (یا لوٹے یاٹھمی) (میرے قتل کے گناہ کے ساتھ) اگر تو نے مجھے قتل کر دیا وَ اَتَمَمْتَ (اور اپنے گناہوں کے ساتھ) جس کی بنا پر تیری قربانی قبول نہیں کی گئی۔ اور وہ والد کی نافرمانی، حسد، کینہ ہے قاتیل نے اس بات کا ارادہ کیا کیوں کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو مسترد کر کے کفر کیا تھا یا وہ ظالم تھا اور ظالم کی سزا یہ مراد لی جاسکتی ہے۔ فَتَكُونُ مِنَ اَصْحَابِ النَّارِ وَ ذٰلِكَ جَزَاُ الظّٰلِمِيْنَ (تاکہ تو آگ والوں میں سے ہو جائے اور یہی ظالم کی سزا ہے)

آیت ۳۰: (فَطَوَّعْتُ لَهٗ نَفْسَهُ قَتَلَ اَخِيْهِ) (اس کے نفس نے اس کو اپنے بھائی کے قتل پر آمادہ کیا) طوعت کا معنی آسان کر دیا گنجائش پیدا کر دی یہ طالع له المرتع کہ چراگاہ آسانی سے اس کو میسر آگئی سے بنا ہے۔ فَقَتَلَهُ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۔ (پس اس نے اس کو قتل کر دیا پس وہ ہو گیا خسارہ پانے والوں میں سے)۔

آیت ۳۱: فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِیُرِیْہُ (اللہ تعالیٰ نے ایک کو ابھججا کہ وہ اللہ تعالیٰ اس کو دکھائے یا وہ کو اس کو دکھائے) کَیْفَ یُوَارِیْ سُوْءَۃَ اَخِيْہِ (کہ وہ کس طرح بھائی کی لاش چھپائے) سُوْءَۃَ کا معنی ستر اور وہ چیز جسم میں جس کا کھولنا جائز نہیں۔ روایت میں ہے کہ سب سے پہلا مقتول زمین پر بنی آدم میں یہی تھا۔ جب اس کو قتل کر دیا تو چٹیل میدان میں چھوڑ دیا۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اس کا کیا کرے۔ پس اس کو خطرہ ہوا کہ اس کو درندے پھاڑ دیں گے۔ پس ایک تھیلے میں ڈال کر اپنی پشت پر ایک سال تک اٹھائے پھرتا رہا۔ یہاں تک کہ اس سے بدبو پیدا ہوئی۔ اور اس پر درندوں نے ہجوم کیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے دو کوئے بھیجے جو لڑ پڑے ایک نے دوسرے کو مار دیا۔ اور اپنی چونچ اور پنجوں سے دوسرے کوئے کے لئے گڑھا کھودا پھر اس کو اس میں ڈال دیا۔ پس اس وقت قاتیل کہہ رہا تھا۔

بے وقت شرمندگی:

قَالَ یٰوَيْلَتٰی اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِیْ (کہنے لگا افسوس میری حالت پر کیا میں اس سے بھی گیا گذرا کہ اس کوئے ہی کے برابر ہوتا اور چھپا دیتا) فَاُوَارِیْ کا عطف اکون پر ہے سُوْءَۃَ اَخِيْ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ (اپنے

مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ كَتَبْنَا عَلَى بَنِي إِسْرَءِيلَ أَنَّهُ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ

اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا کہ جو بھی کوئی شخص کسی شخص کو بلا عوض جان

نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا

کے یا بغیر کسی فساد کے قتل کر دے جو زمین میں ہو تو گویا قتل کرنے والے نے سب لوگوں کو قتل کر دیا، اور جس نے کسی جان کو زندہ رکھا

فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا وَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنَاتِ ثُمَّ إِنَّ

تو گویا اس نے سب لوگوں کو زندہ کر دیا، اور یہ واقعی بات ہے کہ ان کے پاس ہمارے رسول کھلی ہوئی دلیلیں لے کر آئے پھر اس

كَثِيرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذَلِكَ فِي الْأَرْضِ لَمُسْرِفُونَ ﴿٣٢﴾

کے بعد ان میں سے بہت سے لوگ زمین میں زیادتی کرنے والے ہیں۔

بھائی کی لاش کو پس وہ شرمندہ ہونے والوں میں سے ہو گیا) اس کے قتل پر کیونکہ اس کے اٹھائے پھرنے نے اس کو تھکا دیا۔ اور وہ اس کے بارے میں شدید پریشانی میں مبتلا ہوا۔ مگر یہ شرمندگی تو بہ کرنے والوں جیسی نہیں تھی۔ یا تداومت فقط ہماری شریعت میں تو بہ ہے۔ ان کی شریعت میں نہ تھی۔ یا اس کے اٹھائے رہنے پر شرمندہ ہوا نہ کہ اس کے قتل پر۔ (پس تو بہ نہ بنی) اور آیت میں کہ جب اس نے اسے قتل کیا اس کا جسم سیاہ ہو گیا حالانکہ اس کا رنگ سفید تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اس سے اس کے بھائی کے متعلق دریافت کیا تو کہنے لگا میں اس کا نگران تو نہ تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ تو نے اسے قتل کر دیا ہے۔ اسی لئے تو تیرا چہرہ سیاہ ہو گیا۔ پس سیاہ لوگ انہی کی اولاد میں سے ہیں۔

مرثیہ آدم علیہ السلام والی روایت من گھڑت ہے:

اور یہ کسی روایت میں نہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام نے کسی شعر میں ہابیل کا مرثیہ کہا ہو۔ جو روایت بیان کی جاتی ہے وہ درست نہیں۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام شعر سے معصوم ہوتے ہیں۔

آیت ۳۲: مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ (اس قتل کی وجہ سے) اجل کا معنی سبب و علت ہے اور ذالک کا مشاۃً الیہ قتل مذکور ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ پہلی آیت سے متصل ہے۔ پس اس صورت میں اس پر وقف کریں گے۔ تقدیر عبارت یہ ہوگی فاصبح من النادمین لاجل حملہ ولا جل قتلہ کہ وہ اس کے اٹھانے اور قتل کرنے کی وجہ سے شرمندگی والوں میں سے ہو گیا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ جملہ متانفہ ہے۔ اور النادمین پر وقف ہے۔ اور من کا تعلق کتبنا سے ہے نادمین سے نہیں ہے۔

بنی اسرائیل کیلئے قانون قصاص:

كَتَبْنَا عَلَىٰ بَنِي إِسْرَآءَ يَلْ (ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا) بنی اسرائیل کا خصوصیت سے تذکرہ فرمایا۔ حالانکہ تمام ہی اس میں شریک تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تورات پہلی ایسی کتاب ہے جس میں احکام اتارے گئے۔ اِنَّهُ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا (کہ جو شخص کسی کو) (ماحق) قتل کریگا) اندہ کی ضمیر شان ہے۔ اور من شرط یہ ہے۔

بِغَيْرِ نَفْسٍ (بغیر اس کے کہ وہ کسی نفس کو قتل کرے) اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ (یا وہ زمین پر فساد کرے) یہ نفس پر عطف ہے تقدیر عبارت یہ ہے بغیر فساد فی الارض اور زمین میں فساد کے بغیر۔ فساد سے مراد یہاں شرک ہے۔ یا ڈاکہ زنی یا ہر وہ فساد جس کا نتیجہ قتل کو واجب و لازم کر دے۔ فَكَانَ مِمَّا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا (تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کیا) یعنی گناہوں میں تمام لوگوں کو قتل کر دیا۔ حضرت حسن فرماتے ہیں کیونکہ قاتل نفس کی سزا جہنم ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا اس پر غضب ہوتا ہے اور اس کے لئے عذاب عظیم ہے۔ اگر وہ تمام لوگوں کو قتل کر ڈالتا تو اس سے زیادہ نہ ہوتا۔ وَمَنْ اَحْيَاهَا (جس نے ان کو زندہ کیا) یعنی ان کو ہلاکت کے بعض اسباب سے نکالا۔ مثلاً قتل، غرق، جلنا، گرانا یا اور کوئی دیگر وغیرہ۔

ایک کی زندگی سبکی کی زندگی:

فَكَانَ مِمَّا اَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا (اس نے گویا سب کو زندہ کیا) ایک آدمی کے قتل کو تمام آدمیوں کا قتل قرار دیا گیا۔ اسی طرح زندہ کرنا بھی تمام کا زندہ کرنا قرار دیا۔ یہ ترغیب و ترہیب کے لئے ہے۔ کیونکہ جو شخص ایک آدمی کے قتل پر تعرض کرنے والا ہے اگر وہ تصور کرے کہ اس کا قتل تمام انسانوں کا قتل ہے۔ تو اس پر اس کا قتل گراں ہوگا۔ پس وہ اس سے باز آ جائے گا۔ اسی طرح وہ شخص جو اس کو زندہ کرتا ہے۔ جب اس کے تصور میں یہ ہے اس ایک آدمی کی زندگی تمام انسانوں کی زندگی کے مترادف ہے تو اس کو سلامت رکھنے اور بچانے کے لئے خوب رغبت اختیار کرے گا۔ وَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ (اور ان لوگوں کے پاس آچکے ہیں) هُمْ سے مراد بنی اسرائیل ہیں۔ رُسُلُنَا (ہمارے پیغمبر) قراءت: ابو عمرو نے رُسُلُنَا پڑھا ہے۔ بِالْبَيِّنَاتِ (واضح دلیل کے ساتھ) ثُمَّ اِنْ كَثُرُوا مِنْهُمْ بَعْدَ ذَلِكَ (پھر اس کے بعد ان میں سے بہت سے لوگ) پھر ان میں سے پہلے سے۔ اس کے بعد کہ جو ہم نے ان پر لکھ دیا۔ یا رسولوں کے دلائل لانے کے بعد فی الارض لَمُسْرِفُونَ (اور زمین میں حد سے بڑھنے والے ہیں) قتل میں اس کی عظمت کی کوئی پرواہ نہیں کرتے۔

إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ

”جو لوگ اللہ سے اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں فساد کے لیے

فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِّنْ

دوڑتے ہیں ان کی سزا یہی ہے کہ ان کو قتل کیا جائے، یا ان کو سولی پر چڑھایا جائے، یا ان کے ہاتھ پاؤں جانب مخالف سے کاٹ

خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ۚ ذَٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا

دیے جائیں یا زمین سے نکال دیئے جائیں یہ دنیا میں ان کی رسوائی ہے

وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِن قَبْلِ أَنْ

اور ان کے لیے آخرت میں بڑا عذاب ہے سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے توبہ کر لی اس سے پہلے کہ

تَقْدَرُوا عَلَيْهِمْ ۚ فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ يَٰ أَيُّهَا

تم ان پر قدرت پاؤ، سو جان لو کہ بلاشبہ اللہ غفور ہے رحیم ہے۔“

الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي

ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اللہ تعالیٰ کا قرب تلاش کرو اور اللہ کی راہ میں

سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوَ أَنَّ لَهُمْ مَّا

جہاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ بے شک جن لوگوں نے کفر کیا اگر ان کے پاس وہ

فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ لَيَفْتَدُوا بِهِ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ

سب کچھ ہو جو زمین میں ہے اور اس جیسا اس کے ساتھ اور بھی ہو تاکہ وہ قیامت کے دن کے عذاب سے جان چھڑانے کے لیے

الْقِيَامَةِ مَا تَقْبَلُ مِنْهُمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ يُرِيدُونَ أَنْ

دیدیں تو یہ ان سے قبول نہ کیا جائے گا۔ اور ان کے لیے درد ناک عذاب ہے وہ ارادہ کریں گے کہ

يَخْرِجُوا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخَارِجِينَ مِنْهَا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيمٌ ۝

دوزخ سے نکلیں اور وہ اس میں سے نکلنے والے نہیں اور ان کے لیے ہمیشہ باقی رہنے والا عذاب ہے۔“

محاربین کی اقسام اربعہ:

آیت ۳۳: اِنَّمَا جَزَاؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (بے شک ان لوگوں کی سزا جو اللہ اور اس کے رسول سے محاربہ کرتے ہیں) اللہ تعالیٰ کے محاربہ سے مراد اولیاء اللہ سے محاربہ ہے۔ حدیث میں ارشاد فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں من اهان لی ولیاً فقد بارزنی بالمحاربة۔ جس نے میرے کسی دوست کی توہین کی اس نے محاربہ کے لئے مجھے دعوت دی۔ ابن ماجہ ۳۹۸۹ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا (وہ زمین میں فساد برپا کرنے کی کوشش کرتے ہیں) یعنی وہ فساد کرنے والے ہیں۔ اور فساد مفعول یہ بھی بن سکتا ہے۔ یعنی وہ فساد کی خاطر زمین میں دوڑ دھوپ کرتے ہیں۔ اور جزاء کی خبر ان یقتلوا ہے۔

یَاۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ یَقْتُلُوْا: یقتلوا میں تا پر تشدید کا فائدہ یہ ہے کہ یکے بعد دیگرے کا قتل۔ اب اَنْ یُّقْتَلُوْا، کا مطلب یہ ہے کہ ان کو قتل کیا جائے سولی نہ دی جائے۔ اگر انہوں نے صرف قتل کیا ہو۔

اَوْ یُصَلِّبُوْا (یا ان کو صلیب دی جائے قتل کے ساتھ) اگر انہوں نے قتل بھی کیا اور مال بھی لیا۔ اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْہُمْ وَ اَرْجُلُہُمْ (یا ان کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیئے جائیں) اگر انہوں نے مال لیا ہو تو مِّنْ حِیْلَافٍ (مخالف جانب سے) یہ ایدی سے حال ہے یعنی ارجل۔ ایک دوسرے کے الٹ۔ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ (یا ان کو قید کر کے جلا وطن کر دیا جائے) جبکہ انہوں نے فقط ڈرایا دھمکایا ہو) ذٰلِكَ یَہْذُوْہُ سَازِیْسٌ۔ لَہُمْ حِزْبٌ فِی الدُّنْیَا (ان کے لئے دنیا میں ذلت و رسوائی کا ذریعہ ہیں) وَلَہُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ (اور ان کے لئے آخرت میں بہت بڑا عذاب ہے)

آیت ۳۴: اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَیْہُمْ (مگر وہ لوگ جو تمہارے ان پر قابو پانے سے پہلے توبہ کر لیں) تو ان سے یہ حد و ساقط ہو جائیں گی۔ وہ معاملات جو بندوں کے حقوق کے متعلق ہیں۔ فَاَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (پس یقین کر لو کہ اللہ تعالیٰ بخشنے والے ہیں) ان کی توبہ سے ان کو بخش دیں گے اور رحیم ہیں رحم فرما کر ان کو عذاب نہ دیں گے۔

آیت ۳۵: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰهَ (اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو) پس اللہ تعالیٰ کے بندوں کو ایذا نہ پہنچاؤ۔

قرب الہی کا ذریعہ:

وَابْتَغُوا۟ اِلَیْہِ الْوَسِیْلَةَ (اس کی طرف سے وسیلہ تلاش کرو) ہر وہ قرابت عبادت، جس سے قرب حاصل کیا جائے۔ یا وہ وابستگی یا دیگر مرتبہ و درجہ یہ دراصل ان چیزوں کے لئے استعارہ کے طور پر استعمال کیا گیا ہے جو طاعات و ترک منہیات کی قسم سے ہے۔ اور ان سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ وَجَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِہٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ (اور اس کی راہ میں جہاد کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ)

آیت ۳۶: اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَہُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا (یقیناً جو لوگ کافر ہیں اگر ان کے پاس تمام دنیا بھری چیزیں ہوں) مَّا فِی الْاَرْضِ سے مراد قسمائے احوال۔ وَمِثْلُہٗ مَعًا (اور اس کی مثل اس کے ساتھ اور ہو) اور وہ اس کو خرچ بھی کر ڈالے۔ لَیَفْتَدُوْا بِہٖ (تا کہ اس کو اپنے نفس کا فدیہ بنائیں)

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا جَزَاءُ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنْ

جو چوری کرنے والا مرد اور چوری کرنے والی عورت ہو سو ان کے کردار کے عوض ان کے ہاتھ کاٹ دو۔ یہ بطور سزا کے اللہ کی

اللّٰهُ ۝ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝۳۸ فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهِۦ وَاصْلَحَ

طرف سے ہے اور اللہ غالب ہے، حکمت والا ہے، سو جو شخص اپنے ظلم کے بعد توبہ کر لے اور اصلاح کر لے

فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ ۝ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۳۹ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ

سو بلاشبہ اللہ اس کی توبہ قبول فرما لے گا بے شک اللہ غفور ہے رحیم ہے کیا تجھے معلوم نہیں کہ

اللّٰهُ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۝ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاءُ وَيَغْفِرُ لِمَنْ

بلاشبہ اللہ کے لیے ہے ملک آسمانوں کا اور زمینوں کا، وہ عذاب دیتا ہے جسے چاہے اور بخشتا ہے جسے

يَّشَاءُ ۝ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۴۰

چاہے بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے

قیامت کے دن فدیہ کی نفی:

نَحْوُ: لَوْ اِنِّيْ سَمِعْتُ خَيْرًا ۝ لِّفَتَدُوْا بِهِ فِيْ ضَمِيْرٍ كَوَاحِدٍ لَّيَا ۝ اِنِّيْ سَمِعْتُ خَيْرًا ۝ لِّفَتَدُوْا بِذَلِكَ اس لئے واحد لانا صحیح ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ضمیر یہاں اشارہ کے قائم مقام ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا۔ لِّفَتَدُوْا بِذَلِكَ اس لئے واحد لانا صحیح ہے۔ مِّنْ عَذَابٍ يَوْمَ الْقِيَمَةِ مَا تُقْبَلُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (روز قیامت کے عذاب سے بچنے کے لئے مگر ان سے قبول نہ کیا جائے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے جس سے کسی طرح ان کے لئے چھوٹنے کا راستہ نہیں)

آیت ۳۷: يُرِيْدُوْنَ (وہ چاہیں گے) یعنی تمنا کریں گے یا مطالبہ کریں گے۔ اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخَارِجِيْنَ مِنْهَا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ (کہ دوزخ سے نکل آویں اور وہ اس سے کبھی نہ نکلیں گے اور ان کو عذاب دائمی ہوگا) مقیم کا معنی دائمی عذاب۔

چوری کی سزا:

آیت ۳۸: وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ (اور جو مرد چوری کرے اور جو عورت چوری کرے)

نَحْوُ: یہ دونوں مبتداء ہونے کی وجہ سے مرفوع ہیں۔ خبر ان کی محذوف ہے تقدیر عبارت یہ ہے۔ فیما بتلی علیکم

السَّارِقِ وَالسَّارِقَةِ فَاقْطَعُوا آيْدِيَهُمَا (سوان دونوں کے ہاتھ کاٹ ڈالو) ایسی بول کر دونوں دائیں ہاتھ مراد ہیں۔ اس کی دلیل قراءت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہے فاس لئے ہے کہ سابقہ کلام میں شرط کا معنی متضمن تھا۔ کیونکہ مطلب اس طرح ہے والذی سرق والسی سرقہ وہ مرد جو چوری کرے اور وہ عورت جو چوری کرے تو ان کے ہاتھ کاٹ دو۔ اسم موصول میں شرط کا معنی پایا جاتا ہے۔ نکتہ: البتہ سارق کہہ کر مرد سے ابتداء کی گئی۔ کیونکہ سرقہ کا تعلق جرأت سے ہے اور وہ مردوں میں زیادہ پائی جاتی ہے اور دوسری آیت میں الزانی کو مؤخر لائے کیونکہ زنا شہوت سے پیش آتا ہے۔ اور شہوت عورتوں میں کثرت سے پائی جاتی ہے ہاتھ کاٹنے میں حکمت یہ ہے کہ وہ سرقہ و چوری کا آلہ ہے ادھر آگے زنا کے قطع کا حکم نہیں دیا گیا۔ کیونکہ اس سے نسل انسانی کا انقطاع لازم آتا ہے۔ جَزَاءً ۱۰ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللَّهِ (اس کی سزا میں جو کچھ انہوں نے کمایا) جزاء یہ مفعول لہ ہے۔ نَكَالًا مِّنَ اللَّهِ (سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے) نکالاً یہ جزاء کا بدلہ ہے وَاللَّهُ عَزِيزٌ (اللہ تعالیٰ غالب ہیں) اس کے فیصلوں میں معارضہ نہیں کیا جاسکتا حَكِيمٌ (وہ حکمت والے ہیں) اس میں جو وہ حکم دیں جیسے چور کے لئے قطعید وغیرہ۔

تائیبین کا ذکر:

آیت ۳۹: فَمَنْ تَابَ (جو شخص توبہ کرے) چوری سے مَنْ ۱۰ بَعْدَ ظُلْمِهِ (اپنے اس ظلم (یعنی سرقہ) کے بعد) وَأَصْلَحَ (اور اپنی درستگی کر لے) مسروقہ مال واپس کر کے فَإِنَّ اللَّهَ يُتَوَبُّ عَلَيْهِ (اللہ تعالیٰ توبہ قبول کر کے اس کی طرف توجہ فرمائیں گے) إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والے ہیں اس کا گناہ بخش دیں گے اور رحیم ہیں اس پر رحمت فرمائیں گے) بخشش مطیع:

آیت ۴۰: أَلَمْ تَعْلَمْ (کیا تمہیں معلوم نہیں) اے محمد ﷺ مخاطب أَنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ (کہ آسمانوں اور زمین میں اللہ ہی کی سلطنت ہے جس کو چاہے عذاب دے) عذاب دیں گے جو کفر پر مر جائے گا۔ وَيَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ (اور بخش دیں گے جس کو چاہیں گے) جو کفر سے تائب ہو جائے گا۔ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (اللہ تعالیٰ ہر چیز پر) یعنی عذاب و مغفرت وغیرہ پر قَدِيرٌ (قادر ہیں) نکتہ: یہاں عذاب کو مغفرت سے پہلے اس لیے ذکر کیا۔ کیونکہ چوری توبہ سے قبل کی تھی۔ یہ لف و نشر مرتب کی قبیل سے ہے۔

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ مِنَ

اے رسول! آپ کو وہ لوگ رنجیدہ نہ کریں جو دوڑ دوڑ کر کفر میں گرتے ہیں جو

الَّذِينَ قَالُوا آمَنَّا بِأَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوبُهُمْ ۚ وَمِنَ

ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے اپنے منہوں سے کہا کہ ہم ایمان لائے اور حال یہ ہے کہ ان کے دل ایمان نہیں لائے اور ان

الَّذِينَ هَادُوا ۚ سَمَّعُونَ لِلْكَذِبِ سَمْعَهُونَ لِقَوْمٍ أُخْرِينَ ۚ لَمْ

لوگوں میں سے ہیں جو یہودی ہیں یہ لوگ جھوٹ کو بہت زیادہ سننے والے ہیں، جو لوگ تمہارے پاس نہیں آئے ان کو باتیں پہنچانے کے لئے خوب

يَأْتُوكَ ۚ يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهِ ۚ يَقُولُونَ إِنْ

دھیان سے سنتے ہیں، یہ لوگ کلمات کو ان کی جگہوں سے بدل دیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ

أَوْ تَيْتَمُّ هَذَا فَخِذْوَهُ وَإِنْ لَمْ تُؤْتُوهُ فَاخْذِرُوا ۚ وَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ

اگر تم کو یہ حکم ملے تو اس کو لے لینا اور اگر تم کو یہ حکم نہ ملے تو اس سے پرہیز کرنا، اور اللہ جس کو فتنہ میں ڈالنے کا

فِتْنَتَهُ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَمْ يُرِدِ

ارادہ فرمائے تو اے مخاطب اس کے لیے اللہ پر تیرا کوئی زور نہیں چل سکتا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں

اللَّهُ أَنْ يُطَهِّرَ قُلُوبَهُمْ ۚ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ۖ وَلَهُمْ فِي

اللہ نے یہ ارادہ نہیں فرمایا کہ ان کے دلوں کو پاک کرے، ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لیے

الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۚ سَمَّعُونَ لِلْكَذِبِ أَكَلُونَ لِلسُّحْتِ ۚ

آخرت میں بڑا عذاب ہے یہ لوگ جھوٹ کو خوب زیادہ سننے والے ہیں خوب حرام کھانے والے ہیں،

فَإِنْ جَاءُوكَ فَاحْكُم بَيْنَهُمْ أَوْ أَعْرَضْ عَنْهُمْ ۚ وَإِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ

سو اگر وہ آپ کے پاس آئیں تو ان کے درمیان فیصلہ فرما دیجئے یا ان سے اعراض فرما لیجئے، اور اگر آپ اعراض کریں

فَلَنْ يَضُرُّوكَ شَيْئًا ۚ وَإِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُم بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ ۚ إِنَّ

تو یہ آپ کو کچھ بھی ضرر نہیں پہنچا سکتے اور اگر آپ فیصلہ دیں تو ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ فرمائیے، بے شک

اللَّهُ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ۚ ۝۱۲ وَكَيْفَ يُحْكِمُ اللَّهُ عِنْدَهُمُ التَّوْرَةَ

اللہ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے، اور وہ آپ سے کیسے فیصلہ کراتے ہیں حالانکہ ان کے پاس تورات ہے

فِيهَا حُكْمُ اللَّهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ ۚ وَمَا أُولَٰئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ ۝۱۳

جس میں اللہ کا حکم ہے پھر اس کے بعد وہ روگردانی کرتے ہیں اور وہ لوگ مومن نہیں ہیں۔

منافقین کے منصوبوں کی پرواہ نہ کریں:

آیت ۴۱: يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ (اے رسول جو لوگ کفر میں دوڑ دوڑ گرتے ہیں آپ کو مغموم نہ کریں) لَا يَحْزُنْكَ کا معنی اہمیت نہ دیں کفر کی طرف منافقین کے جلد بھاگ جانے کو۔ اور پرواہ نہ کریں یعنی اسلام کے متعلق ان کی خفیہ تدابیر کے ظاہر ہو جانے کو زیادہ اہمیت نہ دیں۔ اور اسی طرح ان کی مشرکین کے ساتھ موالات ظاہر ہونے کی پرواہ نہ کریں۔ میں ان کے خلاف تمہارا مددگار اور ان کے شر کے لیے کافی ہوں۔ کہا جاتا ہے اسرع فیہ الشیب یعنی وہ جلد بوڑھا ہو گیا۔ اس طرح کفر میں ان کی مسازعت سے مراد جلد کفر اختیار کرنا ہے۔ کہ جب بھی وہ فرصت پاتے ہیں تو فوراً کفر میں جا گرتے ہیں۔ مِنَ الَّذِينَ قَالُوا (خواہ وہ ان لوگوں میں سے ہوں جو کہتے ہیں) یہ الذين يسارعون في الكفر کا بیان ہے۔ اٰمَنَّا (کہ ہم ایمان لائے) یہ قالوا کا مقولہ مفعول ہے۔ بِاَفْوَاهِهِمْ (اپنے منہ سے) یہ قالوا کے متعلق ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے قالوا بافواہم اٰمنا انہوں نے اپنے منہوں سے اٰمنا کہا وَلَٰكُم مِّنْ قُلُوبِهِمْ مَّغْرٰنٌ كَیۡفَ لَیۡسَ لَہُمۡ دِلٌّ مِّنۡہُمۡ (ان کے دل میں گھبراہٹ ہے۔ یہ محض نصب میں حال ہے اور ومن الذين هادوا کا عطف من الذين قالوا پر ہے تقدیر عبارت یہ ہے من المنافقین والیہود وَمِنَ الَّذِينَ هَادُوا اور وہ لوگ جو یہودی ہوئے ہیں۔ سَمْعُوْنَ لِّلْكَذِبِ (وہ جھوٹ کو سننے والے ہیں) ہُمْ مبتداء مضمّر اور سَمْعُوْنَ اس کی خبر ہے ضمیر کا مرجع دونوں جماعتیں ہیں۔ تقدیر عبارت ہم سماعون اس صورت میں وقف علی الذين هادوا پر ہے۔ یا سماعون مبتداء اور اس کی خبر من الذين هادوا ہے۔ اس صورت میں قلوبہم پر وقف ہے۔ اور سماعون للکذب کا مطلب یہ ہے کہ تجھ سے سنتے اس لئے ہیں۔ کہ تم پر جھوٹ باندھیں اس طرح کہ جو کچھ آپ سے سنا اس کو مسخ کر کے پیش کریں۔ اضافہ یا کمی یا تبدیلی اور تغیر کے ساتھ۔ سَمْعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِیۡنَ لَہُمۡ یَاتُوْکَ (آپ کی باتیں دوسری قوم کی خاطر سے کان دھردھر سنتے ہیں جس قوم کے یہ حالات ہیں وہ آپ کے پاس نہیں آئے کلام کو) یعنی وہ آپ سے سننے والے ہیں یہودیوں کی خاطر اور وہ ان کو جاسوس بنا کر بھیجتے ہیں۔ تاکہ جو آپ سے سنا وہ ان کو پہنچا دیں یَحْرِفُوْنَ الْکَلِمَۃَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِہَا (بعد اس کے کہ وہ اپنے مواقع پر ہوتا ہے بدلتے رہتے ہیں) یحرفون کا معنی اس کو زائل کرتے اور اس کو ان مواقع سے مائل کرتے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے ان کو رکھا ہے۔ ان کو غیر مقام پر جوڑتے ہیں حالانکہ اس کا ایک مقام ہے۔ یَحْرِفُوْنَ یہ قوم کی صفت ہے جیسا کہ لَمْ یَاتُوْکَ یا مبتداء محذوف کی خبر ہے۔ یعنی ہُمْ یحرفون ضمیر کا مرجع الْکَلِمَۃ ہے۔

مقصد پرست یہود کا طرز عمل:

یَقُولُوْنَ اِنْ اُوتِیْتُمْ ہٰذَا (کہتے ہیں اگر تم کو یہ حکم ملے تو) المحرف اس کو کہتے ہیں جس کو اس کے موقع سے ہٹا دیا جائے۔ یَقُولُوْنَ یہ یحرفون کی طرح قوم کی صفت ہے یا یحرفون کی ضمیر سے حال ہے۔ فَخُذُوْہُ (اس کو اختیار کرلو) اس کو جانو کہ یَحْرِفُوْنَ: برحق ہے اور اس پر عمل پیرا ہو جاؤ۔ وَاِنْ لَّمْ تُوْتُوْہُ (اور اگر وہ تمہیں نہ دیا جائے) اور محمد ﷺ اس کے برخلاف فتویٰ دیں تو فَاحْذَرُوْا (اس سے بچو) اور اپنے کو بچاؤ وہ باطل ہے۔ روایت میں ہے کہ ایک سردار یہودی نے ایک سردار

عورت سے خیبر میں زنا کیا اور وہ دونوں شادی شدہ تھے۔ اور تورات میں ان کی حد سنگساری تھی۔ یہود نے ان کے اعلیٰ خاندان ہونے کی وجہ سے ان کو رجم کرنا ناپسند کیا۔ انہوں نے اپنا ایک وفد رسول اللہ ﷺ کی طرف بھیجا۔ تاکہ وہ آپ ﷺ سے اس سلسلہ میں سوال کریں۔ اور کہنے لگے کہ اگر وہ کوڑے لگانے کا حکم کریں اور چہرے کو کالا کرنے کا حکم کریں تو قبول کر لو اگر رجم کا حکم دیں تو مت قبول کرو۔ پس آپ نے جب ان کو رجم کا حکم دیا تو انہوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ وَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ فِتْنَتَهُ (اور جس کا خراب ہونا اللہ ہی کو منظور ہو تو) یہاں فتنہ سے مراد ضلالت و گمراہی ہے یہ آیت ان لوگوں کے خلاف دلیل ہے یرید اللہ الایمان ولا یرید الکفر۔ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا (اس کے لئے اللہ سے تیرا کچھ زور نہیں چل سکتا) حضرت محمد ﷺ کی امید کو ان کے ایمان کے سلسلے میں ختم کر دیا کہ یہ ایمان نہ لائیں گے۔ اُولَئِكَ الَّذِينَ لَمْ يُرِدِ اللَّهُ اَنْ يُّطَهِّرْ قُلُوْبَهُمْ (یہ لوگ ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو ان کے دلوں کا پاک کرنا منظور نہیں ہوا) اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کو کفر سے پاک کرتا نہیں ہے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ انہوں نے اپنی پسند سے کفر کو اختیار کیا۔

تردید معترکہ:

یہ آیت بھی ہماری دلیل ہے کہ جو لوگ خیر و شر کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں مانتے۔ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ (ان لوگوں کے لئے دنیا میں رسوائی ہے) منافقین کی رسوائی اور یہود کے لئے ذلت۔ وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (اور آخرت میں ان کیلئے سزائے عظیم ہے) یعنی ہمیشہ ہمیشہ آگ میں رہنا ہے۔ آیت ۴۲: سَمْعُوْنَ لَلْكَذِبِ (یہ جھوٹ کو سننے والے ہیں) یہ دوبارہ تاکید کے لئے ہے یعنی وہ جھوٹ کو سننے والے ہیں اور اس کی مثل۔ اَكْلُوْنَ لِّلْشُّحِ (کہ وہ حرام کو کھانے والے ہیں) السحت ہر وہ چیز جس کا کھانا حرام ہو۔ یہ سحتہ سے لیا گیا ہے جس کا معنی جڑ سے اکھاڑنا ہے کیونکہ اس کی برکت ختم ہو جاتی ہے حدیث میں فرمایا گیا فیصلوں میں رشوت لینا اس سے مراد ہے وہ احکام پر رشوت لینے اور حرام کو حلال کرنے کے لئے بھی رشوت لیتے۔ قراءت: لِّلشُّحِ۔ مکی اور بصری اور علی نے ثقیل سے پڑھا ہے۔

فیصلہ کرنے میں اختیار یا لزوم:

فَاِنْ جَاءُوكَ فَاحْكُم بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ (اگر وہ آپ کے پاس آئیں تو ان کے مابین فیصلہ فرمادیں یا ان سے اعراض فرمائیں) یہ کہا گیا ہے کہ آپ ﷺ کو اختیار تھا۔ کہ جب اہل کتاب آپ ﷺ کے پاس فیصلہ لے کر آئیں کہ ان میں فیصلہ کر دیں یا نہ کریں۔ بعض نے کہا کہ اختیار منسوخ کر دیا گیا۔ اس کی دلیل یہ آیت ہے وَاِنْ اَحْكَمْتُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللَّهُ الْمَائِدَةُ ۴۹ کہ ان کے درمیان بما انزل اللہ کے مطابق فیصلہ فرمائیں۔ وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يُّضُرُّوكَ شَيْئًا (اگر تم ان سے اعراض کرو تو وہ تمہیں ہرگز نقصان نہیں دے سکتے) کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ کی لوگوں سے حفاظت کرنے والے ہیں۔ وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُم بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ (اور اگر آپ فیصلہ کریں تو ان میں عدل کے موافق فیصلہ کیجئے) قسط کا یہاں معنی عدل ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ (اللہ تعالیٰ عدل والوں کو پسند کرتے ہیں)

إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرَةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ ۖ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ

”بے شک ہم نے توریت نازل کی اس میں ہدایت ہے اور روشنی ہے، اس کے ذریعہ فیصلہ کرتے تھے انبیاء

الَّذِينَ اسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا وَالرَّبُّنِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ بِمَا

جو اللہ کے فرماہر دار تھے، یہ فیصلے ان لوگوں کو دیتے تھے جو یہود تھے، اور اللہ والے اور علم والے بھی فیصلہ دیتے تھے بوجہ اس کے کہ

اسْتُحْفِظُوا مِنْ كِتَابِ اللَّهِ وَكَانُوا عَلَيْهِ شُهَدَاءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا

ان کو اللہ کی کتاب کو محفوظ رکھنے کا حکم دیا گیا تھا، اور وہ اس پر گواہ تھے۔ تو تم لوگوں سے

النَّاسَ وَآخِشُونَ وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَتِي ثَمَنًا قَلِيلًا ۚ وَمَنْ لَّمْ

نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو اور میری آیتوں کے ذریعہ تھوڑی سی قیمت مت خریدو، اور جو شخص اس کے

يَحْكُمُ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ ﴿٤٤﴾

موافق حکم نہ کرے جو اللہ نے نازل فرمایا ہے۔ سو یہی لوگ کافر ہیں

آپ کی تحکیم پر ان کی رضا مندی قابل تعجب ہے:

آیت ۴۳: وَكَيْفَ يُحْكُمُونَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرَةُ فِيهَا حُكْمُ اللَّهِ (اور وہ آپ سے کیسے فیصلہ کراتے ہیں حالانکہ

ان کے پاس تورات ہے جس میں اللہ کا حکم ہے) اس آیت میں ان کے آپ ﷺ کی تحکیم پر راضی ہونے پر تعجب کا اظہار کیا گیا۔

حالانکہ وہ آپ کی کتاب پر ایمان نہیں رکھتے۔ اور نہ آپ پر ایمان رکھتے ہیں۔ حالانکہ یہ حکم خود ان کی کتاب میں موجود ہے جس کو

ماننے کے وہ دعویدار ہیں۔ فِيهَا حُكْمُ اللَّهِ یہ تورات سے حال ہے۔ التوراة مبتداء اور عندہم خبر ہے ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْ بَعْدِ

ذَٰلِكَ (پھر اس کے بعد ہٹ جاتے ہیں) اس کا عطف يحكمونك پر ہے تقدیر عبارت یہ ہے ثُمَّ يعرضون به من بعد

تحكيمك الموافق لما في كتابهم لا يعرضون به پھر وہ آپ کے فیصلے کے بعد اعراض کرتے ہیں۔ جو فیصلہ انکی اپنی کتاب

کے فیصلے کے مطابق ہے۔ اور وہ فیصلے پر راضی نہیں ہوتے۔ وَمَا أُولَٰئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ (وہ آپ پر ایمان لانے والے نہیں) یا اپنی

کتاب پر بھی ایمان لانے والے نہیں۔ جیسا کہ ان کو دعویٰ ہے۔

تورات ہدایت و نور ہے:

آیت ۴۴: إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرَةَ فِيهَا هُدًى (ہم نے تورات نازل فرمائی تھی جس میں ہدایت تھی) هُدًى یعنی حق کی طرف راہنما

ہے وَنُورٌ (اور روشنی تھی) وہ کھول کر بیان کرتی ہے مبہم احکامات کو۔ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ اسْلَمُوا (انبیاء جو کہ اللہ تعالیٰ

کے مطیع تھے حکم دیا کرتے تھے) اسلموا کا معنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کی جو تورات میں تھی یہ النَّبِيُّونَ کی صفت ہے جو ان کی مدح و توصیف کے لئے لائی گئی ہے اور اس کو لا کر یہود پر تعریض کی گئی کیونکہ وہ ملت اسلامیہ سے بہت دور تھے۔ جو کہ تمام انبیاء علیہم السلام کا دین ہے۔ لِلَّذِينَ هَادُوا (اس کے موافق یہود کو) ان لوگوں کے لئے جنہوں نے کفر میں اتباع کی للذین میں لام یحکم سے متعلق ہے۔

اعتماد کے باوجود فیصلہ حق کے خلاف فسق ہے:

اور الرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ (اور اہل اللہ اور علماء بھی) یہ النبیون کے معطوف ہیں۔ الربانی کا معنی ہے زاہد۔ اور احبار کا معنی علماء ہے۔ بِمَا اسْتَحْفِظُوا (جس کا ان کو امین بنایا گیا تھا) **خَجَرٌ**: یہ بھی جائز ہے کہ یہ یحکم بھا میں ہا ضمیر سے بدل ہے مِنْ كِتَابِ اللَّهِ (اللہ کی کتاب کا) یہ من بیان یہ ہے اور استحفظوا کی ضمیر انبیاء اور ربانیین اور احبار تمام کی طرف لوٹی ہے۔ اور استحفاظ من اللہ کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کی حفاظت کا مکلف اور ذمہ دار بنایا۔ یا ضمیر صرف الرَّبَّانِيُّونَ اور احبار کی طرف لوٹائی جائے اور استحفاظ انبیاء کی طرف سے ہو۔ وَكَانُوا عَلَيْهِ شُهَدَاءَ (وہ اس پر نگران تھے) تاکہ اس کو بدلہ نہ جائے۔ فَلَا تَخْشَوْا النَّاسَ (پس تم بھی لوگوں سے مت ڈرنا) حکام کو اس آیت میں منع کیا گیا کہ وہ اپنے فیصلوں میں غیر اللہ سے نہ ڈریں۔ اور اس کے خلاف جاری کریں جیسا ان کو حکم دیا گیا۔ جیسا ظالم بادشاہ سے ڈر کر انصاف سے رک جائیں۔ یا کسی کی اذیت کے خوف سے حق ترک کر دیں۔ وَآخِشُونَ (اور میرے حکم کی مخالفت میں مجھ سے ڈرو) قراءت: سہل نے دونوں کو یا سے پڑھا ہے۔ خواہ حالت وقف ہو یا وصل دونوں میں۔ ابو عمرو نے وصل میں ان کا ساتھ دیا ہے۔ وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَتِي (اور نہ لومیرے احکام کے بدلہ میں) یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام اور آیات کے بدلے میں ثَمَنًا قَلِيلًا (تھوڑی قیمت) سے مراد رشوت اور مرتبہ چاہنے کے لئے رقم لینا۔ اور لوگوں کو خوش کرنے کیلئے۔ وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ (اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے احکام کے موافق حکم نہ کرے) جس نے بما انزل اللہ کے مطابق فیصلہ نہ کیا اس کی تحقیر کرتے ہوئے۔ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ (وہ وہی کافر ہیں)۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جس نے انکار کرتے ہوئے ہا انزل اللہ کے مطابق فیصلہ نہ کیا۔ وہ کافر ہے اگر منکر تو نہ ہو لیکن فیصلہ اس کے مطابق نہ کیا تو وہ فاسق ہے۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ آیت یہود اور غیر یہود تمام کے حق میں عام ہے۔

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ

اور ہم نے ان پر تورات میں لکھ دیا کہ جان جان کے بدلے اور آنکھ آنکھ کے بدلے اور ناک ناک کے بدلے

بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ فَمَنْ

اور کان کان کے بدلے اور دانت دانت کے بدلے اور زخموں کا بدلہ ہے۔ سو جو شخص

تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ ۖ وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ

معاف کر دے وہ اس کے لئے کفارہ ہے۔ اور جو شخص اس کے موافق حکم نہ کرے جو اللہ نے نازل فرمایا

فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿٥٥﴾ وَقَفَّيْنَا عَلَىٰ آثَارِهِم بِعِيسَى ابْنِ

سو یہی لوگ ظالم ہیں اور ہم نے ان کے پیچھے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام

مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَةِ ۖ وَآتَيْنَاهُ الْإِنجِيلَ

کو بھیجا جو اس کتاب کی تصدیق کرنے والے تھے جو ان کے سامنے تھی یعنی توریت اور ہم نے ان کو انجیل دی

فِيهِ هُدًى وَنُورٌ ۚ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَةِ وَهُدًى

جس میں ہدایت تھی اور روشنی تھی اور وہ تصدیق کرنے والی تھی اس چیز کی جو ان کے سامنے تھی یعنی توریت اور وہ تقویٰ اختیار

وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ ﴿٥٦﴾ وَلِيَحْكُمَ أَهْلُ الْإِنجِيلِ بِمَا أَنزَلَ

کرنے والوں کے لئے ہدایت تھی اور نصیحت! اور چاہئے کہ انجیل والے حکم کریں اس کے موافق جو اللہ نے

اللَّهُ فِيهِ ۖ وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿٥٧﴾

نازل فرمایا اور جو شخص اس کے موافق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے نازل فرمایا سو وہی لوگ نافرمان ہیں۔

یہود میں قصاص کی اصل نوعیت:

آیت ۴۵: وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا (ہم نے یہود پر فرض کر دیا جو حکم تورات میں تھا) أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ (بیشک نفس قابل مواخذہ ہو گا۔ نفس مقتولہ کے بدلے میں) جو کہ اس نے ناحق قتل کیا ہو۔ وَالْعَيْنَ (پھوڑی ہوئی آنکھ) بِالْعَيْنِ (بدلے آنکھ کے) وَالْأَنْفَ (ناک کٹا ہوا) بِالْأَنْفِ (بدلے ناک کے) وَالْأُذُنَ (کان کٹا ہوا) بِالْأُذُنِ (بدلے کان کے) وَالسِّنَّ (دانت اکھاڑا ہوا) بِالسِّنِّ (بدلے دانت کے) وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ (زخموں کا بدلہ جو قصاص والے ہوں) ورنہ حکومت عدل ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ وہ مرد کو عورت کے بدلے میں قتل نہ کرتے تھے پس یہ آیت اتری۔ ان النفس بالنفس۔ یہ آیت دلالت کرتی ہے

کہ مسلمان کو ذمی کے بدلے میں قتل کیا جائیگا اور مرد کو عورت کے بدلے میں قتل کیا جائیگا اور آزاد بدلے غلام کے۔
 قراءت: نافع، عاصم، حمزہ نے تمام معطوفات کو اَن کی وجہ سے منصوب پڑھا ہے۔ اور علی نے محل ان النفس پر عطف کر کے رفع دیا ہے کیونکہ مطلب یہ ہے کہ ان پر لکھ دیا ہے جان کے بدلے جان۔ اجراء لکبتنا معجری قلنا۔

باقی نے تمام کو نصب اور الجروح کو رفع اور الاذن سکون ذال کے ساتھ پڑھا ہے جبکہ نافع اور باقی نے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے اور اذن یہ دونوں لغتیں ہیں جیسے السُّحْتُ وَ السُّحْتُ کی طرح فَمَنْ تَصَدَّقَ (جس نے صدقہ کر دیا) اصحاب حق میں سے بہ (قصاص کو) اور اس کو معاف کر دیا۔ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ (وہ اس کے لیے کفارہ بن جائے گا) پس صدقہ، صدقہ کرنے والے کے لئے اس کے احسان کے بدلے کفارہ گناہ بن جائے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا من تصدق بدم فما دونہ کان کفارہ لہ من یوم ولدته امہ (درمنثور) جس نے دم کو یا اس سے کم کو معاف کر دیا تو وہ اس کے لئے ان تمام گناہوں کا کفارہ بن جائے گا جو آج تک اس سے ہوئے۔ وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ (جس نے ما انزل اللہ کے مطابق فیصلہ نہ کیا پس وہی ظالم ہے) کیونکہ وہ اس کا حکم ماننے سے رک گئے۔

انجیل میں بھی ہدایت و روشنی اتاری:

آیت ۴۶: وَقَفَّيْنَا (اور ہم نے ان کے پیچھے بھیجا) قَفَّيْتُ الشَّيْءَ بِالشَّيْءِ کا معنی پیچھے چلانا۔ گویا اس کی گدی میں رکھ دیا قفا یقفوا کہتے ہیں جب وہ اس کا پیچھا کرے۔ عَلٰی اٰثَارِهِمْ (ان کے نشانات پر) انبیاء کے نشانات پر ان لوگوں کو جنہوں نے فرمانبرداری کی۔ بَعِیْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا (عیسیٰ علیہ السلام بن مریم کو اس حال میں کہ وہ تصدیق کرنے والے ہیں) یہ عیسیٰ بن مریم سے حال ہے۔ لَمَّا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَةِ وَ اتَيْنَاهُ الْإِنْجِيلَ فِيهِ هُدًى وَ نُورٌ وَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَةِ (اپنے سے قبل تورات کی تصدیق فرماتے تھے اور ہم نے ان کو انجیل دی جس میں ہدایت تھی اور وضاحت تھی اور وہ اپنے سے قبل کتاب یعنی تورات کی تصدیق کرتی تھی) مطلب یہ ہوا کہ ہم نے ان کو انجیل دی جس میں ہدایت و روشنی ثابت تھی اور وہ مصدق تھی۔ مَخْرُوجًا: مصدقا اس ثابت کے متعلق ہے جس کے ساتھ فیہ لگتا ہے۔ اور فیہ اس کے قائم مقام ہے۔ ہدٰی و نور۔ مرفوع ہیں بوجہ ثابتا کے جس کے قائم مقام فیہ ہے۔ وَ هُدًى وَ مَوْعِظَةٌ (اور وہ سراسر ہدایت اور نصیحت تھی) یہ دونوں حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں۔ یعنی ہادیا اور واعظا کے معنی میں ہیں۔ لِّلْمُتَّقِينَ (پرہیزگاروں کے لئے) کیونکہ وہ اس سے نفع اٹھانے والے ہیں۔

آیت ۴۷: وَلِيَحْكُمَ أَهْلُ الْإِنْجِيلِ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فِيهِ (اور انجیل والوں کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اس میں نازل فرمایا ہے اسکے موافق حکم کیا کریں) ہم نے انکو کہا کہ تم اسکے حکم کے موافق فیصلہ کرو۔ لیحکم میں لام امر ہے اور اصل میں مکسور ہے۔
 قراءت: حمزہ نے لام کے کسرہ اور مریم کے فتح کے ساتھ پڑھا ہے اس بناء پر کہ یہ لام کئی ہے تقدیر عبارت یہ ہوئی۔ وَقَفَّيْنَا لِيُؤْمِنُوا وَلِيَحْكُمَ ہم نے ان کے پیچھے بھیجا تا کہ وہ ایمان لائیں۔ اور تا کہ وہ فیصلہ کریں۔ وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ (اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے کے موافق حکم نہ کرے تو ایسے لوگ بالکل نافرمانی کرنے والے ہیں) فاسق کا معنی اطاعت سے نکلنے والا۔

وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ

”اور ہم نے حق کے ساتھ آپ کی طرف کتاب اتاری وہ ان کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے نازل ہوئیں

وَمُهِمِّنَا عَلَيْهِ فَاحْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ

اور وہ ان کتابوں کی محافظ ہے اور آپ ان کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کیجئے جو اللہ نے نازل فرمایا اور جو حق آپ کے پاس

عَمَّا جَاءَكَ مِنَ الْحَقِّ ۖ لِكُلِّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شُرْعَةً وَمِنْهَا جَا ۖ

آیا ہے اسے چھوڑ کر آپ ان کی خواہشوں کا اتباع نہ کیجئے، تم میں سے ہر ایک کے لیے ہم نے شریعت اور خاص راہ مقرر کر دی ہے،

وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ

اور اگر اللہ چاہتا تو تم کو ایک ہی امت بنا دیتا لیکن (اس نے ایسا نہیں کیا) تاکہ تم کو اس کے بارے میں آزمائے جو تم کو دیا،

فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ ۖ إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيهِ

سو تم خیر کے کاموں کی طرف دوڑو، اللہ ہی کی طرف تم سب کا لوٹنا ہے، سو وہ ان باتوں کے بارے میں تم کو باخبر فرمائے گا جن میں

تَخْتَلِفُونَ ۙ ۝۴۸ وَأِنْ أَحْكَمُ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ

تم اختلاف رکھتے تھے، اور یہ کہ آپ ان کے درمیان اسی کے موافق فیصلہ کریں جو اللہ نے اتارا اور ان کی خواہشوں کا اتباع نہ کریں

وَاحْذَرُهُمْ أَنْ يَفْتِنُواكَ عَنْ بَعْضِ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَيْكَ ۖ فَإِنْ تَوَلَّوْا

اور اس بات سے پرہیز کریں کہ یہ لوگ آپ کو اللہ کے دیئے ہوئے احکام میں سے کسی حکم سے ہٹا دیں۔ سو اگر وہ روگردانی کریں

فَاعْلَمْ أَنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُصِيبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوبِهِمْ ۖ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ

تو آپ جان لیں کہ اللہ چاہتا ہے کہ ان کے بعض گناہوں کی وجہ سے ان کو سزا دیدے اور بے شک لوگوں میں بہت سے

النَّاسِ لَفَاسِقُونَ ۙ ۝۴۹ أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ ۖ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ

ایسے ہیں جو نافرمان ہیں، کیا یہ جاہلیت کے حکم کو چاہتے ہیں اور اللہ سے بہتر

حُكْمًا لِّلْقَوْمِ يُوقِنُونَ ۙ ۝۵۰

فیصلہ کرنے والا ان لوگوں کے لیے کون ہے جو یقین کرتے ہیں۔“

ظالم، فاسق، کافر کی وضاحت:

شیخ ابو منصور رحمہ اللہ نے فرمایا۔ کہ تینوں میں شدید انکار پر محمول کیا جائے۔ پس وہ کافر، ظالم، فاسق ہوگا۔ کیونکہ مطلق فاسق اور مطلق ظالم تو کافر ہی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس نے بھی بما انزل اللہ کے مطابق فیصلہ نہ کیا وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا منکر ہے اور اس کے حکم میں ظلم و زیادتی کرنے والا اور اپنے قول میں شرع سے نکلنے والا ہے۔

آیت ۴۸: وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ (اور ہم نے آپ کی طرف کتاب اتاری) یعنی قرآن کو اتارا ہے کتاب میں الف لام عہد خارجی کیلئے ہے بِالْحَقِّ (حق کے سبب) اور اس کے اثبات کی وجہ سے اور درست کو خطاء سے واضح کرنے کے لئے مُصَدِّقًا (تصدیق کرتی ہے) یہ کتاب سے حال ہے۔

بین ید یہ کا استعمال:

لَمَّا بَيْنَ يَدَيْهِ (اس سے پہلے جو ہیں) بین یدیدہ سے مراد جو اس سے پہلے اتری ہے اور جو کسی چیز سے قبل ہوتی ہے اس کو بین یدی کہہ دیتے ہیں کیونکہ جو کسی چیز سے مؤخر ہو اس کو خلف و وراء بولتے ہیں پس جو اس سے پہلے ہوتی تو وہ قدام اور بین یدی کہلائے گی مِنَ الْكِتَابِ (کتابیں) یہاں کتاب سے مراد جنس کتب منزلہ ہیں کیونکہ قرآن مجید تمام کتابوں کا مصدق ہے پس حرف تعریف اس میں جنس کے لیے ہے اور تصدیق کتب کا مطلب یہ ہے توحید و عبادت میں موافقت جیسا کہ اس آیت میں ہے وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِيَ إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ۔ الانبیاء ۲۵۔ وَمُهِيمًا عَلَيْهِ (اور اس پر نگہبان ہے) شاہد ہے کیونکہ وہ اس کی صحت و ثبات کی گواہی دیتا ہے۔

قرآن پر فیصلہ کے حکم کے بعد فاتح کا فائدہ:

فَأَحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ (پس تم ان کے درمیان بما انزل اللہ کے مطابق فیصلہ کرو) بما انزل اللہ سے مراد قرآن ہے۔ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ عَمَّا جَاءَكَ مِنَ الْحَقِّ (اور ان کی خواہشات کی اتباع نہ کرو۔ اس کو چھوڑ کر جو آپ کے پاس حق آ چکا) اس میں ان کی تحریفات کے مطابق فیصلہ کرنے سے منع کیا اور جو انہوں نے بدلاتھا ان کی بات پر اعتماد کر کے اور لا تتبع اپنے اندر لا تنحرف کا معنی بھی رکھتا ہے۔ اس لیے تو اس کو عن سے متعدی کیا گیا گویا اس طرح فرمایا کہ لا تنحرف عما جاءك من الحق متبعاً اھو انھم آپ اس حق سے جو آپ کے پاس آچکا انحراف نہ کریں۔ ان کی خواہشات کی اتباع کرتے ہوئے یا پھر تقدیر عبارت یہ ہو عادلا عما جاءك اس سے عدول کرتے ہوئے جو آپ کے پاس آچکا۔ لِكُلِّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ هَرَاكٍ کے لئے تم میں سے اے لوگو ہم نے بنائی شریعت (ایک شریعت) وَمِنْهَا جَا (اور واضح طریق)۔

شرائع فاسق کا حکم:

اس آیت سے ان لوگوں نے دلیل پیش کی جو کہتے ہیں کہ ہم سے قبل شرائع ہمارے لئے قابل عمل نہیں۔ کذا فی البیضاوی۔ مگر اس کا جواب یہ ہے کہ جو احکام عام ہیں اور ان کے نسخ کا اعلان ہماری شریعت نہیں کرتی بلکہ نقل کر دیتی ہے اس پر

عمل بوجہ عموم ہم پر بھی لازم ہے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات اتارنے کا ذکر کیا اور پھر عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل اتارنے کا ذکر کیا۔ پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید اتارنے کا ذکر کیا۔ اور واضح کر دیا کہ فقط اس کا سننا ہی کافی نہیں۔ بلکہ اس کے مطابق فیصلہ کرنے کا حکم ہے۔ چنانچہ شروع میں فرمایا یحکم بہا النبیین اور ثانی میں فرمایا ولیحکم اهل الانجیل اور تیسرے میں فرمایا فاحکم بینہم بما انزل اللہ۔ وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَجَعَلْکُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً (اور اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو تم سب کو ایک ہی امت میں کر دیتے) یعنی ایک متفق جماعت جو ایک ہی شریعت پر ہو۔ وَلٰکِنْ لِّیْکُنْ اِسْنٰی اِرَادَہٗ فَرَمٰی۔ لِّیَبْلُوْکُمْ (تاکہ تم سب کا امتحان کر لے) تاکہ تمہارے ساتھ آزمائش کرنے والا معاملہ کرے فِیْ مَا اَتٰکُمْ (اس میں جو تمہیں مختلف شرائع ملی ہیں) پس ہر امت عبادت کرے جو حکمت تقاضا کرے۔

بھلائی فوت ہونے سے پہلے اپناؤ:

فَاسْتَبِقُوا الْخَیْرَاتِ (تو مفید باتوں کی طرف دوڑو) تم بھلائی کے ماحول میں بڑھ کر حصہ لو۔ اس میں جلدی کرو اور ان کو فوت ہونے سے قبل انجام دو۔ الخیرات سے مراد ہر وہ کام جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے۔ اِلَیَّ اللّٰهُ مَرْجِعُکُمْ (تم نے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹنا ہے) یہ جملہ مستانفہ ہے استباق خیرات کی علت کے طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ جَمِیْعًا یہ ضمیر حکم جو کہ مجرور ہے، اس سے حال ہے اور اس کا عامل مصدر مضاف ہے کیونکہ وہ مصدر الیہ ترجعون کے حکم میں ہے۔ فِیْئِبْنٰکُمْ بِمَا کُنْتُمْ فِیْہِ تَخْتَلِفُوْنَ (پھر وہ تم سب کو جتلا دے گا جس میں تم اختلاف کرتے تھے) اور وہ مطلع فرمائیں گے جس کے ہوتے ہوئے تم اس جزا میں سامنا کر سکو گے۔ جو سچے اور جھوٹے عامل اور عمل میں کوتاہی کرنے والے کے درمیان فرق کرنے والی ہے۔

فتنہ پردازوں سے محتاط رہیں:

آیت ۴۹: وَ اَنۡ اَحْکُمُ (اور آپ فیصلہ فرمائیں) یہ بالحق پر معطوف ہے یعنی وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ وَ بَانَ اَحْکَمُ اور ہم نے تمہاری طرف کتاب کو حق کے ساتھ اتارا اور اس کے ساتھ اتارا کہ تم ان کے درمیان فیصلہ کرو۔ بَیْنَهُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاَہُمْ وَاَحْذَرُہُمْ اَنَّ یَفْتِنُوْکَ (ان کے مابین اس بھیجی ہوئی کتاب کے موافق جو اللہ تعالیٰ نے اتاری۔ اور ان کی خواہشات پر عمل نہ کریں اور محتاط رہیں ان کے فتنہ میں مبتلا کرنے سے) یفتنوک کا معنی وہ تمہیں پھیر دیں یہ مفعول لہ ہے یعنی مخافۃ ان یفتنوک اس خطرے کے پیش نظر کہ وہ آپ کو فتنے میں نہ ڈال دیں۔

مَسْتَنْذَلٌ: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے محتاط کیا حالانکہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم مامون و محفوظ ہیں۔ یہودی طمع کو ختم کرنے کے لئے عَنْ بَعْضِ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَیْکَ فَاِنْ تَوَلَّوْا (کسی حکم کے متعلق جو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف نازل فرمایا ہے۔ پھر اگر یہ لوگ اعراض کریں) اگر وہ بما انزل اللہ کے مطابق فیصلہ سے منہ موڑیں اور بات کا ارادہ کریں۔

بعض گناہ شدید مہلک:

فَاعْلَمۡ اَنَّہٗ یُرِیْدُ اللّٰهُ اَنْ یُّصِیْبَہُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِہُمْ (تو یقین کر لیں کہ اللہ تعالیٰ ہی کو منظور ہے کہ ان کے بعض جرموں

پران کو سزا دیں) ذنوب سے مرد اللہ تعالیٰ کے حکم سے منہ موڑنے کا گناہ اور اس کی مخالفت کا ارادہ کرنے کا گناہ پس یہاں بعض ذنوبہم کو اس جگہ لائے۔ یہ ابہام منہ موڑنے کی بڑائی ظاہر کرنے کے لئے ہے اور گناہ کا بڑا ہونا معلوم ہو اور یہ کہ بعض گناہ انتہائی ہلاک کن ہیں تو تمام گناہوں کا کیا حال ہوگا۔ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ لَفَاسِقُونَ (بہت لوگ اللہ تعالیٰ کے حکم سے نکلنے والے ہیں)

تمام کفر ایک ملت ہے:

آیت ۵۰: أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ (یہ لوگ کیا زمانہ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں) یبغون یہ یطلبون کے معنی میں ہے۔ قراءت: شامی نے تبغون پڑھا ہے اس میں بنی نضیر کو خطاب کیا گیا کیونکہ وہ بنو قریظہ پر اپنی فضیلت جتلاتے تھے حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو فرمایا القتلٰی سواء۔ مقتول برابر ہیں تو بنی نضیر کہنے لگے ہم اس پر رضا مند نہیں اس پر یہ آیت اتری حضرت طاؤس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی آدمی اپنے بعض لڑکوں کو بعض پر فضیلت دے (تقسیم وغیرہ میں) تو انہوں نے یہ آیت پڑھی۔

نحوی تحقیق:

منجور: یبغون کی وجہ سے افحکم الجاہلیۃ منصوب ہے۔ وَمَنْ أَحْسَنُ (اور کون اچھا ہوگا) یہ مبتداء اور خبر ہے یہ استفہام ہے جو نفی کے معنی میں ہے تقدیر عبارت یہ ہے لَا أَحَدٌ أَحْسَنَ۔ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا (اللہ تعالیٰ سے فیصلہ میں) یہ تمیز ہے۔ لَقَوْمٌ يُوقِنُونَ (یقین رکھنے والے لوگوں کیلئے) اس میں لام بیانیہ ہے جیسا کہ ہیت لك۔ سورہ یوسف آیت ۲۳ میں لام۔ یعنی یہ خطاب اور استفہام یقین کرنے والی قوم کے لئے ہے۔ اس لئے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو کہ واضح کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی عدل والا نہیں اور نہ اس سے بہتر کوئی حکم دینے والا ہے ابو علی نے کہا کہ لام۔ یہاں عند کے معنی میں ہے کیونکہ یہ دونوں قریب المعنی ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ ۚ بَعْضُهُمْ

اے ایمان والو! تم یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ وہ آپس میں ایک دوسرے

أَوْلِيَاءُ بَعْضٌ مِّنْ يَّتَوَلَّاهُمْ مِّنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي

کے دوست ہیں اور جو کوئی شخص تم میں سے ان سے دوستی کرے تو بلاشبہ وہ ان میں سے ہے، بے شک اللہ

الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝ فَتَرَى الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ يُسَارِعُونَ

ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا، سو آپ دیکھیں گے ان لوگوں کو جن کے دل میں مرض ہے کہ دوڑ کر ان میں گھسے

فِيهِمْ يَقُولُونَ نَخْشَىٰ أَن تُصِيبَنَا آيَةٌ ۚ فَعَسَىٰ اللَّهُ أَن يَأْتِيَ

جاتے ہیں، کہتے ہیں کہ ہمیں اس بات کا ڈر ہے کہ ہم پر کوئی گردش نہ آ جائے، سو قریب ہے کہ اللہ فتح کو

بِالْفَتْحِ أَوْ أَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهِ فَيُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا أَسْرَوْا فِي أَنْفُسِهِمْ نَادِمِينَ ۝

لے آئے گا یا اپنے پاس سے کسی اور چیز کو، پھر اس بات پر نادم ہوں گے جو انہوں نے اپنے نفسوں میں چھپائی،

وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا أَهَؤُلَاءِ الَّذِينَ أَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ

اور اہل ایمان یوں کہیں گے کیا یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے خوب مضبوطی کے ساتھ اللہ کی قسمیں کھائیں

لَهُمْ لَمَعَكُمْ ۚ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَاصْبِرُوا خَيْرِينَ ۝

کہ وہ ضرور تمہارے ساتھ ہیں ان کے اعمال اکارت ہو گئے جس کی وجہ سے نقصان میں پڑنے والے ہو گئے۔

قرآن فقط سننا کافی نہیں اس پر عمل لازم ہے:

آیت ۵۱: دین کے دشمنوں سے موات کی ممانعت اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصٰرَىٰ اَوْلِيَآءَ (اے ایمان والو! تم یہود و نصاریٰ کو دوست مت بناؤ) ان کو دوست نہ بناؤ کہ تم ان کے مددگار و معاون ہو۔ اور ان سے نصرت و معاونت طلب کرنے والے اور ان سے مواخات اور ایمان والوں جیسا میل جول اختیار کرنے والے ہو۔ پھر نبی کی وجہ اس ارشاد سے بتلائی بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ (کہ وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں) اور سارے مل کر ایمان والوں کے دشمن ہیں اس میں دلیل ہے کہ تمام کفار ملت واحدہ ہیں۔ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ (جو ان سے دوستی اختیار کرنے والا ہے وہ انہیں میں سے ہے) اور اس کا حکم انہی جیسا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سختی کی گئی ہے اور دین کے مخالفین

سے علیحدگی اختیار کرنے کو انتہائی ضروری و لازم قرار دیا گیا۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ (ان ظالموں کی اللہ تعالیٰ راہنمائی نہیں فرماتے) جو کفار سے دوستی کر کے اپنے نفوس پر ظلم کر چکے ہوتے ہیں۔

منافق موالات کفار میں تیز ہیں:

آیت ۵۲: فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ (تم ان کے دلوں میں نفاق کی بیماری دیکھو گے) يُسَارِعُوْنَ (جلدی کرنے والے ہیں) **مُخَوِّفٌ**: یہ حال یا مفعول دوم ہے کیونکہ تری سے آنکھ سے دیکھنا بھی مراد ہو سکتا ہے اور دل سے دیکھنا بھی۔ فِيْهِمْ ان میں یعنی ان کفار کی مسلمانوں کے خلاف معاونت میں اور موالات میں جلدی کرنے والے ہیں۔ يَقُوْلُوْنَ وہ اپنے نفوس میں کہتے ہیں یہ دل میں کہنا اس لئے مراد لیا کیونکہ علی ما اسروا اسی آیت کے آخر میں آرہا ہے ما اسروا قول نفس ہی ہے۔ نَحْشَى اَنْ تُصِيبَنَا ذٰلِكَ (ہمیں خطرہ ہے کہ کوئی حادثہ حالات کو گھمادے جس پر وہ ہیں) فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاتِيَ بِالْفَتْحِ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فتح دے دے اپنے رسول ﷺ کو ان کے دشمنوں پر اور ایمان والوں کو غلبہ دے دے۔ اَوْ اَمْرٌ مِّنْ عِنْدِہٖ يٰۤاُوْہِ نَبِیُّ اللّٰہِؐ کو منافقین کے اسرار ظاہر کرنے کا حکم دے اور ان کے قتل کا آرڈر دے دے۔ فَيُصِيبُحُوْا پھر منافق اس پر علی مَا اَسْرُوْا فِیْ اَنْفُسِهِمْ جو اپنے دلوں میں نفاق چھپائے ہوئے ہیں۔ نَدِمُوْا شَرَّ مَندہ ہونے والے ہیں یہ فتصباحوا کی خبر ہے۔

منافقین کی بد حالی:

آیت ۵۳: وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا یعنی ایمان والے۔ اس وقت ایک دوسرے کو کہیں گے۔

قراءت: بصری نے ان یاتی پر عطف کے طور پر یقول پڑھا ہے اور شامی اور حجازی نے یقول کو واؤ کے بغیر پڑھا ہے اسی لئے کہ کہنے والے کا جواب ہے کہ مؤمن اس وقت کیا کہیں گے۔ تو جواب دیا یقول الذین امنوا ایمان والے اس وقت یہ کہیں گے۔ اَهْلَآءِ الَّذِيْنَ اٰقْسَمُوْا بِاللّٰہِ جَہْدَ اَیْمَانِهِمْ اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ (یعنی وہ پکی قسمیں کھاتے ہیں کہ وہ تمہارے دوست ہیں اور کفار کے خلاف تمہارے معاون ہیں)

مُجَہِدٌ: جہد ایمانہم یہ مصدر ہے جو حال کے معنی میں ہے۔ یعنی وہ اس حال میں کہ وہ تمہاری قسموں کی پختگی میں خوب کوشش کرنے والے ہیں۔ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ (ان کے وہ اعمال ضائع ہو گئے) جو انہوں نے ریاکاری اور شہرت کی خاطر کیے۔ یقین و وعدہ کی بنیاد پر نہیں کیے تھے اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے اعمال جھٹ ہونے کی شہادت ہے اور انکی بری حالت پر تعجب کا اظہار کیا گیا ہے فَاَصْبَحُوْا خٰسِرٰیْنَ وہ دنیا و آخرت میں اعانت کے فوت ہونے اور دائمی سزا کی وجہ سے نقصان میں پڑ گئے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ

”اے ایمان والو! تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے سو عنقریب اللہ ایسی قوم کو پیدا

بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ ۖ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ ۚ

فرما دیگا جن سے اللہ کو محبت ہوگی اور وہ اللہ سے محبت کرنے والے ہوں گے، وہ مسلمانوں پر نرم دل ہوں گے اور کافروں پر زبردست ہوں گے،

يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ۚ ذَٰلِكُمْ فَضْلُ

وہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے یہ اللہ کا

اللَّهُ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۝۵۱

فضل ہے وہ دیتا ہے جسے چاہے اور اللہ بڑی وسعت والا بڑے علم والا ہے، تمہارا ولی بس اللہ

وَرَسُولُهُ ۚ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ

اور اس کا رسول ہے اور وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں

وَهُمْ رَاكِعُونَ ۝۵۲ وَمَنْ يَتَوَلَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنَّ

اس حال میں کہ وہ رکوع کرنے والے ہیں، اور جو کوئی شخص دوست رکھے اللہ کو اور اس کے رسول کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے سو اس میں شک نہیں

حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْغَالِبُونَ ۝۵۳

کہ اللہ کا جو گروہ ہے وہی غالب ہونے والا ہے۔“

قتال مرتدین کی پیشینگوئی خلافتِ شیخین کی حقانیت:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ - (جو تم میں سے دین اسلام سے اسی کفر کی طرف پھر جائیگا جس پر وہ پہلے تھا۔)

قرأت: مدنی اور شامی نے یرتد پڑھا ہے۔ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ محبت سے مراد ان کے اعمال سے راضی ہونا اور ان کے ان اعمال پر ان کی تعریف کرنا ہے یحبونہ سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا اور اس کی رضا مندی کو ہر چیز پر ترجیح دینا ہے اس میں حضور ﷺ کی نبوت کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ نے ان کو اس چیز کی اطلاع دی جو ہوا نہ تھا وہ ہو کر رہا۔ نیز خلافت صدیقی کا ثبوت ہے۔ کیونکہ انہوں نے مرتدین سے جہاد کیا۔ اور ان کی خلافت کے برحق ہونے اور خلافت فاروقی کی

حقانیت کی دلیل ہے۔ نبی اکرم ﷺ سے ان کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے کندھے پر ہاتھ مارا اور فرمایا کہ اس کے ساتھ والے اگر ایمان ثریا میں معلق ہو تو ابنائے فارس اس کو پالیں گے اور جزاء کی ضمیر اس اسم کی طرف لوٹ رہی ہے جو شرط محذوف کے معنی میں متضمن ہے۔ مطلب یہ ہے کہ عنقریب ان کی جگہ ایک قوم لائیں گے جو اذِلَّةٌ یہ ذلیل کی جمع ہے۔ رہا لفظ ذُلُولُ اس کی جمع ذُلُلٌ آتی ہے۔ جن لوگوں نے اس کو الذل سے کہا ہے جو کہ صعوبت بمعنی مشکل کی ضد ہے ان سے بھول ہوئی ہے کیونکہ ذُلُول کی جمع اذِلَّة نہیں آتی۔ بقول جوہری الذل یہ العزیزت کے بالمقابل ہے کہتے ہیں رجل ذلیل جس کی ذلت واضح ہو چکے کہا جاتا ہے۔ قوم اذلاء واذلہ۔ الذل کسرہ ذال کے ساتھ نرمی کو کہتے ہیں اور یہ صعوبت کی ضد ہے۔ جیسے کہتے ہیں دابة ذلول و دواب ذلل (مصنف۔ بیضاوی کا قول نقل کیا مگر صاحب قاموس نے لکھا ہے کہ ذلیل کی جمع ذلال اور اذلاء اور اذلة اور ذلول کی جمع ذلل اور اذلة ہے پس اذلة ذلیل اور ذلول دونوں کی جمع ہے دراصل دونوں لفظ قریب المعنی ہیں۔ (فتدبر) عَلَى الْمُؤْمِنِينَ يَهَا لِلْمُؤْمِنِينَ نہیں فرمایا کیونکہ ذُلُل کا لفظ مہربانی و شفقت کو متضمن ہے گویا اس طرح فرمایا عَاطِفِينَ عَلَى وَجْهِ التَّذَلُّلِ وَالتَّوَاضُّعِ وہ ان پر تواضع و عاجزی کے طور پر شفقت کرنے والے ہیں۔ اَعَزَّةٌ عَلَى الْكَافِرِينَ کافروں پر سخت ہیں۔ العزاز: اصل میں سخت زمین کو کہا جاتا ہے پس وہ ایمان والوں کے ساتھ تو اس طرح سلوک کرنے والے ہیں۔ جیسا والد اپنے بیٹے پر اور آقا اپنے غلام پر اور کافروں کے ساتھ جیسے چیتا اپنے شکار پر جھپٹتا ہے۔ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وہ کفار سے لڑائی کرنے والے ہیں۔ یہ بھی اسی طرح قوم کی صفت ہے جیسے بحبہم اور اعزۃ اور اذلة۔ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةً لَّآئِمَةً وَاُوَاس میں ممکن ہے حالیہ ہو یعنی وہ جہاد کرتے ہیں اور ان کا حال جہاد میں منافقین سے الگ ہے۔ اس لئے کہ وہ یہود کے ساتھ دوستی کرنے والے ہیں۔ جب وہ ایمان والوں کے ساتھ جہاد میں نکلتے ہیں۔ تو یہودی دوستوں کا اسی طرح خیال رکھتے ہیں کہ کوئی ایسا عمل نہیں کرتے جس میں خدشہ ہو کہ یہودی کی طرف سے ان کو ملامت پہنچے گی۔ رہے مؤمن ان کا جہاد فقط اللہ تعالیٰ کی خاطر ہے جس میں وہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خیال نہیں کرتے یا وَاُوَاس ممکن ہے کہ عطف کے لئے ہو پھر مطلب یہ ہوگا ان کی خصوصیت جہاد فی سبیل اللہ ہے اور وہ اپنے دین میں مضبوط ہیں۔ جبکہ وہ دین کے کاموں میں سے کوئی کام شروع کرتے ہیں تو کسی ملامت کرنے والے کی ملامت ان کو روک نہیں سکتی۔ اللومة ایک مرتبہ ملامت کرنا۔ اس لفظ کو نکرہ اور ایک مرتبہ لانے سے مبالغہ مقصود ہے گویا اس طرح کہا گیا وہ کبھی ذرہ بھر ملامتوں میں سے کسی ملامت سے نہیں ڈرتے۔ ذَلِكَ کا مشاڑ الیہ قوم کے جو اوصاف بیان ہوئے وہ ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کی محبت، عاجزی، سختی، مجاہدہ، ملامت کے خوف کی نفی۔ ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ (یہ اللہ کا فضل ہے وہ دیتا ہے جس کو چاہتا ہے) وَاللَّهُ وَاسِعٌ (بہت زیادہ فضل والے ہیں) عَلَیْہِمْ (اس کو جاننے والے ہیں) جو اس فضل کا حق دار ہے۔

ولایت کے حقدار لوگ:

آیت ۵۵: جن لوگوں سے دشمنی لازم ہے ان کی موالات سے ممانعت کرنے کے بعد ان کا تذکرہ کیا جن سے موالات لازم ہے۔ فرمایا۔ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ اِنَّمَا كَلِمَةٌ ظَاهِر کر رہا ہے کہ موالات کے ساتھ یہ لوگ خاص ہیں۔ الولی کا لفظ جمع نہیں

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَكُمْ هُزُؤًا وَ

اے ایمان والو! ان کو دوست نہ بناؤ جنہوں نے تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل

لَعِبًا مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكَفَّارُ أَوْلِيَاءُ

بنا لیا ہے، یہ وہ لوگ ہیں جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی اور ان کے علاوہ جو دوسرے کافر ہیں ان کو بھی دوست نہ بناؤ

وَاتَّقُوا اللَّهَ إِن كُنتُمْ مُّؤْمِنِينَ ﴿٥٧﴾ وَإِذَا نَادَيْتُمُ إِلَى الصَّلَاةِ

اور اللہ سے ڈرو اگر تم مومن ہو اور جب تم نماز کے لیے پکارتے ہو

اتَّخِذُوا هَاهُزُوا وَلَعِبًا ۖ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُونَ ﴿٥٨﴾ قُلْ

تو وہ اسے ہنسی اور کھیل بنا لیتے ہیں، یہ اس لئے کہ وہ سمجھ نہیں رکھتے۔ آپ فرمادیجئے!

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ هَلْ تَنْقِمُونَ مِنَّا إِلَّا أَن آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنزِلَ

کہ اے اہل کتاب تم ہم سے صرف اس لیے ناراض ہوتے ہو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر ایمان لائے جو ہماری طرف

إِلَيْنَا وَمَا أُنزِلَ مِن قَبْلُ ۖ وَأَنَّ أَكْثَرَكُمْ فَسِقُونَ ﴿٥٩﴾ قُلْ هَلْ

اتارا گیا اور جو ہم سے پہلے اتارا گیا، اور ایک یہ بات ہے کہ تم میں اکثر نافرمان ہیں، آپ فرمادیجئے کیا

أَنْبِئُكُمْ بِشَرِّ مِّنْ ذَٰلِكَ مَثُوبَةً عِنْدَ اللَّهِ ۖ مَنْ لَعَنَهُ اللَّهُ وَغَضِبَ

میں تمہیں وہ طریقہ بتاؤں جو اللہ کے نزدیک مزا کے اعتبار سے اس سے زیادہ برا ہے۔ یہ ان لوگوں کا طریقہ ہے جن پر اللہ نے لعنت کر دی اور جن پر اللہ

عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمْ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوتَ ۖ

غصہ ہوا اور ان میں سے بعض کو اللہ نے بندر اور سور بنا دیا۔ جنہوں نے شیطان کی عبادت کی

أُولَٰئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَأَضَلُّ عَن سَوَاءِ السَّبِيلِ ﴿٦٠﴾

یہ لوگ جگہ کے اعتبار سے بدترین لوگ ہیں اور سیدھے راستہ سے بہت زیادہ بگڑے ہوئے ہیں

موالات کفار سے ممانعت:

آیت ۵۷: روایت میں ہے کہ رفاعہ بن یزید اور سوید بن الحارث نے کھلے طور پر اسلام قبول کیا۔ پھر منافقت اختیار کی۔ بعض مسلمانوں کی ان سے دوستی تھی تو یہ آیت اتری۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوا دِيْنََكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا یعنی وہ

وَإِذَا جَاءُوكُمْ قَالُوا آمَنَّا وَقَدْ دَخَلُوا بِالْكَفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوا بِهِ ط وَاللَّهُ

اور جب وہ آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے حالانکہ وہ کفر کے ساتھ داخل ہوئے۔ اور کفر کی ہی حالت میں نکل گئے، اور اللہ

أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا يَكْتُمُونَ ﴿٦١﴾ وَتَرَى كَثِيرًا مِنْهُمْ يُسَارِعُونَ فِي الْإِثْمِ

خوب جانتا ہے جس کو وہ چھپاتے ہیں، اور آپ ان میں سے بہت سوں کو دیکھیں گے جو گناہ میں اور ظلم

وَالْعُدُوِّ وَإِنْ أَكَلِهِمُ السُّحْتُ ط لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٦٢﴾ لَوْلَا

اور حرام کھانے میں تیزی کے ساتھ دوڑتے ہیں۔ یہ واقعی بات ہے کہ وہ اعمال برے ہیں جو یہ لوگ کرتے ہیں کیوں نہیں

يَنْهَاهُمُ الرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْإِثْمَ وَأَكْلِهِمُ السُّحْتُ ط

منع کرتے ان کو درویش اور اہل علم گناہ کی باتیں کرنے سے اور حرام کھانے سے،

لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَصْنَعُونَ ﴿٦٣﴾

واقعی وہ کرتوت برے ہیں جو یہ لوگ کرتے ہیں۔

وہ تھے یادوں میں مسخ اصحاب سبت ہی کو پیش آئے۔ ان کے نوجوان بندر بنادیئے گئے اور بوڑھے خنازیر بنادیئے گئے۔ وَعَبْدَ الطَّاغُوتِ الطَّاغُوتِ سے یہاں بچھڑا مراد ہے یا شیطان کیونکہ بچھڑے کی عبادت شیطانی تزیین سے تھی۔ اور اس کا عطف بھی من کے صلہ پر ہے۔ گویا عبارت اس طرح ہے۔ ومن عبد الطَّاغُوتِ اور وہ جنہوں نے شیطان کی عبادت کی۔

قراءت: حمزہ نے عَبْدَ الطَّاغُوتِ پڑھا ہے اس کو اسم قرار دیا ہے جو مبالغہ کے لئے وضع کیا گیا۔ جیسے کہتے ہیں: رجل حذر و فطن وہ آدمی جو انتہائی محتاط اور فطین ہے۔ اس کا عطف القرودہ اور خنازیر پر ہے یعنی جعل اللہ منهم عبد الطَّاغُوتِ اللہ تعالیٰ نے ان میں شیطان کے پیروکار بنادیئے۔ أُولَئِكَ مُسَخَّشَةٌ ملعون شرُّ مَكَانًا مکان کے لحاظ سے بدترین ہیں۔ یہاں شرارت کے لئے مکان ثابت کیا گیا۔ اس سے اہل شرارت کے لئے مبالغہ مقصود ہے۔ وَأَضَلُّ عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ وہ سیدھے راستے سے جو جنت کی طرف جانے والا ہے۔ بہت زیادہ دور ہٹنے والے ہیں۔

منافقانہ اسلام:

آیت ۶۱: یہ آیت یہود کے اس گروہ کے متعلق اتری جو آپ ﷺ کے پاس داخل ہوتا تو منافقت سے اسلام کا اظہار کرتا۔ وَإِذَا جَاءُوكُمْ قَالُوا آمَنَّا وَقَدْ دَخَلُوا بِالْكَفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوا بِهِ ط حال کے لیے ہے مطلب یہ ہے وہ داخل ہوئے اس حال میں کہ وہ کافر تھے اور وہ نکل کر گئے تو اس حال میں کہ وہ کافر تھے۔ تقدیر عبارت ملتبسین بالکفر ہے کہ وہ داخل ہوئے اور نکلتے

وَقَالَتِ الْيَهُودُ يُدُّ اللَّهُ مَغْلُولَةً ۖ غُلَّتْ أَيْدِيهِمْ وَلُعِنُوا بِمَا

اور کہا یہودیوں نے کہ اللہ کا ہاتھ بند ہو گیا ہے ، بند ہوئے ان کے ہاتھ، اور ان کے قول کی وجہ سے ان پر لعنت

قَالُوا ۚ بَلْ يَدُهُ مَبْسُوطَةٌ ۖ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَاءُ ۖ وَلَيَزِيدَنَّ

کی گئی ، بلکہ اللہ کے ہاتھ کھلے ہوئے ہیں وہ خرچ فرماتا ہے جیسے چاہے، اور آپ کے رب کی طرف سے

كَثِيرًا مِّنْهُمْ مَّا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ طُغْيَانًا وَكُفْرًا ۖ وَالْقَيْنَا

جو آپ پر نازل کیا گیا، وہ ان میں سے بہت سوں کو سرکشی اور کفر کے زیادہ ہونے کا سبب بن جائے گا، اور ہم نے ذال دی

بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ ۖ كُلَّمَا أَوْقَدُوا نَارًا

ان کے درمیان دشمنی اور بغض قیامت کے دن تک ، انہوں نے جب کبھی لڑائی کی آگ جلائی

لِلْحَرْبِ أَطْفَأَهَا اللَّهُ ۖ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا ۖ وَاللَّهُ

اللہ نے اسے بجھا دیا۔ اور یہ لوگ فساد کے لیے دوڑتے ہیں، اور اللہ

لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ﴿٦٤﴾ وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا

فسادیوں کو دوست نہیں رکھتا، اور اگر اہل کتاب ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ضرور

عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَادْخُلْنَهُمْ جَنَّاتِ النَّعِيمِ ﴿٦٥﴾ وَلَوْ أَنَّهُمْ أَقَامُوا

ان کے گناہوں کا کفارہ کر دیتے، اور ہم انہیں ضرور نعمتوں کے باغوں میں داخل کر دیتے، اور اگر وہ قائم کرتے

التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ مِنْ رَبِّهِمْ لَأَكْلُوا مِنْ

توریت کو اور انجیل کو اور اس کو جو کچھ نازل ہوا ہے ان پر ان کے رب کی طرف سے تو ضرور کھاتے اپنے اوپر

فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ ۖ مِنْهُمْ أُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ۖ وَكَثِيرٌ

سے اور اپنے پاؤں کے نیچے سے ، ان میں ایک جماعت سیدھی راہ اختیار کرنے والی ہے اور ان میں بہت سے

مِنْهُمْ سَاءَ مَا يَعْمَلُونَ ﴿٦٦﴾

ایسے لوگ ہیں جو برے کرتوت کرتے ہیں

وقف لازم

۵۷۸

بخیل کہہ کر اللہ کی توہین کا مرتکب یہودی:

آیت ۶۴: وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَدُ اللَّهِ مَغْلُولَةٌ غُلَّتْ أَيْدِيهِمْ وَلُعِنُوا بِمَا قَالُوا بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ رَوَايت میں ہے کہ یہودیوں نے آپ ﷺ کی توہین کی تو اللہ تعالیٰ نے جو ان پر وسعت کی تھی روک دی اور یہود سب سے زیادہ مالدار تھے۔ اس پر فحاص یہودی نے کہا ید اللہ مغلولة کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے۔ اس کی اس بات کو باقی یہود نے پسند کیا۔ اور اس کے ساتھ شرکت کی۔ غل الید و بسط الید یہ بخل و سخاوت سے مجاز ہیں جیسا دوسرے مقام پر فرمایا ولا تجعل یدک مغلولة الی عنقک ولا تبسطها کل البسط (الاسراء-۲۹) اس سے متکلم کا مقصد ہاتھ کا ثابت کرنا نہیں ہوتا۔ اور نہ باندھا جانا اور کھلنا مقصود ہوتا ہے۔ بلکہ اس کو اس بادشاہ کے لیے بھی استعمال کرتے ہیں۔ جو اشارہ سے دیتا ہے اور روکتا ہے اور اگر کندھے تک ہاتھ کٹنے والا کثیر عطیہ دے تو کہتے ہیں ما بسط یدہ بلینوال اس کا ہاتھ عطیہ میں کتنا کھلا ہے (حالانکہ اس کا ظاہری ہاتھ تو کٹا ہوا ہے) اور ایسے مقام پر بھی استعمال ہوا۔ جہاں ہاتھ درست نہیں۔ کہا جاتا ہے بسط البأس کفیه فی صدری کہ خوف نے میری دونوں ہتھیلیاں میرے سینے میں کھول دیں۔ جو کہ ایک معنوی چیز ہے۔ دو ہتھیلیاں ثابت کیں۔ جو شخص علم بیان سے واقف نہ ہو وہ اس جیسی آیات کی تاویل میں حیران رہ جاتا ہے۔ غُلَّتْ أَيْدِيهِمْ یہ ان کے متعلق بخل کی بددعا ہے اسی وجہ سے یہود مخلوق خدا میں سب سے زیادہ بخیل ہیں۔ یا دوسری تفسیر یہ ہے کہ جہنم میں ان کو طوق پہنائے جائیں گے۔ پس گویا وہ ابھی سے بیڑیوں والے بن گئے۔

دونوں ہاتھ کا ذکر تردید بلغ کیلئے:

سوال: ید اللہ مغلولة میں ایک ہاتھ کا ذکر کیا گیا تھا مگر بل یداہ مبسوطتان میں دو کا ذکر کیا گیا۔

جواب: تاکہ ان کے قول کی تردید انتہائی بلغ انداز میں ہو جائے۔ اور جو دو سخائے باری تعالیٰ میں زیادہ سے زیادہ دلالت کرے۔ اور اس کی ذات سے پورے طور پر بخل کی نفی ہو جائے پس نخی اپنی سخاوت میں دونوں ہاتھوں سے سخاوت کرتا ہے۔ یُنْفِقُ کَیْفَ یَشَاءُ جیسے چاہتا ہے خرچ کرتا ہے اس میں سخاوت کے وصف کی تاکید کی گئی۔ اور اس بات پر دلالت ہے کہ وہ جو بھی خرچ فرماتے ہیں وہ حکمت کا مقتضا ہے۔ وَلَکِیْزِیْدَنَّ کَثِیْرًا مِنْهُمْ ہم سے مراد یہود ہیں۔ مَا اَنْزَلَ اِلَیْکَ مِنْ رَبِّکَ طُعِیَانًا وَکُفْرًا یعنی حسد کی وجہ سے جب قرآن نازل ہوتا ہے تو ان کا انکار شدت اختیار کر لیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی آیات سے انکار ترقی کر لیتا ہے۔ اس آیت میں فعل کی اضافت سبب کی طرف کی گئی جیسا کہ اس آیت میں ہے فزادتهم رجسا الی رجسهم (التوبة-۱۲۵)

یہود اسلام کو مٹانے کے لئے کوشاں ہیں:

وَالْقِیْنَا بَیْنَهُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ اِلَیْ یَوْمِ الْقِیَمَةِ ان کی بات ہمیشہ مختلف اور ان کے دل منتشر ہوتے ہیں۔ ان کے درمیان اتفاق اور موافقت نہیں ہوتی۔ کُلَّمَا اَوْقَدُوا نَارًا لِلْحَرْبِ اُطْفَاَهَا اللہ جب کبھی وہ کسی سے جنگ کا ارادہ کرتے ہیں تو مغلوب و مقہور کر دیئے جاتے ہیں۔ اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی مدد قائم نہیں ہوتی۔ جب اسلام آیا تو وہ اس

وقت مجوسیوں کی حکومت کے ماتحت تھے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ جب بھی وہ رسول اللہ ﷺ سے جنگ کرتے ہیں تو مغلوب ہو جاتے ہیں۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ تم کسی شہر میں جس یہودی کو پاؤ گے وہ لوگوں میں سب سے زیادہ ذلیل و خیس ہوگا۔ وَيَسْعُونَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا وہ اسلام کو شکست دینے کے لئے کوشاں ہیں۔ اور آپ ﷺ کا تذکرہ اپنی کتابوں سے مٹانے کے لئے دن رات سرگرداں ہیں۔ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ اور اللہ تعالیٰ مفسدوں کو نہیں چاہتے۔

ایمان و تقویٰ سے سب گناہ دھل سکتے ہیں:

آیت ۶۵: وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ آمَنُوا اگر اہل کتاب رسول اللہ ﷺ پر ایمان لے آئیں اور جو کچھ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں۔ اس کو مان لیں باوجود ان تمام برائیوں کے جو ہم نے شمار کی ہیں۔ وَاتَّقُوا اور اپنے ایمان کو تقویٰ سے ملاتے لکھنا عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ تو ان کی برائیوں پر مواخذہ نہ کرتے وَلَا ذُخْلُهُمْ جَنَّاتٍ النَّعِيمِ اور ان کو نعمتوں والے باغات میں مسلمانوں کے ساتھ داخل کرتے۔ وَلَوْ أَنَّهُمْ أَقَامُوا التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ اور اگر وہ تورات و انجیل کے احکام کو قائم کرتے اور ان کی حدود کی پابندی کرتے اور اس میں جو رسول اللہ ﷺ کی تعریف ہے اس کو تھامتے۔ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ مِنْ رَبِّهِمْ اور تمام منزلہ کتب کو تھامتے کیونکہ ان کو ان تمام کتابوں پر ایمان لانے کا مکلف بنایا گیا تھا گویا وہ خود انہی کی طرف اتری تھیں۔ بعض نے کہا کہ ما انزل سے مراد قرآن پاک ہے لَا كَلُومًا مِنْ فَوْقِهِمْ تو وہ پھل کھاتے اپنے سروں کے اوپر سے۔ وَمِنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ کھیتیاں پاؤں کے نیچے سے۔ یہ دراصل وسعت کی دلیل ہے جیسے کہتے ہیں فلان فی النعمة مما فوقه الى قدمه یعنی وہ کشائش رزق و خوشحالی میں ہے اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت وسعت رزق کا سبب ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَاتٍ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ (الاعراف: ۹۶) ایک اور آیت میں فرمایا: وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ط [الطلاق: ۳۲] سورہ نوح میں فرمایا: فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا [نوح: ۱۰]۔ وما بعدها من الآيات سورہ جن میں فرمایا: وَأَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوا عَلَى الطَّرِيقَةِ لَأَسْقِينَهُمْ مَاءً غَدَقًا (الحج: ۱۶) مِنْهُمْ أُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ۔ ان میں سے ایک میانہ روجماعت ہے جو عداوت رسول اللہ ﷺ میں میانہ روی اختیار کرنے والی ہے ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ مؤمن گروہ ہے جو عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں پر مشتمل تھا۔ اور اڑتالیس ۳۸ عیسائی بھی ان کے ساتھ تھے۔ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ سَاءَ مَا يَعْمَلُونَ اس میں تعجب کا معنی ہے گویا اس طرح فرمایا۔ کہ ان کی اکثریت کا عمل کس قدر برا ہے دوسرا قول یہ بھی ہے کہ اس سے کعب بن اشرف اور اس کی پارٹی والے مراد ہیں۔

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ۖ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا

اے رسول! آپ پہنچا دیجئے جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا، اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا

بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ ۖ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي

تو آپ نے اللہ کا پیغام نہ پہنچایا، اور لوگوں سے اللہ آپ کی حفاظت فرمائے گا، بے شک اللہ کافر لوگوں کو

الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ﴿٦٧﴾

راہ نہیں دکھائے گا۔

بے خطر ہو کر اللہ کا پیغام پہنچائیں:

آیت ۶۷: يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ مَا أُنْزِلَ سے مراد وہ تمام جو آپ کی طرف اتارا گیا۔ اور جو آپ کی طرف اتار دی گئی ہے اس کو دوسری طرف پہنچانے میں کسی کی حفاظت کی ضرورت نہیں۔ اور نہ کسی خطرہ کی ضرورت ہے۔ کہ آپ کو اس سلسلے میں تکلیف پہنچے گی۔ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ اگر وہ تمام آپ نے نہ پہنچایا جیسا میں نے آپ کو حکم دیا ہے۔ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ تو آپ نے اس وقت نہ پہنچایا اس چیز کو جس کا آپ کو ادائے رسالت کے سلسلے میں مکلف بنایا گیا اور آپ نے گویا اس میں سے کوئی چیز کبھی بھی ادا نہیں کی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا بعض حصہ ادائیگی میں دوسرے سے افضل واولیٰ نہیں (بلکہ سب یکساں ہیں) تو جب بعض کو ادا نہیں کیا تو گویا تمام کی ادائیگی میں غفلت برتی۔ اس کی مثال اس طرح ہے جیسا کہ جو آدمی اس کے بعض حصہ پر ایمان نہیں رکھتا ہے تو وہ اس شخص کی طرح ہے جو تمام پر ایمان نہیں رکھتا۔ کیونکہ تمام وحی ایک ہی حکم میں ہے۔ کیونکہ وہ ساری ایک خطاب میں داخل ہے۔ اور ایک چیز پہنچائی ہوئی نہ پہنچائی ہوئی نہیں بن سکتی اس پر ایمان والا بھی ہو اور ایمان نہ لانے والا بھی ہو۔

محدین کا قول:

یہ کلام بے فائدہ ہے۔ یہ کلام اس طرح ہے جیسے تم اپنے غلام کو کہو کل هذا الطعام فان لم تاكله فانك ما اكلته یہ کہنا کھاؤ اگر تو نے نہ کھایا تو گویا تو نے اس میں سے کچھ نہ کھایا۔

پیغام پہنچانے کا مطلب:

جواب: یہ مستقبل میں پیغام رسالت کے پہنچانے کا حکم ہے یعنی تم مستقبل میں اس چیز کو پہنچاؤ جو آپ کی طرف اتاری گئی آپ ﷺ کے رب کی طرف سے اگر آپ نے مستقبل میں نہ پہنچایا تو گویا آپ نے رسالت کو بالکل نہیں پہنچایا۔ دوسرا قول یہ ہے اگر تم نے نہ پہنچایا تو آپ اس شخص کی طرح ہیں جس نے بالکل نہ پہنچایا۔ تیسرا قول یہ ہے آپ اس پیغام کو پہنچائیں کسی کا خوف کئے بغیر۔ اگر آپ نے اس وصف کے ساتھ نہ پہنچایا تو گویا آپ نے رسالت کو بالکل نہیں پہنچایا۔ پھر آپ کو حوصلہ دلانے کے لئے فرمایا۔ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ اللہ تعالیٰ قتل سے آپ کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ وہ اس پر قدرت نہ پائیں گے۔ اگرچہ

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَسْتُمْ عَلَى شَيْءٍ حَتَّى تُقِيمُوا التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ

”آپؐ فرما دیجئے کہ اے اہل کتاب تم کسی راہ پر نہیں ہو یہاں تک کہ توریت کو اور انجیل کو

وَمَا أَنْزَلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ ۖ وَلَيزِيدَنَّ كَثِيرًا مِّنْهُمْ مَا أَنْزَلَ

اور اس چیز کو قائم کرو جو تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف نازل کی گئی اور ضرور ضرور ان میں سے بہت سوں کی سرکشی کو اور

إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ طُغْيَانًا وَكُفْرًا ۚ فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ﴿٦٨﴾

کفر کو وہ مضمون زیادہ کر دے گا جو آپؐ کی طرف نازل کیا گیا، سو آپؐ کا فر قوم پر انہوں نے کیجئے،

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّابِغُونَ وَالنَّصَارَىٰ مَن

ہے شک جو لوگ ایمان لائے اور جو لوگ یہودی ہیں اور فرقہ صابئین اور نصاریٰ ان میں سے جو شخص

أَمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ

اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے اور اعمال صالحہ کرے تو ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ

يَحْزَنُونَ ﴿٦٩﴾ لَقَدْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَءِيلَ وَارْسَلْنَا إِلَيْهِمْ

غمگین ہوں گے، بلاشبہ ہم نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا اور ان کی طرف ہم نے

رُسُلًا ۖ كُلَّمَا جَاءَهُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَىٰ أَنفُسُهُمْ ۖ فَرِيقًا كَذَّبُوا

رسول بھیجے جب بھی کوئی رسول ان کے پاس ایسا حکم لے کر آیا جو ان کی خواہشوں کے موافق نہیں تھا تو انہوں نے نبیوں کی ایک جماعت کو جھٹلا دیا

وَفَرِيقًا يَقْتُلُونَ ﴿٧٠﴾ وَحَسِبُوا إِلَّا تَكُونُ فِتْنَةً فَعَمُوا وَصَمُّوا ثُمَّ

اور ایک جماعت کو قتل کر دیا، اور انہوں نے گمان کیا کہ کچھ بھی فتنہ نہ ہو گا پھر وہ اندھے اور بہرے ہو گئے پھر

تَابَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوا وَصَمُّوا كَثِيرٌ مِّنْهُمْ ۖ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا

اللہ نے ان پر توجہ فرمائی پھر ان میں سے بہت سے لوگ اندھے اور بہرے ہو گئے اور اللہ ان کاموں کو دیکھتا ہے جن

يَعْمَلُونَ ﴿٧١﴾

کو وہ کرتے ہیں۔“

آپ ﷺ کا چہرہ مبارک احد کے دن زخمی ہوا اور آپ کا نچلا سامنے والا دایاں دانت شہید ہوا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ آیات ان تکالیف کے پہنچنے کے بعد اتریں۔ الناس سے مراد کفار ہیں۔ اس کی دلیل یہ ارشاد خداوندی ہے۔ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ یعنی ان کے لئے ممکن نہ ہو سکے گا۔ جن کا وہ آپ کی ہلاکت کے سلسلے میں ارادہ باندھ رہے ہیں۔

یہود جب تک تورات پر نہ چلیں تو وہ کسی دین پر نہیں ہیں:

آیت ۶۸: قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَسْتُمْ عَلَى شَيْءٍ عَدِيمٍ کسی دین پر نہیں جو کسی شمار میں ہو۔ کہ اس کا نام چیز رکھا جاسکے۔ کیونکہ وہ باطل ہے (اس قابل نہیں کہ اس کو دین تو کجا شے کا نام بھی دے سکیں) حَتَّى تَقِيمُوا التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ مَا أَكْثَرُ مِنْهُمْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ طُعْيَانًا وَكُفْرًا اس میں قرآن کی طرف اضافت طغیان و کفر کے اضافے کی بطور سمیت کے ہے (کیونکہ وہ قرآن سن کر کفر و سرکشی میں پختہ ہوتے ہیں تو گویا بڑھانے کا سبب ہے) فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ پس آپ ان پر افسوس نہ کریں۔ اس کا نقصان ان کی طرف لوٹے گا آپ کی طرف نہیں۔

آیت ۶۹: إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا بِشَكِّ جَوْلُوكَ إِيْمَانٍ لَّا فِيهِ زَبَانُوكَ سِوَا مَا فِي زَبَانِ إِيْمَانٍ پر دوسری آیت دلالت کر رہی ہے۔ وَلَا يَحْزَنُكَ الَّذِينَ يَسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِينَ قَالُوا آمَنَّا بِمَا وَهَبَهُمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوبُهُمْ۔ وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّبِئُونَ وَالنَّصَارَىٰ اور وہ لوگ جو یہودی اور صابی اور نصاریٰ ہوئے۔ سیہویہ کہتے ہیں کہ الصابنون کا رفع ابتداء کی وجہ سے ہے اور اس کی خبر محذوف ہے۔ اور مقصد اس سے یہ ہے ان اور جو اس کے متعلق اسم و خبر ہے اس سے یہ مؤخر ہے گویا عبارت اس طرح ہے ان الذين امنوا والذين هادوا والنصارى من امن بالله واليوم الآخر وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ والصابنون كذلك۔ مطلب یہ ہے کہ من امن بالله واليوم الآخر فلا خوف عليهم کو مقدم کیا اور الصابنون کی خبر حذف کر دی۔ جیسا کہ اس شعر میں فمن يك امسلى بالمدينة رحله۔ فانى و قيار بها لغريب مطلب یہ ہے فانى غريب و قيار كذلك غريب۔ لغريب کی لام دلالت کرتی ہے کہ یہ ان کی خبر ہے۔ ان اور اس کے اسم کے محل پر عطف کی وجہ سے مرفوع نہیں ہو سکتا۔ تم اس طرح نہیں کہہ سکتے۔ ان زيدا و عمروا منطلقان البتہ یہ بلاشبہ جائز ہے ان زيدا منطلق و عمرو۔

پس والصابنون اپنی محذوف خبر کے ساتھ جملہ معطوفہ ہے۔ جملہ ان الذين امنوا الخ۔ اور اس کا کوئی محل اعراب نہیں ہے۔ جیسا کہ اس جملے کا کوئی محل اعراب نہیں جس پر اس کا عطف ہے۔

ایک سوال کا جواب:

سوال: یہ ہے کہ اس کو مقدم کیوں کیا؟

جواب: یہ ہے کہ اس بات پر متنبہ کرنا مقصود ہے۔ کہ صائب لوگوں کی توبہ قبول کر لی جائے گی اگر وہ صحیح طریقہ سے ایمان لے آئیں۔ حالانکہ وہ ان تمام سے بڑھ کر گمراہ ہیں تو پھر ان کے علاوہ کی توبہ کے بارے میں تیرا کیا گمان ہے؟ مَنْ آمَنَ یہ مبتداء کی

— ११ —

ایک سوال کا جواب:

بنی اسرائیل کا شدید اندھا پن کہ قتل انبیاء جیسے جرم پر عذاب نہ ہونے کا یقین کر لیا:



لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۖ وَقَالَ الْمَسِيحُ

”بلاشبہ وہ لوگ کافر ہوئے جنہوں نے یوں کہا کہ اللہ ہی مسیح ابن مریم ہے حالانکہ مسیح نے فرمایا ہے

يَبْنِي إِسْرَءِيلَ اَعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ ۖ إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ

کہ اے بنی اسرائیل! تم اللہ کی عبادت کرو جو میرا رب ہے اور تمہارا رب ہے۔ بلاشبہ جو شخص اللہ کے ساتھ شریک کرے

فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ ۖ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ ۝۷۲

تو اس میں شک نہیں کہ اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے، اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں،

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَلَاثُ ثَلَاثٍ ۖ وَمِنْ إِلَهِ الْإِلَهِ

بلاشبہ وہ لوگ کافر ہوئے جنہوں نے کہا کہ اللہ تین معبودوں میں سے ایک معبود ہے۔ حالانکہ ایک معبود کے علاوہ کوئی

وَاحِدٌ ۖ وَإِنْ لَّمْ يَنْتَهُوا عَمَّا يَقُولُونَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ

معبود نہیں۔ اور اگر اس بات سے باز نہ آئے جو وہ کہتے ہیں تو ضرور ضرور ان لوگوں کو جو ان میں کفر ہی پر جسے رہیں دردناک

عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝۷۳ أَفَلَا يَتُوبُونَ إِلَى اللَّهِ وَيَسْتَغْفِرُونَهُ ۖ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝۷۴

عذاب پہنچ جائے گا، کیا وہ اللہ کے حضور میں توبہ نہیں کرتے اور اس سے مغفرت نہیں چاہتے، اور اللہ غفور رحیم ہے

عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے اور ان کے مربوب ہونے میں فرق نہیں کیا:

آیت ۷۲: لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ وَقَالَ الْمَسِيحُ يَبْنِي إِسْرَءِيلَ اَعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ حضرت عیسیٰ نے اپنے اور ان کے درمیان اس بات میں کوئی فرق نہیں کیا۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے مربوب بندے ہیں تاکہ یہ نصاریٰ کے خلاف دلیل بن جائے۔ إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ بیشک جو شخص اس کی عبادت میں غیر اللہ کو شریک کرے گا۔ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ اللَّهُ تعالیٰ نے اس پر جنت کو حرام کر دیا۔ کیونکہ وہ موحدین کا گھر ہے۔ یعنی اس میں ان کا داخلہ حرام ہے اور اس سے ان کو روک دیا۔ وَمَأْوَاهُ النَّارُ ان کا ٹھکانا آگ ہے۔ وَمَا لِلظَّالِمِينَ ظَالِمٌ سے کافر مراد ہیں۔ مِنْ أَنْصَارٍ کوئی مددگار نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے (یعنی ادخال الہی) یہ عیسیٰ علیہ السلام کے کلام کا حصہ ہے۔

الوہیت عیسیٰ کا عقیدہ بہر حال کفر ہے:

آیت ۷۳: لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَلَاثُ ثَلَاثٍ تینوں الہوں میں تیسرا ہے۔

اشکال کا جواب:

وصف لازم

اصرار کفر پر تعجب:

۲ منزل

مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ؕ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ

ریم ہے، نہیں ہے مسیح ابن مریم مگر ایک رسول، ان سے پہلے رسول

الرُّسُلُ ؕ وَاُمُّهُ صِدِّيقَةٌ ؕ كَانَا يَأْكُلَنِ الطَّعَامَ ؕ اَنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ

گزر چکے ہیں اور ان کی ماں سچی ہے، وہ دونوں کھانا کھاتے تھے، دیکھ لیجئے! ہم کیسے ان کے لیے دلائل

لَهُمُ الْآيَاتِ ثُمَّ اَنْظُرْ اَنِي يُؤْفِكُوْنَ ۝۷۵ قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

بیان کرتے ہیں۔ پھر دیکھئے کہ وہ لوگ کہاں لے جا رہے ہیں، آپ فرما دیجئے کیا تم اللہ کو چھوڑ کر ان کی

مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ؕ وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيْمُ ۝۷۶

عبادت کرتے ہو جو تمہارے ضرر اور نفع کا اختیار نہیں رکھتے، اور اللہ سنے والا اور جانتے والا ہے،

قُلْ يَا اَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْا

آپ فرما دیجئے کہ اے اہل کتاب! تم اپنے دین میں ناقص کا غلو نہ کرو اور ان لوگوں کی

اَهْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ

خواہشات کا اتباع نہ کرو جو پہلے گمراہ ہو چکے ہیں اور انہوں نے بہت سوں کو گمراہ کیا اور سیدھے راستے سے

السَّبِيْلُ ۝۷۷

بھک گئے۔

آیت ۷۵: مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ اس میں مسیح علیہ السلام سے الوہیت کی نفی ہے۔ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ان سے پہلے رسول گزرے۔ یہ رسول کی صفت ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ وہ نہیں ہیں مگر ایک رسول ان رسولوں کی جنس سے جو اس سے پہلے ہو گزرے۔ اور باقی رہا ان کا اندھے اور ابرص کو درست کرنا اور مردوں کو زندہ کرنا۔ وہ خود ان کی اپنی جانب سے نہ تھا۔ مسیح رسول ہیں ان کے معجزات اللہ جل شانہ کی طرف سے ہیں:

کیونکہ وہ خود معبود نہ تھے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر اندھوں کوڑھیوں کو درست کیا اور مردوں کو زندہ کیا۔ جیسا کہ لاشیٰ کو زندہ کر کے موسیٰ کے ہاتھ پر دوڑتا ہوا سانپ بنادیا گیا۔ اور بغیر باپ کے ان کی پیدائش وہ آدم علیہ السلام کی طرح ہے۔ جن کو بغیر ماں باپ کے پیدا کیا گیا۔ وَاُمُّهُ صِدِّيقَةٌ یعنی ان کی ماں ایک عورت ہی تھی۔ جو دوسری عورتوں کی طرح انبیاء کی تصدیق کرنے والی

اور ان پر ایمان لانے والی تھی۔

صدقہ کی وجہ

ان کو صدیقہ اس لئے فرمایا کیونکہ دوسرے مقام پر فرمایا۔ وَصَدَقْتَ بِكَلِمَاتِ رَبِّهَا وَكِتَابِهِ (التحریم۔ آیت ۱۲) پھر ان کو اللہ تعالیٰ نے اس (معبودیت والی) بات سے دور قرار دیتے ہوئے فرمایا:

بطلان الوہیت مسیح کی عام عقلی دلیل:

كَمَا نَا يَأْكُلِنِ الطَّعَامَ کہ وہ دونوں کھانا کھاتے تھے۔ کیونکہ جو کھانے سے غذا کا محتاج ہے اور پھر جو کھانے کے بعد ہضم اور ان کا فضلہ بنا کر پھینکنا وہ اس جسم کا کام ہے جو گوشت اور ہڈیوں اور اعصاب و عروق وغیرہ سب چیزوں پر مشتمل ہے۔ جو اس بات پر کھلی دلالت ہے کہ وہ بنائے گئے اور مختلف چیزوں کا مجموعہ ہیں۔ جیسا کہ دوسرے اجسام۔ اَنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْآيَاتِ غُورٍ تو فرمائیں کہ ہم کس طرح کھول کر آیات بیان کر رہے ہیں۔ یعنی ان کے قول کے باطل ہونے پر ظاہر دلائل دے رہے ہیں۔ ثُمَّ اَنْظُرْ اَنْتَ يُوَفِّكُوْنَ پھر دیکھو اس حق کے سننے سے کس طرح پھرتے ہیں۔ اور اس پر غور سے کس طرح ہٹتے ہیں۔ اس میں ان پر تعجب کا اظہار کیا گیا۔ کہ وہ رب اور مربوب کے درمیان فرق کرنے سے بھی گئے گزر رہے ہیں۔

ذره بھر نفع و نقصان پر قدرت نہ رکھنے والا قادرِ مطلق کیسے بن گیا:

آیت ۷۶: قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا۔ (کیا تم اللہ کے سوا ان چیزوں کو پوجتے ہو جو ذرہ بھر نفع و نقصان کا اختیار نہیں رکھتے) من دون اللہ سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ایسی چیزیں جو تمہیں نقصان پہنچانے کی طاقت نہ رکھتی ہوں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ بلاء و مصائب تمہارے نفس و اموال میں اتارتے ہیں۔ اور نہ ہی وہ چیزیں جو تمہیں نفع دے سکیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ بدن میں صحت اور وسعت رزق اور خوشحالی عنایت فرماتے ہیں۔ اور اس لیے بھی کہ انسان جس نفع و نقصان کی طاقت رکھتا ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے ہے گویا کہ انسان کو اس پر بھی ذرہ بھر اختیار نہیں۔ اور یہ قطعی دلیل ہے کہ ان کا معاملہ ربوبیت کے منافی ہے۔ اس لئے کہ ان کو اس طرح قرار دیا۔ کہ وہ ذرہ بھر نفع و نقصان کی طاقت نہیں رکھتے۔ اور ربوبیت کی صفت تو یہ ہے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ کوئی مقدور اس کی قدرت سے نکل نہیں سکتا۔ وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ یہ اتعبدون سے متعلق ہے مطلب یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرتے ہو۔ اور

لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ بَنِي إِسْرَءِيلَ عَلَى لِسَانِ دَاوُدَ وَعِيسَى ابْنِ

”بنی اسرائیل میں سے جو لوگ کافر تھے وہ ملعون ہوئے داؤد کی زبان پر اور عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام

مَرِيْمَ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝۷۸ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ

کی زبان پر، یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ زیادتی کرتے تھے، یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کو برے کام سے

عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝۷۹ تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ

نہیں روکتے تھے جو انہوں نے کیا، واقعہ برے تھے وہ افعال جو وہ کرتے تھے، تو ان میں سے بہت سوں کو دیکھے گا

يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ

کہ ان لوگوں سے دوستی کرتے ہیں جنہوں نے کفر اختیار کیا، واقعہ برے ہیں وہ افعال جو ان کی جانوں نے آگے بھیجے یہ کہ اللہ

اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ۝۸۰ وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ

ان پر ناراض ہوا اور وہ ہمیشہ عذاب میں رہنے والے ہیں، اور اگر وہ ایمان لاتے اللہ پر اور نبی پر

وَمَا اَنْزَلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَاءَ وَلٰكِنْ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝۸۱

اور اس پر جو اتارا گیا ہے نبی کی طرف تو کافروں کو دوست نہ بناتے لیکن بہت سے لوگ ان میں سے فرمانبرداری سے خارج ہیں۔

اس سے ڈرتے نہیں ہو۔ حالانکہ وہ تمہاری تمام باتوں کو سننے والا اور تمہارے تمام اعتقادات کا علم رکھنے والا ہے۔

اہل کتاب کو غلو کی ممانعت:

آیت ۷۷: قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِيْنِكُمْ۔ (اے اہل کتاب اپنے دین میں غلو نہ کرو) غلو حد سے تجاوز کو کہتے ہیں۔ نصاریٰ کا غلو یہ تھا کہ ان کو ان کے مرتبے سے اٹھا کر الوہیت کے تخت پر بٹھا دیا تھا۔ اور یہود کا غلو یہ تھا کہ ان کو استحقاق نبوت سے ہی گرا دیا۔ غَيَوَ الْحَقَّ یہ مصدر محذوف کی صفت ہے تقدیر عبارت یہ ہے غلو غیر الحق یعنی باطل غلو۔ وَلَا تَتَّبِعُوْا اَهْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ یعنی تمہارے وہ اسلاف اور وہ مقتداء جو بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے گمراہی پر تھے۔ وَاضْلُوْا كَثِيْرًا ان کو جو ان کا ساتھ دینے والے تھے۔ وَضَلُّوْا گمراہ ہوئے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔ عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ جبکہ انہوں نے حضور ﷺ کو جھٹلا دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حسد کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بغاوت پر اتر آئے۔

بنی اسرائیل کا مستحق لعنت ٹھہرنا:

آیت ۷۸: لَعْنَةُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ بَنِي إِسْرَآءِ يَلْ عَلَى لِسَانِ دَاوُدَ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ كَمَا جَاءَتْهُمْ مِنْ رَبِّكَ فِي هَذِهِ نَبِيٍّ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ الْآيَاتِ الَّتِي كَانُوا يُدْعَوْنَ بِهَا وَلَا يَهْتَدُونَ. (سورہ اعراف ۷۸)

لوگوں نے ہفتہ کے سلسلہ میں حد سے تجاوز کیا۔ تو داؤد علیہ السلام نے فرمایا: اللھم العنھم واجعلھم ایۃ اے اللہ تو ان پر لعنت کر اور ان کو عبرت کا نشان بنا دے۔ اس پر ان کو مسخ کر کے بندر بنا دیا گیا۔ اور جب عیسیٰ کے ساتھیوں نے ماندہ کے بعد کفر اختیار کیا تو عیسیٰ نے ان الفاظ میں دعا کی اللھم عذب من کفر بعد ما اکل من المائدة عذاباً لھم تعذبه احداً من العالمین۔ والعنھم کما لعنت اصحاب السبت۔ اے اللہ ان کو عذاب دے جنہوں نے ماندہ کو کھانے کے بعد کفر کیا ہے ایسا عذاب جو جہان میں کسی کو نہیں دیا گیا۔ اور ان پر ایسی لعنت کر جس طرح ہفتہ والوں پر لعنت کی۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو خنزیر بنا دیا۔ ان کی تعداد پانچ ہزار مرد تھی۔ ذلک بما عصوا وکانوا یعتدون لعنت کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے نافرمانی کی۔ اور وہ اس میں حد سے گزرنے والے تھے۔

منکر پر ترکِ ممانعت اعتداء ہے:

آیت ۷۹: پھر ان کی معصیت اور اعتداء کی وضاحت کی۔ **كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ** (کہ وہ ایک دوسرے کو روکتے نہ تھے)۔ **عَنْ مُنْكَرٍ فَعَلُوهُ** (اس برائی سے جو وہ کرتے تھے)۔ آیت میں منکر کی صفت فعلوہ سے کی ہے۔ حالانکہ فعل کے بعد تو نہیں ہوتی۔ مطلب یہ ہے کہ اس برائی کے بار بار کرنے سے وہ باز نہیں رہتے تھے۔ جس کو ایک دفعہ کر لیتے یا اس برائی کی مثل وہ دوسرے کام کرنے سے باز نہیں رہتے تھے۔ جس برائی کو اختیار کرتے یا جس منکر کے کرنے کا ارادہ کرتے اس کے کرنے سے باز نہیں رہتے تھے۔ یا مراد یہ ہے اس منکر سے نہ رکتے تھے جس کو کر لیتے بلکہ ایسی برائی پر اصرار کرتے۔ کہا جاتا ہے **فَلَان تَنَاهَى مِنْ الْأَمْرِ** انتھی عنه جبکہ وہ اس سے باز آجائے اور اس کو چھوڑ دے۔ پھر ان کی بد اعمالیوں سے تعجب کیا اور اس کو قسم سے مؤکد کر دیا یہ فرما کر **لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ** کہ وہ البتہ بہت برے کام کرتے تھے۔ **مَسْئَلَةٌ**: اس میں دلیل ہے کہ منکر پر ممانعت کو چھوڑنا بڑا گناہ ہے۔ افسوس اس وقت کے مسلمانوں پر جنہوں نے اس بات کو بالکل چھوڑ دیا۔

کفار کی دوستی غضبِ الہی کا سبب ہے:

آیت ۸۰: تَرَى كَثِيرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِينَ كَفَرُوا۔ (ان میں اکثریت کو دیکھو گے کہ کافروں سے دوستی اختیار کرنے والے ہیں) مراد منافقین اہل کتاب ہیں جو کہ مشرکین سے دوستی اور میل جول رکھتے تھے۔ لَيْسَ مَا قَدَّمْتُ لَهُمْ أَنفُسُهُمْ أَنْ سَخِطَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ۔ (بہت بری ہے وہ چیز جس کو انہوں نے اپنے نفسوں کے لئے آگے بھیجا ہے اللہ تعالیٰ ان پر ناراض ہو گئے۔

لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا^۷

”تو اہل ایمان کے لیے سب سے زیادہ دشمن یہودیوں اور مشرکین کو پائے گا۔“

وَلَتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُم مَّوَدَّةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصْرِي^۸

اور ضرور بالضرور اہل ایمان سے محبت میں سب سے زیادہ قریب تر تو ان لوگوں کو پائے گا جنہوں نے کہا کہ ہم نصاریٰ ہیں،

ذَلِكَ بِأَنَّ مِنْهُمْ قِسِيَسِينَ وَرُهَبَانًا وَأَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ^۹

یہ اس وجہ سے کہ ان میں علماء ہیں اور درویش ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے۔“

یعنی وہ چیز اللہ تعالیٰ کے غصے کا سبب بنی۔ (وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُونَ وہ جہنم میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

موالاتِ مشرکین علامتِ نفاق ہے:

آیت ۸۱: وَلَوْ كَانُوا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ لَعَلَّيْنا مِّنْهُمْ أَتَّخَذُوا لَكَ مِلًّا مِّنْ دُونِ اللَّهِ وَلَٰكِن مَّا تَكْتُمُونَ لِلسُّعُودِ ۚ وَلَٰكِن مَّا تَكْتُمُونَ لِلْيَهُودِ وَلِلَّذِينَ آمَنُوا مِلًّا مِّنْ دُونِ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ

یہ ہے کہ اگر یہ یہود ایمان لاتے اور موسیٰ علیہ السلام اور تورات پر یقین رکھتے ہوتے تو مشرکین کو دوست نہ بناتے۔ جیسا کہ مسلمان ان سے موالات کرنے والے نہیں ہیں۔ لیکن اکثر ان میں سے فاسق ہیں۔ اپنے دین سے نکلنے والے ہیں۔ ان کا بالکل کوئی دین ہی نہیں۔

علماء و رہبان کا وجود عداوت میں کمی کا باعث ہے:

آیت ۸۲: لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ۔ (تم ضرور یہود کو ایمان والوں کی دشمنی میں سخت تر پاؤ گے)۔

نحوہ: الْيَهُودِ یہ تجدن کا مفعول ثانی ہے۔ اور عداوۃ یہ تمیز ہے۔ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا یہ یہود پر عطف کیا گیا ہے۔ وَلَتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُم مَّوَدَّةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصْرِي^{۱۰} انا نصاریٰ لام عداوت و مودت کے متعلق ہے۔ اس میں یہود کی سخت دشمنی کو بیان کیا گیا اور نصاریٰ کی نرمی کو ذکر کیا گیا۔ اور مسلمانوں کے ساتھ دشمنی میں یہود کو مشرکین کا ساتھی قرار دیا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس بات پر متنبہ کر دیا کہ ان کا قدم مشرکین سے بھی آگے ہے۔ اس لیے مشرکین سے ان کو مقدم ذکر کیا گیا۔ ذَلِكَ بِأَنَّ

مِنْهُمْ قَسِيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا۔ قَسِيْسِيْنَ سے مراد علماء اور رہبان سے مراد عباد ہیں۔ وَأَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ نصاریٰ کے نرمی والے پہلو کی علت بیان فرمائی۔ اور مسلمانوں کے ساتھ قریبی موافقت کی وجہ بتلائی کہ ان میں علماء اور عباد ہیں ان میں عاجزی ہے اور یہود اس کا الٹ ہیں۔

مَسْتَكَلَّةٌ: اس میں دلیل ہے کہ علم انتہائی مفید چیز ہے۔ جو خیر کی طرف راہنما ہے۔ اگرچہ وہ علم علمائے نصاریٰ کا ہی ہو اور اسی طرح آخرت کا علم اگرچہ وہ کسی راہب میں ہو۔ اور تکبر سے برأت کا ذریعہ ہے خواہ وہ کسی نصرانی میں ہو۔

وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَىٰ أَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ

”اور جب انہوں نے اس چیز کو سنا جو نازل کی گئی رسول کی طرف تو تو دیکھے گا کہ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے

الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ

بہرہ رہی ہیں اس وجہ سے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا، وہ یہ کہہ رہے تھے کہ اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے سو آپ ہمیں ان لوگوں کے ساتھ لکھ دیجئے

الشَّاهِدِينَ ۝ (۸۳) وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَمَا جَاءَنَا مِنَ الْحَقِّ ۖ وَنَطْمَعُ

جو تصدیق کرنے والے ہیں اور ہمیں کیا ہوا کہ ہم اللہ پر اور حق پر ایمان نہ لائیں جو ہمارے پاس آ گیا اور ہم اس بات کی امید رکھتے ہیں

أَنْ يُدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصَّالِحِينَ ۝ (۸۴) فَأَثَابَهُمُ اللَّهُ بِمَا قَالُوا

کہ ہمارا رب ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ داخل فرمائے گا سو اللہ نے ان کے قول کی وجہ سے

جَنَّتْ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۖ وَذَٰلِكَ جَزَاءُ

ایسے بارغِ ثواب میں دیدئے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ اچھے کام

الْمُحْسِنِينَ ۝ (۸۵) وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ

کرنے والوں کا بدلہ ہے اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا یہ لوگ دوزخ

الْجَحِيمِ ۝

والے ہیں۔“

رقتِ قلب میں حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ اور وفدِ نجاشی کی تعریف:

آیت ۸۳: وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَىٰ أَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ اس میں رقتِ قلب سے نصاریٰ کی تعریف کی۔ اور یہ بیان کیا کہ وہ قرآن سن کر روتے ہیں۔ جیسا کہ مروی ہے کہ نجاشی رضی اللہ عنہ نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو کہا۔ جب اس کی مجلس میں مہاجرین اور مشرکین جمع ہوئے اور مسلمان قرآن پڑھتے تھے۔ کہ تمہاری کتاب میں مریم علیہا السلام کا تذکرہ ہے۔ جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا اس میں ایک سورت ایسی ہے جس کا نام ان کے نام پر ہے۔ چنانچہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے سورہ مریم علیہا السلام عیسیٰ بن مریم آیت ۳۴۔ تک اور سورہ طہ علیہا السلام اناک علیہ السلام حدیث موسیٰ آیت ۹۔ تک پڑھ کر سنائی۔ تو نجاشی رو پڑا۔ اسی طرح اس کے ان لوگوں کو پیش آیا جو وفد کی صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے۔ ان کی تعداد ستر افراد پر مشتمل تھی۔ جب ان پر سورہ یسین پڑھی گئی تو وہ رو پڑے قفیف من الدمع ان کی آنکھیں آنسوؤں سے پر ہیں

یہاں تک کہ بہہ پڑیں۔ کیونکہ برتن کا بہنا اس کے بھر جانے کے بعد ہوتا ہے یا دوسرا معنی یہ تا کہ اس کے جوانب میں جو کچھ ہے اس کا علم ہو جائے۔ پس بہہ جانا جو بھرنے کے بعد ہوتا ہے بہہ جانے کے قائم مقام رکھا۔ یا ان کے رونے کے وصف میں مبالغہ مقصود ہے۔ پس ان کی آنکھوں کو اس طرح قرار دیا گیا بذات خود بہہ رہی ہیں یعنی رونے کی وجہ سے بہہ رہی ہیں۔ مما عرفوا میں من ابتدائے غایت کیلئے ہے۔ کہ یہ آنسو بہانا ابتداء ہے۔ اور حق کی پہچان کی وجہ سے پیدا ہوا ہے اور اسی کی وجہ سے ہے۔ اور من الحق میں من۔ ما عرفوا کے موصول ہونے کی وضاحت کے لئے ہے۔ یا یہ بھی تبصیہ ہے اس طرح کہ انہوں نے حق کو پہچانا۔ جس نے ان کو رلا دیا۔ پس ان کا کیا حال ہوتا اگر وہ حق کو مکمل پہچان لیتے۔ اور قرآن مجید پڑھتے اور سنت کی پیروی کرتے۔ يَقُولُونَ یہ عرفوا کی ضمیر فاعلی سے حال ہے۔ رَبَّنَا اٰمَنَّا اے ہمارے رب ہم محمد ﷺ پر ایمان لائے۔ مراد اس سے اقرار ایمان اور اس میں داخل ہونا ہے۔ فَاصْبِرْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ۔ شاہدین سے مراد امت محمد ﷺ ہیں جو کہ تمام امتوں پر قیامت کے دن گواہ ہونگے۔ جیسا کہ اس آیت میں ہے لَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ (البقرہ۔ آیت ۱۴۳) انہوں نے یہ بات اس لئے کہی کیونکہ انجیل میں انہوں نے اس امت کا تذکرہ اس طرح پایا۔

اللہ کے انعام کی طمع موجبات ایمان سے ہے:

آیت ۸۴: وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ اِيْمَانًا لَا يَمُنُّ الْكَافِرُ وَلَا يَرْجُو الْغَافِلُ۔ کہ آخر ہم ایمان قبول کیوں نہ کریں جبکہ موجبات ایمان موجود ہیں۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کے انعام کی طمع ہے جو نیک لوگوں کی صحبت سے ان کو میسر آئی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب وہ اپنے علاقے میں لوٹ کر گئے تو ان کی قوم نے ان کو ملامت کی تو انہوں نے یہ جواب دیا۔ وَمَا لَنَا اِلَّا يَهِيَ مَبْتَدِئًا اور خبر ہے اور لا نؤمن اس کا حال ہے یعنی غیر مؤمنین جیسے کہتے ہیں مالک قائماتو کیوں کھڑا ہے۔ وَمَا جَاءَنَا مِنَ الْحَقِّ اس سبب سے کہ ہمارے پاس حق آچکا۔ یعنی محمد ﷺ اور قرآن کی صورت میں۔ وَنَطْمَعُ يٰ نَوْمَن کی ضمیر سے حال ہے تقدیر عبارت یہ ہوگی و نحن نطمع حالانکہ ہم طمع رکھتے ہیں۔ کہ اَنْ يَدْخِلَنَا رَبُّنَا کہ ہمارا رب ہمیں جنت میں داخل کر دے۔ مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ انبیاء اور مؤمنوں کے ساتھ۔

آیت ۸۵: فَاتَّبَعْنَاهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوا قَوْلَ رَبِّنَا اٰمَنَّا مراد ہے اور اس کی تصدیق جَنَّتْ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيْهَا وَذٰلِكَ جَزَاءُ الْمُحْسِنِيْنَ ہے۔

مُسْتَلٰہ: اس میں دلیل ہے کہ اقرار ایمان میں داخل ہے جیسا کہ فقہاء کا مذہب ہے۔

فرقہ کرامیہ کے قول کی تردید:

کرامیہ کہتا ہے کہ ایمان صرف قول کا نام ہے۔ اور دلیل میں بما قالوا کو پیش کیا۔ مگر آنسو بہانے سے جو ایمان کی تعریف کی گئی پہلے اور سیاق میں احسان کے ساتھ وہ ان کے قول کی تردید کر رہی ہے۔ غور تو کرو۔ فقط قول ایمان کیسے بن سکتا ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ومن الناس من يقول اٰمنا باللّٰه وبالیوم الآخر وما هم بمؤمنین (البقرہ۔ ۸) منافقین سے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحْرِمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا ۖ

”اے ایمان والو! ان پاکیزہ چیزوں کو حرام مت قرار دو جو اللہ نے تمہارے لئے حلال کی ہیں اور حد سے آگے نہ بڑھو“

إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ۝ ۸۷ وَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا ۖ

بے شک اللہ حد سے بڑھ جانے والے کو پسند نہیں فرماتا اور کھاؤ اس میں سے جو اللہ نے تم کو حلال پاکیزہ رزق عطا فرمایا

وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي أَنْتُمْ بِهِ مُؤْمِنُونَ ۝ ۸۸

اور اللہ سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔“

ایمان کی نفی کی گئی حالانکہ ان کا قول ”امنا“ تو موجود تھا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ تصدیق قلبی نہ تھی۔

اہل معرفت کی علامات:

اہل معرفت نے فرمایا کہ عارف میں تین باتیں پائی جانی چاہئیں نمبر ۱۔ سختی پر روتا۔ نمبر ۲۔ عطاء پر دعا کرنا۔ نمبر ۳۔ قضاء پر راضی ہونا۔ جو معرفت کا مدعی ہو اس میں یہ تین باتیں نہ پائی جائیں تو وہ اپنے دعوے میں جھوٹا ہے۔

تردید حق کا اثر:

آیت ۸۶: وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ یہ دشمن کے حق میں تردید حق کا اثر ذکر فرمایا۔
شَّانِ نَزْوَلِ: پہلی آیت میں اولیائے برحق کے قبول کرنے کا اثر مذکور تھا۔ یہ صحابہ کرام کی اس جماعت کے سلسلہ میں اتری جنہوں نے حلف اٹھایا کہ وہ رہبانیت اختیار کر لیں اور ٹاٹ پہنیں اور ساری رات قیام کریں اور تمام دن روزے رکھیں اور زمین میں سیاحت کریں اور اپنے مذاکیر کو کاٹ ڈالیں اور گوشت و چربی کو ترک کر دیں اور عورتوں سے قربت ترک کر دیں اور خوشبو نہ لگائیں تو یہ آیت اتری۔
حلال سے حرام جیسا سلوک مت کرو:

آیت ۸۷: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحْرِمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ۔ اَحَلَّ سے مراد جو پسندیدہ اور لذیذ حلال میں سے بنایا گیا ہو۔ اور لا تحرموا کا مطلب یہ ہے کہ ان سے اسی طرح نفع نہ اٹھاؤ جیسے حرام سے نفع نہیں اٹھایا جاتا۔ یا یہ مت کہو کہ ہم نے ان کو اپنے اوپر حرام کر لیا ہے۔ زہد کے طور پر اس کے ترک پر پختہ عزم میں مبالغہ اختیار کرتے ہوئے اور بہت بے رغبتی ظاہر کرتے ہوئے۔ روایت میں ہے کہ آپ ﷺ مرغی کا گوشت اور فالودہ استعمال فرماتے۔ اور آپ کو حلوہ اور شہد بہت پسند تھے۔ اور آپ کا ارشاد ہے کہ مؤمن خود میٹھا ہے حلوہ کو پسند کرتا ہے (یہ فردوس دیلمی کی روایت ہے) حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ مجھے ایک کھانے میں بلایا گیا جبکہ میرے ساتھ فرقہ دہنی اور اس کے ساتھی بھی تھے۔ وہ دسترخوان کے گرد گرد بیٹھ گئے۔ دسترخوان پر مرغ مسلم فالودہ وغیرہ تھا۔ فرقہ ایک طرف ہو گیا۔ حضرت حسنؓ نے سوال کیا کہ اے فرقہ کیا تو روزہ دار ہے اس کے

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ وَلَكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُمُ

”اللہ ایسی قسموں پر تمہارا مواخذہ نہیں فرماتا جو لغو ہوں“ لیکن وہ ایسی قسموں پر مواخذہ فرماتا ہے جن کو تم

الْأَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهُ إِطْعَامُ عَشْرَةِ مَسْكِينٍ مِنْ أَوْسَطِ مَا نَطْعَمُونَ

باندھ دو“ سو اس کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا دینا ہے جو اس کھانے کا درمیانہ ہو جو تم اپنے گھروالوں کو

أَهْلِيكُمْ أَوْ كِسْوَتُهُمْ أَوْ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ ۖ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ

کھلاتے ہو یا ان کو کپڑا پہنا دینا ہے یا ایک غلام آزاد کرنا ہے۔ سو جو شخص نہ پائے تو تین دن کے روزے

أَيَّامٍ ۖ ذَلِكَ كَفَّارَةُ أَيْمَانِكُمْ إِذَا حَلَفْتُمْ ۖ وَاحْفَظُوا أَيْمَانَكُمْ ۚ

ہیں“ یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسمیں کھاؤ، اور تم اپنی قسموں کی حفاظت کرو۔

كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٨٩﴾

اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اپنی آیات بیان فرماتا ہے تاکہ تم شکر کرو۔

ساتھیوں نے کہا نہیں لیکن وہ ان رنگارنگ کھانوں کو ناپسند کرتا ہے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے فرقہ کیا شہد کی مکھی کا لعاب گندم کے لباب کے ساتھ خالص گھی میں بنایا گیا ہو کیا اس کو کوئی مسلمان عیب لگا سکتا ہے؟ انہیں سے روایت ہے کہ ان کو بتلایا گیا کہ فلاں شخص فالودہ نہیں کھاتا۔ اور کہتا اس طرح ہے کہ میں اس کا شکریہ ادا نہیں کر سکتا۔ تو آپ نے فرمایا عجیب بات ہے کیا وہ ٹھنڈا پانی پیتا ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں فرمایا پھر وہ جاہل ہے اللہ تعالیٰ کا انعام ٹھنڈے پانی میں فالودہ سے بڑھ کر ہے۔ وَلَا تَعْتَدُوا (تم حد سے تجاوز نہ کرو) جو تمہارے لیے حلال و حرام مقرر کر دی گئی ہیں یا جو چیزیں تمہارے لئے اللہ تعالیٰ نے حلال کی ہیں ان کو چھوڑ کر حرام کی طرف تعدی نہ کرو یا طیبات کے کھانے میں اسراف نہ کرو۔ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ (اللہ تعالیٰ کو وہ لوگ پسند نہیں جو اس کی حدود میں تعدی کرنے والے ہیں)۔

حلال کا استعمال تقویٰ ہے:

آیت ۸۸: وَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اس میں اللہ تعالیٰ نے جو حکم دیا اس کو لازم پکڑنے کی تاکید ہے۔ اور اس میں مزید تاکید اپنے ارشاد الَّذِيْ اَنْتُمْ بِهٖ مُّؤْمِنُوْنَ سے کر دی کیونکہ ایمان باللہ تقویٰ کو لازم کرنا ان تمام کاموں میں جن کا اللہ نے حکم دیا۔ اور جن کی ممانعت فرمائی۔

یمین لغوی تعریف اور اس پر عدم مواخذہ:

آیت ۸۹: لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ۔ (اللہ تعالیٰ تمہاری لغو قسموں پر مواخذہ نہیں فرماتا) یمین لغو وہ ہے جو

ساقط الاعتبار ہو۔ اس پر کوئی حکم نہ لگے۔ وہ اس طرح ہے کہ کسی چیز پر حلف اٹھائے۔ یہ خیال کر کے کہ وہ اس طرح ہے حالانکہ وہ اس کے گمان کے مطابق نہ تھی۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے طیبات کو اپنے اوپر حرام کرنے کی قسم اس بنا پر اٹھائی تھی کہ یہ عبادت ہے جب وہ آیت اتری تو انہوں نے کہا کہ ہماری قسموں کا کیا بنے گا؟ تو یہ آیت اتری۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک یحیٰ بن لغوہ ہے جو زبان پر بلا قصد جاری ہو۔ وَلَٰكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُمُ الْاِيْمَانَ جو تم نے پکی قسمیں اٹھائی تھیں تعقید تو شق کو ہی کہا جاتا ہے۔

قراءت ونحو:

عَقَّدْتُمْ۔ حفص نے عاصم سے تشدید کے ساتھ اور حمزہ، کسائی، عاصم بروایت شعبہ تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ العقد موافقت پر پختہ ارادہ کرنا۔ اور اس کا ماضی میں تصور نہیں ہو سکتا۔ یحیٰ بن غموس میں کفارہ نہیں ہے امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک دل سے ارادہ کرنا۔ اور یحیٰ بن غموس مقصودہ (قصد کی ہوئی) پس وہ منعقد ہو جائے گی۔ پس اس میں کفارہ مشروع ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ جب تم قسم توڑ دو تو اللہ تعالیٰ اس پر مواخذہ نہ کریں گے تمہارے عقد باندھنے کے سبب پس وقت مواخذہ کو حذف کر دیا کیونکہ وہ ان کے ہاں جانا پہچانا تھا یا تمہارے عقد کو توڑ دینے کے سبب سے گویا اس صورت میں مضاف محذوف ہے۔

قسم توڑنے کا کفارہ:

فَكْفَارَتُهُ پس اس کے توڑنے کا کفارہ یا قسم باندھنے کا کفارہ ہے۔ کفارہ یہ ایسا ایک مرتبہ کا کام جس کی حالت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ غلطی کو مٹا دے۔ یعنی چھپا دے۔ اِطْعَامُ عَشْرَةِ مَسْكِيْنَ صَبْحِ شَامِ کا کھانا کھلانا اور یہ بھی درست ہے کہ ان کو بطور تملیک ایک ٹائم ہی دے دیا جائے۔ ہر ایک کو نصف صاع گندم، ایک صاع جو، ایک صاع کھجور، امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں ایک مسکین کو ایک منہ دیا جائے گا۔ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعَمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ وہ درمیانہ درجہ کا کھانا جو تم اپنے اہل و عیال کو کھلاتے ہو۔ صبح شام گندم سے اگر وسعت ہو تو تین مرتبہ سالن کے ساتھ۔ اور کم سے کم ایک مرتبہ کھجور میں سے یا جو میں سے اَوْ كَسُوْهُمْ يَوْمَ اِطْعَامِكُمْ پر عطف ہے۔ یا پھر من اوسط کے محل پر عطف ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ من اوسط یہ اطعام سے بدل ہے اور کلام میں مقصود بدل ہوتا ہے کسوہ سے مراد اتنا کپڑا جس سے ستر چھپ جائے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ازار، قمیص یا رداء۔ اَوْ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ ایک مؤمنہ یا کافرہ گردن آزاد کرنا۔ کیونکہ نص مطلق ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے کفارہ قتل پر محمول کرتے ہوئے یہاں بھی رقبہ مؤمنہ ضروری قرار دی ہے۔ او کا معنی اختیار ہے کہ تین کفارات میں سے جس کو چاہو ادا کر دو۔ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ جَوَانَ مِّنْ سِوَاكَ فَمِنْ سِوَاكَ کو بھی نہ پائے وہ تین دن روزے رکھے۔ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ یہ روزے پے درپے رکھے کیونکہ قراءت ابی اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما میں اسی طرح وارد ہے ذَلِكْ یہ مذکورہ حکم کَفَّارَةُ اِيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ جب تم قسم توڑ دو۔ حث کا تذکرہ چھوڑ دیا کیونکہ یہ معلوم ہے کہ کفارہ فقط قسم سے واجب نہیں ہوتا۔ اسلئے قسم ٹوٹنے سے پہلے کفارہ جائز نہیں ہے۔ وَاحْفَظُوا اِيْمَانَكُمْ تم اپنی قسموں کو پورا کرو۔ اور ان کو مت توڑو۔ جبکہ توڑنے میں بھلائی نہ ہو۔ یا بالکل قسم نہ اٹھاؤ۔ (کہ توڑنے کی نوبت آئے) مِثْلُكَ اس وضاحت کی طرح يَسِّرُ اللّٰهُ لَكُمْ اِلَيْهِ اللّٰهُ تعالیٰ تمہارے لئے اپنی آیات بیان فرماتے ہیں آیات سے مراد شریعت کے نشانات اور احکام شرع ہیں۔ لَعَلَّكُمْ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رَجُسٌ

”اے ایمان والو! بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور بت اور جوئے کے تیر گندی چیزیں ہیں“

مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٩٠﴾ إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ

شیطان کے کاموں میں سے ہیں لہذا تم ان سے بچو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ شیطان یہی چاہتا ہے

أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ

کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ تمہارے آپس میں دشمنی اور بغض واقع کر دے اور تمہیں اللہ کی یاد سے

ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ ۚ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ ﴿٩١﴾ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا

اور نماز سے روک دے سو کیا تم باز آنے والے ہو اور فرماں برداری کرو اللہ کی اور فرمانبرداری کرو

الرَّسُولَ وَاحْذَرُوا ۚ فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَأَعْلَمُوا إِنَّمَا عَلَى رَسُولِنَا الْبَلَاغُ

رسول کی اور ڈرتے رہو۔ سو اگر تم نے روگردانی کی تو جان لو کہ ہمارے رسول کے ذمہ واضح طور پر

الْمُبِينُ ﴿٩٢﴾

پہنچا دینا ہے۔

تَشْكُرُونَ تاکہ تم شکریہ ادا کرو۔ اس کی اس نعمت کا جو تمہیں بتلاتے اور اس سے عہدہ برآ ہوتا تمہارے لئے آسان کرتے ہیں۔

شراب و جوئے کی حرمت کو پختہ کرنے کے پانچ انداز:

آیت ۹۰: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ (اے ایمان والو! بے شک شراب اور جوا) المیسر کا معنی جوا۔ وَالْأَنْصَابُ: بت کیونکہ ان کو گاڑ کر ان کی پوجا کی جاتی ہے۔ وَالْأَزْلَامُ جوئے کے تیر جن کا شروع سورت میں ذکر ہوا۔ رَجُسٌ پلید ہیں یا خبیث گندی والے ہیں۔ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ کیونکہ شیطان ان پر آمادہ کرتا ہے۔ گویا یہ اسی کا عمل اور کارروائی ہے۔ اور فَاجْتَنِبُوهُ میں ضمیر رَجُس کی طرف لوٹ رہی ہے یا عمل شیطان کی طرف راجع ہے۔ یا مذکور کی طرف راجع ہے۔ یا مضاف محذوف ہے گویا اس طرح فرمایا گیا انما تعاطی الخمر و المیسر بیشک شراب و جوا کی مشغولیت سے پرہیز کرو۔ اس لئے تو اس کو رَجُس فرمایا۔ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ شراب اور جوئے کی حرمت کو کئی لحاظ سے پکا کر دیا۔ نمبر ۱۔ جملے کو انما کلمہ حصر سے شروع فرمایا۔ نمبر ۲۔ ان کو عبادت اصنام کے ساتھ ملا کر ذکر فرمایا۔ ان ارشادات نبوت میں اسی طرف اشارہ فرمایا شراب الخمر کعبہ البدوثن (مسند الہدایہ) نمبر ۳۔ ان کو رَجُس عمل اعمال شیطانی میں سے قرار دیا کیونکہ

شیطان سے شر کے سوا کچھ نہیں ملتا۔ نمبر ۴۔ ان سے پرہیز کا حکم دیا۔ نمبر ۵۔ ان سے پرہیز کو فلاح قرار دیا جب پرہیز فلاح ہے تو استعمال یقیناً خسارہ ہے۔

شراب و جوئے کی بنیادی خرابیاں:

آیت ۹۱: إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقَعَ بَيْنَكُمْ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ۔ (شیطان تمہارے درمیان شراب و جوئے سے دشمنی و بغض ڈالنا چاہتا ہے اور تمہیں اللہ کی یاد و نماز سے روکنا چاہتا ہے) اس آیت میں شراب و جوئے سے پیدا ہونے والا قساد و وبال ذکر فرمایا۔ نمبر ۱۔ دشمنی اور بغض شراہیوں اور جوابازوں میں پیدا ہوتا ہے۔ نمبر ۲۔ اللہ تعالیٰ کی یاد سے رکاوٹ بنتے ہیں۔ نمبر ۳۔ نماز کے اوقات کی رعایت سے باز رکھنے والے ہیں نماز کو خصوصی مقام کی وجہ سے تمام اذکار میں سے ذکر فرمایا گیا اس طرح فرمایا۔ کہ یہ نماز سے خاص طور پر رکاوٹ بنتے ہیں یہاں خمر و ميسر کو انصاف و ازالام کے ساتھ اولاً جمع فرما کر پھر الگ ان کا ذکر کیا۔ کیونکہ مخاطب ایمان والے ہیں۔ بلاشبہ ان کو اس شراب نوشی کی فتنہ عادت سے روکا اور جوئے بازی کی عادت جو گھٹی میں پڑی تھی اور انصاف و ازالام کا تذکرہ درحقیقت شراب و جوئے کی حرمت کو اور پختہ کرنے کے لئے فرمایا۔ اور یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ یہ مشرکین کے اعمال میں سے ہے گویا بتوں کے پجاری اور شراب نوش اور جوئے باز کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ پھر ان کو الگ لایا گیا۔ تاکہ واضح کر دیا جائے کہ یہاں اصل ان کا تذکرہ کرنا مقصود ہے۔ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُوْنَ یہ نہی کا انتہائی بلغ انداز ہے۔ گویا اس طرح فرمایا۔ کہ تم پر قسم قسم کے زواجر و صوارف پڑ گئے ہیں۔ کیا ان تمام ممانعتوں کے باوجود رکتے ہو یا تم اسی طرز پر ہو۔ جس پر تم تھے۔ گویا تم نے کوئی نصیحت حاصل نہیں کی اور نہ تم ڈرے؟

اللہ اور رسول کی اطاعت سے مت منہ موڑو:

آیت ۹۲: وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَاحْذَرُوا۔ (اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور محتاط رہو) تم احتیاط کرنے والے اور ڈرنے والے بنو۔ کیونکہ جب وہ احتیاط کرتے تو احتیاط ان کو ہر برائی سے بچا لیتی۔ اور ہر بھلائی پر عمل پیرا کرو دیتی۔ فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَعْلَمُ أَنْتُمْ أَنَّ عَلَيَّ رَسُولَنَا الْبَلَّغُ الْمُبِينُ یعنی یقین کرو کہ تم اس کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ رسول اللہ ﷺ سے منہ موڑ کر۔ کیونکہ ان کی ذمہ داری واضح طور پر صرف پہنچانا ہے بے شک تم اپنا نقصان کرو گے۔ جب تم اس سے اعراض کرو گے۔ جس کے تم مکلف بنائے گئے ہو۔

لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا إِذَا مَا اتَّقَوْا

”جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان پر اس بارے میں کوئی گناہ نہیں کہ انہوں نے کھایا پیا جبکہ انہوں نے تقویٰ اختیار کیا

وَأَمْنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَأَمْنُوا ثُمَّ اتَّقَوْا وَاحْسِنُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ۙ

اور ایمان لائے اور نیک عمل کئے پھر تقویٰ اختیار کیا اور ایمان لائے پھر تقویٰ اختیار کیا اور نیک اعمال میں لگے اور اللہ اچھے عمل کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔“

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِيَبْلُوَنَّكُمْ اللَّهُ بَشْيَءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهُ أَيْدِيكُمْ وَ

”اے ایمان والو! اللہ تم کو قدرے شکار سے ضرور آزمائے گا تمہارے نیزے شکار کو پہنچیں گے اور

رِمَا حُكْمٌ لِّعَلَّمَنَّ اللَّهُ مَن يَخَافُهُ بِالْغَيْبِ ۚ فَمَنِ اعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَلِكَ فَلَهُ

باتھ۔ تاکہ اللہ جان لے کہ بن دیکھے اس سے کون ڈرتا ہے سو جس نے اس کے بعد زیادتی کی اس کے لئے

عَذَابٌ أَلِيمٌ ۙ

دروناک عذاب ہے۔“

تَفْسِيرُ آیت ۹۳..... تحریم قبل استعمال میں گناہ نہیں جبکہ اس وقت کے احکام پر عمل پیرا ہوں:

شأن نزول: یہ ان لوگوں کے بارے میں اتری جو شراب و جوئے کے تحریم سے قبل کچھ عادی تھے۔ لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا۔ (ان لوگوں پر جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے کچھ گناہ نہیں اس میں انہوں نے کھایا)۔ یعنی انہوں نے شراب پی اور تحریم سے قبل جوئے کا مال کھایا۔ إِذَا مَا اتَّقَوْا جب کہ وہ شرک سے بچتے ہوں۔ وَأَمْنُوا اور اللہ تعالیٰ پر یقین رکھتے ہوں۔ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ اور ایمان کے بعد عمل صالح کرنے والے ہوں۔ ثُمَّ اتَّقَوْا پھر تحریم کے بعد شراب اور جوئے سے بچنے والے ہوں وَأَمْنُوا اور ان کی حرمت پر یقین کرنے والے ہوں ثُمَّ اتَّقَوْا پھر وہ تمام محرمات سے بچتے ہوں۔ یا پہلا اتقوا شرک سے بچنے اور دوسرا محرمات سے بچنے اور تیسرا شبہات سے بچنے کے لیے لایا گیا وَأَحْسِنُوا اور وہ لوگوں پر احسان کرنے والے ہوں وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ اللہ تعالیٰ کو مخلص لوگ پسند ہیں۔

شأن نزول: آیت ۹۴: جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کا حدیبیہ والے سال شکار کے ذریعے امتحان لیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حالت احرام میں تھے۔ شکار کی کثرت تھی۔ یہاں تک کہ کجاووں کے گرد شکار جمع ہو جاتے۔ جن کو ہاتھ سے پکڑا جاسکتا تھا۔ اور نیزوں کے ذریعے شکار کیا جاسکتا تھا تو یہ آیت اتری:

حدیبیہ والے سال شکار سے آزمائش:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِيَبْلُوَنَّكُمْ اللَّهُ بَشْيَءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهُ أَيْدِيكُمْ وَرِمَا حُكْمٌ لِّعَلَّمَنَّ اللَّهُ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرْمٌ ۖ وَمَنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ

”اے ایمان والو! شکار قتل نہ کرو اس حالت میں کہ تم احرام میں ہو“ اور تم میں سے جو شخص شکار کو قصداً قتل

مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعْمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًا

کر دے تو اس کا بدلہ اس جانور کا جیسا ہوگا جس کو قتل کیا۔ تم میں دو انصاف والے آدمی اس کا فیصلہ کریں گے اس طرح سے کہ وہ بدلہ والا جانور

بَلِغَ الْكَعْبَةِ أَوْ كَفَّارَةً طَعَامٍ مَّسْكِينٍ أَوْ عَدْلٌ ذَلِكِ صِيَامًا لِّذَوْقٍ

بطور ہدی کے کعبہ تک پہنچنے والا ہو۔ یا مسکینوں کو کفارہ کے طور پر کھانا دیدیا جائے یا اس کے برابر روزے رکھ لے تاکہ اپنے کئے کی

وَبِالْأَمْرِ ۖ عَفَا اللَّهُ عَمَّا سَلَفَ ۖ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللَّهُ مِنْهُ ۖ وَاللَّهُ

سزا چکھ لے۔ اللہ نے معاف فرمایا جو پہلے گزر چکا“ اور جو شخص پھر ایسی حرکت کرے گا تو اللہ اس سے انتقام لے گا اور اللہ

عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝۹۵ أَحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ

زبردست ہے انتقام لینے والا“ تمہارے لئے سمندر کا شکار اور اس کا کھانا حلال کر دیا گیا ہے جو تمہارے نفع کے لئے اور

وَاللِّسْيَارَةِ ۚ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرْمًا ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي

مسافروں کے واسطے ہے اور تم پر حرام کیا گیا خشکی کا شکار جب تک کہ تم احرام میں ہو اور اللہ سے ڈرو

إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ۝۹۶

جس کی طرف تم جمع کئے جاؤ گے۔“

کی طرف سے جب ہو تو اس کا مطلب اب بندے کے متعلق اللہ تعالیٰ کے علم میں جو ہے اس کو ظاہر کرنے کے لئے (نعوذ باللہ) یہ امتحان غیر معلوم کو معلوم کرنے کے لئے نہیں ہوتا۔ من یہ بعضیہ ہے کیونکہ ہر شکار حرام نہیں یا بیان جنس کے لئے ہے۔ لِيَعْلَمَ اللَّهُ مَنْ يَخَافُهُ بِالْغَيْبِ تاکہ اللہ تعالیٰ اپنے سے ڈرنے والے کا خوف ظاہر کر دے۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈر کر موجودہ شکار سے رکتا ہے یا نہیں۔ جیسا کہ وہ اس کے وجود سے قبل جانتا ہے کہ ایسا پایا جائے گا۔ یہ اس لیے کہا تاکہ بندے کو اس کے عمل پر ثواب ملے نہ کہ اس علم پر جو وہ اس کے متعلق جانتا ہے۔ فَمَنْ اَعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَلِكَ - ذالک کا مشاڑ الیہ ابتلاء ہے۔ فَلَهُ عَذَابٌ اَلِيمٌ اس کے لئے دردناک عذاب ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے ارشاد بخشی من الصيد کہہ کر اس کو قلیل قرار دیا تاکہ معلوم ہو جائے یہ کوئی بڑی آزمائش نہیں۔ اور تنالہ یہ بخشی کی صفت ہے۔

آیت ۹۵: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ اے ایمان والو! تم شکار کو قتل نہ کرو۔ الصيد سے مراد مصید بمعنی شکار کیا ہوا

ہے کیونکہ قتل اسی میں ہو سکتا ہے۔ وَأَنْتُمْ حُرْمٌ جب کہ تم محرم ہو۔ حرم جمع حرام ہے۔ جیسے رُذُوح جمع رذاح ہے۔

خُفُو: تقتلوا کی ضمیر فاعلی سے انتم حرم حال ہے۔

حرام کی حالت کے شکار میں تعمد و خطا برابر ہے:

وَمَنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ مُتَعَمِّدًا یہ ضمیر فاعلی سے حال ہے۔ یعنی ذاکراً لا حرامہ۔ یا عالماً۔ اس کو احرام یاد ہو۔ یا وہ جانتا ہو کہ وہ جس جانور کو قتل کر رہا ہے اس کا قتل اس پر حرام ہے اگر اس نے بھول کر قتل کر دیا یا اس نے شکار کو تیر مارا اور اس کا گمان تھا کہ وہ شکار نہیں۔ تو اس صورت میں وہ خطا کا رہے۔ آیت میں تعمد کی شرط لگائی گئی ہے باوجود یہ کہ محظورات احرام میں خطا و عمد کا ایک ہی حکم ہے۔ کیونکہ آیت اس کے بارے میں اتری تھی جس نے عمداً ایسا کیا تھا۔ روایت میں آیا ہے کہ آپ ﷺ کے سامنے ایک حمار وحشی ظاہر ہوا۔ ابوالیسر نے اس پر حملہ کر کے اس کو قتل کر دیا۔ ان کو کہا گیا کہ تم نے شکار کو قتل کیا ہے حالانکہ تم حالت احرام میں ہو۔ تو یہ آیت اتری اور دوسری بات یہ ہے کہ اصل تو متعمد کا فعل ہے اور خطا کو اس کے ساتھ تغلیظاً شامل کیا گیا ہے امام زہری سے مروی ہے کہ کتاب اللہ میں حکم عمداً کا اتر اور سنت میں خطا کا تذکرہ وارد ہے۔ فَجَزَاءُ مِثْلُ مَا قَتَلَ یہ حمزہ کسائی، عاصم کی قراءت ہے پس اس کے ذمہ بدلہ ہے جو مماثل ہوگا۔ اس کے جو اس نے شکار مارا تھا۔ اور وہ شکار کی قیمت ہے۔ اس کی قیمت وہیں لگائی جائیگی۔ جہاں شکار کیا گیا۔ اگر اسکی قیمت ہدی کی قیمت کو پہنچ جائے اسکو ہدی چوپاؤں میں سے جس کی قیمت شکار کے برابر ہو دینا پڑے گی اور اسکو اختیار ہے کہ اسکی قیمت کے بدلے کھانا خرید کر ہر مسکین کو نصف صاع گندم یا ایک صاع کھجور وغیرہ دے اور اگر چاہے تو ہر مسکین کے طعام کے بدلے روزہ رکھے۔ پس اگر اس جانور کی نظیر نہ ہو تو اسی طرح حکم ہے جو گزرا ہے۔

شکار والا مثل سے بدلہ دے:

قراءت: دوسرے قراء نے فجزاء مِثْلٍ پڑھا ہے اور اس کی اصل فجزاء مِثْلٍ مَا قَتَلَ یعنی اس پر لازم ہے کہ وہ بدلہ دے اس کی مثل جو اس نے قتل کیا۔ پھر اس کو مضاف کر دیا گیا۔ جیسا تم کہو گے عجب من ضرب، یداً یخمر من ضرب زید۔ من النعم یہ قتل میں ضمیر سے حال ہے اس لئے کہ مقتول چوپاؤں میں سے ہو۔ یا یہ جزاء کی صفت ہے نَحْكُمُ بِهِ فَيْصَلُهُ كَرِيْهِ مِثْلٍ كَا جَو قَتَلَ هُوَا۔ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ دو مسلمان عادل فیصلہ کرنے والے ہوں۔ اس میں دلیل ہے کہ مثل قیمت ہے کیونکہ قیمت ہی نظر و فکر و اجتہاد کی محتاج ہے۔ مشاہداتی چیزیں اس کی محتاج نہیں۔ کیونکہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں تو مثل مطلق کا ذکر ہے۔ اور اجماع مثل صوری اور مثل معنوی کے لئے مفید ہے۔ یا صرف معنوی کے لئے فائدہ مند ہے نہ کہ صورت کے لیے۔ یا صورت کے لئے مفید بلا معنی ہے۔ اور قیمت کو مثل صوری اجماعاً قرار دیا گیا۔ جن کی کوئی مثال نہیں۔ پس اب اس کے بدلہ اور کوئی چیز مراد نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کہ مشترک میں عموم کا معنی نہیں پایا جاتا۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب:

اعتراض: من النعم کے ارشاد سے مثل بالقیمت کی نفی ہوتی ہے۔ کیونکہ مال تو چوپایہ نہیں۔ **جواب:** جس نے قیمت کو واجب کیا

اس کو اختیار دیا جائے گا کہ وہ اس کے بدلے ہدی خریدے یا طعام یا روزے رکھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آیت میں اختیار دیا ہے۔ پس من النعم یہ اس ہدی کے لئے بیان ہوگا۔ جو اس قیمت سے خریدا جائے۔ ان اختیاری صورتوں میں سے ایک صورت میں۔ کیونکہ جس نے شکار کی قیمت لگائی اور قیمت سے ہدی خریدی۔ پھر ہدی دیدی۔ تو اس نے چوپایوں میں سے جو جانور قتل کیا تھا۔ اس کا بدلہ مثل دے دیا۔ اس طور پر کہ آیت میں ہدی سے کفارہ ادا کرنے کا یا طعام سے کفارہ ادا کرنے یا روزے رکھنے کا اختیار حاصل تھا۔ اور یہ مطلب اسی وقت درست ہوتا ہے کہ جب اس نے قیمت کا اندازہ لگایا اور قیمت میں غور و فکر کیا۔ کہ تینوں میں سے کس کا انتخاب کرے۔ باقی اگر اس نے نظیر کا قصد کیا۔ اور بلا اختیار اس کو لازم قرار دیا تو پھر بھی اگر کوئی ایسی چیز آجائے گی جس کی کوئی مثل نہیں تو اس کی قیمت لگائے گا۔ پھر اس کو طعام و صیام کے درمیان اختیار دیا جائے گا۔ پس اس طرح ماننے سے آیت کے مفہوم سے دوری لازم آتی ہے۔ ذرا آیت کے اس حصہ او کفارة طعام مساکین او عدل ذلک صیامہ پر غور کرو تینوں چیزوں میں اختیار کیسے ہوا۔ اور اس کے لئے قیمت کو تسلیم کرنے کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں۔ ہذیاً یہ بحکم بہ کی ضمیر سے حال ہے تقدیر عبارت یہ ہے بحکم بہ فی حال الہدی ہدی ہونے کی حالت میں وہ اس کا فیصلہ کریں۔ بلغ الکعبۃ یہ ہذیاً کی صفت ہے کیونکہ اس کی اضافت غیر حقیقی ہے۔ اور اس کا معنی اس کا کعبہ میں پہنچنا۔ تاکہ حرم میں ذبح کیا جائے۔ باقی صدقہ و جہاں چاہے کیا جاسکتا ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں صدقہ بھی حرم میں ہی ہوگا۔

نحو و قراءت:

اَوْ كَفَّارَةٌ اس کا عطف جزاء پر ہے۔ طعام۔ یہ کفَّارَةٌ سے بدل ہے، یا پھر مبتداء محذوف کی خبر سے یعنی۔ ہی طعام۔ قراءت او کفارة طعام بر طریق اضافت مدنی اور شامی نے پڑھا ہے۔ یہ اضافت تبیین مضاف کیلئے ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا او کفارة من الطعام۔ مسکین جیسا کہا جاتا ہے خاتم فضة ای من فضة۔ اَوْ عَدْلُ اس کو عین کے کسرہ کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے فراء رحمہ اللہ نے کہا العدل جو کسی چیز کے معادل ہو۔ مگر اس کی جنس سے نہ ہو۔ مثلاً روزہ اور طعام العدل اس کی جنس میں سے اس کا ہم مثل ہو۔ اسی سے عدل آجمل ہے۔ کہا جاتا ہے عندی غلام عدل غلام کسرہ کے ساتھ جب کہ ان کی جنس ایک ہو۔ پس اگر دونوں کی قیمت تو ایک جیسی ہو۔ مگر جنس ایک نہ ہو تو کہا جائے گا۔ هو عدل غلام عین کے فتح کے ساتھ۔ ذلک کا مثلاً الیہ طعام ہے۔ صیاماً یہ تمیز ہے جیسے لی مثله رجلاً۔ اس میں اختیار قاتل کو ہوگا۔ امام محمدؒ کے نزدیک اختیار حکمین کہ ہوگا۔ تَبْذُوقٌ وَبَالَ اَمْرِهِ یہ ہجڑاء سے متعلق ہے مطلب یہ ہے اس پر لازم ہے کہ وہ بدلہ دے یا کفارہ ادا کرے تاکہ احرام کی جگہ عزت کا انجام وہ چکھ لے الوبال ناپسندیدگی اور نقصان جو اس برے عمل کے انجام پر اسکو ملا کیونکہ اسکا بوجھ تو اسی پر ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فاخذناہ اخذاً وَبِیْلَا (المزل آیت ۱) میں اخذ و بیل کا معنی ثقل شدید ہے۔ اور الطعام الوبیل اس کو کہتے ہیں جو معدہ پر بوجھل ہو۔ جلد ہضم نہ ہو۔ پس چنی کو وبال فرمادیا گیا۔ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ اللّٰهُ تعالیٰ نے تمہیں معاف کر دیا۔ وہ شکار جو حرمت سے قبل تم سے ہوا تھا۔ وَمَنْ عَادَ جو آدمی تحریم کے بعد پھر قتل صید کا مرتکب ہو یا اس احرام میں دوبارہ ارتکاب کیا۔ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ اللّٰهُ تعالیٰ اس سے انتقام لیں گے سزا کے ساتھ۔ **مَحْجُوزٌ** : یہ خبر ہے اس کا مبتداء محذوف ہے تقدیر

جَعَلَ اللَّهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَمًا لِلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ

”کعبہ جو احترام والا گھر ہے اللہ نے اسے لوگوں کے قائم رہنے کا سبب قرار دیا ہے اور حرمت والے مہینہ کو اور ہدی کے جانوروں کو اور ان کے گلے

وَالْقَلَائِدَ ۚ ذَٰلِكَ لِتَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي

میں جو پٹے پڑے ہوں ان سب کو لوگوں کے قائم رہنے کا ذریعہ بنایا ہے یہ اس لئے کہ تم جان لو کہ بلاشبہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ

الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿٩٧﴾ اَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ

زمین میں ہے اور بے شک اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے تم جان لو! کہ بلاشبہ اللہ سخت عذاب

الْعِقَابِ وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٩٨﴾ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ۚ وَاللّٰهُ

والا ہے اور اللہ بلاشبہ بخشنے والا مہربان ہے رسول ﷺ کے ذمہ صرف پہنچانا ہے اور اللہ

يَعْلَمُ مَا تَبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ﴿٩٩﴾

جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو چھپاتے ہو۔“

عبارت یہ ہے فَهُوَ يَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ۔ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ اللّٰهُ تعالیٰ احکام کو لازم کرنے میں زبردست ہیں۔ ذُوْا نِقَامٍ اس سے انتقام لینے والے ہیں۔ جو حدود اسلام سے تجاوز کرنے والا ہو۔

سمندری شکار کی حلت:

آیت ۹۶: اِحْلَلْ لَّكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ۔ (حلال کیا گیا تمہارے لئے سمندری شکار) سمندری شکار جس کا کھانا حلال ہے اور وہ بھی جس کا کھانا حلال نہیں۔ وَطَعَامُهُ اور وہ جو اس کے شکار میں سے کھایا جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے تمام سمندری شکاروں سے انتفاع تمہارے لئے حلال ہے اور اس میں سے جو کھایا جاتا ہے اس کا کھانا درست ہے اور وہ فقط مچھلی ہے۔ مَتَاعًا لَّكُمْ یہ مفعول لہ ہے یعنی اس کو تمہارے نفع اٹھانے کے لئے حلال کر دیا گیا۔ وَلِلسَّيَّارَةِ اور مسافروں کے لئے مطلب یہ ہے کہ اس کا کھانا تمہارے فائدہ کے لئے حلال کیا گیا۔ تاکہ رہائشی تو تازہ کھائیں اور مسافروں کے لئے بھی۔ تاکہ وہ زادراہ کے طور پر ٹکڑے بھون کر ساتھ لے جائیں۔ جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے خضر علیہ السلام سے ملاقات کے لئے مچھلی بھون کر بطور توشہ ساتھ لی تھی۔ وَحُرْمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ اور خشکی کا شکار حرام کر دیا گیا۔ صید بر، وہ ہے جو خشکی پر بچے دے خواہ بعض اوقات پانی میں رہے۔ مثلاً بطخ یہ خشکی کا جانور ہے کیونکہ یہ خشکی پر بچے دیتا ہے اور دریاد سمندر اس کی چراگاہ ہے۔ جیسا کہ لوگوں کے لئے تجارت گاہ ہے۔ مَا دُمْتُمْ حُرْمًا جب تک احرام میں ہو۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ حرم میں شکار نہ کرو۔ یا احرام کی حالت میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور شکار نہ کرو۔ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ اسی کی طرف تم اٹھائے جاؤ گے۔ پس وہ تمہارے اعمال کے مطابق بدلہ دے گا۔

کعبہ لوگوں کی بقاء کا سبب ہے:

آیت ۹۷: جَعَلَ اللَّهُ الْكُعْبَةَ بَعْلَ يَهَا صَبْرَ كَعْنِي مِيْلَ هِي۔ الْبَيْتَ الْحَرَامَ۔ (اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو جو حرمت والا گھر ہے لوگوں کے باقی رہنے کا سبب بنایا) **مَحْجُورٌ**: یہ کعبہ سے بدل ہے یا عطف بیان ہے۔ قیاماً مفعول ثانی ہے یا جَعَلَ، خَلَقَ کے معنی میں ہے اور قیاماً حال ہے۔ قِيَامًا لِلنَّاسِ ان کے دین میں بلندی کا ذریعہ اور معاش اور معاد میں سرفرازی ہے۔ اس لئے کہ اس سے ان کے حج و عمرہ کے معاملات پورے ہوتے اور قسم قسم کے منافع میسر ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ بیت اللہ کو اگر ایک سال چھوڑ دیں تو ان کو مہلت نہ دی جائے اور نہ وہ مؤخر کیے جائیں۔ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وہ مہینہ جس میں افعال حج کرتے ہیں۔ اور وہ ذی الحجہ ہے کیونکہ تمام مہینوں میں حج کے قائم کرنے کا جو اس کو موسم بنایا اس میں ایک عظمت ہے جس کو اللہ تعالیٰ جانتے ہیں۔ یا اس سے جنس اشہر حرم یعنی رجب ذوالقعدہ ذوالحجہ محرم مراد ہیں۔

وَالْهَدْيِ وہ جانور جو مکہ کی طرف بطور نیاز کعبہ بھیجا جائے۔ وَالْقَلَادِجِ جس جانور کو قلابہ ڈالا گیا ہو۔ اور وہ اونٹ ہے۔ اس میں ثواب زیادہ ہے۔ اور حج کی رونق اس سے زیادہ ہے۔ ذَلِكَ اس کا مشاڑ الیہ کعبہ کا قیام للناس بنانا ہے یا حرمت احرام کی حفاظت شکار کو ترک کر کے وغیرہ لِتَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ تاکہ تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ ان چیزوں کی مصلحتوں سے واقف ہیں۔ جو آسمان و زمین میں پائی جاتی ہیں۔ اور وہ کیسے نہ جانے وہ تو ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

تَفْسِيْرُ آيَةِ ۹۸:

اَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ۔ (تم جانو! اللہ تعالیٰ سخت بدلہ لینے والے ہیں) اس شخص سے جو حرم یا احرام کی تذلیل کرے۔ وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ اور اس کے گناہوں کو بخشتے والا ہے جو ان عظیم مشاعر کی توقیر کرتا ہے۔ رَحِيْمٌ رحم کرنے والے ہیں۔ اس جنایت کرنے والے پناہ گزین پر جو بلد حرام میں پناہ لے۔

رسول کا فریضہ پیغام کو مکمل پہنچانا ہے:

آیت ۹۹: مَا عَلَيَّ الرَّسُوْلُ اِلَّا الْبَلٰغُ۔ (رسول پر صرف پہنچا دینا ہے) جس بات کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اس کے لزوم پورا پورا کرنے میں تشدید کی گئی ہے۔ کہ رسول تو اپنے ذمہ جو تبلیغ تھی اس سے فارغ ہو چکا اور تم پر حجت تام ہو چکی اور اطاعت فرض ہو گئی اب اس میں کوتاہی کرنے کے لئے تمہارے پاس کوئی عذر نہیں۔

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَبَدُّوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ : اور اللہ جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو چھپاتے ہو۔

قُلْ لَا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيثِ ۚ فَاتَّقُوا

”آپ فرما دیجئے کہ خبیث اور طیب برابر نہیں ہیں اگرچہ اے مخاطب! تجھے خبیث کی کثرت بھلی معلوم ہوتی ہو۔ سو اے

اللہ یا ولیّ الألباب لعلمکم تفلحون ﴿۱۰﴾ یٰۤاَيُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْأَلُوْا

عقل والو! اللہ سے ڈرو۔ تاکہ کامیاب ہو جاؤ۔“ اے ایمان والو! ایسی چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرو کہ

عَنْ اَشْیَآءٍ اِنْ تُبَدِّلَ لَکُمْ تَسْؤُکُمْ ۚ وَاِنْ تَسْأَلُوْا عَنْهَا حِیْثُ یُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ

اگر تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تم کو ناگوار ہوں اور اگر تم ان کے بارے میں اس وقت سوال کر دے جس وقت قرآن نازل ہو رہا ہو تو وہ

تُبَدِّلَ لَکُمْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا ۚ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ ﴿۱۱﴾ قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ

تمہارے لئے ظاہر کر دی جائیں گی اللہ نے ان کے بارے میں معافی دیدی اور اللہ بخشنے والا ہے۔“ ایسی ہی باتیں تم سے پہلے بھی لوگ پوچھ

قَبْلَکُمْ ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا کٰفِرِیْنَ ﴿۱۲﴾

چکے ہیں پھر جلدی وہ ان کے منکر ہو گئے

اللہ نے خبیث و طیب کو ایک جیسا نہیں بنایا:

آیت ۱۰: قُلْ لَا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ۔ (کہہ دیں خبیث اور طیب برابر نہیں) جب اس بات کی اطلاع دے دی کہ وہ جو کچھ چھپاتے ہیں۔ اور ظاہر کرتے ہیں سب کو جاننے والا ہے تو اب ذکر کر دیا کہ ان میں خبیث اور طیب برابر نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ ان کے درمیان امتیاز و فرق کر دے گا۔ پس خبیث (کافر) کو مزادے گا اور طیب (مسلم) کو بدلہ دے گا۔ وَلَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيثِ فَاتَّقُوا اللَّهَ اگرچہ طیب قلیل ہو مگر اس کو ترجیح دو۔ خبیث پر خواہ ان کی کثرت ہو۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ہر حلال و حرام کے متعلق ہے۔ اور لوگوں میں سے ردی اور عمدہ کے بارے میں ہے۔ یا ولیّ الألباب اے خالص عقل والو۔ لعلمکم تفلحون تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

بیجا سوالات کی ممانعت:

آیت ۱۱: اِنَّ شَانَ لِّذٰلِکَ: لوگ امتحان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض چیزوں کا سوال کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ یا ایُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْأَلُوْا عَنْ اَشْیَآءٍ۔ (اے ایمان والو! مت سوال کرو ان چیزوں کے متعلق اگر وہ ظاہر کر دی جائیں تمہیں بری لگیں)

نحو و صرف:

خلیل و سیبویہ اور جمہور بصریین نے کہا کہ اصل اشیاء کی شیناء دو ہمزہ جن کے درمیان الف ہے اور وہ فعلاء کا وزن بنا۔ لفظ شئی اس کا ہمزہ تانیث کا ہے۔ اس لئے یہ حمراء کی طرح منصرف نہیں ہے یہ لفظاً مفرد ہے۔ معنی کے لحاظ سے جمع ہے۔ جب دو جمع ہونے والے ہمزہ ثقیل ہوئے تو لام کلمہ والا ہمزہ مقدم کر دیا۔ اور شین سے پہلے لائے پس اس کا وزن افعاء بن گیا۔ اور جملہ شرطیہ اور معطوفہ اشیاء کی صفت ہے وہ ان تَبَدَّلْكُمْ تَسْوُكُمْ وَاِنْ تَسْأَلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنْزَلُ الْقُرْآنُ تَبَدَّلْكُمْ ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے اگر تم ان تکالیف صعبہ کے متعلق وحی کے زمانہ میں سوال کرو گے اور وہ زمانہ جب تک رسول تم میں موجود ہیں تو تمہیں وہ تکالیف ظاہر کر دی جائیں گی۔ اور وہ تمہیں بری لگیں گی۔ اور غم میں مبتلا کریں گی۔ اور وہ تم پر گراں گزرے گی۔ اور تمہیں ان کے اٹھانے کا حکم دیا جائے گا۔ تو تم اعراض کرو گے۔ تو اللہ تعالیٰ اس میں کمی پر ناراض ہونگے۔ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا جواب تک سوال کر لیے وہ معاف کر دیئے دوبارہ ایسے سوال نہ کرنا۔ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ اللہ تعالیٰ بخشنے والے حوصلہ والے ہیں۔ وہ انداز کے بعد تم کو سزا دیں گے۔

ایسے مسائل انکار پر منتج ہوتے ہیں:

آیت ۱۰۲: قَدْ سَأَلَهَا اس میں ضمیر اشیاء کی طرف نہیں لوٹی۔ تاکہ عن سے متعدی کرنا پڑے۔ بلکہ اس مسئلہ کی طرف راجع ہے یعنی اس مسئلہ کا سوال کیا۔ قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ تم سے پہلوں نے۔ ثُمَّ أَصْبَحُوا بِهَا پھر اس کے سبب سے ہو گئے۔ كٰفِرِيْنَ اِنْكَارِی جیسا کہ بنی اسرائیل کے متعلق معروف ہے۔

مَا جَعَلَ اللَّهُ مِنْ بَحِيرَةٍ وَلَا سَائِبَةٍ وَلَا وَصِيلَةٍ وَلَا حَامٍ ۚ وَلَكِنَّ

”اللہ نے مقرر نہیں فرمایا نہ کوئی بحیرہ اور نہ کوئی سائبہ اور نہ کوئی وصیلہ اور نہ کوئی حام“ لیکن

الَّذِينَ كَفَرُوا يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ ۚ وَكَثُرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ۝۱۳

جن لوگوں نے کفر اختیار کیا وہ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں اور ان میں اکثر وہ ہیں جو سمجھ نہیں رکھتے۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَى مَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ قَالُوا حَسْبُنَا مَا

”اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا اور رسول کی طرف“ تو کہتے ہیں کہ ہمیں وہ کافی ہے

وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا ۚ أُولَٰئِكَ كَانُوا لَنَا هُدًى ۚ وَكُنَّا عَلَيْكُمْ تَأَذُّبًا مِمَّا

جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا۔ کیا باپ دادوں کے پیچھے چلیں گے اگرچہ ان کے باپ دادے کچھ بھی نہ جانتے ہوں اور ہدایت پر نہ ہوں۔

يَأْتِيهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مِّنْ ضَلُّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ ۚ إِلَى

”اے ایمان والو! اپنی جانوں کی فکر کرو“ جو شخص گمراہ ہو گا وہ تمہیں ضرر نہ دے گا جب کہ تم ہدایت پر ہو گے“ بے شک

اللَّهُ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝۱۴

اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر جاتا ہے پھر وہ تم کو ان سب کاموں سے باخبر کر دے گا جو تم کیا کرتے تھے“

محرمات جاہلیت کی تردید:

آیت ۱۰۳: مَا جَعَلَ اللَّهُ مِنْ بَحِيرَةٍ وَلَا سَائِبَةٍ وَلَا وَصِيلَةٍ وَلَا حَامٍ۔ (اللہ تعالیٰ نے کوئی بحیرہ سائبہ وصیلہ و حام مقرر نہیں کئے) اہل جاہلیت میں یہ رواج تھا کہ جب کوئی اونٹنی پانچ بچے جن لیتی جن میں آخری نہ ہو تو اس اونٹنی کا کان چیر کر اس کو بحیرہ بنادیتے (بحیرہ کان چیری ہوئی) اور نہ اس کو کسی چراگاہ یا پانی سے ہٹایا جاتا۔ ایسی اونٹنی کا نام بحیرہ تھا۔ ان کا رواج یہ تھا۔ آدمی کہتا کہ اگر میں سفر سے واپس لوٹ آیا یا مرض سے صحت یاب ہو گیا تو میری اونٹنی سائبہ ہے اس کو بحیرہ کی طرح کر دیتے۔ نہ سواری کرتے نہ نفع اٹھاتے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب آدمی اپنا غلام آزاد کرتا تو کہتا کہ میرا غلام سائبہ ہے۔ اب اس غلام اور اس کے درمیان نہ میراث نہ عقل و دیت۔ اسی طرح بکری سات بچے جنتی اگر ساتواں بچہ نہ ہوتا تو اس کو مرد کھاتے اگر مونث ہوتی اس کو بکریوں میں چھوڑ دیتے۔ اگر جوڑا نہ ہو تو کہتے کہ یہ اپنے بھائی سے ملی ہے پس الوصلہ بمعنی واصلہ ہے جڑواں پیدا ہونے والی بکری اسی طرح اگر کسی نہراونٹ سے دس بطن گا بھن ہوتے تو وہ کہتے اس کی پشت گرم ہے اس پر سواری نہ کی جائے اور نہ اس پر بوجھ لاد جائے۔ اور اس کو پانی اور چراگاہ سے نہ روکا جائے۔ اور ما جعل کا معنی اللہ تعالیٰ نے مشروع نہیں قرار دیا۔ اور نہ اس کا حکم

دیا۔ وَلَٰكِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا (لیکن وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا) اس کی تحریم کر کے جو انہوں نے حرام قرار دیا۔ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ (وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے والے ہیں)۔ اس لئے کہ اس تحریم کی نسبت اس کی طرف کرتے ہیں۔ وَكَثَرَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ (اور ان کی اکثریت بے عقل ہے)۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے ان کو حرام نہیں کیا۔ اکثریت سے مراد عوام ہیں۔

آبائی تقلید میں وحی سے انکار:

آیت ۱۰۴: وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنزَلَ اللَّهُ وَإِلَىٰ الرَّسُولِ۔ (جب ان کو کہا جاتا ہے آؤ اس کی طرف جو اللہ نے اتارا اور رسول کی طرف) یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف آؤ۔ اس طرح کہ یہ چیزیں حرام نہیں ہیں۔ اور اس کے رسول کی طرف آؤ۔ قَالُوا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا یعنی ہمارے لیے یہی کافی ہے۔ **مُحْجَمٌ**: حسبنا مبتداء اور ما وجدنا خبر ہے۔ اور ما، الذی کے معنی میں ہے۔ اور وَاوْأَوَّلُوْكَانَ آبَاؤُهُمْ میں حال کے لیے ہے۔ لَا يَعْلَمُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ اقتداء اس عالم کی درست ہے۔ جو صحیح راہ پانے والا ہو۔ اور اس کی ہدایت حجت و دلیل سے معلوم ہوگی۔

اہل عناد کے متعلق خود کو گھلانے (غمگین ہونے) کی ضرورت نہیں:

آیت ۱۰۵: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسُكُمْ۔ (اے ایمان والو! تم اپنی فکر کرو) انفسکم منصوب ہے علیکم کی وجہ سے اور علیکم اسمائے افعال میں سے ہے یعنی اپنے نفوس کی اصلاح کو لازم پکڑو۔ اس میں کاف اور میم موضع جر میں ہیں۔ کیونکہ اسم فعل وہ جار مجرور ہے۔ فقط علی اکیلا نہیں۔ لَا يَضُرُّكُمْ یہ جملہ مستانفہ ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے یا جواب او کی وجہ سے مجزوم ہے۔ اور راء کا ضمہ تو ضمہ ضاد کی اتباع میں دیا گیا ہے مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ مؤمن اپنی جانیں اہل عناد کفار پر گھلاتے اور ان کے اسلام میں داخل ہونے کی تمنا کرتے پس ان مسلمانوں کو کہا گیا عَلَيْكُمْ أَنْفُسُكُمْ تم اپنے نفوس کو لازم پکڑو۔ جن کی اصلاح کے تم ذمہ دار بنائے گئے ہو۔ لَا يَضُرُّكُمْ تمہیں ان کا گمراہ ہونا تمہارے دین سے نقصان نہیں دے گا۔ جبکہ تم ہدایت پر ہو۔ یہاں یہ مراد نہیں کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک کر دیا جائے۔ کیونکہ ان کا ترک قدرت کے باوجود جائز نہیں۔ اِلٰی اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا تم سب نے اللہ کی طرف لوٹنا ہے۔ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ پھر وہ تمہارے اعمال پر تمہیں بدلہ دے گا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا شَهَادَةُ بَيْنَكُمْ إِذَا أَحْضَرَ أَحَدُكُمْ الْمَوْتَ حِينَ

اے ایمان والو! جب تم میں سے کسی کو موت آنے لگے جبکہ وصیت کا وقت

الْوَصِيَّةِ اثْنَيْنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ أَوْ آخَرَيْنِ مِمَّنْ غَيْرُكُمْ إِنْ أَنْتُمْ

ہو تو دو وہی ہوں جو دیندار ہوں تم میں سے ہوں یا تمہارے علاوہ دوسری قوم سے ہوں اگر تم

ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَأَصَابَتْكُمْ مُصِيبَةُ الْمَوْتِ ۖ تَحْبِسُونَهُمَا

سفر میں گئے ہوئے ہو پھر تم کو موت کی مصیبت پہنچ جائے اگر تمہیں شک ہو تو ان دونوں کو

مِنْ بَعْدِ الصَّلَاةِ فَيُقْسِمُنِ بِاللَّهِ إِنْ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِي بِهِ ثَمَنًا وَلَوْ

نماز کے بعد روک لو پھر وہ اللہ کی قسم کھائیں کہ ہم اپنی قسم کے عوض کوئی قیمت نہیں لیتے اگرچہ

كَانَ ذَا قُرْبَىٰ ۖ وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ ۚ اللَّهُ إِنَّا إِذَا لَمِنَ الْإِثْمِينَ ۝۱۶

قربت دار ہو اور ہم اللہ کی گواہی کو نہیں چھپاتے بلاشبہ ایسا کرنے کی صورت میں ہم گناہگاروں میں شامل ہو جائیں گے۔

فَإِنْ عَثَرَ عَلَىٰ أَنَّهُمَا اسْتَحَقَّا إِثْمًا فَآخَرَيْنِ يَقُومُنِ مَقَامَهُمَا مِنَ

پھر اگر اس کی اطلاع ملے کہ وہ دونوں گناہ کے مرتکب ہو گئے تو ان کی جگہ ایسے دو آدمی کھڑے ہوں جو

الَّذِينَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْأَوْلَیْنِ فَيُقْسِمُنِ بِاللَّهِ لِشَهَادَتِنَا أَحَقُّ

ان لوگوں میں سے ہوں جن کے بارے میں پہلے وہ شخصوں نے گناہ کا ارتکاب کیا۔ یہ بعد والے شخص دو ہوں جو قریب تر ہوں سو یہ دونوں اللہ کی قسم کھائیں کہ واقعی ہماری گواہی ان دونوں کی

مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا عَدَدَيْنَا ۖ إِنَّا إِذَا لَمِنَ الظَّالِمِينَ ۝۱۷ ذٰلِكَ

گواہی کے مقابلہ میں زیادہ درست ہے اور ہم نے تجاوز نہیں کیا۔ اگر ہم ایسا کریں تو بیشک ہم ظلم کرنے والوں میں شمار ہوں گے یہ

أَدْنَىٰ أَنْ يَأْتُوا بِالشَّهَادَةِ عَلَىٰ وَجْهِهَا أَوْ يَخَافُوا أَنْ تُرَدَّ أَيْمَانٌ

قریب تر ہے کہ وہ گواہی کو صحیح طریقے پر ادا کریں۔ یا اس بات سے ڈر جائیں کہ ان کی قسموں کے بعد ان پر پھر قسمیں لوٹا دی

بَعْدَ أَيْمَانِهِمْ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۖ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۝۱۸

جائیں گی اور اللہ سے ڈرو اور سنو اور اللہ فاسق قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

اقعہ تمیم وعدی:

سَنَانُ نَزْوَالٍ: آیت ۱۰۶: روایت میں آیا ہے کہ عمرو بن عاص کے مولیٰ بدیل رضی اللہ عنہ شام کی طرف ایک سفر پر نکلے۔ یہ مہاجرین میں سے تھے۔ تمیم وعدی جو دونوں نصرانی تھے وہ ان کے ساتھ تھے۔ حضرت بدیل بیمار ہوئے انہوں نے ایک پرچہ لکھا جس میں اپنے سارے سامان کا اندارج کیا۔ اور اس کو سامان میں رکھ دیا۔ اور اس رقعہ کی اطلاع اپنے ساتھیوں کو نہ دی۔ اور ان کو وصیت کی کہ یہ سامان میرے گھر دے دینا۔ وہ فوت ہو گئے انہوں نے ان کے سامان کو ٹولا اور ایک چاندی کا پیالہ اس میں سے لے لیا۔ بدیل کے اہل و عیال نے پیالہ نہ پایا تو ان سے پیالہ کا مطالبہ کیا۔ تو انہوں نے انکار کر دیا انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مقدمہ پیش کیا۔ پس یہ آیت اتری: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا شَهَادَةُ بَيْنَكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدُكُمُ الْمَوْتُ حِينَ الْوَصِيَّةِ اثْنَانِ - (اے ایمان والو! جب تم میں سے کسی کو موت آنے لگے تو وصیت کے وقت دو آدمیوں کو گواہ کر لیا کرو)۔

نحوی تحقیق:

مَنْحُورٌ: اثنان شہادۃ مبتداء کی خبر ہے اور شہادۃ کو مقدر ماننا پڑے گا۔ شہادۃ بینکم شہادۃ اثنین یا اثنان شہادۃ بینکم کا فاعل ہے۔ تقدیر یہ ہے فیما فرض علیکم ان یشہد اثنان اور بین میں وسعت ہے اس کی طرف مصدر کی اضافت ہو سکتی ہے۔ اذا حضر یہ شہادت کا ظرف ہے اور حین الوصیۃ اس کا بدل ہے۔ اور اس کے بدل ہونے سے وصیت کے وجوب کی دلیل بنتی ہے۔ کیونکہ حضور موت تو تکوینی معاملہ ہے اور حین الوصیۃ اس سے بدل ہے پس وہ وجود وصیت پر دلالت کرتا ہے پس اگر وہ بلا اختیار پائی جائے تو ابتلاء ساقط ہو جاتا ہے پس اس کو وجوب میں منتقل کر دیا۔ حضور موت سے موت کو جھانکنا اور مدت مقررہ کے پہنچنے کی علامات کا ظاہر ہونا ہے۔ ذَوَا عَدْلٍ یہ اثنین کی صفت ہے۔ مِنْكُمْ سے مراد قرابت دار کیونکہ وہ میت کے حالات سے خوب واقف ہوتے ہیں۔ اَوِ الْاٰخِرَانِ یہ اثنان پر عطف ہے۔ مِنْ غَيْرِكُمْ جو اجنبی ہو۔ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ جب تم سفر میں ہو۔ انتم فاعل ہے بعد والا فعل ظاہر اس کی تفسیر کر رہا ہے۔ فَاصَابَتْكُمْ مُصِیْبَةُ الْمَوْتِ یا منکم سے مراد مسلمانوں میں سے اور من غیر کم سے مراد ذمی۔ بعض نے کہا کہ یہ منسوخ ہے اس لیے کہ ذی کی گواہی مسلمان کے خلاف درست نہیں۔ شروع اسلام میں مسلمانوں کی تعداد کم ہونے کی وجہ سے جائز تھی۔ تَحْبِسُوْنَهُمَا تم ان دونوں کو حلف کے لیے کھڑا کرو۔ مَنْحُورٌ: یہ جملہ متانفہ ہے۔ یا یہ او الْاٰخِرَانِ میں من غیر کم کی صفت ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہوگی: اَوِ الْاٰخِرَانِ من غیر کم محبوسان اور ان انتم ضربتم فی الارض فاصابتکم مصیبة الموت یہ صفت اور موصوف کے درمیان جملہ معترضہ ہے۔ مِنْ بَعْدِ الصَّلٰوةِ یعنی عصر کی نماز کے بعد کیونکہ یہ لوگوں کے اجتماع کا وقت ہے اور حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عصر کے بعد یا ظہر کے بعد کیونکہ اہل حجاز فیصلوں کے لیے ان دونوں کے بعد کھڑے ہوتے تھے۔ اور حدیث بدیل رضی اللہ عنہ میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے عصر کی نماز ادا فرمائی اور وعدی اور تمیم کو بلایا۔ منبر کے پاس ان سے حلف طلب کیا۔ دونوں نے حلف اٹھایا۔ پھر وہ برتن مکہ میں مل گیا۔ تو ذکا ندر نے کہا کہ ہم نے تمیم اور وعدی سے خریدا ہے۔

(ترمذی: ۳۰۵۹)

نکات:

الا اولین کہا کیونکہ شہادۃ بینکم میں ان کا تذکرہ پہلے ہوا۔ فَيُقْسَمِينَ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتِنَا اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا ہماری قسم قبول کیے جانے کی زیادہ مستحق ہے۔ ان دونوں وصیوں کی قسم سے جنہوں نے خیانت کی ہے۔ وَمَا اَعْتَدْنَا اور ہم نے اپنی قسم میں حق سے تجاوز نہیں کیا۔ اِنَّا اِذَا لَمِنَ الظَّالِمِينَ اگر ہم جھوٹی قسم اٹھائیں تو ہم اس وقت البتہ ظالموں میں سے ہونگے۔

آیت ۱۰۸: ذٰلِكَ يَـجْزِيكَ اللهُ بِمَا كُنْتَ تَعْمَلُ۔ اے اللہ! تو مجھے جس کا تذکرہ بیان حکم کے سلسلہ میں گزر رہا ہے اس کی زیادہ قریب ہے۔ اَنْ يَّاتُوْا کہ شہداء ادا کریں اس حادثہ کے مطابق بِالشَّهَادَةِ عَلٰی وَجْهِهَا جیسا کہ انہوں نے اٹھائی ہے بغیر کسی خیانت کے اس میں اَوْ يَخَافُوْا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانُهُمْ بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ یعنی دوسرے گواہوں کی قسم پختہ ہو جائے ان کی قسم اٹھانے کے بعد پس وہ رسوا ہوں اپنے جھوٹ کے ظاہر ہو جانے کے سبب وَ اتَّقُوا اللّٰهَ خِیَاۡتٍ مِّیۡنَ مَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوۡنَ اور جھوٹی قسم میں وَاَسْمِعُوۡا قُبُلَیۡتِ وَاَجَابَتِ وَالَاِسْمَاعِلِیُّنَ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیۡنَ جو کہ طاعت سے نکلنے والے ہیں۔

سوال: یہاں او کا کیا مطلب ہے؟

جواب: اس کا مطلب یہ ہے کہ زیادہ قریب تر بات ہے۔ کہ وہ گواہی کو حق و صدق سے ادا کریں۔ خواہ اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کی وجہ سے یا کم از کم شرم کے مارے۔ کہ رسوائی اور ذلت ہوگی۔ جب کل ان کی قسم جھوٹی نکل کر لوٹائی جائے گی۔

ایک سوال کا جواب:

سوال : معلوم ہوتا ہے کہ مدعی پر قسم کا رد کرنا درست ہے؟

جواب: اس واقعہ میں ورثاء نے دو نصرائیوں کے خلاف دعویٰ کیا تھا۔ جنہوں نے خیانت کی تھی۔ پھر انہوں نے قسم اٹھا دی۔ جب بعد میں ان کی قسم میں جھوٹ ظاہر ہو گیا تو ان دونوں نے اس مسروقہ پیالے کے متعلق شراء کا دعویٰ کر دیا۔ ورثاء نے انکار کر دیا پس قسم ورثہ پر شراء کے دعویٰ کا انکار کرنے کی وجہ سے آئی۔ (تو قسم مدعی علیہ ہی پر ہوئی نہ کہ مدعی پر)

يَوْمَ يَجْمَعُ اللَّهُ الرُّسُلَ فَيَقُولُ مَاذَا أُجِبْتُمْ ۖ قَالُوا لَا عِلْمَ لَنَا ۖ

”جس دن اللہ رسولوں کو جمع فرمائے گا، پھر ان سے سوال فرمائے گا تمہیں کیا جواب ملا وہ عرض کریں گے ہمیں کچھ علم نہیں۔“

إِذْ أَتَاكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ۝ إِذْ قَالَ اللَّهُ لِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ادْكُرْ

بلاشبہ آپ غیوب کو خوب جاننے والے ہیں۔ جب اللہ نے فرمایا کہ اے عیسیٰ بن مریم یاد کر

نِعْمَتِي عَلَيْكَ ۚ وَعَلَىٰ وَالِدَتِكَ ۖ إِذْ أَيَّدْتُكَ بِرُوحِ الْقُدُسِ ۖ

میرا نعمت جو تجھ پر ہے اور تیری والدہ پر جب کہ میں نے روح القدس کے ذریعہ تیری تائید کی

تَكَلَّمَ النَّاسُ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا ۖ وَإِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ

تو بات کرتا تھا گہوارہ میں اور بڑی عمر میں اور جبکہ میں نے تجھے تعلیم دی کتاب کی اور حکمت کی

وَالتَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ ۖ وَإِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِإِذْنِي

اور توریت کی اور انجیل کی اور جبکہ تو بناتا تھا مٹی سے پرندہ جیسی صورت میرے حکم سے

فَتَنْفَخُ فِيهَا فَتَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِي وَتُبْرِئُ الْأَكْمَةَ وَالْأَبْرَصَ بِإِذْنِي ۖ

پھر تو اس میں پھونک مار دیتا تھا تو وہ صورت پرندہ بن جاتی تھی میرے حکم سے اور تو اچھا کرتا تھا مادر زاد اندھے کو اور برص والے کو میرے حکم سے

وَإِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِي ۖ وَإِذْ كَفَنْتُ بَنِي إِسْرَءِيلَ عَنْكَ

اور جبکہ تو نکالتا تھا مردوں کو میرے حکم سے اور جبکہ میں نے بنی اسرائیل کو تجھ سے روک رکھا

إِذْ جِئْتَهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ إِنْ هَذَا إِلَّا

جبکہ تو ان کے پاس بلیں لے کر آیا ان لوگوں نے کہا جو کافر تھے کہ یہ نہیں ہے

سِحْرٌ مُّبِينٌ ۝

”جلا ہوا جادو۔“

آیت ۱۰۹: یَوْمَ يَذْكُرُوا مَحْذُوفٍ كِي وَجْهٍ مِّنْصُوبٍ هِيَ يَاحْذُرُوا مَحْذُوفٍ كِي وَجْهٍ هِيَ۔

منکرین کی توبیخ کیلئے انبیاء علیہم السلام سے سوال:

يَجْمَعُ اللَّهُ الرُّسُلَ فَيَقُولُ مَاذَا أُجِبْتُمْ۔ (جس دن اللہ تعالیٰ رسولوں کو جمع کرے گا پھر ان سے فرمائے گا تمہیں کیا

جواب ملا) یعنی وہ جواب جو تمہاری امتوں نے تمہیں دیا۔ جب کہ تم نے ان کو ایمان کی دعوت دی۔ دراصل یہ سوال ان لوگوں کی توخیخ کے لیے ہے۔ جنہوں نے انکار کیا۔ **نَحْنُ**: ماذا کا لفظ اجبتہم کی وجہ سے منصوب ہے۔ جیسے مصدر معنی کے لحاظ سے منصوب ہوتا ہے۔ ای اجابة أجبتہم۔ تو وہ کہیں گے قَالُوا لَا عِلْمَ لَنَا اِثْنِي قَوْمَ کے اخلاص کا۔ اس کی دلیل اِنَّكَ اَنْتَ عَلَامُ الْغُيُوبِ ہے یا ان چیزوں کو جاننے والا ہے جو انہوں نے ہمارے بعد ایجاد کیں اس کی دلیل: كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ (المائدة: ۱۱۷) ہے۔ یا یہ بات انبیاء بطور ادب کے کہیں گے۔ یعنی ہمارا علم تیرے علم کے ساتھ ساقط ہے۔ اور ڈھکا ہوا ہے اور چھپا ہوا ہے گویا کہ ہمیں علم ہے ہی نہیں۔

تذکرۃ انعامات:

آیت ۱۱۰: اِذْ قَالَ اللّٰهُ يَوْمَ يَجْمَعُ سَبَلٌ ہے۔ یعیسیٰ ابن مریم اذْکُرْ نِعْمَتِيْ عَلَیْكَ وَعَلٰی وَالِدَتِكَ۔ (اے عیسیٰ بن مریم! میری وہ نعمتیں یاد کرو جو تم پر اور تمہاری والدہ پر کیں) یعنی جب اس کو پاک اور تمام جہان کی عورتوں میں اس کو چنا۔ اِذْ اَيْدُتْکَ اس میں عامل نعمتی ہے ایدتک کا معنی میں نے تمہیں قوت دی۔ بِرُوحِ الْقُدُسِ جبریل کے ساتھ ان کی مدد کی۔ تاکہ ان پر رحمت ثابت ہو جائے۔ یا اس کلام کے ساتھ جس سے دین زندہ ہو۔ اور اس کی اضافت القدس کی طرف اس لیے ہے کیونکہ وہ پاکیزگی کا سبب ہیں۔ گناہ کی چنگاریوں سے۔ تَكَلَّمَ النَّاسُ فِي الْمَهْدِ یہ حال ہے یعنی تو ان سے کلام کرے گا بچپن کی حالت میں بطور اعجاز کے۔ وَكَهْلًا۔ تبلیغ کے طور پر۔ وَاِذْ عَلَّمْتُكَ۔ **نَحْنُ**: اس کا عطف اذ ایدتک پر ہے اور اسی طرح اذ تخلق اذ تخرج اور اس طرح اذ کففت اور اذ اوحیت۔ الْكِتَابَ لکھنا۔ وَالْحِكْمَةَ وہ کلام جو مضبوط و با صواب ہو۔ وَالتَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ تَخْلُقُ کا معنی تقدراً اندازہ کرنا۔ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ ایسی حالت جو پرندوں کی ہیئت جیسی تھی۔ بِاِذْنِيْ میرے آسان کر دینے کے ساتھ۔ فَتَنْفُخُ فِيْهَا اس میں ضمیر کاف کی طرف لوٹی ہے۔ کیونکہ وہ اس ہیئت کا بیان ہے۔ جس حالت پر عیسیٰ علیہ السلام ہناتے اور پھونک مارتے تھے۔ ضمیر اس ہیئت کی طرف نہیں لوٹی جو اس کی مضاف الیہ ہے کیونکہ وہ ان کی تخلیق سے نہ تھی۔ اسی طرح ضمیر فَتَكُونُ طَيْرًا بِاِذْنِيْ میں بھی۔ وَتَبْرِيْ الْاَكْمَامَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ کو تخلیق پر عطف کیا گیا۔ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰی قُبُورَ سے زندہ کر کے۔ بِاِذْنِيْ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے سام بن نوح اور دو مردوں اور ایک عورت اور ایک لونڈی کو زندہ کر کے نکالا۔ وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيْ اِسْرَآءِیْلَ عَنْكَ یعنی یہود جبکہ انہوں نے آپ کے قتل کا ارادہ کیا۔ اِذْ جُنَّتْهُمْ یہ کففت کا ظرف ہے۔ بِالْبَيِّنَاتِ فَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَا اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ۔

قرأت: حمزہ و علی نے ساحر پڑھا ہے۔

وَإِذَا أُوحِيَتْ إِلَى الْحَوَارِيِّينَ أَنْ آمِنُوا بِي وَبِرَسُولِي ۖ قَالُوا

”اور جب میں نے وحی کے ذریعہ حواریین کو حکم دیا کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ۔ انہوں نے کہا

أَمَّا وَاشْهَدْ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ﴿۱۱﴾ إِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ يَعْيسَى

کہ ہم ایمان لائے اور آپ گواہ ہو جائیں کہ بلاشبہ ہم فرماں بردار ہیں اور جب حواریوں نے کہا کہ اے عیسیٰ

ابْنُ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ أَنْ يُنْزِلَ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِّنَ

ابن مریم! کیا آپ کا رب یہ کر سکتا ہے کہ ہمارے اوپر آسمان سے خوان نازل

السَّمَاءِ ۚ قَالَ اتَّقُوا اللَّهَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿۱۲﴾ قَالُوا نُرِيدُ أَنْ نَأْكُلَ

فرما دے انہوں نے جواب میں فرمایا کہ اللہ سے ڈرو اگر تم مومن ہو۔ وہ کہنے لگے کہ ہم چاہتے ہیں کہ اس میں سے

مِنْهَا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُنَا وَنَعْلَمَ أَنَّ قَدْ صَدَقْتَنَا وَنَكُونُ عَلَيْهَا مِنَ

کھائیں اور ہمارے دل مطمئن ہو جائیں اور ہم اس بات کو جان لیں کہ آپ نے ہم سے سچ کہا ہے اور ہم اس پر

الشَّاهِدِينَ ﴿۱۳﴾ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً

گواہ ہو جائیں۔ عیسیٰ بن مریم نے عرض کیا کہ اے اللہ! جو ہمارا رب ہے ہم پر آسمان سے خوان نازل

مِّنَ السَّمَاءِ تَكُونُ لَنَا عَيْدًا أَلَوْنَا وَآخِرَنَا وَآيَةً مِّنكَ ۖ وَارْزُقْنَا

فرمادے جو ہمارے موجودہ لوگوں کے لئے اور بعد میں آنے والوں کے لئے عید ہو جائے اور آپ کی طرف سے ایک نشانی ہو جائے اور آپ ہمیں عطا فرمائیے!

وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ ﴿۱۴﴾ قَالَ اللَّهُ إِلَيْنَا مَنَزِلُهَا عَلَيْكُمْ ۖ فَمَنْ يَكْفُرْ بَعْدُ

آپ بہترین عطا فرمانے والے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں وہ خوان تم پر اتاروں گا اس کے بعد جو

مِّنْكُمْ فَإِنِّي أُعَذِّبُهُ عَذَابًا أَبَدًا ۚ أَعَذِّبُهُ أَحَدًا مِّنَ الْعَالَمِينَ ﴿۱۵﴾

ناشکری کرے گا تو بیشک میں اس کو ایسا عذاب دوں گا کہ ایسا عذاب جہانوں میں سے کسی کو بھی نہ دوں گا۔“

آیت ۱۱: وَإِذَا أُوحِيَتْ إِلَى الْحَوَارِيِّينَ خَواص یا چنے ہوئے۔ اَنْ آمِنُوا یعنی تم ایمان لاؤ۔ بِیْ وَ

بِرَسُولِي قَالُوا اَمَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُونَ یعنی تم گواہ ہو کہ ہم اخلاص برتنے والے ہیں ان کے ساتھ۔ جنہوں نے اپنے

چہروں کو سپرد کر دیا۔ فرمانبرداری بنا دیا۔

۱۵۷۵

حواریوں کا مطالبہ:

آیت ۱۱۲: اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ - (جب حواریوں نے کہا) یعنی اذکروا اذ۔ اس وقت کو یاد کرو۔ یَعِیْسٰی ابْنُ مَرْیَمَ اے عیسیٰ بن مریم! عیسیٰ منصوب ہے۔ کیونکہ اسکی حرکت ابن کی حرکت کے تحت ہے۔ مثلاً یازید بن عمرو۔ هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ كَرْدَے گا۔ یا کیا تیرا رب تیری بات مانے گا۔ اگر تو اس سے سوال کرے۔ استطاع اور اطاع ایک ہی معنی رکھتے ہیں۔ جیسے استجاب اور اجاب، هل تستطیع ربك علی ہل یعنی هل تستطیع سوال ربك پس مضاف حذف کر دیا۔ مطلب یہ ہے کہ تو اس سے سوال کریگا بغیر کسی رکاوٹ کے جو تمہیں سوال سے باز کر دے۔ اَنْ يَنْزِلَ عَلَيْنَا قُرْآنًا: مکی اور بصری نے یُنزِل پڑھا ہے۔ مَا يَدْرُءُ مِنَ السَّمَاءِ مَائِدَةً دستر خوان کو کہتے ہیں۔ جبکہ اس پر کھانا ہو۔ یہ مادہ سے لیا گیا ہے جس کا معنی دینا عطاء کرنا ہے گویا وہ عطا کرتا ہے اسکو جو اسکی طرف بڑھتا ہے۔ قَالَ اتَّقُوا اللَّهَ نَشَاطَات کے مطالبے میں اس کے بعد کہ معجزات ظاہر ہو چکے۔ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اسلئے کہ ایمان تقویٰ کو لازم کرتا ہے۔ آیت ۱۱۳: قَالُوْا نُرِيْدُ اَنْ نَّكُلَ مِنْهَا - (ہم اس سے کھانا چاہتے ہیں) یعنی بطور تبرک وَتَطْمَیْنٌ قُلُوْبُنَا اور یقین میں اضافہ ہو جائے جیسے ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: وَلٰكِنْ لِّيَطْمَیْنَنَّ قَلْبِي (البقرہ آیت: ۲۶۰)

مشاہدہ معجزہ اضافہ علم کیلئے:

وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا یعنی ہم کھلی آنکھوں آپ کی سچائی جان لیں۔ جیسا کہ ہم نے استدلال سے جانی ہے۔ وَنَكُوْنُ عَلَیْهَا مِنَ الشَّاهِدِيْنَ اس کا جو ہم نے آنکھوں سے دیکھا۔ ان لوگوں کے لیے جو ہمارے بعد آئیں گے۔ اس بناء پر کہ سوال اضافہ علم کے لیے تھا۔ تعنت کی بناء پر نہ تھا۔

نزولِ مائدہ کی دعا اور قبولیت:

آیت ۱۱۴: قَالَ عِیْسٰی ابْنُ مَرْیَمَ اللّٰهُمَّ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ تَكُوْنُ لَنَا عَیْدًا (عیسیٰ بن مریم نے عرض کی اے اللہ! اے ہمارے رب! تو ہم پر آسمان سے مائدہ اتار جو ہمارے لئے خوشی کا باعث ہو) اس کی اصل یا اللہ ہے پس یا اللہ کو حذف کر دیا اور اس کے عوض میم لگا دی رَبَّنَا یہ ندائے ثانی ہے۔ یعنی اسکے نزول کا دن ہمارے لیے عید کا دن بن جائے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ اتوار کا دن تھا۔ اسی وجہ سے نصاریٰ نے اس کو عید بنایا۔ العید لوٹنے اور خوشی کو کہتے ہیں۔ اسلئے کہا جاتا ہے کہ یوم عید پس اسکا معنی یہ ہے کہ وہ ہمارے لیے سرور و خوشی کا باعث ہو۔ لَا وَّلَآئَنَا وَ اٰخِرْنَا یہ لَنَا سے بدل ہے اور عامل کو دوبارہ لایا گیا ہے یعنی ان لوگوں کیلئے جو ہمارے زمانہ میں ہمارے اہل دین ہیں اور ان کیلئے جو ہمارے بعد آئیں گے یا اس سے پچھلے لوگ بھی کھائیں گے جیسے پہلوں نے کھائی یا پھر یہ ہم سے پہلے لوگوں اور پیروکاروں کیلئے ہونگی۔ وَ اٰیةٌ مِنْكَ مِیْرٰی نبوت کی صحت پر پھر اسکو اپنے اس ارشاد سے اور مضبوط کیا۔ وَارْزُقْنَا وَ اَنْتَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ اور تو ہمیں دے جو ہم نے تجھ سے مانگا ہے۔ اور آپ سب سے بہتر دینے والے ہیں۔

آیت ۱۱۵: قَالَ اللّٰهُ اِنِّیْ مُنْزِلُهَا عَلَیْكُمْ۔ منزلہا یہ تشدید کے ساتھ مدنی اور شامی اور عاصم نے پڑھا ہے۔ اتارنے کا وعدہ فرمادیا اور ان پر ایک شرط یہ کہہ کر عائد کر دی۔ فَمَنْ یَّکْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ (جو ناشکری کرے گا تم میں سے اس کے اتارے جانے کے بعد) فَاِنِّیْ اُعَذِّبُہٗ عَذَابًا۔ (تو بے شک میں اُس کو ایسا عذاب دوں گا) یعنی عذاب دینا۔ یہ سلام بمعنی تسلیم کی طرح ہے اور،

وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يُعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلَهَيْنِ

اور جب اللہ کا فرمانا ہو گا کہ اے عیسیٰ بن مریم! کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ تم مجھے اور میری ماں کو اللہ کے

مِنْ دُونِ اللَّهِ ۚ قَالَ سُبْحَانَكَ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقِّ ط بَلْ أَنْ

سوا وہ معبود بنا لگا ہو عرض کریں گے میں آپ کی پاکی بیان کرتا ہوں۔ میرے لئے یہ بات زیبا نہیں ہے کہ لہی بات کہوں جس کے کہنے کا مجھے کئی حق نہیں۔ اگر

كُنْتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ ۚ تَعَلَّمْ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ ط إِنَّكَ

میں نے کہا ہوتا تو وہ آپ کو معلوم ہوتا۔ آپ جانتے ہیں جو میرے جی میں ہے اور میں وہ نہیں جانتا جو آپ کے علم میں ہے۔ بے شک

أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ۝ مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ أَنْ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَ

آپ غیوب کے جاننے والے ہیں۔ میں نے ان سے سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہا جو آپ نے مجھے علم فرمایا کہ عبادت کرو اللہ کی جو میرا رب ہے اور

رَبِّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتُ أَنْتَ

تمہارا رب ہے اور میں ان کے بارے میں باخبر تھا جب تک میں ان میں موجود تھا۔ پھر جب آپ نے مجھے اٹھا لیا تو آپ ہی

الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنْتَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝ إِنَّ تَعَذِّبُهُمْ فَإِنَّهُمْ عَبْدُكَ ۚ

ان کے نگران تھے اور آپ ہر چیز پر مطلع ہیں۔ اگر آپ ان کو عذاب دیں تو بے شک وہ آپ کے بندے ہیں

وَأِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ قَالَ اللَّهُ هَذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصَّادِقِينَ

اور اگر آپ ان کی مغفرت فرما دیں تو بلاشبہ آپ زبردست ہیں حکمت والے ہیں۔ اللہ کا ارشاد ہو گا یہ وہ دن ہے جس میں سچوں کو ان کی سچائی

صِدْقُهُمْ ۚ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ط رَضِيَ

نفع دے گی ان کے لئے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے

اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ۚ ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ لِلَّهِ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے یہ بہت بڑی کامیابی ہے اور اللہ کے لئے ہے ملک آسمانوں کا اور زمین کا

وَمَا فِيهِنَّ ۚ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

اور جو ان کے درمیان ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اعذابہ میں ضمیر مصدر کے لیے ہے اور اگر عذاب سے وہ مراد لیا جائے جس سے عذاب دیا جاتا ہے تو با کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ لَا أُعَذِّبُهُ أَحَدًا مِّنَ الْعَالَمِينَ (کہ ایسا عذاب جہانوں میں کسی کو بھی نہ دوں گا) حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مائدہ نہیں اترتا۔ اگر وہ اترتا تو قیامت تک کے لیے یوم عید بن جاتا۔ کیونکہ فرمایا۔ وَالْآخِرُ نَا۔ مگر صحیح بات یہ ہے کہ وہ دسترخوان نازل ہوا۔ وہب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے دسترخوان اترتا۔ اوپر سے ڈھکا ہوا۔ اس کو ملائکہ اڑا کر لائے۔ اس پر گوشت کے علاوہ ہر کھانا تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ اس دسترخوان پر جو چاہتے پالیتے تھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ ان پر صبح و شام اترتا تھا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے خصوصی سوال :-

آیت ۱۱۶: وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يٰعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَ أَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّي إِلَهَيْنِ مِنْ دُونِ اللَّهِ - (اور جب اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اے عیسیٰ بن مریم! کیا تم نے لوگوں کو کہا کہ وہ تمہیں اور تمہاری ماں کو اللہ کے سواء دو معبود بنالیں) جمہور اس بات پر ہیں کہ یہ سوال عیسیٰ علیہ السلام سے قیامت کے دن ہوگا۔ اس کی دلیل آیت کا سیاق و سباق ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ خطاب ان کو اس وقت کیا گیا۔ جب ان کو آسمان پر اٹھایا گیا اس کی دلیل اذ ہے۔ قَالَ سُبْحَنَكَ تَوَپَاک ہے اس بات سے کہ تیرا کوئی شریک ہو۔ مَا يَكُونُ لِيْ میرے لیے یہ مناسب نہیں۔ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقِّ کہ میں ایسی بات کہوں جس کے کہنے کا مجھے حق نہیں۔ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ اگر یہ بات صحیح ہے کہ میں نے گزشتہ زمانہ میں کہی تھی۔ تو تو اس کو جانتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مجھے معذرت کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ تو جانتا ہے کہ میں نے یہ نہیں کہی۔ اگر میں نے کہی ہوتی تو تو اس کو جانتا کیونکہ تو تعلم مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَا اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ جانتا ہے جو میری ذات میں ہے۔ میں آپ کی ذات میں جو کچھ ہے نہیں جانتا۔ نفس اشی ذات و حقیقت کو کہا جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ تو میرے معلوم کو جانتا ہے۔ مگر میں تیرے معلوم کو نہیں جانتا اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ یہ دونوں جملوں کو اکٹھا پختہ کیا گیا کیونکہ جو کچھ نفوس میں ہے وہ من جملہ غیوب میں سے ہے۔ اس لیے کہ جو علام الغیوب جانتا ہے اس کی طرف کسی کا علم نہیں پہنچتا۔

جواب عیسوی:

آیت کے ا: مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَّا أَمَرْتَنِي بِهِ۔ (میں نے وہی کہا جو آپ نے مجھے حکم دیا) یعنی میں نے انکو حکم نہیں دیا مگر اس بات کا جس کا آپ نے مجھے حکم دیا۔ پھر جو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اس کی وضاحت و تفسیر کی اور کہا۔ اِنْ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ۔ اَنْ مُّسْرَه ہے بمعنی ای۔ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا نِّگراں رہا۔ مَا دُمْتُ فِيْهِمْ اتنی مدت جتنا میں ان میں رہا۔ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتُ اَنْتَ الرَّقِيبُ عَلَيْهِمْ رقیب حفیظ کو کہتے ہیں۔ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ میرے قول و فعل اور انکے قول و فعل کے متعلق۔

مغفرت و سزا دونوں تیرے اختیار میں ہیں:

آیت ۱۸: اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَ اِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ۔ (اگر آپ عذاب دیں تو وہ تیرے

بندے ہیں اور اگر ان کو بخش دیں تو تو زبردست حکمت والا ہے) زجاج نے کہا عیسیٰ علیہ السلام نے جانا کہ ان میں کچھ ایمان لائے اور بعض ان میں کفر پر قائم رہے۔ پس ان کے متعلق ان تعذبہم فرمایا یعنی اگر تو ان میں سے جو کافر ہوئے ان کو عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں۔ جن کو تو جانتا ہے کہ انہوں نے تیری آیات کا انکار کیا تیرے انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کی اور تو اس سلسلے میں عدل کرنے والا ہے۔ انہوں نے حجت کے لازم ہو چکنے کے بعد کفر کیا ہے۔ اگر تو ان کو بخش دے جو ان میں سے کامیاب ہوئے اور ایمان لائے وہ محض تیرا فضل ہے۔ اور آپ زبردست ہیں۔ آپ کے ارادے کو کوئی باز نہیں کر سکتا۔ آپ اس سلسلے میں حکمت والے ہیں۔ یا زبردست طاقت والے ہیں۔ ثواب پر قدرت رکھتے ہیں حکمت والے ہیں۔ حکمت اور صواب سے ہی آپ سزا دیتے ہیں۔

سجائی ہر دو جہان میں کام دینے والی ہے:

آیت ۱۱۹: قَالَ اللَّهُ هَذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصَّادِقِينَ صِدْقُهُمْ۔ (اللہ فرمائیں گے یہ ایسا دن ہے جس دن سچوں کو ان کا سچ فائدہ دے گا) یوم کا مرفوع ہے۔ اور مضاف ہے اس طرح کہ یہ مل کر ہذا کی خبر بنتی ہے۔ یعنی اللہ فرمائیں گے۔ ہذا یوم ینفع الصادقین فیہ صدقہم المستمر فی دنیاہم و آخرتہم یہ ایسا دن ہے کہ اس میں سچے لوگوں کو ان کا مسلسل سچ دنیا اور آخرت میں فائدہ دے گا۔ یہ جملہ مبتداء اور خبر مل کر مفعولیت کی وجہ سے محل نصب میں ہے جیسا کہ تم کہو۔ قال زید عمرو منطلق (عمرو منطلق مقولہ محل نصب میں ہے۔ یوم کا نصب نافع نے پڑھا۔ اس طرح کہ یہ ظرف ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرمائیں گے یہ عیسیٰ علیہ السلام کو جس دن سچے لوگوں کو ان کا سچ فائدہ دے گا۔ اور وہ قیامت کا دن ہے۔ لَہُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ (ان کیلئے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی ہوا) سے ان کی قابل قدر کوشش پر۔ وَرَضُوا عَنْهُ (وہ اس سے راضی ہو گئے) بھرپور جزاء سے۔ ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (یہ بہت بڑی کامیابی ہے) کیونکہ باقی رہتے والی ہے۔ بخلاف دنیا کی کامیابی کے کہ وہ فناء ہونے والی ہے۔

ملکیت عامہ سے ثبوت قدرت:

آیت ۱۲۰: لِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا فِيهِنَّ (اور اللہ کے لئے ہے ملک آسمانوں کا اور زمین کا اور جو ان کے درمیان ہے) اس کی شان بلند ہے اس سے جو اس کے متعلق نصاریٰ نے کہا۔ کہ اس کے ساتھ ایک اور معبود بھی ہے۔ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (اور وہ ہر چیز پر قادر ہے) روکنے دینے اور ایجاد کرنے اور فناء کرنے پر (ہم اس سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اپنی رضا مند یوں کی توفیق عنایت کر دے اور ہمیں کامیاب لوگوں میں کر دے۔ اپنی جناب میں اور رحمتیں نازل ہوں ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ و علی آلہ و اصحابہ وسلم پر)۔

سُوْرَةُ الْاَنْعَامِ كَثِيْرَةٌ وَهِيَ ثَمَانِيْنَ اَيَّتْ وَخَمْسُوْنَ رُكُوْعًا

سورة انعام کی ہے اس کی ایک سو پینسٹھ آیتیں اور بیس رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ۚ

سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے پیدا فرمایا آسمانوں کو اور زمین کو اور بنایا تاریکیوں کو اور روشنیوں کو

ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهْمُ يَعْدِلُوْنَ ۙ ۱ ۝ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ

پھر بھی وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اپنے رب کے برابر قرار دیتے ہیں وہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا کچھ سے پھر

قَضٰى اَجَلًا ۚ وَاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ۙ ۲ ۝ وَهُوَ اللّٰهُ

اجل مقرر فرمائی اور اس کے پاس ایک اجل مقرر ہے پھر تم شک کرتے ہو اور وہ اللہ ہے

فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ ۚ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ۙ ۳ ۝

آسمانوں میں اور زمین میں وہ جانتا ہے تمہارے باطنی حالات کو اور ظاہری حالات کو اور وہ جانتا ہے جو تم عمل کرتے ہو

وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰیَةٍ مِّنْ اٰیٰتِ رَبِّهْمُ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ۙ ۴ ۝ فَقَدْ

اور جب ان کے رب کی نشانیوں میں سے ان کے پاس کوئی نشانی آتی ہے تو اس سے اعراض کرتے ہیں۔

كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَاۤءَهُمْ ۚ فَسَوْفَ يٰۤاْتِيْهِمْ اَنْبَاۤءُ مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۙ ۵ ۝

سو بلاشبہ انہوں نے حق کو جھٹلایا جب ان کے پاس آیا۔ سو غریب آجائیں گی ان کے پاس اس چیز کی خبریں جس کا مذاق بنایا کرتے تھے۔

اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّكَّنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ مَا لَمْ يُمْكِنْ

”کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی امتوں کو ہلاک کر دیا“ ان کو ہم نے زمین میں ایسا اقتدار دیا تھا جو تم کو

لَكُمْ ۚ وَاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَيْهِمْ مِّدْرَارًا ۚ وَجَعَلْنَا الْاَنْهَارَ تَجْرٰی مِنْ

نہیں دیا اور ہم نے ان پر زور دار بارشیں برسائیں اور ہم نے نہریں بنا دیں جو ان کے نیچے جاری

تَحْتِهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ۙ ۶ ۝

تھیں پھر ہم نے ان کو ان کے گناہوں کے سبب ہلاک کر دیا اور ان کے بعد ہم نے پیدا کر دیں دوسری امتیں

تمام تعریفوں کے لائق وہی ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ اس نے بندوں کو تعلیم دی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حمد کریں۔ اور در پردہ اس بات کی تعریف کر دی کہ اللہ تعالیٰ کو بندوں کی حمد کی ضرورت نہیں۔ وہ ان کی تعریف سے بے نیاز ہے خواہ اس کی تعریف کوئی کرے یا نہ کرے۔ وہ واقع میں تمام تعریفوں کے لائق ہے۔

سماوات کے جمع اور ارض کے مفرد لانے کی وجہ:

اَلَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ۔ السموات جمع لایا گیا کیونکہ آسمان ایک دوسرے پر طبق کی صورت میں ہیں۔ الگ شکل والے ہیں۔ اور الارض زمینیں بھی اگرچہ جمہور کے نزدیک سات ہیں مگر ان کے لیے لفظ مفرد لائے۔ کیونکہ وہ ایک دوسرے کے اوپر نہیں بلکہ ایک دوسرے کے ساتھ ہم شکل ہیں۔ اور ایک ماہیت رکھتی ہیں۔ صرف: جعل کا لفظ جب احدث اور انشاء کے معنی میں ہو تو مفعول واحد کی طرف متعدی ہوتا ہے۔ جیسا اس ارشاد میں وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ اور دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے جب صیغہ کے معنی میں ہو۔ جیسا ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِکَۃَ الَّذِیْنَ هُمْ عِبْدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا (الزخرف: ۱۹) اس میں بت پرستوں کے اس قول کی تردید ہے کہ نور و ظلمت قدیم ہیں۔ النور کو مفرد لائے کیونکہ جنس مراد ہے۔ اور نور ایک ہی قسم ہے جو مختلف نہیں ہوتا۔ جیسا کہ اندھیرے مختلف ہوتے ہیں۔ ظلمات کو جمع لائے کیونکہ ہر ایک چیز کی ظلمت الگ ہے۔ رات کی الگ۔ سمندر کی الگ۔ اندھیرے مقام کی الگ ہر ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ اور ظلمات کو مقدم لایا گیا اس کی وجہ ترمذی میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو تاریکی میں پیدا کیا۔ پھر ان پر اپنے نور کا ایک چھینٹا ڈالا۔ پس جس پر وہ نور کا چھینٹا پڑ گیا۔ وہ ہدایت یاب ہو گیا۔ جس پر نہ پڑا وہ گمراہ ہو گیا (رواہ احمد ایضاً منہ) ثُمَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔ پھر کافر لوگ اس وضاحت کے بعد، بِرَبِّہُمْ یَعْدِلُوْنَ۔ پھر بتوں کو اللہ تعالیٰ کے برابر قرار دیتے ہیں۔

نحوی تحقیق نمبر ۱:

جیسے تم کہو: عدلت بذالٰی ساویتہ بہ۔ میں نے اس کو اس کے برابر کر دیا سے لیا گیا ہے۔ برہم میں براء یہ عدل کا صلہ ہے۔ کفروا کا نہیں۔ نمبر ۲۔ یعدلون کے بعد اس کا صلہ عن محذوف ہے۔ یہ اعتراض کے معنی میں ہے اس صورت میں براء کفروا کا صلہ ہوگی۔ اور یعدلون کا صلہ عن محذوف ہوگا۔ اگر ثم الذین کفروا کو الحمد للہ پر معطوف کیا جائے تو معنی اس طرح ہوگا۔ بیشک اللہ تعالیٰ حقیقتاً لائق حمد ہے۔ اس طور پر کہ سارے جہان کو پیدا کرنے والے ہیں۔ اور جہان کو پیدا کرنا محض اس کی نعمت ہے۔ لیکن پھر بھی کافر اس کی نعمتوں میں برابر قرار دے کر اس کی نعمتوں کا انکار کرتے ہیں۔ نمبر ۳۔ خلق السموات پر عطف ہے۔ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے تو پیدا کیا جو پیدا کیا۔ جس کی تخلیق میں سوائے اس کے اور کسی کو قدرت نہیں۔ پھر بھی کافر ایسی مخلوق کو اس کے برابر قرار دیتے ہیں۔ جس کو کسی چیز کے پیدا کرنے پر کوئی قدرت نہیں۔ ثم کا لفظ یہاں تعجب کے لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی آیات اس قدر واضح ہونے کے بعد کافروں کا اس کے برابر دوسروں کو قرار دینا قابل تعجب ہے۔ اور بعید از

انصاف ہے۔

خالق وہی پھر بھی شک میں پڑے ہیں:

آیت ۲: هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ طِينٍ۔ من یہ ابتدائے غایت کے لیے ہے۔ یعنی ابتداء خلق اصلکم ای آدم منہ تمہارے اصل آدم کی پیدائش اسی سے کی۔ ثُمَّ قَضَىٰ أَجَلًا پھر مدت موت کا فیصلہ کیا۔ وَأَجَلَ مُّسَمًّى عِنْدَهُ وقت معین سے قیامت مراد ہے۔ نمبر ۲۔ پہلے اجل سے مراد پیدائش سے موت تک اور دوسرے اجل سے موت وبعث کے مابین اور وہ برزخ ہے۔ نمبر ۳۔ اول نیند ثانی موت۔ نمبر ۴۔ ثانی سے بھی اول ہی مراد ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے و هو اجل مسمى ای معلوم وہ وقت مقرر یعنی معلوم ہے۔ **نَحْوُ**: اجل مسمى مبتداء اور خبر عندہ ہے اور مبتداء کو نکرہ ہونے کے باوجود مقدم کر دیا۔ کیونکہ خبر ظرف ہے اور ظرف مؤخر ہی ہوتا ہے۔ اور نکرہ کی صفت آجانے سے وہ معرفہ کے قریب ہو گیا۔ ثُمَّ أَنْتُمْ تَمْتَرُونَ پھر تم شک میں پڑے ہو۔ تَمْتَرُونَ مریۃ سے ہے۔ نمبر ۲۔ مرأ سے ہے جس کا معنی جھگڑا کرنا۔ ثم استبعاد کے لیے ہے۔ اس بات سے کہ وہ شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ اس کے باوجود کہ ثابت ہو چکا کہ اللہ تعالیٰ ہی ان کو زندہ کرنے والے موت دینے والے اور ان کو اٹھانے والے ہیں۔

نحو و صرف:

آیت ۳: وَهُوَ اللَّهُ۔ **نَحْوُ**: یہ مبتداء فی السَّمَوَاتِ وَفِي الْأَرْضِ خبر ہے۔ نمبر ۱۔ لفظ اللہ کو صیغہ مشتق کہا جائے۔ گویا اس طرح ہو گیا ہو المعبود فیہا۔ جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا۔ وَهُوَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ اللَّهُ فِي الْأَرْضِ۔ الزخرف آیت ۸۲۔ اللہ کے لفظ کو علم کہا جائے تو مشتق کی تاویل سے اس طرح ہوگا۔ هو اللہ المعروف بالالہیۃ فیہا۔ وہی اللہ الوہیت کے ساتھ معروف ہے ان دونوں میں۔ نمبر ۳۔ اللہ کے لفظ کو علم مان کر هو الذی یقال له اللہ فیہما وہی ہے جس کو ان دونوں میں اللہ کہا جاتا ہے۔ یَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ۔ **نَحْوُ**: یہ دوسری خبر ہے۔ یا ابتدائی کلام ہے۔ یعنی وہ تمہاری باطنی اور ظاہری حالت کو جانتا ہے۔ وَیَعْلَمُ مَا تَكْسِبُونَ بھلائی برائی میں سے اور وہ اس پر ثواب و عذاب دے گا۔

عدم تدبر انجام کی سوچ نہ ہونے سے ہے:

آیت ۴: وَمَا تَأْتِيهِمْ مِنْ آيَةٍ۔ اس میں مِنْ استغراق کے لیے ہے۔ مِنْ آيَةٍ رَبِّهِمْ اس میں مِنْ تبغیضہ ہے۔ یعنی جو کوئی دلیل کبھی ان کے سامنے ظاہر ہوتی ہے جس میں غور و فکر کرنا ضروری ہے۔ إِلَّا تَكَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ان پر غور و تدبر چھوڑنے والے ہیں۔ ان کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ کیونکہ ان کو بہت کم خوف اور انجام کی سوچ نہیں ہے۔

آیت ۵: فَقَدْ كَذَّبُوا اس کو محذوف کلام کی طرف لوٹایا جائے گا۔ گویا اس طرح کہا گیا۔ ان تَكَانُوا معرضین عن الآیات فقد کذبوا۔ اگر یہ آیات سے منہ موڑ رہے ہیں تو انہوں نے واقعہ حق کو جھٹلایا۔ بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ یعنی وہ جو کہ عظیم ترین نشانی اور سب سے بڑا معجزہ ہے اور وہ قرآن ہی تو ہے جس کے ذریعے ان کو چیلنج کیا گیا۔ جس کے جواب میں وہ عاجز رہے۔

قرآنی خبریں حقیقت بن کر سامنے آجائیں گی:

فَسَوْفَ يَأْتِيهِمْ أَثْبُوتُ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ یعنی اس چیز کی خبریں جس کو وہ جھٹلاتے تھے۔ اور وہ قرآن مجید ہے۔ یعنی قرآن کی خبریں اور جو حالات اس نے بیان کیے ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ عنقریب وہ جان لیں گے کہ کس چیز کے ساتھ انہوں نے استہزاء کیا ہے یہ اس وقت پتہ چلے گا جب دنیا میں ان پر عذاب اترے گا۔ یا قیامت کے دن نازل ہوگا یا اسلام کے ظہور و غلبے کے وقت (جیسا کہ دشمن ذلیل ہوئے الحمد للہ علی ذالک)

گزشتہ اقوام سے عبرت پکڑو ان کی ہلاکت تکذیب کی وجہ سے ہوئی:

آیت ۶: اَلَمْ يَرَوْا كَمَا كُنَّا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ تَعْبُدُ الْاِثْنَيْنِ وَكَانَتَا شِرْكًَا بَيْنَهُمَا فَاَهْلَكَهُمَا مِنْ يَوْمٍ يَوْمٍ اَيُّهَا النَّاسُ اَتَنْتَبِهُونَ۔ یہ قرآن کی صفت ہونے کی وجہ سے موضع جر میں ہے اور معنی کے لحاظ سے جمع لائے۔ فِي الْاَرْضِ مَا لَكُمْ لَنْ تَمُوتَ فِي الْبِلَادِ سے مراد قدرت بخشنا۔ مطلب یہ ہے کہ ہم نے اہل مکہ کو وہ کچھ نہیں دیا جو عاد و ثمود کو دیا گیا تھا۔ ان کے اجسام بڑے۔ اموال میں وسعت اور اسباب دنیا کی فراوانی۔ وَارْسَلْنَا السَّمَاءَ السَّمَاءَ سے بارش مراد ہے۔ عَلَيْهِمْ مَذَرَارٌ زَيَادَةٌ یہ السَّمَاء سے حال ہے۔ وَجَعَلْنَا الْاَنْهَارَ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمْ تحت کا مضاف الیہ اشجار ہم مطلب یہ ہے کہ وہ پھلوں اور نہروں میں خوشحالی سے جیے اور بارش کی کثرت سے سیراب کیے گئے۔ فَاهْلَكْنَاهُمْ بِذُنُوبِهِمْ اور ان میں سے کوئی چیز ان کے کام نہ آسکی۔ وَانْشَأْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قَرْنًا آخَرِينَ (اور ان کے بعد ہم نے پیدا کر دیں دوسری امتیں) ان کے بدلے۔

وَلَوْ نَزَّلْنَاهُ عَلٰیكَ كِتٰبًا فِی قُرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَیْدِیْهِمْ لَقَالَ الَّذِیْنَ

اور اگر ہم اتار دیں آپ پر کاغذ میں لکھا ہوا کوئی نوشتہ پھر وہ اس کو اپنے ہاتھوں سے چھو لیں تب بھی کافر لوگ

كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَا اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ۙ وَقَالُوْۤا لَوْلَا اُنْزِلَ عَلَیْهِ مَلَكٌ ۭ

یوں کہیں گے کہ یہ کچھ بھی نہیں ہے مگر صریح جادو ہے اور وہ کہتے ہیں کہ کیوں نہیں اتارا گیا اس پر فرشتہ

وَلَوْ اَنْزَلْنَاهُ لَمَلَّا لَقُضِیَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا یَنْظُرُوْنَ ۙ وَلَوْ جَعَلْنَاهُ

اور اگر ہم کوئی فرشتہ اتار دیتے تو فیصلہ کر دیا جاتا پھر ان کو کوئی مہلت نہ دی جاتی اور اگر ہم اس کو فرشتہ

مَلَكًا لَّجَعَلْنَاهُ رَجُلًا وَّلَلْبَسْنَاهُ عَلَیْهِمْ مَّا یَلْبِسُوْنَ ۙ وَلَقَدْ

بناتے تو اس کو آدمی ہی بناتے اور ہم ان پر شبہ ڈال دیتے جس شبہ میں وہ اب پڑ رہے ہیں اور بلاشبہ

اَسْتَهْزِیْ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِیْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْۤا بِهِ

آپ سے پہلے رسولوں کے ساتھ استہزاء کیا گیا۔ پھر جن لوگوں نے استہزاء کیا ان کو اس چیز نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق

یَسْتَهْزِءُوْنَ ۙ ۱۰ قُلْ سَیْرُوْۤا فِی الْاَرْضِ ثُمَّ اَنْظُرُوْۤا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

اڑایا کرتے تھے۔ آپ فرما دیجئے کہ چلو زمین میں پھر دیکھو جھٹلانے والوں کا

الْمُكَذِّبِیْنَ ۙ ۱۱

کیا انجام ہوا۔

آیت ۷: وَلَوْ نَزَّلْنَاهُ عَلٰیكَ كِتٰبًا لَّكُنْیَ هُوَیْ قُرْطَاسٍ كَافٍ فِی قُرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَیْدِیْهِمْ یہ ماقبل کی تاکید ہے تاکہ وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ ہماری تو آنکھوں پر جادو کر دیا گیا۔ اور بعض اندھے پن کی حجت بازی بنالیں۔ لَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَا اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ حق کے ساتھ محض ضد اور عناد کی وجہ سے اس کے باوجود کہ حق ظاہر ہو چکا۔

عدم مہلت زیادہ شدید ہے:

آیت ۸: وَقَالُوْۤا لَوْلَا اُنْزِلَ عَلَیْهِ نَبِیٌّ اَكْرَمُ مِّنْ اٰیْمَانِہُمْ عَلَیْہِمْ مَّلَكٌ (فرشتہ) جو ہم سے کلام کرے کہ یہ نبی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وَلَوْ اَنْزَلْنَاهُ لَمَلَّا لَقُضِیَ الْاَمْرُ (تو ان کی حالت کا معاملہ نبی دیا جاتا۔ ثُمَّ لَا یَنْظُرُوْنَ پھر اسکے اترنے کے بعد پلک جھپک کیلئے انکو مہلت نہ دی جاتی کیونکہ جب وہ فرشتہ اصل شکل میں دیکھ پائیں گے تو ان کی روئیں خوف نظارہ سے نکل

جائیں گی۔ یہاں ثم کا معنی یہ ہے کہ اس کے بعد کہ انہوں نے دو باتوں کو واضح کر دیا۔ معاملہ کا فیصلہ اور عدم مہلت۔ آیت میں عدم مہلت کو فیصلہ سے زیادہ شدید قرار دیا گیا۔ کیونکہ کسی مصیبت کا اچانک ٹوٹ پڑنا اصل مصیبت سے زیادہ سخت ہے۔

فرشتہ لباس انسانی میں اسی اشکال کا باعث ہے:

آیت ۹: وَلَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكًا اَگر ہم رسول کو فرشتہ کی صورت میں بھیجیں جیسا کہ ان کے خیالات میں ہے کیونکہ وہ کبھی کہا کرتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر فرشتہ کیوں نہیں اتر ا اور کبھی کہتے یہ تو تم جیسا انسان ہے۔ (نبوت اس کو نہیں دی گئی) اگر اللہ چاہتا تو فرشتہ ضرور اتارتا۔ لَجَعَلْنَاهُ رَجُلًا اس کو ضرور صورت انسانی میں بھیجتے۔ جیسا کہ جبریل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عمومی حالات میں وحیہ کلمی ﷺ کی صورت میں آتے۔ کیونکہ وہ فرشتوں کو ان کی اصلی شکل میں دیکھ کر زندہ نہیں رہ سکتے۔ وَلَلْبَشَرِ مَا يَلْبَسُونَ ان پر ہم خلط ملط کر دیتے۔ اور اس کے معاملے کو ان پر مشتبہ کر دیتے۔ اس لئے کہ اس کا راستہ بھی تیرے والا راستہ تھا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پس فرشتوں کو صورت انسانی میں دیکھ کر کہتے کہ یہ انسان ہے فرشتہ تو نہیں۔ کہا جاتا ہے لبست الامر على القوم۔ والبسته جبکہ وہ ان پر مشتبہ اور مشکل ہو جائے۔ پھر اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو قوم کی طرف سے پہنچنے والے استہزاء پر تسلی دی۔

تسلیہ برائے رسول اللہ ﷺ:

آیت ۱۰: وَلَقَدْ اسْتَهْزَئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ پس ان کو گھیر لیا اس چیز نے جس کا وہ مذاق کرتے تھے۔ حالانکہ وہ برحق ہے اس لیے ان کو اس کے ساتھ استہزاء کے نتیجے میں ہلاک کر دیا گیا۔ مِنْهُمْ یہ سخر و ا کے متعلق ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ فَيَسْخَرُونَ مِنْهُمْ (التوبہ: ۷۹) اور ہم کی ضمیر رسل کی طرف جارہی ہے۔ قراءت: لقد کادال ابو عمرو حفص کے نزدیک مکسور ہے۔ کیونکہ دوسرا کن جمع ہیں۔ اور دوسرے قراء نے دال کا ضمہ استہزیئ کی تا کے ضمہ کی اتباع میں پڑھا ہے۔

نکتہ: فا اور ثم لانے کا فرق:

آیت ۱۱: اَقْلُ سِيرُوا فِي الْاَرْضِ ثُمَّ اَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكْذِبِينَ۔ (آپ فرمادیجئے کہ چلو زمین میں پھر دیکھو جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا) فانظروا اور ثم انظروا میں فرق یہ ہے کہ فانظروا میں نظر کو سیر کا مسبب قرار دیا گیا۔ گویا اس طرح کہا گیا سیر و لا جل النظر و لا تسیر و لا سیر الغافلین کہ تم عبرت کی خاطر سیر کرو۔ اور چلو پھرو۔ اور غافل لوگوں کی طرح مت چلو۔ سیر و ا فی الارض ثم انظروا کا معنی یہ ہے۔ کہ زمین میں تجارت وغیرہ کی غرض سے بھی سیر و سفر مباح ہے۔ اور ہلاک شدہ لوگوں کے آثار پر غور و فکر واجب ہے۔ اس بات پر متنبہ کرنے کے لیے ثم لایا گیا۔ کہ مباح اور واجب میں بہت بڑا فاصلہ ہے۔

قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ قُلْ لِلّٰهِ ۚ كَتَبَ عَلٰی نَفْسِهٖ

آپ فرمادیجئے! کس کی ملکیت ہے جو آسمانوں میں ہے اور زمینوں میں ہے۔ فرمادیجئے کہ یہ سب اللہ ہی کے لئے ہے اس نے اپنے اوپر رحمت کرنا لازم

الرَّحْمَةِ ۚ لِيَجْمَعَٰنَكُمْ اِلٰی يَوْمِ الْقِيَمَةِ لَا رَيْبَ فِیْهِ ۚ الَّذِیْنَ

فرما لیا ہے ' وہ۔ ضرور تم کو قیامت کے دن جمع فرمائے گا جس میں کوئی شک نہیں ' جن لوگوں نے

خَسِرُوْا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝۱۲ وَلَهُ مَا سَكَنَ فِی الْیَلِ

اپنی جانوں کو نقصان میں ڈالا وہ ایمان نہیں لائیں گے ' اور اسی کے لئے ہے جو ساکن ہے رات میں

وَالنَّهَارِ ۚ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝۱۳ قُلْ اَغٰیْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ

اور دن میں ' اور وہ سننے والا جاننے والا ہے۔ آپ فرمادیجئے! کیا میں اللہ کے سوا کسی کو مددگار

وَلِیًّا فَاَطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ یُطْعِمُ وَلَا یُطْعَمُ ۚ قُلْ

بنا لوں جو پیدا کرنے والا ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور وہ کھلاتا ہے اور اسے کھلایا نہیں جاتا۔ آپ فرمادیجئے!

اِنِّیْ اُصِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۝۱۴

بلاشبہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلے وہ شخص ہو جاؤں جو فرمانبردار ہوا ' اور آپ ہرگز مشرکین میں سے نہ ہو جائیے۔

قُلْ اِنِّیْۤ اَخَافُ اِنْ عَصٰیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ۝۱۵

آپ فرمادیجئے! کہ بے شک! میں اگر اپنے رب کی نافرمانی کروں تو بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں '

آیت ۱۲: قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ - نَحْمَدُہٗ: من استفہامیہ ہے اور ما، الذی کے معنی میں ہے۔ ماموضع مبتداء میں مرفوع ہے۔ اور لمن اس کی خبر ہے۔ قُلْ لِلّٰہ میں اس بات کو پختہ کیا گیا۔ کہ یہ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔ اس میں میرے اور تمہارے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔ ان میں سے کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور طرف منسوب نہیں کر سکتے۔ رحمت اپنے ذمہ رحمت سے کر لی:

کَتَبَ عَلٰی نَفْسِهٖ الرَّحْمَةَ کتب کا اصل معنی واجب کرنا ہے۔ مگر اس کو ظاہر پر محمول نہیں کر سکتے کیونکہ اللہ تعالیٰ پر تو بندے کی کوئی چیز لازم نہیں۔ پس مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس بات کا پختہ عہد کیا ہے اور وہ اس کو ہر صورت پر پورا فرمانے والے ہیں۔ نفس کا ذکر خاص کرنے اور وساطت ختم کرنے کے لیے کیا۔ پھر ان کو غور و فکر میں غفلت کرنے اور اپنے ساتھ ایسے معبودوں کو شریک ٹھہرانے پر ڈرایا۔ جو کسی چیز کو پیدا کرنے کی قدرت نہیں رکھتے۔ اپنے اس ارشاد سے لِيَجْمَعَٰنَكُمْ اِلٰی يَوْمِ

الْقِيَمَةِ۔ وہ ضرورتاً ہمارے شرک پر تمہیں سزا دے گا۔ لَا رَيْبَ فِيْهِ اس دن میں کوئی شبہ نہیں۔ یا جمع کرنے میں کوئی شبہ نہیں۔
دو تراکیب:

الَّذِيْنَ خَسِرُوْا اَنْفُسَهُمْ (جن لوگوں نے اپنی جانوں کو نقصان میں ڈالا) یہ منصوب علی الذم ہے تقدیر کلام یہ ہے اريد الذين خسروا انفسهم باختيارهم الكفر۔ کہ میری مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے نفسوں کو کفر اختیار کر کے نقصان میں مبتلا کیا۔ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ وہ ایمان نہ لائیں گے۔ قول اخفش۔ الذين یہ بدل ہے لیجمعنکم کے کُم سے۔ تقدیر عبارت یہ ہے لیجمعن هؤلاء المشركين الذين خسروا انفسهم۔ وہ ضرور ان مشرکین کو جمع کرے گا۔ جنہوں نے اپنے آپ کو نقصان میں ڈالا۔ اور بہتر قول پہلا ہے کیونکہ سیبویہ نے کہا۔ اس طرح کہنا درست نہیں۔ مردت بی المسکین ولا بلک المسکین۔ کہ تم اس میں مسکین کو یا سے بدل بناؤ یا کاف سے بدل بناؤ۔ کیونکہ وہ دونوں نہایت واضح ہونے کی بناء پر بدل و تفسیر کے محتاج نہیں۔

جب وہ مدبر کائنات ہے تو ہر حرکت و سکون کا مالک بھی وہی ہے:

آیت ۱۳: وَلَهُ اس کا عطف اللہ پر ہے۔ مَاسْكِنَ فِي الْبَلِّ وَالنَّهَارِ نمبر ۱۔ یہ السکنی سے لیا گیا ہے تاکہ ساکن و متحرک دونوں کو شامل رہے۔ یا نمبر ۲۔ السکون سے ہے مطلب اس طرح ہے کہ ماسکن و تحرك فيهما جو دن رات میں سکون و حرکت کرتا ہے ضدین میں ایک کا تذکرہ کافی ہے۔ جیسا فرمایا تقيكم الحر۔ النحل آیت ۸۱۔ تو الحر البرد مراد ہیں۔ اسی طرح سکون کو ذکر کیا کیونکہ یہ حرکت سے زیادہ ہے۔ اس میں مشرکین کے خلاف دلیل دی گئی ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کو خالق الكل ہونے کا اقرار کرتے تھے۔ اور اس کو دابر الامور بھی مانتے تھے۔ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ وہ ہر مسموع کو سنتا اور ہر معلوم کو جانتا ہے۔ پس جس چیز پر لیل و نہار مشتمل ہیں۔ ان میں سے کوئی چیز اس پر مخفی نہیں ہے۔

نحو و قراءت۔ میرا کارساز وہی ہے اور میں اُس کا فرمانبردار:

آیت ۱۴: قُلْ اَغْيَرَ اللّٰهُ اَتَّخِذُ وَلِيًّا۔ (کیا میں اللہ کے سوا کسی (اور) کو مددگار بنالوں) ولی کا معنی ناصر و معبود ہے۔ یہ اَتَّخِذُ کا مفعول ثانی ہے اور پہلا مفعول اَغْيَرَ ہے۔ یہاں ہمزہ استفہام کو اتخذ کے مفعول پر داخل کیا گیا ہے۔ خود اتخذ پر نہیں۔ کیونکہ انکار غیر اللہ کو کارساز بنانے کا ہے۔ ولی بنانے کا انکار نہیں۔ اسلئے اسکو شروع میں لانا زیادہ مناسب تھا۔ فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ان میں جو پڑھا جائیگا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ یعنی وہ انکا ایجاد کرنے والا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ مجھے فاطر کا معنی اچھی طرح واضح نہ تھا۔ یہاں تک کہ دو اعرابی میرے پاس ایک کنویں کا جھگڑا لائے۔ ان میں سے ایک نے کہا انا فطرتها کہ میں نے اس کی ابتداء کی۔ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ وہ رزق دیتا ہے اس کو رزق دیا نہیں جاتا۔ یعنی تمام منافع کا اختیار اسی ہی کو ہے۔ اور اس کے حکم کے خلاف انتفاع جائز نہیں۔ قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ (آپ فرمادیجئے مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلے وہ شخص ہو جاؤں جو فرمانبردار ہوا) کیونکہ نبی اکرمؐ امت سے پہلے اسلام لانے والے تھے۔ جیسا دوسری آیت میں ہے: وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ۔ الانعام آیت ۱۶۳۔ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ تم ہرگز مشرکین

مَنْ يُصْرِفْ عَنْهُ يَوْمِي فَقَدْ رَحِمَهُ ۚ وَذَلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِينُ ۝۱۶ وَإِنْ

اس دن جس سے عذاب ہٹا دیا گیا سو میرے رب نے اس پر رحم فرمایا اور یہ کھلی ہوئی کامیابی ہے اور اگر

يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ ۚ وَإِنْ يَمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ

اللہ تعالیٰ تجھے کوئی تکلیف پہنچا دے تو اس تکلیف کا دور کرنے والا اس کے علاوہ کوئی نہیں اور اگر وہ تجھے کوئی بھلائی پہنچا

عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝۱۷ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ ۚ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ ۝۱۸

دے تو وہ ہر چیز پر قادر ہے اور وہ اپنے بندوں پر غالب ہے اور وہ حکمت والا ہے باخبر ہے۔

قُلْ أَيْ شَيْءٍ أَكْبَرُ شَهَادَةً ۚ قُلِ اللَّهُ شَهِيدٌ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ ۖ تَفَوُّحِي

”آپ فرما دیجئے کہ گواہی کے لئے سب سے بڑھ کر کوئی چیز ہے؟ آپ فرما دیجئے کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ گواہ ہے اور میری طرف

إِلَىٰ هَذَا الْقُرْآنُ لِأَنْذِرْكُمْ بِهِ ۚ وَمَنْ بَلَغَ ۖ أَيْتَكُمْ لَتَشْهَدُوا أَنَّ

یہ قرآن وحی کے ذریعہ بھیجا گیا ہے تاکہ میں اس کے ذریعہ تمہیں اور جس جس کو یہ قرآن پہنچے اسے ڈراؤں کیا تم گواہی دیتے ہو کہ

مَعَ اللَّهِ إِلَهَةً أُخْرَىٰ ۚ قُلْ لَا أَشْهَدُ ۚ قُلْ إِنَّمَا هُوَ إِلَهُ وَاحِدٌ وَإِنِّي

اللہ کے ساتھ دوسرے معبود ہیں؟ آپ فرما دیجئے کہ میں تو ایسی گواہی نہیں دیتا آپ فرما دیجئے کہ صرف وہی ایک معبود ہے اور بلاشبہ میں

بَرِيءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ ۝۱۹ الَّذِينَ اتَّيْنَهُمُ الْكِتَابُ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ

ان سے بیزار ہوں جن کو تم شریک بناتے ہو جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی وہ انہیں پہچانتے ہیں جیسا کہ وہ اپنے بیٹوں کو

أَبْنَاءَهُمْ ۚ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝۲۰

پہچانتے ہیں۔ جن لوگوں نے اپنی جانوں کو ضائع کر دیا سو وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

سے نہ بنوا اور مجھے کہا گیا ہے ولا تكونن من المشركین۔ نون خفیفہ کے ساتھ اور اگر اس کا عطف ماقبل پر لفظ ہوتا تو کہا جاتا۔ والا اکون۔ مطلب یہ ہے کہ اموت بالاسلام و نہیت عن الشرك مجھے اسلام کا حکم دیا گیا اور شرک سے روکا گیا ہے۔

اگر میں بھی نافرمانی کروں تو عذاب کا خطرہ اتم ہے:

آیت ۱۵: قُلْ إِنِّي أَخَافُ أَنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ یعنی مجھے خطرہ ہے بڑے دن کے عذاب کا اور وہ قیامت ہے اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں۔ بخروج: پس شرط فاعل اور مفعول یہ کے درمیان آ رہی ہے اور جواب شرط محذوف ہے۔

کے ساتھ۔ اِنَّمَا هُوَ إِلَهٌ وَاحِدٌ مَا نَعْبُدُ إِلَّاكَ كَمَا نَعْبُدُ آبَاءَنَا وَكَمَا نَعْبُدُ الْأَنْبِيَاءَ۔ اور اللہ اس کی خبر ہے۔ اور واحد اس کی صفت ہے۔ یاماء الذی کے معنی میں محل نصب میں ہے بوجہ اُن کے اور ہو مبتدا ہے اور اللہ اس کی خبر ہے۔ اور جملہ الذی کا صلہ ہے اور واحد خبر اُن ہے۔ اور یہ وجہ زیادہ بہتر ہے۔ وَأَنِّیْ بِرِیِّءٍ مِّمَّا تُشْرِكُونَ شریک کرتے ہو اس کے ساتھ۔

اہل کتاب پر آپ کی صفات مخفی نہیں:

آیت ۲۰: الَّذِينَ اتَّيْنَهُمُ الْكِتَابُ يَعْنِي يَهُودَ وَنَصَارَىٰ اُورِ كِتَابِ سَے تورات و انجیل مراد ہیں۔ يَعْرِفُونَهُ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے چہرے اور مہرے اور دونوں کتابوں میں ثابت شدہ صفات کے ساتھ۔ كَمَا يَعْرِفُونَ ابْنَاءَهُمْ ان کے چہروں اور ان کی صفات کے ساتھ۔ یہ اہل مکہ کے سامنے گواہی اور شہادت پیش کی۔ کہ اہل کتاب آپ ﷺ کو جانتے اور آپ کی نبوت کو بھی جانتے ہیں۔ پھر فرمایا۔ الَّذِينَ خَسِرُوا۟ اَنْفُسَهُمْ یعنی مشرکین میں سے اور عنادی اور ضدی اہل کتاب میں سے۔ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ وہ اس پر ایمان نہ لائیں گے۔

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ ۖ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ

”اور اس سے زیادہ ظالم کون ہو گا جو اللہ پر بہتان باندھے۔ اس کی آیتوں کو جھٹلائے۔ بے شک بات یہ ہے کہ ظلم کرنے والے

الظَّالِمُونَ ﴿۲۱﴾ وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا آيِنَ

کا میاب نہیں ہوتے۔ اور جس دن ہم ان سب کو جمع کریں گے پھر ان لوگوں سے ہم کہیں گے جنہوں نے شرک کیا کہاں ہیں

شُرَكَاءُكُمْ الَّذِينَ كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ ﴿۲۲﴾ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فَتْنُهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا

تمہارے شریک جن کے بارے میں تم دعویٰ کیا کرتے تھے؟ پھر نہ ہو گا ان کا فریب اس کے سوا کہ وہ کہیں گے

وَاللَّهُ رَبُّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ ﴿۲۳﴾ أَنْظِرْ كَيْفَ كَذَبُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ

قسم ہے اللہ کی جو ہمارا رب ہے ہم شرک کرنے والے نہ تھے۔ دیکھو کیسا جھوٹ بولا اپنی جانوں پر اور وہ سب کچھ غائب ہوا

عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿۲۴﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ ۖ وَجَعَلْنَا عَلَىٰ

جو وہ جھوٹ بنایا کرتے تھے۔ اور ان میں بعض وہ ہیں جو آپ کی طرف کان لگاتے ہیں اور ہم نے ان کے دلوں پر

قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَنْ يَفْقَهُوهُ وَفِي آذَانِهِمْ وَقْرًا ۖ وَإِنْ يَرَوْا كَلًّا آيَةً لَا

پر دے ڈال دیئے ہیں کہ وہ اس کو سمجھیں اور ان کے کانوں میں بھاری پن کر دیا ہے۔ اور اگر یہ لوگ ہر طرح کی نشانیاں دیکھ لیں تب

يُؤْمِنُوا بِهَا ۖ حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوكَ يُجَادِلُونَكَ يَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا

بھی ان پر ایمان نہ لائیں گے۔ یہاں تک کہ جب آپ کے پاس آتے ہیں تو آپ سے جھگڑا کرتے ہیں جنہوں نے کفر کیا

إِنْ هَذَا إِلَّا آسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿۲۵﴾ وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْهَوْنَ عَنْهُ ۚ

وہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ پچھلے لوگوں کی لکھی ہوئی باتوں کے سوا کچھ بھی نہیں۔ اور وہ لوگ اس سے منع کرتے ہیں اور اس سے دور ہوتے ہیں۔

وَلَا يَنْهَوْنَ عَنْهُ إِلَّا أَنْفُسُهُمْ وَمَا يَسْعُرُونَ ﴿۲۶﴾

اور وہ نہیں ہلاک کرتے مگر اپنی ہی جانوں کو اور سمجھتے نہیں ہیں۔“

یہ ظالم دو باطل باتیں جمع کرنے والے ہیں:

آیت ۲۱: وَمَنْ أَظْلَمُ یہ استفہام نفی کے معنی کو متضمن ہے۔ یعنی ان سے بڑھ کر اپنے نفس پر ظلم کرنے والا کوئی نہیں۔ الظلم کسی چیز کو اپنے مقام سے ہٹا کر دوسرے مقام پر رکھنا۔ اور سب سے بدترین ظلم یہ ہے کہ مخلوق کو معبود بنا دیا جائے۔ مِمَّنِ افْتَرَىٰ جس

نے جھوٹ باندھا۔ عَلٰی اللّٰہِ کَذِبًا وہ اس کی ایسی صفت بیان کرتا ہے جو اس کے لائق نہیں۔ اَوْ کَذَّبَ بِالْبَیِّنَاتِ اور معجزات کو۔ اِنَّہٗ۔ ضمیر شان ہے۔ بیشک معاملہ اور شان یہ ہے کہ لَا یُفْلِحُ الظَّالِمُوْنَ انہوں نے دو باطل باتیں جمع کر لیں پس اللہ تعالیٰ کے متعلق ایسی بات جھوٹ لگائی جس کی کوئی دلیل نہیں اور اس کو جھٹلایا جو پختہ دلیل سے ثابت ہے۔ جبکہ انہوں نے یہ کہہ دیا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ اور قرآن مجید اور معجزات کو سحر کا نام دیا۔

تمام کا حشر:

آیت ۲۲: وَیَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِیْعًا یومِ نحشرہم مفعول بہ ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے اذکر یومِ نحشرہم اور جمعاً حال ہے مفعول کی ضمیر سے ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا شَرِیْکَ کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ غیر کو۔ یہ تو بخ کے طور پر کہا جائے گا۔ قراءت یعقوب نے نحشرہم اور نقول میں یحشرہم اور یقول یاء سے پڑھا ہے۔ اِنَّ شُرَکَاؤَکُمْ لَیْعَنُوْا تمہارے وہ معبود جن کو تم نے اللہ کا شریک قرار دیا۔ الَّذِیْنَ کُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ جن کو تم اپنے خیال میں شریک سمجھتے ہو۔ نَحْشُرُوْا: دونوں مفعولوں کو حذف کر دیا گیا ہے۔

کفر کا بے وقت انکار:

آیت ۲۳: ثُمَّ لَمْ تَكُنْ: قراءت: حمزہ اور علی نے یکن یا سے پڑھا ہے۔ فِتْنَتُهُمْ اِنْ کَفَرَالَا اَنْ قَالُوْا وَاللّٰہِ رَبَّنَا مَا کُنَّا مُشْرِکِیْنَ یعنی پھر ان کے اس کفر کا انجام جس کو انہوں نے ساری عمر لازم پکڑا اور اس پر لڑائیاں کیں اور بیزار ہو گئی اور اس کو اختیار کرنے کی نفی ہو گئی۔ پھر ان کا یہ جواب ہوگا (واللہ ربنا ما کنا مشرکین) پس اس جواب کو فتنہ اس لیے کہا گیا کیونکہ وہ جھوٹ ہے۔ قراءت: الفتنۃ کو مکی نے مرفوع پڑھا ہے اور اسی طرح شامی اور حفص نے بھی۔ جن قراء نے تکن تاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ اور فتنہ کو رفع دیا۔ تو انہوں نے اس کو لم تکن کا اسم قرار دیا۔ اور ان قائلو کو خبر۔ مطلب یہ ہوا کہ ان کی آزمائش ان کی یہ بات ہو گئی۔ جن قراء نے تاء سے پڑھا ہے لیکن الفتنۃ کو منصوب پڑھا تو انہوں نے فتنہ کو مفعولہ قرار دیا۔ حمزہ اور علی نے ندا کی وجہ سے ربنا کو منصوب پڑھا ہے۔ یا ربنا۔ دوسرے قراء نے اللہ تعالیٰ کے اسم کی صفت قرار دیکر مجرور پڑھا ہے۔

اپنے منہ اپنی تکذیب:

آیت ۲۴: اَنْظُرْ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کَیْفَ کَذَبُوْا عَلٰی اَنْفُسِهِمْ یہ بات کہہ کر کہ ہم مشرک نہ تھے۔ مجاہد فرماتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ مخلوق کو جمع کرے گا اور مشرکین اللہ تعالیٰ کی وسعت رحمت ملاحظہ کریں گے اور مسلمانوں کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اور اسی طرح مومنین کی دوسرے مومنوں کے متعلق شفاعت دیکھیں گے تو وہ ایک دوسرے کو کہیں گے۔ اَوْ شُرَکَآءِیْنَ شَیْءٌ شَیْءٌ شاید کہ ہم بھی اہل توحید کے ساتھ نجات پا جائیں۔ پس اس وقت ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نداء دی جائے گی۔ اِنَّ شُرَکَاؤَکُمْ الَّذِیْنَ کُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ (انعام: ۲۲) تمہارے وہ شریک کہاں ہیں جن کو تم شریک گمان کرتے تھے۔ مشرک اس وقت کہیں گے: وَاللّٰہِ رَبَّنَا مَا کُنَّا مُشْرِکِیْنَ (انعام: ۲۳) کہ اے اللہ ہمیں آپ کی ربوبیت کی قسم ہم تو مشرک ہی نہ تھے۔ پس اس وقت اللہ تعالیٰ ان کے منہ پر مہر لگا دے گا۔ اور ان کے جوارح ان کے خلاف گواہی دیں گے۔ وَصَلَّ عَنْہُمْ اور ان سے غائب ہو

جائیں گے۔ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ جن کی الوہیت اور شفاعت کو جھوٹ باندھتے تھے۔

آیت ۲۵: وَمِنْهُمْ مَنْ يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ جبکہ آپ ﷺ قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں۔ روایت میں ہے کہ ابوسفیانؓ ولیدؓ نصرؓ اور ان کے ہم مثل جمع ہوئے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت کو سننے لگے۔ ان تمام نے نصر کو کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا کہتے ہیں۔ تو اس نے کہا کہ اللہ کی قسم مجھے معلوم نہیں۔ کہ محمد ﷺ کیا کہتے ہیں۔ مگر یہ کہ وہ اپنی زبان کو حرکت دیتے ہیں۔ اور پہلے لوگوں کی کہانیاں بتلاتے ہیں۔ جیسا کہ میں گزشتہ زمانے کی حکایات تمہیں سناتا ہوں۔ ابوسفیان نے کہا کہ میں اس کو سچا خیال کرتا ہوں۔ اس پر ابو جہل نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ ہرگز نہیں پس یہ آیت نازل ہوئی۔

قرآن کو اساطیر الاولین کہنے والوں کے دلوں پر پردے ہیں:

وَجَعَلْنَا عَلَى قُلُوبِهِمْ اَكِنَّةً۔ اکنہ جمع اکنان کی اس کا معنی پردے۔ اعنہ کی نظر عنان اور اعنہ آئی ہوئی ہے۔ اَنْ يَفْقَهُوْهُ اس کراہت سے کہ وہ اس کو سمجھیں۔ وَفِيْ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا وقر کا معنی بوجھ جو سننے سے مانع ہو۔ وقر کو مصدر کی وجہ سے واحد لائے۔ اس کا عطف اکنہ پر ہے۔ اور مسئلہ اصلح للبعد میں یہ ہمارے لیے حجت ہے معترکہ کے خلاف۔ وَاَنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَا يُؤْمِنُوْا بِهَا حَتّٰى اِذَا جَاءُوكَ يُجَادِلُوْكَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا۟ - مَخْجُوْرٌ : حَتّٰى جملہ اذا جاء وک کی طرف مضاف ہے۔ اور یجادلونک موضع حال میں ہے۔ اور حتی جارہ بھی ہو سکتا ہے۔ اور اذا جاء وک موضع جر میں ہو اس وقت حتی کے بعد وقت مجینہم ہوگا اذا جاؤک مصدر کے معنی میں ہو جائے گا۔ اور یجادلونک حال ہے اور یجادلونک اس کی تفسیر ہے مطلب اس طرح ہوگا نہ بلغ تکذیبہم الايات الی انہم یجادلونک وینا کروناک ان کی تکذیب آیات اس حد تک پہنچ گئی کہ وہ آپ سے جھگڑا کرتے اور اس کو اوپر اقرار دیتے ہیں۔ اور ان کے مجادلہ کی تفسیر اس طرح فرمائی کہ وہ کہتے ہیں اِنْ هٰذَا اَنْفُسُہُمْ اِلَّا اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ مگر پہلے لوگوں کی کہانیاں۔ پس وہ اللہ تعالیٰ کے کلام کو جھوٹوں کا پلندہ قرار دیتے ہیں۔ اساطیر کا واحد اسطورہ ہے۔

دہرے گناہ کے مرتکب:

آیت ۲۶: وَهُمْ لَیْسَ بِمُشْرِکِیْنَ یَنْهَوْنَ عَنْهُ وہ لوگوں کو قرآن سے منع کرتے ہیں یا رسول اللہ ﷺ سے روکتے ہیں۔ آپ کی اتباع اور ایمان سے روکتے ہیں۔ وَیَنْتَوْنَ عَنْهُ اور اپنے نفوس کو دور کرتے ہیں۔ پس خود گمراہ ہوتے ہیں اور گرتے ہیں۔ وَاِنْ یُہْلِكُوْا اس کے ساتھ اِلَّا اَنْفُسُہُمْ وَمَا یَشْعُرُوْنَ یعنی نقصان ان سے دوسروں کی طرف تعدی نہیں کرے گا۔ اگرچہ ان کے اپنے خیال میں ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد ابو طالب ہے۔ کیونکہ وہ قریش کو آپ ﷺ پر تعرض کرنے سے روکتا۔ مگر وہ آپ پر ایمان نہ لاتا۔ بلکہ ایمان سے دور ہوتا۔ تفسیر اول زیادہ مناسب ہے۔

وَلَوْ تَرَىٰ اِذْ وَقَفُوا عَلَى النَّارِ فَقَالُوا يَلَيْتَنَّا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبُ بِآيَاتِ

اور آپ اگر اس وقت دیکھیں جب وہ کھڑے کئے جائیں گے دوزخ پر تو کہیں گے ہائے! ہماری بربادی کا شہم واپس کر دیئے جاتے اور اپنے رب کی آیات کو

رَبَّنَا وَنَكُونُ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۲۷﴾ بَلْ بَدَا لَهُمْ مَا كَانُوا يُخْفُونَ مِنْ

نہ جھٹلاتے! اور ہم ایمان والوں میں سے ہو جاتے! بلکہ بات یہ ہے کہ وہ جس چیز کو اس سے پہلے چھپایا کرتے

قَبْلُ ۖ وَلَوْ رُدُّوا لَعَادُوا لِمَا نُهُوا عَنْهُ وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿۲۸﴾ وَقَالُوا

تھے وہ ظاہر ہو گئی اور اگر وہ واپس کر دیئے جائیں تب بھی وہ کام کریں گے جس سے وہ منع کئے گئے اور بلاشبہ وہ جھوٹے ہیں اور انہوں نے کہا

اِنَّ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿۲۹﴾ وَلَوْ تَرَىٰ اِذْ وَقَفُوا

کہ بس یہی ہے ہماری دنیا والی زندگی اور ہم نہیں ہیں اٹھائے جانے والے اور اگر آپ اس وقت دیکھیں جب کھڑے کئے جائیں گے

عَلَىٰ رَأْسِهِمْ ۖ قَالَ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ۖ قَالُوا بَلٰی وَرَبَّنَا ۖ قَالَ

اپنے رب کے حضور رب تعالیٰ شانہ کا سوال ہو گا کیا یہ حق نہیں ہے؟ جواب میں کہیں گے کہ ہاں ہمارے رب کی قسم یہ حق ہے رب تعالیٰ شانہ فرمائیں گے

فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿۳۰﴾

کہ کچھ لعذاب اس وجہ سے کہ تم کفر کرتے تھے۔

تکذیب پر قیامت میں افسوس:

آیت ۲۷: وَلَوْ تَرَىٰ اس کا جواب محذوف ہے اگر تم دیکھو۔ تو ایک عظیم چیز کا مشاہدہ کرو۔ اِذْ وَقَفُوا عَلَى النَّارِ وہ آگ ان کو دکھائی جائے گی۔ یہاں تک کہ جب اس کا معائنہ کر لیں گے یا ان کو پل صراط پر آگ کے اوپر ہی روک لیا جائے گا۔ فَقَالُوا يَلَيْتَنَّا نُرَدُّ دُنْيَا کی طرف۔ وہ دنیا میں واپسی کی تمنا ایمان لانے کے لئے کریں گے اور اگر ان کی تمنا پوری ہوئی پھر وہ یہ کہتے ہوئے ابتداء کریں گے۔ وَلَا نُكَذِّبُ بِآيَاتِ رَبِّنَا وَنَكُونُ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اس حال میں کہ وہ ایمان کا وعدہ کرنے والے ہونگے۔ گویا کہ انہوں نے کہا کہ ہم تکذیب نہ کریں گے۔ بلکہ ایمان لائیں گے ولا نکذب و نکون حمزہ اور حفص نے تمنیٰ کا جواب ہونے کی وجہ سے واؤ کے ساتھ پڑھا ہے۔ اور اَن کو مضمر مانا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر ہم لوٹائے گئے تو تکذیب نہ کریں گے اور مؤمن ہو جائیں گے۔ بلکہ شامی نے و نکون میں ان دونوں قراء کی موافقت کی ہے۔

آیت ۲۸: بَلْ جَسَسَ الَّذِينَ كَانُوا يَكْفُرُونَ اس کے پورا کرنے سے اضراب و اعراض کے لیے ہے۔ بَدَا لَهُمْ ان کے لیے ظاہر ہوا۔

دُنیا کی رسوائیاں سامنے آگئیں:

مَا كَانُوا يُخْفُونَ لَوُغُوں سے مِنْ قَبْلُ دُنیا میں اپنی برائیاں اور وہ رسوائیاں جو ان کے صحائف میں ہیں۔ بعض نے کہا کہ یہ منافقین کے متعلق ہے۔ اور یہ کہ ان کا وہ نفاق کھل جائے گا جو وہ چھپاتے تھے۔ یا اہل کتاب کے متعلق ہے کہ ان کے سامنے ظاہر ہو جائے گی نبوت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحت جو دنیا میں چھپایا کرتے تھے۔ وَلَوْ رُدُّوْا آگ پر کھڑا کرنے کے بعد دنیا کی طرف ان کو لوٹا دیا جائے۔ لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ یعنی کفر وَاَنْتَهُمْ لَكَذِبُوْنَ جو وہ اپنے نفوس کے متعلق وعدہ کرتے ہیں۔ وہ پورا نہیں کریں گے۔

آیت ۲۹: وَقَالُوا اسْكَتْ لِعَاطِفٍ لَعَادُوا بِرَبِّهِمْ إِنَّهُم لَكَاذِبُونَ۔
 یعنی یہ ہر چیز میں وہ جھوٹ بولنے والے لوگ ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو یہ کہا کرتے ہیں کہ ان ہی الاحیاء الدنیا کہ صرف ہماری یہی دنیا کی زندگی ہے۔ اور ہی یہ حیاۃ سے کنایہ ہے یا یہ ضمیر قصہ ہے: وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوثِينَ۔

بعثت کے منکر اقراری بن جائیں گے:

آیت ۳۰: وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الْقُفُوفِ أَعْلَىٰ رَبِّهِمْ يَهتَفُونَ بِهَا لَوِ لَاحِظٌ أَلْفٌ بِآلِفٍ قُلْ أَفَرَأَيْتُمْ إِنْ أَخَذَ اللَّهُ زِينَتَكُمْ لِيُظْهِرَهُ لِبَنَاتِهِ لَبَدَّتْ كَلْبَتُكُنَّ بِهِنَا وَبَدَّدْتِكُنَّ لِأَعْيُنِنَا جُرُتُكُمُ الْبَدِيدَةُ ۚ

اے لو کہ تم دیکھو کہ جب اللہ تعالیٰ تم پر اپنی زیبائش فرمائی تو تم نے اسے اپنے لیے لالچ بنالیا۔ تم نے اپنے آپ کو ہمارے سامنے سزا کے لیے لایا جائے یا ان کو اپنے رب کی جزاء کے پاس کھڑا کیا جائے گا۔ قَالَ یہ سوال مقدر کا جواب ہے گویا اس طرح فرمایا ان کا رب انہیں کیا کہے گا جبکہ ان کو اس کی بارگاہ میں کھڑا کیا جائے گا۔ تو کہا گیا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ اَلَيْسَ هَذَا كَمَا كُنْتُمْ تُبْعَثُونَ

ہے۔ بِالْحَقِّ جو واقع میں موجود ہے اور یہ بعثت کے جھٹلانے پر ان کو عار دلانی جا رہی ہے۔ اور کفار کے اس قول پر عار دلانی جا رہی ہے کہ جب وہ بعثت کے متعلق سن پاتے تو یہ کہتے کہ یہ حق نہیں۔ قَالُوا بَلَىٰ وَرَبِّنَا وہ اقرار کریں گے اور اپنے اقرار کو قسم سے پختہ کریں گے۔ قَالَ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ تمہارے کفر کے سبب۔

قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِلِقَاءِ اللَّهِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَتْهُمْ السَّاعَةُ بَغْتَةً

اس میں شک نہیں کہ وہ لوگ خسارہ میں پڑ گئے جنہوں نے اللہ کی ملاقات کو جھٹلایا یہاں تک کہ جب ان کے پاس اچانک قیامت آجائے گی

قَالُوا يَحْسَرَتْنَا عَلَىٰ مَا فَرَطْنَا فِيهَا ۖ وَهُمْ يَحْمِلُونَ أَوْزَارَهُمْ عَلَىٰ ظُهُورِهِمْ ۖ

تو کہیں گے کہ ہائے ہماری حسرت اس پر جو ہم نے دنیا میں کوتاہی کی اور وہ اپنے بوجھوں کو اپنی کمریوں پر اٹھائے ہوئے ہوں گے۔

الْإِسَاءَ مَا يَزُرُونَ ۖ ۝۳۱ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَعِبٌ وَلَهُمْ وَلَدَارُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ

خبردار! برا ہے وہ بوجھ جسے وہ اٹھا رہے ہوں گے اور نہیں دنیا والی زندگی مگر ایک لعب اور لہو..... اور البتہ آخرت والا گھر

لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۖ ۝۳۲ قَدْ نَعْلَمُ إِنَّهُ لَيَحْزَنُكَ الَّذِي

ان لوگوں کے لئے بہتر ہے جو پرہیزگاری اختیار کرتے ہیں کیا تم سمجھتے نہیں ہو؟ ”ہم جانتے ہیں کہ بے شک آپ کو ان کی باتیں رنجیدہ

يَقُولُونَ فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلَكِنَّ الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ ۖ ۝۳۳

کرتی ہیں۔ سو یہ یقینی بات ہے کہ وہ آپ کو نہیں جھٹلاتے اور لیکن ظلم کرنے والے اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں

وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوا عَلَىٰ مَا كُذِّبُوا وَأُوذُوا حَتَّىٰ

اور بلاشبہ آپ سے پہلے رسولوں کو جھٹلایا گیا سو انہوں نے جھٹلائے جانے پر اور ایذا میں پہنچنے پر صبر کیا یہاں تک

أَتَاهُمْ نَصْرُنَا ۖ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ ۖ وَلَقَدْ جَاءَكَ مِنْ نَّبَايَ

کہ ان کے پاس ہماری مدد آگئی اور اللہ کے کلمات کو کوئی بدلنے والا نہیں اور البتہ پیغمبروں کی بعض خبریں آپ کے

الْمُرْسَلِينَ ۖ ۝۳۴

پاس پہنچ چکی ہیں

منکرین قیامت کو اپنے گناہ کا بوجھ اٹھانا ہوگا:

آیت ۳۱: قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِلِقَاءِ اللَّهِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَتْهُمْ السَّاعَةُ بَغْتَةً ۖ كَانُوا فِيهَا يَخَسِرُونَ ۖ کیونکہ منکرین بعث رویت باری کے منکر ہیں۔ حتیٰ یہ کذبوا کی غایت ہے خسر کی غایت نہیں کیونکہ ان کے نقصان کی کوئی انتہاء نہیں ہے۔ إِذَا جَاءَتْهُمْ السَّاعَةُ ۖ السَّاعَةُ سے مراد قیامت ہے کیونکہ اس کے متاخر ہونے کی مدت بعد والے زمانہ سمیت ایک گھڑی کی طرح ہے۔ بَغْتَةً اچانک یہ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ یعنی باغتہ۔ یا مصدر ہونے کی وجہ سے

منصوب ہے۔ گویا تقدیر عبارت اس طرح تھی۔ بغتہم الساعة بغتہ کسی چیز کا کسی شخص پر بغیر اس کے کہ اس کا وقت معلوم ہو آجانا۔ قَالُوا يَحْسُرُنَا افسوس کی نداء ہے۔ اس کا معنی اے افسوس تو آ موجود ہو۔ یہ تیرا وقت ہے۔ عَلٰی مَا فَرَّطْنَا جو ہم نے کوتاہی کی فیہا دنیا کی زندگی میں۔ یا قیامت کے متعلق اعتقاد میں۔ یعنی ہم نے اس کی شان کو گھٹایا۔ اور اس پر ایمان لانے میں کوتاہی کی۔ وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْ زَارَهُمْ۔ اوزار کا معنی گناہ ہے۔ عَلٰی ظُهُورِهِمْ پشت کو خاص طور پر ذکر کیا۔ پشت ہی بوجھ کے لیے عموماً مقرر ہے۔ جیسا کہ کمائی عام طور پر ہاتھوں سے کی جاتی ہے اور درحقیقت یہ مجاز ہے اس بات سے کہ وہ ان سے کبھی جدا نہ ہوگی۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ کافر جب قبر سے نکلے گا تو اس کو ایک انتہائی بدترین شکل سامنے آئے گی۔ جس سے تعفن و بدبو اٹھ رہی ہوگی۔ اور وہ صورت پکار رہی ہوگی کہ میں تیرا برابر عمل ہوں۔ تو دنیا میں طویل عرصہ مجھ پر سوار رہا آج میں تجھ پر سوار ہونگا۔ (اعاذنا اللہ منها) اَلَا سَاءَ مَا يَزِدُّوْنَ بہت بری چیز وہ اٹھانے والے ہیں۔ اَلَا كَالْفُظَّاءِ بعد کی تعظیم و بڑائی کو ظاہر کرتا ہے۔

متقین کے اعمال کے علاوہ بقیہ دنیا سب کھیل تماشہ ہیں:

آیت ۳۲: وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا لَعِبٌ وَلَهْوٌ یہ کفار کے اس قول کا جواب ہے۔ اِنْ هِيَ اِلَّا حَيٰوةُنَا الدُّنْيَا۔ الانعام آیت ۲۹۔ اللعِب نفع مند چیز کو چھوڑ کر بے فائدہ کے پیچھے پڑنا۔ اللہو وقار سے مذاق کی طرف جھکاؤ اختیار کرنا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ دنیا کے تمام اعمال لہو و لعب ہی ہیں۔ کیونکہ ان کے نتیجے میں کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ جیسا کہ اعمال آخرت کا آخرت میں عظیم بدلہ ملے گا۔ وَلِلْآٰخِرَةِ الدّٰرُ الْمَوْصُوْفَةُ آخرت صفت اور خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ط () یہ خبر ہے۔ قراءت: شامی نے اضافت کے ساتھ پڑھا ہے۔ تقدیر کلام والدار الساعة الاخرة کیونکہ شئی اپنے آپ کی طرف مضاف نہیں ہوتی۔ دونوں قراءتوں کے مطابق خبر خیر ہی ہے۔

مَسْئَلَةٌ: اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ متقین کے اعمال کے علاوہ جو کچھ ہے وہ لہو و لعب ہے۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔ قراءت: مدنی اور حفص نے تاء سے پڑھا ہے۔

اس آیت سے تسلی دی گئی کہ وہ رسول کے نہیں بلکہ مرسل کے مکذب ہیں:

آیت ۳۳: جب ابو جہل نے کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ کی تکذیب نہیں کرتے تم ہمارے نزدیک سچے ہو۔ ہم تو اس کی تکذیب کرتے ہیں جو تو تمہارے پاس لے آیا ہے۔ قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ۔ ضمیر شان ہے۔ لِيَحْزُنَكَ الَّذِي يَقُولُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وہ تیری نسبت کذب کی طرف نہیں کرتے۔ قراءت: نافع و علی نے تخفیف سے پڑھا ہے اس وقت یہ اکْذَبَہ سے ہے جبکہ اس کو جھوٹا پایا جائے۔ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِآيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ضمیر کی جگہ اسم ظاہر لایا گیا اس میں واضح دلیل ہے کہ انہوں نے انکار میں زیادتی کی۔ ہا، یہ یجحدون کے متعلق ہے یا پھر الظالمین کے متعلق ہے۔ جیسا کہ اس آیت میں فظلموا بھا۔ الاعراف آیت ۱۰۳۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کی تکذیب یہ ایک ایسا معاملہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنے والا ہے۔ کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ جن کی معجزات کے ذریعے تصدیق کی گئی۔ حقیقت میں وہ آپ کو نہیں جھٹلا رہے بلکہ اللہ

وَإِنْ كَانَ كِبْرُ عَلَيْكَ إِعْرَاضُهُمْ فَإِنْ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْأَرْضِ أَوْ سَلْمًا

اور اگر آپ کو ان کا اعراض کرنا گراں گزر رہا ہے تو اگر آپ سے ہو سکے تو آپ زمین میں کوئی سرنگ یا آسان میں

فِي السَّمَاءِ فَتَاتِيهِمْ بِآيَةٍ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدَى فَلَا تَكُونَنَّ

کوئی زینہ تلاش کر لیں پھر آپ ان کے پاس معجزہ لے آئیں تو آپ ایسا کر لیجئے اور اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو ہدایت پر جمع کر دیتا لہذا آپ نادانوں

مِنَ الْجَاهِلِينَ ۝۳۵ إِنَّمَا يَسْتَجِيبُ الَّذِينَ يَسْمَعُونَ وَالْمَوْتَى يَبْعَثُهُمْ

میں سے نہ ہو جائے بات کو وہی قبول کرتے ہیں جو سنتے ہیں اور مردوں کو اللہ زندہ

اللَّهُ ثُمَّ إِلَيْهِ يَرْجِعُونَ ۝۳۶ وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِنْ رَبِّهِ ۝۳۷

فرمائے گا پھر اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے اور انہوں نے کہا کہ اس کے رب کی طرف سے اس پر کوئی نشانی کیوں نہیں اتاری گئی۔

قُلْ إِنَّ اللَّهَ قَادِرٌ عَلَى أَنْ يُنْزِلَ آيَةً وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝۳۷

آپ فرما دیجئے ! کہ بلاشبہ اللہ اس پر قادر ہے کہ نشانی نازل فرمائے لیکن ان میں سے بہت سے لوگ نہیں جانتے۔

تعالیٰ کو جھٹلارہے ہیں۔ کیونکہ رسول کی تکذیب خود مرسل کی تکذیب ہے۔

تسلی کا دوسرا انداز:

آیت ۳۴: وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِنْ قَبْلِكَ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی۔ اس میں دلیل ہے کہ فافہم لا یکذبونک میں آپ کی تکذیب کی نفی نہیں۔ بلکہ یہ بات اس طرح ہے۔ جیسے تمہارے غلام کی لوگ توہین کریں تو تم کہو کہ وہ تو تیری نہیں کرتے بلکہ وہ میری توہین کرتے ہیں۔ فَصَبْرٌ وَاصِرٌ۔ کسی ناپسند طبع پر نفس کو روکنا۔ عَلٰی مَا كُذِّبُوا وَأُوذُوا اپنی تکذیب پر اور ایذا پر۔ حَتَّىٰ أَتَاهُمْ نَصْرُنَا وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ یعنی اس کے وعدوں کو۔ جیسا کہ دوسری آیت: وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُورُونَ (الصافات: ۱۷۱-۱۷۲) انا لنصر رسولنا۔ غافر آیت ۵۱۔ تو کلمات سے مراد وعدے ہیں۔ وَلَقَدْ جَاءَكَ مِنْ نَبَايِ الْمُرْسَلِينَ (نبا سے مراد یعنی خبریں۔ اور بعض واقعات اور جو مشرکین کی طرف سے انہوں نے تکالیف برداشت کیں۔ مَحْجَمٌ: خفش رحمہ اللہ نے کہا۔ کہ من زائدہ ہے فاعل نَبَا الْمُرْسَلِينَ ہے جبکہ سیبویہ واجب میں اس کو زائدہ ماننے کے لیے تیار نہیں۔

آیت ۳۵: شَآنِ نَزْوَلٍ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی قوم کا انکار و اعراض گراں گزرا اور آپ کی چاہت تھی کہ ایسی علامات ظاہر کر دی جائیں جس سے وہ اسلام لے آئیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔

آپ کو ان کے ایمان کی اس قدر حرص ہے کہ اگر آپ ان کو ہر نشانی دکھا سکتے تو دکھا دیتے:

وَإِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ إِعْرَاضُهُمْ كَبُرَ كَمَا مَعْنَى گراں اور شاق گزرنے سے اعراض سے۔ ان کا اسلام سے اعراض کرنا مراد ہے۔ فَإِنْ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا نَفَقًا ايساراستہ جس سے زمین کے اندر جایا جاسکے۔ تاکہ آپ زمین سے ایسی نشانی لے کر ان کے پاس ظاہر ہوں جس سے وہ ایمان لے آئیں۔ نَحْوُ: فی الارض یہ نفقہ کی صفت ہے۔ اَوْ سُلَمًا فِي السَّمَاءِ فَتَاتِبُهُمْ آسمان سے بِأَيَّةٍ تو کوئی نشانی تو کر ڈالے۔ نَحْوُ: یہ فان استطعت کا جواب ہے اور یہ دونوں شرط و جواب مل کر ان گناہ کا جواب ہے معنی یہ ہے کہ آپ اس کی طاقت نہیں رکھتے۔ اصل مقصد اس سے مکہ والوں کے اسلام لانے کی شدت حرص ہے کہ اگر آپ یہ طاقت رکھتے کہ تحت الثری سے کوئی نشانی لاسکیں یا سَمَكِ السَّمَاءِ سے کوئی علامت اتار لائیں جس سے وہ ایمان لائیں تو آپ ضرور اتار لاتے۔ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدَى یعنی ان کو ایسا بنا دیتے کہ وہ اپنے لیے ہدایت کا چناؤ کرتے۔ مگر جبکہ علم الہی میں ان کا انتخاب کفر معلوم ہے اور اللہ تعالیٰ کی مشیت میں ان کا ہدایت پر جمع ہونا نہیں ہے شیخ ابو منصور رحمہ اللہ نے اسی طرح فرمایا۔ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْجَاهِلِينَ ان لوگوں میں سے جو ان سے ناواقف ہیں۔

ان سے حرص ہدایت بے فائدہ ہے:

آیت ۳۶: پھر اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ اطلاع دی کہ ان کی ہدایت کی حرص فائدہ مند نہیں۔ کیونکہ وہ مردوں کی طرح آپ کی بات کو سنتے ہی نہیں۔ إِنَّمَا يَسْتَجِيبُ الَّذِينَ يَسْمَعُونَ آپ کی بات کو بلاشبہ وہ قبول کریں گے جو بات کو دلوں سے سنتے ہیں۔ وَالْمَوْتَىٰ یعنی کفار۔ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ ثُمَّ إِلَيْهِ يُرْجَعُونَ پس اس وقت یہ سنیں گے۔ البتہ اس سے پہلے نہیں۔

منہ مانگی نشانی کا مطالبہ:

آیت ۳۷: وَقَالُوا لَوْ لَا نُزِّلَ عَلَيْهِ كُيُومًا نَزْلًا مِّن رَّبِّهِ جِيسَا کہ وہ لوگ جو مطالبہ کرتے کہ صفا پہاڑ کو سونا بنا دیں اور مکہ کی سرزمین سے پہاڑ ہٹا کر وسیع میدان بنا دیں۔ اور چشمے جاری کر دیئے جائیں۔ قُلْ إِنَّ اللَّهَ قَادِرٌ عَلَىٰ أَنْ يُنْزِلَ آيَةً جِيسَا کہ انہوں نے مطالبہ کیا۔ وَلَٰكِنَّا أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْمَلُونَ لیکن اکثریت ان کی نہیں جانتی کہ اللہ تعالیٰ اس نشانی کو اتارنے کی قدرت رکھتے ہیں۔ یا وہ نہیں جانتے کہ نشانی اتارنے میں کیا آزمائشیں ہیں۔ اگر اس کو اتار دیا جائے۔

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَيْرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَمٌ أَمْثَالُكُمْ ۖ

”اور جو بھی کوئی جانور زمین میں چلنے والا ہے اور جو بھی کوئی پرندہ ہے جو اپنے بازوؤں سے اڑتا ہے یہ سب تمہاری ہی طرح کی امتیں ہیں۔“

مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يُحْشَرُونَ ۝۳۸ وَالَّذِينَ

ہم نے کتاب میں کوئی چیز نہیں چھوڑی۔ پھر سب اپنے رب کی طرف جمع کئے جائیں گے اور جن لوگوں نے

كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا صُمُّوْا فِي الظُّلُمَاتِ ۖ مَنْ يَشَاءِ اللَّهُ يُضِلِّهِ ۖ وَمَنْ يَشَأْ

ہماری آیات کو جھٹلایا وہ بہرے ہیں گونگے ہیں اندھیروں میں ہیں اللہ جسے چاہے گمراہ کرے اور جسے چاہے

يَجْعَلْهُ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝۳۹ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُ اللَّهِ أَوْ أَتَتْكُمْ

سیدھے راستے پر ڈال دے۔ آپ فرمائیے کہ تم بتاؤ کہ اگر تم پر اللہ کا عذاب آجائے یا تمہارے پاس

السَّاعَةُ أَغْيَرَ اللَّهُ تَدْعُونَ ۚ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝۴۰ بَلْ إِيَّاهُ تَدْعُونَ فَيَكْشِفُ

قیامت آجائے کیا اللہ کے سوا کسی کو پکارو گے اگر تم سچے ہو بلکہ تم اسی کو پکارتے ہو پھر وہ اگر چاہے تو اس

مَا تَدْعُونَ إِلَيْهِ إِنْ شَاءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُونَ ۝۴۱

معبود کو دور کر دیتا ہے جس کی طرف تم اسے پکارتے ہو اور تم جو شرک کرتے ہو اسے بھول جاتے ہو۔“

عظمت قدرت کے کھلے دلائل:

آیت ۳۸: وَمَا مِنْ دَابَّةٍ دابہ ہر رنگنے والے جانور کو کہتے ہیں۔ یہ مذکور و مؤنث دونوں پر بولا جاتا ہے۔ فِي الْأَرْضِ۔
نَحْوِ: یہ موضع جر میں دابہ کی صفت ہے۔ وَلَا طَيْرٍ بِجَنَاحَيْهِ پرندے کے ساتھ جناحین کی قید اس لیے بڑھائی گئی
تاکہ مجاز کا احتمال نہ رہے۔ کیونکہ کبھی پرندے کے علاوہ پر بھی کہتے ہیں کہ طار فلان جبکہ وہ تیز چلے۔ إِلَّا أُمَمٌ أَمْثَالُكُمْ زمین میں
مخلوق ہونے وقوع مدت اور بعثت میں اور کسی مدبر کی تدبیر کی طرف محتاج ہونے میں جو ان کے مقامات رشد کی طرف ان کی
راہنمائی کرے۔ مَا فَرَّطْنَا (ہم نے نہیں چھوڑا)۔ فِي الْكِتَابِ لوح محفوظ میں۔ مِنْ شَيْءٍ اس میں سے جس کو ہم نے نہ لکھا
ہو۔ اور اس میں وہ ثبت نہ کیا ہو جس کا ثبت کرنا ضروری تھا۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ الكتاب سے مراد قرآن مجید ہے من شئی سے
مراد وہ شئی احکامات میں سے جن کی طرف ان کی احتیاج ہو سکتی ہے۔ پس یہ کتاب ان تمام چیزوں پر مشتمل ہے۔ جن سے ہماری
عبادت کی جاسکتی ہے۔ عبارت النص، اشارة النص دلالت النص۔ اقتضاء النص پر۔ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يُحْشَرُونَ یعنی تمام جماعتیں
جو جانور ہوں یا پرندے ان تمام کا ایک دوسرے سے انصاف کیا جائے گا۔ جیسا کہ روایت میں ہے کہ بے سینگ کا سینگ والے

جانور سے بدلہ لیا جائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تم مٹی ہو جاؤ۔ اِلَّا اُمَمٌ فرمایا گیا ہے حالانکہ دابہ اور طاہر مفرد ہے جمع کے معنی کا لحاظ کر کے لائے۔ کیونکہ ان دونوں میں استغراق کا معنی پایا جاتا ہے۔

قدرت تو طاہر مگر یہ غافل و بے بہرے ہیں:

آیت ۳۹: جب اللہ تعالیٰ کی مخلوقات اور آثار قدرت کا ذکر کیا جو کہ ربوبیت حق تعالیٰ پر دلالت کرتے ہیں اور اس کی عظمت کا کھلا ثبوت ہے۔ تو فرمایا۔ وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِالْإِنشَاءِ صَمٌّ وَتَنْبِيْهِ كَرْنٌ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ كَلَامَ كُوْنَتِيْهِ نَحِيْثٌ۔ وَبِكُمْ وَهَ حَقُّ بَات كَهْتِ نَحِيْثٌ۔ فِي الظُّلُمَاتِ اور جہالت و حیرت کے اندھیروں میں ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں اور سوچ و پچار سے غافل ہیں۔ **نَحْمُ**۔ وَالَّذِينَ كَذَّبُوا۔ یہ مبتداء ہے اور صَمٌّ و بَكْمٌ اس کی خبر ہے۔ واو کا داخل ہونا اس کیلئے رکاوٹ نہیں۔ اور فِي الظُّلُمَاتِ، یہ خبر ثانی ہے پھر ان کو مطلع کیا کہ اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں کر گزرتے ہیں۔ مَنْ يَّشَاءُ اللّٰهُ يُضِلُّهُ یعنی اس کی مشیت میں جس کی ضلالت ہوتی ہے اس کو گمراہ کرتے ہیں۔ وَمَنْ يَّشَاءُ يَجْعَلْهُ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔ اس میں دلالت ہے کہ اللہ تعالیٰ افعال کے خالق ہیں۔ اور ارادہ معاصی اور نفی اصلح کے متعلق بھی دلالت موجود ہے۔

کیا مصیبت کے وقت غیر اللہ کو پکارو گے:

آیت ۴۰: قُلْ اَرَاۤءَ يَتَّكُمُ قِرَآءَتِ: مدنی نے ہمزہ کو لین کے ساتھ پڑھا ہے۔ جبکہ علی نے ترک ہمزہ سے پڑھا مطلب یہ ہے کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ معاملہ اسی طرح ہے جیسا تمہیں کہا جاتا ہے۔ پس جو بات تمہاری طرف سے ہو وہ بتلاؤ۔ ضمیر ثانی کا کوئی محل اعراب نہیں۔ اور تا ضمیر فاعلی ہے۔ اور استخبار کا متعلق محذوف ہے اُرَآيْتُمْ۔ اِنْ اَتَّكُمُ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَتَّكُمُ السَّاعَةُ تو کس کو پکارو گے؟ پھر یہ کہہ کر لا جواب کر دیا۔ اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ یعنی تم اپنے معبودوں کو فقط پکارو گے۔ جیسا کہ تمہاری عادت ثانیہ ہے۔ جب تمہیں کوئی تکلیف پیش آتی ہے یا پھر ان کو چھوڑ کر ایک اللہ تعالیٰ ہی کو پکارو گے۔ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اس بات میں کہ اصنام معبود ہیں۔ پس ان کو پکارو تا کہ وہ تمہیں چھٹکارا دلائیں۔

اس مصیبت میں تو اسی کو پکارتے ہو پھر کیوں بھاگتے ہو:

آیت ۴۱: بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ بَلْ كُمْ اَسٰى خَالِصٌ پکارتے ہو۔ اپنے آہلہ کو چھوڑ کر فیکشف مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ یعنی جس کو تم پکارتے ہو اس مصیبت کے ازالہ کے لیے۔ اِنْ شَاءَ اَگروہ تم پر اپنا فضل فرمانے کا ارادہ رکھتے ہوں۔ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ تم اپنے معبودوں کو چھوڑ دیتے ہو۔ یا تم اس وقت اپنے معبودوں کا تذکرہ تک نہیں کرتے۔ کیونکہ تمہارے ذہن تمہارے رب کی یاد میں ڈھکے ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ وہی نقصان کو دور کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔ اور کوئی نہیں۔ اور یہ بھی درست ہے کہ استخبار، اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ کے متعلق ہو۔ پھر مطلب اس طرح ہوگا اُرَآيْتُمْ اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ اِنْ اَتَّكُمُ عَذَابُ اللّٰهِ۔ تمہارا کیا خیال ہے کہ تم غیر اللہ کو پکارو گے اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب اتر پڑے؟



قُلْ اَرَاَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰی قُلُوْبِكُمْ

”آپ فرما دیجئے کہ اگر اللہ تمہارے کان، تمہاری آنکھیں لے لے اور تمہارے دلوں پر مہر لگا دے

مَنْ اِلٰهَ غَيْرُ اللّٰهِ يَاتِيْكُمْ بِهِ ؕ اَنْظُرْ كَيْفَ نَصَرَفُ الْاٰیٰتِ ثُمَّ هُمْ

تو اللہ کے سوا کون معبود ہے جو تم کو یہ چیزیں دیدے۔ دیکھ لیجئے! ہم کس طرح دلائل بیان کرتے ہیں پھر وہ

يَصْدِفُوْنَ ۝۴۶ قُلْ اَرَاَيْتُمْ اِنْ اَشْكُمُ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً

اعراض کرتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے! اگر تم پر اللہ کا عذاب آجائے بے خبری میں یا خبرداری میں

هَلْ يُهْلِكُ اِلَّا الْقَوْمَ الظّٰلِمُوْنَ ۝۴۷ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ

تو کیا ظالموں کے علاوہ اور کوئی ہلاک کیا جائیگا۔ اور ہم پیغمبروں کو صرف خوش خبری سنانے والے

وَمُنْذِرِيْنَ ؕ فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝۴۸

اور ڈرانے والے بھیجتے رہے ہیں۔ سو جو شخص ایمان لایا اور اصلاح کر لی سو ان پر کوئی خوف نہ ہوگا اور نہ غمگین ہوں گے۔

آیت ۴۴: فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ یعنی تنک دتی۔ تکالیف و امراض سے انہوں نے نصیحت حاصل نہ کی۔ اور برائیوں سے باز نہ آئے۔ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ یعنی صحت، وسعت مالی، قسم قسم کی نعمتیں۔ قراءت: شامی نے فَتَحْنَا پڑھا ہے۔ حَتّٰی اِذَا فَرِحُوا بِمَا اُوْتُوْا یعنی مال و نعمت اَخَذْنَاهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُبْلِسُوْنَ ناامید حیرت زدہ۔ ابلاس کا اصل معنی غم کی وجہ سے سر جھکانا۔ یا ہاتھ سے نکل جانے والی چیز پر ندامت سے سر جھکانا۔ اِذَا مَفَاجَاتٍ کے لیے آتا ہے۔

آیت ۴۵: فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا تمام ظالم ہلاک کر دیئے گئے اور ان میں سے کوئی نہ بچا۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اس میں اعلان کیا گیا کہ ظالموں کی ہلاکت پر الحمد للہ کہنا واجب ہے۔ اور ظالموں کی ہلاکت عظیم نعمت ہے اور بہت بڑی قسم ہے دوسری تفسیر یہ ہے کہ تم ان لوگوں کی ہلاکت پر اللہ تعالیٰ کی حمد نہیں کرتے اللہ تعالیٰ کی حمد کرو۔

اگر اللہ اندھا بہرہ کر دے اور عقل چھین لے تو کیا پھر بھی غیروں کی طرف بھاگو گے:

آیت ۴۶: پھر اللہ تعالیٰ کی قدرت اور وحدانیت پر اس طرح استدلال فرمایا۔ قُلْ اَرَاَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ کہ تمہیں اندھا اور بہرہ کر دے۔ وَخَتَمَ عَلٰی قُلُوْبِكُمْ پس تمہاری عقل کو چھین لے اور امتیاز کی قوت سلب کر لے۔ مَنْ اِلٰهَ غَيْرُ اللّٰهِ يَاتِيْكُمْ بِهِ اس کو جو اس نے لیا۔ اور اس پر مہر لگا دی۔ مَخْرُجٌ: مَنْ مُبْتَدَا ہے اور اللہ اس کی خبر ہے۔ اور غیر اللہ کی صفت ہے اس طرح یاتیکم بھی۔ یہ جملہ اراہتم کے دو مفعولوں کی جگہ ہے اور جواب شرط محذوف ہے۔

وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ﴿٤٩﴾

اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا ان کو اس سبب سے عذاب پہنچ جائے گا کہ وہ نافرمانی کیا کرتے تھے۔

قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا أَقُولُ

آپ فرمادیتے! کہ میں یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور (نہ ہی میں یہ کہتا ہوں) کہ میں غیب کو جانتا ہوں اور نہ میں یہ کہتا

لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ ۚ إِنِ اتَّبَعُ إِلَّا مَا يُوْحَىٰ إِلَيَّ ۖ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ

ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں تو اسی کا اتباع کرتا ہوں جس کی میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ آپ فرمادیتے کیا برابر ہو سکتا ہے اندھا

وَالْبَصِيرُ ۖ أَفَلَا تَتَفَكَّرُونَ ﴿٥٠﴾

اور دیکھنے والا کیا تم غور نہیں کرتے۔

اَنْظُرْ كَيْفَ نَصْرَفُ الْاٰلِيَتِ بَار بَار و ہر اتے ہیں۔ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ پھر بھی وہ آیات کے ظاہر ہونے کے بعد اعراض کرنے والے ہیں۔ الصدوف کسی چیز سے منہ موڑنا۔

اگر اچانک کھلے بندوں عذاب آئے تو عذاب کا شکار تم ہی بنو گے:

آیت ۴۷: قُلْ اَرَاۤءَ يَتُكْمُ اِنْ اَتٰكُمُ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً اس طرح کہ اس کی کوئی علامت ظاہر نہ ہو۔ اَوْ جَهْرَةً اس طرح کہ اس کی علامات ظاہر ہوں۔ حضرت حسن رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ رات کو یاد نہ کو۔ هَلْ يُهْلِكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ عذاب اور ناراضگی کی ہلاکت کا شکار وہ لوگ ہوتے ہیں۔ جنہوں نے اپنے رب کا انکار کر کے اپنے نفسوں پر ظلم کیا۔

انبیاء علیہم السلام مبشر و متذکر ہیں منہ مانگی آیات کے لئے نہیں:

آیت ۳۸: وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ بشارت دینے والے جنتوں کی اور ڈرانے والے آگ سے ایمان والوں اور کفار کو روشن دلائل اور واضح براہین کے بعد ہم انبیاء کو اس لیے نہیں بھیجتے کہ ان سے آیات کا مطالبہ کیا جائے۔ فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ پس جو شخص ایمان لایا اور اس نے درستگی کر لی۔ یعنی ایمان لانے پر ہمیشگی اختیار کی۔ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ قراءت: یعقوب نے فلا خوف پڑھا ہے۔

فسق و کفر سبب عذاب ہے:

آیت ۴۹: وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ یہاں چھونے والا فرمایا۔ گویا کہ وہ ایک زندہ چیز ہے جو دکھ ان کو چاہتا ہے پہنچاتا ہے۔ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُوْنَ اپنے فسق کے باعث اور کفر کی وجہ سے اطاعت سے خارج ہو جانے کے سبب۔

میں نے کسی ایسی چیز کا دعویٰ نہیں کیا جو انسانوں کے لائق نہ ہو اور وہ نبوت ہے:

آیت ۵۰: قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ یعنی ان کی مخلوق کے مابین تقسیم اور اس کا رزق دینا۔ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ یہ محل نصب میں عندی خزانہ اللہ کے محل پر معطوف ہے۔ کیونکہ یہ بھی مقولہ ہے گویا اس طرح فرمایا لا اقول لکم هذا القول ولا هذا القول۔ کہ میں نہ تمہیں یہ بات کہتا ہوں اور نہ یہ بات وَلَا أَقُولُ لَكُمْ اِنِّي مَلَكٌ یعنی میں اس بات کا دعویٰ نہیں جو عقلوں سے بعید تر ہے۔ کہ کسی انسان کو خزانہ اللہ پر ملک حاصل ہو۔ اور علم غیب میسر آ جائے۔ اور نہ فرشتہ ہونے کا دعویٰ ہوں۔ اور میں تو اس بات کا دعویٰ کرتا ہوں جو بہت سے انسانوں کو حاصل ہوا اور وہ نبوت ہے۔ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰى اِلَيَّ یعنی میں تمہیں اس بات ہی کی اطلاع دیتا ہوں جو مجھ پر اتاری جاتی ہے۔ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ یہ ضال اور ہدایت یافتہ کی مثال ہے یا وحی کی اتباع کرنے اور نہ کرنے والوں کی مثال ہے۔ یا یعنی جو درست بات کا دعویٰ ہے یعنی نبوت یا جو ناممکن بات الوہیت کا دعویٰ کرنے والے کی مثال ہے۔ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ پس تم اندھوں کی طرح گمراہ نہ بنو۔ نمبر ۱۔ یا تم اچھی طرح جانو کہ میں نے کسی ایسی چیز کا دعویٰ نہیں کیا جو انسانوں کے لائق نہ ہو۔ نمبر ۲۔ پس تم اچھی طرح سمجھ لو کہ وحی کی اتباع کرنے کے بغیر مجھے کوئی چارہ کار نہیں۔

وَأَنْذِرْ بِهِ الَّذِينَ يَخَافُونَ أَنْ يُحْشَرُوا إِلَىٰ رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِنْ

”اور آپ اس کے ذریعے ان لوگوں کو ڈرائیے جو اس بات سے ڈرتے ہیں کہ وہ اپنے رب کے پاس ایسی حالت میں جمع کئے جائیں گے کہ

دُونِهِ وَلِيٍّ وَلَا شَفِيعٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿۵۱﴾ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ

نہ ان کا کوئی مددگار ہوگا اور نہ کوئی شفاعت کرنے والا۔ تاکہ یہ لوگ ڈر جائیں اور ان لوگوں کو دور مت کیجئے جو

يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاوَةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ ۖ مَا عَلَيْكَ

پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح و شام، جو چاہتے ہیں اس کی رضا کو، ان کا حساب آپ کے ذمہ

مِنْ حِسَابِهِمْ مِنْ شَيْءٍ وَمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ

کچھ بھی نہیں۔ اور آپ کا حساب بھی ان کے ذمہ کچھ بھی نہیں کہ آپ ان کو دور کریں

فَتَكُونَنَّ مِنَ الظَّالِمِينَ ﴿۵۲﴾ وَكَذَلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لِّيَقُولُوا

پھر آپ ظالموں میں سے ہو جائیں اور اسی طرح ہم نے ان میں سے بعض کو بعض کے ذریعہ آزمایا ہے تاکہ وہ کہیں

أَهْوَاءَهُمْ مِنَ اللَّهِ عَلَيْهِمْ مِنْ بَيْنِنَا ۖ أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَعْلَمَ بِالشَّاكِرِينَ ﴿۵۳﴾

کیا ہمارے درمیان سے یہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے احسان کیا۔ کیا اللہ شکر گزاروں کو خوب جاننے والا نہیں ہے؟

وَإِذَا جَاءَكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِنَا فَقُلْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ

اور جب آجائیں وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں ہماری آیات پر تو ان سے کہہ دیجئے کہ تم پر سلامتی ہو۔ تمہارے رب نے اپنے ذمہ

عَلَىٰ نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۖ أَنَّهُ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوءًا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْ

رحمت کو مقرر کر لیا ہے۔ کہ جو شخص تم میں سے جہالت کی وجہ سے کوئی گناہ کر لے پھر اس کے بعد توبہ

بَعْدِهِ وَأَصْلَحَ فَإِنَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۵۴﴾ وَكَذَلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ

کر لے اور اپنا حال درست کر لے تو بلاشبہ وہ غفور ہے، رحیم ہے، اور اسی طرح ہم تفصیل سے آیات کو بیان کرتے ہیں، تاکہ مجرموں کا راستہ ظاہر

الْمُجْرِمِينَ ﴿۵۵﴾ قُلْ إِنِّي نَهَيْتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ قُلْ لَا

ہو جائے۔ ”آپ فرمادیجئے! بے شک میں اس بات سے منع کیا گیا ہوں کہ ان کی عبادت کروں جنہیں تم اللہ کو چھوڑ کر پکارتے ہو۔ آپ فرمادیجئے! میں تمہاری خواہشوں کا

اتَّبِعْ أَهْوَاءَكُمْ قَدْ ضَلَلْتُ إِذًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُهْتَدِينَ ﴿۵۶﴾

اتباع نہیں کرتا۔ ایسا کروں تو میں گمراہ ہو جاؤں گا اور ہدایت پانے والوں میں سے نہ رہوں گا۔

میں تو آخر بلا ڈروالوں کے لئے مندر ہوں:

آیت ۵۱: وَ اَنْذِرْ بِهِ جَوَّابِ كِي طَرَفِ وَحٰی كِي كُئِیْ هٖ۔ اَلَّذِیْنَ یَخَافُوْنَ اَنْ یُّحْشَرُوْا اِلٰی رَبِّهِمْ وَهٖ مُسْلِمٰنٌ هِیْ جَوَكۡ بَعْثۡ بَعْدِ الْمَوْتِ كۡهٖ قَآئِلِ هِیْ۔ مَكْرُوۡهُ عَمَلِ مِیْ كُوْتَاۡیِ كَرْنِ وَاَلِ هِیْ۔ ٲس وَهٖ اَن كُوْذِرَ اُنْمِیْ وَحٰی كۡهٖ ذَرِیْعَۃً یَا نَمْبَرُ ۲۔ اَهْلِ كِتَابِ مَرَادِ هِیْ كِیونكۡ وَهٖ بَعْثۡ بَعْدِ الْمَوْتِ كۡهٖ قَآئِلِ تَحۡهٖ۔ لَیْسَ لَهُمْ مِّنْ ذُوْنِهٖ وَلَیْیُ وَلَا شَفِیْعٌ یَّهٖ یَحْشَرُوْا سۡهٖ مَوْضِعِ حَالِ مِیْ هٖ تَقْدِیْرِ عِبَارَتِ یَّهٖ یَخَافُوْنَ اَن یَحْشَرُوْا غَیْرَ مَنصُورِیْنَ وَلَا مَشْفُوعًا لَهُمْ۔ وَهٖ ذَرْتِ هِیْ كۡهٖ اَن كُوَاثَمَیَا جَاۡیِ اس حَالَتِ مِیْ كۡهٖ نَهٗ اَن كِی مَدَدِیْ جَاۡیِ اَوْرَنَهٗ اَن كَا كُوئی سَفَارَشِیْ هُو۔ لَعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ زَمْرَۃً مُّتَّقِیْنَ مِیْ دَاخِلِ هُو جَاۡیِ۔

فقراء صحابہ رضی اللہ عنہم كُوَا ٲنِے ٲاس سۡهٖ هٲانِے كِی ممانعت:

آیت ۵۲: جَبِ نَبِیْ اَكْرَمِ صَلَی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَمٌ كُو حَكْمِ مَلَا كۡهٖ غَیْرَ مُتَّقِیْنَ كُو ذَرَاۡئِیْ۔ تَا كۡهٖ وَهٖ مُتَّقِیْنَ بَنِ جَاۡیِ۔ اس كۡهٖ بَعْدِ مُتَّقِیْنَ كُو قَرِیْبِ كَرْنِ كَا حَكْمِ دِیَا۔ اَوْر دَوْرِ هٲانِے سۡهٖ رَوَكِ دِیَا كِیَا۔ اَرشَادِ فَرَمَاۡیَا۔ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدُوَّةِ وَالْعَشِیِّ اَن كِی تَعْرِیْفِ فَرَمَاۡیِ كۡهٖ وَهٖ اٲنِے رَبِ كِی ٲكَارِ مِیْ تَسْلَسِلِ قَائِمِ رَكْعَتِیْ وَاَلِ هِیْ۔ (دَعَا سۡهٖ عِبَادَتِ مَرَادِ هٲِ) اَوْر اس ٲر مَوَاطِبَتِ اِخْتِیَارِ كَرْنِ وَاَلِ هِیْ۔ یٰہَا الْعَشِیُّ اَوْر الْغَدَاۃُ كَا ذَكْرِ صَرَفِ اَظْہَارِ دَوَامِ كۡهٖ لَیۡے۔ یَا اس كَا مَعْنٰی صَبْحِ وَعَصْرِ كِی نَمَازِ اَدَا كَرْنِ وَاَلِ هِیْ ٲا ٲا نِچُوں نَمَازِیْ اَدَا كَرْنِ وَاَلِ هِیْ۔ قِرَاءَتِ: شَامِیْ نِے الْغَدُوَّةُ ٲڑھَاۡیِ اَوْر عِبَادَتِ مِیْ اَن كِی اَخْلَاصِ كِی نِشَانِ دِہِیْ اس فَرَمَانِ سۡهٖ كِی۔ یُرِیْدُوْنَ وَجْہَہُ الْعِجَبِ بُولِ كِرْذَاتِ شِیْ سۡهٖ تَعْبِیْرِ كِی كُئِیْ اَوْر اس كِی حَقِیْقَتِ یَّهٖ ہۡ كۡهٖ یَہٖ فَقِیْرِ صَحَابِہٖ كِرَامِ بِلَالِ صَہِیْبِ عَمَارِ رَضِیَ اللہ عَنْہُم اَوْر اَن جِیۡسۡے دِیْكَرِ حَضْرَاتِ كۡهٖ مُتَعَلِّقِ اَتْرِی۔ جِیكۡہٗ اَن كُو رَوَسَاۡیِ مُشْرِكِیْنَ نِے كَہَا اَكْرَمِ اَن حَقِیْرِ لَو كُوں كُوَا ٲنِے ٲاس سۡهٖ هٲنَا دِیۡتِے تَو ہَمِ اٲ كۡهٖ ٲاس بیٹھتۡے۔

تَو اٲ صَلَی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَمٌ نِے فَرَمَاۡیَا۔ مَا اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ ٲھرا نہوں نِے كَہَا كۡهٖ اِیكِ دِنِ اَن كَا مُقَرَّرِ كَر دِیْ اَوْر اِیكِ دِنِ ہَمَارَا۔ اس كۡهٖ مُتَعَلِّقِ اِیكِ تَحْرِیْكَ دِیْ اس ٲر اٲ صَلَی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَمٌ نِے حَضْرَتِ عَلِیؓ كُو بَلَاۡیَا تَا كۡهٖ وَهٖ لَكْھِیْ۔ ٲس فُقَرَاءِ كھڑے ہوۡے اَوْر اِیكِ طَرَفِ بیٹھ گۡے۔ تَو یَہٗ آیتِ اَتْرِی۔ اٲ صَلَی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَمٌ نِے كَاغِذِ كُو ٲھنِیكِ دِیَا اَوْر فُقَرَاءِ كۡهٖ ٲاس تَشْرِیْفِ لَآۡے۔ اَوْر اَن كُو گِلۡے لَگَاۡیَا۔ (اَسْبَابِ نَزْوِلِ وَاحِدِیْ) مَا عَلَیْكَ مِّنْ حِسَابِہُمْ مِّنْ شَیْءٍ یَّہٗ اس آیتِ كِی طَرَحِ ہۡ جَو سُوْرۡہٗ شَعْرَاءِ آیتِ ۱۱۳ ہۡ اَن حِسَابِہُمُ الْاَعْلٰی رَبِّی۔ وَمَا مِّنْ حِسَابِكَ عَلَیْہُمْ مِّنْ شَیْءٍ اَوْر اس كِی وَجِہِ یَّہٗ ہۡ كۡهٖ كَفَارِ نِے اَن كۡهٖ دِیْنِ اَوْر اَخْلَاصِ مِیْ طَعْنِ زَنٰی كِی تَحٰی۔ تَو اللہ تَعَالٰی نِے فَرَمَاۡیَا Kۡہٗ اَن كَا حِسَابِ اَنہِیْں كُو لَازِمِ ٲكڑ نِے وَاَلِ هِیْ۔ وَهٖ تِیْرِیْ طَرَفِ بڑھ كَرْنِے آۡے كَا۔ جِیسا Kۡہٗ تَمہَارَا حِسَابِ تَمِ ٲر ہۡ وَهٖ تَمہَارِیْ طَرَفِ بڑھ كَرْنِے جَاۡیِ كَا۔

یہ جواب نفی ہے:

فَطَرُدْہُمْ یَہٗ جَوَابِ نَفِیْ ہۡ اَوْر وَهٗ نَفِیْ مَا عَلَیْكَ مِّنْ حِسَابِہُمْ ہۡ۔ فَتَكُوْنَ مِنَ الظَّالِمِیْنَ یَہٗ نَفِیْ كَا جَوَابِ ہۡ اَوْر وَهٗ نَفِیْ وَلَا تَطْرُدِ ہۡ اَوْر یَہٗ بھِیْ دَرَسْتُ ہۡ Kۡہٗ فَطَرُدْہُمِ ٲر اس كَا عَطْفِ ہۡ بَطُورِ تَسْبِیْ كۡہٗ۔ كِیونكۡہٗ اَن كَا ظَالِمِ ہونا اَن كۡہٖ هٲانِے كَا

مسبب ہے۔ اس صورت میں ترجمہ یہ ہوگا۔ مسلمانوں کو اپنے پاس سے نکالیں اور ظالموں میں سے ہو جائیں۔ مگر نبی کا جواب زیادہ بہتر ہے۔ اس صورت میں ترجمہ یہ ہوگا۔ ان کو اپنے پاس سے نہ نکالو اور نہ ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔

کثرت دُنیا علامت خیر نہیں بلکہ آزمائش ہے:

آیت ۵۳: وَكَذَلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُم بِبَعْضٍ اَوْرَاسِ اَزْمَاشِ كِي طَرَحِ هِمِ نِي اَغْنِيَاءُ كُوْفُقَرَاءُ كِي ذَرِيْعِي اَزْمَايَا۔ لِيَقُوْلُوْا لِيَحْنِي مَالِدَار۔ اَهْلُوْا لَآءٍ مِّنَ اللّٰهِ عَلَيِّهِمْ مِّنْ بَيْنِنَا لِيَعْنِي اَنِ پَر اللّٰهُ تَعَالٰی نِي اِيْمَانِ كَا اِنْعَامِ كِيَا۔ حَالَانِكِهْمِ اَنِ سِي بڑھ كَر اِيْمَانِ وَا لِي هِيں۔ اَوْر وِه فُقَرَاء هِيں۔ اَس مِيں اَس بَات سِي اَنكَار كِيَا كِيَا كِه اِيْسِي لُوْگ حَق پَر هُونِگِي۔ اَوْر هِم مِيں سِي صَرَف اَنِ پَر بَهْلَا ئِي كَا اِحْسَان كَر دِيَا جَا ئِي: لَوْ كَانْ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَا اِلَيْهِ (الاحقاف: ۱۱) اَكْر اَس دِيْن مِيں كُو ئِي بَهْلَا ئِي هُو تِي تُو پُھر يِه لُوْگ هِم سِي پَهْلِي قَبُولِ نِه كَر تِي۔ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشَّكِرِيْنَ كِه كُونِ اَس كِي نِعْمَتُوں كَا شُكْر يِيَا اَكْر تَا هِي۔

شانِ فقراءِ اوّل ان کی خوشدلی کیلئے فرمایا پھر رحمت کی بشارت دی:

آیت ۵۴: وَاِذَا جَا ءَ لَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلَمٌ عَلَيْكُمُ اَس بَات مِيں خَوَاهِ اَس بَات كَا تَذَكْرِه كِه اللّٰهُ تَعَالٰی كَا سَلَامِ اَنِ كُو پَهْنچَا دِيں اَوْر خَوَاهِ اَس كَا كِه اَنِ كِي اَكْرَامِ مِيں اَنِ كُو سَلَامِ كَهْنِي مِيں اِبْتِدَا كَرِيں اَوْر اَنِ كِي دِلُوں كِي خُوْشِي كِي لِيْ اَسِي طَرَحِ يِه اَرْشَاد۔ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِيْهِ الرَّحْمَةَ يِه بَهِي مَنْ جَمْلِه اَنِ بَاتُوں مِيں سِي هِي جَوَان كُو كَهِي كِي۔ تَا كِه وِه پِيْغَمْبَرِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اَنِ كُو اللّٰهُ تَعَالٰی كِي وَسْعَتِ رَحْمَتِ كِي خُوْشخُبْرِي دِيں۔ اَوْر اَنِ كِي قَبُولِيْتِ تُو بِي كِي بَشَارَتِ دِيں۔ اَب مَعْنٰ يِه هِي كِه اللّٰهُ تَعَالٰی نِي تَمْهَارِي سَاتھ رَحْمَتِ كَا پِكََا وَعْدِه فرمَا يَا هِي۔ اَنّٰہِ ضَمِيْر شَانِ هِي۔ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوءًا كُو ئِي گِنَاہِ بِجَهَالَةٍ اَس نِي اَس حَالَتِ مِيں عَمَلِ كِيَا هِي كِه وِه اَس كِي نَقْصَانِ سِي نَا وَاَقِفِ هِي اَس كُو جَاهِلِ اَس لِيْ كِهَا۔ كِيونكِه اَس نِي اطَاعَتِ پَر مَعْصِيَّتِ كُو تَرْجِيْحِ دِي۔ ثُمَّ تَابَ مِنْ بَعْدِہِ اَس بَرَا ئِي كِي بَعْدِ يَا عَمَلِ كِي بَعْدِ۔ وَاَصْلَحَ اَوْر مَخْلَصَانِه تُو بِي كِي۔

قرأت ونحو:

فَاِنَّہٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ شَامِي وَاَصَمِ نِي اَنّٰہِ كُو فَاِنَّہٗ پڑھا هِي۔ نَمْبَرَا۔ اَنّٰہِ كِي صَوْرَتِ مِيں يِه الرَحْمَتِ سِي بَدَلِ هِي۔ نَمْبَر ۲۔ اَوْر دُوسَرِي صَوْرَتِ مِيں مَبْتَدَا مَحْذُوْفِ كِي خَبَرِ هِي پَسِ اُسْكِ شَانِ يِه هِي كِه وِه غَفُوْر رَحِيْمِ هِي۔ اَنّٰہِ، فَاِنَّہٗ مَدَنِي نِي پڑھا۔ اَوّل بَدَلِ الرَحْمَتِ هِي اَوْر دُوسَرَا مَبْتَدَا اَنّٰہِ فَاِنَّہٗ دُوسَرُوں نِي مَسْتَانْفِہ پڑھا هِي۔ گُو يَا رَحْمَتِ كِي مُتَعَلِّقِ اسْتَفْصَارِ كِيَا كِيَا تُو جَوَابِ دِيَا كِيَا۔ اَنّٰہِ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ۔

مجرموں کے راستہ کی وضاحت تاکہ ہر ایک دیکھ کر چلے:

آیت ۵۵: وَكَذَلِكَ نَقُصِّلُ الْاٰيٰتِ لِيَتَسْتَبِيْنَ السَّبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ حَزْرہ اور عَلِي اور ابُو بَكْرِ نِي پڑھا هِي۔ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ سَبِيْلِ كُو نَصَبِ كِي سَاتھ مَدَنِي نِي پڑھا۔ جَبْكِه دُوسَرُوں نِي رَفْعِ كِي سَاتھ پڑھا هِي۔ رَفْعِ كِي صَوْرَتِ مِيں تَسْتَبِيْنِ كُو يَا ءِ اَوْر تَا دُونُوں سِي پڑھا جَا سَكْتَا هِي۔ كِيونكِه يِه مَذْكُر اَوْر مَوْنُثِ دُونُوں طَرَحِ مُسْتَعْمَلِ هِي۔ اَوْر جَب مَنصُوْبِ هُو تُو تَا سِي خَطَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم كُو هُوگا۔ كِهَا جَا تَا هِي اسْتَبَانَ الْاَمْرُو ثَبِيْنِ وَاِسْتَبْنَتْهُ وَتَبَيَّنَتْهُ گُو يَا اسْتَبَانَ اَوْر تَبَيَّنَ هِم مَعْنٰ يِهِيں۔ مُطْلَبِ يِه هُوگا۔ اِيْسِي وَاضِحِ تَفْصِيْلِ هِم

قُلْ اِنِّیْ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَبِّیْ وَكَذَّبْتُمْ بِهٖ مَا عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ۝

آپ فرمادیجئے کہ بے شک میں اپنے رب کی طرف سے دلیل پر ہوں اور تم نے اسے جھٹلا دیا ہے۔ میرے پاس وہ نہیں ہے جس کی تم جلدی کرتے ہو۔

اِنَّ الْحُكْمَ اِلَّا لِلّٰهِ ۝ یَقْضُ الْحَقُّ وَهُوَ خَيْرُ الْفَصِلِیْنَ ۝ قُلْ

کسی کا حکم نہیں ہے سوائے اللہ کے، وہ حق کو بیان فرماتا ہے اور وہ فیصلہ کرنے والوں میں سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا ہے۔ آپ فرمادیجئے!

لَوْ اَنْ عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِيَ الْاَمْرُ بَیْنِیْ وَبَیْنَكُمْ ۝ وَاللّٰهُ

اگر میرے پاس وہ چیز ہوتی جس کی تم جلدی کر رہے ہو تو میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ ہو چکا ہوتا اور اللہ

اَعْلَمُ بِالظَّالِمِیْنَ ۝

ظالموں کو خوب جاننے والا ہے۔

آیات قرآن کی کرتے ہیں اور ان مجرموں کے سلسلہ احوال میں ان کا خلاصہ ذکر کرتے ہیں۔ جن کے دل پر مہر لگ چکی ہے۔ اور ان لوگوں کے سامنے بھی ذکر کرتے ہیں۔ جن کے اسلام قبول کرنے کی امید ہوتی ہے۔ تاکہ ان کا راستہ واضح ہو جائے اور ہر فریق اپنی اپنی مرضی پر عمل پیرا ہو جائے۔ ہم نے یہ تفصیل اسی خاطر کی ہے۔

میں تمہاری خواہشات پر نہیں چل سکتا، وہ تو گمراہی ہے:

آیت ۵۶: قُلْ اِنِّیْ نُهَیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ یعنی مجھے عقل اور سمعی دلائل کے ذریعے ان معبودوں کی عبادت سے جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو منع کر دیا گیا اور روک دیا گیا۔ قُلْ لَا اَتَّبِعُ اَهْوَاءَ کُمْ یعنی میں تمہارے اس طریقہ پر چلنے والا نہیں جس پر تم اپنے دین کے سلسلے میں چل رہے ہو۔ جس میں محض اتباع ہوا ہے۔ نہ کہ اتباع دلیل۔ دراصل اس میں وہ سبب ذکر کر دیا جس کی وجہ سے وہ گمراہی میں مبتلا ہوئے قَدْ ضَلَلْتُ اِذَا لَیْتُ اِنِّیْ اَمْرٌ اِذَا لَیْتُ اِنِّیْ اَمْرٌ خواہشات پر چلنے لگوں تو پھر میں گمراہ ہو جاؤں گا۔ وَمَا اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِیْنَ ذرہ بھر بھی۔ یعنی بے شک تم اسی طرح ہو۔

آیت ۵۷: جب اس بات کی پچھلی آیت میں نفی فرمادی۔ کہ خواہشات تو قابل اتباع نہیں۔ تو جس کی اتباع لازم تھی اس کو فرمایا۔ قُلْ اِنِّیْ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَبِّیْ یعنی میں اپنے رب کی معرفت کے سلسلہ میں واضح دلیل کے ساتھ کہتا ہوں کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وَكَذَّبْتُمْ بِهٖ اس طرح کہ تم نے دوسروں کو اس کا شریک بنایا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ میں اپنے رب کی طرف سے دلیل پر ہوں اور وہ قرآن ہے اور تم نے اس بے بینہ کو جھٹلا دیا ہے۔ یہاں ضمیر مذکر بتاویل برہان بیان یا قرآن مذکر ہونے کی وجہ سے ضمیر مذکر لائے۔ پھر اس کے بعد ایسی بات ذکر کی جو دلالت کر رہی ہے کہ وہ عذاب کے مستحق ہو چکے ہیں فرمایا۔ مَا عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ یعنی وہ عذاب جو تم اپنی اس طرح کی باتوں میں جلد طلب کرتے ہو۔ جیسا سورہ انفال آیت ۳۲۔ فَاَمْطُرْ عَلَیْنَا

وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ ۖ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا

”اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں۔ ان کو اس کے علاوہ کوئی نہیں جانتا، اور وہ جانتا ہے جو کچھ خشکی میں ہے اور تری میں ہے، اور نہیں

تَسْقُطُ مِنْ رَّوْقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٌ وَلَا

گرتا ہے کوئی پتہ مگر وہ اسکو جانتا ہے، اور نہیں گرتا ہے کوئی دانہ زمین کے اندجروں میں اور نہیں ہے کوئی تر چیز اور

يَابِسٌ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ۝ ۵۹ وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا

خشک مگر وہ کتاب مبین میں ہے۔ اور وہی ہے جو تمہیں قبضہ میں لیتا ہے رات کو اور جانتا ہے جو کچھ

جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ لِيُقْضَىٰ أَجَلٌ مُّسَمًّى ۖ ثُمَّ إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ

کرتے ہو دن میں، پھر وہ تمہیں دن میں اٹھاتا ہے۔ تاکہ پوری کردی جائے میعاد مقرر۔ پھر اسی کی طرف تمہارا لوٹنا ہے۔

ثُمَّ يَنْبِئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ ۶۰

پھر وہ تمہیں ان کاموں کی خبر دیگا جو تم کیا کرتے تھے۔“

حِجَارَةً مِّنَ السَّمَاءِ - اِنْ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ تمہارے عذاب کو مؤخر کرنے کے متعلق يَقْضُ الْحَقُّ حَاجِزِي عاصم نے پڑھا ہے یعنی وہ جو فیصلہ کرتے ہیں اس میں حق و حکمت کا لحاظ رکھتے ہیں۔ اور اس کا اندازہ فرماتے ہیں۔

باقی قراء نے اس کو يَقْضُ الْحَقُّ وہ حق کا فیصلہ کرتا ہے جس میں وہ جلدی یا تاخیر کرتے ہیں۔ پس الحق سے مراد قضاء ہے پس الحق اس صورت میں يقضى کے مصدر کی صفت ہے۔ وَهُوَ خَيْرُ الْفَصِلَيْنِ وہ حق فیصلہ کرنے والوں سے ہے۔ الفصل قضاء ہی کو کہتے ہیں۔ اور یا کا گرنا التقائے سائنس کی وجہ سے اتباع لفظ کی خاطر ہے۔

میری قدرت میں عذاب نہیں وہ جب چاہے اتارے:

آیت ۵۸: قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِي لَعِزَّتِي قُدْرَتِ وَاَمْكَانِ مِیْنَمَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِہ یعنی عذاب لَقَضِی الْاَمْرُ بَیْنِی وَبَیْنَكُمْ تُو تم جلدی ہلاک ہو جاؤ غضب الہی کی وجہ سے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِیْنَ پس وہ تم پر ایسے وقت عذاب اتارے گا جس میں وہ جانتا ہے کہ وہ زیادہ روکنے والا ہے۔

وہ خود مغیبات کا علم رکھنے والا ہے:

آیت ۵۹: وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ الْمَفَاتِحُ جمع مفتاح ہے اور وہ مفتاح کو کہتے ہیں۔ دوسرا قول یہ بھی ہے کہ مفتاح سے مراد خزائن عذاب اور رزق ہیں۔ تیسرا قول، لوگوں کی نگاہوں سے جو چیزیں غائب ہیں۔ مثلاً ثواب عقاب آجال

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ۖ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَكُمْ

”اور وہ اپنے بندوں پر غالب ہے اور وہ تمہارے اوپر نگرانی کرنے والے بھیجتا ہے۔ یہاں تک کہ جب تم سے کسی کو

الْمَوْتُ تَوْفِقَتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفْرِطُونَ ۖ ۶۱ ثُمَّ رُدُّوْا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰهُمُ

موت آجاتی ہے تو اسکو ہمارے فرشتے قبض کر لیتے ہیں، اور وہ کوتاہی نہیں کرتے، پھر وہ اللہ کی طرف لوٹا دیئے جائیں گے جو ان کا مالک

الْحَقُّ ۖ اِلَّا لَهُ الْحُكْمُ ۚ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِیْنَ ۖ ۶۲ قُلْ مَنْ يَنْجِيكُمْ مِّنْ

حقیقی ہے، خبردار اسی کے لیے حکم ہے، اور وہ حساب لینے والوں میں سب سے جلدی حساب لینے والا ہے، آپ فرمائیے کہ کون تم کو نجات دیتا ہے

ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْهُ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً ۚ لَّیْنُ اَنْجَاثِنَا مِنْ هٰذِهِ

ننگی اور سمندر کی اندھیریوں سے، تم اسے چپکے چپکے عاجزی کے ساتھ پکارتے ہو بلاشبہ اگر ہمیں اس مصیبت سے نجات دیدی

لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشَّٰكِرِیْنَ ۖ ۶۳ قُلِ اللّٰهُ يَنْجِيكُمْ مِنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ

تو ہم ضرور ضرور شکر گزاروں میں سے ہو جائیں گے، آپ فرمادیجئے اللہ تمہیں مصیبت سے نجات دیتا ہے اور ہر بے چینی سے، پھر تم

تُشْرِكُوْنَ ۖ ۶۴

شرک کرتے ہو۔

صحائف کا لکھنا برائی سے بچنے میں معاون ہے:

آیت ۶۱: وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ۖ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَكُمْ الْمَوْتُ تَوْفِقَتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفْرِطُونَ ۖ ۶۱۔ تا کہ برائی سے بچنے کے لیے یہ چیز زیادہ معاون بنے۔ جب وہ اس بات کو سوچیں۔ کہ ان کے صحائف تمام انسانوں کے سامنے پیش کیے جائیں گے۔ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَكُمْ الْمَوْتُ حَتَّىٰ حَفَظَ اَعْمَالِہِ کی غایت کو بیان کرنے کے لیے ہے۔ یعنی فرشتوں کی یہ عادت مکلفین کے ساتھ پوری زندگی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ موت ان پر آ کر طاری ہو جاتی ہے۔ تَوْفِقَتْهُ رُسُلُنَا اس کی روح کو قبض کر لیتے ہیں۔ اور وہ ملک الموت اور اس کے معاون ہیں۔ قراءت: توفیہ واستوفیہ امالہ کے ساتھ حمزہ نے پڑھا ہے۔ رُسُلُنَا میں کے جزم کے ساتھ ابو عمرو نے پڑھا ہے۔ وَهُمْ لَا يُفْرِطُونَ وہ سستی و تاخیر نہیں کرتے۔

تمام معاملات سچے مولا کے پاس:

آیت ۶۲: ثُمَّ رُدُّوْا اِلَى اللّٰهِ اس کے حکم اور اس کے بدلہ کی طرف یعنی مرنے والوں کو ملائکہ کے لوٹانے سے اللہ کی بارگاہ کی

طرف لوٹایا جائے گا۔ مَوْلٰہُمْ جو ان کا ایسا مالک جو ان کے امور کا متولی ہے۔ اَلْحَقُّ وہ ایسا عادل ہے کہ سچا ہی فیصلہ کرتا ہے۔ یہ دونوں لفظ اللہ کی صفات ہیں۔ اَلَا لَہُ الْحُکْمُ اس دن کسی دوسرے کا اس میں ذرہ بھر حکم نہ ہوگا۔ وَہُوَ اَسْرَعُ الْحَسِبِیْنَ اس کو ایک کا حساب دوسرے کے حساب سے مشغول نہیں کر سکتا۔ وہ تمام مخلوق کا حساب بکری دوہنے کے وقت کے برابر لے لے گا۔ محاورہ الرد الی من ربك خیر من البقاء مع من اذاک تیرا اس کے پاس لوٹنا جس نے تیری تربیت کی اس سے بہت بہتر ہے کہ تو اس کے ساتھ رہے جس نے تجھے ایذا دی ہو۔

اندھیروں میں پھنستے ہو تو اسی کو بلاتے ہو:

آیت ۶۳: قُلْ مَنْ یُنْجِیْکُمْ۔ قراءت۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یُنْجِیْکُمْ بغیر تشدید پڑھا ہے۔ مَنْ ظَلُمْتَ الْبَرَّ وَالْبَحْرَ دونوں کے خوفناک اور ہولناک مواقع سے مجاز ہے دوسرا قول ظلمات البر سے مراد گرجیں اور ظلمات البحر سے امواج بحر مراد ہیں۔ جبکہ دونوں رات اور بادل میں ہوں۔ تَدْعُوْنَهُ۔ نَحْوَم کی ضمیر مفعولی سے حال ہے۔ تَضَرُّعًا اس حال میں کہ تم گڑ گڑانے کا اظہار کر رہے ہوتے ہو۔ یہ مصدر ہے حال واقع ہے اسی طرح وَخُفِیَّةٌ بھی مصدر و حال ہے یعنی اپنے دلوں میں چھپانے والے قراءت: تمام قرآن میں خُفِیَّةٌ کو خُفِیَّةٌ ابو بکر نے پڑھا ہے۔ دراصل یہ دونوں لغتیں ہیں۔ لَیْنٌ اُنْجَنَّا۔ قراءت: عاصم نے پڑھا ہے حمزہ علی نے امالہ سے پڑھا۔ اور بقیہ قراء نے انجیتنا پڑھا مطلب یہ ہے وہ کہتے ہیں کہ اگر تو نے ہم کو خلاصی دی۔ مِنْ ہٰذِہِ ان اندھیروں سے۔ لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الشَّکْرِیْنَ اللہ تعالیٰ کے لیے۔

نجات وہ دے اور شریک بھی اسی کا بناؤ۔ تعجب ہے:

آیت ۶۴: قُلِ اللّٰهُ یُنْجِیْکُمْ تشدید کے ساتھ کوئی نے پڑھا۔ مِنْہَا یعنی اندھیرے وَمِنْ کُلِّ کَرْبٍ غَمٍّ وَرَنَجٍ اَنْتُمْ تُشْرِکُوْنَ تم شکر ادا نہیں کرتے (بلکہ شرک کرتے ہو)۔

قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰ اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ

”آپ فرما دیجئے کہ وہ اس پر قادر ہے کہ تم پر عذاب بھیج دے تمہارے اوپر سے یا تمہارے

تَحْتَ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيْعًا وَيُذِيقَ بَعْضَكُمْ بَاسَ بَعْضٍ ط

پاؤں کے نیچے سے یا بھڑا دے تم کو مختلف جماعتیں کر کے اور چکھا دے ایک کو دوسرے کی سختی

اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ۝۶۵ وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ

آپ دیکھ لیجئے کہ ہم کیسے مختلف پہلوؤں سے آیات کو بیان کرتے ہیں تاکہ وہ سمجھ جائیں، اور آپ کی قوم نے اسے جھٹلایا

وَهُوَ الْحَقُّ ط قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ۝۶۶ لِّكُلِّ نَبِيٍّ مَّسْتَقَرٌّ ۚ وَسَوْفَ

حالانکہ وہ حق ہے۔ آپ فرما دیجئے کہ میں تم پر وارنہ بنا کر مقرر نہیں کیا گیا۔ ہر ایک خبر کا وقت مقرر ہے اور عقرب

تَعْلَمُوْنَ ۝۶۷

تم جان لو گے۔“

ہر طرح کی پکڑ پھرا سے ہر وقت کامل قدرت ہے:

آیت ۶۵: قُلْ هُوَ الْقَادِرُ وہ وہی ذات ہے کہ جس کا قادر ہونا تمہیں معلوم ہے یا قادر کا معنی کامل قدرت اس میں لام عہد و جنس دونوں کا احتمال رکھتی ہے۔ عَلَىٰ اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ جیسا اس نے قوم لوط پر عذاب کی بارش برسائی اور اصحاب فیل پر پتھروں کی۔ اَوْ مِنْ تَحْتَ اَرْجُلِكُمْ جیسا اس نے فرعون کو غرق کیا اور قارون کو زمین میں دھنسا دیا۔ یا تمہارے سلاطین اور کمینے لوگوں کی طرف سے یا اس سے مراد بارش کا بند ہونا۔ اور نبات کا نہ اگنا ہے۔ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيْعًا تمہیں فرقوں میں بانٹ دے جن کی خواہشات مختلف ہوں ہر گروہ اپنے مقتداء کے ساتھ چلنے والا ہو۔ خلطہم کا مطلب ان میں باہمی لڑائی کا پھوٹ پڑنا۔ جس سے وہ لڑائی کے مواقع میں آپس میں گڈمڈ ہو جائیں۔ وَيُذِيقَ بَعْضَكُمْ بَاسَ بَعْضٍ ایک دوسرے کو وہ قتل کریں۔ الباس تلوار کو کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ میری امت پر اوپر سے عذاب نازل نہ فرمائے۔ یا پاؤں کے نیچے سے تو اللہ تعالیٰ نے میری یہ دعا قبول فرمائی۔ اور میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ بھی سوال کیا کہ وہ آپس میں نہ لڑیں پس اللہ تعالیٰ نے مجھے اس دعا سے روک دیا۔ یعنی قبول نہیں فرمایا۔ اور مجھے جبرائیل علیہ السلام نے اطلاع دی کہ میری امت کی فناء تلوار سے ہوگی۔ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ وعدہ اور وعید کے ساتھ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ۔

وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيْتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي

اور اے مخاطب! جب تو ان لوگوں کو دیکھے جو ہماری آیات کے بارے میں عیب جوئی کرتے ہیں تو ان سے کنارہ ہو جا! یہاں تک کہ وہ اس کے علاوہ کسی دوسری

حَدِيثٍ غَيْرِهِ ۖ وَإِمَّا يَنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِى مَعَ الْقَوْمِ

بات میں لگ جائیں۔ اور اگر تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آ جانے کے بعد ظالموں کے ساتھ

الظَّالِمِينَ ۖ وَمَا عَلَى الَّذِينَ يَتَّقُونَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِنْ شَيْءٍ وَلَكِنْ ذِكْرِى

مت بٹھو۔ اور جو لوگ احتیاط کرتے ہیں ان پر ظالموں کے حساب میں سے کچھ بھی نہیں ہے لیکن نصیحت ہے

لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ۖ وَذَرِ الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَهُمْ لَعِبًا وَلَهُمْ آوْغَرَتْهُمْ الْحَيَوةُ

تا کہ وہ ڈرنے لگیں، اور چھوڑ دے ان لوگوں کو جنہوں نے اپنے دین کو کھیل اور تماشا بنا لیا ہے اور دنیاوی زندگی نے ان کو دھوکے

الدُّنْيَا وَذَكَّرَبِهِ أَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌ بِمَا كَسَبَتْ ۖ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُونِ اللَّهِ

میں ڈالا ہے۔ اور قرآن کے ذریعہ ان کو نصیحت کیجئے تا کہ کوئی شخص اپنے اعمال کی وجہ سے نہ پھنس جائے جس کے لیے اللہ کے علاوہ

وَلِيٍّ وَلَا شَفِيعٍ ۚ وَإِنْ تَعَدَّلْ كُلٌّ لَّا يُؤْخَذُ مِنْهَا ۚ أُولَٰئِكَ

کوئی حمایتی اور سفارش کرنے والا نہ ہوگا۔ اور اگر نفس ہر طرح سے جان کا بدلہ دے تو اس سے نہ لیا جائے گا۔ یہ وہ لوگ ہیں

الَّذِينَ أُبْسِلُوا بِمَا كَسَبُوا ۚ لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيمٍ وَعَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا

جو اپنے اعمال کی وجہ سے پھنس گئے۔ ان کیلئے پینا ہے گرم پانی ہے، اور دردناک عذاب ہے، کفر

يَكْفُرُونَ ۖ

کرنے کی وجہ سے۔

سچے قرآن کو جھٹلایا عذاب کا انتظار کرو:

آیت ۶۶: وَكَذَّبَ بِهِ لَعْنَةُ اللَّهِ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ كَذَّبَ بِتِلْكَ الْكَلِمَاتِ الَّتِي لَا تَمُوتُ وَأَلْهَمَهَا الْفَلَسُ أَوْ يَكُونُ الْفُلُ لَكُنْ تُرْجَىٰ ۚ وَكَذَّبَ بِهِ لَعْنَةُ اللَّهِ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ كَذَّبَ بِتِلْكَ الْكَلِمَاتِ الَّتِي لَا تَمُوتُ وَأَلْهَمَهَا الْفَلَسُ أَوْ يَكُونُ الْفُلُ لَكُنْ تُرْجَىٰ ۚ وَكَذَّبَ بِهِ لَعْنَةُ اللَّهِ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ كَذَّبَ بِتِلْكَ الْكَلِمَاتِ الَّتِي لَا تَمُوتُ وَأَلْهَمَهَا الْفَلَسُ أَوْ يَكُونُ الْفُلُ لَكُنْ تُرْجَىٰ ۚ

وہ اپنے وقت پر آئے گا پھر خبر ہوگی:

آیت ۶۷: لِكُلِّ نَبِيٍّ مُّسْتَقَرٌّ نَّبَأٌ سَرِيحٌ ۚ وَكَذَّبَ بِهِ لَعْنَةُ اللَّهِ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ كَذَّبَ بِتِلْكَ الْكَلِمَاتِ الَّتِي لَا تَمُوتُ وَأَلْهَمَهَا الْفَلَسُ أَوْ يَكُونُ الْفُلُ لَكُنْ تُرْجَىٰ ۚ

قُلْ اَنْدَعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرُدُّ عَلٰۤى اَعْقَابِنَا

”آپ فرما دیجئے کیا ہم پکاریں اللہ کے سوا جو ہمیں نفع نہیں دیتا اور جو ہمیں ضرر نہیں دیتا، اور کیا ہم اس کے بعد اگلے پاؤں لوٹا دیئے جائیں

بَعْدَ اِذْ هَدٰۤىنَا اللّٰهُ كَالَّذِیْ اسْتَهْوَتْهُ الشَّیْطٰنُ فِی الْاَرْضِ حِیْرَانَ ۝

جبکہ اللہ نے ہمیں ہدایت دی کیا ہم اس شخص کی طرح ہو جائیں جسے شیطان نے جنگل میں بے راہ کر دیا ہو۔ اس حل میں کہ حیران ہو کر بھٹکتا پھر رہا ہو۔

لَاۤ اَصْحٰبٌ یَّدْعُوْنَہٗ اِلَی الْہُدٰۤی اٰتٰنَا ۝ قُلْ اِنَّ ہُدٰۤی اللّٰهُ ہُوَ الْہُدٰۤی ۝

اس کے ساتھی ہیں جو اسے بلاتے ہیں کہ ہدایت کی طرف آ جا ہمارے پاس۔ آپ فرما دیجئے بے شک اللہ کی ہدایت ہی ہدایت ہے۔

وَاْمُرْنَا لِنُسَلِّمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝۷۱ وَ اَنْ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَ اتَّقُوْہُ ۝ وَ ہُوَ الَّذِیْ

اور ہم کو حکم ہوا ہے کہ ہم سارے جہانوں کے پروردگار کے فرمانبردار ہو جائیں۔ اور یہ کہ نماز کو قائم کرو اور رب العالمین سے ڈرو۔ اور وہی ہے

اِلَیْہِ تُحْشَرُوْنَ ۝۷۲ وَ ہُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۝ وَ یَوْمَ

جس کی طرف تم جمع کئے جاؤ گے اور وہی ہے جس نے حق کے ساتھ آسمانوں کو اور زمین کو پیدا فرمایا۔ اور جس دن

یَقُوْلُ کُنْ فِیْکُوْنُ ۝ قَوْلُہُ الْحَقُّ ۝ وَلَہُ الْمُلْکُ یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ ۝

وہ فرمائے گا کہ ہو جا سو وہ ہو جائے گا، اور اس کا فرمان حق ہے اور اسی کے لیے ساری حکومت ہے جس دن صور پھوٹا جائے گا۔

عِلْمُ الْغِیْبِ وَالشَّہَادَۃُ ۝ وَ ہُوَ الْحَکِیْمُ الْخَبِیْرُ ۝۷۳

وہ جاننے والا ہے غیب کی چیزوں کو اور ظاہر چیزوں کو۔ اور وہ حکمت والا ہے خبر رکھنے والا ہے۔

الثالثہ

نہ پاتے ہوئے۔ اپنی کمائی کے سبب۔ وَاَنْ تَعْدِلَ کُلُّ عَدْلٍ مصدر کی بناء پر منصوب ہے ان تفد کل فداء اگرچہ تم فدیہ دو العدل فدیہ کو کہتے ہیں۔ کیونکہ فدیہ دینے والا مفدی کو اس کے مثل سے برابر کرتا ہے۔ لَا یُوْخَذُ مِنْہَا کافاعل ضمیر عدل نہیں کیونکہ عدل یہاں مصدر ہے۔ اور مصدر اخذ کا اسناد نہیں ہو سکتا۔ باقی لَا یُوْخَذُ مِنْہَا عدل البقرہ آیت ۲۸ میں عدل بمعنی مفدی بہ مفعول کے معنی میں ہے۔ پس اس لیے اس کی طرف یوخذ کی نسبت درست ہے۔ اُولٰٓئِکَ یہ ان لوگوں کی طرف اشارہ ہے جو اپنے دین کو لہو و لعب بنانے والے ہیں۔ یہ مبتداء اور الذین اُبْسِلُوْا بِمَا کَسَبُوْا اس کی خبر ہے۔ اور لَہُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِیْمٍ سخت گرم پانی یہ اولئک کی خبر دوم ہے۔ اور تقدیر عبارت یہ ہے اولئک المبسلون ثابت لہم شراب من حمیم۔ ان ہلاک ہونے والوں کے لیے گرم پانی کا مشروب ثابت ہوگا یا جملہ مستانفہ ہے۔ وَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ بِمَا کَانُوْا یُکْفِرُوْنَ ان کے کفر کی وجہ سے۔

گمراہ کو غول شیطانی میں پھنسنے والے سے تشبیہ دی:

آیت ۱۷: قُلْ (کہہ دو) ابوبکر کو کہہ دیں کہ وہ اپنے بیٹے عبدالرحمان کو کہہ دیں جو اپنے باپ کو بتوں کی عبادت کی طرف بلا رہا تھا۔ اَنْذَعُوا کیا ہم عبادت کریں۔ مِنْ دُونِ اللّٰهِ جو نقصان اور نفع کا مالک ہے۔ مَا لَا يَنْفَعُنَا ان کی جو ہمارے نفع کی قدرت نہیں رکھتے اگر ہم ان کو پکاریں۔ وَلَا يَضُرُّنَا اگر ہم ان کو چھوڑ دیں۔ وَنُرْذِلُ کیا ہم لوٹائے جائیں گے۔ عَلٰی اَعْقَابِنَا اس حالت میں کہ شرک کی طرف لوٹنے والے ہوں۔ بَعْدَ اِذْ هَدٰنَا اللّٰهُ اِسْلَام کی طرف اور بتوں کی عبادت سے ہمیں چھوڑا یا۔ كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيْطٰنُ اس شخص کی طرح جس کو شیاطین کا غول اور سرکش شیاطین لے جائیں۔ نرد علی اعقابنا کی ضمیر سے حال ہونے کی بناء پر یہ منصوب ہے مطلب یہ ہے کہ کیا ہم الٹے پاؤں ہٹا دیے جائیں گے ان لوگوں کی طرح جن کو شیاطین نے ورغلا یا ہو۔ اور وہ ہَوٰی فی الارض سے باب استفعال ہے ہَوٰی کا معنی زمین میں جانا گویا اس کا معنی طلبت ہَوٰیہ فی الارض جنگل و بیابان میں حیران استہوتہ کے مفعول سے حال ہے۔ یعنی اس حال میں کہ وہ حیران راستہ سے بھٹکا ہوا۔ اس کو معلوم نہیں کہ وہ کیا کرے۔ لَهٗ اس بھٹکنے والے کے لئے۔

اصْحٰبُ دوست يَذْعُوْنَ اِلٰی الْهُدٰی اس طرف کہ وہ اس کو راہ پر لگا دیں صراط مستقیم کو الہدٰی سے تعبیر فرمایا۔ وہ اس کو کہہ رہے ہیں اِنْتَنَا وہ راستہ سے بھٹکا ہوا۔ جنات کے پیچھے جا رہا ہے اور ان کو جواب نہیں دیتا اور نہ ان کے پاس آتا ہے۔ اور یہ اس بناء پر ہے جو کہا جاتا ہے کہ جنات انسان کو بھٹکا دیتے ہیں۔ اور غول شیطانی انسان پر مسلط ہو جاتا ہے۔ پس طریق اسلام سے گمراہی اختیار کرنے والے کو اس سے تشبیہ دی ہے شیطان کے قدموں کی پیروی کرنے کو تشبیہ دی اور مسلمان اس کو اپنی طرف بلا رہے ہیں۔ مگر وہ ان کی طرف متوجہ ہی نہیں ہوتا۔

ہدایت صرف اسلام باقی سب گمراہی:

قُلْ اِنَّ هُدٰی اللّٰہ اور وہ اسلام ہے۔ هُوَ الْهُدٰی صرف ہدایت ہے اس کے علاوہ گمراہی ہے۔ وَاْمُرْنَا یہ ان هُدٰی اللّٰہ هُوَ الْهُدٰی کے محل پر عطف کی وجہ سے منصوب ہے۔ اس وجہ سے کہ دونوں مقولے ہیں۔ گویا اس طرح کہا گیا یہ بات بھی کہو اور یہ کہو امرنا لِنُسَلِّمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

فرمانبرداروں کے طرق:

آیت ۷۲: وَاَنْ اَقِمْوْا الصَّلٰوةَ تقدیر عبارت یہ ہے و امرنا لان نسلم ولان اقيموا یعنی اسلام اور اقامت صلوٰۃ کے لیے وَاتَّقُوْهُ وَهُوَ الَّذِيْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ قیامت کے دن۔

اللہ خالق اور کامل علم و قدرت والا ہے:

آیت ۷۳: وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ حکمت کے ساتھ۔ یا واقعی برحق۔ وَيَوْمَ يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ یہ خبر ہے جواب نہیں۔ قَوْلُهُ الْحَقُّ یہ مبتدا ہے یوم یقول اس کی خبر مقدم ہے جیسا کہ تم کہو یوم الجمعة قولك الصدق یعنی

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ أَسِرَّاتِي أَخَذَ اصْنَامًا آلِهَةً ۖ إِنِّي أَخَافُكَ

”اور جب ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے کہا کیا تو بتوں کو معبود مانتا ہے؟ بلاشبہ میں تجھے اور تیری

وَقَوْمَكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۖ وَكَذَلِكَ نُرِي إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمَوَاتِ

قوم کو کھلی گمراہی میں دیکھ رہا ہوں، اور اسی طرح ہم نے ابراہیم کو آسمانوں کی اور زمین کی مخلوقات

وَالْأَرْضِ وَلِيَكُونَنَّ مِنَ الْمُوقِنِينَ ۖ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَأَى كَوْكَبًا

دکھائیں۔ تاکہ وہ یقین کرنے والوں میں سے ہو جائے۔ پھر جب اس پر رات کی تاریکی چھا گئی تو ایک ستارہ دیکھا،

قَالَ هَذَا رَبِّي ۖ فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَا أَحِبُّ الْآفِلِينَ ۖ فَلَمَّا رَأَى الْقَمَرَ

کہا یہ میرا رب ہے، پھر جب وہ ستارہ غروب ہو گیا تو یوں کہا کہ میں غائب ہو جانے والوں سے محبت نہیں رکھا، پھر جب چاند کو

بَارِغًا قَالَ هَذَا رَبِّي ۖ فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِي رَبِّي لَأَكُونَنَّ

چمکتا ہوا دیکھا تو کہا کہ یہ میرا رب ہے، پھر جب وہ غروب ہو گیا تو کہا اگر میرا رب مجھے ہدایت نہ کرتا تو میں ضرور گمراہ

مِنَ الْقَوْمِ الضَّالِّينَ ۖ فَلَمَّا رَأَى الشَّمْسَ بَارِغَةً قَالَ هَذَا رَبِّي هَذَا

لوگوں میں سے ہو جاتا، پھر جب سورج کو چمکتا ہوا دیکھا تو کہا کہ یہ میرا رب ہے، یہ سب سے

أَكْبَرُ ۖ فَلَمَّا أَفَلَتْ قَالَ يُقَوْمُ إِنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ ۖ

بڑا ہے، پھر جب سورج غروب ہو گیا تو کہا اے میری قوم! میں ان چیزوں سے بری ہوں جن کو تم شریک ٹھہراتے ہو،

قولك الصدق كائن يوم الجمعة تیری سچی بات جمعہ کے دن واقع ہونے والی ہے۔ اور اليوم بمعنی صبح ہے مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کو حق و حکمت کے ساتھ پیدا فرمایا۔ جس وقت وہ کسی چیز کو فرماتے ہیں ہو جاتا وہ ہو جاتی ہے۔ اس کی بات سچی اور حکمت والی ہے۔ یعنی آسمان و زمین اور تمام تکوینات میں جو چیز بھی ہوتی ہے وہ حکمت و صواب پر مبنی ہے۔ وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ يَهُ لَه الْمَلِكُ کا ظرف ہے۔ فِي الصُّورِ لَفَتْ يَمِنْ فِي صُور، سینگ کو کہتے ہیں۔ یا یہ صُور کی جمع ہے (مگر قرطبی نے اس کو جمع ماننے سے انکار کر کے تردید کی ہے۔ (صفحہ ۲۰ جلد ۱) عَلِيمُ الْغَيْبِ وہ عالم الغیب ہے۔ وَالشَّهَادَةُ یعنی پوشیدہ اور علانیہ وَهُوَ الْحَكِيمُ فناء کرنے اور زندہ کرنے میں الخبیر حساب و جزا سے۔

ابراہیم علیہ السلام کا باپ کو وعظ و نصیحت کرنا:

آیت ۷۲: وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ أَسِرَّاتِي أَخَذَ اصْنَامًا آلِهَةً ۖ إِنِّي أَخَافُكَ

والد کا نام تاریخ ہے۔ یہ اُردو، اسیہ کا عطف بیان ہے۔ اور اس کا وزن فاعل ہے۔ اَتَّخِذُ اَصْنَامًا اِلٰهَةً یہ استفہام تو بخنی ہے۔ کیا تو ان کو معبود بناتا ہے۔ حالانکہ یہ الوہیت کے مستحق نہیں۔ اِنِّیْ اَرَاکَ وَقَوْمَکَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ۔ بصیرت روشن کر کے شرک کی قباحت ظاہر کر دی:

آیت ۵۷: وَكَذٰلِكَ جِیْسے ہم نے ان کو شرک کی قباحت دکھائی تھی۔ نُرِیْ اِبْرٰهیمَ مَلٰکُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یعنی ہم اس کی بصیرت کو آسمان وزمین کی تخلیق کے لطائف دکھا رہے تھے نُرِیْ ماضی کی حکایت حال میں بیان کی گئی۔ المملکوت یہ المملک سے زیادہ بلیغ ہے۔ کیونکہ اس میں واؤ اور تاء مبالغہ کے لیے بڑھائے گئے ہیں۔ مجاہد کہتے ہیں ان کے لیے ساتوں آسمان کھول دیئے گئے آپ نے ان کے مابین جو کچھ تھا وہ دیکھا، حتیٰ کہ ان کی نگاہ عرش الہی تک پہنچی۔ اور ساتوں زمینیں کھول دی گئیں۔ یہاں تک کہ جو کچھ ان میں تھا وہ دیکھا۔ وَلَیْکُوْنَ مِنَ الْمُؤَقِنِیْنَ ہم نے اسی طرح کیا تا کہ وہ استدلال کرے۔ ولیکون من المؤقنین عیاناً کما یقن بیانا تا کہ وہ آنکھوں سے دیکھ کر اس طرح یقین کرے جیسا کہ وہ بیان سے یقین کرنے والے ہیں۔

نظر و استدلال سے قوم کی راہنمائی:

آیت ۷۶: فَلَمَّا جَنَّ عَلَیْهِ الْکَلْبُ یعنی چھا گئی اس کا عطف قال ابرہیم لابیہ پر ہے۔ اور کذالک نوری ابرہیم یہ جملہ معترضہ ہے۔ جو معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان واقع ہے۔ رَاٰکُوْکُبًا یعنی زہرہ یا مشتری ابرہیم علیہ السلام کے والد اور ان کی قوم بت پرست، سورج، چاند، ستارہ پرست تھی۔ آپ علیہ السلام نے ان کو ان کے مذہب کی غلطی واضح کرنے کا ارادہ فرمایا اور نظر و استدلال کے انداز سے ان کی راہنمائی چاہی۔ اور ان کو یہ بتلانا چاہا۔ کہ صحیح نظر و فکر کا تقاضا یہ ہے کہ ان میں سے کوئی اس قابل نہیں کہ معبود کہلا سکے۔ کیونکہ اس میں حدوث و زوال کی دلیل پائی جاتی ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ کوئی تو ان کا موجود ہے جس نے ان کو ایجاد کیا ہے اور ان کا کوئی مدبر ہے۔ جو ان کے طلوع و غروب کا انتظام کرتا ہے۔ اور انتقال و چلاؤ و دیگر تمام احوال کا منظم ہے۔ جب آپ نے اس ستارہ کو دیکھا جس کی وہ عبادت کرتے تھے تو فرمایا۔ قَالَ هٰذَا رَبِّیْ یعنی ان کو فرمایا کہ یہ میرا رب ہے بقول تمہارے۔ یا مراد اھذا ربی جو کہ بطور استہزاء آپ نے فرمایا ان پر انکار کرتے ہوئے یہ بات فرمائی محاورہ عرب میں حرف استفہام کی بجائے انداز و آواز پر ہی اکتفاء کر لیتے ہیں۔ اور صحیح بات یہ ہے کہ یہ اس کا قول ہے جو اپنے مخالف سے انصاف کا طالب باوجود یہ کہ وہ جانتا ہو کہ وہ باطل پر ہے۔ پس اس کی بات کی حکایت وہ اس انداز سے کرے گا گویا کہ وہ غیر متعصب ہے۔ کیونکہ یہ طرز عمل حق کی طرف سے زیادہ بلانے والا اور شور و شغب سے خالی ہے۔ پھر وہ اس کے اعتقاد کو نقل کر کے اس پر مڑ کر حملہ کرتا ہے اور دلیل سے اس کو باطل کرتا ہے۔ فَلَمَّا اَقْلَعَ غَابَ ہوا۔ قَالَ لَا اُحِبُّ الْاٰفِلٰیْنَ یعنی میں ایسے ارباب کی عبادت پسند نہیں کرتا جو ایک حالت سے دوسری حالت میں بدلنے والے ہوں کیونکہ یہ اجسام مرکب کی صفات میں سے ہے۔

غروب سے تغیر پذیری پر شاندار استدلال:

آیت ۷۷: فَلَمَّا رَأَى الْقَمَرَ بَازِغًا طُلُوعَ هَوَىٰ - قَالَ هَذَا رَبِّي فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِي رَبِّي لَأَكُونَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّالِّينَ آپ نے اپنی قوم کو خبردار فرمایا۔ کہ جو شخص چاند کو الہ ماننا ہو۔ وہ گمراہ ہے۔ طرز استدلال: آپ نے اس مقام پر غروب سے استدلال فرمایا۔ طلوع سے نہیں۔ حالانکہ دونوں حالتیں تغیر پذیر ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ غروب سے استدلال زیادہ واضح تر ہے۔ کیونکہ یہ انتقال چھپ جانے اور پردے میں اور اوٹ میں آ جانے کے ساتھ ہے۔

مخاصم سے انصاف کی اپیل کی تاکہ اعتراف و دلیل بن جائے:

آیت ۷۸: فَلَمَّا رَأَى الشَّمْسُ بَازِغَةً قَالَ هَذَا رَبِّي، هَذَا اسم اشارہ ہے مذکر لائے کیونکہ انہوں نے اس سے طلوع ہونے والا مراد لیا۔ یا اس وجہ سے کہ انہوں نے مبتدا کو خبر کی طرح بنا لیا۔ کیونکہ وہ معنوی لحاظ سے دونوں ایک چیز ہیں۔ اس میں اصل رب کے لفظ کو تانیث سے محفوظ کرنا مقصود ہے اس لیے تو اہل عرب صفات باری تعالیٰ کے متعلق علامہ اور علام نہیں کہتے۔ اگرچہ ثانی پہلے کی نسبت علامت تانیث سے فقط بچنے کی خاطر۔ هَذَا الْكِبَرُ یہ بھی اپنے مخاصم کے ساتھ انصاف کرانے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ فَلَمَّا أَفَلْتُ قَالَ يَقَوْمِ إِنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ ان اجرام میں سے ہے جس کو تم ان کے خالق کا شریک قرار دیتے ہو۔ ایک کمزور قول یہ ہے کہ یہ نظر و استدلال ان کا اپنے نفس سے تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان سے نقل کر دیا۔ مگر پہلا انتہائی ظاہر ہے اس لئے کہ یہ ارشاد یقوم انی بریء مما تشرکون اس کی تائید کر رہا ہے۔

إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ

بے شک میں نے اپنا رخ اس ذات کی طرف موڑا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا، میں سب کو چھوڑ کر اسی کی طرف مائل ہونے والا ہوں، اور میں

الْمُشْرِكِينَ ۷۹ وَحَاجَّةُ قَوْمِهِ ۸۰ قَالَ أَتُحَاجُّونِي فِي اللَّهِ وَقَدْ هَدَانِ

مشرکوں میں سے نہیں ہوں، اور اس کی قوم نے حجت بازی کی تو اس نے جواب میں کہا کیا تم مجھ سے اللہ کے بارے حجت بازی کرتے ہو حالانکہ اس نے مجھے ہدایت عطا فرمادی، اور میں

وَلَا أَخَافُ مَا تُشْرِكُونَ بِهِ إِلَّا أَن يَشَاءَ رَبِّي شَيْئًا ۸۱ وَسِعَ رَبِّي كُلَّ

ان سے نہیں ڈرتا جن کو تم اس کا شریک بناتے ہو مگر ہاں جو کچھ میرا رب چاہے، میرے پروردگار کا علم ہر چیز

شَيْءٍ عِلْمًا ۸۲ أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ ۸۳ وَكَيْفَ أَخَافُ مَا أَشْرَكْتُمْ وَلَا

کو احاطہ کئے ہوئے ہے، کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟ اور میں کیونکر ان سے ڈروں جنہیں تم نے شریک بنایا ہوا ہے حالانکہ

تَخَافُونَ أَنَّكُمْ أَشْرَكْتُمْ بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزَّلْ بِهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا ۸۴ فَآيُ الْفَرِيقَيْنِ

تم اس بات سے نہیں ڈرتے کہ تم نے اللہ کے ساتھ ان چیزوں کو شریک بنالیا ہے جس کی کوئی دلیل تم پر اللہ نے نازل نہیں فرمائی۔ سو دونوں فریقوں میں کون

أَحَقُّ بِالْأَمْنِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۸۵ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ

امن کا مستحق ہے اگر تم جانتے ہو۔ جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان میں کسی ناحق کی آمیزش

بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُونَ ۸۶

نہی انہیں کے لئے امان ہے اور وہی راہ یافتہ ہیں

ثبت انداز میں تذکرہ توحید:

آیت ۷۹: إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا۔ یعنی اس ذات کے لیے کہ یہ محدثات دلالت کرتے ہیں کہ وہی ان کا بنانے والا ہے۔ حَنِيفًا یہ حال ہے یعنی تمام ادیان سے اسلام کی طرف مائل ہونے والا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی بھی چیز کو اس کی مخلوقات میں سے۔

میرا رب نفع و نقصان پر قدرت رکھتا ہے جبکہ تمہارے معبود کچھ بھی نہیں اسلئے میں اُن سے نہیں ڈرتا:

آیت ۸۰: وَحَاجَّةُ قَوْمِهِ اللہ تعالیٰ کی توحید کے متعلق اور اس سے شرکاء کی نفی کے متعلق قَالَ أَتُحَاجُّونِي فِي اللَّهِ اس کی توحید کے متعلق

وَتِلْكَ حُجَّتُنَا آتَيْنَاهَا إِبْرَاهِيمَ عَلَىٰ قَوْمِهِ ۖ نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مِّنْ نَّشَأِهِ ۚ

”اور یہ ہماری حجت تھی جو ہم نے ابراہیم کو ان کی قوم کے مقابلہ میں دی۔ ہم جس کو چاہیں مرتبوں کے اعتبار سے بلند کرتے ہیں۔

إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ۝۸۳ وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ ۚ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ

بے شک آپ کا رب حکمت والا ہے علم والا ہے۔ اور ہم نے ان کو اسحاق اور یعقوب عطا کیے اور ہر ایک کو ہم نے ہدایت دی۔

وَنُوحًا هَدَيْنَا مِن قَبْلُ ۚ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ ۚ وَأَيُّوبَ ۚ وَيُوسُفَ

اور اس سے پہلے ہم نے نوح کو ہدایت دی اور ان کی ذریت سے داؤد کو اور سلیمان کو اور ایوب کو اور یوسف کو

وَمُوسَىٰ وَهَارُونَ ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝۸۴

اور موسیٰ کو اور ہارون کو۔ اور ہم اسی طرح نیک کاروں کو جزا دیتے ہیں۔

قرأت: اتحاجونی تخفیف نون کے ساتھ مدنی اور ابن ذکوان نے پڑھا ہے۔ وَقَدْ هَدَانِ اپنی توحید کی طرف ابو عمرو نے یا میں وصل کے ساتھ پڑھا۔ وَقَدْ هَدَانِ جب انہوں نے ابراہیم کو دھمکایا کہ ان کے معبود اس کو تکلیف پہنچائیں گے تو فرمایا۔ وَلَا أَخَافُ مَا تُشْرِكُونَ بِهِ إِلَّا أَن يَشَاءَ رَبِّي شَيْئًا وَسِعَ رَبِّي كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا یعنی میں تمہارے معبودوں سے کسی بھی وقت میں نہیں ڈرتا۔ کیونکہ وہ نفع و نقصان کی ذرہ بھر بھی طاقت نہیں رکھتے۔ مگر جب کہ میرا رب چاہے کہ ان میں سے کوئی تکلیف پہنچے وہ اس پر قدرت رکھتا ہے کہ جس چیز میں چاہے نفع و نقصان پیدا کر دے۔ نہ کہ یہ بت۔ وَسِعَ رَبِّي كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا کہ بندے کو کوئی ذرا سا نفع و نقصان اس کے علم کے بغیر نہیں پہنچ سکتا۔ أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ پس تم فرق کرو قادر اور عاجز کے درمیان۔

تم میرے امن پر تعجب کرتے ہو حالانکہ خود مقام خوف میں ہو:

آیت ۸۱: وَكَيْفَ أَخَافُ مَا أَشْرَكْتُمْ تمہارے معبود حالانکہ وہ خوف کی جگہ ہیں۔ وَلَا تَخَافُونَ انْكُمْ أَشْرَكْتُمْ بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ آيَةً اپنے شرک کے باعث عَلَيْكُمْ سُلْطَانٌ دَلِيلٌ اس لیے کہ شرک پر تو کوئی صحیح دلیل موجود ہی نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ کیا ہو گیا کہ میرے متعلق امن و سلامتی کو انوکھا خیال کرتے ہو حالانکہ میں تو امن کی جگہ میں ہوں۔ اور اپنے متعلق امن کو عجیب نہیں سمجھتے حالانکہ تم خوف کے مقام پر ہو۔ فَآيَةُ الْفَرِيقَيْنِ یعنی موحدین اور مشرکین دونوں گروہ آحق بِالْأَمْنِ عَذَابٍ سے اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ اس طرح نہیں فرمایا فَايَاتِنَا تا کہ تزکیہ نفس کا شبہ نہ ہو۔ پھر سوال کے جواب کو دوبارہ لوٹایا اپنے اس ارشاد سے۔

شرک سے بچنے والا مامون ہے:

آیت ۸۲: الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ شرک کے ساتھ یہ صدیق اکبر ﷺ نے تفسیر فرمائی۔ أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُونَ ابراہیم علیہ السلام کا کلام مکمل ہوا۔

ابراہیم علیہ السلام کو دلائلِ قاہرہ ہم نے دیئے:

آیت ۸۳: وَتِلْكَ حُجَّتُنَا اِس سے ان تمام دلائل کی طرف اشارہ ہے جن سے ابراہیم علیہ السلام نے حجت پکڑی۔ اپنی قوم کے خلاف فلما جن علیہ الیل سے وہم مہتدون تک۔ اَتَيْنَهَا اِبْرَاهِيْمَ عَلٰی قَوْمِهِ یہ خبر کے بعد خبر ہے۔ تَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مِّنْ نَّشَاءٍ علم و حکمت میں۔

قرأت: درجات کو کوئی نے تنوین سے پڑھا ہے۔ اس میں معتزلہ کے اس قول کی تردید ہے کہ جو اصل کے سلسلہ میں وہ کہتے ہیں۔ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ رَّفَعُ کے ساتھ عَلِيْمٌ اہلیت کو جانتے ہیں۔

آیت ۸۴: وَوَهَبْنَا لَهُ اِبْرَاهِيْمَ عَلِيْمٌ كُو۔ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ كُلًّا هَدَيْنَا یعنی تمام کو۔ کُلًّا پر نصب ہدینا کی وجہ سے ہے یعنی ہدینا نوحا کہ ہم نے نوح کو ہدایت دی۔ مِّنْ قَبْلُ اِبْرَاهِيْمَ عَلِيْمٌ سے پہلے۔ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ ہضمیر نوح علیہ السلام کی طرف جاتی ہے۔ یا ابراہیم علیہ السلام کی طرف۔ پہلا قول زیادہ واضح ہے کیونکہ یونس و لوط ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے نہ تھے۔ دَاوُدَ وَسُلَيْمٰنَ وَ اَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَ مُوْسٰی وَ هٰرُوْنَ تقدیر عبارت یہ ہے و ہدینا من ذریتہ ہؤلاء کہ اس کی اولاد میں سے ان کو ہم نے ہدایت دی۔ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ہم محسنین کو اس جیسا بدلہ دیتے ہیں۔ کاف موضع نصب میں مصدر محذوف کی صفت ہے۔

وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيسٰى وَإِلْيَاسَ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝۸۵ وَإِسْمٰعِيْلَ وَإِسْحٰقَ

اور زکریا کو اور یحییٰ کو اور عیسیٰ کو اور الیاس کو۔ سب صالحین میں سے ہیں اور اسماعیل کو اور اسمعٰیل کو اور یونس کو

وَيُوْنُسَ وَلُوطًا وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلٰى الْعٰلَمِيْنَ ۝۸۶ وَمِنْ اٰبَائِهِمْ وَذُرِّيَّتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ

اور لوط کو۔ اور سب کو ہم نے فضیلت دی جہانوں پر اور ان کے کچھ باپ دادوں اور کچھ اولاد اور

وَاجْتَبَيْنَاهُمْ وَهَدَيْنَاهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۸۷ ذٰلِكَ هُدٰى

کچھ بھائیوں کو اور ہم نے ان کو چن لیا۔ اور ان کو ہدایت دی سیدھے راستے کی طرف۔ یہ اللہ کی

اَللّٰهُ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۝ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحِطَّ عَنْهُمْ مَّا

ہدایت ہے وہ اس کے ذریعے اپنے بندوں میں سے جسے چاہے ہدایت دیتا ہے۔ اگر یہ حضرات شرک اختیار کر لیتے تو جو اعمال کیا

كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۸۸ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَتَيْنَاهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ

کرتے تھے وہ سب حط ہو جاتے۔ یہ وہ حضرات ہیں جن کو ہم نے کتاب دی اور حکمت اور نبوت عطا کی۔

فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هَؤُلَاءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكَفِرِيْنَ ۝۸۹ اُولٰٓئِكَ

سو اگر زمانہ موجودہ کے لوگ نبوت کا انکار کریں تو ہم نے اس کے لیے بہت سے لوگ ایسے مقرر کر دیئے ہیں جو اس کا انکار کرنے والے نہیں ہیں۔ یہ وہ

الَّذِيْنَ هَدٰى اللّٰهُ فِيْهِمْ اَقْتَدِهٖ ۝ قُلْ لَا اَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ۝

لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی سو آپ ان کی ہدایت کا اقتداء کریں۔ آپ فرما دیجئے کہ میں اس پر تم سے کسی معاوضہ کا سوال نہیں کرتا

اِنَّ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝۹۰

یہ تو صرف نصیحت ہے جہانوں کے لیے۔

ایک استدلال:

آیت ۸۵: وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيسٰى وَإِلْيَاسَ كُلٌّ يَهْتَدِي بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ۔ عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ان کے ساتھ کر کے ثابت کر دیا کہ نسب ماں سے بھی ثابت ہوتا ہے کیونکہ ان کو نوح علیہ السلام کی اولاد سے قرار دیا۔ حالانکہ عیسیٰ علیہ السلام کا ان کے ساتھ اتصال صرف ماں کی طرف سے ہے۔ اسی دلیل کے ساتھ حجاج کو جواب دیا گیا تھا۔ جب اس نے بنو فاطمہ کے بارے میں انکار کیا کہ وہ

اولاد النبی علیہ السلام ہیں۔

آیت ۸۶: وَاسْمِعِلْ وَالْيَسَعَ لِلْيَسَعَ جہاں بھی قرآن میں آتا ہے دو لاموں سے حمزہ اور علی نے پڑھا ہے۔ وَيُوْنُسَ وَلُوطًا وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعَالَمِينَ نبوت اور رسالت کے ساتھ۔

آیت ۸۷: وَمِنْ اٰبَائِهِمْ يَهْدِيْهِمْ كُلًّا پر عطف کی وجہ سے محل نصب میں واقع ہے یعنی وفضلنا بعض اباء ہم ان کے بعض آباء کو فضیلت دی۔ وَذُرِّيَّتِهِمْ وَاٰخْوَانِهِمْ وَاجْتَبَيْنَاهُمْ وَهَدَيْنَاهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُسْتَقِيْمٍ۔

آیت ۸۸: ذٰلِكَ وَهٗ جَس كَوَاخْتِيَارِكِيَا ان مذكوره بالا حضرات نے هَدٰى اللّٰه الكا دِيْن يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ اس میں معتزلہ کی تردید ہے کیونکہ ان کا قول ہے ان اللہ شاء هداية الخلق كلهم۔ لكنهم لم يهتدوا کہ اللہ تعالیٰ نے تو تمام مخلوق کو ہدایت دینا چاہا مگر انہوں نے ہدایت نہ پائی۔

مذمت شرک کیا انوکھا انداز:

وَلَوْ اَشْرَكُوْا بَاوْجُوْدِ اِنْفِ فَضْلٍ وَكَمَالٍ اور بلند درجات کے لَحَبَطَ عَنْهُمْ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ تَوَانِ كَ اَعْمَالٍ باطل ہو جائیں۔ جیسا کہ دوسرے موقع پر فرمایا اللہ اشركت لیحبطن عملك (الزمر ۶۵)

آیت ۸۹: اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنَاهُمُ الْكِتٰبَ سے جس مراد ہے۔ وَالْحُكْمَ اور حکمت یا فہم الكتاب وَالنَّبُوَّةَ وہ انسان کے اعلیٰ ترین مناصب میں سے ہے۔ فَاِنْ يَكْفُرْ بِهَا۔ کتاب اور حکمت و نبوت کے ساتھ یا آیات قرآن کے ساتھ هُوْلَاءِ۔

هُوْلَاءِ کی مراد:

یعنی اہل مکہ فَقَدْ وَكَلْنَا بِهَا قَوْمًا مذكوره انبیاء اور ان کے سچے پیروکار ہیں۔ اس کی دلیل اگلی آیت اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰى اللّٰه فِهْذِهِم اقتده۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی پس تم ان کی ہدایت کی اقتداء کرو۔ دوسرا قول اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تیسرا قول جو آپ پر ایمان لائے وہ سب مراد ہیں۔ چوتھا قول نجم جو ایمان لائے وہ مراد ہیں۔ اور توکیل کا مطلب یہ ہے کہ ان کو اس پر ایمان کی توفیق ملی اور ان کے حقوق کی ادائیگی میسر ہوئی جیسا کہ آدمی کو کوئی چیز سپرد کی جاتی ہے تاکہ وہ اس کی نگرانی کرے اور اس کا خیال کرے۔ اور نگہبانی کرے۔ لِيَسُوْا بِهَا فِيْ بَآءِ كَا فِرِيْنِ كَ صِلَہ كَ طور پر لائی گئی ہے۔ يَكْفِرِيْنَ میں باتنی کی تاکید ظاہر کرنے کے لیے لائے۔

تمام انبیاء علیہم السلام کے اصول دین ایک ہیں:

آیت ۹۰: اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰى اللّٰه یعنی وہ انبیاء جن کا تذکرہ گزرا۔ فِهْذِهِم اقتده اقلے انکی ہدایت کو خاص کیا کہ انکے علاوہ کسی کی اقتداء نہ کرو۔ یہ مفعول کو مقدم کرنے کا مطلب ہے اور ہذا ہم سے مراد ان کا طریقہ جو ایمان یا اللہ اور توحید باری تعالیٰ اور اصول دین کے سلسلہ میں ہے شریعت نہیں کیونکہ شرائع تو مختلف ہیں اقتده۔ میں ہر وقف ہے وصل میں ساقط

وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ اِذْ قَالُوْا مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰی بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ ؕ

”اور لوگوں نے اللہ کی قدر نہیں پہچانی جیسے پہچانی تھی جبکہ انہوں نے کہا کہ اللہ نے کسی بشر پر کوئی بھی چیز نازل نہیں فرمائی،

قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِیْ جَآءَ بِهٖ مُّوْسٰی نُوْرًا وَهُدٰی لِلنَّاسِ

آپ فرما دیجئے کہ کس نے اتاری وہ کتاب جسے موسیٰ لے کر آئے جو نور تھی اور لوگوں کے لیے ہدایت تھی۔

تَجْعَلُوْنَہٗ قَرَاطِیْسَ یُّبْدُوْنَہَا وَتُخْفُوْنَ کَثِیْرًا ؕ وَعِلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْا

تم نے اسے الگ الگ ورقوں میں کر رکھا ہے جنہیں تم ظاہر کرتے ہو اور بہت کچھ چھپاتے ہو اور تم کو وہ باتیں بتائی گئی ہیں جن کو تم نے اور تمہارے

اَنْتُمْ وَاٰبَاؤُكُمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۚ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِیْ خَوْضِهِمْ یَلْعَبُوْنَ ۝۹۱

باپ دادوں نے نہیں جانا۔ آپ فرما دیجئے کہ اللہ نے نازل فرمایا۔ پھر ان کو چھوڑ دیجئے اپنی خرافات میں کھیلتے رہیں گے۔

ہو جاتی ہے۔ یہاں وقف کو ترجیح دینا بہتر ہے تاکہ مصحف میں ہا قائم رہے۔ البتہ قراءہ حمزہ علی وصل میں اس کو حذف کرتے ہیں اور شامی اختلاف کرتے ہیں۔ قُلْ لَا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ وِجۃً پر یا تبلیغ رسالت پر توحید کی طرف دعوت دینے پر اجراً۔ انعام مَسْئَلۃً: اس میں دلیل ہے کہ تعلیم قرآن اور روایت حدیث پر اجرت لینا جائز نہیں۔ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِکْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ قرآن جن انسان کے لیے نصیحت ہے۔

یہود کا ضد کی وجہ سے تمام وحیوں سے انکار:

آیت ۹۱: وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ اِذْ قَالُوْا مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰی بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ انہوں نے بعثت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کر کے بندوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کو اچھی طرح نہیں پہچانا۔ اسی طرح وحی جیسی رحمت کو نہ جانا۔ حالانکہ یہ تو عظیم ترین رحمت ہے جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا وما ارسلناک الا رحمة للعالمین (الانبیاء ۱۰۷) روایات میں ہے کہ یہود کی ایک جماعت جس میں مالک بن صفی بھی تھا۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے جھگڑنے لگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مالک کو کہا کہ کیا تورات میں یہ لکھا نہیں کہ اللہ تعالیٰ موئے عالم کو ناپسند کرتے ہیں۔ تو اس نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا تو الحبر التسمین ہے اس پر وہ غضب ناک ہوا اور کہنے لگے ما انزل اللہ علی بشر من شیء کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کوئی چیز اتاری نہیں۔ حَقَّ قَدْرُہِ یہ مصدر کی وجہ سے منصوب ہے۔ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِیْ جَآءَ بِهٖ مُّوْسٰی نُوْرًا یہ بہ کی ضمیر سے حال ہے۔ یا الکتاب سے حال ہے۔ وَهُدٰی لِلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَہٗ قَرَاطِیْسَ یُّبْدُوْنَہَا وَتُخْفُوْنَ کَثِیْرًا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف ہے یعنی اس کے حصے کر دیئے اور الگ الگ اوراق میں رکھا۔ اور جدا جدا کاغذوں میں کر دیا۔ تاکہ ایجا و اخفاء پر قدرت پاسکیں۔

قراءت: مکی اور ابو عمرو نے تینوں کو یا سے پڑھا ہے۔ وَعِلِّمْتُمْ اے اہل کتاب سکھائی گئیں کتاب کی وہ باتیں مَّا لَمْ تَعْلَمُوْا اَنْتُمْ وَلَا اٰبَاؤُكُمْ تمہارے دین کے سلسلہ میں اور دنیا کے معاملہ میں قُلِ اللّٰہِ یہ جواب ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے ہی اتارا ہے۔ انکو انکار

وَهَذَا كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ مُبْرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ أُمَّ الْقُرَى وَمَنْ

”اور یہ کتاب ہے جو ہم نے نازل کی ہے بڑی برکت والی ہے اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے۔ اور تاکہ آپ مکہ والوں کو اور اس کے آس پاس کے رہنے والوں

حَوْلَهَا وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ يُؤْمِنُونَ بِهِ وَهُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ﴿۹۶﴾

کو ڈرائیں۔ اور جو لوگ آخرت کا یقین رکھتے ہیں اس پر ایمان لاتے ہیں اور وہ اپنی نماز کی پابندی کرتے ہیں۔“

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ قَالَ أُوحِيَ إِلَيَّ وَلَمْ يُوحَ

”اور اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹا بہتان باندھے یا یوں کہے کہ میری طرف وحی کی گئی۔ حالانکہ اس کی طرف کچھ بھی وحی نہیں کی گئی۔ اور اس سے

إِلَيْهِ شَيْءٌ وَمَنْ قَالَ سَأُنْزِلُ مِثْلَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ ۖ وَلَوْ تَرَى إِذِ الظَّالِمُونَ

بڑھ کر زیادہ ظالم کون ہوگا جو یوں کہے کہ میں ایسا کلام نازل کروں گا جیسا اللہ نے نازل کیا اور اگر تو اس منظر کو دیکھے جبکہ ظالم لوگ

فِي عَمْرَتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُو أَيْدِيهِمْ ۖ أَخْرِجُوا أَنْفُسَكُمُ ۖ الْيَوْمَ

موت کی سختیوں میں ہوں گے اور فرشتے اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہوں گے کہ نکالو اپنی جانیں آج

تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ

تم کو ذلت والے عذاب کی سزا دی جائے گی۔ اس وجہ سے کہ تم اللہ کے ذمہ جھوٹی باتیں لگاتے تھے اور اس کی آیتوں کے ماننے

آيَتِهِ تَسْتَكْبِرُونَ ﴿۹۷﴾ وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا فَرَادَى كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ

سے تکبر کرتے تھے، اور البتہ تم ہمارے پاس آؤ گے الگ الگ جیسا کہ ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا۔

وَتَرَكْتُمْ مَا خَوَّلْنَاهُمْ ۖ وَرَاءَ ظُهُورِكُمْ ۖ وَمَا نَرَى مَعَكُمْ شُفَعَاءَكُمُ

اور تم نے اپنے پیٹھ پیچھے وہ چھوڑ دیا جو ہم نے تمہیں عطا کیا تھا اور ہم نہیں دیکھ رہے تمہارے ساتھ تمہارے سفارشچیوں کو

الَّذِينَ زَعَمْتُمْ أَنَّهُمْ فِيكُمْ شُرَكَاءُ ۖ لَقَدْ تَقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَا كُنْتُمْ

جن کے بارے میں تم نے خیال کیا تھا کہ وہ تمہارے بارے میں شریک ہیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ تمہارا آپس کا تعلق منقطع ہو گیا اور تمہارے وہ دعوے گئے گزرے ہوئے جو تم

تَزْعُمُونَ ﴿۹۸﴾

کیا کرتے تھے۔“

[illegible]

امم القرى كالقرب:

اُمُّ الْقُرَی، مکة المکرمہ۔ اس کو ام القری اس لیے کہتے ہیں کیونکہ یہ زمین کی ناف ہے اہل قری کے لیے قبلہ ہے۔ اور شان میں سب سے بڑھ کر ہے۔ اس لیے کہ لوگ اس کا قصد کر کے جاتے ہیں۔ وَمَنْ حَوْلَهَا اہل مشرق و مغرب وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ۔ انجام کی تصدیق کرتے اور آخرت سے ڈرتے ہیں۔ يُؤْمِنُونَ بِهِ، ہ سے کتاب مراد ہے۔ دین کی جز خوف عاقبت ہے۔ جو اس سے ڈرا اس پر خوف ہمیشہ رہتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ ایمان لے آتا ہے۔ وَهُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ نماز کا خاص طور پر ذکر کیا۔ کیونکہ وہ علامت ایمان اور دین کا ستون ہے۔ جس نے اس کی محافظت کی تو وہ اس کے ہم مثل دیگر اعمال کی بھی حفاظت کرے گا۔

تمام افتراء والے شامل ہیں، مدعیانِ نبوت ہوں یا اور:

آیت ۹۳: وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا وَهُوَ يهودی صبر ہے۔ اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ وَهُوَ مُسِيءٌ كَذَابٌ ہے۔ وَمَنْ قَالَ یہ موقع جر میں ہے اس کا عطف ممن افتراى پر ہے یعنی وممن قال۔ سَأُنْزِلُ مِثْلَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ لَعْنَتِيْ عَلَيْهِمْ غَمَقْرِب میں کہوں اور املاء کرواؤں گا یہ عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح ہے جو کاتب وحی تھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو لکھوایا ولقد خلقنا الانسان سے خلقتا اخر تک۔ تو اس کی زبان پر فتبارك الله احسن الخالقين کا کلمہ آیا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا اس کو اسی طرح لکھو۔ یہ اسی طرح اتری ہے۔ پس اس کو شک ہوا اور کہنے لگا کہ اگر محمد (ﷺ) سچے ہیں تو میری طرف بھی اسی طرح وحی آتی ہے جیسا کہ اس کی طرف۔ اور اگر وہ جھوٹا ہے تو میں نے بھی اسی طرح کہہ دیا جس طرح وہ کہتا ہے۔ اور وہ ارتداد اختیار کر کے مکہ چلا گیا۔ یا نضر بن حارث مراد ہے جو کہا کرتا تھا۔ والطاحنات طحناً فالعاجنات عجناً فالخابرات خبزاً۔ (اب اس بڑی قرآن کے مقابلے میں کیا حیثیت ہے) گویا وہ قرآن کا معارضہ کرتا ہے۔ وَلَوْ تَرَى اس کا جواب محذوف ہے لرأيت امرأً عظيماً۔ إِذَا الظَّالِمُونَ مراد وہ لوگ ہیں جن کا تذکرہ ہوا۔ خواہ یہود سے تھے یا مدعیان نبوت اس میں الف لام عہد کا ہے جنس کے لیے بھی درست ہے۔ اس میں یہ بھی بطور بدل اشتمال شامل ہوئے کیونکہ وہ لام ان تمام لوگوں پر مشتمل ہے۔ فِيْ غَمَوَاتٍ الْمَوْتِ موت کی سختیاں اور موت کے سکرات۔

إِنَّ اللَّهَ فَلِقُ الْحَبِّ وَالنَّوَى ط يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ

”بے شک اللہ دانوں اور گٹھلیوں کا پھاڑنے والا ہے، اور نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے، اور نکالتے والا ہے مردہ کو

مِنَ الْحَيِّ ط ذَلِكَمُ اللَّهُ فَإِنِّي تُوفِّكُونَ ۝۹۵ فَالِقُ الْإِصْبَاحِ ۚ وَجَعَلَ اللَّيْلَ

زندہ سے، یہ اللہ ہے پھر تم کہاں لے چلے جا رہے ہو۔ وہ پھاڑنے والا ہے صبح کا اور اس نے بنایا رات کو

سَكْنًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ط ذَلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ۝۹۶ وَهُوَ

آرام کی چیز اور اس نے چاند اور سورج کو ایک خاص حساب سے رکھا ہے، یہ مقرر کرنا ہے اس کا جو غالب ہے علم والا ہے، اور وہ

الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ النُّجُومَ لِتَهْتَدُوا بِهَا فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ط قَدْ فَصَّلْنَا

ایسا ہے جس نے تمہارے لئے ستاروں کو پیدا فرمایا تاکہ تم ان کے ذریعہ خشکی اور دریا کی اندھیروں میں ہدایت پاؤ۔ ہم نے آیات

الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۝۹۷ وَهُوَ الَّذِي أَنْشَأَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ

کھول کر بیان کر دی ہیں۔ ان لوگوں کے لیے جو جانتے ہیں۔ اور وہ ایسا ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا فرمایا۔ سو ایک جگہ زیادہ رہنے کی ہے

وَمُسْتَوْدَعٌ ط قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَفْقَهُونَ ۝۹۸ وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ

اور ایک جگہ تھوڑے سے وقت رہنے کی ہے، ہم نے ان لوگوں کے لیے آیات کھول کر بیان کر دی ہیں جو سمجھتے ہیں جس نے آسمان سے

مِنَ السَّمَاءِ مَاءً ۚ فَآخَرَجْنَا بِهِ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ ۚ فَآخَرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُخْرِجُ

پانی اتارا پھر ہم نے اس کے ذریعہ ہر قسم کی اگنے والی چیزیں نکالیں، پھر ہم نے نکالا اس سے سبزہ والی چیزوں کو۔ ہم نکالتے ہیں

مِنْهُ حَبًّا مُتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَجَنَّاتٍ مِنْ

اس سے دانے جو ایک دوسرے پر چڑھے ہوئے ہیں۔ اور کھجور کے درخت یعنی اس کے گھٹوں سے خوشے نکالے جو جھکے ہوئے ہیں، اور انگوروں

أَعْنَابٍ وَالزَّيْتُونَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ط أَنْظَرُوا إِلَى ثَمَرِهِ

کے باغ اور زیتون کے باغ نکالے اور انار جو آپس میں ملتے جلتے ہیں اور ایسے بھی ہیں جو ملتے جلتے نہیں ہیں۔ اسکے پھلوں کی طرف دیکھ لو

إِذَا أَثْمَرَ وَيَنْعِهِ ط إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۝۹۹

اور اس کے کپنے کی طرف۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائیں۔“

منکرین بعث کے لئے مشاہداتی دلائل:

آیت ۹۵: اِنَّ اللّٰهَ فَلَقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰی نبات اور درخت یعنی اس نے سٹے سے دانے کو اور گٹھلی سے کھجور کو پھاڑ نکالا۔ اَلْفَلَقُ مجاہد کہتے ہیں اس سے وہ شگاف مراد ہے جو گٹھلی اور دانے میں پائے جاتے ہیں۔ یُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ بڑھنے والی تروتازہ نبات خشک دانے سے وَ مُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ خشک دانہ تروتازہ نبات میں سے یا انسان نطفہ سے اور نطفہ انسان سے۔ یا مؤمن سے کافر اور کافر سے مؤمن۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے خلاف اس مخلوق سے دلیل پیش کی جو ان کے مشاہدہ میں تھی۔ کیونکہ وہ بعث بعد الموت کے منکر تھے۔ پس ان کو بتلایا کہ اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے ان اشیاء کو پیدا کیا پس وہ ان کو دوبارہ اٹھانے کی بھی طاقت رکھتے ہیں۔

نکتہ: البتہ یہاں مخرج الحی من المیت لفظ اسم فاعل سے استعمال فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا عطف فاعل الحب پر ہے۔ فعل پر نہیں ہے۔ اور اوپر یخرج الحی من المیت میں مضارع کا استعمال اس لیے ہے کہ وہ جملہ مبینہ کے طور پر آ رہا ہے اور فاعل الحب والنوی ہی کی وضاحت ہے۔ کیونکہ حب اور نوی سے نباتات و اشجار نامیہ کا خروج زندہ کو مردہ سے نکالنے کی جنس سے ہے۔ کیونکہ نمو والی چیز بمنزلہ حیوان کے ہے اس کی دلیل اس ارشاد میں پائی جاتی ہے ویحیی الارض بعد موتها۔ ذَلِكُمُ اللّٰهُ یُمِوتُ اور زندگی بخشے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ربوبیت اسی کا حق ہے نہ کہ بتوں کا فانی تُوَفِّكُوْنَ تم کس طرح اس سے پھرے جارہے ہو۔ جو معاملہ ہم نے بیان کیا اس کے بعد بھی اس سے رخ پھیرنے والے ہو۔

مزید دلائل:

آیت ۹۶: فَالِقَ الْاُصْبَاحِ یہ مصدر ہے جس کا نام الصبح ہے۔ یعنی صبح کے ستون کورات کی سیاہی میں سے پھاڑ کر نکالنے والا ہے۔ وَ جَعَلَ اللَّیْلَ کَوْنٍ کی قراءت میں ہے کیونکہ اس سے قبل اسم فاعل المضحی کے معنی میں ہے جب فاعل، فلق کے معنی میں ہے تو جعل کا اس پر عطف کر کے ظاہر کیا کہ ان میں معنوی موافقت ہے۔ سَكَنَّا اس میں سکون حاصل کریں جیسا کہ دوسری آیت میں ہے: لَتَسْكُنُوْا فِیْهِ (یونس: ۶۷) تاکہ مخلوق کام کاج کی مشقت سے غفلت کی نیند کے ذریعہ سکون حاصل کرے۔

مزید دلائل سورج و چاند ذریعہ حساب:

دوسری تفسیر یہ ہے کہ مخلوق کی وحشت سے ہٹ کر حق کے ساتھ انس حاصل کرو۔ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ یہ دونوں جَعَلَ فعل کی وجہ سے منصوب اور اس پر دلیل جاعل اللیل ہے۔ حُسْبَانًا ان دونوں کو حساب کی علامت بنا دیا۔ کیونکہ اوقات کے دوران اور چلنے سے معلوم ہوتے ہیں۔ اور الحُسبان ضمہ کے ساتھ یہ حسب کا مصدر ہے جیسا کہ حُسبان کسرہ کے ساتھ حسب کا مصدر ہے۔ ذَلِكْ اِنْ كَا حُسْبَانٍ بنانا یعنی یہ چلانا ایک مقررہ حساب سے ہے۔ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ جس نے ان کو مغلوب کیا اور مسخر کیا۔ الْعَلِیْمِ ان کی تدبیر اور تدویر جانتا ہے۔

رات کے اندھیرے اور سمندر کے اندھیروں میں ملا بست ہے:

آیت ۹۷: وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ النُّجُومَ أَنْ كُودِيَا كِيَا۔ لَتَهْتَدُوا بِهَا فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ لَعْنَىٰ خَشَىٰ وَ سَمْنَدِر مِی اورد رات کے اندھیروں میں ظلمات کی اضافت بروبحر کی طرف ملا بست کی وجہ سے کی گئی ہے یا مشتبہ راستوں کو ظلمات سے تشبیہ دی قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ہم نے علم والوں کے لیے توحید پر دلالت کرنے والے دلائل واضح کر دیے۔ مستقر و مستودع کی تفسیر:

آیت ۹۸: وَهُوَ الَّذِي أَنْشَأَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَهَ آدَمُ هِی۔ فَمُسْتَقَرٌّ وَمُسْتَوْدَعٌ۔ قراءت: مکی اور بصری نے مستقر کسرہ قاف سے پڑھا ہے جنہوں نے قاف کو فتح دیا تو ان کے ہاں وہ اسم مفعول و ظرف بن گیا۔ جیسا مستودع اسم مفعول و ظرف ہے جنہوں نے کسرہ دیا انہوں نے اسم فاعل بنایا اور مستودع کو اسم مفعول بنایا۔ یعنی تمہارا مستقر رحم مادر، مستودع صلب پدر یا مستقر زمین پر رہائش اور مستودع قبر یا بعض تم میں قرار پکڑنے والے ہیں اور بعض امانت رکھے جا چکے۔ قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَفْقَهُونَ پہلے يعملون اور یہاں یفقهون فرمایا کیونکہ وہاں دلالت بالکل ظاہر تھی اور یہاں دقیق ہے۔ کیونکہ انسانوں کا ایک جان سے پیدا کرنا اور مختلف حالات میں ان کا بدلنا یہ دقیق بات ہے پس سمجھ کا ذکر کرنا جو کہ دقت نظر پر دلالت کرتا ہے زیادہ مناسب ہے۔

آسمان سے پانی ایک ہی اُتارا اور اس سے نباتات بے شمار اُگائیں:

آیت ۹۹: وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً بَادِلُوں سے بارش فَأَخْرَجْنَا بِهِ پَانِی کے ذریعہ نَبَات کُلِّ شَیْءٍ یُزْهِی والی نبات میں سے ہر قسم کی۔ مراد سب ہے اور وہ پانی ہے۔ جو کہ ایک ہے مگر اُگنے والی اشیاء بے شمار قسم کی ہیں۔ فَأَخْرَجْنَا مِنْهُ نَبَاتَاتٍ سے خَضِرًا، ترو تازہ سبزہ محاورہ میں اخضر اور خضر کہا جاتا ہے اور اصل میں اس کو کہتے ہیں جو دانے سے نکلنے والی نبات سے پھوٹ کر نکلے، نُخْرِجُ مِنْهُ عِشْبَةً سَیْءٍ سے حَبًّا مُتَرَاكِبًا وہ سٹ ہے جس کے دانے پے درپے جڑے ہوئے ہیں۔ وَمِنْ النَّخْلِ مَنْ طَلَعًا قِنْوَانٌ یہ مبتداء ہونے کی بناء پر مرفوع ہے اور و من النخل اس کی خبر مقدم ہے اور من طلعها اس کا بدل ہے عبارت اس طرح ہے و حاصلة من طلع النخل قنوان اور نکلنے والے ہیں کھجور کے گانھے سے خوشے یہ قنوان جمع قنو ہے جیسا صنوان جمع صنو۔ مراد گچھے ہیں۔ ذَانِیَّةٌ پھل کے بوجھ کی وجہ سے چنے کیلئے جھکنے والے ہیں۔ یا پوری کے چھوٹا ہونے کی وجہ سے قریب ہیں۔ اس میں اکتفاء ہے یعنی وہ طوالت کی وجہ سے جھکنے والے نہیں جیسا کہ اس ارشاد میں: سَرَابِيلٌ تَقِيكُمُ الْحَرَّ (النخل: ۸۱) وَجَنَّاتٍ یَیْهِ مَنْصُوبٌ ہے نبات کُلِّ شَیْءٍ پر عطف کی وجہ سے یعنی اخر جنا بہ جنات کہ ہم نے اسکے ذریعہ باغات پیدا کیے۔ مِّنْ اَعْنَابٍ یعنی کھجور کے ساتھ اور اسی طرح وَالزَّيْتُونُ وَالرُّمَّانُ اُشِی نے جنات کو رفع کے ساتھ پڑھا ہے یعنی وَثَمَّ جنات من اعناب یعنی مع النخل اس جگہ انگور کے باغات کھجور کے ساتھ ہیں۔ مُشْتَبِهًا وَ غَیْرَ مُتَشَابِهٍ محاورہ میں اشتبه الشیان ومتشابه۔ جیسا کہ استویا و تساویا۔ اور عام طور پر دونوں بہت باتوں میں شریک ہوتے ہیں۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔

وَجَعَلُوا لِلّٰهِ شُرَكَاءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوا لَهُ بَنِينَ وَبَنَاتٍ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۝

اور ان لوگوں نے جنات اللہ کے شریک بنا رکھے ہیں حالانکہ اس نے انکو پیدا فرمایا ہے، اور اس کے لئے انہوں نے بیٹے اور بیٹیاں بغیر علم کے تراش رکھے ہیں،

سُبْحَنَهُ وَتَعَالٰی عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝۱۰۱ بَدِيعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۝ اَنۢیۡ یَّکُوْنُ لَهُ

وہ ان باتوں سے پاک ہے اور برتر ہے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں، وہ آسمانوں کا اور زمین کا بے مثال پیدا فرمانے والا ہے کہاں ہو سکتی ہے اس کی

وَلَدٌ وَلَمْ تَكُنْ لَهُ صَاحِبَةً ۝ وَخَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ ۝ وَهُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝۱۰۲

اولاد حالانکہ اس کی بیوی نہیں ہے، اور اس نے پیدا فرمایا ہر چیز کو، اور وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے،

ذٰلِکُمُ اللّٰهُ رَبُّکُمْ ۚ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ ۚ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ عَلٰی

یہ اللہ تمہارا رب ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ہر چیز کا پیدا فرمانے والا ہے پس اسی کی عبادت کرو اور وہ ہر چیز کا

کُلِّ شَیْءٍ وَّکِیْلٌ ۝۱۰۳ لَا تَدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ ۚ وَهُوَ یَدْرِکُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ

نگہبان ہے نگاہیں اسے محیط نہیں ہو سکتیں اور وہ سب نگاہوں کو محیط ہے اور وہ

اللطیف الخبیر ۱۰۳

بڑا باریک بین خبردار ہے۔

والزیتون متشابہاً و غیر متشابہ۔ اسی طرح انار بھی بعض متشابہ اور بعض غیر متشابہ ہیں۔ مقدار اور رنگت اور ذائقے میں۔ اَنْظُرُوْا اِلَی ثَمَرِهِ اِذَا اَثْمَرَ ۚ جب وہ اپنا پھل نکالتا ہے تو کس طرح کمزور نکالتا ہے کہ اس سے فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا۔ ثَمَرِهِ۔ حمزہ اور علی نے پڑھا جمع ثمار اور یہ جمع الجمع ہے۔ ثمرہ و ثمر۔ ثمار و ثمر۔ و یُنْعِمُهُ اور اس کے پکنے کو یعنی اس کے پکنے کی حالت کو دیکھو کس طرح بہت سے منافع کی جامع شئی بن کر آئی۔ عبرت کی نگاہ ڈالو اسکے بنانے والے کی قدرت اور تدبیر کرنے والے کی تدبیر اور ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیل کرنے والے کی تقدیر پر اِنَّ فِیْ ذٰلِکُمْ لَآیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ۔

کفار کی حماقت کہ جنات کو اللہ جل شانہ کا شریک بنایا حالانکہ وہ شرکت سے منزہ ہے:

آیت ۱۰۰: وَجَعَلُوا لِلّٰهِ شُرَكَاءَ الْجِنَّ اِگر تم للہ شرکاء کو جعل کے دو مفعول قرار دو تو الجن شرکاء سے بدل ہے۔ ورنہ شرکاء الجن دونوں مفعول ہیں۔ دوسرے کو پہلے سے مقدم کیا اور تقدیم کا فائدہ یہ ہے۔ یہ بات بعید تر ہے کہ کسی فرشتہ یا جن یا کسی اور کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنایا جائے۔ مطلب یہ ہے کہ انہوں نے جنات کی اتباع ان کاموں میں کی جن کو انہوں نے مزین کر کے ان کے سامنے پیش کیا۔ نتیجتاً ان کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنا ڈالا۔ وَخَلَقَهُمْ حالانکہ اس نے جنات کو پیدا کیا۔ پس مخلوق اپنے خالق کی شریک

وسیم کیونکر ہو سکتی ہے۔ **مُخْجَوٍ**: یہ جملہ حالیہ ہے۔ ایک دوسری تفسیر۔ اس نے ان کو پیدا کیا جو اللہ تعالیٰ کا شریک بنانے والے ہیں۔ پھر یہ کس طرح اوروں کی عبادت کرتے ہیں۔ **وَخَرَقُوا لَهُ** یعنی انہوں نے گھڑا کہا جاتا ہے۔ خلق الافک و خرقہ واختلقہ و اخترقہ تمام کا معنی ایک ہے۔ دوسری تفسیر یہ خرق الثوب سے ہے جبکہ اس کو پھاڑا جائے۔ یعنی انہوں نے نکالے اس کے لئے **بَيْنَ جِئِ** جیسے اہل کتاب مسیح اور عزیر علیہما السلام کے متعلق مانتے ہیں۔ **وَبَنَتِ** جیسے بعض اہل عرب فرشتوں کے متعلق کہتے تھے۔ **قراءت:** و خرقوا تشدید کے ساتھ کثرت کا معنی پیدا کرتا ہے۔ مدنی نے اسی طرح پڑھا ہے۔ بنین اور بنات جمع کی وجہ سے کثرت کو ظاہر کرتے ہیں۔ **بَغَيْرِ عِلْمٍ** بغیر اس بات کے کہ وہ اس کی حقیقت کو جانیں۔ جو انہوں نے کہا غلط ہے یا درست ہے۔ لیکن جہالت سے انہوں نے ایک بات نکالی ہے۔ **مُخْجَوٍ**: یہ خرقوا کی ضمیر فاعلی سے حال ہے۔ یعنی وہ اس حال میں کہ اپنے مقولے سے ناواقف ہیں۔ **سُبْحَنَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يُصِفُونَ** یعنی شریک و اولاد۔

اجسام کو بلا نمونہ وجود دینے والا:

آیت ۱۰۱: **بَدِيعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ** کہا جاتا ہے **بَدِيعُ الشَّيْءِ** فهو بدیع۔ یہ اضافت صفت مشبہ الی فاعلہا کی قسم سے ہے یعنی وہ اپنے آسمانوں و زمین کو نوا ایجاد کرنے والا ہے دوسرا معنی بدیع بمعنی مبدع یعنی اس کا نوا ایجاد کرنے والا ہے۔ **مُخْجَوٍ**: مبتداء محذوف کی خبر ہے یا مبتداء ہے اور اس کی خبر انی یکون له ولد ہے یا تعالیٰ کا فاعل ہے۔ **اَنِّیْ یَكُوْنُ لَهُ وَلَدٌ** یہ مبتداء کی خبر ہے۔ **وَلَمْ تَكُنْ لَهُ صَاحِبَةً** یعنی کہاں سے اس کے ہاں بیٹا ہوگا۔ ولد تو بیوی سے ہوتا ہے حالانکہ اس کی تو بیوی ہی نہیں۔ یعنی ولادت اجسام کی صفات سے ہے اور اجسام کو بلا نمونہ ایجاد کرنے والا جسم نہیں ہو سکتا کہ اس کا بیٹا ہو۔ **وَخَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ وَهُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ** یعنی کوئی چیز ایسی نہیں مگر وہ اس کا خالق و عالم ہے اور جو ایسا ہو وہ ہر شئی سے مستغنی ہے اور لڑکے کا طالب تو محتاج ہوتا ہے۔

ان جامع صفات والا ہی معبود ہے:

آیت ۱۰۲: **ذٰلِکُمْ** یہ اشارہ ماقبل مذکور کی طرف ہے۔ یہ مبتداء ہے اور اس کے مابعد اخبار مترادفہ ہیں۔ **اللّٰهُ رَبُّکُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ** اور **فَاعْبُدُوْهُ** یہ مضمون جملہ کا مسبب ہے۔ یعنی جس میں یہ تمام صفات جمع ہوں وہی عبادت کے لائق ہے۔ پس تم اس ہی کی عبادت کرو اور اس کے علاوہ اس کی بعض مخلوق کی عبادت مت کرو۔ **وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ وَکِیْلٌ** یعنی وہ ان تمام صفات کے ساتھ ساتھ اشیاء کے ارزاق، اجمال کا مالک اور اعمال کا نگہبان ہے۔

معتزلہ کے بیجا استدلال اور اس کا جواب اور یہ کہ رویت برحق ہے:

آیت ۱۰۳: **لَا تُدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ** آنکھیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں یا ان کی آنکھیں جن کا تذکرہ پہلے ہوا جنات و ملائکہ معتزلہ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ دیدار محال ہے مگر ان کا یہ استدلال محض باطل ہے۔ کیونکہ نفی ادراک کی ہے رویت کی نہیں۔ ادراک کا معنی کسی چیز کی حقیقت پالینا۔ اور اس کو ہر طرف سے گھیر لینا۔ اور کامل طور پر کسی چیز کی تک پہنچ جانا۔ اور جس کی حدود و

جہات محال ہوں تو اس کا ادراک محال ہے نہ کہ رؤیت۔ پس ادراک رؤیت کے مقابلے میں اس طرح ہے جیسا احاطہ بمقابلہ علم پس رؤیت بھی اس طرح ہے۔ کیونکہ وہ بھی علم کا ایک حصہ ہے۔ اس طور پر کہ آیت کا مورد تو تدرج (تعریف چاہتا ہے) ہے جو ثبوت رؤیت کو لازم کر رہا ہے اس لیے کہ ایسی نفی ادراک جس سے رؤیت کا محال ہونا نکلے اس میں تدرج پایا ہی نہیں جاتا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جو دیکھا نہیں جاسکتا اس کا ادراک نہیں ہو سکتا۔ بلاشبہ نفی ادراک میں تدرج کے پانے کی صورت ثبوت رؤیت ہے رؤیت کے ثبوت کے ساتھ ادراک کی نفی تو ذات باری تعالیٰ سے متناہی و محدود ہونے کا نقص زائل کرتی ہے۔ پس اس لحاظ سے آیت ہماری دلیل بن گئی۔ جو معتزلہ کے خلاف ہے۔ اگر وہ گہری نگاہ ڈالتے تو اس ذمہ سے علیحدگی کو غنیمت شمار کرتے۔ جو آدمی رؤیت کی نفی کرتا ہے اس کو اس بات کی نفی کرنا پڑے گی کہ وہ معلوم و موجود ہے۔ ورنہ وہ جب موجود کو بلا کیفیت و جہت کے جانتا ہے ہر موجود کے برخلاف تو پھر یہ کیونکر درست نہیں کہ وہ ہر مرنی کے برخلاف ہر چیز کو بلا کیفیت و جہت کے دیکھے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ رؤیت نام ہی اس بات کا ہے کہ آنکھ سے کسی چیز کا اسی طرح ثابت ہونا جس طرح وہ ہے پس اگر وہ شی جہت میں ہوگی تو وہ اس جہت میں دیکھے گا اگر وہ جہت نہ ہوگی تو وہ اس جہت میں نہیں دیکھے گا۔

حاصل کلام: یہ ہے کہ اگر رؤیت و ادراک کے معنی کو مان بھی لیں تب بھی نفس رؤیت کی صراحت ہے رؤیت کے محال ہونے کی صراحت نہیں۔ یعنی یہ مطلب نہیں کہ کوئی آنکھ اس کو دیکھ ہی نہیں سکتی۔

وَهُوَ لَطِيفُ ادْرَاكٍ سَیْذَرُكَ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ یعنی دقیق امور کو جاننے والا اور ان کی مشکلات سے واقف ہے۔ الْخَبِيرُ وہ اشیاء کے ظواہر و بواطن سے واقف ہے۔ یہ لف و نشر مرتب کے قبیل سے ہے۔

قَدْ جَاءَكُمْ بَصَائِرُ مِنْ رَبِّكُمْ ۖ فَمَنْ أَبْصَرَ فَلِنَفْسِهِ ۖ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا ۚ

”تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے بصیرت والی چیزیں آچکی ہیں سو جو شخص دیکھے گا سو وہ اپنے ہی لیے، اور جو اندھا بنے گا اس کا وبال اسی کی جان پر ہوگا۔

وَمَا أَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيظٍ ۝۱۴ وَكَذَلِكَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ وَلِيَقُولُوا دَرَسْتَ

اور میں تم پر نگران نہیں ہوں اور ہم اسی طرح دلائل کو مختلف پہلوؤں سے بیان کرتے ہیں اور تاکہ یہ لوگ یوں کہیں کہ آپ نے پڑھ لیا ہے

وَلِنُبَيِّنَهُ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۝۱۵ اِتَّبِعْ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ۚ لَا إِلَهَ

اور تاکہ ہم اسے ان لوگوں کے لیے بیان کریں جو جانتے ہیں، آپ اس کا اتباع کیجئے جس کی آپ کے رب کی طرف سے وحی کی گئی، کوئی معبود نہیں ہے

إِلَّا هُوَ ۚ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ ۝۱۶ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكُوا ۚ وَمَا جَعَلْنَاكَ

مگر وہی، اور آپ مشرکین سے روگردانی کیجئے، اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو یہ لوگ شرک نہ کرتے، اور ہم نے آپ کو ان پر

عَلَيْهِمْ حَفِيظًا ۚ وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ ۝۱۷ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ

نگران نہیں بنایا اور آپ ان پر داروغہ نہیں ہیں۔ ”اور ان کو برا مت کہو جنہیں یہ لوگ

مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ كَذَلِكَ زَيْنًا لِكُلِّ أُمَّةٍ

اللہ کے سوا پکارتے ہیں سو وہ اللہ کو برا کہیں گے براہِ جہالتِ حد سے گزر کر، ہم نے ایسے ہی حزین کر دیا ہر امت

عَمَلُهُمْ ۖ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ مَرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝۱۸

کے لیے ان کے عمل کو۔ پھر اپنے رب کی طرف ان کا لوٹنا ہے۔ سو وہ انہیں ان کاموں کو بتلا دے گا جو وہ کیا کرتے تھے۔

بصائر سے بصیرت والے کو ہی فائدہ ہے:

آیت ۱۰۴: قَدْ جَاءَكُمْ بَصَائِرُ مِنْ رَبِّكُمْ بصیرت۔ دل کی وہ روشنی جس سے دل دیکھتا ہے۔ جس طرح بھر اس آنکھ کی روشنی کو کہتے ہیں جس سے آنکھ دیکھتی ہے۔ یعنی تمہارے پاس جو وحی و تشبیہ آتی ہے وہ دلوں کے لئے آنکھوں کی طرح ہے۔ فَمَنْ أَبْصَرَ جس نے حق کو دیکھا اور ایمان لایا۔ فَلِنَفْسِهِ اس نے دیکھا اور اس کا نفع بھی وہ اٹھائے گا۔ وَمَنْ عَمِيَ اس سے اور گمراہ ہوا۔ فَعَلَيْهَا اس کے اندھے پن کا وبال اس پر پڑے گا اور خود اسی کو اس کا ضرر پہنچے گا۔ وَمَا أَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيظٍ کہ میں تمہارے اعمال کی حفاظت کروں اور تمہیں اس پر بدلہ دوں۔ بلاشبہ میں تو ڈرانے والا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ ہی تم پر نگہبان ہے۔

آیات سمجھانے کیلئے مختلف پہلوؤں سے لائے مگر یہ کہنے لگے کہ انکو اہل کتاب سے پڑھ کر بیان کر دیتا ہے:

آیت ۱۰۵: وَكَذَلِكَ نُنْصِرُ الْآلِيَّةَ - كَذَلِكَ میں کاف موضع نصب میں ہے کیونکہ یہ مصدر محذوف کی صفت ہے۔ یعنی ہم آیات کو بار بار بیان کرتے ہیں۔ جیسا کہ ہم نے تم پر پڑھی ہیں۔ وَلَيَقُولُوا اس کا جواب محذوف ہے یعنی وَلَيَقُولُوا دَرَسْتَ تاکہ وہ کہیں تو نے پڑھ لیا ہے۔ نصرف کا معنی درست۔ قراءت کتب اہل الکتاب تو نے اہل کتاب کی کتابوں کو پڑھ لیا ہے۔ قراءت: مکی اور ابو عمرو نے درست پڑھا ہے یعنی اہل کتاب سے پڑھ پڑھا لیا ہے۔ شامی نے دَرَسْتَ یعنی یہ آیت پہلے گزر چکی اور ہو چکی جیسا کہ انہوں نے کہا کہ یہ پہلے لوگوں کی قصے کہانیاں ہیں۔ وَلَنُبَيِّنَنَّ لَكَ قرآن۔ اگرچہ اس کا تذکرہ گزرا نہیں۔ کیونکہ وہ تو معلوم و معروف ہے یا آیات مراد ہیں کیونکہ وہ معنی قرآن ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ دوسری لام حقیقی ہے اور پہلی لام عاقبت و صیرورت کی ہے یعنی تاکہ ان کے معاملہ کا انجام یہاں تک پہنچے کہ وہ کہنے لگیں کہ تو نے پڑھ لیا ہے اور یہ اسی طرح ہے جیسا کہ اس آیت میں فَالْتَقِطْهُ اَلْ فِرْعَوْنَ لِيَكُونَ لَهُمْ عَدُوًّا وَحَزَنًا الْقِصَصِ - ۸۔ فرعونوں نے عداوت کی خاطر نہ اٹھایا۔ انہوں نے آنکھوں کی ٹھنڈک بنانے کے لئے اٹھایا تھا۔ لیکن ان کے معاملے کا انجام دشمنی تک پہنچا۔ پس اسی طرح آیات تو بار بار وضاحت کے لئے لائی گئیں اس بات کے کہنے کے لئے نہیں لوٹائی گئیں۔ کہ تو نے کسی سے پڑھ لیا ہے۔ لیکن تصریف آیات سے کفار یہی کہنے لگ گئے۔ جیسا کہ تبین وضاحت حاصل ہو تو اس سے تشبیہ دی اور کہا وَلَيَقُولُوا جیسا کہ کہا جاتا ہے لَنُبَيِّنَنَّ اور ہمارے نزدیک اس طرح نہیں جیسا پہچانا جا چکا ہے۔ لَقَوْمٌ يَعْلَمُونَ حق کو باطل سے۔

وحی پر چلتے رہیں:

آیت ۱۰۶: اَتَّبِعْ مَا اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ان کی خواہشات کی اتباع نہ کر۔ لَا اِلَهَ اِلَّا هُوَ یہ جملہ معترضہ لا کر اتباع وحی کو واجب کر دیا۔ اس کا کوئی محل اعراب نہیں۔ دوسری تفسیر من ربك سے حال مؤکد ہے۔ وَاعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ فِي الْحَالِ یہاں تک کہ قتال کا حکم وارد ہو۔

اگر زبردستی ایمان دینا ہوتا تو یہ شرک نہ کرتے مگر.....:

آیت ۱۰۷: وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ مَا اَشْرَكُوْا اِن کا ایمان یہاں مفعول محذوف ہے۔ مَا اَشْرَكُوْا اس سے واضح کر دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے بغیر شرک نہیں کرتے۔ اگر اللہ ان میں ایمان اختیار کرنا جانتے تو ان کو ہدایت دیتے۔ لیکن ان کا شرک اختیار کرنا اس کو معلوم ہے پس ان کا شرک پھیل گیا۔ پس اس کی مشیت سے انہوں نے شرک کیا۔ وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ہم نے آپ کو ان پر ان کے اعمال کی نگرانی کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا۔ کہ کل ان کے جرائم میں آپ کو پکڑا جائے۔ وَمَا اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ نہ ہی آپ ان پر مسلط ہیں۔

آیت ۱۰۸: مسلمان ان کے معبودوں کو گالیاں دیتے تھے پس اس سے ان کو روک دیا گیا۔ تاکہ ان کا گالی گلوچ اللہ تعالیٰ کو گالی دینے کا سبب نہ ہو۔

وَأَقْسَمُوا بِاللّٰهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَاءَتْهُمْ آيَةٌ لِّيَوْمٍ مِّنْ

اور انہوں نے اپنی قسموں میں خوب زور لگا کر اللہ کی قسم کھائی کہ اگر ان کے پاس کوئی نشانی آجائے گی تو وہ ضرور ضرور اس پر ایمان

بِهَا ۚ قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ ۚ أَنَّهُآ إِذَا جَاءَتْ

لے آئیں گے۔ آپ فرما دیجئے کہ نشانیاں اللہ ہی کی طرف سے ہیں اور تمہیں اس کی کیا خبر کہ جب وہ نشانی آجائے گی تب بھی یہ لوگ

لَا يُؤْمِنُونَ ۝ وَنُقَلِّبُ أَفْئِدَتَهُمْ وَأَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوا بِهِ أَوَّلَ

ایمان نہ لائیں گے۔ اور ہم ان کے دلوں کو اور ان کی آنکھوں کو پلٹ دیں گے جیسا کہ وہ اس پر پہلی بار ایمان نہ لائے

مَرَّةٍ وَنَذَرُهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ۝

اور ہم ان کو اس حال میں چھوڑے رہیں گے کہ وہ اپنی سرکشی میں اندھے بنے رہیں۔“

جواب کفار کا ڈھنگ سکھایا:

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ جَوَابَ نَهْيِ كِي وَجْهٍ مِنْ مِّنْصُوبٍ هِيَ۔ عَذُوٌّ ظَلَمٌ اور دشمنی کی بناء پر۔ بَغْيٌ عِلْمُ اللّٰهِ تَعَالٰی کے متعلق جہالت کے سبب اور ان صفات سے جہالت کے سبب جن کے ساتھ اس کا تذکرہ ضروری ہے۔ كَذٰلِكَ اس تزیین کی طرح زَيْنًا لِّكُلِّ اُمَّةٍ امم کفار سے عَمَلُهُمْ وہ اسی طرح جب یہ ارشاد افمن زين له سوء عمله فرأه حسناً فان الله يضل من يشاء و يهدي من يشاء (فاطر ۸) یہ آیت اسلح کے سلسلے میں ہماری دلیل ہے۔ ثُمَّ اِلَى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ ان كَالوْنَا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ وہ ان کو ان کے اعمال کی خبر دے گا اور اس پر ان کو جزاء دے گا۔

معاندین نشانی کے باوجود ایمان نہ لائیں گے:

آیت ۱۰۹: وَأَقْسَمُوا بِاللّٰهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ جہد مصدر ہے اور حال کے مقام پر واقع ہے۔ یعنی مجاہدین فی الاتیان باوكد الايمان۔ اس حال میں کہ وہ کئی قسمیں اٹھانے والے ہیں۔ لَئِنْ جَاءَتْهُمْ آيَةٌ ان کی منہ مانگی آیات سے لَئِنْ مِّنْ بِهَا قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِنْدَ اللّٰهِ وہ اس پر قدرت رکھتے ہیں۔ میں نہیں۔ پس کس طرح میں تمہارے پاس لاؤں۔ وَمَا يُشْعِرُكُمْ اور تمہیں معلوم نہیں۔ اَنَّهُآ مَانْگِی تجویز کردہ نشانی۔ إِذَا جَاءَتْ لَا يُؤْمِنُونَ ان پر یعنی میں جانتا ہوں کہ جب وہ آئے گی وہ ایمان نہیں لائیں گے اور تم اس کو جانتے نہیں۔ مسلمان ان کے ایمان کی طمع رکھتے تھے جبکہ وہ نشانی آجائے چنانچہ وہ بھی اس کی آمد کی توقع رکھتے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہیں کیا معلوم کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ تمہیں معلوم نہیں کہ جو

میرا علم ان کے بارے میں سبقت کر چکا کہ وہ ایمان نہ لائیں گے۔ اِنّہا یہ کسرہ کے ساتھ ہے مکی بصری اور ابو بکر نے پڑھا اس طور پر کہ کلام اس سے پہلے تمام ہو چکا یعنی وما یشعرکم مایکون منہم۔ تمہیں کیا معلوم کہ ان سے کیا ہوگا۔ پھر اپنے علم سے ان کے بارے میں خبر دی پس فرمایا جب وہ نشانی آجائے گی تو وہ بالکل ایمان نہیں لائیں گے۔ بعض نے فتح والی قراءت میں لا کا اضافہ کیا جیسا اس ارشاد میں ہے: وَحَرَمٌ عَلَى قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا أَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُونَ (الانبیاء: ۹۵) لَا تُؤْمِنُونَ شَامِی اور حمزہ نے پڑھا ہے۔

یہ قبول حق سے عاری ہیں:

آیت ۱۱۰: وَنُقَلِّبُ أَفْئِدَتَهُمْ قَبُولِ حَقٍّ مِنْ حَقٍّ وَابْصَارَهُمْ حَقٍّ مِنْ حَقٍّ دیکھنے سے اس نشانی کے اترنے کے وقت جس کو وہ تجویز کر رہے ہیں۔ پس وہ اس پر ایمان نہ لائیں گے۔ کہا گیا کہ اس کا عطف لا یؤمنون اور وما یشعرکم پر کر کے حکم میں داخل ہے یعنی اور تمہیں کیا معلوم کہ وہ ایمان نہ لائیں گے۔ اور تمہیں کیا معلوم کہ ہم ان کے دل اور آنکھیں پلٹ دیں گے۔ پس وہ نہ سمجھیں گے اور نہ ہی حق کو دیکھیں گے۔ کَمَا لَمْ يُؤْمِنُوا بِهِ أَوَّلَ مَرَّةٍ جیسا کہ وہ ہماری آیات اترنے کے وقت اولاً ایمان نہ لائے تھے۔ وَنَذَرُهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ کہا گیا تمہیں کیا معلوم کہ ہم ان کو ان کی سرکشی میں چھوڑ دیں گے۔ وہ حیران و ششدر رہ جائیں گے۔

وَلَوْ اَنَّآ نَزَّلْنٰ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰی وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَیْءٍ

”اور اگر ہم ان کی طرف فرشتے اتار دیں اور ان سے مردے بات کر لیں اور ہم جمع کر دیں ان پر ہر چیز ان کے

قُبُلًا مَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا اِلَّا اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَكْثَرُهُمْ يَجْهَلُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

آمنے سامنے تب بھی وہ ایسے نہیں ہیں کہ ایمان لے آئیں مگر یہ کہ اللہ چاہے۔ اور لیکن ان میں اکثر وہ ہیں جو جہالت کی باتیں کرتے ہیں۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا شَیْطٰنِ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ یُوْحٰی بَعْضُهُمْ

اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لیے دشمن مقرر کر دیئے ہیں جو شیاطین ہیں انسانوں میں سے اور جنات میں سے ان میں بعض بعض کو

اِلٰی بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ۚ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرُهُمْ

ایسی باتوں کا دوسرا ڈالتے ہیں جو بظاہر اچھی لگتی ہیں وہ یہ کام دھوکہ دینے کے لئے کرتے ہیں۔ اور اگر تیرا رب چاہے تو یہ لوگ یہ کام نہ کریں، ہو چھوڑ دیجئے ان کو

وَمَا یَفْتَرُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَلِتَصْغٰی اِلَیْهِ اَفِیْدةُ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَلَیْرِضُوْهُ

اور ان باتوں کو جو وہ جھوٹ بناتے ہیں۔ اور تاکہ اس کی طرف ان لوگوں کے دل مائل ہو جائیں جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے۔ اور تاکہ وہ اسے پسند کریں،

وَلِیَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

اور تاکہ وہ مرتکب ہو جائیں ان کاموں کے جن کا وہ ارتکاب کرتے ہیں۔“

ایمان والوں کے شاید کے جواب:

آیت ۱۱۱: وَلَوْ اَنَّآ نَزَّلْنٰ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ۔ جیسا کہ وہ مطالبہ کرتے ہیں۔ لَوْ لَا اَنْزِلْ عَلَیْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ۔ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰی جیسا کہ وہ کہتے ہیں فاتوا بابائنا۔ وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ ہم جمع کر دیں۔ كُلَّ شَیْءٍ قُبُلًا جو ہم نے ان کو بشارت دی اس کی ذمہ دار اور جس سے ڈرایا اس کی کفیل۔ قُبُلًا جمع قبیل بمعنی کفیل۔ قراءت: قبلہ مصدر شامی اور مدنی نے پڑھا۔ اس کا معنی سامنے دونوں صورتوں میں حال کی وجہ سے منصوب ہے۔ مَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا اِلَّا اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ۔ ان کا ایمان پس وہ ایمان لائیں یہ ایمان والوں کی بات کا جواب ہے جو کہتے تھے کہ شاید وہ اس نشانی کے آنے پر اسلام قبول کر لیں۔ وَلٰكِنْ اَكْثَرُهُمْ یَجْهَلُوْنَ یہ لوگ ایمان نہ لائیں گے جب ان کو مطلوبہ نشانی بھی مل جائے۔

وہ شیاطین کو روک سکتا ہے مگر یہ آزمائش ہے:

آیت ۱۱۲: وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا جس طرح مشرکین تمہارے دشمن بنے ہیں اسی طرح پہلے انبیاء علیہم السلام کے بھی دشمن

بنے ہوئے تھے۔ اس لئے کہ اس میں آزمائش ہے جس کی وجہ سے ثبات و استقلال اور صبر و آخرت کا ثواب و اجر ظاہر ہوتا ہے۔
 شَیْطٰنِ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ - **نَحْوُہ**: یہ عداوت سے بدل ہونے کی بناء پر منصوب ہے۔ یا یہ مفعول اول ہے اور عداوت مفعول ثانی ہے۔ یُوْحٰی بَعْضُہُمْ اِلٰی بَعْضِ شَیْطٰنِ جِنِّ، شَیْطٰنِ اِنْسِ کے دلوں میں وسوسہ پیدا کرتے ہیں۔ اسی طرح جنات ایک دوسرے کے دلوں میں وسوسہ اندازی کرتے ہیں مالک بن دینار فرماتے ہیں انسانی شیطان مجھ پر جنی شیطان کی نسبت زیادہ بھاری ہے کیونکہ تعوذ سے جنی شیطان فرار اختیار کرتا ہے اور انسانی شیطان میرے پاس آ کر مجھے سرعام گناہوں کی طرف کھینچ کر لے جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قراء السوء شر من شیطٰنِ الجِنِّ کہ برے ساتھی شیطٰنِ جن سے بدتر ہیں۔ (ابن کثیر بنحوہ) زُخْرِفَ الْقَوْلِ مَزِیْنِ شَدِّہٖ بَات۔ وسوسہ اور گناہ پر ابھارتا۔ غُرُوْرًا دھوکہ فریب۔ یہ مفعول لہ ہے۔ وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ یعنی اشارہ کرنا۔ مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ شیطٰن کو وسوسہ سے روکنا چاہتا تو روک سکتا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس سے امتحان لیا جو ثواب کے لحاظ سے کثیر اور عظیم تر ہے۔ فَذَرُوْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ آپ پر اور اللہ تعالیٰ پر پس اللہ تعالیٰ ان کو رسوا فرمائیں گے۔ اور تمہیں بدلہ دیں گے اور نصرت فرمائیں گے۔

وسوسہ اندازی کے نتیجہ میں کافر ادھر جھکیں:

آیت ۱۱۳: وَلَتَصْغٰی اِلَیْہِ اَفْئِدَةُ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ تاکہ ملمع سازی والی بات کی طرف کفار کے دل مائل ہوں۔ اس کا عطف غُرُوْرًا پر ہے۔ یعنی تاکہ وہ دھوکہ میں مبتلاء ہوں اور اس کی طرف مائل ہوں۔ وَلَیْرُضُوْهُ تاکہ وہ اسے اپنے نفسوں کے لئے پسند کریں۔ وَلَیَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ یعنی گناہ۔

اَفْعِيْرَ اللّٰهِ اَبْتٰغِيْ حَكَمًا وَهُوَ الَّذِيْ اَنْزَلَ اِلَيْكُمْ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا وَالَّذِيْنَ

”تو کیا اللہ کے سوا کسی دوسرے فیصلہ کرنے والوں کو تلاش کروں حالانکہ اس نے تمہاری طرف مفصل کتاب نازل فرمائی ہے، اور جن لوگوں کو

اَتَيْنَهُمُ الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ مُنْزَلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ

ہم نے کتاب دی وہ جانتے ہیں کہ بلاشبہ آپ کے رب کی طرف سے اتاری ہوئی ہے۔ سو آپ شک کرنے والوں میں سے

الْمُمْتَرِيْنَ ۝۱۱۴ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدًا لَا مُبَدِّلَ

نہ ہو جائیں اور آپ کے رب کے کلمات سچائی اور عدل کے اعتبار سے پورے ہو گئے اس کے کلمات کو کوئی بدلنے

لِكَلِمَتِهِ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيْمُ ۝۱۱۵ وَاِنْ تُطِيعْ اَكْثَرُ مَنْ فِي الْاَرْضِ

والا نہیں، اور وہ سنے جاننے والا ہے۔ اور اگر آپ بات مان لیں ان میں سے اکثر لوگوں کی جو زمین میں ہیں

يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ اِنْ يَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا

تو آپ کو اللہ کی راہ سے بہکا دیں گے۔ وہ نہیں اتباع کرتے مگر گمان کا اور وہ صرف اٹکل پچو باتیں

يَخْرُصُوْنَ ۝۱۱۶ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ مَنْ يَّضِلُّ عَنْ سَبِيْلِهِ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ

کرتے ہیں۔ بے شک آپ کا رب اس شخص کو خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹکتا ہے اور اللہ ہدایت پر چلنے والوں کو

بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝۱۱۷

خوب جانتا ہے۔

قرآن کی حقانیت کے لئے اللہ کا فیصلہ کافی ہے:

آیت ۱۱۴: اَفْعِيْرَ اللّٰهِ اَبْتٰغِيْ حَكَمًا یعنی کہہ دیں اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی حکم و فیصلہ تلاش کروں جو میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرے۔ اور حق پرست اور باطل پرست کو الگ کر دے۔ وَهُوَ الَّذِيْ اَنْزَلَ اِلَيْكُمْ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا یہ کتاب سے حال ہے اس میں حق و باطل کا الگ الگ امتیاز کیا گیا۔ اور میری صداقت کی گواہی دی گئی اور تمہارے متعلق افتراء کی گواہی موجود ہے۔ پھر اس کی مزید تاکید اس طرح کی کہ قرآن کی حقانیت کا علم تو اہل کتاب کو بھی ہے کیونکہ قرآن تورات و انجیل کی تصدیق کر رہا ہے۔ اور بنیادی مضامین میں ان کے موافق ہے۔ (پس قرآن کی سچائی واضح ہو گئی) وَالَّذِيْنَ اَتَيْنَهُمُ الْكِتٰبَ یعنی عبد اللہ بن سلامؓ اور ان کے ساتھی يَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ مُنْزَلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ (بتشہید الزراء)

شامی اور حفص نے پڑھا۔ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ اے سامع اس کے متعلق شک کرنے والوں میں دوسری تفسیر یہ کہ تم ہرگز اس میں شک نہ کرو۔ کہ اہل کتاب جانتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتارا ہوا برحق کلام ہے۔ ان کی اکثریت اگر انکار کرتی ہے تو ان کے انکار کی وجہ سے تم شک میں نہ پڑو۔

قرآن صدق وعدل میں کامل ہے:

آیت ۱۱۵: وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ جُواس نے کلام فرمایا۔ قراءت: حجازی شامی اور ابو عمرو نے کلمات ربك پڑھا ہے۔ کامل ہے جو اس نے خبر دی اور امر ونہی میں سے جو احکام جاری فرمائے اور جو وعدہ اور وعید دی صِدْقًا سچائی کے اعتبار سے وعدہ اور وعید میں۔ وَعَدْلًا عدل پر مبنی ہے اس کا امر ونہی۔ **مَخْمُومٌ**: یہ دونوں تمیز کی وجہ سے منصوب ہیں۔ یا حال کی بناء پر لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَتِهِ کوئی ایسا نہیں جو ان میں سے کسی چیز کو ذرہ بھر بدل سکے۔ وَهُوَ السَّمِيعُ ان کے اقرار کو جو اقرار کریں۔ الْعَلِيمُ ان کے اصرار کو جو اصرار کرتے رہیں۔ دوسری تفسیر یہ ہے ان کے اقوال کو سننے والا اور ان کے ضمائر مخفیہ کو جاننے والا۔

کفار گمان کے پیرو ہیں:

آیت ۱۱۶: وَإِنْ تَطِعْ أَكْثَرَ مَنْ فِي الْأَرْضِ یعنی کفار کو کیونکہ وہ زیادہ ہیں۔ يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ اس کے دین سے اِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ انکا یہ گمان کہ ان کے آباء حق پر تھے سو یہ ان کی تقلید کرتے ہیں۔ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخُرُّوْنَ وہ جھوٹ بولتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر فلاں چیز حلال اور فلاں چیز حرام کی۔

اللہ سچے مومن اور کافر کو جانتا ہے:

آیت ۱۱۷: إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ مَنْ يَضِلُّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ یعنی وہ کفار اور مومنین کو جانتا ہے۔ **مَخْمُومٌ**: مَنْ یہ ابتداء مرفوع ہے لفظاً استفہام ہے اور اس کی خبر یضل ہے۔ اور جملہ يعلم مقدر کی وجہ سے محل نصب میں ہے۔ اعلم مقدر نہیں۔ کیونکہ فعل کا صیغہ ظاہراً منصوب اسم کو نصب نہیں دیتا مجرور کر دیتا ہے ایک دوسرا قول یہ ہے کہ تقدیر اعلم بمن یضل وہ گمراہوں کو اچھی طرح جانتا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ بآء اس کے بعد لایا گیا ہے بالمہتدین۔

فَكُلُوا مِمَّا ذُكِّرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِآيَاتِهِ مُؤْمِنِينَ ﴿۱۱۸﴾ وَمَا

سو اس میں سے کھاؤ جس پر اللہ کا نام ذکر کیا گیا ہو اگر تم اس کی آیات پر ایمان لائے ہو، اور تمہارے لیے

لَكُمْ اَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِّرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَا حَرَّمَ

اس کا کیا باعث ہو سکتا ہے کہ اس میں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا حالانکہ اس نے تمہیں تفصیل سے بتا دیا ہے جو تم پر حرام کیا

عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ ۚ وَاِنَّ كَثِيْرًا لِّيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَاءِهِمْ

گیا۔ مگر اس صورت میں کہ تمہیں سخت مجبوری ہو۔ بلاشبہ بہت سے لوگ اپنی خواہشوں کے ذریعہ بغیر علم کے

بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ وَذَرُوْا ظَاهِرَ

گمراہ کرتے ہیں، بے شک تیرا رب خوب جانتا ہے حد سے آگے بڑھنے والوں کو، اور چھوڑ دو ظاہری

الْاِثْمِ وَبَاطِنَهُ ۚ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا

گناہ اور باطنی گناہ، بے شک جو لوگ گناہ کرتے ہیں غمگین نہیں ان کے اعمال کا بدلہ

يَقْتَرِفُوْنَ ﴿۱۲۰﴾ وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرْ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَفِْسُقٌ ۚ

دیا جائے گا۔ اور مت کھاؤ اس میں سے جس پر اللہ کا نام ذکر نہیں کیا گیا۔ اور بے شک وہ گناہ ہے

وَإِنَّ الشَّيْطَانَ لِيُوْحِيْنَ اِلَىٰٓ اَوْلِيَآئِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ ۚ وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ

اور بلاشبہ شیطان اپنے دوستوں کے دلوں میں ہوس ڈالتے ہیں تاکہ تم سے جھگڑا کریں اور اگر تم نے ان کا کہا مانا

اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ﴿۱۲۱﴾

تو بے شک تم مشرک ہو جاؤ گے۔

حلت تو حکم خدا اور نام خدا میں ہے:

آیت ۱۱۸: فَكُلُوا مِمَّا ذُكِّرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِآيَاتِهِ مُؤْمِنِينَ اس آیت میں ان گمراہ لوگوں کی اتباع کے انکار کا سبب ذکر کیا گیا۔ جو خود حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کو کہا کرتے تھے اے مسلمانو تم زعم رکھتے ہو کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہو۔ حالانکہ جس کو اللہ تعالیٰ مارے وہ اس کی بنسبت زیادہ حق دار ہے جس کو تم مارو۔ پس

اس آیت میں مسلمانوں کو کہا گیا اگر تم سچا ایمان رکھتے ہو تو جس پر اللہ تعالیٰ کا نام بوقت ذبح لیا گیا اس کو کھاؤ۔ اور جس پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہے اس کو مت کھاؤ۔ یا اپنی موت مرے ہوئے جانور کو مت کھاؤ۔

جو خواہشات سے حلال و حرام کرتے ہیں شریعت کا اس سے کوئی تعلق نہیں:

آیت ۱۱۹: وَمَا لَكُمْ أَلَّا تَأْكُلُوا اس میں ما مبتداء اور لکم اس کی خبر ہے یعنی نہ کھانے میں تمہاری کیا غرض ہے۔ مِمَّا ذُكِّرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ اس نے تمہیں بیان کر دیا۔ مَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اس سے جو اس نے حرام نہیں کیا۔ اپنے اس ارشاد سے حرمت علیکم المیتة (المائدہ ۳)

قراءت: کوئی قراء حفص کے علاوہ فُصِّلَ حُرْمَ پڑھتے ہیں۔ مدنی اور حفص نے دونوں کا فتح پڑھا ہے۔ اور دیگر قراء نے ضمہ پڑھا ہے۔ إِلَّا مَا اضْطُرُّتُمْ إِلَيْهِ اس میں سے جو تم پر حرام کیا گیا۔ وہ ضرورت کے وقت تم پر حلال ہے جبکہ سخت بھوک میں کھانے کی ضرورت پڑ جائے۔ وَإِنْ كَثِيرًا لِّيُضِلُّونَ۔ قراءت: کوئی قراء نے یضلون پڑھا۔ بِأَهْوَأِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ یعنی گمراہ ہوتے ہیں پس اپنی خواہشات شہوات سے حرام کرتے ہیں اور حلال کرتے ہیں۔ شریعت کا اس میں کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِينَ جو حق سے باطل کی طرف تجاوز کرنے والے ہیں۔

علانیہ و پوشیدہ ہر گناہ چھوڑ دو:

آیت ۱۲۰: وَذَرُوا ظَاهِرَ الْإِثْمِ وَبَاطِنَهُ جو علانیہ اور پوشیدہ ہیں دوسری تفسیر دوکانوں میں زنا اور خفیہ سہیلیاں تیسری تفسیر شرک جلی و خفی۔ إِنَّ الَّذِينَ يَكْسِبُونَ الْإِثْمَ سَيُجْزَوْنَ یوم قیامت میں بِمَا كَانُوا يَقْتَرِفُونَ جو دنیا میں کماتے ہیں۔

حرمت متروک التسمیہ عمدًا:

آیت ۱۲۱: وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ ذَبْحَ کے وقت۔ وَإِنَّهُ اور اس کا کھانا لَفْسُقٌ وَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَيُفْخِخُوكُمْ فِيهِ وَهُوَ سَوْسَةٌ ڈالتے ہیں۔ إِلَىٰ أُولِيَهِمْ یعنی مشرکین۔ لِيُجَادِلُوكُمْ اپنے قول سے۔ نہ کھاؤ اس کو جس کو اللہ نے ہلاک کیا ہو۔ اور اس کو کھاؤ جس کو اپنے ہاتھوں سے تم ذبح کرتے ہو یہ آیت متروک تسمیہ کی حرمت کو ثابت کرتی ہے۔ البتہ نسیان والی حالت حدیث کی وجہ سے اس میں خاص کر لی گئی ہے یا بھولنے والے کو تقدیراً ذکر کہہ کر حکم بیان کیا گیا۔ وَإِنْ أَطْعَمْتُمُوهُمْ ان کو حلال کرنے میں جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ۔ کیونکہ جس نے غیر اللہ کی پیروی اللہ تعالیٰ کے دین کے مقابلے میں کی گویا اس نے شرک کیا۔ دین دار کا حق یہ ہے کہ جس پر بوقت ذبح اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا ہو اس کو نہ کھائے۔ اس لئے کہ آیت میں انتہائی شدت سے یہ حکم بیان کیا گیا ہے۔ آیت کی ابتداء میتہ اور جس پر غیر اللہ کا نام لیا ہو جیسا فرمایا: أَوْ فَسَقًا أَهْلًا لِغَيْرِ اللّٰهِ بہ (الانعام: ۱۳۵) وَاَوْ، وَانہ لفسق میں حال کے لئے ہے۔ کیونکہ جملہ اسمیہ کا جملہ فعلیہ پر عطف مستحسن نہیں ہے پس تقدیر عبارت یہ ہے وَلَا تَأْكُلُوا مِنْهُ حَالِ كَوْنِهِ فَسَقًا اور تم اس سے مت کھاؤ اس حال میں کہ وہ فسق ہے۔ لفسق کا لفظ مجمل ہے۔ پس اس ارشاد سے وضاحت فرمائی: أَوْ فَسَقًا أَهْلًا لِغَيْرِ اللّٰهِ بہ (الانعام: ۱۳۵) اب تقدیر عبارت اس طرح ہو گئی۔

اَوْ مَنْ كَانَ مَيِّتًا فَاحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَاهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ كَمَنْ

”جو شخص مردہ تھا پھر ہم نے اسے زندہ کر دیا اور اس کے لیے ایسا نور مقرر کر دیا جس کے ذریعہ وہ لوگوں میں چلتا پھرتا ہے کیا یہ اس شخص کی

مَثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ۚ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكَافِرِيْنَ مَا كَانُوْا

طرح ہو سکتا ہے جس کا حال یہ ہے کہ وہ اندھیروں میں ہے ان سے نکلنے والا نہیں۔ کافر جو ٹل کرتے ہیں وہ ان کے لیے اسی طرح

يَعْمَلُوْنَ ۝۳۳ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰ فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكْبَرُ مَجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا ۚ

مزین کر دیئے گئے، اور اسی طرح ہم نے ہر بستی میں وہاں کے بڑوں کو مجرم بنا دیا۔ تاکہ وہ اس میں مکر کریں

وَمَا يَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝۳۴

اور وہ صرف اپنی ہی جانوں کے ساتھ مکر کرتے ہیں اور شعور نہیں رکھتے۔“

ولا تاكلوا منه حال كونه مهلاً لغير الله به نه كھاؤ اس سے اس حال میں کہ اس پر غیر اللہ کا نام بلند کیا گیا ہو۔ پس اس کے علاوہ عمومی آیات سے حلال قرار پائیں گے۔ ان میں سے ایک ارشاد یہ ہے قل لا اجد (الایة الانعام ۱۴۵) پس ظاہری لفظ سے عدول ہوا۔

مؤمن تو نور ایمان و حکمت سے پُر اور کافر اندھیروں میں ڈوبا ہوا ہے:

آیت ۱۴۲: اَوْ مَنْ كَانَ مَيِّتًا فَاحْيَيْنَاهُ کافر تھا ہم نے اس کو ہدایت دی کیونکہ ایمان دلوں کی زندگی ہے۔ مَيِّتًا مدنی نے پڑھا۔ وَجَعَلْنَاهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ وہ اس سے روشنی حاصل کرنے والا ہے۔ اس سے مراد یقین ہے۔ یعنی اس کی حالت فی الظُّلُمَاتِ ان میں ٹانک ٹوئیاں مار رہا ہے۔ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا۔ ان سے جدا ہونے والا نہ ہو اور نہ چھوٹنے والا ہو۔ مَخْجُوْرٌ: یہ حال ہے بعض نے کہا۔ اس سے مراد حمزہ اور ابو جہل ہیں۔ مگر صحیح تر بات یہ ہے کہ آیت ہر اس شخص کے لئے ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ہو اور ہر ایسے شخص کے لئے ہے جس کے حصہ میں گمراہی آئی ہو۔ عام اور شامل ہے پس اس سے واضح کر دیا ہدایت یافتہ کی مثال اس مردہ کی ہے جو زندہ کر دیا جائے اور روشن ہو کر لوگوں میں اپنے نور حکمت و ایمان سے چل پھر رہا ہو۔ اور کافر کی مثال اس شخص جیسی ہے جو ایسے اندھیروں میں پھنس چکا جن سے چھٹکارا میسر نہ ہو۔ كَذٰلِكَ یعنی جس طرح مؤمن کے لئے اس کا ایمان مزین کیا گیا زَيْنَ لِلْكَافِرِيْنَ اللہ تعالیٰ کی تربیت سے جیسا کہ دوسرے ارشاد میں ہے زينا لهم اعمالهم (النمل ۴) مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ یعنی ان کے اعمال

اقتدار و مالی وسعت والے زیادہ کفر کرتے ہیں:

آیت ۱۴۳: وَكَذٰلِكَ یعنی جیسا ہم نے سرداران مکہ کے سلسلہ میں کہا کہ وہ اس میں تدابیر کر لیں۔ جَعَلْنَاهُمْ نے بنا دیا۔ فِیْ

وَإِذَا جَاءَتْهُمْ آيَةٌ قَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ حَتَّى نُؤْتَىٰ مِثْلَ مَا أُوتِيَ رَسُلُ اللَّهِ

”اور جب ان کے پاس کوئی آیت آتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ ہم کو ایسی چیز نہ دی جائے جیسی کہ اللہ کے رسولوں کو دی گئی،

اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ سَيُصِيبُ الَّذِينَ أَجْرَمُوا صَغَارٌ عِنْدَ اللَّهِ

اللہ جانتا ہے جہاں اپنے پیغام کو بھیجے۔ عنقریب ان لوگوں کو اللہ کے یہاں ذلت اور سخت

وَعَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا كَانُوا يَمْكُرُونَ ﴿۲۴﴾ فَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يَهْدِيَهُ

عذاب پہنچے گا اس وجہ سے کہ وہ مکر کرتے تھے۔“ (سو جس شخص کو اللہ تعالیٰ ہدایت دینے کا ارادہ فرمائے

يُشْرِحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ وَمَنْ يُرِدْ أَنْ يُضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقًا حَرَجًا

اس کے سینہ کو ہدایت کے لیے کھول دیتا ہے اور جس کے بارے میں یہ ارادہ فرمائے کہ اسکو گمراہ فرمائے اس کے سینہ کو تنگ

كَانَمَا يَصْعَدُ فِي السَّمَاءِ كَذَلِكَ يَجْعَلُ اللَّهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۲۵﴾

کر دیتا ہے۔ گویا کہ وہ بڑی تکلیف کے ساتھ آسمان میں چڑھ رہا ہے ایسے ہی ان لوگوں پر اللہ عذاب بھیج دیتا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔“

كُلِّ قَرْيَةٍ أَكْبَرُ مُجْرِمِيهَا لِيَمْكُرُوا فِيهَا تَاكُوهَ اس میں لوگوں پر زبردستی کریں اور معاصی پھیلائیں۔ اہلسنت کے ہاں یہ لام اپنے ظاہری معنی پر ہے۔ لام عاقبت نہیں۔ اکابر کو خاص کیا گیا مراد اس سے رؤساء ہیں۔ کیونکہ جن کے پاس اقتدار اور وسعت مالی ہوتی ہے وہ دوسروں کی نسبت زیادہ کفر و مکر کی دعوت دینے والا ہوتا ہے۔ اس کی دلیل یہ آیت ہے وَلَوْ بَسَطَ اللَّهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهِ لَبْغَوْا فِي الْأَرْضِ (الشوریٰ ۲۷) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی اور ان سے نصرت کا وعدہ فرمایا۔ وَمَا يَمْكُرُونَ إِلَّا بِأَنْفُسِهِمْ کیونکہ ان کا مکر انہی پر الٹ دیا جائے گا۔ وَمَا يَشْعُرُونَ کہ وہ ان کا مکر ان پر واپس کرنے والا ہے۔

مَجْرُومٌ: یہ مفعول اول ہے اور فی کل قریۃ دوسرا مفعول ہے اور مجرمیہا یہ اکبر سے بدل ہے یا اول مفعول مجرمیہا مفعول دوم اکبر تقدیر عبارت اس طرح ہے مجرمیہا اکبر۔

شأن نزول: آیت ۱۲۴: جب ابو جہل نے یہ بات کہی کہ ہم نے بنو عبد مناف کے ساتھ شرف و مرتبہ میں مقابلہ کیا۔ یہاں تک کہ ہم گھوڑ دوڑ کے دو گھوڑوں کی طرح بن گئے۔ اب انہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا۔ کہ ہم میں ایک پیغمبر ہے جس کی طرف وحی کی جاتی ہے اللہ تعالیٰ کی قسم ہم اس وقت تک راضی نہ ہونگے اور نہ مانیں گے جب تک ہمارے پاس بھی اس طرح وحی آجائے جس طرح ان پر اترتی ہے۔ تو یہ آیت اتری۔ وَإِذَا جَاءَتْهُمْ تھم یعنی اکابر ایہ معجزہ یا قرآن مجید کی آیت جس میں ان کو ایمان کا حکم دیا گیا۔

احتجاج کفار کہ ہمیں بھی نبوت ملنی چاہئے:

قَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ حَتَّى تُؤْتِيَنَا مِثْلَ مَا أُوتِيَ رُسُلُ اللَّهِ وَهَئِذَا نَرَى الْفُلَ لَنَا فَكَيْفَ يُحْمَلُ بِهِ كَنْزُ اللَّهِ وَهَئِذَا نَرَى الْجِبَالَ تَحْتَ الْخَرِّ فَبِأَيِّ آيَاتِ اللَّهِ نُؤْمِنُ بِهِ وَهَئِذَا نَرَى الْقُلُوبَ تُبْدَى فَهُمْ يَغِيبُونَ ۚ

دیا کہ اللہ تعالیٰ ان کو خوب جانتے ہیں۔ جو نبوت کے لائق ہیں۔ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ کی اور حفص نے اسی طرح پڑھا اور دیگر قراء نے رسالاتہ پڑھا ہے۔ **نَحْمُو**: حیت مفعول بہ اور عامل محذوف ہے تقدیر عبارت یہ ہے یعلم موضع رسالتہ وہ اپنے پیام کی جگہ جانتا ہے۔ سَيُصِيبُ الَّذِينَ أَجْرَمُوا ان کے اکابر میں سے صَغَارٌ ذلت و رسوائی عِنْدَ اللَّهِ قیامت کے دن وَعَذَابٌ شَدِيدٌ دونوں جہانوں میں جیسے قتل و قید عذاب نَارِ بَمَا كَانُوا يَمْكُرُونَ دنیا میں۔

ہر دل نور ایمان و نبوت کے قابل نہیں:

آیت ۱۲۵: فَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ اس کو وسعت دیتا ہے اور اس کے دل کو منور کر دیتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اذا دخل النور فى القلب انشرح وانفتح (جب نور ایمان دل میں داخل ہو جاتا ہے تو وہ کھل جاتا ہے) آپ سے عرض کی گئی قیل ما علامته ذلك؟ اس کی علامت کیا ہے قال الا نابة الى دار الخلود والتجافى عن دار الغرور والا استعداد للموت قبل نزول الموت۔ کہ بیشکی کے گھر کی طرف رجوع اور دھوکہ کے گھر سے لا تعلقی اور موت کی آمد سے قبل اس کی تیاری (ابن جریر ج: ۸) بیہقی فی شعب الایمان عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ) وَمَنْ يُرِدْ لِيُعْنِيَ اللَّهُ تَعَالَى أَنْ يُضِلَّهُ يَشْكُلْ صَدْرَهُ ضَيْقًا۔

قراءت و نحو:

مکی نے ضیقاً اور حرجاً کو حرجاً ضیقاً کی صفت قرار دیکر مدنی و ابوبکر نے پڑھا معنی انتہائی تنگ۔ دوسرے قراء نے حرجاً پڑھا مصدر کی صفت قرار دیا۔ کَانَمَا يَصْعَدُ فِي السَّمَاءِ گویا اس کو آسمان میں چڑھنے کی تکلیف دی گئی ہے جبکہ اس کو اسلام کی دعوت دی ہے یہ ضیق صدرہ عنہ سے لیا گیا ہے تنگ آ جانا۔ دوسری تفسیر ضاقت علیہ الارض اس پر زمین تنگ ہو گئی۔ پس اس نے آسمان کی طرف چڑھنے والی سیڑھی منگوائی۔ تیسری تفسیر بے رائے آدمی کی طرح اور ہوا میں اس کا دل اڑنے والا پرندہ ہے۔ قراءت: مکی نے یصاعد پڑھا اس کا اصل یصاعد ہے۔ باقی قراء نے یصعد پڑھا۔ اور اس کا اصل یصعد ہے۔ كَذَلِكَ يَجْعَلُ اللَّهُ الرَّجْسَ عَذَابَ آخِرَتِ اور دنیا میں لعنت۔ عَلَى الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ یہ آیت معتزلہ کے خلاف ہماری دلیل ہے۔ ارادہ معاصی کے سلسلہ میں۔

وَهَذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيمًا ۖ قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَذْكُرُونَ ﴿۱۲۶﴾

”اور یہ آپ کے رب کا سیدھا راستہ ہے، بے شک ہم نے واضح طور پر ان لوگوں کے لیے آیات بیان کر دی ہیں جو نصیحت حاصل کرتے ہیں۔“

لَهُمْ دَارُ السَّلَامِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۲۷﴾ وَيَوْمَ

ان کے لیے سلامتی کا گھر ہے ان کے رب کے پاس، اور وہ جو اعمال کرتے ہیں ان کے سبب اللہ ان کا مددگار ہے، اور جس دن

يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ۚ يَمْعُشَرُ الْجِنَّ قَدْ اسْتَكْثَرْتُمْ مِنَ الْاِنْسِ ۚ وَقَالَ

ان سب کو جمع کرے گا۔ اے جنات کی جماعت تم نے انسانوں میں سے کثیر تعداد کو اپنا تابع کر لیا۔ اور انسانوں میں

اُولَئِكَهُمْ مِنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَبَلَّغْنَا آجَلَنَا الَّذِي

جو ان کے دوست تھے وہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب! ہم میں بعض نے بعض سے نفع حاصل کیا۔ اور ہم پہنچ گئے اس مقررہ میعاد کو

اَجَلَتْ لَنَا ۚ قَالَ النَّارُ مَثْوَاكُمْ خَالِدِينَ فِيهَا اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ ۚ

جو آپ نے ہمارے لیے مقرر فرمائی۔ فرمانِ خداوندی ہوگا کہ دوزخ تمہارا ٹھکانہ ہے۔ اس میں ہمیشہ رہو گے۔ سوائے اس کے جسے اللہ چاہے،

اِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ﴿۱۲۸﴾ وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًا بِمَا

بے شک تیرا رب حکمت والا ہے علم والا ہے۔ اور اسی طرح ہم بعض ظالموں کو بعض کا ولی بناتے ہیں یہ سب ان کے

كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿۱۲۹﴾

اعمال کے جوہ کر رہے ہیں۔

یہ سیدھی راہ ہے شرح صدر والا اس کو قبول کرتا ہے:

آیت ۱۲۶: وَهَذَا صِرَاطُ رَبِّكَ یعنی وہ طریقہ جس کا حکمت تقاضا کرتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس کے لئے شرح صدر فرمادیتے ہیں جس کی وہ ہدایت کا ارادہ فرمائیں اور جس کی گمراہی کا ارادہ کریں اس کے لئے تنگ کر دیتا ہے۔ مُسْتَقِيمًا عدل والا، چلتا ہوا راہ یہ حال مؤکد ہے۔ قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَذْكُرُونَ نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

ایسے لوگ دارالاسلام کے حقدار ہیں:

آیت ۱۲۷: لَهُمْ دَارُ السَّلَامِ اللہ کا گھر ہے یعنی جنت اپنی ذات کی طرف اضافت اس کی عظمت بتانے کے لئے ہے۔ دوسری تفسیر یہ ہے ہر آفت اور گدے پن سے محفوظ۔ تیسری تفسیر۔ سلامتی والا گھر۔

اس کا نام دارالسلام اس ارشاد کی وجہ سے ہے: وَتَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ (یونس) اَلَا قِيْلًا سَلَمًا سَلَمًا (الواقعة ۲۳) عِنْدَ رَبِّهِمْ اس کی ضمان میں۔ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ ان کے محبت یا دشمنوں کے خلاف مددگار۔ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ان کے اعمال کے بدلے۔ دوسری تفسیر ان کے اعمال کی جزاء کا متولی ہے۔ قول دیگر وہ دنیا میں ہمارا ولی توفیق اعمال کے سبب ہے اور آخرت میں امید پوری کر دینے کے سبب۔

قیامت کا ایک حسرتناک منظر اور اعترافِ بحرین:

آیت ۱۲۸: وَيَوْمَ يُحْشَرُهُمْ جَمِيعًا حَفْصٌ نِیَّءَ کے ساتھ پڑھا۔ اور نافع ابن کثیر ابو عمرو ابن حمزہ نے نحشر ہم پڑھا ہے یعنی اذ کریوم نحشر ہم یا یوم نحشر ہم قلنا یلعشر الجن اس دن ہم ان کو جمع کر کے کہیں گے اے گروہ جن۔ یَمْعَشَرُ الْجِنِّ قَدْ اسْتَكْثَرْتُمْ مِنَ الْاِنْسِ تم نے ان میں سے بہت سے انسانوں کو گمراہ کیا اور ان کو اپنا پیرو بنایا۔ جیسا کہ تم کہتے ہو۔ استکثر الامیر من الجنود۔ امیر نے لشکروں کو تابع بنایا۔ وَقَالَ اَوْلِیُّوْهُمْ مِنَ الْاِنْسِ وہ جنہوں نے ان جنات کی اطاعت کی اور ان کے وسوسہ کی طرف کان لگایا۔ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ یعنی انسانوں نے شیاطین سے نفع اٹھایا۔ اس طرح کہ ان کی راہنمائی شہوات اور اس کی طرف پہنچنے والے اسباب کی طرف کی اور جنات سے انسانوں نے یہ فائدہ اٹھایا۔ کہ انسانوں کو اپنا مطیع بنایا۔ اغواء کے مقصد کو حاصل کرنے کے لئے ان کو اپنا معاون و دست و بازو بنایا۔ وَبَلَّغْنَا اَجَلَنَا الَّذِیْ اٰتٰی جَلَّتْ لَنَا وہ اس سے یوم بعث مراد لے رہے ہیں اور اس کلام میں ان سے جو شیاطین کی اطاعت اور خواہشات کی اتباع اور تکذیب بعث اور اپنی حالت پر افسوس وغیرہ پایا گیا۔ اس کا اعتراف ہے۔ قَالَ النَّارُ مَثْوَاكُمْ تمہارا ٹھکانہ خَلِدِیْنَ فِيْهَا۔ یہ حال ہے اور اضافت کا معنی اس میں عامل ہے۔ جیسا اس ارشاد میں ان دابر ہؤلاء مقطوع مصبحین (الحجر ۶۶) پس مصبحین ہؤلاء سے حال ہے۔ اور حال میں اضافت کا معنی عامل ہے۔ اس لئے کہ اس کا معنی مخالفت اور ملانا ہے۔ مٹوای عامل نہیں ہے۔ کیونکہ مکان کسی چیز میں عامل نہیں ہوتا۔ اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ وہ ابد الابد تک آگ میں رہیں گے۔ مگر جو چاہے اللہ یعنی وہ اوقات جس میں وہ سعیر کے عذاب سے زمہریر کے عذاب میں منتقل ہونگے۔ اِنَّ رَبَّكَ حَكِیْمٌ اس معاملہ میں جو وہ اپنے اولیاء اور اعداء سے کرتا ہے۔ عَلَیْہُمْ جَانِنٌ والا ہے ان کے اعمال کو پس تمام کو ان کے عمل کے موافق بدلہ دے گا۔

کند ہم جنس با ہم جنس پرواز:

آیت ۱۲۹: وَكَذٰلِكَ نُوَلِّیْ بَعْضَ الظّٰلِمِیْنَ بَعْضًا آگ میں ان کو ایک دوسرے کے پیچھے لگا دیں گے۔ دوسری تفسیر ایک دوسرے پر مسلط کر دیں گے۔ تفسیر دیگر۔ ایک دوسرے کا دوست بنا دیں گے۔ بِمَا كَانُوا یَكْسِبُوْنَ اس وجہ سے کہ انہوں نے کفر و معاصی کمائے۔ پھر ان کو قیامت کے دن توبیخ کے طور پر کہا جائے گا۔

يَمْعَشَرُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ الْمَرِيَاتِكُمْ رَسُولٌ مِّنْكُمْ يَقْصُونَ عَلَيْكُمْ

”اے جنوں اور انسانوں کے گروہ کیا تمہارے پاس رسول نہیں آئے وہ میرے احکام بیان کرتے

آیتیں وینذرونگم لقاء یومکم هذا ط قالوا شهدنا علی

تھے اور تم کو اس دن کی ملاقات سے ڈراتے تھے، وہ جواب دیں گے کہ ہم اپنی جانوں پر

أَنفُسِنَا وَغَرَّتْهُمْ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ أَنَّهُمْ كَانُوا

گواہی دیتے ہیں، اور ان کو دنیا والی زندگی نے دھوکہ میں ڈالا۔ اور وہ اپنی جانوں پر گواہی دیں گے کہ بلاشبہ وہ

كُفْرَيْنَ ۝ ذَٰلِكَ أَن لَّمْ يَكُنْ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرَىٰ بِظُلْمٍ وَأَهْلُهَا

کافر تھے۔ یہ اس وجہ سے کہ تیرا رب بستیوں کو ظلم کے سبب ہلاک کرنے والا نہیں ہے اس حال میں کہ وہاں کے لوگ

غَفِلُونَ ۝ وَلِكُلِّ دَرَجَةٍ مِّمَّا عَمِلُوا ط وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا

بے خبر ہوں، اور ہر ایک کے لیے ان کے اعمال کے سبب درجات ہیں، اور تیرا رب ان کاموں سے غافل نہیں ہے جو کام وہ

يَعْمَلُونَ ۝ وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ط إِنْ يَشَاءْ يُدْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ

کرتے ہیں۔ اور تیرا رب غنی ہے رحمت والا ہے۔ اگر وہ چاہے تو تمہیں ختم کر دے اور تمہارے بعد تمہارے پیچھے جس کو چاہے

مِنْ بَعْدِكُمْ مَا يَشَاءُ كَمَا أَنشَأَكُم مِّنْ ذُرِّيَّةٍ قَوْمٍ آخَرِينَ ط إِنَّ مَا

آباد کر دے جیسا کہ اس نے تمہیں دوسری قوم کی نسل سے پیدا فرمایا۔ بلاشبہ جس کا

تُوعَدُونَ لَا تِ ۚ وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ ۝ قُلْ يَقَوْمِ اعْمَلُوا عَلَىٰ

تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ ضرور آنے والی چیز ہے اور تم عاجز نہیں کر سکتے۔ آپ فرما دیجئے اے میری قوم! تم اپنی جگہ پر

مَكَانَتِكُمْ إِنِّي عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ۚ مَنْ تَكُونُ لَهُ عَاقِبَةُ الدَّارِ ط

عمل کرتے رہو بلاشبہ میں عمل کر رہا ہوں، سو غریب جان لو گے کہ کس کے لیے ہے اس عالم کا انجام کار،

إِنَّهُ لَا يَفْلِحُ الظَّالِمُونَ ۝

بے شک کامیاب نہیں ہوتے ظالم لوگ۔“

رسول فقط انسانوں میں سے ہیں یا جنات میں سے بھی:

آیت ۱۳۰: يَمْشِرَ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ الْيَاتِكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ ضحاک سے منقول ہے جنات کی طرف ان میں سے رسول بھیجے جس طرح انسانوں کی طرف ان میں سے کیونکہ وہ انہیں سے مانوس ہیں۔ اور ظاہری نص اسی کی مؤید ہے۔
دوسرے علماء کا قول یہ ہے رسول فقط انسانوں میں آئے۔ باقی یہاں رُسُلٌ مِّنكُمْ کا لفظ اس لئے بولا کہ خطاب میں جن وانس دونوں کو جمع کیا گیا ہے اور ایسے مواقع پر درست ہے اگرچہ رسول ایک میں سے ہوں۔ جیسا کہ دوسرے ارشاد میں ہے یُخْرِجُ مِنْهُمَا اللَّوْلُو وَالْمَرْجَانُ (الرحمان ۲۲) ایک اور قول یہ ہے کہ ان کے رسل سے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے نمائندے مراد ہیں۔ جیسا دوسرے ارشاد میں وَلَوْ اَلِی قَوْمِهِمْ مُنْذِرِیْن (الاحقاف ۲۶) یَقْضُوْنَ عَلَیْكُمْ الْیُسٰی میری کتابیں تم پر پڑھتے۔ وَیُنْذِرُوْكُمْ لِقَآءِ یَوْمِکُمْ هٰذَا یعنی قیامت کا دن قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰی اَنْفُسِنَا ہم پر حجت کے لازم ہونے اور انبیاء کے پیغامات پہنچ جانے سے وَغَرَّتْهُمْ الْحَیْوةُ الدُّنْیَا وَشَهِدُوْا عَلٰی اَنْفُسِهِمْ اَنْهُمْ کَانُوْا کٰفِرِیْنَ رسل کے ساتھ۔
خبردار کئے بغیر عذاب نہیں آتا:

آیت ۱۳۱: ذٰلِكَ یَیْشٰرُہٗ اِس طرف ہے جو پہلے گزرا کہ ان کی طرف بعثت رسل ہوئی یہ محذوف مبتداء کی خبر ہے۔ یعنی الامر ذٰلک۔ اَنْ لَّمْ یَكُنْ رَبُّکَ مُہْلِکَ الْقُرٰی بِظُلْمٍ وَّ اَہْلُہَا غٰفِلُوْنَ یہ تعلیل ہے یعنی بات اسی طرح ہے جو ہم نے تم پر بیان کر دی اس لئے کہ یہ نہیں ہو سکتا ہے کہ تیرا رب کسی بستی کو ظلم کے سبب ہلاک کر دے۔ اس طور پر کہ اَنْ مصدر یہ ہو۔ دوسرا قول ان محففہ من المثقلہ بھی ہو سکتا ہے۔ مطلب یہ ہے کیونکہ حالت اور بات یہ ہے۔ کہ تیرا رب ظلم سے کسی بستی کو ہلاک کرنے والا نہیں اس ظلم کے سبب جس کا انہوں نے ارتکاب کیا یا اس حال میں وہ ظلم کرنے والا ہوتا اگر رسول اور کتاب کے ذریعہ خبردار کرنے کے بغیر غفلت کی حالت میں ان کو ہلاک کر دیتا۔ حالانکہ اس کی ذات ظلم سے پاک ہے۔
ائمہ کا استدلال:

آیت ۱۳۲: وَلِکُلِّیْ تَمَامِ مَکْفٰیْنِ کے لئے دَرَجٰتٍ مَّرَاتِبٍ مِّمَّا عَمِلُوْا ان کے اعمال کے بدلے میں سے۔ آیت سے استدلال ہے امام ابو یوسف و امام محمد رحمہما اللہ جنات کو بھی ان کی اطاعت پر ثواب ہے۔ کیونکہ ثقلین کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا ہے وَمَا رَبُّکَ بِغَافِلٍ عَمَّا یَعْمَلُوْنَ اس کو بھولنے والا۔ شامی قراء نے تعملون پڑھا ہے۔
وہ بے نیاز رحیم ہے:

آیت ۱۳۳: وَرَبُّکَ الْغَنِیُّ بندوں اور ان کی عبادت سے ذُو الرِّحْمَةِ ان پر تکالیف کے ذریعہ تاکہ دائمی منافع کے لئے ان کو تعریف کیا جائے۔ اِنْ یَّشَآءْ یُذْهِبْکُمْ اے ظالمو وَیَسْتَخْلِفْ مِنْۢ بَعْدِکُمْ مَّا یَشَآءُ مطیع مخلوقات سے کَمَا اَنْشَاکُمْ مِّنْ ذُرِّیَّةٍ قَوْمٍ الْاٰخَرِیْنَ دوسری قوم کی اولاد سے جو تمہاری حالت پر نہ تھے اور وہ کشتی نوح علیہ السلام والے لوگ تھے۔
بعث ہوگا مگر چھوٹ نہیں سکتے:

آیت ۱۳۴: اِنَّمَا مَا بِمَعْنٰی الذی ہے۔ تُوْعَدُوْنَ یعنی بعث اور حساب اور ثواب و عقاب لَا یَیْشٰرُ یہ ان کی خبر ہے۔ یعنی

وَجَعَلُوا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيبًا فَقَالُوا

”اور ان لوگوں نے اللہ کے لیے ایک حصہ کھیتیوں اور مویشیوں میں سے مقرر کر دیا جو اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزیں ہیں، سو انہوں نے

هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَائِنَا ۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَائِهِمْ فَلَا

اپنے خیال سے یوں کہا کہ یہ اللہ کے لیے ہے اور یہ ہمارے شرکاء کے لیے ہے سو جو ان کے معبودوں کے لیے ہے وہ اللہ کی طرف

يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلَى شُرَكَائِهِمْ سَاءَ

نہیں پہنچتا اور جو اللہ کے لیے ہے سو وہ ان کے شرکاء کی طرف پہنچ جاتا ہے یہ لوگ برا

مَا يَحْكُمُونَ ﴿۱۳۶﴾

فیصلہ کرتے ہیں۔“

لَکَآئِنُ ضَرْوٰی ہونے والی ہے۔ وَمَا اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ آگے بڑھ جانے والے۔ یہ ان کے اس قول کی تردید ہے جو زبان زد عام تھا من مات فقد مات جو مر گیا وہ گزر گیا۔

انذار کا لطیف انداز:

آیت ۱۳۵: المکانۃ مصدر ہوتا ہے۔ محاورہ مَکَنَ مَکَانَةً جب وہ اس پر پورا قابو پالے اور مکان کے معنی میں آتا ہے کہا جاتا ہے مکان و مکانۃ مقام و مقامۃ اور ارشاد الہی قُلْ یَقُوْمُ اَعْمَلُوْا عَلٰی مَکَانَتِکُمْ اس میں احتمال یہ ہے کہ مطلب یہ ہو تم کام کرو اپنے معاملہ میں قدرت کی حد تک اور اپنی انتہائی استطاعت اور امکان کی حد تک اور تم اپنے انداز اور اس حال کے مطابق عمل کرو۔ جس پر تم ہو۔ آدمی کو کہا جاتا ہے جبکہ اس کو اپنی حالت پر ثابت قدمی کا حکم دیا جائے۔ علی مکانک یا فلان یعنی تو ثابت قدم رہ جس پر تو ہے۔ اِنِّیْ عَامِلٌ اِیْنَ اس مرتبے پر جس پر ہوں یعنی تم اپنے کفر اور میرے متعلق عداوت پر قائم رہو۔ پس میں اسلام پر ثابت اور قائم ہوں اور تمہاری ایذاؤں پر یہ تہدید اور وعید ہے اس کی دلیل یہ ارشاد ہے۔ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ تَكُوْنُ لَہٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ یعنی عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ ہم میں سے کس کے لئے اچھا انجام ہے۔ یہ انذار کا لطیف طریقہ ہے۔ اِنَّہٗ لَا یُفْلِحُ الظَّالِمُوْنَ یعنی کافر۔ قراءت۔ ابوبکر نے ہر جگہ مکاناتکم پڑھا حمزہ علی نے یکون پڑھا مَنْ جب التی کے معنی میں ہوگا تو محل رفع میں ہوگا اور فعل علم کو اس کے معلق فرمایا یا یہ منصوب ہوتا ہے جب یہ الذی کے معنی میں ہو۔

کفار کی من مانی تحریمات کی مذمت:

آیت ۱۳۶: وَجَعَلُوا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيبًا یعنی بتوں کے لئے حصہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی

دلالت پر اکتفا کیا گیا۔ فَقَالُوا هَذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَ هَذَا لِشُرَكَائِنَا۔ قراءت: علی نے بزعمہم پڑھا اور اسی طرح مابعد بھی۔ یعنی زعموا انہ للہ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تو ان کو حکم نہیں دیا اور نہ ان کے لئے وہ تقسیم جائز تھی۔ فَمَا كَانَ لِشُرَكَائِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ یعنی ان مصارف میں نہ مل سکتا جن میں وہ اس کو صرف کرتے تھے۔ یعنی مہمانوں کی میزبانی اور مساکین پر صدقہ۔ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلَى شُرَكَائِهِمْ ان کے خرچہ جات میں صرف کر لیتے اور ان کے سادھوؤں کو جاری کر دیتے روایت میں مذکور ہے کہ وہ بعض چیزوں جیسے کھیتی اور جانوروں کے بچے اور ان دونوں میں سے کچھ اشیاء اپنے معبودوں کے لئے جب وہ دیکھتے کہ جو اللہ کا حصہ ہے وہ عمدہ اور بڑھنے والا ہے تو رجوع کر کے اصنام کے لئے مقرر کر دیتے اور جب بتوں والا حصہ بڑھا ہوا ہوتا تو اس کو ان کے لئے ہی چھوڑ دیتے۔ اور زبان سے کہہ دیتے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ تو غنی ہے۔ حالانکہ یہ حرکت اپنے معبودوں سے محبت کی بناء پر تھی۔ اور ان کو ترجیح اور اہمیت دینے کی وجہ سے تھی۔

اس میں اشارہ کر دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ اس کے زیادہ حقدار ہیں کہ اضافے والا حصہ ان کے نام پر مقرر کیا جائے۔ کیونکہ اسی نے تو وہ پیدا کیا۔ پھر ان کی اس فتنہ حرکت کی اس طرح مذمت فرمائی۔ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں اپنے معبودوں کو ترجیح دیکر۔ اور ان کا عمل غیر مشروع چیزوں پر ہے۔ مَا مَوْضِعُ رَفْعٍ میں ہے یعنی ساء الحكم حکمہم ان کا فیصلہ بدترین ہے۔ یا منصوب ہے یعنی ساء حکمًا حکمہم حکم کے لحاظ سے برا ہے ان کا حکم۔

وَكَذٰلِكَ نَرٰی لِكَثِیْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآءُ وَّهُمْ

”اور اسی طرح مشرکین کے لیے ان کے شرکاء نے اولاد کا قتل کرنا مزین کر دیا

لِیْرُدُوْهُمْ وَّهُمْ وَلِیْلِسُوْا عَلَیْهِمْ دِیْنُهُمْ ۖ وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ

تا کہ وہ ان کو ہلاک کر دیں اور تا کہ وہ ان پر ان کے دین کو زلا ملا دیں۔ اور اگر اللہ چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے۔

فَذَرٰهُمْ وَمَا یَفْتَرُوْنَ ۝۳۷ وَقَالُوْا هٰذِهِ اَنْعَامٌ وَّحَرَّتْ جَحْرٌ ۖ

سو آپ ان کو اور جو کچھ وہ افتراء کرتے ہیں اسے چھوڑیے۔ اور ان لوگوں نے اپنے خیال کے مطابق یوں کہا کہ یہ موسیٰ ہیں اور کھیتی ہے جس پر پابندی ہے

لَا یَطْعَمُهَا اِلَّا مَنۢ نَّشَآءُ بَزْعَمِهِمْ وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُورُهَا

اس کو بس وہی لوگ کھائیں گے جن کو ہم چاہیں۔ اور کچھ جانور ایسے ہیں جن کی پشتیں حرام کی گئی ہیں۔

وَاَنْعَامٌ لَا یَذْكُرُوْنَ اَسْمَ اللّٰهِ عَلَیْهَا افْتِرَآءٌ عَلَیْهِ ۖ سَیَجْزِیْهِمْ

اور کچھ جانور ایسے ہیں جن پر اللہ کا نام نہیں لیتے اللہ پر بہتان باندھتے ہوئے غنقریب وہ انہیں سزا دیگا۔

بِمَا كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ ۝۳۸ وَقَالُوْا مَا فِیْ بُطُوْنِ هٰذِهِ اِلَّا اَنْعَامٌ خَالِصَةٌ

بسبب اس کے کہ وہ افتراء کرتے ہیں، اور انہوں نے کہا کہ جو کچھ ان جانوروں کے پیٹوں میں ہے وہ ہمارے مردوں کے لئے

لِّذِكْرِنا وَمُحَرَّمٌ عَلَیْ اٰمِ وَاِجْنَاءٌ وَاِنْ یَكُنۢ مِّیْتَةً فَهُمْ فِیْهِ شُرَكَآءُ ۖ

خالص ہے اور ہماری بیویوں پر حرام قرار دیدیا گیا ہے۔ اور اگر وہ مردار ہو تو وہ سب اس میں شریک ہیں۔

سَیَجْزِیْهِمْ وَصَفَهُمْ ۖ اِنَّهٗ حَكِیْمٌ عَلِیْمٌ ۝۳۹ قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ قَتَلُوْا

سو وہ انہیں غنقریب اس بات کی سزا دیگا جو بیان کرتے ہیں، بے شک وہ حکمت والا ہے علم والا ہے بے شک وہ لوگ خسارہ میں پڑ گئے جنہوں نے

اَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَی

اپنی اولاد کو بے وقوفی سے بغیر علم کے قتل کیا اور اللہ نے انہیں جو رزق عطا فرمایا اللہ پر بہتان باندھتے ہوئے اسے حرام

اللّٰهِ ۖ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِیْنَ ۝۴۰

قراردیدیا بے شک وہ لوگ گمراہ ہوئے اور وہ ہدایت پر چلنے والے نہیں ہیں۔“

مشرکین کے قبائح میں ایک قبیح فعل کا اضافہ:

آیت ۱۳۷: وَكَذَلِكَ زَيْنٌ لِّكَثِيرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ یعنی جس طرح ان کے لئے مزین کیا۔ اموال کے حصے بنانا مزین کیا گیا اسی طرح لڑکیوں کا زندہ درگور کرنا بھی مزین کیا گیا۔ قَتَلَ یہ زین کا مفعول ہے۔ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَاءُ وَهُمْ یہ زین کا فاعل ہے۔ قراءت: زین زاء کا ضمہ قتل کی لام پر ضمہ۔ اولادہم کی دال پر نصب شر کا پھم کی ہمزہ مکسور پڑھی شامی نے قتل کی اضافت شرکاء کی طرف کی مراد اس سے شیاطین ہیں اور ان کے درمیان فاصلہ بغیر ظرف کے ہے اور وہ مفعول ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے زین لکثیر من المشرکین قتل شرکانہم اولادہم۔ بہت سے مشرکین کے لئے ان کے شرکاء کا ان کی اولاد کو قتل کرنا مزین کیا گیا۔ شرکاء سے مراد شیاطین ہیں۔ لیردوہم تاکہ وہ ان کو اغواء سے ہلاک کریں۔ وَلِيْلِبْسُوا عَلَيْهِمْ دِينَهُمْ تاکہ وہ ان پر ان کا دین خلط ملط کر دیں اور ان کا اصل دین تو اسماعیل علیہ السلام کا تھا یہاں تک کہ وہ اس سے پھسل گئے اور شرک میں جا پڑے۔ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا فَعَلُوْهُ اس میں واضح دلیل ہے کہ ساری کائنات اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہے۔ فَذَرَهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ جو وہ افتراء باندھتے تھے یا مصدر کا معنی ان کے افتراء کو کیونکہ اس افتراء کا ضرر ان کو پہنچے گا نہ کہ ہمیں۔

افتراء پردازی کے مزید نمونے:

آیت ۱۳۸: وَقَالُوا هَذِهِ اَنْعَامٌ وَّحَرُثٌ بتوں کے لئے ححر حرام ہے۔ یہ فعل بمعنی مفعول ہے۔ جیسا ذبح بمعنی مذبح طعن بمعنی مطعون اور اس صفت میں تذکیر و تانیث اور واحد و جمع برابر ہیں کیونکہ اس کا حکم اسماء کا ہے جو صفت نہیں ان کا طرز عمل یہ تھا کہ جب وہ بعض اشیاء اپنی کھیتی اور چوپاؤں میں اپنے الہ کے نام معین کر لیتے تو وہ کہتے لَا يَطْعَمُهَا اِلَّا مَنْ نَّشَاءُ بِزُعْمِهِمْ مَنْ نَّشَاءُ سے وہ بتوں کے خدام اور فقط مرد عورتیں مراد لیتے تھے۔ الزعم گمان سے کوئی بات کہنا جس میں جھوٹ کی ملاوٹ ہو۔ وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُورُهَا وہ بحیرہ سائبہ حرام تھے۔ وَاَنْعَامٌ لَا يَذْكُرُوْنَ اِسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا ذبح کی حالت میں وہ ان پر بتوں کا نام لیتے۔ اَفْتَرَاءٌ عَلَيْهِ یہ مفعول لہ ہے یا حال ہے یعنی انہوں نے اپنے چوپاؤں کی تقسیم اس طرح کی۔ نمبرا۔ حجر۔ نمبر ۲۔ جن پر سواری نہ کی جائے۔ نمبر ۳۔ جن پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا جائے۔ ان تمام کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف بطور افتراء پردازی کے کر دی۔ سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوا يَفْتَرُوْنَ یہ وعید ہے۔

ایجاد کردہ مصنوعی شرائط:

آیت ۱۳۹: وَقَالُوا مَا فِي بُطُونِ هَذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰى اَزْوَاجِنَا وہ بحار اور سوا ب کے بچوں کے متعلق کہا کرتے تھے جو زندہ پیدا ہو وہ مرد کھائیں عورتیں نہ کھائیں اور جو مردہ پیدا ہو اس میں مرد و عورتیں شریک ہوتے۔ خَالِصَةٌ کا لفظ مؤنث ہے حالانکہ وہ ما کی خبر ہے۔ معنی کا لحاظ کر کے ایسا کہا گیا کیونکہ ما یہ اجنبہ کے معنی میں ہے۔ لفظ کا لحاظ کرتے ہوئے محرم کو مذکر لائے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ خالصہ کی قاء نسابة کی طرح مبالغہ کیلئے ہے۔ وَاِنْ يَكُنْ مِّتَةً یعنی اگر وہ بچہ جو اسکے پیٹ میں ہو مردہ ہو: قراءت: ابو بکر وان تکن میتة پڑھا یعنی ان تکن الاجنبہ میتة اور شامی نے ان تکن میتة کان تامہ قرار دیکر پڑھا کی نے ان یکن میتة فعل کے مقدم ہونے کی بناء پر پڑھا۔ فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَاءُ میں ضمیر کو مذکر لایا گیا۔ کیونکہ میتہ

وَهُوَ الَّذِي أَنْشَأَ جَنَّاتٍ مَّعْرُوشَاتٍ وَغَيْرَ مَعْرُوشَاتٍ وَالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ

”اور وہی ہے جس نے باغیچے پیدا فرمائے جو چڑھائے جاتے ہیں چھریوں پر اور ایسے بھی ہیں جو چھریوں پر نہیں چڑھائے جاتے اور پیدا فرمائے کھجور کے درخت اور کھیتی جس میں

مُخْتَلِفًا أَكْلُهُ وَالزَّيْتُونَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۝

مختلف قسم کے کھانے کی چیزیں ہیں اور پیدا فرمایا زیتون کو اور انار کو جو ایک دوسرے کے مشابہ ہیں اور غیر مشابہ بھی ہیں۔

كُلُوا مِنْ ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ ۖ وَلَا تُسْرِفُوا ۝

کھاؤ ان کے پھلوں سے جبکہ پھل لائیں اور کٹائی کے دن اس کا حق دیدو اور فضول خرچی نہ کرو۔

إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ ۝ وَمِنَ الْأَنْعَامِ حَمُولَةٌ وَفَرَسَاتٌ ۖ كُلُوا

انصاف خرچی کرنے والوں کو اللہ پسند نہیں فرماتا اور اس نے چوپاؤں میں سے ایسے جانور پیدا فرمائے جو بوجھ اٹھانے والے ہیں، اور ایسے جانور بھی جو

مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ ۖ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ

زمین سے لگے ہوئے ہیں۔ اللہ نے جو تمہیں عطا فرمایا اس میں سے کھاؤ، شیطان کے قدموں کا اتباع نہ کرو بے شک وہ تمہارا کھلا ہوا

مُبِينٌ ۝

دشمن ہے۔“

ہر مردہ کو کہا جاتا ہے۔ خواہ مذکر ہو یا مؤنث گویا اس طرح کہا گیا وان یکن میت فہم شرکاء۔ سَيَجْزِيهِمْ وَصْفُهُمْ اُنْکے حلال و حرام میں اللہ تعالیٰ پر جھوٹی بات کہنے کی سزا۔ اِنَّہٗ حَکِیْمٌ اُنْکے سزا دینے میں عَلِیْمٌ اُنْکے اعتقاد کو۔

یہ تمام حماقت کے چکر ہیں:

آیت ۱۴۰: قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ قَتَلُوْا اَوْ لَا دَہْمُ وہ قید و فقر کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل کرتے۔ قراءت: مکی اور شامی نے قتلوا پڑھا ہے۔ سَفَہًا بِغَیْرِ عِلْمٍ قتل کی کمی کی وجہ سے اور اس بات سے ناواقف کی وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اولاد کا رازق ہے وہ نہیں۔ وَحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ بَحَارًا وَسَوَابِغٍ وَغَیْرِہ کے ذریعے افترآء عَلَی اللّٰہ یہ مفعول لہ ہے۔ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا کَانُوْا مُہْتَدِیْنَ سیدھی راہ کی طرف۔

حلال نعمتیں کھاؤ اور ان کا حق دو اور اسراف سے بچو:

آیت ۱۴۱: وَهُوَ الَّذِیْ اَنْشَأَ لِیَا جَنَّتِ اَنْگوروں کے مَعْرُوشَتِ بلند چھپروں والے وَغَیْرِ مَعْرُوشَتِ زمین پر

چھوڑے ہوئے جن کے لئے چھپر نہیں بنائے گئے۔ کہا جاتا ہے عرشت الکریم جب کہ اس کیلئے بلندیاں اور نیکیں بنا دی جائیں اور شاخوں کو ان پر موڑ دیا جائے۔ وَالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا رَّانِكٌ ذَا اَنَقَ حَمٌ خُشْبُو وَغیره میں وہ حال مقدرہ ہے۔ کیونکہ کھجور میں نکلنے کے وقت ذائقہ نہیں ہوتا۔ جب تک کہ وہ مختلف نہ ہو جائے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی طرح ہے۔ فَاَدْخُلُوْهَا خَالِدِیْنَ (الزمر ۷۳) اُكْلُهُ حَازِی نے اُكْلُهُ پڑھا ہے۔ کھائے جانے والے پھل کو کہتے ہیں۔ اس کی ضمیر نخل کی طرف جارہی ہے اور الزرع بھی اس کے حکم میں شامل ہے۔ کیونکہ وہ معطوف علیہ ہے۔ یا ہر ایک کی طرف لوٹی ہے۔ وَالزَّیْتُوْنَ وَالرَّیْمَانَ مُتَشَابِهًا رَّانِكٌ میں۔ وَغَیْرَ مُتَشَابِهٍ ذَا اَنَقَ میں۔ کُلُوْا مِنْ ثَمَرِہِ ہر ایک کا پھل کھاؤ۔ اِذَا اَثْمَرَ کہنے کا فائدہ ہے کہ جب درخت پر پھل ظاہر ہو جائے تو کھانا مباح ہے اور یہ وہم نہ ہو کہ اس وقت کھانا صرف مباح ہے جب وہ اس کو پائے۔ (ادائے حق شرعی سے پہلے مالک کو پھل کھانے کی اجازت معلوم ہو رہی ہے) وَاتَّقُوا حَقَّہُ اس کا عشر۔ یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی عشر کے عام ہونے کی دلیل ہے۔ یَوْمَ حَصَادِہِ حَصَادِہِ حَاء کے فتح کے ساتھ۔ بھری شامی اور عاصم نے پڑھا۔ باقی قراء نے حاء کے کسرہ سے پڑھا اور یہ دونوں لغتیں ہیں۔ وَلَا تُسْرِفُوْا تمام دیکر اور عیال کو ضائع کر کے۔ اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ۔

نَحْمُ: کُلُوْا سے لے کر اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ تک جملہ معترضہ ہے۔

آیت ۱۴۲: وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةٌ وَقَرْشًا اس کا عطف جنات پر ہے۔ یعنی انشأ من الانعام ما یحمل الاثقال۔ اس نے ایسے چوپائے بنائے جو بوجھ اٹھاتے ہیں اور وہ بھی جو ذبح کے لئے لٹائے جاتے ہیں۔ یا بڑے بوجھ بردار جانور اور الفرش سے چھوٹے جیسے بھیڑ، بکری، اونٹ گائے کے بچے کیونکہ وہ قد کے لحاظ سے زمین سے قریب ہوتے ہیں۔ جیسے فرش جو زمین پر بچھا ہوا ہو۔ کُلُوْا مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰہُ جو اللہ تعالیٰ نے ان میں سے تمہارے لئے حلال کیے ہیں ان کو زمانہ جاہلیت کی طرح حرام مت قرار دو۔ وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّیْطٰنِ حرام و حلال میں اس کے طریقوں کی۔ جیسا اہل جاہلیت کرتے تھے۔ اِنَّہٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ اپنے دین کے متعلق اس کو متہم سمجھو۔

ثَمْنِيَّةَ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّانِّ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْرِائَتَيْنِ ۖ قُلْ

”آٹھ طرح کے نر اور مادہ پیدا فرمائے بھیڑ میں سے دو اور بکری میں سے دو، آپ فرمائیے

اَلَّذَكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ۖ

کہ اللہ نے ان دونوں نروں کو حرام قرار دیا ہے یا دونوں مادہ کو۔ یا اس بچہ کو جس کو دونوں مادہ پیٹ میں لئے ہوئے ہوں،

نَبِّؤْنِي بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۱۴۳ وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ

تم مجھے کسی دلیل سے بتاؤ اگر سچے ہو اور اونٹ میں سے دو اور گائے میں سے دو

الْبَقَرَاتَيْنِ ۖ قُلْ اَلَّذَكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ

پیدا فرمائے! کیا اللہ نے ان دونوں نروں کو حرام قرار دیا ہے یا دونوں مادہ کو یا اس بچہ کو جس کو دونوں مادہ پیٹ میں

اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ۖ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ وَصَّيْكُمْ اللّٰهُ بِهٰذَا ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ

لئے ہوئے ہیں۔ کیا تم حاضر تھے جب اللہ نے تمہیں انکی وصیت فرمائی۔ سو اس سے زیادہ کون ظالم ہوگا

مِمَّنْ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي

جس نے اللہ پر جھوٹا بہتان باندھا، تا کہ بغیر علم کے لوگوں کو گمراہ کرے بے شک اللہ ظالموں کو

الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۴۴

راہ نہیں بتاتا۔

یا التوجانوروں کی اقسام ثمانیہ اور رسمی تحریمات کی تردید:

آیت ۱۴۳: ثَمْنِيَّةَ اَزْوَاجٍ یہ حملہ و فرشا سے بدل ہے۔ مِنَ الضَّانِّ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْرِائَتَيْنِ دو جوڑے مراد مذکر و مؤنث ہیں۔ واحد کا لفظ جب اکیلا ہو تو ایک مراد ہے اور جب اس کے ساتھ اس کی جنس میں سے ہو تو پھر ان میں سے ہر ایک کو زوج کہتے ہیں۔ دونوں زوجان کہلاتے ہیں۔ اس کی دلیل یہ ارشاد الہی ہے خلق الزوجین الذکر والانثی (النجم ۴۵) اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی اس پر دال ہے ثمانیۃ ازواج پھر بطور تفسیر من الضان اثنین ومن المعز اثنین۔ وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرَاتَيْنِ الضان اور المعز جمع ضائن اور ماعز ہیں۔ جیسا کہ تاجر اور تاجر۔ قراءت: مکی شامی اور ابو عمرو نے معزین کے فتح کے ساتھ پڑھا اور یہ دونوں لغات ہیں۔ قُلْ اَلَّذَكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ

الْاُنثٰیْنِ اس میں ہمزہ انکار کے لئے ہے۔ الذکرین سے مراد النہان اور المعز کے مذکر ہیں۔ اور الانثین سے النہان اور المعز کی مؤنث مراد ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اس بات سے انکار مقصود ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ضان اور معز دونوں نوع میں سے مذکر اور مؤنث کو حرام کیا ہو۔ اور نہ ہی جو حاملات کے پیٹ میں ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ کبھی تو مذکر چوپایوں کو حرام کرتے اور کبھی مؤنث کو اور ان کی اولاد میں جیسا کہ مذکر و مؤنث دونوں ہوتے یا کبھی ملے جلے ہوتے تو کہتے ان کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔ ان کی اس بات کا انکار کیا گیا۔

نَحْوُ: الذکرین یہ منصوب حُرّم کی وجہ سے ہے۔ اسی طرح ام الانثین یعنی ام حُرّم الانثین اسی طرح جو اما اشتملت میں ہے۔ نَبُوْنٰی بِعِلْمٍ تم مجھے کسی معروف بات کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے حوالہ دے کر ثابت کرو جو اس چیز کا حرام ہونا ثابت کرے جو تم نے حرام ٹھہرائی ہے۔ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقٰیْنَ اس بات میں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو حرام کیا۔

چوپاؤں کی حلت کی تاکید اور من گھڑت تحریم کی تردید:

آیت ۱۴۴: وَمِنَ الْاِبِلِ الْاُنثٰیْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ الْاُنثٰیْنِ۔ قُلْ ؤَالذّٰكِرٰیْنِ اِنْ دُوْنُوْنَ مِیْنِ سَعِ حُرّمِ اَمِ الْاُنثٰیْنِ اِنْ مِیْنِ سَعِ اَمَّا اَشْتَمَلْتُ عَلَیْهِ اَرْحَامُ الْاُنثٰیْنِ یا جوان کی مؤنثوں کے پیٹ میں ہے۔ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ وَصَّكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا یا تم نے اپنے رب کو دیکھا جس وقت وہ تمہیں ان کی تحریم کا حکم دے رہے تھے۔ جب کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ مانتے تھے اور وہ کہا کرتے تھے کہ جس کو ہم حرام کر رہے ہیں اس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔ تو ام کنتم شہداء کہہ کر ان پر تہکم کیا گیا کہ کیا تمہیں مشاہداتی صورت میں یہ بات معلوم ہوئی ہے جبکہ تم سرے سے رسول پر ایمان ہی نہیں رکھتے۔ (تو پھر تمہاری یہ بات کیونکر ممکن ہے) فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلٰی اللّٰهِ كَذِبًا پس اس کی طرف ایسی چیز کی حرمت منسوب کی گئی جو اس نے حرام نہیں کی۔ لَیْضِلَّ النَّاسَ بِغَیْرِ عِلْمٍ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ یعنی وہ لوگ جن کے کفر پر خاتمہ کا اللہ تعالیٰ کو علم ہے۔ یہاں جو چیزیں شمار کی جا رہی تھیں ان میں بعض کو شمار کیا اور بعض آئندہ مذکور ہیں۔ درمیان میں جملہ معترضہ لائے۔ جو معدود سے غیر اجنبی تو نہیں۔ اور وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر چوپائے بنا کر اور ان میں منفعتیں رکھ کر احسان فرمایا جملہ معترضہ سے ان چوپاؤں کی حلت کی تاکید مقصود ہے اور وہ لائے بھی اسی لئے جاتے ہیں۔

قُلْ لَا اَجِدُ فِي مَا اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ اِلَّا اَنْ

”آپ فرما دیجئے جو کچھ میری طرف وحی بھیجی گئی میں اس میں کھانے والے پر کوئی چیز حرام نہیں پاتا۔ سوائے اس کے کہ

يَكُوْن مَيِّتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رَجْسٌ اَوْ فِسْقًا

مردار ہو یا بہتا ہوا خون ہو یا سور کا گوشت ہو۔ کیونکہ بلاشبہ وہ ناپاک ہے۔ یا ایسی چیز کو حرام پاتا ہوں۔

اَهْلٍ لِّغَيْرِ اللّٰهِ بِهِ ؕ فَمَنْ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ

جس پر غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو سو جو شخص حالت اضطراری میں ہو اس حال میں کہ باغی اور حد سے آگے بڑھنے والا نہیں سو تیرا رب

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۴۵ وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَمْنَا كُلَّ ذٰی ظُفْرِ ؕ وَمِنْ

بخشنے والا مہربان ہے۔ اور یہودیوں پر ہم نے ہر ناخن والا جانور حرام کر دیا اور گائے

الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَمْنَا عَلَيْهِمْ شَحُوْمَهُمَا اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُورُهُمَا اَوِ الْحَوَايَا

اور بکری میں سے ہم نے ان پر ان دونوں کی چربیاں حرام کر دیں۔ سوائے اس کے جو ان کی پشت پر یا ان کی آنتوں پر لگی ہوئی ہو

اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ۚ ذٰلِكَ جَزٰیْنَهُمْ بِبَغْيِهِمْ ۗ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ۝۱۴۶

یا جو ہڈی کے ساتھ مل جائے یہ ہم نے ان کی بغاوت کی وجہ سے ان کو جزا دی۔ اور بے شک ہم سچے ہیں۔

تحریم صرف وحی سے ہے:

آیت ۱۴۵: قُلْ لَا اَجِدُ فِي مَا اُوْحِيَ اِلَيَّ اس وقت میں یا وحی قرآن میں کیونکہ وحی سنت میں اور بھی حرام کیے گئے۔ یا چوپائے مراد ہیں کیونکہ یہ آیت بحیرہ وغیرہ کی تردید کے سلسلہ میں ہے۔ باقی موقوفہ متردّدیہ اور نطیجہ یہ میتہ کی ہی اقسام ہیں (جن کا تذکرہ سورہ مائدہ میں ہے) اس آیت میں خبردار کر دیا کہ تحریم اللہ تعالیٰ کی وحی اور تشریع سے ثابت ہوتی ہے۔ خواہش نفس سے نہیں۔ مُحَرَّمًا وہ حیوان جس کا کھانا حرام ہو۔ عَلٰی طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ کسی کھانے والے پر جو اس کو کھائے اِلَّا اَنْ يَكُوْن مَيِّتَةً مگر یہ کہ وہ حرام شئی مردار ہو۔ قراءت: ان تکون شامی، مکی، حمزہ نے تا سے پڑھا میتہ شامی نے پڑھا۔ اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا بہتا ہوا خون۔

مَسْنُوْلَةٌ: جو خون گوشت یا جگر یا تلی میں ہوتا ہے وہ حرام نہیں۔ اَوْ لَحْمٌ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رَجْسٌ پلید ہے۔

فسق کہنے کی وجہ:

اَوْ فِسْقًا یہ ماقبل منصوب پر عطف ہے۔ فانہ رجس یہ معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان جملہ معترضہ ہے۔ اٰهْلًا لِغَيْرِ اللّٰهِ بہ یہ محلاً منصوب ہے اور فسقا کی صفت ہے۔ یعنی دفع الصوت علی ذبحہ باسم غیر اللّٰہ۔ اس کو فسق اس لیے کہا کہ یہ باب فسق میں انتہاء پسندی ہے۔ فَمَنْ اضْطُرَّ جب ان محرمات میں سے کسی چیز کے کھانے کی ضرورت پیش آجائے۔ غَيْرَ بَاغ کسی مجبوری پر جو اس جیسا ہو اس کی ہمدردی کو ترک کرنے والا ہو۔ وَلَا عَادَ اس کے کھانے میں قدر حاجت سے تجاوز کرنے والا ہو۔ فَإِنَّ رَبَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ اس سے مواخذہ نہ فرمائے گا۔

یہود کی مخصوص محرمات کا بیان اور اس کا سبب:

آیت ۱۴۶: وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِي ظُفْرٍ یعنی جن کی انگلیاں ہوتی ہیں یا پرندہ اس میں اونٹ اور شتر مرغ بھی شامل ہے، وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُومَهُمَا۔ یعنی ہم نے ہر ناخن والے جانور کا گوشت اور چربی حرام کر دی اور اس کی ہر چیز۔ اور گائے اور بکری کی صرف چربی حرام کی گئی اور وہ پردے اور گردے کی چربی ہے۔ إِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُورُهُمَا مگر جو پشت پر ہو اور پہلو کے چھلکے کے ساتھ ہو۔ أَوْ الْحَوَايَا جو انتڑیوں پر لگی ہو حوایا کی جمع حاو یا یا حویہ ہے۔ أَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ وہ دنبہ کی چکی۔ یا حرام مغز ہے۔ مَجْحُورٌ: ذَالِكَ یہ جَزَيْنَاهُمْ کا مفعول ثانی ہے تقدیر عبارت یہ ہے جزینا ہم ذٰلک۔ بِبَغْيِهِمْ ان کے ظلم کے باعث۔ وَأَنَا لَصَادِقُونَ اس میں جو ہم نے خبر دی اور ہم کس طرح ان کی قدر دانی کریں۔ جنہوں نے اپنی معصیت کو حلال کے حرام کرنے کا ذریعہ بنایا اور ادھر ہمارے سلف کی معصیت جو تحلیل حرام کے سلسلہ میں تھی اس کے بارے میں فرمایا و عفا عنکم فالئن باشروہن (البقرہ ۱۸)

فَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقُلْ رَبُّكُمْ ذُو رَحْمَةٍ وَاسِعَةٍ وَلَا يُرَدُّ بَأْسُهُ عَنِ الْقَوْمِ

سو اگر وہ آپ کو جھٹلائیں تو آپ فرمادیں کہ تمہارا رب وسیع رحمت والا ہے۔ اور اس کا عذاب مجرموں سے نہیں ٹالا

الْمُجْرِمِينَ ۱۴۷ سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا

جائے گا۔ جن لوگوں نے شرک کیا وہ عنقریب یوں کہیں گے کہ اگر اللہ چاہتا تو نہ ہم شرک کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہم کسی چیز

حَرَمْنَا مِنْ شَيْءٍ كَذَلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتَّى ذَاقُوا بَأْسَنَا قُلْ

کو حرام قرار دیتے، اسی طرح جھٹلایا ان لوگوں نے جو ان سے پہلے تھے یہاں تک کہ انہوں نے ہمارا عذاب چکھ لیا۔ آپ فرما دیجئے

هَلْ عِنْدَكُمْ مِنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوهُ لَنَا ۖ إِنْ تَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ

کیا تمہارے پاس کوئی علم ہے۔ سو تم اسے ہمارے سامنے ظاہر کرو۔ تم صرف گمان کے پیچھے چلتے ہو اور صرف

أَنْتُمْ إِلَّا تَخْرُصُونَ ۱۴۸ قُلْ فَلِلَّهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۖ فَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ

انکل سے باتیں کرتے ہو۔ آپ فرما دیجئے کہ اللہ ہی کے لیے ہے حجت بالغہ۔ سو اگر وہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت

أَجْمَعِينَ ۱۴۹ قُلْ هَلُمْ شُهَدَاءُ كُمُ الَّذِينَ يَشْهَدُونَ أَنَّ اللَّهَ حَرَّمَ

دیدیتا۔ آپ فرما دیجئے کہ اے آؤ اپنے گواہوں کو جو اس بات کی گواہی دیتے ہوں کہ بے شک اللہ نے ان چیزوں کو حرام قرار

هَذَا ۖ فَإِنْ شَهِدُوا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ ۖ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ

دیا۔ سو اگر وہ گواہی دیں تو آپ ان کے ساتھ گواہی نہ دیں، اور آپ ان لوگوں کی خواہش کا اتباع نہ کریں جنہوں نے

كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ

ہماری آیات کو جھٹلایا اور جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور دوسروں کو اپنے رب کے برابر

يَعْدِلُونَ ۱۵۰

نہہراتے ہیں۔

ان کو تکذیب کی سزاؤں کا ٹھہر کر ملے گی:

آیت ۱۴۷: فَإِنْ كَذَّبُوكَ اس میں جو آپ کی طرف قرآن کی وحی کی گئی۔ فَقُلْ رَبُّكُمْ ذُو رَحْمَةٍ وَاسِعَةٍ اس لئے کہ

تکذیب کرنے والوں کو مہلت دیتا ہے اور ان کو جلد سزا نہیں دیتا۔ وَلَا يُرَدُّ بَأْسُهُ اس کا عذاب اور اس کی وسعت رحمت کے ساتھ ساتھ ہیں۔ عَنِ الْقَوْمِ الْمُبْجِرِمْینَ جب آجائے پس اس کی وسعت رحمت کو دیکھ کر عذاب سے بے خوف نہ ہونا چاہیے۔

جوازِ شرک کی مشرکانہ دلیل کہ یہ اللہ کی مشیت سے ہے:

آیت ۱۴۸: سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا یہ اس کی اطلاع ہے جس کو وہ عنقریب کہیں گے۔ لَوْ شَاءَ اللَّهُ یہ کہ ہم شرک نہ کریں۔ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَمْنَا مِنْ شَيْءٍ لیکن اس نے چاہا۔ پس یہ ہمارا عذر ہے۔ مقصد اس سے یہ تھا کہ ان کا اور ان کے آباؤ اجداد کا شرک اور ان کی وہ تحریمات جو ان چیزوں میں انہوں نے کیں۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے حلال کیا۔ یہ تمام اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت نہ ہوتی تو ان میں سے کوئی چیز نہ ہوتی۔

یہ جواب دیا کہ یہ عذر لنگ ہے:

كَذَلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ۔ جس طرح یہ آپ کی تکذیب کر رہے ہیں۔ متقدمین کی تکذیب ایسی ہی تھی اور وہ بھی اس قسم کے بہانے کرنے والے تھے۔ انکو اس بات نے کوئی فائدہ نہ دیا کیونکہ یہ بات بطور اعتقاد کے انہوں نے نہیں کہی بلکہ استہزاء کے طور پر کہی۔ اور اسلئے بھی کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی مشیت کو اپنی معذوری کیلئے حجت بنایا۔ حالانکہ یہ صریحاً مردود ہے۔ یہ مشیت کا اقرار نہیں۔

مشیت کا معنی:

مشیت کا معنی یہاں رضاء ہے جیسا کہ حسن بصریؒ نے کہا۔ مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اور ہمارے آباؤ اجداد کے شرک پر راضی ہے۔ شرک مراد (ارادہ سے ہوتا ہے) ہے مگر وہ پسندیدہ نہیں۔ کیا تم اس آیت کو نہیں دیکھتے کہ فَرَمَا يَافْلُو شَاءَ اللَّهُ لَهْدَاكُمْ اَجْمَعِينَ۔ اس میں خبر دی کہ اگر وہ ان کی ہدایت چاہتا تو وہ تمام ایمان لے آتے لیکن تمام کا ایمان نہ چاہا۔ بلکہ بعض کا ایمان چاہا اور بعض کا کفر چاہا۔ پس لازم ہے کہ مشیت کو اس پر محمول کیا جائے جو ہم نے ذکر کیا تا کہ تناقض دور ہو۔ حَتَّىٰ ذَاقُوا بَأْسَنَا یہاں تک کہ ہم نے ان پر عذاب اتارا۔ قُلْ مَلُ عِنْدَكُمْ مِنْ عِلْمٍ ایسی کوئی معروف بات جس سے تمہاری اس بات کی دلیل بن سکے۔ فَتُخْرِجُوهُ لَنَا پس اس کو ظاہر کرو۔ اِنْ تَبْعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ تم جھوٹ بولتے ہو۔

اللہ کی دلیل کامل ہے:

آیت ۱۴۹: قُلْ فَلِلَّهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ جو تم پر اسکی طرف سے لازم ہے اسکے اوامر و نواہی کی وجہ سے اور تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی مشیت کی کوئی (صحیح) دلیل موجود نہیں۔ فَلَوْ شَاءَ لَهْدَاكُمْ اَجْمَعِينَ یعنی اگر اللہ تعالیٰ تمہاری ہدایت چاہتا اس آیت سے معز لہ کا بد پہ محض باطل ٹھہرا۔

کفار سے تحریمات پر ثبوت کا مطالبہ:

آیت ۱۵۰: قُلْ هَلُمْ شُهَدَاءُكُمْ لَاؤْتَمِ اٰپِنَ شُهَدَاءُكُمْ۔ اور نزدیک کرو۔ هَلُمْ کے کلمہ میں واحد جمع، تذکیر و تانیث اہل حجاز کے نزدیک برابر ہے۔ البتہ بنو تمیم اس کی مؤنث اور جمع بناتے ہیں۔ الَّذِينَ يَشْهَدُونَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَمَ هَذَا یعنی وہ جو اپنے خیال میں حرام سمجھتے

ہیں۔ فَإِنْ شَهِدُوا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ تو انکی گواہی تسلیم نہ کر اور نہ انکی تصدیق کر۔ کیونکہ جب اسکو تسلیم کر لیا گیا تو گویا انکی گواہی کی طرح وہ گواہی ہو گئی اور انہی میں سے بن گیا۔ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ كَذَبُوا بِالْإِنِّسَاءِ۔ یہاں ضمیر کی جگہ اسم ظاہر لائے۔ تاکہ اس سے ثابت ہو جائے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب کرتا ہے وہ خواہش پرست ہے۔ اسلئے کہ وہ اگر دلیل کا پیرو ہوتا تو اللہ تعالیٰ کی آیات کی تصدیق ضرور کرتا اور اسکو وحدہ لا شریک جانتا۔ وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وہ مشرک ہیں۔ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُونَ وہ بتوں کو برابر قرار دیتے ہیں۔

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبِّي عَلَيْكُمْ اَلَّا تَشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَ

”آپ فرمادیجئے کہ آؤ میں تمہیں وہ چیزیں پڑھ کر بتاؤں جو تمہارے رب نے تم پر حرام کی ہیں، یہ کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک نہ ٹھہراؤ اور

بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ۖ نَحْنُ

اپنے والدین کے ساتھ احسان کرو، اور اپنی اولاد کو ننگ دتی کے ڈر سے قتل نہ کرو ہم

نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنٌ ۚ

تم کو رزق دیں گے اور ان کو بھی، اور مت قریب جاؤ بے حیائی کے کاموں کے جو ان میں سے ظاہر ہیں اور جو پوشیدہ ہیں۔

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۖ ذٰلِكُمْ وَصَّيْكُمْ بِهِ

اور مت قتل کرو اس جان کو جسے اللہ نے حرام قرار دیا مگر حق کے ساتھ۔ یہ وہ چیزیں ہیں جن کا اللہ نے تمہیں تاکید کی حکم دیا ہے

لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝۱۵۱ وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِي هِيَ اَحْسَنُ

تا کہ تم عقل سے کام لو، اور مت قریب جاؤ یتیم کے مال کے مگر اسی طریقہ سے جو اچھا ہو۔

حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهُ ۚ وَآَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا تَكْلِفُ

یہاں تک کہ وہ سن بلوغ کو پہنچ جائے۔ ناپ اور تول کو انصاف کیساتھ پورا کرو، ہم کسی جان کو اس کی طاقت

نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ وَبِعَهْدِ اللّٰهِ

سے زیادہ عمل کرنے کا حکم نہیں دیتے۔ اور جب تم بات کرو تو انصاف کو اختیار کرو اگرچہ وہ تمہارا قربت داری ہو۔ اور اللہ کے عہد کو

اَوْفُوا ذٰلِكُمْ وَصَّيْكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝۱۵۲ وَاَنْ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمًا

پورا کرو، یہ وہ چیزیں ہیں جن کا اللہ نے تمہیں تاکید کی حکم دیا تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ اور بلاشبہ یہ میرا سیدھا راستہ ہے سو تم اس

فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهِ ذٰلِكُمْ وَصَّيْكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ

کا اتباع کرو۔ اور مت اتباع کرو دوسرے راستوں کا سو وہ راستے تمہیں اللہ کے راستہ سے ہٹا دیں گے۔ یہ وہ چیزیں ہیں جن کا تمہیں تاکید کی حکم دیا ہے تاکہ تم

تَتَّقُونَ ۝۶۲ ثُمَّ اَتَيْنَا مُوسٰى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلٰى الَّذِىْ اٰحْسَنَ وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ

پر ہمیزگار بنو پھر ہم نے موسیٰ کو کتاب دی جس سے اچھے عمل کرنے والوں پر نعت پوری ہوگی۔ اور جس میں ہر چیز کا تفصیلی بیان ہے

وَهٰذِیْ وَرَحْمَةٌ لِّعَلَّہُمْ بِلِقَآءِ رَبِّہُمْ یُؤْمِنُوْنَ ۝۱۵۴ وَهٰذَا کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰہُ

اور جو ہدایت ہے اور رحمت ہے تاکہ وہ اپنے رب کی ملاقات کا یقین کریں۔ اور یہ کتاب ہم نے نازل کی

مُبْرَکٌ فَاتَّبِعُوْہُ وَاتَّقُوا لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝۱۵۵ اَنْ تَقُوْلُوْا اِنَّمَا

جو بابرکت ہے۔ سو اس کا اتباع کرو اور ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحمت ہو۔ اس واسطے کہ بھی تم کہنے لگو کہ کتاب جو اتنی تھی

اَنْزَلَ الْکِتٰبُ عَلٰی طٰٓئِفَتَیْنِ مِنْ قَبْلِناۤ وَ اِنْ کُنَّا عَنْ رِاسِیْہُمْ

سو انہیں دو فرقوں پر جو ہم سے پہلے تھے اور ہم ان کے پڑھنے پڑھانے سے

لَغٰفِلَیْنَ ۝۱۵۶

غافل تھے

نبوت کے بلند مقام پر کھڑے ہونے والے کا بنیادی تحریمات کا مسودہ آیت ۱۵۱ تا ۱۵۳:

آیت ۱۵۱: قُلْ اِنَّ لَوْگوں سے جنہوں نے کھیتی اور چوپائے حرام کیے۔ تَعَالَوْا یہ خاص فعل تھا۔ پھر عام استعمال ہونے لگا۔ اس کی اصل یہ ہے کہ بلند مقام پر کھڑا شخص وادی میں کھڑے شخص کو کہے پھر اس کا استعمال زیادہ ہو گیا۔ یہاں تک کہ مطلق بلانے کے لئے استعمال ہونے لگا۔ اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّکُمْ وہ جس کو تمہارے رب نے تمہارے اوپر حرام کیا ہے۔ عَلَیْکُمْ یہ حَرَّمَ کا صلد ہے۔ اَلَّا تُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا یہ اَنْ مفسرہ ہے۔ فعل تلاوت کی تفسیر کی جارہی ہے اور لا نہیں کا ہے۔ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا اور تم والدین کے ساتھ احسان کرو احسان کرنا۔ والدین کے ساتھ اچھا سلوک نہ کرنا بجائے خود برا سلوک و گناہ ہے۔ اور بدسلوکی تو بدترین گناہ ہے۔ اس لیے اس کو محرمات میں ذکر کیا۔ اور یہی حکم بعد والے اوامر کا بھی ہے۔ وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَکُمْ مِّمَّنْ اِمْلَاقٍ فقر کی وجہ سے اور فقر کے خوف سے جیسا دوسری جگہ فرمایا خشية املاق (الاسراء ۳۱) نَحْنُ نَرْزُقُکُمْ وَاٰیٰہُمْ کیونکہ بندوں کا رزق ان کے آقا کے ذمہ ہوتا ہے۔ وَلَا تَقْرَبُوْا الْفَوَاحِشَ مَا ظَہَرَ مِنْہَا جو تیرے اور مخلوق کے درمیان ہو۔ یہ الفواحش کا بدل ہے۔ وَمَا بَطَنَ اور جو اللہ اور تیرے مابین ہے۔ وَلَا تَقْتُلُوْا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ مثلاً قصاص وارتداد پر قتل اور رجم زانی۔

ذٰلِکُمْ وَصَّکُمْ بِہٖ: یعنی یہ مذکورہ تفصیلی احکامات ہیں جن کی نگہبانی کا تمہارے رب نے تمہیں تاکید کی ہے۔ لَعَلَّکُمْ

تَعْقِلُوْنَ : تاکہ تمہیں ان احکام کی عظمت اللہ تعالیٰ کے ہاں معلوم ہو۔

آیت ۱۵۲ : وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِي هِيَ اَحْسَنُ : مگر اس طریقہ سے جو کہ اچھا ہو اور وہ اس کی حفاظت کرنے اور اس کو بار آور کرنے والا طریقہ ہے۔ حَتّٰی يَبْلُغَ اَشَدَّهُ : یعنی بلوغت کو پہنچ جائے تو اس کا مال اس کے سپرد کر دو۔ اَشَدُّ : یہ شد کی جمع ہے جیسے: فلس و افلس۔ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ : قسط کا معنی برابری اور عدل ہے۔ یعنی تم ماپ تول میں برابری کرو۔ لَا تُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا سے مراد جن سے انسان عاجز نہ رہے اس کو کرنے کی طاقت رکھتا ہو۔

ایک حکمت:

ماپ تول میں انصاف کا حکم دینے کے بعد اس کو اس لئے لائے کیونکہ ماپ تول میں حد کی پوری رعایت کو جس میں ذرہ بھر کمی بیشی نہ ہو انصاف کہلاتا ہے اور اس میں تھوڑی بہت کمی بیشی ہونا عین ممکن ہے۔ اس تنگی کو اٹھاتے ہوئے اِلَّا وُسْعَهَا لائے کہ اپنی طاقت کی حد تک اس میں کمی نہ ہونے پائے اور جو طاقت سے زائد ہے وہ معاف کر دی جائے گی۔ وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا کا معنی سچ بولنا ہے۔ یعنی جب تم بات کرو تو سچائی کا دامن تھامے رہو۔ وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰی : اگرچہ جس کے متعلق بات کہی گئی یا جس کے خلاف گواہی وغیرہ دی گئی وہ کہنے والے کے قرابت داروں میں سے ہو جیسا کہ اس قول باری تعالیٰ میں ہے: وَلَوْ عَلٰی اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ [النساء: ۱۳۵]۔

وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُواْ ذٰلِكُمْ وَصَّكُمُ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ عہد اللہ عام ہے۔ یوم میثاق والا ہو یا امر و نہی اور وعدہ وعید اور نذر و قسم والا ہو سب ہی مراد ہیں۔ ذٰلِكُمْ کا مشاڑ الیہ گزشتہ تمام چیزیں۔

قرأت: حمزہ علیٰ حفص کے ہاں قرآن مجید میں جہاں بھی آئے گا ایک تا کے حذف اور تخفیف کے ساتھ پڑھا جائے گا۔ دیگر قراء نے تشدید سے پڑھا ہے۔ یہ اصل میں تذکرون تھا دوسری تا کو ذال میں ادغام کر دیا۔ تذکرون بن گیا۔ معنی یہ ہے: یعنی تمہیں اس لئے حکم دیا تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔

آیت ۱۵۳ : وَاَنْ هٰذَا صِرَاطِیْ : اس سے پہلے لام مقدر ہے کیونکہ یہ اتباع کی علت ہے۔ یعنی تم اتباع کرو اس لئے کہ یہ میرا راستہ ہے۔

قرأت: شامی نے ان کو تخفیف کے ساتھ ان پڑھا ہے۔ یہ اصل میں وانہ ہے۔ ضمیر شان والحدیث ہے۔ (۲) حمزہ اور علی رحمہما اللہ نے جملہ ابتدائیہ قرار دے کر ان پڑھا ہے۔ مُسْتَقِيْمًا۔ سیدھا۔

خَجْمٌ : یہ حال ہے۔ یعنی بے شک یہ میرا راستہ ہے۔ اس حال میں کہ وہ سیدھا ہے۔ فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ۔ السُّبُل سے مختلف راستے یعنی یہودیت نصرانیت مجوسیت اور تمام بدعات و ضلال کی راہیں مراد ہیں کیونکہ یہ میرا راستہ سیدھا ہے پس تم اس کی اتباع کرو اور متفرق راستوں یہودیت وغیرہ کی اتباع نہ کرو۔ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهِ پھاڑنے والے درندوں کے ہاتھ تمہیں اللہ تعالیٰ کی سیدھی راہ یعنی دین اسلام سے جدا کر دیں گے۔

روایت میں وارد ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک سیدھا خط کھینچا پھر فرمایا۔ یہ ہدایت کی راہ ہے اور اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے پس

اس پر چلو پھر اس کی ہر جانب چھ چھ خط ادھر ادھر ٹیڑھے جانے والے کھینچے۔ پھر فرمایا یہ راستے ہیں جن میں سے ہر ایک پر شیطان ہے۔ جو اس راستہ کی طرف بلا رہا ہے۔ پس تم ان راستوں سے بچو اور یہ آیت تلاوت فرمائی۔ (الحديث) وَأَنَّ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا پھر ان بارہ راستوں میں سے ہر ایک سے چھ چھ راستے نکلے۔ پس یہ بہتر بن گئے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ یہ آیات محکمات ہیں ان میں سے کوئی چیز کسی آسمانی کتاب میں منسوخ نہیں ہوئی اور کعب لہتے ہیں یہ آیات میں سب سے پہلے لکھی گئی ہیں۔ ذَلِكُمْ وَصَّكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ تاکہ تم بھی تقویٰ کے امیدوار بن سکو۔
لطیف نکتہ:

پہلی آیت میں تعقلون پھر دوسری میں تذکرون اور تیسری میں تتقون فرمایا۔ کیونکہ جب وہ سمجھیں گے تو سوچیں گے پھر اس کو یاد رکھیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ نصیحت حاصل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں سے بچو۔

حوالہ تورات سے ان احکامات کی تصدیق:

آیت ۱۵۴: ثُمَّ اتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ تَمَامًا یعنی تم کو خبر دی ہے کہ ہم نے دی یا اس کا عطف قل پر ہے کہ پھر کہو ہم نے دی یا تم جملہ کے ساتھ واؤ کے معنی میں ہے جیسا اس آیت میں ثم اللہ شہید (یونس ۳۶) عَلَى الَّذِي أَحْسَنَ اس پر جو محسن اور صالح ہو۔ مراد اس سے جنس محسن ہے اس کی دلیل قراءت عبد اللہ بن مسعود علی الذین احسنوا۔ یا اس سے موسیٰ علیہ السلام مراد ہیں۔ یعنی تکمیل کرامت کے لئے اس بندے پر جس نے تبلیغ میں خوب اطاعت اختیار کی اور ہر حکم میں اچھی تابعداری کی۔ وَتَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ دین میں جس چیز کی ان کو ضرورت تھی۔ اس کی بالتفصیل وضاحت وَهْدَى وَرَحْمَةً لِّعَلَّاهُمْ یعنی ہم سے مراد بنی اسرائیل ہیں۔ يَلْقَاءَ رَبَّهُمْ يُؤْمِنُونَ تصدیق کرتے ہیں۔

قرآن حکیم سے مزید تصدیق:

آیت ۱۵۵: وَهَذَا قرآن کتب انزلنہ مبرک کثرت خیر والی فَاتَّبِعُوهُ وَاتَّقُوا اس کی مخالفت سے لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

ناخواندگی کے عذر کا خاتمہ:

آیت ۱۵۶: أَنْ تَقُولُوا اس کراہت سے کہ تم کہو یا تاکہ تم یہ نہ کہو۔ إِنَّمَا أُنْزِلَ الْكِتَابُ عَلَى طَائِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا یعنی اہل تورات اور اہل انجیل۔ اس سے ثابت ہو رہا ہے کہ مجس اہل کتاب نہیں ہیں۔ وَإِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ ان کتابوں کی تلاوت سے لَعَفَلِينَ۔ اس میں سے کسی چیز کا ہمیں علم نہ تھا۔ اِنْ مَخْطَفُهُ مِنَ الْمُثْقَلِ ہے۔ اور لام اس لیے لائی گئی کہ اِنْ نَافِيہ سے یہ الگ معلوم ہو۔ اصل عبارت یہ ہے: اِنَّه كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ غَافِلِينَ۔ ہضمیر شان ہے۔ خطاب اہل مکہ کو ہے اور مراد اس سے یہ ہے کہ ان پر کتاب اتار کر حجت تام کی گئی۔ تاکہ قیامت کے دن یہ عذر نہ کریں کہ تورات و انجیل تو ہم سے پہلے لوگوں کو دی گئی اور ہمیں تو ان کے مضامین کی خبر نہ تھی۔ (پس کس طرح ہم ایمان لاتے)

اَوْ تَقُولُوا لَوْ اَنَّا اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتَابُ لَكُنَّا اَهْدٰى مِنْهُمْ فَقَدْ جَاءَكُمْ

یا تم یوں کہنے لگتے کہ اگر ہم پر کتاب اتاری جاتی تو ہم ان لوگوں سے بڑھ کر زیادہ ہدایت پر چلنے والے ہوتے۔ سو تمہارے رب کی طرف سے

بَيِّنَةٌ مِّنْ رَبِّكُمْ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ بِآيَاتِ

دلیل اور ہدایت اور رحمت آ گئی ہے سو اس سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اللہ کی آیات کو

اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنْهَا سَنَجْزِي الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ عَنَّا اَيْتِنَا سُوءَ الْعَذَابِ

جھٹلائے اور ان سے روکے، ہم عنقریب ان کو بڑے عذاب کی سزا دیں گے جو ہماری آیات سے روکتے ہیں

بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ ۝۱۵۷

اس سبب سے کہ وہ روکا کرتے تھے۔

قرآن حکیم: اتار کر حجت تمام کر دی:

آیت ۱۵۷: اَوْ تَقُولُوا اِسْ خَطْرٌ سَے کہ تم کہنے لگو۔ لَوْ اَنَّا اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتَابُ لَكُنَّا اَهْدٰى مِنْهُمْ ایام عرب کو خوب یاد کرنے اور فہم کی مضبوطی کی بناء پر فَقَدْ جَاءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَبِّكُمْ یعنی اگر تم اس بات میں سچے ہو جس کا تم اپنے نفوس کو وعدہ دیتے ہو۔ تو تمہارے پاس روشن بیان اور قطعی حجت و دلیل آچکی پس شرط حذف کر دی یہ حذف بہت خوب ہے۔ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ مِّنْ رَبِّكُمْ كَذَبَ بِآيَاتِ اللّٰهِ اس کے بعد کہ وہ ان کی صحت و صداقت کو پہچان چکا۔ وَصَدَفَ عَنْهَا یعنی اس سے اعراض کیا۔ سَنَجْزِي الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ عَنَّا اَيْتِنَا سُوءَ الْعَذَابِ۔ وہ مغلوبیت کی انتہاء ہے۔ بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ ان کے اعراض کی وجہ سے۔

هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ تَأْتِيَهُمُ الْمَلَائِكَةُ أَوْ يَأْتِيَ رَبُّكَ أَوْ يَأْتِيَ بَعْضُ

”یہ لوگ بس اس بات کا انتظار کرتے ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آ جائیں یا آپ کا رب آ جائے یا آپ کے رب کی نشانیں

آیتِ رَبِّكَ يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ

میں سے کوئی نشانی آ جائے جس دن آپ کے رب کی نشانوں میں سے ایک نشانی آ جائے گی۔ تو کسی شخص کو اس کا ایمان نفع نہیں دے گا جو پہلے سے

أَمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا قُلِ انْتَضِرُوا إِنَّا مُمْتَظِرُونَ ﴿١٥٨﴾

ایمان نہیں لایا تھا یا جس نے اپنے ایمان میں کوئی نیک عمل نہ کیا ہو آپ فرما دیجئے کہ تم انتظار کرو۔ ہم بھی انتظار کر رہے ہیں۔“

إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِيْنَهُمْ وَكَانُوا شِيعًا أَلَسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ

”اے شک جن لوگوں نے اپنے دین میں تفریق کر دی اور گروہ گروہ بن گئے آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں، بس ان کا معاملہ

إِلَى اللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿١٥٩﴾

اللہ ہی کے حوالے ہے۔ پھر ان کے وہ کام ان کو بتا دے گا جو وہ کیا کرتے تھے۔“

واضح دلائل کے بعد یہ نہیں مانتے گویا قیامت کے منتظر ہیں:

آیت ۱۵۸: هَلْ يَنْظُرُونَ یعنی ہم نے رسالت کے ثبوت اور وحدانیت کے دلائل قائم کر دیئے اور اس گمراہی کو جو ان کے اعتقادات میں گھسی ہوئی تھی باطل کر دیا۔ اب وہ گمراہی کے چھوڑنے میں کس چیز کے منتظر ہیں۔ إِلَّا أَنْ تَأْتِيَهُمُ الْمَلَائِكَةُ یعنی موت کے فرشتے ان کی ارواح کو قبض کرنے کے لئے۔ قراءت: حمزہ اور کوئی نے یا تہم پڑھا ہے۔ أَوْ يَأْتِيَ رَبُّكَ یعنی تیرے رب کا حکم اور وہ عذاب یا قیامت ہے اور اس لیے کہ اتیان متشابہ ہے اور اتیان امر تو منصوص علیہ ہے۔ محکم ہے اسی لیے اس کے معنی کو اس کی طرف لوٹایا جائے گا۔ أَوْ يَأْتِيَ بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ یعنی قیامت کی علامات مثلاً مغرب سے طلوع شمس وغیرہ۔ يَوْمَ يَأْتِيَ بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا اس لیے کہ یہ ایمان اختیاری نہیں۔ بلکہ یہ ایمان تو عذاب اور پکڑ کو اپنے سے دور کرنے کی خاطر ہے۔ لَمْ تَكُنْ أَمَنَتْ مِنْ قَبْلُ یہ نفسا کی صفت ہے۔ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا خیر کا معنی اخلاص ہے جیسا کہ طلوع شمس من المغرب کے بعد کافر کا ایمان قابل قبول نہیں ہوگا۔ اسی طرح منافق کا اخلاص بھی قابل قبول نہیں ہوگا۔ یا اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی اور تقدیر عبارت یہ ہے۔ لَا يَنْفَعُ إِيْمَانُ مَنْ لَمْ يَأْمِنْ بِاللَّهِ وَلَا تَوْبَةُ مَنْ لَمْ يُتِبْ قَبْلُ جو ایمان نہیں لایا اس کا ایمان لانا فائدہ نہ دے گا اور نہ توبہ قبول ہوگی جس نے توبہ نہیں کی۔ قُلِ انْتَضِرُوا تین آیات میں سے ایک کا انتظار کرو۔ إِنَّا مُنْتَظِرُونَ کہ ایک ان میں سے کب واقع ہوگی۔

مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ امثالِهَا ۚ وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَىٰ اِلَّا

”جو شخص نیک کام کرے سو اسے اس جیسے دس ملے گئے اور جو شخص برائی کا کام کرے تو اسے صرف اس کے برابر ہی

مِثْلُهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۰﴾ قُلْ اِنِّیْ هَدٰی رَبِّیْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۚ

سزا ملے گی۔ اور ان لوگوں پر ظلم نہ ہوگا۔“ آپ فرما دیجئے کہ بلاشبہ میرے رب نے مجھے سیدھے راستے کی ہدایت دی ہے

دِیْنًا قِیْمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِیْفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ﴿۱۶۱﴾ قُلْ اِنْ صَلَّٰتِیْ

یہ مستحکم دین ہے جو ابراہیم کی ملت ہے جو حق کی راہ اختیار کرنے والا تھا اور شرک کرنے والوں میں سے نہ تھا۔ آپ فرما دیجئے کہ بلاشبہ

وَنُسُکِیْ وَنُحٰیٰی وَمَا تِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۶۲﴾ لَا شَرِکَ لَہٗ ۚ وَبِذٰلِکَ

میری نماز اور میری سب عبادتیں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ ہی کے لیے ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور مجھے اسی کا حکم دیا

اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۱۶۳﴾

گیا ہے اور میں ماننے والوں میں سب سے پہلا فرماں بردار ہوں۔“

فرقہ بندی میں صحیح راہ:

آیت ۱۵۹: اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ دِیْنٍ مِّمَّا اَخْلَفَ ذٰلَا اور فرقے بن گئے جیسے یہود و نصاریٰ مختلف ہوئے۔ حدیث میں ہے کہ یہود اکثر فرقوں میں بٹ گئے۔ تمام جہنمی ہیں سوائے ایک کے جو نجات پانے والا ہے۔ اور نصاریٰ بہتر فرقوں میں تقسیم ہوئے ایک کے سوا تمام جہنمی ہیں۔ میری امت بہتر فرقوں میں تقسیم ہوگی۔ تمام جہنم میں جائیں گے سوائے ایک کے اور وہ سواد اعظم ہے ایک روایت میں ہے کہ وہ وہ ہے جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔ (ابن ماجہ، ابوداؤد، ابن حبان۔ احمد)

کہا جاتا ہے۔ انہوں نے تفرقہ ڈالا اپنے دین میں بعض باتوں پر ایمان لائے اور بعض کا انکار کیا۔

قراءت: حمزہ علی نے فارقوا پڑھا۔ یعنی انہوں نے اپنے دین کو چھوڑا۔ وَكَانُوا شِیْعًا (شیعاً۔ گروہ، ہر گروہ نے اپنا ایک مقتدی بنالیا۔ لَسْتُ مِنْهُمْ فِیْ شَیْءٍ یعنی ان کے متعلق سوال کے آپ ذمہ دار نہیں اور نہ ان کے تفرقہ کے متعلق یا ان کے عذاب کے متعلق اِنَّمَا اَمْرُهُمْ اِلَی اللّٰهِ ثُمَّ یَنْبِئُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ پس وہ ان کو اس پر سزا دے گا۔

نیکی کا بدلہ کم از کم دس گنا:

آیت ۱۶۰: مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ امثالِهَا اس کی تقدیر عبارت یہ ہے عشر حسنات امثالها۔ کہ دس نیکیاں اس

میں تو حقیقی رب کو ماننے والا ہوں:

آیت ۱۶۴: قُلْ اَغْيَرَ اللّٰهَ اَبْغَىٰ رَبًّاۢ ۚ یہ جواب ہے اس دعوت کا جو وہ اپنے معبودان باطلہ کی طرف دیتے تھے۔ ہمزہ استفہام انکاری کا ہے یعنی میرا اس کے علاوہ کسی اور رب کو تلاش کرنا اوپری بات ہے۔ مفعول کو اس لیے مقدم کیا گیا کیونکہ یہ اہم بات ہے۔ وَهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ اور اس کے علاوہ تمام مربوب ہیں اور کوئی ایسا موجود نہیں اس کے علاوہ جس کو ربوبیت کا اختیار ہو۔ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَیْهَا یہ ان کے اس قول کا جواب ہے جس کا تذکرہ دوسری آیت میں فرمایا: اتَّبِعُوا سَبِيلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطِيئَتَكُمْ (العنکبوت: ۱۲) وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ اُخْرٰی یعنی کوئی شخص کسی کے گناہ کے بدلے نہ پکڑا جائے گا۔ جو گناہ کسی اور نفس نے کیا ہو۔ ثُمَّ اِلٰی رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ان ادیان میں سے جن میں تم نے اختلاف ڈالا ہے۔

زمین میں آمد و درجہ بندی آزمائش ہے آنے والے حساب کو آیا ہوا سمجھو:

آیت ۱۶۵: وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَکُمْ خَلِیْفَ الْاَرْضِ کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور ان کی امت آخری امت بنائی گئی کیونکہ وہ ایک دوسرے کے بعد آئیں گے یا وہ اس زمین پر اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہونگے۔ اور اس کے مالک بنیں گے اور اس میں تصرف کریں گے۔ وَرَفَعَ بَعْضُکُمْ فَوْقَ بَعْضٍ رَّتَبَہٗ میں اور رزق وغیرہ میں دَرَجَاتٍ یہ مفعول دوم ہے یا تقدیر عبارت یہ ہے اِلٰی دَرَجَاتٍ درجات کی طرف یا یہ مصدر کی جگہ آیا ہے گویا اس طرح کہا بلندی کے بعد بلندی لَیْسَلُوْکُمْ فِیْ مَا اَتَکُمْ اس میں جو تمہیں جاہ و مال کی نعمت دے رکھی ہے تم کس طرح اس نعمت کا شکر یہ ادا کرو گے۔ کس طرح شریف کہنے کے ساتھ اور مالدار فقیر کے ساتھ اور مالک مملوک کے ساتھ سلوک کرتا ہے۔ اِنَّ رَبَّکَ سَرِیْعُ الْعِقَابِ بے شک آپ کا رب بہت جلدی بدلہ لینے والا ہے جو اس کی نعمتوں کی ناشکری کرے۔ وَاِنَّہٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ جو اس کے شکر کو ادا کرے گا عقاب کے ساتھ سرعت کی صفت لائی گئی۔ کیونکہ آنے والا ہے اس کو آیا سمجھنا چاہیے وہ قریب ہی ہے۔ جیسا ارشاد فرمایا: وَمَا اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا کَلَمَیْحٍ الْبَصْرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ (النحل: ۷۷) کہ قیامت کا معاملہ تو پلک جھپک کی طرح یا اس سے بھی زیادہ قریب تر ہے۔ فَابْتَکُوا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے جس نے سورۃ الانعام کی تین ابتدائی آیات صبح کے وقت تلاوت کیں اللہ تعالیٰ اس کے لیے ستر ہزار فرشتے مقرر کر دیتے ہیں جو اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ اور اس کے لیے ان کے اعمال کی مثل اعمال قیامت تک لکھے جاتے رہیں گے۔ (فتح القدیر)

تمت بالخیر

ترجمة سورة الانعام يوم الاربعاء بعد العصر - وقت مضت اثنا عشر يوماً من شهر جمادى الاولى سنة ۱۴۲۳ھ

والحمد لله على ذلك

سُورَةُ الْاٰنْشُرَافِ مَكِّيَّةٌ مِّمَّا نَزَّلَ عَلَىٰ رَسُوْلِهِ فِي الْاَوَّلِ اَرْبَعٌ وَعَشْرُوْنَ رُكُوْعًا

سورۃ اعراف مکہ میں نازل ہوئی ہے اس کی ۲۰۶ آیتیں اور ۲۳ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

الْمَمَّصَ ۝۱ کِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَیْكَ فَلَا یَکُنْ فِیْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ

لَمَّصَ، یہ کتاب ہے جو آپ کی طرف اتاری گئی۔ سو آپ کے سینہ میں کوئی تنگی نہ ہو،

لِتُنْذِرَ رِبِّهٖ وَذِکْرٰی لِلْمُؤْمِنِیْنَ ۝۲ اَتَّبِعُوْا مَا اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ

تا کہ آپ اس کے ذریعہ ڈرائیں، اور ایمان والوں کے لیے نصیحت ہے، اس چیز کا اتباع کرو جو تمہارے رب کی جانب سے تمہاری طرف اتاری گئی،

وَلَا تَتَّبِعُوْا مِّنْ دُوْنِہٖ اَوْلِیَآءَ ۝۳ قَلِیْلًا مَّا تَذَکَّرُوْنَ ۝۴ وَکَم مِّنْ

اور اس کو چھوڑ کر دوسرے رفیقوں کا اتباع نہ کرو، تم کم نصیحت حاصل کرتے ہو، اور کتنی ہی بستیاں تھیں جن کو ہم نے ہلاک کر دیا۔ سو

قَرْیَۃٍ اَہْلَکْنٰہَا فَجَآءَہَا بَاسٌ نَّابِیَاتًا اَوْہُمۡ قَآیِلُوْنَ ۝۵ فَمَا کَانَ دَعْوٰہُمْ

ان پر ایسے وقت میں ہمارا عذاب آیا جب کہ وہ رات گزار رہے تھے یا ایسی حالت میں عذاب آیا کہ وہ دوپہر کے وقت سوئے ہوئے تھے، سو جب ان پر ہمارا عذاب آیا تو

اِذْ جَآءَہُمْ بِاَسُنَا اِلَّا اَنْ قَالُوْا اِنَّا کُنَّا ظٰلِمِیْنَ ۝۶

ان کی پکار اس کے علاوہ کچھ نہ تھی کہ بلاشبہ ہم ظالم تھے۔

آیت ۱: الْمَمَّصَ (اللہ تعالیٰ اس کی مراد جانتے ہیں) زجاج رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول پسندیدہ ہے۔ انا اللہ اعلم وافضل۔ میں ہی اللہ سب کچھ جاننے والا اور سب سے زیادہ عظمت والا ہوں۔

آیت ۲: کِتٰبٌ (یہ ایک کتاب ہے) یہ مبتدا محذوف کی خبر ہے یعنی هُوَ کِتَابٌ وہ کتاب۔ اُنْزِلَ اِلَیْكَ (جو آپ کے اوپر اتاری گئی ہے) یہ کتاب کی صفت ہے کتاب سے مراد سورت ہے۔

تَسْلِیۃً رَّسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کفار کے انکار سے تنگ دل نہ ہوں:

فَلَا یَکُنْ فِیْ صَدْرِکَ حَرَجٌ مِّنْہٗ (آپ کے دل میں اس سے بالکل تنگی نہ ہونی چاہئے) حرج کا معنی شک ہے اور شک کو حرج سے تعبیر اس لیے فرمایا کہ شک کرنے والے کا دل تنگ ہوتا ہے جیسا کہ یقین کرنے والے کے دل میں کشائش ہوتی ہے۔

آیت کا مطلب یہ ہوا کہ اس کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتارے جانے میں شک نہ کر۔ یا اس کی تبلیغ کے سلسلہ میں تنگی نہیں ہونی چاہیے آپ ﷺ اپنی قوم کی تکذیب اعراض و ایذاء کا خدشہ پا کر ان کے ایذاء سے دل میں تنگی محسوس کرتے تھے۔ اور دل میں اس کے متعلق نشاط پیدا نہیں ہو رہی تھی۔ اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو مطمئن فرما کر اس بات کی بالکل پرواہ نہ کرنے کا حکم دیا۔ فلا یکن میں حوج ہی کی نفی فرمائی گئی۔ کیا خوب بلاغت کے ساتھ فرمایا اس کتاب کو ہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے اس کے اتارے جانے کے بعد آپ دل میں تنگی محسوس نہ کریں لِتُنْذِرَ بِهِ (تاکہ اس کے ذریعہ) (منکروں) کو ڈرائیں) اس میں لام انزل کے متعلق ہے تقدیر عبارت یہ ہے انزل الیک لا نذارک بہ اس کتاب کو آپ کی طرف اتارا گیا تاکہ آپ اس کے ذریعہ ڈرائیں۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ لام جو تندر کا ہے اس کا تعلق لایکن کی نہی سے ہے کیونکہ جب آپ ان سے نہ ڈرائیں گے تو ان کو ڈرائیں گے۔ اور اسی طرح جب ان کو یقین ہو جائے گا کہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو یقیناً آپ کو نا فرمانی سے ڈرانے کے لیے جرأت مند بنادے گا کیونکہ صاحب یقین بہادر و جرات مند اور اپنے رب پر توکل کر نیوالا ہوتا ہے۔

نحوی تحقیق:

وَذِكْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ (اور اہل ایمان کیلئے یہ ایک نصیحت ہے) یہ فعل مضمراً کا مفعول ہونے کی بناء پر منصوب ہے یعنی تنذیر بہ و تذکر تذکیراً تاکہ تم اس کے ذریعہ ڈراؤ اور نصیحت کرو خوب نصیحت کرنا۔ اَلذِّکْرٰی یہ اسم ہے اور تذکیر مصدر کے معنی میں ہے۔ نمبر ۲۔ کتاب پر عطف کی وجہ سے مرفوع ہے۔ یعنی ہو کتاب و ذکر للْمُؤْمِنِیْنَ وہ کتاب اور نصیحت ہے ایمان والوں کے لئے۔ نمبر ۳۔ مبتداء محذوف کی خبر ہے یعنی وہ مؤمنوں کے لئے نصیحت ہے۔ نمبر ۴۔ محل جریں واقع ہے تنذر کے محل پر عطف کی وجہ سے تقدیر عبارت یہ ہے: لا نذار وللذکر اذ انذار کے لئے اور نصیحت کے لئے۔

آیت ۳: اَتَّبِعُوا مَا اَنْزَلَ اِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ (اس پر چلو۔ جو ہدایت تم پر تمہارے رب کی طرف سے اتاری گئی ہے) انزل الیکم سے مراد قرآن و سنت ہے۔ وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْ دُوْنِهٖ (اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسرے رفیقوں کا اتباع مت کرو) ہ کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے سواء۔ اَوْلِیَاءَ یعنی تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جن و انس شیاطین کی دوستی مت اختیار کرو۔ وہ تمہیں اصنام پرستی، خواہشات پرستی اور بدعات پر آمادہ کریں گے۔ قَلِيْلًا مَا تَذَكَّرُوْنَ (تم لوگ بہت ہی کم نصیحت مانتے ہو) اس طرح کہ اللہ تعالیٰ کے دین کو تم چھوڑتے ہو اور دوسروں کی اتباع کرتے ہو۔

خَجَمٌ: قَلِيْلًا پر نصب تذکرون کی وجہ سے ہے یعنی تذکرون تذکراً قَلِيْلًا۔ تم بالکل تھوڑی سی نصیحت مانتے ہو۔ مَا قَلْتُ کی تاکید کے لیے بڑھایا گیا۔ قراءت: شامی نے تنذکرون پڑھا ہے۔

نحوی تحقیق:

آیت ۴: وَكَمْ مِنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنَاهَا (اور بہت بستیوں کو ہم نے تباہ کر دیا) کَمْ مبتداء ہے اَهْلَكْنَاهَا اس کی خبر ہے مِنْ قَرْيَةٍ۔ من بیان یہ کم خبر یہ کی تمیز پر لایا گیا۔ اهلکنا سے ارادہ ہلاک مراد ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام میں ارشاد ہے: اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا (المائدہ: ۶) میں ارادہ قیام کو قیام فرمایا گیا۔ فَجَاءَ هَآءَا اس کے رہنے والوں پر آیا۔ بَأْسُنَا ہمارا عذاب

بیاتاً یہ مصدر ہے جو حال کی جگہ واقع ہوا ہے۔ اس کا معنی بائیں ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے بات بیاتاً حسناً اس نے خوب رات گزار لی اور وہم فایلوں یہ بیاتاً پر عطف کی وجہ سے حال ہے گویا تقدیر عبارت یہ ہے فجاء ہم باسنا بائیں اوقائلین (ان پر ہمارا عذاب رات کے وقت پہنچا یا ایسی حالت میں کہ دوپہر کے وقت وہ آرام میں تھے) پس ان پر ہمارا عذاب اس حالت میں آیا کہ وہ سو رہے تھے یا قیلولہ کر رہے تھے۔

ایک سوال کا جواب:

سوال: هُمْ قَابِلُونَ کو بغیر واؤ کے ذکر کیا گیا۔ جبکہ اہل عرب کے ہاں جاء نی زید ہو فارس بغیر واؤ کے نہیں لائے۔

جواب: جب پہلے حال پر عطف کیا جائے تو واؤ کو حذف کر دیا جاتا ہے تاکہ دو حروف عطف کا اجتماع لازم نہ آئے۔ کیونکہ واؤ حالیہ وہ حقیقۃً واؤ عاطفہ ہے جو وصل کے لئے عاریۃ استعمال کی گئی ہے۔

ایک اور سوال:

سوال: ان دو اوقات کو عذاب کے ساتھ خاص کرنے کی وجہ کیا ہے؟

جواب: یہ غفلت کے وقت ہیں پس ان میں عذاب کا نزول زیادہ شدید و سخت ہوتا ہے۔ جیسا کہ قوم لوط کو رات سحری کے وقت ہلاک کیا گیا۔ اسی طرح قوم شعیب کو دوپہر کے وقت قیلولہ کی حالت میں ہلاک کیا گیا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ بیاتنا کا معنی رات کو سونے کی حالت ہے۔ یا دن کو قیلولہ کی حالت۔

مقدماتِ عذاب کے وقت اعترافِ جرم:

آیت ۵: فَمَا كَانَ دَعْوَاهُمْ اَنْ كُنْ لَهُمْ اَنْصَارًا (پس جس وقت ان پر ہمارا عذاب آیا۔ اس وقت ان کے منہ سے کوئی بات نہ نکلی تھی) جب ان پر مقدمات عذاب اترے۔ اَلَا اَنْ قَالُوْۤا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ (سوائے اس کے کہ بیشک ہم ظالم تھے) انہوں نے اپنے نفسوں پر ظلم و شرک کا اعتراف کیا۔ جبکہ اس کا کوئی فائدہ نہ تھا۔

نحو: دَعُوهُمْ یہ گمان کا اسم ہے اور اَنْ قَالَوْا اس کی خبر ہے اور اس کا عکس بھی جائز ہے۔

فَلَنَسْأَلَنَّ الَّذِينَ أُرْسِلَ إِلَيْهِمْ وَلَنَسْأَلَنَّ الْمُرْسَلِينَ ۖ فَلَنَقْصُنَّ عَلَيْهِمْ

”سو جن لوگوں کی طرف رسول بھیجے گئے ہم ان سے ضرور سوال کریں گے اور ہم پیغمبروں سے ضرور پوچھیں گے، سو ہم ان کے رہبروں

بِعِلْمٍ وَمَا كُنَّا غَائِبِينَ ۗ وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ

علم کے مطابق بیان کر دیں گے اور ہم غائب نہ تھے، اور اس دن وزن واقع ہونے والا ہے۔ سو جن کے وزن بھاری ہوئے

فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۚ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا

ایسے لوگ کامیاب ہوں گے اور جن کے وزن ہلکے ہوں گے سو یہ وہ لوگ ہونگے جنہوں نے اپنی جانوں کا

أَنفُسَهُمْ بِمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَظْلِمُونَ ۚ

نقصان کر لیا اس وجہ سے کہ وہ ہماری آیات کے ساتھ ظلم کرتے تھے۔

قیامت کی مسئولیت برائے توئیخ:

آیت ۶: فَلَنَسْأَلَنَّ الَّذِينَ أُرْسِلَ إِلَيْهِمْ (پھر ہم ان لوگوں سے ضرور پوچھیں گے جن کے پاس پیغمبروں کو بھیجا گیا تھا) اُرْسِلَ کا اسنادِ إِلَيْهِمْ کی طرف ہے مطلب یہ ہوا فلنَسْأَلَنَّ المرسل اليهم وهم الامم۔ ہم ضرور امتوں سے سوال کریں گے کہ انہوں نے رسولوں کو کیا جواب دیا۔ وَلَنَسْأَلَنَّ الْمُرْسَلِينَ (اور پیغمبروں سے بھی ضرور پوچھیں گے کہ) ان کو کیا جواب ملا۔

آیت ۷: فَلَنَقْصُنَّ عَلَيْهِمْ (پھر چونکہ ہم پوری خبر رکھتے ہیں۔ ان کے سامنے بیان کر دیں گے) رسولوں اور امتوں پر جو ان کی طرف سے پیش آیا۔ بِعِلْمٍ ہم ان کے احوال ظاہرہ و باطنہ اور اقوال و افعال سے بخوبی واقف ہیں۔ وَمَا كُنَّا غَائِبِينَ (اور ہم بے خبر نہ تھے) ان سے جو ان کی طرف سے پایا گیا۔ یہ سوال صرف توئیخ و خبردار کرنے اور پختہ کرنے کیلئے ہوگا۔ جبکہ وہ زبانوں سے خود اقرار کر لیں گے۔ اور انبیاء ان کے متعلق گواہی دے دیں گے۔

وزن اعمال اظہارِ انصاف اور قطعِ معذرت کیلئے ہے:

آیت ۸: وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ (اور ٹھیک ٹھیک تول اس روز ہوگی) وزن اعمال اور ہلکے بھاری کا فرق۔

مَنْحُورٌ: یہ مبتدا ہے اور یومئذ اس کی خبر ہے مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دن امتوں اور رسولوں سے پوچھیں گے جملہ کو حذف کر کے اس کی جگہ تنوین لائے۔ الْحَقُّ عدل۔ یہ وزن کی صفت ہے۔ اقوال نمبر ۱۔ ایک ایسے میزان کے ساتھ جس کی

زبان اور دو پلڑے ہونگے اظہار انصاف اور قطع معذرت کے لئے صحائف اعمال کا وزن کیا جائے گا۔ نمبر ۲۔ یہ برابر فیصلے اور عادلانہ حکم کی تعبیر ہے اللہ تعالیٰ کو اس کی کیفیت کا علم ہے۔ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ (پس جن لوگوں کے پلڑے بھاری ہونگے) جمع میزان یا موزون ہے یعنی جس کے تولے جانے والے اعمال بھاری اور قدر والے ہیں اور ایسے اعمال تو اعمال صالحہ ہی ہیں۔ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (تو ایسے لوگ ہی کامیاب ہونگے) پس یہی لوگ فلاح پائیں گے۔

حَقَّتْ وَزَن:

آیت ۹: وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ (اور جن کے پلڑے ہلکے ہونگے) وہ کفار ہیں ان میں ایمان ہی نہیں۔ کہ جس کے ساتھ عمل معتبر ہوتا۔ ان کے میزان میں خیر نہ ہوگی۔ پس ان کے میزان ہلکے ہونگے۔ فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَظْلِمُونَ۔ (پس وہ لوگ وہی ہونگے جنہوں نے خود اپنا نقصان کر لیا۔ ہماری آیات کی حق تلفی کرنے کے سبب) يَظْلِمُونَ کا معنی زور سے انکار کرنا۔ آیات سے دلائل مراد ہیں اور آیات سے ظلم کا مطلب ان کو ان کے مقامات سے ہٹانا یعنی انکار کرنا اور ان کو تسلیم نہ کرنا۔

وَلَقَدْ مَكَّنَّاكُمْ فِي الْأَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ ۖ قَلِيلًا مَّا

”اور بلاشبہ ہم نے تمہیں زمین میں رہنے کی جگہ دی، اور ہم نے تمہارے لیے اس میں زندگی کا سامان پیدا کیا۔ تم بہت کم

تَشْكُرُونَ ۝ وَلَقَدْ خَلَقْنَاكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنَاكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا

شکر ادا کرتے ہو۔ اور بلاشبہ ہم نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہاری صورتیں بنائیں۔ پھر ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو

لَادَمَ ۖ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ ۖ لَمْ يَكُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ ۝ قَالَ مَا

سجدہ کرو۔ سو انہوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے، وہ سجدہ کرنے والوں میں نہیں تھا۔ اللہ کا فرمان ہوا کہ تجھے کس چیز نے

مَنْعَكَ الْأَتَّسُجْدَ إِذْ أَمَرْتُكَ ۖ قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِنْهُ ۖ خَلَقْتَنِي مِنْ نَارٍ وَخَلَقْتَهُ

اس بات سے روکا کہ تو سجدہ کرے جبکہ میں نے تجھے حکم کیا، اس نے کہا کہ میں اس سے بہتر ہوں، مجھے آپ نے آگ سے پیدا کیا اور اسکو پیدا کیا

مِنْ طِينٍ ۝ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُونُ لَكَ أَنْ تَتَكَبَّرَ فِيهَا فَاخْرُجْ

کچھ سے، فرمایا پس تو یہاں سے اتر جا، سو تجھے کوئی حق نہیں کہ اس میں تکبر کرے سو تو نکل جا

إِنَّكَ مِنَ الصَّغِيرِينَ ۝ قَالَ أَنْظِرْنِي إِلَى يَوْمٍ يُبْعَثُونَ ۝ قَالَ إِنَّكَ مِنَ

بے شک تو ذلیلوں میں سے ہے۔ وہ کہنے لگا کہ مجھے اس دن تک مہلت دیجئے جس دن لوگ اٹھائے جائیں گے، فرمایا بے شک تو ان لوگوں میں سے ہے

الْمُنْظَرِينَ ۝ قَالَ فَبِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ ۝

جنہیں مہلت دی گئی، وہ کہنے لگا سو اس وجہ سے کہ آپ نے مجھے گمراہ کیا میں ضرور ضرور ان لوگوں کے لیے آپ کے سیدھے راستے پر بیٹھوں گا،

ثُمَّ لَا تَنِيَّهُمْ مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَنْ

پھر ضرور آؤں گا ان کے پاس ان کے سامنے سے اور ان کے پیچھے سے اور ان کی دائیں جانب سے اور ان کی بائیں

شَمَائِلِهِمْ ۖ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ ۝ قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُومًا

جانب سے، اور آپ ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائیں گے۔ فرمایا تو یہاں سے نکل جا ذلیل

مَذْهُورًا ۖ لِمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ أَجْمَعِينَ ۝

اور خوار ہو کر، اس میں شک نہیں کہ جو شخص ان میں سے تیری راہ پر چلے گا تو میں ضرور تم سب سے جہنم کو بھر دوں گا۔“

۱۰۸

انعامات معیشت کا تذکرہ:

آیت ۱۰: وَلَقَدْ مَكَّنَّكُمْ فِي الْأَرْضِ (اور بیشک ہم نے تم کو زمین پر جمایا) ہم نے اس زمین میں تمہارے لئے جگہ اور ٹھہرنے کا مقام بنایا ہم نے تمہیں اس میں اقتدار دیا اور تصرف پر قدرت دی۔ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ (اور ہم نے تمہارے لئے اس میں سامان زندگی پیدا کیا) جمع معیشتہ ہے اس سے مراد وہ چیزیں ہیں جن پر انسانی گزر اوقات ہے مثلاً مطعومات و مشروبات وغیرہ۔ قراءت: معایش میں یا کا ظاہر کرنا اصل ہے کیونکہ یا اصل ہے اس کو صحائف پر قیاس نہیں کر سکتے کیونکہ یا اس میں زائدہ ہے نافع نے ہمزہ پڑھا ہے۔ جیسا کہ صحائف میں پڑھا جاتا ہے۔

فَلْيَلَّا مَا تَشْكُرُونَ (تم لوگ بہت ہی کم شکر کرتے ہو) یہ قلیلاً ماتذکرون (الاعراف ۳) کی طرح ہے۔

تخلیق انسانی کا ذکر:

آیت ۱۱: وَلَقَدْ خَلَقْنَاكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنَاكُمْ (اور ہم نے تمہارا اندازہ کیا۔ پھر تمہاری صورت بنائی) ہم نے تمہارے باپ آدم کو پیدا کیا۔ ایسی مٹی سے جس پر تصویر نہ تھی پھر ہم نے ان کی تصویر بنا دی۔ اس کی دلیل یہ آیت ہے۔ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا اِلَّا اِبْلٰسَ لَمْ يَكُنْ مِنَ السَّٰجِدِيْنَ (پھر ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو پس سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس کہ وہ سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا) ان میں سے نہ ہوا جو سجدہ کرنے والے تھے۔

سوال توئیخ:

آیت ۱۲: قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ تو جو سجدہ نہیں کرتا تجھ کو اس سے کوئی بات مانع ہے) مَّا، مرفوع ہے اور اَنَّىٰ شِئْءٍ کے معنی میں ہے یعنی تمہیں کس چیز نے سجدہ سے منع کیا ہے اور لازائدہ ہے اسکی دلیل یہ آیت ہے: مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتَ بِيَدَيَّ (ص: ۷۵) اور اسکی نظیر یہ آیت ہے: لَنَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ (الحديد: ۲۹) ای لیعلم۔ اِذْ اَمَرْتُكَ (جبکہ میں تجھ کو حکم دے چکا) یہ حصہ آیت دلیل ہے کہ امر و جواب کیلئے آتا ہے علم کے باوجود سجدہ نہ کرنے والے سے یہ سوال توئیخ کیلئے ہے اور اس بات کو واضح کرنے کیلئے کہ اس نے معاندت و کفر، تکبر اور اپنے اصل پر فخر اور اصل آدم کی تحقیر کرتے ہوئے یہ حرکت کی تھی۔

شیطانی قیاس اور اس کی غلطی:

قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ (کہنے لگا میں اس سے بہتر ہوں۔ آپ نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا ہے) وہ نار جو ہر نورانی ہے وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِيْنٍ (اور اس کو آپ نے خاک سے پیدا کیا ہے) اور وہ ظلماتی ہے اس خبیث نے اس قیاس میں غلطی کی کیونکہ مٹی میں سنجیدگی، وقار ہے اسی سے انسان میں حلم و حیا اور صبر پایا جاتا ہے۔ جو کہ توبہ و استغفار کی طرف لے جانے والا ہے اور آگ میں اضطراب، تیزی، بلند طبعی ہے اور یہی چیز تکبر کی طرف لے جانے والی ہے۔ مٹی ممالک کو پیدا کرنے والی ہے جبکہ آگ ہلاکتوں کو پیدا کرنے والی ہے آگ خیانت کا مرکز اور فناء کا محرک اور مٹی اس کے بالمقابل امانت کی معاون اور نشوونما کی معین ہے مٹی آگ کو بجھاتی ہے جبکہ آگ اس کو تلف و ضائع کر دیتی ہے۔ یہ مٹی کی فضیلتیں ابلیس کی نگاہ سے اوجھل رہیں۔ یہاں تک کہ اپنے غلط قیاسات کی وجہ سے پھسل گیا۔

تنبیہ: قیاس کی نفی کرنے والوں کا یہ کہنا کہ سب سے پہلا شخص جس نے قیاس کیا وہ ابلیس تھا۔ یہ محض قیاس ہے کیونکہ قیاس کو ثابت کرنے والوں کے ہاں بھی ایسا قیاس جو نص کے مقابلہ میں ہو وہ مردود ہے جبکہ ابلیس کا قیاس امر منصوص کے ساتھ محض عناد تھا۔ مامنعك کا جواب اتنا ہی تھا کہ وہ کہتا مجھے اس چیز نے روکا۔ اس نے کہا میں اس سے بہتر ہوں اس لیے کہ اس نے قصہ دہرایا۔ اور اس میں اپنے بارے میں خبر دی کہ وہ آدم سے افضل ہے اور اپنی فضیلت کے سبب میں اس سے بہتر ہے پس اس ساری بات سے یہ جواب حاصل ہوا۔ گویا اس نے کہا منعی من السجود فضلی علیہ کہ سجدہ سے مجھے میری فضیلت نے روکا اور اس پر بڑائی نے روکا۔ اور یہ تو حکم الہی کا انکار ہے مزید یہ کہ مجھ جیسے کو اس جیسے سجدہ کرنا بعید از عقل ہے کیونکہ فاضل مفضول کو سجدہ نہیں کرتا۔

آیت ۱۳: قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا (اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو یہاں سے اتر جا) جنت سے یا آسمان سے کیونکہ وہ آسمان میں تھا اور وہ متواضع اور مطیع لوگوں کا مقام ہے فاهبط کی فاء، انا خیر کے جواب میں ہے ای ان كنت تتكبر فاهبط۔ اگر تو تکبر کرتا ہے تو اتر جا۔ فَمَا يَكُونُ لَكَ (تجھ کو حق نہیں) تیرے لیے صحیح نہیں۔

ذلت لازمہ تکبر ہے:

أَنْ تَتَكَبَّرَ فِيهَا (کہ تو یہاں رہ کر تکبر کرے) کہ تو نافرمانی کرے۔ فَأَخْرُجْ إِنْكَ مِنَ الصَّغِيرِينَ (پس نکل بیشک تو ذلیلوں میں شمار ہونے لگا) اہل ذلت تو اللہ تعالیٰ اور ان کے دوستوں کے ہاں ذلت و رسوائی والوں میں سے ہے۔ ہر انسان تیری مذمت کرے گا۔ اور تکبر کی بنیاد پر ہر زبان تجھے لعنت کرے گی۔
مَسْئَلَةٌ: اس سے معلوم ہوا کہ ذلت تکبر کا لازمہ ہے۔

مطالبہ مہلت:

آیت ۱۴: قَالَ أَنْظِرْنِي إِلَى يَوْمٍ يُبْعَثُونَ (اس نے کہا مجھے اس دن تک چھوٹ دو۔ جس دن اٹھایا جائیگا) مجھے بعث کے دن تک مہلت دو یہ نفعِ ثانیہ کا وقت ہے۔

مہلت کا ملنا:

آیت ۱۵: قَالَ إِنْكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ۔ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تجھ کو مہلت دی گئی) نفعِ اولیٰ تک۔ اس تک اسلئے قبول کر لی گئی کیونکہ اس میں ابتلاء و امتحان ہے اور احباب کے دلوں کو اور قریب کرنے کیلئے ہے کہ یہ میرا سلوک اس سے ہے جو مجھے گالیاں دیتا ہے پس تم اندازہ کرو۔ اس سے کیا سلوک ہوگا۔ جو مجھ سے محبت کرتا ہے شیطان نے سوال کی جسارت اسلئے کی کہ وہ حلم خداوندی سے واقف تھا۔

مہلت کے بعد بڑا بول:

آیت ۱۶: قَالَ فَبِمَا أَغْوَيْتَنِي (وہ کہنے لگا اب چونکہ تو نے مجھے گمراہ کر ہی دیا ہے) تو نے مجھے گمراہ کر ہی دیا یعنی تیرے مجھے اغواء کرنے کے سبب سے۔ بِمَا کی باء قسم کے محذوف فعل سے متعلق ہے یا با قسم کے لیے ہے تقدیر عبارت یہ ہے فاقسم

باغوانک۔ لَا قُعْدَنَ لَهُمْ صِرَاطُكَ الْمُسْتَقِيمَ (تو میں بھی قسم کھاتا ہوں کہ میں ان کو گمراہ کرنے کیلئے تیرے سیدھے راستے پر بیٹھوں گا) پس اسلام کے راستے پر گھات لگا کر واپس لوٹانے کے لیے اور رکاوٹ ڈالنے کیلئے سامنے آؤں گا۔ جیسا کہ دشمن راستے پر اس لئے بیٹھ جاتے ہیں تاکہ چلنے کے لئے اس کو بند کر دیا جائے۔

نَحْمُ: صِرَاطُكَ ظَرْف کی وجہ سے منصوب ہے جیسا کہتے ہیں ضَرْبُ زَيْدٍ الظَّهْر۔ ای علی الظہر لطیفہ: حضرت طاؤس مسجد حرام میں تھے ان کے پاس ایک قدری آدمی آیا اور طاؤس نے اسے کہا تو خود کھڑا ہو گیا تمہیں کھڑا کیا جائے؟ آدمی کھڑا ہوا اس کو کہا گیا تو ایک فقیہ کو اس طرح کہتا ہے تو اس نے کہا ابلیس اس سے بڑا فقیہ تھا۔ اس نے کہا اب بما اغویتنی۔ اور یہ فقیہ کہتا ہے انا اغوی نفسی میرا نفس خود گمراہ ہوتا ہے۔

آیت ۷: ثُمَّ لَا يَتَّبِعُهُمُ بَیْنُ اَیْدِيهِمْ (پھر ان پر حملہ کروں گا ان کے سامنے سے بھی) آخرت کے متعلق ان کو شک میں مبتلا کروں گا وَمِنْ خَلْفِهِمْ (اور ان کے پیچھے سے بھی) میں ان کو دنیا کی رغبت دلاؤں گا۔ وَعَنْ اَیْمَانِهِمْ (اور ان کے دہنی جانب سے بھی) نیکیوں کی جانب سے وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ (اور ان کے بائیں جانب سے بھی) برائیوں کی طرف سے شامل جمع شمال ہے۔ مطلب یہ ہے کہ میں ان پر چاروں طرف سے حملہ کروں گا۔ جن سے عموماً دشمن حملہ آور ہوتے ہیں۔ شقیق رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہر صبح شیطان چاروں رستوں پر گھات لگا کر بیٹھ جاتا ہے سامنے سے کہتا ہے کہ تو ڈر نہیں اللہ تعالیٰ بخشے والے ہیں۔ پس میں پڑھ دیتا ہوں وانی لغفار لمن تاب وامن وعمل صالحاً (طہ-۸۲) نمبر ۲۔ پیچھے سے آکر مجھے ڈراتا ہے کہ تیری بیوی بچے ضائع ہو جائیں گے تو میں جواب دیتا ہوں وما من دابة فی الارض الا علی اللہ رزقها (سورہ-۶) دائیں طرف سے آکر میری تعریف کرتا ہے تو میں کہتا ہوں والعاقبة للمتقين (الاعراف-۱۲۸) پھر بائیں طرف سے آکر شہوات کی طرف متوجہ کرتا ہے تو میں یہ آیت پڑھتا ہوں وحیل بینہم و بین ما یشتہون۔ (سبا-۵۳) آیت میں من فوقہم نہیں کہا اور نہ ہی من تحتہم کہا گیا اس لیے کہ اوپر سے اللہ تعالیٰ کی رحمت آتی ہے اور نیچے انسان کو سجدہ میسر ہوتا ہے۔

نَحْمُ: اول دونوں میں من ہے جو ابتدائے غایت کیلئے ہے اور اخیر میں عن ہے جو انحراف کیلئے آتا ہے۔ وَلَا تَجِدُ اَکْثَرَهُمْ شَاکِرِیْنَ (اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہیں پائیگا) شاکرین سے مراد مومنین ہیں یہ اس نے گمان کے طور پر کہا جیسا ارشاد ہے: وَلَقَدْ صَدَقَ عَلَیْهِمُ ابْلِیْسُ ظَنُّهُ (سبا: ۲۰) نمبر ۲۔ اس نے فرشتوں کی زبان سے سنا۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو مطلع فرمایا۔

آیت ۱۸: قَالَ فَاخْرِجْ مِنْهَا (اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو یہاں سے نکل جا) جنت سے یا آسمان سے مَذْءُ وُ مَا (عیب دار قرار دیا ہوا) عیب دار اور برا قرار دیا ہوا۔ یہ ذام سے ہے جو مذمت کے معنی میں ہے حقیر قرار دینا۔ مَذْءُورًا (دھتکارا ہوا) اللہ تعالیٰ کی رحمت سے لَمَنْ تَبَعَكَ مِنْهُمْ (جو شخص ان میں سے تیرا کہنا مانے گا) اس میں لام تمہید قسم کے لیے لائی گئی اور اس کا جواب لَا مَلَكْنَ جَهَنَّمَ (میں ضرور تم سے جہنم کو بھر دوں گا) یہ جواب قسم ہے اور جواب شرط کے قائم مقام ہے مِنْكُمْ یعنی منك ومنہم تجھ سے اور ان سے ضمیر مخاطب کو تغلیباً ذکر کر دیا۔ اَجْمَعِیْنَ (یہ تاکید ہے)

وَيَا دَمْرُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا

اور اے آدم! رہ تو اور تیری عورت جنت میں، پھر کھاؤ جہاں سے چاہو اور پاس نہ جاؤ

هَذِهِ الشَّجَرَةُ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ ۱۹ فَوَسَّوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ لِيُبْدِيَ

اس درخت کے، پھر ہو جاؤ گے گنہگار۔ پھر بہکایا ان کو شیطان نے تاکہ ان دونوں کے جسم کا وہ حصہ ظاہر

لَهُمَا مَا وُورِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوَاتِيهِمَا وَقَالَ مَا نَهَاكُمْ رَبُّكُمَا عَنْ هَذِهِ

کردے جو ایک دوسرے سے پوشیدہ تھا یعنی وہ حصہ جو ڈھانک کر رکھنے کا تھا۔ اور کہنے لگا کہ اس درخت سے تمہارے رب نے تمہیں اسی لیے

الشَّجَرَةَ اِلَّا اَنْ تَكُونَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُونَا مِنَ الْخَالِدِينَ ۲۰ وَقَا سَمَهُمَا اِنِّي

روکا ہے کہ تم دونوں اسے کھا کر فرشتے بن جاؤ گے یا ہمیشہ اسی میں رہنے والے ہو جاؤ گے۔ اور اس نے ان کے سامنے قسم کھائی کہ بلاشبہ میں

لَكُمْ لِمَنِ النَّصِيْحَيْنِ ۲۱ فَذَلَّهُمَا بِغُرُورٍ ۲۲ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ

تمہاری خیر خواہی کرنے والوں میں سے ہوں۔ سو فریب دیکر ان دونوں کو نیچے لے آیا۔ سو جب ان دونوں نے اس درخت کو چکھ لیا تو ان کی

لَهُمَا سَوَاتِيَهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفْنَ عَلَيْهِمَا مِنْ وُرْقِ الْجَنَّةِ ط وَنَادَاهُمَا رَبُّهُمَا

شرمگاہیں ظاہر ہو گئیں اور دونوں اپنے اوپر جنت کے پتے جوڑ جوڑ کر رکھنے لگے، اور ان دونوں کو ان کے رب نے پکارا

اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكَ الشَّجَرَةِ وَاَقُلْتُ لَكُمْ اِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ اَعْدُوٌّ مُبِينٌ ۲۲

کیا میں نے تمہیں اس درخت سے منع نہ کیا تھا۔ اور کیا میں نے تم سے یہ نہ کہا تھا کہ بلاشبہ شیطان تم دونوں کا کھلا دشمن ہے

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا ۲۳ وَاِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ

وہ دونوں کہنے لگے کہ اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ اور اگر آپ ہماری مغفرت نہ فرمائیں گے اور ہم پر رحم نہ کریں گے تو ضرور ہم تباہ کاروں

الْخٰسِرِيْنَ ۲۳ قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۲۴ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ

میں سے ہو جائیں گے، فرمایا تم اتر جاؤ تم میں سے بعض بعض کے دشمن ہیں اور تمہارے لئے زمین میں

مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ اِلٰی حِيْنٍ ۲۴ قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَ مِنْهَا

رہنے کی جگہ ہے، اور نفع حاصل کرنا ہے ایک وقت تک، فرمایا تم اسی میں جیو گے اور اسی میں مرو گے اور اسی سے

تُخْرَجُوْنَ ۲۵

تکالے جاؤ گے۔

۱۵۵۳

آدم علیہ السلام کی جنت میں رہائش:

آیت ۱۹: وَيَا آدَمُ (اور اے آدم) اور ہم نے کہا اے آدم، ابلیس کو جنت سے خارج کر دینے کے بعد اسُکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ (تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو) تم دونوں اس کو اپنا مسکن بناؤ۔ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا (پھر جس جگہ سے تم چاہو کھاؤ مگر دونوں اس درخت کے پاس نہ جانا۔ ورنہ ان لوگوں کے شمار میں آ جاؤ گے) پس تم ہو جاؤ گے مِنَ الظَّالِمِينَ (جن سے نامناسب کام ہو جایا کرتا ہے)

شیطان کی وسوسہ اندازی:

آیت ۲۰: فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ (پھر شیطان نے ان دونوں کے دل میں وسوسہ ڈالا) وسوسہ خفیہ کلام کو کہتے ہیں۔ اس کو دھرانا۔ یہ وسوس کا لفظ لازم ہے کہتے ہیں رجل موسوس اس کا مفعول موسوس نہیں آتا۔ البتہ لام یا الی کے صلہ کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔ موسوس لہ موسوس الیہ اس شخص کو کہا جاتا ہے۔ جس کی طرف وسوسہ ڈالا جائے۔ وسوس لہ کا مطلب یہ ہو افعَلِ الوَسْوَسَةَ لَا جِلْمَ ان کی خاطر خفیہ کلام کیا۔ اور وسوس الیہ کا مطلب وہ کلام ان کی طرف ڈالا۔ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وَّرِى عَنْهُمَا مِنْ سَوَاتِحِهِمَا (تاکہ ان کے پردہ کا بدن جو ان دونوں سے اب تک پوشیدہ تھا دونوں کے سامنے ظاہر کر دے) تاکہ ان کے سامنے ان کے وہ ستر ظاہر کر دے جو ان سے چھپے ہوئے تھے۔

مَسْتَكَلَّة: اس سے معلوم ہوا کہ ستر کھولنا بڑا گناہ ہے اور طباع اور عقول صحیحہ میں یہ نتیجہ سمجھا جاتا رہا ہے۔

سوال: مَا وَّرِى کی واؤ ہمزہ سے کیوں نہیں بدلی جیسا کہ اویصل جو واصل کی تصغیر ہے اس کی اصل وویصل ہے۔ واؤ اول کو ہمزہ سے بدل دیا کیونکہ دو واؤ کا اجتماع ناپسند ہے۔

جواب: دوسری واؤ مدہ ہے جیسا کہ واری کی الف پس جس طرح واعد میں اس کا ہمزہ گرنا لازم نہیں اسی طرح ووری میں بھی لازم نہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب دو واؤ متحرک ہوں تو ان میں ثقل پیدا ہو جاتا ہے جو اس وقت نہیں ہوتا جبکہ دوسرا ساکن ہو اور یہ ضرورت کا تقاضا ہوتا ہے۔ چنانچہ ثقل کے موقع پر اس کا بدلنا لازم کر دیا۔ دوسرے موقع پر نہیں۔ عبد اللہ نے تو وری قلب سے پڑھا ہے۔ وَقَالَ مَا نَهَكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ إِلَّا أَنْ تَكُونَا مَلَكَيْنِ (اور کہنے لگا تمہارے رب نے تم دونوں کو اس درخت سے اور کسی سبب سے منع نہیں فرمایا مگر صرف اس وجہ سے کہ دونوں کہیں فرشتے نہ ہو جاؤ) مگر اس کراہت سے کہ تم دونوں فرشتے بن کر خیر و شر کو جان لو۔ اور غذاء سے مستغنی ہو جاؤ۔

قراءت: مَلَكَیْنِ پڑھا گیا ہے۔ اس ارشاد کے پیش نظر مُلْكٍ لَا يَلِي (ط: ۱۳۰) اَوْ تَكُونَا مِنَ الْخَالِدِينَ (یا کہیں ہمیشہ رہنے والوں میں سے نہ ہو جاؤ) ان لوگوں میں سے جن پر موت نہیں آئے گی اور جنت میں مقیم رہیں گے۔

طریق وسوسہ:

آیت ۲۱: وَقَاسَمَهُمَا إِنِّي لَكُمَا لَمِنَ النَّاصِحِينَ (اور ان دونوں کے سامنے قسم کھائی کہ یقیناً جانے میں آپ دونوں کا خیر خواہ

ہوں) وقاسمہما۔ یعنی ان دونوں کے سامنے قسم کھائی۔ اور کہنے لگا اِنِّیْ لَکُمَا (الایۃ) کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔ یہاں ابلیس کی قسم کو باب مفاعلہ سے ذکر کیا کیونکہ اگر وہ قسم اٹھانے والا تھا تو وہ اس کی تصدیق کرنے والے تھے۔ گویا قسم دو طرفہ ہوئی۔ اللہ کا نام لے کر دھوکے سے پھل کھلایا:

آیت ۲۲: فَذَلَّھُمَا (پس وہ ان دونوں کو نیچے لے آیا) درخت سے کھانے کی وجہ ان کو نیچے اتار لایا۔ بِغُرُوْدٍ (دھوکے سے) اس وجہ سے کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھا کر دھوکہ دیا۔ اور مومن اللہ تعالیٰ کے نام پر دھوکہ کھا جاتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جو اللہ کے نام سے ہمیں دھوکہ دے گا ہم اس کے دھوکے میں آجائیں گے۔ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ (جب دونوں نے اس درخت کا مزہ چکھ لیا) دونوں نے اس کا ذائقہ پایا جبکہ اس کو کھانا شروع کیا وہ گندم یا انگور کا خوشہ تھا۔

اعضائے مستورہ کا ظہور:

بَدَتْ لَھُمَا سَوَاتِھُمَا (تو دونوں کے پوشیدہ اعضاء ایک دوسرے پر بے پردہ ہو گئے) ان دونوں کا ستر ان کے سامنے ظاہر ہو گیا کیونکہ ان کا لباس اچانک اتر گیا۔ وہ اپنے اعضائے مستورہ کو نہ دیکھے ہوئے تھے اور نہ ایک دوسرے کے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ان کا لباس ناخنوں کی جنس سے تھا۔ یعنی سفیدی ناخنوں جیسی تھی اور انتہائی نرم اور لطیف تھا صرف ناخنوں کے پاس وہ لباس رہ گیا تا کہ نعمت یاد آتی رہے اور احساس شرمندگی تازہ ہوتا رہے۔ وَطَفِیفًا (اور دونوں لگے) طفق کا لفظ جب اصل فعل پر داخل ہوتا ہے تو جعل کا معنی دیتا ہے۔ جیسا کہ یہاں ہے یَخْصِفْنَ عَلَیْھُمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ (اپنے اوپر جنت کے پتے چپکانے) وہ اپنے اعضائے مستورہ پر انجیر یا کیلے کے پتے رکھنے لگے اور پتے پر پتہ جوڑنے لگے تاکہ ان سے اعضاء چھپا سکیں جیسا کہ جوتا سیا جاتا ہے۔

عتابِ باری تعالیٰ:

وَنَادَھُمَا رَبُّھُمَا اَلَمْ اَنْھَکُمَا عَنْ تِلْکُمَا الشَّجَرَةِ (اور ان کے رب نے ان کو پکارا، کیا میں تم دونوں کو اس درخت سے منع نہ کر چکا تھا) یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عتاب ہے اور خطا پر متنبہ کیا گیا روایت میں ہے کہ آدم علیہ السلام کو کہا گیا اے آدم اس درخت کو چھوڑ کر تیرے لیے جنت کے شاندار درخت کافی نہ تھے۔ جو میں نے تجھے عنایت کیے تھے۔ تو آدم علیہ السلام نے جواب دیا کیوں نہیں لیکن اے میرے اللہ مجھے تو گمان تک نہ تھا۔ تیرا جھوٹا نام لے کر کوئی قسم اٹھائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا مجھے اپنی عزت کی قسم میں تجھے زمین پر ضرور اتاروں گا۔ پھر وہاں تجھے گزران زندگی، ہاتھ کی کمائی اور خون پسینے کی محنت سے میسر آئے گی پس تم زمین پر اتر جاؤ۔ حضرت آدم کو لوہے کی صنعت سکھادی گئی۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو زمین میں فصل بونے کا حکم دیا۔ پس انہوں نے کھیتی بولی اس کو پانی دیا کاٹا، گھسیا اور اڑایا پیسا آٹا گوندھا اور روٹی بنائی۔ وَاقْلُ لَکُمَا اِنَّ الشَّیْطَانَ لَکُمَا عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ (اور یہ نہ کہہ چکا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے)

دعائے آدم علیہ السلام:

آیت ۲۳: قَالَا إِنَّا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَسِرِينَ (دونوں کہنے لگے اے ہمارے رب ہم نے اپنا بڑا نقصان کیا۔ اور اگر آپ ہماری مغفرت نہ کریں گے اور ہم پر رحم نہ کریں گے۔ تو واقعی ہمارا بڑا نقصان ہو جائے گا)۔

مَسْئَلَةٌ: اس میں دلیل ہے کہ اگر صغیرہ گناہ معاف نہ کئے گئے تو سزا ان کی ہو سکتی ہے اور معتزلہ کی تردید ہے کہ ان کے ہاں صغیرہ گناہ معاف نہ بھی ہوں تب بھی ان پر سزا نہیں دی جاسکتی۔

آیت ۲۴: قَالَ اهْبِطُوا (اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم نیچے جاؤ) یہ جمع کے لفظ سے آدم و حواء کو خطاب ہے کیونکہ ابلیس اتارا گیا اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ آسمان میں اتارا گیا ہو پھر زمین میں تمام اکٹھے اتارے گئے ہوں۔ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ (ایسی حالت میں کہ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو گے) یہ موضع حال ہے یعنی تم دونوں ایک دوسرے سے دشمنی کرنے والے ہو گے اور دونوں سے ابلیس دشمنی کرے گا اور وہ دونوں اس سے دشمنی کریں گے۔ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ (اور تمہارے لئے زمین میں رہنے کی جگہ ہے) ٹھہرنا یا ٹھہرنے کی جگہ وَمَتَاعٌ زِينَةٌ (ایک وقت تک) (ایک وقت مقررہ کے اختتام تک)۔ ثابت بنانی رحمہ اللہ سے مروی ہے جب آدم علیہ السلام کو اتارا گیا اور ان کی موت کا وقت آیا تو فرشتوں نے ان کو گھیر لیا۔ حواء ان کے گرد چکر لگانے لگیں تو آدم نے علیہ السلام سے فرمایا تو مجھے اور میرے رب کے فرشتوں کو چھوڑ دے۔ درمیان سے ہٹ جا۔ بیشک مجھے تیری وجہ سے پہنچا جو پہنچا۔ (اس سے دنیا کے مصائب مراد لیے جائیں تو مفسر پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا) جب آدم علیہ السلام کی وفات ہو گئی تو فرشتوں نے ان کو بیری کے پتوں والے پانی سے غسل دیا۔ اور ان کو خوشبو لگائی اور طاق عدد کپڑوں میں کفن دیا اور قبر کھود کر ان کے لیے لحد بنائی اور ہند کی سرزمین سراندیپ میں ان کو دفن کیا اور ان کے بیٹوں کو خطاب کر کے کہا کہ آئندہ تمہارا یہی طریقہ ہے۔

آیت ۲۵: قَالَ فِيهَا تَحْيَوْنَ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم کو وہاں ہی زندگی بسر کرنی ہے) زمین میں وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ۔ (اور وہاں ہی مرنا ہے اور اسی میں سے پھر پیدا ہونا ہے) ثواب و عقاب کے لیے۔ قراءت: حمزہ و علی نے تَخْرُجُونَ معروف پڑھا ہے۔

يَبْنِيْ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوَاتِيْكُمُ وَرِيْشًا وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۝۲۶

”اے آدم کی اولاد! بے شک ہم نے تمہارے لیے لباس اتارا جو تمہاری شرم کی جگہوں کو چھپاتا ہے اور وہ سب زینت ہے اور تقویٰ کا لباس

ذٰلِكَ خَيْرٌ ۝ ذٰلِكَ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّہُمْ يَذْكُرُوْنَ ۝۲۷ یَبْنِيْ اٰدَمَ لَا یَفْتِنٰکُمُ

یہ بہتر ہے یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں اے آدم کی اولاد! تمہیں شیطان ہرگز فتنہ میں نہ ڈال

الشَّیْطٰنُ کَمَا اَخْرَجَ اَبُوْیْکُمْ مِنَ الْجَنَّةِ یَنْزِعُ عَنْہُمَا لِبَاسَہُمَا لِیُرِیَہُمَا سَوَاتِیْہُمَا ۝

وے جیسا کہ اس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے اسی حالت میں نکالا کہ وہ ان کا لباس اتار رہا تھا تاکہ دکھائے ان دونوں کو ان کی شرمگاہیں۔

اِنَّہٗ یُرِیْکُمُ ہُوَ وَقَبِیْلَہٗ مِنْ حَیْثُ لَا تَرَوْنٰہُمْ ۝ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّیْطٰنَ اَوْلِیَآءَ

بے شک وہ اور اس کی قوم تمہیں ایسے طور دیکھتے ہیں کہ تم انہیں نہیں دیکھتے۔ بے شک ہم نے بنا دیا شیطانوں کو ان لوگوں کا

لِّلَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝۲۸

دوست جو ایمان نہیں لاتے۔

سبب لباس پانی آسمان سے اُتارا:

آیت ۲۶: یَبْنِيْ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْكُمُ لِبَاسًا (اے اولاد آدم ہم نے تمہارے لئے لباس پیدا کیا) زمین میں جو کچھ بھی ہے تمام کو منزل من السماء فرمایا کیونکہ ہر چیز کی اصل پانی ہے اور پانی آسمان سے اُترتا ہے۔ یُوَارِیْ سَوَاتِیْكُمُ (جو کہ تمہارے پردہ دار بدن کو بھی چھپاتا ہے) وہ تمہارے ستروں کو چھپاتا ہے۔ وَرِیْشًا (اور زینت کا سبب بھی ہے) لباس زینت۔ یہ ریش الطائر سے بطور استعارہ لیا گیا۔ کیونکہ پرندے کے پر اس کے لئے زینت اور لباس ہوتے ہیں مطلب یہ ہے کہ ہم نے تم پر دو لباس اتارے ایک وہ لباس جو تمہارے ستروں کو چھپاتے ہیں دوسرا وہ جو زینت دیتے ہیں۔ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى (اور تقویٰ کا لباس) نیکی کا وہ لباس جو عقاب الہی سے بچائے۔

نحو و قراءت:

یہ مبتداء ہے اور اس کی خبر ذالک خیر پورا جملہ ہے گویا اس طرح فرمایا: لباس التقویٰ ہو خیر۔ کہ لباس تقویٰ ہی بہتر ہے کیونکہ اسمائے اشارہ ضمائر سے ان چیزوں کو دور کر دیتے ہیں جن کا تذکرہ دوبارہ کرنا ہوتا ہے۔ نمبر ۲: یا ذلک یہ مبتداء کی صفت ہے اور خیر یہ مبتداء کی خبر ہے پھر عبارت اس طرح ہے لباس التقویٰ المشار الیہ خیر کہ تقویٰ کا لباس جس کی طرف اشارہ کیا گیا وہ بہت بہتر ہے یا۔ نمبر ۳: لباس التقویٰ مبتداء محذوف کی خبر ہے یعنی ہو لباس التقویٰ۔ مطلب یہ ہے ستر عورت یہ متقین کا

لباس ہے پھر فرمایا یہ بہت بہتر ہے تفسیر میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اہل تقویٰ کا لباس اون اور کھردرے کپڑے ہیں۔
قراءت: لباس التقویٰ سین کو فتنہ کے ساتھ لباساً اور ریشا پر عطف کر کے پڑھا ہے۔ یہ شامی، مدنی، علی قراء کا قول ہے۔ ای
وانزلنا علیکم لباس التقویٰ ہم نے تم پر لباس تقویٰ اتارا۔

تخلیق لباس کا ذکر استطراداً ہے:

ذٰلِكَ خَيْرٌ ذٰلِكَ مِنْ اٰیَةِ اللّٰهِ (یہ اس سے بہتر ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے) جو کہ اس کے فضل اور اپنے
بندوں پر رحمت پر دلالت کرنے والی ہے یعنی لباس کا اتارنا۔ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ (تاکہ یہ لوگ یاد رکھیں) تاکہ وہ اس میں اس کی
عظیم نعمتیں پہچانیں۔ یہ آیت بطور استطراد لائی گئی کیونکہ پہلے ستر کے ظاہر ہو جانے کا تذکرہ اور جنت کے پتے جسم پر پلیٹ لینے کا
بیان تھا اس پر اظہار احسان کے لیے تخلیق لباس کا ذکر فرمایا اور اس لیے بھی کہ نگاہوں کو سوائی ہے اور یہ بتلادیا کہ ستر تقویٰ ہے۔

شیطان تمہارا لباس نہ چھین لے:

آیت ۲۷: یٰۤاٰدَمُ لَا یَفْتِنَنَّکُمُ الشَّیْطٰنُ کَمَا اَخْرَجَ اٰبَیْکُمْ مِنَ الْجَنَّةِ (اے اولاد آدم، شیطان تم کو کسی خرابی میں نہ
ڈال دے۔ جیسا اس نے تمہارے دادا دادی کو جنت سے باہر کر دیا) ہرگز تم کو دھوکا میں مبتلا نہ کرے اور تمہیں گمراہ نہ کر دے۔
تاکہ تم پھر جنت میں نہ جاسکو۔ جیسا کہ تمہارے باپ کو فتنہ میں ڈال کر وہاں سے نکالا تھا۔ یَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا (ایسی
حالت سے کہ ان کا لباس بھی ان سے اتروا دیا) یہ حال ہے یعنی ان دونوں کو نکلوایا اس حال میں کہ ان کا لباس چھیننے والا تھا۔ وہ اس
طرح کہ لباس اتارنے کا یہ سبب بنا۔ اس میں بظاہر نہیں شیطان کو ہے مگر حقیقت میں اولاد آدم کو ہے کہ تم شیطان کی اتباع نہ کرنا وہ
تمہیں فتنہ میں مبتلا کر دے گا۔ لِيُرِيَهُمَا سَوْآتِهِمَا (تاکہ ان کے پردہ کا بدن دکھلائی دینے لگے) ان کے سترانہ (بیشک وہ) ہ
ضمیر شان و حدیث ہے یُرٰکُمْ ھُوَ (تم کو دیکھتا ہے) یہ نہیں کی علت ہے اور اس بات سے ڈرانا مقصود ہے کہ یہ تمہارا دشمنی
چھپانے والا دشمن ہے اس کے فتنہ سے بچو۔ وہ ایسا حیلہ کرے گا کہ تم سمجھ بھی نہ سکو گے۔ وَقَبِيلُهُ (اور اس کا لشکر) اور اس کی اولاد
یا اس کا لشکر جو شیاطین پر مشتمل ہے۔

مَنْحَر: اس کا عطف براہم کی ضمیر پر ہے۔ ھو سے اس کی تاکید آ رہی ہے۔ اس پر عطف کرنا مقصود نہیں کیونکہ فعل کا معمول ضمیر
مستتر ہے۔ نہ کہ یہ بارز۔ اور عطف اسی پر ہے جو فعل کا معمول ہے۔ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ (ایسے طور پر کہ تم ان کو نہیں دیکھتے)۔

مقولہ ذوالنون مصری رحمہ اللہ:

ذوالنون مصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر وہ تمہیں دیکھتا ہے ایسی جگہ سے جہاں سے تم اس کو نہیں دیکھ سکتے۔ تو اس ذات
باری تعالیٰ سے مدد طلب کرو جو اس کو دیکھتا ہے ایسی جگہ سے جہاں سے وہ شیطان نہیں دیکھ سکتا۔ اور ایسی ذات اللہ کریم، ستار، رحیم
، وغفار ہی کی ہو سکتی ہے۔ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّیْطٰنَ اَوْلِیَآءَ لِلَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ (ہم شیاطین کو انہیں لوگوں کا دوست ہونے دیتے ہیں
جو ایمان نہیں لاتے) اس میں دلالت ہے کہ خالق الافعال اللہ تعالیٰ ہی ہیں۔

وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْنَا اِبَاءَنَا وَاللّٰهُ اَمْرًا بِهَا ؕ قُلْ اِنَّ

اور جب کوئی کام فحش کر لیتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو اس پر پایا ہے اور اللہ نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے، آپ فرمادیجئے! کہ بے شک

اللّٰهُ لَا يَأْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ ؕ اتَّقُوْا لَوْنِ عَلٰى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾ قُلْ اَمْرٌ

اللہ فحش کاموں کا حکم نہیں دیتا کیا تم اللہ کے ذمہ وہ باتیں لگاتے ہو جنہیں تم نہیں جانتے۔ آپ فرمادیجئے کہ میرے رب نے مجھے

رَبِّىْ بِالْقِسْطِ قَدْ وَاقِعُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ

الصف کا حکم دیا ہے۔ اور یہ کہ تم ہر جگہ کے وقت اپنا رخ سیدھا رکھو۔ اور اس طور پر اللہ کی عبادت کرو کہ اس عبادت کو اللہ ہی کے لیے خالص کرنے

لَهُ الدِّيْنَ ؕ كَمَا بَدَاكُمْ تَعُوْدُوْنَ ﴿۲۹﴾ فَرِيقًا هٰدٰى وَفَرِيقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ

والے ہو۔ جیسا اس نے تمہیں شروع میں پیدا فرمایا اسی طرح تم دوبارہ لوگوں، ایک جماعت کو ہدایت دی اور ایک جماعت ایسی ہے جس پر گمراہی

الصَّلٰةِ ؕ اِنَّهُمْ اتَّخَذُوْا الشَّيْطٰنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَيَحْسَبُوْنَ

مقرر ہو چکی ہے۔ بلاشبہ ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر شیطانوں کو دوست بنایا اور وہ سمجھ رہے ہیں

اِنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۳۰﴾

کہ بے شک وہ راہِ راست پر ہیں۔

بے حیائی کے کام اشارہ شیطانی سے ہیں:

آیت ۲۸: وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً (اور وہ لوگ جب کوئی فحش کام کرتے ہیں) فاحشہ سے مراد انتہائی سخت گناہ ہے اور وہ ان کا شرک کرنا اور بیت اللہ کا زنگا طواف کرنا ہے۔ قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْنَا اِبَاءَنَا وَاللّٰهُ اَمْرًا بِهَا (تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی راستہ پر پایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی ہم کو یہی بتلایا ہے) یعنی جب وہ کرتے ہیں تو اس کا یہ عذر لنگ پیش کرتے ہیں کہ ان کے آباؤ اجداد ایسا کرتے چلے آئے۔ اور وہ ان کی اقتداء میں کر رہے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دے رکھا ہے۔ ہمیں اس پر برقرار رکھا ہوا ہے اگر وہ ان کو ناپسند کرتا تو ہم اس کو چھوڑ دیتے۔ اور یہ دونوں باتیں محض باطل ہیں۔ کیونکہ جہال کی تقلید بھی جہالت ہے۔ اللہ تعالیٰ ذی الجلال والاکرام پر افتراء ہے۔ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَأْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ (آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ فحش بات کی تعلیم نہیں دیتا) اس لیے کہ مامور بہ کا حسن ہونا ضروری ہے۔ (جبکہ آمر حکیم ہو) اگرچہ اس میں مراتب ہیں جیسا کہ اصول فقہ میں ہے۔ اتَّقُوْا لَوْنِ عَلٰى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (کیا تم اللہ تعالیٰ کے ذمے ایسی بات لگاتے ہو جس کی تم دلیل نہیں رکھتے) یہ استفہام انکار اور توبیخ ہے۔

مخلصانہ عبادت کرو وہ اعادہ کر کے بدلہ دے گا:

آیت ۲۹: قُلْ اَمَرَ رَبِّي بِالْقِسْطِ (آپ کہہ دیجئے کہ میرے رب نے مجھے انصاف کا حکم دیا ہے) قسط کا معنی انصاف ہے۔ انصاف کا اور ہر اس چیز کا جو صحیح عقل والے کے ہاں مستحسن ہے۔ پس وہ کیونکر فحشاء کا حکم دے سکتے ہیں۔ وَاَقِمْوْا وُجُوْهُكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ (اور یہ کہ تم ہر مسجد کے وقت اپنا رخ سیدھا رکھا کرو) کہہ دو اقیموا وجوہکم یعنی استقامت کے ساتھ اس کی عبادت کا قصد کرو۔ اور ہر وقت سجود میں اس کے علاوہ کسی اور کی طرف مائل ہونے والے مت بنو۔ یا مسجد سے مکان سجود مراد ہے۔ وَاذْعُوْهُ (اور اللہ تعالیٰ ہی کو پکارو) اور اسی ہی کی عبادت کرو۔ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ (اسی طور پر کہ خالص کرنے والے ہو اس کے لئے عبادت کو) یعنی اطاعت کو اس حال میں کہ خالص اس کی رضا مندی چاہنے والے ہو۔ کَمَا بَدَاكُمْ تَعُوْدُوْنَ (اللہ تعالیٰ نے جس طرح شروع میں پیدا کیا تھا۔ اسی طرح تم دوبارہ پیدا ہو گے) جیسا اس نے پہلی مرتبہ تمہیں پیدا کیا۔ وہ تمہیں لوٹائے گا ابتدائے خلق سے ان کے انکار بعث پر حجت پیش کی گئی مطلب یہ ہے کہ وہ تمہارا اعادہ کر کے تمہارے اعمال کا بدلہ دے گا۔ پس اس کی مخلصانہ عبادت کرو۔

ہدایت و اضلال اللہ کے پاس ہے:

آیت ۳۰: فَرِيقًا هَدٰى (بعض لوگوں کو تو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی ہے) وہ مسلمان ہیں وَفَرِيقًا (اور بعض پر) یعنی ایک فریق کو گمراہ کیا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ (گمراہی کا ثبوت ہو چکا ہے) وہ کافر ہیں اِنَّهُمْ (ان لوگوں نے) وہ گمراہ جس کے متعلق گمراہی ثابت ہو گئی۔ اتَّخَذُوا الشَّيْطٰنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (شیطانوں کو دوست بنایا اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر) یعنی مددگار وَيُحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ (اور خیال رکھتے ہیں کہ وہ راہ پر ہیں) یہ آیت بھی ہدایت و اضلال کے سلسلہ میں معتزلہ کے رد میں ہماری دلیل ہے۔

يَبْنِيْ اَدَمَ خُدُوًا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ

اے اولاد آدم! تم مسجد کی حاضری کے وقت اپنی آرائش لے لیا کرو اور کھاؤ اور پیو اور حد سے آگے مت بڑھو۔

اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝۳۱ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِي اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ

بے شک اللہ حد سے نکلنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ آپ فرما دیجئے اللہ نے اپنے بندوں کے لیے جو زینت نکالی ہے

وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ ۚ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً

اور جو کھانے پینے کی چیزیں پیدا فرمائی ہیں انہیں کس نے حرام قرار دیا، آپ فرما دیجئے کہ یہ چیزیں دنیاوی زندگی میں اہل ایمان کے لیے ہیں۔ قیامت کے

يَوْمِ الْقِيَمَةِ ۚ كَذٰلِكَ نَفِصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُوْنَ ۝۳۲

دن ان کے لیے خالص ہوں گی۔ ہم اسی طرح ان لوگوں کے لیے آیات بیان کرتے ہیں جو جانتے ہیں۔

زینت میں اسراف و تکبر سے بچو:

آیت ۳۱: یَبْنِيْ اَدَمَ خُدُوًا زِيْنَتَكُمْ (اے اولاد آدم تم اپنا لباس پہن لیا کرو) اپنی زینت کا لباس عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ (مسجد کی ہر حاضری کے وقت) جب بھی تم نماز ادا کرو۔ دوسرا قول زینت سے مراد کنگھی، خوشبو ہے مسنون یہ ہے کہ آدمی نماز کے لیے بہت اچھی حالت بنائے۔ کیونکہ نماز رب سے مناجات کا نام ہے پس زینت مستحب ہے اور عطر لگانا بھی جیسا کہ ستر و طہارت فرض ہے۔ وَكُلُوْا (اور خوب کھاؤ) گوشت اور چکناہٹ و اَشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا (اور پیو۔ اور حد سے مت نکو) حرام میں شروع ہو کر یا پیٹ بھرنے سے تجاوز نہ کرو۔ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ (بیشک اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے حد سے نکلنے والوں کو) حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جو چاہو پیو، جو چاہو کھاؤ، اور جو چاہو پہنو مگر دو باتوں سے بچو، اسراف اور تکبر سے۔

نکتہ: ہارون الرشید خلیفہ عباسی کا ایک نصرانی طبیب تھا۔ اس نے ایک دن علی بن حسین بن واقد کو کہا تمہاری کتاب میں علم طب کی کوئی چیز نہیں حالانکہ علم دو ہی ہیں۔ علم الابدان اور علم الادیان۔ تو علی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ساری طب اپنی کتاب کی آدمی آیت میں جمع کر دی اور وہ یہ ارشاد و کُلُوْا وَ اَشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ہے نصرانی طبیب کہنے لگا تمہارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے طب کی کوئی چیز مروی نہیں تو علی نے جواب دیا ہمارے رسول ﷺ نے چند الفاظ میں ساری طب جمع کر دی اور وہ آپ کا ارشاد ہے المعدة بيت الداء والحمية راس كل دواء واعط كل بدن ما عودته۔ (ابن حجر کہتے ہیں کہ میں نے یہ روایت نہیں پائی) (المقاصد ۳۸۹) تو نصرانی طبیب نے کہا پھر تو تمہاری کتاب اور تمہارے رسول نے جالینوس کے لیے طب نہیں چھوڑی۔

تمام حلال زینت مسلمان کے لئے ہے کافر کو تبعاً ملتی ہے:

آیت ۳۲: پھر استفہام انکاری کے طور پر حلال کو حرام قرار دینے پر فرمایا قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ (کہہ دیجئے۔ کس شخص نے حرام کیا ہے اللہ تعالیٰ کی اس زینت کو) یعنی کپڑے اور وہ تمام چیزیں جن سے آدمی خوبصورتی حاصل کرتا ہے۔ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ (جو اس نے اپنے بندوں کیلئے پیدا کی ہے) یعنی اس کی اصل جیسے روئی زمین سے اور ریشم کیڑوں سے وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ (اور کھانے پینے کی حلال چیزیں) لذیذ کھانے اور پینے کی اشیاء ایک قول یہ بھی ہے کہ جب وہ احرام باندھتے تو بکری اور جو بھی اس کے گوشت سے چربی اور دودھ نکلتا اس کو حرام قرار دیتے تھے۔ قُلْ هِيَ لِلَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا (آپ کہہ دیجئے۔ یہ چیزیں دنیوی زندگی میں ایمان والوں کے لئے ہیں) ان کے لیے خالص نہیں کیونکہ مشرکین ان چیزوں میں ان کے ساتھ شریک ہیں۔ خَالِصَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ (خالص ہوگی قیامت کے دن) ان کے ساتھ اور کوئی شریک نہ ہوگا۔ یہاں اس لئے یہ نہیں فرمایا لِلَّذِينَ آمَنُوا وَلِغَيْرِهِمْ تاکہ بتا دیا جائے کہ یہ اصل میں ایمان والوں کے لیے پیدا کی گئی ہیں اور کفار کو بطور تابع مل رہی ہیں۔

نحوی تراکیب:

خجوة: نمبر ۱: خالصة یہ مرفوع ہے نافع نے اسی طرح پڑھا اس صورت میں مبتداء ہے اور اس کی خبر للذین آمنوا ہے اور فی الحیوة الدنیا خبر کا ظرف ہے۔ یا نمبر ۲: خالصة یہ خبر ثانی ہے۔ نمبر ۳۔ مبتداء محذوف کی خبر ہے۔ دیگر قراء نے حال کی وجہ سے اس کو منصوب پڑھا ہے یہ اس ظرف کی ضمیر سے حال ہے جو ظرف کی خبر ہے ای ہی ثابتة للذین آمنوا فی الحیوة الدنیا فی حال خلوصہا یوم القیامة یعنی وہ ان لوگوں کے لئے ثابت ہے جو ایمان لائے اور دنیا کی زندگی میں اس حال میں کہ وہ خالص ہوگی قیامت کے دن کَذَلِكَ نَفْصِلُ الْاٰیٰتِ (اسی طرح ہم آیات کو صاف صاف بیان کرتے ہیں) ہم حلال و حرام کی تمیز کرتے ہیں۔ لَقَوْمٌ يَعْلَمُونَ (سمجھ داروں کیلئے) کہ اس کا کوئی شریک نہیں۔

قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ

”آپ فرما دیجئے کہ میرے رب نے فحش کاموں کو جو ظاہر ہوں اور جو چھپے ہوئے ہوں۔ اور گناہ کو اور ظلم کو جو ناحق ہوتا ہے حرام

الْحَقِّ وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنْزَلْ بِهِ سُلْطَانًا وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا

قرار دیا ہے اور اس بات کو حرام قرار دیا کہ اللہ کے ساتھ شرک کریں جس کی کوئی دلیل اللہ نے نازل نہیں فرمائی اور یہ بھی حرام قرار دیا کہ تم اللہ کے

تَعْلَمُونَ ۝ وَلِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ ۚ فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا

انہ کو باتیں لگاؤ جنہیں تم نہیں جانتے اور ہر امت کے لیے ایک وقت مقرر ہے سو جب انکی اجل آگئی تو اس سے ذرا دیر بھی پیچھے نہ نہیں گئے اور مقدم

يَسْتَقْدِمُونَ ۝ يَبْنِيْ اٰدَمَ اِمَامًا يَتِيْنُكُمْ رُّسُلٌ مِّنْكُمْ يَقْصُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيَاتِيْ

بھی نہ ہونگے، اے اولاد آدم! اگر تمہارے پاس میرے رسول آئیں جو تمہارے سامنے میری آیات بیان کریں

فَمَنْ اتَّقَىٰ وَأَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا

سو جس نے تقویٰ اختیار کیا اور اصلاح کی سو ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے۔ اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور ان سے

وَأَسْتَكْبَرُوا عَنْهَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝

تکبر کیا وہ لوگ دوزخ والے ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔“

تمام محرمات کی جڑ شرک و فواحش:

آیت ۳۳: قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ (آپ فرمادیں کہ میرے رب نے صرف فحش باتوں کو حرام کیا ہے) حمزہ نے ربی پڑھا ہے۔ الفواحش جس کی قباحت بہت زیادہ ہو۔ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ (جوان میں علانیہ ہیں اور وہ بھی جو پوشیدہ ہیں) ان میں جو پوشیدہ و علانیہ ہیں۔ وَالْإِثْمَ یعنی شرب خمر یا ہر گناہ وَالْبَغْيَ ظلم و تکبر بِغَيْرِ الْحَقِّ یہ بغی سے متعلق ہے۔ اور وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنْزَلْ بِهِ سُلْطَانًا نصب کی دلیل ہے گویا اس طرح فرمایا حرم الفواحش و حرم الشرك کہ اس نے حرام کیا فواحش اور حرام کیا شرک کو۔ يُنْزَلُ کو تخفیف کے ساتھ مکی، بھری نے پڑھا۔ اس میں تبکم ہے اس لئے کہ یہ بات جائز نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کے ہونے کی کوئی دلیل اتاری جائے۔ وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کے متعلق باتیں بناؤ اور تحریم کے جھوٹے افتراءات باندھو وغیرہ۔

کفار مکہ کو وعید:

۳۴: وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ (ہر گروہ کیلئے ایک میعاد معین ہے) وقت معین ہے جس میں ان پر استیصال والا عذاب آئے گا۔ اگر وہ ایمان نہ لائے اس میں اہل مکہ کیلئے مقرر وقت میں عذاب کے اترنے کی وعید ہے۔ جیسا کہ پہلی امتوں پر اُترا۔ فَاِذَا جَاءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ (جب ان کی میعاد معین پہنچے گی۔ اس وقت ایک ساعت نہ پیچھے ہٹ سکیں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے) اس کو ساعت سے مقید کیا گیا۔ مہلت میں سب سے قلیل وقت یہی استعمال کیا جاتا ہے۔

متقی اور اصلاح والے کو کوئی غم نہیں:

آیت ۳۵: يٰۤاَيُّهَا اٰدَمُ اِمَّا يٰٓتَيْنٰكَم (اے اولاد آدم اگر تمہارے پاس آئیں) اِمَّا يٰۤاَصْلٰٓءُ فَاِنَّ مَا هُوَ اِنْ شَرِيْطَةٍ مِّنْكُمْ (اے اہل ایمان! کیا تمہاری قوم میں سے ایسا نہیں ہے کہ اس کے فعل پر نون ثقیلہ یا نون خفیفہ لازم کیا جاتا ہے۔ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقْصُوْنَ عَلَيْكُمْ اِلٰی (پیغمبر جو کہ تم ہی میں سے ہونگے۔ جو میرے احکام تم سے بیان کریں گے) میری کتابیں تم پر پڑیں گے۔ یہ ہمہ یَقْصُوْنَ مَوْضِعَ رَفْعٍ مِّنْ رَّسُلٍ مِّنْكُمْ اِلٰی (پس جو شخص پر ہیز رکھے) یہ جواب شرط ہے اتقی کا معنی شر سے بچنا ہے۔ وَاَصْلَحَ (اور اصلاح و درق کرے) اَلْاٰلِیٰۤاِیْمٰنِیْنَ (پس ان پر نہ کچھ اندیشہ ہے اور نہ وہ غمگین ہونگے) بالکل۔ قراءت: یعقوب نے فَلَا خَوْفَ پڑھا ہے۔

مکذب و متکبر کا انجام:

آیت ۳۶: وَالَّذِیْنَ كَذَّبُوْا (اور جو لوگ جھوٹا بتلاویں گے) تَمَّیْۤاۤتٍ مِّنْ اٰیٰتِنَا وَاَسْتَکْبَرُوْا عَنْهَا (ہمارے ان احکام کو اور ان سے تکبر کریں گے) ان پر ایمان لانے سے بڑے بُرے اَوْلٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ فِیْہَا خٰلِدُوْنَ (وہ لوگ دوزخ والے ہونگے وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے)

فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ ۖ أُولَٰئِكَ يَنَالُهُمُ

”سو اس سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹا بیہان باندھے یا اس کی آیات کو جھٹلے۔ یہ وہ لوگ جنہیں ان کا کلمہ ہوا

نَصِيبُهُم مِّنَ الْكِتَابِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ ۖ قَالُوا

”ہم مل جائے گا۔ یہاں تک کہ جب ان کے پاس ہمارے فرستادہ ان کی جان قبض کرنے کے لیے آئیں گے تو وہ کہیں گے

أَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ ۖ قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا وَشَهِدُوا عَلَٰی

کہ وہ کہاں ہیں جنہیں تم اللہ کے سوا پکارا کرتے تھے۔ جواب میں کہیں گے کہ وہ سب ہم سے غائب ہو گئے اور اس وقت یہ لوگ اپنے بارے

أَنفُسِهِمْ أَنَّهُمْ كَانُوا كَافِرِينَ ۖ ۝۳۷ قَالَ ادْخُلُوا فِي أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ

میں اقرار کر لیں گے کہ ہم کافر تھے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہوگا کہ دوزخ میں ان جماعتوں کے ساتھ داخل ہو جاؤ جو جنات میں سے

مِّنَ الْجِنَّ وَالْإِنسِ فِي النَّارِ ۖ كُلَّمَا دَخَلَتْ أُمَّةٌ لَّعْنَتْ أُخْتَهَا ۖ حَتَّىٰ إِذَا

اور انسانوں میں سے تم سے پہلے ہو گئیں۔ جب ایک جماعت داخل ہوگی تو اپنی جیسی دوسری جماعت پر لعنت کرے گی۔ یہاں تک کہ جب

ادَّارَكُوا فِيهَا جَمِيعًا ۖ قَالَتْ أُخْرَاهُمْ لِأُولِهِمْ رَبَّنَا هَٰؤُلَاءِ أَضَلُّونَا

سب دوزخ میں جمع ہو جائیں گے تو پچھلے لوگ پہلے لوگوں کے بارے میں کہیں گے کہ اے ہمارے رب! ان لوگوں نے ہمیں گمراہ کیا

فَاتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ۚ قَالَ لِكُلِّ ضِعْفٌ وَلٰكِنْ لَا تَعْمُونَ ۝۳۸

لہذا انہیں خوب زیادہ بڑھتا چڑھتا دوزخ کا عذاب دیجئے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا کہ سب ہی کا دوگنا ہے لیکن تم جانتے نہیں ہو،

وَقَالَتْ أُولِهِمْ لِأَخْرَاهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فذُوقُوا الْعَذَابَ

اور جو پہلے لوگ تھے وہ پچھلے لوگوں سے کہیں گے کہ پھر تم کو ہم پر کوئی فضیلت نہیں۔ سو پچھلے لوگ عذاب

بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُونَ ۝۳۹

اپنے اعمال کے بدلے میں۔“

مفتری و مذبذب دوزخ کا ایندھن بنے گا:

آیت ۳۷: فَمَنْ أَظْلَمُ (پس ظلم میں اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہوگا) جس نے بہت زیادہ ظلم کیا۔ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ (جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے یا اس کی آیات کو جھوٹا بتائے) ان میں سے جو منسوب کرتے ہیں اللہ تعالیٰ

کے متعلق جو اس نے نہیں کیا یا اس نے اللہ تعالیٰ کی کہی ہوئی بات کو جھٹلادیا۔ اُولَئِكَ يَنَالُهُمْ نَصِيبُهُمْ مِّنَ الْكِتَابِ (ان لوگوں کے نصیب کا جو کچھ ہے وہ ان کو مل جائے گا) جو ان کے لیے رزق و عمر لکھے گئے حتیٰ اِذَا جَاءَهُمْ رُسُلُنَا (یہاں تک کہ جب ان کے پاس ہمارے فرشتے آئیں گے) موت کا فرشتہ اور اس کے معاونین حتیٰ یہ ان کا اپنا حصہ پانے اور پورا پورا حصہ پانے کی غایت کے لیے لایا گیا یہی وہ حتیٰ ہے جس کے بعد والا کلام ابتدائیہ ہوتا ہے۔ اور یہاں کلام جملہ شرطیہ ہے اور وہ: اِذَا جَاءَهُمْ رُسُلُنَا ہے يَتَوَفَّوْنَهُمْ (ان کی جان قبض کرنے) وہ ان کی روحوں کو قبض کرینگے یہ رسل سے حال ہے۔ اِی متوفیہم اس حال میں کہ وہ ان کی روحوں کو قبض کرنے والے ہونگے۔ قَالُوا اَيَّ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ (تو کہیں گے وہ جن کی تم عبادت کرتے تھے) اس میں مآ قرآنی رسم الخط میں این سے مل کر لکھا ہوا ہے مگر حق یہ ہے کہ اس کو جدا لکھا جائے۔ کیونکہ یہ موصولہ ہے اور معنی یہ ہے کہاں ہیں وہ معبود جن کی تم عبادت کرتے تھے؟ مِّنْ دُونِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر) وہ کہاں گئے تاکہ تمہارا دفاع کر سکیں۔ قَالُوا صَلُّوا عَلَیْہِمْ (وہ کہیں گے ہم سے سب غائب ہو گئے) وہ ہم سے غائب ہو گئے ہم انہیں دیکھ نہیں رہے۔ وَشَہِدُوا عَلَیْ اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ کَانُوْا کٰفِرِیْنَ (اور وہ اپنے کافر ہونے کا اقرار کرنے لگیں) وہ اپنے کفر کے سبب لفظ شہادت سے اعتراف کریں گے اور یہ لفظ شہادت قطعی خبر کے لیے آتا ہے۔

آیت ۳۸: قَالَ اَدْخُلُوْا (اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تم داخل ہو جاؤ) اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کفار کو فرمائیں گے کہ تم داخل ہو جاؤ۔ فِیْ اُمَمٍ (ان جماعتوں کے ساتھ) یہ موضع حال میں ہے یعنی اس حال میں کہ وہ بھی منجملہ ان امتوں میں سے ہونیوالے ہو جائیں جو ان کے مصاحب ہیں۔ قَدْ خَلَتْ (جو ہوئیں) گزریں مِّنْ قَبْلِکُمْ مِّنَ الْجِنَّ وَالْاِنْسِ (تم سے پہلے جنات اور انسانوں کی) جن و انس میں سے جو کافر ہوئے فِی النَّارِ (دوزخ میں) یہ اَدْخُلُوْا سے متعلق ہے۔ کُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ (جب بھی کوئی جماعت داخل ہوگی) آگ میں لَعْنَتْ اُخْتَهَا (اپنی جیسی دوسری جماعت کو لعنت کرے گی) دین میں ان کے ہمشکل یعنی جو ان کی اقتداء میں گمراہ ہوئے۔ حَتّٰی اِذَا رَکُّوْا فِیْہَا (یہاں تک کہ جب سب اس میں جمع ہو جائیں گے) یہ اصل میں تَدَارَکُوْا ہے آگ میں مل جاؤ اور جمع ہو جاؤ تاکہ دال سے بدلا اور ادغام کے لیے ساکن کر دیا پھر ہمزہ وصل اس پر داخل کر دیا۔ جَمِیْعًا یہ حال ہے قَالَتْ اُخْرَاهُمْ (پچھلے لوگ کہیں گے) مرتبہ کے لحاظ سے اور اس سے مراد پیروکار اور نیچے درجہ کے لوگ لَا وُلْہُمْ مرتبہ کے لحاظ سے اولیٰ، سردار، سربراہ ہیں۔ لَا وَاہم کا معنی لاجلہم ان کی خاطر ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے بات کر رہے ہونگے نہ کہ ان لوگوں سے۔ رَبَّنَا (اے ہمارے رب) اے ہمارے پروردگار ہُوْا لَاۤءِ اَصْلُوْنَا فَاتِہُمْ عَذَابًا ضِعْفًا (ہم کو ان لوگوں نے گمراہ کیا تھا۔ پس ان کو عذاب دو گنا دو) کُنَّا مِّنَ النَّارِ (دوزخ کا) قَالَ لِكُلِّ ضِعْفٌ (اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ سب ہی کو دو گنا ہے) قائدین کو گمراہ کرنے اور اغوا کر۔ کا اور پیروکاروں کو کفر اور اقتدائے کفر کا وَلٰکِنْ لَا تَعْلَمُوْنَ (لیکن تم کو خبر نہیں) کہ ہر فریق کے لیے کیا عذاب ہوگا۔

قراءت: ابوبکر نے لَا یَعْلَمُونَ پڑھا یعنی ہر فریق دوسرے فریق کے عذاب کی مقدار نہ جان سکے گا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰتِيْنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفْتَحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمٰوٰتِ

”بے شک جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور ان سے تکبر کیا ان کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے

وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰی يَلْبِغَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ۚ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي

اور نہ وہ جنت میں داخل ہوں گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ میں داخل ہو جائے۔ اور ہم ایسے ہی مجرموں کو

الْمُجْرِمِيْنَ ۚ ۞ لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَمِّنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ۚ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي

مزا دیتے ہیں۔ ان کے لیے دوزخ کا بچھونا ہوگا اور ان کے اوپر سے اوڑھنے کا سامان ہوگا اور ہم اسی طرح ظالموں کو

الظَّالِمِيْنَ ۚ ۞

بدلہ دیتے ہیں۔“

داخلہ جہنم کا ایک منظر:

آیت ۳۹: وَقَالَتْ اُولٰٓئِهٖمْ لَاٰخِرٰهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ (اور پہلے لوگ پچھلے لوگوں سے کہیں گے کہ پھر تم کو ہم پر کوئی فوقیت نہیں) نچلے درجہ کے لوگوں کو جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِلٰكُلِّ ضِعْفٍ (الاعراف - ۳۸) اس کے بعد یہ کلام لائے یعنی یہ بات ثابت ہو چکی کہ ہم عذاب کے بڑھائے جانے میں برابر کے حقدار ہیں۔ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ (پس تم بھی اپنے کردار کے بدلے میں عذاب کا مزا چکھتے رہو) تمہاری کمائی اور کفر کی وجہ سے اور یہ قائدین کا قول ہے جو نیچے درجہ والے لوگوں کو کہیں گے اس لیے فضل پر وقف نہیں یا ان تمام کو یہ کہا اس صورت میں فضل پر وقف ہے۔

کافروں کا جنت میں داخلہ اسی طرح ناممکن ہے جیسا سوئی کے ناکہ سے اونٹ کا گزرنا ناممکن ہے:

آیت ۴۰: اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰتِيْنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفْتَحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمٰوٰتِ (جو لوگ ہماری آیات کو جھوٹا بتلاتے ہیں اور ان سے تکبر کرتے ہیں ان کے لئے آسمانوں کے دروازے نہ کھولے جائیں گے) ان کو آسمانوں کی طرف چڑھنے کی اجازت نہ دی جائے گی تاکہ جنت میں وہ داخل ہو سکیں۔ کیونکہ جنت تو آسمانوں سے اوپر ہے۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ ان کا کوئی عمل صالح اوپر نہ چڑھے گا اور نہ ان پر برکت اترے گی ایک اور تفسیر یہ ہے کہ موت کے بعد ان کی ارواح آسمان کی طرف صعود نہ کریں گی۔

قرأت: تَفْتَحُ کو تخفیف کے ساتھ ابو عمرو نے پڑھا ہے اور یا اور تخفیف کے ساتھ حمزہ اور علی نے پڑھا ہے۔ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰی يَلْبِغَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ (اور وہ لوگ کبھی جنت میں نہ جائیں گے جب تک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ کے اندر سے نہ چلا جائے) یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ کے میں سے گزر جائے یعنی وہ جنت میں کبھی داخل نہ ہو سکیں گے کیونکہ اس بات کو

وَالَّذِينَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ اُولٰٓئِكَ اَصْحَابُ

”اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے ہم کسی جان کو مکلف نہیں بناتے مگر اس کی طاقت کے موافق، یہ لوگ جنت والے

الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿۴۲﴾ وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرٰی

ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور جو کچھ ان کے سینوں میں کدورت ہوئی ہم اسے نکال دیں گے۔ ان کے

مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ۚ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰنَا لِهٰذَا ۚ وَمَا كُنَّا

نیچے نہریں جاری ہوگی اور وہ کہیں گے کہ سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جس نے ہمیں یہاں پہنچا دیا۔ اور ہم

لِنَهْتَدٰی لَوْلَا اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ ۚ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلٌ رَّبِّنَا بِالْحَقِّ ۚ وَنُودُوْا اَنْ

راہ پانے والے نہ تھے اگر وہ ہم کو ہدایت نہ دیتا بلاشبہ ہمارے پاس ہمارے رب کے رسول حق کے ساتھ آئے اور ان کو آواز دی جائے گی کہ

تِلْکُمُ الْجَنَّةُ ۚ اُوْرِثْتُمْوهَا بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾

یہ جنت ہے جو تمہیں دی گئی ان اعمال کا بدلہ جو تم کیا کرتے تھے۔“

ناممکن سے معلق فرمایا۔ خیاط، مخیط سوئی کو کہتے ہیں۔ وَكَذٰلِكَ (ایسی ہی) اس رسوا کن بدلے کی طرح جو ہم نے بیان کیا۔ نَجْزِی الْمُجْرِمِیْنَ (ہم مجرمین کو سزا دیتے ہیں) یعنی کفار۔ اس کی دلیل تکذیب آیات اللہ اور استکبار آیات اللہ۔ جہنم کا حال:

آیت ۴۱: لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ (ان کے لئے آتش دوزخ کا بچھونا ہوگا) یعنی بستر و مَن فَوْقَهُمْ عَوَاشٍ (اور ان کے اوپر اسی کا اوڑھنا ہوگا) جمع غاشیة اوڑھناو کَذٰلِكَ نَجْزِی الظَّٰلِمِیْنَ (اور ہم ایسے ظالموں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں) انہیں کو ان کے کفر کی۔

ایمان والوں کا صلہ:

آیت ۴۲: وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے ہم کسی شخص کو اس کی وسعت سے زائد کوئی کام نہیں بتلاتے) اس کی طاقت کے مطابق۔ التکلیف ایسی چیز کو لازم کرنا جس میں مشقت ہو اُولٰٓئِكَ یہ مبتداء ہے اَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ۔ (ایسے لوگ جنت والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے) یہ خبر ہے۔ یہ سب مل کر الذین کی خبر ہے اور لا نکلف جملہ معترضہ ہے

آیت ۴۳: وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ (اور جو کچھ ان کے دلوں میں غبار تھا ہم اس کو دور کر دیں گے) وہ کینہ جو دنیا میں

انکے مابین تھا انکے مابین محبت و الفت باقی رہ جائے گی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے امید ہے کہ میں عثمان، طلحہ، زبیر رضی اللہ عنہم میں سے ہونگے۔ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ (ان کے نیچے نہریں جاری ہونگی) یہ ہم ضمیر سے حال ہے جو صدور ہم میں ہے اور اس میں اضافت کا معنی عامل ہے۔

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا (اور وہ لوگ کہیں گے اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ احسان ہے جس نے ہم کو اس مقام تک پہنچایا) اس لئے کہ اس میں عظیم کامیابی کا ذریعہ ہے اور وہ ایمان ہے وَمَا كُنَّا (مَا كُنَّا) شامی نے بغیر واؤ کے پڑھا ہے اس طور پر کہ یہ ماقبل کے لیے جملہ موصومہ ہے۔ لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللَّهُ (اور ہماری کبھی پہنچ نہ ہوتی اگر اللہ تعالیٰ ہم کو نہ پہنچاتے) لِنَهْتَدِيَ کلام تاکید نفی کے لیے لایا گیا ہے یعنی اگر اللہ تعالیٰ کی ہدایت نہ ہوتی تو ہمارا ہدایت یافتہ ہونا صحیح نہ ہوتا لولا کا جواب محذوف ہے اس پر اس کا ماقبل دلالت کر رہا ہے۔ لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلٌ رَبِّنَا بِالْحَقِّ (ہمارے رب کے پیغمبر سچی باتیں لے کر آئے تھے) پس ہم پر مہربانی ہوئی اور راہ کے بارے میں انہوں نے خبردار کیا تو ہم نے راہ پالی یہ بات جو کچھ انہوں نے پایا اس پر خوش ہو کر اور جو ان کے دل میں تھا ظاہر کرنے کے لئے کہیں گے وَنُودُوا أَنْ تِلْكَ الْجَنَّةُ (اور ان کو پکار کر کہا جائے گا کہ یہ جنت ہے)

نَحْمُ: یہ ان مخففہ من المشقلہ ہے اور اس کا اسم محذوف ہے اور اس کے بعد والا جملہ اس کی خبر ہے تقدیر عبارت یہ ہے نودوا انه تِلْكَ الْجَنَّةُ ان کو آواز دی جائے گی شان یہ ہے کہ یہ وہی جنت ہے ہضمیر شان ہے یا پھر ان کے معنی میں ہے گویا ان کو کہا جائے گا یہ جنت ہے اَوْرْتُمُوَهَا (تم کو دی گئی ہے) جو تمہیں عطا کی گئی یہ اور تسم جنت سے حال ہے اور اس میں عامل تِلْكَ اسم اشارہ کا معنی ہے بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ (تمہارے اعمال کے بدلے) نکتہ: جنت کو میراث کہا اس لئے کہ جنت عمل سے نہیں ملتی بلکہ وہ محض فضل ہے جس کا وعدہ اس نے طاعات پر فرمایا جیسا کہ میت کی میراث کسی شی کا بدلہ نہیں۔ بلکہ وہ خالص صلہ رحمی کا تقاضا ہے۔

شیخ ابو منصور رحمہ اللہ کا فرمان:

شیخ ابو منصور رحمہ اللہ کا فرمان ہے معتزلہ نے اللہ تعالیٰ کی مخالفت کی جو اس نے خبر دی اور اس کی بھی مخالفت کی جو نوح علیہ السلام اور اہل جنت نے اطلاع دی اور اہل نار نے جہنم میں پہنچ جانے کے بعد اطلاع دی اور جو ابلیس نے دربار الہی میں کہا۔ نمبر ۱۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: يُضِلُّ اللَّهُ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ ط (المدثر: ۳۱) نمبر ۲۔ فرمان نوح علیہ السلام: وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِي إِنْ أَرَدْتُ أَنْ أَنْصَحَ لَكُمْ إِنْ كَانَ اللَّهُ يُرِيدُ أَنْ يُغْوِيَكُمْ ط (ہود: ۳۳) نمبر ۳۔ اہل جنت کا قول: وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللَّهُ ط (اعراف: ۴۳) نمبر ۴۔ اہل نار کا قول: لَوْ هَدَانَا اللَّهُ لَهْدَيْنَاكُمْ ط (ابراہیم: ۲۱) نمبر ۵۔ فِيمَا أَغْوَيْتَنِي ط (الاعراف: ۱۶)

وَنَادَىٰ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ أَصْحَابَ النَّارِ أَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا

”اور جنت والے دوزخ والوں کو پکاریں گے کہ ہمارے رب نے تم سے وعدہ فرمایا تھا وہ ہم نے حق پایا

فَهَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ۖ قَالُوا نَعَمْ ۖ فَاذْنِ مُؤَدِّنَ بَيْنَهُمَا ۖ

سو کیونکہ تم نے بھی اسے حق پایا جو تمہارے رب نے تم سے وعدہ فرمایا تھا وہ کہیں گے کہ ہاں! پھر ایک اعلان کرنے والا ان کے درمیان اعلان کریگا کہ

لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ ﴿٤٤﴾ الَّذِينَ يَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَيَبْغُونَهَا عِوَجًا ۖ

اللہ کی لعنت ہو ظالموں پر جو اللہ کی راہ سے روکتے تھے اور اس میں کجی تلاش کرتے تھے

وَهُمْ بِالْآخِرَةِ كَافِرُونَ ﴿٤٥﴾

اور وہ لوگ آخرت کے منکر تھے۔"

اہل جنت و اہل نار کی گفتگو:

آیت ۴۴: وَنَادَىٰ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ أَصْحَابَ النَّارِ أَن قَدْ وَجَدْنَا (اور اہل جنت اہل دوزخ کو پکاریں گے کہ ہم سے جو ہمارے رب نے وعدہ فرمایا تھا ہم نے اس کو واقع کے مطابق پایا) اَنْ مَخْفَفٍ مِّنَ الْمَثَقَلِ ہے یا اَنْ مَفْسَرٍ ہے اسی طرح اِنْ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِیْنَ میں اَنْ ہے مَا وَعَدْنَا رَبُّنَا یعنی ثواب کا حَقُّ اِیہ حال ہے فَهَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ (پس کیا تم سے جو تمہارے رب نے وعدہ کیا تھا تم نے بھی اس کو پایا) یعنی عذاب حَقًّا (واقع کے مطابق) تقدیر عبارت وعد کم ربکم ہے کم کو سابقہ دلالت کی وجہ سے حذف کر دیا جو کہ وعدنا ربنا میں پائی جاتی ہے یہ بات اہل جنت اہل نار کو بطور ثنات کہیں گے اور اللہ کی نعمتوں کے اعتراف کے طور پر ذکر کریں گے قَالُوا نَعَمْ (وہ کہیں گے ہاں)

قراءت: علی نے قرآن میں جہاں بھی آیا ہے نِعَم پڑھا ہے۔ فَأَذَّنَ مُؤَذِّنٌ بَيْنَهُمْ (پھر ایک منادی دونوں کے درمیان پکارے گا) ایک منادی آواز دے گا اور جس آواز کو اہل جنت اور اہل نار تمام سنیں گے اور وہ منادی فرشتہ ہوگا اِنَّ لَّعْنَةَ اللّٰهِ عَلٰی الظّٰلِمِيْنَ (کہ اللہ تعالیٰ کی مار ہو ان ظالموں پر)

وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ ۚ وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمَاهُمْ ۚ وَنَادُوا

”اور دونوں کے درمیان پردہ ہوگا اور اعراف پر بہت سے لوگ ہوں گے جو ہر ایک کو اس کی نشانی سے پہچانتے ہوں گے اور وہ

أَصْحَابُ الْجَنَّةِ أَنْ سَلَّمَ عَلَيْكُمْ ۖ لَمْ يَدْخُلُوهَا وَهُمْ يَطْمَعُونَ ۚ ۝۴۷

جنت والوں کو پکار کر کہیں گے کہ تم پر سلام ہو۔ یہ لوگ جنت میں داخل نہ ہوئے ہوں گے اور امید کر رہے ہوں گے اور جب ان

أَبْصَارُهُمْ تَلْقَا أَصْحَابِ النَّارِ ۖ قَالُوا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ

کی نظریں دوزخ والوں کی طرف پھیر دی جائیں گی تو کہیں گے کہ اے ہمارے رب! ہمیں ظالم قوم کے ساتھ شامل

الظَّالِمِينَ ۚ ۝۴۸ وَنَادَىٰ أَصْحَابُ الْأَعْرَافِ رِجَالًا يَعْرِفُونَهُمْ بِسِيمَاهُمْ

نہ فرمائیے۔ اور اعراف والے بہت سے آدمیوں کو پکاریں گے جنہیں وہ ان کی نشانی سے پہچانتے ہوں گے

قَالُوا مَا آغَيْنَاكَ بِكُمْ جَمْعَكُمْ وَمَا كُنْتُمْ تُسْتَكْبِرُونَ ۚ ۝۴۹ أَهَؤُلَاءِ الَّذِينَ

کہ تمہارے کام نہ آئی تمہاری جماعت اور نہ تمہارا تکبر کرنا۔ کیا یہ وہی لوگ ہیں

أَقْسَمْتُمْ لَا نَالَهُمُ اللَّهُ بِرَحْمَةٍ ۖ أَدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَا أَنْتُمْ

جن کے بارے میں تم نے قسم کھا کر کہا تھا کہ اللہ ان پر رحمت نہیں فرمائے گا انکو یوں علم ہو گیا کہ داخل ہو جاؤ جنت میں تم پر کوئی خوف نہیں اور نہ تم

تَحْزَنُونَ ۚ ۝۵۰

رنجیدہ ہو گے۔“

اہل اعراف کمزور مومن:

آیت ۴۶: وَبَيْنَهُمَا (اور ان دونوں کے درمیان) جنت و دوزخ کے درمیان یا فریقین کے درمیان حِجَاب (ایک آڑ ہوئی) یہ ۱۰۰ یوار ہے جس کا تذکرہ ارا ارشاد میں ہے فَضْرَبَ بَيْنَهُمُ بَسُورًا (الحديد ۱۳) وَعَلَى الْأَعْرَافِ (اور اعراف کے اوپر) حِجَاب کی دیوار پر یہ جنت و دوزخ کے درمیان والی دیوار ہے وہ ان دونوں سے بلند ہے اعراف جمع عرف یہ دراصل عرف الفرس اور عرف الدیک سے بطور استعارہ لیا گیا ہے۔ رِجَالٌ (بہت سے آدمی ہونگے) یہ بچے کھچے مسلمان ہونگے یا جنت میں آخر میں داخل ہونے والے مسلمان جن کے گناہ اور نیکیاں برابر ہوں گی۔ یا وہ جن کے ماں باپ ان سے راضی نہ ہونگے۔ یا مشرکین کے نابالغ بچے يَعْرِفُونَ کُلًّا (وہ لوگ ہر ایک کو پہچانیں گے) یعنی جو سعداء اور اشرقیاء کے گروہ سے ہونگے بِسِيمَاهُمْ

(ان کی علامات سے) ان کی علامت سے ایک قول یہ بھی ہے کہ مؤمنین کی علامت چہرے کی سفیدی اور تروتازگی اور کفار کی علامت چہرے کی سیاہی اور آنکھوں کی نیل گوئی و نَادُوا (وہ پکار کر کہیں گے) یعنی اعراف والے أَصْحَابِ الْجَنَّةِ اَنْ سَلَّمَ عَلَيْكُمْ (اہل جنت کو سلام علیکم) تم پر سلام ہو یا اَنْ بِمَعْنَى اِی سلام گویا یہ ان کی طرف سے اہل جنت کو مبارک باد دی جائے گی لَمْ يَدْخُلُوْهَا (ابھی یہ اہل اعراف جنت میں داخل نہیں ہوئے ہونگے) یعنی صاحب اعراف یا یہ جملہ مستانفہ ہے اس کا محل اعراب نہیں گویا کسی نے اصحاب اعراف کے بارے میں سوال کیا تو اس کو جواب دیا گیا لَمْ يَدْخُلُوْهَا وہ اس میں داخل نہیں ہوئے وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ (وہ اس کے امیدوار ہونگے) اس میں داخلے کے۔ نمبر ۲۔ اس جملہ کا محل اعراب ہے اس صورت میں یہ رجال کی صفت ہے اور مرفوع ہے۔

آیت ۴۷: وَ اِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ (اور جب ان کی نگاہیں جا پڑیں گی) اصحاب اعراف کی آنکھیں اور اس میں یہ بھی ہے کہ کوئی پھیرنے والا ان کی آنکھوں کو ادھر ادھر پھیر دے تاکہ وہ جہنم کو دیکھ کر استعاذہ کریں۔ تِلْقَاءَ (کی طرف) طرف۔ یہ طرف ہے أَصْحَابِ النَّارِ (اہل دوزخ) وہ اس میں جو عذاب ہونگے اس کا ملاحظہ کریں گے۔ قَالُوا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ (تو کہیں گے اے ہمارے رب ہم کو ان ظالم لوگوں کے ساتھ شامل نہ کیجئے) وہ اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کریں گے اور اس کی رحمت کی طرف رجوع کریں گے کہ وہ ان کو اہل نار کے ساتھ نہ کرے بلکہ ان کے ساتھ سے بچائے۔

اہل اعراف کا کفار سے کلام:

آیت ۴۸: وَ نَادَى اَصْحَابُ الْاَعْرَافِ رَجَالًا (اور اصحاب اعراف بہت سے آدمیوں کو پکاریں گے) رجال سے سرداران کفار مراد ہیں۔ يَعْرِفُوْنَهُمْ بِسِمَتِهِمْ قَالُوا مَا اَغْنٰی عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ (جن کو علامات سے پہچانیں گے۔ کہیں گے تمہاری جماعت تمہارے کچھ کام نہ آئی) مال۔ کثرت اجتماع مانافہ ہے۔ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ (اور نہ تمہارا اپنے کو بڑا سمجھنا) حق کے سلسلہ میں تمہارا تکبر اور لوگوں کے سلسلے میں تمہارا تکبر۔ پھر وہ انہیں کہیں گے۔

آیت ۴۹: اَهْلُوْا اِلَی الدِّیْنِ (کیا یہ وہی ہیں جن کے متعلق) یہ مبتداء ہے الدِّیْنِ، یہ مبتداء مضمر کی خبر ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے اهلؤلاء هم الذين اقسمتم کیا یہی وہ لوگ ہیں جن کے متعلق قسمیں اٹھاتے تھے۔ اَقْسَمْتُمْ (تم قسمیں کھا کر کہا کرتے تھے) تم نے دنیا میں قسمیں اٹھائیں۔ اهلؤلاء کا مشار الیہ فقراء مؤمنین ہیں۔ جیسے صہیب و سلمان رضی اللہ عنہما لَا يَنْتَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ (کہ ان پر اللہ تعالیٰ رحمت نہ کرے گا) یہ اقسمتم کا جواب ہے یہ الذین کے صلہ میں داخل ہے تقدیر عبارت یہ ہے تم ان کے متعلق قسمیں اٹھاتے تھے کہ ان کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے نہ نوازیں گے۔ یعنی ان کو جنت میں داخل نہ کریں گے ان کے فقر کی وجہ سے ان کو حقیر قرار دیتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ اصحاب اعراف کو فرمائیں گے۔ اَدْخُلُوا الْجَنَّةَ (ان کو یوں حکم ہوگا کہ تم جنت جاؤ) یہ فریقین کو ملاحظہ کرنے اور ان کے نشانات سے ان کو پہچاننے کے بعد ہوگا۔ اور ان تمام مکالموں کے بعد جو ان کے مابین ہونگے۔ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَا اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ (تم کو نہ کچھ اندیشہ ہے اور نہ تم مغموم ہونگے)

وَنَادَىٰ أَصْحَابُ النَّارِ أَصْحَابَ الْجَنَّةِ أَنْ أَفِضُوا عَلَيْنَا مِنَ الْمَاءِ أَوْ مِمَّا

”اور دوزخ والے جنت والوں کو آواز دیں گے کہ ہمارے اوپر کچھ پانی بہا دو یا ان نعمتوں میں سے جو اللہ نے تمہیں

رَزَقَكُمُ اللَّهُ ۖ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ مِمَّا عَلَى الْكَافِرِينَ ۝۵۱ الَّذِينَ اتَّخَذُوا

دی ہیں، وہ جواب میں کہیں گے کہ بلاشبہ اللہ نے ان دونوں کو کافروں پر حرام کر دیا ہے، جنہوں نے اپنے دین کو

دِينَهُمْ لَهُوًّا وَلِعِبَاءً وَغَرَّتَهُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا ۖ فَالْيَوْمَ نَنسِفُهُمْ كَمَا نَسَوُا

لہو و لعب بنایا اور انہیں دنیا والی زندگی نے دھوکہ دیا، سو آج ہم انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیں گے جیسا کہ وہ آج کے دن کی

لِقَاءَ يَوْمِهِمْ هَٰذَا ۖ وَمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَجْحَدُونَ ۝۵۲ وَلَقَدْ جِئْنَاهُمْ بِكِتَابٍ

ملاقات کو بھول گئے اور جیسا کہ وہ ہماری آیات کا انکار کرتے تھے، اور اس میں شک نہیں کہ ہم نے انہیں ایسی کتاب دی ہے

فَصَلَّنَاهُ عَلَىٰ عِلْمٍ هُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۝۵۳ هَلْ يَنْظُرُونَ

جسے علم کے مطابق کھول کر بیان کر دیا جو ہدایت ہے اور رحمت ہے ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں۔ یہ لوگ بس اس انتظار میں ہیں

إِلَّا تَأْوِيلَهُ ۖ يَوْمَ يَأْتِي تَأْوِيلُهُ يَقُولُ الَّذِينَ نَسَوْهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ

کہ اس کا انجام ان کے سامنے آجائے۔ جس دن اس کا انجام سامنے آئے گا تو وہ لوگ کہیں گے جو اس کو پہلے بھول گئے تھے کہ

جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۖ فَهَلْ لَنَا مِنْ شُفْعَاءَ فَيَشْفَعُوا لَنَا أَوْ نُرَدُّ

ہمارے رب کے پیغمبر حق لے کر آئے۔ سو کیا ہمارے لیے سفارش کرنے والے ہیں جو ہمارے لیے سفارش کریں یا ہم واپس

فَنَعْمَلْ غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ ۖ قَدْ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا

لوٹا دیئے جائیں سو ہم اس عمل کے علاوہ عمل کریں جو کیا کرتے تھے، ان لوگوں نے اپنی جانوں کو تباہی میں ڈالا اور جو کچھ افتراء پروازی

كَانُوا يَفْتَرُونَ ۝۵۴

”کیا کرتے تھے وہ سب بیکار چلی گئی۔“

اہل جنت و اہل نار کا مکالمہ:

آیت ۵۰: وَنَادَىٰ أَصْحَابُ النَّارِ أَصْحَابَ الْجَنَّةِ أَنْ أَفِضُوا عَلَيْنَا مِنَ الْمَاءِ (اور دوزخ والے جنت والوں کو پکاریں گے۔ کہ ہمارے اوپر تھوڑا پانی ہی ڈال دو) اُن مفسرہ ہے اس میں یہ بھی دلیل ہے کہ جنت آگ سے بلند ہے۔ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ

اللّٰهُ (یا اور ہی کچھ دے دو جو اللہ تعالیٰ نے تم کو دے رکھا ہے) ان کے علاوہ مشروبات کیونکہ اضافت کے حکم میں یہ بھی داخل ہے یا ہم پر ڈالو جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تمہیں رزق طعام و پھلوں کی اقسام میں سے دیا ہے پھر یہ علفیہا تنبا و ماءً بارداً کی قسم میں سے ہے۔ یعنی ماء سے سقیتہا کا فعل محذوف ہے۔

سوال: قبولیت سے ناامیدی کے باوجود یہ سوال کیوں کریں گے؟

جواب: حیران و پریشان وہ بات کرتا ہے جس میں اس کا فائدہ ہو اور ایسی بات بھی اس کے منہ سے نکلتی ہے جو بے فائدہ ہو۔
قَالُوا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلٰی الْكَافِرِيْنَ (جنت والے کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے دونوں چیزوں کو کافروں کیلئے منع کر رکھا ہے) اس تحریم کا معنی منع کرنا اور روکنا ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے۔ وحرّمنا علیہ المراضع (القصص ۱۲)
منحور: یہاں وقف ہوگا اگر اس کے مابعد الذین کو مرفوع یا منصوب بطور مذمت کے مانا جائے۔ اگر الذین کو مجرور مانیں تو الکافرین پر وقف نہیں ہوگا۔ بلکہ اگلا جملہ اس کی صفت بن جائے گا۔

بڑے اسبابِ دوزخ دین کا مذاق اڑانا اور طولِ بقاء کا دھوکا:

آیت ۵۱: الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا (جنہوں نے دنیا میں اپنے دین کو لہو و لعب بنا رکھا تھا) پس انہوں نے جو چاہا حرام و حلال کیا یا ان کا دین ان کی عید تھی۔ وَغَرَّتْهُمْ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا (اور جن کو دنیوی زندگی نے دھوکہ میں ڈال رکھا تھا) وہ طولِ بقاء سے دھوکہ میں رہے۔ فَالْيَوْمَ نُنَسِّهُمْ (پس ہم بھی آج کے روز ان کا نام نہ لیں گے) ہم ان کو عذاب میں چھوڑیں گے۔ كَمَا نَسُوا لِقَاءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا وَّمَا كَانُوْا بِاٰیٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ (جیسا انہوں نے اس دن کا نام نہ لیا اور جیسا ہی ہماری آیات کا انکار کیا کرتے تھے) یعنی ان کے بھلانے اور شدید انکار کی طرح۔

موجودین کی طرف روئے سخن:

آیت ۵۲: وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ (اور ہم نے ان کے پاس ایک ایسی کتاب پہنچادی جس کو ہم نے بہت ہی واضح کر کے بیان کر دیا ہے) ہم نے اس کے حلال و حرام اور مواعظ و قصص کو الگ الگ بیان کیا۔ عَلٰی عِلْمٍ هٰدٍ وَّرَحْمَةٍ (اپنے علم کامل سے جو ذریعہ ہدایت و رحمت ہے) یہ فَصَّلْنٰہُ کی ضمیر سے حال ہے جس طرح عَلٰی عِلْمٍ اس کی ضمیر مرفوع سے حال ہے۔ لَقَوْمٌ يُؤْمِنُوْنَ (ایمان والوں کیلئے)

یہ ضد کی وجہ سے آخری نتیجہ کے منتظر ہیں:

آیت ۵۳: هَلْ يَنْظُرُوْنَ (ان کو کسی چیز کا انتظار نہیں) وہ صرف انتظار کرتے ہیں۔ اِلَّا تَاْوِيْلُهُ (صرف اس کے اخیر نتیجہ کا انتظار ہے) مگر اس کے معاملہ کا انجام و نتیجہ اور وہ باتیں جن سے ان کا صدق واضح ہو اور جو وعدہ و وعید کئے گئے ان کا صحیح طور پر ظہور ہو۔ يَوْمَ يَأْتِي تَاْوِيْلُهُ بِقَوْلِ الَّذِينَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ (جس دن اس کا آخری نتیجہ سامنے آئے گا اس روز جو لوگ اس کو پہلے سے بھولے ہوئے تھے) اس کو چھوڑا اور اس سے اعراض اختیار کیا۔ قَدْ جَاءَتْ رُسُلٌ بِالْحَقِّ (یوں کہنے لگیں گے کہ واقعی

اِنَّ رَبَّكُمْ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ

”بے شک تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو چھ ۶ دن میں پیدا فرمایا۔ پھر

اَسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ فَ یُعْشِی الْیَلَّ النَّهَارَ یَطْلُبُهُ حَثِیثًا ۝ وَالشَّمْسُ

عرش پر استواء فرمایا، ڈھانپ دیتا ہے رات سے دن کو، رات اسے طلب کر لیتی ہے جلدی سے، اور پیدا فرمایا چاند کو اور سورج کو

وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ مُسَخَّرٰتٍ بِاَمْرِہٖ ۝ اِلَّا لَہُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ۝ تَبٰرَکَ اللّٰهُ

اور ستاروں کو اس حال میں کہ اس کے حکم سے وہ مسخر ہیں خبردار! پیدا فرمانا اور حکم دینا اللہ ہی کے لیے خاص ہے بابرکت ہے اللہ

رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

جو سارے جہانوں کا رب ہے۔“

ہمارے رب کے پیغمبر سچی سچی باتیں لاتے تھے (یعنی واضح ہوا اور سچ ثابت ہوا کہ وہ حق لے کر آئے تھے مگر انہوں نے اقرار ایسے وقت کیا جب کہ ان کو اقرار کا فائدہ نہیں۔

اہل ناریکی بیکار تمنا میں:

فَہَلْ لَّنَا مِنْ شُفْعَآءَ فِیْشَفَعُوْا لَنَا (پس اب کیا ہمارا کوئی سفارشی ہے جو ہماری سفارش کر دے)۔

مَنْحُومٌ: یہ استفہام کا جواب ہے۔ اُوْنُرُدُّ (کیا ہم پھر واپس بھیجے جاسکتے ہیں) یہ جملہ ماقبل پر عطف ہے اور استفہام کے تحت داخل ہے گویا اس طرح کہا گیا فہل لنا من شفعاۃ اوہل نرد؟ کیا ہمارا کوئی سفارشی ہے کیا ہمیں واپس کیا جاسکتا ہے۔ نُرُدُّ مرفوع ہے کیونکہ ایسے موقع پر واقع ہے جو اسم بننے کی صلاحیت رکھتا ہے جیسے کہ وہل یضرب زید؟ یا اس کا عطف اس تقدیر پر ہے۔ هل یشفع لنا شافع اوہل نرد؟ فَنَعْمَلْ (تاکہ ہم ان اعمال کے جن کو ہم کیا کرتے تھے) یہ بھی استفہام کا جواب ہے۔ غَیْرِ الَّذِیْ کُنَّا نَعْمَلُ قَدْ خَسِرُوْا اَنْفُسَہُمْ وَضَلَّ عَنْہُمْ مَّا کَانُوْا یَفْتَرُوْنَ (بیشک ان لوگوں نے اپنے کو خسارہ میں ڈال دیا اور یہ جو جو باتیں تراشتے تھے سب گم ہو گیا) یعنی جن بتوں کی وہ عبادت کرتے تھے۔

تخلیق ارض و سماء:

آیت ۵۴: اِنَّ رَبَّکُمْ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ (بیشک تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے سب آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کیا) اس کی مراد آسمان و زمین اور ان کے مابین جو کچھ ہے اس کی تفصیل سورہ حم سجدہ میں فرمائی۔ یعنی نمبر ۱: اتوار سے جمعہ تک۔ نمبر ۲: ملائکہ کے اعتبار سے آہستہ آہستہ۔ نمبر ۳: یہ بتلانے کے لیے کہ معاملات میں تدریج ہے۔ نمبر ۴: اور اس لئے بھی کہ ہر کام کے لیے ایک دن ہے۔ نمبر ۵: اور اس لئے بھی کہ ایک چیز کا دوسری چیز کے بعد بنانا یہ زیادہ

ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُضْيَةً ۖ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ۝ ٥٠ وَلَا تُفْسِدُوا

تم اپنے رب کو پکارو عاجزی کے ساتھ اور چپکے چپکے بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان کو ناپسند فرماتا ہے جو حد سے آگے بڑھنے والے ہیں اور فساد نہ کرو

فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا وَادْعُوهُ خَوْفًا وَطَمَعًا ۚ إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ

زمین میں اس کی اصلاح کے بعد، اور پکارو اپنے رب کو ڈرتے ہوئے اور امید رکھتے ہوئے۔ بے شک اللہ کی رحمت اچھے کام

مِّنَ الْمُحْسِنِينَ ۝ ٥١

کرنیوالوں سے قریب ہے۔

دلالت کرتا ہے کہ اس کا بنانے والا عالم۔ مدبر، اور متصرف و مختار کل ہے۔ اور وہ ان چیزوں کو اپنی مرضی سے چلاتا ہے۔ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ (پھر عرش پر قائم ہوا) متمکن ہوا۔ استیلاء کی اضافت عرش کی طرف کی اگرچہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوق پر مستولی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عرش تمام مخلوقات میں سب سے بڑی مخلوق ہے اور سب سے بلند ہے۔ فرقہ مشبہ کی تفسیر عرش کے متعلق چار پائی اور تخت سے اور الاستواء کی تفسیر استقرا سے محض باطل ہے کیونکہ ذات باری تعالیٰ عرش سے قبل بھی لامکان تھے اور اب بھی لامکان ہیں جیسے پہلے تھے۔ اس لیے کہ تغیر و تبدل تو اکوان کی صفات میں سے ہے۔

استواء کے متعلق فرمان اتم:

امام جعفر، حسن بصری، امام ابو حنیفہ، امام مالک رحمہم اللہ سے منقول ہے: ان الاستواء معلوم۔ والکیف فیہ مجهول والایمان بہ واجب والجحود بہ کفر والسنوال عنہ بدعة ان ائمہ سے مروی ہے کہ استواء معلوم ہے کیفیت مجہول ہے اور اس پر ایمان لانا واجب اور اس کا انکار کفر اور اس کے متعلق سوال بدعت ہے۔ یَغِشِي اللَّيْلَ النَّهَارُ (وہ چھپا دیتا ہے رات سے دن کو)۔

قراءت: حمزہ، علی، ابوبکر نے یغشی پڑھا ہے۔ یعنی رات دن کو آملتی ہے اور دن رات کو جاملتا ہے۔ يَطْلُبُهُ حَشِيثًا (اس طور پر کہ وہ رات دن کو جلدی سے آلیتی ہے) یہ لیل سے حال ہے یعنی جلدی۔ طالب اصل میں لیل ہے۔ گویا وہ اپنی تیز روی کی وجہ سے دن کو ڈھونڈ رہی ہے۔ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ (اور سورج اور چاند اور دوسرے ستاروں کو پیدا کیا) یعنی اس نے سورج چاند ستاروں کو بنایا۔ مُسَخَّرَاتٍ بِأَمْرِهِ (اس طرح کہ وہ اس کے حکم کے تابع ہیں) یہ حال ہے یعنی اس حال میں کہ وہ تابع ہیں قراءت شامی نے مسخرات کو ضمہ سے پڑھا ہے اور الشمس بجمع معطوفات مبتداء اور یہ اس کی خبر ہے۔ بِأَمْرِهِ وہ تکوینی حکم ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا ہی اپنے حکم کے تابع کیا تو فرمایا: أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ (یاد رکھو اللہ تعالیٰ ہی کیلئے خالق ہونا اور حکم ہونا ہے) یعنی وہی ذات ہے جس نے چیزوں کو پیدا کیا اور اختیار بھی اس کا ان پر چلتا ہے۔

تَبَرُّكَ اللَّهُ (اللہ تعالیٰ بڑی خوبیوں والے ہیں) اس کی مہربانیوں کی کثرت ہے یا بھلائیاں دائمی ہیں۔ یہ برکت سے لفظ

بنا ہے۔ نمو کو کہتے ہیں۔ یا البروک سے ہے جس کا معنی قائم و ثابت رہنا ہے البرکۃ اسی سے ہے رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ (جو تمام عالم کے پروردگار ہیں)

پکارنے کا حکم، مگر حد سے تجاوز کی ممانعت:

آیت ۵۵: اَدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَ خُفْیَةً (تم اپنے رب سے دعا کیا کرو گڑ گڑا کر اور چپکے چپکے بھی) یہ دونوں حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں یعنی عاجزی والا اور پوشیدگی والا۔ التضرع یہ تفعل کا وزن ہے الضرعہ سے بنا ہے اور وہ عجز و ذلت کو کہتے ہیں یعنی گڑ گڑا کر اور مسکینی ظاہر کر کے حضور ﷺ نے فرمایا تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے ہو۔ بلکہ تم سمیع و قریب کو پکار رہے ہو۔ وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں بھی ہو۔ (بخاری ۴۳۸۴، مسلم ۲۷۰۴) حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ پوشیدہ اور علانیہ پکار نے میں سترگنا کافرق ہے۔ اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ (بیشک وہ ان کو ناپسند کرتے ہیں جو حد سے نکل جائیں) ہر وہ چیز جس کا حکم دیا گیا دعا وغیرہ اس میں تجاوز کرنے والے۔ ابن جریج کا قول ہے کہ دعا کے لئے آواز بلند کرنے والے اور ابن جریج کا قول ہے دعا میں چیخا مکروہ اور بدعت ہے اور یہ بھی قول ہے اعتداء فی الدعا سے مراد دعا کو لمبا کرنا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ عنقریب کچھ لوگ ہونگے جو دعائیں حد سے تجاوز کریں گے حالانکہ آدمی کو اس طرح کہنا کافی ہے۔ اللّٰھم انی اسئلك الجنة و ما قرب الیہا من قول و عمل۔ و اعوذ بك من النار و ما قرب الیہا من قول و عمل پھر آپ نے یہ آیت۔ اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ تک تلاوت فرمائی۔ (ابوداؤد۔ ۱۳۸۰)

شرک و معصیت فساد ہے:

آیت ۵۶: وَلَا تُفْسِدُوا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِہَا (اور دنیا میں درستی کے بعد فساد مت پھیلاؤ) نمبر ۱: اطاعت کے بعد معصیت کر کے۔ نمبر ۲: توحید مان کر شرک کر کے نمبر ۳۔ عدل کے بعد ظلم کر کے۔ وَاذْعُوْهُ خَوْفًا وَ طَمَعًا (اور تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے اور امید رکھتے ہوئے) یہ دونوں حال ہیں۔ نمبر ۱۔ یعنی عمل کے رد ہو جانے کا خوف اور قبولیت کی طمع ہو۔ نمبر ۲۔ آگ کا خوف اور جنت کی طمع ہو۔ نمبر ۳۔ فراق کا ڈر اور ملاقات کی طمع ہو۔ نمبر ۴۔ عاقبت کے غائب ہونے کا خوف اور ہدایت کے ظاہر ہونے کی طمع ہو۔ نمبر ۵۔ اللہ تعالیٰ کے عدل سے خوف اور اس کے فضل کی طمع ہو۔

اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ (بیشک اللہ تعالیٰ کی رحمت کام کرنے والوں کے نزدیک ہے) نمبر ۱۔ قریب کا ذکر رحمت کی تاویل سے ہے خواہ رحم سے ہو یا ترجم سے۔ نمبر ۲۔ موصوف محذوف کی صفت ہے یعنی شی قریب۔ نمبر ۳۔ اس فعل سے تشبیہ دی جو مفعول کے معنی میں ہے۔ نمبر ۴۔ یہ اس لیے کہ رحمت کی تا ثانیہ غیر حقیقی کی ہے۔ نمبر ۵۔ مذکر کی طرف اضافت کا لحاظ کر کے لائے۔

وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا أَقَلَّتْ

”اور اللہ وہ ہے جو اپنی رحمت سے پہلے ہواؤں کو خوشخبری دینے والی بنا کر بھیجتا ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ بھاری بادل کو

سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنَهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَأَنْزَلْنَا بِهِ الْمَاءَ فَأَخْرَجْنَا بِهِ مِنْ

اٹھالیتی ہیں تو ہم اس کو مردہ زمین کے لیے روانہ کرتے ہیں پھر ہم اس کے ذریعہ پانی نازل کرتے ہیں۔ پھر ہم اس کے ذریعہ نکالتے ہیں

كُلِّ الثَّمَرَاتِ ۖ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰی لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝۵۷ وَالْبَلَدُ

ہر طرح کے پھلوں سے۔ اسی طرح ہم زندہ کریں گے مردوں کو، تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ اور جو اچھی زمین

الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِاِذْنِ رَبِّهِ ۚ وَالَّذِي خَبُثَ لَا يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ۖ

ہے اس کا سبزہ نکلتا ہے اس کے رب کے حکم سے اور جو زمین خراب ہے اس کا سبزہ نہیں نکلتا مگر ناقص

كَذٰلِكَ نَصْرَفُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ يَّشْكُرُوْنَ ۝۵۸

ہم اسی طرح ان لوگوں کے لیے طرح طرح سے آیات بیان کرتے ہیں جو شکر گزار ہوتے ہیں۔“

قدرت کے دلائل عقلیہ:

آیت ۵۷: وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيحَ (اور وہ ایسا ہے کہ ہواؤں کو بھیجتا ہے)

قراءت: مکی حمزہ، علی نے الرِّيحَ پڑھا۔ بُشْرًا (کہ وہ خوش کر دیتی ہیں) حمزہ وعلی نے نشر کا مصدر نشراً پڑھا اور اس کے نصب کی وجہ نمبر ۱۔ یہ ہے کہ ارسل اور نشر قریب قریب ہیں۔ گویا اس طرح کہا۔ نشرھا نشراً۔ نمبر ۲۔ حال کی وجہ سے منصوب ہے۔ یعنی منشورات پھیلائی ہوئی۔ عاصم نے اس کو بُشْرًا پڑھا ہے۔ بُشْرًا تخفیف کے ساتھ ہو تو یہ بشیر کی جمع ہے۔ کیونکہ ریاح یہ بارش کی خوشخبری دیتی ہیں۔ شامی نے نشر پڑھا اور نشر کی تخفیف نشر رسل اور رسل کی طرح ہے۔ اور بقیہ قراء کی قراءت تخفیف والی ہے۔ نشر جمع نشور یعنی ناشرة للمطر بارش کو پھیلانے والیاں بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ (اپنی باران رحمت سے پہلے) اس کی نعمت سے پہلے اور وہ بارش ہے جو کہ بڑی نعمتوں میں سے ہے۔ حَتَّىٰ إِذَا أَقَلَّتْ (یہاں تک کہ جب وہ ہوائیں اٹھالیتی ہیں) اٹھاتی اور بلند کرتی ہے اقلال یہ قلت سے مشتق ہے کیونکہ طاقتور اٹھانے والا جس چیز کو اٹھالیتا ہے اس کو قلیل خیال کرتا ہے۔ سَحَابًا ثِقَالًا (بھاری بادلوں کو) یعنی بھاری پانی کے ساتھ۔ یہ سحابہ کی جمع ہے سُقْنَهُ (تو اس کو چلا کر لے جاتے ہیں) ضمیر مذکر کی لفظ سحاب کا لحاظ کر کے لائی گئی اور اگر اس کو معنی پر محمول کیا جائے جیسا کہ ثقال ہے تو ضمیر مؤنث چاہئے جیسا کہ وصف کو لفظ پر محمول کیا جائے تو ثقیلاً کہنا چاہیے۔ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ (کسی خشک سرزمین کی طرف) ایسے شہر کے لئے جس میں بارش نہیں ہوئی اور

اس کو سیراب کرنے کے لئے۔

قراءت : مدنی، حمزہ، علی، حفص نے مِیْتِ پڑھا ہے۔ فَأَنْزَلْنَاهُ الْمَاءَ (پھر اس بادل سے پانی برساتے ہیں) نمبر ۱: بادلوں کے ذریعے۔ نمبر ۲۔ چلانے کے ذریعے اور اسی طرح فَأَخْرَجْنَا بِهِ مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ (پھر اس پانی سے ہر قسم کے پھل نکالتے ہیں) كَذَلِكَ (یوں ہی) اس نکالنے کی طرح اور وہ پھلوں کا نکالنا ہے۔ نُخْرِجُ الْمَوْتِی لَعَلَّكُمْ تَذْكُرُونَ (ہم مردوں کو نکال کھڑا کریں گے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو) پس یہ تذکیر تمہیں ایمان بالبعث تک لے جائے گی۔ کیونکہ دونوں اخراجوں میں کوئی فرق نہیں۔ اس لئے کہ ہر ایک میں چیز کو بنانے کے بعد لوٹانا ہے۔

مُؤْمِن و کافر کی تمثیل:

آیت ۵۸: وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ (اور جو زمین ستھری ہوتی ہے) یہ زرخیز مٹی والی زمین یَخْرُجُ نَبَاتٌ بِإِذْنِ رَبِّهِ (اس کی پیداوار تو خدا کے حکم سے خوب نکلتی ہے) آسانی کے ساتھ بِإِذْنِ رَبِّهِ یہ موضع حال میں ہے گویا عبارت اس طرح ہے یَخْرُجُ نَبَاتٌ حَسَنًا وَاِفِیْہِا اس کی نباتات اچھی اور شاندار نکلتی ہے کیونکہ یہ نکدا کے مقابلے میں مذکور ہے۔ وَالَّذِیْ خَبِثَ (اور جو زمین خراب ہے) یہ بلد کی صفت ہے اِی الْبَلَدِ الْخَبِیْثِ، شوریاہ خطہ لَا یَخْرُجُ (اس کی پیداوار نہیں نکلتی) یعنی اس کی نباتات اس کو حذف کر دیا اول تذکرہ پر اکتفاء کرتے ہوئے اِلَّا نِکْدًا (مگر بہت کم) وہ جس میں کوئی غلہ نہ ہو یہ دراصل مثال اس شخص کی جس کو وعظ فائدہ دے اور وہ مؤمن ہے اور اس کی مثال جس میں کوئی چیز بالکل اثر نہ کرے اور وہ کافر ہے اور یہ تمثیل بارش کے اثر کے سلسلے میں واقع ہونے والی ہے بارش کا بلدمیت پر اترنا اور اس سے پھلوں کا نکالنا بطور استطراد کے ہے۔ كَذَلِكَ (یوں ہی) ایسا تصرفُ الْاٰیٰتِ (ہم دلائل طرح طرح سے بیان کرتے ہیں) ہم بار بار اور مکرر آیات کو لاتے ہیں۔ لِقَوْمٍ یَّشْكُرُونَ (ان لوگوں کیلئے) جو قدر کرتے ہیں) اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی اور وہ مؤمن ہیں۔ تاکہ وہ اس میں سوچ بچار کریں اور اس سے عبرت حاصل کریں۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوحًا اِلٰی قَوْمِهٖ فَقَالَ يَقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهِ

بے شک ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا سو انہوں نے کہا کہ اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔ تمہارے لیے اس کے سوا کوئی معبود

غَيْرُهُ ۝ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ۝۹۰ قَالَ الْمَلَاۤءُ مِنْ قَوْمِهٖ

نہیں ہے۔ بے شک میں تم پر ایک بڑے دن کے عذاب کا خوف کرتا ہوں۔ ان کی قوم کے بڑے لوگوں نے کہا

اِنَّا لَنَرٰکَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝۹۱ قَالَ یَقَوْمِ لَیْسَ بِیْ ضَلٰلَۃٍ وَّلٰکِنِّیْ رَسُوْلٌ

کہ بلاشبہ ہم تجھے کھلی ہوئی گمراہی میں دیکھ رہے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ اے میری قوم! میرے ساتھ کوئی گمراہی نہیں ہے لیکن میں سارے جہانوں

مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝۹۲ اُبَلِّغُکُمْ رِسٰلَتِ رَبِّیْ وَاَنْصَحُ لَکُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ

کے رب کی طرف سے رسول ہوں۔ میں تمہیں اپنے رب کا پیغام پہنچاتا ہوں اور تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں اور اللہ کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں

مَا لَا تَعْمُوْنَ ۝۹۳ اَوْعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَکُمْ ذِکْرٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ عَلٰی رَجُلٍ

جو تم نہیں جانتے۔ کیا تم کو اس بات سے تعجب ہے کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے تم ہی میں سے ایک شخص کے پاس

مِّنْکُمْ لَیْنُذِرْکُمْ وَلِتَتَّقُوْا وَلَعَلَّکُمْ تَرْحَمُوْنَ ۝۹۴ فَاٰتٰیہٗ فَاَنْجِیْنٰہُ

نصیحت کی باتیں آگئیں تاکہ وہ تمہیں ڈرائے اور تاکہ تم ڈر جاؤ اور تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ سو ان لوگوں نے نوح کو جھٹلایا۔ سو ہم نے اسے اور ان

وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ فِی الْفُلْکِ وَاَغْرَقْنَا الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِآیٰتِنَا ۝۹۵ اِنَّہُمْ کَانُوْا

لوگوں کو جو اس کے ساتھ کشتی میں تھے نجات دے دی، اور ہم نے ان لوگوں کو غرق کر دیا جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا۔ بلاشبہ وہ

قَوْمًا عَمِیْنَ ۝۹۶

لوگ اندھے تھے۔

دعوتِ نوح علیہ السلام کا تذکرہ:

آیت ۵۹: لَقَدْ اَرْسَلْنَا یہ قسم محذوف کا جواب ای واللہ لَقَدْ اَرْسَلْنَا۔ نُوحًا اِلٰی قَوْمِهٖ (ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا) ان کو رسول بنایا جبکہ ان کی عمر پچاس سال تھی اور ان کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ نوح بن لمح بن متوشلح بن اخنوخ اور یہ ادریس علیہ السلام کا نام ہے۔ فَقَالَ یَقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰهِ غَیْرُہٗ (پس انہوں نے فرمایا کہ اے میری قوم تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں)۔

قراءت: علی نے غیرہ پڑھا ہے۔

مُحْجُو: رفع تو محل کی وجہ سے ہے گویا عبارت اس طرح ہے مالکم اللہ غیرہ فلا تعبدوا معه غیرہ تمہارے لئے اس کے سوا کوئی معبود نہیں پس تم اس کے ساتھ کسی اور کی عبادت مت کرو اور جر لفظ کی رعایت کی وجہ سے ہے۔ اِنِّیْ اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ (مجھ کو تمہارے لئے ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے) نمبر ۱۔ قیامت کا دن۔ نمبر ۲۔ ان پر عذاب اترنے کا دن۔ اور وہ عذاب طوفان تھا۔

نوح علیہ السلام کو سرداروں کا جواب:

آیت ۶۰: قَالَ الْمَلَأُ (عزت والے لوگوں نے کہا) اشراف و سادات مِنْ قَوْمِیْ اِنَّا لَنَرٰکَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (ان کی قوم میں سے۔ کہ ہم تم کو صریح غلطی میں دیکھتے ہیں) طریق صواب سے جانے کو واضح کر دیا اور رؤیت سے رؤیت قلب مراد ہے۔

نوح علیہ السلام کی تقریر اول:

آیت ۶۱: قَالَ یَقَوْمِ لَیْسَ بِیْ ضَلٰلَۃٍ (انہوں نے فرمایا اے میری قوم مجھ میں تو ذرا غلطی نہیں) یہاں ضلال نہیں کہا جیسا کہ انہوں نے کہا کیونکہ ضلالت ضلال میں سے خاص ہے۔ پس یہ لفظ اپنی ذات سے ضلال کی نفی کے لئے زیادہ بلغ ہے گویا اس طرح کہالیس بی شیء من الضلال مجھ میں ضلال نام کی کوئی چیز نہیں۔ پھر نفی ضلالت کی تاکید کے لئے استدراک کیا اور فرمایا وَلٰکِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ (لیکن میں پروردگار عالم کا رسول ہوں) کیونکہ ان کا اللہ کی طرف سے رسول ہونا یہ ان کی رسالت کا مقصود ہے اور اس معنی میں ہے کہ وہ سیدھے راستے پر ہے پس وہ ہدایت کے اعلیٰ درجہ پر تھے۔

تقریر دوم:

آیت ۶۲: اُبَلِّغُکُمْ رِسٰلَتِ رَبِّیْ (میں تم کو اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں) نمبر ۱ جو میری طرف وحی کی گئی مختلف اوقات میں نمبر ۲۔ مختلف مقاصد جیسے اوامر و نواہی، مواظبہ، بشارت، نظائر اُبَلِّغُکُمْ ابو عمرو نے اس طرح پڑھا یہ کلام مستانفہ ہے رسول رب العالمین ہونے کا بیان ہے۔ وَاَنْصَحْ لَکُمْ (اور تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں) میں اخلاص کے ساتھ تمہاری بھلائی کا قصد کرنے والا ہوں۔ کہا جاتا ہے نصحتہ و نصحت بہ۔ لام لا کر مبالغہ میں اضافہ کر دیا۔ اور نصیحت کے اخلاص پر دلالت کرتا ہے۔ نصح کی حقیقت۔ نمبر ۱۔ غیر کے لئے اس بھلائی کا ارادہ کرنا جو تم اپنے لیے چاہتے ہو نمبر ۲۔ سچی عنایت میں انتہاء کرنا۔ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان امور کی خبر رکھتا ہوں جو تم نہیں جانتے) یعنی اس کی صفات سے یعنی عظیم قدرت دشمنوں پر اس کی سخت پکڑ اور اس کی پکڑ دشمنوں سے واپس نہیں کی جاسکتی۔

تقریر سوم:

آیت ۶۳: اَوْعَجِبْتُمْ (کیا تم تعجب کرتے ہو) ہمزہ انکار کے لئے ہے واو عاطفہ ہے معطوف علیہ محذوف ہے۔ گویا کہا گیا

اکذبتہم و عجبتم کیا تم جھٹلاتے ہو اور تعجب کرتے ہو اُن جَآءُ کُمْ - مِنْ اَنْ جَآءُ کُمْ - اس لیے کہ تمہارے پاس آیا۔
ذِکْرُ نَصِيحَةٍ مِّنْ رَبِّکُمْ عَلٰی رَجُلٍ مِّنْکُمْ تم میں سے ایک آدمی کی زبان سے یعنی تمہاری جنس سے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ
وہ نبوت نوح پر تعجب کرتے تھے اور کہا کرتے تھے: مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِیْ اٰہَالِنَا الْاَوَّلٰیْنَ (المومنون: ۲۴) اس سے ارسال بشر مراد
لیتے ہیں۔ وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَا نَزَلَ مَلَٰئِکَہٗۙ (المومنون: ۲۴) لِیُنْذِرَکُمْ (تاکہ وہ شخص تم کو ڈرائے) تاکہ وہ تمہیں کفر کے انجام
سے ڈرائیں وَلِتَتَّقُوْا (اور تاکہ تم ڈرجاؤ) تاکہ تقویٰ تم سے پایا جائے اور وہ خشیت ہے جو انداز کے سبب سے ہو۔ وَلَعَلَّکُمْ
تُرْحَمُوْنَ (اور تاکہ تم پر رحم کیا جائے) تاکہ تقویٰ کے سبب تم پر رحم ہو۔ اگر وہ تم میں پایا جائے۔

تکذیب اور نتیجہ:

آیت ۶۴: فَکَذَّبُوْهُ (پس وہ لوگ اس کی تکذیب ہی کرتے رہے) پس انہوں نے ان کی نسبت کذب کی طرف کی۔ فَانْجٰنٰہُ
وَالَّذِیْنَ مَعَهُ (تو ہم نے نوح علیہ السلام اور جو لوگ ان کے ساتھ کشتی میں تھے بچا لیا) وہ چالیس آدمی تھے اور چالیس عورتیں دوسرا قول
یہ ہے نو آدمی تین ان کے بیٹے سام، حام، یافث اور چھ ان میں سے جو آپ پر ایمان لائے۔ فِی الْفُلْکِ اس کا تعلق معہ کے ساتھ
ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا والذین صحبوا فی الفلک اور وہ لوگ جنہوں نے انکا ساتھ دیا کشتی میں۔ وَاعْرِفْنَا الَّذِیْنَ
کَذَّبُوْا بِالْیَمِّنِ۔ اِنَّہُمْ کَاٰنُوْا قَوْمًا عَمِیْنٍ (اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا تھا ان کو ہم نے غرق کر دیا۔ بیشک وہ لوگ
اندھے ہو رہے تھے) حق سے۔ کہا جاتا۔ اُمّی کا لفظ بصر میں اندھے پن کے لئے آتا ہے۔ اور عم کا لفظ بصیرت میں اندھے پن کے
لئے آتا ہے۔

وَالِی عَادِ اَخَاهُمْ هُوْدًا ۝ قَالَ یَقَوْمِ احْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهِ

اور قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو بھیجا۔ انہوں نے کہا اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو۔ تمہارے لیے اس کے سوا کوئی معبود

غَیْرُهُ ۝ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝۶۵ قَالَ الْمَلَا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ قَوْمِہٖ اِنَّا

نہیں ہے کیا تم ڈرتے نہیں۔ ان کی قوم کے سردار جنہوں نے کفر اختیار کیا جواب میں کہنے لگے کہ بلاشبہ ہم

لَنُرٰکَ فِیْ سَفَاہَۃٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّکَ مِنَ الْکٰذِبِیْنَ ۝۶۶ قَالَ یَقَوْمِ

تجھے بے وقوفی میں دیکھ رہے ہیں۔ اور بلاشبہ ہم یہ سمجھ رہے ہیں کہ تو جھوٹوں میں سے ہے۔ ہود نے کہا اے میری قوم!

لَیْسَ بِیْ سَفَاہَۃٍ وَّلٰکِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝۶۷ اُبَلِّغُکُمْ

مجھ میں بے وقوفی نہیں ہے لیکن میں بھیجا ہوا ہوں پروردگار عالم کا۔ پہنچاتا ہوں تم کو پیغام اپنے

رِسٰلَتِ رَبِّیْ وَاَنَا لَکُمْ نٰصِحٌ اٰمِیْنٌ ۝۶۸ اَوْعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَکُمْ ذِکْرٌ

رب کا اور میں تمہارا خیر خواہ ہوں، امانت دار ہوں، کیا تمہیں اس بات سے تعجب ہوا کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آگئی تم ہی میں سے

مِّنْ رَّبِّکُمْ عَلٰی رَجُلٍ مِّنْکُمْ لَیْۤنْذِرْکُمْ ۝ وَاذْکُرُوْا اِذْ جَعَلْکُمْ خُلَفَآءَ

ایک شخص کے واسطے سے تاکہ وہ تمہیں ڈرائے، اور یاد کرو جبکہ اس نے تمہیں قوم نوح کے بعد

مِّنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُّوحٍ وَّزَادْکُمْ فِی الْخَلْقِ بَصۜطَۃً ۝ فَاذْکُرُوْا الْاَیَّ اللّٰہِ

ضیغے بنا دیا۔ اور جسمانی طور پر تمہارے ذیل ذول میں پھیلاؤ زیادہ کر دیا لہذا تم اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو۔

لَعَلَّکُمْ تَفْلِحُوْنَ ۝۶۹ قَالُوْا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَہٗ وَنَذَرَ مَا کَانَ

تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ وہ کہنے لگے کیا تو ہمارے پاس اسلئے آیا ہے کہ ہم تنہا اللہ کی عبادت کریں اور ہمارے باپ دادا جس کی

یَعْبُدُ اٰبَاؤُنَا ۝ فَاَتِنَا بِمَا تَعِدُنَا اِنْ کُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ۝۷۰

عبادت کرتے تھے اسے چھوڑ دیں۔ سو ہمارے پاس وہ چیز لے آ جس کی تو ہمیں دھمکی دیتا ہے اگر تو سچوں میں سے ہے۔

دعوت ہود علیہ السلام:

آیت ۶۵: وَالِی عَادِ (اور ہم نے قوم عاد کی طرف بھیجا) اور ہم نے بھیجا عاد کی طرف۔ اس کا عطف نوح پر ہے اَخَاهُمْ (ان کے بھائی) ان میں سے ایک۔ جیسا تم کہو اَخا العرب مراد اس سے ان عربوں میں سے ایک ہوتا ہے۔ ان میں سے ایک قرار دیا گیا

کیونکہ وہ ان میں فہم ترین انسان تھے۔ پس حجت ان پر خوب لازم ثابت ہو گئی۔ (گنجائش انکار نہ رہی) هُوْدًا (ہود علیہ السلام کو) یہ اخاہم کا عطف بیان ہے۔ ان کا سلسلہ نسب یہ ہے: ہود بن شالخ بن ارغشد بن سام بن نوح۔ قَالَ يَقُومِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهُۥ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ (انہوں نے فرمایا اے میری قوم تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ پس کیا تم نہیں ڈرتے) یہاں فقال نہیں فرمایا جیسا کہ قصہ نوح میں فرمایا تھا کیونکہ وہ فاء ایک سائل کے سوال کے جواب میں لایا گیا۔ کہ ان کو نوح علیہ السلام نے کیا کہا تو جواب دیا گیا۔ فقال يقوم اعبدوا اللہ یہاں سوال مقدر کے بغیر ہے۔ اس لئے قال يقوم اعبدوا اللہ فرمایا اور اسی طرح۔

سرداروں کا جواب:

آیت ۶۶: قَالَ الْمَلَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ (قوم کے سردار کافروں نے کہا) یہاں الملاء کی صفت الذین کفروا سے کی۔ مگر قوم نوح کے ملاء کے تذکرہ الملاء من قومہ کہہ کر کر دیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہود علیہ السلام کی قوم کے اشراف میں سے کچھ ایمان لائے تھے جن میں مرشد بن سعد تھے۔ اس وصف کو لا کر ان مسلمان سرداروں کو الگ کرنا مقصود تھا۔ جبکہ قوم نوح کے اشراف میں سے کوئی بھی ایمان نہ لایا۔ اِنَّا لَنَرٰكَ فِیْ سَفَاہَةٍ (ہم تم کو کم عقلی میں دیکھتے ہیں) کہ تجھ میں حلم کی کمی ہے۔ اور عقل کی کمزوری ہے اس لئے کہ تم نے قوم کا دین چھوڑ کر دوسرا دین اپنا لیا ہے۔ یہاں سفاہت کو مجازاً اظرف قرار دیا۔ مطلب یہ ہے کہ وہ سفاہت اس میں جمی ہوئی ہے اس سے نکل نہیں سکتی۔ وَ اِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ (ہم بیشک تم کو جھوٹے لوگوں میں سے کہتے ہیں) تمہارے دعویٰ رسالت میں۔

ہود علیہ السلام کی جوابی تقریر نمبر ۱:

آیت ۶۷، آیت ۶۸: قَالَ يَقُومِ لَيْسَ بِيْ سَفَاہَةٌ وَّ لٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلَتِ رَبِّيْ وَاَنَا لَكُمْ فَاٰصِحُّ اٰمِيْنٌ (انہوں نے فرمایا اے میری قوم مجھ میں کم عقلی نہیں۔ لیکن میں پروردگار عالم کا بھیجا ہوا پیغمبر ہوں۔ تم کو اپنے رب کے پیغام پہنچاتا ہوں اور میں تمہارا سچا خیر خواہ ہوں)

اس چیز میں جس میں میں تمہیں اس کی طرف بلاتا ہوں۔ امین اس پر جو میں تمہیں کہتا ہوں۔ یہاں وانا لکم ناصح امین فرمایا۔ ان کے قول وانا لنظنک من الکاذبین کے مقابلہ میں تاکہ اسم کے مقابلہ میں اسم ہو۔ جملہ اسمیہ استمرار پر دلالت کرتا ہے۔ حسن ادب: جن لوگوں نے انبیاء کو ضلالت و سفاہت کی طرف منسوب کیا ان کے جواب میں انبیاء نے حلم چشم پوشی اور ان کے اقوال کا عدم مقابلہ ظاہر فرمایا۔ باوجود یہ کہ وہ جانتے تھے کہ ان کے مخالفین لوگوں میں گمراہ ترین اور احمق ترین لوگ ہیں۔ اس میں حسن ادب، اعلیٰ اخلاق کا شاندار نمونہ ہے اس سے اللہ تعالیٰ اپنے دوسروں بندوں کو یہ تعلیم دے رہے ہیں کہ بے وقوفوں سے کس طرح بات کریں اور ان سے کس طرح چشم پوشی اختیار کریں۔ اور ان سے ہونے والی غلطیوں پر کس طرح دامن رحمت ڈالیں۔ (سبحان اللہ)

تقریر نمبر: ۲

آیت ۶۹: اَوْ عَجِبْتُمْ اَنْ جَاءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَبِّكُمْ عَلَى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنذِرَكُمْ وَاذْكُرُوا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ مِنْ بَعْدِ قَوْمِ نُوحٍ (اور کیا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو کہ تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس ایک ایسے شخص کی معرفت جو تمہاری ہی جنس کا ہے کوئی نصیحت کی بات آگئی تاکہ وہ شخص تم کو ڈرائے۔ اور تم یہ حالت یاد کرو کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو قوم نوح کے بعد آباد کیا) یعنی تم زمین میں ان کے نائب ہو۔ یا اپنے مکانات میں اذ یہاں مفعول بہ ہے۔ ظرف نہیں۔ یعنی اذ کرو وقت استخلا فکم اپنے نائب بننے کا وقت یاد کرو۔ وَرَاَدَ كُمْ فِي الْخَلْقِ بَصُطَةً (اور ذیل ذول میں تم کو پھیلاؤ زیادہ دیا) لمبائی اور درازی (ان میں چھوٹا ساٹھ ہاتھ ہوتا اور لمبا سو ہاتھ ہوتا تھا) یہ اسرائیلی روایات سے ماخوذ ہے بصطۃ حجازی، عاصم، علی نے صاد پڑھانے کہ سین فاذا ذکرُوا الْآءَ اللّٰہِ (پس اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو) اپنے نائب بننے میں اور اجسام کے بڑے ہونے میں اور اس کے علاوہ اس کے دیگر عطیات میں الْآءَ کا واحد الیٰی ہے جیسے انی وانا۔ لَعَلَّكُمْ تَفْلِحُونَ (تاکہ تم کو فلاح ہو)

قوم کا اعتراض:

آیت ۷۰: قَالُوا اَجِئْتَنَا (وہ کہنے لگے کیا آپ ہمارے پاس اس لئے آئے ہو گئے) اس میں آنے کا یہ معنی ہے کہ ہود علیہ السلام کا قوم سے الگ تھلگ مکان تھا جس میں عبادت کرتے تھے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ بعثت سے قبل حراء میں کرتے تھے۔ جب ان کی طرف وحی آئی تو قوم کی طرف دعوت دینے کے لئے آئے۔ لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهُ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَاؤُنَا (کہ ہم صرف اللہ ہی کی عبادت کیا کریں اور چھوڑ دیں جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے تھے) انہوں نے اس بات کو عجیب خیال کیا اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ خاص ہونا بعید خیال کیا۔ دین آباء کو ترک کرنا جو کہ بت پرستی تھا اور اسی میں نشوونما ہوئی تھی انہوں نے بہت جید جھجکا۔ فَاتِنَا بِمَا نَعْبُدُ اِنِّ عَذَابُ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ (اگر تم سچے ہو) کہ عذاب ہم پر اترنے والا ہے۔

قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّن رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَغَضَبٌ ۖ أَتُجَادِلُونَنِي فِي

ہود نے کہا تم پر تمہارے رب کی طرف سے عذاب اور غصہ نازل ہو چکا۔ کیا تم مجھ سے جھگڑتے ہو ان ناموں کے بارے

أَسْمَاءٍ سَمَّيْتُمُوهَا أَنتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۖ

میں جو نام تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے خود سے تجویز کر لیے ہیں۔ اللہ نے ان کے بارے میں کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی

فَانتَظِرُوا إِنِّي مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَظِرِينَ ﴿٧١﴾ فَانْجَيْنَاهُ وَالَّذِينَ

سو تم انتظار کرو۔ بلاشبہ میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں۔ پھر ہم نے ہود کو اور ان لوگوں کو جو اس کے

مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَقَطَّعْنَا دَابِرَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَمَا كَانُوا

ساتھ تھے اپنی رحمت سے نجات دیدی اور ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور وہ لوگ

مُؤْمِنِينَ ۚ ﴿٧٢﴾

ایمان والے نہ تھے۔

جواب ہود علیہ السلام:

آیت ۷۱: قَالَ قَدْ وَقَعَ (انہوں نے فرمایا بس اب آیا چاہتا ہے) یعنی اتر چاہتا ہے عَلَيْكُمْ (تم پر) آپ نے متوقع عذاب جس کا اترنا ان پر ضروری تھا۔ واقع ہونے والے عذاب کی طرح قرار دیا۔ جیسا کہ وہ آدمی جو تم سے بعض مطالبے کر لے تو تم اسے کہو۔ قد کان کہ تمہارا مطالبہ تو ابھی پورا ہوا۔ مِّن رَّبِّكُمْ رِجْسٌ (عذاب) وَغَضَبٌ (تمہارے رب کا عذاب اور غضب) ناراضگی۔ أَتُجَادِلُونَنِي فِي أَسْمَاءٍ سَمَّيْتُمُوهَا (کیا تم مجھ سے ایسے ناموں کے بارے میں جھگڑے ہو) ان چیزوں کے متعلق جو کہ محض نام ہیں جن کے نیچے کوئی حقیقت نہیں کیونکہ تم نے اصنام کا نام الہہ رکھا۔ حالانکہ الوہیت کے معنی سے وہ خالی ہیں۔ اَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ فَانتَظِرُوا إِنِّي مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَظِرِينَ (تم نے اور تمہارے آباء نے۔ ان کے معبود ہونے کی اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نہیں بھیجی۔ پس تم منتظر رہو۔ میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہا ہوں)

نتیجتاً کفار کی جڑ کاٹ دی:

آیت ۷۲: فَانْجَيْنَاهُ وَالَّذِينَ مَعَهُ (غرض ہم نے ان کو اور ان کے ساتھیوں کو بچالیا) یعنی جو ان پر ایمان لائے بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَقَطَّعْنَا دَابِرَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا (اپنی رحمت سے۔ اور ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا تھا)۔ الدابر جڑ یا جو کسی چیز کے بعد ہو۔ اور قطع دابر سے مراد مکمل استیصال اور ملیا میٹ ہونا ہے۔ وَمَا كَانُوا مُؤْمِنِينَ (اور وہ

ایمان لانے والے نہ تھے) فَاتِحَةُ: ان سے ایمان کی نفی کی اس کے باوجود کہ تکذیب آیات کا ان کے لئے اثبات کیا۔ تو اس سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ ہلاکت مکذبین کے ساتھ خاص ہے۔

علاقہ قوم عاد اور مختصر حالات:

قوم عاد، عمان اور حضرموت کے درمیان تمام علاقے میں پھیلے ہوئے تھے۔ ان کے ہاں بت تھے جن کی وہ پرستش کرتے تھے۔ بتوں کے معروف نام یہ تھے۔ نمبرا۔ صداء۔ نمبر ۲۔ صمود۔ نمبر ۳۔ ہباء۔ ان کی طرف اللہ تعالیٰ نے ہود علیہ السلام کو بھیجا مگر انہوں نے جھٹلا دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے تین سال کے لئے ان سے بارش کو روک دیا۔ جب ان پر کوئی مصیبت آتی تو اللہ تعالیٰ سے کشادگی طلب کرتے اور دعا کے لئے بیت الحرام مکہ مکرمہ جاتے چنانچہ اس قحط کے لئے قیل بن عزر اور لقیم بن ہزال اور مرشد بن سعد، یہ ہود علیہ السلام پر خفیہ ایمان رکھتا تھا۔ اس وقت ان پر عمالقہ کی حکومت تھی۔ جو کہ عملیق بن لاوذ بن سام بن نوح کی اولاد تھے۔ اور ان کا سردار معاویہ بن بکر تھا۔ یہ وفد اس کے ہاں مکہ کے بالائی علاقے پر اترے۔ ان کو مرشد نے کہا جب تک تم ہود علیہ السلام پر ایمان نہ لاؤ گے بارش نہ ہوگی۔ انہوں نے مرشد کو پیچھے چھوڑا اور خود نکل کر بیت اللہ کے پاس گئے اور یہ دعا کی۔ اَللّٰهُمَّ اسْقِ عَادًا مَا كُنْتَ تَسْقِيْهِمُ اللّٰهُ تَعَالٰی نے تین بادل سامنے کر دیئے۔ سفید، سرخ، سیاہ پھر آسمان کے ایک منادی نے کہا یاقیل اختر لنفسك ولقومك اے قیل ان میں سے اپنی قوم اور اپنے لئے ایک بادل چن لو اس نے سیاہ بادل کا چناؤ کیا کیونکہ اس میں پانی زیادہ ہوتا ہے۔ پھر قوم کی طرف وادی کے قریبی راستہ سے لوٹ گئے اور ان کو خوشخبری سنائی وہ خوش ہوئے اور کہنے لگے ہذا عارض ممطرنا۔ مگر اس سے سخت ہوائی لگی جس نے ان کو ہلاک کر دیا۔ ہود علیہ السلام اور ایمان والوں نے نجات پائی وہ مکہ مکرمہ میں آئے اور مدت تک وہیں رہے۔

وَإِلَى ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِّنْ

اور قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا۔ صالح نے کہا اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔ تمہارے لیے اس کے علاوہ

إِلٰهٍ غَيْرُهُ ۖ قَدْ جَاءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَبِّكُمْ ۖ هَذِهِ نَاقَةُ اللَّهِ

کوئی معبود نہیں۔ تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس دلیل آ چکی ہے، یہ اللہ کی اونٹنی ہے جو

لَكُمْ آيَةٌ فَذَرُوهَا تَأْكُلْ فِي أَرْضِ اللَّهِ وَلَا تَمَسُّوهَا بِسُوءٍ

تمہارے لیے نشانی ہے سو تم اسے اللہ کی زمین میں چھوڑے رکھو کھاتی پھرا کرے۔ اور اسکو برائی کے ساتھ ہاتھ نہ لگاؤ

فِيَاخُذْكُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۖ ۷۳ وَاذْكُرُوا إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ مِن

ورنہ تمہیں درد ناک عذاب پکڑ لے گا، اور یاد کرو جب اللہ نے تمہیں عاد کے بعد زمین میں رہنے کا

بَعْدَ عَادٍ وَبَوَّأَكُمْ فِي الْأَرْضِ تَتَّخِذُونَ مِنْ سُهُولِهَا قُصُورًا وَتَنْحِتُونَ

ٹھکانہ دے دیا۔ تم اس زمین کے نرم حصہ میں محلات بناتے ہو اور پہاڑوں

الْجِبَالِ بُيُوتًا فَاذْكُرُوا الْآيَةَ الَّتِي لَا تَعْتَوْنَ فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ۖ ۷۴

کو تراش کر گھر بناتے ہو۔ سو اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو اور زمین میں فساد

قوم صالح علیہ السلام کا تذکرہ:

آیت ۷۳: وَإِلَى ثَمُودَ - (ہم نے بھیجا ثمود کی طرف) ایک قراءت میں ثمود بھی پڑھا گیا ہے کیونکہ قبیلہ کا نام ہے۔ یا اصل کے لحاظ سے کیونکہ ان کے بڑے دادا کا نام ہے۔ غیر منصرف تو قبیلہ کا نام ماننے کی وجہ سے ہے ایک قول یہ ہے کہ ان کو ثمود اس لئے کہا جاتا ہے کہ ان کے ہاں پانی کم تھا۔ یہ شہد سے ماخوذ ہے۔ وہ تھوڑے پانی کو کہتے ہیں۔ ان کے مکانات پتھروں کے تھے۔ حجاز و شام کے مابین واقع تھے۔ أَخَاهُمْ صَالِحًا قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِّنْ إِلٰهٍ غَيْرُهُ قَدْ جَاءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَبِّكُمْ یہ ظاہر نشانی ہے جو میری نبوت کے صحیح ہونے کی دلیل ہے گویا اس طرح کہا ما هذه البينة؟ کہ یہ دلیل کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا هذه ناقة الله تعالى کی طرف اس کی اضافت تعظیم و تخصیص کے لئے ہے۔ کیونکہ وہ محض قدرت الہی سے بلا صلب و رحم کے پہاڑ سے نکلی تھی۔ لَكُمْ آيَةٌ یہ ناقة سے حال ہے اس میں ہذہ کا اشارہ والا معنی عامل ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا۔ اشیر الیہا آیۃ میں اس کی طرف اشارہ کرتا ہوں۔ اس حال میں کہ یہ نشانی ہے۔ ولکم یہ بیان ہے اس بات کا کہ یہ کس کے لئے نشانی ہے۔ تم سے مراد قوم ثمود ہے۔ جنہوں نے اس کو آنکھوں سے دیکھا تھا۔ فَذَرُوهَا تَأْكُلْ فِي أَرْضِ اللَّهِ یعنی زمین تو اللہ تعالیٰ کی زمین ہے

اور اونٹنی اللہ کی اونٹنی ہے۔ اس کو چھوڑ دو۔ اس کے رب کی زمین میں تاکہ اپنے رب کی نباتات کھائے پیئے تمہارے ذمہ اس کے چارہ کی مشقت نہیں۔ وَلَا تَمْسُوْهَا بِسُوْءٍ اس کو مت مارو اور نہ کوئیں کاٹو۔ اللہ تعالیٰ کے احترام کا تقاضا یہ ہے فَاِذَا خُذْتُكُمْ بِیْہِی کا جواب ہے۔ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (دروناک عذاب)۔

تقریر صالح علیہ السلام انعامات کی یاد دہانی:

آیت ۷۴: وَاِذْ كُرُوْاۤ اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَّ بَوَّأَكُمْ (اور تم یہ حالت یاد کرو کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو عاد کے بعد آباد کیا اور تم کو ٹھکانا دیا) اور تمہیں ٹھہرایا۔ المباءۃ منزل کو کہتے ہیں۔ فِی الْاَرْضِ (زمین میں تراش) ارض حجر جو شام و حجاز کے درمیان ہے تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهْلِهَا قُصُوْرًا (کہ تم نرم زمین پر محل بناتے ہو) بالا خانے گرمیوں کے آرام کے لئے وَتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُیُوْتًا (اور پہاڑوں کو تراش کر ان میں گھر بناتے ہو) سردیوں کے لئے بیوتانہ حال مقدرہ ہے۔ جیسے خطہ ہذا الثوب قمیصا اس کپڑے کی قمیص بناؤ اس لئے کہ پہاڑ گھرنے کے دوران تو گھر نہیں بن سکتا اور نہ ہی کپڑا سلامتی کے دوران قمیص ہوتا ہے۔ فَاِذْ كُرُوْاۤ اِلَآءَ اللّٰهِ وَلَا تَعْتُوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ (پس اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو اور زمین میں فساد مت پھیلاؤ) روایت میں ہے کہ قوم عاد ہلاک ہو گئی تو ان کے علاقہ کی زمین کو قوم ثمود نے آباد کیا اور اس سرزمین میں ان کے نائب ہو گئے۔ ان کی طویل عمریں تھیں اور انہوں نے پہاڑ کھود کھود کر گھر بنائے۔ تاکہ موت سے قبل منہدم نہ ہوں۔ ان کو وسعت مالی میسر تھی پس وہ اللہ تعالیٰ کی سرکشی پر اتر آئے اور زمین میں فساد مچایا اور بیت پرستی پر لگ گئے اللہ نے ان کی طرف صالح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا یہ عرب لوگ تھے صالح علیہ السلام ان کے متوسط طبقے میں سے تھے انہوں نے ثمود کو اللہ کی طرف بلایا مگر تھوڑے لوگوں کے علاوہ ان کی کسی نے اتباع نہ کی وہ بھی کمزور طبقہ کے لوگ تھے آپ نے مسلسل ان کو ڈرایا۔

بالآخر انہوں نے معینہ پہاڑ سے دس ماہ کی گاہن اونٹنی نکالنے کا مطالبہ کیا آپ نے نماز پڑھ کر دعا فرمائی۔ پہاڑ سے گاہن اونٹنی جیسی آواز نکلی اور ایک قوی ہیکل اونٹنی نکلی اس پر جندع اور ان کی قوم کا ایک گروہ ایمان لے آیا۔

قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا مِنْ قَوْمِهِ لِلَّذِينَ اسْتَضَعِفُوا

ان کی قوم کے جو متکبر سردار تھے انہوں نے ضعیفوں سے کہا جو ان میں

لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اتَّعَمُّوْنَ اَنْ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهِ ط

سے ایمان لائے تھے کیا تم اس بات کا یقین کرتے ہو کہ صالح اس کے رب کی طرف سے بھیجا ہوا ہے۔

قَالُوْا اِنَّا بِمَا اُرْسِلَ بِهِ مُؤْمِنُوْنَ ۝۷۵ قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوْا

انہوں نے جواب دیا بے شک جو کچھ ان کو دے کر بھیجا گیا ہے ہم اس پر ایمان لاتے ہیں۔ متکبر سرداروں نے کہا

اِنَّا بِالَّذِيْ اٰمَنْتُمْ بِهِ كٰفِرُوْنَ ۝۷۶ فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ

کہ اس میں شک نہیں کہ تم جس پر ایمان لائے ہو ہم اس کے منکر ہیں۔ سو انہوں نے اونٹنی کو کاٹ ڈالا اور اپنے رب کا حکم ماننے سے

اٰمِرٍ رَّبِّهِمْ وَقَالُوْا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا اِنْ كُنْتَ مِنَ

سرکش کی، اور کہنے لگے کہ اے صالح! اگر تم پیغمبروں میں سے ہو تو جس چیز کی تم ہمیں دھمکی دیتے ہو وہ

الْمُرْسَلِيْنَ ۝۷۷ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جَثِمِيْنَ ۝۷۸

لے آؤ۔ سو ان کو پکڑ لیا زلزلہ نے۔ سو وہ اونڈھے منہ ہو کر اپنے گھروں میں پڑے رہ گئے۔

فَتَوَلّٰی عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ

پھر صالح نے ان سے منہ موڑا۔ اور فرمایا کہ اے میری قوم! بلاشبہ میں نے تم کو اپنے رب کا پیغام پہنچا دیا۔ اور تمہاری خیر خواہی

لَكُمْ وَلٰكِنْ لَا تُحِبُّوْنَ النَّصِيْحَ ۝۷۹

کی۔ لیکن تم خیر خواہی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔

آیت ۷۵: قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا مِنْ قَوْمِهِ (ان کی قوم میں جو متکبر سردار تھے انہوں نے کہا) قراءت: شامی نے وقال پڑھا ہے۔ لِلَّذِينَ اسْتَضَعِفُوا (غریب لوگوں سے) کفار سرداروں نے جن کو کمزور بنا رکھا تھا۔ لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ -

مُخْمَرٌ: یہ الذین استضعفوا سے بدل ہے اور اس میں جاء کا اعادہ کیا گیا ہے۔ اس میں دلیل ہے کہ بدل جہاں بھی آئے گا۔ وہاں عامل کا اعادہ مقدر ضرور ہوگا۔ منہم کی ضمیر کا مرجع قوم ہے۔ اس میں دلیل ہے کہ انہوں نے فقط ایمان والوں کو کمزور بنا رکھا تھا۔ یا ضمیر مستضعفین کی طرف لوٹی ہے اور اس میں یہ اشارہ ملتا ہے کہ مستضعفین مؤمن و کافر دونوں طرح کے لوگ تھے۔

اَتَعْلَمُوْنَ اَنْ صَلِحًا مَّرْسَلٌ مِّنْ رَبِّهِ (کیا تم کو اس بات کا یقین ہے کہ صالح اپنے رب کی طرف سے بھیجے ہوئے ہیں) یہ بات انہوں نے بطور تمسخر کہی۔ قَالُوْۤا اِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلَ بِهِ مُؤْمِنُوْنَ (انہوں نے کہا ہم تو بیشک اس پر پورا یقین رکھتے ہیں جو ان کو دیکر بھیجا گیا ہے) یہ ان کا جواب ہوا۔ کیونکہ انہوں نے آپ کے رسول بنائے جانے کے متعلق سوال کیا پس انہوں نے آپ کی رسالت کو ایک مسلمہ بات قرار دیا۔ گویا انہوں نے اس طرح کہا کہ مرسل ہونے کا علم اور جو کچھ وہ دیکر بھیجے گئے اس کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے میں کوئی اشتباہ نہیں کلام اس پر ہے کہ آیا ان پر ایمان لانا واجب ہے پس ہم تمہیں خبر دے رہے ہیں کہ ہم ان پر ایمان لانے والے ہیں۔

متکبرین کا جوابی رویہ:

آیت ۷۶: قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْۤا اِنَّا بِالَّذِيْۤ اٰمَنْتُمْ بِهِ كٰفِرُوْنَ (متکبر سرداروں نے کہا کہ اس میں شک نہیں کہ تم جس پر ایمان لائے ہو ہم اس کے منکر ہیں) انہوں نے امنتہم بہ کو ارسل بہ کی جگہ ذکر کر کے کفار اس بات کی تردید کر رہے ہیں۔ کہ جس ایمان کو تم مسلم کہتے ہو ہم اسی کا انکار کرتے ہیں

۷۷: فَعَقَّرُوْۤا النَّاقَةَ (غرض اس اونٹنی کو مار ڈالا) عقر کی نسبت پوری قوم کی طرف کی اگرچہ عاقر تو قد ار بن سالف تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ پوری قوم اس پر رضا مند تھی۔ یہ قد ار سرخ نیلگوں بونا تھا۔ جیسا کہ فرعون بھی اسی طرح تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی بن ابی طالب پہلوں میں بڑا بد بخت صالح کی اونٹنی کو ذبح کرنے والا تھا۔ اور پچھلوں میں بڑا بد بخت تیرا قاتل ہوگا۔ (مجمع الزوائد: ۲۹۹) وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ (اور اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی) انہوں نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی اور اس سے منہ موڑا اور تکبر کیا۔ امر ربہم سے مراد وہ حکم ہے جو ان کو صالح علیہ السلام کی زبان پر دیا گیا: فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِیْۤ اَرْضِ اللّٰهِ (الاعراف: ۷۳) یا شان رب مراد ہے۔ اور وہ دین ہے۔ وَقَالُوْۤا یٰۤاٰصْلِحُ اِنْتَنَاۤ بِمَا تَعِدُنَا (اور کہنے لگے اے صالح جس کی آپ ہم کو دھمکی دیتے تھے اسکو منگوائیں) یعنی عذاب اِنْ کُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ۔ (اگر تم پیغمبروں میں سے ہو)

عذاب کی آمد:

آیت ۷۸: فَآخَذَتْهُمْ الرِّجْفَةُ وہ چیخ جس سے زمین ہلادی گئی۔ اور وہ اس سے بے قرار ہو گئے۔ فَاصْبَحُوْۤا فِیْۤ اٰرَافِهِمْ اپنے شہروں میں یا مکانات میں جاثمین (اوندھے) بیٹھنے کی حالت میں مردار ہوئے کہا جاتا ہے الناس جثم یعنی بیٹھے ہیں کہ ان میں حس و حرکت نہیں اور نہ وہ کلام کرتے ہیں۔

تکسر صالح علیہ السلام:

آیت ۷۹: فَتَوَلّٰی عَنْهُمْ (صالح علیہ السلام ان سے منہ موڑ کر چلے) جب انہوں نے اونٹنی کی کوچیں کاٹیں وَقَالَ یٰۤاٰقُوْم (اور فرمایا اے میری قوم) ان سے جدائی کے وقت لَقَدْ اٰبَلَعْتُکُمْ رِسَالَۃَ رَبِّیْ وَنَصَحْتُ لَکُمْ وَلٰکِنْ لَا تُحِبُّوْنَ النَّصِیْحَ (میں)

وَلَوْ طَا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ

”اور ہم نے لوط کو بھیجا جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کیا تم بے حیائی کا کام کرتے ہو جسے تم سے پہلے جہانوں میں سے کسی نے

مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝۸۰ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَاءِ ط

بھی نہیں کیا، بے شک تم عورتوں کو چھوڑ کر شہوت رانی کے لیے مردوں کے پاس آتے ہو

بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ۝۸۱ وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ اِلَّا اَنْ قَالُوْا

بلکہ تم لوگ حد سے گزر جانے والے ہو، اور ان کی قوم کا جواب اس کے علاوہ کچھ نہیں تھا کہ وہ کہنے لگے

اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ؕ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ۝۸۲ فَاَنْجَيْنَاهُ

کہ ان لوگوں کو اپنی بستی سے نکال دو۔ بے شک یہ ایسے لوگ ہیں جو پاکیزہ بنتے ہیں، سو ہم نے نجات دی لوط کو

وَاَهْلَهُ اِلَّا امْرَاَتَهُ زَكَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ۝۸۳ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ط

اور اس کے گھر والوں کو سوائے اس کی بیوی کے کہ وہ رہ جانے والوں سے تھی اور ہم نے ان پر ایک بڑی بارش برسا دی۔

فَاَنْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ع ۝۸۴

سو دیکھ کیسا انجام ہے مجرمین کا۔“

نے تو تم کو اپنے پروردگار کا حکم پہنچا دیا تھا اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی لیکن تم لوگ خیر خواہوں کو پسند ہی نہیں کرتے تھے (جو کہ ہدایت کا حکم دینے والے تھے۔ خواہشات کی تزیین کی بناء پر نصیحت کے بارے میں معروف ہے کہ رسوا، کن دودھ دینے والی اونٹنی ہے۔ لیکن وہ بد مزہ ہے جس سے غصہ جنم لیتا ہے۔ روایت میں ہے کہ انہوں نے بدھ کو اونٹنی کی کونچیں کاٹیں۔ صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ تم اس کے بعد تین دن زندہ رہو گے۔ پہلے دن تمہارے چہرے زرد پڑ جائیں گے۔ جبکہ دوسرے دن سرخ ہو جائیں گے۔ اور تیسرے دن سیاہ پڑ جائیں گے۔ چوتھے دن عذاب تمہیں دبوچ لے گا۔

بالکل ایسا ہی ہوا آپ ایک سو دس مسلمانوں کو لے کر نکلے۔ اس حال میں کہ آپ پر گریہ طاری تھی۔ جب انکی ہلاکت ہو چکی تو پھر لوٹ کر اسی علاقے میں رہے (مگر واپس وہیں رہائش کی بات محل نظر ہے۔ دیگر مفسرین مکہ مکرمہ ہجرت کا قول نقل کرتے ہیں)۔

تذکرہ قوم لوط علیہ السلام:

آیت ۸۰: وَلَوْ طَا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ (ہم نے لوط کو بھیجا جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا) یعنی اذ کروا لوطا کہ تذکرہ کرو لوط کا اذیہ اس مخدوف فعل کا بدل ہے۔ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ (کیا تم ایسا فحش کام کرتے ہو) کیا تم انتہائی شدید برائی میں مبتلاء ہو۔

انوکھا جرم:

مَا سَبَقَكُمْ بِهَا (جس کو تم سے پہلے نہیں کیا) جس کو تم سے پہلوں نے نہیں کیا۔ باتعد یہ کیلئے ہے اور رسول اللہ کے ارشاد کا یہی مطلب ہے۔ سَبَقَتْ بِهَا عَكَاشَةُ۔ عکاشہ تم سے پہلے کر گیا۔ (احزاب ص ۴۵۳) مِنْ أَحَدٍ (کسی نے) مَنْ زَائِدٌ ہے جو تا کید نفی کیلئے لائے اور یہاں استغراق کا معنی دے رہا ہے۔ مِنَ الْعَالَمِينَ (دنیا جہاں والوں میں سے) اس میں مَنْ تَبْعِيضٌ کیلئے ہے۔ یہ جملہ متناقض ہے۔ اول ان پر یہ کہہ کر انکار کیا۔ اتاتون الفاحشة پھر ان کو ڈانٹ پلاتے ہوئے کہا کہ جہان میں اس عمل کے بانی تم ہو۔

شہوات میں اندھا پن:

آیت ۸۱: اِنَّكُمْ لَتَآتُونَ الرَّجَالَ (تم مردوں کے ساتھ کرتے ہو) یہ اتاتون الفاحشة کا بیان ہے۔ اِنَّكُمْ كَوْمِدْنِي اور حفص نے خبر مانا ہے۔ اور اتی المرأة کا معنی جماع کرنا ہے شَهْوَةٌ (شہوت رانی) یہ مفعول لہ ہے یعنی شہوت کی خاطر۔ تمہیں اس بات پر صرف شہوت آمادہ کرنے والی ہے اور یہ سب سے زیادہ قابل مذمت حرکت ہے۔ کیونکہ بہیمہ والی صفت ہے۔ مِّنْ ذُّوْنَ النِّسَاءِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُونَ (بلکہ تم حد ہی سے گزر گئے ہو) انکار سے اعراض کر کے اس حالت کی خبر دی جو ارتکاب قبائح کو لازم کرنے والی ہے۔ اور وہ اس قوم کی عادت اسراف اور ہر چیز میں تجاوز عن الحدود تھی۔ اس لئے انہوں نے قضائے شہوت میں اسراف کرتے ہوئے معذورانہ سے غیر معذور کی طرف تجاوز کیا۔

قوم کا جواب خیر کو عیب کہا:

آیت ۸۲: وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ اِلَّا اَنْ قَالُوا اَخْرِجُوهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ (ان کی قوم سے کوئی جواب نہ بن پڑا سوائے اس کے کہ آپس میں کہنے لگے کہ ان لوگوں کو تم اپنی بستی سے نکال دو) یعنی لوط اور جو لوگ ان پر ایمان لائے تھے۔ مطلب یہ ہوا کہ لوط علیہ السلام نے ان سے انکار فاحشہ کے سلسلے میں جو جواب مانگا اس کا انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ جس شرارت کی جڑ کے متعلق لوط نے ان کی نشاندہی کی۔ کہ وہ صرف لوگ ہیں۔ انہوں نے انکا کوئی جواب نہ دیا۔ بلکہ ایسی چیز پیش کی جو ان کے کلام سے بالکل متعلق نہ تھی۔ انہوں نے حکم دیا کہ لوط اور ان پر ایمان لانے والوں کو بستی سے نکال دو۔ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُونَ (یہ لوگ بڑے پاک صاف بنتے ہیں) یہ طہارت و پاکیزگی کے دعویدار ہیں اور ایسی بات کے مدعی ہیں کہ ہم خبیث فعل کے مرتکب ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ انہوں نے مسلمانوں کی بات کو بطور عیب ذکر کیا۔ جو قابل مدح تھی۔

نتیجہ آمد عذاب:

آیت ۸۳: فَانْجَيْنَاهُ وَاَهْلَهُ (پس ہم نے لوط علیہ السلام اور ان کے متعلقین کو بچا لیا) جو بھی ان کے ساتھ خاص طور پر رشتہ دار متعلق تھے یا مومنین اِلَّا امْرَاَتَهُ كَانَتْ مِنَ الْغَابِرِينَ (سوائے ان کی بیوی کے کہ وہ انہی لوگوں میں رہی جو عذاب میں رہ گئے تھے) عذاب میں باقی رہنے والے لوگوں میں سے تھی۔ مذکور کو مونث پر غلبہ دے کر مذکر صیغہ لایا گیا۔ یہ اہل سدوم میں سے کافرہ تھی۔ روایت میں مذکور ہے کہ اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو ایک پتھر اس کو آگیا۔ جس سے وہ ہلاک ہو گئی۔

وَالِی مَدَیْنِ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا ۙ قَالَ یُقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ

اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا۔ انہوں نے کہا اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود

مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ ۙ قَدْ جَآءَتْکُمْ بَیِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ فَاَوْفُوا الْکَیْلَ

نہیں ہے تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے دلیل آگئی ہے۔ سوناپ اور تول پورا

وَالْمِیْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَهُمْ وَلَا تَفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ

کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر مت دو اور زمین میں انکی اصلاح کے بعد فساد

بَعْدَ اِصْلَاحِہَا ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝۸۵ وَلَا تَقْعُدُوْا

مت کرو۔ یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم مومن ہو اور مت بیٹھ جاؤ

بِکُلِّ صِرَاطٍ تُوعِدُوْنَ وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِہٖ وَ

ہر راستہ میں کہ تم لوگوں کو دھمکیاں دیتے ہو اور لوگوں کو اللہ کے راستہ سے روکتے ہو جو اس پر ایمان لائے۔ اور

تَبْغُوْنَہَا عِوَجًا وَاذْکُرُوْا اِذْ کُنْتُمْ قَلِیْلًا فَکَثَرْتُکُمْ وَاَنْظُرُوْا

اس میں کجی تلاش کرتے ہو اور یاد کرو جبکہ تم تھوڑے سے تھے سو اللہ نے تم کو زیادہ کر دیا۔ اور دیکھ لو

کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِیْنَ ۝۸۶ وَاِنْ کَانَ طَآئِفَةٌ مِّنْکُمْ

فساد کرنے والوں کا کیا انجام ہوا۔ اور اگر تم میں سے ایک جماعت اس

اٰمَنُوْا بِالَّذِیْ اُرْسِلْتُ بِہٖ وَطَآئِفَةٌ لَّمْ یُؤْمِنُوْا فَاصْبِرُوْا حَتّٰی

حکم پر ایمان لائی جسے دیکر میں بھیجا گیا ہوں اور ایک جماعت ایمان نہ لائی تو صبر کرو یہاں تک کہ

یَحْكُمَ اللّٰهُ بَیْنَنَا ۚ وَهُوَ خَیْرُ الْحٰکِمِیْنَ ۝۸۷

اللہ تعالیٰ ہمارے درمیان فیصلہ فرمادے اور وہ سب حاکموں سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

خاص قسم کی بارش:

آیت ۸۴: وَامْطَرْنَا عَلَیْہُمْ مَّطَرًا (اور ہم نے ان پر ایک نئی طرح کی بارش برسائی) ہم نے ان پر ایک عجیب قسم کی بارش کی کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر آگ اور فاسفوس کی بارش کی۔ ایک قول یہ ہے کہ مقیم لوگوں کو زمین میں دھنسا دیا اور چلنے پھرنے

والوں پر پتھروں کی بارش کی۔ ابو عبیدہ کا قول ہے لفظ اَمْطِرُ عَذَابَ کیلئے اور مَطَرٌ کا لفظ رحمت کے لیے آتا ہے۔ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِينَ۔ (پس دیکھ تو سہی ان مجرموں کا انجام کیسا ہوا) مجرمین سے کافر مراد ہیں۔

قوم شعیب علیہ السلام کا تذکرہ:

آیت ۸۵: وَاللّٰی مَدَّیْنٍ (اور ہم نے مدین کی طرف بھیجا) اور ہم نے بھیجا مدین کی طرف۔ مدین یہ ایک قبیلہ کا نام ہے۔ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا (ان کے بھائی شعیب علیہ السلام کو) ان کو خطیب الانبیاء کہا جاتا ہے اس لئے کہ قوم کو انہوں نے خوب جواب دیئے اور عمدہ انداز سے سمجھایا وہ ماپ تول میں کمی کرنے والے تھے۔

خطیب الانبیاء کی شاندار تقریر:

قَالَ يَقُومُ عَبْدُ وَاللّٰهِ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهِ غَيْرُهُ قَدْ جَاءَ تَكْمٌ بَيْنَهُ مِنْ رَبِّكُمْ (انہوں نے فرمایا اے میری قوم تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں۔ تمہارے پاس تمہارے معبود کی طرف سے واضح دلیل آچکی ہے) یعنی معجزہ اگرچہ وہ قرآن میں موجود نہیں۔ فَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ (تو تم ماپ تول پوری پوری کیا کرو) ان کو پورا کرو۔ مراد یہ ہے کہ پورا کرو ماپ کو اور میزان کا وزن پورا دو۔ یا میزان میعاد کی طرح بمعنی مصدر ہے۔ وزن کرنے میں۔ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ (اور لوگوں کا ان کی چیزوں میں نقصان مت کرو) ان کے حقوق مال میں کمی کر کے اور وزن میں نقص کر کے نہ توڑو۔ وہ فروخت کرتے وقت ہر چیز کم دیتے۔ نخس کا لفظ دو مفعول کی طرف متعدی ہے اور وہ الناس و اشیاء ہم ہے جیسے کہتے ہیں۔ بخصت زیداً حقہ یعنی میں نے اس کو کم کر کے دیا۔ وَلَا تُفْسِدُوا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا (اور زمین کی درستی کروئیے جانے کے بعد فساد مت پھیلاؤ) اس میں اصلاح کرنے کے بعد یعنی اس میں بگاڑ نہ پیدا کرو۔ اس کے بعد کہ نیک انبیاء اور اولیاء نے اس میں اصلاح کی ہے اور اصلاح کی اضافت اسی طرح ہے۔ جیسے: بَلْ مَكْرُ الْاَیْلِ وَالنَّهَارِ (۳۳) یعنی بل مکر کم فی الیل و النہار تمہارا دن رات تدابیر شر کرنا۔ ذَلِكُمْ (یہ) اس سے اشارہ و فاء کیل و میزان، ترک نخس اور ترک فساد فی الارض کی طرف ہے۔ خَيْرٌ لَّكُمْ (تمہارے لئے بہتر ہے) انسانیت کے لحاظ سے اور اچھے کرو کردار کے اعتبار سے اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ (اگر تم مؤمن ہو) اگر میری بات میں تم میری تصدیق کرنے والے ہو۔

قوم کا مزاج ڈاکہ زنی:

آیت ۸۶: وَلَا تَقْعُدُوا بِكُلِّ صِرَاطٍ (اور تم سڑکوں پر اس غرض سے مت بیٹھا کرو) ہر راستے پر تَوَعْدُونَ (کہ دھمکیاں دو) ان کو جو شعیب علیہ السلام پر ایمان لاتے ہیں سزا کے ساتھ۔ وَتَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهِ (اور ایمان والوں کو اللہ کی راہ سے روکو) عبادت سے مومنوں کو اور یہ بھی قول ہے کہ وہ راستے پر ڈاکے ڈالتے دوسرا قول یہ ہے کہ چنگی وصول کرتے۔ وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا (اور اس میں کجی کی تلاش میں لگے رہو) اللہ تعالیٰ کی راہ کے لیے تم ڈھونڈتے ہو۔ یعنی اس کے متعلق لوگوں کو کہتے ہو کہ یہ ٹیڑھا راستہ ہے درست و سیدھا نہیں ہے تاکہ لوگ اس پر چلنے سے رک جائیں۔

نَحْوُ: تو عدوٰں اور اس کا معطوف یہ حال ہونے کی بناء پر منصوب ہے۔ یعنی نہ تم راستوں پر بیٹھو اس حال میں کہ تم لوگوں کو ڈرانے والے ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکنے والے اور اس میں ٹیڑھا پن تلاش کرنے والے ہو۔ **وَ اذْكُرُوا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا** (اور اس حالت کو یاد کرو جب تم تھوڑے تھے)

نَحْوُ: اذ مفعول بہ ہے ظرف نہیں ہے۔ یعنی تم شکریہ کے طور پر اس وقت کو یاد کرو۔ جب تمہاری تعداد بہت کم تھی۔ **فَكَثَّرَكُمُ** (سواللہ نے تمہیں زیادہ کر دیا) اللہ تعالیٰ نے تمہاری تعداد بڑھا دی۔ اور گنتی میں بہت زیادہ کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ مدین بن ابراہیم نے لوط علیہ السلام کی بیٹی سے شادی کی پس اس سے اولاد پیدا ہوئی۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے برکت ڈالی اور بہت زیادہ ہو گئے۔ **وَ اَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ** (اور دیکھو کیا انجام ہوا فساد کرنے والوں کا) آخر انجام ان لوگوں کا جنہوں نے تم سے پہلے فساد برپا کیا جیسے قوم نوح، قوم صالح، لوط، ہود علیہم السلام۔

دونوں فریقوں کو خطاب:

آیت ۸۷: **وَ اِنْ كَانَ طَآئِفَةٌ مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِيْ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَ طَآئِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوْا فَاصْبِرُوْا** (اور اگر تم میں سے بعض اس حکم پر جس کو مجھے دیکر بھیجا گیا ہے۔ ایمان لائے ہیں اور بعض ایمان نہیں لائے تو ذرا ٹھہر جاؤ) پس تم انتظار کرو۔ **حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا** (یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے درمیان میں فیصلہ کیے دیتے ہیں) یعنی دونوں فریقوں کے درمیان کہ حق پرستوں کو باطل پرستوں پر غلبہ دیا جائے۔ نمبر ۱۔ یہ دراصل وعید ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں سے انتقام لیں گے۔ یا پھر ایمان والوں کو صبر پر آمادہ کیا گیا۔ کہ وہ مشرکین کی طرف سے پہنچنے والی ایذاؤں کو برداشت کریں۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کے اور کفار کے درمیان فیصلہ فرمادیں اور انتقام لیں۔ نمبر ۲۔ دونوں فریقوں کو مخاطب کیا تا کہ مسلمان ایذائے کفار پر صبر کریں۔ اور کافروں کو ایمان والوں کا ایمان اگر برا معلوم ہوتا ہے تو وہ اس پر صبر کریں۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کے مابین فیصلہ فرمادیں اور پلید اور پاک کو الگ کر دیں۔ **وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ** (اور وہ سب فیصلہ کرنے والوں سے بہتر ہے) کیونکہ اس کا حکم برحق اور عادلانہ ہے۔ اس میں ظلم و جور کا شائبہ بھی نہیں۔

قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا مِنْ قَوْمِهِ لَنُخْرِجَنَّكَ يَشْعِبُ وَالَّذِينَ آمَنُوا

ان کی قوم کے سردار جو تکبر کرنے والے تھے کہنے لگے کہ اے شعیب ضرور ضرور ہم تجھے اور ان لوگوں کو جو تیرے ساتھ ایمان لائے اپنی بستی سے نکال دیں

مَعَكَ مِنْ قَرِيْنَتِنَا اُولَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ۚ قَالَ اَوَلَوْ كُنَّا كَرِهِيْنَ ۙ (۸۸) قَدْ افْتَرَيْنَا

گئے یا یہ کہ تم ہمارے دین میں واپس آ جاؤ۔ انہوں نے جواب دیا کیا (ہم تمہارے دین میں واپس آ جائیں گے) اگر چہ دل سے برا جانتے ہوں؟ اگر ہم تمہارے دین میں واپس

عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِيْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجَّيْنَا اللّٰهَ مِنْهَا ۚ وَمَا يَكُوْنُ لَنَا

ہو جائیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم اللہ پر جھوٹی تہمت لگانے والے بن جائیں اس کے بعد کہ اللہ نے اس سے ہم کو نجات دی اور ہم سے یہ نہیں ہو سکتا

اَنْ نَّعُوْدَ فِيْهَا اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ رَبُّنَا ۚ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ۚ عَلَى

کہ ہم تمہارے دین میں واپس آ جائیں (الایہ کہ اللہ چاہے جو ہمارا رب ہے۔ ہمارے رب کا علم ہر چیز کو محیط ہے ہم نے اللہ پر

اللّٰهُ تَوَكَّلْنَا رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ ۚ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِيْنَ ۙ (۸۹)

بھروسہ کیا۔ اے ہمارے رب ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ فرما دے اور تو فیصلہ کرتی والوں میں سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے

سرداروں کا جواب:

آیت ۸۸: قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا مِنْ قَوْمِهِ لَنُخْرِجَنَّكَ يَشْعِبُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَكَ مِنْ قَرِيْنَتِنَا اُولَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا (ان کو اپنی بستی سے نکال دیں گے۔ یا یہ ہو کہ تم ہمارے مذہب میں واپس آ جاؤ) یعنی دونوں میں سے ایک بات ضرور تسلیم کرنا ہوگی یا نکلتا یا کفر کی طرف لوٹنا۔ قَالَ اَوَلَوْ كُنَّا كَرِهِيْنَ (شعیب علیہ السلام نے جواب دیا کہ کیا ہم تمہارے مذہب میں آ جاویں اگرچہ ہم اس کو ناپسند ہی سمجھتے ہوں)

خجوة: اس میں ہمزہ استفہام انکاری کے لیے ہے۔ اور واو حالیہ ہے تقدیر عبارت یہ ہے۔ اتعید و ننافی ملتکم فی حال کراہتنا و مع کونا کارہین قالوا نعم کیا تم ہمیں اپنے مذہب کی طرف لوٹاؤ گے باوجود یہ کہ ہم اس کو ناپسند کرتے ہیں انہوں نے کہا ہاں۔

شعیب علیہ السلام کی جوابی تقریر:

آیت ۸۹: پھر ان کو شعیب علیہ السلام نے فرمایا قَدْ افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِيْ مِلَّتِكُمْ (ہم تو اللہ تعالیٰ پر بڑی جھوٹی تہمت لگانے والے ہو جاویں اگر ہم تمہارے مذہب میں آ جائیں) یہ قسم ہے تقدیر عبارت یہ ہے واللہ لقد افترینا علی اللہ کذباً ان عدنا فی ملتکم۔ اللہ کی قسم ہم نے اس وقت اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا اگر ہم تمہاری ملت کی طرف لوٹ کر گئے۔ بَعْدَ اِذْ نَجَّيْنَا اللّٰهَ مِنْهَا (اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس سے نجات دی ہو) ہمیں اللہ تعالیٰ نے چھٹکارا دیا۔

وَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ لَئِنْ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا إِنَّكُمْ إِذًا لَخَسِرُونَ ۙ

اور کہا ان کی قوم کے سرداروں نے جو کفر پر تھے کہ اگر تم شعیب کی راہ پر چلنے لگو گے تو بلاشبہ بڑے نقصان میں پڑ جاؤ گے۔

فَاَخَذَتْهُمْ الرَّجْفَةُ فَاصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جَثِمِينَ ۙ الَّذِينَ كَذَّبُوا شُعَيْبًا

سو پکڑ لیا ان کو زلزلہ نے سو وہ صبح کے وقت اس حال میں ہو گئے کہ اپنے گھروں میں اونڈھے منہ گرے ہوئے تھے جنہوں نے شعیب کو جھٹلایا

كَانَ لَمْ يَخْنَوْا فِيهَا ۙ الَّذِينَ كَذَّبُوا شُعَيْبًا كَانُوا هُمُ الْخَسِرِينَ ۙ فَتَوَلَّى

گویا کہ وہ ان گھروں میں رہے ہی نہیں تھے جن لوگوں نے شعیب کو جھٹلایا وہی نقصان میں پڑنے والے ہیں سو پشت پھیری

عَنْهُمْ وَقَالَ يَقُومُ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالِ رَبِّي وَنَصَحْتُ لَكُمْ فَكَيْفَ اَسَىٰ

ان کی طرف سے اور کہا کہ اے میری قوم بے شک میں نے تم کو اپنے رب کے پیغام پہنچا دیئے اور تمہاری خیر خواہی کی سو پھر میں کفر

عَلَىٰ قَوْمٍ كَافِرِينَ ۙ

اختیار کرنے والی قوم پر کیوں رنج کروں؟

سوال: ان عدنا فی ملتکم شعیب نے کس طرح کہہ دیا۔ حالانکہ کفر انبیاء تو محال ہے۔

جواب: اس سے قوم کے ان مومنین کا لوٹنا مراد ہے اگرچہ نظم کلام میں تمام شامل ہیں۔ اور بلاشبہ وہ اس سے بری ہیں۔ کلام کو تغلیب کے انداز میں چلایا ہے۔ وَمَا يَكُونُ لَنَا (اور ہم سے یہ ممکن نہیں) نہ یہ ہمارے لیے مناسب ہے اور نہ صحیح ہے۔ اَنْ نَّعُوْذَ فِيْهَا اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ رَبَّنَا (کہ ہم تمہارے مذہب میں پھر آجائیں لیکن ہاں یہ کہ اللہ ہی نے مقدر کیا ہو جو ہمارا مالک ہے) مگر یہ کہ ہماری تقدیر میں لوٹنا لکھا ہو۔ تو اس کو موڑا نہیں جاسکتا۔ کیونکہ ساری کائنات کے خیر و شر اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہیں۔ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا (ہمارے رب کا علم ہر چیز کو محیط ہے) علمہ تمیز ہے یعنی وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ اپنے بندوں کے پلٹنے والے حالات سے بخوبی واقف ہیں اور ان کے دل کس طرح پلٹتے ہیں اس سے بھی واقف ہے۔ عَلٰی اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا (ہم اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں) اس پر کہ وہ ہمیں ایمان پر ثابت قدم رکھے۔ اور یقین میں وہ اضافہ کی ہمت دے۔ رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ (اے ہمارے رب ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کے موافق فیصلہ کر دیجئے) یعنی تو فیصلہ کر۔ الفتاح فیصلہ کرنا۔ حق فیصلہ بند کام کو کھول دیتا ہے۔ اسی لیے اس کو فتح فرمایا۔ اہل عمان کی لغت میں قاضی کو فتاح کہتے ہیں۔ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِيْنَ (اور آپ سب سے اچھا فیصلہ کرنے والے ہیں)

سرداروں کا قوم کو ان کے خلاف بھڑکانا:

آیت ۹۰: وَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ لَئِنْ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا إِنَّكُمْ إِذًا لَخَسِرُونَ (اور ان کی قوم کے کافر سرداروں

نے کہا اگر تم شعیب کی راہ پر چلنے لگو گے تو بیشک تم بڑا نقصان اٹھاؤ گے (اس کی اتباع سے نخس و تطفیف کے فوائد سے محروم ہو جاؤ گے۔ کیونکہ وہ ان سے روکتا ہے۔ اور تمہیں ایفاء اور برابری پر آمادہ کرتا ہے۔

نَجْوٰی : لَنْ اَتَّبِعْتُمْ یٰہِ لَام شرط سے شروع ہونے والا قسم کا جواب ہے۔ اور شرط کا جواب انکم اذا لخاسرون ہے۔ اور وہ دونوں جوابوں کے قائم مقام ہے۔

انکار کا نتیجہ دُنیا میں زلزلہ اور آخرت میں تباہی:

آیت ۹۱: فَآخَذَ تَهُمُ الرَّجْفَةُ (پس ان کو زلزلے نے آ پکڑا) زلزلہ فَاصْبَحُوا فِیْ دَارِهِمْ جَثِیْمِیْنَ (وہ اپنے گھروں میں اوندھے کے اوندھے پڑے رہ گئے) مردہ۔

آیت ۹۲: الَّذِیْنَ كَذَّبُوا شُعْبًا (جنہوں نے شعیب کی تکذیب کی تھی) **نَجْوٰی** : یہ مبتداء اور اس کی خبر گانَ لَمْ یَغْنَوْا فِیْہَا (ان کی یہ حالت ہو گئی گویا وہ ان گھروں میں کبھی بے بھی نہ تھے) ہے۔ غنی بالمكان کا معنی اقامت اختیار کرنا ہے۔ گویا وہ مقیم ہی نہیں ہوئے۔ الَّذِیْنَ كَذَّبُوا شُعْبًا (جنہوں نے شعیب کی تکذیب کی تھی) یہ مبتداء ہے اور اس کی خبر گَانُوا هُمُ الْخٰسِرِیْنَ (وہ خسارہ میں پڑ گئے) ہے۔ اس مبتداء میں خصوصیت والا معنی پایا جاتا ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا۔ الَّذِیْنَ كَذَّبُوا شُعْبًا هُمُ الْمَخْصُوصُونَ بِأَن اَهْلَكُوا كَانَ لَمْ یَقِیْمُوا فِیْ دَارِهِمْ لَانِ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوا شُعْبًا قَدْ اَنْجَاهُمُ اللّٰهُ۔ الَّذِیْنَ كَذَّبُوا شُعْبًا هُمُ الْمَخْصُوصُونَ بِالْخَسْرَانِ الْعَظِیْمِ دُونَ اتِّبَاعِهِ فَهَمُ الرَّابِحُونَ۔ اس مبتداء میں خصوصیت کا معنی ہے گویا اس طرح کہا گیا جنہوں نے شعیب کو جھٹلایا وہ ہلاکت کے ساتھ خاص ہیں۔ کہ ان کو ہلاک کر دیا گیا۔ گویا وہ اپنے گھروں میں رہائش پذیر بھی نہ ہوئے۔ کیونکہ جنہوں نے شعیب کی اتباع کی اللہ تعالیٰ نے ان کو نجات اور جنہوں نے شعیب کو جھٹلایا وہ عظیم نقصان کے ساتھ مخصوص تھے۔ شعیب اس تکرار میں مبالغہ ہے اور ان کی تکذیب اور جو ان کے نتیجے میں ان پر گزری اس کو بہت بڑا کر کے پیش کیا گیا (تا کہ عبرت و نصیحت خوب ہو)

تکسر کے کلمات:

آیت ۹۳: فَتَوَلّٰی عَنْهُمْ (اس وقت شعیب ان سے منہ موڑ کر چلے) عذاب نازل ہونے کے بعد۔ وَقَالَ یَقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِیْسَلِیْ رَبِّیْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ فَكَيْفَ اَسٰی (اور فرمانے لگے اے میری قوم میں نے تم کو اپنے پروردگار کے احکام پہنچا دیئے تھے اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی پھر میں کیوں رنج کروں) غم کروں؟ عَلٰی قَوْمٍ کٰفِرِیْنَ (کافر لوگوں پر) ان کا غم قوم پر سخت ہوا۔ پھر انہی کی طرف توجہ فرما کر فرمانے لگے۔ میں ایسی قوم پر کیوں غم کروں جب کہ وہ غم کے حقدار ہی نہیں۔ کیونکہ وہ کفر کرنے والے تھے اور اس عذاب کے حقدار تھے جو ان پر نازل ہوا۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ انہوں نے ارادہ کیا کہ میں اس عذاب سے بچانے میں جو تم پر اترا اور تبلیغ میں بہت عذر داری پیش کی مگر تم نے میری ایک نہ سنی۔ اب میں کیسے تم پر افسوس کروں۔

وَمَا أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِّن نَّبِيٍّ إِلَّا أَخَذْنَا أَهْلَهَا بِالْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ لَعَلَّهُمْ

اور ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی نہیں بھیجا کہ اس کے رہنے والوں کو ہم نے سختی اور تکلیف کے ساتھ نہ پکڑا ہو تاکہ وہ

يَضُرَّعُونَّ ۙ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتَّىٰ عَفَوا وَقَالُوا قَدْ مَسَّ

عاجزی کریں۔ پھر ہم نے بد حالی کی جگہ خوش حالی بدل دی یہاں تک کہ وہ بڑھتے چلے گئے اور کہنے لگے ہمارے باپ دادوں کو

أَبَاءَنَا الضَّرَّاءِ وَالسَّرَّاءِ فَأَخَذْنَاهُمْ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۚ وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ

تکلیف اور خوشی پہنچ چکی ہے۔ سو ہم نے انہیں اچانک پکڑ لیا اس حال میں کہ انہیں خبر بھی نہ تھی۔ اگر ان بستیوں کے رہنے

الْقُرَىٰ آمَنُوا وَاتَّقُوا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَلَٰكِن

والے ایمان لے آتے اور پرہیزگاری اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان کی اور زمین کی برکتیں کھول دیتے۔ لیکن

كَذَّبُوا فَأَخَذْنَاهُم بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۚ أَفَأَمِنَ أَهْلُ الْقُرَىٰ أَن يَأْتِيَهُمْ

انہوں نے جھٹلایا تو ہم نے ان کے اعمال کی وجہ سے انہیں پکڑ لیا۔ کیا بستیوں کے رہنے والے اس سے بے خوف ہیں کہ ہمارا عذاب ان کے پاس

بِأَسْنَابِيَّاتٍ وَأَهُم يَأْمُرُونَ ۙ وَأَمِنَ أَهْلُ الْقُرَىٰ أَن يَأْتِيَهُمْ بَأْسُنَا صُحَّىٰ

رات کے وقت اس حال میں آجائے کہ وہ سو رہے ہوں یا بستیوں والے اس سے بے خوف ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب دن چڑھے آجائے

وَهُمْ يَلْعَبُونَ ۚ أَفَأَمِنُوا مَكْرَ اللَّهِ ۚ فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُونَ ۚ

جبکہ وہ کھیل رہے ہوں۔ کیا یہ لوگ اللہ کی تدبیر سے غرور ہو گئے۔ سو اللہ کی تدبیر سے بے خوف نہیں ہوتے مگر وہی لوگ جن کا رہنا ہمارے ہی طے پا چکا ہو۔

قوموں کا عمومی طرزِ عمل:

آیت ۹۴: وَمَا أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِّن نَّبِيٍّ (اور ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی نہیں بھیجا) ہر شہر کو قریہ کہتے ہیں۔ اس میں حذف ہے۔ یعنی انہوں نے ان کو جھٹلادیا۔ إِلَّا أَخَذْنَا أَهْلَهَا بِالْبَأْسَاءِ (کہ وہاں کے رہنے والوں کو محتاجی میں نہ پکڑا ہو) تنگدستی اور فقر و الضَّرَّاءِ (اور بیماری میں) اتباع پیغمبر سے تکبر کرنے کی بناء پر جسمانی تکالیف اور مرض یا دونوں کا یعنی نفس کا نقصان اور مال کا نقصان لَعَلَّهُمْ يَضُرَّعُونَ (تاکہ وہ ڈھیلے پڑ جائیں) تاکہ وہ گڑگڑائیں اور عاجزی اختیار کریں تکبر کی چادر اتار پھینکیں۔

استدراج الہی:

آیت ۹۵: ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ (پھر ہم نے اس بد حالی کی جگہ خوش حالی بدل دی) یعنی پھر ہم نے ان کو ان

چیزوں کے بدلہ میں جن میں بلاء و محنت تھی نرمی، وسعت اور صحت دے دی۔ حَتَّى عَفَّوْا (یہاں تک کہ ان کو خوب ترقی ہوئی) وہ زیادہ ہوئے اور مال و انفس کے لحاظ سے ترقی کر گئے یہ عفا النبات سے لیا گیا جبکہ وہ کثرت سے ہو۔ اسی سے آپ ﷺ کا ارشاد ہے۔ اَعْفُوا اللّٰحِی (نسائی، ترمذی) وَقَالُوا قَدْ مَسَّ آبَاؤُنَا الضَّرَّاءُ وَالسَّرَّاءُ (اور وہ کہنے لگے کہ ہمارے آباؤ اجداد کو بھی تنگی اور راحت پیش آتیں تھیں) یعنی وہ کہنے لگے کہ یہ زمانہ کا چکر ہے کہ لوگوں میں دکھ سکھ آتا ہے۔ یہ گناہوں کی سزا نہیں اسی لیے جس بات پر قائم ہو اسی پر قائم رہو۔ فَآخِذْهُمْ بِغُتَّةٍ وَهُمْ لَا يَسْعُرُونَ۔ (تو ہم نے ان کو اچانک پکڑ لیا اور ان کو خبر بھی نہ تھی) عذاب کے نازل ہونے کی۔

اگر کفر و شرک سے بچتے تو ہمیں اُن سے بیر نہ تھا:

آیت ۹۶: وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرَآیِ (اور اگر ان بستیوں والے) القرٰی میں الف لام اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ القرٰی سے وہی بستی مراد ہے جو اس آیت میں مراد ہے۔ وما ارسلنا فی قریة من نبیٰ گویا عبارت اس طرح ہے ولو ان اهل تلك القرى الذين كذبوا و اهلكوا اگر وہ بستی والے جنہوں نے تکذیب کی اور ہلاکت کا شکار ہوئے۔ اٰمَنُوا (ایمان لے آتے) کفر کے بدلے ایمان لاتے۔ وَاتَّقُوا (اور پرہیزگاری اختیار کرتے) شرک سے بچتے بجائے اس کے ارتکاب کے لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم (تو ہم ان پر کھول دیتے) قراءت: شامی نے لَفَتَحْنَا پڑھا۔ بَرَكَتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ (آسمان و زمین کی برکتیں) مراد اس سے نباتات اور بارش یا مطلب یہ ہے کہ ہم ان کو ہر اعتبار سے بھلائی عنایت فرماتے۔ وَلٰكِنْ كَذَّبُوا (لیکن انہوں نے تکذیب کی) انبیاء کو انہوں نے جھٹلایا۔ فَآخِذْهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ (تو ہم نے ان کے اعمال کی وجہ سے ان کو پکڑ لیا) ان کے کفر کے سبب اور ان کی بد اعمالیوں کے باعث اور جائز ہے کہ لام جنس کا ہو۔

آیت ۹۷: اَفَاٰمِنَ اَهْلُ الْقُرَآیِ (کیا ان بستیوں والے اس بات سے بے فکر ہو گئے) مراد اس سے ان کے کفار ہیں۔ اَنۡ يَّاتِيَهُمْ بَاسُنَا (کہ ان پر ہمارا عذاب آپڑے) ہمارا عذاب بَيَّاتًا (رات کے وقت) رات کو یعنی سونے کے وقت کہا جاتا ہے بات بیاتاً۔ وَهُمْ نَآیْمُونَ (اور وہ سو رہے ہوں)

اہل قرٰی کی بے خوفی:

آیت ۹۸: اَوْ اٰمِنَ اَهْلُ الْقُرَآیِ اَنۡ يَّاتِيَهُمْ بَاسُنَا صُحْحٰی۔ (یا بستیوں والے اس سے بے خوف ہیں کہ ہمارا عذاب اُن پر دن چڑھے آجائے)۔ دن کو الصُّحْحٰی اصل میں سورج کی روشنی جب خوب چمکنے لگے واؤ اور فاء اَوْ اَفَاٰمِنَ میں یہ دونوں حرف عطف ہیں ان پر ہمزہ انکار کا داخل ہوا اور معطوف علیہ فاخذہم ہے۔ یعنی ہم نے انکو پکڑ لیا اور ولو ان اهل القرى سے یکسبون تک جملہ معترضہ ہے۔ جو معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان واقع ہے۔ البتہ پہلے جملے کا عطف فاء سے ہے کیونکہ معنی یہ ہے پس انہوں نے تکبر کیا اور یہ حرکت کی پس ہم نے انکو اچانک پکڑ لیا۔ اہل قرٰی کی بے خوفی سے اسی بات کو بعید قرار دیا کہ ان پر ہماری پکڑ رات کو آسکتی اور اس سے بے خوف ہو گئے کہ ہماری پکڑ ان پر چاشت کے وقت آجائے۔ وَهُمْ يَلْعَبُونَ (جس وقت وہ کھیل میں لگے ہوں)

قراءت: یہ شامی اور حجازی نے او کے ساتھ عطف کی بناء پر پڑھا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان دو صورتوں میں عذاب کے رات کو

اَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ اَهْلِهَا اَنْ لَّوْنَشَاءُ اَصْبَنَهُمْ

جو لوگ زمین کے وارث ہوتے ہیں کیا انہیں مذکورہ اقوام کے واقعات نے یہ نہیں بتایا کہ ہم چاہیں تو ان کے گناہوں کی وجہ سے

بَدْنُوْبِهِمْ ۚ وَنَطْبِعُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۝۱۰۰ تِلْكَ الْقُرٰی

ان کو ہلاک کر دیں اور ان کے دلوں پر ہم مہر لگائے ہوئے ہیں سو وہ نہیں سنتے۔ یہ بستیاں ہیں

نَقْصُ عَلَیْكَ مِنْ اَنْبِیَآئِهَا ۚ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانُوْا

ان کی بعض خبریں ہم آپ کو سناتے ہیں اور بے شک ان کے پاس ان کے پیغمبر بجزات لے کر آئے تو جس چیز کو وہ پہلے جھٹلا چکے تھے اس پر

لِیَوْمُنَّوَا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ ۚ كَذٰلِكَ یَطْبِعُ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِ الْكٰفِرِیْنَ ۝۱۰۱

ایمان لانے والے نہ تھے اللہ ایسے ہی مہر لگا دیتا ہے کافروں کے دلوں پر

وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِنْ عَهْدٍ ۚ وَاِنْ وَجَدْنَا اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِیْنَ ۝۱۰۲

اور ہم نے ان میں سے اکثر لوگوں میں عہد کا پورا کرنا نہ پایا اور ہم نے ان میں سے اکثر کو نافرمان ہی پایا۔

آنے یا چاشت کے وقت آجانے سے بے خوف ہو جانے کا انکار کیا گیا۔

سوال: حرف عطف پر ہمزہ استفہام کا کس طرح داخل ہوا۔ حالانکہ وہ استفہام کے منافی ہے۔

جواب: ان میں منافات اس وقت ہے کہ جب مفرد کا عطف مفرد پر ہو۔ جب جملہ کا عطف جملہ پر ہو تو کوئی منافات نہیں۔ کیونکہ

اس صورت میں جملہ کا دوسرے جملہ سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ وَهُمْ یَلْعَبُوْنَ۔ وہ ایسی چیزوں میں مشغول تھے جو بے فائدہ تھیں۔

اللہ کی خفیہ پکڑ سے بے خوف شخص مکمل خسارے والا ہے:

آیت ۹۹: اَفَاٰمِنُوْا (ہاں تو کیا وہ بے فکر ہو گئے) یہ افا من اهل القرای کی تکریر کے لئے لایا گیا مَكْرُ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کی پکڑ

سے) بندے کو اس طرح پکڑنا کہ اس کو شعور بھی نہ ہو۔ حضرت شبلیؒ سے روایت ہے کہ کفار کے ساتھ اس کی خفیہ تدبیر یہ ہے کہ ان کو

اس حالت میں چھوڑ دیا جس میں وہ تھے۔ ربیع بن خثیم کی بیٹی نے اپنے والد کو کہا کہ میں لوگوں کو دیکھتی ہوں کہ وہ سوتے ہیں اور تم

نہیں سوتے۔ تو وہ کہنے لگے اے بیٹی تمہارا باپ اس بات سے خوف زدہ ہے کہ اس پر بیات نہ آجائے۔ گویا تو اس آیت کی طرف

اشارہ کیا ان یَاتِیْهِمْ بِاسْنَا بِیَاتًا۔ فَلَا یَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ (پس اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے کوئی بے فکر نہیں ہوتا

سوائے ان کے جن کی شامت ہی آگئی ہو) مگر کافر جنہوں نے اپنے آپ کو نقصان میں ڈالا یہاں تک کہ وہ جہنم میں پہنچ گئے۔

ہم نے بعد میں آنے والوں کو بتلایا کہ گناہوں پر پکڑ ہو سکتی ہے:

آیت ۱۰۰: اَوَلَمْ یَهْدِ (کیا یہ بات نہیں بتلائی) وہ کھول کر بیان کرتا ہے لِلَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ اَهْلِهَا اَنْ لَّوْنَشَاءُ

أَصْنَبَهُمْ بِذُنُوبِهِمْ (ان لوگوں کو جو ان کے بعد زمین پر ان کی جگہ رہتے ہیں کہ اگر ہم چاہتے تو ان کو ان کے جرائم کی پاداش میں ہلاک کر ڈالتے)

خجوة: ان لو نشاء یہ اولم یهد کا فاعل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے اور ان مخففہ من المشقلہ ہے یعنی کیا نہیں بتائی ان لوگوں کو یہ بات جو ان کے پیچھے آئے۔ ان لوگوں نے جو ان سے پہلے گزرے انہی علاقوں میں۔ اور وہ ان کی زمین کے اس شان سے وراثت ہوئے کہ اگر ہم چاہیں تو ان کو ان کے گناہوں کے بدلے عذاب میں مبتلا کر دیں۔ جس طرح پہلوں کو مبتلا کیا پھر ہم ان وارثوں کو بھی ہلاک کر دیں جس طرح مورثین کو ہلاک کیا۔ ہدایت کا مفعول لام سے متعدی بنایا گیا ہے کیونکہ یہ تبیین کے معنی میں ہے وَ نَطْعُ (اور ہم بند لگا دیتے ہیں) یہ جملہ مستأنفہ ہے یعنی ہم مہر لگا دیتے ہیں عَلَى قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ (ان کے دلوں پر پس وہ سنتے نہیں) نصیحت کو۔

اہل قرئی نے انبیاء کی نصیحت کو پہلی مرتبہ جھٹلایا، پھر کبھی تصدیق نہیں کی:

آیت ۱۰: تِلْكَ الْقُرَى نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنبَاءِهَا (ان بستیوں کے کچھ واقعات ہم آپ سے بیان کر رہے ہیں)

خجوة: یہ اس آیت کی طرح ہے: وَ هَذَا بَعْثُ شَيْخَا (ہود: ۷۳) کہ وہ مبتداء اور خبر اور حال ہے۔ نمبر ۲۔ القرئی صفت تِلْكَ موصوف اور نقص اس کی خبر ہے مطلب یہ ہوا کہ وہ بستیاں جن کا اوپر ذکر ہوا یعنی قوم نوح سے شعیب تک اس کی بعض خبریں تم پر بیان کرتے ہیں۔ اور ان کی کچھ خبریں جو ہم نے تم پر بیان نہیں کیں۔ وَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ (اور ان سب کے پاس ان کے پیغمبر معجزات لے لے کر آئے تھے) معجزات کے ساتھ فَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا (پس وہ ماننے والے نہ تھے) جب رسول دلائل لے کر آئے۔ بِمَا كَذَبُوا مِنْ قَبْلُ (جس چیز کو انہوں نے اول میں جھوٹا کہہ دیا) نمبر ۱۔ جو اللہ تعالیٰ کی نشانیاں رسولوں کے آنے سے پہلے جھٹلا چکے وہ آخری عمر تک اس پر ایمان نہ لائے جس کو پہلی مرتبہ رسولوں کی آمد پر جھٹلایا۔ یعنی آیات مسلسل آتی رہیں مگر انہوں نے تکذیب پر اصرار کیا اور اسی پر ان کی موت واقع ہوئی۔ لایہ تاکید نفی کے لئے ہے كَذَلِكَ (اسی طرح) اس شدید مہر کی طرح يَطْعُ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِ الْكَافِرِينَ (ہم کافروں کے دلوں پر بند لگا دیتے ہیں) جبکہ ان کی طرف سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کفر پر ثابت قدمی کو ترجیح دیں گے۔

اکثریت عہد و پیمان کو توڑنے والے تھے:

آیت ۱۰۳: وَمَا وَجَدْنَا لِأَكْثَرِهِمْ مِنْ عَهْدٍ (اور اکثر لوگوں میں ہم نے وفائے عہد نہ دیکھا) اس میں ہم کی ضمیر مطلقاً لوگوں کی طرف راجع ہے۔ یعنی اکثریت نے اللہ تعالیٰ کے عہد و میثاق کو ایمان کے سلسلے میں توڑ دیا۔

خجوة: یہ آیت جملہ معترضہ ہے یا اس سے مراد امم مذکورہ ہیں کہ جب یہ لوگ کسی تکلیف و خوف میں اللہ تعالیٰ سے اس طرح عہد کر لیتے لکن انجیتنا لنؤمنن پھر وہ ان کو نجات دے دیتا تو وہ اپنے وعدے سے پھر جاتے وَاِنْ اور حالت اور بات یہ ہے وَجَدْنَا أَكْثَرَهُمْ لَفَاسِقِينَ (اور ہم نے اکثر لوگوں کو بے حکم ہی پایا) اطاعت سے نکلنے والے تھے۔

خجوة: وجدنا یہاں علمنا کے معنی میں ہے کیونکہ اس میں ان مخففہ اور لام جواب موجود ہے۔ اور یہ دونوں مبتداء اور خبر پر آ سکتے

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِم مُّوسَىٰ بِآيَاتِنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ فَظَلَمُوا بِهَا ۚ

پھر ہم نے ان کے بعد اپنی آیات کے ساتھ موسیٰ کو فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف بھیجا سو انہوں نے ان آیات کے ساتھ ظلم والا معاملہ کیا

فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ ۝۳ وَقَالَ مُوسَىٰ يُفِرْعَوْنُ إِنِّي رَسُولٌ

سو تو دیکھ لے فساد کرنے والوں کا کیا انجام ہوا؟ اور کہا موسیٰ نے کہ اے فرعون بیٹھ میں رب العالمین کی طرف سے

مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ۝۴ حَقِيقٌ عَلَىٰ أَنْ لَا أَقُولَ عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقُّ قَدْ جِئْتُكُمْ

رسول ہوں میرے لئے یہی شایان شان ہے کہ سچ کہے علاوہ اللہ کی طرف سے کسی بات کو منسوب نہ کروں میں تمہارے پاس تمہارے

بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ فَأَرْسِلْ مَعِيَ بَنِي إِسْرَءِيلَ ۝۵ قَالَ إِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِآيَةٍ

رب کی طرف سے دلیل لایا ہوں سو تو میرے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے۔ فرعون کہنے لگا کہ اگر تو کوئی نشانی لایا ہے

فَأْتِ بِهَا إِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝۶ فَأَلْقَىٰ عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِينٌ ۝۷

و اسے پیش کر دے اگر تو سچا ہے۔ موسیٰ نے اپنی لٹھی ڈالی تو اچانک وہ بالکل واضح طور پر ایک اژدھا بن گئی

وَنَزَعَ يَدَهُ فَإِذَا هِيَ بَيْضَاءُ لِلنَّظَرِ ۝۸

اور اپنا ہاتھ نکالا تو یکایک وہ دیکھنے والوں کو سفید نظر آ رہا ہے۔

ہیں۔ اور ان افعال پر جو مبتدا اور خبر پر داخل ہو سکتے ہیں۔

واقعہ موسیٰ علیہ السلام و فرعون:

آیت ۱۰۳: ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِم (پھر ان کے بعد ہم نے بھیجا) ہم کی ضمیر لقمہ جاء تھم و سلہم میں رسل کی طرف راجع ہے یا ام کی طرف راجع ہے موسیٰ علیہ السلام کو اپنے دلائل دیکر) واضح معجزات کے ساتھ۔ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِمْ فَظَلَمُوا بِهَا (فرعون اور اس کے امراء کے پاس بھیجا۔ پس ان لوگوں نے انکا بالکل حق ادا نہ کیا) انہوں نے ہماری آیات کا انکار کیا۔ یہاں ظلم کو کفر کی جگہ لا کر بتا دیا کہ یہ دونوں ایک وادی کے درخت ہیں۔ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ (لقمان: ۱۳) نمبر ۱: انہوں نے اس کے سبب لوگوں پر ظلم ڈھائے۔ خصوصاً ایمان والوں کو نشانہ بنایا۔ نمبر ۲۔ جب ان آیات پر ایمان لازم تھا تو انہوں نے انکار کر دیا۔ پس ان کا انکار سراسر ظلم تھا۔ اس لئے کہ انہوں نے کفر کو ایمان کی جگہ پر رکھا جو مناسب نہ تھا۔ فَاَنْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ (پس دیکھئے ان مفسدوں کا کیا انجام ہوا) جب کہ اس میں مستغرق ہو گئے۔

تقریر موسیٰ علیہ السلام:

آیت ۱۰۴: وَقَالَ مُوسَىٰ يَلْفَرَعُونَ (اور موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے فرعون) اس زمانہ میں ملوک مصر کو فرعون کہا جاتا تھا جس طرح فارس کے بادشاہوں کو کسریٰ۔ گویا اس کا معنی یہ ہوا۔ اے ملک مصر اس کا نام قابوس یا ولید بن مصعب بن الزیان تھا۔ اِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ (میں رب العالمین کی طرف سے پیغمبر ہوں) تیری طرف۔ فرعون نے کہا تو جھوٹ بولتا ہے اس پر موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔

آیت ۱۰۵: حَقِیْقٌ عَلٰی اَنْ لَا اَقُوْلَ عَلٰی اللّٰهِ اِلَّا الْحَقُّ (میرے لئے یہی مناسب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سچ کے سواء اور کوئی بات منسوب نہ کروں) میں سچی بات کے زیادہ لائق ہوں یعنی سچی بات کہنا مجھ پر لازم ہے اور اس پر قائم رہنا بھی ضروری ہے۔

قرأت: نافع نے حقیق علی پڑھا ہے یعنی مجھ پر لازم ہے کہ حق بات کے سواء اللہ تعالیٰ پر ہر بات چھوڑ دوں۔ یعنی سچائی اس قرأت کی صورت میں رب العالمین پر وقف ہے۔ اور پہلی قرأت کی صورت میں وصل جائز ہے کیونکہ حَقِیْقٌ۔ رسولوں کی صفت ہے اور علی باء کے معنی میں ہے جیسا کہ ابی بن کعب کی روایت میں ہے یعنی بیشک میں رسول اس بات کے لائق ہوں کہ میں نہ کہوں۔ نمبر ۲۔ علی کو رسول میں پائے جانے والے معنی فعل سے معلق کیا جائے۔ یعنی بیشک میں رسول برحق ہوں رسالت کے لائق ہوں میں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کے متعلق حق بات کہوں۔ قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَیِّنَةٍ مِّنْ رَبِّكُمْ جو میری رسالت کو واضح کر دے۔

بنی اسرائیل کی مصر آمد:

فَاَرْسَلْ مَعِیْ بَنِیْ اِسْرَآءِیْلَ (سو تو میرے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے) ان کو آزاد کر دے تاکہ وہ ارض مقدس کی طرف واپس لوٹ جائیں۔ جو ان کا اصلی وطن ہے اور یہ اس طرح کہ جب یوسف علیہ السلام فوت ہو گئے۔ تو فرعون نسل اسباط پر غالب آگیا۔ اور ان کو غلام بنا لیا اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ ان کو غلامی سے نجات دی۔ مصر میں داخلے اور نجات کے دن میں چار سو سال کا فاصلہ تھا۔

قرأت: مَعِیْ حفص کی قرأت میں ہے۔

فرعون کا جواب:

آیت ۱۰۶: قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِآیَةٍ (فرعون نے کہا اگر تو کوئی معجزہ لے کر آیا ہے) اس کی طرف سے جس نے تمہیں رسول بنا کر بھیجا۔ فَاتِّبِعْ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ (تو اس کو پیش کر دے اگر تم سچے ہو) تو میرے پاس لے آتا کہ تیرا دعویٰ درست ثابت ہو سکے اور اس میں تیری سچائی ظاہر ہو۔

عصائے موسیٰ کا اعجاز:

آیت ۱۰۷: فَالْقَىٰ (پس آپ نے ڈال دیا) موسیٰ علیہ السلام نے عَصَاهُ (اپنا عصا) اپنے ہاتھ سے فَاِذَا هِیَ (تو اچانک) اذا

مفاجات کے لیے ہے یہ ظرف مکان ہے یہ ٹمہ اور ہناک کی طرح ہے۔ ثُعْبَانُ بہت بڑا سانپ مُبِیْنٌ (ایک اژدہا بن گیا) جس کا معاملہ ظاہر ہونے والا تھا۔ روایت میں ہے کہ وہ نر سانپ تھا جو منہ کھولنے والا تھا۔ اس کے جڑوں کا فاصلہ ۸۰ ہاتھ تھا۔ اس نے اپنا نچلا جبر از زمین پر اور اوپر والا محل کی بالائی دیوار پر رکھا۔ پھر فرعون کی طرف متوجہ ہوا تو فرعون بھاگ نکلا اور پاخانہ کر دیا۔ اور اس سے قبل اس نے پاخانہ نہ کیا تھا۔ اس نے لوگوں پر حملہ کر دیا جس سے پچیس ہزار آدمی مر گئے۔ لوگوں نے ایک دوسرے کو قتل کر ڈالا فرعون چیخ اٹھا اے موسیٰ اس کو پکڑو میں تجھ پر ایمان لاتا ہوں موسیٰ علیہ السلام نے پکڑا تو وہ عصا بن گیا۔

ید بیضاء کا معجزہ:

آیت ۱۰۸: وَنَزَعَ يَدَهُ (اور اپنا ہاتھ باہر نکال لیا) اپنے گریبان سے فَإِذَا هِيَ بَيْضَاءُ لِلنَّظَرِ (پس وہ اچانک سب دیکھنے والوں کیلئے بہت ہی چمکتا ہوا ہو گیا) یعنی وہ سفید تھا دیکھنے کے لیے اور دیکھنے کے لیے سفیدی وہی ہوتی ہے۔ جو سفیدی عجیب اور عام عادت کے خلاف ہو۔ لوگ اس کو دیکھنے کیلئے جمع ہوتے تھے۔ روایت میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو اپنا ہاتھ دکھا کر فرمایا یہ کیا ہے؟ اس نے کہا یہ تیرا ہاتھ ہے۔ پھر اس کو اپنے گریبان میں ڈال کر کھینچا اچانک وہ سفید تھا۔ اس کی شعاعیں سورج کی شعاعوں پر غالب آ گئیں۔ حالانکہ موسیٰ علیہ السلام کا رنگ شدید گندمی تھا۔

قَالَ الْمَلَأُمِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ إِنَّ هَذَا السَّحَرُ عَلِيمٌ ۝ ۱۰۹ يُرِيدُ أَنْ يُخْرِجَكُمْ

سرداروں نے کہا جو فرعون کی قوم میں سے تھے کہ بلاشبہ یہ ایک جادوگر ہے جو بڑا ماہر ہے۔ یہ چاہتا ہے کہ تمہاری سرزمین سے تمہیں

مِنْ أَرْضِكُمْ ۚ فَمَاذَا تَأْمُرُونَ ۝ ۱۱۰ قَالُوا أَرْجِهْ وَأَخَاهُ وَأَرْسِلْ فِي الْمَدَائِنِ

نکال دے سو تم کیا مشورہ دیتے ہو؟ کہنے لگے کہ اس کو اور اس کے بھائی کو ڈھیل دیدے اور شہروں میں جمع کرنے والوں

لِحَشِرِينَ ۝ ۱۱۱ يَا تَوَكَّلْ بِكُلِّ سِحْرِ عَلِيمٍ ۝ ۱۱۲ وَجَاءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوا إِنَّ لَنَا

جو بھیجے۔ جو تیرے پاس ہر ماہر جادوگر والے آئیں اور جادوگر فرعون کے پاس آئے کہنے لگے کہ اگر تم غائب

لَأَجْرًا إِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغَالِبِينَ ۝ ۱۱۳ قَالَ نَعَمْ وَإِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ ۝ ۱۱۴ قَالُوا يَمُوسَىٰ

ہوئے تو کیا تم لوگوں بڑا صلہ ملے گا؟ فرعون نے کہا ہاں بیشک تم لوگ تمہیں میں شامل ہو جاؤ گے۔ ان جادوگروں نے کہا کہ اے موسیٰ

إِمَّا أَنْ تُلْقَىٰ وَإِمَّا أَنْ نَكُونَ نَحْنُ الْمُلْقِينَ ۝ ۱۱۵ قَالَ أَلْقُوا ۚ فَلَمَّا أَلْقَوْا سَحَرُوا

یا تو آپ ڈالیں یا ہم ڈالنے والے دو جائیں، موسیٰ نے کہا کہ تمہیں ڈالو! سو جب انہوں نے ڈالا تو لوگوں کی آنکھوں پر

أَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوهُمْ وَجَاءُوا بِسِحْرٍ عَظِيمٍ ۝ ۱۱۶ وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ أَنْ

جادو کر دیا اور ان پر نسبت غالب کر دی اور بڑا جادو لے کر آئے اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ

أَلْقِ عَصَاكَ ۚ فَإِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَأْفِكُونَ ۝ ۱۱۷ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوا

تم اپنی لاٹھی ڈال دو! سو وہ اچانک ان کی بنائی ہوئی جھولی چیزوں کو لٹھنے لگی۔ پس حق ظاہر ہو گیا اور وہ باطل ہو گیا

يَعْمَلُونَ ۝ ۱۱۸ فَخَلَبُوا هَٰذَاكَ وَانْقَلَبُوا صَغِيرِينَ ۝ ۱۱۹ وَأَلْقَى السَّحَرَةُ سَجْدِينَ ۝ ۱۲۰

جو انہوں نے بنایا تھا سو وہ اس جگہ مغلوب ہو گئے اور جادوگر سجدہ میں ڈال دیئے گئے

قَالُوا آمَنَّا بِرَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ ۱۲۱ رَبِّ مُوسَىٰ وَهَارُونَ ۝ ۱۲۲

کہنے لگے کہ ہم ایمان لائے رب العالمین پر جو موسیٰ کا اور ہارون کا رب ہے۔

آیت ۱۰۹: قَالَ الْمَلَأُمِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ إِنَّ هَذَا السَّحَرُ عَلِيمٌ (قوم فرعون کے سرداروں نے کہا بیشک یہ شخص بڑا ماہر جادوگر ہے) سحر جاننے والا اور اس کا ماہر اس نے لوگوں کے تخیل میں لاٹھی کو سانپ اور گندمی رنگ سپید بنا دیا ہے۔ اس کلام کی نسبت سورۃ شعراء میں فرعون کی طرف کی گئی۔ کہ اس نے اپنے سرداروں کو یہ بات کہی۔ یہاں سرداروں کی طرف کی گئی پس احتمال ہے کہ

فرعون نے بھی کہی اور سرداروں نے بھی کہی۔ فرعون کا وہاں نقل فرمایا جبکہ سرداروں کی بات یہاں نقل کی۔ نمبر ۲۔ فرعون نے پہلے کہی اور سرداروں نے اس کے منہ سے سن کر کہنی شروع کی۔ اور انہوں نے اپنے ماتحتوں کے لیے یہی بات کہی۔

فرعون کا کلام:

آیت ۱۱۰: يُرِيدُ أَنْ يُخْرِجَكُمْ مِنْ أَرْضِكُمْ (وہ یہ چاہتا ہے کہ تم کو تمہاری سرزمین سے نکال باہر کرے) یعنی ارض مصر فَمَآذَا تَأْمُرُونَ (پس تم لوگ کیا مشورہ دیتے ہو) تم کیا مشورہ دیتے ہو۔ یہ امرقہ فامر نی بکذا سے لیا گیا۔ جب تم مشورہ کرو اور وہ تمہیں اپنی رائے دے۔ یہ فرعون کا کلام ہے۔ جو اس نے اپنے سرداروں کو اس وقت کہا جب سرداروں نے فرعون سے کہا ان ہذا لساحر علیہم یرید ان یخو حکم یہ پڑھا لکھا جادوگر تمہیں تمہاری سرزمین سے نکالنا چاہتا ہے۔

سرداروں کا مشورہ:

آیت ۱۱۱: قَالُوا أَرْجِهْ (انہوں نے کہا آپ اس کو مہلت دیں) قراءت: عاصم حمزہ نے اس کو سکون ہا سے پڑھا ہے معنی یہ ہے اس کو مؤخر کر اور اس کو روک۔ یعنی اس کے معاملے کو ملتوی کر۔ اور جلد بازی مت کر۔ یا اس نے قتل کا ارادہ کیا تو وہ کہنے لگے کہ اس کے قتل کو مؤخر کرو۔ اور اس کو قید کرو۔ اور اس کو قتل نہ کرو تا کہ لوگوں کے سامنے اس کا سحر ظاہر ہو۔ وَأَخَاهُ (اور اس کے بھائی کو) ہارون کو وَأَرْسِلْ فِي الْمَدَائِنِ حَاشِرِينَ (اور شہروں میں جمع کرنے والے کارندوں کو بھیج دو) جمع کرنے والے۔ آیت ۱۱۲: يَأْتُوكَ بِكُلِّ سَلْحٍ عَلِيمٍ۔ (کہ وہ سب ماہر جادوگروں کو آپ کے پاس حاضر کر دیں) قراءت: حمزہ و علی نے ساحر کو سحر پڑھا ہے۔ یعنی وہ تیرے پاس اس جیسے پڑھے لکھے جادوگر لائیں یا اس سے بھی بہتر۔

ساحروں کی آمد اور معرکہ:

آیت ۱۱۳: وَجَاءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ (اور جادوگر فرعون کے پاس حاضر ہوئے) مراد یہ ہے کہ فرعون نے ان کی طرف پیغام بھیجا وہ حاضر خدمت ہو گئے۔ قَالُوا إِنَّ لَنَا لَأَجْرًا (کہنے لگے کہ اگر ہم غالب ہوئے) خبر پر اور عظیم اجر کے اثبات کے ساتھ یہ حجازی اور حفص کے ہاں ہے یہاں فقاولوا کی بجائے قالوا فرمایا گیا۔ کیونکہ یہ ایک سائل کا گویا جواب ہے کہ وہ جب آ گئے۔ تو انہوں نے کیا کہا۔ تو اس کا جواب دیا گیا: ان لنا لا جراً یعنی غلبہ پر انعام ملے گا۔ اجراً کو نکرہ تعظیم کے لئے لائے۔ گویا کہ انہوں نے کہا کہ ہم کو بہت بڑا بدلہ چاہیے۔ اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغَالِبِينَ (اگر ہم غالب آ گئے)۔

آیت ۱۱۴: قَالَ نَعَمْ (فرعون نے کہا ہاں) بے شک تمہیں ضرور بدلہ ملے گا۔ وَإِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ (اور تم مقرب لوگوں میں داخل ہو جاؤ گے) میرے ہاں تم سب سے اول داخل ہونے والے اور سب سے آخر نکلنے والے ہو گے ان کی تعداد ۸۰ ہزار یا ۷۰ ہزار یا ۳۴،۳۵ ہزار تھی۔

ساحروں کا موسیٰ علیہ السلام سے کلام:

آیت ۱۱۵: قَالُوا يَمُوسَى إِمَّا أَنْ تُلْقَى (ان جادوگروں نے کہا کہ اے موسیٰ! یا تو آپ ڈالیں اپنی لٹھی) وَإِمَّا أَنْ نَكُونَ

نَحْنُ الْمُلْقِينَ (یا ہم ڈالنے والے ہو جائیں اُس کو جو ہمارے پاس ہے) اس میں دلالت ہے کہ ان کی رغبت اس بات کی طرف تھی۔ کہ وہ پہلے ڈالیں۔ اس لیے متصل کی تاکید ضمیر منفصل سے لائے اور خبر کو بھی معرفہ لائے۔

جواب موسیٰ علیہ السلام:

آیت ۱۱۶: قَالَ (کہا) موسیٰ علیہ السلام نے ان کو کہا اَلْقُوا (تم ہی ڈالو) ان کو اختیار دینا تقاضا ادب حسن ہے جس کی رعایت ان کے ساتھ برتی گئی۔ جیسا کہ مناظرہ وجدال میں شروع ہونے سے پہلے کرتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان کے لئے وہ بات خاص کر دی جس کی ان کو رغبت تھی۔ ان کی شان کو گھٹانے اور ان کی طرف بے توجہی اختیار کرتے ہوئے اور اس بات پر اعتماد کرتے ہوئے۔ کہ معجزہ پر کبھی جادو غالب نہیں آ سکتا۔

اثراتِ سحر:

فَلَمَّا اَلْقَوْا سَحَرُوْا اَعْيُنَ النَّاسِ (پس جب انہوں نے ڈالا تو لوگوں کی نظر بندی کر دی) حیلوں سے لوگوں کو دکھلائیں اور شعبہ بازی کے انداز سے لوگوں کے خیال میں یہ بات ڈالی حقیقت میں اس کے خلاف تھی۔ روایت میں ہے کہ انہوں نے موئی موئی رسیاں ڈالیں اور لمبے لمبے بانس پس انہوں نے سانپوں کی طرح زمین کو بھر دیا اور وہ ایک دوسرے کے اوپر سوار ہو گئے۔ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ (اور ان پر ہیبت غالب کر دی) اور لوگوں کو سخت ڈرایا۔ گویا انہوں نے اپنے ڈر کو حیلہ سے طلب کیا۔ وَجَاءَ وَبِسِحْرِ عَظِيْمٍ (اور ایک قسم کا بڑا جادو دکھلایا) سلسلہ سحر میں یاد رکھنے والوں کی نگاہ میں۔

وحی سے اظہارِ معجزہ کا حکم:

آیت ۱۱۷: وَاَوْحَيْنَا اِلٰی مُوسٰی اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ (اور ہم نے موسیٰ کو حکم دیا کہ آپ اپنا عصا ڈال دیں۔ پس عصا کا ڈالنا تھا اس نے نگلنا شروع کیا) تلقف نگلنے کو کہتے ہیں۔

قراءت: حفص نے تلقف پڑھا۔ مَا يَافِكُوْنَ (ان کے بنے بنائے کھیل کو) مآ موصولہ یا مصدر یہ یعنی جو وہ باندھتے تھے یعنی حق سے باطل کو پلٹتے تھے۔ اور جھوٹ کے طور پر پیش کرتے تھے۔ نمبر ۲۔ افک سے مانوک بنایا گیا گھڑا ہوا مراد ہے۔ روایت میں ہے کہ جب اس نے رسیوں اور لائھیوں سے بھری وادی نگل لی۔ موسیٰ نے اس کو اٹھایا۔ تو پہلے کی طرح لائھی بن گئی۔ اور ان بڑے اجسام کو اپنی قدرت سے معدوم کر دیا۔ نمبر ۳۔ ان کے اجزائے لطیفہ میں منتشر کر دیا۔ جادو گر کہنے لگے اگر یہ جادو ہوتا تو ہماری رسیاں اور لائھیاں باقی رہتیں۔

غلبہ حق:

آیت ۱۱۸: فَوَقَعَ الْحَقُّ (پس حق ظاہر ہو گیا) قائم و ثابت ہوا وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (وہ سب بیکار ہو کر رہ گیا جو کچھ انہوں نے بنایا تھا) جادو سے۔

آیت ۱۱۹: فَغَلِبُوْا هٰذَا لَكَ (پس وہ اس موقع پر ہار گئے) یعنی فرعون اور اس کا لشکر اور جادو گر وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ (اور ذلیل ہو کر واپس چلے گئے) ذلیل اور مبہوت ہو گئے۔

قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهِ قَبْلَ اَنْ اٰذِنَ لَكُمْ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكْرْتُمُوهُ فِي الْمَدِيْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَا

فرعون نے کہا کیا تم اس سے پہلے اُس پر ایمان لے آئے کہ میں تمہیں اجازت دوں بلاشبہ یہ ایک برا کمر ہے جو تم سب نے مل کر اس شہر میں کیا ہے تاکہ تم اس کے ذریعہ شہر والوں کو نکال دو

اَهْلَهَا ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝۱۲۱ لَا قُطِيْعَن اَيْدِيْكُمْ وَاَرْجُلُكُمْ مِّنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَصَلَبْنٰكُمْ

سو عنقریب تم جان لو گے ضرور بالضرور میں تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹ دوں گا پھر تم سب کو سولی پر

اَجْمَعِيْنَ ۝۱۲۲ قَالُوْا اِنَّا اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ۝۱۲۳ وَمَا تَنْقِمُ مِنَّا اِلَّا اَنْ اٰمَنَّا بِاٰيٰتِ

لہٰکا دوں گا۔ انہوں نے جواب میں کہا کہ بلاشبہ ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں اور تو جو ہم سے انتقام لے رہا ہے اس کا سبب اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہم

رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ ۝۱۲۴

اپنے رب کی نشانیوں پر ایمان لے آئے جب وہ ہمارے پاس پہنچ گئیں۔ اے ہمارے رب ہم پر صبر ڈال دے اور ہمیں اس حال میں موت دے کہ ہم اسلام پر ہوں۔

مغلوبیت کے بعد جادوگر موسیٰ علیہ السلام کا لشکر بن گئے:

آیت ۱۲۰: وَالْقَى السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ (اور وہ جو ساحر تھے وہ سجدہ میں گر گئے) نمبر ۱۔ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو گئے۔ گویا ان کو کسی ڈالنے والے نے زبردستی ڈال دیا۔ نمبر ۲۔ جو کچھ انہوں نے دیکھا اس کو دیکھ کر وہ اپنے اختیار میں نہ رہے گویا وہ ڈال دیے گئے وہ دن کی ابتداء میں جادوگر کافر تھے اور دن کے آخر میں نیک شہداء بن گئے۔

اعلان حق:

آیت ۱۲۱، آیت ۱۲۲: قَالُوْا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (کہنے لگے کہ ہم ایمان لائے رب العالمین پر) رَبِّ مُوْسٰی وَهٰرُوْنَ (جو موسیٰ و ہارون کا بھی رب ہے) یہ بائبل سے بدل ہے۔

فرعون کی مکارانہ تقریر و دھمکی:

آیت ۱۲۳: قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهِ (فرعون کہنے لگا کہ ہاں تم موسیٰ پر ایمان لائے ہو) خبر کی صورت میں۔

قراءت: حفص نے پڑھا ہے اس صورت میں یہ فرعون کی طرف سے ان کو توخیج ہے۔ دو ہمزہ کیساتھ۔ حفص کے علاوہ کوئی قراء نے پڑھا۔ پہلا ہمزہ استفہام کا ہے اور اس کا معنی استبعاد اور انکار ہے۔ قَبْلَ اَنْ اٰذِنَ لَكُمْ (میری اجازت کے بغیر) میرے تمہیں اجازت دینے سے پہلے اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكْرْتُمُوهُ فِي الْمَدِيْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَا اَهْلَهَا (حقیقت میں یہ تم سب کی سازش تھی جو تم نے شہر میں اس لئے کی تھی کہ یہاں کے رہنے والوں کو باہر نکال دو) یہ تمہاری حرکت ایک حیلہ ہے جو تم نے اور موسیٰ علیہ السلام نے مصر میں برپا کیا ہے۔ اس سے قبل کہ تم صحراء کی طرف نکل کر مقابلہ کے لئے جاؤ۔ اس میں تمہارا مقصد مخفی ہے کہ مصر

سے قبطیوں کو نکال باہر کرو۔ اور بنی اسرائیل کو وہاں بساؤ۔ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ (پس اب تم کو اس کی حقیقت معلوم ہوئی جاتی ہے) یہ وعید ہے پہلے اس کو اس نے اجمالاً ذکر کیا پھر تفصیل اس قول سے کر دی۔

آیت ۱۲۳: لَا قِطْعَنَ اَيْدِيكُمْ وَاَرْجُلُكُمْ مِنْ خِلَافٍ (میں تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹ دوں گا) ہر جانب سے ایک ٹکڑائیں لَا صَلْبَنَكُمْ اَجْمَعِينَ (پھر تم سب کو سولی پر لٹکا دوں گا) یہ پہلا شخص ہے جس نے دایاں ہاتھ بایاں پاؤں اور بایاں ہاتھ اور دایاں پاؤں کاٹا اور سولی پر لٹکایا۔

ساحروں کا جواب:

آیت ۱۲۵: قَالُوا اِنَّا اِلٰی رَبِّنَا مُنْقَلِبُونَ (انہوں نے جواب دیا۔ کہ ہم مر کر اپنے مالک ہی کے پاس جائیں گے) پس ہمیں موت کا ڈر نہیں اس لئے کہ ہم اپنے اس رب کی رحمت و ملاقات کی طرف پلٹ جائیں گے۔ یٰۤاِنَّا سے وہ اپنے آپ اور فرعون ہردو مراد لے کر گویا کہہ رہے تھے کہ ہم دونوں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں واپس جائیں گے وہ خود ہمارے مابین فیصلہ فرمائے گا۔

جو تیرے ہاں عیب ہے وہ ہمارے ہاں حسن ہے:

آیت ۱۲۶: وَمَا تَنْقِمُ مِنَّا اِلَّا اَنْ اٰمَنَّا بِاٰیٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَ تٰنَا (اور تو نے ہم میں کوئی عیب دیکھا ہے سوائے اس کے کہ ہم اپنے رب کے احکام پر ایمان لے آئے) تو ہمارا یہی عیب نکالتا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی آیات پر ایمان لے آئے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جو تیری نگاہ میں سب سے بڑا عیب ہے وہ اصل میں سب سے بڑی فخر اور منقبت کی بات ہے اور وہ ایمان ہے شاعر نے یہی بات کہی۔ ولا عیب فیہم غیر ان سیوفہم، بہن فلول من قراع الکتاب (رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا) اے ہمارے رب ہمارے اوپر صبر کا فیضان فرما) یعنی زور سے ہم پر ڈال دے۔ مطلب یہ ہے کہ ہمیں وسیع صبر عنایت فرما یہاں تک کہ وہ ہم پر بہنے لگے اور ہمیں ڈھانپ لے جیسا کہ پانی ڈھانپ لیتا ہے۔ وَتَوَقَّنَا مُسْلِمِينَ (اور ہمیں اس حال میں موت دے کہ ہم اسلام پر ہوں) اسلام پر ثابت قدم رہنے والے۔

وَقَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ أَتَذَرُ مُوسَى وَقَوْمَهُ لِيُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَيَذَرَكَ

اور فرعون کی قوم کے سرداروں نے کہا کیا تو موسیٰ اور اس کی قوم کو یوں ہی چھوڑے رہے گا تاکہ وہ زمین میں فساد کریں اور تجھے اور تیرے معبودوں کو

وَالِهَتَكَ ۖ قَالَ سَنْقِيلُ أَبْنَاءَهُمْ وَنَسْتَحْيِ نِسَاءَهُمْ وَإِنَّا فَوْقَهُمْ قَاهِرُونَ ﴿۱۲۷﴾

چھوڑے رہیں۔ اس نے کہا کہ انھی ہم ایسا کریں گے ان کے بیٹوں کو مار ڈالیں گے اور ان کی عورتوں کو زندہ رہنے دیں گے اور ہم کو ان پر پوری طرح غلبہ حاصل ہے۔

قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ اسْتَعِينُوا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوا ۚ إِنَّ الْأَرْضَ لِلّٰهِ ۖ يُورِثُهَا مَنْ

موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ سے مدد مانگو اور صبر کرو بلاشبہ یہ اللہ کی زمین ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اس کا

يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۖ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ﴿۱۲۸﴾ قَالُوا أَوْذَيْنَا مِنْ قَبْلُ أَنْ

وارث بنائے اور عاقبت متقیوں کے لئے ہی ہوتی ہے وہ کہنے لگے کہ ہم کو آپ کے آنے سے پہلے تکلیفیں دی جاتی

تَأْتِينَا وَمِنْ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ۚ قَالَ عَلَىٰ رَبِّكُمْ أَنْ يَهْلِكَ عَدُوُّكُمْ

رہی ہیں اور آپ کے آنے کے بعد بھی انہوں نے جواب میں کہا کہ قریب ہے کہ تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے

وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْأَرْضِ ۖ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ ﴿۱۲۹﴾

اور تمہیں زمین میں خلیفہ بنا دے پھر وہ دیکھے گا کیسے عمل کرتے ہو؟

فرعونی سرداروں کا خطرناک مشورہ:

آیت ۱۲۷: وَقَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ أَتَذَرُ مُوسَى وَقَوْمَهُ لِيُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ (قوم فرعون کے سرداروں نے کہا کہ کیا آپ موسیٰ کو اور ان کی قوم کو یوں ہی رہنے دیں گے کہ وہ ملک میں فساد کرتے پھریں) مصر کی سرزمین میں غلبہ پا کر۔ اور وہاں کے لوگوں کا دین بدل کر۔ کیونکہ چادو گروں کے ایمان لانے پر چھ لاکھ لوگوں نے موافقت کی تھی۔ وَيَذَرَكَ وَالِهَتَكَ (اور وہ آپ کو اور آپ کے معبودوں کو ترک کیے رہیں)

مُخَوِّرٌ: لیسدوا۔ پر اس کا عطف ہے کہا جاتا ہے کہ فرعون نے اپنی قوم کے لئے اپنے بت بنوائے اور قوم کو حکم دیا کہ وہ اس کا قرب حاصل کرنے کے لیے ان بتوں کی پوجا کریں۔ جیسا کہ بتوں کی پوجا کی جاتی ہے۔ جیسا کہ بتوں کے پجاری پوجا کرتے ہوئے یہی کہتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک کر دیں گے اس لیے وہ اپنے آپ کو رب کہلواتا تھا۔ انا ربکم الاعلیٰ۔ (النزلت) فرعون نے سرداروں کو جواب دیتے ہوئے کہا:

جواب فرعون:

قَالَ سَنَقْلُ ابْنَاءَهُمْ وَنَسْتَحْيِي نِسَاءَهُمْ وَاَنَا فَوْقَهُمْ فَهَرُودَنَ۔ (فرعون نے کہا ہم ابھی ان کے بیٹوں کو قتل کرنا شروع کر دیں اور عورتوں کو زندہ رہنے دیں۔ اور ہم کو ان پر ہر طرح کا زور حاصل ہے)

قراءت: سَنَقْلُ حجازی نے پڑھا یعنی ہم ان پر قتل ابناء کا قانون دوبارہ نافذ کر رہے ہیں۔ تاکہ ان کو معلوم ہو جائے کہ ہم ان پر غالب و قاهر ہیں۔ یہ ہمارے مقہور مجبور اور غلام ہیں یہ وہ اسرائیلی بچہ ہے جس کے متعلق ہمارے نجومی پیشینگوئی کرتے تھے۔ کہ سلطنت قبط کو تباہ کرے گا۔ اس سے عامۃ الناس ہماری اطاعت پر قائم رہیں گے اور ان کو بھی اس کی پیروی پر آمادہ کریں گے۔

موسیٰ علیہ السلام کی مسلمانوں کو تلقین صبر و تقویٰ:

آیت ۱۲۸: قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ اسْتَعِينُوا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوا (موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ سے مدد کی دعا کرو اور صبر کرو) یہ اس وقت کہا جب فرعون کی بات سے انہوں نے گھبراہٹ کا اظہار کیا۔ سَنَقْلُ ابناء ہم یہ بطور تسلی فرمایا اور آخرت کا وعدہ ان کو یاد دلایا۔ ان الارض نمبر ۱۔ ارض میں الف لام عہد کا ہے اور ارض مصر مراد ہے نمبر ۲۔ الف لام جنس کا ہے اور ارض مصر پر اس کا اول اطلاق ہوتا ہے اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ يُورِثُهَا مَنْ يَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ (یہ زمین اللہ تعالیٰ کی ہے جس کو چاہیں اپنے بندوں میں سے مالک بنادیں) اس میں ان کو ارض مصر کی تمنا دلائی و الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ (اور بالآخر کامیابی انہی کو ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں) اس میں بشارت ہے کہ اچھا انجام متقین کے لیے ہے۔ خواہ ان میں سے ہو یا قبط میں سے قال موسیٰ سے پہلے واؤ نہیں لائے۔ کیونکہ یہ جملہ مستانفہ ہے بخلاف وقال الملاء کے وہ ماقبل و قال الملاء فی قوم فرعون پر معطوف ہے۔

وعدہ آخرت کے متعلق تاخیر کی شکایت:

آیت ۱۲۹: قَالُوا اُوْذِیْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِنَا وَمِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا (انہوں نے کہا ہم تو ہمیشہ مصیبت میں ہی رہے۔ آپ کی تشریف آوری سے پہلے اور آپ کی تشریف آوری کے بعد بھی) وہ اس سے قتل ابناء مراد لیتے تھے۔ جو ولادت موسیٰ سے قبل پیش آیا اور اس وقت تک رہا جب تک انہوں نے چاہا اور اب دوبارہ اسی کو نافذ کر رہے تھے۔ ان الفاظ میں فرعون کے متعلق شکوہ اور وعدہ نصرت کے متعلق دیر ہونے کی شکایات ہیں۔

موسیٰ علیہ السلام کا دلاسا:

قَالَ عَسٰی رَبُّكُمْ اَنْ یُّهْلِكَ عَدُوُّكُمْ وَیَسْتَخْلِفَکُمْ فِی الْاَرْضِ (موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا بہت جلد اللہ تعالیٰ تمہارے دشمن کو ہلاک کر دیگا اور بجائے ان کے تمہیں اس سرزمین کا مالک بنا دیگا) جو بشارت پہلے اشارہ سے بیان کی تھی۔ اس میں وضاحت فرمادی اور ان کے سامنے بات کھول دی کہ وہ اللہ تعالیٰ فرعون کو ہلاک کرے گا۔ اس کے بعد سرزمین مصر میں تمہیں نائب بنائے گا۔ فَيَنْظُرَ کَیْفَ تَعْمَلُوْنَ (پھر تمہارا طرز عمل دیکھے گا) پس وہ تمہاری طرف سے اچھے برے عمل کو دیکھے گا۔ نعمت کی

وَلَقَدْ أَخَذْنَا آلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِينَ وَنَقْصٍ مِنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَذْكُرُونَ ﴿١٣٠﴾

اور یہ بات واقعی ہے کہ ہم نے فرعون والوں کو قحط سالی کے ذریعہ اور پھلوں میں کمی کے ذریعہ پکڑ لیا تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

فَإِذَا جَاءَتْهُمْ الْحَسَنَةُ قَالُوا النَّاهِذَةُ ۖ وَإِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَطَّيَّرُوا بِمُوسَىٰ

پھر جب آجاتی ان کے پاس خوشحالی تو کہتے تھے کہ یہ تو ہمارے لئے ہوئی ہی چاہیے اور اگر انہیں کوئی بد حالی پہنچ جاتی تو موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کی

وَمَنْ مَّعَهُ إِلَّا إِنَّمَا ظَنُّهُمْ عِنْدَ اللَّهِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿١٣١﴾ وَقَالُوا

نحوست بتاتے تھے 'خبردار ان کی نحوست اللہ کے علم میں ہے لیکن ان میں بہت سے لوگ نہیں جانتے' اور وہ کہنے لگے

مَهْمَا تَأْتِنَا بِهِ مِنْ آيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا ۖ فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِينَ ﴿١٣٢﴾

کہ تو جب کبھی بھی کوئی نشانی ہمارے سامنے لائے گا تاکہ تو اس کے ذریعہ ہم پر جادو کرے سو ہم تیری تصدیق کرنے والے نہیں ہیں۔

ناقدری اور ناشکری کا اندازہ کرے گا۔ تاکہ جو عمل تمہارے سے پایا جائے اس کے مطابق تمہیں بدلہ دیا جائے۔

نکتہ: عمرو بن عبید کہتے ہیں کہ میں خلافت سے قبل منصور کے پاس گیا اس کے دسترخوان پر ایک دوروٹیاں تھیں۔ منصور نے عمرو کی خاطر اور منگوائیں۔ مگر میسر نہ ہوئیں تو منصور نے یہ آیت پڑھی۔ پھر خلافت کے بعد اس کے ہاں گیا اور یہ واقعہ یاد دلایا۔ تو منصور کہنے لگا ابھی ایک بات باقی ہے۔ فینظر کیف تعملون ہمارے اعمال سامنے نہیں آئے۔

فرعونیوں پر عذاب کی ابتداء:

آیت ۱۳۰: وَلَقَدْ أَخَذْنَا آلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِينَ (ہم نے فرعونیوں کو قحط سالیوں کے عذاب میں مبتلا کر دیا) سنین کا معنی قحط ہے۔ یہ سات سال تھے اور سہ ماہیہ اور نجوم کی طرح اسمائے غالبہ میں سے ہے۔ وَنَقْصٍ مِنَ الثَّمَرَاتِ (اور پھلوں کی پیداوار کی کمی میں مبتلا کر دیا) قحط دیہاتیوں کے لیے اور نقص اثمار شہریوں کے لیے لَعَلَّهُمْ يَذْكُرُونَ (تاکہ وہ سمجھ جائیں) تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں اور متنبہ ہو جائیں یہ حال ان کے اصرار کفر کی وجہ سے تھا۔ اور شدت و قحط میں لوگوں کے دلوں میں رقت و نرمی زیادہ ہوتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ فرعون چار سو سال زندہ رہا۔ اس نے تین سو بیس سال تک کوئی تکلیف نہ دیکھی تھی۔ اگر اس کو اس زمانہ میں سردرد بھوک و قحط، بخار پہنچتا تو وہ الوہیت کا مدعی نہ بنتا۔

فرعونیوں کا طرز عمل:

آیت ۱۳۱: فَإِذَا جَاءَتْهُمْ الْحَسَنَةُ (پس جب ان پر خوشحالی آتی) صحت، سرسبزی قَالُوا النَّاهِذَةُ (وہ کہتے کہ یہ تو ہمارے لئے ہونا ہی چاہئے) ہم اس کے مستحق ہیں۔ وَإِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ (اور اگر ان کو کوئی بد حالی پیش آتی) خشک سالی اور بیماری يَطَّيَّرُوا (تو نحوست بتاتے) اصل میں يَطَّيَّرُوا تھا تاکہ طوا میں ادغام کر دیا کیونکہ یہ طرف لسان اور اصول شایا کے لفظ ہیں۔ بِمُوسَىٰ

وَمَنْ مَّعَهُ (موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کی) ان کو منحوس قرار دیتے ان سے شگون لیتے اور کہتے کہ یہ ان کی نحوست ہے اگر یہ لوگ نہ ہوتے تو ہمیں یہ مصیبت نہ پہنچتی۔

تکلمہ: یہاں اذا، داخل کیا ”حسنہ“ میں اِنْ، لائے سَیِّئَةً پر اور سَیِّئَةً کو نکرہ لایا گیا کیونکہ جنس حَسَنَةٌ تو کثرت کی وجہ سے واقع ہونے کی طرح ہے۔ اور سَیِّئَةً کبھی کبھی اور نادراحوال میں پیش آتی ہے اور اس میں سے بھی معمولی سی آتی ہے اس لیے اس کو نکرہ لائے۔ اَلَا اِنَّمَا طَیَّرُهُمْ (یاد رکھو کہ ان کی نحوست) ان کے خیر و شر کا سبب عِنْدَ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے) اللہ تعالیٰ کی حکمت و مشیت میں ہے اللہ تعالیٰ کی ذات کے ہاتھ میں خیر و شر کا پہنچانا ہے۔ جیسا دوسری آیت میں ہے۔ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ (لیکن ان میں اکثر لوگ نہیں جانتے تھے) اس بات کو

میں نہ مانوں کی رٹ:

آیت ۱۳۲: وَقَالُوا مَهْمَا تَأْتِنَا بِهِ مِنْ اٰیَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ۔ (اور یوں کہتے کیسی ہی عجیب بات ہمارے سامنے لاؤ کہ اس کے ذریعہ سے ہم پر جادو چلاؤ۔ جب بھی ہم تمہاری بات ہرگز نہ مانیں گے)

مُخَوِّج: اصل مہما کی ماما ہے۔ پہلا ”ما“ جزاء کے لیے ہے دوسرا اس کے ساتھ تاکید جزاء کے لیے لایا گیا۔ جیسا کہتے ہیں۔ متی ما تخرج اخرج۔ ارشاد الہی: اَیْنَ مَا تَكُوْنُوْا (البقرہ: ۱۳۸) فَاَمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ (الزخرف: ۴۱) البتہ درمیان والا الف ما کا تکرار متجانسین کی وجہ سے ہا سے بدل دیا۔ علمائے بصرہ کا درست مذہب یہی ہے۔ اعراب میں یہ تأتینا کی وجہ سے موضع نصب میں ہے۔ یعنی ایما شئی تو حاضر کرتا ہے اور لاتا ہے مِنْ اٰیَةٍ یہ مہما کا بیان ہے بہ کی ضمیر اور بھا کی ضمیر مہما کی طرف لوٹی ہے البتہ پہلا لفظ کا لحاظ کر کے لائے اور دوسری معنی کا کر کے لائی گئی کیونکہ وہ آیت کے معنی میں ہے اس کو آیت موسیٰ کے نام کا اعتبار کر کے کہا یا ان کا مقصد اس سے استہزاء تھا۔ کہ جس کو تو نشانی کہتا پھرتا ہے یہ بھی کوئی نشانی ہے۔

فَارْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالْدَّمَائِ مِ مَّفْصَلَتٍ قَفْ

سو ہم نے ان پر طوفان بھیج دیا اور مڑیاں اور کھن کا کیڑا اور مینڈک اور خون * یہ نشانیاں تھیں کھلی ہوئی۔

فَاسْتَكْبَرُوا وَكَانُوا قَوْمًا مُّجْرِمِينَ ﴿۳۳﴾ وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوا لِمُوسَى

سو انہوں نے تکبر کیا اور وہ مجرم لوگ تھے اور ان پر جو عذاب واقع ہوتا تو کہتے تھے کہ اے موسیٰ

ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ

اپنے رب سے اس بات کی دعا کر جس کا اس نے تجھ سے عہد کر رکھا ہے۔ اگر تو نے ہم سے عذاب کو ہٹا دیا تو ہم ضرور تیری تصدیق کریں گے

وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِي إِسْرَءِيلَ ﴿۳۴﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمْ الرِّجْزَ إِلَىٰ آجَلٍ

اور تیرے ساتھ ضرور بنی اسرائیل کو بھیج دیں گے * پھر جب ہم ان سے عذاب کو ایک مدت تک ہٹا دیتے

هُم بَلَغُوهُ إِذَا هُمْ يَنْكُثُونَ ﴿۳۵﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَأَغْرَقْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ

جس مدت تک ان کو پہنچنا تھا تو وہ اسی وقت عہد شکنی کر دیتے تھے۔ پھر ہم نے ان سے انتقام لے لیا سو ان کو اس سبب سے کہ انہوں نے ہماری آیات کو

بِأَنَّهُمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا عَنْهَا غَافِلِينَ ﴿۳۶﴾ وَأَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِينَ

جھٹلایا سمندر میں غرق کر دیا * اور وہ ان سے غافل تھے اور ہم نے ان لوگوں کو زمین کے مشارق اور مغارب کا

كَانُوا يُسْتَزْعَفُونَ مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِي بَرَكْنَا فِيهَا ۖ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ

وارث بنا دیا جو ضعیف شمار کئے جاتے تھے اور آپ کے رب کی نیک بات

رَبِّكَ الْحُسْنَىٰ عَلَىٰ بَنِي إِسْرَءِيلَ ۖ بِمَا صَبَرُوا ۖ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ

بنی اسرائیل پر پوری ہو گئی۔ اس سبب سے کہ انہوں نے صبر کیا اور ہم نے برباد کر دیا ان کا رویاؤں کو

فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهُ وَمَا كَانُوا يَعْرِشُونَ ﴿۳۷﴾

جو فرعون اور اس کی قوم کے لوگ کیا کرتے تھے اور جو کچھ وہ اونچی عمارتیں بنایا کرتے تھے۔

فرعونی عذابوں کے چکر میں:

آیت ۱۳۳: فَارْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوفَانَ (پھر ہم نے ان پر طوفان بھیجا) نمبر ۱۔ جس نے ان کو گھیر لیا اور بارش وغیرہ جس نے ان پر غلبہ کر لیا۔ نمبر ۲۔ سیلاب نمبر ۳۔ پانی نے ان کے کھیتوں کو ڈبو دیا آٹھ دن مسلسل بارش ہوتی رہی سخت اندھیرا چھایا رہا۔ دن رات

سورج چاند کو نہ دیکھا اور کوئی گھر سے باہر نہ نکل سکا۔ نمبر ۴: یہ پانی قبطیوں کے گھروں میں داخل ہو گیا۔ یہاں تک کہ پانی ان کے گلے تک پہنچ گیا جو بیٹھتا وہ غرق ہو جاتا۔ بنی اسرائیل کے گھروں میں ایک قطرہ بھی داخل نہ ہوا۔

نمبر ۵۔ جدری کی بیماری تھی نمبر ۶۔ طاعون ان پر مسلط ہوا۔ وَالْجَرَادُ (اور ندیاں) ان کی کھیتیاں کھالیں اور ان کے پھل سڑ گئے اور ان کے گھروں کی چھتوں اور کپڑوں کو دیمک نے چاٹ لیا۔ بنی اسرائیل کے گھروں میں سے کسی کے گھر میں ان میں سے کچھ بھی نہ تھا۔ وَالْقُمَّلُ (جوں یا گھن کا کیڑا) جوئیں یہ مکڑی کی اولاد ہے۔ اس کے پر نکلنے سے پہلے یا پسو یا بڑے چیچڑ وَالصَّفَادِغَ (مینڈک) ان کے کھانے اور مشروبات میں گرتے تھے۔ یہاں تک کہ جب کوئی بات کرتا تو چھلانگ لگا کر اس کے منہ میں پہنچ جاتا۔ وَالْدَّمَ (خون) نکسیر دوسرا قول یہ ہے کہ ان کے پانی خون بن گئے۔ یہاں تک کہ قبطی اور بنی اسرائیلی ایک برتن پر جمع ہو جاتے تو بنی اسرائیلی کے سامنے والا پانی اسی طرح رہتا اور قبطی کے سامنے والا خون بن جاتا تیسرا قول یہ ہے کہ نیل سے خون بننے لگا۔ ایلِ (معجزات) یہ اشیائے مذکورہ سے حال ہے۔ مَفْصَلَتِ (کھلے) ظاہر واضح اس میں کسی عقل مند کو ذرہ بھر شبہ نہ تھا۔ کہ یہ آیات اللہ میں سے ہیں۔ نمبر ۲۔ ان نشانات کا آپس میں ایک ایک ماہ کا فاصلہ تھا۔ فَاسْتَكْبَرُوا (پس وہ تکبر کرتے رہے) موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے سے وَكَانُوا قَوْمًا مُّجْرِمِينَ (اور وہ لوگ کچھ تھے ہی جرائم پیشہ)۔

عذاب کے وقت جھوٹا وعدہ:

آیت ۱۳۴: وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ (جب ان پر کوئی عذاب واقع ہوتا) آخری عذاب اور وہ خون یا یکے بعد دیگرے آنے والا عذاب قَالُوا يَمُوسَى اذْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ (اے موسیٰ ہمارے لئے اپنے رب سے اس بات کی دعا کر دیجئے جس کا اس نے آپ سے عہد کر رکھا ہے) ما مصدر یہ ہے یعنی جو وعدہ اس نے تیرے ساتھ کیا اور وہ نبوت ہے بآذْع سے متعلق ہے یعنی ادع اللہ لنا متوسلاً الیہ بعہدہ عندک تو اللہ تعالیٰ سے ہمارے لئے اس وعدہ کے توسل سے دعا کر جو اس نے تیرے ساتھ کر رکھا ہے۔ لَہُنْ کَشَفَتْ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَکَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنٰی اِسْرَآءِیْلَ (اگر آپ اس عذاب کو ہم سے ہٹا دیں تو ہم ضرور بالضرور آپ کے کہنے سے ایمان لے آویں گے اور ہم بنی اسرائیل کو بھی رہا کر کے آپ کے ہمراہ کر دیں گے)۔

مہلت سے غلط فائدہ:

آیت ۱۳۵: فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمْ الرِّجْزَ اِلٰی اَجَلٍ (پھر جب ہم ان سے عذاب کو ایک مدت تک ہٹا دیتے) ایک زمانہ تک هُمْ بِالْعُوءِ (جس مدت تک ان کو پہنچنا تھا) بہر صورت پس ان کو سزا ملے گی ان کو پہلی مہلت کام نہ دے گی۔ اور نہ ہی عذاب کا وقتی طور دور ہونا کام آئے گا۔ اِذَا هُمْ يَنْكُتُوْنَ (تو وہ اسی وقت عہد شکنی کر دیتے تھے) یہ لہذا کا جواب ہے یعنی جب ہم نے ان سے عذاب ہٹا لیا تو اسی وقت وعدہ توڑنے لگے اور ذرہ بھی تاخیر نہ کی۔

کفر و تکذیب کا نتیجہ عرقابی ہوا:

آیت ۱۳۶: فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ (پھر ہم نے ان سے بدلہ لے لیا) انتقام انعام کی ضد ہے جیسا کہ عقاب ثواب کی ضد ہے فَاعْرِقْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ (یعنی ان کو سمندر میں غرق کر دیا) یم، وہ سمندر جس کی گہرائی معلوم نہ ہو۔ نمبر ۲۔ سمندر کی موجوں اور کثیر پانی کو کہتے ہیں۔ یہ تیمم سے بنا ہے کیونکہ اس سے فائدہ اٹھانے والے اس کا قصد کرتے ہیں بَا نَهُمْ كَذَبُوا بِالْبَلَدِ وَكَانُوا عَنْهَا غَافِلِينَ (کیونکہ وہ ہماری آیات کو جھٹلاتے تھے اور ان سے بالکل ہی بے توجہی کرتے تھے) ان کا غرق ہونا آیات کی تکذیب اور ان سے غفلت اور عدم توجہ کی بناء پر تھا۔

غلامی سے آزادی اور ایفائے عہد:

آیت ۱۳۷: وَآوَرَّتْنَا الْقَوْمَ الَّذِينَ كَانُوا يُسْتَضْعَفُونَ (اور ہم نے ان لوگوں کو جو کہ بالکل کمزور شمار کیے جاتے تھے مالک بنا دیا) یہ بنی اسرائیل ہیں فرعون ان کو قتل اور غلامی سے کمزور کرتا تھا۔ مَشَارِقِ الْأَرْضِ وَمَغَارِبِهَا (اسی سر زمین کے مشرق و مغرب کا) سر زمین مصر و شام الَّتِي بَرَكْنَا فِيهَا (جس میں ہم نے برکت رکھی ہے) سرسبزی اور وسعت رزق اور کثرت انہار و اشجار کی بناء پر وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنَىٰ عَلَىٰ بَنِي إِسْرَآءِيلَ (اور آپ کے رب کا نیک وعدہ بنی اسرائیل کے حق میں پورا ہو گیا) وہ کلمہ اس آیت میں مذکور ہے: عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَنْ يُهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْأَرْضِ (الاعراف: ۱۲۹) یا پھر اس آیت میں: وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ وَنُفَصِّلُ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَنُرِي فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا مِنْهُمْ مَا كَانُوا يَحْذَرُونَ (القصص: ۶۵) الحسنی یہ احسن کی تانیث ہے اور کلمہ کی صفت ہے علی یہ تمت کا صلہ ہے یعنی مضت علیہم و استمرت علیہم ان پر مسلسل رہا۔ جیسا کہ محاورہ ہے تم علی الامر جبکہ وہ اس پر چل رہا ہو۔ بِمَا صَبَرُوا (ان کے صبر کی وجہ سے) یہ آیت صبر پر آمادہ کرنے کے لئے کافی ہے۔ یہ دلالت کر رہی ہے۔ کہ جو تکالیف کا مقابلہ جزع فزع سے کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اس کی تکلیف کے سپرد کر دیتا ہے اور جو صبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے کشادگی کا ضامن بن جاتا ہے وَدَمَرْنَا (اور ہم نے درہم برہم کر دیا) ہم نے ہلاک کر دیا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهُ وَمَا كَانُوا يَعْرِشُونَ (فرعون اور اس کی قوم کے تیار کردہ کارخانوں کو اور وہ بلند عمارات جو وہ تعمیر کرتے تھے) نمبر ۱۔ عمارات اور محلات کی تعمیر وغیرہ۔ نمبر ۲۔ باغات میں۔ نمبر ۳۔ جو وہ مضبوط محلات بناتے تھے جیسا ہامانی محل وغیرہ۔

قراءت: شامی اور ابو بکر نے يَعْرِشُونَ پڑھا ہے۔ راء کے ضمہ سے یہ فرعون اور قبیلوں کا واقعہ اور ان کے تکذیب آیات کے حالات کا اختتام ہے۔ اس کے بعد بنی اسرائیل کا واقعہ ذکر کیا اور جو حالات انہوں نے فرعون کی غلامی سے نجات پانے کے بعد پیدا کیے اللہ تعالیٰ کی عظیم آیات کا معائنہ کرنے اور سمندر پار کرنے کے بعد بھی گائے کی عبادت جیسے فبیح فعل کے ارتکاب کا تذکرہ ہے۔

وَجُوزُنَا بِبَنِي إِسْرَءِيلَ الْبَحْرَ فَأَتَوْا عَلَى قَوْمٍ يَعْكِفُونَ عَلَىٰ أَصْنَامٍ

اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار کر دیا سو وہ ایک ایسی قوم پر آئے جو اپنے بتوں پر دھما دیتے ہوئے

لَهُمْ ۖ قَالُوا يَمُوسَىٰ اجْعَلْ لَّنَا إِلَٰهًا كَمَا لَهُمْ آلِهَةٌ ۚ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ

تھے۔ کہتے گئے اے موسیٰ ہمارے لئے معبود تجویز کر دیجئے جیسا کہ ان کے معبود ہیں۔ انہوں نے کہا بیشک تم ایسے لوگ ہو گے

تَجْهَلُونَ ۖ (۱۳۸) إِنَّ هَٰؤُلَاءِ مُتَبَرِّئُونَ مِمَّا فِيهِ وَبِطُلٌ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۖ (۱۳۹)

جہالت کی باتیں کرتے ہو بلاشبہ یہ لوگ جس شغل میں ہیں وہ تباہ ہونے والا ہے اور یہ لوگ جو کچھ کر رہے ہیں وہ باطل ہے۔

قَالَ أَغَيْرَ اللَّهِ أَبْغِيكُمْ إِلَٰهًا وَهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَىٰ الْعَالَمِينَ ۖ (۱۴۰) وَإِذْ أَنْجَيْنَاكُمْ

موسیٰ نے کہا کہ کیا اللہ کے سوا تمہارے لئے کسی کو معبود تلاش کروں حالانکہ اس نے تمہیں جہانوں پر فضیلت دی اور جب ہم نے

مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَسُومُونَكُمْ سُوءَ الْعَذَابِ يُقْتِلُونَ أَبْنَاءَكُمْ وَيَسْتَحْيُونَ

تمہیں نجات دی آل فرعونوں سے جو تمہیں بری تکلیفیں دیتے تھے تمہارے بیٹوں کو بھرت قتل کرتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ

نِسَاءَكُمْ طُوفِي ذَلِكُمْ بَلَاءٌ مِّنْ رَبِّكُمْ عَظِيمٌ ۖ (۱۴۱) وَوَعَدْنَا مُوسَىٰ ثَلَاثِينَ

چھوڑ دیتے تھے اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی آزمائش ہے۔ اور ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کا

لَيْلَةً وَأَتَمَمْنَاهَا بِعَشْرِ فَرَسَاتٍ رَّابِعَةٍ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً ۖ وَقَالَ مُوسَىٰ

وعدہ کیا اور دس راتوں کے ذریعہ ان کی تکمیل کر دی پس ان کے کائنات مقرر یعنی چالیس اسی تیس سال ہوئیں اور موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا

لَاخِيهِ هَارُونَ أَخْلَفْنِي فِي قَوْمِي وَأَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيلَ الْمُفْسِدِينَ ۖ (۱۴۲)

کہ تم میرے بعد میری قوم میں میرے خلیفہ بن کر رہنا اور اصلاح کرتے رہنا اور مفسدین کی راہ کا اتباع نہ کرنا۔

بنی اسرائیل کے حالات پر نظر:

اصل مقصد یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی کہ بنی اسرائیل کا آپ سے مدینہ میں سلوک کچھ عجیب نہیں بلکہ اس سے بھی عجیب تر حالات ان کی طرف سے پہلے بھی پیش آچکے۔

بنی اسرائیل میدان صحرائے سیناء میں:

آیت ۱۳۸: وَجُوزُنَا بِبَنِي إِسْرَءِيلَ الْبَحْرَ (ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر پار کر دیا) روایت میں ہے کہ بنی اسرائیل نے جس

دن سمندر عبور کیا وہ عاشورہ کا دن تھا۔ فرعون اور قوم فرعون اسی دن غرق ہوئے پس بنی اسرائیل نے عاشورہ کے دن کا بطور شکر یہ روزہ رکھا۔ فَاتَّوْا عَلٰی قَوْمٍ (پس ان کا گزر ہوا ایک قوم پر) ان کا گزر ایک قوم کے پاس سے ہوا۔

بنی اسرائیل کی پہلی حماقت و جہالت:

يَعْكُفُوْنَ عَلٰی اَصْنَامٍ لَهُمْ (جو اپنے بتوں کی عبادت پر جتے ہوئے تھے) جو ان کی عبادت پر مواظبت کرنے والے تھے۔ یہ گائے کی مورتیاں تھیں۔

قرأت: حمزہ اور علی نے يعكفون کاف کے کسرہ سے پڑھا۔ قَالُوا يَمُوسٰى اجْعَلْ لَّنَا اِلٰهًا (کہنے لگے اے موسیٰ ہمارے لئے بھی ایک ایسا معبود مقرر کر دو) ایک بت بنا دو۔ جس پر ہم بھی جھک بیٹھیں۔ كَمَا لَهُمُ الْاِلٰهَةُ (جیسے ان کے معبود ہیں) بت ہیں جن کے پاس آس جمائے بیٹھے ہیں۔

نَحْوُ: کما کا ما کافہ ہے اس لیے اس کے بعد جملہ آیا۔

نکتہ: ایک یہودی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم نے تو اپنے نبی کی قبر پر چھڑکا جانے والا پانی خشک ہونے سے پہلے ہی اختلاف ڈال دیا۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم نے سمندر کے پانی سے قدم خشک ہونے سے پہلے ہی کہہ دیا (جبکہ موسیٰ و ہارون ابھی وہیں موجود تھے) يَمُوسٰى اجْعَلْ لَّنَا اِلٰهًا كَمَا لَهُمُ الْاِلٰهَةُ - قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ (موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا یقیناً تم لوگ جاہل ہو) اللہ تعالیٰ کی قدرت کی عظیم ترین نشانی دیکھنے کے بعد ان کے اس قول پر تعجب کیا۔ آپ نے اس کو جہل مطلق قرار دیا۔ اور اس کو ان سے مؤکد بھی کیا۔

بت پرستی بے بنیاد چیز ہے:

آیت ۱۳۹: اِنَّ هَؤُلَاءِ (بیشک یہ کام) ان تماثیل کی عبادت کرنے والے مُتَّبِعُوْنَ (بیکار ہیں) ہلاک ہونے والے ہیں۔ یہ بتار سے بنا ہے۔ مَا هُمْ فِيْهِ (جس میں وہ مصروف ہیں) اللہ تعالیٰ ہلاک کر دیں گے اور ان کے لین دین کو مہندم کر دیں گے جس پر وہ چل رہے ہیں میرے ذریعہ یہاں هَؤُلَاءِ کو ان کا اسم بنانے اور خبر کو مقدم کر کے اس بات کو نشان زدہ کر دیا کہ بت پرست دراصل خود ہلاکت کا شکار ہونے والے ہیں۔ اور وہ اس سے بالکل نہیں بچ سکتے۔ وَبِطُلُّ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (اور محض بے بنیاد ہے جو وہ کر رہے ہیں) یعنی جو کچھ وہ بت پرستی کرتے ہیں وہ بے کار اور بے حقیقت ہونے والی ہے۔

آیت ۱۴۰: قَالَ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْكُمْ اِلٰهًا (اور فرمایا کیا اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کو تمہارا معبود تجویز کر دوں) یعنی کیا میں تمہیں ایسا معبود تلاش کر کے دوں جو سرے سے ہی عبادت کا حقدار نہیں۔ وَهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلٰی الْعٰلَمِيْنَ (حالانکہ اس نے تم کو تمام جہان والوں پر فضیلت دی ہے) نَحْوُ: یہ حال ہے مراد اس زمانہ کے لوگ۔

انعامات سے تذکیر:

آیت ۱۴۱: وَاِذْ اَنْجَيْنَاكُمْ مِّنْ اِلٍ فِرْعَوْنَ - (اور جب ہم نے تمہیں نجات دی آل فرعون سے)۔ قرأت: اَنْجَاكُمْ شَامِ

نے پڑھا یَسُوْمُوْنُکُمْ سُوءَ الْعَذَابِ: (جو تمہیں بری تکلیفیں دیتے تھے) وہ تمہارے لیے سخت سزا کے خواہاں تھے۔ یہ سام السبعہ سے لیا گیا ہے جبکہ اس کو طلب کیا جائے۔

مخبر: یہ جملہ متانفہ ہے اس کا کوئی محل اعراب نہیں۔ نمبر ۲۔ مخاطبین سے حال ہے۔ نمبر ۳۔ آل فرعون سے حال ہے۔ یَقْتُلُوْنَ اَبْنَاءَکُمْ وَیَسْتَحْیُوْنَ نِسَاءَکُمْ (وہ تمہارے بیٹوں کو بکثرت قتل کر ڈالتے اور تمہاری عورتوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے) قراءت: نافع نے یَقْتُلُوْنَ پڑھا۔ وَفِیْ ذٰلِکُمْ (اور اس میں) یعنی نجات دینے یا سزا دینے میں بَلَاءٌ (آزمائش تھی) نعمت یا مشقت مِّنْ رَبِّکُمْ عَظِیْمٌ۔ (تمہارے رب کی طرف سے بڑی)

کتاب ملنے کا وعدہ:

آیت ۱۴۲: وَوَعَدْنَا مُوسٰی ثَلٰثِیْنَ لَیْلَةً (ہم نے موسیٰ علیہ السلام سے تیس رات کا وعدہ کیا) تورات دینے کے لیے وَ اَتَمَمْنٰهَا بِعَیْشٍ (اور مزید دس راتوں سے ان تیس راتوں کو مکمل کر دیا) روایت میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے وعدہ فرمایا جبکہ آپ مصر میں تھے۔ کہ اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے دشمن کو ہلاک کر دیا تو تمہیں اپنی طرف سے ایک کتاب دیں گے جب فرعون ہلاک ہو چکا تو موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ خداوندی میں کتاب کا سوال کیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے تیس دن کے روزے رکھنے کا حکم فرمایا یہ ذی القعدہ کا مہینہ تھا۔ جب تیس دن پورے ہو گئے آپ نے منہ میں مہک محسوس کی اور مسواک کر لی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ روز دار کے منہ کی مہک اللہ تعالیٰ کو مشک کی خوشبو سے زیادہ پسند ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دس دن ذی الحجہ کے بڑھانے کا حکم دیا۔ اسی لیے فرمایا فَمِمَّا فِیْہَا رِبَّیْہُ (پس ان کے رب کا وقت مقررہ پورا ہو گیا) جو وقت اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مقرر فرمایا تھا۔ اور بیان فرمایا تھا۔ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً (چالیس راتیں)

مخبر: یہ حال ہونے کی بناء پر منصوب ہے۔ یعنی پورا ہوا اس حال میں کہ وہ اس گنتی تک پہنچنے والا تھا۔ اجمالاً، اربعین کا تذکرہ سورۃ بقرہ میں فرمایا مگر یہاں اس کی تفصیل فرمائی۔

حضرت ہارون علیہ السلام کو ہدایت:

وَ قَالَ مُوسٰی لَا یُخِیْہِ هٰرُوْنُ (موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی ہارون سے کہہ دیا) اَخِیْہِ کا عطف بیان ہے۔ اَخْلَفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ (میرے بعد ان لوگوں کا انتظام رکھنا) ان میں میرا خلیفہ بن کر۔ وَ اَصْلِحْ (اور اصلاح کرتے رہنا) اور بنی اسرائیل کے جن معاملات کی درنگی لازم ہے ان کی اصلاح کرتے رہو۔ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِیْلَ الْمُفْسِدِیْنَ (اور بد نظم لوگوں کی رائے پر عمل مت کرنا) جو ان میں سے فساد کا داعی ہو تو اس کی اتباع نہ کرنا اور اس کی اطاعت نہ کرنا۔

وَلَمَّا جَاءَ مُوسَىٰ لِمِيقَاتِنَا وَكَلَّمَهُ رَبُّهُ ۚ قَالَ رَبِّ اَرِنِي اَنْظُرْ اِلَيْكَ ۖ

اور جب موسیٰ ہمارے مقرر کئے ہوئے وقت پر آئے اور ان کے رب نے ان سے کلام فرمایا تو انہوں نے عرض کیا کہ اے میرے رب مجھے دکھا دیجئے

قَالَ لَنْ تَرِنِي وَلَكِن اَنْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنْ اسْتَقَرَّ مَكَانَهُ فَسَوْفَ تَرِنِي ۚ

کہ میں آپ کو دیکھ لوں، فرمایا تم مجھے ہرگز نہ دیکھ سکو گے لیکن پہاڑ کی طرف دیکھو، سو اگر پہاڑ اپنی جگہ برقرار رہا تو تم مجھے دیکھ سکو گے

فَلَمَّا تَجَلَّىٰ رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا وَخَرَّ مُوسَىٰ صَعِقًا ۖ فَلَمَّا اَفَاقَ قَالَ

پھر جب ان کے رب نے پہاڑ پر تجلی فرمائی تو پہاڑ کو چورا کر دیا اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے پھر جب ان کو ہوش آیا تو کہنے لگے

سُبْحٰنَكَ تَبَّتْ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۱۴۳ قَالَ يٰمُوسٰى اِنِّىْ اصْطَفَيْتُكَ

آپ کی ذات پاک ہے میں آپ کے حضور میں توبہ کرتا ہوں اور میں ایمان لانے والوں میں پہلا شخص ہوں۔ فرمایا اے موسیٰ بلاشبہ میں نے اپنی

عَلَى النَّاسِ بِرِسَالَتِي وَاَبْكَلٰمِي ۖ فَخُذْ مَا اَتَيْتُكَ وَكُن مِّنَ الشَّاكِرِيْنَ ۝۱۴۴

پیغمبری اور اپنی ہمکلامی کے ساتھ لوگوں کے مقابلہ میں تمہیں چن لیا، سو میں نے تمہیں جو کچھ دیا ہے وہ لے لو اور شکر گزاروں میں سے ہو جاؤ

موسیٰ علیہ السلام کا طور پر ہمکلامی سے مشرف ہونا:

آیت ۱۴۳: وَلَمَّا جَاءَ مُوسَىٰ لِمِيقَاتِنَا (جب آئے موسیٰ ہمارے مقررہ وقت پر) ہمارے اس نائب پر جو ہم نے ان کے لیے مقرر کیا تھا اور جس وقت کی حد بندی کر دی تھی۔ میقات کی لام، لام تخصیص ہے ہمارے میقات کے لیے ان کی آمد خاص کر دی گئی۔ وَكَلَّمَهُ رَبُّهُ (اور ان کے رب نے ان سے باتیں کیں) بلا واسطہ اور بلا کیف روایت میں ہے کہ وہ کلام ہر جہت سے سن رہے تھے۔ اور شیخ ابو منصور رحمہ اللہ نے اپنی کتاب التاویلات میں ذکر کیا کہ موسیٰ علیہ السلام نے ایک آواز سنی جو اللہ تعالیٰ کے کلام پر دلالت کرنے والی تھی۔ اور موسیٰ علیہ السلام کا اس کے ساتھ خاص کرنا اس لحاظ سے تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک ایسی آواز سنائی جس کی تخلیق کا وہ خود والی و ذمہ دار تھا۔ بغیر اس بات کے کہ وہ آواز مخلوق میں سے کسی ایک کے لئے مکتسب ہو۔ اس کے علاوہ دوسرے لوگ بندوں کے لیے مکتسب آواز سنتے ہیں۔ جس سے اللہ تعالیٰ کا کلام سمجھا جاتا ہے۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے کلام سنا تو غلبہ شوق میں دیدار کی خواہش ظاہر کی۔ اور روایت کے لیے اس طرح سوال کیا۔

غلبہ شوق میں خواہش دیدار:

قَالَ رَبِّ اَرِنِي اَنْظُرْ اِلَيْكَ (تو عرض کیا اے میرے رب مجھے اپنا دیدار کرا دیجئے کہ میں آپ کو ایک نظر دیکھ لوں) اَرِنِي

کا دوسرا مفعول محذوف ہے تقدیر عبارت یہ ہے اَرِنِي ذَالِكَ اَنْظُرْ اِلَيْكَ یعنی مجھے اپنے دیدار کی اس طرح طاقت عنایت فرما کہ

آپ تجلی فرمائیں اور میں آپ کو دیکھ لوں۔

قراءت: مکی نے اُردنی پڑھا ہے اور ابو عمرو نے، راء کے اختلاس کے ساتھ۔ راء کے نیچے کسرہ۔ اور دیگر قراء نے راء کے کسرہ اشباع کے ساتھ پڑھا۔

امکان رؤیت پر دلائل:

یہ آیت اہلسنت کی دلیل ہے کہ رؤیت باری تعالیٰ جائز و ممکن ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اعتقاد کیا کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھا جاسکتا ہے یہاں تک کہ ان سے سوال بھی کر دیا۔ اور ایسی چیز کا اعتقاد رکھنا جو اللہ تعالیٰ کے متعلق جائز نہ ہو یہ کفر ہے۔ قَالَ لَنْ تَرَانِي (ارشاد فرمایا تم ہرگز مجھے نہیں دیکھ سکتے) سوال کر کے نہیں اور نہ اس فانی آنکھ کے ساتھ بلکہ عطاء و نوال کے ساتھ اور باقی رہنے والی آنکھ کے ساتھ۔ یہ بھی اہلسنت کی دلیل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا اِن اَرَى (کہ مجھے ہرگز دیکھانہ جائے گا) کہ اس سے جواز رؤیت کی نفی ہو۔ اور اگر اس کی ذات دیکھی نہ جاسکتی ہوتی تو اللہ تعالیٰ خبر دیتے کہ انہ لیس بصری جبکہ حالت اور حالت بھی ایسی کہ بیان کی ضرورت ہے۔ وَلٰكِنْ اَنْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنْ اسْتَقَرَّ مَكَانَهُ (لیکن تم اس پہاڑ کی طرف دیکھتے رہو۔ اگر یہ اپنی جگہ پر برقرار رہا) وہ اپنی حالت پر باقی رہا۔ فَسَوْفَ تَرَانِي یہ بھی اہلسنت کی تیسری دلیل ہے کیونکہ رؤیت کو استقرار جبل سے معلق کرنا اور وہ ممکن ہے اور کسی چیز کا ممکن سے معلق کرنا اس کے امکان پر دلالت کرتا ہے۔ جیسا کہ تعلیق باممتنع اس کے امتناع کی دلیل ہوتی ہے۔ اور ممکن کی دلیل یہ ارشاد ہے۔ جَعَلَهُ دَحًا یہاں اندک نہیں فرمایا۔ جس کو اللہ تعالیٰ ایجاد کریں اس چیز کے لیے یہ بھی جائز ہے کہ وہ نہ پائی جائے۔ اگر وہ اس کو ایجاد نہ کریں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے فعل میں مختار ہیں۔ اور اس لئے بھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو مایوس نہیں کیا۔ اور نہ اسپر عتاب کیا اور اگر رؤیت محال ہوتی تو ان کو عتاب کیا جاتا۔ جیسا کہ نوح علیہ السلام کو عتاب ہوا۔ اِنِّيْ اَعْظَمُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجَاهِلِيْنَ (ہود: ۴۶) جب کہ انہوں نے اپنے بیٹے کے متعلق غرق سے بچانے کا سوال کیا۔ فَلَمَّا تَجَلَّىٰ رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَحًا (پس ان کے رب نے جب پہاڑ پر تجلی فرمائی) (تو) تجلی سے اس کے پرچے اڑا دیے (یعنی ظہور فرمایا۔ اور بلا کیف ظہور فرمایا شیخ ابو منصور نے فرمایا۔ تجلی للجبیل کا معنی وہی ہے جو اشعری نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے پہاڑ میں زندگی، علم، رؤیت پیدا فرمادیا۔ یہاں تک کہ پہاڑ نے اپنے رب کو دیکھا یہ نص قطعی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات مرئی ہے۔ ان مذکورہ بالا وجوہ کی بنا پر مفسرین رؤیت کی جہالت واضح ہو جاتی ہے۔

اعتراض اور جواب:

اعتراض: موسیٰ علیہ السلام اس بات سے واقف تھے کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھا نہیں جاسکتا لیکن ان کی قوم نے یہ مطالبہ پیش کیا کہ وہ اپنا رب انہیں دکھائیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا قول ذکر کیا: تُوْمِنَ لَكَ حَتَّىٰ نَرَىٰ اللّٰهَ جَهْرَةً (البقرہ: ۵۵) پس آپ نے اس لیے رؤیت کا مطالبہ کیا تا کہ اللہ تعالیٰ ان کے سامنے ظاہر فرمادیں کہ وہ ذات مرئی نہیں۔

جواب: یہ محض باطل ہے اگر بات اس طرح ہوتی جیسا کہ تم کہتے ہو۔ تو موسیٰ علیہ السلام اس طرح کہتے اَرٰهُمْ يَنْظُرُوْا اِلَيْكَ پھر اللہ تعالیٰ فرمادیتے: لَنْ يَرَوْنِيْ۔ مگر ایسا نہیں فرمایا اگر رؤیت جائز نہ ہوتی تو موسیٰ علیہ السلام ان کی تردید کو مؤخر نہ فرماتے۔ بلکہ جو نبی ان کا

کلام آپ کے کان تک پہنچا تھا، اسی وقت تردید فرمادیتے کیونکہ اسی وقت تردید نہ کرنے سے کفر پر پختہ کرنا لازم آتا ہے۔ حالانکہ انبیاء کی بعثت تو کفر کی تغیر کے لیے ہے کیا تم نہیں دیکھتے جب بنی اسرائیل نے کہا: یٰمُوسٰی اجعل لنا الٰہا کما لہم الٰہة آپ نے ان کو مہلت نہیں دی بلکہ اسی وقت تردید فرمائی انکم قوم تجهلون؟ جَعَلَهُ دَغًا (تو پہاڑ کو چورا کر دیا) اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا یہ مصدر بمعنی مفعول ہے جیسے ضرب الامیر بمعنی مضروب الامیر الدق اور الدک ہم معنی ہیں یعنی زمین کے برابر کہ اس میں کوئی ٹیلہ نہ تھا کہا جاتا ہے فاقۃ دغاء جس کی کوہان نہ ہو۔

قراءت: حمزہ اور علی نے دغاء پڑھا ہے۔

موسیٰ علیہ السلام پر بیہوشی:

وَخَرَّ مُوسٰی صَعِقًا (موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے) یہ حال ہے یعنی موسیٰ پر غشی طاری ہو گئی جس سے زمین پر گر گئے فَلَمَّا اَفَاقَ (پھر جب ہوش آیا) اپنی بے ہوشی سے قَالَ سُبْحٰنَكَ تَبَّتْ اِلَيْكَ (تو عرض کیا بے شک آپ کی ذات پاک ہے میں آپ کی بارگاہ میں معذرت کرتا ہوں) دنیا میں سوال کرنے سے وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ (اور میں سب سے پہلے اس پر یقین رکھتا ہوں) یعنی تیری عظمت اور جلال پر اور اس پر کہ تو دنیا میں دیدار نہیں کراتا۔ باوجود جائز ہونے کے (کعسی کے قول کا رد) کعسی اصم کا قول کہ ارنی انظر الیک کا معنی یہ ہے کہ مجھے کوئی نشانی دکھا جس سے میں آپ کو بطریق ضرورت جان لوں کہ گویا میں آپ کو دیکھ رہا ہوں۔ لن ترانی تو میری پہچان اس انداز سے نہیں کر سکتا۔ وَلٰكِنْ اَنْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ مِیْنِ اس کے لیے نشانی ظاہر کرتا ہوں۔ اگر اس کی تجلی کے لیے پہاڑ قائم رہا اور اپنی جگہ مستقر رہا عنقریب تو بھی اس کے لیے ثابت وقائم رہے گا۔ اور اس کی طاقت رکھ سکے گا۔ مگر یہ بات غلط ہے کیونکہ موسیٰ علیہ السلام نے ارنی انظر الیک فرمایا الیہا نہیں فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے لن ترانی فرمایا لن ترانی آتی نہیں فرمایا۔ پھر اس کا معنی لن ترانی ایتی کس طرح ہو سکتا ہے۔ جبکہ عظیم ترین نشانی دکھائی کہ پہاڑ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

مشرف ہمکلامی اور تورات کی الواح:

۱۴۴: قَالَ یٰمُوسٰی اِنِّیْ اصْطَفٰیْتُكَ عَلٰی النَّاسِ (ارشاد فرمایا میں نے اے موسیٰ تجھے لوگوں پر امتیاز دیا) میں نے تجھے اہل زمانہ میں سے منتخب کیا۔ بِرَسُلٰتِیْ (اپنی پیغمبری سے) وہ تورات کے اسفار ہیں۔ قراءت: حجازی نے برساتی پڑھا ہے۔ وَبِکَلَامِیْ (اور اپنی ہمکلامی سے) خاص تجھ سے کلام کر کے فَخُذْ مَا اَتٰیْتُكَ (پس جو کچھ میں نے تم کو دیا ہے اس کو لو) جو میں نے تجھے شرف نبوت اور حکمت عنایت فرمائی وَکُنْ مِّنَ الشَّکِرِیْنَ (اور شکر کرو) اس نعمت پر پس یہ عظیم نعمتوں میں سے ہے کہا جاتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام عرفہ کے دن بے ہوش ہو کر گرے اور دس ذی الحجہ کو تورات ملی۔ اس لیے کہ ہارون علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام کے تابع تھے تو اصطفاء کو ان کے ساتھ خاص کر دیا۔

وَكَتَبْنَا لَهُ فِي الْاَلْوَا حِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ

اور ہم نے موسیٰ کے لئے تختیوں پر ہر قسم کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل لکھ دی

فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَّأْمُرْ قَوْمَكَ يَأْخُذُوْا بِأَحْسَنِهَا سَأُوْرِيْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۱۳۵﴾

سو آپ قوت کے ساتھ اسے پکڑیں اور اپنی قوم کو حکم دیں کہ اس کے اچھے اعمال کو پکڑے رہیں میں عنقریب تمہیں نافرمانوں کا گھر دکھا دوں گا۔

سَاَصْرَفُ عَنْ اٰتِي الْذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ

میں عنقریب اپنی آیتوں سے ان لوگوں کو برگشتہ رکھوں گا جو زمین میں ناحق تکبر کرتے ہیں اور اگر وہ ساری نشانیاں دیکھ

اٰيَةً لَا يُؤْمِنُوْا بِهَا وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا وَاِنْ يَّرَوْا

لیں تو ان پر ایمان نہ لائیں اور اگر ہدایت کا راستہ دیکھیں تو اس کو اپنا طریقہ نہ بنائیں اور اگر گمراہی کا راستہ

سَبِيْلَ الْغٰی يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِآيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا

دیکھیں تو اسے اپنا طریقہ بنا لیں اس وجہ سے کہ انہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور وہ ان سے

غٰفِلِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِآيٰتِنَا وَلِقَاءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ

غافل تھے اور جن لوگوں نے ہماری آیات اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا ان کے اعمال اکارت ہو گئے

هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۷﴾

ان کو انہیں اعمال کی سزا دی جائے گی جو وہ کیا کرتے تھے۔

تورات بنی اسرائیل کا قانون:

آیت ۱۳۵: وَكَتَبْنَا لَهُ فِي الْاَلْوَا حِ (اور ہم نے ان کو چند تختیوں پر لکھ دی) الواح جمع لوح تورات یہ دس تختیاں تھیں بعض نے کہا سات یہ زمرہ کی بنی ہوئی تھیں دوسرا قول یہ ہے کہ لکڑی کی بنی ہوئی تھیں آسمان سے اتریں اور ان میں تورات درج تھی۔ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ (ہر چیز کی) یہ کہنا کا مفعول ہونے کی وجہ سے محل نصب میں ہے۔ مَّوْعِظَةً وَ تَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ (نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل) یہ من کل شئی کا بدل ہے۔ مطلب یہ ہے ہم نے ان کے لیے ہر وہ چیز لکھ دی جس کی بنی اسرائیل کو مواعظ و تفصیل احکام کے سلسلہ میں ضرورت تھی ایک قول یہ بھی ہے کہ تورات ستر اونٹوں پر لادی جاتی تھی۔ اس کو مکمل چار آدمیوں نے پڑھا موسیٰ۔ یوشع۔ عزیر۔ عیسیٰ علیہم السلام۔ فَخُذْهَا (پس تم اس کو مل میں لاؤ) پس ہم نے انہیں کہا اس کو پکڑو۔ خذھا کا عطف کہنا پر ہے۔ اور ہا

کی ضمیر الواح کی طرف ہے۔ نمبر ۲۔ لکل شیء کی طرف کیونکہ وہ اشیاء کے معنی میں ہے۔ بِقُوَّةٍ (کوشش کے ساتھ) محنت و عزیمت کے ساتھ جس طرح اولوا العزم رسول کرتے ہیں۔ وَأَمْرُ قَوْمِكَ يَأْخُذُوا بِأَحْسَنِهَا (اپنی قوم کو حکم دو کہ اس کے اچھے اچھے احکام پر عمل کرو) یعنی اس میں جو احکام ہیں وہ احسن و حسن پر مشتمل ہیں۔ مثلاً قصاص لینا۔ معاف کرنا۔ بدلہ لینا۔ صبر کرنا۔ ان کو حکم دیں کہ وہ ایسا حکم اپنائیں جو حسن میں زیادہ بہتر اور ثواب میں زیادہ ہو۔ جیسا کہ اس ارشاد میں: وَأَتَّبِعُوا أَحْسَنَ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ (الزمر: ۵۵) سَأُورِيكُمْ دَارَ الْفَاسِقِينَ (میں بہت جلد تم کو ان نافرمانوں کا مقام دکھاؤں گا) فرعون اور اس کی قوم کا علاقہ یعنی مصر اور عاد و ثمود کے مقامات اور ہلاک شدہ اقوام۔ کہ کس طرح یہ علاقے ان سے خالی ہوئے۔ تاکہ عبرت حاصل کریں۔ ان کی طرح فسق اختیار نہ کریں۔ کہیں انہی جیسی دنیوی سزائے بھگتنی پڑے یا جہنم ٹھکانہ نہ بن جائے۔

متکبر حکمت سے محروم رہتا ہے:

آیت ۱۳۶: سَاَصْرِفُ عَنْ أَيْدِي (اور ایسے لوگوں کو میں اپنی آیات سے برگشتہ ہی رکھوں گا) ان کے سمجھنے سے ذوالنون مصریٰ نے فرمایا اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے کہ باطل پسند بے کار لوگوں کو قرآن مجید کی خفیہ حکمتوں سے نوازے۔ الَّذِينَ يَتَكَبَّرُونَ (جو لوگ تکبر کرتے ہیں) جو مخلوق پر ظلم کرتے اور قبول حق سے نفرت کرتے ہیں تکبر کی اصل حقیقت اس بڑائی کی بتکلف کوشش کرنا جو باری تعالیٰ کے لیے خاص ہے۔ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ (زمین میں ناحق) یہ تکبر و ن سے حال ہے ای بتکبر و ن غیر محققین کیونکہ تکبر تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کا حق ہے۔ وَإِنْ يَرَوْا كَلًّا آيَةً لَا يُوْمِنُوا بِهَا (اور اگر وہ تمام نشان دیکھ لیں تب بھی ان پر ایمان نہ لاویں) جو ان پر آیات اتاری گئیں۔ وَإِنْ يَرَوْا سَبِيلَ الرُّشْدِ (اور اگر وہ ہدایت کا راستہ دیکھیں) معاملے میں ہدایت، بھلائی کا راستہ رُشد ہے۔

قراءت: حمزہ علی نے الرُّشْدَ پڑھا ہے اور یہ دونوں لفظ السُّقْمِ اور السَّقَمِ کی طرح ہیں۔ لَا يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا (تو اس کو اپنا طریقہ نہیں بناتے) وَإِنْ يَرَوْا سَبِيلَ الْغَيِّ (اور اگر وہ گمراہی کا راستہ دیکھ لیں) الْغَيِّ گمراہی۔ يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا (تو اس کو اپنا راستہ بنالیں) ذَلِكَ (یہ) یہ حق سے پھرنا۔ یہ محل رفع میں ہے بِأَنَّهُمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا (اس وجہ سے ہے۔ کہ انہوں نے ہماری آیات کو جھٹلادیا) ان کی تکذیب کے باعث ہے۔ وَكَانُوا عَنْهَا غَافِلِينَ (اور وہ ان سے غافل رہے) عناد و اعراض والی غفلت نہ کہ سہو و جہل والی۔

آخرت کے منکروں کا ضبط اعمال:

آیت ۱۳۷: وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَلِقَاءِ الْآخِرَةِ (اور جنہوں نے ہماری آیات اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا) نَحْوِ: یہ اضافت مصدر الی المفعول کی قسم میں سے ہے۔ اسی لقاء ہم الآخرة ان کا آخرت کی ملاقات اور اس کے احوال کا مشاہدہ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ (ان کے سب کام تباہ ہو گئے) یہ خبر ہے والذین کی۔ هَلْ يُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (ان کو وہی سزا دی جائے گی جو کچھ یہ کرتے تھے) وہ رسولوں کی تکذیب کے سبب احوال کی تکذیب ہے۔

وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوسَىٰ مِنْ بَعْدِهِ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا آلِهًا خَوَّارًا الْمُرِيرُوا

اور موسیٰ کی قوم نے ان کے بعد اپنے زیوروں سے ایک بچھڑے کو معبود بنالیا جو ایک ایسا جسم تھا کہ اس میں سے گائے کی آواز آرہی تھی۔ کیا انہوں نے یہ نہ دیکھا

أَنَّهُ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيهِمْ سَبِيلًا مَّا اتَّخَذُوهُ وَكَانُوا ظَالِمِينَ ﴿١٤٨﴾ وَلَمَّا

کہ وہ ان سے بات نہیں کرتا اور نہ انہیں کوئی راستہ بتاتا ہے۔ انہوں نے اس کو معبود بنا لیا اور وہ ظلم کرنے والے تھے اور جب

سُقِطَ فِي أَيْدِيهِمْ وَرَأَوْا أَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوا ۖ قَالُوا لَئِنْ لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا

وہ پھٹتے اور انہوں نے سمجھ لیا کہ بلاشبہ وہ گمراہ ہو گئے تو کہنے لگے کہ اگر ہمارا رب ہم پر رحم نہ فرمائے

وَيَغْفِرَ لَنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿١٤٩﴾ وَلَمَّا رَجَعَ مُوسَىٰ إِلَىٰ قَوْمِهِ غَضْبَانَ

اور ہمیں بخش نہ دے تو ہم تباہ کاروں میں سے ہو جائیں گے اور جب موسیٰ اپنی قوم کی طرف اس حال میں واپس ہوئے کہ وہ غصہ میں اور

أَسِفًا ۚ قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُونِي مِنْ بَعْدِي ۖ أَجَعَلْتُمْ أَمْرًا رَبِّكُمْ ۖ وَأَلْقَى الْأَلْوَاخَ

رنج میں تھے تو انہوں نے کہا کہ تم لوگوں نے میرے بعد میری جگہ پر کیا کیا ہے۔ کیا اپنے رب کا حکم آنے سے پہلے تم نے جلدی کر لی؟ اور موسیٰ نے تختیوں کو ڈال دیا

وَأَخَذَ بِرَأْسِ أَخِيهِ يَجُرُّهُ إِلَيْهِ ۚ قَالَ ابْنَ أُمَّ إِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضَعَفُونِي

اور بھائی کے سر کو پکڑ لیا جسے اپنی طرف کھینچ رہے تھے انہوں نے کہا کہ اے میرے ماں جائے بلاشبہ قوم نے مجھے کمزور سمجھا

وَكَادُوا يَقْتُلُونَنِي ۖ فَلَا تُشْمِتُ بِيَ الْأَعْدَاءَ وَلَا تَجْعَلَنِي مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿١٥٠﴾

اور قریب تھا کہ مجھے قتل کر ڈالیں لہذا مجھ پر دشمنوں کو مت ہنسواؤ اور مجھے ظالموں میں شمار نہ کرو۔

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِإِخِي ۖ وَادْخُلْنَا فِي رَحْمَتِكَ ۖ وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ﴿١٥١﴾

موسیٰ نے عرض کیا کہ اے میرے رب مجھے اور میرے بھائی کو بخش دے اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل فرما اور آپ ارحم الراحمین ہیں۔

بنی اسرائیل کی دوسری حماقت:

آیت ۱۴۸: وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوسَىٰ مِنْ بَعْدِهِ (اور موسیٰ کی قوم نے بنالیا ان کے بعد) ان کے طور پر تشریف لے جانے کے بعد مِنْ حُلِيِّهِمْ (اپنے زیورات میں سے) ان کی طرف زیور کی نسبت کر دی گئی۔ حالانکہ وہ ان کے پاس عاریت کے طور پر تھے کیونکہ اضافت ادنیٰ تعلق کی بناء پر بھی ہو سکتی ہے۔

نکتہ: اس میں دلیل ہے کہ جو آدمی قسم اٹھائے کہ وہ فلاں کے گھر میں داخل نہیں ہوگا۔ وہ اگر مستعار گھر میں داخل ہو گیا تو تب بھی

حادث ہو جائے گا۔ وہ ان زیورات کے مالک ان کے ہلاک ہونے کے بعد بنے۔ جس طرح ان کی دیگر املاک کے مالک ان کے ہلاک ہونے کے بعد بنے۔

مَسْنَدًا: اس سے ثابت ہوا کہ کفار کے مال میں استیلاء حاصل ہونے سے وہ مال ان کی ملکیت سے نکل جاتے ہیں ان سے وہ زیور لینے والا سامری تھا۔ مگر وہ اس کے فعل پر راضی تھے۔ اس لئے فعل کا اسناد ان کی طرف کر دیا گیا الحلی جمع حلی اس سونے اور چاندی کی چیز کو کہتے ہیں جس سے خوبصورتی حاصل کی جائے۔

قراءت: حمزہ علی نے اتباع کی وجہ سے حلیہم پڑھا ہے۔ عَجَلًا جَسَدًا لَّہُ خُوَارٌ (ایک پھڑے کا مجسمہ جس میں ایک آواز تھی) مَحْجُوْرٌ: عَجَلًا یہ اتخذ کا مفعول بہ ہے۔ جَسَدًا اس کا بدل ہے یعنی ایک بدن جو گوشت و خون والا تھا۔ جیسے تمام جسم ہوتے ہیں۔ لہ خوار گائے کی آواز کو خوار کہا جاتا ہے اس کا دوسرا مفعول محذوف ہے ای الہا پھر ان کے احمقانہ عقول پر تعجب کرتے ہوئے فرمایا: اَلَمْ یَرَوْا کہ انہوں نے اس کو معبود بنایا۔ اَلَمْ یَرَوْا اَنَّهُ لَا یُکَلِّمُہُمْ وَلَا یَہْدِیہُمْ سَبِیْلًا (کیا انہوں نے یہ نہ دیکھا کہ وہ ان سے بات تک نہیں کرتا۔ اور ان کو کوئی راہ نہیں بتلاتا) ان سے کلام کی قدرت بھی نہیں رکھتا اور نہ ہی راستہ کی طرف راہنمائی کر سکتا ہے جبکہ انہوں نے اس کو اس ذات کے مقابلہ میں چنا ہے جس کے کلمات تعریف کو سارے سمندروں کی سیاہی سے بھی رقم نہیں کیا جاسکتا قلم ختم اور سارے سمندروں کی سیاہی ختم ہو جائے گی مگر اس کی حمد و ثنا ختم نہیں ہوگی۔ جس نے مخلوق کو حق کی راہ بھائی عقولوں میں ایسے دلائل کتابیں اتار کر سمجھا دیئے۔ اِتَّخَذُوْہُ (انہوں نے اس کو معبود قرار دیا) یہ جملہ ابتدائیہ کے طور پر لائے۔ کہ انہوں نے اس کو معبود بنا دیا۔ اور اس انتہائی قبیح کام کا اقدام کیا۔ وَ کَانُوْا ظَلِیْمِیْنَ (اور انہوں نے بڑا بے ڈھنگا کام کیا)۔

عبادتِ عمل پر شرمندگی:

آیت ۱۴۹: وَلَمَّا سَقَطَ فِیْ اَیْدِیْہِمُ (اور جب وہ شرمندہ ہوئے) جب پھڑے کی پوجا پر ان کی شرمندگی زیادہ ہو گئی۔ اور اس کی اصل اس طرح ہے کہ جو شرمندہ زیادہ ہو جائے وہ غم سے ہاتھ کاٹنے لگ جاتا ہے اور اس کے ہاتھ اس میں گر جاتے ہیں کیونکہ اس کا منہ بھی ہاتھوں میں آپڑتا ہے۔ سقط کی اسناد فی ایدیہم کی طرف کنایات کی قسم میں سے ہے۔ زجاج نے فرمایا اس کا معنی یہ ہے سقط الندم فی ایدیہم یعنی ان کے دلوں اور جانوں میں غم آپڑا۔ جیسا کہا جاتا ہے: حصل فی یدہ مکروہ حالانکہ یہ ممکن ہے کہ وہ امر مکروہ اس کے ہاتھ میں آجائے۔ صرف دل و جان میں حاصل ہونے والی چیز کو آنکھوں اور ہاتھ میں حاصل ہونے والی چیز سے تشبیہ مقصود ہوتی ہے۔ وَ رَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا (اور انہوں نے جان لیا کہ وہ واقعی گمراہی میں پڑ گئے ہیں) ان کی گمراہی اپنے سامنے اس طرح کھل گئی گویا گمراہی کو انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ قَالُوْا لَیْن لَّمْ یَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَ یَغْفِرْ لَنَا (تو کہنے لگے اگر ہمارا رب ہم پر رحم نہ کرے اور ہمارا گناہ معاف نہ کرے)

قراءت: حمزہ اور علی نے لنن لم تر حمنا ربنا و تغفر لنا پڑھا ہے۔ رہنا کا منصوب ہونا نداء کی وجہ سے ہے لَنکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ (تو ہم بالکل گئے گزرے ہو گئے) جو دنیا و آخرت میں نقصان اٹھانے والے ہیں۔

موسیٰ علیہ السلام کی طور سے واپسی اور ہارون علیہ السلام پر ناراضگی:

آیت ۱۵۰: وَلَمَّا رَجَعَ مُوسَىٰ (اور جب موسیٰ واپس آئے) طور سے اِلٰی قَوْمِهِ (اپنی قوم کی طرف) بنی اسرائیل غَضَبَانَ (غصے اور) یہ موسیٰ سے حال ہے اِسْفًا (رنج کی حالت میں) یہ بھی حال ہے اس کا معنی غمگین ہونا۔ قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُونِي (تو انہوں نے کہا تم نے بہت بڑی نامعقول حرکت کی) تم میری جگہ کھڑے ہوئے اور میرے نائب ہو گئے۔ مِنْ بَعْدِي (میرے بعد) یہ خطاب پچھڑے کی پوجا کرنے والوں اور سامری وغیرہ کو ہے۔ نمبر ۲: ہارون اور ان کے ساتھ مؤمنین کو ہے اور اس پر دوسرا ارشاد دلیل ہے۔ اَخْلَفْنِي فِي قَوْمِي (الاعراف: ۱۴۲) مطلب یہ ہے کہ تم نے میری بہت بری مخالفت کی کہ پچھڑے کی عبادت اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جگہ شروع کر دی۔ نمبر ۲: کہ تم نے غیر اللہ کی عبادت کرنے والوں کو نہیں روکا۔ بئس کا فاعل ضمیر ہے جس کی تفسیر ما خلفتُمونی ہے اور مخصوص بالذم محذوف ہے تقدیر عبارت یہ ہے بئس خلافة خلفتُمونِیہا من بعد خلافتکم مطلب یہ فیہا من بعدی یہ خلفتُمونی کے قول کے بعد ہے۔ من بعد ما رأیتُم منی من توحید اللہ و نفی الشرکاء اس کے بعد کہ تم مجھ سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور نفی شرکاء دیکھ چکے یا اس کے بعد کہ میں بنی اسرائیل کو توحید پر آمادہ کرتا تھا۔ اور گائے کی عبادت سے روکتا تھا۔ جبکہ انہوں نے کہا: اجعل لنا الٰہًا کما لہم الٰہة۔ خلیفہ کا حق یہ ہے کہ وہ اپنے اصل کا راستہ بتائے۔ اور اختیار کرے۔ اَعْجَلْتُمْ (کیا تم نے جلد بازی کر لی) پچھڑے کی عبادت کی طرف تم نے سبقت کی اَمْرًا بِکُمْ۔ (اپنے رب کا حکم آنے سے پہلے) وہ امر میرے تمہارے پاس چالیس راتوں کے بعد تورات لے کر آنا ہے العجلہ کی اصل کسی چیز کو وقت سے پہلے طلب کرنا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ عجلتم بمعنی تروگتم ہے کہ تم نے چھوڑ دیا۔

غضب اللہ میں جلال موسیٰ علیہ السلام:

وَالْقَىٰ الْاُلُوَاحَ (اور جلدی سے تختیاں ایک طرف رکھ دیں) جب پچھڑے کی عبادت والی بات سنی تو بے قرار ہو کر اللہ تعالیٰ کی خاطر غصہ میں۔ آپ غضب شدید رکھتے تھے۔ ہارون میں آپ کی نسبت نرمی تھی اس لیے بنی اسرائیل موسیٰ علیہ السلام کی بجائے ہارون کو زیادہ چاہتے تھے الواح ٹوٹ گئیں اور اس کے چھ حصے اٹھا لیے گئے باقی ساتواں حصہ رہ گیا اور جو اٹھا لیا گیا اور اس میں تمام ضروریات دین کی تفصیل تھی اور جو باقی رہا اس میں ہدایت و رحمت کے اصول و مہمانی تھے۔ وَاَخَذَ بِرَاسِ اَخِيهِ (اور اپنے بھائی کا سر پکڑا) بھائی سے ناراض ہو کر اس کے سر کے بالوں کو پکڑ لیا کہ اس نے ان کو پچھڑے کی عبادت سے نہیں روکا۔ يَجْرُؤُا اِلَيْهِ (ان کو اپنی طرف کھینچنے لگے) عتاب کے طور پر نہ کہ تذلیل کے لئے۔

ہارون علیہ السلام کا جواب:

نَحْوَرُ: یہ جملہ موسیٰ سے حال ہے۔ قَالَ ابْنُ اُمِّ (ہارون سے کہا اے میرے ماں جائے) ابن ام یہ خمسہ عشر کی طرح مبنی علی الفتح ہے مگر حمزہ علی، شامی نے میم کے کسرہ سے پڑھا ہے۔ کیونکہ اس کی اصل اُمی ہے یا کو حذف کیا کسرہ پر اکتفاء کرتے ہوئے۔ ہارون موسیٰ کے حقیقی بھائی تھے مگر ماں کا تذکرہ مہربانی یا شفقت یاد دلوانے کے لیے اور اس لئے بھی کہ وہ مخلصہ و مومنہ تھیں۔ اِنَّ

الْقَوْمَ اسْتَزْعِفُونِي وَكَادُوا يَقْتُلُونِي (ان لوگوں نے مجھے بے حقیقت سمجھا اور قریب تھا کہ مجھ کو قتل کر ڈالیں) یعنی میں نے وعظ و نصیحت کرنے میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔ لیکن انہوں نے مجھے کمزور گردانا اور میرے قتل کے درپے ہو گئے۔ فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْأَعْدَاءَ (پس تم مجھ پر مت خوش کرو دشمنوں کو) وہ لوگ جو پچھڑے کی پوجا کرتے رہے۔ یعنی میرے ساتھ کوئی ایسا معاملہ نہ کر جو انکی دلی تمنا کے مطابق ہو کیونکہ وہ میرے متعلق برائی اور توہین کے خواہاں ہیں۔ وَلَا تَجْعَلْنِي مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ (اور مجھ کو ظالم قوم کے ساتھ مت شمار کرو) مجھ پر غصہ کے ذریعے مجھے انکا ساتھی مت بنا۔ جب بھائی کا عذر واضح ہو گیا۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔

دعائے موسیٰ علیہ السلام:

آیت ۱۵۱: قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلَا خِي (موسیٰ نے کہا اے میرے رب میری خطا معاف فرما اور میرے بھائی کی بھی) بھائی کو راضی کرنے کے لئے اور شہادت کی نفی کرتے ہوئے ان کو دعا میں اپنے ساتھ شریک فرمایا۔ مطلب یہ ہے کہ اے میرے رب مجھے بخش دے جو مجھ سے میرے بھائی کے سلسلہ میں زیادتی ہوئی اور ان کو بخش دے اگر خلافت و نیابت کے سلسلہ میں ان سے کوئی زیادتی ہوئی۔ وَأَدْخِلْنَا فِي رَحْمَتِكَ (اور ہم دونوں کو اپنی رحمت میں داخل فرما) دنیا میں اپنی عصمت کے پردہ میں داخل فرما اور آخرت میں جنت جنان میں داخلہ عنایت فرما۔ وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرَّحِيمِينَ (اور آپ سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں)۔

ارشاد موسیٰ علیہ السلام:

آیت ۱۵۲: إِنَّ الَّذِينَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ (بیشک جن لوگوں نے پچھڑے کی پوجا کی) معبود بنا کر۔ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَبِّهِمْ (بہت جلد ان پر ان کے رب کا غضب آئے گا) یہ وہی حکم ہے جو توبہ کے سلسلہ میں ان کو اپنے نفسوں کے قتل کرنے کا کہا گیا۔ وَذِلَّةٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا (اور ذلت پڑے گی دنیا کی زندگی میں ہی) ان کو گھروں سے نکالنا۔ کیونکہ مسافری گردن جھکا دیتی ہے۔ یا جز یہ مقرر ہونا۔ وَكَذَلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِينَ (اور ہم افترا کرنے والوں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں) اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے والے۔ اور سامری کے اس قول سے بڑھ کر اور افتراء کیا ہو سکتا ہے۔ هَذَا إِلَهُكُمْ وَإِلَهُ مُوسَىٰ (ط: ۸۸)

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَذَلَّةٌ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

بلاشبہ جن لوگوں نے پھڑے کو معبود بنا لیا انہیں ان کے رب کی طرف سے ضرور غصہ پہنچے گا اور ذلت پہنچے گی دنیا والی زندگی میں

وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُفْتَرِیْنَ ۝۵۲ وَالَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّئَاتِ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِهَا وَآمَنُوْا

اور اسی طرح ہم افتراء کرنے والوں کو سزا دیا کرتے ہیں اور جن لوگوں نے گناہ کئے پھر ان کے بعد توبہ کر لی اور ایمان لے آئے

اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۵۳ وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسٰى الْغَضَبُ اَخَذَ

تو بلاشبہ آپ کا رب اس توبہ کے بعد ضرور بخش دینے والا ہے۔ مہربان ہے اور جب موسیٰ کا غصہ فرو ہوا تو انہوں نے ان تختیوں کو

الْاَلْوَا حِۙ وَفِیْ نُسْخٰتِہَا هُدًی وَّرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ هُمْ لِرَبِّہُمْ یَرْہَبُوْنَ ۝۵۴

اٹھالیا اور ان تختیوں میں جو لکھا ہوا تھا اس میں ہدایت تھی ان لوگوں کے لئے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔

آیت ۱۵۳: وَالَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّئَاتِ (اور وہ لوگ جنہوں نے گناہ کے کام کئے) کفر و معاصی ثُمَّ تَابُوْا (پھر توبہ کر لی) پھر اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ سے لوٹ آئے۔ مِنْۢ بَعْدِهَا وَآمَنُوْا (اس کے بعد اور ایمان لے آئے) اور انہوں نے اپنے ایمان کو خالص کر لیا۔ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا (بے شک تمہارا رب اس توبہ کے بعد) یعنی سیئات یا توبہ لَغَفُوْرٌ (گناہ کو معاف کرنے والا) ان کی ستر پوشی کرنے والا ہے۔ رَّحِيْمٌ (رحم کرنے والا ہے) جنت کے ذریعے ان پر انعام فرمائے گا۔

بخور: اِن اپنے خبر و اسم سمیت الذین کی خبر ہے۔ یہ حکم عام ہے جس میں پھڑے کی پوجا کرنے والے اور دیگر تمام شامل ہیں اول ان کے گناہ کو بڑا کر کے اصل شکل میں پیش کیا۔ پھر اس کے بعد اپنی عظیم رحمت کا ذکر کیا تا کہ معلوم ہو جائے کہ گناہ خواہ کتنا ہی بڑا ہو۔ مگر اس کی معافی تو اس سے بھی بڑی ہے۔

آیت ۱۵۴: جبکہ غصہ اس شدت کی بناء پر تھا گویا اللہ تعالیٰ ہی موسیٰ کو اس غصے کا حکم دینے والے تھے تو کہا گیا:

زوال غصہ کے بعد حالات:

وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسٰى الْغَضَبُ (اور جب موسیٰ کا غصہ دور ہوا) زجاج کہتے ہیں کہ سکت کا معنی سکن ہے اور یہ بھی پڑھا گیا ہے اَخَذَ الْاَلْوَا حِ (تو ان تختیوں کو اٹھالیا) جن کو جلدی سے ڈال دیا تھا۔ وَفِیْ نُسْخٰتِہَا (اور ان کے مضامین میں) نُسْخَہُ یہ فعل کا وزن ہے خطبہ کی طرح بمعنی مفعول ہے۔ اس کی کتابت میں هُدًی وَّرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ هُمْ لِرَبِّہُمْ یَرْہَبُوْنَ (ان لوگوں کیلئے جو اپنے رب سے ڈرتے تھے ہدایت اور رحمت تھی)

بخور: لام مفعول پر داخل کر دیا کیونکہ وہ مقدم ہے اور فعل کا عمل اس میں کمزور پڑ گیا تو ازالہ کے لیے لام لائے۔

وَاخْتَارَ مُوسَىٰ قَوْمَهُ سَبْعِينَ رَجُلًا لِّمِيقَاتِنَا فَلَمَّا أَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ

اور موسیٰ نے اپنی قوم میں سے ستر مرد ہمارے وقت معین کے لئے جن لئے۔ پھر جب ان کو زلزلہ نے پکڑ لیا تو موسیٰ نے کہا اے میرے رب

لَوْ شِئْتَ أَهْلَكْتَهُم مِّن قَبْلُ وَإِيَّايَ أَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَاءُ مِنَّا إِنَّ هِيَ إِلَّا

اگر آپ چاہتے تو اس سے پہلے ہی ان کو اور مجھے ہلاک فرما دیتے۔ کیا آپ ہمارے چند بیوقوفوں کی حرکت کے سبب ہمیں ہلاک فرماتے ہیں۔ یہ ٹھٹھ کی

فِتْنَتُكَ تُضِلُّ بِهَا مَن تَشَاءُ وَتَهْدِي مَن تَشَاءُ أَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا

طرف سے آزمائش ہے آپ اس کے ذریعہ جس کو چاہیں گمراہی میں ڈالیں اور جس کو چاہیں ہدایت پر رکھیں۔ تو ہی ہمارا والی ہے۔ لہذا ہماری مغفرت فرما اور ہم پر رحم فرما

وَأَنْتَ خَيْرُ الْغَافِرِينَ ۝۵۵ وَكَتَبْنَا فِي هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ إِنَّا

اور بخش دینے والوں میں تو سب سے بہتر ہے اور لکھ دیجئے ہمارے لئے اس دنیا میں بھلائی اور آخرت میں بھی بیشک ہم نے

هُدًى نَّالِيكَ قَالَ عَذَابِي أُصِيبُ بِهِ مَن أَشَاءُ وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۚ

تیری طرف رجوع کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرا عذاب ہے میں اسے پہنچاتا ہوں جسے چاہوں اور میری رحمت ہر چیز کو شامل ہے۔

فَسَاكِبُهُمُ الَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ ۝۵۶

سوئیں اس کو ان لوگوں کے لئے لکھ دوں گا جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور ان لوگوں کے لئے جو ہماری آیات پر یقین رکھتے ہیں۔

بنی اسرائیل کے منتخب افراد کا بے تکا سوال:

آیت ۱۵۵: وَاخْتَارَ مُوسَىٰ قَوْمَهُ (اور موسیٰ نے اپنی قوم میں سے منتخب کئے) اپنی قوم میں سے۔

مُخَوِّرٌ: اس میں حرف جار کو حذف کر دیا گیا اور فعل کو ساتھ ملا دیا۔ سَبْعِينَ رَجُلًا (ستر آدمی) کہا گیا ہے کہ بارہ قبیلوں میں سے ہر قبیلہ کے چھ آدمی کل تعداد بہتر ہو گئی۔ پھر فرمایا تم میں سے دو پیچھے رہیں۔ کالب و یوشع بیٹھ گئے۔ لِمِيقَاتِنَا (ہمارے وقت مقررہ کیلئے) تاکہ وہ عبادت عجل کے سلسلہ میں معذرت پیش کریں۔ فَلَمَّا أَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ (پس جب ان کو زلزلہ نے آ پکڑا) زلزلہ شدیدہ نے۔

عرض موسوی:

قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ أَهْلَكْتَهُم مِّن قَبْلُ (تو موسیٰ نے عرض کیا اے میرے رب اگر تو چاہتا تو اس سے پہلے ہی ان کو ہلاک کر دیتا) جو ان کی طرف سے پھڑے کی عبادت والا معاملہ پیش آیا۔ وَإِيَّايَ (اور مجھ کو بھی) میرے قبلی کو قتل کرنے کی وجہ سے

اَتَهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَاءُ مِنَّا (کیا تو ہم میں سے چند بے وقوفوں کی حرکت پر سب کو ہلاک کر دے گا) کیا آپ ہمیں اس بات کی سزا میں ہلاک کرتے ہیں۔ جو ہم میں سے جاہلوں نے کہا ہے اور وہ ٹھٹھڑے کی پوجا کرنے والے ہیں۔ اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ (یہ واقعہ تو صرف تیری طرف سے محض ایک امتحان ہے) یہ آپ کی آزمائش ہے یہ اس قول کی طرف لوٹتا ہے۔ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْ بَعْدِكَ (ط: ۸۵) پس موسیٰ نے کہا کہ نمبر ۱۔ یہ آزمائش وہی ہے جس کی آپ نے مجھے خبر دی۔ نمبر ۲۔ یہ اللہ تعالیٰ کی آزمائش ہے۔ جس سے وہ اپنے بندوں کو جس طرح چاہتا ہے آزماتا ہے۔ جیسے و نبلوہم بالشر و الخیر فتنہ (الانبیاء: ۳۵) تُصِلُّ بِهَا (جس کے ذریعے تو گمراہی میں ڈال دیتا ہے) ابتلاء کے ساتھ مَنْ تَشَاءُ (جس کو تو چاہتا ہے) جن کے متعلق تو جانتا ہے کہ انہوں نے گمراہی کا چناؤ کر لیا۔ وَ تَهْدِي (اور سیدھی راہ پر چلاتا ہے) اس ابتلاء کے ساتھ مَنْ تَشَاءُ (جس کو تو چاہتا ہے) جن کے متعلق تو جانتا ہے کہ وہ ہدایت کو اختیار کریں گے۔ اَنْتَ وَلِيْنَا (تو ہمارا کارساز ہے) جو ہمارے کاموں کا متولی ہے۔ فَاَغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الْغَافِرِيْنَ (پس تو ہم پر مغفرت اور رحمت فرما اور آپ سب معاف کرنے والوں سے زیادہ معاف کرنے والے ہیں)

دوسری دُعا:

آیت ۱۵۶: وَ اَكْتُبْ لَنَا (اور ہمارے نام لکھ دے) تو قائم فرما اور قسمت میں کر دے۔ فِيْ هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً (اس دنیا میں نیک حالت) عافیت، حیات طیبہ، اطاعت کی توفیق وَ فِي الْاٰخِرَةِ (اور آخرت میں بھی) جنت اِنَّا هُدْنَا اِلَيْكَ (بے شک ہم آپ کی طرف رجوع کرتے ہیں) تیری طرف توبہ و رجوع کیا۔ هَادِ يَهُودَ اِلَيْهِ كَمَا مَعْنٰى لَوْ شِئْنَا تَوْبَهُ كَرْنَا الْهُودَ جَمْعُ هَادٍ تَائِبٌ كُوْكِبَتْ ہیں۔

جوابِ باری تعالیٰ:

قَالَ عَذَابِيْ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں اپنا عذاب تو) اس کا معاملہ یہ ہے کہ میں اُصِيبُ بِہِ مِنْ اَشْأَاءِ (اسی کو دیتا ہوں جس کو چاہتا ہوں) یعنی میں جس کو معاف نہیں کرتا وَ رَحْمَتِيْ وَ سِعَتْ كُلُّ شَيْءٍ (اور میری رحمت تمام اشیاء کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے) یعنی میری رحمت کا حال یہ ہے کہ وہ ہر چیز کو اپنی وسعت میں لے لیتی ہے۔ دنیا میں کوئی مسلمان اور کافر ایسا نہیں جس پر میری رحمت کا چھینٹا نہ پڑ رہا ہو۔ فَسَا كُتِبْهَا (سو میں اس کو ان لوگوں کے لئے لکھ دوں گا) یعنی اس رحمت کو لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ (جو کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں) شرک سے بچنے والی امت محمدیہ ﷺ سے وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ (اور وہ زکوٰۃ دیتے ہیں) فرض زکوٰۃ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا (اور وہ جو کہ ہماری آیات پر) ہماری تمام کتابوں پر يُؤْمِنُوْنَ (ایمان لاتے ہیں) ان میں سے کسی چیز کا انکار نہیں کرتے۔

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ

جو لوگ رسول نبی امی کا اتباع کرتے ہیں جنہیں وہ اپنے پاس توریت و انجیل میں

فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ

لکھا ہوا پاتے ہیں وہ انہیں اچھے کاموں کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں اور ان کے لئے

لَهُمُ الطَّيِّبَاتُ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ

پاکیزہ چیزوں کو حلال قرار دیتے ہیں اور خبیث چیزوں کو ان پر حرام قرار دیتے ہیں اور ان پر سے ان کے بوجھ دور کرتے ہیں اور طوق ہٹاتے

الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ

ہیں جو ان پر تھے۔ سو جو لوگ اس نبی پر ایمان لائے اور ان کی تکریم کی اور ان کی مدد کی اور اس نور کا اتباع کیا جو ان

الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿١٥٧﴾

کے ساتھ اتارا گیا یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

روئے سخن امت محمدیہ کی طرف اور رسالت مآب ﷺ کی تعریف:

آیت ۱۵۷: الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ (جو لوگ کہ ایسے رسول کی اتباع کرتے ہیں) وہ جو ہم اسکی طرف وحی کریں گے اس کتاب کی صورت میں جو اس کے ساتھ خاص ہوگی اور وہ قرآن ہے۔ النَّبِيُّ (جونبی) معجزات والے الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ (جن کو یہ لوگ پاتے ہیں) اسکی تعریف وہ لوگ پائیں گے جو بنی اسرائیل میں سے انکی اتباع کریں گے۔ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ (لکھا ہوا اپنے پاس توریت اور انجیل میں وہ ان کو نیک باتوں کا حکم فرماتے ہیں) شرکاء سے علیحدگی اور بندوں سے انصاف کا وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ (اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں) عبادت اصنام اور قطع ارحام و يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ (اور وہ پاکیزہ چیزوں کو ان کیلئے حلال بتاتے ہیں) جو پاکیزہ چیزیں ان پر حرام کی گئیں۔ مثلاً چربی وغیرہ۔ یا جو شریعت کے اعتبار سے اچھی ہیں۔ جن پر بوقت ذبح اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہے اور جس میں حرام کی کمائی شامل نہیں۔ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ (اور گندی چیزوں کو ان پر حرام قرار دیتے ہیں) جو ان میں سے خبیث ہیں۔ جیسے خون، مردار، لحم خنزیر غیر اللہ کی نیازات یا جو حکم کے لحاظ سے خبیث ہیں مثلاً سود، رشوت وغیرہ برے کمائی کے ذرائع وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ (اور ان پر سے ان کے بوجھ دور کرتے ہیں) اِصْرُ اس بوجھ کو کہتے ہیں جو اٹھانے والوں کو بوجھ کی وجہ سے حرکت سے روک دے۔ مراد اس سے شدید تکالیف جو ان پر ڈالی گئیں مثلاً توبہ کے لیے قتل نفس خطا کرنے والے اعضاء کو کاٹ ڈالنا۔ قراءت: اِصْرُهُمْ شامی نے پڑھا ہے۔

وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ (اور وہ طوق جو ان پر تھے) وہ مشکل احکام مثلاً قصاص میں قتل خواہ قتل عمد ہو یا خطا دیت جائز نہ تھی۔ کپڑے اور چمڑے میں سے نجاست والی جگہ کو کاٹنا۔ غنائم کا جلا دینا۔ گھروں کے دروازوں پر گناہوں کا ظاہر ہو جانا۔

قُلْ يَٰ أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ

آپ فرما دیجئے کہ اے لوگو! بلاشبہ میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔ جس کے لئے بادشاہت ہے آسمانوں کی

وَالْأَرْضِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ

اور زمین کی۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے۔ سو ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر جو نبی

الْأُمِّيِّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَكَلِمَتِهِ وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿۱۵۸﴾

امی ہے۔ جو ایمان لاتا ہے اللہ پر اور اس کے کلمات پر اور اس کا اتباع کرو تا کہ تم ہدایت پا جاؤ۔

ان احکام کو غل (طوق) سے تشبیہ دی کیونکہ وہ اسی طرح لازم تھے۔ جیسے طوق۔ فالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ (پس جو لوگ ایمان لاتے ہیں اس نبی پر) حضرت محمد ﷺ پر وَعَزَّوْهُ (اور ان کی حمایت کرتے ہیں) اور ان کی تعظیم کی نمبر ۲ دشمن سے انکا دفاع کیا۔

یہاں تک کہ دشمن کو ان پر قوت نہ ہو سکے۔ العذر کی اصل روکنا ہے اور تعزیر اسی سے ہے۔ کیونکہ یہ بھی برائی اسی طرح روکتی ہے جس طرح حد روکتی ہے۔ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ (اور انکی مدد کرتے ہیں اور اس نور کی پیروی کرتے ہیں جو ان کے ساتھ بھیجا گیا ہے) یعنی نور سے قرآن مراد ہے۔ مع کا تعلق اتبعوا سے ہے یعنی واتبعوا القرآن المنزل مع اتباع النبی والعمل بسنتہ انہوں نے قرآن منزل کی اتباع نبی اکرم ﷺ کی اتباع اور آپ کی سنت پر عمل کے ساتھ ساتھ کی۔ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (ایسے لوگ ہی پوری فلاح پانے والے ہیں) ہر خیر کو پانے والے اور ہر شر سے نجات پانے والے ہیں۔

آیت ۱۵۸: قُلْ يَٰ أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا (کہہ دیں اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں) تمام رسول اپنی اقوام خاص کی طرف مبعوث ہوئے اور حضرت محمد ﷺ تمام جن وانس کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے۔

مخبر: یہ الیکم سے حال ہے۔ الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ (جس کی بادشاہی تمام آسمانوں اور زمین میں ہے) اعلیٰ مضمحل کی وجہ سے یہ محل نصب میں ہے اور یہ نصب مدح کہلاتا ہے۔ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ (اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں)

مخبر: یہ الذی کا صلہ له ملک السموات سے بدل ہے اور اسی طرح یحیٰ و یمیت بدل ہے۔ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ یہ ماقبل جملہ کا بیان ہے کیونکہ جو ذات تمام عالم کی بادشاہ ہے۔ وہی حقیقی الہ ہے۔ یُحْيِي وَيُمِيتُ (وہ زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے) میں الوہیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے خاص ہونے کی وضاحت کی۔ کہ زندگی اور موت اسی کے اختیار میں ہے۔ جب احیاء و اماتت پر اور کسی کو قدرت نہیں تو الوہیت بھی اور کسی کے لائق نہیں۔ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَكَلِمَتِهِ (پس تم اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول پر جو نبی امی ہے جو کہ اللہ پر اور اس کے احکام پر ایمان رکھتے ہوں) کلمات سے مراد کتب منزلہ ہیں۔ وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ (اور ان کا اتباع کرو تا کہ تم راہ پر آ جاؤ)

سوال: یہاں انی رسول اللہ الیکم کے بعد اس طرح نہیں فرمایا: فامنوا باللہ و بی کہ اللہ تعالیٰ اور مجھ پر ایمان لاؤ۔

جواب: تاکہ جو صفات آپ کی بیان کی گئیں وہ آپ پر جاری کی جائیں۔ اور التفات میں بلاغت کلام ملحوظ ہے۔ تاکہ یہ بھی ظاہر ہو جائے کہ جس پر ایمان لانا واجب ہے وہ یہ شخص ہے جو نبی الامی الذی یومن باللہ و کلماتہ سے متصف ہوا جو بھی ہو میں یا میرے علاوہ۔ دیگر اس میں منصف مزاج کے لیے انصاف کی دعوت دی گئی اور عصبیت سے الگ کر کے اپنی ذات کو پیش کیا گیا۔

وَمِنْ قَوْمِ مُوسَىٰ أُمَّةٌ يَهْدُونَ بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْدِلُونَ ﴿۵۹﴾ وَقَطَّعْنَهُمْ

اور موسیٰ کی قوم میں ایک ایسی جماعت ہے جو حق کی ہدایت دیتے ہیں اور اسی کے موافق انصاف کرتے ہیں اور ہم نے ان کو

اثنی عشرۃ اَسْبَاطًا اُمَمًا وَاَوْحَيْنَا اِلٰی مُوسٰی اِذَا سَقٰی قَوْمَهُ

بارہ خاندانوں میں تقسیم کر کے الگ الگ جماعتیں بنا دیں اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی جب ان کی قوم نے پانی مانگا

اِنْ اَضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْبَجَسَتْ مِنْهُ اِثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ۚ قَدْ عَلِمَ

کہ اپنی لاشی کو پتھر میں مارو سو اس میں سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے۔ ہر قبیلہ نے

كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبُهُمْ وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ ۚ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّٰ

اپنے پانی پینے کی جگہ جان لی اور ہم نے ان پر بادلوں کا سایہ کیا اور ان پر من اور سلوی

وَالسَّلٰوٰی كُلُّوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسُهُمْ

اتارا کھاؤ، پاکیزہ چیزیں اس رزق میں سے جو ہم نے تمہیں دیا اور انہوں نے ہم پر ظلم نہیں کیا لیکن اپنی جانوں پر ظلم

يَظْلِمُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَاِذْ قُلْنَا لَهُمْ اَسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ وَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ

کرتے ہیں اور جب ان سے کہا گیا کہ سکونت کرو اس بستی میں اور کھاؤ اس میں سے جہاں سے

سَدْتُمْ وَقُولُوْا حِطَّةٌ وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيْئَتِكُمْ ۖ سَنَزِيْدُ

چاہو اور کہو کہ ہمارے گناہ معاف ہوں اور دروازہ میں جھکے ہوئے داخل ہو جاؤ۔ ہم بخش دیں گے تمہاری خطاؤں کو ہم غفریب اچھے کام

الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۶۱﴾ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ

کرنے والوں کو اور زیادہ دیں گے۔ سو ان میں سے جنہوں نے ظلم کیا اس قول کو بدل دیا اس قول کے علاوہ جو ان سے کہا

لَهُمْ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴿۶۲﴾

گیا۔ سو ہم نے ان پر عذاب بھیج دیا اس سبب سے کہ وہ ظلم کرتے تھے۔

بنی اسرائیل میں حق پرست طبقہ:

آیت ۱۵۹: وَمِنْ قَوْمِ مُوسَىٰ أُمَّةٌ يَهْدُونَ بِالْحَقِّ (اور موسیٰ کی قوم میں سے ایک جماعت ایسی بھی ہے جو حق کے موافق ہدایت کرتے ہیں) وہ لوگوں کی راہنمائی کرنے والے ہیں اس حال میں کہ وہ حق پرست ہیں۔ نمبر ۲۔ اس حق کے سبب جس پر وہ

قائم ہیں۔ دوسروں کو حق کی طرف راہنمائی کرنے والے ہیں۔ وَبِهِ يَعْدِلُونَ (اور اسی کے موافق انصاف بھی کرتے ہیں) حق کے ساتھ اپنے مابین حکم میں عدل و انصاف کرتے ہیں۔ اور ظلم نہیں کرتے بعض نے کہا یہ ایک قوم ہے جو چین سے آگے رہتی ہے۔ جولیلۃ المعراج میں مسلمان ہوئے۔ (مگر یہ روایت خود پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی) نمبر ۲۔ یہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور اسکے ساتھی ہیں۔

بنی اسرائیل کے بارہ قبائل اور ان پر انعامات:

آیت ۱۶۰: وَقَطَعْنَهُمْ (ہم نے ان کو ٹکڑوں میں بانٹ دیا) یعنی گروہوں میں اور ایک دوسرے سے ممتاز کر دیا۔ اِثْنَتَى عَشْرَةَ اَسْبَاطًا (بارہ خاندانوں میں) جیسا کہتے ہیں اِثْنَتَى عَشْرَةَ قَبِيلَةً۔ الاسباط بیٹے کی اولاد جمع سبط۔ یہ یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹوں کی اولاد میں بارہ قبائل تھے۔

نَحْوَ: عشرہ تک کے علاوہ کی تمیز مفرد آتی ہے اور یہاں اسباط جمع ہے مگر یہاں مراد اِثْنَتَى عشرہ قبیلہ ہے اور ہر قبیلہ سبط ہے نہ کہ اسباط پس یہاں قبیلہ کی جگہ اسباط کہہ دیا۔ معنی کا لحاظ کرتے ہوئے۔ اُمَمًا (جماعتوں کی صورت میں) یہ اِثْنَتَى عشرہ سے بدل ہے یعنی قَطَعْنَا ہِم اُمَمًا ہم نے ان کو جماعتوں میں بانٹ دیا کیونکہ ہر اسباط ایک عظیم امت تھی اور ہر ایک کا قصد کیا جاتا تھا۔ برخلاف اس کے کہ دوسری اس کی اقتداء اور قصد کرے۔ وَ اَوْحَيْنَا اِلٰی مُوسٰی اِذَا سْتَسْقٰہُ قَوْمُہٗ اَنْ اَضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ (اور موسیٰ کو ہم نے حکم دیا جب ان کی قوم نے ان سے پانی مانگا کہ اپنے اس عصا کو فلاں پتھر پر مارو) پس انہوں نے مارا۔ فَانْبَجَسَتْ (پس پھوٹ نکلے) پس اس سے پھوٹ نکلے۔ مِنْہُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا (اس سے بارہ چشمے) قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ (ہر شخص نے اپنے پانی پینے کا مقام جان لیا) اتنا جمع مکر نہیں بلکہ اسم جمع ہے۔ وَ ظَلَّلْنَا عَلَیْہِمُ الْغَمَامَ (اور ہم نے ان پر بادلوں کا سایہ کیا) تہ میں ان پر بادلوں کا سایہ کر دیا۔ وَ اَنْزَلْنَا عَلَیْہِمُ الْمَنَّٰ وَ السَّلْوٰی (اور ان کو ترنجبین اور شیریں پہنچائیں) اور ہم نے ان کو کہا کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ وَمَا ظَلَمُوْا (تم کھاؤ نفیس چیزوں سے جو کہ ہم نے تم کو دی ہیں اور انہوں نے ہمارا کوئی نقصان نہیں کیا) ان کے ظلم کا ضرر و نقصان جو ان کے کفران نعمت کے باعث پہنچنے والا تھا۔ وہ ہم پر اثر انداز نہ تھا۔ وَلٰکِنْ کَانُوْا اَنْفُسَہُمْ یَظْلِمُوْنَ (اور لیکن اپنا ہی نقصان کرتے تھے) لیکن وہ اپنے نفوس کو خود نقصان پہنچانے والے تھے۔ اور ان کے ظلم کا وبال انہی کو ملنے والا تھا۔

بیت المقدس میں داخلے کا حکم:

آیت ۱۶۱: وَ اِذْ قِیلَ لَہُمْ اَسْكُنُوْا ہٰذِہِ الْقَرْیَۃَ (اور جب ان کو حکم دیا گیا کہ تم اس آبادی میں جا کر رہو) اِذْ قِیلَ لَہُمْ اس وقت کو یاد کرو جب ان سے کہا گیا اَسْكُنُوْا ہٰذِہِ الْقَرْیَۃَ بیت المقدس میں وَ کُلُوْا مِنْہَا حَیْثُ شِئْتُمْ وَ قُولُوْا حِطَّۃً وَ اَدْخُلُوْا الْبَابَ سُجَّدًا نَّغْفِرْ لَکُمْ خَطِیْئَتِکُمْ (اور کھاؤ اس سے جس جگہ تم رغبت کرو اور زبان سے یہ کہتے جانا تو یہ ہے تو بہ اور

جھکے جھکے دروازے میں داخل ہونا ہم تمہاری خطائیں معاف کر دیں گے)

قرأت: مدنی اور شامی نے تغفر لکم پڑھا خطیئاتکم مدنی اور خطایا کم ابو عمرو نے خطیئتکم شامی نے پڑھا ہے۔

سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ (اور نیک کام کرنے والوں کو مزید عنایت کریں گے)

ظالموں نے الٹ بات بنائی:

آیت ۱۶۲: فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْجًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ (پس بدل ڈالا ان ظالموں نے ایک اور کلمہ جو خلاف تھا اس کلمہ کے جس کا ان کو حکم دیا گیا تھا اس پر ہم نے ایک آفت آسمان سے ان پر بھیجی اس وجہ سے کہ وہ حکم کو ضائع کرتے تھے) اس میں اور دوسری آیات میں کوئی تناقض نہیں۔ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ وَكُلُوْا مِنْهَا جِوْا سِی سورت میں ہے۔ اور اس قول میں جو سورة البقرہ میں ہے۔ اَدْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا (البقرہ: ۵۸) کیونکہ داخلہ اور سکونت پائی گئی۔ حِطَّة کو دروازہ میں داخلہ سے پہلے کہا ہو۔ یا بعد میں کہا ہو مقصد یہ ہے کہ وہ دونوں باتوں کو جمع کرنے والے تھے۔ اور پچھلی دونوں آیات میں رعد کا ذکر چھوڑ دینا اس کے دوسری آیات میں ذکر کر دینے کے مخالف نہیں۔ اور اس ارشاد الہی میں: نَغْفِرْ لَّكُمْ خَطَايَاكُمْ سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ میں دو چیزوں کا وعدہ ہے۔ نمبرا۔ غفران۔ اضافہ اور واؤ کا چھوڑ دینا اس میں مغل نہیں۔ کیونکہ یہ جملہ متانفہ ہے جو کسی سائل کے اس قول پر مرتب ہوتا ہے۔ کہ ماذا بعد الغفران؟ مغفرت کے بعد کیا ہوگا۔ تو جواب دیا۔ سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ کہ ہم مخلصین کو اور زیادہ دیں گے۔ اس طرح منہم کا اضافہ اور ارسلنا اور انزلنا اور یظلمون اور یفسقون کے الفاظ کا تبادلہ تناقض کو ظاہر نہیں کرتا بلکہ یہ الفاظ قریب المعنی ہیں۔

وَسَأَلَهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ اِذْ يَعْدُونَ فِي

اور آپ اس بستی کے بارے میں ان سے پوچھ لیں جو دریا کے قریب آباد تھی جبکہ وہ لوگ سنجے کے دن میں

السَّبْتِ اِذْ تَأْتِيهِمْ حِيَتَانِهِمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَعًا وَيَوْمَ لَا يَسْبِتُونَ

زیادتی کرتے تھے۔ جبکہ ان کے پاس ان کی مچھلیاں سنجے کے دن اوپر کو ظاہر ہو کر آتی تھیں اور جس دن سنجے کا دن نہ ہوتا

لَا تَأْتِيهِمْ كَذَلِكَ نَبْلُوهُمْ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ۝۱۶۳ وَاِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ

اس دن ان کے پاس نہ آتی تھیں۔ اسی طرح ہم انہیں آزماتے تھے اس سبب سے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے اور جب ان میں سے ایک جماعت نے کہا

مِنْهُمْ لَمْ تَعْظُونَنَا اَللّٰهُ مَهِلِكُهُمْ اَوْ مَعَذِبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا قَالُوا

کہ ایسی قوم کو کیوں نصیحت کرتے ہو جنہیں اللہ ہلاک فرمانے والا ہے یا انہیں عذاب دینے والا ہے سخت عذاب انہوں نے کہا

مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ وَلَعَلَّكُمْ يَتَّقُونَ ۝۱۶۴ فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ

کہ تمہارے رب کے حضور معذرت پیش کرنے کے لئے اور اس لئے کہ شاید یہ لوگ گناہ سے بچ جائیں۔ سو جب وہ لوگ بھول گئے اس بات کو جس کے ذریعہ ان کو نصیحت

عَنِ السُّوءِ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوا بِعَذَابٍ بَّيْسٍ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ۝۱۶۵

کی گئی تھی تو ہم نے ان لوگوں کو بچا لیا جو پرائی سے منع کرتے تھے اور ان لوگوں کو پکڑ لیا جنہوں نے ظلم کیا اس سبب سے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے

فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ ۝۱۶۶ وَاِذْ تَاَذَنَ

پھر جب اس کام کے بارے میں وہ حد سے نکل گئے جس سے منع کئے گئے تھے تو ہم نے ان سے کہا کہ تم ہو جاؤ بندر ذلیل اور آپ کے رب نے یہ بات

رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَمَةِ مَنْ يُّسُوْمُهُمْ سُوءَ الْعَذَابِ اِنَّ

بتا دی کہ وہ قیامت کے دن تک ضرور ان پر ایسے اشخاص کو بھیجتا رہے گا جو انہیں برا عذاب چکھائیں گے بے شک

رَبُّكَ لَسَرِيعُ الْعِقَابِ ۙ وَاِنَّهُ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۶۷

تیرا رب جلد سزا دینے والا ہے اور بے شک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

بنی اسرائیل کا شکاری گروہ اور ان کی حرکات:

آیت ۱۶۳: وَسَأَلَهُمْ (اور آپ ان سے حال پوچھیں) ان یہود سے سوال کریں عَنِ الْقَرْيَةِ (اس بستی والوں کا) نمبر ۱۔ ایلہ، نمبر ۲۔ مدین۔ ان کے کفر و ناشکری کو مقدم کر کے یہ سوال درحقیقت ان کے کان کھولنے کے لئے ہے۔ اَلَّتِي كَانَتْ حَاضِرَةً

الْبَحْرِ (جو سمندر کے قریب آباد تھے) سمندر کے قریب اِذْ يَعْدُونَ فِي السَّبْتِ (جبکہ وہ ہفتہ کے بارے میں حد سے نکل رہے تھے) جبکہ وہاں وہ اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کرنے والے تھے۔ اور وہ ہفتہ کے دن مچھلیوں کا شکار تھا۔

نَحْمُ: اذِيعَدُونَ یہ قریہ سے بدل ہونے کی وجہ سے محل جرم میں ہے۔ یہاں قریہ سے اہل قریہ مراد ہیں۔ گویا اس طرح فرمایا واسئلہم عن اهل القرية وقت عدوانہم فی السبت یہ بدل اشتمال ہے۔ اِذْ تَأْتِيهِمْ (جبکہ ان کے سامنے آتیں تھیں) نمبرا۔ یہ یعدون کی وجہ سے منصوب ہے۔ نمبر ۲۔ دوسرا بدل ہے۔ حِيتَانُهُمْ (ان کی مچھلیاں) جمع حوت واو کے ماقبل کسرہ ہونے کی وجہ سے یا سے بدل ہے۔ یَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَعًا (ان کے ہفتہ کے دن ظاہر ہو کر) اس حال میں کہ وہ پانی کی سطح پر ظاہر ہونے والی تھیں۔ شرعاً جمع شارع یہ حیتانہم سے بدل دیا۔ السبت یہ مصدر ہے۔ سبت الیہود کہا جاتا ہے جبکہ مچھلی کا شکار ہفتہ والا دن چھوڑ کر اس کی تعظیم کریں۔ اور عبادت میں مشغول رہیں اور مطلب یہ ہے جبکہ وہ اس دن کی تعظیم کے معاملہ میں حد سے گزر رہے تھے اور اسی طرح یوم سبتہم کا معنی ہفتہ کے معاملہ میں ان کی تعظیم کا دن اور اس پر دلالت یہ آیت کر رہی ہے۔ وَیَوْمَ لَا یَسْبِتُونَ لَا تَأْتِيهِمْ (اور جب ہفتہ کا دن نہ ہوتا تو ان کے سامنے نہ آتی تھیں) ہے یہاں یوم لا تاتہم کا ظرف ہے کَذٰلِكَ نَبْلُوهُمْ بِمَا کَانُوا یَفْسُقُونَ (اسی طرح ہم ان کی آزمائش کرتے تھے اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کیا کرتے تھے) ان کے فسق کے سبب ہم نے ان کو اس سخت آزمائش میں ڈالا۔

ثابت قدم لوگوں کی فہمائش:

آیت ۱۶۴: وَ اِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ (اور جبکہ ان کی ایک جماعت نے اس طرح کہا) اس کا اذِيعَدُونَ پر عطف ہے اور جو اعراب اس کا ہے وہی اس کا ہے۔ صلحائے قریہ کی وہ جماعت جو ان کو نصیحت کر کے مایوسی کی حد تک پہنچ چکی تھی۔ اور ان کی طرف سے بہت تکالیف اور مشکلات بھی اٹھا چکی تھی دوسری جماعت کو کہنے لگی جو کسی صورت نصیحت سے علیحدگی اختیار کرنے کو تیار نہ تھی۔ لِمَ تَعْظُونَ قَوْمًا اللّٰهُ مَہْلِكُہُمْ اَوْ مَعْدِبُہُمْ عَذَابًا شَدِیدًا (کہ تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کیے جاتے ہو جن کو اللہ تعالیٰ بالکل ہلاک کرنے والے ہیں یا ان کو سخت سزا دینے والے ہیں) انہوں نے یہ بات اس لئے نہیں کہی کہ وہ جانتے تھے کہ ان لوگوں کو وعظ فائدہ نہ دے گا۔ قَالُوا مَعْدِرَةٌ اِلٰی رَبِّکُمْ (انہوں نے جواب دیا کہ تمہارے رب کے سامنے عذر کرنے کیلئے) یعنی ہماری نصیحت تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں معذرت کے لئے ہے تاکہ نبی عن المکر میں ہماری نسبت تفریط کی طرف نہ کی جائے۔ معذرة کو حفص نے نصب کے ساتھ مفعول لہ ہونے کی بناء پر پڑھا ہے۔ یعنی وعظناہم لمعذرة وَلَعَلَّہُمْ یَتَّقُونَ (اور اس لئے کہ شاید یہ ڈر جائیں) اس طمع میں کہ شاید وہ سچ جائیں۔

ترک نصیحت پر عذاب:

آیت ۱۶۵: فَلَمَّا نَبَسُوا (سوجب وہ بھول گئے) یعنی جب اہل قریہ نے چھوڑ دیا مَاذُکَرُوا بِہِ (اس بات کو جس کے ذریعے ان کو نصیحت کی گئی تھی) جو صالحین نے ان کو نصیحت کی تھی۔ جیسا کہ بھولنے والا بھلائی ہوئی چیز کو چھوڑتا ہے۔ اَنجَبِنَا الَّذِینَ یَنْہَوْنَ عَنِ السُّوْءِ (نجات دی ہم نے ان لوگوں کو جو برائی سے روکتے تھے) سخت عذاب سے وَاَخَذْنَا الَّذِینَ ظَلَمُوا (تو ہم

نے پکڑ لیا ان لوگوں کو جنہوں نے ظلم کیا) منکر کا ارتکاب کرنے والے اور وہ لوگ جو لم تعظون کہنے والے تھے وہ بھی نجات پانے والے تھے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ دو جماعتیں عذاب سے بچ سکیں اور ایک گروہ ہلاک ہوا جنہوں نے مچھلیوں کا شکار کیا تھا۔ بعد ازاں بنیس سخت۔ کہا جاتا ہے کہ ہوس ہوس بائسا جبکہ وہ زیادہ سخت ہو جائے تو بنیس کہلاتا ہے۔
 قراءت: شامی نے بنس پڑھا مدنی نے بنس پڑھا۔ بنس فیعل کے وزن پر۔ ابو بکر نے حماد کے علاوہ پڑھا: بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ۔ (کیونکہ وہ حکم عدولی کرتے تھے)

حد توڑنے پر سزائے مسخ:

آیت ۱۶۶: فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَا نُهُوا عَنْهُ (جب وہ اس کام میں حد سے نکل گئے جس سے ان کو روکا گیا تھا) اسکو چھوڑنے سے جو ممنوع تھی۔ قُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ (تو ہم نے ان کو کہہ دیا کہ ذلیل بندر ہو جاؤ) یعنی ہم نے ان کو ذلیل بندر بنا دیا۔ اس حال میں کہ وہ ذلیل اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہونے والے تھے۔ فلما عتوا یہ فلما نسوا کی تکریر ہے۔ اور عذاب بنیس مسخ کا عذاب تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ نوجوان بدر بن گے اور بوڑھے ان کا خیر۔ ایسا تھا۔ وہ اپنے اقارب کو پہچانتے تھے اور روتے تھے۔ مگر کلام نہ کر سکتے تھے۔ جمہور کا مسلک یہی ہے کہ وہ تین دن بعد مر گئے بعض نے کہا کہ وہ باقی رہے اور ان کی نسل چلی۔

سزایافتہ یہود:

آیت ۱۶۷: وَاذْتَنَبَ رَبُّكَ (اور وہ وقت یاد کرنا چاہئے جب آپ کے رب نے یہ بات بتلا دی) جب تمہارے رب نے اعلان کر دیا۔ اس کو فعل قسم کی جگہ لایا گیا اس لیے جواب میں قسم والا معاملہ کیا گیا۔ کہ لام تاکید اور نون ثقیلہ لائے۔ لِيُبَعَثَنَّا عَلَيْهِمْ (وہ ضرور ان پر مسلط کرتا رہے گا) یعنی اس نے اپنے ذمہ لے لیا کہ وہ یہود پر ضرور دوسروں کو مسلط کریں گے۔ اِلٰی يَوْمِ الْقِيَمَةِ مَنْ يَسُوءُهُمْ (جو ان کو قیامت کے دن تک تکلیف دیتا رہے گا) جو ان پر ذمہ دار ہو۔ سُوءُ الْعَذَابِ (سخت سزا کی) وہ مجوس کو جزیہ دیتے تھے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا۔ آپ نے بھی ان پر جزیہ مقرر فرمایا۔ اور آخری زمانے تک لگایا جائے گا۔ اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيعُ الْعِقَابِ (بیشک آپ کا رب جلدی ہی سزا دے دیتا ہے) کفار کو وَ اِنَّهٗ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ (اور بلاشبہ وہ بڑی مغفرت اور بڑی رحمت والا ہے) ایمان والوں کیلئے۔

وَقَطَّعْنَهُمْ فِي الْأَرْضِ أُمَمًا مِّنْهُمْ الصَّالِحُونَ وَمِنْهُمْ دُونَ ذَلِكَ وَبَلَوْنَهُمْ

اور ہم نے زمین میں ان کی متفرق جماعتیں کر دیں۔ ان میں نیک لوگ تھے اور ان میں دوسری طرح کے بھی تھے اور ہم نے ان کو خوشحالیوں اور بدحالیوں

بِالْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿١٦٨﴾ فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَرِثُوا الْكِتَابَ

کے ذریعہ آزمایا تاکہ باز آ جائیں پھر ان کے بعد ایسے ناخلف آ گئے جو کتاب کے وارث بنے

يَأْخُذُونَ عَرَضَ هَذَا الْأَدْنَىٰ وَيَقُولُونَ سَيُغْفَرُ لَنَا وَإِن يَأْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهُ

جو اس گھٹیا چیز کے سامان کو لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ غفریب ہماری مغفرت کر دی جائے گی اور اگر ان کے پاس اسی جیسا اور سامان آ جائے

يَأْخُذُوهُ الْمَیُّوْخَذُ عَلَيْهِمْ مِّيثَاقُ الْكِتَابِ أَنْ لَا يَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ

تو اسے لے لیتے ہیں کیا ان سے کتاب کا یہ عہد نہیں لیا گیا کہ اللہ کی طرف حق کے سوا کسی بات کی نسبت نہ کرو

وَدَّرَسُوا مَا فِيهِ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ يَتَّقُونَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿١٦٩﴾ وَالَّذِينَ

اور انہوں نے اس کو پڑھ لیا جو کتاب میں ہے اور آخرت کا گھر ان لوگوں کے لئے بہتر ہے جو ڈرتے ہیں کیا تم سمجھ نہیں رکھتے؟ اور جو لوگ

يُمْسِكُونَ بِالْكِتَابِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ إِنَّا لَا نَضِيعُ أَجْرَ الْمُصْلِحِينَ ﴿١٧٠﴾ وَاذْنَبْنَا

مضبوطی سے کتاب کو پکڑتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں بیشک اصلاح کرنے والوں کا ثواب اللہ ضائع نہیں فرماتا اور جب ہم نے

الْجِبَلَ فَوْقَهُمْ كَانَهُ ظِلٌّ وَظَنُّوا أَنَّهُ وَاقِعٌ بِهِمْ خُذُوا مَا آتَيْنَاكُمْ بِقُوَّةٍ

ان پر اکھاڑ دیا پہاڑ گویا کہ وہ سائبان ہے اور انہوں نے یقین کر لیا کہ وہ ان پر گرنے والا ہے جو ہم نے تمہیں دیا مضبوطی کے ساتھ پکڑ لو

وَاذْكُرُوا مَا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿١٧١﴾

اور اس میں جو کچھ ہے یاد کرو تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔

زمین میں منتشر کر دیا:

آیت ۱۶۸: وَقَطَّعْنَهُمْ فِي الْأَرْضِ أُمَمًا (اور ہم نے متفرق کر دیں زمین میں ان کی جماعتیں) ہم نے ان کو زمین میں متفرق کر دیا۔ کوئی ملک اس فرقہ سے خالی نہیں۔ مِنْهُمْ الصَّالِحُونَ (بعضے ان میں سے نیک تھے) نمبر ۱۔ وہ جو ان میں سے مدینہ میں ایمان لائے۔ نمبر ۲۔ جو چین کے پیچھے ہیں وَمِنْهُمْ دُونَ ذَلِكَ (بعضے ان میں اور طرح کے تھے) ان میں کچھ لوگ جو اس وصف سے خالی ہیں وہ فاسق ہیں۔

منحو: دون ذلك محل رفع میں ہے یہ موصوف محذوف کی صفت ہے۔ یعنی ان میں سے ایک گروہ بھلائی سے گرا ہوا ہے۔
تقدیر عبارت منهم ناس دون ذلك منحطون عن الصلاح و بَلَوْنَهُمْ بِالْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ (اور ہم ان کو آزماتے رہے خوشحالیوں اور بدحالیوں سے) وہ متنبہ ہوئے پس ان کو ثواب دیا جائے گا۔ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ (شاید کہ وہ باز آجائیں)
نالائقوں کی آمد:

آیت ۱۶۹: فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ (پھر ان کے بعد جانشین ہوئے) ان مذکورین کے بعد خَلَفَ (نالائق لوگ) یہ وہ لوگ ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں تھے۔ خَلَفَ نالائق اور خَلَفَ لام کے فتح کے ساتھ لائق جانشین کو کہتے ہیں۔ وَرِثُوا الْكِتَابَ (جنہوں نے ان سے کتاب کو حاصل کیا) تورات اور اس کے اوامرو نواہی کی اطلاع پائی اور حلال و حرام کو جانا مگر اس پر عمل نہ کیا۔ يَأْخُذُونَ عَرَضَ هَذَا الدُّنْيَا (یہ لوگ دنیا کے حقیر مال کو لے لیتے ہیں) یہ ورثا کی ضمیر سے حال ہے۔ العرض۔ سامان بدلہ اس چیز کا حقیر ہے مراد اس سے دنیا اور اس کی اشیاء ہیں۔ یہ الدنوی سے ہے جس کا معنی قرب ہے کیونکہ وہ جلد آنے والی قریب ہے۔ اور اس سے مراد احکام کے سلسلہ میں لے جانے والی رقوم اور اسی طرح کلمات کی تحریف پر جانے والا کل مال مراد ہے۔ هذا الادنی کہہ کر اس چیز کی خست اور تحقیر ظاہر فرمائی۔ وَيَقُولُونَ سَيُغْفَرُ لَنَا (اور کہتے ہیں ہماری مغفرت ہو جائے گی) جو ہم لیں اللہ تعالیٰ اس پر مواخذہ نہ فرمائے گا۔ نمبر ۱۔ فعل کی اسناد الاخذ کی طرف ہے۔ نمبر ۲۔ جار مجرور کی طرف یعنی لَنَا وَانْ يَأْخُذْهُمْ عَرَضٌ مِثْلُهُ يَأْخُذُوهُ (حالانکہ اگر ان کے پاس ویسا ہی سامان دنیا آنے لگے تو اس کو لے لیتے ہیں) واو حالیہ ہے۔ کہ ایک طرف مغفرت کے مدعی اور دوسری طرف قبیح افعال پر اصرار کرنے والے اور ان کو بار بار لوٹانے والے۔ اور اس سے توبہ نہ کرنیوالے۔ اَلَمْ يُوْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيثَاقُ الْكِتَابِ (کیا ان سے اس کتاب کے اس مضمون کا پکا وعدہ نہیں لیا گیا) یعنی وہ میثاق جو کتاب میں مذکور ہے۔ اَنْ لَا يَقُولُوا عَلَى اللَّهِ اِلَّا الْحَقُّ (کہ اللہ کی طرف سچی بات کے سوا اور کسی بات کی نسبت نہ کریں) یعنی ان سے یہ میثاق لیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے متعلق سچی بات کہنا۔ یہ میثاق کتاب کا عطف بیان ہے۔ وَدَرَسُوا مَا فِيهِ (اور انہوں نے اس کتاب میں جو کچھ تھا اس کو پڑھ لیا) انہوں نے کتاب میں جو کچھ ہے وہ پڑھا اس کا عطف الم یوخذ علیہم پر ہے کیونکہ یہ تقدیر ہے گویا تقدیر عبارت یہ ہے اخذ علیہم میثاق الكتاب و درسوا ما فیہ ان سے کتاب میں میثاق لیا گیا اور انہوں نے جو کچھ اس کتاب میں تھا وہ پڑھا۔ وَالَّذَارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ (اور آخرت والا گھر بہت بہتر ہے) اس حقیر سامان سے لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ (ان لوگوں کیلئے جو پرہیز کرتے ہیں) رشوت اور حرام کاموں کے ارتکاب سے بچتے ہیں اَفَلَا تَعْقِلُونَ (پھر کیا تم نہیں سمجھتے) کیا وہ یہ نہیں سمجھتے کہ یہ بات اسی طرح ہے۔

قرأت: مدنی وحفص نے تعقلون تاء سے پڑھا ہے۔

حالیین کتاب قابل بدلہ ہیں:

آیت ۱۷۰: وَالَّذِينَ يُمَسِّكُونَ بِالْكِتَابِ (اور جو لوگ کتاب کے پابند ہیں) قرأت: ابو بکر نے يُمَسِّكُونَ پڑھا ہے اور الامساك اور التمسك کسی چیز کو مضبوطی سے تھامنا۔ اور اس سے چمٹنا وَاَقَامُوا الصَّلَاةَ (اور نماز کی پابندی کرتے ہیں) یہاں

نماز کو خاص کر ذکر کیا۔ باوجود اس کے کہ تمسک بالکتاب تو ہر عبادت کو شامل ہے۔ کیونکہ نماز دین کا ستون ہے۔
نَجْوٰ : نمبر ۱۔ الذین مبتداء ہے اور انالا نصیع اس کی خبر ہے۔ اِنَّا لَا نُضِیْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِیْنَ (ہم ان اصلاح والوں کا ثواب ضائع نہیں کریں گے) یعنی ہم ان کا اجر ضائع نہیں کریں گے۔ نمبر ۲۔ جائز ہے کہ یہ مجرور ہو اس صورت میں اس کا عطف الذین بتقون پر ہوگا۔ اور انالا نصیع جملہ معترضہ ہوگا۔

بنی اسرائیل کی تیسری حماقت اور سزا:

آیت ۱۷: **وَاذْنَبْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ** (اور وہ وقت یاد کرو جب ہم نے پہاڑ کو ان کے اوپر معلق کر دیا) اس وقت کو یاد کرو جب ہم نے اس کو اکھاڑا اور ان پر بلند کیا جیسا کہ ارشاد ہے **ورفعنا فوقهم الطور (النساء: ۵۴) كَاَنَّهُ ظِلَّةٌ** (چھت کی طرح) ظلہ ہر وہ چیز جو تم پر سایہ کرے۔ جیسے چھپر یا بادل۔ **وَوَظَنُوا اَنَّهُ وَاَقَعَ بِهِمْ** (اور ان کو یقین ہوا کہ اب وہ ان پر گرا چاہتا ہے) انہوں نے گرنے کا یقین کر لیا اور یہ اس وجہ سے پیش آیا کہ انہوں نے تورات کے احکام سخت ہونے کی بناء پر ماننے سے انکار کر دیا۔ اور ان کو بوجھل سمجھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے طور پہاڑ کو ان پر لشکر کی مقدار کے مطابق بلند کر دیا۔ اور وہ ایک فرسخ ۳×۳ میل تھا۔ اور انہیں کہہ دیا گیا کہ اگر تم تورات کے احکام قبول کرتے ہو تو ٹھیک ورنہ طور تم پر گرا دیا جائے گا۔ جب انہوں نے پہاڑ کو دیکھا تو ہر آدمی پائیں ابرو پر گر پڑا اور دائیں آنکھ سے پہاڑ کو دیکھ رہے تھے اور ڈر رہے تھے کہ کہیں ان پر آگرے اس لیے تو یہودی بائیں ابرو پر سجدہ کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ وہی سجدہ ہے جس کی وجہ سے ہم سے سزا کو ہٹایا گیا۔ اور ہم نے انہیں کہا کہ **خُذُوا مَا آتَيْنَاكُمْ** (قبول کرو جو احکام اس میں ہیں) یعنی کتاب **بِقُوَّةٍ** (مضبوطی کے ساتھ) اس کی تکالیف اور مشقتوں کو برداشت کرنے کا عزم کرتے ہوئے۔ **وَاذْكُرُوا مَا فِيْهِ** (اور اس میں جو کچھ ہے یاد کرو) اور ان کو مت بھلاؤ **لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ** (تاکہ تم متقی بن جاؤ) جس پر تم ہو۔

وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَى

اور جب آپ کے رب نے اولادِ آدم کی پشت سے ان کی ذریت کو نکالا اور انہیں ان کی جانوں پر

أَنْفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَىٰ شَهِدْنَا أَن تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَمَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ

گواہ بنایا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ انہوں نے کہا ہاں آپ ہمارے رب ہیں ہم نے اقرار کر لیا کہی تم قیامت کے دن کہنے لگو کہ بیشک ہم

هَذَا غَفْلِينَ ۚ أَوْ تَقُولُوا إِنَّمَا أَشْرَكَ آبَاؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِنْ بَعْدِهِمْ

اس سے غافل تھے یا یوں کہو کہ پہلے سے ہمارے باپ دادوں نے شرک کیا اور ہم ان کے بعد میں آنے والی اولاد تھے

أَفْتَهَلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُونَ ۚ وَكَذَلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ الْآيَاتِ وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ۝۷۴

کیا آپ ہم کو باطل عمل والوں کے فعل کی وجہ سے ہلاک کرتے ہیں اور ہم ایسے ہی واضح طور پر آیات کو بیان کرتے ہیں تاکہ وہ لوٹ رجوع ہو جائیں۔

میشاقِ بنی آدم اور عہد الست:

آیت ۱۷۲: وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ (اور جبکہ آپ کے رب نے اولادِ آدم کو نکالا) ای واذکر اذ اخذ یہاں اذکر محذوف ہے مِنْ ظُهُورِهِمْ (ان کی پشتوں سے) یہ بنی آدم سے بدل ہے۔ اور تقدیر عبارت یہ ہے واذخذ ربك من ظهور بني آدم جب اللہ تعالیٰ نے ظہور بنی آدم سے میثاق لیا۔ ذُرِّيَّتَهُمْ اور اخذ ذریت کا معنی باپوں کی اصلا ب سے انکا نکالنا ہے۔ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَى أَنْفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَىٰ شَهِدْنَا (اور ان سے ان کے متعلق اقرار لیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں سب نے جواب دیا کیوں نہیں؟ ہم سب گواہ بنتے ہیں) یہ باب تمثیل سے ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ربوبیت اور وحدانیت پر دلائل قائم کیے اور اس پر ان کی عقول کو گواہ بنایا۔ اور جو عقول ان میں رکھی گئی تھیں۔ اور جن عقلوں کو ہدایت و ضلالت میں تمیز کر نیوالا بنایا تھا گویا کہ خود ان کو ان کی ذات پر گواہ بنایا۔ اور اس کو پختہ کیا اور انہیں فرمایا۔ الست بر بکم گویا کہ انہوں نے کہا بلی انت ربنا شہدنا علی انفسنا وافرنا بوحدانیتک کیوں نہیں تو ہمارا رب ہے ہم نے اپنے نفسوں پر گواہی دی اور تیری وحدانیت کا اقرار کیا۔ اَنْ تَقُولُوا (تاکہ تم لوگ نہ کہنے لگو) یہ مفعول لہ ہے یعنی ہم نے ایسے دلائل قائم کئے کہ جن کی صحت پر عقول شاہد ہیں اس خطرے کے پیش نظر کہ وہ قیامت کو کہنے لگیں۔ يَوْمَ الْقِيَمَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَذَا غَافِلِينَ (قیامت کے روز کہ ہم تو اس سے بالکل بے خبر تھے) ہم ان پر متنبہ نہ ہو سکے۔

انقطاع اعدار:

آیت ۱۷۳: أَوْ تَقُولُوا (یا یوں نہ کہنے لگو) او کراہۃ یا اس خطرے سے کہ تم کہنے لگو إِنَّمَا أَشْرَكَ آبَاؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِنْ بَعْدِهِمْ (کہ ہمارے بڑوں نے شرک کیا تھا اور ہم تو ان کے بعد ان کی نسل میں ہوئے) ہم نے ان کی افتداء کی کیونکہ توحید

پر دلائل کا قائم کرنا اور جس سے وہ متنبہ ہوں وہ ان کے ساتھ قائم کیے پس ان کے پاس ان سے اعراض کرنے کے لیے کوئی عذر نہیں۔ اور رہی آباء کی اقتداء جس طرح آباء کا کوئی عذر شرک کے سلسلے میں قابل سماعت نہیں اس کے دلائل تو حید ان کے لئے بھی قائم تھے۔ اَفْتَهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُونَ (کیا ان غلط راہ والوں کے فعل پر آپ ہم کو ہلاکت میں ڈال رہے ہیں) وہ ہمارے لیے شرک کا باعث تھے کیونکہ انہوں نے شرک کی بنیاد رکھی اور ہمارے لیے طریقہ چھوڑا۔

آیت ۱۷۴: وَكَذَلِكَ (اور اسی طرح) اس بلغ تفصیل کے بعد نَفْصِلُ الْاٰلِیٰتِ (ہم آیات کو صاف صاف بیان کرتے ہیں) ان کے لیے وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ (اور تاکہ وہ باز آجائیں) اپنے شرک سے ہم ان کی تفصیل کرتے ہیں۔ اہل تفسیر میں سے محقق علمائے تفسیر نے یہی تفسیر کی ہے جن میں شیخ ابو منصور الزجاج، زحشری ہیں۔ جمہور مفسرین کی رائے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ذریت آدم کو آدم علیہ السلام کی پشت سے چیونٹیوں جیسی چھوٹی شکلیں دے کر نکالا اور ان سے میثاق ربوبیت اس قول سے لیا۔ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ پس انہوں نے بلی سے جواب دیا۔ علماء نے فرمایا یہی وہ فطرت ہے جس پر لوگوں کو پیدا کیا گیا۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا اور آدم کو انہیں چیونٹیوں جیسی چھوٹی شکل میں دکھایا۔ اور ان کو عقل عنایت فرمائی اور فرمایا یہ تمہاری اولاد ہے۔ میں ان سے عہد لوں گا کہ وہ میری عبادت کریں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ دخول جنت سے قبل مکہ و طائف کے مابین پیش آیا ایک اور قول یہ ہے کہ جنت سے اتارے جانے کے بعد۔ ایک قول یہ ہے کہ جنت میں پیش آیا۔ پہلے علماء کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا من بنی ادم من ظہورہم جمع فرمایا من ظہر آدم نہیں فرمایا اور دوسری بات یہ ہے کہ جب ہمیں یہ یاد نہیں تو پھر ہماری دلیل کیسے بنے گی۔

قراءت: ذرّیاتہم مدنی، بصری، شامی نے پڑھا ہے۔ اور ابو عمرو نے او تقولوا کو او يقولوا پڑھا ہے۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِي آتَيْنَاهُ آيَاتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاتَّبَعَهُ الشَّيْطَانُ فَكَانَ

اور آپ ان کو اس شخص کا حال پڑھ کر سنائیے جسے ہم نے اپنی آیات دیں پھر وہ ان سے نکل گیا۔ پھر شیطان اس کے پیچھے لگ گیا تو وہ

مِنَ الْغَوِيْنَ ﴿٧٥﴾ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنَاهُ بِهَا وَلَكِنَّهُ أَخْلَدَ إِلَى الْأَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوَاهُ

گمراہوں میں سے ہو گیا اور اگر ہم چاہتے تو ان آیتوں کی بدولت اس کو بلند کر دیتے لیکن وہ بالکل ہی زمین کی طرف مائل ہو گیا اور اپنی خواہش کے پیچھے لگ گیا

فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ إِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ أَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ذَٰلِكَ

سواں کی ایسی حالت ہے جسے کتے کی حالت ہوتی ہے۔ اگر تو اس پر بوجھ لا دے تب بھی ہانپے اور اگر اس کو چھوڑ دے تب بھی ہانپے۔ یہ

مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٧٦﴾

مثال ہے ان لوگوں کی جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا۔ سو آپ قصوں کو بیان کیجئے تاکہ وہ لوگ غور و فکر کریں۔

سَاءَ مَثَلًا الْقَوْمُ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَأَنْفُسُهُمْ كَانُوا بِظُلْمٍ ﴿٧٧﴾

بری مثال ہے ان لوگوں کی جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

بنی اسرائیل کے ایک عالم کا قصہ:

آیت ۱۷۵: وَآتْلُ عَلَيْهِمْ (اور ان کو پڑھ کر سنائیں) یہود پر نبیًّا الَّذِي آتَيْنَاهُ آيَاتِنَا (اس کا حال جس کو ہم نے اپنی آیات دیں) یہ بنی اسرائیل کا ایک عالم تھا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ بلعم بن باعوراء تھا جس کو اللہ تعالیٰ کی کسی کتاب کا علم ملا۔ فَانْسَلَخَ مِنْهَا (پھر وہ ان سے بالکل ہی نکل گیا) وہ ان آیات سے اس طرح نکل گیا کہ اس نے انکار کر دیا۔ اور ان آیات کو پیٹھ پیچھے پھینک دیا۔ فَاتَّبَعَهُ الشَّيْطَانُ (پھر شیطان اس کے پیچھے لگ گیا) شیطان اس کو پیچھے سے ملا اور اس کو آلیا اور اس کا ساتھی بن گیا۔ فَكَانَ مِنَ الْغَوِيْنَ (پس وہ گمراہ لوگوں میں سے ہو گیا) وہ گمراہ کفار میں سے ہو گیا۔ روایت میں ہے کہ اس کی قوم نے اس سے مطالبہ کیا کہ موسیٰ علیہ السلام کے خلاف بددعا کرے۔ مگر اس نے انکار کر دیا لیکن وہ اس کو چھٹے رہے۔ یہاں تک کہ اس نے بددعا کر دی اس کے پاس اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم تھا۔

آیت ۱۷۶: وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنَاهُ (اور اگر ہم چاہتے تو اس کو بلند کر دیتے) علمائے ابرار کے مقامات کی طرف بہا (ان آیات کی وجہ سے) ان آیات کے ساتھ وَلَكِنَّهُ أَخْلَدَ إِلَى الْأَرْضِ (لیکن وہ دنیا کی طرف مائل ہو گیا) وہ دنیا کی طرف مائل ہوا اور اس میں خوب رغبت ظاہر کی۔ وَاتَّبَعَ هَوَاهُ (اور اپنی نفسانی خواہش کی پیروی کرنے لگا) دنیا اور اس کی لذات کو آخرت اور اس کی نعمتوں کے مقابلہ میں ترجیح دینے میں۔

خواہش پرستی میں کتے کی مثال:

فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ (اس کی حالت کتے کی سی ہوگئی اگر تو اس پر حملہ کرے) ڈانٹے اور دھتکارے يَلْهَثُ اَوْ تَتْرُكْهُ (تب بھی ہانپے یا اس کو چھوڑ دے) بغیر دھتکارے يَلْهَثُ (تب بھی ہانپے) مطلب یہ ہے کہ یہ اپنی خست اور کمینگی میں کتے کی طرح ہے جو اپنی انتہائی قبیح حالت و صورت میں ہو۔ اور وہ حالت اس کا ہمیشہ ہانپنا ہے اس پر حملہ آور ہوں اور بھڑکا کر اس کو دھتکاریں یا بلا تعرض اس کو چھوڑ دیں اور یہ اس طرح ہے تمام حیوانات اس وقت ہانپتے ہیں جب وہ حرکت کریں مگر کتا سب سے مختلف ہے کہ دونوں حالتوں میں ہانپتا ہے کلام کا تقاضا یہ تھا کہ کہا جاتا: لکنہ اخلد الی الارض فحططناه ووضعنہ منزلتہ لیکن وہ زمین کی طرف مائل رہا پس ہم نے ان کو گرا دیا اور اس کے مرتبے کو گرا دیا اللہ تعالیٰ نے اس کی بجائے یہ تمثیل رکھ دی۔ جو کہ اس مقصد کو زیادہ بلیغ انداز میں پیش کر کے اور دیگر کئی فوائد پر مشتمل ہے۔

انجور: جملہ شرطیہ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے گویا اس طرح کہا گیا کمل الکلب ذلیلاً دائم الذلة لاهنا فی الحالین کتے کی طرح ہمیشہ ذلیل اور دونوں حالتوں میں ہانپنے والا ہے۔ کہا گیا ہے کہ جب بلعم نے موسیٰ علیہ السلام کے لیے بد دعا کی تو اس کی زبان نکل آئی اور اس کے سینے پر لٹکنے لگی اور وہ اسی طرح ہانپنے لگا جس طرح کتا ہانپتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ گمراہ ہے اس کو نصیحت کرو یا چھوڑ دو فائدہ ندارد۔ عطاء کہتے ہیں کہ جس نے علم سیکھا اور اس پر عمل نہ کیا وہ کتے کی طرح ہے اس کو دھتکارو یا چھوڑو بھونکتا ہے۔ ذَلِکَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ کَذَبُوْا بِاٰیٰتِنَا (یہی حالت ان لوگوں کی ہے جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا) یہود میں سے اس کے باوجود کہ انہوں نے تورات میں رسول اللہ ﷺ کی نشانیاں پڑھ لیں۔ اور قرآن مجید کا تذکرہ اور جو کچھ اس میں ہے اور انہوں نے آپ ﷺ کی بعثت کے قرب کی لوگوں کو بشارتیں دیں۔ فَاَقْصُصِ الْقَصَصَ (پس آپ اس حالت کو بیان کر دیں) یعنی بلعم کا واقعہ جو ان کے واقعات کی طرح ہے۔ لَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ (شاید کہ وہ لوگ کچھ سوچیں) پس اس انجام سے محتاط ہو جائیں جبکہ وہ اس جیسی سیرت اختیار کریں۔

جھٹلانے والوں کا برا انجام:

آیت ۷۷: سَاءَ مَثَلًا الْقَوْمُ الَّذِیْنَ کَذَبُوْا بِاٰیٰتِنَا (ان لوگوں کی حالت بھی بُری حالت ہے جو ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں) یعنی قوم کی مثال۔ مضاف کو حذف کر دیا۔ ساء کا فاعل ضمیر ہے یعنی ساء المثل مثلاً اور مثلاً تمیز کی وجہ سے منصوب ہے۔ وَاَنْفُسَهُمْ کَانُوْا یَظْلِمُوْنَ (اور وہ اپنا نقصان کرتے ہیں) اس کا عطف کذبوا پر ہے۔ نمبر ۱: پس یہ صلہ کی جگہ میں داخل ہو جائے گی۔ یعنی الذین جمعوا بین التکذیب بایات اللہ و ظلم انفسهم وہ لوگ جنہوں نے تکذیب آیات اور ظلم انفس کو جمع کیا نمبر ۲۔ صلہ سے منقطع ہو تو ما ظلموا الا انفسهم بالتکذیب انہوں نے تکذیب سے اپنے ہی نفسوں پر ظلم کیا۔ مفعول کو مقدم، اختصاص کے لیے کیا۔ یعنی حصوا انفسهم بالظلم ولم يتعد الی غیر ہا انہوں نے اپنے نفسوں کو ظلم کے ساتھ خاص کر لیا اور ظلم ان سے آگے دوسروں کی طرف نہ بڑھا۔

مَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدَىٰ وَمَنْ يُضِلِّ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ ﴿١٧٨﴾

جسے اللہ ہدایت دے ' سو وہی ہدایت پانے والا ہے اور وہ جسے گمراہ کرے تو یہ لوگ ہیں نقصان میں پڑنے والے

وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ ۚ لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا

اور تحقیق ہم نے پیدا کیا جہنم کے لئے بہت سے جنات کو اور بہت سے انسانوں کو ' ان کے دل ہیں جن سے وہ سمجھتے نہیں؟

وَلَهُمْ آعِیْنَ لَا یُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَذَانٌ لَا یَسْمَعُونَ بِهَا ۚ أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ

اور ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے نہیں ' اور ان کے کان ہیں جن سے وہ سنتے نہیں ' یہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں

بَلْ هُمْ آضِلٌ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغٰفِلُونَ ﴿١٧٩﴾

بلکہ یہ ان سے بڑھ کر بے راہ ہیں ایسے لوگ غفلت والے ہی ہیں۔

طالبین ہدایت کو ہدایت ملتی ہے:

آیت ۱۷۸: مَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدَىٰ (جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت کرتا ہے پس ہدایت پانے والا وہی ہوتا ہے) لفظ پر محمول کیا وَمَنْ يُضِلِّ (اور جس کو وہ گمراہ کر دے) جس کو وہ گمراہ کرے فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ (پس ایسے ہی لوگ خسارہ میں رہتے ہیں) اس کو معنی پر محمول کیا جائے اگر بقول معتزلہ ہدایت اللہ تعالیٰ کی طرف سے صرف بیان کا نام ہوتا تو کافر و مؤمن برابر ہوتے۔ کیونکہ بیان دونوں کے حق میں ثابت ہونے والا ہے۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے توفیق اور معونت اور عصمت ہوتی ہے اگر یہ کافر کو حاصل ہو جائے تو وہ راہ ہدایت پائے جیسا مؤمن پاتا ہے۔

دوزخی لوگوں کا مزاج ' دل ' آنکھ ' کان کو صحیح استعمال نہیں کرتے:

آیت ۱۷۹: وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ (اور ہم نے بہت سے جن و انس کو دوزخ کیلئے پیدا کیا ہے) وہ دونوں فریق کفار ہیں جو اللہ کی آیات میں تدبیر سے اعراض کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو ان کا اختیار کفر معلوم ہے۔ پس ان سے کفر کو چاہا اور ان میں اس کو پیدا کیا اور اسی وجہ سے انکا ٹھکانہ جہنم بنا دیا اس آیت اور دوسری آیت میں کوئی منافات نہیں: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ (الذاریات: ۵۶) کیونکہ ان میں سے عبادت کے لیے ان کو پیدا کیا جن کے متعلق جانا کہ وہ اس کی عبادت کریں گے اور جن کے بارے میں جانا کہ وہ کفر کریں گے پس ان کو اس کے لیے پیدا کر دیا جس کے متعلق جانا۔ پس خلاصہ کلام یہ ہوا کہ جن کے متعلق ازل میں علم الہی ٹھہرا چکا کہ اس سے عبادت ہوگی اس کو عبادت کے لئے پیدا کر دیا اور جس کے بارے میں ازل میں جانا کہ اس سے کفر ہوگا اس کو اس کے لئے پیدا کر دیا بہت سے ایسے عام ہیں جن سے خاص مراد لیا جاتا ہے۔ باقی رہا معتزلہ کا یہ قول کہ لام یہاں عاقبت کا ہے۔ یعنی جن کا انجام جہنم تھا اسی طرح کر دیا گیا ان کی خلقت جہنم کے لیے کی گئی یہ

وَلِلّٰهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْهُ بِهَا ۖ وَذَرُوا الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْٓ اَسْمَآئِهِۦ ۖ

اور اللہ کے لئے اچھے نام ہیں سو تم اسے ان ناموں سے پکارو اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں کج روی اختیار کرتے ہیں۔

سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۸۰﴾

عنقریب ان کو ان اعمال کا بدلہ دیا جائے گا جو وہ کیا کرتے تھے۔

قول صرف ارادہ معاصی سے فرار اختیار کرنے اور آیت کو ظاہر سے موڑنے کا راستہ ہے۔ لَہُمْ قُلُوْبٌ لَا یَفْقَهُوْنَ بِہَا (ان کے دل ایسے ہیں جن سے نہیں سمجھتے) حق کو اور نہ ہی اس میں سوچ بچار کرتے ہیں۔ وَلَہُمْ اَعۡیُنٌ لَا یُبْصِرُوْنَ بِہَا (اور ان کی آنکھیں ایسی ہیں جن سے نہیں دیکھتے) رشد کو وَلَہُمْ اِذۡنَانٌ لَا یَسْمَعُوْنَ بِہَا (اور ان کے کان ایسے ہیں جن سے وہ نہیں سنتے) وعظ ونصیحت کو اُولٰٓئِکَ کَا لَا نَعَام (یہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں) عدم تفقہ اور عبرت حاصل نہ کرنے میں اور تفکر کی خاطر کان نہ لگانے میں بَلْ ہُمْ اَضَلُّ (بلکہ یہ لوگ زیادہ بے راہ ہیں) چوپایوں سے۔ کیونکہ انہوں نے عقول صحیحہ کی مخالفت کی اور رسول سے معاندت کی اور فضولیات کے پیچھے پڑے رہے۔ پس چوپایوں کے منافع طلب کیے جاتے ہیں اور ان کے نقصانات سے بچا جاتا ہے اور یہ اپنے نقصان ہی سے واقف نہیں۔ اس لئے انہوں نے آگ کو پسند کر لیا اور ذرا سوچو مکلف ذمہ دار اور معذور قرار دے کر چھوڑا ہوا کیونکر برابر ہو سکتے ہیں۔

انسان کی چار اقسام:

انسان کی چار اقسام ہیں۔ نمبر ۱۔ انسان روحانی۔ نمبر ۲۔ شہوانی نمبر ۳۔ سماوی نمبر ۴۔ ارضی۔
نمبر ۱۔ انسان روحانی اگر روح خواہش پر غالب آجائے تو ملائکہ سے بھی بڑھ جائے۔ نمبر ۲۔ شہوانی خواہش روح پر غالب آجائے تو بہائم سے بھی نیچے اتر جائے۔ نمبر ۳۔ سماوی اگر روح غلبہ پا کر آسمان کی طرف پرواز کرنے کے قابل ہو جائے۔ نمبر ۴۔ ارضی۔ شہوات غلبہ پا کر زمین ہی کا بن کر رہ گیا۔ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الْغٰفِلُوْنَ (یہ لوگ غافل ہیں) وہ غفلت میں کامل ہیں۔
آیت ۱۸۰: وَلِلّٰهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰی (اور اچھے اچھے نام اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہیں) اللہ تعالیٰ کے نام سب سے اچھے ہیں کیونکہ وہ اچھے معانی پر دلالت کرتے ہیں ان میں سے بعض نام وہ ہیں۔ نمبر ۱۔ جن کا وہ حقدار ان کے حقائق کی وجہ سے ہے مثلاً القدیم ہر چیز سے پہلے الباقی ہر چیز کے بعد القادر ہر چیز پر قابو پانے والا۔ العالم ہر چیز کو جاننے والا۔ الواحد وہ اکیلا جس کی مثل کوئی چیز نہیں۔ نمبر ۲۔ دوسری قسم وہ نام جنکے نفوس آثار کی وجہ سے مستحسن قرار دیتے ہیں۔ مثلاً الغفور الرحیم، الشکور، الحلیم، نمبر ۳۔ ایسے اسماء جن کو اپنا واجب ہے مثلاً الفضل العفو۔ نمبر ۴۔ ایسے نام جو احوال کی نگہبانی کو لازم کرتے ہیں۔ مثلاً السمع، البصیر، المقتدر نمبر ۵۔ وہ نام جو اجلال کو لازم کرتے ہیں۔ مثلاً العظیم، الجبار، المتکبر۔ فَادْعُوْهُ بِہَا (پس انہی ناموں سے اللہ تعالیٰ کو پکارا کرو) پس اس کے یہی نام لو وَذَرُوا الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْٓ اَسْمَآئِهِۦ (اور ایسے لوگوں سے تعلق نہ رکھو جو اس کے ناموں میں کج روی کرتے

وَمَنْ خَلَقْنَا أُمَّةً يَهْدُونَ بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْدِلُونَ^{۱۸۱} وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا

اور جن کو ہم نے پیدا کیا ان میں ایک جماعت ایسی ہے جو حق کے موافق ہدایت کرتے ہیں اور اسی کے موافق انصاف کرتے ہیں اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو چیلایا

سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ^{۱۸۲} وَأُمْلِي لَهُمْ إِنَّ كَيْدِي مَتِينٌ^{۱۸۳} أَوَلَمْ

ہم ان کو اس طرح ڈھیل دیں گے کہ ان کو خبر بھی نہ ہو اور میں انہیں ڈھیل دوں گا بے شک میری تدبیر مضبوط ہے۔ کیا ان لوگوں نے

يَتَفَكَّرُوا مَا بِصَاحِبِهِمْ مِنْ جَنَّةٍ إِنَّ هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ مُبِينٌ^{۱۸۴} أَوَلَمْ يَنْظُرُوا فِي مَلَكُوتِ

غور نہیں کیا کہ ان کے صاحب کو کوئی جنوں نہیں ہے۔ وہ تو صرف واضح طور پر ڈرانے والا ہے۔ کیا ان لوگوں نے آسمانوں

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ^{۱۸۵} وَأَنْ عَسَى أَنْ يَكُونَ قَدِ اقْتَرَبَ

اور زمین کی بادشاہت میں اور دوسری چیزوں میں غور نہیں کیا جو اللہ نے پیدا فرمائی ہیں اور اس بات میں کہ ان کی اجل قریب

أَجَلُهُمْ فِي آيٍ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ^{۱۸۶} مَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ^{۱۸۷} وَ

آپہچی ہو۔ سو اس کے بعد کس بات پر ایمان لائیں گے۔ اللہ جسے گمراہ کرے سو اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور

يَذَرُهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ^{۱۸۸}

وہ انہیں گمراہی میں بھٹکتے ہوئے چھوڑ دیتا ہے۔

ہیں) اور ان لوگوں کے بنائے ہوئے ناموں کو چھوڑ دو۔ جو ان ناموں کے سلسلہ میں حق و صواب سے مائل ہوتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ کے علاوہ نام رکھتے ہیں۔ ایسا نام رکھنا جائز نہیں مثلاً اس طرح کہیں یا بنی۔ یا رفیق، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نام یہ نہیں بتلائے اور الحاد یہی ہے کہ اس کے ایسے نام رکھنا جس میں جسمیت، جوہر، عقل، علت پائی جائے۔

قراءت: ہمزہ نے يَلْخَذُونَ پڑھا ہے لحد اور الحد کا معنی ایک ہے یعنی مائل ہونا۔ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (ان کو ان کے کیے کی ضرور سزا ملے گی)

واعیان حق:

آیت ۱۸۱: وَمَنْ خَلَقْنَا (اور ہماری مخلوق میں) جنت کے لئے کیونکہ یہ ولقد ذرأنا لجهنم کے مقابلہ کے لئے ہے۔ اُمَّةٌ يَهْدُونَ بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْدِلُونَ (ایک گروہ ایسا بھی ہے جو حق کے مطابق ہدایت کرتا ہے اور حق کے موافق عدل کرتا ہے) اپنے احکام میں۔ کہا گیا ہے کہ اس سے علماء اور داعیان دین مراد ہیں۔

حجت اجماع:

مَسْئَلَةٌ: اس میں دلالت ہے کہ ہر زمانہ کے اہل حق کا اجماع حجت ہے۔

مکذبین کو موقعہ بموقعہ پکڑیں گے:

آیت ۱۸۲: وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ (جو لوگ ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں ہم ان کو آہستہ آہستہ لئے جا رہے ہیں) ان کو عنقریب آہستہ آہستہ اتاریں گے۔ ایسی چیز کی طرف جو ان کو ہلاک کر دے گی۔ مَن حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ (اس طور پر کہ ان کو خبر بھی نہیں) کیا مقصود اس سے ہے اور وہ اس طرح کہ گمراہی میں انہماک کے باوجود ان پر متواتر انعامات کرے۔ جب نئی نعمت آئے تو ان کا تکبر بڑھ جائے۔ اور ان کی معصیتیں جدید ہو جائیں۔ پھر وہ معاصی میں درجہ بدرجہ اترتے جائیں۔ پے درپے انعام کی وجہ سے یہ گمان کر کے کہ متواتر انعامات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ترجیح اور قرب کی بناء پر ہیں حالانکہ وہ رسوائی اور رحمتوں سے دور ہٹانا ہے۔ یہ درجہ سے باب استفعال ہے۔ استصعاد یا استنزال درجہ بعد درجہ بدرجہ چڑھانا یا اتارنا کہ خبر بھی نہ ہو۔

امہال مجرمین:

آیت ۱۸۳: وَأَمْلِي لَهُمْ (اور میں ان کو ڈھیل دیتا ہوں) اس کا سنسندر جہم پر عطف ہے مگر یہ سین کے حکم میں داخل نہیں۔ اس لیے اس کا معنی امہلہم میں ان کو مہلت دیتا ہوں۔ اِنْ كَيْدِي مَتِينٌ (بے شک میری تدبیر بڑی مضبوط ہے) میری پکڑ سخت ہے۔ اس کو کید سے تعبیر کیا کیونکہ یہ کید کے مشابہ ہے کہ ظاہر میں یہ احسان اور حقیقت میں خسران اور ندامت ہے۔ آیت ۱۸۴: جب کفار نے نبی اکرم ﷺ کی نسبت جنون کی طرف کی تو یہ آیت اتری۔

کفار کے اعتراض جنون کا جواب:

أَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا مَا بِصَاحِبِهِمْ (کیا انہوں نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ ان کے ساتھی کو نہیں ہے) محمد ﷺ۔ مانا فیہ ہے وقف کے بعد یعنی کیا وہ اپنی بات کو نہیں سوچتے۔ پھر جنون کی آپ ﷺ سے نفی فرمائی۔ مَن جَنَّةٍ (ذرا بھر جنون) جَنَّةٍ کا معنی جنون ہے۔ اِنْ هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ (وہ تو صرف ایک صاف ڈرانے والے ہیں) آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے منذر اور اس کے انداز کو واضح کرنے والے ہیں۔

غور کر کے انہیں حق کی تلاش اور اچانک عذاب سے بچاؤ تلاش کرنا چاہئے:

آیت ۱۸۵: أَوَلَمْ يَنْظُرُوا (کیا انہوں نے غور نہیں کیا) دلیل حاصل کرنے کی نظر سے فِی مَلَكُوتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (آسمان و زمین کی حکومت میں) ملکوت عظیم بادشاہی وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ (اور دوسری چیزوں میں جو اللہ نے پیدا کی ہیں) اور جو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی ہیں۔ اور جس پر شئی کا لفظ بولا جاسکتا ہے۔ اپنی ان گنت اجناس و اعداد کے ساتھ وَأَنْ عَسَىٰ (کہ ممکن ہے) یہ اَنْ محققہ من المثلہ ہے اور اصل اس طرح ہے اِنَّهٗ عَسَىٰ، ضمیر شان ہے اور ملکوت پر عطف کی وجہ سے

يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي لَا يُجِيبُهَا لَوْفُهَا

وہ آپ سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہ اس کا واقع ہونا کب ہے؟ آپ فرمادیجئے کہ اس کا علم صرف میرے رب ہی کے پاس ہے اس کے وقت پر

إِلَّا هُوَ ثَقُلَتْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا تَأْتِيكُمُ إِلَّا بَغْتَةً يَسْأَلُونَكَ كَانَتْ هَافِيَةً

وہی ظاہر فرمائے گا وہ آسمانوں میں اور زمین میں بھاری پڑ جائے گی۔ تمہارے پاس اچانک ہی آجائے گی وہ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ گویا آپ اس کے بارے میں مکمل

عَنْهَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللَّهِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ

معلومات حاصل کر چکے ہیں آپ فرمادیجئے کہ اس کا علم صرف اللہ ہی کے پاس ہے لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے۔

موضع جرم میں واقع ہے مطلب یہ ہے کیا وہ غور نہیں کرتے اس بات میں کہ حالت و بات یہ ہے کہ ہو سکتا ہے اَنْ يَكُونَ قَدْ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ (کہ ان کا وقت مقررہ قریب آ پہنچا ہو) شاید کہ وہ جلدی مرجائیں پس ان کو غور میں جلدی کرنی چاہیے اور حق کی تلاش اور اس چیز کو جو انکو اچانک موت اور عذاب کے نازل ہونے سے پہلے بچا سکتی ہو۔ جلد ڈھونڈنا چاہیے۔ فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ (پھر قرآن کے بعد کس بات پر یہ لوگ ایمان لائیں گے) ہ کی ضمیر قرآن کی طرف راجع ہے۔ یؤمنون جب کہ وہ ایمان نہ لائیں یہ عسی ان یكون قد اقترب اجلهم کے متعلق ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا کہ لعل اجلهم قد اقترب فما لهم لا يبادرون الايمان بالقرآن قبل الموت و ماذا ينظرون بعد وضوح الحق - وبأی حدیث احق منه یريدون ان يؤمنوا - شاید کہ ان کا وقت مقررہ قریب ہو پس انہیں کیا ہو گیا کہ پھر قرآن پر موت سے پہلے ایمان لانے میں جلدی نہیں کرتے؟ حق ظاہر ہو جانے کے بعد اب یہ کس چیز کے منتظر ہیں۔ اس سے زیادہ اور کون سی بات ہے جس پر وہ ایمان لانا چاہتے ہیں۔

گمراہ راہ پر نہیں آ سکتا:

آیت ۱۸۶: مَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ (جس کو اللہ گمراہ کرے اس کو کوئی راہ پر نہیں لاسکتا) یعنی اللہ تعالیٰ اس کو گمراہ کر دے۔ وَيَذَرُهُمْ (اور وہ ان کو چھوڑ دیتا ہے) قراءت: عراقی نے یا سے پڑھا ہے اور حمزہ علی نے محل فلا هادی له پر عطف کر کے یذرهم جزم سے پڑھا ہے۔ گویا عبارت اس طرح ہے مَنْ يَضِلُّ اللَّهُ لَا يَهْدِيهِ أَحَدٌ وَيَذَرُهُمْ رَفْع کی صورت میں جملہ مستانفہ ہے اور وہ یذرهم ہے باقی قراء نے نذرهم پڑھا ہے۔ فَيُطْغِيهِمْ (ان کی گمراہی میں) اپنے کفر میں يَغْمَهُونَ (وہ بھٹکتے پھریں) حیران ہیں۔

وقوع قیامت کا سوال:

آیت ۱۸۷: جب یہود یا قریش نے سوال کیا کہ قیامت کب آئے گی تو یہ آیت اتری۔ يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ (یہ لوگ آپ

سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں) یہ قیامت کے اسمائے غالبہ میں سے ہے جیسے ثریا کو نجم کہتے ہیں۔ نمبر ۱۔ قیامت کو ساعۃ کہنے کی وجہ اس کا اچانک آنا ہے۔ نمبر ۲۔ اس میں بہت جلد حساب ہوگا۔ نمبر ۳۔ قیامت اپنی طوالت کے باوجود اللہ تعالیٰ کے ہاں مخلوق کی ایک ساعت کی طرح ہے۔ اِیَّانَ (کہ کب ہوگا) کب یہ امی سے اشتقاق کیا گیا ہے اس کا وزن فعلان ہے کیونکہ اس کا معنی اس وقت ہے مَوْسِلُهَا (اس کا وقوع) اس کا لنگر انداز ہونا۔ آنا یہ المدخل کی طرح مصدر میمی ہے۔ ادخال کے معنی میں ہے۔ مراد وقت ارساٹھا اسی اثباتھا اس کے ثابت وقائم ہونے کا وقت مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو کب قائم فرمائیں گے۔

وقوع قیامت کا علم فقط اللہ کو ہے:

قُلْ اِنَّمَا عَلِمُهَا عِنْدَ رَبِّي (آپ فرمادیں کہ اس کا علم صرف میرے رب ہی کے پاس ہے) یعنی اس کی آمد کا وقت اس نے اپنے ہاں رکھا ہے۔ کسی ملک مقرب یا نبی مرسل کو بھی خبر نہیں دی تاکہ یہ بات اطاعت کی طرف زیادہ رجحان کا سبب بنے۔ اور معصیت سے زیادہ رکاوٹ لائے جیسا کہ خاص وقت مقررہ موت بالکل مخفی ہے۔ اسی لیے لَا يُجَلِّیْهَا لَوْ قُتِلَ اِلَّا هُوَ (اس کے وقت پر اس کو اللہ کے سوا کوئی ظاہر نہیں کریگا) اللہ تعالیٰ جو وحدہ لا شریک ہے وہی اس کے معاملے کو ظاہر کرے گا۔ اور اس کے مخفی علم کو منکشف کرے گا۔ ثَقُلْتُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (وہ آسمان و زمین کا سب سے بھاری حادثہ ہوگا) آسمان و زمین کے رہنے والے خواہ ملائکہ ہوں یا ثقلین ان کے لیے قیامت کا معاملہ بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ ہر ایک ان میں سے اس بات کا متمنی ہے کہ اس کو اس کا علم ہو جائے۔ اس کا مخفی رہنا ان پر بڑا گراں اور بھاری ہو رہا ہے۔ نمبر ۲۔ آسمان و زمین میں قیامت بھاری ہے کیونکہ آسمان و زمین کے رہائشی اس کے احوال و شدائد سے ترساں و لرزاں ہیں۔ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً (وہ تم پر اچانک ہی آپڑے گی) اچانک تمہاری غفلت کی حالت میں یَسْأَلُوْنَكَ كَانَتْ حَفِیُّ عَنْهَا (وہ آپ سے اس طرح پوچھتے ہیں گویا کہ آپ اس کی تحقیقات کر چکے ہیں) گویا کہ آپ اس کو جانتے ہیں اس کی حقیقت یہ ہے گویا آپ اس کے متعلق مبالغہ سے دریافت کرنے والے ہیں۔ جو کسی مسئلہ کے متعلق سوال میں مبالغہ کرتا ہے اور اس کے متعلق کھود کرید کرتا ہے اس چیز کے متعلق اس کا علم مستحکم ہو جاتا ہے۔ اس ترکیب کا مقصد مبالغہ ہے اسی سے احفاء الشارب ہے نمبر ۲۔ عنہا یہ یسألونک کے متعلق ہے یسألونک عنہا کانک حفی عالم بها وہ آپ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں گویا کہ آپ اس کا علم رکھنے والے ہیں۔ قُلْ اِنَّمَا عَلِمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ (آپ فرمادیں کہ اس کا علم تو صرف اللہ ہی کو ہے) یسألونک کو دوبارہ لائے اور انما علمھا کانک حفی عنہا کے لئے تاکید و اضافہ کے لیے ہے۔ اسی لیے علماء کے اپنی کتابوں میں مکررات فائدہ سے خالی نہیں۔ جیسا محمد بن الحسن کی مکررات وَلٰكِنْ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے) اسی ہی کو خاص طور پر اس کا علم ہے۔

قُلْ لَا اَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ ۚ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ

آپ فرمادیجئے کہ میں اپنی جان کے لئے کسی نفع اور ضرر کا مالک نہیں ہوں مگر اتنا ہی جتنا اللہ نے چاہا اور اگر میں غیب کو جانتا ہوتا

لَا سَتَكُنْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚ وَمَا مَسْنِيَ السُّوْءُ ۚ اِنَّا اِلَّا اَنْذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ

تو بہت سے منافع حاصل کر لیتا اور مجھے کوئی ناگوار چیز نہ پہنچتی میں تو ان لوگوں کو صرف بشارت دینے والا اور ڈرانے والا ہوں جو ایمان

يُؤْمِنُونَ ۚ

رکھتے ہیں۔

علم و اختیار کی نفی کا اعلان:

آیت ۱۸۸: قُلْ لَا اَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ (آپ کہہ دیں کہ میں خود اپنی ذات خاص کیلئے کسی نفع کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ نقصان کا مگر اتنا جتنا اللہ نے چاہا) اس میں اظہار عبودیت ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے جو علم خاص ہے اس سے براءت کا اظہار ہے۔ یعنی میں تو ایک کمزور بندہ ہوں اپنے نفس کے لیے جلب منفعت اور دفع مضرت کا ذرہ بھر اختیار غلاموں کی طرح نہیں رکھتا۔ مگر جو میرے لئے نفع دینا اور نقصان دور کرنا چاہے۔ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَا سَتَكُنْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسْنِيَ السُّوْءُ (اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو میں بہت سے منافع حاصل کر لیا کرتا اور کوئی دکھ بھی مجھ کو نہ پہنچتا) خیر کی کثرت چاہنے اور تکلیف و نقصان سے بچنے میں میری حالت موجودہ حالت سے بہتر ہوتی۔ یہاں تک کہ ان تکالیف میں سے کوئی چیز مجھے نہ پہنچتی اور نہ ہی لڑائیوں میں ایک مرتبہ غالب اور دوسری مرتبہ مغلوب ہوتا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ الغیب سے مراد مقرر وقت اور اخیر سے مراد عمل اور السوء سے پریشانی و خوف مراد ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ لا ستکثرت کے معنی میں قحط کے لئے خوشحالی تیار کر لیتا۔ السوء سے فقر مراد ہے اور تردید فرمائی۔ اِنَّا اِلَّا اَنْذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ (میں تو صرف ڈرانے والا اور بشارت دینے والا ہوں) میں تو ایک بندہ ہوں جس کو بشیر و نذیر بنا کر بھیجا گیا ہے۔ میری شان نہیں کہ میں غیب کو جانوں۔ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ (ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں) اس میں لام نذیر و بشیر کے متعلق ہے کیونکہ انداز اور بشارت ایمان والوں کو ہی فائدہ پہنچانے والی ہے۔ یا صرف بشیر کے متعلق ہے اور نذیر کا متعلق محذوف ہے یعنی الا نذیر للكافرين۔ کافروں کے لیے ڈرانے والے و بشیر لقوم يؤمنون اور مؤمنوں کو بشارت سنانے والے۔

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا فَلَمَّا

وہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنا دیا تاکہ وہ اس کے پاس ٹھکانہ پکڑے۔ پھر جب

تَغَشَّيَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيفًا فَمَرَّتْ بِهِ ۖ فَلَمَّا أَثْقَلَتْ دَعَا اللَّهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ

اس نے جوڑے کو ڈھانکا تو عورت کو ہلکا سا حمل رہ گیا۔ پھر وہ اس کو لئے ہوئے چلتی پھرتی رہی۔ پھر جب وہ بوجھل ہو گئی تو دونوں اللہ سے دعا کرنے لگے جو ان کا رب ہے کہ اگر

اتَّيْتَنَا صَالِحًا لَتَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ ۝۱۸۹ فَلَمَّا آتَاهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهُ شُرَكَاءَ

آپ نے ہمیں صحیح سالم بچہ عطا فرمادیا تو ہم شکر کرنے والوں میں سے ہوں گے۔ پھر جب اللہ نے ان کو صحیح سالم بچہ عطا فرمادیا تو جو چیز ان کو عطا فرمائی اس میں اللہ کے

فِيمَا آتَاهُمَا ۖ فَتَعَالَى اللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝۱۹۰

لئے شریک قرار دینے لگے۔ سو اللہ برتر ہے ان کے شریک بنانے سے۔

آدم علیہ السلام وحواء علیہما السلام کی پیدائش:

آیت ۱۸۹: هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ (وہی ہے جس نے تم کو ایک جسم سے پیدا کیا) وہ آدم کی ذات ہے وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا (اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا) حواء۔ ان کو آدم کے جسم کی پسلیوں میں سے کسی پسلی سے پیدا فرمایا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا (تاکہ وہ اپنے اس جوڑے سے انس حاصل کرے) تاکہ وہ مطمئن اور مائل ہوں کیونکہ جنس جنس کی طرف زیادہ مائل ہوتی ہے۔ خاص طور پر جبکہ وہ اس کا ایک حصہ ہو جیسا کہ انسان اپنے بیٹے سے مانوس ہوتا ہے اور اس سے اس طرح محبت کرتا ہے جیسا اپنی جان سے محبت کرتا ہے کیونکہ وہ اس کا ٹکڑا ہے۔

نَحْمَدُہُ: لیسکن الیہا کو مذکر لائے۔ جبکہ دوسری آیت میں مؤنث لائے واحدة و خلق منها زوجها معنی کا لحاظ کر کے تاکہ واضح ہو جائے کہ مراد اس سے آدم کی ذات ہے۔ فَلَمَّا تَغَشَّيَا (پھر جب خاوند نے اپنی بیوی سے قربت کی) اس سے قربت کی حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيفًا (تو اس کو حمل رہ گیا ہلکا سا) وہ اس پر آسان ہے اور اس کو وہ کرب واذی کی صورت پیش نہیں آتی۔ جو بعض حوامل کو پیش آتی ہیں۔ اور اس کو بوجھل کیا۔ جیسا دوسری عورتیں بوجھل ہوتی ہیں۔ فَمَرَّتْ بِهِ (پس وہ اس کو لئے ہوئے چلتی پھرتی رہی) ولادت کے وقت تک اس کو لئے کر چلتی رہی بغیر کسی کمی اور نا تمام کرنے کے نمبر ۲۔ حملت حَمْلًا خَفِيفًا سے حالت نطفہ مراد ہے مرت بہ سے اٹھنا بیٹھنا مراد ہے۔ فَلَمَّا أَثْقَلَتْ (پھر جب وہ بوجھل ہو گئی) جب اس کے حمل کے بوجھ کا وقت قریب آیا۔ دَعَا اللَّهَ رَبَّهُمَا (دونوں میاں بیوی اللہ تعالیٰ سے جو ان کا رب تھا دعا کرنے لگے) آدم وحواء نے اپنے رب کو پکارا۔ وہ مالک جس کو ان پر پورا اختیار ہے۔ اور وہ پکارے جانے کے لائق ہے۔ اور اسی سے پناہ مانگی جاتی ہے تو دونوں نے کہا: لَئِنْ آتَيْتَنَا صَالِحًا (اگر آپ نے ہم کو صحیح سالم بچہ دیا) اگر اللہ نے ہمیں صحیح سالم بچہ عنایت فرمایا۔ نمبر ۲۔ بیٹا دیا کیونکہ زینہ اولاد

بھی صلاح میں داخل ہے لَنْكُونَنَّ مِنَ الشَّكِرِيْنَ (تو ہم بڑے شکر گزار ہوں گے) تیرے شکر گزار اَتَيْتُنَا اور لَنْكُونَنَّ کی ضمیر ان دونوں کی طرف راجع ہے اور ہر اولاد والے کی طرف راجع ہے۔

فرد سے جنس کی طرف التفات:

آیت ۱۹۰: فَلَمَّا اتَاهُمَا صَالِحًا (پھر جب اللہ نے ان کو صحیح سالم اولاد دے دی) ان کو دے دیا جو انہوں نے تندرست و سالم بچہ مانگا۔ جَعَلَالَهُ شُرَكَاءَ (تو دونوں اللہ کا شریک قرار دینے لگے) یعنی ان کی اولاد نے اس کے لیے شریک بنائے۔

تجوید: گویا مضاف محذوف ہے۔ اور مضاف الیہ کو اس کا قائم مقام بنا دیا۔ فِيمَا اتَاهُمَا (اللہ کی دی ہوئی چیز میں) یعنی ان کی اولاد کو جو دیا اس کی دلیل آیت کا یہ حصہ۔ فَتَعَلَّى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (پس اللہ تعالیٰ پاک ہے ان کے شرک سے) ہے اس لئے کہ ضمیر جمع کی لائی گی اور اس لیے بھی کہ آدم و حوا علیہما السلام شرک سے بری ہیں۔ اور اشرکھم فیہا اتاہم اللہ سے مراد اولاد کے نام عبد العزیز، عبد مناف، عبد شمس وغیرہ رکھ لیے حالانکہ اس کی بجائے عبد اللہ عبد الرحمن، عبد الرحیم ہونے چاہئے تھے۔ نمبر ۲۔ یہ خطاب قریش کو ہے جو عہد رسول اللہ ﷺ میں تھے وہ اور آل قصی ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ وہ ذات جس نے ایک نفس (قصی) سے پیدا کیا اور اس کی جنس سے عربی قریشی بیوی اس کو دی تاکہ اس کو سکون حاصل ہو۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کو مطلوبہ صحیح سالم بیٹا عنایت کر دیا تو اس اولاد میں اللہ تعالیٰ کا شریک بنانے لگے۔ اپنی ساری اولاد کے نام مشرکانہ رکھ دیئے۔ عبد العزیز، عبد مناف، عبد قصی، عبد الدار۔ اَیُشْرِكُوْنَ میں ضمیر ان دونوں کی طرف راجع ہے کیونکہ ان دونوں کے پیچھے ان کی اولاد نے شرک میں ان کی اتباع کی۔

قراءت: شُرْكَاءَ مدنی والوبکر نے پڑھا ہے یعنی ذوی شُرْکٍ اور وہ شرکاء ہیں۔

اَيُّشْرِكُونَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلِقُونَ ﴿١٩١﴾ وَلَا يَسْتَطِيعُونَ لَهُمْ نَصْرًا وَلَا

کیا وہ لوگ ان کو شریک بناتے ہیں جو کچھ پیدا نہیں کرتے اور وہ پیدا کئے جاتے ہیں اور وہ ان کی مدد پر قدرت نہیں رکھتے اور نہ

أَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُونَ ﴿١٩٢﴾ وَإِنْ تَدْعُوهُمْ إِلَى الْهُدَى لَا يَتَّبِعُوكُمْ سَوَاءٌ

وہ اپنی جانوں کی مدد کر سکتے ہیں اور اگر تم ان کو ہدایت کی طرف بلاؤ تو تمہارے کہنے پر نہ چلیں گے برابر ہے

عَلَيْكُمْ أَدْعُوهُمْ أَمْ أَنْتُمْ صَامِتُونَ ﴿١٩٣﴾ إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ

تم ان کو پکارو یا تم خاموش رہو اگر تم جن کو اللہ کے سوا پکارتے ہو

عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ فَادْعُوهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُوا لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿١٩٤﴾ أَلَمْ

وہ تمہارے جیسے بندے ہیں سو تم ان کو پکارو پھر وہ تمہاری پکار کو قبول کر لیں اگر تم سچے ہو؟ کیا ان کے

أَرْجُلٌ يَمْشُونَ بِهَا أَمْ لَهُمْ أَيْدٍ يَبْطِشُونَ بِهَا أَمْ لَهُمْ أَعْيُنٌ يُبْصِرُونَ بِهَا أَمْ

پاؤں ہیں جن سے وہ چلتے ہیں یا ان کے ہاتھ ہیں جن سے وہ پکڑتے ہیں یا ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے ہیں

أَمْ لَهُمْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا قُلْ ادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ كِيدُوا فَلَآ

یا ان کے کان ہیں جن سے وہ سنتے ہیں؟ آپ فرمادیجئے کہ اپنے شریکوں کو بلاؤ پھر میرے بارے میں ضرر پہنچانے کی جو تدبیر کر سکتے ہو کر لو اور پھر

تَنْظُرُونَ ﴿١٩٥﴾ إِنَّ وَلِيَ اللَّهِ الَّذِي نَزَّلَ الْكِتَابَ ۖ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ ﴿١٩٦﴾

مجھے مہلت نہ دو بیشک میرا مددگار اللہ ہے جس نے کتاب نازل فرمائی اور وہ نیک بندوں کی مدد فرماتا ہے

وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَكُمْ وَلَا أَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُونَ ﴿١٩٧﴾

اور جن لوگوں کو اس کے سوا تم پکارتے ہو وہ تمہاری مدد نہیں کر سکتے اور نہ وہ اپنی جانوں کی مدد کر سکتے ہیں

وَإِنْ تَدْعُوهُمْ إِلَى الْهُدَى لَا يَسْمَعُوا ۖ وَتَرَاهُمْ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ ﴿١٩٨﴾

اور اے مخاطب اگر تو ان کو ہدایت کی طرف پکارے تو وہ نہ سنیں گے اور تو سمجھے گا کہ وہ تجھے دیکھ رہے ہیں حالانکہ وہ نہیں دیکھ رہے ہیں۔

خالق کے ساتھ مخلوق کو شریک کر لیا:

آیت ۱۹۱۔ اَيُّشْرِكُونَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا (کیا وہ ان کو شریک ٹھہراتے ہیں جو کسی چیز کو بنا نہ سکیں) یعنی بت و ہم یُخْلِقُونَ (اور وہ خود ہی بنائے جاتے ہیں) یہاں اصنام کو اہل علم کے قائم مقام رکھا گیا کیونکہ انکا اعتقاد بتوں کے متعلق اسی طرح تھا۔

مطلب یہ ہے کیا وہ ان کو شریک کر رہے ہیں۔ جو کسی چیز کو پیدا کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ حالانکہ وہ پیدا کئے گئے ہیں کیونکہ ان کا خالق تو اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ نمبر ۲۔ ہم یخلقون کی ضمیر عابدین کی طرف لوٹی ہے یعنی کیا ان کو شریک کرتے ہیں جو ذرہ بھر پیدا نہیں کر سکتے۔ اور وہ خود اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔ پس ان کے لیے مناسب ہے کہ اپنے خالق کی عبادت کریں۔ نمبر ۳۔ عابدین معبودین دونوں کی طرف راجع ہے اور عابدین کو غلبہ دے کر تمام کو اولوالعلم قرار دیا۔

اپنا بچاؤ نہیں کر سکتے:

آیت ۱۹۲: وَلَا يَسْتَطِيعُونَ لَهُمْ نَصْرًا (اور وہ ان کو کسی قسم کی مدد نہیں دے سکتے) اپنے عابدین کے لیے وَلَا أَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُونَ (اور وہ خود اپنی بھی مدد نہیں کر سکتے) کہ جس سے اپنے اوپر آنیوالے حوادث توڑ پھوڑ کا بچاؤ کر لیں بلکہ ان کے پجاری ان سے یہ حوادث دور کرتے ہیں۔

اگر بتوں کو پکارو وہ اُس پکار تک نہ پہنچ سکیں:

آیت ۱۹۳: وَإِنْ تَدْعُوهُمْ (اور اگر تم ان کو پکارو) اگر تم ان بتوں کو بلاؤ اِلٰی الْهُدٰی (بات بتلانے کیلئے) جو کہ ہدایت و رشد ہے نمبر ۲۔ اس بات کے لیے کہ تمہاری راہنمائی کر دیں یعنی تم ان سے خیر و ہدایت اسی طرح طلب کرو۔ جیسا اللہ تعالیٰ سے طلب کرتے ہو۔ لَا يَتَّبِعُكُمْ (وہ تمہارے کہنے پر نہ چلیں گے) یعنی تمہاری مراد اور طلب کی طرف وہ تمہیں جواب نہیں دے سکتے۔ جیسے اللہ تعالیٰ تمہیں جواب دیتے ہیں۔

قراءت: لَا يَتَّبِعُكُمْ نافع نے پڑھا ہے۔ سَوَاءٌ عَلَيْكُمْ أَدَعَوْهُمْ أَمْ أَنْتُمْ صَامِتُونَ (تمہارے لحاظ سے دونوں امر برابر ہیں خواہ تم ان کو پکارو یا تم خاموش رہو) ان کی پکار سے نہ ان کے ساتھ کامیابی ہے اور نہ وہ تمہیں جواب دیں گے۔ جملہ فعلیہ سے جملہ اسمیہ کی طرف عدول آیات کے سروں کی رعایت کے لئے ہے۔

جن کو پکارا جاتا ہے وہ مملوک ہیں:

آیت ۱۹۴: إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ (بے شک تم خدا کو چھوڑ کر جن کی عبادت کرتے ہو) یعنی جن کی تم عبادت کرتے اور جن کو تم الہ مانتے ہو۔ عِبَادًا مِّثَالُكُمْ (وہ بھی تم ہی جیسے بندے ہیں) یعنی وہ تمہاری طرح مخلوق و مملوک ہیں۔ فَادْعُوهُمْ (پس تم ان کو پکارو) حصول نفع یا دفع ضرر کے لیے فَلْيَسْتَجِيبُوا لَكُمْ (پھر ان کو چاہئے کہ تمہارا کہنا مانیں) پس چاہیے کہ وہ جواب دیں اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ (اگر تم سچے ہو) اس بات میں کہ وہ الہہ ہیں۔ پھر اسی بات کا ابطال کیا کہ وہ تم جیسے بھی ہوں۔

بے بسوں کی عبادت کیوں؟

آیت ۱۹۵: اَلَهُمْ اَرْجُلٌ يَمْشُونَ بِهَا (کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے وہ چلتے ہیں) تمہاری طرح چلنا۔ اَمْ لَهُمْ اَيْدٍ يَبْطِشُونَ بِهَا (یا ان کے ہاتھ ہیں جن سے کسی چیز کو پکڑتے ہیں) جن سے وہ چیزیں لیں۔ پکڑیں اَمْ لَهُمْ اَعْيُنٌ يُّبْصِرُونَ بِهَا (یا ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے ہوں) اَمْ لَهُمْ اُذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا (یا ان کے کان ہیں جن سے وہ سنتے ہوں) پس پھر تم ان کی

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ ﴿١٩٩﴾ وَإِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ

معاف کرنے کو اختیار کیجئے اور نیک کاموں کا حکم دیجئے اور جاہلوں سے کنارہ کیجئے اور اگر آپ کو شیطان کی طرف سے

الشَّيْطَانِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۖ إِنَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٢٠٠﴾

کوئی وسوسہ آنے لگے تو اللہ کی پناہ مانگ لیجئے۔ بلاشبہ وہ سننے والا جاننے والا ہے۔

کیوں عبادت کرتے ہو جو تم سے کم تر ہیں۔

میرے خلاف زور لگا لو:

قُلْ اَدْعُوا شُرَكَاءَكُمْ (آپ کہہ دیں کہ تم اپنے سب شرکاء کو بلاؤ) میری دشمنی میں ان سے مدد حاصل کرو۔ ثُمَّ كَيْدُونَ (پھر تدبیر کرو میرے متعلق) تم اور تمہارے شرکاء مل کر۔

قراءت: کیدونی۔ یعقوب نے پڑھا ابو عمرو نے وصل میں اس کی موافقت کی۔ فَلَا تَنْظُرُونَ (پھر مجھ کو ذرا مہلت نہ دو) مجھے تمہاری کوئی پرواہ نہیں مشرکین آپ کو اپنے شرکاء سے ڈراتے تھے پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کو اس طرح خطاب فرمائیں۔ قراءت: فلا تنظرون یعقوب نے پڑھا۔

میرا کارساز اللہ ہے اُس کا یہ حکم نامہ ہے:

آیت ۱۹۶: اِنَّ وَلِيََّ (یقیناً میرا مددگار اللہ تعالیٰ ہے) تمہارے خلاف میرا مددگار اللہ الَّذِي نَزَّلَ الْكِتٰبَ (جس نے یہ کتاب اتاری) جس نے میری طرف وحی بھیجی اور رسالت کے اعزاز سے نوازا۔ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ (اور وہ نیکوں کی مدد کیا کرتا ہے) اس کا طریقہ یہی ہے کہ وہ اپنے بندوں میں سے صالحین کی مدد کرتا ہے اور ان کو رسوا نہیں کرتا۔

جو اپنی مدد نہ کر سکے تمہاری کیا مدد کرے گا:

آیت ۱۹۷: وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ (اور تم جن لوگوں کی اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو) اللہ تعالیٰ کے سواء۔ لَا يَسْتَعِيْظُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَا اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ (وہ تمہاری کچھ مدد نہیں کر سکتے نہ وہ اپنی مدد کر سکتے ہیں)

۱۹۸: وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَسْمَعُوْا وَاَتٰهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ (اور اگر تم انکو کوئی بات بتلانے کیلئے پکارو تو نہیں سنتے اور آپ دیکھتے ہیں کہ گویا وہ آپ کی طرف دیکھ رہے ہیں) وہ تمہاری طرف دیکھنے والوں کے مشابہ ہیں کیونکہ انہوں نے اپنے بتوں کی تصاویر ایسی بنا رکھی تھیں جیسے کوئی کسی چیز کو ٹکلی باندھ کر دیکھ رہا ہو۔ وَهُمْ لَا يَبْصُرُوْنَ (حالانکہ وہ کچھ بھی نہیں دیکھتے) دیکھی ہوئی چیز۔

عفو و درگزر سے کام لیں اور جاہلوں کو مٹ نہ لگائیں:

آیت ۱۹۹: خُذِ الْعَفْوَ (سرسری برتاؤ کو آپ قبول کریں) یہ جہد کی ضد ہے۔ یعنی لوگوں کے اخلاق و افعال میں سے جو آپ

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طَٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُبْصِرُوْنَ ۝۲۱

بلاشبہ جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہیں جب ان کو شیطان کی طرف سے کوئی خطرہ پہنچ جاتا ہے تو وہ ذکر میں لگ جاتے ہیں۔ سوا چنانچہ ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں

وَاِخْوَانُهُمْ يَمُدُّوْنَهُمْ فِی الْغٰیِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُوْنَ ۝۲۲ وَاِذَا الْمَرْتَاتِھُمْ بِاٰیَةِ قَالُوْا

اور جو لوگ شیطان کے بھائی ہیں شیاطین ان کو گمراہی میں کھینچے چلے جاتے ہیں سو وہ کی نہیں کرتے۔ اور جب آپ ان کے پاس کوئی نشانی نہ لائیں تو کہتے ہیں

لَوْ لَا اٰجَبْتِھَا قُلْ اِنَّمَا اتَّبِعُ مَا یُوْحٰی اِلَیَّ مِنْ رَّبِّیْ ۚ هٰذَا بَصٰٓءِرُ مَنْ

کہ آپ نے یہ معجزہ کیوں نہ اختیار کیا؟ آپ فرمادیجئے میں تو صرف اس کا اتباع کرتا ہوں جو میرے رب سے میری طرف وحی کی جاتی ہے یہ تمہارے رب کی طرف

رَبِّکُمْ وَھٰدٰی وَرَحْمَۃٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ۝۲۳

سے بصیرت کی باتیں ہیں اور ہدایت ہیں اور رحمت ہیں ان لوگوں کے لئے جو ایمان لاتے ہیں۔

معاف فرمائیں اور ان سے ایسی مشقت نہ لیں جو ان پر گراں گزرے جس سے وہ متنفر ہو جائیں۔ جیسا کہ رسول اللہ نے خود ارشاد فرمایا یَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا (بخاری و مسلم) آسانی کرو۔ تنگی نہ کرو۔ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ (اور نیک بات کی تعلیم کر دیا کریں) عمدہ افعال یا ہر وہ خصلت جو عقل کی نگاہ میں درست ہو اور شرع بھی اس کو قبول کرے۔ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰہِلِیْنَ (اور جاہلوں سے کنارہ کش ہو جایا کریں) بیوقوفوں سے انکے افعال کا بدلہ اسی طرح کے افعال سے نہ چکاؤ اور نہ ان سے جھگڑنے میں پڑو بلکہ انکے ساتھ حوصلہ سے پیش آؤ۔ حضرت جبریلؑ نے اسکی تفسیر اسی ارشاد سے کی۔ صِلْ مَنْ قَطَعَكَ وَاَعْطِ مَنْ حَرَمَكَ وَاَعْفِ عَمَّنْ ظَلَمَكَ تو قاطع رحم سے صلہ رحمی کر اور محروم کو دے۔ اور جس نے زیادتی کی اس کو معاف کر دے۔ (طبری) جعفر صادقؑ سے مروی ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو مکارم اخلاق کا حکم دیا اور یہ آیت قرآن مجید میں مکارم اخلاق کو سب سے زیادہ جمع کرنے والی ہے۔ وسوسہ کے ازالہ کے لئے استعاذہ ضروری:

آیت ۲۰۰: وَاِمَّا یَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ (اور اگر کوئی وسوسہ شیطان کی طرف سے آنے لگے) اگر شیطان کی طرف سے پہنچے اس طرح کہ وہ وسوسہ اندازی سے اس کے خلاف آمادہ کرنے کو کوشش کرے۔ جس کا آپ کو حکم ملا ہے۔ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ (تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کریں) اس کی بات مت مانیں۔ نمبر ۱۔ النزغ اور الخس کا معنی چوکا لگانا۔ گویا وہ لوگوں کو انگلیوں سے گچو کا لگاتا ہے جب کہ ان کو گناہوں پر آمادہ کرتا ہے۔ یہاں النزغ کو النازغ قرار دیا۔ کہا جاتا ہے جَدَّ جَدَّہ اس نے پورا زور لگایا۔ نمبر ۲۔ نزغ شیطان سے مراد غصہ بھڑکانا۔ جیسا کہ ابو بکر صدیقؓ کا قول ان لی شیطان یعتربنی میرا شیطان مجھے غصہ دلاتا ہے۔ اِنَّہٗ سَمِیْعٌ (بے شک وہ خوب سننے والا) اس کے کچو کے کو عَلِیْمٌ (خوب جاننے والا ہے) اس کے دفاع کو جانتا ہے۔

متقین کا وسوسہ میں طریق:

آیت ۲۰۱: اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طَٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ (یقیناً جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں جب ان کو کوئی شیطانی وسوسہ

آجاتا ہے) قراءت: طیف کی بصری علی نے پڑھا۔ طائف کا معنی لقمہ، وسوسہ، اثر۔ یہ طاف بہ الخیال بطیف طیف سے اس میں ایک تصویر خیالی آگئی۔ بقول ابو عمرو یہ دونوں ایک ہیں اور یہ وسوسہ ہے یہ دراصل اس کی تاکید ہے۔ جو اس سے قبل شیطان سے استعاذہ کو لازم قرار دیا گیا۔ جبکہ وہ کچھ کا لگائے۔ متقین کی عادت ہے کہ جب ان کو معمولی سا شیطانی وسوسہ آتا ہے۔ یا آنے لگتا ہے۔ تَذَكُّرُوا (وہ یاد میں لگ جاتے ہیں) اس کو یاد کر لیتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق حکم دیا۔ اور جس سے روکا۔ فَاِذَا هُمْ مُبْصِرُونَ (پس یکا یک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں) اسی وقت وہ سیدھا راستہ دیکھ لیتے ہیں۔ اور اپنے وسوسے کو دور کر لیتے ہیں۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ وہ شیطان سے اللہ تعالیٰ کی طرف بھاگتے ہیں تو ان کی بصیرت اللہ تعالیٰ کے متعلق اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑھادی جاتی ہے۔

اخوانِ شیطین گمراہی کا شکار رہتے ہیں:

آیت ۲۰۲: وَ اٰخْوَانُهُمْ (اور جو شیطین کے تابع ہیں) باقی شیطان انس میں سے جو شیطین کے بھائی ہیں۔ تو شیطین یَمْدُوْنَهُمْ فِی الْغٰی (وہ ان کو گمراہی میں کھینچتے ہیں) ان کو گمراہی میں مدد دیتے ہیں اور ان کے دست و بازو بنتے ہیں۔ قراءت: یَمْدُوْنَهُمْ امداد سے مدنی نے پڑھا ہے۔ ثُمَّ لَا یُقْصِرُوْنَ (پھر وہ باز نہیں آتے) پھر وہ اپنے اغوا سے باز نہیں رہتے بلکہ اس پر اصرار کرتے ہیں۔ اور اس سے رجوع نہیں کرتے اور یہ بھی درست ہے کہ اخوان سے مراد شیطین لیے جائیں اور متعلق بہ کی ضمیر جاہلوں کی طرف راجع ہو مگر پہلی تفسیر زیادہ بہتر ہے۔ کیونکہ اخوانہم کا لفظ یہ الذین اتقوا کے مقابلہ میں لایا گیا ہے۔ اور اخوانہم میں ضمیر کو جمع جنس کی وجہ سے لایا گیا۔ اگرچہ شیطان کا لفظ مفرد لایا گیا ہے۔

منہ مانگی نشانی طلب کرنے والوں کو جواب:

آیت ۲۰۳: وَ اِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰیَةٍ (اور جب آپ کوئی معجزہ ان کے سامنے ظاہر نہیں کرتے) جو وہ منہ سے مانگتے تھے۔ قَالُوْا لَوْلَا جِئْتَنَا بِاٰیَةٍ (تو وہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ یہ معجزہ کیوں نہ لائے) تم کیوں نہ گھڑ لائے جیسا کہ پہلے گھڑ کر لائے۔ (نعوذ باللہ) قُلْ اِنَّمَا اَتَّبِعُ مَا یُوحِیْ اِلَیَّ مِنْ رَّبِّیْ (تو آپ کہہ دیں کہ میں اس کا اتباع کرتا ہوں جو میرے رب کی طرف سے میرے پاس وحی کے ذریعے پہنچتا ہے) میں ان کو اپنی طرف سے ایجاد کرنے والا نہیں ہوں۔ هٰذَا بَصَاۤیِرُ مِنْ رَّبِّکُمْ (یہ تمہارے رب کی طرف سے حکمتوں کا مجموعہ ہے) یہ قرآن تمہارے لیے بصیرت کے دلائل ہیں۔ جس سے وجوہ حق سامنے آتی ہیں۔ وَ هُدًی وَ رَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ (اور ہدایت اور رحمت ہے ان لوگوں کیلئے جو ایمان رکھتے ہیں) اس پر۔

وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿۲۰۴﴾

اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

وَإِذْ كُنَّا فِي نَفْسِكَ نَتَضَرَّعًا وَخِيفَةً وَدُؤُنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ

اور اپنے دل میں عاجزی کرتے ہوئے اور ڈرتے ہوئے اور ایسی آواز سے اپنے رب کو یاد کیجئے جو زور کی بات سے کچھ کم ہو صبح کے وقت

وَالْأَصَالِ وَلَا تَكُنْ مِنَ الْغَافِلِينَ ﴿۲۰۵﴾ إِنَّ الَّذِينَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ

اور شام کے اوقات میں اور غفلت والوں میں سے مت ہو جانا بے شک جو لوگ آپ کے رب کے نزدیک ہیں وہ اس کی عبادت سے

عِبَادَتِهِ وَيَسَبِّحُونَهُ وَلَهُ يَسْجُدُونَ ﴿۲۰۶﴾

تکبر نہیں کرتے اور اس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور اس کو سجدہ کرتے ہیں۔

قراءت قرآن کے وقت استماع و انصات:

آیت ۲۰۴: وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ (اور جب قرآن پڑھا جایا کرے تو اس کی طرف کان لگا دیا کرو اور خاموش رہا کرو اس امید پر کہ تم پر رحمت ہوگی) آیت کا ظاہر استماع اور انصات کو نماز میں قراءت قرآن کے وقت واجب کر رہا ہے۔ اور نماز سے باہر بھی یہی حکم معلوم ہوتا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا معنی ہے کہ جب تم پر اللہ تعالیٰ کے رسول نزول کے وقت قرآن کی تلاوت کریں تو غور سے سنو۔ جمہور صحابہ اس بات کے قائل ہیں کہ یہ آیت مقتدی کے استماع کے لئے ہے دوسرا قول خطبہ کے استماع کے لئے۔

تیسرا قول خطبہ اور نماز دونوں سے متعلق ہے یہ زیادہ درست ہے۔

پست آواز اور عاجزی سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کا حکم:

آیت ۲۰۵: وَإِذْ كُنَّا فِي نَفْسِكَ (اور اپنے رب کو یاد کرو اپنے دل میں) یہ آیت اذکار کے متعلق عام ہے۔ خواہ قراءت قرآنی، دعا، تسبیح، تہلیل وغیرہ ذالک جو بھی ہو۔ تَضَرَّعًا وَخِيفَةً (عاجزی کے ساتھ اور خوف کے ساتھ) اس حال میں کہ تم گڑگڑانے والے ہو۔ اور ڈرنے والے ہو۔ وَدُؤُنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ (اور زور کی آواز کی نسبت کم آواز کے ساتھ) جہر سے کم کلام کرنے والے ہو کیونکہ اخفاء میں زیادہ اخلاص ہے اور تفکر و تدبر کے لیے زیادہ خوب ہے۔ بِالْغُدُوِّ وَالْأَصَالِ (صبح اور شام) اس لیے کہ یہ دونوں وقت فضیلت والے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ استقامت فکر کیساتھ ہمیشہ ذکر کرنا۔ الغدو کا معنی اوقات الغدو ہے اور وہ صبح کے تمام اوقات ہیں۔ الاصال جمع اصل اور اصل جمع اصل اور وہ سورج ڈھلنے کے بعد کا وقت ہے۔ وَلَا تَكُنْ مِنَ الْغَافِلِينَ (اور اہل غفلت میں شامل نہ ہو جاؤ) ان لوگوں میں سے جو اللہ تعالیٰ کی یاد سے غفلت برتتے ہیں۔

مقرنین بارگاہ نہ تو متکبر ہیں اور نہ عبادت میں کسی کو شریک بناتے ہیں:

آیت ۲۰۶: اِنَّ الَّذِیْنَ عِنْدَ رَبِّكَ (بے شک وہ لوگ جو تیرے رب کے پاس ہیں) معزز و مکرم ہیں۔ مکان و جگہ کا قرب مراد نہیں مراد اس سے فرشتے ہیں۔ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهِ (وہ اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے) اس سے تکبر نہیں کرتے۔ بڑے نہیں بنتے وَيُسَبِّحُوْهُ (اور اس کی پاکی بیان کرتے ہیں) اس کو پاک سمجھتے ہیں۔ ان باتوں سے پاک قرار دیتے ہیں جو اس کے لائق نہیں۔ وَلَهُ یَسْجُدُوْنَ (اور اسی کو سجدہ کرتے ہیں) اور اسی کو عبادت کے ساتھ خاص قرار دیتے ہیں۔ اور دوسروں کو اس کا شریک نہیں ٹھہراتے۔

اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ بِحَرَمَةِ النَّبِیِّ الْكَرِیْمِ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالتَّسْلِیْمُ
وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

الحمد لله الذی تم بنعمته السابعة ترجمة سورة الاعراف اثین من جمادی الاخری ۱۴۲۳ھ

سُوْرَةُ الْاَنْفَالِ مَدِيْنَةُ مَكَّةَ وَهِيَ خَمْسُ سُوْرَاتٍ وَعِشْرَةُ اَيَاتٍ

سورة انفال مدینہ میں نازل ہوئی اس میں گھڑ آیت اور دس رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاصْلِحُوْا

یہ لوگ آپ سے انفال کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ آپ فرمادیجئے کہ انفال اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہیں۔ سو تم اللہ سے ڈرو اور آپس میں

ذَاتَ بَيْنِكُمْ وَاَطِيعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ①

تعلقات کو درست کرو اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو اگر تم ایمان والے ہو۔

تقسیم غنائم فقط اللہ اور اس کے رسول کا حق ہے:

آیت ۱: يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ (آپ سے یہ لوگ مال غنیمت کا حکم دریافت کرتے ہیں۔ آپ کہہ دیں۔ یہ غنیمتیں تو اللہ کی ہیں اور رسول اللہ کی ہیں) انفال غنیمت کو کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور عطیہ ہے۔ الْاَنْفَالُ الغنائم بدر کے غنائم کے متعلق مسلمانوں میں اختلاف ہوا کہ اس کا مستحق کون اور تقسیم کس طرح ہے۔ پس انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے استفسار کیا کہ ہم کس طرح تقسیم کریں۔ اور تقسیم میں مہاجرین و انصار یا دونوں ہی کا حق ہے۔ تو جواب آیا کہ ان سے فرمادیں کہ وہ حق رسول اللہ ﷺ کو ہے۔ اور وہی اس سلسلہ میں حاکم ہیں۔ جو چاہیں حکم دیں۔ ان کے علاوہ کسی کو فیصلہ کا اختیار نہیں۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے تذکرے کو اسلئے اکٹھا کیا کیونکہ غنائم کا حکم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ خاص ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی تقسیم کا حکمت کے مطابق حکم دیں گے۔ اور اس کا رسول ﷺ اس حکم کو نافذ کرے گا۔ ان کی تقسیم میں قطعاً کسی کی رائے کا دخل نہیں ہے۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ (اختلاف اور باہمی جھگڑوں میں اللہ سے ڈرو) اور اللہ تعالیٰ کی خاطر بھائی بھائی بن جاؤ۔ وَاصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ (اور اپنے باہمی تعلقات کی اصلاح کرو) اپنے مابین احوال۔ یعنی تمہارے مابین جو حالات ہیں۔ یہاں تک کہ وہ الفت و محبت اور اتفاق کے حالات ہوں۔

زجاج رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ذات بینکم کا معنی حقیقی ملاپ البین ملنا مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے جو حکم دیا ہے۔ اس پر اکٹھے ہو جاؤ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ آیت ہم اصحاب بدر کے متعلق اتری جبکہ ہم نے مال غنیمت کے متعلق اختلاف کیا اور اختلاف شدید ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو ہمارے ہاتھوں سے چھین لیا اور

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ

ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب ان پر اس کی آیات پڑھی

اٰيَتُهُ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝۱۰۱ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ

جاتی ہیں تو ان کے ایمان کو زیادہ کر دیتی ہیں اور وہ اپنے رب ہی پر بھروسہ کرتے ہیں جو نماز کو قائم کرتے ہیں

وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُوْنَ ۝۱۰۲ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَّهُمْ دَرَجَتٌ عِنْدَ

اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو سچے ایمان والے ہیں ان کے لئے ان کے رب کے پاس

رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ ۝۱۰۳ وَرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝۱۰۴

درجات ہیں اور مغفرت ہے اور رزق کریم ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مقرر کر دیا۔ آپ ﷺ نے اس کو مسلمانوں کے درمیان برابر تقسیم کر دیا۔ وَأَطِيعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ (اور اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرو) جس کا تمہیں غنائم وغیرہ کے سلسلہ میں حکم دیا گیا۔ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (اگر تم ایمان والے ہو) کامل الایمان۔

مؤمن کے سامنے ذکر اللہ سے اس کے ایمان میں اضافہ:

آیت ۲: اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ (بے شک ایمان والے) بیشک کامل الایمان الَّذِينَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ (تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں) اللہ تعالیٰ کی عظمت کی خاطر اس کے ذکر سے ان کے دلوں میں خوف پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اس کی عزت و دبدبہ اور جلال سے ان پر ہیبت طاری ہو جاتی ہے۔ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيَتُهُ (جب اللہ کی آیات اُن کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں) یعنی قرآن زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا (تو وہ آیات ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیتی ہیں) انکا اطمینان اور یقین بڑھ جاتا ہے۔ کیونکہ ظہور دلائل مدلول علیہ کو زیادہ قوت بخشنے والا اور اس کے قدموں کو اور مضبوط کرنے والا ہے۔

دوسرا قول یہ ہے ان آیات کے ذریعہ ان کے ایمان میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ان کے نزول سے قبل تو اس کے احکامات پر انکا عمل نہیں تھا۔ (کیونکہ وہ نازل ہی نہ ہوئی تھیں) وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ (اور وہ لوگ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں) وہ اپنے رب پر اعتماد کرتے ہیں اور اپنے رب کے سوا اپنے امور کسی اور کو تفویض نہیں کرتے اور رجاء و خوف بھی صرف اسی سے ہے۔

علاماتِ مؤمنین:

آیت ۳: الَّذِينَ يَقِيْمُونَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنَهُمْ يُنْفِقُوْنَ (جو نماز کو قائم کرتے اور ہم نے ان کو جو کچھ دیا ہے اور وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں) اعمالِ قلوب نری، اخلاص اور توکل اور اعمالِ جوارح نماز و صدقہ کو جمع کر دیا۔

پختہ مؤمن:

آیت ۴: اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا (سچے ایمان والے یہ لوگ ہیں) نمبر ۱۔ یہ مصدر محذوف کی صفت ہے۔ یعنی وہی سچا ایمان رکھتے ہیں۔ نمبر ۲۔ اولئک هم المؤمنون جملے کی یہ تاکید ہے جیسا کہا جاتا ہے۔ ہو عبد اللہ حقاً یعنی یہ بالکل پختہ بات ہے۔

نکتہ: حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے مجھ سے سوال کیا۔ اُمؤمن انت؟ میں نے جواب دیا اگر تم مجھ سے ایمان باللہ، اور ملائکہ اور اس کی کتابوں، اور اس کے رسولوں اور قیامت کے دن اور جنت و دوزخ اور بعث و حساب پر ایمان کے متعلق پوچھتے ہو۔ تو میں مؤمن ہوں اور اگر تیرا سوال انما المؤمنون الایۃ کے متعلق ہے۔ تو پھر مجھے معلوم نہیں کہ آیا میں ان میں سے ہوں یا نہیں؟

اقوالِ ائمہ مجتہدین:

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کہتے ہیں جس کا یہ گمان ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ پر پختہ ایمان رکھتا ہے پھر اس نے یہ شہادت نہ دی کہ وہ جنتی ہے تو گویا اس کا ایمان آدھی آیت پر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح یہ بات قطعی طور پر نہیں کہی جاسکتی کہ وہ قطعی اور یقینی طور پر ثواب پانے والے مؤمنین میں سے ہے۔ اسی طرح قطعی طور پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ قطعی طور پر مؤمن ہے۔ اسی قول کو ان لوگوں نے اختیار کیا ہے۔ جنہوں نے انا مؤمن ان شاء اللہ کا قول کہا ہے۔

مگر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اس بات کے قائل نہیں ہیں۔ ایک دن انہوں نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ کو کہا تم اپنے ایمان میں استثناء کیوں کرتے ہو؟ قتادہ رحمہ اللہ نے جواب دیا ابراہیم علیہ السلام کے اس ارشاد کی اتباع کرتے ہوئے۔ وَالَّذِيْ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْئَتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ (اشعراء: ۸۲) تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے کہا تم ان کے اس قول کی اقتداء کیوں نہیں کرتے اولم تؤمن قال بلی (البقرہ: ۲۶۰) ابراہیم تمہی کہتے ہیں یہ کہو: انا مؤمن حقاً اگر تمہارا قول سچا ہے تو اس کا ثواب پاؤ گے اور اگر تم جھوٹ بول رہے ہو کہ دل سے کافر ہو اور ایمان ظاہر کر رہے ہو۔ تو تمہارا کفر اس قول سے زیادہ شدید اور عذاب کا باعث ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ جو منافق نہیں وہ قطعی مؤمن ہے۔ عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے اس سے استدلال کرتے ہوئے احمد کو فرمایا۔ تیرا کیا نام ہے۔ اس نے کہا احمد! تو آپ نے فرمایا کیا تم کہو گے۔ انا احمد حقاً او انا احمد ان شاء اللہ تو احمد نے کہا میں انا احمد حقاً کہوں گا۔ تو عبد اللہ فرمانے لگے تیرے والد نے جو تیرا نام رکھا ہے اس سے تو تو استثناء نہیں کرتا اور اس کے ساتھ انشاء اللہ نہیں کہتا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں قرآن میں مؤمن کہا تو اس کے ساتھ انشاء اللہ کہتا ہے۔

کَمَا أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ۖ وَإِنَّ فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ لَكُرْهُوْنَ ۖ

جیسا کہ آپ کے رب نے آپ کے گھر سے حق کے ساتھ آپ کو نکالا اور بلاشبہ مومنین کی ایک جماعت کو گراں گزر رہا تھا

يُجَادِلُونَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَأَنَّمَا يُسَاقُونَ إِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُونَ ۖ

وہ آپ سے حق کے بارے میں جھگڑ رہے تھے اس کے بعد اس کا ظہور ہو چکا تھا گو یا کہ وہ موت کی طرف ہانکے جا رہے ہیں اس حال میں کہ وہ دیکھ رہے ہیں

وَإِذْ يَعِدُكُمُ اللَّهُ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ أَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ أَنَّ غَيْرَ ذَاتِ

اور جب اللہ تم سے وعدہ فرما رہا تھا کہ دو جماعتوں میں سے ایک جماعت تمہارے لئے ہے اور تم خواہش کر رہے تھے کہ جو جماعت شوکت والی

الشَّوْكَةَ تَكُونُ لَكُمْ وَيُرِيدُ اللَّهُ أَن يُحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكَافِرِينَ ۖ

نہیں ہے وہ تمہارے لئے ہو جائے اور اللہ چاہتا ہے کہ اپنے کلمات کے ذریعہ حق کا حق ہوتا ثابت فرما دے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے

لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ ۝

تاکہ حق کو سچا کر دے اور باطل کا باطل ہونا ثابت کر دے اگرچہ مجرموں کو ناگوار ہو۔

(خلاصۃ الکلام: پہلے اور دوسرے اقوال میں نزاع لفظی ہے حقیقی نہیں۔ انا مؤمن حقاً کا مطلب یہ ہے کہ میرا ایمان شک و شبہ سے پاک ہے۔ اور انا مؤمن انشاء اللہ کا مطلب یہ ہے کہ انشاء اللہ ایمان پر خاتمہ کی امید ہے قطعی طور پر نہیں کہا جاسکتا)

لَهُمْ دَرَجَاتٌ (ان کے لئے بڑے درجات ہیں) اعمال کے مطابق بعض کے مراتب بعض سے بڑھ کر۔ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ مَغْفِرَةٌ (ان کے رب کے ہاں اور مغفرت ہے) اور ان کی سیئات سے تجاوز و رِزْقٌ کَرِيمٌ (اور عزت کی روزی ہے) کمانے کی مشقت اور حساب کے خطرے سے محفوظ۔

آیت ۵: کَمَا أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بَيْتِكَ (جیسا کہ آپ کے رب نے آپ کو گھر سے روانہ کیا) مَخْرُجًا: کَمَا کا کاف محل نصب میں واقع ہے کیونکہ یہ فعل مقدر کے مصدر کی صفت ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے قل الا نفال استقرت للہ والرسول وثبتت مع کراہتہم ثباتا مثل اخراج ربك ایاک من بیتک و ہم کارہون کہ دیں کہہ غنائم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کیلئے پختہ ہو چکے اور ان کی ناپسندیدگی کے باوجود ثابت ہو چکے پورے طور پر ثابت ہونا جبکہ آپ کو آپ کے رب نے آپ کے گھر سے نکالا اس حال میں کہ وہ اس کو ناپسند کر رہے تھے۔ مِنْ بَيْتِكَ نمبر ۱۔ مدینہ میں حجرات نبوت یا، نمبر ۲۔ مدینہ منورہ مراد ہے۔ کیونکہ وہ آپ کا بیت ہجرت و مسکن ہے اور بیتک سے اختصاص اسی طرح ہے جیسا کہ کسی گھر والے کو اس کے گھر سے خاص کیا جائے۔ بِالْحَقِّ (مصلحت کے ساتھ) ایسا نکلتا جو حکمت و صواب پر مبنی تھا۔ وَإِنَّ فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ

لَكَرْهُونَ (اور مسلمانوں کی ایک جماعت اس کو گراں سمجھتی تھی) **مَنْحُورٌ**: نمبر ۱۔ یہ موضع حال میں ہے تقدیر عبارت یہ ہے۔
 أَخْرَجَكَ فِي حَالٍ كَرَاهَتِهِمْ آپ کو نکالا ان کی کراہت کی حالت میں اور اس کا واقعہ اس طرح ہے۔ (نمبر ۲۔ جملہ مستأنف ہونا ظاہر ہے کیونکہ مدینہ میں سے نکلنا تو کسی کو ناگوار نہ تھا)

اسباب بدر: قریش کا ایک قافلہ بہت بڑے تجارتی مال کیساتھ شام سے واپس لوٹ رہا تھا۔ اس کی حفاظت کیلئے چالیس سواروں کا دستہ تھا۔ قافلہ کی قیادت ابوسفیان بن حرب کے ہاتھ میں تھی۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے نبی اکرم ﷺ کو بتلایا آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو خبر دی۔ قافلہ میں زرکثیر کی بناء پر قافلے کا سامنا مناسب معلوم ہوا (تاکہ جہادی ضرورتوں میں اس مال کو صرف کیا جاسکے) نیز قافلے کی حفاظت پر معمولی دستہ متعین تھا۔

مسلمانوں کا مدینہ سے خروج:

مسلمان جب مدینہ منورہ سے نکلے تو قریش کو اسی وقت اطلاع مل گئی۔ ابو جہل تمام اہل مکہ کو لے کر چڑھ دوڑا۔ یہ کوچ تھا۔ مثال مشہور ہے۔ لا فی العیر ولا فی النفر۔ اس کو بتلایا گیا کہ قافلہ تو طریق ساحل پر بچ نکلا تم لوٹ چلو! اس نے انکار کر دیا۔ وہ اپنے ساتھیوں کو لے کر بدر کی طرف چل دیا۔ بدر ایک پانی کا نام ہے۔ جہاں سال میں ایک مرتبہ بازار لگتا تھا۔ جبریل علیہ السلام آئے اور آ کر بتلایا یا رسول اللہ، اللہ تعالیٰ نے آپ سے دو میں سے ایک گروہ پر کامیابی کا وعدہ فرمایا۔ خواہ قافلہ ہو یا لشکر قریش نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا اور فرمایا۔ قافلہ پسند ہے یا لشکر؟ انہوں نے جواب دیا قافلہ زیادہ پسند ہے بہ نسبت لشکر کا سامنا کرنے کے۔ آپ ﷺ کا چہرہ مبارک بدل گیا۔ پھر آپ نے بات لوٹائی کہ قافلہ تو ساحل بحر پر جا چکا اور یہ ابو جہل آرہا ہے۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ آپ قافلے کا پیچھا کریں۔ دشمن کو چھوڑیں۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کے بیانات:

آپ ﷺ کے غصہ کو دیکھ کر ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کھڑے ہوئے اور بہت خوب بیان کیا پھر سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا آپ اپنے معاملے کو دیکھ کر گزریں اللہ کی قسم۔ اگر آپ عدن ابن تک جائیں تب بھی انصار کا ایک آدمی بھی پیچھے نہ رہے گا۔ پھر مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا اس پر چلے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا۔ آپ ہمیں جہاں لے جائیں جانے کو تیار ہیں۔ ہم اس طرح نہ کہیں گے جیسا بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کو کہا: فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هُنَا قَاعِدُونَ (المائدہ: ۲۴) بلکہ ہم کہتے ہیں: اذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا مَعَكُمْ مَقَاتِلُونَ! آپ اپنے رب کی مدد سے چلے ہم آپ کے ساتھ ملکر لڑیں گے۔ جب تک ایک پلک جھپکنے والی آنکھ باقی ہے۔ اس پر آپ ﷺ بہت خوش ہوئے۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا آپ اپنے ارادہ کو کر گزریں مجھے اس ذات کی قسم ہے جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ اگر آپ ہمیں اس سمندر پر لے جائیں اور اس میں آپ داخل ہو جائیں تو ہم بھی آپ کے ساتھ داخل ہو جائیں گے۔ ایک آدمی بھی ہم میں سے پیچھے نہ رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کی برکت سے ہمیں لے کر چلیں۔

رسول اللہ ﷺ سعد کے قول سے خوش ہو کر نشاط میں آ گئے۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ کی برکت کے ساتھ چلو تم خوش ہو جاؤ۔ اللہ

تعالیٰ نے مجھ سے ایک گروہ پر غلبہ کا وعدہ فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم گویا اب میں کفار کی قتل گاہوں کو آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ بعض صحابہ کرام کی طرف سے ناپسندیدگی کی وجہ **وَإِنَّ فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ لَكُرْهُوْنَ** سے جھگڑا کر رہے تھے تو وہ قافلے کو لشکر پر ترجیح کی بات تھی۔ **بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ** رسول اللہ کے بتلا دینے کے باوجود کہ ان کو فتح ہوگی۔ جدال: سے مراد ان کا یہ قول ہے کہ ہم لشکر کے لئے تیار ہو کر نہیں نکلے۔ آپ ہمیں بتلا دیتے کہ ہم تیاری کر لیتے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ لڑائی کو ناپسند کرتے تھے۔

گھبراہٹ کی کیفیت:

آیت ۶: **يُجَادِلُونَكَ فِي الْحَقِّ** (وہ اس مصلحت میں جھگڑ رہے تھے) وہ حق جس کے متعلق وہ رسول اللہ ﷺ سے جھگڑا کر رہے تھے وہ قافلے کو لشکر پر ترجیح کی بات تھی۔ **بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ** (اس کے ظاہر ہو جانے کے بعد) رسول اللہ ﷺ کے بتلا دینے کے باوجود کہ ان کو فتح ہوگی۔ جدال سے مراد ان کا یہ قول ہے کہ ہم لشکر کیلئے تیار ہو کر نہیں نکلے۔ آپ ہمیں بتلا دیتے تاکہ ہم تیاری کر لیتے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ لڑائی کو ناپسند کرتے تھے۔ **كَأَنَّمَا يُسَاقُونَ إِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُونَ** (کہ گویا کوئی ان کو موت کی طرف ہانکے لئے جاتا ہے اور وہ دیکھ رہے ہیں) ان کی زیادہ گھبراہٹ کو، باوجودیکہ ان کو کامیابی اور غنیمت کی خوشخبری دی جا چکی تھی۔ اس آدمی کی حالت سے تشبیہ دی جس کو قتل کی طرف کھینچ کر لے جایا جا رہا ہو۔ اور ذلت کے ساتھ موت کی طرف دھکیلا جا رہا ہو۔ اور وہ موت کے اسباب کا مشاہدہ کر رہا ہو۔ اور موت کی طرف اس طرح دیکھ رہا ہو کہ اس میں کوئی شک نہ ہو۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ان کا خوف قلت تعداد کی وجہ سے تھا۔ وہ تمام پیدل تھے صرف دو سوار تھے۔

وعدۃ الہی اور قافلہ سے ٹکراؤ کی خواہش:

آیت ۷: **وَإِذْ يَعِدُكُمُ اللَّهُ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ** (اور تم لوگ اس وقت کو یاد کرو جبکہ اللہ تعالیٰ تم کو ان دو جماعتوں میں سے ایک کا وعدہ کرتے تھے) **نَجْحُوْا**: اذکر کا مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ احدى مفعول ثانی ہے۔ **أَنَّهُا لَكُمْ** (کہ وہ تمہارے ہاتھ آجائے گی) احدى الطائفتین سے بدل ہے۔ الطائفتین سے مراد۔ قافلہ اور لشکر تقدیر عبارت یہ ہے **وَإِذْ يَعِدُكُمُ اللَّهُ** ان احدى الطائفتین لکم جب اللہ تعالیٰ نے تم سے وعدہ کیا کہ دو گروہوں میں سے ایک تمہارا ہوگا۔ (اس پر کامیابی دی جائے گی) **وَتَوَدُّوْنَ أَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشُّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ** (اور تم اس تمنا میں تھے کہ غیر مسلح جماعت تمہارے ہاتھ لگے) یعنی قافلہ۔ ذات الشوکة۔ اسلحہ، گروپ۔ شوکت لشکر میں تعداد و تیاری دونوں لحاظ سے تھی۔ یعنی تمہاری تمنا یہ تھی کہ قافلہ تمہارے لئے ہو۔ کیونکہ وہ بے اسلحہ گروہ تھا۔ تم دوسرے گروہ کو نہ چاہتے تھے۔

اللہ کی رضا:

وَيُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُحِقَّ الْحَقَّ (اور اللہ تعالیٰ کو منظور تھا کہ وہ حق کا حق ہونا ثابت کرے) اس کو ثابت اور بلند کریں۔ **بِكَلِمَتِهِ** (اپنے احکام سے) اپنی ان آیات کے ساتھ جو مسلح لشکر کے ساتھ لڑنے کے سلسلہ میں اتاریں اور ان آیات کے ساتھ جن میں فرشتوں کو ان کی مدد کیلئے اترنے کا حکم دیا۔ اور اس کے ساتھ جو اس نے ان کو قتل کرنے اور قلب بدر میں پھینکنے کا حکم دیا۔

اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اِنِّیْ مُمِدُّكُمْ بِالْفِیْ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفٰیۙ ۹

جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے سو اس نے تمہاری دعا قبول فرمائی کہ میں ایک ہزار فرشتوں کے ذریعہ تمہاری مدد کروں گا جو مسلسل آتے رہیں گے

وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰی وَلِتَطْمَیْنَۤ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ

اور اللہ نے اس امداد کو نہیں بنایا مگر بشارت اور تاکہ مطمئن ہو جائیں تمہارے دل اور مدد صرف اللہ کی

عِنْدَ اللّٰهِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ۱۰

طرف سے ہے۔ بے شک اللہ غلبہ والا حکمت والا ہے۔

وَيَقْطَعُ ذَابِرَ الْكٰفِرِیْنَ (اور کافروں کی جڑ کاٹ دے) ان کے آخر کو، الذابِر آخر کو کہتے ہیں۔ یہ دبر سے فاعل کا صیغہ ہے جبکہ وہ پیٹھ پھیرے قطع ذابریہ استیصال کی تعبیر ہے۔ یعنی تم جلد ملنے والا فائدہ چاہتے تھے اور سطحی معاملات۔ اور اللہ تعالیٰ بلند معاملات اور حق کی مدد، کلمہ حق کی برتری چاہتے تھے اور دونوں مقاصد میں بہت فرق ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے مسلح لشکر کو پسند کیا۔ اور تمہارے ضعف کے ذریعہ ان کی قوت کو پارہ پارہ کر دیا اور تمہیں عزت بخشی جبکہ ان کو ذلیل کر دیا۔

اثباتِ اسلام اور ابطالِ باطل:

آیت ۸: لِيُحَقِّقَ الْحَقُّ (تاکہ حق کا حق ہونا) نمبر ۱۔ یہ یقطع سے متعلق ہے نمبر ۲۔ فعل محذوف کے متعلق ہے جس کی تقدیر عبارت یہ ہے: لِيُحَقِّقَ الْحَقُّ۔ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ (اور باطل کا باطل ہونا ثابت کر دے) فعل ذلک تاکہ وہ حق کو ثابت کر دے اور باطل کو بے کار کر دے اس نے ایسا کر دیا۔ مقدر کو آخر میں اس لئے ذکر کیا تاکہ اختصاص کا فائدہ حاصل ہو یعنی اس کو انہی دو اغراض کی خاطر کیا اور وہ اظہار و اثباتِ اسلام اور احق و ابطالِ کفر ہے اس میں تکرار نہیں کیونکہ پہلی مرتبہ دونوں ارادوں میں فرق و امتیاز کیلئے لائے۔ اور یہ دوسری مرتبہ مسلح لشکر کو دوسرے گروہ کے مقابلہ میں ترجیح دینے اور مسلمانوں کو ان پر غلبہ دینے کا کیا مقصد تھا اس کی وضاحت و بیان کیلئے لائے۔ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ (اگرچہ مجرم لوگ یہ ناپسند ہی کریں) اس کو مشرک اگرچہ ناپسند کریں۔

اللہ سے استغاثہ:

آیت ۹: اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ (اور یاد کرو جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے) نَحْوُ: یہ اذیعدکم سے بدل ہے۔ نمبر ۲۔ لِيُحَقِّقَ الْحَقُّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ کے متعلق ہے۔ جب صحابہ کرام کو یقین ہو گیا کہ لشکر کا سامنا بہر صورت ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کو پکارنے لگے اور کہنے لگے اے ہمارے رب انصرنا علی عدوك تو اپنے دشمن پر ہمیں فتح دے۔ یا غیاث المستغیثین اغثنا اے ہمارے فریادرس ہماری فریادری فرما۔ استغاثہ طلبِ غوث کو کہتے ہیں۔ اور طلبِ غوث کا معنی ہے ناپسند

حالت سے چھٹکارا پانا۔ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ (پھر اللہ تعالیٰ نے تمہاری سن لی) پس اسے قبول فرمایا۔ اِنِّیْ مُمِیْدٌ کُمْ (کہ میں تم کو مدد دوں گا) اصل بِاِنِّیْ مُمِیْدٌ کُمْ ہے جار کو حذف کر دیا اور استجاب کو اس پر مسلط کر دیا پس اس نے محل کو نصب دی۔ بِالْفِیْ قِنْ الْمَلٰٓئِکَةِ مُرْدِفِیْنَ (ایک ہزار فرشتوں سے جو سلسلہ وار چلے آئیں گے) قراءت: مدنی نے مردفین پڑھا ہے جبکہ دوسروں نے مردفین پڑھا ہے۔ کسرہ کی بناء پر معنی انہوں نے دوسروں کا پیچھا کیا۔ اور فتح کی صورت میں ہر فرشتہ دوسرے کے پیچھے آیا۔ کہا جاتا ہے ردفہ جبکہ وہ اس کا پیچھا کرے اور اردفہ ایسا، میں نے اس کا پیچھا کیا۔

نصرت ملائکہ تو اطمینان قلبی کے لئے ہے:

آیت ۱۰: وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ (اور اللہ تعالیٰ نے یہ امداد نہیں عطاء کی) یعنی وہ امداد جس پر ممد کم دلالت کرتا ہے۔ اِلَّا بُشْرٰی (مگر صرف بشارت کیلئے) مگر وہ تمہارے لئے نصرت کی بشارت وَلِتَطْمَیْنَ بِہٖ قُلُوْبُکُمْ (اور تاکہ تمہارے دلوں کو اطمینان ہو جائے) یعنی تم نے فریاد طلب کی اور اپنی قلت کی بناء پر گڑ گڑائے پس ملائکہ کے ذریعہ امداد وہ تمہارے لئے نصرت کی خوشخبری اور تسکین کا باعث تھی۔ اور تمہارے دلوں کیلئے ڈھارس تھی۔ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ (اور نصرت صرف اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے) یعنی تم وہ مدد ملائکہ کی طرف سے مت سمجھو اصل مددگار تمہارے لئے اور فرشتوں کیلئے اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ نمبر ۲۔ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ مدد ملائکہ وغیرہ اسباب سے نہیں بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے منصور وہ ہے جس کی اللہ تعالیٰ مدد کرے۔

کیا فرشتے براہ راست لڑے؟

بدر کے دن فرشتوں کے براہ راست لڑنے کے متعلق اختلاف ہے۔ نمبر ۱۔ جبریل علیہ السلام پانچ سو فرشتوں کے ساتھ اسلامی لشکر کے میمنہ پر اترے جس میں ابو بکر رضی اللہ عنہ تھے۔ اور میکائیل علیہ السلام پانچ سو کے ساتھ میسرہ پر اترے۔ جس میں علی رضی اللہ عنہ تھے۔ فرشتے انسانی صورت میں سفید لباس اور سفید عمامے زیب تن کرنے والے تھے۔ اور پگڑیوں کے شملے کندھوں کے درمیان ڈالنے والے تھے۔ اور انہوں نے باقاعدہ لڑائی کی یہاں تک کہ ابو جہل نے عبد اللہ بن مسعود کو کہا ہمیں تلوار کی ضرب کہاں سے آتی تھی جبکہ ہم کسی ذات کو نہ دیکھتے تھے۔ تو عبد اللہ نے جواب دیا وہ ضرب ملائکہ کی طرف سے تھی۔ اس نے کہا وہ ہم پر غالب آئے نہ کہ تم۔ نمبر ۲۔ فرشتے اترے تعداد بڑھانے اور مسلمانوں کو ثابت قدم رکھنے کیلئے انہوں نے قتال نہیں کیا۔ ورنہ ایک فرشتہ پوری دنیا کو ہلاک کرنے کیلئے کافی ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ (بیشک اللہ زبردست) اپنے دوستوں کی مدد کیلئے حَکِیْمٌ (حکمت والے ہیں) اپنے دشمنوں کو مغلوب کرتے ہیں۔

اِذْ يُغَشِّيكُمُ النُّعَاسُ اَمْنَةً مِّنْهُ وَيُنْزِلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَكُمُ

جب چین دینے کے لئے اللہ اپنی طرف سے تم پر اونگھ طاری فرما رہا تھا اور تم پر آسمان سے پانی نازل فرما رہا تھا تاکہ تمہیں پاک کر دے

بِهٖ وَيُذْهِبَ عَنْكُمُ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وَلِيَرْبِطَ عَلٰی قُلُوْبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهٖ الْاَقْدَامَ ۝۱۱

اور تم سے شیطان کے دوسے کو دور فرما دے اور تاکہ تمہارے دلوں کو مضبوط کر دے اور اس کے ذریعہ قدموں کو جما دے۔

غلبہ اونگھ:

آیت ۱۱: اِذْ يُغَشِّيكُمُ (یاد کرو جب اللہ تعالیٰ تم پر طاری کر رہا تھا) مَخْمُومٌ: یہ اذیعہ کم سے دوسرا بدل ہے۔ نمبر ۲۔
النصر کی وجہ سے منصوب ہے۔ نمبر ۳۔ اذکر مضمومان کر منصوب ہے۔

قراءت: مدنی نے یغشیکم پڑھا ہے۔ النُّعَاسُ (اونگھ) نیند۔ دونوں قراءتوں کے مطابق فاعل اللہ ہی ہے۔ مکی اور ابو عمرو نے یغشاکم النعاس پڑھا ہے۔ اَمْنَةً (چین دینے کیلئے) نمبر ۱۔ یہ مفعول لہ ہے۔ جب تم امن کیلئے اونگھ رہے تھے۔ ای لا منکم، نمبر ۲۔ مصدر ہے پس تم امن میں ہو گئے امن میں ہونا۔ نیند سے رعب چلا جاتا ہے اور نفس کو آرام ملتا ہے۔ قِنُّہُ (اپنی طرف سے) یہ امنہ کی صفت ہے یعنی امنہ حاصلہ لکم وہ امن جو تمہیں اللہ کی طرف سے حاصل ہونے والا تھا۔

نزول کی مطر:

وَيُنْزِلُ (اور برسا رہا تھا) تمام قراء نے تشدید سے پڑھا جبکہ مکی و بصری نے یُنْزِلُ تخفیف سے پڑھا ہے۔ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً (تم پر آسمان سے پانی) بارش لِيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ (تاکہ اس پانی سے تم کو پاک کر دے) پانی کے ذریعہ حدث اور جنابت سے وَيُذْهِبَ عَنْكُمُ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ (اور تم سے شیطان کے دوسرے کو دور کر دے) نمبر ۱۔ ان کی طرف جو دوسرے ڈالتا اور پیاس سے ڈراتا ہے۔ نمبر ۲۔ احتلام کے ذریعے جنابت سے کیونکہ احتلام شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔ اور ان کے دل میں یہ دوسرے پیدا کیا کہ جنابت کی حالت میں مد نہیں ہے۔ وَلِيَرْبِطَ عَلٰی قُلُوْبِكُمْ (اور تمہارے دلوں کو مضبوط کر دے) صبر کے ذریعہ وَيُثَبِّتَ بِهٖ الْاَقْدَامَ (اور تمہارے پاؤں جما دے) پانی کے ساتھ مسلمانوں کے قدم ریت میں دھنس دھنس جاتے تھے۔ نمبر ۲۔ ربط کے ذریعہ کیونکہ جب دل میں صبر پختہ ہو جائے تو لڑائی میں قدم خود مضبوط ہو جاتا ہے۔

اِذْ يُوحِي رَبُّكَ اِلَى الْمَلَائِكَةِ اَنِيْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَالِقِيْ فِيْ قُلُوْبِ

جب کہ آپ کا رب فرشتوں کو حکم دے رہا تھا کہ بلاشبہ میں تمہارے ساتھ ہوں سو تم ایمان والوں کو جماؤ میں عنقریب کافروں کے

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا الرَّعْبَ فَاُضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ۝۱۲

اور ان کے ہر پورے پر مارو۔

سو تم گردنوں پر مارو

دلوں میں رعب ڈال دوں گا۔

فرشتوں کو ہمت بڑھانے کے حکم والا:

آیت ۱۲: اِذْ يُوحِيْ (اس وقت کو یاد کرو جب حکم دیتا تھا) مِّنْجُوْرٍ: اذیعہدکم سے بدل سوم ہے۔ نمبر ۲۔ یثبت سے منصوب ہے۔ رَبُّكَ اِلَى الْمَلَائِكَةِ اِنِّيْ مَعَكُمْ (آپ کا رب فرشتوں کو کہ میں تمہارے ساتھ ہوں) مدد کے ساتھ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (تم سب ایمان والوں کی ہمت بڑھاؤ) بشارت کے ساتھ۔ فرشتہ انسانی صورت میں صف کے آگے چلتا اور کہتا ابشروا فان الله ناصرکم۔ خوشخبری ہو اللہ تعالیٰ تمہارا ناصر ہے۔ سَالِقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا الرَّعْبَ (میں ابھی کفار کے قلوب میں رعب ڈالے دیتا ہوں) خوف سے ان کے دل کو بھرتا۔

قراءت: شامی، علی نے الرَّعْبَ پڑھا ہے۔۔

کفار کی گردنیں اڑادو:

فَاُضْرِبُوْا (پس تم مارو) مسلمانوں کو حکم دیا نمبر ۲۔ ملائکہ کو اس میں دلیل ہے کہ ملائکہ نے قتال کیا۔ فَوْقَ الْاَعْنَاقِ (گردنوں پر) نمبر ۱۔ یعنی گردنوں کے اوپر والے حصے جو کہ ذبح کے مقامات ہیں تاکہ سراسر اڑائے جائیں۔ نمبر ۲۔ سر مراد ہیں کیونکہ گردنوں پر سر ہی ہوتا ہے۔ مطلب کھوپڑی پر مارتا ہے۔ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ (اور ان کے پور پور پر مارو) وہ انگلیاں ہیں۔ مراد اطراف ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ تم ان کے قتل کے مقامات اور اطراف جسم دونوں پر مارو۔ ضرب مقتل پر پڑے یا غیر مقتل پر ان دونوں اقسام میں ضرب مشتمل ہونی چاہیے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَاقُّوا اللّٰهَ وَرَسُولَهُۥ وَمَنْ يُشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُۥٓ فَاِنَّ اللّٰهَ

یہ اس وجہ سے کہ بلاشبہ انہوں نے اللہ کی اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کی اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرے سو اللہ

شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۱۳ ذٰلِكُمْ فَذُقُوْهُ وَاَنَّ لِلْكَافِرِيْنَ عَذَابَ النَّارِ ۱۴

سخت سزا دینے والا ہے۔ سو یہ سزا تم چکھو اور بلاشبہ کافروں کے لئے دوزخ کا عذاب ہے۔

يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا لَقِيْتُمْ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحٰفًا فَلَا تُولُوْهُمْ الْاَدْبَارَ ۱۵

اے ایمان والو! جب تم کافروں سے دو بدو مقابل ہو جاؤ تو ان سے پشت مت پھیرد

وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهُۥٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحِيْزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَاءَ

اور اس دن بجز اس شخص کے جو لڑائی کیلئے رخ بدلنے والا ہو یا اپنی جماعت کی طرف پناہ لینے والا ہو جو شخص پشت پھیرے گا سو وہ

بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَلُوْهُ جَهَنَّمُ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۱۶

اللہ کے غصہ کو لے کر لوٹا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بری جگہ ہے۔

یہ سزا اللہ اور رسول (ﷺ) کی مخالفت کی وجہ سے ملی:

آیت ۱۳، ۱۴: ذٰلِكَ (یہ) یہ ضرب، قتل، جلد پہنچنے والی سزا تمام کی طرف اشارہ ہے۔ یہ مبتداء ہے۔ بِاَنَّهُمْ شَاقُّوا اللّٰهَ وَرَسُولَهُۥ (اس بات کی سزا ہے کہ انہوں نے اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کی) اس کی خبر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ عذاب ان پر مخالفت خدا و رسول کی وجہ سے پڑا۔ شَاقُّوا کا لفظ الشق سے ہے۔ ہر دشمنی کرنے والا ایک جانب اور دوسری جانب اس کا مقابل کذا المعادة و المخاصمة کیونکہ ایک ایک جانب اور دوسرا دوسری جانب ہوتا ہے۔ وَمَنْ يُشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُۥ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (اور جو اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ سخت سزا دیتے ہیں) ذٰلِكَ کا کاف میں خطاب رسول سے ہے یا ہر فرد اور ذلکم میں بطور التفات کے کفار کو خطاب ہے۔ ذٰلِكُمْ محل رفع میں ہے۔ نمبر ۱۔ ذلکم العذاب نمبر ۲۔ العذاب ذلکم۔ فَذُقُوْهُ وَاَنَّ لِلْكَافِرِيْنَ عَذَابَ النَّارِ (سو یہ سزا تم چکھو اور بلاشبہ کافروں کے لئے دوزخ کا عذاب ہے) واو، مع کے معنی میں ہے۔ یعنی ذوقوا لهذا العذاب العاجل مع الآجل الذی لکم فی الآخرة اس جلد ملنے والے عذاب کو چکھو اس کے ساتھ مؤجل عذاب آخرت کا تیار ہے۔ گویا ظاہر کو ضمیر کی جگہ لایا گیا۔

دو بدو جنگ کے احکامات:

آیت ۱۵: يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا لَقِيْتُمْ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحٰفًا (اے ایمان والو! جب تم کافروں سے دو بدو مقابل ہو جاؤ)

فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ قَتَلَهُمْ وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ

سو تم نے انہیں قتل نہیں کیا اور لیکن اللہ نے انہیں قتل کیا اور جب آپ نے پھینکا تو آپ نے نہیں پھینکا لیکن اللہ نے پھینکا

وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِينَ مِنْهُ بَلَاءً حَسَنًا إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۱۷ ذَلِكُمْ وَأَنَّ اللَّهَ

اور تاکہ اللہ مؤمنین کو اپنی طرف سے اچھا انعام دے بے شک اللہ سنے والا جاننے والا ہے۔ یہ بات ہے اور بلاشبہ اللہ

مُوهِنٌ كَيْدَ الْكَافِرِينَ ۱۸

کافروں کی تدبیر کو کمزور کرنے والا ہے۔

یہ الذین کفروا سے حال ہے۔ الزحف وہ لشکر جو کثرت کی وجہ سے اس طرح نظر آئے گویا وہ ریگ رہا ہے۔ یہ زحف الصبی سے بنا ہے۔ جبکہ وہ اپنے سرینوں پر آہستہ آہستہ سرکنے لگے۔ مصدر سے بطور نام کے استعمال ہوتا ہے۔ فَلَا تُؤْكُلُوهُمْ إِلَّا ذُبَارًا (تو ان سے پشت مت پھیرنا) ان سے شکست کھا کر مت پھرو۔ یعنی جب ان سے لڑائی میں سامنا کرو، ان کی تعداد زیادہ اور تمہاری کم ہو تو پیٹھ پھیر کر نہ بھاگو۔ چہ جائیکہ تم تعداد میں ان سے قریب یا برابر ہو۔ نمبر ۲۔ مؤمنین سے حال ہے۔ نمبر ۳۔ فریقین سے حال ہے جب تم اور وہ گڈمڈ ہو کر لڑو۔

بھاگنے والے کے جرم کی شدت:

آیت ۱۶: وَمَنْ يُؤْلِهِمْ يَوْمَ ذُبُرَةٍ إِلَّا مَتَحَرِّفًا (اور جو شخص ان سے اس موقع پر پشت پھیرے گا۔ مگر ہاں جو پینتر ابدلتا ہو) مائل ہونے والا۔ لِقَتَالٍ (لڑائی کیلئے) وہ مڑ کر حملہ کرنے کیلئے پسپا ہوتا ہے دشمن کو خیال ہو کہ بھاگ گیا پھر اس پر مڑ کر حملہ آور ہو۔ یہ ایک جنگی طرز ہے۔ اَوْ مُتَحَيِّزًا (یا ملنے والا ہو) اِلَىٰ فِتْنَةٍ (اپنی جماعت کی طرف) پناہ لینے آتا ہو وہ متشکی ہے ملنے والا ہو مسلمانوں کی جماعت جو اس کی پشت میں ہو۔

نَجْمٌ: یہ دونوں یولہم کی ضمیر فاعلی سے حال ہیں۔ فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ وَمَا وَدَّ جَهَنَّمَ وَبَشَسَ الْمَصِيرُ (وہ اللہ تعالیٰ کے غضب میں آجائے گا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے) متحیز کا وزن متفعّل ہے متفعّل نہیں کیونکہ وہ حازر، بحوز سے ہے اس سے متحوز، متفعّل بنتا ہے نہ کہ متحیز۔

ایک مشت خاک کا اعجاز:

آیت ۱۷: جب اہل مکہ کی قوت ٹوٹ گئی اور قتل و قید ہو گئے۔ تو قاتل تفاخر کے طور پر قتلٹ اور اُسرت کہنے لگے تو ان کو کہا گیا۔ فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ قَتَلَهُمْ (پس تم نے ان کو قتل نہیں کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو قتل کیا) مخذوف شرط کے جواب میں ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ ان افتخرتم بقتلہم فانتم لم تقتلوہم اگر تم ان کے قتل پر فخر کرتے ہو تو تم نے ان کو قتل نہیں کیا۔ جب جبریل علیہ السلام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا ایک مٹھی مٹی لے کر ان کی طرف پھینکو۔ آپ نے پھینکا اور بددعا فرمائی شاہت الوجہ

اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَاءَكُمْ الْفَتْحُ ۚ وَاِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَعُوْدُوْا

اگر تم فیصلہ چاہتے ہو تو فیصلہ تمہارے سامنے آچکا ہے اور اگر تم باز آ جاؤ تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اور اگر تم پھر وہی کام کرو گے

نَعْدُ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِتْنَتُكُمْ شَيْئًا وَّلَوْ كَثُرَتْ ۚ وَاِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۱۹

تو ہم بھی وہی کام کریں گے اور تمہاری جماعت ہرگز تمہارے کچھ کام نہ آئے گی۔ اگرچہ کثیر تعداد میں ہو اور بلاشبہ اللہ ایمان والوں کے ساتھ ہے۔

کوئی مشرک ایسا نہ رہا مگر وہ اپنی آنکھیں ملنے میں مشغول ہو گیا پس کفار شکست کھا گئے۔ کہا گیا: وَمَا رَمَيْتَ اے محمد (ﷺ) اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰی (اور آپ نے خاک کی مٹھی نہیں پھینکی لیکن اللہ تعالیٰ نے وہ پھینکی) وہ کنکریاں جو آپ نے پھینکیں، حقیقت میں آپ نے نہیں پھینکیں۔ کیونکہ اگر آپ پھینکتے تو اس کا اثر اتنا ہی ہوتا جتنا انسان کے پھینکنے کا ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے پھینکنے کا اثر بہت بڑا ہوا (ہر کافر کی آنکھ میں کنکری پہنچ گئی اور اس کو بے بس کر دیا)

مَنْ يَّتَّبِلْهُ: اس آیت میں اس بات کی وضاحت ہے کہ بندے کے فعل کی نسبت اس کی طرف کسب کی حیثیت سے ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف خلق کی حیثیت سے اس طرح نہیں جیسا کہ جبریہ اور معتزلہ کہتے ہیں۔ کیونکہ اِذْ رَمَيْتَ کہہ کر بندے کے فعل کو ثابت کیا پھر بندے سے اس کی نفی لیکن اللہ رمی کہہ کر کر دی۔

قراءت: اور لکن اللہ قتلہم اور لکن اللہ رمی میں لکن کو شامی، حمزہ اور علی نے تخفیف سے پڑھا ہے۔

وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ (تا کہ وہ مومنین کو اجر دے) تا کہ وہ مومنوں کو دے مِنْهُ بَلَاءٌ حَسَنًا (خوب اجر) عطاءے جمیل۔ مطلب یہ ہے کہ مومنوں پر احسان کیلئے اس نے کیا جو کچھ کیا اور یہ سب کچھ اسی خاطر کیا۔ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ (بے شک اللہ سننے والا ہے) ان کی دعاؤں کا عَلِيمٌ (جاننے والا ہے) ان کے حالات کو۔

کافروں کی تدبیر کمزور کر دی:

آیت ۱۸: ذٰلِكُمْ (ایک بات تو یہ ہوگی) یہ بلائے حسن کی طرف اشارہ ہے۔

مِنْكُمْ: یہ محل رفع میں ہے اور ذٰلِكُمْ پر اس کا عطف ہے مراد ابلائے مومنین اور توہین مکائد کافرین ہے۔ وَاَنَّ اللّٰهَ مُؤْمِنٌ كَيِّدٌ الْكَافِرِيْنَ (اور دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کافروں کی تدبیر کا کمزور کرنا تھا)

قراءت: مُؤْمِنٌ كَيِّدٌ شامی و کوئی نے پڑھا ہے۔ جبکہ حفص نے مُؤْمِنٌ كَيِّدٌ پڑھا۔

آیت ۱۹: اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَاءَكُمْ الْفَتْحُ (اگر تم فیصلہ چاہتے ہو تو وہ فیصلہ تو تمہارے سامنے آ موجود ہوا) اگر تم مدد طلب کرتے تھے تو مدد آگئی مگر تمہارے خلاف۔ یہ اہل مکہ کو خطاب فرمایا کیونکہ روانہ ہوتے وقت انہوں نے استار کعبہ سے چٹ کر کہا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ مُحَمَّدٌ عَلَى الْحَقِّ فَانصُرْهُ وَاِنْ كُنَا عَلَى الْحَقِّ فَانصُرْنَا۔

دوسرا قول ان تستفتحو ا یہ مومنوں کو خطاب ہے۔ کہ اگر تم فیصلہ کے طالب تھے تو وہ آ گیا۔ وَاِنْ تَنْتَهُوْا (اگر تم باز آ جاؤ) یہ کفار کو خطاب ہے۔ ان تنتہوا کا مطلب عداوت رسول سے باز آنا ہے۔ فَهُوَ (تو یہ) یہ باز آنا۔ خَيْرٌ لَّكُمْ (نہایت خوب)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَوَلَّوْا عَنَّهُ وَانْتُمْ

اے ایمان والو! اللہ کی اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو اور اس سے روگردانی نہ کرو حالانکہ تم

تَسْمَعُونَ ۚ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ قَالُوا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ۚ ۲۱ إِنَّ

سننے ہو اور ان میں سے مت ہو جاؤ جنہوں نے کہا کہ ہم نے سن لیا اور حال یہ ہے کہ وہ نہیں سنتے بیشک

شَرَّالذِّوَابِ عِنْدَ اللَّهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ۚ وَلَوْ

زمین پر چلنے پھرنے والوں میں اللہ کے نزدیک سب سے برے وہ لوگ ہیں جو گونگے ہیں بہرے ہیں جو سمجھ نہیں رکھتے اور اگر

عَلِمَ اللَّهُ فِيهِمْ خَيْرًا لَّأَسْمَعَهُمْ وَلَوْ أَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَهُمْ مُّعْرِضُونَ ۚ ۲۲

اللہ جانتا کہ ان میں کوئی بھلائی ہے تو ان کو ضرور سنا دیتا اور اگر ان کو سنا دے تو وہ ضرور روگردانی کریں گے بے رخی کرتے ہوئے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ

اے ایمان والو! تم حکم مانو اللہ کا اور رسول ﷺ کا جب وہ تمہیں اس چیز کی طرف بلائے جو تمہیں زندہ کرتی ہے

وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ۚ ۲۳

اور جان لو کہ بیشک اللہ حائل ہو جاتا ہے آدمی کے اور اس کے دل کے درمیان اور بیشک تم اللہ ہی کی طرف جمع کئے جاؤ گے۔

وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ

اور تم ایسے فتنہ سے بچو جو خاص کر انہی لوگوں پر واقع نہ ہو گا جو تم میں سے گناہوں کے مرتکب ہوئے اور جان لو کہ بلاشبہ اللہ

شَدِيدُ الْعِقَابِ ۚ ۲۴

سخت عذاب والا ہے۔

ہے) بہت بہتر اور سلامتی والا ہے۔ وَإِنْ تَعُودُوا (اور اگر تم پھر وہی کام کرو گے) ان کے ساتھ لڑائی کے لیے۔ نَعُدُّ (تو ہم بھی پھر یہی کام کریں گے) تمہارے خلاف ان کی مدد کیلئے۔ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِتْنَتُكُمْ (اور تمہاری جمعیت تمہارے کام نہ آوے گی) تمہاری پارٹی شینا وَلَوْ كَثُرَتْ (ذرا بھی۔ اگرچہ کتنی زیادہ ہو) تعداد میں وَأَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ (اور بیشک اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے ساتھ ہے)

قرأت: مدنی، شامی وحفص نے اللہ کو فتح کیساتھ پڑھا۔ اور اسلئے کہ اللہ تعالیٰ مدد کے ذریعہ مومنین کے ساتھ ہے۔ ایسا ہوا۔ دیگر قراء نے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے اور اس کی تائید عبداللہ کی قراءت سے ہوتی ہے۔ وَاللَّهِ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ۔

اطاعتِ رسول (ﷺ) کا دامن تھا مے رکھو:

آیت ۲۰: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَوَلَّوْا عَنَّهُ (اے ایمان والو! اللہ کا کہنا مانو اور اس کے رسول کا اور اس کہنا ماننے سے روگردانی مت کرو) رسول اللہ ﷺ سے کیونکہ اطیعوا الرسول کا معنی اس ارشاد کی طرح ہے: وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَقُّ أَنْ يُرْضُوهُ (التوبہ: ۶۲) اور اس لئے بھی کہ اطاعت اللہ اور اطاعت رسول ایک چیز ہے جیسا اس ارشاد میں ہے: مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ (النساء: ۸۰) ایک کی طرف ضمیر کا لوٹنا دونوں کی طرف ضمیر لوٹنے کی طرح ہے جیسا کہ کہتے ہیں۔ الاحسان والاحمال لا ینفع فی فلان۔ نمبر ۲۔ ضمیر کا مرجع اطاعت کا حکم ہے۔ یعنی اس امر اور اس کے ہم مثل اوامر سے منہ موڑو۔ تَوَلَّوْا اصل میں تتولوا ہے ایک تاکو تخفیف کیلئے حذف کر دیا۔ وَأَنْتُمْ تَسْمَعُونَ (حالانکہ تم سنتے ہو) یعنی تم اس کو سنتے ہو۔ نمبر ۳۔ رسول اللہ ﷺ سے منہ موڑو اور نہ ہی ان کی مخالفت کرو حالانکہ تم ان کی تصدیق کرتے ہو اس لئے کہ تم مؤمن ہو۔ تم بہرے جھلانے والے کفار کی طرح نہیں ہو۔

منافقین اور اہل کتاب کا طرز مت اپناؤ:

آیت ۲۱: وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ قَالُوا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ (اور تم ان لوگوں کی طرح مت ہونا جو دعویٰ تو کرتے ہیں کہ ہم نے سن لیا) یعنی سننے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اور وہ منافقین اور اہل کتاب ہیں۔ وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ (حالانکہ وہ سنتے کچھ نہیں) کیونکہ وہ اس کی تصدیق کرنے والے نہیں گویا کہ وہ سنتے ہی نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ تم قرآن و نبوت کی تصدیق کرتے ہو۔ جب بعض امور میں اطاعت رسول سے منہ موڑو گے جیسے تقسیم غنائم وغیرہ تو تمہارا سنا ان کے مشابہ ہو جائے گا۔ جو ایمان نہیں رکھتے پھر فرمایا۔

کافر بدترین جانور:

آیت ۲۲: إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللَّهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ (بیشک مخلوق میں بدترین وہ لوگ ہیں جو بہرے ہیں گونگے ہیں جو کہ ذرا نہیں سمجھتے) مطلب یہ ہے کہ زمین پر چلنے والوں میں بہائم سب سے بدترین ہیں اور بہائم میں سے بدترین وہ ہیں جو کہ حق سے بہرے بے عقل ہیں۔ اس کو نہیں سمجھتے کفار کو جنس بہائم سے قرار دیا پھر ان کو ان سے بھی زیادہ برا قرار دیا کیونکہ انہوں نے مانوس ہونے کے بعد عناد اختیار کیا اور عقل کے ہوتے ہوئے کفر پر ضد اختیار کی۔

وہ خوبی سے خالی ہیں:

آیت ۲۳: وَلَوْ عَلِمَ اللَّهُ فِيهِمْ (اگر اللہ تعالیٰ ان میں دیکھتے) ان گونگے بہرے لوگوں میں خیراً (کوئی خوبی) سچائی اور رغبت لاء سَمِعَهُمْ (تو ان کو سننے کی توفیق دے دیتے) تو ان کو سننے والے بنا دیتا یہاں تک کہ وہ بھی تصدیق کرنے والوں کی طرح سنتے۔ وَلَوْ أَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا (اور اگر ان کو اب سنا دیں تو ضرور روگردانی کریں گے) اس سے منہ موڑتے یعنی اگر ان کو سنا دیتا اور وہ تصدیق کر دیتے تو اس کے بعد بھی ارتداد اختیار کر لیتے اور استقامت پر نہ رہتے۔ وَهُمْ مُعْرِضُونَ (بے رخی کرتے ہوئے) ایمان سے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی فوراً تعمیل کرو:

آیت ۲۴: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ (اے ایمان والو! تم اللہ اور اس کے رسول کے کہنے کو بجالایا کرو جب کہ وہ تم کو بلا رہے ہیں) اس میں بھی خبر واحد لائی گئی کیونکہ استجاب رسول استجاب باری تعالیٰ کی طرح ہے اور استجاب کا معنی اطاعت، امتثال ہے۔ امتثال بالدعوة۔ مقرر کرنا اور آمادہ کرنا ہے۔ لِمَا يُحْيِيكُمْ (جو تمہیں زندہ کرتی ہے) دیانات اور شرائع کے علوم مراد ہیں۔ کیونکہ علم زندگی ہے۔ جیسا کہ جہالت موت ہے۔ جیسا کہ شاعر نے کہا لَا تَعْبِجَنَّ الْجَهْلُ حِلَّتَهُ - فَذَاكَ مِيتٌ وَ ثَوْبُهُ كَفَنٌ (جاہل کو اپنے جہالت کے لباس پر فخر نہ کرنا چاہیے کیونکہ وہ مردہ ہے۔ اور اس کا لباس کفن ہے۔

نمبر ۲۔ کفار سے جہاد کیلئے کیونکہ اگر وہ اس کا انکار کریں تو مغلوب ہو جائیں اور قتل کر دیے جائیں۔ نمبر ۳۔ شہادت کے لئے اس لئے کہ ارشاد الہی ہے: بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ (آل عمران: ۱۶۹)

اللہ کے حائل ہونے کا مطلب:

وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ (اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ آڑ بن جایا کرتا ہے آدمی کے اور اس کے قلب کے درمیان) یعنی اس کو مار دیتا ہے اور اس سے وہ فرصت فوت ہو جاتی ہے جس کو وہ پانے والا تھا۔ اور وہ فرصت یہ ہے کہ اخلاص قلب سے دین پر جماؤ میسر ہو۔ پس تم اس فرصت کو غنیمت سمجھو۔ اور اپنے دلوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کیلئے خالص کرو۔

نمبر ۲۔ اس کے اور اس کی تمناؤں کے درمیان جو وہ لمبی زندگی کے سلسلہ میں کرتا ہے پس اس کے عزائم کو منسوخ کر دیتا ہے وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ (اور تم سب کو اللہ ہی کے پاس جمع ہونا ہے) تم یقین کر لو اسی کی بارگاہ میں تمہیں اکٹھا ہونا ہوگا۔ پس وہ دلوں کی سلامتی اور مخلصانہ اطاعت کی مقدار کے برابر ثواب عنایت کرے گا۔

فتنے کا وبال عام ہے:

آیت ۲۵: وَاتَّقُوا فِتْنَةً (اور تم ایسے وبال سے بچو) عذاب، لَا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً (جو خاص انہی لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو تم میں ان گناہوں کے مرتکب ہوتے ہیں) یہ جواب امر ہے یعنی اگر وہ عذاب تمہیں پہنچے گا تو فقط ظالموں کو ہی نہیں پہنچے گا بلکہ سب کو عام ہوگا۔ جواب امر میں تاکید کا نون داخل کرنا درست ہے۔ کیونکہ اس میں نہی کا معنی ہے۔ جیسا تم کہو انزل عن الدابة لا تطرحك اور لا تطرحنك بھی درست ہے منکم میں من تبغیض کیلئے ہے۔ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ (اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے) جب وہ سزا دیتا ہے۔

وَلَذِكْرُوْا اِذَا اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَفَكُمُ

اور اس وقت کو یاد کرو جب تم تھوڑے تھے۔ زمین میں کمزور شمار کئے جاتے تھے تم اس بات سے ڈرتے تھے کہ لوگ تمہیں

النَّاسُ فَاُولَئِكَمُ وَاَيْدِكُمْ بِنَصْرِهِ وَرَزَقَكُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝۳۶

اچک لیں، سو اللہ نے تمہیں ٹھکانہ دیا اور اپنی مدد سے تم کو قوت دی اور تمہیں پاکیزہ چیزیں عطا کیں تاکہ تم شکر گزار ہو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمْنَتِكُمْ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝۳۷

اے ایمان والو! خیانت نہ کرو اللہ کی اور رسول ﷺ کی، اور نہ خیانت کرو اپنی آپس کی امانتوں میں حالانکہ تم جانتے ہو۔

وَاعْلَمُوا اَنَّكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۚ وَاَنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝۳۸

اور تم جان لو کہ بیشک تمہارے مال اور تمہاری اولاد فتنہ ہیں اور بلاشبہ اللہ کے پاس بڑا اجر ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اِنْ تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ

اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو تو اللہ تمہیں فیصلہ والی چیز دے گا اور تمہارے گناہوں کا کفارہ فرما دے گا

وَيَغْفِرَ لَكُمْ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝۳۹

اور تمہاری بخشش فرما دے گا اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

سابقہ حالت کو یاد رکھو تاکہ شکر یہ کی توفیق ہو:

آیت ۳۶: وَاذْكُرُوْا اِذَا اَنْتُمْ قَلِيْلٌ (اور اس حالت کو یاد کرو جبکہ تم قلیل تھے) اِذَا اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مَّفْعُولٌ بِہ ہے ظرف نہیں۔ یعنی اذکروا وقت کو نکم اقلہ اذلة اپنی قلت و کمزوری کے وقت کو یاد کرو۔ مُسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ (زمین میں کمزور شمار کئے جاتے تھے) ہجرت سے قبل سرزمین مکہ میں قریش نے تمہیں کمزور بنا رکھا تھا۔ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَفَكُمُ النَّاسُ (اور تم اس اندیشہ میں رہتے تھے کہ کہیں لوگ تمہیں اچک نہ لیں) کیونکہ وہ لوگ مسلمانوں کے مخالف اور دشمن تھے۔ فَاُولَئِكَمُ (پھر اس نے رہنے کی جگہ دی) مدینہ میں وَاَيْدِكُمْ بِنَصْرِهِ (اور تم کو اپنی نصرت سے قوت دی) انصار کی پشت پناہی کے ذریعہ اور بدر کے دن ملائکہ کو بھیج کر وَرَزَقَكُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ (اور تم کو نفیس نفیس چیزیں عنایت فرمائیں) اموال غنیمت جو تم سے پہلے کسی کے لئے حلال نہ ہوئے تھے۔ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (تاکہ تم شکر کرو) ان نعمتوں کا۔

اللہ کے حقوق میں خلل مت ڈالو:

آیت ۲۷: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ - (اے ایمان والو! تم اللہ کے حقوق میں خلل مت ڈالو) اس کے فرائض کو معطل کر کے۔ وَالرَّسُولَ (رسول کے) اور رسول کے طریقہ کو نہ اپنا کر۔ وَتَخُونُوا أَمْنَكُمْ (اور اپنی قابل حفاظت چیزوں میں مت خلل ڈالو)

نَحْمُ: اس پر جزم لا تخونوا پر عطف کی وجہ سے ہے ای لا تخونوا۔ اپنے مابین اس طرح کہ ان کی حفاظت نہ کرو۔ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ (اور تم تو جانتے ہو) نمبر ۱۔ اس کا انجام اور وبال نمبر ۲۔ حالانکہ تم جانتے ہو کہ تم خیانت کر رہے ہو۔ مطلب یہ ہے خیانت تم سے جان بوجھ کر پائی جائے بھول کر نہیں۔ نمبر ۳۔ تم علماء ہو اچھی چیز کے حسن اور فتنہ کی قباحیت سے واقف ہو۔ الخون کی کرتا۔ جیسا الوفاء کا معنی پورا کرنا۔ اور اسی سے تخونہ اذا انتقصه بولتے ہیں۔ پھر یہ امانت و وفاء کے عکس کے طور پر استعمال ہونے لگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی کی خیانت کرنے سے کسی کی چیز میں نقصان داخل کر دیا جاتا ہے۔

مال و اولاد باعث آزمائش:

آیت ۲۸: وَاعْلَمُوا أَنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ (اور تم جان لو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد فتنہ ہے) یعنی فتنہ میں پڑنے کے اسباب میں سے ہیں۔ فتنہ گناہ اور عذاب دونوں کو کہتے ہیں۔ نمبر ۲۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم کس طرح اس کی حدود کی نگہبانی کرتے ہو۔ وَأَنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ (اور اس بات کو بھی جان لو کہ اللہ تعالیٰ کے پاس بڑا بھاری اجر ہے) پس تمہارا فرض بنتا ہے کہ اس کی طلب میں حرص کرو اور دنیا میں زہد اختیار کرو۔ اور حب اولاد اور جمع اموال کی حرص میں نہ پڑو۔

تقویٰ سے حق و باطل کی پہچان رہے گی:

آیت ۲۹: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقَانًا (اے ایمان والو! اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو ایک فیصلہ کی چیز دیگا) مدد۔ نمبر ۱۔ کیونکہ وہ حق و باطل میں فرق کرنے والی ہے۔ باطل پرستوں کو ذلیل کر کے اور اہل اسلام کو عزت دیکر۔ نمبر ۲۔ وضاحت اور ظہور ہے جس سے تمہارا معاملہ مشہور ہو جائے گا۔ اور تمہاری شہرت اور آثار زمین کے اطراف میں پھیل جائیں گے۔ جیسا کہا جاتا ہے۔ سَطَعَ الْفُرْقَانُ جبکہ فجر طلوع ہو نمبر ۳۔ شبہات سے نکلنے کی راہ اور شرح صدر نمبر ۳۔ تمہارے اور غیر مسلموں کے درمیان جدائی اور دنیا و آخرت میں مراتب۔ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ (اور تم سے تمہارے گناہ دور کر دے گا) صغیرہ گناہ وَيَغْفِرْ لَكُمْ (اور تم کو بخش دے گا) تمہارے گناہ یعنی کبار وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ (اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے) اپنے بندوں پر۔

وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ ۖ وَيَمْكُرُونَ

اور جب کافر لوگ آپ کے بارے میں تدبیریں سوچ رہے تھے کہ آپ کو قید کر دیں یا آپ کو قتل کر دیں یا آپ کو جلا وطن کر دیں اور وہ اپنی تدبیریں کر رہے تھے

وَيَمْكُرُ اللَّهُ ۗ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَكِرِينَ ۝۳۰

اور اللہ بھی تدبیر فرما رہا تھا اور اللہ تدبیر کرنے والوں میں سب سے بہتر ہے۔

کفار قریش کی تدابیر:

آیت ۳۰: وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا (اور اس واقعہ کو یاد کرو جبکہ کافر لوگ آپ کی نسبت تدبیریں سوچ رہے تھے) جب اللہ تعالیٰ نے مکہ کو فتح کروایا تو قریش کی حیلہ بازیوں کا ذکر کیا جو مکہ میں انہوں نے کیں تاکہ انکی فریب کاریوں سے نجات پانے پر آپ شکر یہ ادا کریں اور ان پر جو غلبہ عنایت فرمایا اس پر شکر بجالائیں۔ مطلب یہ ہے اس وقت کو یاد کرو جب تمہارے خلاف وہ خفیہ تدابیر کر رہے تھے۔ معاملہ کچھ اس طرح ہے کہ جب انصار نے اسلام قبول کر لیا۔ تو قریش کو خطرہ ہوا کہ آپ کا معاملہ مضبوط ہو جائیگا۔

دارالندوہ کا اجلاس:

چنانچہ انہوں نے دارالندوہ میں آپ کے متعلق مشورہ کیلئے میٹنگ بلائی۔ ابلیس ان کے پاس ایک شیخ کی صورت میں آیا اور کہنے لگا میں نجد کا ایک شیخ ہوں۔ جب میں مکہ میں داخل ہوا تو مجھے تمہارے اجتماع کا علم ہوا۔ میں نے اس میں حاضری کا فیصلہ کر لیا، میں رائے اور خیر خواہی میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھوں گا۔

میٹنگ شروع ہوئی ابوالہتر جی نے کہا اس کو ایک گھر میں بند کر کے بیڑیوں میں جکڑ دو اور روشندان کے علاوہ اس کمرے کے تمام دروازے بند کرو۔ وہاں کھانا پینا دو اور اس کے متعلق حوادث کا انتظار کرو۔ ابلیس نے کہا یہ بدترین رائے ہے اس کی قوم کے لڑاکے جمع ہو کر تمہارے ہاتھوں سے چھڑ والیں گے۔ ہشام بن عمرو نے کہا اس کو ایک اونٹ پر سوار کر کے مکہ سے نکال دو۔ باہر جو کرے تمہیں کچھ نقصان نہ ہوگا۔ اور تم آئے روز کی پریشانی سے چھٹکارا پا لو گے۔ ابلیس: یہ بھی بدترین رائے ہے۔ تمہارے علاوہ دوسری قوم کو بگاڑ کر تمہارے خلاف لڑے گا۔ ابو جہل عمرو بن ہشام نے کہا ہر قبیلہ سے ایک نو جوان لوہ تلوار لے کر اس کا گھیراؤ کریں اور یکبارگی وار کر کے اس کا کام تمام کر دیں۔ تمام قبائل میں اس کا خون تقسیم ہو جائیگا۔ بنو ہاشم تمام قریش سے لڑائی کی طاقت نہیں رکھتے مجبوراً دیت لینے پر آمادہ ہو جائیں گے۔ اور ہم اس سے چھوٹ بھی جائیں گے۔ ابلیس لعین نے کہا اس نے سچ کہا ہے اس کی رائے سب سے عمدہ ہے۔ ابو جہل کی رائے پر اتفاق ہو گیا۔ آپ کے قتل کی بات طے پا گئی۔ جبریل علیہ السلام نے آ کر رسول ﷺ کو اطلاع دی اور کہا کہ آج رات آپ اپنے بستر پر نہ سوئیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہجرت کی اجازت دی۔ آپ نے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بستر پر سونے کا حکم دیا وہ آپ کے بستر پر سو گئے اور آپ کے حکم سے آپ کی چادر اوپر اوڑھ لی۔ آپ نے ان کو تسلی دی کہ تمہیں کوئی ناگوار

وَإِذَا تُلِيٰ عَلَيْهِمُ آيَاتُنَا قَالُوا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَاءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هَذَا إِنْ هَذَا

اور جب ان پر ہماری آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا اگر ہم چاہیں تو اس جیسا کام کہہ سکتے ہیں۔ یہ

إِلَّا آسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ۝ وَإِذْ قَالُوا اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ هَذَا هُوَ الْحَقُّ مِنْ

کچھ بھی نہیں ہے مگر وہ باتیں ہیں جو اگلے وقتوں کے لوگوں سے نقل ہوتی چلی آرہی ہیں اور جب ان لوگوں نے کہا کہ اے اللہ اگر یہ آپ کی طرف سے واقعی

عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حَجَارَةً مِّنَ السَّمَاءِ وَإِنَّنَا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ وَمَا كَانَ

حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا دیجئے یا ہم پر کوئی دردناک عذاب واقع کر دیجئے اور اللہ انہیں اس حالت میں عذاب نہیں

اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ لِيَسْتَغْفِرُونَ ۝

دے گا جبکہ آپ ان میں موجود ہوں اور اللہ تعالیٰ انہیں اس حال میں عذاب نہیں دے گا کہ وہ استغفار کرتے ہوں۔

معاملہ پیش نہ آئے گا۔ مشرکین نے رات آپ کی گھات میں گزار دی۔ صبح آپ کے بستر کو دیکھا تو علی رضی اللہ عنہ کو بیدار ہوتے پایا۔ وہ ششدر رہ گئے اللہ تعالیٰ نے ان کی کوشش ناکام کر دی۔ پھر انہوں نے آپ کے نشان ہائے قدم کا پیچھا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس تدبیر کو بھی ناکام بنا دیا۔ لِيُثْبِتُوكَ (کہ آپ کو قید کر لیں) آپ کو قید کر کے باندھ دیں۔ أَوْ يَقْتُلُوكَ (یا آپ کو قتل کر ڈالیں) اپنی تلواروں کے ذریعہ أَوْ يُخْرِجُوكَ (یا آپ کو نکال باہر کریں) مکہ مکرمہ سے وَيَمْكُرُونَ (اور وہ تو اپنی تدبیریں کر رہے تھے) خفیہ تدبیر آپ کے متعلق بنا رہے تھے۔ وَيَمْكُرُ اللَّهُ (اور اللہ تعالیٰ اپنی تدبیر کر رہے تھے) اللہ تعالیٰ نے جو ان کے لئے مخفی تیار کیا ہے۔ وہ اچانک ان کو آ لے گا۔ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ (اور سب سے زیادہ مستحکم تدبیر والا اللہ ہے) اس کی تدبیر دوسروں کی تدبیر سے زیادہ اثر و نفوذ رکھتی ہے۔

آیت ۳۱: شَتَّانِ بُرُؤُلٍ: آپ ﷺ قرآن پڑھتے اور اپنی قراءت میں گزشتہ زمانے کے واقعات ذکر کرتے۔ ایک دن نظیر بن حارث کہنے لگا اگر میں چاہوں تو ایسے واقعات بیان کر سکتا ہوں۔ یہ فارس کے سفر میں رستم، اسفندیار اور عجمیوں کے قصے لے کر آتا اور لوگوں کو سناتا اس پر یہ آیت اتری۔

قرآن کے متعلق کفار کا تاثر:

وَإِذَا تُلِيٰ عَلَيْهِمُ آيَاتُنَا (اور جب ان کے سامنے ہماری آیات پڑھی جاتی ہیں) یعنی قرآن قَالُوا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَاءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هَذَا إِنْ هَذَا هُوَ الْحَقُّ مِنْ (تو وہ کہتے ہیں سن لیا۔ اگر ہم ارادہ کریں تو ایسا ہی ہم بھی کہہ سکتے ہیں یہ تو کچھ بھی نہیں صرف بے سند باتیں ہیں جو پہلوں سے منقول چلی آرہی ہیں) یہ ان کی ڈھٹائی اور بے حیائی تھی کیونکہ انہوں نے ایک سورت قرآن کی مثل لانے کا دعویٰ کیا مگر لانا نہ سکے۔

جو مانگا وہ مل گیا:

آیت ۳۲: وَ اِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا (اور جب ان لوگوں نے کہا اے اللہ اگر یہ) یعنی قرآن ہو الحق مِنْ عِنْدِكَ (آپ کی جانب سے حق ہی ہے)

مخبر: ہذا۔ کان کا اسم ہے ہو، ضمیر فصل ہے اور الحق خبر کان ہے۔ روایت میں ہے نصر نے جب کہا: ان هذا الا اساطیر الاولین۔ تو نبی اکرم ﷺ نے اس کو فرمایا افسوس ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ نصر نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا اور کہنے لگا: اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَاءِ (تو ہم پر آسمان سے پتھر برسات دیجئے) یعنی اگر قرآن برحق ہے تو سزا کے طور پر ہم کو پتھروں سے سزا دے جیسا کہ اصحاب فیل کے ساتھ کیا۔ اَوَاٰتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ (یا ہم پر کوئی دردناک عذاب واقع کر دیجئے) عذاب الیم کی اور کسی جنس سے عذاب دے۔ چنانچہ وہ بدر کے روز فی النار والسقر ہوا۔

نکتہ: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے سباء کے رہنے والے ایک شخص کو کہا۔ تمہاری قوم کتنی جاہل ہے کہ انہوں نے عورت کو حکمران بنایا۔ اس نے کہا میری قوم سے تمہاری قوم بڑی جاہل ہے کہ جب رسول ﷺ نے ان کو حق کی طرف بلایا تو جواباً کہنے لگے ان کان هذا هو الحق من عندك فامطر علينا حجارة من السماء۔ تمہاری قوم نے یہ نہیں کہا ان کان هذا هو الحق فاهد ناله، ہجرت تک عذاب رکا رہا:

آیت ۳۳: وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ (اور اللہ ایسا نہیں کریگا کہ ان کے اندر آپ کے موجود ہوتے ہوئے ان کو عذاب دے) اس میں لام نفی تاکید کیلئے ہے۔ اس میں یہ دلالت ہے کہ جب تک آپ ان میں اقامت پذیر ہیں ان کو عذاب نہ دیا جائے گا کیونکہ آپ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا گیا اور اللہ تعالیٰ کا طریقہ سابقہ امم میں یہ چلا آ رہا ہے کہ کسی قوم کو استیصال کا عذاب اس وقت نہیں دیا جاتا جب تک ان کا پیغمبران میں موجود ہو۔ اس سے یہ اشارہ مل رہا ہے کہ پیغمبر ﷺ کے ہجرت کرنے تک عذاب ان سے رکا ہوا ہے۔ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ (اور اللہ تعالیٰ ان کو عذاب دینے والا نہیں ایسی حالت میں کہ وہ استغفار بھی کرتے رہتے ہیں) یہ موضع حال میں ہے اس کا معنی ان سے استغفار کی نفی ہے۔ یعنی نمبر ۱: کہ اگر یہ ان لوگوں میں سے ہوتے جو ایمان لاتے اور کفر سے استغفار کرتے تو ان کو اللہ تعالیٰ عذاب نہ دیتے۔ نمبر ۲۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس وقت تک عذاب دینے والا نہیں جب تک ان میں استغفار کرنے والے موجود ہیں۔ اور وہ مسلمان ہیں جو مکہ میں موجود تھے اور کمزوری کی وجہ سے ہجرت نہ کر سکے۔

وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْا

اور ان کا کیا استحقاق ہے کہ اللہ انہیں عذاب نہ دے حالانکہ وہ مسجد حرام سے روکتے ہیں حالانکہ وہ اس کے

اَوْلِيَآءُ اِنْ اَوْلِيَآؤُهُ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَمَا كَانَ

اولیاء نہیں ہیں اس کے اولیاء صرف متقی لوگ ہیں۔ لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے اور بیت اللہ کے

صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَّاءٌ وَتَصْدِيَةٌ فَذُقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۵﴾

نزدیک ان کی نماز بس یہی تھی کہ سیٹیاں بجاتے اور تالیاں پنتے تھے۔ سو عذاب چکھ لو اس وجہ سے کہ تم کفر کرتے تھے۔

قریش مستحق عذاب ہو چکے:

آیت ۳۴: وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ (اور ان کا کیا استحقاق کہ اللہ تعالیٰ ان کو سزا نہ دے) یعنی اللہ تعالیٰ ان کو آپ کے ہوتے ہوئے عذاب نہ دیں گے۔ بلکہ جب آپ جدا ہو جائیں گے ان کو عذاب دیا جائے گا۔ اور ان کو اللہ تعالیٰ عذاب کیوں نہ دے۔ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (حالانکہ وہ مسجد حرام سے روکتے ہیں) ان کو کیسے عذاب نہ دیا جائے جبکہ ان کی حالت یہ ہے کہ وہ لوگوں کو مسجد حرام سے روکتے ہیں۔

جیسا انہوں نے حدیبیہ والے سال آپ کو روک لیا اور آپ ﷺ اور مومنوں کو مسجد حرام سے نکال دیا۔ بلکہ وہ تو بڑے فخر سے کہتے ہم بیت اللہ کے متولی ہیں جس کو ہم چاہیں روکیں اور جس کو چاہیں داخل کریں۔ ان کو کہا گیا وَمَا كَانُوْا اَوْلِيَآءَ (حالانکہ وہ لوگ اس مسجد کے متولی نہیں) تم بیت اللہ کے متولی کس طرح ہو ایک تو تم مشرک ہو اور دوسری طرف حرم کے متولیوں سے عداوت پر تلے ہوئے ہو۔ اِنْ اَوْلِيَآؤُهُ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ (اس کے متولی تو سوائے متقیوں کے اور کوئی لوگ نہیں) نمبر ۱: مسلمانوں میں سے نمبر ۲۔ دونوں ضمائر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہیں۔ کہ یہ مشرک اللہ تعالیٰ کے اولیاء نہیں اللہ تعالیٰ کے اولیاء تو متقین ہیں۔ وَلٰكِنْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (لیکن ان میں اکثر لوگ علم نہیں رکھتے) اس کو نہیں جانتے گویا یہ مستثنیٰ کیا اس میں سے جو جانتے اور عناد کرتے ہیں۔ نمبر ۲۔ اکثر سے تمام مراد ہیں۔ جیسا کہ کبھی قلت سے عدم مراد لیتے ہیں۔

مشرکین کی نماز:

آیت ۳۵: وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَّاءٌ (ان کی نماز تو خانہ کعبہ کے پاس صرف سیٹیاں تھی) مکاء پرندے جیسی آواز یہ خوبصورت آواز والا پرندہ ہے اس کا وزن فعال ہے مکاء، یمکو سیٹی بجانا۔ وَ تَصْدِيَةٌ (اور تالیاں بجانا) تالی بجانا۔ یہ تفعلة کا وزن الصدی سے ہے۔ واقعہ اس طرح ہے کہ وہ بیت اللہ کا طواف ننگا کرتے وہ دوران طواف اپنی انگلیوں کو انگلیوں میں ڈال کر آواز نکالتے اور تالیاں بجاتے اور رسول ﷺ جب نماز ادا فرما رہے ہوتے تو اس وقت بھی یہ حرکات کرتے تاکہ نماز میں

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَن سَبِيْلِ اللّٰهِ

بیشک جو لوگ اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں۔ تاکہ اللہ کی راہ سے روکیں

فَسَيَنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ ۗ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا

سو یہ لوگ ابھی اپنے مالوں کو خرچ کریں گے پھر یہ مال ان کے حق میں حسرت کا سبب بن جائیں گے پھر یہ لوگ مغلوب ہوں گے اور جن لوگوں نے کفر کیا

اِلٰى جَهَنَّمَ يُحْشَرُوْنَ ۚ لِيَمِيْزَ اللّٰهُ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ الْخَبِيْثَ

وہ دوزخ کی طرف جمع کئے جائیں گے تاکہ ناپاک کو اللہ پاک سے جدا کر دے اور ناپاک کو

بَعْضُهُ اَعْلٰى بَعْضٍ فَيَرْكُمُہٗ جَمِيْعًا فَيَجْعَلُہٗ فِىْ جَهَنَّمَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۚ

بعض کو بعض کے ساتھ ملا دے۔ پھر اس کو اکٹھا ڈھیر بنا دے پھر اس کو دوزخ میں داخل فرما دے۔ یہ لوگ تباہ کار ہیں۔

قُلْ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِنْ يَنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَہُمْ مَا قَدْ سَلَفَ ۚ وَاِنْ يَّعُوْدُوْا فَقَدْ

جن لوگوں نے کفر کیا آپ ان سے فرما دیجئے اگر وہ باز آجائیں تو جو کچھ گزر چکا وہ ان کے لئے معاف کر دیا جائے گا اور اگر وہ پھر بھی وہی کریں جو کرتے رہے ہیں تو

مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ ۙ

پہلے لوگوں کا طریقہ گزر چکا ہے۔

خلل ڈالیں۔ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ (پس اس عذاب کا مزہ چکھو) قتل اور بدر کے دن قید کا عذاب بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ (لیکن ان میں اکثر لوگ علم نہیں رکھتے) اپنے کفر کے باعث۔

صنادید قریش کی شہ خریجی اور اس پر ندامت:

آیت ۳۶ یہ آیت ان کے بارے میں اتری جو بارہ آدمی بدر کے ایام میں یومیہ دس اونٹ ذبح کرتے اور لشکر کو کھلاتے یہ تمام خاندان قریش سے تھے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَن سَبِيْلِ اللّٰهِ (بے شک یہ کافر اپنے مالوں کو اس لئے خرچ کر رہے ہیں کہ اللہ کی راہ سے لوگوں کو روکیں) اس اتفاق سے ان کی غرض یہ تھی کہ لوگوں کو اتباع محمد ﷺ جو کہ اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے اس سے روکیں۔ فَسَيَنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً (پس یہ لوگ اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہی رہیں گے پھر وہ مال ان کے حق میں باعث حسرت ہو جائیں گے) ان کے اتفاق کا انجام حسرت و ندامت کے سواء کچھ نہ ہوگا۔ گویا خود وہ خرچہ بعینہ شرمندگی بن جائیگا۔ ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ (پھر مغلوب ہو جائیں گے) انجام کار۔ یہ نبوت کی پیشینگوئی ہے۔ کیوں کہ وقوع سے پہلے اطلاع دی اور ایسا ہو کر رہا۔ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا (اور کافر لوگ) جو ان میں کافر ہیں۔ اِلٰى جَهَنَّمَ يُحْشَرُوْنَ (جہنم کی طرف ہٹکا

کر لیجائے جائیں گے) کیونکہ ان میں بعض ایمان لائے اور اسلام پر پختہ رہے۔

مَوْسٰی وَكَافِرٍ مِّنْ اٰتِيَا زَهُوْكَ:

آیت ۳: لِيَمِيْزَ اللّٰهُ الْخَبِيْثَ (تاکہ اللہ ناپاک کو الگ کر دے) خبیث کفار کا گروپ مِّنَ الطَّيِّبِ (پاک سے) ایمان والوں کی جماعت۔

مِنْحُوْرٌ: لِيَمِيْزَ کا لام يُحْشِرُوْنَ سے متعلق ہے۔

قراءت: حمزہ علی نے لِيَمِيْزَ پڑھا ہے۔ وَيَجْعَلُ الْخَبِيْثَ (اور ملا دے ناپاکوں کو) خبیث گروہ بَعْضُهُ عَلٰی بَعْضٍ فَيَرْكُمُهُ جَمِيْعًا (ایک دوسرے سے ان سب کو جمع کر دے) پس ان کو جمع کرے گا۔ فَيَجْعَلُهُ فِيْ جَهَنَّمَ (پھر ان سب کو جہنم میں ڈال دے) فریق خبیث کو اُولٰٓئِكَ (ایسے لوگ) یہ اشارہ فریق خبیث کی طرف ہے۔ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (وہی پورے خسارے میں ہیں) اپنے نفوس و احوال کو خسارہ میں ڈالنے والے ہیں۔

کفار کو عداوت رسول ترک کرنے کی دعوت:

آیت ۳۸: قُلْ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا (آپ کافروں سے کہہ دیں) یعنی ابوسفیان اور ان کے ساتھی اِنْ يَنْتَهُوْا (اگر یہ لوگ باز آ جائیں) رسول اللہ ﷺ کی عداوت اور آپ کے ساتھ قتال سے باز آ کر اسلام میں داخل ہو جائیں۔ يَغْفِرْ لَهُمْ مَا قَدْ سَلَفَ (ان کے سارے گناہ جو پہلے ہو چکے ہیں سب معاف کر دیئے جائیں گے) ان کی تمام عداوت و اِنْ يَّعُوْذُوْا (اور اگر اپنی وہی عادت رکھیں گے) آپ کے ساتھ لڑائی کی طرف۔ فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ (تو گزشتہ کافروں کے حق میں قانون نافذ ہو چکا ہے) نمبر ۱: دنیا میں ہلاک کر کے اور آخرت میں عذاب دیکر نمبر ۲۔ جب کفار کفر سے باز آ جائیں اور اسلام لے آئیں تو ان کے کفر و معاصی کو بخش دیا جائے گا۔

مَسْنَدُهُ: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس سے استدلال کیا کہ جب مرتد دوبارہ اسلام لے آئے تو متروکہ عبادات کی قضاء اس پر لازم نہیں آتی۔

وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ فَإِنْ انْتَهَوْا

اور ان سے لڑتے رہو یہاں تک کہ فتنہ نہ رہے اور سارا دین اللہ کے لئے ہو جائے سو اگر وہ باز آ جائیں

فَإِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝۳۹ وَإِنْ تَوَلَّوْا فَاَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَوْلَاكُمْ

تو بیشک اللہ ان کاموں کو دیکھتا ہے جو وہ کرتے ہیں اور اگر وہ روگردانی کریں تو یقین جانو کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہارا مولیٰ ہے

نِعْمَ الْمَوْلَىٰ وَنِعْمَ النَّصِيرُ ۝۴۰

وہ اچھا مولیٰ اور اچھا مددگار ہے۔

فسادِ اعتقاد تک لڑو:

آیت ۳۹: وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ (اور تم ان سے اس حد تک لڑو کہ ان میں فسادِ عقیدہ نہ رہے) جس وقت تک ان میں شرک نہ پایا جائے۔ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ (اور دین اللہ ہی کا ہو جائے) ہر دین باطل مضحک ہو جائے اور فقط دین اسلام باقی رہ جائے۔ فَإِنْ انْتَهَوْا (پھر اگر یہ باز آ جائیں) کفر سے باز آ جائیں اور اسلام لے آئیں۔ فَإِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ بَصِيرٌ (تو اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو خوب دیکھتے ہیں) ان کو اسلام پر ثواب دے گا۔

اگر وہ روگردانی کریں تو تم اللہ کی کار سازی پر اعتماد کرو:

آیت ۴۰: وَإِنْ تَوَلَّوْا (اور اگر وہ روگردانی کریں) ایمان سے اعراض کریں اور کفر سے باز نہ آئیں فَاَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَوْلَاكُمْ (تو یقین رکھو کہ اللہ تمہارا مددگار ہے) تمہارا مددگار و معین ہے پس اس کی ولایت و نصرت پر پختہ یقین کرو۔ نِعْمَ الْمَوْلَىٰ (وہ بہت ہی اچھا حامی ہے) جو اس سے دوستی کرتا ہے اس کو وہ ضائع نہیں کرتا وَنِعْمَ النَّصِيرُ (اور بہت اچھا مددگار ہے) جس کی وہ مدد کرے اس پر کوئی غالب نہیں آ سکتا۔ نعم کا مخصوص بالمدح محذوف ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔

وَاَعْلَمُوا اَنْمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبٰى

اور تم جان لو کہ جو کوئی چیز تمہیں مال غنیمت سے ملے سو بلاشبہ اللہ کے لئے اس کا پانچواں حصہ ہے اور رسول کے لئے اور قرابت والوں کے لئے

وَالْيَتٰمٰی وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنِ السَّبِيْلِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَا اَنْزَلْنَا عَلٰی

اور یتیموں کے لئے اور مسکینوں کے لئے اور مسافروں کے لئے اگر تم ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر اور اس چیز پر جو ہم نے

عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ التَّقٰی الْجَمْعِ ۖ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۴۱

نازل کی اپنے بندہ پر فیصلہ کے دن جس روز بھڑگنی تھیں دونوں جماعتیں اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

تقسیم غنائم:

آیت ۴۱: **وَاَعْلَمُوا اَنْمَا غَنِمْتُمْ** (اور اس بات کو جان لو کہ جو بطور غنیمت تم کو حاصل ہو) **بِمَخْجُوْرٍ**: ما الذی کے معنی میں ہے اس کو الگ لکھنا ضروری ہے۔ ورنہ ما، کافہ بن جائے گا۔ غنمتم اس کا صلہ ہے اور موصول کی طرف لوٹنے والی ضمیر محذوف ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے الذی غنمتموہ۔ **مِنْ شَيْءٍ** (یعنی کوئی چیز) یہ اس کا بیان ہے۔ کہا گیا کہ دھاگہ اور سوئی تھی۔ **فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهُ** (اس کا حکم یہ ہے کہ اس کا پانچواں حصہ اللہ کا ہے) **بِمَخْجُوْرٍ**: اس لئے لائے کہ الذی میں مجازات کا معنی ہے۔ یہ فقرہ محل رفع میں ہے خواہ مبتدائے محذوف کی خبر مانیں تقدیر عبارت یہ ہے فال حکم ان للہ خمسہ پس حکم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کیلئے اس کا پانچواں حصہ ہے۔ **وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰی وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنِ السَّبِيْلِ** (اور رسول کا ہے۔ اور آپ کے قرابت داروں کا ہے اور یتیموں کا ہے اور مسکینوں کا ہے اور مسافروں کا ہے) **نَحْمَسُ**، رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں پانچ حصوں میں تقسیم کیا جاتا تھا۔ نمبر ۱: رسول اللہ ﷺ کا حصہ۔ نمبر ۲: قرابت والوں کا حصہ جو بنی ہاشم و بنی عبدالمطلب میں سے تھے بنی عبد شمس اور بنی نوفل کو نہیں ملتا تھا۔ وہ نصرت دینی کی وجہ سے اس کے مستحق ہوئے۔ جیسا کہ حضرت عثمان اور جبیر بن مطعم کا واقعہ آتا ہے۔ (رواہ البیہقی فی السنن والدلائل) نمبر ۳: تین حصے یتامی، مساکین، ابن سبیل کیلئے۔

للہ وللرسول کا مطلب:

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد آپ کا حصہ آپ کی وفات سے ساقط ہو گیا۔ اسی طرح قرابت والوں کا حصہ۔ البتہ ان کو فقر کی وجہ سے دیا جائے گا۔ ان کے مالداروں کو نہ دیا جائے گا۔ یتیموں، مساکین اور ابن سبیل میں تقسیم ہوگا۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ اس کے چھ حصے ہونگے۔ نمبر ۱: ۲۔ للہ والرسول دو حصے نمبر ۳: ایک حصہ اقارب رسول ﷺ آپ ﷺ کی وفات تک اور تین یتامی، مساکین، ابن سبیل۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور بعد والے خلفاء رضی اللہ عنہم نے تین حصوں پر تقسیم کیا۔

إِذْ أَنْتُمْ بِالْعُدُوِّ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدُوِّ الْقُصْوَى وَالرَّكْبُ أَسْفَلَ مِنْكُمْ

جبکہ تم قریب والے کنارے پر تھے اور وہ لوگ دور والے کنارے پر، اور قافلے والے تم سے نیچے کی طرف تھے

وَلَوْ تَوَاعَدْتُمْ لِاخْتِلَافْتُمْ فِي الْمِيعَادِ وَلَكِنْ لِيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ

اور اگر تم آپس میں وعدہ کر لیتے تو تم میعاد کے بارے میں اختلاف کر لیتے اور لیکن تاکہ اللہ تعالیٰ اس امر کا فیصلہ فرمائے

مَفْعُولًا لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ ۗ وَ

جو ہو جانے والا تھا تاکہ جو شخص ہلاک ہو جت قائم ہونے کے بعد ہلاک ہو اور جو شخص زندہ رہے وہ جت قائم ہونے کے بعد زندہ رہے اور

إِنَّ اللَّهَ لَسَمِيعٌ عَلِيمٌ ۚ إِذْ يُرِيكُمُ اللَّهُ فِي مَنَامِكَ قَلِيلًا ۚ وَلَوْ أَرَاكَهُمْ

بلاشبہ اللہ سننے والا جاننے والا ہے جبکہ اللہ ان کو آپ کے خواب میں کم دکھا رہا تھا اور اگر وہ تمہیں ان کی تعداد

كَثِيرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَلَكِنَّ اللَّهَ سَلَّمَ ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ

زیادہ دکھاتا تو تم ہمت ہار جاتے اور اس امر میں باہمی تم میں نزاع ہو جاتا لیکن اللہ نے بچا لیا بیشک وہ دلوں کی باتوں کو

بِذَاتِ الصُّدُورِ ۚ وَإِذْ يُرِيكُمُوهُمْ إِذِ التَّقَيْتُمْ فِي آعِينِكُمْ قَلِيلًا وَيُقَلِّلُكُمْ

خوب جاننے والا ہے اور جبکہ تم باہم مقابل ہوئے وہ ان کو تمہاری آنکھوں میں کم کر کے دکھا رہا تھا

فِي آعِينِهِمْ لِيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا ۚ وَاللَّهُ تَرْجِعُ الْأُمُورَ ۚ

اور تمہیں ان کی آنکھوں میں کم کر کے دکھا رہا تھا تاکہ اس بات کا فیصلہ ہو جائے جس کا وجود میں آنا مقرر ہو چکا تھا اور تمام امور اللہ ہی کی طرف لوٹتے ہیں۔

اللہ و رسول کا معنی رسول اللہ ﷺ کیلئے جیسا اس ارشاد میں: وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَقُّ أَنْ يُرْضَوْهُ (التوبہ: ۶۲) اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ (اگر تم اللہ پر یقین رکھتے ہو) تو اس تقسیم کو جان لو اور اس پر راضی ہو جاؤ۔ ایمان حکم کے ساتھ رضا مندی کو لازم کرتا اور عمل علم کے ساتھ رضا مندی کو ضروری قرار دیتا ہے۔ وَمَا اَنْزَلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ (اور اس چیز پر جس کو ہم نے اپنے بندہ پر فیصلہ کے دن نازل فرمایا تھا) نَحْوَ: یہ باللہ پر معطوف ہے یعنی ان کنتم آمنتم باللہ و بالمنزل۔ اگر تم اللہ تعالیٰ پر اور نازل شدہ وحی پر ایمان رکھتے ہو جو ہم نے اپنے بندے پر بدر کے دن اتاری۔ يَوْمَ التَّقِيِ الْجُمُعِ (جس دن دونوں جماعتیں باہم مقابل ہوئیں) مسلمانوں اور کافروں کے لشکر۔ مراد اس سے جو اس دن نشانیاں اتاریں اور فرشتے اور فتح۔ نَحْوَ: یہ یوم الفرقان سے بدل ہے۔ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (اور اللہ ہر شے پر پوری قدرت رکھنے والا ہے) وہ قدرت رکھتا ہے کہ قلیل کو کثیر پر غلبہ دے جیسا بدر کے دن کیا۔

غزوہ بدر کا ذکر:

آیت ۳۲: اِذْ اَنْتُمْ (اور وہ وقت تھا کہ جب تم) **مُخْرَجُونَ**: یہ یوم الفرقان سے بدل ہے۔ یا نمبر ۲۔ اذ کروا کا مفعول ہے ای اذ کروا اذ انتم۔ بِالْعُدْوَةِ (میدان کے کنارے پر تھے) وادی کا کنارہ قراءت: مکی اور ابو عمرو نے الْعُدْوَةَ پڑھا ہے۔ الدُّنْيَا (قریب والے) مدینہ والی جانب۔ یہ ادنیٰ کی مؤنث ہے۔ وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوَى (اور وہ لوگ اس میدان کے دور والے کنارہ پر تھے) مدینہ سے دور والا کنارہ قصویٰ اقصیٰ کی مؤنث ہے۔ یہ دونوں فعلی کے وزن پر ہیں قیاس کا تقاضہ یہ تھا کہ واؤ کو یا سے بدل دیا جائے جیسا کہ علیا جو اعلیٰ کی مؤنث ہے۔ البتہ یہ القود کی طرح اصل پر ہے۔ وَالْوُكْبُ (اور قافلہ) یہ جمع راکب ہے۔ اَسْفَلَ مِنْكُمْ (تم سے نشیب کی طرف تھا) یہ معنی کے لحاظ سے ظرف ہے۔ ای مکانا اسفل من مکانکم۔ یعنی تین میل اسفل وادی میں۔ یہ محلاً مرفوع ہے کیونکہ مبتداء کی خبر ہے۔ وَلَوْ تَوَاعَدْتُمْ (اور اگر تم اور وہ کوئی بات ٹھہرا لیتے) تم اور اہل مکہ آپس میں لڑائی کا وقت طے کر لیتے لَا خُتِلَفْتُمْ فِي الْمِيعَادِ (تو ضرور اس تقرر کے بارہ میں تم میں اختلاف ہوتا) ایک دوسرے سے وعدہ میں پس و پیش کرتے تمہاری قلت اور ان کی کثرت، وعدہ پر رہنے سے روک دیتی اور ان کو رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کا رعب لڑائی سے رکاوٹ ڈال دیتا۔ لڑائی کا اتفاق نہ ہوتا۔ جو اللہ کے اسباب جنگ پیدا کرنے سے ہو گیا۔ وَلٰكِنْ (اور لیکن) اس نے بلا میعاد تمہیں اور انہیں جمع کر دیا۔

اعزاز دین کا فیصلہ:

لَيَقْضِيَ اللَّهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا (تاکہ جو کام اللہ کو کرنا منظور تھا اس کی تکمیل کر دے) نمبر ۱۔ اپنے دین کا اعزاز اور اپنے کلمہ کی بلندی نمبر ۲۔ لام کا تعلق محذوف سے ہے یعنی تاکہ اللہ تعالیٰ اس بات کو پورا کرے جس کے لئے ہونا مناسب تھا۔ اور وہ اپنے دوستوں کی مدد اور اس کے بعد دشمنوں کی مغلوبیت شیخ ابو منصور رحمہ اللہ نے کہا۔ نمبر ۱: قضاء کے لفظ میں حکم کا احتمال ہے۔ تاکہ وہ فیصلہ کر دے جس کا ہونا اس کے علم میں تھا۔ نمبر ۲۔ تاکہ وہ اس کام کو پورا کرے جس کا ارادہ فرمایا اور جس کا ارادہ اس نے فرمایا وہ یقیناً ہو کر رہے گا وہ اسلام و مسلمانوں کی عزت اور کفر اور کفار کی ذلت لَيْهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ (تاکہ جس کو برباد ہونا ہے واضح دلیل آنے کے بعد برباد ہو۔ اور جس کو زندہ ہونا ہے وہ واضح نشان کے بعد زندہ ہو) یہ لایقضی سے متعلق ہے۔

قراءت: نافع اور ابو عمرو نے حَتَّى پڑھا ہے۔ ادغام، التقاء، مثلین کی وجہ سے ہے۔ اور اظہار اس لئے ہے کہ حرکت ثانی غیر لازم ہے۔ مضارع اس کا یہ ہے۔ یحیا۔ زیادہ استعمال ادغام کے ساتھ ہے۔ ہلاک اور حیات کے الفاظ کفر و اسلام کے متعلق بطور استعارہ استعمال کئے گئے۔ مطلب یہ ہے تاکہ کافر کا کفر حق کے واضح ہونے کے بعد کسی اشتباہ کی بناء پر نہ ہو۔ کل اللہ تعالیٰ کے متعلق کوئی الزام باقی نہ رہ جائے۔ اور تاکہ اسلام کو سچا دین سمجھ کر یقین سے قبول کریں۔ جو اس کو قبول کرنا اور اس پر قائم رہنا چاہتا ہو۔ واقعہ یہ ہے کہ بدر کا واقعہ ان واضح نشانات میں سے ہے کہ اس کے بعد کفر کرنے والا مکابرہ اور محض مغالطہ میں پڑنے والا ہے۔

اس لئے اس میں فریقین کے مراکز ذکر کر دیے۔ کہ قافلہ تم سے کچھلی جانب ساحل سمندر پر جا رہا تھا۔ باوجودیکہ ان کے عمل و مشاہدہ میں یہ بات آچکی تھی۔ دوسروں کو اس سے یہ سمجھایا کہ نصرت و غلبہ کثرت و اسباب سے نہیں ہوا کرتا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ دینے والے ہیں۔ وہ اس طرح کہ دور والا کنارہ جہاں مشرکین نے پڑاؤ ڈالا وہاں پانی میسر، مناسب زمین اور نزدیکی کنارہ کے پاس والی زمین نرم جس میں پاؤں دھنس دھنس جاتے تھے۔ اور بڑی مشقت سے اس میں چلا جاتا۔ ادھر قافلہ کثیر تعداد مسلح دشمن کے عقب میں تھا۔ ادھر مسلمان کمزور، قلیل التعداد۔ پھر ہوا جو کچھ ہوا۔ **وَإِنَّ اللَّهَ لَسَمِيعٌ** (بے شک اللہ سننے والا ہے) ان کے اقوال کو **عَلِيمٌ** (جاننے والا ہے) کافروں کے کفر اور ان کی سزا اور مومنوں کے ایمان اور بدلے کو۔

خواب میں اُن کی تعداد کم دکھائی گئی:

آیت ۴۳: **إِذْ يُرِيكُمُ اللَّهُ** (اور یاد کرو اس وقت کو جب اللہ نے آپ کو دکھائے وہ لوگ) **مُخْتَصِمِينَ** : یہ اذکر محذوف کی وجہ سے منصوب ہے۔ نمبر ۲۔ سمیع علیم کے متعلق ہے یعنی وہ مصالح کو جانتے ہیں۔ جبکہ ان کو تمہاری آنکھوں میں کم کر دیا۔ **فِي مَنَامِكَ قَلِيلًا** (آپ کے خواب میں کم تعداد میں) تمہارے خواب میں واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کفار کی تعداد خواب میں بہت کم دکھائی۔ آپ نے اپنے صحابہ کرام کو خبر دی۔ اس سے ان کے دلوں میں دشمن کے خلاف حوصلہ پیدا ہوا۔ **وَلَوْ أَرَاكَهُمْ كَثِيرًا لَّفَاطَلْتُمْ** (اور اگر آپ کو وہ لوگ زیادہ کر کے دکھلا دیتے تو تم ہمت ہار جاتے) تم بزدل ہو جاتے اور تمہارے قدم اکھڑ جاتے **وَلَنَنَازِعُهُمْ فِي الْأُمْرِ** (اور اس معاملے میں تم میں باہم نزاع ہو جاتا) لڑائی کے معاملہ میں اور ثابت قدمی اور قرار میں متردد ہو جاتے۔ **وَلَكِنَّ اللَّهَ سَلَّمَ** (اور لیکن اللہ تعالیٰ نے بچالیا) اور بزدلی سے سلامتی کا احسان فرمایا اور تنازع اور اختلاف سے بچالیا۔ **إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ** (بے شک وہ دلوں کی باتوں کو خوب جانتا ہے) وہ جانتا ہے جس میں عنقریب بزدلی، جرأت اور صبر و گھبراہٹ ظاہر ہوگی۔

کفار کو مسلمان قلیل اور کثیر دونوں طرح دکھلائے:

آیت ۴۴: **وَإِذْ يُرِيكُمُوهُمْ** (اور وہ وقت یاد کرو جب اللہ تعالیٰ تمہیں ان لوگوں کو دکھلا رہا تھا) دونوں ضمیریں مفعول کی ہیں یعنی تمہیں وہ دکھا رہا تھا۔ **إِذِ التَّفَقُّتُمْ** (جب کہ تم مقابل ہوئے) دشمن سے ملاقات کے وقت **فِي أَعْيُنِكُمْ قَلِيلًا** (تمہاری نظر میں تھوڑے) یہ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے کفار کو مسلمانوں کی آنکھوں میں تھوڑا کر کے دکھایا تا کہ رسول اللہ ﷺ کے خواب کی تصدیق ہو جائے۔ اور صحابہ آنکھوں سے خبر کو دیکھ کر خوب کوشش کریں۔ اور ثابت قدم رہیں اور ان کے یقین میں اضافہ ہو جائے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں وہ ہماری آنکھوں میں اتنے قلیل نظر آئے کہ میں نے اپنے پہلو میں کھڑے آدمی کو کہا کیا تیرے خیال میں ان کی تعداد ستر ہے۔ اس نے کہا ایک سو ہو گئے حالانکہ ان کی تعداد ایک ہزار تھی۔

وَيَقَلِّلُكُمْ فِي أَعْيُنِهِمْ (اور تم کو ان کی نگاہ میں کم کر کے دکھلا رہا تھا) یہاں تک کہ ان میں سے ایک نے کہا وہ تو اونٹ کا ایک لقمہ ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ مسلمانوں کو کفار کی آنکھوں میں لڑائی سے پہلے قلیل تعداد میں دکھلایا۔ پھر بعد میں زیادہ تعداد میں دکھلایا۔ تاکہ وہ ان پر بے پرواہ ہو کر حملہ آور ہوں۔ پھر اچانک انکو کثرت دکھا دی جائے تاکہ حیران و ششدر رہ جائیں اور خوفزدہ ہوں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا

اے ایمان والو! جب تم کسی جماعت سے بھڑ جاؤ تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو

لَعَلَّكُمْ تَفْلِحُونَ ۝۴۵ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا

تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ اور اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول ﷺ کی اور آپس میں جھگڑا نہ کرو ورنہ تم ہزول ہو جاؤ گے

وَتَذْهَبَ رِجْكُمْ وَاصْبِرُوا ۝۴۶ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ۝۴۷ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ

اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر کرو بلاشبہ اللہ صابروں کے ساتھ ہے اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ

خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ

جو اپنے گھروں سے اترتے ہوئے لوگوں کو دکھانے کے لئے نکلے اور وہ لوگوں کو اللہ کی راہ سے روک رہے تھے

وَاللَّهُ بِمَا عَمَلُونَ مُحِيطٌ ۝۴۷

اور اللہ ان کے اعمال کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

مَسْئَلَةٌ: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کثیر کو قلیل دیکھیں دوسروں کو اللہ تعالیٰ کسی پردے سے ڈھانپ دے۔ یا ان کی آنکھوں میں ایسی چیز پیدا کر دی جائے جس سے کثیر کو قلیل سمجھیں۔ جیسے بھینگے کی آنکھ میں پیش آتا ہے۔ کہ وہ ایک کی دود دیکھتا ہے۔

نکتہ: ایک آدمی نے بھینگے کو کہا کہ بھینگے کو ایک کی دو چیزیں نظر آتی ہیں۔ اور اس کے سامنے ایک مرغا تھا۔ تو بھینگا صاحب کہنے لگا وہ لوگ غلط کہتے ہیں۔ پھر تو مجھے تو یہ دو مرغ چار نظر آنے چاہئیں۔ کیونکہ

لِيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا ۖ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ (تاکہ جو کام اللہ کو کرنا منظور تھا اس کی تکمیل کر دے اور تمام معاملات اللہ ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے) پس وہ اس میں فیصلہ کرے گا جو وہ چاہتا ہے۔

قراءت: شامی، حمزہ علی نے تَرْجِعْ پڑھا ہے۔

مسلمانوں کو ثابت قدمی کا حکم:

آیت ۳۵: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً (اے ایمان والو جب تم کو کسی جماعت سے مقابلہ کا اتفاق ہوا کرے) جب کفار کی کسی جماعت سے تمہارا مقابلہ ہو۔ فِئۃ کی صفت کو چھوڑ دیا کیونکہ مسلمانوں کی لڑائی ہی کفار سے ہوتی ہے۔ اللقاء یہ تغلبا لڑائی کا نام ہے۔ فَاثْبُتُوا (تو ثابت قدم رہو) ان سے لڑائی کیلئے اور مت بھاگو۔ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا (اور اللہ تعالیٰ کا خوب کثرت سے ذکر کرو) لڑائی کے مقامات میں اس کے ذکر سے پشت پناہی اور مدد طلب کرنے والے ہو۔ اور دشمن کے خلاف اس کو پکارنے والے ہو۔ اللَّهُمَّ اخْذِلْهُمْ اللَّهُمَّ اقْطَعْ دَابِرَهُمْ اے اللہ ان کو رسوا کر ان کی جڑ کاٹ دے۔ لَعَلَّكُمْ تَفْلِحُونَ

(امید ہے کہ تم کامیاب ہو) تاکہ تم اپنی مراد پاؤ۔ یعنی کامیابی اور ثواب۔
مَنْبِتْلَهٗ: اس میں بتلادیا کہ بندے کیلئے لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے کبھی سست نہ پڑے خواہ اس کا دل کتنا مشغول ہو۔ خواہ اس پر کتنا غم سوار ہو۔ اس کی یاد میں اس کا دل جما ہوا ہونا چاہیے۔ خواہ دوسرے سے پراگندہ ہو۔

اللہ اور رسول کی اطاعت کرو اور جھگڑا نہ کرو:

آیت ۴۶: **وَاطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ** (اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کیا کرو) جہاد کے حکم اور دشمن کے مقابلے میں ثابت قدمی وغیرہ میں۔ **وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا** (اور آپس میں اختلاف نہ کرو ورنہ کم ہمت ہو جاؤ گے) پس تم بزدل ہو جاؤ گے۔ یہ ان مضمربہ کی وجہ سے منصوب ہے اور اس کے لئے دلیل **وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ** ہے۔ یعنی تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ رعب جاتا رہے گا جیسا کہتے ہیں ہبت رباح فلان ای دالت له الدولة ونفذ امره۔ اس کا حکم چلتا ہے۔ بزدلی کے اثر و نفوذ کو ہوا اور اس کے چلنے سے تشبیہ دی۔ ایک قول یہ ہے کہ مدد بالکل نہ تھی مگر ایک ہوا کے ذریعے جس کو اللہ تعالیٰ بھیجتے تھے۔ حدیث شریف میں فرمایا۔ نصرت بالصباء وأهلكك عاد بالدبور۔ میری مدد صبح کی ہوا سے کی گئی اور قوم عاد کو دبور سے ہلاک کیا گیا۔ **وَاصْبِرُوا** (اور صبر کرو) دشمن کے ساتھ قتال میں ثابت قدم رہو۔ **إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ** (بیشک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں) اللہ تعالیٰ ان کا مددگار اور معین ہے اور ان کی محافظت کرنے والا ہے۔

شکر ابو جہل کا حال:

آیت ۴۷: **وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ** (اور ان لوگوں کی طرح مت ہونا جو اپنے گھروں سے اترتے ہوئے اور لوگوں کو دکھلاتے ہوئے نکلے) وہ اہل مکہ ہیں جو قافلے کی حمایت میں نکل کھڑے ہوئے۔ ابو سفیان کا قاصدان کو آلا اور کہنے لگا۔ تم واپس لوٹ چلو۔ تمہارا قافلہ صحیح سلامت گزر گیا۔ ابو جہل نے انکار کیا اور کہا ہم تو بدر تک جائیں گے۔ وہاں شراب کے جام انڈیلیں گے اور اونٹ ذبح کر کے انکا گوشت اڑائیں گے۔ اور ناچ رنگ کی محفلیں منعقد کریں گے اور عرب سرداروں کی دعوت کریں گے اسی کو بطر فرمایا اور رِئَاءَ لوگوں کو کھانا کھلانا تھا۔ مگر اس کی بجائے ان کو موت کا جام پینا پڑا اور راک رنگ کی محافل کی بجائے ماتم کی محفلیں قائم ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کفار کی طرح بطر، طرب اور اپنے اعمال میں ریاکاری سے منع کیا۔ ان کو تقویٰ کا دامن ہاتھ میں لینا چاہیے۔ اور اللہ تعالیٰ کے خوف سے غم زدہ اور دکھ زدہ رہ کر اپنے تمام اعمال میں اخلاص برتنا چاہیے۔ **الْبَطَرُ** کثرت نعمت و مال شکر سے غافل کر دے۔ **وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ** (اور لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکتے تھے) دین اللہ۔ **وَاللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ** (اور اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو احاطہ میں لئے ہوئے ہے) جاننے والا ہے۔ اور یہ وعید ہے۔

وَإِذْ زَيْنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمْ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ

اور جب شیطان نے ان کو اعمال خوشنما کر کے دکھائے اور اس نے یوں کہا کہ لوگوں میں سے آج تم پر کوئی بھی غلبہ پانے والا نہیں ہے

وَلَا إِنِّي جَارٌ لَّكُمْ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتَيْنِ نَكَصَ عَلَى عَقْبَيْهِ وَقَالَ إِنِّي بَرِيءٌ

اور میں تمہاری حمایت کرنے والا ہوں پھر جب دونوں جماعتیں آمنے سامنے ہوئیں تو وہ الٹے پاؤں بھاگ نکلا اور اس نے کہا کہ بلاشبہ میں تم سے بری

مِّنْكُمْ إِنِّي أَرَىٰ مَا لَا تَرَوْنَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝۴۸

ہوں بے شک میں وہ کچھ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھتے بے شک میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور اللہ سخت عذاب والا ہے۔

ترتیب شیطانی:

آیت ۴۸: وَإِذْ زَيْنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمْ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ (اور اس وقت کا ان سے ذکر کرو جب کہ شیطان نے ان کو ان کے اعمال خوشنما کر کے دکھائے اور کہا کہ لوگوں میں سے آج تم پر کوئی غالب آنے والا نہیں) اذ کروا۔ اس وقت کو یاد کرو جب شیطان نے ان کے لئے اعمال کو مزین کر دیا۔ وہ اعمال جو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی دشمنی میں کئے تھے۔ اور ان کے دلوں میں وسوسہ ڈالا کہ وہ بالکل مغلوب نہ ہونگے۔ غالب یہی بالفتح ہے جیسے لارجل لکم موضع رفع میں لا کی خبر ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے لا غالب کائن لکم کوئی غالب تم پر ہونے والا نہیں۔ وَلَئِنِّي جَارٌ لَّكُمْ (اور میں تمہارا حامی ہوں) میں تمہیں پناہ دینے والا ہوں۔ اس نے ان کے وہم میں بات ڈالی کہ شیطان کی اطاعت ایسی چیز ہے جو ان کو پناہ دے گی۔ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتَيْنِ (جب دونوں جماعتیں ایک دوسرے کے مقابل ہوئیں) جب دونوں جماعتیں آمنے سامنے ہوئیں۔ نَكَصَ (وہ بھاگ گیا) شیطان بھاگ گیا عَلَى عَقْبَيْهِ (الٹے پاؤں) ایزنیوں کے بل۔ وَقَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِّنْكُمْ (اور کہا کہ میرا تم سے کوئی واسطہ نہیں) میں نے تمہیں جو امان کی ضمانت دی تھی اس سے رجوع کرتا ہوں۔ اور روایت میں ہے کہ ابلیس سراقہ بن مالک کی شکل میں اپنے شیاطین کے ساتھ جھنڈا لے کر آیا۔ جب ملائکہ کو اترتے دیکھا تو الٹے پاؤں دم دیا کر بھاگا۔ حارث بن ہشام نے اس کو کہا کیا تو ہم سے اس حالت میں علیحدگی اختیار کرتا ہے۔ اس نے جواب دیا إِنِّي أَرَىٰ مَا لَا تَرَوْنَ (میں ان چیزوں کو دیکھ رہا ہوں جو تم کو نظر نہیں آتیں) یعنی ملائکہ کو۔ کفار کو شکست ہوئی۔ جب مکہ پہنچے تو کہنے لگے لوگوں کو سراقہ نے شکست دلوائی ہے۔ جب سراقہ کو یہ بات پہنچی تو اس نے کہا اللہ کی قسم! مجھے تمہارے جانے کا بھی علم نہیں۔ البتہ تمہاری شکست کا علم ہوا۔ جب یہ مسلمان ہو گئے تو ان کو علم ہوا کہ وہ شیطان تھا۔ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ (میں تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں) اس کی سزا سے۔ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ (اور اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے)

اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ غَرَّهُُوْا لَا دِيْنَ لَهُمْ ؕ

جب منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے یوں کہہ رہے تھے کہ ان لوگوں کو ان کے دین نے گھمنڈ میں ڈال دیا

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝۴۹ وَلَوْ تَرٰى

اور جو کوئی شخص اللہ پر بھروسہ کرے تو بلاشبہ اللہ حکمت والا ہے غلبہ والا ہے۔ اور اگر آپ دیکھیں

اِذْ يَتَوَفّٰى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۖ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ

جبکہ فرشتے کافروں کی جان قبض کرتے ہوئے ان کے مونہوں پر اور ان کی پشتوں پر

وَاَدْبَارَهُمْ ؕ وَذُوْ قُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝۵۰ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمْتُمْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنْ

مارتے جاتے ہیں اور یوں کہتے ہیں کہ جلنے کا عذاب چکھ لو۔ یہ ان اعمال کی وجہ سے جو تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجے اور بلاشبہ

اللّٰهُ لَيْسَ بِظَلٰمٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝۵۱ كَذٰبِ اِلٰ فِرْعَوْنَ ۖ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ

اللہ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔ جیسا کہ آل فرعون کی حالت تھی اور ان لوگوں کی جو ان سے پہلے تھے

كَفَرُوْا بِآيٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝۵۲

انہوں نے اللہ کی آیات کا انکار کیا سو اللہ نے ان کے گناہوں کے سبب ان کو پکڑ لیا۔ بے شک اللہ قوی ہے سخت عذاب والا ہے۔

منافقین کا ڈھنڈورا:

آیت ۴۹: اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ (اور وہ وقت یاد کرو جب منافقین کہتے تھے) مدینہ میں۔ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ (اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری تھی) نمبر ۱: یہ منافقین کی صفت ہے۔ نمبر ۲۔ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو ایک کنارے پر تھے۔ اسلام میں ثابت قدم نہ تھے۔ غَرَّهُُوْا لَا دِيْنَ لَهُمْ (ان کو ان کے دین نے بھول میں ڈال رکھا ہے) اس سے مراد وہ مسلمان تھے جنکو ان کے دین نے دھوکہ میں مبتلا کیا کہ ایک ہزار کے مقابلہ میں تین سو سے کچھ اوپر مقابلہ کرنے آئے ہیں۔ پھر ان کو جوابا کہا وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ (اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے) اپنا معاملہ اس کے سپرد کر دیتا ہے۔ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ (تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ زبردست) غالب ہیں قلیل و کمزور کو طاقتور و کثیر پر مسلط کر سکتا ہے۔ حَكِيْمٌ (حکمت والے ہیں) اپنے دوست و دشمن میں برابری نہیں کرتا۔

منافقین کی حالت مرگ:

آیت ۵۰: وَلَوْ تَرَىٰ (اور اگر دیکھیں) اگر تم مشاہدہ کرتے اور آنکھوں سے دیکھتے۔ لَوْ مَضَارِعَ کو ماضی کی طرف بدل ڈالتا ہے۔ جیسا ان ماضی کو مَضَارِعَ کے معنی میں کر دیتا ہے۔ اذِیہ ظرف ہونے کی بناء پر منصوب ہے۔ اِذْ یَتَوَفَّی الدِّیْنَ کَفَرُوا (جبکہ ان کافروں کی جان قبض کرتے جاتے ہیں) ان کی روحوں کو قبض کرتے ہیں الْمَلَائِکَةُ یَضْرِبُونَ وُجُوْهُمْ (فرشتے ان کے منہ پر مارتے ہیں) نَحْمُ: نمبر ۱: ملائکہ فاعل ہے اور یضربون حال ہے۔ وجوہہم ان کے چہروں پر مارتے ہیں۔ جب وہ سامنے آتے ہیں۔ وَ اَذْبَارَهُمْ (اور ان کی پشتوں پر) ان کی پشتوں اور سرینوں پر جب وہ واپس مڑتے ہیں۔ نمبر ۲۔ ان کے چہروں پر جب وہ آگے بڑھتے ہیں اور پشتوں پر جب وہ شکست کھا کر بھاگتے ہیں۔

نَحْمُ: یہ بھی کہا گیا کہ یتوفی کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے اور الملائکہ یہ ابتداء کی وجہ سے مرفوع ہے اور یضربون اسکی خبر ہے۔ مگر پہلی صورت زیادہ بہتر ہے کیونکہ کفار اس بات کے مستحق نہیں کہ بلا واسطہ اللہ تعالیٰ ان کو موت دے۔ اس کی دلیل ابن عامر کی قراءت ہے یتوفی۔ تاکہ ساتھ۔ جب صیغہ مؤنث کا ہوا تو فاعل ملائکہ بنے گا۔ وَ ذُوْقُوا (اور تم چکھو) ان کو کہتے ہیں۔ نَحْمُ: اس کا عطف یضربون پر ہے۔ لو کا جواب محذوف ہے لرأیت امرأ فظیعاً، عَذَابَ الْحَرِیقِ (آگ کی سزا) نمبر ۱۔ آگ کے عذاب کا مقدمہ (کفر پر موت) نمبر ۲۔ ذوقوا سے آخرت کے عذاب کی بشارت ہے۔ نمبر ۳۔ قیامت کو انہیں سزا دیتے وقت یہ کہا جائے گا۔ ذوقوا۔

آیت ۵۱: ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمْتُ اَیْدِیْکُمْ (یہ عذاب ان اعمال کی وجہ سے ہے جو تم نے اپنے ہاتھوں کئے ہیں) یعنی کمایا اس آیت میں جبر یہ فرقہ کی تردید ہے۔ نمبر ۱۔ یہ کلام اللہ تعالیٰ کا ہے۔ نمبر ۲۔ یہ ملائکہ کا قول ہے۔ نَحْمُ: ذٰلِكَ مبتداء، بما قدمت اس کی خبر ہے وَأَنَّ اللّٰهَ (اور بیشک اللہ تعالیٰ) اس کا معطوف ہے۔ وَأَنَّ اللّٰهَ یعنی یہ عذاب دو وجہ سے ہے۔ نمبر ۱۔ کفر و معاصی کی وجہ سے نمبر ۲۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ذرہ بھر ظلم کرنے والے نہیں۔ لَیْسَ بِظَلَامٍ لِّلْعَبِیْدِ (اپنے بندوں پر ظلم کرنے والے نہیں) کیونکہ کفار کو سزا دینا عین عدل ہے۔ ظلام: نمبر ۱: انواع ظلم کی نفی کے لئے لائے۔ نمبر ۲: تکثیر کا صیغہ بندوں کی کثرت کی وجہ سے استعمال فرمایا۔

ان کا حال آل فرعون جیسا ہے:

آیت ۵۲: کَذٰبِ اِلٰ فِرْعَوْنَ (ان کی حالت آل فرعون جیسی ہے) کاف محل رفع میں ہے یعنی ذاب ہولا، کذاب ال فرعون۔ دابہم انکا وہ عمل اور عادت جس پر مداومت کرنے والے تھے۔ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (اور جیسے ان سے پہلے لوگوں کی حالت تھی) نمبر ۱۔ قریش سے پہلے نمبر ۲۔ آل فرعون سے پہلے۔ کَفَرُوا (انہوں نے انکار کیا) یہ داب آل فرعون کی تفسیر ہے۔ بَاٰیَتِ اللّٰهِ فَآخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ اِنَّ اللّٰهَ قَوِیُّ شَدِیْدُ الْعِقَابِ (اللہ کی آیات کا پس اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں پر ان کو پکڑ لیا بیشک اللہ تعالیٰ بڑی قدرت والے سخت سزا دینے والے ہیں) مطلب یہ ہے یہ لوگ تکذیب میں ان کی عادت پر چلے ہم نے ان کے بعد انکا نمبر لگا دیا۔

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۖ

یہ اس وجہ سے کہ بلاشبہ اللہ کسی نعمت کا بدلنے والا نہیں جو کسی قوم کو دی ہو یہاں تک کہ وہ خود ہی اپنے ذاتی اعمال کو نہ بدل دیں

وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۝۵۳ كَذٰبِ اِلٰ فِرْعَوْنَ ۚ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَذَّبُوْا

اور بلاشبہ اللہ سنے والا جاننے والا ہے۔ جیسا کہ آل فرعون کی اور ان لوگوں کی حالت تھی جو ان سے پہلے تھے انہوں نے اپنے

بَاٰتِ رَبِّهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ ۚ وَاَعْرَقْنَا اِلٰ فِرْعَوْنَ ۚ وَكُلُّ كَاٰنٍ اٰظِلِمِیْنَ ۝۵۴

رب کی آیات کو جھٹلایا۔ سو ہم نے ان کے گناہوں کے سبب انہیں ہلاک کر دیا اور ہم نے آل فرعون کو ڈبو دیا اور یہ سب ظالم تھے

اِنَّ شَرَّ الدِّیْنِ اِتَّيْتَهُ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝۵۵

بیشک زمین پر چلنے پھرنے والوں میں اللہ کے نزدیک بدترین لوگ وہ ہیں جنہوں نے کفر اختیار کیا سو وہ ایمان نہ لائیں گے۔

نعمت، نعمت سے اعمال کے بدلنے پر بدلتی ہے:

آیت ۵۳: ذٰلِكَ (یہ بات) یہ عذاب یا انتقام بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ (اس سبب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی ایسی نعمت کو جو کسی قوم کو عطاء فرمائی ہو، نہیں بدلتے جب تک کہ وہی لوگ اپنے ذاتی اعمال کو نہیں بدل ڈالتے) اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ کی حکمت یہ ہے کہ کسی قوم کے ساتھ نعمت والا معاملہ اس وقت تک تبدیل نہیں کرتا جب تک وہ اپنی حالت کو نہیں بدل لیتے۔ یہ بلاشبہ درست ہے کہ مشرکین مکہ اور آل فرعون کا پہلے بھی طرز عمل ایسا نہ تھا کہ پھر اس کو انہوں نے ناراضگی میں بدلا بلکہ بات یہ ہے کہ ناراضگی والی حالت بھی زیادہ اور شدید ترین ناراضگی کی طرف بدلی جاسکتی ہے اور جاتی ہے۔ چنانچہ غور کرو کفار مکہ بعثت سے قبل بت پرست تھے مگر جب اللہ تعالیٰ نے اپنا پیغمبر آیات دیکر بھیج دیا۔ تو انہوں نے اس کی تکذیب ہی نہیں کی بلکہ اس کا خون بہانے کی کوشش کی اس طرح انہوں نے اپنی بری حالت کو بدترین حالت میں بدل دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے مہلت کے قانون کو عجلت سے بدل دیا۔ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ (اور بیشک اللہ تعالیٰ بڑے سنے والے ہیں) ان باتوں کو جو رسولوں کی تکذیب کرنے والے کہتے ہیں۔ عَلِیْمٌ (بڑے جاننے والے ہیں) ان کے افعال کو جاننے والے ہیں۔ ہلاکت میں آل فرعون کی طرح ہیں:

آیت ۵۴: كَذٰبِ اِلٰ فِرْعَوْنَ (ان کی حالت آل فرعون جیسی ہے) نمبر ۱۔ تاکید کیلئے دوبارہ لائے۔ نمبر ۲۔ پہلی مرتبہ بلا وضاحت گناہ کی بناء پر پکڑنا ذکر کیا اور یہاں اس کی وضاحت اہلاک و استیصال سے کر دی۔ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَذَّبُوْا بِآٰتِ رَبِّهِمْ (اور ان سے پہلے والوں جیسی حالت ہے۔ کہ انہوں نے اپنے رب کی آیات کو جھٹلایا) اور بایات ربہم لا کرو واضح کر دیا کہ خاص طور پر اس نعمت کو ٹھکرایا۔ اور حق کا انکار کیا۔ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَعْرَقْنَا اِلٰ فِرْعَوْنَ (اور اس پر ہم نے ان کو ان کے

الَّذِينَ عَاهَدْتَ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُونَ عَهْدَهُمْ فِي كُلِّ مَرَّةٍ وَهُمْ لَا يَتَّقُونَ ﴿٥٦﴾

یہ وہ لوگ ہیں جن سے آپ نے معاہدہ کیا پھر وہ اپنے عہد کو توڑ ڈالتے ہیں اور وہ نہیں ڈرتے

فَإِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَدْكُرُونَ ﴿٥٧﴾ وَإِمَّا تَخَافَنَّ

سو اگر آپ ان کو جنگ میں پالیں تو ان کے ذریعہ ان لوگوں کو منتشر کر دیجئے جو ان کے پیچھے ہیں تاکہ ان کو عبرت حاصل ہو اور اگر آپ کو کسی قوم سے

مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةٌ فَانْذِرْ إِلَيْهِمْ عَلَى سَوَاءٍ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ ﴿٥٨﴾

خیانت کا اندیشہ ہو تو ان سے جو عہد آپ نے کیا ہے وہ ان کی طرف بھیج دے تاکہ وہ اور آپ برابر ہو جائیں بے شک اللہ خیانت کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

گناہوں کے سبب ہلاک کر دیا اور ہم نے آل فرعون کو ذبودیا) سمندر میں وکُلُّ (وہ سب) ڈوبنے والے قبطی اور مقتول قریشی گانُوا ظَلَمِينَ (ظالم تھے) اپنے نفسوں پر کفر و معاصی سے ظلم کر رہے تھے۔

یہ کفر پر مصر ہیں:

آیت ۵۵: إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللَّهِ الَّذِينَ كَفَرُوا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ (بلاشبہ وہ مخلوق میں بدترین لوگ ہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ کافر لوگ ہیں تو یہ ایمان نہ لائیں گے) انہوں نے کفر پر اصرار کیا ہے ان سے ایمان کی توقع نہیں ہے۔

معاہدہ توڑنے والوں کو عبرتناک سزا دو:

آیت ۵۶: الَّذِينَ عَاهَدْتَ مِنْهُمْ (جن کی یہ کیفیت ہے کہ آپ ان سے عہد لے چکے ہیں) یہ الذین کفروا سے بدل ہے یعنی الذین عاہد تہم من الذین کفروا وہ کافر لوگ جن سے تم نے معاہدہ کیا۔ کفار کو بدترین جاندار قرار دیا۔ کیونکہ لوگوں میں سب سے بدتر کافر ہیں۔ اور کافروں میں شدید ترین وہ ہیں جو اپنے وعدوں کو توڑنے والے اور کفر پر اصرار کرنے والے ہیں۔ ثُمَّ يَنْقُضُونَ عَهْدَهُمْ فِي كُلِّ مَرَّةٍ (پھر وہ ہر بار اپنا عہد توڑ ڈالتے ہیں) ہر معاہدہ میں وَهُمْ لَا يَتَّقُونَ (اور وہ ڈرتے نہیں) دھوکے کے انجام سے نہیں ڈرتے اور اس میں جو عار اور آئندہ نتیجہ میں جو نار ہے اس سے نہیں ڈرتے۔

آیت ۵۷: فَإِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ (پس اگر آپ لڑائی میں ان پر قابو پالیں) جب آپ کا ان سے سامنا ہو جائے اور ان پر کامیابی پالو۔ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ (تو ان کے ذریعہ پچھلے لوگوں کو منتشر کر دو) اپنی لڑائی اور قتل سے ان کو اس طرح منتشر کر دو کہ ان کے پچھلے کافروں کو بھی عبرت ہو تاکہ وہ آئندہ جرأت نہ کریں اور ان سے عبرت حاصل کر لیں۔ زجاج کہتے ہیں۔ ان سے ایسا سلوک کرو جس سے ان کی اجتماعیت پارہ پارہ ہو جائے اور ان کے علاوہ بھی ان سے منتشر کر دو۔ لَعَلَّهُمْ يَدْكُرُونَ (تاکہ وہ لوگ سمجھ جائیں) شاید کہ منتشر ہونے والے نصیحت حاصل کر لیں۔

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَبَقُوا ۖ إِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُونَ ۝۵۹ وَأَعِدُّوا لَهُمْ

اور کافر لوگ ہرگز یہ خیال نہ کریں کہ وہ آگے بڑھ کر بیچ نکلے۔ وہ لوگ عاجز نہیں کر سکیں گے اور ان کے مقابلہ کے لئے تیاری کرو

مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهَبُونَ بِهِ ۚ عَدُوُّ اللَّهِ وَعَدُوُّكُمْ

جو کچھ تم سے ہو سکے قوت سے بھی اور پہلے ہوئے گھوڑوں سے بھی اس کے ذریعہ تم اللہ کے دشمن کو اور اپنے دشمن کو

وَالْآخَرِينَ مِنْ دُونِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُونَهُمُ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ ۚ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ

اور ان لوگوں کو جو ان کے علاوہ ہیں ڈراتے رہو تم ان کو نہیں جانتے اللہ ان کو جانتا ہے اور جو بھی کوئی چیز تم اللہ کی راہ میں خرچ

فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُوفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَظْلَمُونَ ۝۶۰

کرو گے وہ تمہیں پورا پورا دے دیا جائے گا اور تم پر ظلم نہ کیا جائے گا۔

خطرہ خیانت سے معاہدہ واپس کر دو:

آیت ۵۸: وَمَا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ (اور اگر آپ کو کسی قوم سے) معاہدہ والے۔ خِيَانَةً (خیانت کا) نشانات سے معاہدہ توڑنا معلوم ہو رہا ہو۔ فَالْبُذُ إِلَيْهِمْ (تو ان کا عہد ان کو اسی طرح واپس کر دیں) ان کا عہد ان کی طرف پھینک دو واپس کر دو۔ عَلٰی سَوَاءٍ (کہ تم اور وہ برابر ہو جائیں) تاکہ تمہیں اور انہیں برابر نقض عہد کا علم ہو جائے۔ یہ نابذ اور منبوذ سے حال ہے۔ ای حاصلین علی استواء فی العلم دونوں کو برابر علم ہو جائے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِيْنَ (بیشک اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا) وعدہ توڑنے والے کو۔

کافر ہم سے بھاگ نہیں سکتے:

آیت ۵۹: وَلَا يَحْسَبَنَّ (اور اپنے متعلق یہ خیال نہ کریں) قراءت: شامی، حمزہ، یزید، حفص نے يَحْسَبَنَّ پڑھا ہے۔ ابو بکر نے تَحْسَبَنَّ پڑھا ہے۔ جبکہ دیگر قراء نے تَحْسَبَنَّ سین کے کسرہ سے پڑھا ہے۔ الَّذِينَ كَفَرُوا سَبَقُوا (کافر کہ وہ بیچ گئے) نکل گئے اور قابو میں نہیں آئے۔ اِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُونَ (یقیناً وہ لوگ عاجز نہیں کر سکتے) وہ بیچ کر نہیں نکل سکتے اور ڈھونڈنے والے کو عاجز بھی نہیں کر سکتے۔

قراءت: شامی نے اِنَّهُمْ پڑھا ہے۔ ای لانہم ہمزہ مکسورہ ہو یا مفتوحہ دونوں ہی تعلیل کیلئے ہیں فرق صرف یہ ہے کہ مکسورہ مستانفہ ہو کر تعلیلیہ ہے اور مفتوحہ صراحتہ تعلیلیہ ہے۔ اور جنہوں نے تا سے پڑھا تو انہوں نے الذين کفروا کو مفعول اول اور سبقوا کو مفعول ثانی بنایا ہے اور جنہوں نے یا سے پڑھا انہوں نے الذين کفروا کو فاعل قرار دیا اور سبقوا کو مفعول۔ تقدیر عبارت یہ ہے اَنْ سَبَقُوا۔ اَنْ کو حذف کر دیا اور یہ ان مخففہ من المثلہ ہے ای انہم سبقوا تو یہ دو مفعولوں کے قائم مقام ہے۔

نمبر ۳۔ فاعل مضمَر ہے ای ولا یحسبن محمد الکافرین سابقین ہرگز محمد ﷺ کافروں کو ہم سے سبقت کرنے والے گمان نہ کریں۔

بعض لوگوں نے حمزہ کو اس قراءت میں متفرد قرار دیا مگر انکا قول محل نظر ہے۔ جیسا کہ ہم واضح کر چکے۔ زہری سے روایت ہے یہ ان لوگوں کے بارے میں اتری جو شکست کھانے کے بعد بچ گئے۔

کفار کے مقابلہ کی پوری تیاری کرو:

آیت ۶۰: وَأَعِدُّوا (اور تم سامان درست رکھو) اے ایمان والو! لَھُمْ (ان کافروں کیلئے) وعدہ خلافوں کیلئے یا تمام کفار کیلئے مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ (جس قدر تم سے ہو سکے ہتھیار سے) ہر وہ چیز جس سے لڑائی میں مدد مل سکتی ہے۔ حدیث میں ہے الا ان القوة الرمی آپ نے منبر پر یہ بات فرمائی۔ دوسرا قول یہ ہے کہ مراد قلعے ہیں۔ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ (اور پلے ہوئے گھوڑوں سے) یہ ان گھوڑوں کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں باندھے جاتے ہیں۔ نمبر ۲۔ رباط جمع ہے ربط کی جیسے فصیل و فصال۔ گھوڑوں کو قوت کیلئے اسی طرح خاص کیا۔ جیسے جبرائیل اور میکائیل کو ملائکہ میں سے وَجِبْرِیْلَ وَمِیْکَلَّ (البقرہ: ۹۸) تَرْهَبُوْنَ بہ (اس کے ذریعہ تم رعب جمائے رکھو) جس حد تک تم طاقت رکھتے ہو۔ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ (اللہ کے دشمن اور اپنے دشمن پر) یعنی اہل مکہ وَالْاٰخِرِیْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ (اور ان کے علاوہ دوسرے دشمنوں پر بھی) ان کے علاوہ اور وہ یہود یا منافقین یا اہل فارس یا کفار جن کا ذکر حدیث میں ہے ان الشیطان لا یقرب صاحب فرس۔ شیطان صاحب فرس کے قریب نہیں آتا۔ ولا داراً فیہا فرس عتیق نہ وہ گھر جس میں آزاد گھوڑا ہو۔ (قال ابن حجر لم اجده) روایت میں ہے کہ گھوڑے کا ہنہانا جنات کو ڈراتا ہے۔ (اس کی بھی اصل نہیں ملی) لَا تَعْلَمُوْهُمْ (جن کو تم نہیں جانتے) تم ان کو معین طور پر نہیں پہچانتے ہو۔ اَللّٰهُ یَعْلَمُھُمْ (اللہ تعالیٰ ہی ان کو جانتا ہے) وَمَا تَنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ یُوْفَّ اِلَیْكُمْ (اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو کچھ بھی خرچ کرو گے وہ تم کو پورا پورا دے دیا جائے گا) اس کی وافر جزاء تمہیں ملے گی۔ وَاَنْتُمْ لَا تَظْلَمُوْنَ (اور تم پر ظلم نہ کیا جائے گا) جزاء میں کمی نہ کی جائے گی بلکہ پوری دے دی جائے گی۔

وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلَامِ فَاِجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۶۱

اور اگر وہ لوگ صلح کے لئے مائل ہو جائیں تو آپ بھی اس کے لئے مائل ہو جائیں اور اللہ پر بھروسہ کیجئے۔ بے شک وہ سننے والا جاننے والا ہے

وَإِنْ يُرِيدُوا أَنْ يَخْدَعُوكَ فَإِنَّ حَسْبَكَ اللَّهُ هُوَ الَّذِي آتَاكَ بِنَصْرِهِ وَ

اور اگر وہ لوگ آپ کو دھوکہ دینے کا ارادہ کریں تو بیشک اللہ آپ کو کافی ہے اللہ وہی ہے جس نے اپنی مدد کے ساتھ اور اہل ایمان کے ساتھ

بِالْمُؤْمِنِينَ ۶۲ وَالْفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ لَوْ أَنْفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَا أَلْفَتْ

آپ کو قوت دی اور ان کے دلوں میں الفت پیدا فرمائی۔ اگر آپ سب کچھ خرچ کر دیتے جو زمین میں ہے تب بھی آپ ان کے دلوں میں

بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ أَلْفَ بَيْنَهُمْ إِنَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۶۳ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ

الفت پیدا نہیں کر سکتے تھے اور لیکن اللہ نے ان کے درمیان الفت پیدا فرمائی بے شک وہ غلبہ والا ہے اے نبی! آپ کو اللہ

اللَّهُ وَمَنْ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۶۴

کافی ہے اور وہ مومن بندے جنہوں نے آپ کا اتباع کیا۔

آیت ۶۱: وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلَامِ (اگر وہ صلح کی طرف جھکیں) مائل ہوں۔ جنح کا صلہ لام ہو یا الی اس کا معنی مائل ہونا آتا ہے۔ لِّلْسَلَامِ صلح کیلئے قراءت: ابوبکر نے سین کے کسرہ سے پڑھا ہے۔ سلم یہ مؤنث ہے اس کی ضد بھی تانیث ہے اور وہ الحرب کا لفظ ہے۔ فَاِجْنَحْ لَهَا (تو آپ بھی جھک جائیں) تو ان کی طرف مائل ہو۔ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ (اور اللہ پر بھروسہ کریں) اور ان کے باطن میں مکر ہو کہ مائل ہو کر دھوکہ کریں گے تو پرواہ نہ کریں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے لئے کافی ہے اور ان کے مکر سے بچانے والا ہے۔ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (بلاشبہ وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے) وہ آپ کے اقوال کو سننے والا اور آپ کے احوال کو جاننے والا ہے۔

آیت ۶۲: وَإِنْ يُرِيدُوا أَنْ يَخْدَعُوكَ (اگر وہ آپ کو دھوکہ دینا چاہیں) وہ مکر کریں گے اور دھوکہ دیں گے۔ فَإِنَّ حَسْبَكَ اللَّهُ، (اللہ آپ کو کافی ہے) اللہ تعالیٰ آپ کے لئے کافی ہے۔ هُوَ الَّذِي آتَاكَ بِنَصْرِهِ (وہ وہی ہے جس نے آپ کو قوت دی) بِنَصْرِهِ وَبِالْمُؤْمِنِينَ (اپنی امداد سے اور مسلمانوں سے) تمام ایمان والوں سے یا انصار کے ذریعہ

اوس و خزرج میں الفت کا امتنان:

آیت ۶۳: وَالْفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ (اور ان کے قلوب میں اتفاق پیدا کر دیا) ایک سو بیس سال سے جنگی دشمنی تھی ان اوس و خزرج کے دلوں میں الفت ڈال دی۔ لَوْ أَنْفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَا أَلْفَتْ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ (اگر آپ دنیا بھر کا مال خرچ کرتے

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ ۖ إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عَشْرُونَ صَابِرُونَ

اے نبی آپ مؤمنین کو جہاد کی ترغیب دیجئے اگر تم میں سے بیس افراد ثابت قدم رہنے والے ہوں گے

يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ ۚ وَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ يَغْلِبُوا أَلْفًا مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِأَنَّهُمْ

تو دو سو پر غالب ہو جائیں گے اور اگر تم میں سے سو افراد ہوں گے تو ہزار کافروں پر غالب ہو جائیں گے۔ اس وجہ سے کہ یہ

قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ ۖ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ عَزَّمَهُ وَعَلَّمَ أَنَّ فِيكُمْ زَعْفًا ۚ فَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ

لوگ سمجھ نہیں رکھتے۔ اب اللہ نے تمہارا بوجھ ہلکا کر دیا اور اس نے جان لیا کہ بے شک تمہارے اندر کمزوری ہے۔ سو اگر تم میں سے

مِائَةٌ صَابِرَةٌ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ ۚ وَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ أَلْفٌ يَغْلِبُوا أَلْفَيْنِ بِإِذْنِ اللَّهِ ۖ وَاللَّهُ

ثابت قدم رہنے والے سو افراد ہوں گے تو وہ دو سو پر غالب آئیں گے اور اگر تم میں سے ایک ہزار افراد ہوں گے تو اللہ کے حکم سے دو ہزار پر غالب ہوں گے اور

اللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ۖ

اللہ صابروں کے ساتھ ہے۔

تب بھی ان کے دلوں میں اتفاق پیدا نہ کر سکتے) ان کی عداوت اس مقام تک پہنچ چکی تھی۔ اگر کوئی خرچ کرنے والا ان کی عداوت کو مٹانے کیلئے زمین کے تمام مال بھی خرچ کر ڈالتا پھر بھی عداوت کو الفت سے نہ بدل سکتا تھا۔ وَلَكِنَّ اللَّهَ أَلْفَ بَيْنَهُمْ (لیکن اللہ تعالیٰ ہی نے ان میں باہم الفت ڈال دی) اپنے فضل و رحمت سے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ان کی قوت جمع کر دی۔ ان میں محبت و الفت پیدا کر دی اور باہمی بغض و عداوت دور کر دی۔ إِنَّهُ عَزِيزٌ (بیشک وہ زبردست ہیں) آپ کو دھوکہ دینے والوں کو مغلوب کر دے گا۔ حَكِيمٌ (حکمت والے ہیں) آپ کے پیروں کی مدد کرے گا۔

اللہ کی مدد اور مومنوں کا تعاون کافی ہے:

آیت ۶۳: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ (اے نبی (ﷺ) آپ کیلئے اللہ کافی ہے اور جن مومنین نے آپ کا اتباع کیا وہ کافی ہیں) واو بمعنی مع ہے۔ نمبر ۱۔ اور اس کا مابعد منصوب ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ اور آپ کے پیروکار مومنین کی مدد کیلئے کافی ہے۔ نمبر ۲۔ اور محل رفع میں بھی جائز ہے۔ اے کفاک اللہ و کفاک المؤمنون تمہیں اللہ تعالیٰ کافی ہے مددگار ہونے کے لحاظ سے اور مومن کافی معاون ہونے کے اعتبار سے۔ روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر تینتیس مرد اور چھ عورتیں ایمان لائے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو یہ آیت اتری۔

ترغیب قتال کا حکم:

آیت ۶۵: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ (اے پیغمبر! آپ مومنین کو قتال کی ترغیب دیں) التحريض

لڑائی کے معاملے پر آمادگی میں مبالغہ کرنا۔ الحرض جس کو مرض اتنا کمزور بنادے کہ وہ موت کو جھانکنے لگے۔ اِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عَشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ۔ وَاِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ يَغْلِبُوا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (اگر تم میں سے بیس آدمی ثابت قدم رہنے والے ہونگے تو وہ دوسو پر غالب آجائیں گے اور اگر تم میں سے سو آدمی ہونگے تو ایک ہزار کفار پر غالب آجائیں گے) یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعدہ اور بشارت ہے۔ کہ اگر مومنوں کی جماعت لڑائی میں جی رہے گی تو اپنے سے دس گنا کفار پر غالب ہونگے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد اور تائید سے۔ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُوْنَ (اس وجہ سے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو کچھ نہیں سمجھتے) اس وجہ سے کہ کفار جاہل ہیں بغیر ثواب اور طلب ثواب کے وہ حیوانات کی طرح لڑتے ہیں۔ اس سے ان کی ثابت قدمی کم ہے جہالت کی وجہ سے وہ نصرت الہی سے محروم ہیں۔ برخلاف اس کے جو بصیرت کے ساتھ لڑنے والا ہو وہ خالص اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصرت کا امیدوار ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ان پر لازم تھا کہ وہ نہ بھاگیں گے اور ایک دس کے مقابلہ میں ثابت قدم رہے گا۔ جب یہ گراں گزرا تو اس حکم کو منسوخ کر کے تخفیف کردی کہ دو کے مقابلہ میں ایک کو ثابت قدم رہنا ضروری ہے۔

تخفیف حکم:

آیت ۶۶: اَلَّذِيْنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا (اب اللہ تعالیٰ نے تم سے بوجھ ہلکا کر دیا اور اس کو معلوم ہو گیا کہ تمہارے اندر طاقت کم ہے) ضعفا حمزہ وعاصم نے پڑھا۔ فَاِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ صَابِرَةٌ (پس اب اگر تم میں سے جم کر لڑنے والے سو ہونگے) کوئی نے یکن، یا کے ساتھ پڑھا ہے۔ بصری نے پہلے میں اس کی موافقت کی۔ مراد اس سے ضعف فی البدن ہے۔ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ وَاِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ اَلْفٌ يَغْلِبُوا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ (تو وہ دوسو دشمنوں پر غالب آئیں گے اور اگر تم میں سے ایک ہزار صابر ہونگے تو وہ دو ہزار دشمنوں پر غالب آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اور اللہ تعالیٰ صابریں کے ساتھ ہیں) اپنے سے دو گنا جماعت کے ساتھ مقابلہ کو تخفیف سے قبل اور بعد دوبارہ ذکر کیا تاکہ یہ بتلادیا جائے کہ قلت و کثرت کے باوجود حالت میں فرق نہیں ہوتا کیونکہ حالت کبھی بیس اور دو سواور سواور ہزار کے مقابلے میں مختلف ہوتی ہے۔ اسی طرح سواور دو سواور ایک ہزار اور دو ہزار کے مابین مقابلہ میں بھی مختلف ہوتی ہے۔

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ حَتَّىٰ يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ تُرِيدُونَ عَرَصَ

نبی کی شان کے لائق نہیں کہ ان کے پاس قیدی موجود رہیں جب تک کہ وہ زمین میں اچھی طرح خون ریزی نہ کر لے تم دنیا کا سامان

الدُّنْيَا وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٦٧﴾ لَوْلَا كِتَابٌ مِّنَ اللَّهِ

چاہتے ہو اور اللہ آخرت کو چاہتا ہے اور اللہ زبردست ہے حکمت والا ہے۔ اگر اللہ کا نوشتہ پہلے سے مقدر نہ

سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٦٨﴾ فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا طَيِّبًا ۚ

ہو چکا ہوتا تو جو کچھ تم نے لیا ہے اس کے بارے میں تم کو بڑا عذاب پہنچ جاتا سو کھاؤ اس میں سے جو تمہیں بطور غنیمت کے مل گیا حلال پاکیزہ ہونے کی حالت میں

وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٦٩﴾

اور اللہ سے ڈرو۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اسیرانِ بدر کا مسئلہ اور اختلافِ رائے:

آیت ۶۷: مَا كَانَ لِنَبِيٍّ (نبی ﷺ) کی شان کے لائق نہیں) نہ صحیح ہے اور نہ مناسب ہے۔ اَنْ يَكُونَ لَهُ اَسْرٰی (کہ ان کے قیدی باقی رہیں)

قراءت: بصری نے ان تکون پڑھا ہے۔ حَتَّىٰ يَثْخِنَ فِي الْأَرْضِ (جب تک کہ وہ زمین میں اچھی طرح خون ریزی نہ کر لے) اشخان، کثرتِ قتل اور مبالغہ فی القتل یہ ثخانة سے ہے جس کا معنی غلظت اور کثافت ہے یہاں تک کہ کافروں میں قتل کی اشاعت سے کفر جھک جائے اور اسلام کا غلبہ اور زور ثابت ہو جائے پھر جو ملے اس کو قید کر لیا جائے۔

روایت میں ہے آپ ﷺ کے پاس ستر قیدی لائے گئے۔ جن میں عم رسول، عباس اور برادر علی، عقیل بھی تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا انہوں نے کہا کہ یہ آپ کی قوم و خاندان کے لوگ ہیں۔ ان کو فدیہ لے کر چھوڑیں شاید اللہ تعالیٰ توبہ کی توفیق دے دے اور فدیہ سے ہم قوت حاصل کریں گے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا انہوں نے آپ کو مکہ سے باہر نکالا، جھٹلایا۔ ان کی گردنیں اڑا دیں یہ کفر کے مقتداء ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ آپ کو فدیہ سے بے نیاز کر دیں گے۔ عقیل علی کے سپرد کریں۔ حمزہ کے حوالہ عباس کریں۔ مجھے فلاں عنایت کریں پھر حکم دیں تاکہ ہم ان کی گردنیں مار دیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابو بکر تمہاری مثال ابراہیم علیہ السلام کی ہے جب انہوں نے کہا: وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (ابراہیم: ۳۶) اور اے عمر تیری مثال نوح علیہ السلام جیسی ہے جبکہ انہوں نے کہا: رَبِّ لَا تَذَرْنِي عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دِيَارًا۔ (نوح: ۲۶) پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اگر تم چاہتے ہو تو انہیں قتل کر دو۔ اور اگر چاہو ان کا فدیہ لے لو۔ لیکن اتنی تعداد تم میں سے شہید ہوگی۔ انہوں نے کہا ہم ان سے فدیہ لیتے ہیں۔ چنانچہ اُحد میں ستر صحابہ شہید ہوئے۔ جب فدیہ لے لیا تو یہ آیت اتری: تُرِيدُونَ عَرَصَ الدُّنْيَا (تم دنیا کا مال و اسباب چاہتے ہو) عرض کا معنی دنیا کا سامان یعنی فدیہ۔ عرض اس لئے کہا کیونکہ

جلد زائل ہونے والا اور کم باقی رہنے والا ہے۔

وَاللّٰهُ يُرِيدُ الْاٰخِرَةَ (اور اللہ تعالیٰ آخرت کو چاہتا ہے) جو کہ جنت کا سبب ہے۔ جس سے اسلام کی عظمت و عزت بڑھتی ہے اور وہ اساطین کفر کا قتل کرتا ہے۔ (تاکہ اسلام کے راستہ میں رکاوٹ نہ رہے) وَاللّٰهُ عَزِيزٌ (اللہ زبردست قوت والا ہے) اپنے دشمنوں پر غالب ہے۔ حَكِيْمٌ (بڑی حکمت والا ہے) اپنے دوستوں پر عتاب میں۔

نوشتہ تقدیر میں فدیہ کی حلت:

آیت ۶۸: لَوْلَا يَكْتُبُ مِنَ اللّٰهِ (اگر اللہ تعالیٰ کا ایک نوشتہ مقدر نہ ہو چکتا) اگر اللہ تعالیٰ کا حکم نہ ہوتا۔ سبق کسی اجتہاد کرنے والے کو سزا نہ دی جائے۔ اور یہ بات ان سے بطور اجتہاد ہوئی کیونکہ۔ نمبر ۱: انہوں نے اس بات کی طرف نگاہ کی کہ انکا چھوڑ دینا ان کے اسلام کا سبب بن جائے گا۔ اور فدیہ سے جہاد پر قوت حاصل کی جائے گی۔ مگر دوسرا پہلو ان سے مخفی رہا کہ ان کے قتل میں اسلام کی عزت و شان ہے اور پچھلوں پر اس سے رعب طاری ہوگا۔ نمبر ۲۔ اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں لکھ دیا کہ اہل بدر کو عذاب نہ دیا جائے گا۔ نمبر ۳۔ بیان و معذرت سے پہلے مواخذہ نہیں۔

آپ کا مشورہ اس بات کی دلیل ہے کہ اجتہاد جائز ہے یہ منکرین قیاس کے خلاف دلیل ہے۔ کتاب مبتداء، من اللہ صفت اول سبق صفت دوم، خبر مخدوف ہے تقدیر عبارت یہ ہے لولا کتاب ثابت من اللہ ای لولا کتاب بھذہ الصفة فی الوجود۔ سبق یہ خبر نہیں ہے کیونکہ لولا کی خبر کبھی ظاہر نہیں ہوتی۔ لَمَسَّكُمْ (تو تم پر واقع ہوتی) تمہیں ملتا اور پہنچتا فِيمَا أَخَذْتُمْ (جو امر تم نے اختیار کیا) یعنی قیدیوں کا فدیہ عَذَابٌ عَظِيمٌ (بڑی سزا) روایت میں ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کو روتا ہوا پایا۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے بتلائیں اگر میں بھی روسکوں تو روؤں۔ اور اگر رونا نہ آئے تو رونے والی صورت بنالوں گا۔ آپ نے فرمایا مجھے تمہارے ان ساتھیوں پر رونا آ رہا ہے۔ جنہوں نے فدیہ لیا۔ میرے سامنے انکا عذاب اس درخت سے زیادہ قریب تر دکھایا گیا۔ وہ درخت آپ کے نزدیک ہی تھا۔ (مسلم ۱۷۶۳) اور دوسری روایت میں ہے کہ اگر وہ عذاب آسمان سے اترتا تو اس سے عمر اور سعد بن معاذ کے سوا کوئی نہ بچ سکتا اس لئے کہ انہوں نے اشخان کو پسند کیا تھا۔ (ابن جریر)

اموال غنائم کے استعمال کی اجازت:

آیت ۶۹: فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ (پس تم کھاؤ اس کو جو کچھ تم نے لیا ہے) روایت میں ہے کہ صحابہ کرام غنائم سے رک گئے اور انہوں نے اس کو ہاتھ بھی نہ لگایا۔ پس یہ آیات اتریں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس میں فدیہ کو مباح کیا گیا کیونکہ یہ بھی غنائم میں سے ہے۔ فاسیہ ہے اور سبب مخدوف ہے۔ مطلب یہ ہے قد احللت لکم الغنائم کہ میں نے غنائم تمہارے لیے حلال کر دیے۔ پس تم کھاؤ۔ حلالاً (حلال) عتاب و عقاب سے آزاد ہو کر۔ حلال یہ حل العقال سے ہے۔

اونٹ کا عقال کھول دیا۔ نمبر ۱۔ یہ مغنوم (غنیمت کے طور پر حاصل شدہ مال) سے حال ہونے کی بناء پر منصوب ہے۔ نمبر ۲۔ مصدر کی صفت ہے یعنی اکلاً حلالاً کھاؤ حال کھانا۔ طیباً (پاک سمجھ کر) لذیذ و خوشگوار نمبر ۳۔ شرعاً حلال، طبعاً پاکیزہ و مرغوب وَاتَّقُوا اللّٰهَ (اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو) ایسی چیز کی طرف اقدام نہ کرو۔ جس کی اجازت نہیں دی گئی۔ اِنَّ اللّٰهَ

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِمَنْ فِي أَيْدِيكُمْ مِنَ الْأَسْرَىٰ إِنَّ يَعْلَمَ اللَّهُ فِي قُلُوبِكُمْ خَيْرًا

اے نبی جو قیدی آپ کے قبضہ میں ہیں ان سے فرما دیجئے کہ اگر اللہ کو تمہارے دلوں میں ایمان معلوم ہو گا

يُؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّا أَخَذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۖ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝۷۰ وَإِنْ يُرِيدُوا

تو جو کچھ تم سے لیا گیا ہے اس سے بہتر تم کو عطا فرما دے گا ۷ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور اگر وہ لوگ آپ کی

خِيَانَتِكَ فَقَدْ خَانُوا اللَّهَ مِنْ قَبْلُ فَأَمْكَنَ مِنْهُمْ ۖ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝۷۱

خیانت کا ارادہ کریں۔ سو وہ اس سے پہلے اللہ کی خیانت کر چکے ہیں پھر اللہ نے ان پر قابو دے دیا اور اللہ جاننے والا ہے۔ حکمت والا ہے۔

غَفُورٌ (بیشک اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے) جو کچھ پہلے تم کر چکے رَحِيمٌ (رحمت والے ہیں) غنیمت کو حلال قرار دے کر۔

اگر دل میں ایمان ہوگا تو دو گنا ملے گا:

آیت ۷۰: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِمَنْ فِي أَيْدِيكُمْ (اے پیغمبر کہہ دیجئے اُس سے جو آپ کے قبضہ میں) تمہاری ملکیت میں گویا

تمہارے ہاتھ ان کو پکڑنے والے ہیں۔ مِّنَ الْأَسْرَى (قیدی ہیں) جمع اسیر

قراءت: ابو عمرو نے اُساری پڑھا جو اُساری کی جمع ہے۔ اِنَّ يَعْلَمَ اللَّهُ فِي قُلُوبِكُمْ خَيْرًا (اگر اللہ تعالیٰ کو تمہارے دل میں

ایمان معلوم ہوگا) خلوص ایمان اور صحت نیت یُؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّا أَخَذَ مِنْكُمْ (تو جو کچھ تم سے لیا گیا ہے۔ اس سے بہتر تم کو

دے دے گا) یعنی فدیہ۔ نمبر ۱۔ خواہ دنیا میں دو گنا دے۔ نمبر ۲۔ آخرت میں ثواب دے وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (اور تم کو بخش دے گا۔ اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے ہیں بڑی رحمت والے ہیں)۔

بحرین کا مال

روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کے پاس بحرین کا مال آیا۔ جس کی مقدار اسی ہزار تھی۔ آپ نے نماز ظہر کیلئے وضو کیا۔ اور تقسیم

کر کے نماز ادا فرمائی۔ عباس کو حکم دیا کہ وہ اس میں سے لے لیں انہوں نے اپنے اٹھانے کی مقدار اس میں سے لیا۔ اور وہ کہا

کرتے تھے یہ اس سے بہتر ہے جو ہم سے لیا گیا اور مجھے مغفرت کی امید ہے ان کے بیس غلام تھے ان میں سے سب سے کم مال کی

تجارت کرنے والا بیس ہزار میں تجارت کرتا تھا۔ عباس کہا کرتے اللہ تعالیٰ نے ایک وعدہ پورا کر دیا اور مجھے دوسرے کا یقین ہے۔

(ابن جریر)

اگر فدیہ میں چاہلوسی مقصود تھی تو دوبارہ پکڑے جائیں گے:

آیت ۷۱: وَإِنْ يُرِيدُوا (اور اگر یہ لوگ ارادہ رکھتے ہیں) قیدی خِيَانَتِكَ (آپ کے ساتھ خیانت کا) نمبر ۱۔ ارتداد اختیار کر

کے آپ کے ساتھ کیا ہو وعدہ توڑ دیا۔ نمبر ۲۔ جس فدیہ کی ضمان دی تھی وہ روک لیا۔ فَقَدْ خَانُوا اللَّهَ مِنْ قَبْلُ (تو اس سے پہلے

انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ خیانت کی تھی) اس کا انکار کر کے اور ہر عاقل سے جو وعدہ لیا گیا اس کی خلاف ورزی کر کے۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجْهَهُدُ وَإِبَاءُ مَالِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ

بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور وہ لوگ

أَوْوَا وَنَصَرُوا أُولَئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا مَا

جنہوں نے جگہ دی اور مدد کی وہ آپس میں ایک دوسرے کے وارث ہیں اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت نہیں کی

لَكُمْ مِنْ وَلَا يَتِيهِمْ مِنْ شَيْءٍ حَتَّى يُهَاجِرُوا وَإِنْ اسْتَنْصَرُوكُمْ فِي الدِّينِ

تمہارا ان سے میراث کا کوئی تعلق نہیں جب تک کہ ہجرت نہ کریں اور اگر وہ تم سے دین میں مدد طلب کریں

فَعَلَيْكُمْ النَّصْرُ الْأَعْلَىٰ قَوْمٌ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿٧٢﴾

تو تمہارے ذمہ ان کی مدد لازم ہے سوائے اس قوم کے مقابلہ میں کہ ان میں اور تم میں کوئی معاہدہ ہو اور اللہ تعالیٰ ان کاموں کو دیکھتا ہے جو تم کرتے ہو

وَالَّذِينَ كَفَرُوا بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ إِلَّا تَفْعَلُوهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ

اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ آپس میں ایک دوسرے کے وارث ہیں اگر تم ایسا نہ کرو گے تو زمین میں بڑا فتنہ اور بڑا

كَبِيرٌ ﴿٧٣﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجْهَهُدُ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ

فساد ہو گا اور جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور وہ لوگ

أَوْوَا وَنَصَرُوا أُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴿٧٤﴾ وَالَّذِينَ

جنہوں نے ٹھکانہ دیا اور مدد کی یہ وہ لوگ ہیں جو واقعی ایمان والے ہیں ان کے لئے مغفرت ہے اور رزق کریم ہے اور جو لوگ

آمَنُوا مِنْ بَعْدُ وَهَاجَرُوا وَجْهَهُدُ وَأَمْعَكُمْ فَأُولَئِكَ مِنْكُمْ وَأُولُوا الْأَرْحَامِ

اس کے بعد ایمان لائے اور ہجرت کی اور تمہارے ساتھ مل کر جہاد کیا سو یہ لوگ تم میں سے ہیں اور جو لوگ رشتہ دار ہیں

بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٧٥﴾

وہ اللہ کی کتاب میں ایک دوسرے سے قریب تر ہیں۔ بلاشبہ اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

فَأَمَّا مَن مِّنْهُمْ (پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو گرفتار کر دیا) اللہ تعالیٰ نے ان پر تمہیں اختیار دیا۔ یعنی ان پر غلبہ دیا۔ جیسا کہ بدر کے دن اور اگر وہ غداری کی طرف گئے تو ان پر تمہیں دوبارہ قابو دیں گے۔ وَاللَّهُ عَلِيمٌ (اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والے ہیں) مال کو حَكِيمٌ (بڑی حکمت والے ہیں) اس بات میں جس کافی الحال ان کو حکم دیا۔

بَعْدُ

مہاجرین و انصار کا تذکرہ:

آیت ۷۲: اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا (بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت میں مکہ سے ہجرت کی وَجْهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (اور اپنے مال اور جان سے اللہ کی راہ میں جہاد بھی کیا) وہ مہاجرین ہیں۔ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَنَصَرُوْا (اور وہ لوگ جنہوں نے رہنے کو جگہ دی اور مدد کی) یعنی انہوں نے اپنے گھروں میں ٹھکانہ دیا اور ان کی اعانت کی۔ یہ جماعت انصار ہے۔ اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاءُ بَعْضٍ (یہ لوگ ایک دوسرے کے وارث ہیں) میراث میں وہ ایک دوسرے کے ولی ہیں۔ ابتداء ہجرت و نصرت کی وجہ سے انصار و مہاجرین وارث بنتے تھے۔ قرابات کی وجہ سے نہیں یہاں تک کہ یہ حکم اس ارشاد سے منسوخ ہو گیا۔ وَاُولُواْ الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ (الاحزاب: ۶) دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے نصرت و معاونت مراد ہے۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا (اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت نہیں کی) مکہ سے مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَا يَتِهْمُ (تمہارا نہیں ان سے میراث میں) میراث میں تولیت۔ قراءت: حمزہ نے وَلَا يَتِهْمُ واؤ کے کسرہ سے پڑھا ہے۔ بعض نے کہا یہ دونوں ایک لفظ ہیں۔

ہجرت فرض تھی:

مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا (کوئی تعلق نہیں یہاں تک کہ وہ ہجرت کریں) وہ مسلمان جس نے ہجرت نہ کی ہو وہ وارث نہ بنتا تھا۔ ان مسلمانوں کا جو ایمان لانے کے بعد ہجرت کرنے والے تھے۔ مَسْئَلَةٌ: اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کیلئے جنہوں نے ہجرت نہیں کی تھی ایمان کا لفظ باقی رکھا۔ حالانکہ ہجرت فرض تھی۔ اس کے ترک سے وہ مرتکب کبیرہ بن گئے۔ اس سے ثابت ہوا کہ کبیرہ گناہ والا ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔ جیسا کہ خوارج و معتزلہ کا مسلک ہے۔

کفار کے خلاف ان کی مدد کرو:

وَ اِنْ اَسْتَنْصَرُوْكُمْ (اور اگر وہ تم سے مدد چاہیں) جو اسلام لایا اور ہجرت نہ کی۔ فِيْ الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمْ النَّصْرُ (دین کے کام میں تو تم پر مدد کرنا واجب ہے) اگر ان کے اور کفار کے درمیان لڑائی ہو جائے اور وہ تم سے امداد طلب کریں تو کفار کے خلاف ان کی مدد ضروری ہے۔ اِلَّا عَلٰی قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيثَاقٌ (مگر اس قوم کے مقابلہ میں نہیں کہ تم میں اور ان میں عہد ہو) ان کے خلاف مدد کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ انہوں نے تمہارے خلاف لڑائی میں ابتداء نہیں کی۔ معاہدہ اس بات سے مانع ہے کہ تم ابتداء کرو۔ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں کو دیکھتے ہیں) حد شرع سے تجاوز کرنے کی ممانعت فرمائی۔

کفار میں باہمی موالات:

آیت ۷۳: وَالَّذِينَ كَفَرُوا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاءُ بَعْضٍ (اور جو لوگ کافر ہیں وہ باہم ایک دوسرے کے وارث ہیں) اس آیت کا ظاہر ان میں موالات کو ثابت کر رہا ہے۔ مطلب و مقصد یہ ہے کہ مسلمان موالات کفار سے باز رہیں۔ اور ان سے دور رہنا ضروری ہے۔ اور قطع تعلقی لازم ہے۔ اگرچہ وہ اقارب ہی ہوں۔ اور ایک دوسرے کا وارث بننا ترک کر دیں۔ پھر فرمایا اَلَا تَفْعَلُوْهُ (اور اگر تم اس پر عمل نہ کرو گے) اگر تم نے وہ نہ کیا جو میں نے حکم دیا ہے کہ مسلمان سے مواصلت کرو اور وہی تمہارے وارث و متولی ہیں۔ اسلام کی نسبت قرابت نسبی سے بڑھ کر ہے۔ تم قرابت کفار کو دو قرابتیں مت بناؤ۔

تَكُنْ فِتْنَةً فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ (تو دنیا میں بڑا فتنہ اور بڑا فساد پھیلے گا) زمین میں فتنہ پھیل جائیگا۔ اور بہت بگاڑ پیدا ہوگا۔ کیونکہ مسلمان کفر کے خلاف ایک دست و بازو نہ بن سکیں گے۔ شرک غالب آئے گا اور فساد تو اس سے زائد ہے۔

مہاجرین و انصار سے عہد ہائے مغفرت:

آیت ۷۴: وَالَّذِينَ اٰمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِينَ اٰوَوْا وَنَصَرُوْا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا (اور جو لوگ مسلمان ہوئے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے اپنے ہاں ٹھہرایا اور ان کی مدد کی یہ لوگ ایمان کا پورا حق ادا کرنے والے ہیں) کیونکہ انہوں نے اپنے ایمان کو سچا کر دیا۔ اور اس کے مقتضیات کو حاصل کر کے ثابت کر دیا۔ جیسے وطن چھوڑنا اہل و عیال چھوڑنا۔ گھر کو خیر باد کہنا۔ مال و دنیا سے علیحدگی اختیار کرنا۔ جس میں سوائے دین اور آخرت کے اور کوئی مقصد نہ تھا۔ لَھُمْ مَغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ کَرِيْمٌ (ان کیلئے بڑی مغفرت اور بڑی معزز روزی ہے) جس میں احسان جتنا نہیں اور نہ گدلا پن اور اس آیت میں تکرار نہیں کیونکہ یہ دوسری آیت میں وعدہ کریم کے ساتھ ان کی مدح کر رہی ہے۔ اور پہلی آیت میں باہم امداد کرنے اور تعلقات مضبوط کرنے کا حکم تھا۔ گویا مقصد الگ ہونے کی وجہ سے تکرار نہیں۔

سابقین کے بعد والوں کا حکم:

آیت ۷۵: وَالَّذِينَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ (اور جو لوگ بعد کے زمانہ میں ایمان لائے) سابقین بالہجرة کے ساتھ لاحق ہونے والے مراد ہیں۔ وَ هَاجَرُوا وَجَاهَدُوا مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ (اور انہوں نے ہجرت کی اور تمہارے ساتھ جہاد کیا پس یہ لوگ تمہارے ہی شمار میں ہیں) ان کو انہیں سے بطور فضل اور برائے ترغیب قرار دیا۔ وَاُولَٔا الْاَرْضَ حَامٍ بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ (اور جو لوگ رشتہ دار ہیں ایک دوسرے کے) قرابت والے وراثت میں زیادہ حقدار ہیں۔ یہ آیت توارث بالہجرت و النصرۃ کی ناخ

ہے۔ فِیْ یُکْتَبُ اللّٰہُ (اللہ تعالیٰ کی کتاب میں وہ زیادہ حقدار ہیں) نمبر ۱۔ اس کے حکم اور تقسیم میں نمبر ۲۔ لوح محفوظ میں نمبر ۳۔ قرآن مجید میں وہ آیت میراث ہے۔ ہم احناف کیلئے وہ توریت ذوی الارحام کی دلیل ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ (بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں) پس وہ اپنے بندوں میں جو چاہتا ہے فیصلہ کرتا ہے۔ لوگوں کی چار قسمیں ہیں نمبر ۱۔ مومن مہاجر نمبر ۲۔ مومن انصار نمبر ۳۔ مومن مگر ہجرت نہ کی۔ نمبر ۴۔ کافر رہے ایمان نہ لائے۔

تمت سورة الانفال وتليها سورة التوبة

سُوْرَةُ التَّوْبَةِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ مَائَتٌ وَتِسْعٌ وَعَشْرُونَ آيَةً سَمِعَ النَّبِيُّ ﷺ عَشْرَ كُفْرَاءَ

سورة برأت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس میں ایک سو انتیس آیات اور سولہ رکوع ہیں۔

بَرَاءَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى الَّذِينَ عَاهَدْتُم مِّنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ فَسِيحُوا فِي

اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے ان مشرکوں کی طرف براءت ہے جن سے تم نے عہد کیا۔ بہ تم چلو پھرو

الْأَرْضِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَالَمُوا أَنَّكُمْ غَيْرُ مُجْزِي اللَّهِ ۖ وَإِنَّ اللَّهَ مُخْزِي الْكَافِرِينَ ۝

زمین میں چار مہینے اور جان لو کہ بیشک تم اللہ کو عاجز کرنے والے نہیں ہو اور یہ بات کہ اللہ کافروں کو رسوا کرنے والا ہے

سورت کے نام:

- اس سورت کے کئی نام ہیں۔ نمبر ۱۔ البراءة۔ نمبر ۲۔ التوبة۔ نمبر ۳۔ المشقشقة۔ نمبر ۴۔ المبعثرة۔ نمبر ۵۔ المشرودة۔ نمبر ۶۔ المخزية۔ نمبر ۷۔ الفاضحة۔ نمبر ۸۔ المثيرة۔ نمبر ۹۔ الحافرة۔ نمبر ۱۰۔ المنكحة۔ نمبر ۱۱۔ المدمدمة۔
- وجہ تسمیہ: البراءة کہنے کی وجہ اس میں کفار سے بیزاری اور دست برداری کا اعلان ہے۔
- نمبر ۲۔ التوبة اسلئے کہتے ہیں اس میں مسلمانوں کی توبہ کا تذکرہ ہے۔
- نمبر ۳۔ المشقشقة اس لئے کہتے ہیں کہ نفاق سے بیزاری کا اظہار کرتی ہے۔ (عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما)
- نمبر ۴۔ المبعثرة منافقین کے اندرونی رازوں سے پردہ اٹھاتی ہے۔ (ابن منذر)
- نمبر ۵۔ المشرودة: منافقین کو منتشر کرنے والی
- نمبر ۶۔ المخزية: منافقین کو رسوائی میں مبتلا کرنے والی۔
- نمبر ۷۔ الفاضحة: منافقین کو رسوا کرنے والی۔ (ابن عباس رضی اللہ عنہما)
- نمبر ۸۔ المثيرة: نفاق کی حالت کو اکھاڑ کر سامنے لانے والی۔
- نمبر ۹۔ الحافرة: منافقین کو کرید کر ظاہر کرنے والی۔
- نمبر ۱۰۔ المنكحة: منافقین پر عذاب لانے والی۔
- نمبر ۱۱۔ المدمدمة: منافقین پر تباہی لانے والی عذاب اتارنے والی (حذیفہ رضی اللہ عنہ)

ابتداء میں ترک تسمیہ کی وجہ:

نمبر ۱۔ حضرت علی اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بسم اللہ امان ہے اور براءت تو امان کو اٹھانے اور ختم کرنے کیلئے اتری۔ نمبر ۲۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر جب کوئی سورت یا آیت اترتی۔ تو ارشاد فرماتے اس کو فلاں

مقام پر رکھ دو۔ رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی اس کے بارے میں نہیں بتلایا کہ کہاں رکھیں۔ اس کا واقعہ سورۃ انفال کے مشابہ تھا۔ کیونکہ اس میں وعدوں کا تذکرہ ہے اور انہیں معاہدوں سے بیزاری کا اعلان ہے۔ اسی لئے دونوں کو ملا دیا گیا ان دونوں سورتوں کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم القرنین کہتے ہیں اور سبع طوال میں سے ساتویں سورت شمار کرتے ہیں۔ نمبر ۳۔ کہا جاتا ہے کہ اصحاب رسول اللہ ﷺ نے اس میں اختلاف کیا۔

بعض نے کہا انفال و براءت ایک سورت ہے اور قتال کے متعلق نازل ہوئیں۔ بعض نے کہا یہ دو سورتیں ہیں۔ دونوں کے درمیان فاصلہ ان کے قول کے پیش نظر چھوڑ دیا گیا۔ جو ان کو دو سورتیں کہتے تھے۔ اور جو ایک سورت کہتے تھے۔ ان کے قول کے پیش نظر بسم اللہ چھوڑ دی گئی۔

مشرکین سے اعلان بیزاری:

آیت ۱: بَرَاءَةٌ (دست برداری) **نَحْنُ** : یہ مبتداء محذوف ہذہ کی خبر ہے۔ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ إِلَى الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ (اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اس کے رسول کی طرف سے ان مشرکین سے جن سے تم نے عہد کر رکھا ہے) **نَحْنُ** : نمبر ۱۔ من یہ ابتدائے غایت کیلئے ہے اور محذوف سے متعلق ہے۔ یہ صفت نہیں جیسا کہ اس قول میں برئت من الدین۔ اب تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ ہذہ براءۃ و اصلۃ من اللہ و رسولہ الی الذین عاہدتم۔ یہ براءت ملنے والی ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ان لوگوں کو جن سے تم نے معاہدہ کیا۔ یہ اس طرح ہے جیسا تم کہو۔ کتاب من فلان الی فلان۔

نمبر ۲۔ براءۃ مبتداء ہے کیونکہ صفت سے اس کی تخصیص کی گئی اور الی الذین عاہدتم یہ خبر ہے۔ جیسا تم کہو۔ رجل من بنی تمیم فی الدار۔ مطلب اس طرح ہوگا۔ اللہ اور اس کا رسول دونوں بری الذمہ ہیں اس عہد سے جو تم نے مشرکین سے کیا اور وہ عہد ان کی طرف واپس کیا جا رہا ہے۔

چار ماہ کی مہلت:

آیت ۲: فَسَبِّحُوا فِي الْأَرْضِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ (پس تم لوگ اس سرزمین میں چار ماہ چل پھرو) پس تم زمین عرب میں چل پھر لو جس طرح چاہو۔ السیح مہلت کے ساتھ چلنا۔ روایت میں ہے کہ انہوں نے مشرکین مکہ اور دیگر عرب سے معاہدے کئے۔ پس وہ رکے رہے مگر ان میں سے کچھ قبائل وہ بنو ضمرہ، بنو کنانہ پس عہد توڑنے والوں کی طرف اٹکا عہد پھینک دیا گیا۔ اور ان کو چار ماہ جو کہ اشہر حرم ہیں۔ سرزمین عرب میں امن سے چلنے کی اجازت دی۔ فاذا جیسا اس آیت میں ہے فاذا انسلخ الاشهر الحرم فاقتلوا المشرکین (التوبہ ۵) اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اشہر حرام میں قتل و قتال ممنوع چلا آ رہا ہے۔

نزول آیت:

یہ آیت ۹ھ میں نازل ہوئی۔ مکہ ۸ھ میں فتح ہوا۔ مکہ کے امیر عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ مقرر ہوئے تھے۔ اس موقع پر ابو بکر

صدیق ﷺ کو رسول اللہ ﷺ نے ۹ھ میں امیر الحج مقرر فرمایا۔ پھر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنی اوٹنی عضباء پر سوار کر کے ان کے پیچھے بھیج دیا کہ حاجیوں کے مجمع میں سورہ توبہ کی تلاوت کر دیں۔ آپ سے یہ کہا گیا کہ اگر آپ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف بھیج دیتے تو آپ نے فرمایا لا یؤدی عنی الا رجل منی۔ معاہدات کی براءت میرے خاندان کا آدمی کر سکتا ہے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر کے اتنا قریب پہنچے کہ وہ اوٹنی کی آواز سن پارہے تھے وہ فوراً بول اٹھے یہ تو رسول اللہ ﷺ کی اوٹنی کی آواز ہے۔ حضرت علی ان کو آئے۔ تو ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پہلا سوال یہ تھا۔ امیر ام ما مور؟ تو انہوں نے جواب دیا ما مور۔ جب سات ذی الحجہ کا دن آیا ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطبہ دیا۔ اور حج کے احکام ان کو بتلائے۔ دس ذی الحجہ یوم النحر علی جمرہ عقبہ کے پاس کھڑے ہوئے اور یہ اعلان کیا۔ یا ایہا الناس رسول اللہ الیکم! میں رسول اللہ کا قصد تمہارے پاس آیا ہوں۔ مجمع نے سوال کیا۔ کیا حکم لائے۔ آپ نے میں یا چالیس آیات سورہ توبہ کی پڑھ کر سنائیں اور پھر کہا مجھے چار باتوں کا حکم ہوا ہے۔

مندرجات اعلان:

نمبر ۱۔ الا یقرب البیت بعد هذا لعام مشرک۔

نمبر ۲۔ لا یطوف بالبیت عریان

نمبر ۳۔ لا یدخل الجنة الا کل نفس مومنة۔

نمبر ۴۔ ان یتیم الی کل ذی عہد عہدہ۔ مشرک آئندہ بیت اللہ کے پاس نہ پھٹکے۔ ننگا طواف نہ ہوگا۔ جنت میں صرف

مؤمن جائے گا۔ معاہدہ کا عہد پورا کیا جائیگا۔

مجمع: اے علی! تیرے چچا زاد بھائی نے بات پہنچا دی۔ ہم نے معاہدے پس پشت ڈال دیئے۔ ہمارے اور اس کے درمیان صرف تیر اندازی اور تلوار چلانے کا معاہدہ ہے۔ چار مہینے یہ ہیں نمبر ۱۔ شوال، ذوالعقدہ، ذوالحجہ، المحرم یا ذی الحجہ کے بیس ایام، المحرم، صفر، ربیع الاول، دس دن ربیع الآخر کے۔ یہ حرم۔ نمبر ۲۔ اس لئے تھے کہ ان کو ان چار ماہ میں امن دیا گیا تھا۔ اور قتل و قتال ان سے حرام کیا گیا تھا۔ نمبر ۳۔ تغلیباً حرم کہا کیونکہ ذی الحجہ اور المحرم انہی اشہر حرم میں سے تھے۔

مسک جمہور:

اشہر حرم میں قتال اب مباح ہے اور یہ حکم منسوخ ہو چکا۔ وَاَعْلَمُوا انکم غَیْرُ مُعْجِزِی اللہ (اور یہ جان لو کہ تم اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے) اس سے بڑھ کر بھاگ نہیں سکتے اگرچہ وقتی طور پر تمہیں مہلت دی گئی ہے۔ وَاَنَّ اللہَ مُخْزِی الْکَافِرِیْنَ (اور بیشک اللہ تعالیٰ کافروں کو رسوا کریں گے) قتل سے دنیا میں ذلیل کرے گا۔ اور آخرت میں عذاب دیکر۔

وَإِذْ أُنْذِرَ مَنِ اللَّهُ وَرَسُولُهُ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ أَنَّ اللَّهَ بَرِيءٌ مِّنَ

اور حج اکبر کے دن اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے لوگوں کے لئے اعلان ہے کہ اللہ اور اس کا رسول

الْمُشْرِكِينَ ۚ وَرَسُولُهُ ۚ فَإِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ وَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوا

مشرکین سے بری ہے۔ سو اگر تم توبہ کر لو تو وہ تمہارے لئے بہتر ہے اور اگر تم اعراض کرو تو یہ جان لو

أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللَّهِ ۚ وَبَشِّرِ الَّذِينَ كَفَرُوا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۚ إِلَّا الَّذِينَ

کہ بلاشبہ تم اللہ کو عاجز کرنے والے نہیں ہو اور کافروں کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دو۔ سوائے ان لوگوں کے

عَهْدُ تُمْ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوكُمْ شَيْئًا وَلَمْ يُظَاهِرُوا عَلَيْكُمْ أَحَدًا

جن سے تم نے معاہدہ کیا پھر انہوں نے تمہارے ساتھ ذرا کمی نہ کی اور نہ تمہارے مقابلہ میں کسی کی مدد کی۔

فَاتِمُوا إِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ إِلَىٰ مَدَّتِهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ۚ فَإِذَا انْسَلَخَ

سو تم ان کے معاہدہ کو ان کی مدت مقررہ تک پورا کر دو۔ بلاشبہ اللہ تقویٰ اختیار کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔ پھر جب اشہر حرم

الْأَشْهَرِ الْحَرَمِ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ وَأَحْصُرُوهُمْ

گزر جائیں سو تم مشرکین کو قتل کرو جہاں بھی پالو اور ان کو پکڑو اور گھیرو اور ان کی تاک میں گھات کے

وَأَقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصِدٍ ۚ فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا

ہر موقع پر بیٹھو۔ سو اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کا راستہ

سَبِيلَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۚ وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ

چھوڑ دو بلاشبہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور اگر مشرکین میں سے کوئی شخص آپ سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دیجئے

حَتَّىٰ يَسْمَعَ كَلِمَ اللَّهِ ثُمَّ ابْلِغْهُ مَأْمَنَهُ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْلَمُونَ ۚ

یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سن لے پھر اسے امن کی جگہ پہنچا دیجئے۔ یہ اس لئے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو علم نہیں رکھتے۔

اعلان کا تعلق تمام سے:

آیت ۳: وَإِذْ أُنْذِرَ مَنِ اللَّهُ وَرَسُولُهُ إِلَى النَّاسِ (اور اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے عام لوگوں کے سامنے اعلان کیا جاتا

(ہے) **نَحْوُ**: براءت جس طرح مرفوع ہے۔ اسی طرح یہ بھی مرفوع ہے۔ پھر جملہ کا عطف بھی اسی طرح ہے۔ الاذان بمعنی اعلان ہے۔ جیسا کہ امان اور عطاء بمعنی ایمان اور اعطاء آئے ہیں۔ دونوں جملوں میں فرق صرف یہ ہے کہ پہلا جملہ ثبوت براءت کی خبر ہے۔ اور دوسرا جملہ اس اعلان کے لازم ہونے کی اطلاع ہے جو ثابت ہو چکا۔

براءت کو معاہدہ والے مشرکین سے معلق کیا اور اعلان کو لوگوں سے معلق کیا کیونکہ براءت کا تعلق معاہدین اور توڑنے والوں کے ساتھ خاص ہے اور اعلان کا تعلق معاہد اور غیر معاہد تمام قسم کے لوگوں کیلئے ہے۔ خواہ معاہدین نے عہد توڑا ہو یا نہ توڑا ہو۔ **يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ** (بڑے حج کی تاریخوں میں) نمبر ۱: یوم عرفہ کیونکہ عرفہ افعال حج میں سب سے بڑا رکن ہے۔ نمبر ۲: یوم نحر مراد ہے کیونکہ حج کی تکمیل طواف زیارت نحر، حلق، رمی، سے اسی دن میں ہوتی ہے۔ حج اکبر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ عمرہ کو حج اصغر کہا جاتا ہے۔ **أَنَّ اللَّهَ بَرِيءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ** (اللہ اور اس کا رسول دونوں دست بردار ہوتے ہیں) یعنی بان اللہ۔ الاذان کے صلہ کو تخفیف کیلئے حذف کر دیا۔ **وَرَسُولُهُ** نمبر ۱: بری ہے جو کہ نیت میں تھا۔ اس پر اس کا عطف ہے۔ نمبر ۲: ابتداء پر اور خبر محذوف ہے۔ ای ورسولہ بری۔

قرأت: ان کے اسم پر عطف کر کے منصوب پڑھا گیا۔ اس میں جر جواری کی وجہ سے ہے۔ یا قسم کی وجہ سے جیسا کہتے ہیں **لَعَمْرُكَ**۔ اہمیت تعلیم:

بیان کیا گیا کہ ایک اعرابی نے سنا کہ کوئی شخص اس آیت کو اس طرح پڑھا رہا ہے کہ معنی الٹ جاتا ہے۔ اس نے سکر کہا اگر اللہ تعالیٰ اپنے رسول سے بری ہے تو میں اس سے بری۔ اس کی زبان سے یہ کلمہ سن کر اس کا گریبان تھا مے عدالت فاروقی میں لے گیا۔ اعرابی نے اس آدمی کی قراءت نقل کی اس وقت فاروق اعظمؓ نے حکم دیا عربی تعلیم دی جائے تاکہ اعراب کی غلطیاں لوگ نہ کریں۔ **فَإِنْ تَبَتُّمُ** (اور اگر تم نے توبہ کی) کفر اور دھوکے سے۔ **فَهُوَ** (تو وہ) یہ توبہ خیر لکم (تمہارے لئے بہتر ہے) کفر پر اصرار سے **وَأَنْ تَوَلَّيْتُمْ** (اور اگر تم نے اعراض کیا) نمبر ۱: توبہ سے نمبر ۲: اسلام کے خلاف اعراض اور تولی سے توبہ کرو۔ **فَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللَّهِ** (تو یہ سمجھ لو کہ تم اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے) تم اللہ تعالیٰ سے سبقت نہیں کر سکتے۔ اور نہ ہی اس کی سزا اور پکڑ سے نکل جانے والے ہو۔ **وَبَشِّرِ الَّذِينَ كَفَرُوا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ** (اور ان کافروں کو دردناک سزا کی خبر سنا دیں) ہمیشہ رہنے والی نعمتوں کے ساتھ بشارت کی بجائے۔

استثناء معاندین:

آیت ۴: **إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ** (ہاں مگر وہ مشرکین مستثنیٰ ہیں۔ جن سے تم نے عہد لیا ہے) یہ فسیحوا فی الارض سے استثناء ہے۔ مطلب یہ کہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان بیزاری ہے۔ ان مشرکین کے متعلق جن سے تم نے معاہدہ کیا۔ پس تم ان سے کہہ دو تم چل پھرو۔ مگر وہ لوگ جن سے تم نے معاہدہ کیا۔ **ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُواكُمْ شَيْئًا** (پھر انہوں نے تمہارے ساتھ ذرا کی نہیں کی) معاہدے کی شرائط سے یا عہد کو پورا کرو اس کو نہ توڑو۔

قرأت: **لَمْ يَنْقُصُواكُمْ** بھی پڑھا گیا۔ یعنی انہوں نے عہد نہیں توڑا اور یہ مناسب تر ہے۔ لیکن مشہور قراءت زیادہ بلغ ہے۔

کیونکہ تمام کے مقابلہ میں ہے۔ وَلَمْ يُظَاهِرُوا عَلَيْكُمْ أَحَدًا (اور نہ تمہارے مقابلہ میں کسی کی مدد کی) انہوں نے کسی دشمن کی تمہارے خلاف معاونت نہیں کی۔ فَاتَّبِعُوا إِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ (پس ان کے معاہدہ کو پورا کرو) ان کو مکمل و تام ادا کرو۔ اِلَىٰ مُدَّتِهِمْ (ان کی مدت تک) ان کی مدت کے مکمل ہونے تک۔

نَحْوُ: استثناء یہاں استدراک کے معنی میں ہے۔ گویا انکو عہد توڑنے والوں کے بارے میں حکم دیکر کہا لیکن وہ لوگ جنہوں نے عہد نہیں توڑا انکا عہد مدت تک پورا کرو اور انکے قائم مقام نہ ٹھہراؤ اور پورا کرنے والے کو دھوکا دینے والے کی طرح مت قرار دو۔ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ (بیشک اللہ تعالیٰ احتیاط رکھنے والوں کو پسند کرتے ہیں) یعنی تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ دونوں فریقین کے مابین برابری نہ کی جائے۔ پس تم اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔

عہد توڑنے والوں کے خلاف کارروائی کا حکم:

آیت ۵: فَإِذَا انْسَلَخَ (جب گزر جائیں) گزرنا یا نکلنا الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ (حرمت والے مہینے) جن میں عہد توڑنے والوں کو بھی چلنے پھرنے کی اجازت دی گئی۔ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ (تو ان مشرکین کو قتل کرو) وہ جنہوں نے عہد کو توڑ دیا۔ اور تمہارے خلاف دشمنوں کی معاونت کی۔ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ (جہاں تم چاہو) حرم میں یا حل میں وَخَذُواْهُمْ (اور ان کو پکڑو) اور ان کو قید کر لو۔ الْاِخْذُ۔ قید و بند میں ڈالنا۔ وَاحْصُرُوْهُمْ (اور ان کو باندھو) اور ان کو قید کر لو۔ اور علاقہ میں تصرف سے روک دو۔ وَاقْعُدُواْ لَهُمْ كُلَّ مَرْصِدٍ (اور داؤ گھات کے مواقع میں ان کی تاک میں بیٹھو) ہر راستے اور گزرگاہ پر۔

نَحْوُ: یہ ظرف کی وجہ سے منصوب ہے۔ فَإِنْ تَابُواْ (پھر اگر وہ توبہ کر لیں) کفر سے وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوْا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ (اور نماز پڑھنے لگیں اور زکوٰۃ دینے لگیں تو انکا راستہ چھوڑ دو) نمبر ۱: ان کو قید و بند سے آزاد کرو۔ یا نمبر ۲: ان سے ہاتھ روک لو۔ اور تعرض نہ کرو۔ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ (بیشک اللہ تعالیٰ مغفرت کرنے والے) کفر چھپانے اور اسلام سے دھوکا دہی کو رَحِيْمٌ (رحمت کرنے والے ہیں) قتل کا حکم نہ دیا التزام کی ادائیگی سے پہلے۔

پناہ کی اجازت:

آیت ۶: وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاجْرْهُ (اگر کوئی مشرکین میں سے تمہاری پناہ کا طالب ہو۔ تو آپ اس کو پناہ دیں) **نَحْوُ:** أَحَدٌ کا لفظ فعل مضمر کی وجہ سے مرفوع ہے۔ جس کی تفسیر فعل ظاہر کر رہا ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے وان استجارك احد استجارك۔ مطلب یہ ہے۔ اگر ان مہینوں کے گزرنے کے بعد کوئی مشرک تمہارے پاس آجائے جس کے ساتھ تمہارا کوئی معاہدہ نہیں اور وہ تم سے امن کا خواہاں ہے تاکہ تو حید، قرآن سے استفادہ کرے تو اس کو امن دے دو۔

حَتَّى يَسْمَعَ كَلِمَ اللّٰهِ (یہاں تک کہ وہ کلام الہی سن لے) اور اس میں تدبر کرے اور اسلام کی حقیقت اس کے سامنے آجائے۔ ثُمَّ ابْلِغْهُ (پھر اس کو پہنچا دو) اس کے بعد مَا مَنَّا (اس کے امن کی جگہ میں) اس کے اس گھر میں جہاں وہ امن پانے والا ہے۔ اگر وہ اسلام نہیں لایا۔ پھر اگر چاہو تو اس سے لڑ سکتے ہو۔

مَسْنَدُ: اس میں دلیل ہے جس کو امن دیا جائے اس کو ایذا پہنچانا جائز نہیں۔ مگر ہمارے دارالاسلام میں وہ اقامت اختیار نہیں

كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهِ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُمْ

اللہ کے نزدیک اور اس کے رسول کے نزدیک مشرکین کا عہد کیسے رہے گا مگر جن لوگوں سے تم نے مسجد حرام کے

عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ فَمَا اسْتَقَامُوا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوا لَهُمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ

نزدیک عہد لیا۔ سو جب تک یہ لوگ تم سے سیدھی طرح رہیں تم بھی ان سے سیدھی طرح رہو۔ بلاشبہ اللہ تقویٰ اختیار کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے

الْمُتَّقِيْنَ ۝ كَيْفَ وَاِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا فَيْكُمْ اِلَّا وَاِذْمَةً ۭ ط

ان کا عہد کیسے رہے گا اور حال ان کا یہ ہے کہ اگر وہ تم پر غلبہ پا جائیں تو تمہارے بارے میں نہ کسی قرابت کی پاسداری کریں اور نہ کسی معاہدہ کی ذمہ داری کا خیال کریں۔

يَرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ وَتَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ ۚ وَاَكْثَرُهُمْ فَسِقُوْنَ ۝۸ اِشْتَرَوْا بِاٰيٰتِ

یہ لوگ تمہیں اپنے منہوں سے راضی کرتے ہیں اور ان کے دل انکار کرتے ہیں اور ان میں اکثر فاسق ہیں۔ انہوں نے اللہ کی آیات کے

اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا فِصْدُوْا عَنْ سَبِيْلِهِ ۚ اِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۹ لَا يَرْقُبُوْنَ

بدلتھوڑی قیمت کو خرید لیا، سو انہوں نے اللہ کے راستے سے روک دیا۔ بلاشبہ وہ جو کام کرتے ہیں برے کام ہیں۔ وہ کسی مومن کے بارے میں

فِيْ مُؤْمِنٍ اِلَّا وَاِذْمَةً ۭ ط وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ ۝۱۰ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا

کسی قرابت داری کا اور کسی ذمہ داری کا پاس نہیں رکھتے اور یہ وہ لوگ ہیں جو زیادتی کرنے والے ہیں۔ سو اگر یہ لوگ توبہ کریں اور نماز

الصَّلٰوةَ وَاَتُوا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ ۭ ط وَنُفِصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُوْنَ ۝۱۱

قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو یہ تمہارے دینی بھائی ہوں گے اور ہم تفصیل کے ساتھ احکام بیان کرتے ہیں ان لوگوں کے لئے جو جانتے ہیں۔

کر سکتا۔ اس کو لوٹنے کا اختیار دیا جائے گا۔ ذٰلِكَ (یہ حکم) اجازت والا حکم جو اس ارشاد فاجرہ میں ہے۔ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْلَمُوْنَ (اس وجہ سے ہے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو پوری خبر نہیں رکھتے) اس وجہ سے کہ وہ جاہل لوگ ہیں اسلام کی حقیقت سے واقف نہیں ہیں۔ اور نہ ہی ان کو تمہاری دعوت کی حقیقت کا علم ہے۔ پس ان کو امن دینا ضروری ہے تاکہ کلام اللہ کو سن کر یا سمجھ کر حق کو قبول و عدم قبول کا فیصلہ کریں۔

مشرک عہد پر قائم نہیں رہ سکتا:

آیت ۷: كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهِ (ان مشرکین کا عہد اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور اس کے رسول کے نزدیک کیسے رہے گا) منجور: کیف یہ استفہام انکاری کے معنی میں ہے یعنی ان کا عہد پر قائم رہنا اوپری و عجیب بات

ہے پس تم ان سے یہ توقع مت رکھو اور نہ دلوں میں یہ بات لاؤ اور نہ ان کے قتل کے متعلق سوچو۔ پھر اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُمْ (مگر وہ جن سے تم نے عہد لیا ہے) سے استدراک کیا۔ کہ اس سے وہ لوگ مستثنیٰ ہیں جن سے تم نے معاہدہ کیا۔ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (مسجد حرام کے پاس) اور ان سے نقض عہد آج تک پیش نہیں آیا۔ جیسے بنو کنانہ، بنو ضمرہ، تو ان کے معاملہ میں ڈھیل پیدا کرو اور ان سے نہ لڑو۔ فَمَا اسْتَقَامُوا لَكُمْ (پس جب تک یہ لوگ تمہارے ساتھ سیدھی طرح رہیں) اور ان سے نقض عہد ظاہر نہ ہو۔ یعنی جب تک وفائے عہد پر قائم رہیں۔ فَاسْتَقِمْوْا لَهُمْ (تم بھی ان کے ساتھ معاہدہ پر قائم رہو) وفا کرتے ہوئے۔

خُحْمٌ: ما شرطیہ بمعنی فَاِنْ ہے۔ کہ اگر وہ استقامت اختیار کریں تو تم بھی معاہدہ کی پابندی کرو۔ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ (بیشک اللہ تعالیٰ کو احتیاط رکھنے والے پسند ہیں) یعنی انتظار ان کے سلسلہ میں متقین کے خصائل میں سے ہے۔
کافروں کو کسی چیز کا پاس لحاظ نہیں:

آیت ۸: كَيْفَ وَاِنْ يَّظْهَرُوا عَلَيْكُمْ (کیسے؟ حالانکہ ان کی حالت یہ ہے کہ اگر وہ تم پر کہیں غلبہ پا جائیں) دوبارہ اس لئے لائے تاکہ مسلمانوں کو بتلادیا جائے کہ مشرکین سے عہد کی پابندی بعید تر ہے۔

خُحْمٌ: فعل کو معلوم ہونے کی بناء پر حذف کر دیا۔ اِی کِیْفَ یَکُوْنُ لَهُمْ عٰهْدٌ وَحَالَهُمْ اَنَّهُمْ اِنْ یَّظْهَرُوْا عَلَیْکُمْ وَہ معاہدہ کی پاسداری کیونکر کریں گے کہ اتنا حال یہ ہے کہ اگر وہ تم پر کامیابی پالیں اس کے بعد بھی کہ معاہدے کی پختہ قسمیں اٹھا چکے لَا یَرْقُبُوْا فِیْکُمْ اِلَّا (تمہارے متعلق وہ پاس و لحاظ نہ کریں گے قربت کا) وہ کسی قسم کی رعایت نہ کریں گے اور نہ قربت کا لحاظ و لَا ذِمَّةً (اور نہ قول و قرار کا) عہد کا پاس یُرْضَوْنٰکُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ (وہ لوگ اپنی زبانی باتوں سے راضی کر رہے ہیں) قسموں سے وعدہ کر کے اور وفاداری کا عہد کر کے۔ ان کے ظاہر و باطن میں اختلاف کو بیان کرنے کیلئے یہ ابتدائی کلام ہے اور دوبارہ اس لئے لائے کہ معاہدہ کی پابندی ان سے بہت بعید اور دور ہے۔ وَتَابٰی قُلُوْبُهُمْ (اور ان کے دل نہیں مانتے) ان قسموں سے اور وعدے کی وفاداری سے وَ اَکْثَرُھُمْ فٰسِقُوْنَ (ان میں زیادہ آدمی شریک ہیں) عہد کو توڑنے والے ہیں۔ یا کفر میں سرکشی اختیار کرنے والے ہیں۔ انسانیت کی کوئی حد ان کو جھوٹ بولنے سے نہیں روک سکتی۔ اور نہ کوئی اخلاقی قدر توڑنے سے باز رکھ سکتی ہے جیسا کہ بعض کفار میں ان دونوں باتوں کی قربانی پائی جاتی ہے۔

آیت ۹: اِشْتَرَوْا (انہوں نے اختیار کر رکھا ہے) بدلہ میں لیا۔ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کی آیات کے بدلے) قرآن کے ثَمَنًا قَلِيْلًا (حقیر بدلہ) معمولی سامان اور وہ شہوات و ہوا کی اتباع ہے۔ فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِهِ (پس یہ لوگ اللہ کے رستہ سے ہٹے ہوئے ہیں) اس سے اعراض کیا اور دوسروں کو روکا۔ اِنَّھُمْ سَآءٌ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (ان کا یہ عمل بہت ہی برا ہے) ان کی یہ حرکت بدترین حرکت ہے۔

کسی مؤمن سے تو رشتہ کا بھی پاس نہیں:

آیت ۱۰: لَا یَرْقُبُوْنَ فِیْ مُؤْمِنٍ اِلَّا وَ لَا ذِمَّةً (یہ لوگ کسی مؤمن کے متعلق نہ قربت کا لحاظ کریں اور نہ قول و قرار کا) یہ سابق

کی تکرار نہیں بلکہ ما کانوا یعملون کی تشریح ہے اول آیت سے مراد خاص ہے اس لئے کہ فیکم کا لفظ ہے۔ اور دوسری آیت عام ہے کیونکہ اس میں فی مؤمن ہے۔ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُونَ (یہ لوگ بہت ہی زیادتی کر رہے ہیں) جو ظلم و شرارت میں انتہاء سے تجاوز کرنے والے۔

توبہ اور اس کی علامات:

آیت ۱۱: فَإِنْ تَابُوا (اگر یہ لوگ توبہ کر لیں) کفر سے وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَإِخْوَانُكُمْ (اور نماز پڑھنے لگیں اور زکوٰۃ دینے لگیں تو وہ تمہارے بھائی ہو جائیں گے) پس وہ تمہارے بھائی ہیں۔

مَحْمُودٌ: مبتداء محذوف ہے۔ فِي الدِّينِ (دینی) نسب میں نہیں وَنُفِصِلُ الْآيَاتِ (اور ہم تفصیل سے احکام بیان کرتے ہیں) ہم کھول کر بیان کرتے ہیں۔ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ (سمجھ دار لوگوں کیلئے) سمجھتے اور اس میں سوچ و بچار کرتے ہیں۔ یہ جملہ معترضہ ہے گویا اس طرح کہا: ان من تامل تفصيلها فهو العالم تحريضا على تامل ما فصل من احكام المشركين المعاهدين و على المحافظة عليها۔

جو اس کی تفصیل میں غور کرے تو وہ جان لے گا۔ معاہدہ کرنے والوں اور توبہ کرنے والوں کے احکام کی تفصیل پر غور کی ترغیب دینے کیلئے اور اس کی پاسداری کیلئے۔ یہ جملہ مستقل ذکر کیا گیا ہے۔

وَإِنْ نَكَثُوا أَيْمَانَهُمْ مِنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوا فِي دِينِكُمْ فَقَاتِلُوا

اور اگر وہ لوگ اپنے معاہدہ کے بعد اپنی قسموں کو توڑ دیں اور تمہارے دین میں طعن کریں تو تم کفر کے سرغنوں سے

أَيُّمَةُ الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لَا أَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ ۚ ۱۲ أَلَا تُقَاتِلُونَ قَوْمًا

جنگ کرو بلاشبہ یہ لوگ ایسے ہیں کہ ان کے یہاں قسمیں کوئی حقیقت نہیں رکھتیں تاکہ وہ باز آجائیں۔ کیا تم ایسے لوگوں سے جنگ نہیں کرتے

نَكَثُوا أَيْمَانَهُمْ وَهُمْ مُوَٰبِخُونَ الرُّسُولِ وَهُمْ بَدَءُوكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ أَتَخْشَوْنَهُمْ

جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑ دیا اور رسول کو نکلانے کا پختہ ارادہ کیا اور یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے تم سے پہلے خود چھیڑ چھاڑ کی ابتدا کی کیا تم ان سے ڈرتے ہو۔

فَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَوْهُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۚ ۱۳ قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبُهُمُ اللَّهُ

سواللہ اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ تم اس سے ڈرو اگر تم مؤمن ہو۔ ان سے جنگ کرو اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھوں ان کو

بِأَيْدِيكُمْ وَيُخْرِجُهُمْ مِنْكُمْ وَيُنْصِرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيُشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ ۚ ۱۴ وَيَذْهَبْ

سزا دے گا اور ان کو ذلیل کرے گا اور ان کے مقابلہ میں تمہاری مدد کرے گا اور مسلمانوں کے سینوں کو شفاء دے گا اور ان کے دلوں کی

غِيْظَ قُلُوْبِهِمْ وَيَتُوبُ اللَّهُ عَلٰی مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللَّهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۚ ۱۵ أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُتْرَكُوا

جلن کو دور فرما دے گا اور اللہ جس کو چاہے توبہ نصیب فرمائے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔ کیا تم کو یہ گمان ہے کہ چھوڑ دیئے جاؤ گے

وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَا رُسُولِهِ

اور حالانکہ اللہ نے ابھی تم میں سے ان لوگوں کو نہیں جانا جنہوں نے جہاد کیا اور جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور مومنین کے علاوہ

وَلَا الْمُؤْمِنِينَ وَّلِيَّةَ ۚ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۚ ۱۶

کسی کو دوست نہیں بنایا اور اللہ ان کاموں سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔

اگر معاہدہ توڑیں اور طعنہ زنی کریں تو قابل گردن زدنی ہیں:

آیت ۱۲: وَإِنْ نَكَثُوا أَيْمَانَهُمْ مِنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ (اگر وہ لوگ عہد کرنے کے بعد اپنی قسموں کو توڑ ڈالیں) یعنی انہوں نے قسموں کے ذریعہ کئے جانے والے معاہدے توڑ دیے۔ وَطَعَنُوا فِي دِينِكُمْ فَقَاتِلُوا أَيُّمَةُ الْكُفْرِ (اور تمہارے دین میں طعنہ کریں۔ تو تم ان کفر کے راہنماؤں سے لڑو) قراءت: دونوں ہمزہ کے ساتھ کوئی شامی نے پڑھا ہے۔ بقیہ قراء نے ایک ہمزہ سے پڑھا جو کہ غیر ممدودہ اور اس کے بعد یائے مکسورہ ہے۔ اس کی اصل اُلممۃ یہ جمع امام ہے جیسے عماد جمع اعمدہ۔ پہلی میم کی

حرکت نقل کر کے ہمزہ ساکنہ کو دی اور میم کو دوسری میم میں ادغام کر دیا۔ جنہوں نے دونوں ہمزہ کو باقی رکھا انہوں نے دوسرے ہمزہ کو کسرۃ ماقبل کی وجہ سے یا سے بدلا ہے۔ فَانْتَهُمْ لَا اِيْمَانَ لَهُمْ (ان کی قسمیں نہیں رہیں) پہلا حصہ آیت وان نکثوا ایمانہم میں ان کے لئے ایمان کو ثابت کیا مگر یہاں نفی کر دی۔

وجہ فرق یہ ہے کہ جو ایمان وہ ظاہر کرتے ہیں وہ شروع آیت میں مراد ہے اور اس حصہ میں حقیقت کا اعتبار کر کے فرمایا لَا اِيْمَانَ لَهُمْ۔

صَنِتْلَهُ: کافر کی قسم قسم شمار نہیں ہوتی۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے اس آیت کا معنی یہ کیا ہے وہ قسم پوری نہ کریں گے کیونکہ ان کے ہاں کافر کی قسم قسم شمار ہوگی کیونکہ اس کی تعریف میں نکث (ٹوٹنا) کا لفظ آیا ہے۔

قراءت: شامی نے لَا اِيْمَانَ بمعنی لا اسلام پڑھا ہے۔ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ (اس ارادے سے کہ یہ باز آجائیں) یہ فقاتلوا ائمة الکفر سے متعلق ہے ان کے مابین جملہ معترضہ ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے لیکن غرضکم فی مقاتلتہم انتہاء ہم عما ہم علیہ بعد ما وجد منہم من العظام۔ ان کے ساتھ تمہاری لڑائی کی غرض یہ ہونی چاہیے کہ وہ جس چیز پر ہیں اس سے باز آجائیں۔ اس کے باوجود کہ ان سے یہ بڑے بڑے معاملات پائے گئے۔ گناہ گار کیلئے درحقیقت یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے غایت کرم ہی تو ہے بس!

لڑائی پر آمادگی:

آیت ۱۳: پھر لڑائی پر آمادہ کیا۔ اَلَا تَقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْا اِيْمَانَهُمْ (تم ایسے لوگوں سے کیوں نہیں لڑتے جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑ ڈالا) جو انہوں نے معاہدہ میں حلف اٹھایا۔ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ (اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلاوطن کرنے کی تجویز کی) مکہ سے وَهُمْ بَدَءُوْا كُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ (اور انہوں نے تم سے خود پہلے تمہاری دشمنی کی ابتداء کی) لڑائی میں۔ اور ابتداء کرنے والا بڑا ظالم ہوتا ہے پس ان کے ساتھ لڑائی سے تمہیں کوئی رکاوٹ ہے؟ اس میں مسلمانوں کو ایسے لوگوں کے ساتھ ترک قتال پر توبیخ کی اور ساتھ ساتھ لڑائی پر آمادہ کیا۔ پھر لڑائی پر ابھارنے کے اسباب ذکر کئے۔ جیسے نقص عہد، اخراج رسول، بلا سبب ابتداء قتال۔ اَتَخْشَوْنَہُمْ (کیا تم ان سے ڈرتے ہو) کفار سے ڈرنے پر توبیخ ہے۔ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْہُ (اللہ تعالیٰ زیادہ حقدار ہے کہ اس سے ڈرو) کہ اس سے ڈرا جائے۔ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (اگر تم ایمان رکھتے ہو) پس اس ہی سے ڈرو یعنی کامل ایمان کا تقاضہ یہ ہے کہ فقط اللہ تعالیٰ ہی سے ڈرا جائے اور دوسرے کی کوئی پرواہ نہ کی جائے۔

کفار سے لڑو واللہ ان کو تمہارے ہاتھوں سزا دیں گے:

آیت ۱۴: جب ان کو ترک قتال پر توبیخ کر دی تو کھل کر ان کو حکم دیا۔ فَاتِلُوْہُمْ (ان سے لڑو) ایمان والوں سے نصرت کا وعدہ کیا تاکہ ان کے دل مضبوط رہیں اور ان کی نیتوں میں بھی خرابی نہ آئے۔ يُعَذِّبُہُمُ اللّٰهُ بِاَیْدِیْکُمْ (اللہ تعالیٰ ان کو تمہارے ہاتھوں سزا دے گا) قتل کروا کرو و یُخْزِیْہُمْ (اور ان کو ذلیل کرے گا) قیدی بنا کرو و یَنْصُرْکُمْ عَلَیْہُمْ (اور تم کو ان پر غالب کرے گا) تمہیں ان پر غلبہ دیکرو و یَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ (اور مسلمانوں کے دلوں کو شفا دے گا) ان میں سے ایک جماعت کو۔ اس

سے مراد بنو خزاعہ ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے حلیف تھے۔ (جن پر حملہ کر کے بنو بکر نے قریش کی مدد سے بنو خزاعہ کو حرم میں قتل کیا تھا۔ جس سے فتح مکہ کا واقعہ پیش آیا) تو بنو خزاعہ کے مسلمان مراد ہیں۔

مسلمانوں کی بے چینی کا ازالہ:

آیت ۱۵: وَيُذِيبْ غَيْظَ قُلُوبِهِمْ (اور ان کے دلوں کی بے چینی دور کرے گا) جو کفار کی طرف سے ان کو تکلیف پہنچی اللہ تعالیٰ نے یہ تمام وعدے پورے کر دیئے یہ آپ کی نبوت کی دلیل و ثبوت ہے۔ وَيَتُوبُ اللَّهُ عَلَى مَنْ يَشَاءُ (اور جس کو چاہے گا اللہ تعالیٰ توبہ کی توفیق دیگا) یہ ابتدائے کلام ہے اور اس بات کی اطلاع ہے کہ بعض اہل مکہ اپنے کفر سے توبہ کریں گے اور یہ واقعہ ہوا ان میں بہت سے لوگ اسلام لائے جیسے ابوسفیان، عکرمہ بن ابی جہل، سہیل بن عمرو۔

رو معتر لہ: اس میں معتر لہ کے اس قول کا رد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ تمام کافروں کی توبہ قبول کرے لیکن وہ اپنے اختیار سے توبہ نہ کریں گے۔ وَاللَّهُ عَلِيمٌ (اللہ تعالیٰ بڑے علم والے ہیں) وہ آئندہ کے حالات کو جاننے والے ہیں جیسا کہ ماضی سے واقف ہیں حَکِيمٌ (بڑی حکمت والے ہیں) توبہ قبول کرنے میں۔

مجاہدین کی پہچان کی جائیگی:

آیت ۱۶: أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُتْرَكُوا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ (کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ تم یوں ہی چھوڑ دیئے جاؤ گے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ابھی ان لوگوں کو تمہارے اندر سے چھانٹا ہی نہیں جنہوں نے جہاد کیا) **مَحْجُوزٌ**: اُم منقطعہ ہے ہمزہ تو بیخ کیلئے ہے کیونکہ حساب کا معنی پایا جاتا ہے تقدیر یہ ہے لا تُتْرَكُونَ علی ما انتم علیہ حتی یتبین المخلص منکم وہم الذین جاهدوا فی سبیل اللہ لوجه اللہ۔ تم جس حالت میں ہو اس پر چھوڑا نہ جائے گا یہاں تک کہ تم میں سے مخلصوں کو ظاہر نہ کر دیا جائے۔ اور وہ وہی ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا صرف اسی کی رضا مندی چاہئے کیلئے۔

وَلَمْ يَتَّخِذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَا رَسُولِهِ وَلَا الْمُؤْمِنِينَ وَلِجَنَّةٍ (اور اللہ اور رسول اور اسکے مؤمنین کے سوا کسی کو خاص دوست نہ بنایا) یعنی انہوں نے رسول اللہ ﷺ اور مومنوں کے مخالفین کو راز دار نہیں بنایا۔ لہذا یہ توقع کیلئے ہے اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ایسا ہونا بالکل متوقع ہے کہ مخلصین و غیر مخلصین کو چھانٹ لیا جائے۔

مَحْجُوزٌ: لَمْ يَتَّخِذُوا کا عطف جاهدوا پر ہے اور یہ صلہ کے تحت داخل ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے وَلَمَّا يَعْلَمِ الْمُجَاهِدِينَ مِنْكُمْ وَالْمُخْلِصِينَ غَيْرِ الْمُتَّخِذِينَ وَلِجَنَّةٍ مِنْ دُونِ اللَّهِ مقصود نفی علم کی ہے۔ معلوم کی نہیں جیسا کہتے ہیں مَا عَلِمَ اللَّهُ مِنْهُ مَا قِيلَ فِي اس سے تمہاری مراد یہ ہے مَا وَجَدَ ذَلِكَ مِنْهُ کہ یہ بات میری طرف سے پائی ہی نہیں گئی۔ مطلب یہ ہوگا کہ تمہارا خیال ہے کہ بلا مجاہدہ تمہیں چھوڑ دیا جائیگا۔ اور مشرکین سے تمہیں الگ نہ کیا جائیگا۔ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ (اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب کاموں کی خبر ہے) خیر یا شر سے۔ پس وہ اس پر تمہیں بدلہ دے گا۔

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ أَنْ يَعْمُرُوا مَسْجِدَ اللَّهِ شَاهِدِينَ عَلَى أَنْفُسِهِم بِالْكَفْرِ

مشرکین اس کے اہل نہیں ہیں کہ اللہ کی مسجدوں کو آباد کریں اس حال میں کہ وہ اپنے بارے میں کافر ہونے کی گواہی دے رہے ہیں۔

أُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي النَّارِ هُمْ خَالِدُونَ ۝۱۷ إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسْجِدَ اللَّهِ

یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال اکارت ہو گئے اور وہ دوزخ میں ہمیشہ رہنے والے ہیں اللہ کی مسجدوں کو وہی لوگ آباد کرتے ہیں

مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا اللَّهَ فَعَسَىٰ

جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے اور جنہوں نے نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرے۔ سو توقع ہے

أُولَٰئِكَ أَنْ يَكُونُوا مِنَ الْمُهْتَدِينَ ۝۱۸ أَجَعَلْتُمُ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ

کہ یہ لوگ ہدایت پانے والوں میں سے ہوں گے۔ کیا تم نے حج کرنے والوں کو پانی پلانے اور مسجد حرام کے آباد

الْحَرَامِ كَمَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَوْنَ

کرنے کو اس شخص کے برابر بنا دیا جو اللہ پر ایمان لائے اور آخرت کے دن پر اور جس نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اللہ کے نزدیک یہ لوگ

عِنْدَ اللَّهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝۱۹ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا

برابر نہیں ہیں اور اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔ جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی

وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ أَكْثَرُ دَرَجَةً عِنْدَ اللَّهِ

اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا یہ لوگ اللہ کے نزدیک درجے کے اعتبار سے بڑے ہیں

وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ۝۲۰ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَجَنَّتِ

اور یہ لوگ کامیاب ہیں۔ ان کا رب اپنی طرف سے انہیں رحمت کی اور رضا مندی اور ایسے باغوں کی بشارت دیتا ہے

لَهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُّقِيمٌ ۝۲۱ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ۝۲۲

جن میں ہمیشہ رہنے والی نعمتیں ہیں یہ لوگ ان میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔ بلاشبہ اللہ کے پاس بڑا اجر ہے۔

مشرک اللہ کی مسجد کو آباد کرنے والا کیسے؟

آیت ۷: مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ (مشرکین اس لائق نہیں) ان کے لئے درست اور مناسب نہیں أَنْ يَعْمُرُوا مَسْجِدَ اللَّهِ (کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو آباد کریں) قراءت: مکی، بصری نے مَسْجِدَ اللَّهِ پڑھا اور اس سے مسجد حرام مراد لی۔

نمبر: اقراءت میں جمع اس لئے لائے کہ قبلہ مساجد وہی ہے اور تمام مساجد کا امام بیت اللہ ہے پس اس کی آبادی کرنے والا گویا تمام مساجد کو آباد کرنے والا ہے۔ کیونکہ اس کا ہر حصہ مسجد ہے۔

نمبر ۲۔ جنس مساجد مراد ہے۔ جب ان میں اس کی جنس کو درست کرنے کی صلاحیت نہیں تو اس کے تحت مسجد حرام بھی داخل ہوگئی کہ وہ اس کی آبادی کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ اس لئے مسجد حرام تو اس جنس کا مرکزی نکتہ ہے اور سینہ ہے اور یہ کنایہ کا مؤکد ترین طریقہ ہے جیسا تم کہو فلاں لا یقرأ کتاب اللہ یہ بات قراءت قرآن کے بارے میں تصریح سے زیادہ مؤثر ہے۔ شَہِدِیْنَ عَلٰی اَنْفُسِهِمْ بِالْکُفْرِ (ایسی حالت میں کہ وہ خود اپنے کافر ہونے کا اقرار کر رہے ہیں) اس لئے کہ وہ عبادت اصنام کا اعتراف کرتے ہیں۔ یہ یعمر و اکی داؤ سے حال ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ما استقام ان یجمعوا بین امرین متضادین عمارۃ متعبدات اللہ مع الکفر باللہ و بعبادۃ ان کو مناسب نہیں دو متضاد باتیں اپنے میں جمع کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت گاہیں تعمیر کرتے ہیں اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کا انکار کرتے ہیں۔ اُولَئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ وَفِی النَّارِ هُمْ خَالِدُونَ (ان لوگوں کے تمام اعمال بے کار ہیں وہ لوگ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے) ہمیشہ رہنے والے۔ مؤمن مسجد کو آباد کرنے والا ہے:

آیت ۱۸: اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسْجِدَ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کی مساجد کو آباد کرنا تو صرف ان لوگوں کا کام ہے) اس کی تعمیر، بوسیدہ کی مرمت، صفائی، روشنی کا انتظام، جن چیزوں کیلئے مساجد نہیں بنائی گئیں ان سے حفاظت مثلاً دنیا کی باتیں کیونکہ مسجد کی تعمیر کا مقصد عبادت اور ذکر الہی کیلئے ہے اور علم پڑھانا بھی اس ذکر میں شامل ہے۔ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ (جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان لائیں) یہاں ایمان بالرسول کا تذکرہ نہیں کیا۔ کیونکہ یہ خود معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والے کو رسول پر ایمان لانا ضروری ہے۔ کیونکہ شہادت، اذان، اقامت وغیرہ میں دونوں شہادتیں ساتھ ساتھ ہیں۔ نمبر ۲۔ اس ارشاد سے ایمان بالرسول پر دلالت کر دی وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاَتٰی الزَّکٰوةَ وَلَمْ یَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ (اور نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ دیں اور سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی سے نہ ڈریں) اخلاص پر متنبہ کیا۔ مراد خشیت سے دین میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا مندی پر کسی دوسری رضا مندی کو کسی توقع کے خوف سے ترجیح نہ دے۔ اس لئے کہ بعض اوقات مؤمن محذورات سے ڈرتا ہے اور ڈرنے کے علاوہ اس کو کسی چیز کا اختیار ہی نہیں رہتا۔ دوسرا قول یہ ہے پہلے وہ اصنام سے ڈرا کرتے تھے۔ اور ان سے امیدیں لگاتے تھے پس اس خوف کی نفی ان سے کی گئی ہے۔

فَعَسٰی اُولَئِكَ اَنْ یَّکُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِیْنَ (پس ایسے لوگوں کی نسبت توقع ہے کہ وہ اپنے مقصود تک پہنچ جائیں گے) ہدایت کے مواقع سے مشرکین تو بہت دور ہیں اور ان کے شرک کی وجہ سے اعمال سے انتفاع بھی نہیں ہو سکتا۔ عسی کا کلمہ استعمال فرمایا جو طمع کیلئے اور امید کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان مساجد کی تعمیر ان لوگوں کے مناسب ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں انہی کے حق میں یہ چیزیں مقبول ہیں دوسروں کیلئے نہیں۔

کفر کے ہوتے ہوئے تعمیر مسجد سقایہ حاج بے وزن اعمال ہیں:

آیت ۱۹: اَجْعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجَاهِدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَوْنَ عِنْدَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ (کیا تم نے حاج کے پانی پلانے کو اور مسجد حرام کے آباد رکھنے کو اس شخص کے برابر قرار دے لیا ہے جو اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لایا اور اس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا ہو۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک برابر نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ بے انصاف لوگوں کو سمجھ نہیں دیتا) السقایہ۔ العمارۃ۔ یہ دونوں مصدر ہیں۔ فعل سَقَى، عمر جیسا الصیانة والوقایہ۔ یہاں مضاف محذوف ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ اجعلتم اهل سقایۃ الحاج و عمارۃ المسجد الحرام کمن امن باللہ۔ کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانے والوں اور مسجد حرام کی تعمیر کرنے والے کو ایمان والوں کے برابر قرار دیا۔ دوسرا قول: مصدر اسم فاعل کے معنی میں ہے۔ ابن زبیر کی قراءت اس کی معاون ہے۔ سُقَاة الْحَاجِّ وَ عِمْرَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ مطلب یہ ہے کہ مشرکین کے مومنین سے مشابہ ہونے کا انکار ہے۔ مشرکین کے اعمال جط شدہ اور مسلمانوں کے اعمال ثابت و قائم شدہ ہیں۔ اور اس بات سے انکار کیا گیا کہ ان کے مابین برابری مانی جائے۔ اور ان کے برابر قرار دینے کو کفر کے بعد ایک اور ظلم قرار دیا۔ کیونکہ انہوں نے مدح و فخر کو ایسے مقام کیلئے تجویز کیا جو مدح و فخر کا مقام ہرگز نہیں۔

نشان نزول: یہ عباس رضی اللہ عنہ کے جواب میں اتری جب بدر میں وہ قید ہوئے تو علی رضی اللہ عنہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف لڑائی کے سلسلے میں ڈانٹ ڈپٹ کرنے لگے۔ اور قطع رحمی پر بھی ان کو کھری کھری سنائیں تو عباس رضی اللہ عنہ کہنے لگے تم ہمارے محاسن کو چھوڑ کر ہماری غلطیاں گناتے ہو۔ تو ان سے پوچھا گیا تمہارے محاسن کیا ہیں۔ تو کہنے لگے ہم بیت اللہ کو تعمیر کرتے، حاجیوں کو پانی پلاتے، قاتل کی گردن چھڑاتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ عباس رضی اللہ عنہ نے سقایہ پر فخر کیا اور شیبہ نے عمارت پر اور علی رضی اللہ عنہ نے اسلام اور جہاد پر۔ اللہ تعالیٰ نے علی رضی اللہ عنہ کی تصدیق کر دی۔

ایمان، ہجرت و جہاد مقبول ترین عمل ہیں جو جنت کا باعث ہیں:

آیت ۲۰: الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ (جو لوگ ایمان لائے اور وطن سے ہجرت کی اور جان و مال سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑے مرتبہ والے ہیں) اہل سقایہ اور اہل تعمیر کے مقابلہ میں وَأُوْلٰئِكَ هُمُ الْفَآئِزُونَ (اور یہی لوگ کامیاب ہیں) نہ کہ تم کامیابی سے مخصوص ہو ان کی بجائے۔

آیت ۲۱: يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ (ان کا رب ان کو بشارت دیتا ہے) قراءت: حمزہ نے یُبَشِّرُهُمْ پڑھا بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَ جَنَّاتٍ (اپنی طرف سے بڑی رحمت اور بڑی رضامندی اور ایسے باغات) رحمت، رضوان، جنات کی بشارت دی اور ان کو نکرہ ذکر کیا تاکہ بتلایا جائے کہ یہ انعامات غیر معمولی ہیں اور کسی وصف کے ساتھ بیان سے باہر ہیں اور معرف کو معرفہ ذکر کیا گیا۔ لَّهُمْ فِيْهَا (جن میں ان کیلئے) ان جنات میں نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ (دائمی نعمتیں ہوں گی) دائمی۔

آیت ۲۲: خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ اَجْرٌ عَظِيْمٌ (ان میں یہ ہمیشہ ہمیشہ کور ہیں گے بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے پاس بڑا اجر ہے) جو غیر منقطع ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا آبَاءَكُمْ وَإِخْوَانَكُمْ أَوْلِيَاءَ إِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ

اے ایمان والو! اپنے باپوں کو اور بھائیوں کو دوست نہ بناؤ اگر وہ کفر کو ایمان کے مقابلہ میں پسند

عَلَى الْإِيمَانِ ۖ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿٢٣﴾ قُلْ إِن كَانَ

کرتے ہوں اور تم میں سے جو شخص ان سے دوستی کرے گا تو یہ لوگ ہی ظلم کرنے والے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ اگر تمہارے

أَبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا

باپ اور بیٹے اور بھائی اور بیویاں اور کنبہ اور وہ اموال جو تم نے کمائے ہیں

وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِينُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ

اور وہ تجارت جس کے نہ چلنے سے تم ڈرتے ہو اور وہ گھر جن کو تم پسند کرتے ہو تمہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے اور اس کی راہ میں

وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي

جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہوں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ کا حکم آ جائے اور اللہ فاسق قوم کو

الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ﴿٢٤﴾

ہدایت نہیں دیتا۔

۲۳۸

آیت ۲۳: شَانِ نَزُولُ: جب اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کو ہجرت کا حکم دیا تو ایک آدمی اپنے بیٹے کو کہنے لگا اور اپنے بھائی اور دیگر قریب و اقربوں کو کہ ہمیں تو ہجرت کا حکم مل گیا۔ ان میں سے بعض نے جلدی سے ہجرت کو اختیار کر لیا۔ اور بعض سے ان کے بیٹے اور ازواج چٹ گئیں ہمیں تو یہاں خالی ہاتھ چھوڑ رہا ہے۔ ہم ضائع ہو جائیں گے۔ وہ یہ سن کر ان کے ساتھ رہ پڑا اور ہجرت کو چھوڑ بیٹھا پس یہ آیت اتری۔

کافر غیر سے خواہ باپ ہو:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا آبَاءَكُمْ وَإِخْوَانَكُمْ أَوْلِيَاءَ إِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْإِيمَانِ (اے ایمان والو۔ اپنے باپوں اور اپنے بھائیوں کو دوست نہ بناؤ اگر وہ کفر کو ایمان کے مقابلہ میں عزیز رکھیں) یعنی کفر کو ترجیح دیں اور پسند کریں۔ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ (اور جو شخص تم میں سے ان کے ساتھ رفاقت رکھے گا) جو کافروں سے دوستی اختیار کرے گا۔ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ (پس ایسے لوگ بڑے نافرمان ہیں)

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ

یہ واقعی بات ہے کہ اللہ نے بہت سے مواقع میں تمہاری مدد فرمائی اور حنین کے دن بھی جب تمہیں اپنی کثرت پر گھمٹا ہو گیا۔

فَلَمْ تَغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمُ

پھر اس کثرت نے تمہیں کچھ بھی فائدہ نہ دیا اور زمین اپنی فراخی کے باوجود تم پر تنگ ہو گئی۔ پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ

مُذَبِّرِينَ ۚ ثُمَّ أَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنْزَلَ

کھڑے ہوئے پھر اللہ نے اپنے رسول ﷺ پر اور مؤمنین پر اطمینان قلبی نازل فرمایا اور ایسے

جُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَذَلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ ۚ

لشکر اتار دیئے جنہیں تم نہیں دیکھ رہے تھے اور اللہ نے کافروں کو عذاب دیا اور یہ سزا ہے کافروں کی

ثُمَّ يَتُوبُ اللَّهُ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ عَلَى مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۚ

پھر اس کے بعد اللہ جس کی چاہے توبہ قبول فرمائے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

یہ رشتہ داریاں اللہ اور رسول کے مقابلے میں بے حیثیت ہیں:

آیت ۲۴: قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَنِسَاءُكُمْ وَأَخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ (آپ کہہ دیں کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا کنبہ) تمہارے اقارب۔ قراءت: ابو بکر نے وعشیراتکم پڑھا ہے۔ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا (اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں) جو مال تم نے کمایا۔ وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا (اور وہ تجارت جس میں نکاسی ہونے کا تم کو خطرہ ہو) گرم بازاری کے وقت فوت ہونے کا و مَسْكِنٌ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ (اور وہ گھر جن کو تم پسند کرتے ہو۔ تم کو اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیارے ہیں تو تم منتظر رہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم بھیج دے) جلد آنے والا عذاب یا بدیر ملنے والا عذاب یا فتح مکہ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ (اور اللہ تعالیٰ بے حکمی کرنے والوں کو ان کے مقصود تک نہیں پہنچاتے) یہ آیت ان لوگوں کی شاعت احوال کا بیان ہے جو عقیدہ کی کمزوری اور یقین کے ضعف میں مبتلا ہیں۔ بڑے پرہیزگار بھی باپ، اولاد، مال متاع سے زیادہ دین سے محبت نہیں کرتے۔

مواقع نصرت:

آیت ۲۵: لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ (اللہ تعالیٰ نے تم کو بہت مواقع میں غلبہ دیا) نمبر ۱۔ جیسا واقعہ بدر، قریظہ،

بنی نضیر، حدیبیہ، خیبر، فتح مکہ، نمبر ۲۔ وہ مواقع جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کی مدد کی اور ایمان والوں کی امداد فرمائی وہ اسی ۸۰ ہیں۔ موطن الحرب : مقامات و مواقع حرب و یوم حنین (اور حنین کے دن بھی) یہاں یوم سے پہلے اذکر و امحد و ف ہے۔ یعنی تم یوم حنین کو یاد کرو۔

غزوہ حنین:

حنین ایک وادی ہے جو مکہ اور طائف کے مابین ہے۔ اس میں مسلمانوں اور کفار کے درمیان معرکہ پیش آیا۔ مسلمانوں کی تعداد بارہ ہزار تھی۔ ہوازن و ثقیف جنکی تعداد چار ہزار بتلائی جاتی ہے۔ (مگر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے چوبیس ہزار لکھی ہے) جب مسلمانوں کا ان سے سامنا ہوا تو کسی مسلمان کی زبان سے نکل گیا۔ لن نغلب الیوم من قلة آج ہم قلت کی وجہ سے مغلوب نہ ہونگے۔ رسول اللہ ﷺ کو یہ بات گراں گزری۔ اذ (جب) یہ یوم سے بدل ہے۔ اَعْجَبْتُكُمْ كَثْرَتُكُمْ (جب تمہاری کثرت نے تمہیں خود پسندی میں مبتلا کر دیا) کثرت کی خود پسندی والی بات سامنے آگئی اور یہ بات ان کی نگاہ سے (بعض مراد ہیں) اوجھل ہو گئی کہ کثرت جنود سے فتح نہیں بلکہ من جانب اللہ ہے۔ پس اول وہلہ میں شکست کھا گئے اور شکست خوردہ مکہ پہنچ گئے۔ (مگر یہ بات خود قابل تحقیق ہے کسی معتبر روایت میں شکست خوردہ کا مکہ پہنچنا منقول نہیں)

آپ کی ثابت قدمی:

رسول اللہ ﷺ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ آپ کے خچر کی لگام عباس بن عبدالمطلب اور رکاب سفیان بن حارث تھامے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے عباس! لوگوں کو آواز دو۔ ان کی آواز بہت بلند تھی۔ چنانچہ انہوں نے آواز دی یا اصحاب الشجرہ۔ آواز پہنچتے ہی منتشر صحابہ یہ کہتے ہوئے آواز کی طرف بڑھے۔ لبیک، لبیک، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ابلق گھوڑوں پر سوار سفید کپڑوں میں ملبوس فرشتے اترے۔ اسی وقت رسول ﷺ نے مٹی کی ایک مٹھی لے کر خدا کے حکم سے دشمنوں کی طرف پھینکی پھر فرمایا خدا کرے تم شکست کھا جاؤ۔ رب کعبہ کی قسم تم شکست کھا جاؤ۔ پس کفار کو شکست ہو گئی (مسلم) اس دن رسول اللہ ﷺ نے یہ دعا مانگی، اللھم لك الحمد واليك المستگی وانت المستعان“ یہ موسیٰ علیہ السلام کی دعا ہے جو آپ نے سمندر پار کرتے وقت مانگی تھی۔

کثرت نے فائدہ نہ دیا:

فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَ ضَاقتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ (تمہاری کثرت نے تم کو کچھ فائدہ نہ پہنچایا اور تم پر زمین باوجود اپنی وسعت کے تنگی کرنے لگی) رَحِبَتْ : مارحبت کا مصدر یہ ہے۔ اور با بمعنی مع ہے۔ اسی مع رحبھا۔ وسعت کے باوجود اور اصل میں متلبسہ برحبھا ہے۔ اس طرح کہ جار و مجرور حال ہیں۔ جیسا کہتے ہیں۔ دخلت علیہ بشیاب السفر یعنی متلبسًا بشیاب السفر۔ میں ان کے ہاں آیا سفر کے کپڑے پہننے کی حالت میں اب مطلب آیت کا یہ ہے کہ دشمن سے بھاگنے کی تمہیں جگہ نہیں مل رہی تھی۔ گویا کہ زمین ان پر تنگ ہو گئی۔ ثُمَّ وَلَّيْتُمُ مُدْبِرِينَ (پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوئے) پھر تم شکست کھا گئے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ

اے ایمان والو! مشرکین پلید ہی ہیں سو وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے

بَعْدَ عَامِهِمْ هَذَا وَإِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ

پاس نہ آئیں اور اگر تم فقر سے ڈرتے ہو تو عنقریب اللہ تمہیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا

إِنْ شَاءَ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ٢٨

اگر چاہے بے شک اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

نزول سکینہ:

آیت ۲۶: ثُمَّ أَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ (پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی تسلی اتاری) اس کی وہ رحمت جس سے ان کو سکون ملا اور وہ ایمان لائے۔ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنْزَلَ جُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا (اور ایسے لشکر نازل فرمائے جن کو تم نے نہیں دیکھا) یعنی ملائکہ فرشتوں کی تعداد آٹھ ہزار تھی یا پانچ ہزار تھی یا سولہ ہزار تھی۔ وَعَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا (اور کافروں کو سزا دی) قتل اور قید کا اور عورتوں اور بچوں کے قیدی بننے کا وَذَلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ (اور یہ کافروں کی سزا ہے)

آیت ۲۷: ثُمَّ يَتُوبُ اللَّهُ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ عَلَى مَنْ يَشَاءُ (پھر اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں توبہ نصیب کر دیں) اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو ان میں سے اسلام لے آئے۔ وَاللَّهُ غَفُورٌ (اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے ہیں) اسلام کے ذریعہ وہ کافر کے کفر کو چھپا دیتا ہے۔ رَحِيمٌ (بڑی رحمت کرنے والے ہیں) شکست کے بعد بھی دوست کی مدد کرتا ہے۔

مشرکین نجس ہیں ان کا داخلہ مسجد حرام میں ممنوع ہے:

آیت ۲۸: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ (اے ایمان والو۔ مشرک لوگ نرے ناپاک ہیں) پلیدی والے ہیں نجس مصدر ہے کہا جاتا ہے: نجس نجسًا و قدّر قدراً کیونکہ ان میں وہ شرک تھا۔ جو بمنزلہ نجاست ہے۔ اور اسلئے بھی کہ نہ وہ طہارت کرتے ہیں۔ نہ غسل کرتے ہیں نہ نجاسات سے بچتے ہیں تو گویا گندگی ان کو لباس کی طرح چمٹی ہوئی ہے۔ یا ان کو بعینہ نجاست قرار دیا۔ تاکہ وصف نجاست میں ان کے متعلق مبالغہ ظاہر ہو۔ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ (وہ لوگ مسجد حرام کے پاس نہ آنے پائیں) نہ وہ حج کو آئیں اور نہ عمرہ کریں جیسا کہ وہ جاہلیت میں کیا کرتے تھے۔

بَعْدَ عَامِهِمْ هَذَا (اس سال کے بعد) یہ وہی بات ہے جب ابو بکر رضی اللہ عنہ کو امیر الحج بنا کر بھیجا گیا تھا۔ قریب آنے کی نفی سے مراد حج و عمرہ کی ممانعت ہے۔ اور یہی ہمارا مذہب ہے البتہ دخول حرم اور مسجد حرام اور دیگر مساجد سے ان کو روکا نہیں جاسکتا۔ مگر امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک ان کو مسجد حرام کے قریب نہ آنے دیا جائے گا۔ اور امام مالک رحمہ اللہ کے ہاں مسجد حرام اور دیگر تمام مساجد سے بھی ان کو روکا جائے گا۔

قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ

ان لوگوں سے جنگ کرو جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں لاتے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے جن چیزوں کو حرام قرار دیا ہے انہیں اسے حرام

اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّىٰ

نہیں سمجھتے اور دین حق کو قبول نہیں کرتے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں کتاب دی گئی ان سے یہاں تک جنگ

يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ ۝۲۹

کرو کہ وہ ماتحت ہو کر ذلت کی حالت میں اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا کریں۔

دوسرا قول مشرکین کو مسجد کے قریب آنے کی نفی کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان ان کو حرم میں اقتدار و اختیار حاصل نہ کرنے دیں۔

خطرۂ افلاس کی ممانعت:

وَأَنْ خِفْتُمْ عِيلَةً (اگر تم کو مفلسی کا خطرہ ہو) حج سے مشرکین کو روکنے کی وجہ سے اگر تمہیں فقر کا خطرہ ہو۔ کیونکہ ان کے آنے کی وجہ سے کئی سہولتیں اور اشیاء میسر آتی تھیں۔ فَسَوْفَ يَغْنِيكُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ (تو اللہ تعالیٰ تم کو اپنے فضل سے محتاج نہ رکھے گا) نمبر ۱۔ غنائم کے ذریعہ یا نمبر ۲۔ بارش اور نباتات کی کثرت سے نمبر ۳۔ مسلمان حاجی تبار کے ذریعہ اِنْ شَاءَ (اگر اللہ چاہے گا) اس میں تعلیم دی کہ اپنے معاملات کو اللہ تعالیٰ کی مشیت سے معلق کیا کرو۔ تاکہ تمام امیدیں اسی تک پہنچ کر منقطع ہوں۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ (بیشک اللہ خوب جاننے والا) تمہارے احوال کو حَکِيْمٌ (حکمت والا ہے) تمہاری امیدوں کو پورا کرنے میں۔ نمبر ۲۔ وہ بندوں کی مصلحتوں سے واقف ہے اور جو وہ حکم دیتا ہے اور ارادہ کرتا ہے اس میں حکمت والا ہے۔

اہل کتاب اور دیگر کفار سے حکم قتال:

آیت ۲۹: یہ اہل کتاب کے متعلق اتری۔ قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ (تم ان لوگوں سے لڑو جو نہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں) کیونکہ یہ یہود و خدا اور نصاریٰ تثلیث کے قائل ہیں۔ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ (اور نہ آخرت پر) کیونکہ اس کے متعلق وہ اس کے برخلاف ہیں جو ان پر لازم ہے ان کا عقیدہ ہے کہ جنت میں اکل و شرب نہیں ہے۔ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ (اور نہ ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے حرام بتلایا ہے) کیونکہ جو اللہ تعالیٰ نے کتاب و سنت میں حرام کیا اس کو حرام قرار نہیں دیتے۔ یا تورات و انجیل میں جو کچھ لکھا ہے اس کو ہی نہیں جانتے۔ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ (اور نہ سچے دین کو قبول کرتے ہیں) وہ دین اسلام پر اعتقاد نہیں رکھتے۔ جو کہ برحق دین ہے۔ کہا جاتا ہے: فلان یدین بكذا۔ جب کہ وہ اس کو دین کے طور پر اختیار کر لے اور اس کا معتقد ہو جائے۔ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ (یہ ان لوگوں میں سے ہیں جو اہل کتاب ہیں) یہ الذین جو پہلے مذکور ہو اس کا بیان ہے۔

مجوس کا حکم: جزیہ کے سلسلہ میں مجوس کا حکم اہل کتاب کی طرح ہے اسی طرح ترک، ہندو وغیرہ بھی صرف مشرکین عرب کا حکم مختلف ہے۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عِزِّيْرُ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصْرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللَّهِ ذَلِكَ

اور یہودیوں نے کہا کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ نے کہا کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ

قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِيُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ قَتَلَهُمُ

ان کی باتیں ہیں جو ان کے منہوں سے نکلتی ہیں۔ یہ ان لوگوں کی طرح باتیں کرتے ہیں جنہوں نے ان سے پہلے کفر اختیار کیا۔ اللہ انہیں

اللَّهُ أَنِّي يُؤْفَكُونَ ۚ اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهَبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ

غارت کرے، گدھرا لے جا رہے ہیں۔ ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے عالموں کو اور درویشوں کو

دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيْحِ ابْنِ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَهًا وَاحِدًا

رب بنا لیا اور مسیح ابن مریم کو بھی اور حالانکہ ان کو یہی حکم ہوا تھا کہ صرف ایک معبود کی عبادت کریں

لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ سُبْحَنَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝۳۱

جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اس چیز سے پاک ہے جو وہ شریک بناتے ہیں۔

امام زہری سے مروی ہے کہ نبی اکرمؐ نے عرب کے علاوہ دیگر تمام بت پرستوں سے جزیہ پر صلح کر لی۔ (عبدالرزاق فی تفسیرہ) حَتَّى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ (یہاں تک کہ جزیہ دینا قبول کر لیں) یہاں تک کہ وہ اسکو قبول کر لیں۔ جزیہ کو اسلئے جزیہ کہتے ہیں۔ نمبر ۱۔ کہ جن پر یہ لازم کیا جاتا ہے۔ ان پر اس کی ادائیگی ضروری ہے۔ نمبر ۲: ذلت کے ساتھ کفر میں جو مہلت ملی یہ اس کی سزا ہے۔ عَنْ يَدٍ (ماتحت ہو کر) یعنی ایسے ہاتھ سے جو موافقت کرنے والا ہو۔ ممانعت کرنے والا اور باز رہنے والا نہ ہو۔ کیونکہ جس نے انکار کیا اور دینے کیلئے تیار نہ ہوا۔ اس کا ہاتھ امان میں نہ دیا گیا۔ البتہ مطیع و فرمانبردار اپنی مدد کا ہاتھ دینے والا ہے۔ اسی لئے محاورہ ہے۔ اعطی بیدہ اس وقت بولتے ہیں جب مطیع ہو جائے۔ اسی طرح کہا جاتا ہے نزع یدہ عن الطاعة۔ فلاں سرکش ہوا۔ نمبر ۲۔ یہاں تک کہ جزیہ دست بدست دیں اُدھار نہیں۔ اور خود آکر دیں کسی کے ہاتھ نہ بھیجیں۔ بلکہ دینے والا لینے والے کو خود دے۔ وَهُمْ صَٰغِرُونَ (اور رعایا بن کر رہیں) یہ ان سے بطور ذلت لیا جائے گا اور اس کی صورت یہ ہے کہ دینے کے لئے پیدل آئے سوار نہ ہو اور کھڑا ہونے کی حالت میں دے جبکہ وصولی والا نمائندہ اپنی نشست گاہ پر بیٹھنے والا ہو۔ اور اس کو جھوڑا جائے اور گریبان سے پکڑا جائے اور اس طرح کہا جائے اے ذمی جزیہ ادا کرو۔ اور اگر وہ ادا کر رہا ہو تو اس کو پیچھے دھکیلا جائے اسلام لانے کی صورت میں جزیہ ساقط ہو جائے گا۔

یہود و نصاریٰ پہلے کفار کی طرح ہیں:

آیت ۳۰: وَقَالَتِ الْيَهُودُ (اور یہود نے کہا) تمام یا بعض نے عِزِّيْرُ ابْنُ اللَّهِ (کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے) یہ مبتداء اور خبر ہے۔

جیسا کہ مسیح ابن اللہ کی ترکیب ہے۔ عزیر، یہ عجبی نام ہے غیر منصرف ہے علم و عجمیت کی وجہ سے ہے جنہوں نے اس کو منصرف مانا انہوں نے تنوین سے پڑھا وہ عاصم، علی ہیں۔ وَقَالَتِ النَّصْرَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ذَلِكَ قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ (اور نصاریٰ نے کہا کہ مسیح اللہ کے بیٹے ہیں یہ ان کا قول ہے۔ ان کے منہ سے کہنے کا) یہ ایسا قول ہے جس کی معاون کوئی دلیل صحیح موجود نہیں ہے۔ اور نہ کسی کا بیان اس کی سند میں پیش کیا جاسکتا ہے بس یہ منہ سے نکالا جانے والا لفظ محض ہے۔ جو اپنے ساتھ کوئی معنی نہیں رکھتا جیسا کہ مہمل الفاظ ہوتے ہیں۔

يُضَاهِيُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ (یہ بھی ان لوگوں جیسی باتیں کرنے لگے جو ان سے پہلے کافر ہو چکے) اس میں حذف مضاف ضروری ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے یضاهی قولہم قولہم انکا قول ان کے قول کے مشابہ ہے۔ پھر مضاف کو حذف کر کے ضمیر کو اس کے قائم مقام کر دیا۔ اسلئے یہ مرفوع میں بدل گیا۔ یعنی ان الذین کانوا فی عہد رسول اللہ ﷺ من الیہود والنصارى یضاهى قولہم قول قد مانہم مطلب یہ ہے کہ انکا پرانا کفر ہے جو ان میں چلا آ رہا ہے جدید نہیں نمبر ۲۔ ضمیر نصاریٰ کی طرف راجع ہے۔ یعنی یضاهى قولہم۔ نصاریٰ کا قول یہود کے قول کے مشابہ ہے نصاریٰ نے مسیح ابن اللہ کہا ہے۔ جبکہ یہود نے جو ان سے پہلے ہوئے انہوں نے عزیر ابن اللہ کہا۔

قراءت: یضاهون عاصم نے پڑھا۔ اور اصل المضاہاة بمعنی مشابہت اکثر قراء نے ہمزہ کو چھوڑا اور ان کا قول امرأۃ ضہیاء سے مشتق ہے۔ اس عورت کو کہتے ہیں جو مردوں کی مشابہت اختیار کرے کہ اس کو حیض نہ آئے زجاج کا قول یہی ہے۔ قَتَلَهُمُ اللَّهُ (اللہ ان کو غارت کرے) یعنی وہ اس بات کے مستحق ہیں کہ ان کو یہ کہا جائے اَنِّیْ یُؤْفَکُونَ (یہ کدھرائے جا رہے ہیں) دلیل کے واضح ہو جانے کے باوجود وہ حق سے کس طرح پھر رہے ہیں۔

انہوں نے حلال و حرام اپنے علماء و عابدوں کے حوالہ کر دیا ہے:

آیت ۳۱: اِتَّخَذُوا (انہوں نے بنا رکھا ہے) اہل کتاب نے اَحْبَارَهُمْ (اپنے علماء کو) اپنے علماء وَرُهْبَانَهُمْ (اپنے عابدوں کو) اَرْبَابًا (معبود) مِّنْ دُونِ اللَّهِ (اللہ کو چھوڑ کر) اس طرح کہ ان کی اطاعت اس چیز کو حلال کرنے میں جو اللہ تعالیٰ نے حرام کی ہے اور اس چیز کو حرام کرنے میں جس کو اللہ تعالیٰ نے حلال کیا۔ اسی طرح کرتے جیسے ارباب کی اطاعت اوامر و نواہی میں کی جاتی ہے۔ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ (اور مسیح ابن مریم کو بھی) یہ احبار پر عطف ہے انہوں نے مسیح کو رب یعنی ابن اللہ بنایا۔ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَهًا وَاحِدًا (اور ان کو صرف یہ حکم کیا گیا ہے کہ فقط ایک معبود کی عبادت کریں) اس پر وقف بھی جائز ہے۔ کیونکہ اس کا مابعد مبتداء بننے کی صلاحیت رکھتا ہے اور واحد کی صفت بن سکتا ہے۔ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ سُبْحَنَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ (جس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں وہ پاک ہے ان کے شرک سے) شرک سے اس کا پاک قرار دینا۔

يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَنْ يُتِمَّ

وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے مونہوں سے بجھا دیں۔ حالانکہ اللہ کو اس کے علاوہ کوئی بات منظور نہیں کہ وہ اپنے نور کو

نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ﴿۳۲﴾ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ

پورا کرے۔ اگرچہ کافروں کو ناگوار ہو۔ اللہ وہی ہے جس نے اپنے رسول ﷺ کو ہدایت اور دین حق دے کر

الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ ۚ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ﴿۳۳﴾

بھیجا تاکہ اسے تمام دینوں پر غالب کر دے اگرچہ مشرکین کو ناگوار ہو۔

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا:

آیت ۳۲: يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَنْ يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ (وہ لوگ اس طرح چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں مگر اللہ بغیر اس کے کہ اپنے نور کو پورا کمال تک پہنچا دے مانے گا نہیں اگرچہ کافر لوگوں کو یہ بات ناگوار ہو) ان کی مثال نبوت محمد ﷺ کو نا کام کرنے میں اور تکذیب میں اس طرح ہے جیسے کوئی شخص کسی عظیم روشنی کو پھونک مار رہا ہو جو روشنی آفاق میں پھیلنے والی ہو۔ اللہ تعالیٰ اس روشنی کو بڑھانے والے ہوں اور اس کو چمکا کر انتہاء تک پہنچانے والے ہوں۔ پھونک کا مقصد اس روشنی کو بجھانا ہو (تو جس طرح اس کی پھونک سے وہ روشنی بجھ نہیں سکتی اسی طرح نور اسلام بھی ان کی باطل تدبیروں سے ختم نہیں ہو سکتا۔ وَيَأْبَى اللَّهُ لَوْلَا يُرِيدُ كِيْ بَجَائے لایا گیا۔ اسی لئے کہ وہ یزیدوں کے مقابلہ میں آ رہا ہے۔ ورنہ تو یہ نہیں کہا جاسکتا۔ کرہت او ابغضت الا زیداً۔

اللہ تعالیٰ نے دین کو بہر صورت تمام ادیان پر غلبہ دینا ہے:

آیت ۳۳: هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى (وہ اللہ ایسا ہے کہ جس نے اپنے رسول کو ہدایت دیکر بھیجا) محمد ﷺ بِالْهُدَى قرآن کے ساتھ وَدِينِ الْحَقِّ (اور سچا دین) اسلام لِيُظْهِرَهُ (تاکہ وہ غالب کر دے) وہ بلند و غالب کرے عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ (تمام دینوں پر) تمام اہل ادیان پر نمبر ۲۔ دین حق کو ہر دین پر غالب کرے۔ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ (اگرچہ مشرک کیسے ہی ناخوش ہوں)۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لِيَآكُلُونَ أَمْوَالَ

اے ایمان والو! بلا شبہ بہت سے علماء اور راہب ایسے ہیں جو لوگوں کے مال باطل طریقہ پر

النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ

کھاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے

وَالْفِضَّةَ وَلَا يَتَفَقُّونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝۳۴ يَوْمَ

ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ان کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے جس روز

يُحْمَى عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ هَذَا

ان کو دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا۔ پھر ان کی پیشانیوں، کروٹوں اور پشتوں کو داغ دیا جائے گا یہ

مَا كُنْتُمْ لَكُمْ فِدْوَةٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْنِزُونَ ۝۳۵

وہ ہے جس کو تم نے اپنی جانوں کے لئے جمع کیا تھا۔ سو اب اسے تم چکھ لو جسے تم جمع کرتے تھے۔

حرام خوراک اور رہبان:

آیت ۳۴: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لِيَآكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ (اے ایمان والو! اکثر احبار اور درویش لوگوں کے مال کھاتے ہیں) لینے کو کھانے کے لفظ سے بطور استعارہ کے لائے بِالْبَاطِلِ (ناجائز طریقے سے) احکام میں رشوت کے ذریعہ وَيَصُدُّونَ (اور وہ روکتے ہیں) اپنے ماتحتوں کو عَن سَبِيلِ اللَّهِ (اللہ کی راہ سے) اس کے دین سے۔

جس مال سے اللہ کا حق نہ دیا جائے وہ کنز ہے اس کی یہ سزا ہے:

وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ (اور جو لوگ سونا چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں) جائز ہے کہ اکثریت نمبر ۱۔ احبار اور رہبان کی طرف اشارہ ہو۔ کیونکہ ان میں یہ دونوں مذموم خصلتیں جمع تھیں مثلاً رشوت خوری، جمع اموال اور انفاق سے بخل وغیرہ۔

نمبر ۲۔ اس سے وہ مسلمان جو مال جمع کرتے ہیں اور اس کو ابواب خیر میں صرف نہیں کرتے گویا اہل کتاب کے رشوت خور اور مسلمان غیر منفق مالدار ایک شمار و قطار میں رکھے گئے تاکہ مذمت میں مبالغہ ہو۔ نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے۔ جس مال کی زکوٰۃ دے دی جائے وہ کنز نہیں۔ اگرچہ وہ خفیہ رکھا ہو۔ اور جو مال زکوٰۃ کی حد تک پہنچے مگر اس کی زکوٰۃ ادا نہ کی جائے وہ کنز ہے۔ اگرچہ وہ ظاہر ہو۔ (رواہ الطبرانی فی الاوسط و مجمع الزوائد)

بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم جیسے عبدالرحمان بن عوف، طلحہ، عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم مال جمع کرتے اور اس میں تصرف کرتے مگر

ان کو کسی نے معیوب نہیں سمجھا۔ خاص کر ان حضرات نے کہ جو جمع کرنے سے اعراض کرنے والے تھے۔ کیونکہ جمع مال سے اعراض یہ افضل ہے جمع کرنا مباح ہے اس کی مذمت نہیں کی جاسکتی۔ وَلَا يَنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ (اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے)

ضمیر معنی کی طرف لوٹی ہے اسی لئے مؤنث ہے کیونکہ سونا و چاندی ہر ایک دراہم و دنانیر ہے اور یہ اسی طرح ہے جیسا فرمایا و ان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا (الحجرات: ۹) ضمیر جمع کی مرجع تثنیہ افراد کا لحاظ کر کے لائی گئی۔

نمبر ۲۔ مراد کنوز و اموال ہیں۔ پس ضمیر مؤنث ہے۔

نمبر ۳۔ اور وہ چاندی کو خرچ نہیں کرتے اور سونے کو جیسا کہ شاعر کا یہ قول
فانی و قیّارُ بہا لغریبُ گویا ہر ایک کی طرف ضمیر الگ الگ لوٹ رہی ہے۔

یعنی انی لغریب بہا و قیّار غریب بہا

تمام اموال میں خاص کر ذہب و فضہ کو ذکر کیا گیا کیونکہ یہ دونوں مال داری کا قانون اور اشیاء کی اثمان کا ذریعہ ہیں اور ان دونوں کے اکتناز کا ذکر دوسرے اموال کے تذکرے کی دلیل ہے۔ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ (پس ان کو آپ ایک بڑی دردناک سزا کی خبر سنا دیں)

قیامت کے دن یہی مال آلہ سزا ہوگا:

آیت ۳۵: اور اس ارشاد کا معنی یَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ (جو کہ اس روز واقع ہوگی جبکہ ان کو دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا) آگ ان پر بھڑکائی جائے گی۔

نَحْمِ: فعل کا ذکر کر دیا کیونکہ اس کا اسناد جار مجرور کی طرف ہے۔ اس کی اصل یہ ہے: یوم تحمی النار علیہا۔ جس دن آگ اس پر بھڑکائی جائے گی۔ جب النار کا لفظ حذف کیا اور کہا: یحمی کیونکہ اسناد سے منتقل ہو کر علیہا کی طرف منتقل ہو گیا۔ جیسا کہا جاتا ہے رفعت القصة الی الامیر اگر قصہ کا ذکر نہ کریں اور کہہ دیں رفع الی الامیر۔ تو تب بھی درست ہے۔

فَتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ (پھر اس سے ان کی پیشانیوں کو اور ان کے پہلوؤں اور پشتوں کو داغ دیا جائے گا) ان اعضاء کو خاص کرنے کی حکمت یہ ہے کہ جب وہ فقیر کو دیکھتے تو پہلے چہرے پر بل ڈال لیتے۔ جب فقیر اور وہ ایک مجلس میں جمع ہو جاتے تو اس سے پہلو تہی اختیار کرتے اور پشت پھیر کر چلتے بٹتے۔ نمبر ۲۔ ان کے چاروں اطراف سے داغ دیئے جائیں گے آگے پیچھے دائیں بائیں۔ هَذَا مَا كُنْتُمْ لَاَنْفُسِكُمْ (یہ وہ ہے جس کو تم نے اپنے واسطے جمع کر کے رکھا تھا) ان کو کہا جائے گا۔ یہ وہ ہے جو تم نے جمع کیا تا کہ اس سے اپنے آپ کو فائدہ پہنچاؤ۔ تمہیں معلوم نہیں تھا کہ تم اس کو جمع کر رہے ہو تا کہ اس سے تمہیں نقصان پہنچے یہ درحقیقت تو بخ ہے۔ فَذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُونَ (پس اب اپنے جمع کرنے کا مزہ چکھو) یعنی نمبر ۱۔ اس مال کا وبال جو تم جمع کرتے رہے۔ نمبر ۲۔ اس بات کا وبال کہ تم جمع کرنے والے تھے۔

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ

بلاشبہ اللہ کے نزدیک اللہ کی کتاب میں جس دن اس نے آسمان اور زمین پیدا فرمائے مہینوں کی گنتی بارہ

خَلَقَ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ

میں ہے۔ ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں۔ یہ دین مستقیم ہے

فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً كَمَا

سو ان مہینوں میں تم اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو اور تمام مشرکین سے قتال کرو جیسا کہ

يُقَاتِلُونَكُمْ كَافَّةً وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ۝۳۱ إِنَّمَا النَّسِيءُ زِيَادَةٌ

وہ تم سب سے قتال کرتے ہیں اور جان لو کہ اللہ متقیوں کے ساتھ ہے۔ مہینوں کی حرمت کو آگے بڑھا دینا

فِي الْكُفْرِ يَضِلُّ بِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُحِلُّونَهُ عَامًا وَيُحَرِّمُونَهُ عَامًا لِّيُوْاطِّئُوا

کفر میں ترقی کرنا ہے جس سے کافروں کو گمراہ کئے جاتے ہیں کہ وہ اس مہینے کو کسی سال حلال کر لیتے ہیں اور کسی سال حرام قرار دے دیتے ہیں تاکہ ان مہینوں کی

عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ فَيَحِلُّوا مَا حَرَّمَ اللَّهُ ۖ زَيْنَ لَهُمْ سُوءَ أَعْمَالِهِمْ وَاللَّهُ

گنتی پوری کر لیں جنہیں اللہ نے حرام قرار دے دیا ہے۔ پھر اللہ کے حرام کئے ہوئے مہینے کو حلال کر لیتے ہیں ان کے برے اعمال ان کے لئے مزین کر دیئے گئے اور اللہ

لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ۝۳۷

کافروں کو ہدایت نہیں دیتا۔

تخلیق ارض و سماء کے وقت سے مہینے بارہ ہیں:

آیت ۳۶: إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا (یقیناً مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہے) بغیر اضافہ کے۔ اس سے یہ وضاحت کی گئی ہے کہ احکام شرع کا دار و مدار قمری مہینوں پر ہے۔ جو چاند سے گنے جاتے ہیں۔ شمس سے نہیں۔ فِی كِتَابِ اللَّهِ (کتاب الہی میں) نمبر: جو اپنی حکمت سے واجب کر دیا اور اس میں قائم و ثابت کر دیا۔ نمبر ۲۔ یا اس سے مراد لوح محفوظ ہے۔ یَوْمَ خَلَقَ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ (جس روز اللہ نے آسمان و زمین پیدا کئے تھے ان میں چار مہینے خاص ادب کے ہیں) تین مسلسل ذوالقعدہ لڑائی سے باز رہنے کا، ذوالحجہ حج کیلئے اور محرم حرمت قتال کیلئے اور ایک اکیلا ہے اور وہ رجب ہے کیونکہ عرب اس کی تعظیم کرتے تھے تہ رجب تعظیم کو کہتے ہیں۔ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ (یہی دین مستقیم ہے) یہ مضبوط

وسید ہادیں ہے وہ نہیں جواہل جاہلیت میں رواج ہے۔ مطلب یہ کہ چار مہینوں کی حرمت یہ صراط مستقیم ہے۔ اور ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کا دین ہے۔ عربوں نے اس بات کو مضبوطی سے قائم رکھا۔ وہ ان میں قتال کو حرام قرار دیتے اور ان کی تعظیم کرتے رہے یہاں تک کہ ایک نئی رسم ایجاد ہوئی جس سے اس میں تبدیلی آگئی۔ فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ (پس تم ان مہینوں کے بارے میں نقصان مت کرنا) حرم میں یا بارہ مہینوں میں۔ اَنْفُسَكُمْ (اپنا) گناہوں کا ارتکاب کر کے وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً (اور ان تمام مشرکین سے جنگ کرو)

نَحْمُ: کافۃً یہ فاعل یا مفعول سے حال ہے۔

كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَافَّةً (جیسا کہ وہ تم سے لڑتے ہیں) اَكْثَى وَاعْلَمُوا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ (اور یہ جان لو کہ اللہ تعالیٰ تقویٰ والوں کے ساتھ ہے) یعنی ان کا مددگار ہے۔ اس میں متقین کو تقویٰ کی ضمانت دیکر تقویٰ پر آمادہ کیا۔

رسم نسی کی تردید:

آیت ۳: اِنَّمَا النَّسِيءُ (بے شک مؤخر کر دینا) یہ ہمزہ کے ساتھ نساء کا مصدر ہے۔ مؤخر کرنے کے معنی میں آتا ہے۔ یہاں نسیء کا معنی ہے ان کے ہاں مہینہ کی حرمت کو دوسرے مہینے میں مؤخر کر دینا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ لوٹ مار اور لڑائی بھڑائی والے لوگ تھے۔ جب حرمت والے مہینے آجاتے اور وہ لڑائی میں مصروف ہوتے تو لڑائی کا اسی حالت میں چھوڑنا ان پر گراں گزرتا پس اس مہینے کو لڑائی کیلئے حلال کر لیتے اور دوسرا مہینہ اس کی جگہ حرام کر لیتے۔ یہاں تک کہ اشھر حرم کی حرمت کے ساتھ تخصیص کا بھی انکار کر دیتے۔ پھر وہ سال میں مطلق چار مہینوں کو حرام قرار دیکر گنتی مکمل کرتے۔

زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ (کفر میں ترقی ہے) انکا یہ فعل کفر میں ایک اور اضافہ تھا۔ يُضِلُّ (گمراہ کئے جاتے ہیں) ابوبکر کے علاوہ دوسرے کوئی قراء نے پڑھا ہے۔ بِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا (جس سے کافر) نسیء کے ذریعہ اور يُحِلُّونَهُ عَامًا وَيُحَرِّمُونَهُ عَامًا (وہ اس حرام مہینے کو کسی سال حلال کر لیتے ہیں اور کسی سال حرام سمجھتے ہیں) میں ضمیر نسیء کی طرف راجع ہے یعنی جب وہ ایک مہینے کو اشھر حرام میں سے حلال کر لیتے تو اگلے سال رجوع کر کے دوبارہ اس کو حرام کر دیتے۔ لَيُؤَاطِنُوا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ (تاکہ اللہ تعالیٰ نے جو مہینے حرام کئے ہیں ان کی گنتی پوری کر لیں) تاکہ وہ اس گنتی کی موافقت ثابت کریں اور وہ چار مہینے ہیں وہ اس کی مخالفت نہ کرتے تھے البتہ اس تخصیص کے مخالف تھے جو کہ واجبات میں سے ایک ہے اور لام یحلونہ و یحرمونہ سے متعلق ہے یا یحرمونہ کافی ہے اور یہ ظاہر ہے۔

فَيُحِلُّونَا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ (پھر اللہ کے حرام کئے ہوئے مہینے کو حلال کر لیتے ہیں) یعنی فیحلوا بمواطاة العدة و حدھا من غیر تخصیص ما حرم اللہ من القتال وہ گنتی کی موافقت کیلئے بغیر تخصیص کے اس چیز کو حلال کر لیں۔ جو قتال اللہ تعالیٰ نے حرام کیا۔ نمبر ۲۔ جو چیز اللہ تعالیٰ نے حرام کیں یعنی مہینہ کو معین طور پر حرام کرنا اس کو انہوں نے حلال کر لیا اور اس کی تخصیص ختم کر دی۔ زَيْنَ لَهُمْ سُوءُ أَعْمَالِهِمْ (ان کی بد اعمالیاں ان کی نظر میں مرغوب معلوم ہوتی ہیں) شیطان نے ان کے لئے یہ مژین کیا کہ برے اعمال کو انہوں نے اچھا سمجھا۔ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ (اور اللہ تعالیٰ اس سے کافروں کو ہدایت نہیں دیتے) جب تک وہ باطل پر پختگی اختیار کرنے والے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمْ أَنْفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَتَأْتَلْتُمْ إِلَى

اے ایمان والو! تمہیں کیا ہوا جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں نکل کھڑے ہو تو زمین پر بوجھل

الْأَرْضِ أَرَضِيْتُمْ بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ

بن جاتے ہو کیا تم آخرت کو چھوڑ کر دنیا والی زندگی پر راضی ہو گئے۔ سو دنیا والی زندگی آخرت کے مقابلہ میں بہت

الْأَقِيلُ ۚ ۳۸ إِلَّا تَنْفِرُوا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا وَيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ

تھوڑی سی ہے اگر تم نہ نکلو گے تو اللہ تمہیں دردناک عذاب دے گا اور تمہارے علاوہ دوسری قوم کو تمہارے بدلہ پیدا فرما دے گا

وَلَا تَضُرُّوهُ شَيْئًا وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۳۹ إِلَّا تَنْصَرُّوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ

اور تم اس کو کچھ بھی ضرر نہیں پہنچا سکتے ہو اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے اگر تم اس کے رسول کی مدد نہ کرو تو اللہ نے ان کی

إِذَا أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَلَاثِي اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ

مدد کی ہے جبکہ ان کو کافروں نے نکال دیا تھا۔ جبکہ وہ دو آدمیوں میں سے ایک تھے۔ جبکہ وہ دونوں غار میں تھے۔ جبکہ وہ اپنے ساتھی سے فرما رہے تھے

لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَّمْ تَرَوْهَا

کہ غم نہ کرو بلاشبہ اللہ ہمارے ساتھ ہے پھر اللہ نے آپ پر اپنا سکینہ نازل فرمایا اور ایسے لشکروں کے ذریعہ آپ کی مدد فرمائی جنہیں تم نے نہیں دیکھا

وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَىٰ وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۴۰

اللہ نے ان لوگوں کی مانیچی گری جو کفر اختیار کئے ہوئے تھے اللہ کی مانیچی ہی ہے اللہ عزوجل والا ہے حکمت والا ہے

ترغیب جہاد:

آیت ۳۸: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمْ أَنْفِرُوا (اے ایمان والو! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ نکلو) فِي سَبِيلِ اللَّهِ (اللہ کی راہ میں) تُمْ لَكُمْ (تم بوجھل بننے ہو) اس کی اصل تَأْتَلْتُمْ ہے۔ تاکوٹا کر کے اس میں ادغام کر دیا پھر ہمزہ وصل ابتداء بال سکون کی وجہ سے بڑھا دیا۔ مطلب یہ ہے کہ تم سستی کرتے ہو۔ اِلَى الْأَرْضِ (زمین کو) اِلَى کے ساتھ متعدی کر کے میل و اخلاص کا معنی شامل کیا۔ نمبر ۱: یعنی تم دنیا اور اس کی شہوات کی طرف مائل ہو۔ اور سفر کی صعوبتیں اور تھکاوٹیں ناپسند کرتے ہو۔

نمبر ۲: تم اپنے گھروں اور زمینوں میں رہنے کی طرف مائل ہو۔ یہ غزوہ تبوک کا موقع تھا جب تنگدستی کے زمانہ میں سفر جہاد

کا حکم دیا گیا سفر دور دراز علاقے کا، سخت گرمی، حالت قحط، مسلح کثیر تعداد میں دشمن پس ایسے حالات میں بعض مسلمانوں پر گراں گزرا۔ آپ جس غزوہ میں نکلے کسی دوسری طرف کا بتلایا۔ صرف غزوہ تبوک میں صاف بتلادیا تا کہ پوری تیاری کر سکیں۔ اَرْضِیْتُمْ بِالْحَیْوَةِ الدُّنْیَا مِنَ الْآخِرَةِ (کیا تم نے آخرت کے بدلے دنیاوی زندگی کو پسند کر لیا) آخرت کے بدلے فَمَا مَتَاعُ الْحَیْوَةِ الدُّنْیَا فِی الْآخِرَةِ (پس دنیاوی زندگی کا نفع آخرت کے مقابلے میں) آخرت کے مقابلہ میں اِلَّا قَلِیلٌ (مگر بہت قلیل ہے)۔

بوجھل پن پر اظہارِ ناراضی:

آیت ۳۹: اِلَّا تَنْصُرُوْا (اگر تم نہ نکلو گے) لڑائی کی طرف یُعَذِّبُکُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا وَّ یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ وَلَا تَنْصُرُوْهُ شَیْئًا (تو اللہ تم کو دردناک سزا دے گا اور تمہارے بدلے دوسری قوم پیدا کر دے گا اور تم اللہ کو کچھ ضرر نہ پہنچا سکو گے) اس میں بوجھل پن پر ناراضی کا اظہار کیا گیا ہے ان کو دردناک عذاب کی دھمکی دی گئی اور اس کو مطلق ذکر کر کے دونوں جہانوں کے سلسلہ میں عام کر دیا کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہلاک کر دے گا اور ان کی بجائے اور لے آئے گا۔ جو ان سے بہتر اور زیادہ مطیع ہونگے اور اس کو اپنے دین کی امداد کیلئے انکی محتاجی نہیں اور ان کا یہ بوجھل پن دین کو قطعاً متاثر نہ کر سکے گا۔

ایک قول یہ بھی ہے لَا تَنْصُرُوْهُ کی ضمیر رسول اللہ ﷺ کیلئے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت کا وعدہ فرمایا آپ کی نصرت کا وعدہ بہر صورت پورا ہو کر رہے گا۔ وَاللّٰهُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ (اور اللہ رکھتا ہے ہر چیز پر) سزا دینے اور ان کی جگہ دوسرا لانے میں قَدِیْرٌ (قابو)

نصرت دین کرو ورنہ اللہ تمہاری نصرت کا محتاج نہیں:

آیت ۴۰: اِلَّا تَنْصُرُوْهُ (اگر تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد نہ کرو گے) پس عنقریب اس کی وہ مدد کرے گا۔ جس نے اس کی اس وقت مدد کی جبکہ ان کے ساتھ ایک آدمی تھا۔ پس اپنے اس ارشاد فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ (تو اللہ آپ کی مدد کر چکا ہے) اس سے ظاہر کر دیا کہ وہ مستقبل میں امداد کرے گا۔ جیسا اس وقت میں امداد کی۔ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا (اس وقت جبکہ کافروں نے آپ کو جلا وطن کر دیا تھا) اس میں اخراج کی نسبت کفار کی طرف کی گئی کیونکہ کفار نے جب نکالنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو نکلنے کا حکم دیا گویا کہ انہوں نے نکالا۔

واقعہ ہجرت:

قَائِلِیْ الثَّنِیْنِ (جبکہ دو آدمیوں میں سے ایک آپ تھے) دو میں سے ایک جیسا کہ کہا جاتا ہے۔ ثَلَاثُ ثَلَاثَةٍ (المائدہ: ۷۳) اور وہ دونوں رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ تھے۔

مَخْرَجُ: حال کی وجہ سے منصوب ہے۔ اِذْهُمَا (جس وقت کہ دونوں) یہ اذ اخرجہ سے بدل ہے۔ فِی الْغَارِ (غار میں تھے) ثور کے بلند حصہ میں غار ہے مکہ سے ایک گھنٹہ کے سفر پر مکہ سے دائیں جانب ثور پہاڑ ہے۔ اسی میں تین دن قیام رہا۔ اِذْ

يَقُولُ (جبکہ آپ فرما رہے تھے) یہ دوسرا بدل ہے۔ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنُ إِنَّ اللَّهَ مَعَنا (اپنے ساتھی سے تم غم نہ کرو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ہمراہ ہے) نصرت و حفاظت کے ساتھ۔

یہ بھی کہا گیا کہ مشرکین نے غار کے اوپر پہنچ کر جھانکا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں خطرہ محسوس ہوا۔ تو عرض کی اگر آج پکڑے گئے تو اللہ تعالیٰ کا دین ختم ہو جائے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مَا ظَنُّكَ يَا نَبِيَّ اللَّهِ تَاللَّهِ مَا نَحْنُ بِمُشْرِكِينَ (بخاری و مسلم کے الفاظ اس سے کچھ مختلف ہیں۔) ایک قول یہ ہے کہ جب آپ غار میں داخل ہو چکے تو دو کبوتر اللہ تعالیٰ نے بھیجے۔ انہوں نے اس کے نچلی جانب اٹھ دے دیئے اور مکڑی کو بھیج دیا۔ اس نے جالا بن دیا۔ (بزار) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللَّهُمَّ أَعْمِ أَبْصَارَهُمْ (اس کی سند نہیں) وہ غار کے ارد گرد پھرنے لگے مگر ان کو سمجھ نہیں آرہی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں سے آپ کی حفاظت فرمائی۔

علماء کا قول:

جو شخص ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحبت کا منکر ہے۔ وہ کافر ہے کیونکہ اس سے کلام اللہ کا انکار لازم آتا ہے۔ اور بقیہ صحابہ کیلئے یہ نہیں (مگر وَالَّذِينَ مَعَهُ بھی ظاہر ہے فافہم)

نزول سکینہ:

فَإَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ (پس اللہ تعالیٰ نے اپنی تسلی نازل فرمائی) جو آپ کے قلب اطہر میں امن ڈالا گیا جس سے اس موقع پر سکون حاصل ہوا اور آپ نے جانا کہ دشمن آپ تک نہیں پہنچ سکتے۔ عَلَيْهِ (آپ پر) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر کیونکہ وہی آپ کے متعلق ڈر رہے تھے۔ اور آپ تو پر سکون تھے۔ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَّمْ تَرَوْهَا (اور آپ کو ایسے لشکروں سے قوت دی جن کو تم لوگوں نے نہیں دیکھا) نمبر ۱۔ وہ فرشتے تھے جنہوں نے کفار کے چہروں اور آنکھوں کو آپ کی طرف دیکھنے سے پھیر دیا۔ نمبر ۲۔ بدر اور احزاب میں فرشتوں سے امداد فرمائی اور اسی طرح حنین کے دن۔ وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا (اور کافروں کی بات کو کر دیا) یعنی کفر کی طرف ان کی دعوت کو السُّفْلَى (نیچا) وَكَلِمَةَ اللَّهِ (اور اللہ ہی کا بول) اسلام کی طرف دعوت هِيَ الْعُلْيَا (رہا اونچا) هِيَ ضَمِيرُ فَاصِلٍ ہے۔ یعقوب نے کلمۃ اللہ نصب سے پڑھا عطف کی بناء پر اور رفع کی صورت میں جملہ مستأنف ہے اور یہ بہتر وجہ ہے کیونکہ وہ اس وقت سے لے کر اب تک بلند ہے۔

وَاللَّهُ عَزِيزٌ (اور اللہ تعالیٰ زبردست) وہ اپنی مدد سے اہل حق کو عزت دیتا ہے۔ حَكِيمٌ (حکمت والا ہے) اہل شرک کو اپنی حکمت سے ذلیل کرتا ہے۔

اِنْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ذَلِكُمْ

نکل کھڑے ہو ہلکے ہونے کی حالت میں اور بھاری ہونے کی حالت میں اور اللہ کی راہ میں اپنی جانوں اور مالوں سے جہاد کرو یہ

خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۴۱﴾ لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيبًا وَسَفَرًا قَاصِدًا

تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔ اگر قریب ہی میں سامان ملنے والا ہوتا اور سفر معمولی ہوتا تو

لَاتَّبَعُوكَ وَلَكِنْ بَعَدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ وَسَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا

وہ آپ کے ساتھ ہو لیتے لیکن ان کو مسافت دور دراز نظر آئی اور وہ عنقریب اللہ کی قسمیں کھائیں گے کہ اگر ہم میں طاقت ہوتی

لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ يُهْلِكُونَ أَنْفُسَهُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿۴۲﴾

تو ہم ضرور آپ کے ساتھ نکلتے۔ وہ اپنی جانوں کو ہلاک کرتے ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ بے شک وہ جھوٹے ہیں۔

سامان (اسلحہ اسباب) خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ اللہ کی راہ میں نکلو:

آیت ۴۱: اِنْفِرُوا خِفَافًا (اور تم نکل پڑو تھوڑے سامان سے) اس کی طرف نشاط سے جاؤ وَثِقَالًا (زیادہ سامان سے) اس کے متعلق مشقت محسوس کرتے ہوئے۔ نمبر ۲۔ خفاف جب تمہارے اہل و عیال تھوڑے ہوں اور ثقال اہل و عیال زیادہ ہوں۔ نمبر ۳۔ کم مقدار میں اسلحہ ہو یا خوب اسلحہ ہو۔ نمبر ۴۔ سوار اور پیدل نمبر ۵۔ جوانی و بڑھاپے میں نمبر ۶۔ کمزور اونٹوں پر اور موٹے تازے اونٹوں پر نمبر ۷۔ صحت مندی اور مرض کی حالت میں۔

وَ جَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ (اور جہاد کرو اپنے مال اور جان سے) ان دونوں کے ساتھ جہاد ممکن ہو۔ تو دونوں کے ذریعہ۔ اور اگر ایک سے ممکن ہو تو ایک کے ساتھ جس طرح حالت و ضرورت ہو۔ فِی سَبِيلِ اللَّهِ ذَلِكُمْ (اللہ کی راہ میں) جہاد خیرٌ لَّكُمْ (تمہارے لئے بہتر ہے) اس کے چھوڑنے سے اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ (اگر تم یقین رکھتے ہو) اس کا بہتر ہونا تو پھر اس کی طرف سہقت کرو۔ آیت ۴۲: شَذَّانَ بُرُؤُلَ: جو منافقین غزوہ تبوک میں پیچھے چھوڑ دیئے گئے ان کے متعلق اتری۔

تذکرہ تبوک اور بہانہ باز منافقین:

لَوْ كَانَ عَرَضًا (اگر وہ ہوتا سامان) دنیا کے جو منافع سامنے آئیں کہا جاتا ہے دنیا عرض حاضر یا کل منہ البر والفاجر۔ یعنی اگر ان کو غنیمت کی طرف دعوت دی جاتی۔ قَرِيبًا (جلد ہاتھ لگنے والا) آسانی سے میسر ہونے والی۔ وَ سَفَرًا قَاصِدًا (اور سفر بھی معمولی سا ہوتا) درمیانہ قریبی سفر، القاصد اور القصد معتدل کو کہتے ہیں۔ لَا تَبْعُوكَ (تو یہ لوگ ضرور آپ کے ساتھ ہو لیتے) وہ نکلنے میں آپ کی موافقت کرتے۔ وَلَكِنْ بَعَدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ (لیکن ان کو مسافت ہی دور دراز معلوم ہونے لگی) دور کی پر مشقت مسافت وَ سَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ (یہ ابھی اللہ کی قسمیں کھا جائیں گے کہ اگر ہمارے بس کی بات ہوتی تو ہم ضرور تمہارے ساتھ چلتے) یہ نبوت کے نشانات میں سے ہے کہ آئندہ پیش آنے والی بات کی خبر دی

عَفَا اللَّهُ عَنْكَ لِمَ أَذِنْتَ لَهُمْ حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِينَ صَدَقُوا

اللہ نے آپ کو معاف فرما دیا۔ آپ نے ان کو کیوں اجازت دی جب تک کہ آپ کے سامنے سچے لوگ ظاہر نہ ہو جاتے

وَتَعْلَمَ الْكَاذِبِينَ ۚ لَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ

اور جب تک آپ جھوٹوں کو معلوم نہ کر لیتے۔ آپ سے وہ لوگ اجازت نہیں مانگتے جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں

أَنْ يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ ۚ إِنَّمَا

کہ وہ اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کریں اور اللہ متقیوں کو جانتا ہے۔ آپ سے

يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوبُهُمْ

وہی لوگ اجازت مانگتے ہیں جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے اور ان کے دل شک میں پڑے ہوئے ہیں۔

فَهُمْ فِي رَيْبٍ مِمَّا يَتَرَدَّدُونَ ۚ وَلَوْ أَرَادُوا الْخُرُوجَ لَأَعَدُّوا لَهُ

سو وہ اپنے شک میں حیران ہیں اور اگر وہ لوگ نکلنے کا ارادہ کرتے تو اس کے لئے ضرور تیاری

عُدَّةٌ وَلَكِنْ كَرِهَ اللَّهُ انْتِبَاعَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَقِيلَ اقْعُدُوا مَعَ الْقُعْدِيْنَ ۚ

کرتے لیکن اللہ نے ان کے جانے کو پسند نہیں فرمایا سو ان کو روک دیا اور کہا گیا کہ بیٹھنے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو۔

جو منافقین کی طرف سے لوٹنے کے وقت پیش آنے والی تھی۔ چنانچہ جیسا کہ اسی طرح پیش آیا۔ باللہ، سَيَحْلِفُونَ کے متعلق ہے یا یہ بھی ان کے من جملہ کلام میں سے ہے۔ اور دونوں صورتوں میں قول مراد ہے یعنی سَيَحْلِفُونَ المتخلفين عند رجوعك من غزوة تبوك معتذرين يقولون بالله لو استطعنا لخرجنا معكم۔ مختلف لوگ آپ کو غزوہ تبوک سے رجوع کے وقت معذرت کرتے ہوئے قسمیں اٹھائیں گے۔ کہ اللہ کی قسم اگر ہم میں استطاعت ہوتی تو ضرور تمہارے ساتھ نکل کر جاتے۔

نمبر ۲۔ سَيَحْلِفُونَ بالله يقولون لو استطعنا۔ عنقریب اللہ تعالیٰ کی قسمیں لو استطعنا کہتے ہوئے اٹھائیں گے اور لخرجنا کو جواب قسم کے قائم مقام لائے اور لو کے جواب میں بھی۔ اور استطاعت کا مطلب۔ تیاری کی استطاعت یا بدنی استطاعت گویا انہوں نے اپنے آپ کو بحکف بیمار ظاہر کیا۔ يُهْلِكُونَ أَنْفُسَهُمْ (وہ لوگ اپنے آپ کو تباہ کر رہے ہیں) یہ سَيَحْلِفُونَ سے بدل ہے یا اس سے حال ہے۔ یعنی مہلکین انفسہم مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے نفوس کو جھوٹی قسموں سے ہلاک کرنے والے ہیں یا لخرجنا سے حال ہے یعنی ہم ضرور تمہارے ساتھ نکلتے خواہ ہماری جانیں گرمی میں جانے کی وجہ سے ہلاک ہو جائیں اور ہمیں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا پڑتا واللہ يَعْلَمُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ (اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ یہ لوگ یقیناً جھوٹے ہیں) اس بات میں جو وہ کہتے ہیں۔

لطیف عتاب:

آیت ۴۳: عَفَا اللَّهُ عَنْكَ (اللہ تعالیٰ نے آپ کو معاف کر دیا) یہ لغزش سے کنایہ ہے کیونکہ عفو اس کے بعد لائے۔ اور یہ لطیف عتاب ہے۔ خطاب میں عفو کو صدر کلام میں لائے۔ اس میں آپ ﷺ کی تمام انبیاء علیہم السلام پر فضیلت ظاہر ہوتی ہے اس لئے کہ اور کسی پیغمبر کے لئے اس طرح مذکور نہیں۔

آپ ان کو اجازت نہ دیتے تاکہ ان کا سچ جھوٹ سامنے آتا:

لَمْ أَذْنُتْ لَهُمْ (آپ نے ان کو اجازت کیوں دیدی تھی) یہ اس کا بیان ہے جس کو عفو کے ساتھ کنایہ ذکر کیا گیا تھا۔ مطلب یہ ہے آپ کو کیا ہوا کہ آپ نے ان کو غزوہ سے بیٹھ رہنے کی اجازت دیدی جبکہ وہ آپ سے اجازت طلب کرنے آئے اور آپ کے سامنے اپنے بہانے پیش کئے۔ آپ نے اذن میں تاخیر کیوں نہ فرمائی؟ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِينَ (جب تک کہ آپ کے سامنے سچے لوگ ظاہر نہ ہو جاتے اور جھوٹوں کو معلوم نہ کر لیتے) آپ کے سامنے سچا معذور اور جھوٹا عذر خواہ واضح ہو جاتے۔ ایک قول یہ ہے کہ دو باتیں تھیں جن کا آپ کو حکم ابھی نہ ملا تھا مگر آپ نے ان کو کیا نمبر ۱۔ منافقین کو اجازت نمبر ۲۔ فدیہ اساری بدر۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عتاب ہوا۔

مَسْئَلَةٌ: انبیاء علیہم السلام کو اجتہاد جائز ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ نے یہ اجتہاد سے کیا۔ اور عتاب کی وجہ ترک افضل تھی۔ انبیاء علیہم السلام کو ترک افضل پر بھی عتاب کیا جاتا کیونکہ ان کے مراتب اعلیٰ ہوتے ہیں۔

مؤمن پیچھے رہنے کی اجازت نہیں مانگتے:

آیت ۴۴: لَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يُجَاهِدُوا (جو لوگ اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں وہ آپ سے اجازت نہیں مانگیں گے۔ جہاد کرنے میں) مسلمانوں کی یہ عادت نہیں کہ وہ جہاد سے اعراض کرتے ہوئے آپ سے اجازت طلب کریں۔ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ (اپنے مال اور جان کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ ان متقیوں کو خوب جانتا ہے) ان کے لئے بہت بڑے ثواب کا وعدہ ہے۔

طالبین اجازت منکر آخرت ہیں:

آیت ۴۵: إِنَّمَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ (آپ سے وہ لوگ رخصت مانگتے ہیں جو اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے) یعنی منافقین ان کی تعداد انا لیس ۳۹ تھی۔ وَارْتَابَتْ قُلُوبُهُمْ (اور ان کے دل شک میں پڑے ہوئے ہیں) ان کو اپنے دین میں اشتباہ ہے۔ اور اپنے عقیدہ میں وہ مضطرب ہیں۔ فَهُمْ فِي رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُونَ (پس وہ اپنے شکوک میں پڑے ہوئے حیران ہیں) وہ حیران ہیں کیونکہ تردد کا معنی شک و شبہ میں پڑنا۔ الثبات کا معنی دکیل سے کسی چیز کا ماننا۔

اگر بول سچے ہیں تو کچھ تیاری کرتے:

آیت ۴۶: وَلَوْ أَرَادُوا الْخُرُوجَ لَا عُدُوًّا لَهُ (اگر وہ چلنے کا ارادہ کرتے تو اس کا سامان درست کرتے) خروج یا جہاد کیلئے

لَوْ خَرَجُوا فِيكُمْ مَا زَادُوكُمْ إِلَّا خَبَالًا وَلَا أُوْضِعُوا لَكُمْ يَبْغُونَكُمْ

اگر وہ تم میں شامل ہو کر نکل جاتے تو زیادہ فساد کرنے کے سوا کچھ کام نہ کرتے اور تمہارے درمیان فتنہ پروازی کی فکر میں تیزی کے ساتھ

الْفِتْنَةَ ۚ وَفِيكُمْ سَمْعُونُ لَهُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ٤٧ لَقَدْ

دوڑے پھرتے اور تمہارے اندر وہ لوگ ہیں جو ان کے لئے جاسوسی کرنے والے ہیں اور اللہ ظالموں کو جانتا ہے۔ وہ پہلے =

ابْتَغُوا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَقَلَّبُوا لَكَ الْأُمُورَ حَتَّىٰ جَاءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ

فتنہ پروازی کی فکر میں لگے رہے ہیں اور آپ کے لئے کارروائیوں کا الٹ پھیر کرتے رہے ہیں یہاں تک کہ حق آ گیا اور اللہ کا

أَمْرُ اللَّهِ وَهُمْ كَرِهُونَ ٤٨ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَقُولُ ائْذَنْ لِّي وَلَا تَفْتِنِّي ٤٩

عالم غالب ہوا حالانکہ ان کو ناگوار ہو رہا تھا اور ان میں ایسا شخص بھی ہے جو کہتا ہے کہ آپ مجھے اجازت دیجئے اور مجھے فتنہ میں نہ ڈالئے

أَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوا وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بِالْكَافِرِينَ ٤٩

خبردار وہ فتنے میں پڑ چکے ہیں اور بلاشبہ جہنم کافروں کو گھیرنے والا ہے۔

عُدَّة (کسی قدر) تیاری، کیونکہ وہ خوشحال تھے۔ لو ارادوا الخروج کیونکہ خروج کیلئے تیاری کرنے کی نفی کا معنی دے رہا تھا۔ تو فرمایا: وَلَٰكِنْ كَرِهَ اللَّهُ انْبِعَاثَهُمْ (لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے جانے کو پسند نہیں کیا) انکا خروج کیلئے اٹھنا اللہ تعالیٰ نے ناپسند کیا۔ گویا اس طرح فرمایا مخرجوا ولكن تشبطوا عن الخروج لكرهه انبعاثهم۔ وہ نہیں نکلے لیکن خروج سے باز رہے۔ کیونکہ وہ اٹھنا پسند نہیں کرتے۔ فَتَبَطُّهُمْ (اس لئے ان کو توفیق نہیں دی) پس ان کو ست کر دیا اور جانے کیلئے رغبت کمزور کر دی۔ التشبیط کسی معاملے سے بے رغبتی کرتے ہوئے رکنا۔ وَقِيلَ اقْعُدُوا (اور یوں کہہ دیا گیا کہ تم یہاں بیٹھے رہو) انہوں نے ایک دوسرے کو کہا یا نمبر ۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر ناراض ہو کر کہا۔ نمبر ۳۔ شیطان نے بطور وسوسہ کہا۔ مَعَ الْقُعْدَيْنِ (پانچ لوگوں کے ساتھ) اس میں ان کی مذمت ہے۔ اور ان کو عورتوں اور بچوں اور عزن امراض والوں کے ساتھ شامل کیا گیا۔ جنکا کام ہی گھروں میں رہنا ہے۔

منافقین کے نکلنے میں فتنہ پروازی کا نقصان ہے:

آیت ۴۷: لَوْ خَرَجُوا فِيكُمْ مَا زَادُوكُمْ إِلَّا خَبَالًا وَلَا أُوْضِعُوا لَكُمْ يَبْغُونَكُمْ (اگر وہ لوگ تمہارے ساتھ شامل ہو جاتے تو نہ اضافہ کرتے) تمہارے ساتھ نکل کر آلا خبالا (مگر شرفساد)

مخوف: نمبر ۱ یہ استثناء متصل ہے۔ کیونکہ معنی یہ ہے۔ وہ اور کسی چیز میں اضافہ نہ کرتے سوائے فساد کے۔ نمبر ۲۔ استثناء منقطع یہ

ہے کہ مستثنیٰ اور مستثنیٰ منہ کی جنس الگ ہو جیسا کہتے ہیں ما زادو کم خیراً الا خبالاً وہ تمہاری بھلائی میں اضافہ نہ کریں گے مگر فساد کا۔ اس کلام میں مستثنیٰ منہ مذکور نہیں ہے۔ جب مذکور نہ ہو۔ تو اس وقت استثناء کسی بھی چیز سے ہوتا ہے۔ پس استثناء متصل ہے۔ کیونکہ خبال اس کا بعض حصہ ہے۔ وَلَا أَوْضَعُوا خِلَالَكُمْ (تو وہ تمہارے درمیان دوڑے دوڑے پھرتے) وہ تمہارے درمیان لڑائی جھگڑے اور چغل خوری کی کوشش کرتے اور باہمی معاملات کو بگاڑتے۔ کہا جاتا ہے وضع البعير وضعاً جبکہ اونٹ تیز چلے اور اوضعتہ انا مطلب یہ ہے کہ تمہارے درمیان اپنی سواریاں دوڑاتے اور اس سے مراد چغل خوری میں تیزی کرنا ہے۔ کیونکہ سوار پیدل سے زیادہ تیز ہوتا ہے۔

رسم الخط: وَلَا أَوْضَعُوا الف زائدہ کے ساتھ۔ عربی خط سے قبل فتح کو الف کی صورت میں لکھا جاتا تھا اور عربی رسم الخط نزول قرآن کے قریبی زمانہ میں ایجاد ہوا۔ اور طبائع میں اس الف کا اثر باقی تھا۔ پس انہوں نے ہمزہ کو الف کی صورت میں لکھ دیا۔ اور دوسرے الف سے اس کو فتح دیا اور اس کی دوسری نظیر أَوَّلًا اذْبَحْنَهُ (انمل: پ/۲۱) ہے۔

يَبْغُونَكُمْ (تمہارے درمیان) یہ اوضعو کی ضمیر سے حال ہے۔ الْفِتْنَةُ (فتنہ پردازی کی فکر میں) وہ خواہش مند ہیں کہ تمہیں فتنے میں مبتلا کریں اس طرح کہ تمہارے درمیان اختلاف ڈالیں اور غزوہ کے متعلق تمہاری نیات میں بگاڑ و فساد پیدا کر دیں۔ وَفِيكُمْ سَمْعُونُ لَهُمْ (اور تم میں ان کے کچھ جاسوس موجود ہیں) جاسوس ہیں جو تمہاری باتیں سکران کو منتقل کرتے ہیں۔ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ (اور اللہ تعالیٰ ان ظالموں کو خوب سمجھے گا) مراد منافقین کو۔

منافقین کی ایک بڑی سازش:

آیت ۲۸: لَقَدْ ابْتَغُوا الْفِتْنَةَ (انہوں نے فتنہ پردازی کی فکر کی تھی) نمبر ۱۔ لوگوں کو منع کر کے۔ نمبر ۲۔ تبوک سے واپسی پر گھائی کی رات آپ پر اچانک حملہ کرنا چاہا۔ نمبر ۳۔ احد کے دن واپس لوٹ کر۔ مِنْ قَبْلُ (اس سے پہلے) غزوہ تبوک سے پہلے وَقَلَبُوا لَكَ الْأُمُورَ (اور آپ کے لئے کارروائیوں کی الٹ پھیر کرتے ہی رہے) آپ کے متعلق مختلف حیلے بہانے کئے اور آپ کا معاملہ خراب کرنے کیلئے اپنی آراء سے دامن تزویر پھیلایا۔ حَتَّى جَاءَ الْحَقُّ (یہاں تک کہ سچا وعدہ آ گیا) وہ آپ کی تائید و مدد ہے۔ وَظَهَرَ أَمْرُ اللَّهِ (اور اللہ کا حکم غالب رہا) اللہ تعالیٰ کا دین غالب ہوا اور شریعت کا جھنڈا ہرانے لگا۔ وَهُمْ كَرِهُونَ (اور ان کو ناگوار ہی گزرتا رہا) ان کی ناپسندیدگی کے باوجود۔

بعض منافقین کا عذر برتر از گناہ:

آیت ۲۹: وَمِنْهُمْ مَّنْ يَقُولُ اِنَّكَ لَيُؤْتِيَنِي وَلَا تَفْتِنِي (ان میں بعض لوگ وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ مجھ کو اجازت دے دو اور مجھ کو خرابی میں نہ ڈالو) تو مجھے فتنہ میں نہ ڈال۔ یعنی گناہ میں۔ اس طرح کہ تم مجھے اجازت دے دو تا کہ تیری اجازت کے بغیر پیچھے رہ جانے سے میں گناہ میں مبتلا نہ جاؤں۔ نمبر ۲۔ تم مجھے ہلاکت میں مت ڈالو کیونکہ میرے چلے جانے سے میرے مال و اہل ہلاک ہو جائیں گے۔

ایک قول یہ ہے کہ جد بن قیس منافق نے یہ بات کہی۔ کہنے لگا انصار کو معلوم ہے کہ میں عورتوں کا بڑا شوق مند ہوں۔ تم

اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَاِنْ تُصِبْكَ مُصِيبَةٌ يَّقُولُوا قَدْ اَخَذْنَا

اگر آپ کو اچھی حالت پیش آجائے تو انہیں تسوہ لگتی ہے اور اگر آپ کو کوئی مصیبت پہنچ جائے تو یوں کہتے ہیں کہ ہم نے تو پہلے ہی

اَمْرًا مِنْ قَبْلُ وَيَتَوَلَّوْا وَهُمْ فَرِحُونَ ۝ قُلْ لَنْ يُصِيبَنَا اِلَّا مَا كَتَبَ

اپنا کام سنبھال لیا تھا اور پشت پھیر کر خوش ہوتے ہوئے چل دیتے ہیں۔ آپ فرمادیجئے کہ اس کے علاوہ ہمیں تکلیف نہ پہنچے گی جو اللہ نے

اللَّهُ لَنَا هُوَ مَوْلَانَا وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ۝ قُلْ هَلْ

ہمارے لئے لکھ دئی ہے وہ ہمارا کار ساز ہے اور ایمان والے اللہ ہی پر بھروسہ کریں۔ آپ فرمادیجئے کہ

تَرَبَّصُونَ بِنَا اِلَّا اَحَدَى الْحُسَيْنَيْنِ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اَنْ يُصِيبَكُمْ

تم ہمارے بارے میں یہی انتظار کرتے ہو کہ ہمیں دو بھلائیوں میں سے ایک بھلائی مل جائے اور ہم تمہارے بارے میں یہ انتظار کرتے ہیں کہ اللہ تم پر

اللَّهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهِ اَوْ بَايْدِيْنَا فَرَبَّصُوا اِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبَّصُونَ ۝

اپنے ماس سے کوئی عذاب بھیج دے یا ہمارے ہاتھوں سے عذاب دے دے سو تم انتظار کرو بلاشبہ ہم بھی تمہارے ساتھ انتظار میں ہیں

رومیوں کی عورتوں میں لے جا کر مجھے فتنہ میں نہ ڈالو۔ کہیں ان کے عشق میں نہ مبتلا ہو جاؤں۔ البتہ مال سے معاونت کر سکتا ہوں۔ مجھے یہیں رہنے دیں۔ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوا (خوب سمجھ لو کہ یہ لوگ خرابی میں تو پڑ ہی چکے) فتنہ تو اصل وہی ہے جس میں وہ مبتلا ہیں اور وہ جہاد سے تخلف ہے۔ وَ اِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بِالْكَافِرِيْنَ (اور یقیناً دوزخ ان کافروں کو گھیرے گی) ابھی کیونکہ احاطہ کے اسباب ان میں موجود ہیں۔ نمبر ۲۔ قیامت کے دن ان کو گھیرے گی۔

منافقین بیدار مغزی کے چیمپین:

آیت ۵۰: اِنْ تُصِبْكَ (اگر آپ کو پیش آتی ہے) بعض غزوات میں حَسَنَةٌ (کوئی اچھی حالت) کامیابی اور غنیمت تَسُؤْهُمْ وَاِنْ تُصِبْكَ مُصِيبَةٌ (تو وہ ان کے لئے باعث غم ہوتی ہے۔ اور اگر آپ پر کوئی حادثہ آ پڑتا ہے) تکلیف اور بعض غزوات میں سختی جیسا احد کے دن ہوا۔ يَّقُولُوا قَدْ اَخَذْنَا اَمْرًا (تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو اپنا احتیاط کا پہلو اختیار کر چکے تھے) وہ احتیاط، بیدار مغزی اور محتاط عمل جس کی ہم نشاندہی کرتے تھے۔ مِنْ قَبْلُ (پہلے سے) اس واقعہ سے پہلے۔ وَيَتَوَلَّوْا (اور وہ چلے جاتے ہیں) وہ واقعہ کے مقام سے اپنے اہل کی طرف لوٹتے ہیں۔ وَهُمْ فَرِحُونَ (خوش ہوتے ہوئے) وہ خوش و خرم ہیں۔

آیت ۵۱: قُلْ لَنْ يُصِيبَنَا اِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا (آپ فرمادیں ہم پر کوئی حادثہ نہیں پڑ سکتا مگر وہی جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے مقدر فرمایا ہے) جو خیر و شر تقدیر میں تھا۔ هُوَ مَوْلَانَا (وہ ہمارا مالک ہے) جو ہمارا نگہبان ہے اور ہم اس کی راہ میں چلنے والے ہیں۔ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ (سب مسلمانوں کو اپنے سب کام اللہ تعالیٰ ہی کے سپرد کرنے چاہئیں) مومنوں کا حق یہی ہے

قُلْ أَنْفِقُوا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا لَنْ يُتَقَبَلَ مِنْكُمْ إِنْ كُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فَاسِقِينَ ﴿۵۳﴾ وَمَا

آپ فرمادیجئے کہ تم خوشی سے خرچ کرو یا نا خوشی سے ہرگز تم سے قبول نہ کیا جائے گا بلاشبہ تم نافرمان لوگ ہو اور ان کے

مَنْعَهُمْ أَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقَتُهُمْ إِلَّا أَنْهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَلَا

صدقات قبول کئے جانے سے کوئی چیز اس کے سوا مانع نہیں ہے کہ انہوں نے اللہ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور یہ لوگ

يَأْتُونَ الصَّلَاةَ إِلَّا وَهُمْ كُسَالَى وَلَا يُنْفِقُونَ إِلَّا وَهُمْ كِرْهُونَ ﴿۵۴﴾

نماز نہیں پڑھتے مگر سستی کے ساتھ اور خرچ نہیں کرتے مگر ناگواری کے ساتھ

فَلَا تُعْجِبْكَ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي

سو آپ کو ان کے مال اور ان کی اولاد تعجب میں نہ ڈالیں اللہ یہی چاہتا ہے کہ انہیں دنیا والی زندگی میں ان چیزوں کے ذریعہ

الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ أَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُونَ ﴿۵۵﴾ وَيَخْلِفُونَ بِاللَّهِ إِنْهُمْ لَمِنْكُمْ ط

عذاب دے اور یہ کہ ان کی جانیں اس حال میں نکل جائیں کہ کفر کی حالت میں ہوں۔ وہ لوگ قسم کھاتے ہیں کہ بلاشبہ وہ تم میں سے ہیں

وَمَا هُمْ مِنْكُمْ وَلَكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَفْرُقُونَ ﴿۵۶﴾ لَوْ يَجِدُونَ مَلْجَأًا أَوْ مَخْرَجًا أَوْ مَدْخَلًا

حالانکہ وہ تم میں سے نہیں ہیں لیکن وہ ایسے ہیں کہ اگر انہیں کوئی پناہ کی جگہ یا کوئی غار مل جائے یا گھس بیٹھنے کے لئے کوئی جگہ حاصل ہو جائے

لَوْ لَوْ إِلَى اللَّهِ وَهُمْ يَجْمَحُونَ ﴿۵۷﴾

تو پیٹھ پھیر کر جلدی سے اسی کی طرف دوڑتے چلے جائیں۔

کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی پر بھروسہ نہ کریں۔

دو دو باتوں کے منتظر مومن مدد الہی و شہادت کے اور کافر عذاب اور کفر پر قتل کے:

آیت ۵۲: قُلْ هَلْ تَرَبَّصُونَ بِنَا (آپ فرمادیں تم تو ہمارے بارے میں منتظر رہتے ہو) ہمارے متعلق منتظر ہو۔ إِلَّا أَحَدَى

الْحُسْنَيْنِ (مگر دو بہتریوں میں سے ایک بہتری ہی کے منتظر رہتے ہو) وہ مدد الہی اور شہادت ہے۔ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ

(اور ہم تمہارے بارے میں اس کے منتظر رہا کرتے ہیں) دو میں سے ایک برائی کے حاصل ہونے کے یا تو اُن یُصِيبُكُمُ اللَّهُ

بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهِ (کہ اللہ تعالیٰ تم پر کوئی عذاب واقع کرے گا اپنی طرف سے) وہ آسمان سے اترنے والا عذاب جیسا عاد و ثمود

پر اترا۔ أَوْ يَأْتِي دِينًا (یا ہمارے ہاتھ سے) عذاب، کفر میں قتل کیا جانا۔ فَتَرَبَّصُوا (پس تم انتظار کرو) تم ہمارے بارے میں منتظر

رہو۔ جب ہم نے ذکر کر دیا۔ إِنَّا مَعَكُمْ مُتَرَبَّصُونَ (ہم تمہارے ساتھ انتظار کرنے والے ہیں) کہ تمہارا انجام کیا ہوتا ہے۔

آیت ۵۳: قُلْ أَنْفِقُوا (آپ فرمادیں تم خرچ کرو) نیکی کے راستہ میں طَوْعًا أَوْ كَرْهًا (خوشی و ناخوشی) پسند و ناپسند۔

نَحْوُ: یہ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں۔

قراءت: حمزہ علی نے کُرْہًا۔ کاف کی پیش سے پڑھا ہے۔ یہ امر ہے جو خبر کے معنی میں ہے۔

تمہاری کوئی بات قابل قبول نہیں:

مطلب یہ ہے۔ لَنْ يَتَقَبَّلَ مِنْكُمْ (تم سے کسی طرح قبول نہ ہوگا) ای انفقتم طوعًا او کرہا تم پسند و ناپسند جس صورت میں بھی خرچ کرو ہرگز قابل قبول نہ ہوگا۔ اور دوسری آیت میں اسی طرح فرمایا۔ استغفرلہم اولاً تستغفرلہم (التوبہ: ۸۰) ان کے حق میں استغفار کرنا نہ کرنا برابر ہے۔

اور ایک شاعر کا یہ قول

أَبْنَىٰ بِنَا وَأَوْحَسَنَىٰ لَا مَلُومَةً ☆ لَدَيْنَا وَلَا مَقْلَبَةً أَنْ تَقَلَّتْ

ہم تمہیں ملامت نہ کریں گے تو ہمارے ساتھ بدسلوکی کرے یا احسان سے پیش آئے اور اس کا عکس بھی جائز ہے جیسا اس قول میں۔ رحم اللہ زیداً اور اس کا معنی ان کی بات قبول نہ کرنا ہے۔ کہ آپ ﷺ ان کی بات قبول نہ کریں۔ بلکہ رد کردیں۔ یا اللہ اس کو ثواب و بہتری نہ دے (گویا بددعا ہے) طوعًا کا مطلب اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے لازم کرنے کے بغیر۔ کرہًا کا مطلب لازم کرنے والے ہیں۔ الزام کو اکراہ اسلئے کہا کیونکہ وہ منافق تھے۔ انکا التزام انفاق تھا جو اکراہ کی طرح ان پر بھاری تھا۔ اِنْكُمْ (بلاشبہ تم) انفاق کو رد کرنے کی علت ذکر کی۔ كُنْتُمْ قَوْمًا فَاسِقِينَ (بلاشبہ تم عدولی حکم کرنے والے لوگ ہو) سرکشی کرنے والے اور حدود کو توڑنے والے۔

صدقہ قبول نہ کرنے کی وجہ کفر ہے:

آیت ۵۴: وَمَا مَنَعَهُمْ أَنْ يَقْبَلُوا مِنْهُمْ نَفَقَتَهُمْ (اور ان کے خیر خیرات قبول ہونے میں اور کوئی چیز مانع نہیں) حمزہ علی نے يَقْبَلُوا سے پڑھا ہے۔ اِلَّا أَنَّهُمْ كَفَرُوا (مگر یہ کہ انہوں نے کفر کیا) منع کا فاعل ہم ہے۔ اور ان تقبل مقول ہے۔ مطلب یہ ہے ان کے نفقات کو قبول نہ کرنے کی وجہ انکا کفر ہے۔ بِاللَّهِ وَبِرَسُولِهِ وَلَا يَأْتُونَ الصَّلَاةَ إِلَّا وَهُمْ كُسَالَى (اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ اور وہ نماز نہیں پڑھتے مگر ناگواری سے) کسالی جمع کسلان اور وہ ناپسندیدگی سے خرچ کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ اس سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے طالب نہیں ہیں۔ نَصَحَهُ: پہلی آیت میں طوعاً سے ان کی تعریف کی گئی اور یہاں اس کی نفی کر دی۔ کیونکہ طوع سے مراد یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے لازم کرنے کے بغیر اس کو خرچ کرتے ہیں۔ یا اپنے رؤسا کی مرضی کے بغیر اور یہ اطاعت بھی اضطراری ہے رغبت و اختیار سے قطعاً نہیں۔ وَلَا يُنْفِقُونَ إِلَّا وَهُمْ كَرِهُونَ (اور خرچ نہیں کرتے مگر ناپسندیدگی کے ساتھ)

منافقین کے لئے ان کے اموال باعث عذاب ہیں:

آیت ۵۵: فَلَا تُعْجِبْكَ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا (پس ان کے مال اور

اولاد آپ کو تعجب میں نہ ڈالیں اللہ تعالیٰ کو صرف یہ منظور ہے کہ ان چیزوں کی وجہ سے ان کو دنیوی زندگی میں عذاب میں گرفتار رکھے (الا عجاب بالشیء۔ کسی چیز پر رضامندی والی خوشی ہو اور اس کے حسن پر تعجب ہو۔ مطلب یہ ہے کہ۔ نمبر ۱۔ ان کو جو دنیا کی زینت ملی ہے اس کو مستحسن مت قرار دو۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو جو کچھ دیا ہے اس سے ان کو مصائب کے ساتھ سزا دینا مقصود ہے۔ نمبر ۲۔ یا خیر کے راستوں پر خرچ کروا کر جبکہ اندرونی طور پر یہ نہیں چاہتے۔ نمبر ۳۔ ان کے اموال لوٹ کر اور ان کی اولاد کو قید کر کے۔ نمبر ۴۔ مال کو جمع کر کے۔ اس سے محبت کر کے اور اس کے متعلق بخل اختیار کر کے اور اس پر خوف ڈال کر ان کو عذاب دیا۔ وَتَزْهَقَ أَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُونَ (اور ان کی جانیں کفر ہی کی حالت میں نکل جائیں) ان کی روئیں نکلتے وقت، الزهوق مشقت سے نکلنا۔ نکلتا۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ بندے کیلئے اصل اللہ تعالیٰ پر لازم والا معتزلہ کا عقیدہ باطل ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہاں اطلاع دی ہے کہ منافقین کو مال و اولاد تعذیب اور امانت علی الکفر کیلئے دیا ہے۔ معاصی بھی اس کے ارادہ سے ہوتے ہیں کیونکہ ارادہ عذاب خود اس چیز کا ارادہ ہے جس پر اسے سزا دی جا رہی ہے۔ اسی طرح کفر پر مارنے کا ارادہ۔

منافقین کا دعویٰ مسلمانی ڈر کی وجہ سے:

آیت ۵۶: وَيَخْلِفُونَ بِاللَّهِ إِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ (یہ لوگ اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ وہ تم میں سے ہیں) وہ من جملہ مسلمانوں میں سے ہیں وَمَا هُمْ بِمِنْكُمْ وَلَكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَفْقَهُونَ (حالانکہ وہ تم میں سے نہیں لیکن وہ ڈر پوک لوگ ہیں) وہ قتل سے ڈرتے ہیں اور اس سے ڈرتے ہیں جو مشرکین سے کیا جانے والا ہے۔ پس تقیہ کے طور پر اسلام کو ظاہر کرتے ہیں۔

وہ پناہ گاہ کے متلاشی ہیں:

آیت ۵۷: لَوْ يَجِدُونَ مَلْجَأً (اگر ان لوگوں کو کوئی پناہ کی جگہ مل جاتی) بچنے کیلئے پناہ کی جگہ خواہ پہاڑ کی چوٹی ہو یا قلعہ یا جزیرہ۔ اَوْ مَغْرَبٍ (یا غار) غاریں اَوْ مَدًى خَلَا (یا کوئی گھس بیٹھنے کی جگہ) سرنگ جس میں گھس سکیں۔ یہ دخل باب سے مشتعل کا وزن ہے۔ لَوْ لَوَّا إِلَيْهِ (تو یہ ضرور اس کی طرف تیزی سے چل دیتے) وہ ضرور اس کی طرف متوجہ ہونگے۔ وَهُمْ يَجْمَحُونَ (اس حال میں کہ منہ اٹھائے ہوئے) وہ اتنی تیزی سے اس کی طرف جائیں گے کہ کوئی چیز ان کو واپس نہ کر سکے گی یہ الفرس الجموح منہ زور گھوڑے سے لیا گیا ہے۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَلْمِزُكَ فِي الصَّدَقَاتِ فَإِنْ أُعْطُوا مِنْهَا رَضُوا وَإِنْ لَمْ يُعْطُوا مِنْهَا

اور ان میں بعض وہ لوگ ہیں جو صدقات کے بارے میں آپ پر طعن کرتے ہیں سو اگر ان میں سے ان کو دے دیا جائے تو راضی ہو جاتے ہیں اور اگر ان میں سے نہ دیا جائے

إِذَا هُمْ يَسْخَطُونَ ﴿٥٨﴾ وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آتَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَقَالُوا

تو اسی وقت وہ ناراض ہو جاتے ہیں اور ان کے لئے یہ بہتر ہے کہ وہ اس پر راضی ہوں جو اللہ نے اور اس کے رسول ﷺ نے انہیں دیا اور وہ یوں کہیں

حَسْبُنَا اللَّهُ سَيُؤْتِينَا اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَرَسُولُهُ إِنَّا إِلَى اللَّهِ رَاغِبُونَ ﴿٥٩﴾

کہ اللہ ہمیں کافی ہے۔ عنقریب اللہ ہمیں اپنے فضل سے عطا فرمائے گا اور اس کا رسول ﷺ بے شک ہم اللہ کی طرف رغبت کرنے والے ہیں۔

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ وَالْعَمِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي

صدقات صرف فقراء کے لئے اور مساکین کے لئے اور ان کارکنوں کے لئے ہیں جو صدقات پر متعین ہیں اور ان لوگوں کے لئے جن کی دلجوئی کرنا منظور ہو اور

الرِّقَابِ وَالْغُرَمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٦٠﴾

گردنوں کے چھڑانے میں اور قرض داروں کے قرضہ میں اور اللہ کے راستہ میں اور مسافروں کے لئے ہیں یہ حکم اللہ کی طرف سے مقرر کیا ہوا ہے اور اللہ علیم ہے اور حکیم ہے۔

صدقات میں طعنہ زنی:

آیت ۵۸: وَمِنْهُمْ (اور ان میں سے بعض وہ لوگ ہیں) منافقین میں سے مَّنْ يَلْمِزُكَ فِي الصَّدَقَاتِ (جو صدقات کے بارے میں آپ پر طعن کرتے ہیں) صدقات کی تقسیم میں آپ پر طعنہ زنی کرتے ہیں۔ فَإِنْ أُعْطُوا مِنْهَا رَضُوا وَإِنْ لَمْ يُعْطُوا مِنْهَا إِذَا هُمْ يَسْخَطُونَ (پس اگر ان صدقات میں سے ان کو مل جاتا ہے تو وہ راضی ہو جاتے ہیں اور اگر ان کو نہیں ملتا تو وہ ناراض ہو جاتے ہیں) اِذَا، مفاجات کیلئے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر ان کو نہ ملے تو اچانک ناراض ہو جاتے ہیں۔ منافقین کی یہ حالت بیان کی کہ ان کی ناراضگی یا رضا مندی ذاتی ہے۔ دینی نہیں اور نہ ہی اہل اسلام کیلئے ہے۔

آپ ﷺ نے غزوہ حنین کے موقع پر اہل مکہ کی دلجوئی کیلئے ان کو غنائم میں سے کثرت سے مال عنایت فرمایا۔ اس پر منافقین کو تنگی اور اکتاہٹ محسوس ہوئی۔

ان کو تقسیم رسولِ دل سے پسند کرنی چاہئے:

آیت ۵۹: وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آتَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ سَيُؤْتِينَا اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَرَسُولُهُ إِنَّا إِلَى اللَّهِ رَاغِبُونَ (اور اگر وہ اس پر راضی رہتے جو کچھ ان کو اللہ نے اور اس کے رسول نے دیا تھا تو ان کے لئے بہتر ہوتا اور یوں کہتے کہ ہم کو اللہ کافی ہے اور آئندہ اللہ اپنے فضل سے ہم کو اور دیگا اور اس کے رسول دیئے ہم اللہ ہی کی طرف راغب ہیں) لَوْ، کا جواب محذوف

ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے: وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ۔ مطلب یہ ہے اگر وہ اس مال غنیمت پر راضی ہو جاتے جو اللہ کے رسول نے ان کو دیا اور دل سے پسند کرتے خواہ ان کا حصہ قلیل ہی کیوں نہ ہو بلکہ وہ اس طرح کہتے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہمارے لئے کفایت کرنے والا ہے۔ اور اس کی مرضی ہمارے لئے کافی ہے اور جو ہمیں تقسیم کر کے دے دیا۔ وہ مناسب ہے۔ عنقریب اللہ تعالیٰ اور مال غنیمت ہمیں عنایت فرمادیں گے اور اس کا رسول ﷺ اس سے بڑھ کر عنایت فرمائے گا جتنا آج ہمیں ملا۔ بیشک ہم اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت کرنے والے ہیں اس بات میں کہ وہ اپنے فضل سے ہمیں غنیمت عنایت فرمائے گا۔ اگلی آیت میں مال صدقات کو خرچ کرنے کے مواقع ذکر فرمادیے۔

مواقع صدقات کی تفصیل:

آیت ۶۰: إِنَّمَا الصَّدَقَتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ (صدقات تو صرف حق ہے غریبوں کا اور محتاجوں کا) اللہ تعالیٰ نے جنس صدقات کو ان محدود اقسام پر خرچ کرنے کا حکم فرمایا کہ یہ افراد اس کے ساتھ خاص ہیں۔ ان کو چھوڑ کر کسی اور کی طرف نہ جائیں گے گویا اس طرح فرمایا۔ انما ہی لهم لا لغيرهم۔ یہ انہی کے لئے ہیں نہ کہ اوروں کیلئے۔ جیسا کہا جاتا ہے انما الخلافۃ لقريش اس سے مراد ان سے تجاوز نہ کرے گی اور نہ غیر کو ملے گی۔

البتہ یہ احتمال ہے کہ تمام اصناف میں خرچ کیا جائے یا بعض اصناف میں خرچ کر دینا کافی ہے۔ جیسا کہ احناف کا قول ہے۔ حضرت حذیفہ۔ ابن عباس وغیرہما صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین سے مروی ہے۔ جس قسم میں بھی تم نے خرچ کر دیا تمہارے لئے کافی ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک تمام اصناف میں صرف کرنا ضروری ہے۔ اور یہ عکرمہ رحمہ اللہ سے مروی ہے۔

فقیر وہ ہے جو سوال نہ کرے کیونکہ اس کے پاس اپنی موجودہ حالت کیلئے کافی ہے۔

مسکین وہ ہے جو سوال کرے کیونکہ اس کے پاس کچھ نہیں یہ پہلے سے حالت میں کمزور تر ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اس کے برعکس تعریف ہے۔

وَالْعَمِلِينَ عَلَيْهَا (اور وہ کارکن جو ان صدقات پر متعین ہیں) وہ لوگ جو صدقات کے جمع کرنے پر مامور ہوں۔ وَالْمَوْلِيَّةِ قُلُوبُهُمْ (اور ان لوگوں کے لئے جن کی دل جوئی منظور ہو) اشراف عرب جن کے دلوں کی تالیف کیلئے تاکہ اسلام لے آئیں یا جو اسلام لے آئے ہیں وہ اس پر پختہ ہو جائیں۔ آپ ﷺ نے ان کو عنایت فرمایا۔ وَفِي الرِّقَابِ (اور غلاموں کی گردنیں چھڑانے کے لئے) وہ مکاتب جن کو بدل کتابت کی ادائیگی کیلئے رقم درکار ہے تاکہ وہ آزاد ہو جائیں۔ وَالْغُرَمِينَ (اور قرض داروں کے قرضہ کیلئے) جو قرض میں دبے ہوئے ہیں۔ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ (اور اللہ کی راہ میں) فقراء غازی یا وہ حاجی جو راستہ میں لٹ پٹ جائیں۔ وَابْنِ السَّبِيلِ (اور مسافروں کیلئے) وہ مسافر جو اپنے مال سے دور پڑا ہے۔

نکتہ: آخری چار میں لام کی بجائے فی لایا گیا ہے۔ تاکہ یہ بتلایا جائے کہ یہ لوگ پہلے لوگوں کی نسبت صدقہ کے زیادہ مستحق ہیں۔ فی ظرفیت کے لئے ہے۔ اس پر دینے والوں کو متنبہ کیا کہ یہ ایسے برتن ہیں جو اس بات کے زیادہ حقدار ہیں کہ ان میں صدقہ ڈالا جائے اور صدقہ کا مقام ان کو قرار دیا جائے۔ اور فی کو فی سبیل اللہ اور ابن سبیل میں دوبارہ لا کر اشارہ کر دیا کہ ان کو رقبہ اور

وَمِنْهُمْ الَّذِينَ يُؤْذُونَ النَّبِيَّ وَيَقُولُونَ هُوَ أَذْنٌ قُلْ أَذْنٌ خَيْرٌ لَّكُمْ يُؤْمِنُ

اور ان میں بعض وہ لوگ ہیں جو نبی کو تکلیف دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بس وہ تو کان ہیں۔ آپ فرمادیتے کہ وہ تمہارے لئے خیر کا کان ہیں وہ ایمان

بِاللَّهِ وَيُؤْمِنُ لِّلْمُؤْمِنِينَ وَرَحْمَةُ لِّلَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ ط وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ

لاتے ہیں اور اللہ پر یقین کرتے ہیں مومنین کی بات کا اور وہ ان لوگوں کے لئے رحمت ہیں جو تم میں سے مومن ہیں اور جو لوگ اللہ کے رسول ﷺ کو

رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۖ يَخْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ لِيَرْضَوْكُمْ وَاللَّهُ

تکلیف دیتے ہیں۔ ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ یہ لوگ تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں تاکہ تمہیں راضی کر لیں اور اللہ

وَرَسُولُهُ أَهَقٌ أَنْ يَرْضَوْهُ إِنَّ كَانُوا مُؤْمِنِينَ ۖ أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّهُ مَنْ

اور اس کا رسول ﷺ اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ انہیں راضی کریں اگر یہ لوگ مومن ہیں کیا ان لوگوں نے اس بات کو نہیں جانا کہ جو

يُحَادِدِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَأَنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا ذَلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيمُ ۖ

تخاصم اللہ کی اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرے اس کے لئے دوزخ کا عذاب ہے۔ وہ اس میں ہمیشہ رہے گا۔ یہ بڑی رسوائی ہے۔

غارمین کے مقابلہ میں ترجیح و فضل حاصل ہے ان کو صدقہ دو۔ منافقین کے تذکرہ کے دوران۔ اس آیت کو لا کر یہ دلالت کرنا مقصود ہے کہ مصارف صدقات یہی ہیں۔ اور نہیں، اور جب منافقین ان میں سے کسی قسم میں داخل نہیں۔ تو ان کو صدقات سے طمع ہٹا لینی چاہیے جب وہ صدقات کا مصرف نہیں تو ان کو اس مال سے کیا اور مال کو ان سے کیا تعلق۔ اور جس کو اللہ تعالیٰ اس مال پر مسلط کرے ان کو اس پر اعتراض کرنے کا قطعاً کوئی حق نہیں ہے۔ مؤلفۃ القلوب کا حصہ خلافت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ابتداء میں اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم سے ساقط مانا گیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت عنایت فرمائی اور اس بات سے مستغنی و بے نیاز کر دیا۔

قاعدہ: جب حکم کسی خاص مقصد کی وجہ سے لگا ہو تو اس مقصد کے حاصل ہونے اور ختم ہونے سے خود اٹھ جائے گا۔

فَرِيضَةٌ مِّنَ اللَّهِ (یہ حکم اللہ کی طرف سے مقرر ہے) یہ فریضۃ کا لفظ مصدر مؤکد کے معنی میں ہے۔ کیونکہ انما الصدقات کا معنی فرض اللہ الصدقات لہم۔ اب فریضۃ اسی کا مصدر لایا گیا۔ وَاللَّهُ عَلِيمٌ (اور اللہ بڑے علم والے) مصلحت کو حکیم (بڑی حکمت والے ہیں) تقسیم میں حکمت والے ہیں۔

پیغمبر ﷺ کو یہ کہہ کر ایذا دینے والے کہ یہ ”کان“ ہے:

آیت ۶۱: وَمِنْهُمْ الَّذِينَ يُؤْذُونَ النَّبِيَّ وَيَقُولُونَ هُوَ أَذْنٌ (اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو نبی کو ایذا نہیں پہنچاتے ہیں اور کہتے ہیں آپ تو ہر بات کان دے کر سن لیتے ہیں) الاذن سے مراد ایسا آدمی جو ہر سنی سنائی بات کی تصدیق کر دے۔ اور ہر ایک کی بات کو قبول کر لے اور اس ظاہری عضو کو بولتے ہیں جو سننے کا آلہ ہے۔ گویا کہ یہ آدمی صرف کان ہی کان ہے۔ دراصل اس سے

آپ کو تکلیف دینا مقصود تھا۔ اس سے وہ آپ کی مذمت کرنا چاہتے تھے کہ آپ عقل و قلب کے اعتبار سے فرزانہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی بات کا وہ مطلب بیان فرمایا جس میں آپ کی مدح اور ثناء تھی۔ (اور منافقین کے مقصد کی کنایہ مذمت کر دی) قُلْ اُذُنْ خَيْرٌ لَّكُمْ (آپ فرمادیں وہ نبی کان لگا کر تو وہی بات سنتے ہیں جو تمہارے حق میں خیر ہے) یہ اسی طرح ہے جیسا محاورہ ہے رجل صدق مراد اس سے اس کی کثرت جو دو صلاح ہے گویا کہ خود مجسمہ صدق بن گیا۔ اس طرح ان کو فرمایا ہاں وہ کان ہیں لیکن وہ بہت خوب کان ہیں اور یہ مطلب بھی درست ہے وہ خیر حق میں کان ہیں۔ اور اس میں جس کا سننا اور قبول کرنا ضروری ہے۔ اس کے علاوہ وہ کسی بات میں کان نہیں ان کو بری بات سننا گوارا ہی نہیں۔ پھر خیر کے کان ہونے کی خود تفسیر فرمائی۔

يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ (کہ وہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں) وہ اللہ تعالیٰ کی بات مانتے ہیں جس پر اس کی طرف سے دلائل قائم ہیں۔ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ (اور مؤمنین پر اعتماد کرتے ہیں) اور مخلص مؤمن مہاجرین و انصار کی بات کو قبول کرنے والے ہیں۔ فرق: ایمان باللہ کو با کے صلہ سے ذکر کیا اور کیونکہ اس سے وہ تصدیق مراد تھی جو کفر کی ضد ہے اور مؤمنین کیلئے لام کو استعمال کیا کیونکہ اس سے مقصود ان کی باتوں کا سننا ہے۔ اور جو وہ کہیں اس کو تسلیم کرنا۔ اور جو وہ کہیں اس میں ان کو سچا جاننا کیونکہ وہ سچے ہیں۔ یہ مراد ہے دوسرے ارشاد میں ہے وما انت بمؤمن لنا (یوسف: ۱۷) با سے یہ خبر کس طرح دی جاسکتی ہے۔ وَرَحْمَةً (اور مہربانی کرتے ہیں) اس کو اذن پر عطف کیا۔

قراءت: حمزہ نے ورحمۃ کسرہ سے پڑھا اور خیر پر عطف کیا ہے۔ یعنی وہ خیر کا کان ہیں۔ اور رحمت کا کان ہیں ان دو کے علاوہ وہ اور کچھ نہیں سنتے اور نہ قبول کرتے ہیں۔

لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ (ان لوگوں کے حق میں جو تم میں سے ایمان کا اظہار کرتے ہیں) یعنی وہ رحمت ہیں ان لوگوں کیلئے جو تم میں ایمان لانے والے ہیں یعنی ایمان کو ظاہر کرنے والے ہیں۔ اے منافقو! وہ تو تمہارا ظاہری ایمان قبول کرنے والے ہیں۔ تمہارے اسرار کو نہیں کھولتے اور نہ تم سے وہ سلوک کرتے ہیں جو مشرکین سے کیا جاتا ہے۔ نمبر ۲۔ وہ ایمان والوں کے لیے رحمت ہیں اس طرح کہ ان کو کفر سے نکال کر ایمان کی طرف لائے۔ اور آخرت میں ان کی شفاعت اسی دنیا میں قبول کئے ہوئے ایمان کی وجہ سے ہوگی۔ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (اور جو لوگ رسول اللہ کو ایذا کیں پہنچاتے ہیں ان کے لئے درد ناک سزا ہوگی) دونوں جہانوں میں۔

مسلمانوں کو خوش کرنے کے لئے قسمیں کھانا، حالانکہ اللہ اور رسول کو راضی کرنا چاہئے:

آیت ۶۲: يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيَرْضَوْكُمْ (وہ لوگ تمہارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں تاکہ تم کو راضی کر لیں) اس میں مسلمانوں کو خطاب فرمایا۔ منافقین طعنہ زنی کرتے یا جہاد سے تخلف اختیار کرتے پھر معذرت کیلئے آجاتے اور پکی قسمیں اٹھا کر معذرتیں پیش کرتے اور مسلمانوں کو راضی کرتے اس میں انہیں فرمایا۔

وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضَوْهُ اِنْ كَانُوْا مُّؤْمِنِيْنَ (حالانکہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ حق رکھتے ہیں کہ اگر یہ لوگ سچے مسلمان ہیں تو ان کو راضی کریں) یعنی اگر تم اپنے زعم و خیال کے مطابق مؤمن ہو تو اللہ اور اس کے رسول کو اطاعت و وفاداری سے

يَحْذَرُ الْمُنَافِقُونَ أَنْ تُنْزَلَ عَلَيْهِمْ سُورَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِي قُلُوبِهِمْ قُلْ

منافقین اس بات سے ڈرتے ہیں کہ ان کے بارے میں کوئی ایسی سورت نازل نہ ہو جائے جو ان باتوں کو بتا دے جو ان کے دلوں میں ہیں آپ فرمادیتے

أَسْتَهْزِئُوْا إِنَّ اللَّهَ مُخْرِجٌ مَا تَحْذَرُونَ ١٥ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا

کہ تم مذاق بنا لو۔ بلاشبہ اللہ اس چیز کو ظاہر کرنے والا ہے جس سے تم ڈرتے ہو اور اگر آپ ان سے سوال کریں گے تو وہ کہہ دیں گے کہ ہم تو بس

نَحْوُصٌ وَنَلْعَبُ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ ١٦ لَا تَعْتَذِرُوا

یونہی باتوں میں مشغول تھے اور دل لگی کر رہے تھے۔ آپ فرمادیتے کیا تم اللہ اور اس کی آیات اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ ہنسی کرتے تھے۔ عذر

قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ إِنَّ نَعْفَ عَنْ طَائِفَةٍ مِّنْكُمْ يُعَذِّبُ طَائِفَةٌ

بیان نہ کرو۔ تم اپنے ایمان کے بعد کافر ہو گئے اگر ہم تم میں سے ایک جماعت کو معاف کر دیں گے تو دوسری جماعت کو ہم عذاب دیں گے

بِأَنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ ١٧

اس وجہ سے کہ وہ مجرم تھے۔

کرنا تمہارا فرض ہے۔ ہ کی ضمیر واحد لا کر بتلا دیا کہ اللہ اور اس کے رسول کی رضامندی ایک چیز ہے اس میں کوئی فرق نہیں۔ جیسا کہا جاتا ہے احسان زید واجمالہ نعشی۔ اب احسان واجمال ایک شئی ہی ہے۔

نمبر ۲۔ واللہ احق ان یرضوہ ورسولہ احق ان یرضوہ اللہ تعالیٰ اس بات کے حق دار ہیں کہ اس کو راضی کیا جائے اور اس کا رسول بھی اس بات کا حقدار ہے کہ اس کو راضی کیا جائے۔

اللہ ورسول کا مخالف جہنمی ہے:

آیت ۶۳: أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّهُ (کیا ان کو معلوم نہیں کہ شان یہ ہے) معاملہ اور شان یہ ہے مَنْ يُحَادِدِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ (جو شخص اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کرے گا) مخالفت میں جو حد سے تجاوز کرنے والا ہے۔ یہ حادثہ مفاعلہ کے وزن پر ہے۔ یہ الحد سے بنا ہے۔ جیسا الشق سے المشاقہ فَإِنَّ لَهُ (تو یہ بات ٹھہر چکی ہے کہ ایسے شخص کیلئے) اس کی خبر محذوف ہے۔ یعنی فحق أَنَّ لَهُ پس واقعہ یہ ہے کہ اسی کے لئے نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا ذَلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيمُ (دوزخ کی آگ ہے اس میں وہ ہمیشہ رہے گا یہ بہت بڑی رسوائی ہے)

منافقین کو اپنے متعلق سورت اُترنے کا خطرہ:

آیت ۶۴: يَحْذَرُ الْمُنَافِقُونَ (منافق اس سے اندیشہ کرتے ہیں) یہ خبر ہے جو امر کا معنی دیتی ہے ای لیحذر المنافقون۔

منافقین کو ڈرنا چاہیے۔ اَنْ تَنْزَلَ عَلَيْهِمْ سُورَةٌ (کہ مسلمانوں پر کوئی ایسی سورت اتار دی جائے) مکی و بصری قراء نے تَنْزِيلَ تخفیف سے پڑھا ہے۔ تَنْبِيْهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ (جو ان کو منافقین کے دل کی بات پر مطلع کر دے) کفر اور منافقت۔ نمبر ۱۔ اس میں ضمیر منافقین کی طرف لوٹی ہیں جب سورت ان کے متعلق نازل ہوتی ہے تو گویا ان پر اترتی ہے اس کی دلیل یہ آیت ہے قُلْ اسْتَهِزْؤْا ۱۔ یہ استہزاء کرنے والے منافقین ہی تھے۔ نمبر ۲۔ پہلی دونوں ایمان والوں کی طرف اور تیسری منافقین کی طرف اور یہ درست ہے کیونکہ معنی اس کی طرف لے جاتا ہے۔

امر تہدید کی:

قُلْ اسْتَهِزْؤْا ۱ (آپ فرمادیں کہ اچھا تم استہزاء کرتے رہو) یہ امر تہدید کیلئے ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ (بے شک اللہ اس چیز کو ظاہر کر کے رہے گا جس کا تم اندیشہ کرتے تھے) اس کو ظاہر کرنے والے ہیں جس سے تم ڈر رہے ہو۔ یعنی تمہیں اپنے نفاق کے ظاہر ہونے کا ڈر ہے۔ چنانچہ منافقین ہر وقت اسلام اور مسلمانوں کے سلسلہ میں استہزاء کرنے پر محسوس کرتے کہ کہیں وحی نازل ہو کر ان کی رسوائی نہ کر دے۔ یہاں تک کہ بعض کہنے لگے کہ مجھے تو یہ پسند ہے۔ کہ سامنے لا کر سو کوڑے مار لئے جائیں مگر کوئی رسوا کن چیز ہمارے بارے میں نہ اترنے پائے۔

استہزاء پر استفسار اور خوش طبعی کا بہانہ کر دیا:

آیت ۶۵: وَلَٰكِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ (اور اگر آپ ان سے پوچھیں تو ضرور کہہ دیں گے ہم تو محض مشغلہ اور خوش طبعی کر رہے تھے) رسول اللہ ﷺ غزوہ تبوک کی طرف تشریف لے چارے تھے۔ منافقین کی ایک جماعت آپ سے آگے آگے چل رہی تھی۔ وہ آپس میں کہنے لگے اس شخص کو دیکھو شام کے قلعے اور محلات فتح کرنا چاہتا ہے یہ بعید، بہت بعید ہے کہ یہ امید پوری ہو۔ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ آپ کو مطلع کر دیا آپ نے فرمایا احبسوا علی الرکب ان سواروں کو روک کر میرے پاس لاؤ۔ جب وہ آئے تو آپ نے فرمایا تم نے یہ، یہ بات کی ہے۔ اس پر کہنے لگے۔ یا نبی اللہ! ہم آپ کے متعلق یا آپ کے اصحاب کے متعلق کوئی بات نہیں کر رہے تھے۔ بلکہ ہم ایسی بات میں مصروف تھے۔ جس سے سفر کی مشقت و صعوبت کم ہو۔ یعنی اگر آپ ان سے پوچھیں تم نے یہ کیوں کر کہا۔ تو ضرور یہ جواب دیں گے ہم تو ایک دوسرے سے ہنسی مذاق کر رہے تھے۔ آپ ان کو فرمادیں۔

کیا منافقین کو ہنسی مذاق کے لئے اللہ و رسول ہی ملا ہے:

قُلْ اَبَا لِّلّٰهِ وَاِلَيْهِ وَاَسْأَلُكُمْ تَسْتَهْزِؤْنَ (آپ کہہ دیں کہ کیا اللہ کے ساتھ اور اس کی آیتوں کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ تم ہنسی کرتے تھے) نمبر ۱۔ ان کی معذرت کی کوئی پرواہ نہ کی کیونکہ وہ جھوٹ بول رہے تھے۔ پس ان کو اپنے استہزاء کا گویا معترف قرار دیا گیا۔ (کہ استہزاء کا تو تمہیں اعتراف ہے اور اب موقعہ جھوٹ بول کر دوسرا بہتان ہے؟)

نمبر ۲۔ ہمزہ تقریری کو باللہ و آیاتہ الایہ پر داخل کر کے ظاہر کر دیا کہ ان کو اپنے استہزاء کا اعتراف تھا۔ کیونکہ یہ ہمزہ ثابت

الْمُنْفِقُونَ وَالْمُنْفِقَاتُ بَعْضُهُمْ مِّنْ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ

منافق مرد اور منافق عورتیں آپس میں سب ایک ہی طرح کے ہیں۔ بری باتوں کا حکم کرتے ہیں اور اچھی باتوں سے

عَنِ الْمَعْرُوفِ وَيَقْبِضُونَ أَيْدِيَهُمْ نَسُوا اللَّهَ فَنَسِيَهُمْ إِنَّ الْمُنْفِقِينَ هُمُ

روکتے ہیں اور اپنے ہاتھوں کو بند رکھتے ہیں۔ یہ اللہ کو بھول گئے، سو اللہ انہیں بھول گیا، بے شک منافقین

الْفٰسِقُونَ ﴿٦٧﴾ وَعَدَ اللَّهُ الْمُنْفِقِينَ وَالْمُنْفِقَاتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ

نافرمان ہی ہیں۔ اللہ نے منافق مردوں سے اور منافق عورتوں سے اور تمام کافروں سے دوزخ کی آگ کا وعدہ فرمایا ہے۔ وہ اس میں ہمیشہ

فِيهَا هِيَ حَسْبُهُمْ وَلَعْنَهُمُ اللَّهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيمٌ ﴿٦٨﴾

رہنے والے ہیں۔ ان کے لئے دوزخ کافی ہے اور اللہ نے ان کو ملعون قرار دیا اور ان کے لئے دائمی عذاب ہے۔

شدہ چیز پر داخل ہوتا ہے۔ گویا وہ مذاق کے معترف تھے۔ اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو توبہ کی کہ یہ موضوع سخن تمہارا غلط ہے۔

جھوٹے بہانے نہ بناؤ تم تو کافر ہو گئے ہو توبہ کرو:

آیت ۶۶: لَا تَعْتَذِرُوا (تم اب بہانے مت کرو) اپنے جھوٹے اعذار میں مشغول مت رہو یہ تمہارا منافقت والا راز ظاہر ہونے کے بعد قطعاً فائدہ مند نہ ہونگے۔ قَدْ كَفَرْتُمْ (تم تو کفر کرنے لگے) تم نے تو اپنے استہزاء سے چھپا ہوا کفر ظاہر کر دیا۔ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ (اپنے ایمان کے بعد) ایمان کے ظاہر کرنے کے بعد اِنْ نَّعَفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ (اگر ہم تم میں سے بعض کو چھوڑ بھی دیں) ان کی توبہ اور نفاق کے بعد مخلصانہ ایمان لانے سے نَعْدَبُ طَآئِفَةً بِاَنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ (تو ہم دوسرے گروہ کو تو سزا دیں گے اس سبب سے کہ وہ مجرم تھے) نفاق پر اصرار کرنے والے اور اس سے توبہ کرنے والے نہ تھے۔

قراءت: تُعَذَّبُ طَائِفَةٌ عَاصِمٌ كَ عِلَاوَةِ دُوسَرُوں نَے پڑھا ہے۔

منافقین مرد و عورتیں کامل فاسق ہیں:

آیت ۶۷: الْمُنْفِقُونَ وَالْمُنْفِقَاتُ (منافق مرد اور منافق عورتیں تعلیم دیتے ہیں) منافق مردوں کی تعداد تین سو (۳۰۰) اور عورتوں کی تعداد ایک سو ستر (۱۷۰) تھی۔ بَعْضُهُمْ مِّنْ بَعْضٍ (سب ایک طرح کے ہیں) گویا وہ ایک جان کی طرح ہیں۔ اس میں ان کے مؤمن ہونے کی نفی ہے اور ان کی تکذیب ان کے اس قول میں موجود ہے وَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ اَنَّهُمْ لَمِنْكُمْ اَوْ يَهْتَمُّونَ بِكُمْ اَوْ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (وہ بری بات کی تعلیم دیتے ہیں) کفر و معصیت کا وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (اور اچھی بات سے منع کرتے ہیں) اطاعت اور ایمان سے وَيَقْبِضُونَ اَيْدِيَهُمْ (اور اپنے ہاتھوں کو بند رکھتے ہیں) نیک مقام پر خرچ سے بخل برتتے ہوئے

اور صدقات اور انفاق فی سبیل اللہ سے گریز کرتے ہوئے

نَسُوا اللَّهَ (وہ اللہ کو بھول گئے) اللہ تعالیٰ کے حکم کو چھوڑ دیا یا اس کے ذکر سے غفلت اختیار کی فَنَسِيَهُمْ (پس اللہ تعالیٰ نے ان کا خیال نہ کیا) ان کو اپنی رحمت و فضل سے محروم کر دیا۔ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ هُمُ الْفَاسِقُونَ (بلاشبہ منافق بڑے ہی سرکش ہیں) وہ کامل فاسق ہیں جس کو کفر میں سرکشی اور ہر بھلائی سے علیحدگی کا نام دینا چاہئے مؤمن کے لئے یہ ڈانٹ کافی ہے کہ اس کے عمل پر اس برے نام کا اطلاق ہو، جس کو اللہ تعالیٰ نے منافقین کی انتہائی قابل مذمت صفت کہہ کر ذکر کیا۔ (سورہ حجرات کی آیت میں بھی فرمایا) (بئس الاسم الفسوق بعد الايمان)

کفار و منافقین ہمیشہ کی جہنم کے حقدار اور ملعون ہیں:

آیت ۶۸: وَعَدَ اللَّهُ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا (اللہ تعالیٰ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کفار سے دوزخ کی آگ کا وعدہ کر رکھا ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے) اس میں ان کے لئے خلود طے ہو چکا۔ ھٰی (وہ) آگ حَسْبُهُمْ (ان کے لئے کافی ہے) اس میں ان کے عذاب کے بہت بڑے ہونے کی دلالت ہے کہ جس پر اضافے کی ضرورت نہیں۔ وَلَعَنَهُمُ اللَّهُ (اور اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رحمت سے دور کر دے گا) ان کی تعذیب کے ساتھ توہین کی جائیگی اور ان کو مذمت میں ملعون شیاطین کے زمرہ میں شامل کر دیا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيمٌ (اور ان کے لئے لازوال عذاب ہوگا) جو اس جلدی ملنے والی زندگی میں ہمیشہ رہے گا اس سے کبھی الگ نہ کیا جائے گا اور وہ۔ نمبر ۱۔ منافقت کی مشقت۔ نمبر ۲۔ مسلمانوں کے خوف سے باطن کا ظاہر سے مخالف ہونا۔ نمبر ۳۔ رسوائی کا ہر گھڑی دغدغہ۔ نمبر ۴۔ اسرار پر اطلاع کی صورت میں نزول عذاب کی لٹکنے والی تلوار۔

كَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوا أَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَ أَكْثَرَ أَمْوَالًا وَأَوْلَادًا فَاسْتَمْتَعُوا

جو تم سے پہلے تھے وہ لوگ قوت میں تم سے زیادہ سخت اور مال و اولاد میں تم سے زیادہ تھے۔ سو انہوں نے اپنے حصے سے

بِخَلَالِقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ

فائدہ حاصل کیا جو تم سے پہلے تھے سو تم نے بھی اپنے حصے سے خوب فائدہ حاصل کیا جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں نے اپنے حصے سے فائدہ حاصل کیا تھا

وَحُضُّتُمْ كَالَّذِي خَاصُّوا أُولَئِكَ حِطَّتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

اور تم بھی ایسے ہی گھٹ چلے گئے جیسا کہ وہ لوگ گھٹے تھے۔ ان کے اعمال دنیا و آخرت میں اکارت ہو گئے

وَأُولَئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ ۝۶۹ أَلَمْ يَأْتِهِمْ نَبَأُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ

اور وہ لوگ آسمان میں پڑنے والے ہیں۔ کیا ان کے پاس ان لوگوں کی خبر نہیں پہنچی جو ان سے پہلے تھے یعنی قوم نوح اور عاد

وَتَمُودَ هَؤُلَاءِ قَوْمِ إِبْرٰهِيْمَ وَأَصْحٰبِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكِ أَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ

اور ثمود اور قوم ابراہیم اور مدین والے لوگ اور انہی ہوئی بے شکیاں ان کے پاس ان کے رسول کھلی دلیلیں

بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ۝۷۰

لیکر آئے سو اللہ ان پر ظلم کرنے والا نہ تھا لیکن وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

اے منافقو! تمہارا حال پہلوں جیسا ہے جو دنیا کے مزے لوٹ کر عذاب کا شکار بنے تم بھی بنو گے:

آیت ۶۹: كَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوا أَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَ أَكْثَرَ أَمْوَالًا وَأَوْلَادًا فَاسْتَمْتَعُوا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ

بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ۔ (تمہاری حالت ان لوگوں جیسی ہے جو تم سے پہلے ہو چکے ہیں وہ

طاقت کے اضافہ اور مال و اولاد کی کثرت میں تم سے بڑھ کر تھے پس انہوں نے اپنے حصے سے خوب فائدہ حاصل کیا پس تم نے بھی

اپنے حصے سے خوب فائدہ حاصل کیا جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں نے اپنے حصے سے فائدہ حاصل کیا تھا) کاف کالذین میں محل رفع

میں واقع ہے یعنی ان لوگوں کی طرح ہو جو تم سے پہلے ہوئے۔ نمبر ۲۔ یہ منصوب ہے فعلتم کی وجہ سے ای فعلتم مثل فعل الذین

من قبلکم تم نے وہی فعل کیا جو ان لوگوں نے کیا جو تم سے پہلے ہوئے۔ اور وہ فعل یہ ہے کہ تم نے اپنے دنیوی حصے سے خوب

فائدہ اٹھایا جیسا ان لوگوں نے اٹھایا مطلب یہ ہے دنیا کی لذتوں سے فائدہ اٹھایا۔ الخلاق، حصہ یہ خلق سے بنا ہے۔ وہ اندازے

کو کہتے ہیں۔ ما خلق للانسان کا معنی ما قدر من خیر جو خیر مقدر ہو۔ وَحُضُّتُمْ (اور تم بری باتوں میں گھس گئے) باطل میں

كَالَّذِي خَاضُوا (جیسا وہ گھسے تھے) اس فوج کی طرح جو گھسنے والی ہو۔ نمبر ۱۔ اس گھسنے کی طرح جیسے وہ گھسے۔ الخوض کا معنی لہو و باطل میں داخل ہونا۔

نکتہ: فاستمتعوا بخلاقہم کو پہلے ذکر کیا گیا حالانکہ استمتع الذین من قبلکم بخلاقہم اس کی جگہ کفایت کرنے والا ہے۔ یہ اس لئے شروع میں لائے تاکہ پہلے لوگوں کا حظوظ دنیا سے لذت اندوز ہونا اور شہوات فانیہ میں مشغول ہونا ظاہر ہو۔ وہ دنیا میں پڑ کر عاقبت کو بالکل بھول گئے اور آخرت کی قطعاً طلب نہ رہی پھر کما استمتع لا کر موجودہ لوگوں کی حالت کو ان کی حالت سے تشبیہ دی۔ اُولَئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ (اور ان کے اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہو گئے) یہ اس قول کے بالمقابل لائے: وَآتَيْنَاهُ اَجْرًا فِي الدُّنْيَا وَاِنَّهٗ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ (العنکبوت: ۲۷) وَ اُولَئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (اور وہ لوگ بڑے نقصان میں ہیں) پھر پہلے لوگوں کے حالات ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

پہلی اقوام کی انکو خبریں ملیں مگر عبرت حاصل نہیں کی بلکہ اسی کفر و تکذیب کے سبب وہ ہلاک ہوئے:

آیت ۷۰: اَلَمْ يَأْتِيَهُمْ نَبَاُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمُ نُوحٍ (کیا ان لوگوں کو ان کی خبر نہیں پہنچی جو ان سے پہلے ہوئے ہیں جیسے قوم نوح علیہ السلام) یہ الذین سے بدل ہے۔ وَ عَادٍ وَ ثَمُوْدَ۔ وَقَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ وَ اَصْحٰبِ مَدْيَنَ (اور عاد اور ثمود اور ابراہیم علیہ السلام کی قوم اور اہل مدین) اہل مدین یہ شعیب علیہ السلام کی قوم تھی۔ وَ الْمُؤْتَفِكِ (اور الٹی ہوئی بستیاں) قوم لوط کے شہر انتفاکھن ان کی حالت خیر کو شر سے پلٹ دیا۔ اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ (کہ ان کے رسول ان کے پاس صاف نشانیاں لے کر آئے پس اللہ نے تو ان پر ظلم نہیں کیا) یہ صحیح نہیں کہ اسی نے ان کو ظلم سے ہلاک کیا ہو کیونکہ وہ حکیم ہے بلا جرم سزا نہیں دیتا۔ وَلٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ (لیکن وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے) کفر اور تکذیب رسل کے ساتھ۔

وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ

اور مؤمن مرد اور مؤمن عورتیں آپس میں بعض بعض کے مددگار ہیں۔ بھائیوں کا حکم کرتے ہیں

وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ

اور برائیوں سے روکتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور اس کے رسول کی

اللَّهِ وَرَسُولَهُ ؕ أُولَٰئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ ؕ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝۷۱ وَعَدَ اللَّهُ

فرمانبرداری کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر غفریب اللہ رحم فرمائے گا۔ بے شک اللہ عزت والا ہے حکمت والا ہے۔ اللہ نے

الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَمَسَاكِنَ

مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں سے ایسے باغوں کا وعدہ فرمایا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور ایسے عمدہ مکانوں کا

طَيِّبَةً فِي جَنَّاتٍ عَدْنٍ ؕ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ أَكْبَرُ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝۷۲

وعدہ فرمایا جو بیشکی والے باغوں میں ہوں گے اور اللہ کی رضا مندی سب سے بڑی چیز ہے۔ یہ بڑی کامیابی ہے۔

مؤمن مردوں، عورتوں پر اللہ کی رحمتیں ہوں گی:

آیت ۷۱: وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ (اور مؤمن مرد اور مؤمن عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں) تناصر و تراحم میں يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ (وہ نیک باتوں کی تعلیم دیتے ہیں) اطاعت و ایمان کے ذریعہ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں) شرک اور معصیات وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ؕ أُولَٰئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ (اور نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کا کہنا مانتے ہیں ان لوگوں پر ضرور اللہ تعالیٰ رحمت کرے گا) سین لائی گئی جو بہر صورت وجود رحمت کا فائدہ دے رہی ہے۔ اس سے وعدے کی تاکید کردی جیسا کہ وعید میں یہ سین وعید کی تاکید کیلئے آئی ہے مثلاً سَأَنْتَقِمُ مِنْكَ يَوْمًا۔ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ (بے شک اللہ تعالیٰ قادر ہے) ہر چیز پر غالب ہے اور قادر ہے ثواب و عقاب دے سکتا ہے حَكِيمٌ (حکمت والا ہے) ہر چیز کو اس کے مقام پر رکھنے والا ہے۔

ان سے ہمیشہ کی جنت کا وعدہ:

آیت ۷۲: وَعَدَ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً (اللہ تعالیٰ نے مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں سے ایسے باغات کا وعدہ کر رکھا ہے جن کے نیچے سے نہریں چلتی ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور شاندار مکانوں کا) جن میں زندگی خوب گزرے گی۔ حضرت حسن عسکریؑ فرماتے ہیں موتیوں کے محلات، یا قوت احمر

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَمَا لَهُمْ جَهَنَّمَ

اے نبی کافروں سے اور منافقوں سے جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے

وَيَسَّ الْمَصِيرُ ۖ يَخْلِفُونَ بِاللَّهِ مَا قَالُوا وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوا

اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔ وہ لوگ قسمیں کھاتے ہیں کہ ہم نے نہیں کہا حالانکہ انہوں نے کفر کا کلمہ کہا ہے اور مسلمان ہونے کے بعد

بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ وَهُمْ يَوْمًا يُمَالَمُونَ ۚ وَمَا نَقَمُوا إِلَّا أَنْ أَغْنَاهُمُ اللَّهُ

کافر ہو گئے اور انہوں نے اس چیز کا ارادہ کیا جو انہیں نہ ملی اور صرف انہوں نے اس بات کا بدلہ دیا ہے کہ اللہ نے اور اس کے رسول نے

وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ ۚ فَإِنْ يَتُوبُوا يَكُ خَيْرًا لَهُمْ ۚ وَإِنْ يَتَوَلَّوْا يَكُ عَذَابُ اللَّهِ

اپنے فضل سے انہیں مالدار کر دیا سو اگر وہ توبہ کر لیں تو یہ ان کے لئے بہتر ہو گا اور اگر روگردانی کریں تو اللہ انہیں

عَذَابًا أَلِيمًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ فِي الْأَرْضِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ۖ

دنیا و آخرت میں دردناک عذاب دے گا اور ان کے لئے روئے زمین میں نہ کوئی یار ہو گا اور نہ کوئی مددگار۔

اور زبرد کے جنگل۔ فِی جَنَّتِ عَدْنِ (جو کہ ان ہمیشگی کے باغوں میں ہوں گے) عدن یہ نام ہے جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا: جَنَّتِ عَدْنِ ۖ اِلَیَّی وَعَدَ الرَّحْمٰنُ (مریم: ۶۱)

نکتہ: الذی اور التی کو جملہ کے شروع میں لاتے ہیں جبکہ جملہ کو معرفہ کی صفت بنائیں۔ پس عدن یہاں اسی طرح لایا گیا ہے۔ یہ جنت کا شہر ہے۔ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ (اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی) اللہ تعالیٰ کی رضامندیوں میں سے کچھ اکبر (سب سے بڑی چیز ہے) ان تمام سے بڑھ کر ہے کیونکہ اس کی رضا ہر سعادت و کامیابی کا اصل سبب ہے۔ ذَلِکَ (یہ) نمبر ۱۔ اس وعدے کی طرف اشارہ فرمایا۔ نمبر ۲۔ رضوان کی طرف اشارہ ہے۔ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ (بڑی کامیابی ہے) صرف یہی کامیابی ہے وہ کامیابی نہیں جس کو لوگ کامیابی قرار دیتے ہیں۔

کفار و منافقین سے سخت رویہ اختیار کریں:

آیت ۷۳: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ (اے نبی جہاد کریں کفار سے) تلواریں (اور منافقین سے) دلیل سے وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ (اور ان پر سختی کریں) ان دونوں جہادوں میں اور ان سے مت ڈرو۔

مَسْئَلَةٌ: ہر وہ شخص جس کے عقیدہ میں خرابی ہو اس کا یہی حکم ہے کہ دلیل سے اس کے ساتھ جہاد کیا جائے گا اور اس کے معاملے میں حتی الامکان سختی برتی جائے گی۔ وَمَا لَهُمْ جَهَنَّمَ وَيَسَّ الْمَصِيرُ (اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بری جگہ ہے) جہنم۔

آیت ۷۴: شَأْنُ نَزْوَلِ: رسول اللہ ﷺ نے دو ماہ تک تبوک میں قیام فرمایا۔ آپ پر قرآن مجید اترتا رہا۔ منافقین متخلفین

کے سر بستہ عقائد کو طشت از بام کرتا رہا۔ ان میں سے جو ساتھ تھے وہ ان آیات کو سنتے رہے ان میں سے ایک جلاس بن سوید تھا۔ اس نے آیات کو سن کر کہا اللہ کی قسم! اگر محمد ﷺ کی بات ہم پیچھے رہ جانے والے سرداروں کے متعلق درست ہے تو ہم گدھوں سے بھی زیادہ برے ہیں۔ اس پر عامر بن قیس انصاری رضی اللہ عنہ نے جلاس کو کہا جی ہاں محمد ﷺ صادق المصدق ہیں۔ اور تو گدھے سے بھی زیادہ بدتر ہے۔ جب یہ بات رسول اللہ ﷺ کو پہنچی تو آپ نے جلاس کو بلایا۔ تو وہ جھوٹی قسم کھا گیا کہ اس نے یہ بات نہیں کہی۔ اس پر عامر رضی اللہ عنہ نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی اللھم انزل علی عبدک و نبیک تصدیق الصادق و تکذیب الکاذب اس پر یہ آیت اتری۔

منافقین کا کلمہ کفر:

يَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوا وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ (وہ لوگ قسمیں کھا جاتے ہیں کہ انہوں نے فلانی بات نہیں کہی حالانکہ انہوں نے کفر کی بات کہی تھی) نمبر ۱۔ یہ کلمہ ان کاں ما یقول محمد حقاً فنحن شر من الحمیر۔

جلاس کی توبہ:

نمبر ۲۔ استہزائے کلمات۔ اس پر جلاس کھڑا ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! اللہ کی قسم میں نے یہ کلمات کہے ہیں عامر نے سچ کہا ہے جلاس تائب ہو گیا اور آئندہ اس کی توبہ پکی رہی۔ وَكَفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ (اور اپنے اسلام کے بعد کافر ہو گئے) اسلام کے اظہار کے بعد کفریہ کلمات کا اظہار کیا۔

مَسْئَلَةٌ: اس میں یہ دلالت پائی جاتی ہے کہ ایمان اور اسلام ایک چیز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، وَكَفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ۔ اسلام کے انکار کو کفر قرار دیا جیسا کہ ایمان کا انکار کفر ہے۔ وَهَمُّوا بِمَا لَمْ يَنَالُوا (اور انہوں نے ایسی بات کا ارادہ کیا تھا جو ان کے ہاتھ نہ لگی) نمبر ۱۔ حضرت محمد ﷺ کو قتل کا منصوبہ نمبر ۲۔ عامر کو قتل کا منصوبہ کیونکہ انہوں نے جلاس کا اسی لمحہ جواب دیا۔ نمبر ۳۔ عبداللہ بن ابی کی تاج پوشی کا منصوبہ تیار کیا اگرچہ رسول اللہ ﷺ پسند نہ کریں۔

کیا یہ احسان کا بدلہ ہے:

وَمَا نَقْمُوا (اور انہوں نے یہ صرف اس بات کا بدلہ دیا ہے) انہوں نے عیب نہیں لگایا اور اوپری حرکت کا ارتکاب نہیں کیا۔ اَلَا اَنْ اَغْنِيَهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ مِنْ فَضْلِهِ (کہ ان کو اللہ نے اور اس کے رسول نے رزق ہی سے مالدار کر دیا) یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی مدینہ تشریف آوری کے وقت تنگی والی زندگی گزار رہے تھے۔ نہ گھوڑوں پر سواری نہ حصول غنیمت۔ آپ کی تشریف آوری کے بعد مالدار ہو گئے۔ جلاس کا غلام قتل ہو گیا۔ آپ ﷺ نے اس کی دیت بارہ ہزار درہم دلوائی جس سے وہ مالدار ہو گیا۔

دعوتِ توبہ:

فَاِنْ يَتُوبُوْا (پس اگر وہ توبہ کریں) منافقت سے یٰکُ ثواب ہوگا جو خیراً لَّھُمْ (ان کے لئے بہتر ہوگا) یہ آیت کا وہ حصہ ہے جس پر جلاس کا نصیب جاگ اٹھا اور وہ مخلصانہ تائب ہو گیا۔ وَاِنْ يَتَوَلَّوْا (اور اگر روگردانی کریں) نفاق پر اصرار کریں۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَیْنِ اٰتٰنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ۝۷۵

اور ان میں بعض ایسے ہیں جو اللہ سے عہد کرتے ہیں کہ اگر اللہ نے ہمیں اپنے فضل سے عطا فرمایا تو ہم ضرور ضرورت خیرات کریں گے اور ضرور ضرورت ہم نیک آدمیوں میں شمار ہو جائیں گے

فَلَمَّا اٰتٰهُمْ مِنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝۷۶ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا

سو جب اللہ نے ان کو اپنے فضل سے عطا فرمادیا تو اس میں کجی کرنے لگے اور وہ اعراض کرتے ہوئے روگردانی کر گئے سو اللہ نے اس دن تک جو اللہ کی ملاقات کا

فِیْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰی یَوْمٍ یَّلْقَوْنَهٗۤ یَاۤ اَخْلَفُوْا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَیَاۤ اٰنُوْا یَكْذِبُوْنَ ۝۷۷

دن ہو گا ان کی سزا میں ان کے دلوں میں نفاق قائم کر دیا اس وجہ سے کہ انہوں نے اللہ سے جو وعدہ کیا اس کی خلاف ورزی کی اور اس وجہ سے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے

اَلَمْ یَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلٰمُ الْغُیُوْبِ ۝۷۸

کیا ان لوگوں کو معلوم نہیں کہ اللہ ان کے دلوں کے راز کو اور ان کے خفیہ مشوروں کو جانتا ہے اور یہ کہ اللہ غیب کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے۔

یُعَذِّبُهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِیْمًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ (تو اللہ تعالیٰ ان کو دنیا اور آخرت میں دردناک سزا دے گا) دنیا میں قتل اور آخرت میں آگ و مآلہم فی الارض من ولیّ و لا نصیر (اور ان کا دنیا میں نہ کوئی دوست ہے اور نہ کوئی مددگار) جو ان کو عذاب سے نجات دلائے۔

آیت ۷۵: وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ (اور ان میں بعض آدمی ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے عہد کرتے ہیں) روایت میں ہے کہ ثعلبہ بن حاطب نے کہا یا رسول اللہ! میرے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے مال عنایت فرمادے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اے ثعلبہ! قلیل مال جس کا شکریہ ادا کیا جائے وہ اس کثیر سے بہت بہتر ہے جس کے شکریہ کی طاقت نہ ہو۔ اس نے درخواست کا اعادہ کیا اور کہا جس ذات نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ مال دے دیا تو میں ہر حق والے کو اس کا حق دوں گا۔ آپ نے دعا فرمادی۔ اس نے بکریاں خریدیں وہ اس طرح بڑھیں جیسے کیڑے بڑھتے ہیں یہاں تک کہ مدینہ میں اس کی اپنی جگہ تنگ ہو گئی۔ پس اس نے وادی میں جا کر ڈیرہ لگا دیا اور جمعہ و جماعت سے منقطع ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے متعلق پوچھا تو بتلایا گیا کہ اس کا مال اس قدر بڑھ گیا ہے کہ وادی میں وہ سمانہیں سکتا۔ تو آپ نے فرمایا یا ویح ثعلبہ۔ رسول اللہ ﷺ نے صدقہ وصول کرنے والوں کو بھیجا۔ لوگوں نے اپنے صدقات ان کو دیے۔ ثعلبہ کو بھی انہوں نے صدقہ کیلئے کہا تو کہنے لگا یہ جزیہ ہے پھر ان کو کہا واپس جاؤ تا کہ میں اپنی رائے قائم کر لوں۔ جب وہ واپس لوٹے تو انہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اس سے پہلے کہ وہ دونوں قاصد کوئی بات کرتے۔ یا ویح ثعلبہ! یا ویح ثعلبہ! پس یہ آیت اتری۔ پھر ثعلبہ صدقہ لے کر آیا۔ تو آپ نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے تیرا صدقہ قبول کرنے سے منع کر دیا ہے وہ اپنے سر پر مٹی ڈالنے لگا۔ آنحضرت ﷺ کی وفات ہو گئی۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس صدقہ لے کر آیا۔ آپ نے قبول نہ کیا۔ پھر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ان کے زمانہ خلافت میں صدقہ لایا

انہوں نے منظور نہ کیا۔ خلافت عثمانی میں وہ مر گیا۔ (رواہ البیہقی فی دلائل النبوة۔ مگر اس کی اسناد میں اس قدر ضعف ہے کہ قابل حجت نہیں۔ ایسا واقعہ تو کثرت سے نقل ہونا چاہیے تھا جبکہ احادیث کی کتابوں میں دور تک انکا نشان بھی نہیں ملتا۔ فافہم وتدبر) لَیْسَ اَتْنَانٌ مِّنْ فَضْلِهِ (کہ اگر اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے فضل سے عطا فرمادے) یعنی مال لَنَصَّدَّقَنَّ (تو ہم خوب خیرات کریں) ہم صدقہ ضرور نکالیں گے۔ نَصَّدَّقَنَّ اصل میں نَتَصَدَّقَنَّ ہے تاکہ صادمیں ادغام کر دیا کیونکہ دونوں میں قرب مخرج پایا جاتا ہے۔ وَلَنَكُونَنَّ مِنَ الصَّالِحِينَ (اور ہم خوب نیک کام کیا کریں) صدقہ نکال کر۔

مال ملا تو بخل کرنے لگے:

آیت ۷۶: فَلَمَّا اتَّهَمُ مِنْ فَضْلِهِ (پس جب اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے دے دیا) اللہ تعالیٰ نے ان کو دے دیا اور انہوں نے اپنی تمنا پالی۔ بَخِلُوا بِهِ (تو وہ اس میں بخل کرنے لگے) انہوں نے اللہ تعالیٰ کا حق روک لیا اور وعدہ وفا کی نہ کی۔ وَتَوَلَّوْا (اور روگردانی کرنے لگے) اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے وَهُمْ مُّعْرِضُونَ (اور وہ تو روگردانی کے عادی ہیں) اعراض پر انکا اصرار قائم رہا۔

پھر جب مال سے نفاق دل میں گھر گیا:

آیت ۷۷: فَأَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِي قُلُوبِهِمْ (پس اللہ تعالیٰ نے ان کی سزا میں ان کے دلوں میں نفاق قائم کر دیا) بخل نے ان کے دلوں میں نفاق کو پختہ کر دیا کیونکہ نفاق کا وقتی سبب یہی بنا۔ اِلٰی یَوْمٍ یَّلْقَوْنَهُ (جو اللہ تعالیٰ کے پاس جانے کے دن تک رہے گا) اپنے فعل کی سزا پائیں گے وہ دن قیامت کا ہے۔ بِمَا اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا یَكْذِبُوْنَ (اس وجہ سے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے اپنے وعدہ میں خلاف ورزی کی اور اس سبب سے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے) اس وجہ سے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے جو صدقہ، صلاح کا وعدہ کیا تھا اس کی خلاف ورزی کی تو جھوٹے ثابت ہو گئے۔ اسی لئے وعدہ خلافی کو نفاق کا تیسرا حصہ کہا جاتا ہے۔

اللہ تو ان کی سرکشیوں سے بھی واقف ہے:

آیت ۷۸: اَلَمْ یَعْلَمُوْۤا (کیا ان کو یہ خبر نہیں) وہ منافقین اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ سِرَّهُمْ (کہ اللہ تعالیٰ کو ان کے دل کا راز معلوم ہے) وعدہ کی خلاف ورزی کے سلسلہ میں جو نفاق کا پختہ ارادہ چھپایا ہوا ہے۔ وَنَجَّوْهُمْ (اور ان کی سرگوشی بھی) دین کے متعلق جو مطاعن اپنی خفیہ مجالس میں بکتے ہیں۔ اور صدقات کو جزیہ کہتے ہیں۔ اور اس کو روکنے کی تدابیر اور بہانے کرتے ہیں۔ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ (اور یہ کہ اللہ تعالیٰ تمام غیب کی باتوں کو خوب جانتے ہیں) اس پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔

الَّذِينَ يَلْمِزُونَ الْمُطَّوِّعِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فِي الصَّدَقَاتِ وَالَّذِينَ لَا يَجِدُونَ

یہ ایسے لوگ ہیں جو ان مؤمنین پر صدقات کے بارے میں طعن کرتے ہیں جو اپنی خوشی سے صدقات دیتے ہیں اور ان لوگوں پر جن کو اپنی محنت کے علاوہ

الْأَجْهَدَ هُمْ فَيَسْخَرُونَ مِنْهُمْ سَخِرَ اللَّهُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۷۹

کچھ میسر نہیں آتا۔ سو یہ ان سے تمسخر کرتے ہیں۔ اللہ ان کے تمسخر کا بدلہ دے گا اور ان کے لئے عذاب الیم ہے۔

اسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ ۸۰

آپ ان کے لئے استغفار کریں یا نہ کریں اگر آپ ان کے لئے ستر مرتبہ استغفار کریں تب بھی اللہ انہیں نہ بخشے گا۔

ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۸۱

یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے اللہ کے ساتھ اور اللہ کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور اللہ نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

نفلی صدقات والوں پر طعنہ زنی:

آیت ۷۹: الَّذِينَ (یہ ایسے لوگ ہیں) نمبر ۱۔ یہ محل نصب میں ہے۔ نمبر ۲۔ ذم کی وجہ سے محل رفع میں ہے۔ نمبر ۳۔ سرہم و نجواہم کی ضمیر سے بدل ہونے کی بناء پر مجرور ہے۔ يَلْمِزُونَ الْمُطَّوِّعِينَ (جو ان نفل صدقہ دینے والوں پر طعن کرتے ہیں) جو نفل صدقات و تبرعات کرنے والوں پر طعنہ زنی کرتے ہیں۔ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فِي الصَّدَقَاتِ (جو ایمان والوں میں سے ہیں صدقات کے سلسلہ میں) یہ یلمزون کے متعلق ہے روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صدقہ پر آمادہ کیا۔ عبدالرحمان بن عوف چار ہزار درہم لائے۔ اور عرض کی میرے پاس آٹھ ہزار تھے۔ میں نے چار ہزار اپنے رب کو قرض دے دیے۔ اور چار ہزار اپنے اہل و عیال کیلئے رکھ لیئے۔ اس پر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا بَارَكَ اللَّهُ فِيمَا أَعْطَيْتَ وَ فِيمَا أَمْسَكَتَ (رواہ البزار) اللہ تعالیٰ نے ان کو برکت عنایت فرمائی۔ یہاں تک کہ ان کی بیوی تماضر سے ان کی صلح آٹھویں حصہ کے ربيع پر ہوئی جس کی مقدار اسی ہزار تھی۔ حضرت عاصم نے صدقہ میں کھجور کا ایک وسق خرچ کیا۔ وَالَّذِينَ (اور ان لوگوں پر) اس کا عطف المطووعین پر ہے۔ لَا يَجِدُونَ إِلَّا جُهْدَهُمْ (جن کو میسر نہیں مگر صرف محنت و مزدوری) اپنی طاقت (کی مقدار) نافع نے جہدہم پڑھا۔ یہ دونوں ایک ہی لفظ ہیں بعض نے کہا الْجُھْدُ طاقت اور الْجُھْدُ مشقت۔ ابو عقیل رضی اللہ عنہ ایک صاع کھجور لائے اور عرض کی میں نے تمام رات دو صاع کھجور کے بدلے اونٹ کی رسی کھنچی۔ ایک صاع اہل و عیال کیلئے چھوڑا اور ایک صاع حاضر خدمت کر دیا۔ منافقین نے ان پر طعنہ زنی کرتے ہوئے کہا عبدالرحمان اور عاصم نے تو ریاکاری کیلئے خرچ کیا ہے۔ اور ابو عقیل نے جو صاع دیا۔ اللہ تعالیٰ کو اس کی ضرورت نہیں۔ فَيَسْخَرُونَ مِنْهُمْ (پس ان کا مذاق اڑاتے ہیں) سَخِرَ اللَّهُ مِنْهُمْ۔ (اللہ تعالیٰ ان کی مسخری پر ان کو بدلہ دے گا) اور یہ اگرچہ صورت میں بددعا معلوم ہوتی ہے مگر یہ خبر ہے بددعا نہیں۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (اور ان کے لئے

دردناک سزا ہوگی) درد انگیز۔

آیت ۸۰: جب عبد اللہ بن عبد اللہ بن ابی نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی میرا والد بیمار ہے اس کے لئے استغفار فرمادیں تو یہ آیت نازل ہوئی:

عبد اللہ بن ابی کے لئے استغفار کی ممانعت:

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ (آپ خواہ ان کے لئے استغفار کریں یا ان کے لئے استغفار نہ کریں) یہ امر خبر کے معنی میں ہے گویا اس طرح فرمایا گیا ان یغفر اللہ لهم استغفرت لهم ام لم تستغفر لهم۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز نہ بخشے گا آپ نے ان کے لئے استغفار کر دیا۔ یا نہیں کیا۔ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ (اگر آپ ان کے لئے استغفار کریں گے ستر مرتبہ بھی تب بھی اللہ تعالیٰ ان کو نہ بخشے گا) السبعون کا عدد اہل عرب کے ہاں کثرت بیان کیلئے استعمال ہوتا تھا۔ یہ تحدید و غایت کیلئے یہاں نہیں لایا گیا۔ اس لئے کہ اگر آپ ساری زندگی ان کے لئے استغفار کرتے تب بھی ان کے لئے معافی نہ تھی کیونکہ وہ کافر تھے اللہ تعالیٰ کافر کی بخشش نہیں فرماتے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر آپ نے استغفار کے اندر مبالغہ کیا تب بھی اللہ تعالیٰ ان کو معاف نہ فرمائیں گے۔

نکتہ: سبعین کا تذکرہ بہت سی روایات میں آیا ہے، وہ تمام روایات کثرت پر دلالت کرتی ہیں تحدید و غایت کو بیان نہیں کرتیں۔ تمام اعداد میں ستر کا عدد منتخب کرنے کی وجہ یہ ہے کہ عدد دو قسم کے ہیں نمبر ۱۔ قلیل۔ نمبر ۲۔ کثیر۔ قلیل تین سے کم ہوتا ہے اور کثیر تین سے اوپر تمام گویا کثیر کا سب سے چھوٹا عدد تین ہے اور بڑے کی کوئی حد نہیں۔ پھر عدد کی ایک تقسیم ہے۔ نمبر ۱۔ عدد طاق۔ نمبر ۲۔ عدد جفت۔ سب سے پہلا جفت ۲ دو ہے۔ اور سب سے پہلا طاق ۳ تین ہے۔ اور ایک عدد نہیں۔ ان دونوں قسموں کی پہلی جمع کثرت سات ہے کیونکہ اس میں ۳ ایک طاق اور تین جفت ہیں اور دس کامل حساب ہے۔

کیونکہ دس سے بڑھ کر تو احاد کی اضافت عشرہ کی طرف ہی ہے۔ جیسا کہتے ہیں۔ اثناعشر، ثلاثہ عشر، بیس تک۔ اور عشرون میں عشرہ کو دو مرتبہ لایا گیا۔ ثلاثون میں تین مرتبہ دس کو دہرایا گیا۔ اسی طرح سو تک۔ پس ستر کا عدد کثرت اور نوع کو جامع ہے۔ اور کثرت اسی سے ہے۔ اور کمال حساب اور کثرت اسی سے ہے۔

گویا کمال حساب اور کثرت دونوں کو اس نے اپنے اندر سمیٹ لیا۔ اس لئے اہل عرب سے سبعون کو کثیر عدد میں سب سے کم درجہ کا عدد ہر بات کا لحاظ کر کے شمار کر لیا۔ کثرت کی تو کوئی انتہاء نہیں۔ پس سبعین کی تخصیص ممکن ہے اسی حکمت کی بناء پر ہو۔ واللہ اعلم ذلک (یہ) یہ مغفرت سے یا س کی طرف اشارہ ہے۔ بَانَہُمْ (اس وجہ سے ہے) اس سبب سے کہ وہ کَفَرُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ (کہ انہوں نے اللہ اور رسول کے ساتھ کفر کیا) کفار کیلئے مغفرت نہیں وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ (اور اللہ تعالیٰ ایسے سرکش لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا) وہ ایمان سے نکلنے والے ہیں جب تک کہ کفر و سرکشی کو اپنے لئے منتخب کرنے والے ہیں۔

فَرِحَ الْمُخَلَّفُونَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلَافَ رَسُولِ اللَّهِ وَكَرِهُوا أَنْ يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ

جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد پیچھے ڈالے گئے۔ وہ اپنے بیٹھے رہ جانے پر خوش ہوئے۔ اور انہیں یہ ناگوار ہوا کہ اپنے مالوں اور

وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَالُوا لَا تَنْفِرُوا فِي الْحَرِّ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ أَشَدُّ حَرًّا لَوْ

جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کریں اور کہنے لگے کہ گرمی میں مت نکلو۔ آپ فرمادیتے کہ دوزخ کی آگ بہت زیادہ گرم ہے۔ کیا اچھا ہوتا کہ

كَانُوا يَفْقَهُونَ ۝۸۱ فَلْيُضْحَكُوا قَلِيلًا وَلْيَبْكِوْا كَثِيرًا بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝۸۲

یہ لوگ سمجھتے۔ سو یہ لوگ تھوڑا سا ہنس لیں اور زیادہ روئیں ان اعمال کے بدلہ جو وہ کیا کرتے تھے۔

فَإِنْ رَجَعَكَ اللَّهُ إِلَى طَائِفَةٍ مِنْهُمْ فَاسْتَأْذِنُوكَ لِلْخُرُوجِ فَقُلْ لَنْ تَخْرُجُوا

سو اگر اللہ آپ کو ان کی کسی جماعت کی طرف واپس لے جائے پھر وہ آپ سے نکلنے کی اجازت مانگیں تو آپ فرمادیتے کہ تم ہرگز کبھی

مَعِيَ أَبَدًا وَلَنْ تُقَاتِلُوا مَعِيَ عَدُوًّا إِنَّكُمْ رَضِيتُمْ بِالْقُعُودِ أَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوا

میرے ساتھ نہ نکلو گے اور ہرگز میرے ساتھ کسی دشمن سے جنگ نہ کرو گے۔ بے شک تم پہلی مرتبہ بیٹھنے پر راضی ہو گئے۔ سو تم پیچھے رہ جانے والوں کے

مَعَ الْخَلَفِينَ ۝۸۳

ساتھ بیٹھے رہو۔

تخلف جہاد پر منافقین کی خوشی:

آیت ۸۱: فَرِحَ الْمُخَلَّفُونَ (یہ پیچھے رہ جانے والے خوش ہو گئے) نمبر ۱۔ وہ منافقین جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی اور ان کو اجازت دے دی گئی اور غزوہ تبوک میں ان کو مدینہ میں ہی چھوڑ دیا گیا۔ نمبر ۲۔ جو لوگ سستی سے پیچھے رہ گئے اور ان کو نفاق اور شیطان نے اس بات پر آمادہ کیا۔ بِمَقْعَدِهِمْ (اپنے بیٹھے رہنے پر) غزوہ میں نہ جانے کی بناء پر خِلَافَ رَسُولِ اللَّهِ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں یہ مفعول لہ یا حال ہے اسی قعدوا لمخالفتہ یا مخالفین لہ وہ مخالفت کی وجہ سے بیٹھے رہے یا اس حال میں بیٹھے رہے کہ وہ آپ کی مخالفت کرنے والے تھے۔ وَكَرِهُوا أَنْ يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ (اور ان کو ناگوار ہوا کہ اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان کے ساتھ جہاد کریں) انہوں نے وہ نہ کیا جو مسلمان کرتے ہیں۔ اپنی جان اور مال کا نذرانہ بارگاہ الہی میں پیش کرتے ہیں۔ اور وہ اس کو ناپسند کیوں نہ کرتے۔ جبکہ ان میں ایمان اور یقین کے دواعی میں سے کوئی چیز موجود نہ تھی۔

وَلَا تَصِلْ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَى قَبْرِهِ إِنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ

اور ان میں سے جو کوئی شخص مر جائے آپ اس پر کبھی نماز نہ پڑھیں اور اس کی قبر پر کھڑے نہ ہوں۔ بے شک ان لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا

وَمَا تُوَاوَهُمْ فِسْقُونَ ۝۸۱ وَلَا تَعْجَبْكَ أَمْوَالُهُمْ وَأَوْلَادُهُمْ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ

اور وہ اس حال میں مر گئے کہ نافرمان تھے اور آپ کو ان کے اموال اور اولاد تعجب میں نہ ڈالیں اللہ یہی چاہتا ہے کہ

يُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الدُّنْيَا وَتَرْهَقَ أَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُونَ ۝۸۲

ان کو ان چیزوں کے ذریعہ دنیا میں عذاب دے اور ان کی جانیں اس حالت میں نکل جائیں کہ وہ کافر ہوں۔

استہزائی جملے:

وَقَالُوا لَا تَنْفِرُوا فِي الْحَرِّ (اور کہنے لگے تم گرمی میں جہاد کیلئے نہ نکلو) نمبر ۱۔ انہوں نے ایک دوسرے کو کہا نمبر ۲۔ مسلمانوں کو بیوقوف بنانے کیلئے کہا۔ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ أَشَدُّ حَرًّا لَوْ كَانُوا يَفْقَهُوْنَ (آپ کہہ دیں کہ جہنم کی آگ بہت زیادہ گرم ہے کیا خوب ہوتا اگر وہ سمجھتے) اکیس ان کی جہالت کو واضح کیا کہ ایک گھڑی کی مشقت سے جو اپنے کو بچائے اور اس کی وجہ سے ہمیشہ کی مشقت میں مبتلا ہوئے وہ تو عقل مند کیا اہل الجاہلین میں سے ہے۔

آیت ۸۲: فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَلْيُبْكُوا كَثِيرًا (پس یہ ہنسیں گے تھوڑا اور روئیں گے بہت) وہ دنیا میں اپنے پیچھے رہنے پر ذرا سی خوشی منالیں آخرت میں ان کو اس کی سزا میں بہت رونا پڑے گا۔

نکتہ: یہاں خبر کو امر کے انداز سے ذکر کر کے اس کا حتمی اور لازمی ہونا بتلایا کہ اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہ پیش آئے گی۔ روایت میں ہے کہ منافقین آگ میں دنیا کی عمر کی مقدار روتے رہیں گے ان کے آنسوؤں کے نہ پائیں گے اور نہ ہی پلک جھپک کیلئے نیند کریں گے۔ جَزَاءٌ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ (ان کاموں کے بدلہ میں جو وہ کیا کرتے تھے) نفاق سے جو کما تے تھے۔

آیت ۸۳: فَإِنْ رَجَعَكَ اللَّهُ (پس اگر اللہ تعالیٰ آپ کو واپس لائے) اللہ تعالیٰ آپ کو تبوک سے واپس لے جائیگے۔ اِلَى طَائِفَةٍ مِنْهُمْ (انکے کسی گروہ کی طرف) یہاں طائفہ فرمایا اسلئے کہ بعض نے توبہ کر لی اور بعض طبعی موت مر گئے۔ فَاسْتَأْذَنُوكَ لِلْخُرُوجِ (پھر یہ لوگ نکلنے کی اجازت مانگیں) غزوہ تبوک کے بعد والے غزوہ میں فَقُلْ لَنْ تَخْرُجُوا مَعِيَ أَبَدًا (تو آپ فرما دیں کہ تم بھی میرے ساتھ نہ نکلو گے) قراءت: حمزہ، علی، ابو بکر نے یا کے سکون سے یخرجوا پڑھا ہے۔ وَلَنْ تُقَاتِلُوا مَعِيَ عَدُوًّا (اور نہ میرے ساتھ مل کر کسی دشمن سے لڑو گے) حفص نے معی پڑھا۔ اِنَّكُمْ رَضِيتُمْ بِالْقُعُودِ اَوَّلَ مَرَّةٍ (تم نے پہلی بار بیٹھ رہنے کو پسند کیا) پہلی مرتبہ جب تمہیں تبوک کی طرف بلایا گیا۔ فَاقْعُدُوا مَعَ الْخَلِيفَيْنِ (پس تم پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو) انکے ساتھ جو عذر کی وجہ سے پیچھے رہے ہیں۔

آیت ۸۴: عبد اللہ نے اپنے والد عبد اللہ بن ابی کے متعلق درخواست کی کہ آپ میرے باپ کے کفن کیلئے اپنی قمیص مبارک مرحمت فرمائیں اور اس پر نماز جنازہ ادا فرمائیں۔ آپ نے قبول فرمایا۔ حضرت عمرؓ آئے تو آپ نے فرمایا۔ اے عمر! یہ بات

وَإِذَا أَنْزَلْتُ سُورَةً أَنْ آمِنُوا بِاللَّهِ وَجَاهِدُوا مَعَ رَسُولِهِ اسْتَأْذَنَكَ أُولُوا

اور جب کوئی سورت نازل کی جاتی ہے کہ اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کے ساتھ مل کر جہاد کرو تو ان میں سے مقدور والے لوگ آپ سے اجازت

الطُّولِ مِنْهُمْ وَقَالُوا ذَرْنَا نَكُنْ مَعَ الْقَعْدِيْنَ ۝۸۶ رَضُوا بِأَنْ يَكُونُوا مَعَ الْخَوَالِفِ

مانگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں چھوڑ دیجئے۔ ہم بیٹھے رہنے والوں کے ساتھ ہو جائیں، یہ لوگ اس بات پر راضی ہو گئے کہ گھروں میں پیچھے رہ جانے والی عورتوں کے ساتھ رہ جائیں

وَطَبَعَ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝۸۷

اور ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی سو وہ نہیں سمجھتے۔

اسکو نفع نہ دیگی۔ مگر مجھے امید ہے کہ اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی ایمان لے آئیں گے۔ (ابن جریر فی تفسیرہ) پس یہ آیت اتری۔
وَلَا تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ (اور آپ ان میں سے کسی کی نماز جنازہ نہ پڑھیں) منهم سے مراد منافقین ہیں اور صلوة سے مراد نماز جنازہ ہے روایت میں ہے کہ خزرج کے ایک ہزار آدمی مخلصانہ اسلام لے آئے جب انہوں نے دیکھا کہ وہ ثوب نبوی کے ساتھ تبرک کا خواہش مند تھا۔ مَاتَ (جو کوئی مر جائے) یہ احد کی صفت ہے اور ابداً (کبھی) یہ تُصَلِّ کا ظرف ہے۔
عادت طیبہ: آپ ﷺ جب میت کو دفن کر لیتے تو اس کی قبر پر کھڑے ہو کر اس کے لئے دعا فرماتے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا
وَلَا تَقُمْ عَلَى قَبْرِهِ إِنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَمَاتُوا وَهُمْ فَسِقُونَ (اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کا انکار کیا ہے اور وہ حالت کفر ہی میں مر گئے ہیں) اس لا تقم کی نہی فرمانے کی علت ذکر فرمائی گئی ہے کہ یہ دعا کے حقدار نہیں ہیں کیونکہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے منکر ہیں۔

ان کا مال و اولاد ان کے حق میں سو ہاں روح ہیں:

آیت ۸۵: وَلَا تُعْجِبْكَ أَمْوَالُهُمْ وَأَوْلَادُهُمْ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ أَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُونَ (اور ان کے اموال اور اولاد آپ کو تعجب میں نہ ڈالیں اللہ تعالیٰ کو صرف یہ منظور ہے کہ ان چیزوں کی وجہ سے ان کو دنیا میں بھی عذاب میں گرفتار رکھے اور ان کا آخری سانس حالت کفر ہی میں نکلے) مبالغہ اور تاکید کیلئے دوبارہ لائے۔ تاکہ مخاطب بھولنے نہ پائے۔ اور اس کو یقین ہو جائے کہ یہ اہم ترین بات ہے اور ہر آیت میں ایک گروہ کا تذکرہ ہے جو دوسرے گروہ سے مختلف ہے۔
جہاد کے حکم سے مالدار بھاگتے ہیں:

آیت ۸۶: وَإِذَا أَنْزَلْتُ سُورَةً (جب بھی کوئی سورت اتاری جاتی ہے) اس سورت سے مکمل سورت بھی مراد لی جاسکتی ہے۔
اور سورت کا بعض حصہ بھی مراد لیا جاسکتا ہے جیسا کہ قرآن اور کتاب کا لفظ تمام اور بعض ہر دو پر بولا جاتا ہے۔ اَنْ آمِنُوا بِاللَّهِ (اور اس میں یہ نازل کیا جاتا ہے کہ تم اللہ پر ایمان لاؤ) یا محذوف ہے اِیْ بِأَنْ آمِنُوا اِیْ اَنْ مفسرہ ہے۔ یہ کہ اللہ پر ایمان لاؤ۔
وَجَاهِدُوا مَعَ رَسُولِهِ اسْتَأْذَنَكَ أُولُوا الطُّولِ مِنْهُمْ (اور اس کے رسول کے ساتھ مل کر جہاد کرو تو ان میں سے دولت والے آپ سے رخصت مانگتے ہیں) مال و وسعت والے وَقَالُوا ذَرْنَا نَكُنْ مَعَ الْقَعْدِيْنَ (اور کہتے ہیں کہ ہم کو اجازت دیں کہ ہم

لٰكِنَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ وَاُوْلٰئِكَ

لیکن رسول اور وہ لوگ جو آپ کے ساتھ ایمان لائے انہوں نے اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کیا اور یہ وہ لوگ ہیں

لَهُمُ الْخَيْرَاتُ زَوٰوْلٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۸۸ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنَّتٍ تَجْرٰى

جن کے لئے خوبیاں ہیں اور یہ وہی لوگ ہیں جو کامیاب ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایسے باغ تیار فرمائے ہیں جن کے نیچے نہریں

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝۸۹

جاری ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہ بڑی کامیابی ہے۔

وَجَآءَ الْمُعَذِّبُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا اللّٰهَ

اور دیہاتوں میں سے کچھ لوگ بہانہ کرنے والے آئے تاکہ ان کو اجازت دے دی جائے اور جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے

وَرَسُوْلَهٗ سَيُصِيبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۹۰ لَيْسَ عَلٰى الضُّعَفَاءِ وَلَا

جھوٹ بولا تھا وہ بیٹھے رہ گئے جو لوگ ان میں سے کفر ہی پر رہیں گے انہیں دردناک عذاب پہنچے گا۔ ضعیفوں اور مریضوں

عَلٰى الْمَرْضٰى وَلَا عَلٰى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يَنْفِقُوْنَ حَرْجٌ اِذَا نَصَحُوْا اللّٰهَ

اور ان لوگوں پر کوئی گناہ نہیں جو خرچ کرنے کے لئے نہیں پاتے جبکہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لئے خلوص دل سے

وَرَسُوْلِهٖ مَا عَلٰى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ۝۹۱ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۹۲

حاضر ہوں محسنین پر کوئی الزام نہیں ہے اور اللہ غفور ہے رحیم ہے اور ان

بھی یہاں ٹھہرنے والوں کے ساتھ رہ جائیں ان لوگوں کے ساتھ جن کو نہ جانے کیلئے مرض، اپاہج پن کا عذر ہے۔

وہ خانشہ نشینی کے خواہاں ہیں: آیت ۸۷: رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ (وہ لوگ خانہ نشین عورتوں کے ساتھ رہنے پر راضی ہو گئے) الخوالف سے عورتیں مراد ہیں اس کی واحد خالفہ ہے۔ وَطَبَعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ (اور ان کے دلوں پر مہر لگ گئی) کفر و منافقت کو اختیار کرنے کی وجہ سے مہر کر دی گئی۔ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ (پس وہ نہیں سمجھتے) جہاد میں کیا سعادت مندی اور کامرانی مخفی ہے اور پیچھے رہنے میں کیا شقاوت و ہلاکت ہے۔

رسول اور مؤمن جہاد کرنے والے ہیں:

آیت ۸۸: لٰكِنَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ (لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ ایمان والے انہوں نے اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا) اگر یہ لوگ نہیں گئے تو ان سے بہت بہتر لوگ تو غزوہ کیلئے

گئے۔ وَأُولَٰئِكَ لَهُمُ الْخَيْرَاتُ (انہی کے لئے ساری بھلائیاں ہیں) خیرات کا لفظ دونوں جہان کی کامیابیوں کو شامل ہے کیونکہ لفظ مطلق ہے اور اسمیں گنجائش ہے۔ نمبر ۲۔ حوریں مراد ہیں کیونکہ اس ارشاد میں ہے فیہن خیرات حسان۔ (الرحمان: ۷۰) وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (اور یہی لوگ کامیاب ہیں) ہر مطلوب ان کو ملے گا۔

جنت کے حقدار:

آیت ۸۹: اَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ذَلِكَ الْقَوْزُ الْعَظِيمُ (اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے ایسے باغ تیار کر رکھے ہیں جنکے نیچے سے نہریں جاری ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ رہینگے یہی بڑی کامیابی ہے) اَعَدَّ کا لفظ بتلا رہا ہے کہ جنت مخلوق ہے۔

بہانہ باز دیہانی:

آیت ۹۰: وَجَاءَ الْمُعَذِّرُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ (اور دیہاتیوں میں سے کچھ بہانہ باز لوگ آئے تاکہ ان کو اجازت مل جائے) نمبر ۱۔ اس حکم میں عذر کی بناء پر اجازت دی جائے۔ جبکہ اس سے اسمیں کوتاہی اور سستی ہوگئی ہو۔ اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ اس کو وہم ہے کہ وہ پیچھے رہنے میں معذور ہے حالانکہ اس کو کوئی عذر نہیں۔

نمبر ۲۔ المعتذرون اصل میں المعتذرون ہے تاکہ احوال میں ادغام کر دیا۔ اور حرکت عین کودی۔ اس سے مراد باطل معذرتیں بنانے والے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد بنو اسد، بنو غطفان ہیں انہوں نے کہا کہ ہمارے اہل و عیال ہیں اور ہم میں تنگدستی ہے پس ہمیں پیچھے رہنے کی اجازت دے دیں۔ وَقَعَدَ الَّذِينَ كَذَبُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ (اور بیٹھے رہے وہ لوگ جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے بالکل ہی جھوٹ بولا تھا) یہ منافق دیہاتی ہیں، جو نہ آئے اور نہ ہی معذرت پیش کی اس سے ظاہر ہو گیا کہ ایمان کے دعویٰ میں انہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے جھوٹ بولا ہے۔ سَيُصِيبُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (جو ان میں سے کافر ہیں گے ان کو دردناک عذاب پہنچے گا) دیہاتیوں میں سے جو کافر ہیں دنیا میں قتل کی صورت میں اور آخرت میں آگ کی شکل میں۔

ضعفاء و معذورین کا استثناء:

آیت ۹۱: لَيْسَ عَلَى الضَّعَفَاءِ (کم طاقت لوگوں پر نہیں) بوڑھے اور اچانچ وَلَا عَلَى الْمَرْضَى وَلَا عَلَى الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ مَا يَنْفِقُونَ (اور نہ بیماروں پر اور نہ ان لوگوں پر جن کو خرچ کرنے کو میسر نہیں) یہ مزینہ، جہینہ اور بنی عذرہ کے فقراء مراد ہیں۔ خَرَجَ (کوئی گناہ) گناہ اور تاخیر کرنے میں تنگی إِذَا نَصَحُوا لِلَّهِ وَرَسُولِهِ (جبکہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ اخلاص رکھیں) اس طرح کہ ظاہر و پوشیدہ ایمان لائیں اور اطاعت کریں جیسا کہ مخلص اپنے دوست کے ساتھ کرتا ہے۔ مَا عَلَى الْمُحْسِنِينَ (نیکیوں کا روں پر نہیں ہے) مخلص معذورین مِنْ سَبِيلِ (کسی قسم کا الزام) یعنی ان پر نہ تو کوئی گناہ ہے اور نہ ہی وہ کسی عتاب کے مستحق ہیں۔ وَاللَّهُ غَفُورٌ (اور اللہ بڑی مغفرت والے) ان کی پیچھے رہنے والی خطاء معاف فرمادیں گے۔ رَحِيمٌ (رحم والے ہیں) ان پر مہربان ہیں۔

وَلَا عَلَى الَّذِينَ إِذَا مَا اتَّوَكَّلْتُمْ عَلَيْهِمْ قُلْتُ لَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ

لوگوں پر بھی کوئی گناہ نہیں جو آپ کے پاس اس لئے حاضر ہوئے کہ آپ ان کو سواری دے دیں۔ آپ نے کہہ دیا کہ میں ایسی کوئی چیز نہیں پاتا جس پر تمہیں سوار کروں

تَوَلَّوْا وَاعْيُذْهُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا أَلَّا يَجِدُوا مَا يُنْفِقُونَ ﴿۹۲﴾

وہ اس حال میں واپس ہو گئے کہ اس رنج میں ان کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے کہ وہ خرچ کرنے کے لئے نہیں پاتے۔ الزام تو

السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَاسْتَاذِنُونَكَ وَهُمْ أَغْنِيَاءُ رَضُوا بِأَنْ يَكُونُوا مَعَ

انہی لوگوں پر ہے جو مالدار ہوتے ہوئے آپ سے اجازت چاہتے ہیں وہ اس بات پر راضی ہو گئے کہ پیچھے رہ جانے والے عورتوں کے ساتھ

الْخَوَالِفِ وَطَبَعَ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۹۳﴾

رہ جائیں اور اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی سو وہ نہیں جانتے۔

زاوِسفر سے معذور لوگ:

آیت ۹۲: وَلَا عَلَى الَّذِينَ إِذَا مَا اتَّوَكَّلْتُمْ عَلَيْهِمْ (اور نہ ان لوگوں پر کہ جس وقت وہ آپ کے پاس آئے اسلئے تاکہ آپ ان کو سواری دیں) سواری عنایت کریں قُلْتُ (آپ نے کہہ دیا) یہ اتَّوَكَّلْتُمْ کی کاف سے حال ہے اور اس سے پہلے قد مضمر ہے ای اذا اتوك فانلا۔ جب وہ یہ کہتے ہوئے آئے کہ ہمیں سواری دیں تو آپ نے انہیں جواب دیا۔ لَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوْا (میرے پاس تو کوئی چیز نہیں جس پر میں آپ کو سوار کروں تو وہ واپس چلے جاتے ہیں) یہ اذا کا جواب ہے وَأَعْيُذْهُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ (اس حالت میں کہ ان کی آنکھوں سے آنسو بہاں آ رہا ہے) جتے ہیں تَفِیْضُ دمعاً بنسبت یفیض دمعها سے زیادہ بلیغ۔ یہ کہونکہ انہیں آنکھ کو اس طرح قرار دیا گیا وہ چھلتے آنسو ہیں۔ یہ یہ ہے جب کہتے ہیں افدیک من رجل جارو مجرور ملکر تمیز کی وجہ سے محل نہ ب میں واقع ہیں اور یہ بھی درست ہے کہ قُلْتُ لَا أَجِدُ بملہ مستانفہ ہو۔ گویا اس طرح کہا گیا اذا ما اتوك لتحمليهم تَوَلَّوْا۔ جب وہ آپ کے پاس آتے ہیں تاکہ تم ان کو سواری دو وہ واپس لوٹتے ہیں۔ تو سوال پیدا ہوا وہ روتے ہوئے کیوں واپس لوٹ رہے ہیں؟ تو جواب دیا۔ قُلْتُ لَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ۔ تم نے کہا میرے پاس تمہیں دیئے کیلئے سواری نہیں۔ البتہ اس جملے کو شرط و جزاء کے درمیان معترضہ جملہ کی طرح لایا گیا ہے۔ حَزَنًا (اس غم میں) یہ مفعول لہ ہے أَلَّا يَجِدُوا مَا يُنْفِقُونَ (کہ ان کو خرچ کرنے کو کچھ میسر نہیں) اسلئے کہ وہ خرچہ کیلئے کچھ نہیں پاتے۔ یہ مفعول لہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اور اس کا نائب حَزَنًا ہے نمبر سواری طلب کرنے والے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما اور ان کے ساتھی ہیں۔ نمبر ۲۔ رونے والے چھ انصاری ہیں۔

مالدار پیچھے رہنے کی وجہ سے گنہگار ہیں:

آیت ۹۳: إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَاسْتَاذِنُونَكَ (صرف الزام ان لوگوں پر ہے جو آپ سے اجازت چاہتے ہیں) پیچھے رہنے میں وَهُمْ أَغْنِيَاءُ رَضُوا (باوجود اسکے کہ وہ مالدار ہیں و راضی ہو گئے) رضوا یہ جملہ مستانفہ ہے گویا اس طرح کہا گیا کیا وجہ ہے کہ انہوں نے مالدار ہونے کے باوجود اجازت طلب کی۔ تو جواب ملا وہ اس بات پر راضی اور خوش ہیں بِأَنْ يَكُونُوا مَعَ الْخَوَالِفِ (کہ وہ خانہ نشین عورتوں کے ساتھ رہیں) کہ وہ بھی من جملہ خوالف کی لڑی میں پروردہ جائیں وَطَبَعَ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ (اللہ تعالیٰ نے انکے دلوں پر مہر کر دی جسے وہ جانتے ہی نہیں)

(عندہ جدر نزل)